نمبر ۱ | الحکم سنہ ۱۳۲۰ھ مطابق ۱۰ جنوری سنہ ۱۹۰۳ء روز شنبہ | جلد ہفتم

ناظرین الحکم کو نیا سال اور عید مبارک ہو

سنہ ۱۹۰۲ء اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کے عنوان سے ہمارا سالانہ آرٹکل الحکم کی اگلی اشاعت سے انشاء اللہ شائع ہوگا معمول کے موافق امید کیجاتی ہے کہ ناظرین الحکم کی دلچسپی اور دلی خوشی کا موجب ہوگا کیونکہ وہ آرٹکل گویا سلسلہ عالیہ کی سالانہ رپورٹ کا قائمقام ہوتا ہے۔

گردوں نے گھڑی عمر کی اک اور گھٹا دی ۔ صدا ہر گذرنے والی ساعت سے آتی ہے مگر اسکی مقدور کی کی نفس کے لیے طفل تسلی کا کام دیجاتی ہے لیکن جب ان ساعتوں کے مجموعی دن اور دنوں کے مجموعہ ہفتہ اور مہینہ اور پھر سال کا خاتمہ ہوتا ہے تب یہ احساس ہر دل میں ضرور ہوتا ہے کہ عمر کا بہت بڑا حصہ گذر گیا اس لاتبدیل اور لاتحویل قانون قدرت کیموافق ایک سال ہماری عمر سے اور کم ہو گیا بلکہ آج نئے سال میں سے دس دن گذر گئے ۔ مبارک وہ جنہوں نے سال بھر اپنے اعمال کا محاسبہ کر کے اسکو جانے نہ دیا بلکہ قدرت کی اس صدا کی کہ وقت کی قدر کرو پوری قدر کی ۔ اگر ہم نے گذشتہ میں ایسا نہیں کیا تو آئنیوالے سال ہی میں احتیاط

فطرتاً انسان نئے سال کے آغاز میں بہت سی امیدیں اور ارادے دل میں پیدا کر لیتا ہے خدا کرے کہ ہمارے ارادے اور خواہشیں اللہ تعالیٰ کے جلال و جبروت کو اظہار اسلام کی نصرۃ و حمایت اور قرآن کی عظمت و شوکت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزۃ و رفعت اور آپ کے بروز مسیح موعود علیہ السلام کے پاک نام کی تبلیغ و اشاعت پر مبنی ہوں اور ان کے ساتھ ہی اپنی تبدیلی کا رنگ لیے ہوئے ہوں۔ آمین۔

ہدیہ عید

سالے کہ نکوست از بہارش پیداست

حضرۃ حجۃ اللہ علی الارض مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عید کی مبارک صبح کو جو الہام بطور ہدیہ عید سنایا اور اسکے متعلق جو اشتہار شائع کیا ہے اُسے ہم ذیل میں درج کرتے ہیں۔ وھو ھذا

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی

وحی الٰہی کی ایک پیشگوئی جو پیش از وقت شائع کی جاتی ہے

چاہیے کہ ہر ایک شخص اسکو خوب یاد رکھے

اور چہرہ چمک رہا ہے پھر وہ کشفی حالت وحی الٰہی کیطرف منتقل ہو گئی چنانچہ وہ تمام فقرات وحی الٰہی کے جو بعض اس کشف سے پہلے اور بعض بعد میں تھے ذیل میں لکھے جاتے ہیں۔ اور وہ یہ ہیں۔

یُبْدِیْ لَکَ الرَّحْمٰنُ شَیْئًا ۝ اَتٰی اَمْرُ اللّٰہِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْہُ ۝ بِشَارَۃٌ تَلَقَّاھَا النَّبِیُّوْنَ ۝

ترجمہ خدا جو رحمن ہے تیری سچائی ظاہر کرنیکے لیے کچھ ظہور میں لائیگا خدا کا امر آ رہا ہے تم جلدی نکرو۔ یہ ایک خوشخبری ہے جو نبیوں کو دیجاتی ہے۔

صبح ۵ بجے کا وقت تھا یکم جنوری ۱۹۰۳ء و یکم شوال ۱۳۲۰ھ روز عید جب میرے خدا نے مجھے یہ خوشخبری دی۔ اس سے پہلے ۲۵ دسمبر ۱۹۰۲ء کو خداتعالیٰ کیطرف سے ایک اور وحی ہوئی تھی جو میری طرف سے حکایت تھی اور وہ یہ ہے اِنِّیْ صَادِقٌ صَادِقٌ وَ سَیَشْہَدُ اللّٰہُ لِیْ ترجمہ میں صادق ہوں صادق ہوں عنقریب خداتعالیٰ میری گواہی دیگا۔ یہ پیشگوئیاں باآواز بلند پکار رہی ہیں کہ خداتعالیٰ کیطرف سے کوئی ایسا امر میری تائید میں ظاہر ہونیوالا ہے جس سے میری سچائی ظاہر ہوگی اھ

[illegible] رشام

[illegible]م جنوری ۱۹۰۳ء

[illegible] مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام [illegible] کے موافق مغرب کی نماز ادا کر کے جب اجلاس فرما ہوئے تو سب سے پہلے چند آدمیوں نے بیعت کی + بعد بیعت جناب **ابو سعید صاحب عرب** اپنے حالات کے متعلق کچھ عرض کرتے رہے اور اپنے خواب وغیرہ سناتے رہے۔ جنمیں انکو انکی حالت کے تغیرات بطور ترقی دکھلائے گئے تھے۔ اسی سلسلہ خواب میں ایک شخص نے اللہ تعالیٰ کا تمثل بصورت حضرت مسیح موعود دیکھنا بیان کیا۔ اسپر **حضرت حجۃ اللہ نے فرمایا** کہ اللہ تعالیٰ کے تمثلات ہوتے ہیں **سید عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ** نے لکھا ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کو اپنی ماں کی شکل میں دیکھا اور میں نے ایک بار اپنے باپ کی شکل میں دیکھا اصل یہی ہے کہ یہ تمثلات ہوتے ہیں۔

یبدی لک الرحمٰن شیئاً

آج صبح جو الہام ہوا تھا۔ اس کے متعلق فرمایا کہ شے سے مراد کوئی عظیم الشان بات ہے اس کی عظمۃ کیلئے ہی اللہ تعالیٰ نے اسکو پوشیدہ رکھا ہے کیونکہ چھپانے میں ایک عظمۃ ہوتی ہے جیسے جنت کے انعامات کے لیے فرمایا ہے

فلا تعلم نفس ما اخفی لہم من قرۃ اعین

کھانے پر جیسے دستر خوان ہوتا ہے اُسکے چھپانے میں بھی ایک عظمۃ ہی مقصود ہوتی ہے۔ غرض یہ چھوٹی سی بات نہیں ہے۔

اصلاح کا ذریعہ نصائح یا نشان

ہماری جماعت کی اصلاح نصائح سے نہیں بلکہ نشانوں سے ہوگی کیونکہ انسان کے اندر جو دہریت ہوتی ہے وہ دور نہیں ہوسکتی جب تک نشانات نہ دیکھے + کیونکہ نصائح کا اثر معمولی طریق پر آتی ہوتا ہے لیکن خدا کے نشانات اپنا گہرا اور دیرپا اثر کرتے ہیں اور خداشناسی کا ذریعہ بجز اس کے نہیں اس لیے کہتے ہیں کہ خدا را بخدا باید شناخت یہ سچی بات ہے کہ خدا اپنا پتہ آپ دیتا ہے جس چیز کو انسان پہچانتا ہے اور اسکی معرفت اور علم اسے ہوتا ہے اس سے متاثر ہو جاتا ہے دیکھو انسان دریا کو جوش و خروش میں دیکھے یا آگ کو شعلہ زن دیکھے یا صاعقہ اور سانپ کو دیکھے تو کبھی بھی اپنے آپ کو ان میں نہیں ڈالے گا کیونکہ جانتا ہے کہ اسکا نتیجہ مضر ہوگا۔ یعنی موت ہوگی۔ ہیں ایک طرف جو **اٰمنت باللہ** کہتا ہے پھر کیا وجہ ہے کہ وہی کرتوتیں کرتا رہتا ہے جنمیں دلیری اور بیباکی پائی جاتی ہے اس لیے میں نہیں مان سکتا کہ اللہ پر ایمان رکھکر پھر انسان گناہ کیطرف دوڑے + خدا کی معرفۃ اور شناخت پہلا مرحلہ ہے تھوڑے دن ہوئے مجھے الہام ہوا تھا **انی انا الصاعقۃ**

ابو سعید عرب صاحب نے عرض کیا کہ میں حیران ہوتا تھا کہ نماز کے لیے تو یہ آیا ہے کہ **ان الصلوٰۃ تنہیٰ عن الفحشاء والمنکر** + مگر نماز پڑھنے والے ان باتوں سے نہیں رُکتے حضرۃ اقدس نے **فرمایا** نماز نماز بھی ہو۔ پہلے ایمان شرط ہے جس کا ایمان قوی ہو اسکو نماز کی بھی لذۃ آئے گی۔ اور پھر وہ اسمیں ایسا حظ اُٹھائے گا کہ دنیا کی شان و شوکت دیکھکر بھی متاثر نہ ہوگا اور دولتمند انسان اسکے سامنے کسی حسرت کا باعث نہ ہوں گے بلکہ وہ مرے ہوئے کیڑے کے برابر اُنکو سمجھے گا پہلی بات خدا کی معرفۃ ہے جو کچھ تو خدا کے فضل سے آتی ہے اور کچھ انسان کی اپنی حرکت سے

رحمٰن و رحیم

اللہ تعالیٰ کے دو نام ہیں ایک رحمٰن دوسرا رحیم۔ رحمٰن تو یہی ہے کہ فطرۃ عمدہ اور مناسب حال اٰمل اللہ کے عطا کرتا ہے اور رحیمیۃ کہ جب یہ خدا تعالیٰ کے عطا کردہ قوٰی سے کام لے تو اسپر نیک نتائج مترتب کر دیتا ہے۔ رحیمیت کے نیچے آکر کوشش کرنا اسکا فرض ہو جاتا ہے اس لیے فرمایا **والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا**

دعا کی حقیقۃ

پنجاب میں ایک مثل ہے جو منگے سو مر رہے مرے سو منگن جا مانگنے سے مراد دعا ہے۔ دعا کی حقیقۃ یہی ہے کہ اس میں سوزو گداز اور رقت پیدا ہو جب اس حالت اور نکتہ پر دعا پہنچتی ہے تو وہ قبول [illegible] ہے۔ ایسی حالۃ کی نسبت قرآن شریف میں آیا ہے امن یجیب المضطر اذا دعاہ یونہی کہدینا کہ دعا کوئی چیز نہیں سخت نادانی اور حماقۃ ہے لوگوں نے دعا کا تجربہ نہیں کیا یہ سچ ہے کہ عمل سے پہلے ایک موت آتی ہے اس موت کے بعد پھر نئی زندگی دعا کے ذریعہ عطا کیجاتی ہے جس شخص کو پیاس لگی ہوئی ہو کیا وہ ایک قطرہ سے پیاس بجھا سکتا ہے اسکو تو پیالہ بھر کر پانی پینا چاہیئے تب اس کی پیاس بجھے گی۔ اسیطرح دعا میں پوری رقت اور گدازش کی حالۃ پیدا ہو اور نقطہ مقررہ تک پہونچے تو اسکو قبولیت کی عزت ملے۔

دعا در اصل اسی کیفیت کا نام ہے کہ جب روح نہایت عاجزی اور تضرع کے ساتھ آستانہ الوہیت پر گرتی ہے اسوقت سنۃ اللہ یہی ہے کہ [illegible] اگر دعا کرنے والے کے مصالح کے لحاظ سے اسکا قبول کرنا مناسب ہو تو اللہ تعالیٰ اسکا جواب دیتا ہے۔

عرب - کیا براہ راست جواب دیتا ہے یا فرشتوں کے ذریعہ۔

حضرۃ مکالمات آلہیہ میں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کی زبان پر ایک کلام جاری کرتا ہے اسوقت وہ بندہ کالمیت ہوتا ہے اور وہ کلام روز سیہ میخ فولادی کیطرح دلمیں گڑ جاتا ہے اور اسکے ساتھ برکات اور انوار ہوتے ہیں جس سے صاف سمجھ میں آجاتا ہے کہ وہ خدا کیطرف سے ہے خدا نے اسکا نام وحی رکھا اور صحابہ الہام بھی کہدیتے ہیں۔ میرا مذہب تو یہ ہے کہ جبتک انسان ایسا نہو یا کم از کم نیکوں کی صحبت میں نہ رہے اسکا ایمان معرض خطر میں ہے اور کشمکش میں ہے کبھی مسلمان ہوتا ہے اور کبھی کافر

عرب - میں جو نماز پڑھتا ہوں تو دل میں یہی خیال رہتا ہے کہ جلد نماز سے باہر ہو جاؤں

حضرۃ - نماز کو تدبر سے پڑھو اور خدا کے کلام اور ادعیہ ماثورہ کے سوا اپنی زبان میں بھی دعائیں مانگو اور دلکو گداز کرنے [illegible] غنیمت سمجھو کہ یہ موقع ملا ہے۔ [illegible]

کلماتِ طیّبات

حضرۃ امام الزّمان سلّمہ الرحمٰن

۳۱ اگست ۱۹۰۱ء کو جناب بابو غلام مصطفیٰ صاحب میونسپل کمشنر وزیرآباد قادیان دارالامان آئے تھے اس تقریب پر حضرۃ حجۃ اللہ علی الارض علیہ السلام نے بطور تبلیغ مندرجہ ذیل تقریر فرمائی جو الحکم کی اس اور اگلی اشاعتوں میں درج ہوتی ہے

وبالله التوفيق وهو خير الرفيق

ایڈیٹر

اصل بات یہ ہے کہ جبتک انسان کسی بات کو خالی الذہن ہو کر نہیں سوچتا اور تمام پہلوؤں پر توجہ نہیں کرتا اور غور سے نہیں سنتا اُس وقت تک پُرانے خیالات نہیں چھوڑ سکتا اس لیے جب آدمی کسی نئی بات کو سُنے تو اسکو یہ نہیں چاہیے کہ سنتے ہی اسکی مخالفت کیلیے طیار ہو جاوے۔ بلکہ اُس کا فرض ہے کہ اُسکے سارے پہلوؤں پر پورا فکر کرے اور انصاف اور دیانت اور سب سے بڑھ کر خدا تعالےٰ کے خوف کو مدّ نظر رکھکر تنہائی میں اسپر سوچے میں جو کچھ اسوقت کہنا چاہتا ہوں وہ کوئی معمولی اور سرسری نگاہ سے دیکھنے کے قابل بات نہیں بلکہ بہت بڑی اور عظیم الشان بات ہے میری اپنی بنائی ہوئی نہیں بلکہ **خدا تعالےٰ کی بات ہے** اس لیے جو اسکی تکذیب کے لیے جرأت اور دلیری کرتا ہے وہ میری تکذیب نہیں کرتا بلکہ اللہ تعالیٰ کی بات کی تکذیب کرتا ہے اور رسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی تکذیب پر دلیر ہوتا ہے۔ مجھے اس کی تکذیب سے کوئی رنج نہیں ہو سکتا البتہ اُسپر رحم ضرور آتا ہے کہ نادان اپنی نادانی سے خدا تعالےٰ کے غضب کو بھڑکاتا ہے۔

یہ بات مسلمانوں میں ہر شخص جانتا ہے اور غالباً کسیکو بھی اس سے بیخبری نہ ہوگی کہ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر صدی کے سر پر ایک **مجدّد** کو بھیجتا ہے جو دین کے اُس حصّہ کو تازہ کرتا ہے جسپر کوئی آفت آئی ہوئی ہوتی ہے۔ یہ سلسلہ مجدّدوں کے بھیجنے کا اللہ تعالےٰ کے اس وعدہ کے موافق ہے جو اُس نے **اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ** میں فرمایا ہے۔ پس اس وعدہ کے موافق اور رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی اس پیشگوئی کے موافق جو کہ آنحضرۃ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے اللہ تعالیٰ سے وحی پاکر فرمائی تھی یہ ضروری ہوا کہ اس صدی کے سر پر جس میں سے انیس برس گذر گئے کوئی مجدّد اصلاحِ دین اور تجدیدِ ملت کے لیے مبعوث ہوتا۔ اس سے پہلے کہ کوئی خدا تعالیٰ کا مامور اُس کے الہام و وحی سے مطلع ہو کر اپنے آپکو ظاہر کرتا مستعد اور سعید فطرتوں کیلیے ضروری تھا کہ وہ صدی کا سر آجانے پر نہایت اضطراب اور بیقراری کے ساتھ اس **مردِ آسمانی** کی تلاش کرتے اور اس آواز کے سننے کے لیے ہمہ تن گوش ہو جاتے جو بھیر یہ مژدہ سناتی کہ میں خدا تعالیٰ کیطرف سے **وعدہ کے موافق آیا ہوں۔** یہ سچ ہے کہ چودھویں صدی پر اکابرانِ امت کی نظریں لگی ہوئی تھیں اور تمام کشوف اور رؤیا اور الہامات اس امر کیطرف ایما کرتے تھے کہ اس صدی پر آنے والا موعود عظیم الشان انسان ہوگا جس کا نام احادیث میں **مسیح موعود** اور **مہدی** آیا ہے مگر میں کہوں گا کہ جب وہ وقت آگیا اور آنے والا آگیا تو بہت تھوڑے وہ لوگ نکلے جنھوں نے اُسکی آواز کو سُنا غرض یہ بات کوئی نرالی اور نئی نہیں ہے کہ ہر صدی کے سر پر ایک مجدّد آتا ہے پس اس وعدہ کے موافق ضروری تھا کہ اس صدی میں بھی جو انیس سال تک گذر چکی ہے مجدّد آئے اب اس دوسرے پہلو کو دیکھنا بھی ضروری ہے کہ کیا اسوقت **اسلام** کے لیے کوئی آفات اور مشکلات ایسی پیدا ہو گئی ہیں جو کسی مامور کے لیے **داعی** ہیں۔ جب ہم

اس پہلو پر غور کرتے ہیں تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ اسلام پر اسوقت دو قسم کی آفتیں آئی ہیں۔ اندرونی اور بیرونی **اندرونی** طور پر یہ حالت اسلام کی ہو گئی ہے کہ بہت سی بدعتیں اور شرک توحید کے بجائے پیدا ہو گئے ہیں۔ اعمالِ صالحہ کی جگہ صرف چند رسومات نے لے لی ہے۔ قبر پرستی اور پیر پرستی اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ وہ بجائے خود ایک **مستقل شریعۃ** ہو گئی ہے۔ مجھکو ہمیشہ تعجب اور حیرت ہوتی ہے کہ مجھکو یہ لوگ کہتے ہیں کہ میں نے نبوۃ کا دعوٰی کیا ہے۔ حالانکہ اس امر کو انھوں نے نہیں سمجھا کہ میں کیا کہتا ہوں۔ مگر اپنے گھر میں یہ لوگ ہرگز غور نہیں کرتے کہ **نبوۃ کا دعوٰی تو انھوں نے کیا ہے جنھوں نے اپنی شریعۃ بنالی ہے** کوئی بتائے کہ وہ ورد اور وظائف جو سجادہ نشین اور مختلف گدیوں والے اپنے مریدوں کو سکھاتے ہیں میں نے ایجاد کیے ہیں؟ یا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعۃ اور سنّۃ پر عمل کرتا ہوں اور اسپر ایک نقطہ یا شعشہ بڑھانا کفر سمجھتا ہوں۔

اور ہزار ہا قسم کی بدعات ہر فرقہ اور گروہ میں اپنے اپنے رنگ کی پیدا ہو چکی ہیں۔ تقوٰی اور طہارۃ جو اسلام کا اصل منشا اور مقصود تھا، جس کے لیے آنحضرۃ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطرناک مصائب برداشت کیں جنکو بجز نبوۃ کے دل کے کوئی دوسرا برداشت نہیں کر سکتا وہ آج مفقود و معدوم ہو گیا ہے۔ جیل خانوں میں جا کر دیکھو کہ جرائم پیشہ لوگوں میں زیادہ تعداد کن کی ہے زنا۔ شراب اور اتلافِ حقوق اور دوسرے جرائم اس کثرۃ سے ہو رہے ہیں کہ گویا یہ سمجھ لیا گیا ہے کہ کوئی خدا نہیں! اگر مختلف طبقات قوم کی خرابیوں اور نقائص پر مفصل بحث کی جاوے تو ایک ضخیم کتاب طیار ہو جاوے ہر دانشمند اور غور کرنیوالا انسان قوم کے مختلف افراد کی حالت پر نظر کرکے اس صحیح اور یقینی نتیجہ پر پہنچ جاویگا کہ وہ تقوٰی جو قرآن کریم کی علتِ غائی تھا جو اکرام کا اصل موجب اور ذریعہ شرافت

محتاج موجود نہیں + عملی حالت جیسی اشد ضرورت تھی کہ ابھی ہوتی جو غیر ملل اور مسلمانوں میں مابہ الامتیاز تھی سخت کمزور اور خراب ہو گئی ہے **بیرونی** حصہ میں دیکھلو کہ جسقدر مذاہب مختلفہ موجود ہیں ان میں سے ہر ایک اسے کو نابود کرنا چاہتا ہے۔ خصوصیت کے ساتھ عیسائی مذہب اسلام کا سخت دشمن ہے۔ عیسائی مشنریوں اور پادریوں کی ساری کوششیں اس ایک امر میں صرف ہو رہی ہیں کہ جہانتک ممکن ہو جسطرح ممکن ہو اسلام کو نابود کیا جاوے۔ اور اس توحید کو جو اسلام نے قائم کی تھی جس کیلئے اسکو بہت سی جانوں کا کفارہ دینا پڑا تھا اسے ناپید کر کے یسوع کی خدائی کا دنیا کو قائل کرایا جاوے اور اس کے خون پر یقین دلایا جاوے جو بیقیدی۔ آزادی اور اباحت کی زندگی کو پیدا کرتا ہے۔ اور اسطرح پر وہ پاک غرض تقوی و طہارت اور عملی پاکیزگی کی جو اسلام کا مدعا تھا مفقود کی جاوے۔ عیسائی پادریوں نے اپنی ان اغراض میں کامیابی حاصل کرنیکے واسطے بہت سے طریقے اختیار کیے ہیں اور افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ انھوں نے ایک لاکھ سے زیادہ مسلمانوں کو مرتد کر لیا۔ اور بہت سے ہیں جنکو نیم عیسائی بنا دیا ہے اور بہت بڑی تعداد ان لوگوں کی ہے جو ملحدانہ طبیعت رکھتے ہیں اور اپنی طرز بود و باش اور رفتار و گفتار میں عیسائیت کے اثر سے متاثر ہیں ... + نوجوانوں کی ایک جماعۃ اور مخلوق ہے جو مسلمانوں کے گھر میں پیدا ہوئی ہے اور کالجوں میں اسکی تربیت ہوئی وہ خدا تعالے کے کلام کے بجائے فلسفہ اور طبعیات کی قدر کرتی ہے اور اسکو مقدم اور ضروری سمجھتی ہے اسلام اس کے نزدیک عرب کے جنگلوں کے حسب حال تھا۔ ان باتوں اور حالتوں کو جب میں دیکھتا ہوں اور سنتا ہوں ہیں دیگروں کی بابت کچھ نہیں کہہ سکتا مگر میرے دل پر سخت صدمہ ہوتا ہے۔ کہ آج اسلام ان مشکلات اور آفتوں میں پھنسا ہوا ہے اور مسلمانوں کی اولاد کی یہ حالت ہو رہی ہے + جو وہ اسلام کو اپنے مذاق ہی کے

خلاف سمجھتے ہیں۔

تیسری قسم کے وہ لوگ ہیں جو الہی حدود سے باہر تو نہیں ہوئے۔ حلال کو حرام نہیں کرتے مگر وضع قطع لباس پسند کرتے ہیں انھوں نے ایک قدم نصرانیت میں رکھا ہوا ہے۔ اب صاف سمجھ میں آتا ہے کہ اندرونی طور پر وہ بدعات اور شرک کا رسوم ہیں اور بیرونی طور پر یہ آفتیں خصوصاً صلیبی مذہب نے جو نقصان پہونچایا ہے۔ اسلام وہ مذہب تھا کہ اگر ایک آدمی بھی اس سے نکلجاتا اور مرتد ہو جاتا تو قیامت برپا ہو جاتی اور یا اب یہ حالت ہے کہ مرتدوں کی انتہا ہی نہیں رہی۔ اب ان تمام امور کو یکجائی طور پر کوئی عقلمند سوچے اور خدا کے لیے غور کرے کہ

کیا خدا کی خاص تجلی کی ضرورۃ نہیں؟

کیا ابھی تک اللہ تعالے کے اس وعدہ حفاظت کے پورا ہونے کا وقت نہیں کہ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحٰفِظُوْنَ؟

اگر اسوقت اسکی مدد اور تجلی کی ضرورۃ نہیں تو کوئی ہمیں بتائے کہ وہ وقت کب آئیگا۔

غور کرو اور سوچو! کہ ایک طرف تو واقعات یہ ظاہر کرتے ہیں کہ اس قسم کی ضرورتیں پیدا ہو گئی ہیں کہ اللہ تعالی اپنی خاص تجلی فرمائے۔ اور اپنے دین کی نصرۃ عملی سچائیوں اور آسمانی تائیدات سے کر کے دکھاوے۔ دوسری طرف صدی نے مہر لگا دی ہے کہ اللہ تعالے کے اس وعدہ کے موافق (جو اسکے برگزیدہ اور افضل الرسل رسول خاتم الانبیا صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان پر جاری ہوا! کہ ہر صدی کے سر پر مجدد دین کے لیے مجدد بھیجا جاوے گا) کوئی مجدد آنا چاہیئے صدی میں سے اُنیس برس گذر گئے اگر ابتک باوجود ان ضرورتوں کے پیدا ہو جانے کے بھی کوئی **مامور** مبعوث نہیں ہوا تو پھر خدا کے لیے غور کرو کہ اس میں اسلام کا کیا باقی رہتا ہے؟ کیا اس سے اِنَّا لَهُ لَحٰفِظُوْنَ کے وعدہ کا خلاف ثابت نہ ہوگا؟ کیا اس سے ارسال مجدد کی پیشگوئی آنحضرۃ صلے اللہ علیہ وسلم کی باطل نہ ہوگی؟ کیا یہ نہ پایا جاوے گا کہ اسلام ایسا مذہب ہے کہ اسپر

ایسی مصیبتیں آئیں اور خدا تعالی کو اس کے لئے غیرت نہ آئی؟ اب کوئی ہمارے دعوی کو چھوڑ دے اور الگ رہنے دے مگر ان باتوں کا سوچ کر جواب دے۔ میری تکذیب کر دے گے تو اسلام کو ہاتھ سے تمہیں دینا پڑے گا۔ مگر میں سچ کہتا ہوں کہ قرآن شریف کے وعدہ کے موافق اللہ تعالے نے اپنے دین کی حفاظت فرمائی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی پوری ہوئی۔ کیونکہ عین ضرورت کے وقت خدا کے وعدہ کے موافق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت کے موافق خدا تعالی نے

یہ سلسلہ قائم کیا

اور یہ ثابت ہو گیا کہ صدق اللہ و رسولہ اللہ اور اس کے رسول کی باتیں سچی ہیں۔ ظالم طبع ہے وہ انسان جو انکی تکذیب کرتا ہے۔

(باقی وارد)

ای سبکر آفتر ٹرتھ

یعنے

ایک حق جو

دو تین روز سے لاہور کے ایک معزز اور قدیمی رئیس خاندان کے ایک پنڈت صاحب دار الامان میں تشریف لائے ہوئے تھے۔ حضرت اقدس کی زیارت اور آپ سے استفادہ انکا منشاء تھا ۲۶ ردسمبر کی شام کو حضرت مسیح موعود سے انکا جو مکالمہ ہوا اُسے ہم ذیل میں درج کرتے ہیں (ایڈیٹر)

گناہ سوز فطرت کیونکر پیدا ہو؟

حضرت اقدس۔ آپ نے کون کونسی کتاب پڑھی ہے؟

پنڈت صاحب۔ مثنوی مولانا روم صاحب اپنشد اور کئی مذہبی فقرا کی کتابیں۔ مگر انسان کا اپنے نفس پر قابو پانا مشکل ہے یہ بالضرور انسان کو گناہ کی طرف لیجاتا ہے

حضرت اقدس۔ اصل بات یہ ہے کہ جسطرح طبیب کے پاس کوئی بیمار جاتا ہے تو اسوقت تک وہ اسکا علاج نہیں کر سکتا جب تک وہ یہ تشخیص نہ کر لے کہ مرض کا اصلی سبب کیا ہے؟ اور جب وہ مرض کا سبب اصلی معلوم کر لیتا ہے تو پھر وہ اسکا علاج تجویز کرتا ہے لیکن جب تک

پورے طور پر مرض کی تشخیص نہیں ہو لیتی تو وہ عمدہ طور پر اسکا علاج نہیں سوچ سکتا ٹھیک یہی حال گناہ کا ہے کیونکہ گناہ ایک روحانی **بیماری** ہے جب تک اسکی ماہیت معلوم نہیں ہوتی اسوقت تک انسان گناہ سے بچ نہیں سکتا۔ اسپر یہ سوال ہو سکتا ہے کہ انسان گناہ کی طرف کیوں جھکتا ہے؟ اور یہ گناہ کا خیال پیدا ہی کیوں ہوتا ہے؟ اسکا جواب یہ ہے کہ عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ اسوقت تک انسان گناہ کرتا ہے جبتک کہ وہ خدا سے بیخبر رہتا ہے بھلا کبھی کوئی شخص جو چوری کرتا ہے وہ اسوقت کرتا ہے جبکہ گھر کا مالک جاگتا ہو اور روشنی بھی ہو؟ یا اسوقت کرتا ہے جبکہ مالک سویا ہوا ہو۔ اور ایسا اندھیرا ہو کہ کچھ دکھائی نہ دیتا ہو؟ صاف ظاہر ہے کہ وہ اسی وقت چوری کرتا ہے جب وہ یقین کرتا ہے کہ مالک بے خبر ہے اور روشنی نہیں ہے اسی طرح پر ایک شخص جو گناہ کرتا ہے وہ اسوقت کرتا ہے جبکہ خدا سے **بے خبر** ہو جاتا ہے اور اس کو اسپر کچھ یقین نہیں ہوتا۔ خدا تعالیٰ جبکہ اسے یقین ہو کہ **خدا** ہے اور وہ اس کے اعمال کو دیکھتا ہے اور اسکو سزا دے سکتا ہے اور یہ علم ہو کہ اگر میں کوئی کام اسکی خلاف مرضی کرونگا تو وہ اسکی سزا دیگا جب یہ علم اور یقین خدا کی نسبت ہو تو پھر گناہ کی طرف میل اور توجہ نہیں ہو سکتی۔ جب انسان پھر یقین رکھتا ہے کہ میں ہمیشہ اس کے سامنے ہوں اور وہ میری بد اعمالیوں کی سزا دیسکتا ہے اور میرے اعمال کو دیکھتا ہے پھر جرأت نہیں کر سکتا جیسے ایک بھیڑ کو بھیڑئیے کے سامنے باندھ دیا جاوے تو کسی دوسرے کے کھیت کی طرف جانا درکنار اس کے سامنے کتنا ہی گھاس کھانے کے لئے ڈالا جاوے تو وہ اسکی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھی کیونکہ ایک خوف جان اسپر غلبہ کئے ہوئے ہے پس جبکہ **خوف** ایک وحشی جانور تک اپنا اتنا اثر کر سکتا ہے کہ وہ کھانا تک چھوڑ دیتا ہے تو پھر انسان جب اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کے سامنے اسی طرح سمجھے اور یقین کرے کہ وہ دیکھتا ہے اور گناہ پر سزا دیتا ہے تو اس یقین کے بعد گناہ کی طرف متوجہ نہیں ہو سکتا بلکہ وہ یقین رکھتا ہے کہ وہ صاعقہ کی طرح اسپر گرے گا اور تباہ کر دیگا۔ پس یہ خوف جو خدا تعالیٰ کو بزرگ و برتر اور قدرت والا ماننے سے پیدا ہوتا ہے اسکو گناہ سے بچائیگا اور یہ سچا ایمان پیدا کرے گا۔

یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ گناہ دو قسم کے ہوتے ہیں ایک گناہ کبیرہ کہلاتے ہیں جیسے چوری، زنا، ڈاکہ وغیرہ جو موٹے موٹے گناہ کہلاتے ہیں۔ دوسرے صغیرہ جو بلحاظ بشریت کے انسان سے سرزد ہو جاتے ہیں باوجودیکہ انسان اپنے آپ میں بڑا ہی بچتا اور محتاط رہتا ہے مگر بشریت کے تقاضے سے بعض نازیبا امور اس سے سرزد ہو جاتے ہیں جو دوسری قسم کے گناہ ہیں۔ اسیطرح پر گناہ کے دور ہونے کے بھی دو ذریعے ہیں۔ اول وہ ذریعہ ہے کہ بہت سے گناہ ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے غلبہ خوف کے سبب سے دور ہو جاتے ہیں یعنی استیلاء خوف الٰہی ہی ایک ایسی شے ہے جو گناہوں کو روکتی ہے اور اسے بچاتی ہے یہ ذریعہ ایسا ہے جیسے پولیس کے خوف سے انسان قانون کی خلاف ورزی سے بچتا ہے۔ پھر دوسرا ذریعہ گناہوں سے بچنے کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت پر اطلاع پانے کے بعد اسکی محبت بڑھتی ہے اور پھر اس محبت سے گناہ دور ہوتے ہیں۔ ان دو ذریعوں سے ہی گناہ دور ہوتے ہیں۔

ایک اور قسم کے لوگ ہیں جو چاہتے ہیں کہ گناہ ان سے سرزد نہ ہو مگر وہ کچھ ایسے غفلت میں پڑ جاتے ہیں اور بھول جاتے ہیں کہ گناہ ہو ہی جاتے ہیں۔ لیکن یہ امر انسان کی فطرت اور رگ و ریشہ میں رچا ہوا ہے کہ وہ شدت خوف سے بچتا ہے جیسے میں نے کہا کہ شیر کے سامنے اگر بکری کو باندھ دیا تو وہ گھاس نہیں کھا سکتی یا حاکم کے سامنے کوئی انسان اکڑ کر کھڑا نہیں ہو سکتا بلکہ وہ اس کے سامنے نہایت عاجزی اور احتیاط سے خاموش کھڑا ہوگا۔ یہ احتیاط اور عجز خوف اور حاکم کی رعب اور حکومت کا نتیجہ ہے لیکن یہی نتیجہ محبت سے بھی پیدا ہوتا ہے جب ایک شخص اپنے محسن کے سامنے جاتا ہے تو وہ اس کے احسان کو یاد کر کے خود بخود نرم اور محتاط ہو جاتا ہے اور ایک حیا اسکی آنکھوں میں پیدا ہوتا ہے۔ محسن کے ساتھ محبت بڑھتی ہے جیسے کوئی شخص کسی کا قرضہ ادا کر دے تو وہ اس سے کس قدر محبت کرتا ہے پھر اس محبت کے تقاضے سے وہ اسکی خلاف ورزی اور خلاف مرضی کرنا نہیں چاہتا۔ یہ فرمانبرداری اور اطاعت محبت ذاتی سے پیدا ہوتی ہے اسیطرح پر انسان کو اگر خدا تعالیٰ کے ان احسانات کا علم ہو جو اسپر اسنے کئے ہیں تو وہ اسکی محبت ذاتی کی وجہ سے گناہوں سے بچے گا۔ اور پھر کوئی تحریک اسطرف نہیں لے جا سکتی۔ اسکی ایسی ہی مثال ہے جیسے کوئی بادشاہ کسی ماں کو حکم دیدے کہ اگر تم اپنے بچہ کو دکھ دو گی یا دودھ نہ دو گی یہانتک کہ اگر وہ بچہ مر بھی جاوے تو تم کو کوئی سزا نہ ملے گی بلکہ ہم انعام دیں گے تو وہ ہرگز ہرگز اس حکم کی تعمیل نہ کرے گی اور ایسا کرنا پسند نہیں کریگی۔ اس لئے کہ اسکی فطرت میں بچہ کے ساتھ محبت کا ایک جوش ہے اور یہ جوش محبت ذاتی کا جوش ہے۔

پس انسان جب خدا تعالیٰ کے ساتھ اس قسم کی محبت کرنے لگتا ہے تو پھر اس سے جو نیکیاں صادر ہوتی ہیں اور وہ گناہوں سے بچتا ہے تو وہ کسی طمع یا خوف سے نہیں بلکہ اسی محبت ذاتی کے تقاضے سے۔

محبت ذاتی کا یہ نشان ہے کہ اگر محبت ذاتی والے کو یہ بھی معلوم ہو جاوے کہ اس کے اعمال کی پاداش میں اسکو بجائے بہشت کے دوزخ ملے گا یا اسے معلوم ہو کہ اسپر کوئی نتیجہ مرتب نہ ہوگا اور بہشت دوزخ کوئی چیز ہی نہیں جسکے خوف یا جسکی طمع کے لئے وہ حکم کی بجا آوری کرے تب بھی اسکی محبت میں کوئی فرق نہ آئیگا۔ کیونکہ یہ خوف اور رجا کے پہلوؤں کو دور کر کے فطرت کا رنگ پیدا کرتی ہے۔ محبت ذاتی کا یہ **خاصہ** ہے کہ جب انسان کے اندر نشو و نما پاتی ہے تو ایک آگ پیدا کر دیتی ہے جو اندر کی نجاستوں کو جلا کر صاف کرتی ہے یہ آگ ان نجاستوں کو جلاتی ہے جنکو جہنم وغیرہ جلا نہ سکتے تھے۔ پس یہ مقام انسان کے لئے تکمیل کا مقام ہے اور اس جگہ تک اسے پہونچنا ضروری ہے۔

پنڈت صاحب:۔ میں خدا کا منکر نہیں ہوں اور نہ اسکے بندہ ہونیکا منکر۔

حضرت اقدس:۔ بات یہ ہے کہ خدا تعالیٰ پر ایمان دو قسم کا ہے ایک وہ ایمان ہے جو صرف زبان تک محدود ہے اور اسکا

اثر افعال اور اعمال پر کچھ نہیں۔ دوسری قسم ایمان باللہ کی یہ ہے کہ عملی شہادتیں اسکے ساتھ ہوں۔ پس جب تک یہ دوسری قسم کا ایمان پیدا نہو میں نہیں کہہ سکتا کہ ایک آدمی خدا کو مانتا ہے یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی کہ ایک شخص اللہ تعالیٰ کو مانتا بھی ہو اور پھر **گناہ** بھی کرتا ہو۔ دنیا کا بہت بڑا حصّہ پہلی قسم کے ماننے والوں کا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ وہ لوگ اقرار کرتے ہیں کہ ہم خدا کو مانتے ہیں مگر میں دیکھتا ہوں کہ اس قرار کے ساتھ ہی وہ دنیا کی نجاستوں میں مبتلا اور گناہ کی کدورتوں سے آلودہ ہیں پھر وہ کیا بات ہے کہ وہ **خاصہ** جو ایمان باللہ کا ہے اسکو حاضر ناظر مان کر پیدا نہیں ہوتا؟ دیکھو انسان ایک ادنےٰ درجہ کے چوہڑے چمار کو حاضر ناظر دیکھکر اسکی چیز نہیں اُٹھاتا پھر اس خدا کی مخالفت اور اس کے احکام کی خلاف ورزی میں دلیری اور جرأت کیوں کرتا ہے جسکی بابت کہتا ہے کہ مجھے اس کا اقرار ہے؟ میں اس بات کو مانتا ہوں کہ دنیا کے اکثر لوگ ہیں جو اپنی زبان سے اقرار کرتے ہیں کہ ہم خدا کو مانتے ہیں کوئی پرمیشر کہتا ہے کوئی گاڈ کہتا ہے کوئی اور نام رکھتا ہے۔ مگر جب عملی پہلو سے انکے اس ایمان اور اقرار کا امتحان لیا جاوے اور دیکھا جاوے تو کہنا پڑے گا کہ وہ نرا دعویٰ ہے جسکے ساتھ عملی شہادت کوئی نہیں۔

انسان کی فطرت میں یہ امر واقع ہے کہ وہ جس چیز پر یقین لاتا ہے اسکی نقصان سے بچتا اور اس کے منافع کو لینا چاہتا ہے۔ دیکھو سنکھیا ایک زہر ہے اور انسان جب کہ اس بات کا علم رکھتا ہے کہ اس کی ایک رتی بھی ہلاک کرنے کو کافی ہے تو کبھی وہ اسکو کھانے کے لئے دلیری نہیں کرتا اس لئے کہ وہ جانتا ہے کہ اس کا کھانا ہلاک ہونا ہے۔ پھر کیوں وہ خدا تعالیٰ کو مان کر ان نتائج کو پیدا نہیں کرتا جو **ایمان باللہ** کے ہیں اگر سنکھیا کے برابر بھی اللہ تعالیٰ پر ایمان ہو تو اس کے جذبات اور جوشوں پر موت وارد ہو جاوے مگر نہیں یہ کہنا پڑے گا کہ نرا قول ہی قول ہے **ایمان** کو یقین کا رنگ نہیں دیا گیا ہے۔ یہ اپنے نفس کو دھوکا دیتا ہے اور دھوکا کھاتا ہے جو کہتا ہے کہ میں خدا کو مانتا ہوں۔

پس پہلا فرض انسان کا یہ ہے کہ وہ اپنے اس **ایمان** کو درست کرے جو وہ اللہ پر رکھتا ہے۔ یعنی اسکو اپنے اعمال سے ثابت کر دکھائے کہ کوئی فعل ایسا اس سے سرزد نہ ہو جو اللہ تعالیٰ کی شان اور اسکے احکام کے خلاف ہو۔

یہ دھوکا جو انسان کو لگتا ہے کہ وہ خدا کو مانتا ہے باوجودیکہ عملی شہادت اس ایمان کے ساتھ نہیں ہوتی درحقیقت یہ بھی ایک قسم کی **مرض** ہے جو خطرناک ہے مرض دو قسم کی ہوتی ہے ایک مرض **مختلف** ہوتی ہے یہ وہ ہوتی ہے جسکا درد محسوس ہوتا ہی جیسے درد سر یا درد گردہ وغیرہ دوسری قسم کی مرض کو مرض **مستوی** کہلاتی ہے اس مرض کا درد وغیرہ محسوس نہیں ہوتا اور اس لئے مریض ایکطرح اس کے علاج سے تساہل اور غفلت کرتا ہے۔ جیسے برص کا داغ ہوتا ہے بظاہر اسکا کوئی درد یا دکھ محسوس نہیں ہوتا لیکن آخر کو یہ خطرناک نتائج پیدا کرتا ہے پس خدا پر ایسا ایمان جو عملی شہادتیں ساتھ نہیں رکھتا ہے ایک قسم کی مرض مستوی ہے۔ صرف رسم و عادت کے طور پر مانتا ہے یا یہ کہ باپ دادا سے سنا تھا کہ کوئی خدا ہے اسلئے مانتا ہے اپنی ذات پر محسوس کرکے کب اس نے اسکا اقرار کیا۔ یہ اقرار جس دن اس رنگ میں پیدا ہوتا ہے ساتھ ہی گناہوں کی میل کچیل کو جلا کر صاف کر دیتا ہے۔ اور اس کے آثار ظاہر ہونے لگتے ہیں جبتک آثار ظاہر نہوں وہ ماننا نہ ماننا برابر ہے۔ اسکی وجہ یہی ہے کہ یقین نہیں ہوتا اور یقین کے بغیر ثمرات ظاہر نہیں ہو سکتے۔ دیکھو جن خطرات کا انسان کو یقین ہوتا ہے انکے نزدیک ہرگز نہیں جاتا مثلاً یہ خطرہ ہو کہ گھر کا شہتیر ٹوٹا ہوا ہے تو وہ کبھی اس کے نیچے جانے اور رہنے کی دلیری نہ کریگا یا یہ معلوم ہو کہ فلاں مقام پر سانپ رہتا ہے اور وہ رات کو پھرا بھی کرتا ہے تو کبھی رات کو اُٹھ کر وہاں نہ جائے گا۔ کیونکہ اسکے نتائج کا قطعی اور یقینی علم رکھتا ہے۔ پس اگر خدا کو مان کر ایک [illegible] کی سنکھیا جتنا بھی اثر اور یقین نہیں ہوتا تو سمجھ لو کہ کچھ بھی نہیں مانتا اور اصل یہ ہے کہ ساری خرابی کی جڑ [illegible] کی کوتاہی ہے۔

پنڈت صاحب:۔ میرا اصل منشا تو یہ ہے کہ خدا کی ہستی پر تو ایمان ہے مگر پھر بھی گناہ ہوتے ہیں۔

حضرت اقدس:۔ آپ کیوں کہتے ہیں؟ کہ ایمان ہے ایمان تو انسان کے نفسانی جذبات کو مردہ کر دیتا ہے اور گناہ کی قوتوں کو سلب کر دیتا ہے آپ کو یہ سوال کرنا چاہیئے کہ گناہ سے بچنے کا علاج کیا ہے؟ میں یہ کبھی نہیں مان سکتا کہ ایمان بھی ہو اور گناہ بھی ہو ایمان **روشنی** ہے اس کے سامنے گناہ کی ظلمت رہ نہیں سکتی بھلا یہ کبھی ہو سکتا ہے؟ کہ دن بھی چڑھا ہوا ہو۔ اور رات کی تاریکی بھی بدستور موجود ہو؟ یہ نہیں ہو سکتا۔ پس اصل سوال یہ رہ جاتا ہے کہ **گناہ سے کیونکر بچیں**؟ اس کا علاج وہی ہے جو میں نے بیان کر دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ پر **سچا ایمان** پیدا ہو۔

پنڈت صاحب:۔ بے شک میرا یہ کہنا کہ خدا کو مانتا ہوں اپنے آپ کو دھوکا دینا ہے۔

حضرت اقدس:۔ بس یہی اصل بات ہے جبتک عملی شہادتیں ساتھ نہوں یہ نفس کا دھوکا ہے جو کہتا ہے کہ مانتا ہوں۔ **سچا ایمان** گناہ کو باقی نہیں رہنے دیتا۔ اور سچا ایمان پیدا کیونکر ہو ہے؟ آپ یاد رکھیں جو مریض طبیب کے پاس جاتا ہے تو طبیب اسکی مرض کو تشخیص کرکے ایک علاج اسکا بتا دیتا ہے اسکا فرض ہے کہ وہ بیمار کو متنبہ کر دے علاج کرنا نہ کرنا یہ مریض کا اپنا اختیار ہے۔ وہ یہ بتا دیگا کہ داغ لگانے کی جگہ ہے تو داغ دو۔ یا جونک لگاؤ وغیرہ یعنی جو علاج ہو وہ بتا دیگا اسیطرح پر ہم اصل علاج بتا دیتے ہیں کرنا نہ کرنا ہر شخص کے اپنے اختیار میں ہے۔

پس اصل بات یہ ہے کہ جیسے خدا تعالیٰ ان آنکھوں سے نظر نہیں آتا ہے اور نہ ان جوارح سے ہم اسکو محسوس کر سکتے ہیں کیونکہ اگر وہ ان محسوسات میں سے ہوتا [illegible] تو بے شک وہ نظر آجاتا یا محسوس ہو سکتا مگر ان حواس میں کوئی حس اسکے لئے بکار نہیں۔ اسکی شناخت کے خاص وسائل ہیں اور اور حواس ہیں۔ گو حکیموں برہموؤں اور فلاسفروں نے بجائے خود ٹکریں ماری ہیں لیکن وہ سب غلطیوں میں مبتلا ہیں اور وہ ایمان جو انسان کی زندگی میں ایک حیرت انگیز تبدیلی پیدا کر دیتا ہے انکو نصیب نہیں ہوا جب خود انکی یہ حالت ہے تو وہ...

سورۂ جمعہ پر حضرت حکیم الامت کا وعظ

(گذشتہ اشاعت سے آگے)

ذٰلك فضل الله يؤتيه من يشاء والله ذو الفضل العظيم

اللہ تعالیٰ بڑے ہی فضلوں کا مالک ہے یہ اسی کا فضل ہے کہ وہ کس کے زمانہ میں امام معلم۔ مزکی۔ تالی بھیجدیتا ہے اور کوئی توقم در دمند انسان مبعوث فرمادیتا ہے۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُسی کے فضل اور رحم کا ایک عظیم الشان نمونہ تہا آپکی بعثت اللہ تعالیٰ کی رحمانی صفت کے انتہائی تقاضے کا نتیجہ تھی۔ اسی لئے فرمایا ما ارسلناك الا رحمة للعالمين محمد وہی ہوتا ہے جسکی تعریف کی جاتی ہے آپکے نام ہی میں رحمانیت کی طرف اشارہ ہے کیونکہ تعریف اسی کی کی جاتی ہے جو بلا مزدوری کام آئے اور شفقت فرماتے۔ اگر مزدوری ہی لے تو پہر تعریف کیسی! بے وجہ عنایت فرما کی ہی تعریف ہوتی ہے اور بے مانگے دینے والا رحمٰن ہوتا ہے۔ پس محمد صلی اللہ علیہ وسلم رحمٰن کا مظہر ہوئے۔ اس قسم کے رحیم و کریم عنایت فرما کے احکام کی خلاف ورزی ایک شریر النفس اور ناپاک فطرت کا کام ہے کیونکہ فطرتی طور پر بمصداق جبلت القلوب علیٰ حب من احسن الیہا محسن کی محبت دل میں پیدا ہوتی ہے اور محبت کا شدید تقاضا اس کی اتباع ہے اس لئے فرمایا گیا قل ان کنتم تحبون الله فاتبعوني يحببكم الله۔ جو چاہتا ہے کہ مولا کریم کا محبوب ہو اسکو لازم ہے کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرے اور سچی اتباع کامل محبت سے پیدا ہوتی ہے اور محبت محسن کے احسانوں کی یاد سے بڑھتی ہے جو شخص اس محسن اور عنایت فرما کی خلاف ورزی کرتا ہے جو بلا وجہ اور بلا مزد مروت و احسان کرتا ہے وہ سب سے زیادہ سزا کا مستحق ہوتا اسی لئے ابو الخفار کے منہ سے قرآن شریف میں اب اذر کو یہ کہلوا دیا انی اخاف ان یمسك عذاب من الرحمٰن یعنی جسنے بلا وجہ تم پر احسان کیا تیرا قلب اچھا ہوتا تو اسکی محبت میں تو ترقی کرتا بر خلاف اس کے تونے بتوں کی پرستش کی پس اس رحمانی صفت کے انکار کیوجہ سے عذاب بہی شدید آئیگا۔

پہر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس پہلو سے بہی رحمانیت کے مظہر تہے کہ آپ قرآن جیسی رحمت شفا۔ نور۔ امام کتاب لیکر آئے اور قرآن کا نزول رحمانی صفت ہی کا اقتضا تہا جیسے فرمایا

الرحمٰن علم القرآن

قرآن کا نزول چونکہ اس صفت کے نیچے تہا آپ جب معلم القرآن ہوئے تو اسی صفت کے مظہر بنکر باوجود اسکے کہ انسے دکھ اُٹہائے مگر دعا۔ توجہ عقد ہمت اور تدبیر کو نہ چھوڑا۔ یہانتک کہ آخر آپ کامیاب ہوگئے۔ پہر جن لوگوں نے آپکی سچی اور کامل اتباع کی انکو اعلیٰ درجہ کی جزا ملی۔ اور انکی تعریف ہوئی۔ اس پہلو سے آپکا نام احمد ٹہیرا۔ کیونکہ دوسرے کی تعریف جب کرتا ہے جب فایدہ دیتا ہے چونکہ آپنے عظیم الشان فایدہ دنیا کو پہونچایا اس لئے آپکی تعریف بہی اسی قدر ہوئی۔ اس سے بڑہ کر کیا فائدہ ہوگا کہ ابد الآباد کے لئے خلافت کا سلسلہ آپکے کامل متبعین میں رکہدیا۔ وعد الله الذين امنوا منكم وعملوا الصالحات ليستخلفنهم في الارض كما استخلف الذين من قبلهم الاية اسی وعدہ حقہ اور صادقہ کے موافق آج ہی خدا تعالیٰ خاتم الخلفاء کو بھیجا ہے۔

غرض! خدا میں جو رحمٰن و رحیم کی صفت تہی محمد و احمد میں وہ جلوہ گر ہوئیں اس لئے وہ اپنے سچے غلاموں میں دونوں باتیں پیدا کر دیتا ہے اور یہ دیکہا گیا ہے کہ جسقدر مصلحان اسلام میں ہوئے ہیں وہ یا اسم محمد کے نیچے تہے یا اسم احمد کے۔

میں نے دیکہا ہے کہ علماء ایک بڑی بہاری غلطی کے مرتکب ہوئے ہیں جب کہ وہ تمام مختلف پیشگوئیاں جو مختلف اشخاص کے حق میں ہوئی ہیں ایک ہی آدمی میں جمع کرنا چاہتے ہیں۔ وعد الله الذين امنوا منكم کی آیت ہی اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ موعود خلیفے ایک سے زیادہ ہونگے۔ پہر کیوں سعی کی جاتی ہے کہ سب کا مصداق ایک ہی ہو۔ مختلف مہدی ہوئے اور اپنے اپنے وقت پر ہو گذرے مسیح ہی ایک مہدی ہے اور وہ اب موجود ہے مگر ذٰلك فضل الله يؤتيه من يشاء جسکو چاہتا ہے فضل دیتا ہے اگر کہو کہ اسوقت بہت سے سلسلے گدی نشین اور سجادہ نشین اور کیا کیا ہیں تو سنو

مثل الذين الاية

اسفار ان بڑی کتابوں کو کہتے ہیں جن سے کشف حقایق ہوجاتا ہے مگر کوئی بتائے کہ ان انکشافات کے اسباب سے گدہا کیا فائدہ اٹہا سکتا ہے گدہا جسکی عقد ہمت اور توجہ اس سے پرے نہیں کہ دانہ اور گہاس ملجاوے یا زیادہ سے زیادہ یہ کہ اچہی اروڑی مل جاوے اور طویلہ کا آخری حصہ ہو جو خاکروب نے اچہی طرح صاف نکیا ہو۔ رات کو جہول اور پالان مل جاوے۔ مقدرت سے زیادہ بوجہ نہ ہو اصل غرض اسکی تہوڑی سی نفس پرستی ہے اسی مثال کو تعالیٰ یہاں بیان کرتا ہے کہ بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ انکے پاس انکشاف حقایق کے اسباب ہوتے ہیں مگر وہ ان سے اسقدر فائدہ صرف اٹہاتے ہیں جسقدر گدہا دانے۔ گہاس۔ جل۔ پالان اور تہوڑی سی رستی یا اروڑی سے پس جنکی اصل غرض دنیا ہوتی ہے۔ وہ ان اسباب انکشاف حقایق سے اسی مقدار دنیا طلبی کے فائدہ اٹہاتے ہیں اس سے زیادہ کچہ نہیں۔

اسوقت ایک قوم دنیا میں موجود ہے۔ جسنے ۲ سو زبان میں ایک کتاب کا ترجمہ کیا ہے اور پہر ترجمہ در ترجمہ کرکے ہی کہتے ہیں کہ وہ کلام اللہ ہے۔ اگر پوچہو کہ اسپر عمل کرنا شرط ہے یا نہیں تو کہدیتے ہیں کہ شرط نہیں کیونکہ شریعت لعنت ہے پر سمجھ نہیں آتا کہ اسقدر بوجہ کیونکہ اُٹہایا ہے اسکی غرض ترجمہ کنندہ کی غرض روپیہ ہے پر یچر کی غرض اتنی ہی ہے کہ تنخواہ مل جاوے یہ قوم اسکی مصداق ہے يكتبون الكتب بايديهم ثم يقولون هذا من عند الله ليشتروا به ثمنا قليلا۔

یہ صاف ظاہر ہے کہ اسقدر زبانوں میں مسیح نے کلام نہیں کیا مگر پہر بھی وہ اس کا نام کلام اللہ۔ کتاب مقدس رکہا جاتا ہے پریچروں کو کلام الٰہی کے خادم کہا جاتا ہے اس سے کس صفائی کے ساتہہ معلوم ہوتا ہے کہ تیلوا کی صفت نہیں رہی یہ تو ہے غیر مذہب کے لوگوں کا حال اپنے گہر میں غور کرو بہت کثرت کے ساتہہ وہ لوگ جو علماء کہلاتے ہیں ...

(باقی آئندہ)

پاک شاعری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

پرچہ مخزن نمبر ۲ جلد ۳ ماہ مئی ۱۹۰۲ء کے صفحہ ۸۴ پر ایک خط منظم پیغام بیعت کے جواب میں طبع ہوا ہے جو شیخ محمد اقبال صاحب ایم۔اے کی فکر کا نتیجہ ہے۔ کسی دردخواہ نے بہ نیت خیر نصیحت کی ہے۔ بیعت کا لفظ حضرت امام الوقت مسیح موعود و مہدی مسعود مجدد دوران حضرت **میرزا غلام احمد** صاحب سلمہ الرحمان رئیس قادیاں کی ذات بابرکات کو نمایاں کرتا ہے۔ شیخ صاحب نے شاعرانہ تلازم جو اپنے خیال کی رَو میں باندھے ہیں وہ شاعرانہ مذاق پر انکو پسند ہوں گے مگر جس کوچہ میں اُنہوں نے پاؤں رکھا ہے اور جس میدان کا مرد وہ اپنے آپکو ظاہر کرتے ہیں یہ واقعی بے حقیقت اور بے اصل خیال ہے اُنہوں نے اپنے خیرخواہ اور ہمدرد ناصح کے قابل قدر پیغام کو اپنی شاعرانہ نازک خیالیوں یا تک بندیوں سے ٹالدیا ہے۔ اور صداقت کا خون کیا ہے۔ مجھے توفیق بخشی گئی ہے کہ حضور امام پاک کی زبان حق ترجمان سے اس پیغام بیعت کی جو کسی نہایت ہی محبت بھرے دل سے پہونچایا گیا ہے تائید کی ہے۔ مجھے بیہودہ شاعرانہ نازک خیالیوں سے جنکی زینت نرا جھوٹ ہو کچھ سروکار نہیں نہ میں اس مذاق کا شاعر ہوں ہاں میں نے اصول اسلام کو مدنظر رکھ کر کچھ اشعار لکھے ہیں اور اپنے اس تعلق خاطر سے جو شیخ صاحب سے مجھکو ہے محض نیک نیتی کی بنا پر سچی نیکی اور اصلی خوشی اور حقیقی تسلی کی راہ پر اُنہیں لانا چاہا ہے یہ میرے آئینہ دل کا عکس ہے جو میں شیخ صاحب پر ڈالنا چاہتا ہوں۔ میں انکو جانتا ہوں وہ مجھے جانتے ہیں دل ہی دل کا معاملہ ہے کیا اسوقت وہ اپنے اس رویا کو یاد نہ کریں گے جو اُنہوں نے خود مجھے سنائی تھی اور ایک بڑی شاندار داڑھی والا شخص انکو دکھلایا گیا تھا۔ خدا جانے رویا میں اُنہوں نے وہ صورت کیسی حیرت انگیز عزت سے دیکھی ہوگی مگر اسوقت معلوم نہیں سکو ظاہر میں بھی ویسا ہی قابل قدر تصور فرماتے ہیں یا نہیں یہ وہ جانیں مگر اس رویا کے اندر ایک راز ہے جسکو اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے کھولے گا بہرحال مجھے امید ہے کہ شیخ صاحب میرے اس جواب کو اس کے سچے محل پر رکھ کر حق سے توفیق مانگیں جسکی میں انکے لئے دُعا مانگتا ہوں بہتر ہوتا کہ وہ اس راہ میں اس انداز سے قدم رکھتے ہوئے خدا کا خوف کرتے طبع آزمائی کے لئے جہاں میں اور میدان تھوڑے ہیں اپنی مشغلہ پسند طبیعت کو اسی طرف مصروف رکھتے آگے کی خدا جانے مگر اب تک جو اس آسمانی مرد کے مقابل میں آیا ہے اسکا نتیجہ آخرکار ایک افسوسناک حالت پر مبنی ہوا ہے ہر رنگ میں خدا نے غلبہ اپنے بندے کو بخشا ہے۔ بہتر ہے کہ شیخ صاحب اپنے قلم کو روک لیں اور اپنے زور طبیعت کے لئے اور میدان پسند کریں۔ اور وہ اپنے فعل کو بجائے متعدی کے لازمی ہی رہنے دیں۔ آخر میں میں یہ کہہ کر جواب لکھتا ہوں نصیحت گوش کن جاناکہ از جان دوست تردارند جوانان سعادت مند پند پیر دانارا۔

جواب خط منظوم بہ تائید پیغام بیعت

اقبال

خضر سے چھپ کے مر رہا ہوں میں ∴ تشنہ کام فنا ہوں میں

حامد

جانب حق سے حق نما ہوں میں ∴ آمیرے پاس باخدا ہوں میں
خضر کی اب تلاش ہے بے سود ∴ تشنہ کا مونکی لب پنا ہوں میں
زندگی بخش جام ہے میرا ∴ ہی بقا جسمیں وہ فنا ہوں میں
اے مقام فنا کے دلدادہ ∴ مجھ میں آ منزل بقا ہوں میں

اقبال

ہمکلامی ہے غیرت کی دلیل ∴ خامشی پر مٹا ہوا ہوں میں

حامد

ہمکلامی میں لطف صحبت ہے ∴ یار کی باتیں رہا ہوں میں
عاشق زار کیلئے سُن لو ∴ خامشی کہتی ہے بلا ہوں میں

اقبال

کانپ اُٹھتا ہوں فکر ہمسر پر ∴ وہ دل درد آشنا ہوں میں

حامد

جس سے بڑھ جائے اور لذت درد ∴ زخم خوردہ وہی دوا ہوں میں

اقبال

تنکے چُن چُن کر باغ اُلفت کے ∴ آشیانہ بنا رہا ہوں میں

حامد

باغ الفت کا وہ شجر ہوں میں
آشیانہ بنا کھڑا ہوں میں

اقبال

گل پژمردہ چمن ہوں مگر ∴ رونق خانہ صبا ہوں میں

حامد

مجھ سے رونق ہے باغ احمد کی ∴ گل کھلے جس سے وہ صبا ہوں میں

اقبال

کارواں سے نکل گیا آگے ∴ مثل آوازہ درا ہوں میں

حامد

کارواں سے جدا ہو جو راہرو ∴ اسکو بڑھکر پکارتا ہوں میں
بھولے بھٹکوں کو کارواں کی خبر ∴ دے۔ وہ آوازہ درا ہوں میں

اقبال

دست واعظ سے آج بے نماز ∴ کس ادا سے قضا ہوا ہوں میں

حامد

جس ادا سے نہو قضا نماز ∴ ہاں سکھاتا وہی ادا ہوں میں

اقبال

مجھ سے بیزار ہے دل زاہد ∴ دیدہ حور کی حیا ہوں میں

حامد

دیدہ حور کی حیا ایمان ∴ ایسے مومن بنا رہا ہوں میں

اقبال

ہے زبان مائل ترانہ شوق ∴ سننے والے کو دیکھتا ہوں میں

حامد

طور کا وہ ترانہ ازلی ∴ قادیاں میں کہہ رہا ہوں میں

اقبال

میں نے مانا کہ بے عمل ہوں مگر ∴ رمز وحدت سے آشنا ہوں میں

حامد

بے عمل قول قول بیجا ہے ∴ باعمل ہو کے کہہ رہا ہوں میں
میرے مولا کے ہیں نشاں مجھ میں ∴ فضل مولا کی اک ندا ہوں میں
مجھکو نسبت ہے ذات واحد سے ∴ سر وحدت سکھا رہا ہوں میں
مجھکو بخشا گیا ہے صدق مقال ∴ وہ بلائے تو بولتا ہوں میں

اقبال

سب کسی کا کرم ہے یہ ورنہ ∴ کیا مرا شوق اور کیا ہوں میں

حامد

واقعی میں ہوں مورد اکرام ∴ آمیرے پاس دیکھ کیا ہوں میں

اقبال

میں کسی کو برا کہوں توبہ ∴ ساری دنیا سے خود برا ہوں میں

حامد

ایسی رندانہ توبہ سے حاصل ∴ ایسے انداز جانتا ہوں میں
نری شعر و نمیں ہے یہ لغاظی ∴ قول زور اسکو مانتا ہوں میں
سچ ہے یہ فی قلوبہم مرض ∴ اس یقیں سے بُرا ہوا ہوں میں
گبر منعنا ہے خوف کا یہ مقام ∴ جس سے اسوقت ڈانٹتا ہوں میں
بے شعوری کی زندگی غافل ∴ باشعوری میں دیکھتا ہوں میں

اقبال

جام ٹوٹا ہوا ہوں میں لیکن ∴ مئے حق سے بھرا ہوا ہوں میں

حامد

آپ انگور میں جو ڈوبے ہیں ٭ انکو ہر وقت تاڑتا ہوں میں
ٹوٹ جائیں خدا کرے یہ جام ٭ یہ دعا حق سے مانگتا ہوں میں
حوض کوثر پہ ہوں تو حق کی ٭ جام بھر بھر پلا رہا ہوں میں

اقبال

یک دانے پہ ہی نظر تیری ٭ اور خرمن کو دیکھتا ہوں میں

حامد

ہے میرے پاس دانۂ ایماں ٭ ہر زمیں میں لگا رہا ہوں میں
اسی دانے سے دیکھ دانا دل ٭ کتنے خرمن بنا رہا ہوں میں

اقبال

تو جدائی پہ جان دیتا ہے ٭ وصل کی راہ سوچتا ہوں میں

حامد

یار سے وصل جس سے ہو جائے ٭ راہ سیدھی نکالتا ہوں میں
میں ہوں غیر سے جدا کیونکر ٭ یار کا وصل چاہتا ہوں میں

اقبال

بہا یہ نہیں بگاڑ ہو جس سے ٭ اس عباد تکو کیا سراہوں میں

حامد

جس عبادت میں ہووے شرکت غیر ٭ اس عباد تکو کیا سراہوں میں
بہائی چھوڑی نہ جسکا الفت غیر ٭ کب تلک اس سے ہر نباہوں میں
میں تو ہوں کل زمانہ کا مصلح ٭ اللہ اللہ بگاڑ چاہوں میں

اقبال

بُت پرستی تو ایک مذہب ہے ٭ کفر غفلت کو جانتا ہوں میں

حامد

کفر غفلت ہی مجھکو کیا نسبت ٭ تیری غفلت کو جانتا ہوں میں
میرا مذہب تو حق پرستی ہے ٭ بُت پرستی سے بھاگتا ہوں میں
میرا کعبہ بتوں سے صاف کیا ٭ ماحیِ شرک پر فدا ہوں میں

اقبال

مرگ اغیار پر خوشی ہے تجھے ٭ اور آنسو بہا رہا ہوں میں
میرے رونے پہ ہنس رہا ہے تو ٭ تیری ہنسنے پہ رو رہا ہوں میں

حامد

مرگ اغیار یار کے ہے لئے +×
یار چاہے تو کیوں نہ چاہوں میں۔
تجھ سے جاتی رہی ہے غیرت دیں۔
تجھ پہ آنسو بہا رہا ہوں میں۔
کفر کی موت پر قلق ہو تجھے
العجب اس پہ ہنس رہا ہوں میں۔

(باقی آئندہ)

مکرمی ایڈیٹر صاحب الحکم! السلام علیکم۔ ھدیہ ثاقب آپکے اخبار کے ناظرین کی نذر ہے اخبار گوہر بار میں درج فرمایئے۔ اس میں کشتی نوح کی تعلیم کو نظم کیا ہے۔ حتی الوسع کوشش کی گئی ہے کہ حضرت امام علیہ السلام کے الفاظ ہی بندش میں لئے جائیں۔ بالتدریج نظم ہوتی رہے گی امید ہے کہ آپ چھاپتے رہیں گے۔

(محمد نواب خاں ثاقب مالیر کوٹلوی)

ھدیۂ ثاقب

بزرگان ملت سلام علیکم
سلام علیکم وقلبی لدیکم
جہاں میں گناہ ہونکا اٹھا جو طوفان
ہوا غیب سے ایک کشتی کا ساماں
وہ طوفان کیا تھا عذابِ خدا تھا
وہ طاعون تھا اور عقابِ خدا تھا
تنور زمیں جوش سے تھا اُبلتا
یہ پھرتا تھا پانی زمیں پر اچھلتا
کہ اتنے میں اک نا خدا نے ندا دی
کہ آؤ خدا نے یہ کشتی بنا دی
وہ نوح نبی بنکے آیا خدا سے
سلامت کا مژدہ وہ لایا خدا سے
بروز محمدؐ مثیل مسیحا
مقدر تھی جس پر شکست چلیپا
وہ احمدؐ جو احمدؐ کا پیغام لائے
ہم اُنپہ ہیں ایمان واسلام لائے
محمدؐ سے انکو محبت ہے ایسی
کہ باہم ہیں ہمرنگ وحدت ہے ایسی
خلاف اسکی جس جس نے کھولے دہن ہیں
گئے پھر جواب اُسکے دنداں شکن ہیں
اُٹھا وہ جری خدا قادیاں سے
زمین سلامت ہے دار الاماں کی
سعیدوں کو کشتی پہ بٹھلا کے چھوڑا
کنارِ سلامت پہ پہونچا کے چھوڑا
تھی وہ کشتی نوح تعلیم احمدؐ
ہوں ماں باپ میرے فدائے محمدؐ
جو دی اس مسیحا نے تعلیم ہمکو
ہے یہ جان اور دل سے وہ تسلیم ہمکو
یہی دل میں آئی اسے نظم کر دوں
یہ سلک گہر مدیہ بزم کر دوں

پڑھو گرچہ ثاقب کی منظوم ہے یہ
یہ تعلیم احمد کا مفہوم ہے یہ

منظوم الکلام الفصیح فی تعلیم المسیح

تمہارا زباں سے یہ اقرار بیعت
ہے لاشے نہ جبتک ہو دلکی عقیدت
جو ہے میری تعلیم پہ دل سے عامل
کہیں دل سے ہو میرے گھر میں وہ داخل
وہ گھر جسکا وعدہ خدا نے دیا ہے
حفاظت کا تم سبکی ذمہ لیا ہے
جو اس دار کی چار دیوار میں ہے
ہمارا تو الہام فی الدار میں ہے
نہ سمجھو وہی لوگ ہیں گھر کے اندر
ملا ہے جنہیں خشت اور خاک کا گھر
نہیں بلکہ وہ لوگ بھی دار میں ہیں
مری پیروی کی جو آثار میں ہیں
مرا گھر حقیقت میں روحانیت ہے
ہو اسمیں تقویٰ کی جسمیں صفت ہے
وہ ہیں چند باتیں مری پیروی کی
وہ ہے پیروی پیارے زندہ نبیؐ کی
بڑی بات یہ ہے جو بالابتدا ہے
یقیناً یہ جانو کہ واحد خدا ہے
وہ قیوم ہے جس سے قایم جہاں ہے
وہ قادر ہے اور خالقِ جسم جاں ہے
نہ بدلیں نہ بدلیں ازل سے ابد تک
نہیں رہ فنا کو صفات احد تک
نہ خود ہی پسر اور نہ اسکے پسر ہے
ہمی ایسے پیوند سے سر بسر ہے
وہ زندہ ہی سُولی پہ چڑھکر مرے کیوں
وہ رو رو کے فریاد وغوغا کرے کیوں
وہ ہے دور اور اسپہ نزدیکتر ہے
اُسے ذرہ ذرہ پہ یکساں نظر ہے
رگ جاں سے نزدیک اور دور سے وہ
پرے آنکھ سے آنکھ کا سا نور ہے وہ

(باقی آئندہ)

۲۹ر دسمبر ۱۹۰۲ء

۲۵؍ دسمبر ۱۹۰۲ء

الہام ظہر سے پہلے حضرت حجۃ اللہ نے اپنے اشارات کا الہام سنایا جو یہ ہے

انی صادق
صادق صادق یشہد اللہ لی

دربار شام

اول۔ حضرت حجۃ اللہ کے حضور ڈاکٹر سید محمد حسین صاحب اسسٹنٹ سرجن بہیڑ کا حضرت مولوی عبدالکریم صاحب نے تعارف کرایا۔ اور پھر **اللوا** کے متعلق بعض تذکرہ ہوتے رہے۔

عدد شود سبب خیر گر خدا خواہد فرمایا کہ ہمارے لئے تو جو کوئی کچھ لکھتا ہے خواہ وہ کچھ ہی لکھے ہمارے لئے خیر کا باعث ضرور ہو جاتا ہے اب دیکھو اگر اللوا کچھ نہ لکھتا تو یہ مضمون لکھنے کی تحریک کیونکر ہوتی۔ ان تحریکوں سے یہ رسالہ طیار ہو گیا ہے اور امید ہے کہ بہت سعید الفطرت لوگ اس سے فائدہ اٹھائیں گے۔

خر عیسیٰ اگر بمکہ رود
چوں بیاید ہنوز خر باشد

بعض مرتد لوگوں کے پھر مسلمان ہونے کے تذکرہ پر فرمایا کہ اکثر لوگ تبدیل مذہب محض اکل و شرب کے لئے کرتے ہیں انکو اسلام کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں ہوتی۔ خصوصاً وہ لوگ جو عیسائیت کی آزادانہ زندگی بسر کر چکے ہوں انسے اسلام کی پابندیاں ہونا بہت ہی مشکل ہے البتہ جو سعید الفطرت ہیں وہ اس سے الگ ہیں حقیقت اسلام کی طرف دیکھا جاوے تو یہ کہنا پڑتا ہے کہ جو لوگ بدکار ہیں اور جنکے رگ و ریشہ میں فسق و فجور ملا ہوا ہے وہ ہمارے کام کے نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ انکو اسلام کی حقیقت سے کوئی مناسبت اور تعلق نہیں ہمارے کام کے تو وہ لوگ ہو سکتے ہیں جو اسلامی احکام کی پابندیوں کا بوجھ اٹھا سکیں۔ اور تقویٰ و طہارت سے تزکیہ نفس کریں اس لئے بہت بھرتی بھرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ پس کوئی ایسا شخص خواہ وہ ہندو ہو یا عیسائی اگر ہمارے پاس آتا ہے اور اسکی خواہشوں میں گند بھرا ہوا ہے کہ جب

ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم ذکر کرتا ہے دنیا کا اور نفسانی اغراض کا وہ ہمارے مطلب کا کیسے ہو سکتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھی اکرام متقی ہی کا تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے **ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم** یعنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک معزز و مکرم وہی ہے جو متقی ہے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اسکے نزدیک جو مکرم ہے وہی ہمارے نزدیک مکرم ہو سکتا ہے۔ اور وہ متقی ہوتا ہے اسکے سوا منافق۔ ہم اپنی جماعت کے لئے یہی چاہتے ہیں کہ وہ تقویٰ میں ترقی کرے اور اگر باہر سے کوئی آوے تو وہ ایسا ہونا چاہیئے جو متقی بننا چاہتا ہو۔ ورنہ بدنام کرنے والا نہ ہو۔

ازاں بعد مفتی محمد صادق صاحب نے کیا مسیح خدا تھا؟ کے نام سے ایک یونی ٹیرین کا رسالہ سنایا اسکا اقتباس ہم پھر کسی وقت دینگے انشاء اللہ العزیز۔

اور اس اثنا میں ایک پنڈت صاحب نے آکر بڑے اخلاص سے نیاز حاصل کیا حضرت اقدس بھی بڑے تلطف اور کرم سے جیسا کہ آپ کا ہمیشہ سے معمول ہے پیش آئے۔ پنڈت صاحب شوق سے وہ رسالہ سنتے رہے۔ پھر نماز عشاء ہو کر اجلاس ختم ہوا۔

۲۶؍ دسمبر کی روئداد الگ زیر عنوان

ای سیک افٹر ٹروتھ

شائع ہوئی ہے

۲۷؍ دسمبر ۱۹۰۲ء

دربار شام

فرمایا۔ ہماری جماعت کو لازم ہے کہ جو امور ایسے ہوں کہ انکی سمجھ میں نہ آئیں تو انکو اپنی جگہ کوئی رائے انکے متعلق ظاہر کرنے کی ضرورت نہیں بجائے اس کے کہ وہ پس پشت رائے زنی کریں ہم سے دریافت کر لیا کریں۔ کیونکہ یہ طریق خطرناک ہے کہ ایک بات سمجھ میں نہ آئی اور پھر اسپر رائے زنی کرنے لگیں۔ اس سے اعمال کے حبط ہو جانے کا اندیشہ ہے۔

ہمارا سارا کاروبار اللہ ہی کیلئے ہے اور کوئی امر ایسا نہیں ہوتا جس میں اللہ تعالیٰ کی رضا مقصود نہ ہو۔

اسکے بعد لاہور کے پادری گریس وولڈ کا ایک پمفلٹ مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے نے پڑھ کر سنایا۔ اس رسالہ پر امید کی جاتی ہے کہ ریویو آف ریلیجنز میں کوئی نوٹس لیا جاوے لیکن ہم امید کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے توفیق چاہتے ہیں کہ **الحکم** کے مقاصد کے لحاظ سے اسپر **ریویو** کیا جاوے

۲۸؍ اور ۲۹؍ دسمبر کی شام کو بھی یہی رسالہ پڑھا گیا

۲۹؍ دسمبر کو رسالہ کے سننے سے پہلے کسیقدر کلام آپ نے فرمایا وہ ہم محل اور موقع کی مناسبت سے آئندہ کسی وقت دیں گے۔

۲۸؍ دسمبر ۱۹۰۲ء

"غیر معمولی ملاقات"

قبل دوپہر حضرت اقدس کے حضور بعض احباب کو شرف قدم بوسی حاصل ہوا۔ جناب ابوسعید عرب صاحب نے اپنے بعض احباب کا تذکرہ کیا اور گونہ افسوس ظاہر کیا کہ انکو اس سلسلہ کی آگاہی اور اطلاع نہیں۔ حضرت اقدس حجۃ اللہ نے اس تحریک پر ایک مختصر سی تقریر فرمائی ہم بعد میں پہونچے تھے تاہم ابھی سلسلہ تقریر شروع ہی ہوا تھا۔ ہم نے ایسے طرز پر اسکو قلمبند کیا ہے کہ سلسلہ ناتمام نظر نہ آئیگا انشاء اللہ العزیز (ایڈیٹر)

دنیا دار الحجب فرمایا اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کو دار الحجب رکھا ہے کچھ چھپایا ہے کچھ ظاہر کیا ہے اسنے دنیا میں اپنے اور رسول بھیجے مگر اپنا منہ چھپایا۔ اس نے کتابیں اور شریعتیں نازل کیں مگر کسی نے ان کتابوں کو اترتے نہیں دیکھا۔ نبیوں کی معرفت پیشگویاں کیں بعض انہیں سے پوری ہو گئیں اور کچھ باقی رہ گئیں وہ لوگ جنکی نظر دنیا کی سطح سے اوپر نہیں جاتی انہوں نے ان باتوں کو

۲۴ دسمبر سنہ ۱۹۰۲ء

غیر معمولی ملاقات

قبل دوپہر حضرۃ اقدس کے حضور بعض احباب کو شرف قدمبوسی حاصل ہوا۔ جناب

ابو سعید عرب صاحب نے

اپنے بعض احباب کا تذکرہ کیا اور رنگون میں ظاہر کیا کہ انکو اس سلسلہ کی ابھی پورا اطلاع نہیں۔ حضرۃ حجۃ اللہ نے اس تحریک پر ایک مختصر سی تقریر فرمائی ہم بعد میں پہونچے تھے تاہم ابھی سلسلہ تقریر شروع ہی ہوا تھا۔ ہمنے ایسے طرز پر اسکو قلم بند کیا ہے کہ سلسلہ ناتمام نظر نہ آئے گا انشاء اللہ العزیز۔ ایڈیٹر

دنیا دار الحجب ہے

فرمایا اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کو دار الحجب رکھا ہے کچھ چھپایا ہے کچھ ظاہر کیا ہے اُسنے دنیا میں اپنے نبی اور رسول بھیجے مگر اپنا مُنہ چھپایا۔ اُسنے کتابیں اور شریعتیں نازل کیں مگر کسی نے ان کتابوں کو اُترتے ہوئے نہیں دیکھا۔ نبیوں کی معرفت پیشگوئیاں کیں بعض انہیں سے پوری ہوگئیں اور کچھ باقی رہ گئیں وہ لوگ جن کی نظر دنیا کے سطح سے اوپر نہیں جاتی انھوں نے ان باتوں کو دیکھ کر اعتراض کیا اور کہدیا کہ فلاں بات پوری نہیں ہوئی مگر انھیں اللہ تعالیٰ کی اس سنت پر اطلاع نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسا کیوں کیا؟ کہ تا ایمان داروں اور جلد بازوں میں امتیاز ہو۔ ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر ہے کہ اُسی جو کچھ قیامت کو کرنا ہے وہ ابھی دنیا میں کر کے دکھا سکتا تھا۔ کیونکہ وہ علی کل شیء قدیر ہے مگر پھر ایمان ایمان نہ رہتا۔ اور نہ اسکے ثمرات میسر ہوتے۔ جو لوگ ایمان کی حقیقت سے ناواقف ہیں اور اسکو نہیں سمجھ سکتے وہ ایسا اعتراض کرتے ہیں۔ ایمان کی حقیقت کچھ نہ کچھ مخفی رہنا ضروری ہے۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا ہے

شقی اور سعید

منھم شقی و سعید یہ دونوں فریق اسی سے بنتے ہیں۔ سعید جلد بازی نہیں کرتے بلکہ حسن ظن اور صبر سے کام لیکر ایمان لاتے ہیں اور جو شقی ہوتے ہیں وہ جلد بازی سے کام لیکر اعتراض کرتے ہیں۔ جو لوگ منہاج نبوۃ کو نہیں چھوڑتے وہ ٹھوکر نہیں کھاتے۔ اور کوئی ایسا اعتراض نہیں کرتے۔ میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ مجھپر کوئی ایسا اعتراض نہیں ہو سکتا جو پہلوں پر نہ ہوا ہو۔ جو کوئی مجھپر اعتراض کریگا وہ دین سے خارج ہو کر اعتراض کریگا۔

عرب صاحب نے حضرۃ حجۃ اللہ کے جذب کا تذکرہ کیا اور کہا کہ میں سنہ ۱۸۹۴ء میں لاہور آیا جناب خواجہ کمال الدین صاحب نے مجھے ایک کتاب آپکی تصدیق میں اور ایک مولوی نے آپ کی تردید میں دی مگر میں نے دونوں واپس کسی کو دیدیں اور پروا نکی مجھے کہا گیا کہ قادیان آؤں مگر میں نہ آیا اور اب خدا کی شان ہے کہ وہ اسقدر فاصلہ سے (رنگون) مجھے لایا اور اسقدر خرچ کثیر کے بعد مجھے آنا پڑا۔

نماز کی بے ذوقی اور ذوق۔

عرب صاحب نے عرض کیا کہ میں نماز پڑھتا ہوں مگر دل نہیں ہوتا۔ فرمایا جب خدا کو پہچان لوگے تو پھر نماز ہی نماز میں رہوگے دیکھو یہ بات انسان کی فطرۃ میں ہے کہ خواہ کوئی ادنی سی بات ہو جب اسکو پسند آجاتی ہے تو پھر دل خواہ نخواہ اسکی طرف کھینچا جاتا ہے اسی طرح پر جب انسان اللہ تعالیٰ کو شناخت کر لیتا ہے اور اُس کے حسن و احسان کو پسند کرتا ہے تو دل بے اختیار ہو کر اسی کی طرف دوڑتا ہے اور بے ذوقی سے ایک ذوق پیدا ہو جاتا ہے۔ اصل نماز وہی ہے جسمیں خدا کو دیکھتا ہے۔ اس زندگی کا مزہ اسی دن آ سکتا ہے جبکہ سب ذوق اور شوق سے بڑھ کر جو خوشی کے سامانوں میں مل سکتا ہے تمام لذت اور ذوق دعا ہی میں محسوس ہو۔ یاد رکھو کوئی آدمی کسی موت و حیات کا ذمہ وار نہیں ہو سکتا خواہ رات کو موت آجاوے یا دن کو۔ جو لوگ دنیا سے ایسا دل لگاتے ہیں کہ گویا کبھی مرنا ہی نہیں وہ اس دنیا سے نامراد جاتے ہیں وہاں انکے لیے خزانہ نہیں ہے جس سے وہ لذۃ اور خوشی حاصل کر سکیں۔

انسان جس لذۃ کا خوگرفتہ اور عادی ہو جب وہ اس سے چھڑائی جاوے تو وہ ایک دکھ اور درد محسوس کرتا ہے اور یہی جہنم ہے پس جبکہ ساری لذتیں دنیا کی چیزوں میں محسوس کرنیوالا ہو تو ایکدن یہ ساری لذتیں تو چھوڑنی پڑینگی پھر وہ سیدھا جہنم میں جاویگا لیکن جس شخص کی ساری خوشیاں اور لذتیں خدا میں ہیں اسکو کوئی دکھ اور تکلیف محسوس نہیں ہو سکتی۔ وہ اس دنیا کو چھوڑتا ہے تو سیدھا بہشت میں ہوتا ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ دل اللہ کے اختیار میں ہے وہ جسوقت چاہتا ہے دلمیں یہ بات ڈالدیتا ہے اور اسکو سمجھ آجاتی ہے کہ سچا سرور اور خوشحالی اسمیں ہے کہ خدا کو پہچانا جاوے۔ دیکھو میں اسوقت یہ بات تو کر رہا ہوں مگر میرے اختیار میں یہ بات نہیں ہے کہ دلوں تک اسکو پہنچا بھی دوں یہ خدا ہی کا کام ہے جو دلوں کو زندہ کرتا ہے اور بیدار کرتا ہے۔ باقی تمام جوارح آنکھ۔ ہاتھ وغیرہ جتنے ہیں جو انسان کے اختیار میں ہیں مگر دل اُسکے اختیار میں نہیں ہے اسوقت تک اپنے آپکو مسلمان نہیں سمجھنا چاہیے جبتک دل مسلمان نہ ہو جاوے اور دل مسلمان نہیں ہوتا جبتک وہ لہو و لعب سے لذۃ حاصل کرتا ہے اسکے مسلمان ہونیکا وہی وقت ہے جب وہ دنیوی حیثیت سے دل برداشتہ ہو گیا ہے اور دنیا کی لذتیں اور خوشیاں ایک تلخی کا رنگ دکھائی دیتی ہیں جب یہ حالت ہو تو پھر انسان اپنے آپکو ایسا محسوس کرتا ہے کہ میں وہ نہیں رہا ہوں بلکہ اور ہو گیا ہوں پھر دلمیں ایک کشش پاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی یاد میں لذۃ حاصل کرتا ہے اور ایسی محبت اسکو اس سے ہو جاتی ہے جیسے کسی عزیز کو دیکھکر خوش ہوتا ہے یہ ہے اصل جزو ایمان کی مگر یہ انسان کے اپنے اختیار میں نہیں ہے۔ ہم اس بات کا نمونہ نہیں بتا سکتے اور نہ الفاظ میں اسکو سمجھا سکتے ہیں کیونکہ الفاظ حقیقۃ کے قائم مقام نہیں ہوتے۔ جب یہ حالۃ آتی ہے تو پھر انسان اپنے گزشتہ زندگی پر حسرت اور افسوس کرتا ہے کہ وہ یونہی ضائع ہو گئی کیوں پہلے ایسی حالت مجھپر نہ آئی۔

نماز کیا ہے

نماز کیا چیز ہے؟ نماز اصل میں رب العزۃ سے دعا ہے جسکے بغیر انسان زندہ نہیں رہ سکتا اور نہ عافیت اور خوشی کا سامان مل سکتا ہے جب خدا تعالیٰ اسپر اپنا فضل کریگا اسوقت اسے حقیقی سرور اور راحت ملے گی اُسوقت سے اسکو نماز میں لذت اور ذوق آنے لگے گا۔ جسطرح لذیذ غذاؤں کے کھانے سے مزہ آتا ہے اسیطرح پھر گریہ و بکا کی لذت آئیگی اور یہ حالت جو نماز کی ہے پیدا ہو جائیگی

دیکھا ہے گو ہم اسکی کنہ اور کیفیت بیان نہ کر سکیں مگر یہ سچی بات ہے کہ اسکو علو ہی سے تعلق ہے بعض امور آنکھوں سے نظر آتے ہیں اور بعض نہیں ہر صورت میں فلسفہ کام نہیں آتا + پس اصل بات یہی ہے کہ ایکوقت ایسی حالت انسان پر آتی ہے کہ وہ محسوس کرتا ہے کہ آسمان سے اسکے دلپر کچھ گرا ہے جو اسے رقیق کر دیتا ہے اسوقت نیکی کا بیج اسمیں بویا جاوے گا + + + فقط

دارالامان میں دسمبر کا آخری ہفتہ

دسمبر کے آخری ہفتہ میں اجتماع کا آغاز۔

غالباً ۱۸۹۱ء ہی کے دسمبر کا آخر ہفتہ وہ پہلا ہفتہ ہے جب سے کہ اس تقریب پر احباب کے مجمعوں کا آغاز دارالامان میں شروع ہوا + گویا اس لحاظ سے ہم زمانہ کے عرفی الفاظ میں یوں کہہ سکتے ہیں کہ سلسلہ عالیہ احمدیہ کا پہلا سالانہ اجلاس دسمبر ۱۸۹۱ء میں ہوا۔ اس جلسہ پر کل ملا کر ۷۰ کے قریب دوست جمع ہوئے تھے اور صرف اسقدر ہی کارروائی ہوئی کہ ۲۷ دسمبر ۱۸۹۱ء کو بعد نماز ظہر رسالہ **آسمانی فیصلہ** حضرۃ مولانا مولوی عبد الکریم صاحب نے پڑھ کر سنایا۔

آیندہ کے لیے جلسوں کا انعقاد۔

آیندہ کے لیے حضرت حجۃ اللہ جری اللہ فی حلل الانبیاء نے تجویز کیا کہ انھیں تاریخوں میں احباب جمع ہوا کریں چنانچہ اس تجویز کے مطابق ہر سال باوجود بہت سی قدرتی روکوں کے بھی یہ جلسے سلسلہ عالیہ احمدیہ کی ترقی کے ساتھ ساتھ ترقی کر گئے۔ یہاں تک ان دونوں میں گذشتہ سالوں میں باوصفیکہ **طاعون** کی وجہ سے بہت سی رکاوٹیں اور مشکلات سفر میں پیدا ہو گئیں تھیں لیکن پھر بھی بسا اوقات یہ اجتماع ہزاروں انسانوں کے مجمع تک پہونچ گیا۔ اور کرسمس تعطیلات کے علاوہ عیدین پر بھی بڑے بڑے مجمعے ہونے لگے۔

ان مجمعوں کی غرض کیا تھی؟

یہ جلسے کس غرض کے لیے منعقد کیے جاتے تھے اور کیے جاتے ہیں؟ یہ ایک سوال ہے جسکا جواب گو ہمارے ناظرین الحکم کو ایک حد تک معلوم ہی ہو مگر ان لوگوں کے لیے جو سلسلہ عالیہ احمدیہ کے اغراض و مقاصد سے ہنوز ناواقف ہیں یا جنہیں اس سلسلہ کے متعلق غلط بیانیاں کی گئی ہیں ان پاک اغراض کو جو ان جلسوں سے رکھی گئی تھیں بیان کرنا ضروری ہے اور سمجھا گئے اس کے کہ ہم اپنے الفاظ میں ان امور کو بیان کریں بہتر اور مناسب ہوگا کہ خود اس سلسلہ کے پیشوا اور امام ہی کے الفاظ میں اسکو بیان کر دیا جاوے۔

تمام مخلصین داخلین سلسلہ بیعت اس عاجز پر ظاہر ہو کہ بیعت کرنے سے غرض یہ ہے کہ تا دنیا کی محبت ٹھنڈی ہو اور اپنے مولے کریم اور رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت دل پر غالب آجاوے اور ایسی حالت انقطاع پیدا ہو جائے جس سے سفر آخرت مکروہ معلوم نہ ہو لیکن اس غرض

بیعت کی غرض

کے حصول کے لیے صحبت میں رہنا اور ایک حصہ عمر کا اس راہ میں خرچ کرنا ضروری ہے تا اگر خدا تعالے چاہے تو کسی برہان یقینی کے مشاہدہ سے کمزوری اور ضعف اور کسل دور ہو۔ اور یقین کامل ہو کر ذوق اور شوق اور ولولہ عشق پیدا ہو جاوے سو اس بات کے لیے ہمیشہ فکر رکھنا چاہیے۔ اور دعا کرنا چاہیے کہ خدا تعالے یہ توفیق بخشے اور جبتک

بیعت کیونکر بابرکت ہو

یہ توفیق حاصل نہ ہو کبھی کبھی ضرور ملنا چاہیئے کیونکہ سلسلہ بیعت میں داخل ہو کر پھر ملاقات کی پرواہ نہ رکھنا ایسی بیعت سراسر بے برکت اور صرف ایک رسم کے طور پر ہوگی چونکہ ہر ایک کے لیے بباعث ضعف فطرۃ یا کمی مقدرت یا بعد مسافت یہ میسر نہیں آ سکتا کہ وہ صحبت میں آکر رہے یا چند دفعہ سال میں تکلیف اٹھا کر ملاقات کے لیے آوے کیونکہ اکثر دلوں میں ابھی ایسا اشتعال شوق نہیں کہ ملاقات کے لیے بڑی بڑی تکالیف اور بڑے بڑے حرجوں کو اپنے پر روا رکھ سکیں لہذا قرین مصلحت معلوم ہوتا ہے کہ سال میں تین روز ایسے جلسہ کے لیے مقرر کیے جاویں جس میں تمام مخلصین اگر خدا تعالے چاہے بشرط صحت و فرصت و عدم موانع قویہ تاریخ مقررہ پر حاضر ہو سکیں سو میرے خیال میں بہتر ہے کہ وہ تاریخ ۲۷ دسمبر سے ۲۹ دسمبر تک قرار پائے یعنی آج کے دن کے بعد جو ۳۰ دسمبر ۱۸۹۱ء ہے آیندہ اگر ہماری زندگی میں ۲۷ دسمبر کی تاریخ آجاوے تو حتی الوسع **تمام دوستوں کو محض للہ ربانی باتوں کے سننے کے لیے اور دعا میں شریک ہونے کے لیے اس تاریخ پر آجانا چاہیے** اور اس جلسہ میں ایسے **حقائق اور معارف** سنانے کا شغل رہے گا جو ایمان اور یقین اور معرفت کو ترقی دینے کے لیے ضروری ہیں اور نیز ان دوستوں کے لیے خاص **دعائیں** اور خاص توجہ ہوگی اور حتی الوسع بدرگاہ ارحم الراحمین کوشش کی جاویگی کہ خدا تعالے اپنی طرف انکو کھینچے اور اپنے لیے قبول کرے اور پاک تبدیلی انمیں بخشے اور ایک عارضی فائدہ ان جلسوں میں یہ بھی ہوگا کہ ہر ایک نئے سال میں جس قدر نئے بھائی اس جماعت میں داخل ہوں گے وہ تاریخ مقررہ پر حاضر ہو کر اپنے پہلے بھائیوں کا منہ دیکھ لیں گے اور روشناسی ہو کر آپس میں رشتہ تودد و تعارف ترقی پذیر ہوتا رہے گا اور جو بھائی اس جلسہ میں سرائے فانی سے انتقال کر جائے گا اس جلسہ میں اس کے لیے دعائے مغفرت کی جاوے گی اور تمام بھائیوں کو روحانی طور پر ایک کرنے کے لیے اور انکی خشکی اور اجنبیت اور نفاق کو درمیان سے اٹھا دینے کے لیے بدرگاہ حضرۃ جل شانہ کوشش کی جاوے گی اور اس روحانی جلسہ میں اور بھی کئی روحانی فوائد اور منافع ہوں گے جو وقتاً فوقتاً

"ظاہر ہوتے رہیں گے"

غرض ان مطالب اور مقاصد کو ملحوظ خاطر رکھکر حضرۃ اقدس نے اس جلسہ کی بنیاد رکھی تھی اور آج ہم خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے **بارھویں سالانہ جلسہ** کے حالات سے ناظرین الحکم کو آگاہ کیا چاہتے ہیں۔

خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہمکو یہ توفیق ۱۸۹۷ء سے ملی کہ ہم ان جلسوں کی روئداد کو شائع کریں چنانچہ ۱۸۹۷ء کے جلسہ کی روئداد ایک مبسوط رپورٹ کی صورۃ میں جو ۱۲ جزو کی ایک مبسوط کتاب ہے پہلی رپورٹ شائع ہوئی۔ پھر سال بسال اس مقصد کے پورا کرنیکا ذریعہ الحکم ہی کو قرار دیا گیا۔

جلسہ کی ممانعت

بعض لوکل اور پراونشل ضرورتوں کے لحاظ سے خصوصاً طاعون کے عام انتشار کیوجہ سے اس سال حضرۃ حجۃ اللہ نے گذشتہ سال کیطرح قرین مصلحت سمجھا کہ عام اژدحام کو روکدیا جاوے چنانچہ ۱۷ دسمبر ۱۹۰۲ء کے الحکم میں اعلیٰ حضرۃ کیطرف سے ایک اعلان بطور ضمیمہ شائع ہوچکا ہے لیکن باایں ہمہ احباب کا اس تقریب پر جمع ہو جانا اب کوئی غیر معمولی بات نہیں رہی۔ اسلیے باوجود ممانعت کا اعلان جاری ہونیکے بھی احباب کی آمد ۲۴ دسمبر ۱۹۰۲ء سے شروع ہوگئی۔

۲۴ دسمبر ۱۹۰۲ء

۲۴ دسمبر ۱۹۰۲ء کو وزیرآباد اور جموں سے بعض احباب تشریف لے آئے آج کوئی غیر معمولی کارروائی نہیں ہوئی بلکہ جس قدر حصہ الحکم کی گذشتہ ڈائری میں دیا گیا ہے وہی آجکی کارروائی ہے۔

۲۵ دسمبر ۱۹۰۲ء

آج سیالکوٹ بھیرہ اور لاہور سے اکثر احباب آگئے بھیرہ سے آنیوالی جماعت میں سے ہم جناب ڈاکٹر سید محمد حسین صاحب اسسٹنٹ سرجن کو انٹروڈیوس کرتے ہیں عشاء سے پہلے مولوی عبدالکریم صاحب نے ڈاکٹر صاحب کو حضرۃ اقدس کے حضور پیش کیا ہوا۔ ڈاکٹر صاحب جو ایک وجیہ نوجوان ہیں اس سلسلہ کے ساتھ سچا اخلاص رکھنے والے اور اسکی عزت میں جوش سے حصہ لینے والے ہیں۔ سیالکوٹ سے ہمارے مکرم میر حامد شاہ صاحب تھے۔ آج بھی کوئی غیر معمولی کارروائی نہیں ہوئی۔ قبل نماز عشاء جو ہوا وہ ہم ڈائری کے سلسلہ میں دینگے۔ آخیر دسمبر تک یہی بات نہیں اسلیے ہم اس مضمون کو ختم کرتے ہیں ✚

انانیت اور صدیقیت

یہ ایک خطبہ کا خلاصہ ہے جو دوسری جنوری ۱۹۰۳ء کو حضرۃ مولانا مولوی عبدالکریم صاحب نے پڑھا

فَلَمَّا جَآءَتۡهُمۡ رُسُلُهُمۡ بِالۡبَيِّنٰتِ فَرِحُوۡا بِمَا عِنۡدَهُمۡ مِّنَ الۡعِلۡمِ وَحَاقَ بِهِمۡ مَّا كَانُوۡا بِهٖ يَسۡتَهۡزِءُوۡنَ

ان آیتوں میں ایک بات ہے جو اس بات کی جڑھ ہے کہ کسطرح انسان ان نعمتوں کا جو اللہ تعالےٰ کے ماموروں اور مرسلوں کے رنگ میں آتے ہیں انکار کرتا ہے باوجودیکہ اس نعمت کی اشد ضرورت ہے اور تمام نعمتوں اور فضلوں سے بڑھ کر وجود ہوتے ہیں پھر وہ کیا بلا اور آفت ہوتی ہے جو اتنی بڑی عظیم الشان ضرورۃ سے نہ صرف انکار کراتی بلکہ مقابلہ پر آمادہ کردیتی ہے۔ کتاب اللہ میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کیڑا جو سعادت کی جڑھ کو کاٹتا ہے وہ انانیت کا کیڑا ہے جب رسل منکروں کے پاس دلائل اور معجزات لیکر آئے تو وہ **فرحوا بما عندهم من العلم** کے مصداق ہوگئے۔ یعنی جو کچھ ان کے پاس علم تھا اُس پر نازاں کرنے لگے اور خوش ہوگئے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اپنے ان علوم کو اپنی اس واقفیت کو معیار ٹھیرا کر راستبازوں کو پرکھنا شروع کیا ان فرضی اور خیالی کسوٹیوں پر ماموران الٰہی کیونکر پورے اترتے نتیجہ یہ ہوا کہ وہ انکار کر بیٹھے اور ہلاک ہوگئے سب سے بڑی اور بھاری روک کی چٹان جو اس راہ میں ہے جس سے بہتوں نے ٹھوکر کھائی اور جس کا بنیادی پتھر ابلیس نے رکھا تھا وہ یہی خودی اور انانیت ہے کہ اسنے کہا **انا خیر منه** یہ لعنتی سلسلہ کی بنا ہے جو خلیفۃ اللہ کے مقابلہ میں شروع ہوتا ہے یہی وہ لفظ ہے جس نے اسکو ساری سعادت مندیوں اور ترقیوں سے روکدیا اور اللہ تعالیٰ کے قرب کی راہوں سے دور پھینکدیا۔ اپنے تئیں کچھ سمجھنا یہ ایک ایسی خطرناک زہر ہے کہ اس کے استعمال کرنے والا کبھی بچ سکتا ہی نہیں تو یہی راز تھا جو سارے نبی اس کبر اور انانیت سے بچنے کی تعلیم دیتے آئے۔

اس راہ میں (جو اللہ کی راہ ہے جو شخص بھی لذۃ حاصل کرنا چاہتا ہے اور اللہ تعالےٰ کو ملنا چاہتا ہے اور اس کے دل میں تڑپ ہے کہ اسکا سینہ اس کے نور اور فیضان سے بھر جاوے) یہ ضروری ہے کہ ہر قسم کے کبر سے پاک ہو۔ یہ اسقدر قسمیں رکھتا ہے کہ گن نہیں سکتے ان سب سے بڑھ کر خودی اور انانیت ہے۔ اللہ جل شانہ نے **انا خیر منه** کہنے والے کو پسند نہیں کیا بلکہ اسکو ملعون ٹھیرایا اسکے حضور برگزیدہ قوم وہ ٹھیری جسنے کہا **سُبۡحٰنَكَ لَا عِلۡمَ لَنَاۤ اِلَّا مَا عَلَّمۡتَنَا ؕ اِنَّكَ اَنۡتَ الۡعَلِيۡمُ الۡحَكِيۡمُ** مولیٰ کریم! تو ہی اپنی مصلحتوں کو جانتا ہے ہمکو کیا معلوم ہے کہ تیرا یہ خلیفہ کن اغراض اور مصالح کے لیے پیدا کیا گیا ہے ہمارا علم کچھ نہیں ہم تو اسی قدر جانتے ہیں جو تو نے ہمکو علم بخشا۔ بیشک تو ہی علیم و حکیم ہے۔

اس قوم کی مانند اس دوسرے متکبر کا بھی حق ہونا چاہیے تھا کہ وہ اپنی محدود و داد ضعیف ہستی پر نظر کرتا اور خدا کی مشیت اور خلیفۃ اللہ کی بعثت پر اعتراض کرنے کے لیے انانیت سے کام نہ لیتا مگر اسنے **انا خیر منه** کہکر انانیت کی لعنت کا ایک سلسلہ شروع کردیا۔

اس انانیت کے مقابلہ میں ایک اور صفت ہے جو سعیدوں میں ہوتی ہے وہ **صدیقیت** کی صفت ہے۔ اس صفت کا عظیم الشان مظہر ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ایک فرشتہ گذرا ہے جس کا نام ابوبکر صدیق تھا رضی اللہ عنہ جسکی نظیر اسوقت تک قائم رہیگی جب تک دنیا میں آدمی اور عقل کشتی لڑینگے اور اس نظیر کر

سعادتمند کے فرزند ہمیشہ ہمیشہ سبق لیتے رہینگے اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوی نبوت و رسالت پر کسی قسم کی تحقیقات و تامل نہیں کیا مالہ اور ما علیہ پر بحث نہیں کی خلیفۃ اللہ کی دعوت جہاں پہونچی وہیں کہدیا کہ **وہ صادق ہے** ہر ایک شخص جو غور کرنے والا دل رکھتا ہے اور ذوق والا دل رکھتا ہے اس معاملہ میں سوچے۔ ابوبکر کا سر قریش میں بڑا غور کن اور دقیقہ رس مانا گیا تھا۔ انساب کے متعلق جھگڑوں اور مشاجرات میں ابوبکر کی رائے قطعی ہوتی تھی اور تمام دنیا کے معاملات میں بنظیر ہوشیار اور ذکی تھا ایک ایسے معاملہ میں جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ قوم اور برادری کے تعلقات کو یک لخت چھوڑ کر گویا ایک آگ میں کودنا تھا۔ اور دنیا کے تمام دکھوں اور تکلیفوں کو برداشت کرنا تھا وہ ذرا پیش و پس نہیں کرتا اور کہتا ہے کہ محمد سچا ہے صلی اللہ علیہ وسلم یہ کیا بات ہے؟ ایکطرف یہ نظیر ہے دوسری طرف وہ ابلیس موجود ہے جو کہتا ہے **انا خیر منہ**۔

بات یہی ہے کہ صدیق نے انانیت کو دور کر دیا اور خلیفۃ اللہ کے مقابلہ میں اپنی ہستی کو محض لاشے سمجھا اور کالمیت ہو کر داعی کے امر کو قبول کیا جس سے یہ عظیم الشان صدق کی روح اسمیں نفخ ہوئی۔ جب تک مامور و مرسل کے مقابلہ میں کوئی اس صدیقی رنگ کو اختیار نہیں کرتا وہ اپنے سینہ کو اس نور سے نہیں بھر سکتا جو خدا کی یہ قوم لیکر آتی ہے۔

ہمارے زمانہ میں جب خلیفۃ اللہ نے ارحق اللہ بولا ہے تو بہت سے ملک صفت صدیقی مشرب انسان بول اٹھے کہ یہ آسان دعوی ہے اس سے بھی بڑا دعوی تو ہمیں ماننے میں کوئی عذر نہیں میرے مکرم مخدوم مولوی نور الدین صاحب سے شروع دعوے میں ایک شخص نے کہا کہ مرزا صاحب نے مسیح موعود ہونیکا دعوی کیا ہے آپنے فوراً شرح صدر سے کہا ہے تو دعوی نبی بھی کرے تو ماننے کو طیار ہوں گا اب ہماری کیطرح متکاثر دلائل ہو گئے ہیں مگر واللہ اسوقت جب **نور الدین** نے مانا تو دعوی ہی دعوی تھا دلائل بالکل مخفی تھے۔ مگر مجھے عجیب ذوق آتا ہے کہ ایکطرف یہ صدیقی مشرب انسان یوں تسلیم کرتا ہے دوسری طرف ایک دوسرا شخص ہے جو کہتا ہے کہ [illegible] منشی ہے

ہمنے اسکو اونچا کیا اور ہم گرا دینگے

اس **انا** کے مترادف ہم نے اسکو اسفل السافلین میں گرادیا اور یہ **خلیفۃ اللہ** ملائکہ کا مسجود ہو کر رہا۔ وہ تم کہنے والا اس نعمت اور نور سے اس ذوق اور سرور سے جو اس کے دربار میں اس کے کلام اور صحبت سے ملتا ہے محروم ہو گیا۔

غرض یاد رکھو سب سے بڑی روک انانیت ہے جو صدیقیت کے نور سے محروم کر دیتی ہے اس لیے ہر ایک شخص کو جو چاہتا ہے کہ وہ معرفت اور بصیرت میں ترقی کرے اللہ کے فیضان اور انوار کو حاصل کرے ضروری ہے کہ وہ اپنے سینہ کو کبر کے ان بتوں سے صاف کرے۔ کسی گوشہ میں کسی قسم کا علم رکھا ہوا ہو تو وہ اسکو اس خلیفۃ اللہ کے مقابل نکال ڈالے۔ خلیفۃ اللہ کی ہر حرکت و سکون قول و فعل غرض ہر ادا کے ساتھ پوری صلح اور آشتی ہو اور کبھی لفظ زبان پر نہ آنے پاوے کہ

یہ ٹھیک نہیں

جو یہ کہتا ہے اور اس کی کسی ادا پر اعتراض کرتا ہے وہ یاد رکھے کہ اس کے اندر انانیت کا خبیث مادہ ہے یہ اگر منارہ کا حکم دیتا ہے تو ٹھیک ہے کیوں؟ خلیفۃ اللہ ہے مسیح کا دعوی کرتا ہے مرسل اللہ کہتا ہے باغ کو گرو رکھتا ہے یا بیٹے کو عاق کرتا ہے سب ٹھیک ہے کیوں مرسل اللہ ہے؟ پس یاد رکھو کہ خدا کے فیضان اور علوم حقہ کے وارث ہونا چاہتے ہو تو اسکی ہر حرکت و سکون سے کلی آشتی پیدا کرو۔ کوئی رزم اور پیکار تمہارے دل میں نہ رہے بڑی لعنت مکذبوں پر اسی سے پڑی **فرحوا بما عندھم من العلم** غور کرو کہ اللہ تعالی کی نور اور حکیم کتاب میں یہ آیات کیوں ہیں؟ اس لیے کہ تا آیندہ کیلیے یہ سبق اور ہدایت ہو۔ اور ارشاد حاصل کرنے والوں کے لیے رہنما ہے

برادران اللہ تعالی کے فضل کا وقت ہی بشارت اور بسیار کی ہو تمکو کہ تم اس نور کے سامنے آئے اور اس سورج کیطرف تم نے کھڑکیاں کھولدی ہیں۔

اب ہر شخص کو خاتمہ بالخیر کے لیے ڈرنا چاہیے کبھی بھی نفس سے مطمئن نہ ہو یہ نفس بسا اوقات طرح طرح کی شرارتیں پیش کر دیتا ہے۔ تمکو چاہیے کہ تمکو خلیفۃ اللہ کے کسی قول و فعل حرکت و سکون پر سوتے جاگتے اٹھتے بیٹھتے غرض کسی حالت میں کوئی اعتراض نہ ہو جب یہ حالت پیدا ہو جاوے تم دیکھوگے کہ سینہ میں ایک نور اترتا ہے اور نمازوں اور دعاؤں میں لذت آنے لگتی ہے پھر نیا سلسلہ نیا خدا نظر آنے لگے گا۔ میرے دل میں بہت جوش اس قسم کا ہے اور میں چاہتا ہوں کہ ہم میں سے ہر ایک صدیقی مشرب پر ہو۔ سب کے سب اس خلیفہ کے مقابلہ میں جو اللہ کی مشیت نافذہ ہے اور حجت قاطعہ ہے جاہل بنجاؤ۔ [illegible] فیضان [illegible] اللہ تعالی ہم کو توفیق دے کہ اسکے سامنے ہم اس طرح بیٹھیں جیسے کہ عین جاڑے کی شدت میں سورج کے وجود کو غنیمت سمجھکر اس کے سامنے بیٹھتے ہیں خدا تعالے ہمارے اخلاق و عادات و تقوی و طہارت و خشیت میں وہ حالت پیدا کرے کہ ہم اس خلیفۃ اللہ کی دعاؤں کے فیوض کو حاصل کرسکیں جو نہایت رقت اور گدازش کے ساتھ ہر روز اوپر چڑھتے ہیں۔ آمین۔

امور منزلیہ

الحمد للہ کہ ۲۶ دسمبر ۱۹۰۲ء بعد نماز فجر خاکسار ایڈیٹر الحکم کے گھر میں دوسری لڑکی (دختر) پیدا ہوئی۔

میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالے اسکو دیندار اور نیک بخت اولاد میرے لیے بنائے جو قرۃ العین ہو اور وہ اپنی حالت و حیثیت کے لحاظ سے (عورت ذات) ہو کر والدین کے لیے مبارک اور سعید ثابت ہو آمین۔

اس عزیزہ کا نام حضرۃ امام علیہ السلام نے حمیدہ تجویز فرمایا اللہ تعالے اسے ویسا ہی اوصاف پیدا کرے جو اس کے نام کے لحاظ سے اسے حمیدہ خاتون ثابت کریں آمین

یسوع مسیح مرقومہ بشپ صاحب لاہور پر ریویو

(نمبر نہم)

مسیح کے جلالی جی اُٹھنے پر ہم اس ریویو کے حسب حال کافی بحث کر چکے ہیں۔ اور زیادہ بسط و شرح سے اس مضمون پر ریویو کرتے ہوئے انشاء اللہ لکھیں گے جو **قیامۃ المسیح** کے عنوان سے رسالہ ترقی میں طبع ہوا ہے۔

بشپ صاحب فرماتے ہیں کہ "انجیل کی کتاب کا لکھنا اسکی شان سے بعید تھا اور اس کام کے واسطے اس کے شاگرد مقرر کیے گئے جنپر وحی ہوئی اور روح القدس کی ہدایت پاکے انھوں نے تمام بنی آدم کی ہدایت اور تسلی کے لیے انجیلوں کو قلمبند کر دیا۔"

بشپ صاحب کی عادت میں یا تو یہ امر داخل ہے اور یہ سکینڈ نیچر ہو گیا ہے کہ وہ جو دعوے بیان کرتے ہیں اس کی کوئی دلیل پیش نہیں کرتے اور یا انجیل اور عیسائی دین کی تاثیر اسکا سبب ہے کیونکہ یہ کتاب اپنے دعاوی پر کوئی دلیل اپنے اندر سے پیش ہی نہیں کر سکتی۔ بہرحال ہمیں بشپ صاحب نے یہ تسلیم کر لیا ہے کہ مسیح نے خود کوئی انجیل نہیں لکھی اور جو کچھ پیش کیا جاتا ہے وہ مسیح کے شاگردوں نے وحی اور روح القدس کی ہدایت سے لکھا۔

ہمکو اس امر کی زیادہ تنقیح کی یہاں ضرورت نہیں کہ بشپ صاحب اپنے اس دعوی میں کہانتک سچے ہیں کیونکہ خود انکا بلا دلیل دعوی ہی پیش کرنا اُن کی کمزوری کا شاہد ہے لیکن مختصر طور پر اتنا کہہ دینا ضروری ہے کہ انکا یہ دعوی عیسائیوں کے عام مسلمات اور انجیل کے بھی خلاف ہے قطع نظر ان حوالجات اور ریفرنسز کے جو ہم اس امر کی تائید میں عیسائی مصنفوں اور مفسرین کی کتابوں سے پیش کر سکتے ہیں لوقا اور مرقس کی بابت عام اعتقاد ہے کہ وہ مسیح کے شاگرد یا حواری نہیں اور نہ بارہ حواریوں میں اس کا نام ہے۔ یہ پہلی دلیل ہے بشپ صاحب کے ابطال دعوی پر۔ پھر لوقا خود کہتا ہے کہ جنہے جو کچھ لکھا ہے سن سنا کر لکھا ہے چنانچہ اپنی انجیل کے شروع میں اس امر کا اعتراف کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اُسنے ان چیزوں کا حال ان لوگوں سے جو آنکھ سے دیکھنے والے تھے سنکر لکھا اور پھر یہ بھی تسلیم کر لیتا ہے کہ سب باتوں کا سلسلہ شروع سے ٹھیک ٹھیک دریافت کر کے ترتیب سے لکھوں۔ ان الفاظ کو پڑھ کر ہر ایک آدمی اس صحیح نتیجہ پر پہونچتا ہے کہ اول لوقا نے جو کچھ لکھا سنکر لکھا نہ **وحی و الہام** سے جیسا کہ بشپ صاحب کا دعوی ہے۔ دوئم لوقا اپنے آپکو شاگردوں کے زمرہ میں داخل نہیں کرتا۔ سوم لوقا اپنی انجیل سے پہلے کی ساری تصانیف پر پانی پھیرتا ہے کیونکہ وہ اپنی انجیل کو صحت سے لکھنے کا دعوی کرتا ہے۔ چہارم پہلی تصنیفات کو بے ترتیب قرار دیتا ہے۔

اب بشپ صاحب لوقا کی انجیل کے ان دعاوی کو لیکر ذرا اپنے دعوی کی توزین کر کے دکھا دیں کہ لوقا کو کب الہام ہوا۔ کب اُسنے مسیح کی شاگردی کی ایسا ہی حال مرقس کا ہے اکثر عیسائی مصنفوں نے بالاتفاق تسلیم کر لیا ہے کہ اول مرقس کا پتہ ہی نہیں کہ وہ کون تھا اور اپاسلیکل رکیارڈز۔ ہیلپس ٹو دی بائبل سٹڈی وغیرہ کے مطالعہ سے یہی راز کھلتا ہے کہ مرقس کی انجیل میں آخری بارہ آیات مرتدین کی ہیں۔ کیا وہ آیات الہام سے داخل کی گئیں ہیں۔ مرقس کی انجیل کی تحقیقات پر ہمارے ایک مکرم بھائی شیخ عبدالحق صاحب نے جو تین سال تک عیسائی تھیالوجی کی سٹڈی کرتے رہے ہیں لکھا ہے جسمیں اس انجیل کی حقیقت کو بڑی صفائی سے کھولا ہے بہتر ہو کہ بشپ صاحب اپنے اس دعوی کی تصدیق میں اس رسالہ کا جواب لکھکر دکھائیں اور عیسائی مصنفوں کے اعتراضات کو اٹھائیں جو اسپر کیے جاتے ہیں۔ ایسا ہی حال متی اور یوحنا کی انجیل کا ہے متی کی انجیل پر بھی ایک رسالہ شیخ صاحب موصوف نے شائع کر دیا ہے۔ یہ دونوں رسالے دفتر الحکم سے مل سکتے ہیں۔

غرض یہ ایک ثابت شدہ صداقت ہے کہ اناجیل مروجہ نہ تو الہام سے لکھی گئی ہیں اور نہ اُنپر وحی ہوئی۔ ہم زور کے ساتھ بشپ صاحب کو چیلنج کرتے ہیں کہ اگر وہ اپنے اس دعوی میں سچے ہیں تو **اناجیل ہی سے ثابت کر کے دکھائیں؟**

اور اس ثبوت میں پادری فورمن نے جو تیغ و سپر عیسوی میں نشانات شناخت رسول کے لکھے ہیں انپر بھی حواریوں کی رسالت کو ثابت کریں۔ بشپ صاحب اگر ساری عمر بھی یہ کام کرتے رہیں تو وہ عہدہ برآ نہ ہو سکیں گے۔

آخر میں بشپ صاحب یہ ظاہر کرتے ہیں کہ اوروں کے ساتھ مقابلہ کرنا تو درکنار ہم ذرا دیکھیں کہ اپنی ذات اور کام کی نسبت جو انکشاف مسیح نے ان آیتوں میں (جنکا حوالہ شروع میں دیا گیا) کیا وہ معقول ہے۔؟

ہم تو مقابلہ کر کے دکھائیں گے کیونکہ ابھی تک ہم صرف ایک پہلو پر بحث کرتے آئے ہیں۔ بشپ صاحب چونکہ مقابلہ میں یسوع کو پورا نہیں اتار سکتے اس لیے موازنہ سے بچنا چاہتے ہیں ہمارے ناظرین جنہوں نے اس ریویو کے گذشتہ آٹھ نمبروں کو پڑھا ہے بخوبی جانتے ہیں کہ جو دعاوی بشپ صاحب نے کیے تھے وہ سب کے سب باطل ثابت ہوئے ہیں۔ اور اب ان کے اس استفہامی فقرہ کا جواب ہم جرأت کے ساتھ دیتے ہیں کہ ہرگز **معقول نہیں**۔

پھر بشپ صاحب سوال کرتے ہیں کہ اس سے انسانی جوہر کی اشد ضروریات رفع ہوتی ہیں یا نہیں؟ ہم صاف کہتے ہیں اور ہم نے اس جواب کو مدلل کر کے پہلے لکھا دیا ہے کہ

ہرگز نہیں؟

انجیلی یسوع انسانی ضروریات کا ناکمل نمونہ ہے۔ اور وہ زندگی کے کسی پہلو میں ہادی اور رہنما نہیں ہو سکتا۔ پھر بشپ صاحب تسلیم کرتے ہیں کہ وہ صرف ہادی یا معلم کی حیثیت سے اپنے آپکو پیش نہیں کرتا۔ تعجب ہے کہ مسیح کا مشن ان کے نزدیک کیا ہے؟

اور اگر مناسب اور موزون ہوا تو اسی کے ضمن میں ریورنڈ گرسیوولڈ کے جدید رسالہ پر ریویو کریں گے۔ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ *

ایک خط

کچھ عرصہ ہوتا ہے کہ ایک ڈاکٹر چارلس نام عیسائی مذہب کے عالم امریکہ سے عیسویت پر لیکچر دینے کے لیے لاہور تشریف لائے تھے اور لاہور میں انھوں نے کچھ لیکچر دیے ہمارے مکرم بھائی **مفتی محمد صادق** صاحب (جو ہمیشہ اس ٹوہ میں لگے رہتے ہیں کہ کوئی موقع ان کو ملے تو وہ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی تبلیغ کریں اور اسی وجہ سے دور و دراز تک انکی خط وکتابت کا سلسلہ جاری ہے) نے انکو ایک دعوتی خط لکھا چونکہ وہ خط دلچسپی سے خالی نہیں اسلیے ہم اپنے ناظرین کی واقفیت کے بڑھانے کے لیے ذیل میں درج کرنا مناسب سمجھتے ہیں۔ ایڈیٹر

خط

بخدمت ڈاکٹر چارلس کہتبرٹ ہال صاحب ڈی۔ ڈی۔ بیرو لیکچرر۔

ریورنڈ صاحب۔ مینے ایک اخبار میں پڑھا ہے کہ آپ امریکہ سے خاص اس مطلب کے لیے تشریف لائے ہیں کہ اس ملک کے باشندوں کو تجربہ مذہب عیسوی پر چند وعظ کریں۔ میں اس بات کے سمجھ سکنے سے قاصر ہوں کہ وہ کونسا تجربہ مذہب عیسویت ہوسکتا ہے جسکو آپ مذہب عیسوی کی صداقت کے ثبوت میں بطور دلیل کے پیش کرسکتے ہیں اگر اس تجربہ سے آپکی مراد علمی تحقیقات اور ایجاد اور ملکی قوۃ کی ترقی ہے تو یونان کے بُت پرست اور روما کے ہزارہا دیوتاؤں کے پجاری ان علمی اور ملکی ترقیوں کے باعث اپنے زمانہ کے یہود و نصاریٰ کے مقابلہ میں زیادہ تر سچے مذہب کے پیرو معلوم ہوتے ہیں۔ اور اگر اس تجربہ سے آپ کی یہ مراد ہے کہ یورپ کے عیسائیوں نے تجارت اور دوسرے ذرائع سے بہت روپیہ جمع کرلیا ہے اور یہ اُن کے مذہب کی صداقت کا ایک نشان ہے تو پھر عیسائیت کے معتقدین سیدھے جہنم کو جاتے ہوئے نظر آتے ہیں اگر موجودہ یورپ کی تہذیب مذہب عیسوی کی صداقت کا ثبوت ہے تو پھر پہلے حواری اور خود آپکا خداوند یسوع مذہب عیسوی کا ایک بڑا دشمن نظر آتا ہے۔ اگر عیسائی تجربہ سے آپکا یہ منشا ہے کہ عیسائیوں میں اعلیٰ درجہ کی اخلاقی اور تمدنی خوبیاں پائی جاتی ہیں اور یہ انکی مذہب کی صداقت کا ایک نشان ہے تو یورپ کے موجودہ اخلاق کے متعلق جو سیکڑوں شہادتیں خود اہل یورپ سے ہمکو ملی ہیں اُن میں سے صرف دو تین کو میں اسجگہ نقل کرکے دکھاتا ہوں کہ عیسائی تجربہ کیا شہادت دیتا ہے

(۱) ایسی مفلسی۔ ایسی تباہی۔ ایسی مصیبت۔ ایسی جہالت اسجگہ پائی جاتی ہے کہ یہ مقام مجھے ایک آتش فشاں پہاڑ کی چوٹی پر نظر آرہا ہے۔ (۲) تمام عیسائی دنیا قدیم الایام سے آج تک مفلسی۔ تباہی۔ بدی اور پرلے درجہ کی گناہگاری میں پڑی ہوئی ہے۔ (۳) لکھوکھا آدمی جو بپتسمہ لے چکے ہیں نہایت ہی خراب قسم کی بدکاری میں اپنی زندگی بسر کررہے ہیں (۴) تمام مختلف گرجوں کے افسر ہمکو اطلاع دیتے ہیں کہ قوم مذہب سے بالکل بے پروا ہے اور انجیل اُنپر اپنا کوئی اثر ڈال نہیں سکتی۔

میں تعجب کرتا ہوں کہ آپ نے اس امر کے واسطے اتنے اتنے وسیع سمندر چیرنے کی تکلیف اُٹھائی کہ ہمیں عیسائی تجربہ سے آگاہ کریں۔ جہانتک میں دیکھ سکتا ہوں انجیل میں یسوع کا کوئی بھی ایسا حکم نہیں جو کسی عاقل دوراندیش کے لیے قابل عمل ہو۔ مثال کے طور پر میں یسوع کے چار پانچ احکام کو لیتا ہوں اور پھر پوچھتا ہوں کہ کیا کوئی دانا انپر عمل کرسکتا ہے۔

اول

یسوع کہتا ہے کہ الزام نہ لگاؤ۔

کیا تم کو عدالتیں فوراً بند کردینی چاہییں جج فوراً موقوف کردینے چاہییں۔

دوم

یسوع کہتا ہے کہ کل کا فکر نہ کر

کیا گورنمنٹ کے سارے دفتر جو سالہا سال پہلے امور کا فکر کرتے ہیں سب کے سب بند کردینے چاہییں

سوم

یسوع کہتا ہے کہ اپنا خزانہ زمین پر نہ رکھ

کیا تمام سرکاری خزانوں کو آگ لگا دینی چاہیے

چہارم

یسوع کہتا ہے کہ صدقہ پوشیدگی میں دو

کیا خیرات کی تمام فہرستیں جو مشنریوں کی اخبار وں میں چھپتی ہیں کفر سے بھری ہوئی ہیں

پنجم

یسوع کہتا ہے اگر تیرا کوئی کوٹ لے تو اسی جبہ بھی دیدے

کیا جب بوئروں نے ہماری دانا گورنمنٹ سے ٹرنسوال پر جھگڑا کیا تو انکو ساتھ ہی کیپ کالونی بھی دیدینی چاہیے تھی۔

مثال کے لیے یہ باتیں کافی ہوں گی۔ یسوع کے تمام اصول اسی قسم کے ہیں اور اصل بات یہ ہے کہ یہ اصول ایک غریب چھوٹے سے گروہ کے واسطے تھے جو غریبانہ یسوع کے پیچھے ہولیا تھا۔ یسوع کا کبھی یہ منشا نہ تھا کہ ایک عالمگیر مذہب دنیا میں قائم کرے۔ لیکن عالمگیر مذہب اور شریعت اللہ تعالیٰ نے اپنی پاک کتاب قرآن شریف میں کی ہے جو نبیوں کے خاتم رسولوں کے سردار حضرۃ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا تھا میں اسی پاک کتاب کی چند آیتوں کا ترجمہ اسجگہ نقل کرتا ہوں جس سے آپکو اس عالمگیر شریعت کی عظمت اور شان نظر آجائیگی۔

اول

انکو سزا دینا ضروری ہے جو مخلوق کو تکلیف دیں اور زمین میں فساد کریں۔

دوم

تم اپنا صدقہ پوشیدہ بھی دو اور ظاہر بھی دو

سوم

جو کچھ خدا نے تمہیں دیا ہے اسمیں سے خرچ کرو

چہارم

کہدو کہ ایک ہی اللہ ہے وہ بے احتیاج ہے نہ اسکو کسی نے جنا نہ وہ جنتا ہے اور کوئی اسکی مانند نہیں ہے۔

ان دنوں میں بھی خدا نے قادر مطلق نے پہلے نبیوں کی مانند ایک نبی مبعوث کیا ہے جسکے ہاتھ پر سیکڑوں معجزات دنیا پر ظاہر ہوچکے ہیں۔ وہ انکو روحانی زندگی عطا کرتا ہے جو حق جوئی کی نیت سے اسکے پاس آتے ہیں۔ میں آپ کو میگزین

انوار احمدیہ پریس قادیان میں باہتمام شیخ یعقوب علی تراب احمدی شایع ہوا

چھوڑوں تو ۲۲ یا ۲۳ جنوری تک واپس قادیان آسکوں گا۔ خاکسار ایڈیٹر

رجسٹرڈ ایل نمبر ۷۷

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ

اِنَّہٗ اٰوَی الْقَرْیَۃَ

الحکم

دار الامان قادیان

چہ گویم با تو گر آئی چہا در قادیان بینی
دوا بینی شفا بینی غرض دار الامان بینی

ایڈیٹر شیخ یعقوب علی تراب احمدی

جلد ۷ | ۱۷ شوال المکرم سنہ ۱۳۲۰ھ مطابق ۱۷ جنوری سنہ ۱۹۰۳ء | نمبر ۲

صدائے غیبی بتصدیق حضرت مسیح موعود

واقعہ ۱۱ رمضان المبارک ۱۳۲۰ھ مطابق ۱۱ دسمبر سنہ ۱۹۰۲ء کو میرے ایک دوست نے جسکا نام میں ظاہر کرنا نہیں چاہتا ۔ اور نہ انہی اجازۃ ظاہر کرنیکی دی ہے چند آدمیوں میں حلف اٹھا کر بیان کیا کہ آج رات کو بوقت ۳ بجے ایک شخص مقبول صورۃ کو دیکھا جس کے ایک ہاتھ میں صراحی اور ایک ہاتھ میں پیالہ ہے ادھر اُدھر پھرتا ہے جب میں نے اس سے دریافت کیا کہ آپ کون ہیں تو جواب دیا کہ میں جبرئیل ہوں اور جماعۃ احمدیہ کو تلاش کرتا پھرتا ہوں تاکہ انکو آب کوثر پلاؤں پھر میری آنکھ کھل گئی ۔ اے مخالفان جماعۃ احمدیہ اب بھی مسیح موعود کی تصدیق میں کسر رہ گئی ہے جلد استغفار اور توبہ کرو اور مسیح موعود کے ہاتھ پر بیعت کرو تاکہ نجاۃ کا سبب ہو ورنہ کف افسوس ملو گے ۔ یہ رویا اللہ تعالیٰ نے ایک سخت مخالف کو دکھایا ہے وہ امروز سے نرم اور خائف ہے اور ایمان لے آیا ہے خدا سکو یہ توفیق دے

المشتہر

ایس ۔ ایم ۔ یوسف احمدی کمسریٹ ایجنٹ ۔ از کیمپ انبالہ بازار توپ خانہ ۔

بقیہ نظم الکلام الفصیح فی تعلیم المسیح

از

جناب ثاقب مالیر کوٹلوی

رگ جان سے نزدیک پر دور ہے وہ
پرے آنکھ سے آنکھ کا نور ہے وہ
اگرچہ ہے اس ذات عالی میں وحدت
پہ اس کی تجلی میں پاؤ گے کثرت
جب انسان میں ہو نیا رنگ پیدا
دل و جان سے وہ خدا پر ہو شیدا
وہ صف اپنی ہستی کی ساری الٹ دے
جو اک آن میں اپنی کایا پلٹ دے
جو خود اپنی حالت میں بالکل نیا ہو
نیا ہی خدا اُسپہ جلوہ نما ہو
غرض جتنی اور جیسی رنگت دکھلائے
خدا بھی اُسے ویسی صورۃ دکھلائے
مگر یاں نہ آئے نہ دو تم تحیر
کہ ممکن ہے کیسے خدا میں تغیر
تغیر خدا میں نہ ہوگا ذرا کچھ
ازل سے نہ بدلا نہ بدلے خدا کچھ
وہ پہلے سے ہے اور کامل خدا ہے
وہ خالق ہے مخلوق اُس سے جدا ہے
مگر جب کوئی بڑھ کے نیکی دکھلائے
خدا بھی نئی اک تجلی دکھائے
چڑھے نردبان ترقی پہ جوں جوں
ترقی قدرت کا جلوہ ہو افزوں
وہ قدرت دکھاتا ہے عادت سے چڑھکر
جو بندہ بدل جائے عادت سے بڑھکر
جو ایسا بدل کر دکھائے خدا کو
خوارق میں اور معجزہ میں مشل ہو
جب ایسے خدا پر یقیں تم کو آئے
تو سمجھیں گے تم ہم پہ ایمان لائے
نہ کچھ فکر نفس اور آرام کی ہو
طلب دل میں صرف اس دل آرام کی ہو
مقدم وہی ہو علائق کو توڑو
الگ ہو کے سب سے فقط اس سے جوڑو
دکھا دو رہ حق میں صدق و وفا تم
بنو مرد میدان شیر خدا تم
پرستار اسباب ہے ابن آدم
عزیز و اقارب پہ مرتا ہے ہر دم
وہ ہے محو حب عزیزان جانی
یہی دل کی ٹھنڈک یہی شادمانی
مگر تم کو صرف اس خدا کی طلب ہو
مقدم وہی اور اسکا ادب ہو
کرو اسطرح تم عبادت خدا کی
بنو آسماں پر جماعت خدا کی

کلمات طیبات

حضرۃ امام آخرالزمان سلمہ الرحمٰن

گذشتہ اشاعۃ سے آگے

اب میرا یہ دعوےٰ کہ اس صدی پر **میں** تجدید دین کے لیے بھیجا گیا ہوں صاف ہے میں زور سے کہتا ہوں کہ **اللہ تعالےٰ نے مجھے مامور کیا ہے** اور اس پر ۲۲ برس سے زیادہ کا عرصہ گذر گیا ہے۔ اسقدر عرصہ تک میری تائیدوں کا ہونا یہ اللہ تعالےٰ کا الزام اور حجت ہے ہم لوگوں پر۔ کیونکہ جنہوں نے جو مجدد ہونیکا دعویٰ کیا ہے کہ میں فسادوں کی اصلاح کے لیے بھیجا گیا ہوں حدیث اور قرآن کی بنا پر کیا ہے اب جو لوگ میری تکذیب کریں گے وہ میری نہیں اللہ اور اس کے رسول کی تکذیب کریں گے انکو کوئی حق تکذیب کا نہیں پہونچتا جب تک وہ میری جگہ دوسرا **مصلح** پیش نہ کریں کیونکہ زمانہ اور وقت بتاتا ہے کہ مصلح آنا چاہیے کیونکہ ہر جگہ مفاسد پیدا ہو چکے ہیں اور قرآن شریف کہتا ہے کہ ایسی آفتوں کے وقت حفاظت قرآن کے لیے مامور آتا ہے اور حدیث کہتی ہے کہ ہر صدی کے سر پر مجدد بھیجا جاتا ہے پھر ضرورتیں موجود ہیں اور یہ وعدے حفاظت اور تجدید دین کے الگ ہیں تو ان ضرورتوں اور وعدوں کے موافق آنے والے کی تکذیب کی تو دو ہی صورتیں ہیں یا کوئی اور مصلح پیش کیا جاوے یا ان وعدوں کی تکذیب کی جاوے۔

بعض لوگ ایسے دیکھے جاتے ہیں جو کہتے ہیں کہ حفاظت کی کوئی ضرورۃ نہیں ہے وہ سخت غلطی کرتے ہیں۔ دیکھو جو شخص باغ لگاتا ہے یا عمارت بناتا ہے تو کیا اسکا فرض نہیں ہوتا؟ یا وہ نہیں چاہتا کہ اسکی حفاظت اور دشمنوں کی دست برد سے بچانے کے لیے ہر طرح کوشش کرے باغات کے گرد کیسی کیسی احاطے حفاظت کیلیے بنائے جاتے ہیں اور مکانات کو آتشزدگیوں سے بچانے کے لیے نئے نئے مصالح طیار ہوتی ہیں اور بجلی سے بچانے کے لیے تاریں لگائی جاتی ہیں؟

یہ امور اس فطرۃ کو ظاہر کرتے ہیں جو بالطبع حفاظت کے لئے انسانوں میں ہے۔ پھر کیا اللہ تعالیٰ کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ **وہ اپنے دین کی حفاظت کرے**؟ بیشک حفاظت کرتا ہے۔ اور اس نے ہر بلا کے وقت اپنے دین کو بچایا ہے اب بھی جبکہ ضرورۃ پڑی اسنے

مجھے اسی لیے بھیجا ہے

ہاں یہ امر حفاظت کا مشکوک ہو سکتا یا اس کا انکار ہو سکتا تھا اگر حالات اور ضرورتیں اس کی مؤید نہ ہوتیں۔ مگر کئی کروڑ کتابیں اسلام کے رد میں شائع ہو چکی ہیں اور ان اشتہاروں اور دو ورقہ رسالوں کا تو شمار ہی نہیں جو ہر روز اور ہفتہ وار اور ماہوار پادریوں کی طرف سے شائع ہوتے ہیں۔ ان گالیوں کو اگر جمع کیا جاوے جو ہمارے ملک کے مرتد عیسائیوں نے سید المعصومین صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کی پاک ازواج کی نسبت شائع کی ہیں تو کئی کوٹھے ان کتابوں کے بھر سکتے ہیں اور اگر انکو ایک دوسرے کے ساتھ ملا کر رکھا جاوے تو وہ کئی میل تک پہونچ جائیں۔

عماد الدین۔ صفدر علی اور ٹھاکر داس وغیرہ نے جیسی تحریریں شائع کی ہیں وہ کسی پر پوشیدہ نہیں۔ عماد الدین کی تحریروں کے خطرناک ہونے کا بعض انصاف پسند عیسائیوں کو بھی اعتراف ہے چنانچہ لکھنؤ سے جو ایک اخبار شمس الاخبار نکلا کرتا تھا اسمیں اسکی بعض کتابوں پر یہ رائے لکھی گئی تھی کہ اگر ہندوستان میں پھر کبھی غدر ہوا تو ایسی تحریروں سے ہوگا ایسی حالتوں [illegible] کہ

اسلام کو کیا خطرہ ہے

اس قسم کی باتیں وہ لوگ کر سکتے ہیں جنکو یا تو اسلام سے کوئی تعلق اور درد نہیں اور یا وہ لوگ جنہوں نے حجروں کی تاریکی میں پرورش پائی ہے اور انکو باہر کی دنیا کی کچھ خبر نہیں ہے پس ایسے لوگ اگر ہیں تو [illegible] وہ لوگ جو نور قلب رکھتے ہیں جنکو اسلام کے ساتھ محبت اور تعلق ہے اور زمانہ کے حالات سے آشنا ہیں انکو [illegible] پڑتا ہے کہ یہ وقت کسی

عظیم الشان مصلح کا وقت ہے

غرض اسوقت میرے مامور ہونے پر بہت سی شہادتیں ہیں

اول اندرونی شہادۃ

دوم بیرونی شہادۃ

سوم صدی کے سر پر آنیوالے مجدد کی نسبت حدیث صحیح

چہارم **اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ** کا وعدہ حفاظت۔

اب پانچویں اور زبردست شہادۃ ہیں اسکو پیش کرتا ہوں اور وہ **سورۃ النور** میں وعدہ استخلاف ہے۔ اسمیں اللہ تعالیٰ وعدہ فرماتا ہے **وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ** اس آیت میں استخلاف کے موافق جو خلیفے آنحضرۃ صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ میں ہوں گے وہ پہلے خلیفوں کی طرح ہونگے اس قرآن شریف میں آنحضرۃ صلے اللہ علیہ وسلم کو مثیل موسیٰ فرمایا گیا ہے جیسے فرمایا ہے **اِنَّاۤ اَرْسَلْنَاۤ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا ۙ شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَاۤ اَرْسَلْنَاۤ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا**۔ اور آپ مثیل موسیٰ استثنا کی پیشگوئی کے موافق بھی ہیں پس اس مماثلت میں جیسے **کما** کا لفظ فرمایا گیا ہے ویسے ہی سورہ نور میں **کما** کا لفظ ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ موسوی سلسلہ اور محمدی سلسلہ میں مشابہت اور مماثلت تامہ ہے۔ موسوی سلسلہ کے خلفا کا سلسلہ حضرۃ عیسیٰ علیہ السلام پر آکر ختم ہو گیا تھا اور وہ حضرۃ موسیٰ علیہ السلام کے بعد چودہویں صدی میں آئے تھے۔ اس مماثلت کے لحاظ سے کم از کم اتنا تو ضروری ہے کہ چودھویں صدی میں ایک خلیفہ اسی رنگ و قوۃ کا پیدا ہو جو مسیح سے مماثلت رکھتا ہو اور اس کے قلب اور قدم پر ہو۔ پس اگر اللہ تعالیٰ اس امر کی اور دوسری شہادتیں اور تائیدیں نہ بھی پیش کرتا تو یہ سلسلہ مماثلت بالطبع چاہتا تھا کہ چودھویں صدی میں عیسوی رنگ آپ کی امت میں ہو ورنہ آپ کی مماثلت میں

معاذ اللہ ایک نقص اور ضعف ثابت ہوتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے نہ صرف اس مماثلت کی تصدیق اور تائید فرمائی بلکہ یہ بھی ثابت کر دکھایا کہ مثیل موسیٰ موسیٰ سے اور تمام انبیاء علیہم السلام سے

افضل تھے

حضرۃ مسیح علیہ السلام جیسے اپنی کوئی شریعت لیکر نہ آئے تھے بلکہ توریت کو پورا کرنے آئے تھے اسی طرح محمدی سلسلہ کا مسیح اپنی کوئی شریعت لیکر نہیں آیا

بلکہ قرآن شریف کے احیاء کے لیے آیا ہے

اور اس تکمیل کے لیے آیا ہے جو

تکمیل اشاعۃ ہدایت کہلاتی ہے

تکمیل اشاعۃ ہدایت کے متعلق یاد رکھنا چاہیے۔ کہ آنحضرۃ صلے اللہ علیہ وسلم پر جو اتمام نعمت اور اکمال الدین ہوا۔ تو اسکی دو صورتیں ہیں اول تکمیل ہدایت دوسری تکمیل اشاعۃ ہدایت۔ تکمیل ہدایت من کل الوجوہ آپ کی آمد اول سے ہوئی۔ اور تکمیل اشاعۃ ہدایت آپ کی آمد ثانی سے ہوئی۔ کیونکہ سورہ جمعہ میں جو اٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ والی آیت آپ کے فیض اور تعلیم سے ایک اور قوم کے طیار کرنے کی ہدایت کرتی ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی ایک بعثت اور ہے۔ اور یہ بعثت بروزی رنگ میں ہے جو اسوقت ہو رہی ہے پس یہ وقت تکمیل اشاعۃ ہدایت کا ہے اور یہی وجہ ہے کہ اشاعت کے تمام ذریعے اور سلسلے مکمل ہو رہے ہیں۔ چھاپہ خانوں کی کثرۃ اور آئے دن انمیں نئی باتوں کا پیدا ہونا۔ ڈاکخانوں۔ تاربرقیوں۔ ریلوں۔ جہازوں کا اجرا اور اخبارات کی اشاعت ان سب امور نے مل ملا کر دنیا کو ایک شہر کے حکم میں کر دیا ہے پس یہ ترقیاں بھی دراصل آنحضرۃ صلے اللہ علیہ وسلم کی ہی ترقیاں ہیں کیونکہ اس سے آپکی کامل ہدایت کے کمال کا دوسرا جزو تکمیل اشاعۃ ہدایت پورا ہو رہا ہے۔ اور یہ ایسی کیموافق ہے جیسے مسیح نے کہا تھا کہ میں توریت کو پورا کرنے آیا ہوں اور میں کہتا ہوں کہ

میرا ایک کام یہ بھی ہے کہ تکمیل اشاعت ہدایت کروں

غرض یہ عیسوی مماثلۃ بھی ہے علاوہ بریں حضرۃ عیسیٰ کے زمانہ میں بھی جو آفتیں پیدا ہو گئی تھیں اسی قسم کی یہاں بھی موجود ہیں۔ اندرونی طور پر یہودیوں کی حالت بہت بگڑ گئی تھی اور تاریخ سے اس امر کی شہادۃ ملتی ہے کہ توریت کے احکام انھوں نے چھوڑ دیے تھے بلکہ اس کے بجائے طالمود اور بزرگوں کی روایتوں پر زیادہ زور دیتے تھے۔ اسوقت مسلمانوں میں بھی ایسی ہی حالت پیدا ہو گئی ہے کتاب اللہ کو چھوڑ دیا گیا ہے اور اس کے بجائے روایتوں قصوں پر زور مارا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ سلطنت کے لحاظ سے بھی ایک مماثلت ہے اُسوقت رومی گورنمنٹ تھی۔ اور اسوقت برٹش گورنمنٹ ہے جسکے عدل و انصاف کا عام شہرہ ہے۔ اور یہ میں پہلے بتا چکا ہوں کہ وہ بھی چودھویں صدی میں آئے تھے اور اسوقت بھی چودھویں صدی ہے ان سب کے علاوہ ایک اور سر بھی ہے جو مماثلت کو مکمل کرتا ہے اور وہ یہ ہے کہ حضرۃ مسیح اخلاقی تعلیم پر زیادہ زور دیتے تھے اور موسیٰ کی جہادوں کی اصلاح کرنے آئے تھے انھوں نے کوئی تلوار نہیں اُٹھائی **مسیح موعود** کے لیے بھی یہی مقرر تھا کہ وہ اسلام کی خوبیوں کو تعلیم کی سچائیوں سے قائم کرے اور اس اعتراض کو دور کرے جو اسلام پر اسی رنگ میں کیا جاتا ہے کہ وہ تلوار کے ذریعہ پھیلایا گیا ہے یہ اعتراض مسیح موعود کے وقت میں بالکل اُٹھا دیا جاوے گا کیونکہ وہ اسلام کے زندہ برکات اور فیوض سے اُسکی سچائی کو دنیا پر ظاہر کریگا۔ اور اس سے یہ ثابت ہوگا کہ جیسی آج اسی ترقی کے زمانہ میں بھی اسلام محض اپنی پاک تعلیم اور اُس کے برکات اور ثمرات کے لحاظ سے موثر اور مفید ہے ایسا ہی ہمیشہ اور ہر زمانہ میں مفید اور موثر پایا گیا ہے کیونکہ **یہ زندہ مذہب ہے** یہی وجہ تھی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جب آنیوالے مسیح موعود کی پیشگوئی فرمائی اسکے ساتھ ہی یہ بھی فرمایا یَضَعُ الْحَرْبَ وہ لڑائیوں کو اُٹھا دیگا۔ اب ان ساری شہادتوں کو جمع کرو۔ اور بتاؤ کہ کیا اسوقت ضرورۃ نہیں کہ کوئی

آسمانی مرد نازل ہو؟

جب یہ مان لیا گیا کہ صدی پر مجدد آتا ضروری ہے تو پھر اس صدی پر مجدد یقیناً ہوگا۔ پھر جب سلسلہ موسوی میں [illegible] کی مماثلت ضروری ہے تو اس مماثلت کے لحاظ سے ضروری ہے کہ اس صدی کا مجدد مسیح ہو کیونکہ چودھویں صدی ہی پر موسیٰ کے بعد آیا تھا۔ اور آجکل چودھویں صدی ہے چودہ کے عدد کو بڑی مناسبت ہے چودھویں صدی کا چاند کامل ہوتا ہے اسی کیطرف اللہ نے لقد نصرکم اللّٰہ ببدر و انتم اذلۃ میں اشارہ کیا ہے یعنی ایک بدر تو وہ تھا کہ رسول اللہ صلعم نے اپنی مخالف فوج پر فتح پائی۔ اسوقت بھی آپکی جماعۃ قلیل تھی اور ایک بدر یہ ہے۔ بدر میں چودہویں صدی کیطرف اشارہ ہے اسوقت بھی اسلام کی حالت اذلہ کی رہی ہے۔ سو ان سارے وعدوں کے موافق اللہ تعالیٰ نے

مجھے مبعوث کیا ہے۔

احادیث میں یہ بھی آیا ہے کہ آنے والے موعود کے وقت دنیا **ظلم اور زور** سے بھری ہوئی ہوگی ظلم اور زور سے یہ مراد نہیں کہ اسوقت حکومت ظالم ہوگی جو لوگ یہ سمجھتے ہیں وہ سخت غلطی کرتے ہیں آنے والے مسیح کے وقت میں ضروری ہے کہ سلطنت عادل ہو اور امن ہو اور ہم اللہ تعالیٰ کا شکر کرتے ہیں کہ ہمکو ایسی عادل اور امن دوست گورنمنٹ اس نے عطا کی ہے جسکی نظیر آج دنیا کی کسی سلطنت میں نہیں ملتی ہے جیسے مسیح کے زمانہ میں رومی گورنمنٹ جو اپنے عدل و انصاف کے لیے مشہور تھی۔ مگر ہماری گورنمنٹ رومی گورنمنٹ سے بدرجہا بہتر اور بڑھ چڑھ کر عادل ہے یہاں تک کہ اس مقدمہ میں جو پادری مسٹر مارٹین کلارک کیطرف سے مجھ پر ہوا تھا کپتان ڈگلس جو ان دنوں گورداسپور کا کمشنر تھا۔ باوجودیکہ بعض کوتاہ اندیشوں کا یہ خیال تھا کہ ایک معزز پادری کیطرف سے مقدمہ ہے لیکن اس انصاف پسند حاکم نے اصلیت کو نکال لیا اور معلوم کر لیا کہ وہ مقدمہ بعض ادنیٰ درجہ کے آدمیوں کی چالاکی کا نتیجہ تھا۔ کپتان ڈگلس جو آجکل دہلی میں ڈپٹی کمشنر ہیں ہمیشہ تک اس عدیم المثل انصاف کے باعث مشہور رہیں گے اور یہ تو گورنمنٹ کے ایک عہدہ دار کی مثال ہے

سورۂ جمعہ پر حضرت حکیم الامۃ کا وعظ

گذشتہ اشاعت سے آگے۔

کثرت کے ساتھ وہ لوگ جو علما کہلاتے ہیں ایسے ملیں گے جو یہ کہتے ہیں کہ تَبَارَكَ الَّذِي یاد ہے اور کچھ نماز جنازہ آجاوے گویا سارے قرآن میں انکو اتنی ہی ضرورت ہے کہ مردے یا نئے تعلق نکاح وغیرہ سے کچھ مل جاوے۔ قرآن کی غرض وغایت ان کے نزدیک صرف اتنی ہی ہے اس سے آگے کچھ نہیں۔ مصنفوں کو دیکھو کتابیں لکھتے ہیں مطلب صرف اتنا ہے کہ کچھ فائدہ ہو ان اسفار کا نتیجہ گدھے کی طرح ہے جو فوائد قلیل کے لیے اسقدر بوجھ اٹھاتا ہے کیا بری مثال ہے وہ جامع اخلاق انسان جو صفات عالیہ کا وارث ہوسکتا ہے اور خدا تعالےٰ کے فضل ورحم کا وارث بن سکتا ہے وہ انسان جس کا خدا اللہ ہے اور بچھڑا نہیں وہ اس بات پر ایمان لا سکے کہ اخلاق فاضلہ کے حاصل کرنے مثالی زندگی کو معلوم کرنے کے لیے ضروری ہے کہ کوئی معلم آوے جو مزکی ہو اور تالی آیات اللہ کا مجھے اس آیت نے بارہا متاثر بنایا ہے اَفَلَا يَرَوْنَ اَلَّا يَرْجِعُ اِلَيْهِمْ قَوْلًا وہ معبود کیسا ہو سکتا ہے جو کسی کی بات کا جواب ہی نہیں دیتا اگر وہ کسی ایک سے بھی بولتا تو کم از کم یہ الزام اٹھ جاتا۔ جو لوگ یہ مانتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ اب کسی سے کلام نہیں کرتا مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ وہ بچھڑے خدا پر ایمان لائے ہیں نہ کہ متکلم خدا پر۔ وہ ہرگز نہیں مانتے کہ وہ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ خدا ہے ایک نیچری۔ ۔ کہتا ہے کہ دعاؤں کا کچھ نتیجہ اور اثر نہیں اس قسم کا اعتقاد رکھنے والا بھی خدا کو بچھڑا ہی مانتا ہے اسلام کے خدا پر وہ یقین نہیں لاتا جسکی بابت یہ تعلیم دینا یا سکھنا ضروری ہے کہ وہ اللہ وہی ہے جس نے فرمایا اُدْعُوْنِیْۤ اَسْتَجِبْ لَكُمْ

غرض انسان اسفار سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا جب تک معلم مزکی ۔ موجود نہ ہو۔ اگر ساری دانش اور قابلیت کتابوں پر منحصر ہوتی تو میں سچ کہتا ہوں کہ میں سب سے بڑھ کر تجربہ کار ہوتا کیونکہ جسقدر کتابیں میں نے پڑھی ہیں بہت تھوڑے ہوں گے جنھوں نے اسقدر مطالعہ کیا ہو اور بہت تھوڑی ہونگے جنکے پاس اسقدر ذخیرہ کتب کا ہو گو مگر میں یہ بھی سچ کہتا ہوں کہ وہ ساری کتابیں اور سارا مطالعہ بالکل رائگاں اور بیفائدہ ہوتا اگر میں امام کے پاس اور اسکی خدمت میں نہ ہوتا۔ مجرد کتابوں سے آدمی کیا سیکھ سکتا ہے جبتک مزکی نہ ہو اب میری حالت یہ ہے کہ جبکہ مینے محض خدا کے فضل سے راستبازہ کو پالیا ہے تو ایک منٹ بھی اس سے دور رہنا نہیں چاہتا یہانتک کہ ایک نے ہزار روپیہ دیکر بلوانا چاہا مگر مینے گوارا نہ کیا۔ پھر اسپر مجھے تعجب اور حیرت ہوتی ہے کہ ہمارے دوسرے بھائی کیونکر قادیان سے باہر جانا چاہتے ہیں۔ میں یہ باتیں صرف تحدیث بالنعمۃ کے طور پر کہتا ہوں شاید کسیکو فائدہ ہو + کہ مینے بہت کتابیں جمع کیں لیکن جو کچھ مجھے ملا محض اسکے فضل سے ملا۔ تم نہ تھے کوئی دعویٰ نہ تھا اسوقت میرے دل نے مان لیا تھا کہ یہ سچا ہے میرے لیے اسکی سچائی کی دلیل اور نشان میں آپ ہی تھا پھر میرا لڑکا عبد الحی آیۃ اللہ ہے محمد احمد مرگیا تھا لودھیانہ کے ایک معترض نے اسپر اعتراض کیا میرے غافل قلب نے اسکی پرواہ نہ کی اور حقیقت میں میری یہ حالت تھی کہ میں محض اولاد کا خواہشمند نہ تھا میں اسی مجلس میں ایک شخص کو بطور شہادت پیش کرسکتا ہوں اور وہ ایڈیٹر الحکم ہے کہ ایک طبیب نے جو اشتہاری ہے مجھے اسکی معرفت پیغام دیا کہ تم میرا علاج کرو تمھارے میاں اولاد ہو جاوے گی۔ میں نے اسکو یہی جواب دیا کہ مجھے محض اولاد کی ضرورت نہیں بلکہ سعادت مند اولاد کی ضرورت ہے اگر اس کا کوئی نسخہ تمھارے پاس ہو تو میں کئی ہزار روپیہ دینے کو طیار ہوں اسکا جواب اس نے کچھ نہ دیا۔ (ایڈیٹر۔ یہ واقعہ بالکل درست اور صحیح ہے) غرض مینے اس لودھیانوی معترض کی تحریر کا کچھ بھی لحاظ نہ کیا اور [illegible] مدا کی مگر میرے آقا امام نے اسپر توجہ کی اور [illegible] بشارت ملی جو انوار الاسلام کے [illegible] پر درج ہے اور پھر اس کے چند برس [illegible] بچہ جس کا نام عبد الحی ہے پیدا ہوا (۲) کشف کے مطابق اسکے جسم پر بعض پھوڑے پھنسی نکلے جن کے علاج میں میری طبابت گر دکھی [illegible] ان پھوڑوں کی باعث سخت تکلیف تھی اور وہ ساری رات اور دن بھر تڑپتا اور بیچین رہتا جسکے ساتھ ہمکو بھی کرب ہوتا مگر ہم مجبور تھے کچھ نہ کرسکتے تھے ان پھوڑوں کے علاج کیطرف بھی اس کشف میں ایما تھا اور اسکی ایک جز ہلدی تھی اور اس کے ساتھ ایک اور دوائی تھی جو یاد نہ رہی تھی ہم نے اس کے اضطراب اور کرب کو دیکھکر چاہا کہ ہلدی لگائیں آپ نے کہا کہ میں جرأت نہیں کرسکتا کیونکہ اسکا دوسرا جز یاد نہیں مگر ہم نے غلطی کھائی اور ہلدی لگا دی جس سے وہ بہت ہی تڑپا اور آخر ہمکو وہ دھونی پڑی۔ اس سے ہمارا ایمان تازہ ہوگیا کہ ہم کیسے ضعیف اور عاجز ہیں کہ اپنے قیاس اور فکر سے اتنی بات نہیں نکال سکے۔ اور یہ ماموروں اور مرسلوں کی جماعت ایک مشین اور کل کیطرح ہوتے ہیں جس کے چلانے والا اللہ تعالےٰ ہی ہوتا ہے اس کے بلائے بغیر یہ نہیں بولتے غرض میرا ایمان ان نشانوں سے بھی پہلے کا ہے۔ اور یہ خدا کا فضل ہے کہ اس نے ہمکو نشان کے بغیر نہ چھوڑا سیکڑوں نشان دکھا دیے۔ اور خود میرے ہی گھر میں نشان موجود ہے جسکا مینے ذکر بھی کیا ہے۔

یہ بات بھی یاد رکھو کہ جو لوگ اپنا ایمان کسی نشان سے مشروط کرتے ہیں وہ ٹھوکر کھاتے ہیں کیونکہ وہ اللہ تعالےٰ کو آزمانا چاہتے ہیں اور اس سوء ادبی اور جرأت کی سزا انکو یہ ملتی ہے کہ وہ محروم رہ جاتے ہیں یہی وجہ ہے کہ جو لوگ اقتراحی معجزات مانگتے ہیں انکو کوئی نشان نہیں دیا جاتا مینے اب بھی ایسے لوگ دیکھے ہیں جو اس قسم کے اعتراض اور جراءت کیا کرتے ہیں کہ اتنے عرصہ میں فلاں قسم کا عذاب ہمپر آجائے۔ وہ اللہ تعالےٰ کو اپنی عقل اور رحم کے پیمانہ میں محدود کرنا چاہتے ہیں اور اسپر حکومت کی خواہش کرتے ہیں حالانکہ اَللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰۤى اَمْرِهٖ اس کی شان ہے۔

مختصر یہ کہ ہم محتاج تھے اور قحط زدہ تھے قطرتاً ہم چاہتے تھے کہ اسوقت ہماری دستگیری کیجاوے لیکن ہماری صرف صورۃ سوال تھی اگر ہم میں عقل ہوتی تو زمانہ کی حالت کو دیکھکر آنیوالے کی تلاش کرتے مگر میں پھر بھی اللہ تعالیٰ کے بڑے فضل کا شکریہ کرتا ہوں کہ اس نے مجھے ٹھوکر نہیں کھانے دی بلکہ میری حفاظت فرمائی

(باقی آیندہ)

ڈائری حضرت امام الزمان سلمہ الرحمان

بقیہ دربار شام

اس لیے اسقدر مانگو کہ اس نقطہ تک پہنچ جاؤ کہ رقت پیدا ہو جائے۔ جب یہ حالت میسر آجاوے تو دل خود محسوس کر لیتا ہے کہ یہ تغیر خدا نے کیا ہے ایکبار بھی اس کا تجربہ ہو جائے گا تو اس کی چاشنی لگ جائیگی۔ مشکلات اجنبیت کے لیے ہوتے ہیں جب وہ اجنبیت جاتی رہی تو مشکلات بھی نہیں رہتی ہیں بلکہ لذۃ کے ساتھ نماز اور دعا کی طرف توجہ کرتا ہے + یاد رکھو ساری لذتیں خدا تعالےٰ کی یاد اور محبت میں ہیں اور یہ لوگ جو دنیا داری کی عیش و عشرت میں بظاہر زندگی بسر کر رہے ہیں یہ بہائم کی زندگی ہے عارف تو ان کے دیکھنے سے بھی متنفر ہوگا۔ افسوس ہے کہ ایک مختصر سی زندگی میں جس کی بابت اتنا بھی یقین نہیں کہ رات کو سوئیں گے تو صبح زندہ اٹھیں گے اسقدر غفلت سے کام لے رہے ہیں ایسے لوگوں کو مرنے کے وقت حسرۃ ہوگی۔ اسلیے یہ سچی بات ہے کہ ایمان کا پہلا نشان یہی ہے کہ دنیا اور اسکی شان و شوکت مردہ کیڑے سے بھی کمتر دکھائی دے اور زینت الدنیا پر کوئی حسرت نہ کرے۔ میں سچ کہتا ہوں کہ یہ لوگ بد قسمت ہیں اور انکی بہائم کی سی زندگی ہے انسان کو لازم ہے کہ وہ ہمیشہ منقطعین کا شوق کرے انکے سوا سب مردہ ہیں زندہ وہی ہوتے ہیں اور ذو حظ عظیم وہی ہیں جنکو خدا زندہ کرتا ہے اور جنکو دیکھکر دنیا اور دین کے مصائب دور ہوتے ہیں اور انسان رحمۃ کے قریب آتا ہے۔ لعنۃ کے قریب جاکر لعنۃ ہی کا حقدار ہوگا۔ یقیناً یاد رکھو کہ دنیا بے ثبات ہے اسی لیے حکم ہے کونوا مع الصادقین فرمایا صادقوں کے ساتھ ہو جاؤ تا کہ تم بھی صادق بنو۔

عرب۔ مجھے یہاں رہنے سے بڑا فائدہ ہوا ہے اور اب میں عجیب عجیب خواب دیکھتا ہوں۔

حضرۃ ؑ نشو و نما اور ترقی رفتہ رفتہ ہوتی ہے آپ کی خوش قسمتی ہے جو آپ یہاں آ گئے اور رہے ورنہ وہ اگر رہا ہوتا تو آپ اس تماشاگاہ میں بجز لاف و گزاف کے کیا لے جاتے ہم تو ان کھیل تماشوں سے ایسے متنفر ہیں کہ اگر قریب بھی ہو تو یہ کہیں کہ کب یہاں سے اٹھ جائیں۔

عرب میں ایمان سے کہتا ہوں کہ اب مثقال ذرہ بھی حسرت نہیں رہی۔

حضرۃ ؑ اچھا اللہ تعالےٰ ثابت قدم رکھے اور ترقی بخشے

عرب فرشتوں کے متعلق کیا بات ہے آپ نے کبھی انکو دیکھا ہے

حضرۃ ؑ ہمتو ہر روز انکو دیکھتے ہیں بعض وقت مجسم ہو کر نظر آتے ہیں۔ اسپر حضرۃ ؑ نے تین چار واقعات فرشتوں کے مجسم ہونیکو بیان فرمائے۔ انہیں سے ایک واقعہ وہ ہے جب آپ مبعوث اور مامور ہونے سے پہلے روزہ رکھا کرتے تھے۔ ملائکہ کی جماعۃ نے کہا کہ یہ شخص اسقدر مشقت کیوں اٹھاتا ہے اور ایک یہ واقعہ بیان فرمایا کہ ایک بڑے میدان میں ایک بارہ برس کے لڑکے کی عمر کی شکل میں متمثل دیکھا اور اُس کے پاس آپ گئے تو اُس نے ایک بڑا نان سفید جو پاکیزہ اور درخشاں تھا آپکو دیا اور کہا کہ یہ تو تمہارے اور تمہارے ساتھ کے درویشوں کے لیے ہے۔ اور پھر ایکبار اسی تمثل میں نظر آیا اور کہا کہ خدا تمہاری ساری مرادیں پوری کر دے گا۔

اور ایک وہ واقعہ بیان فرمایا جو قُلْ مَا يَعْبَأُ بِكُمْ رَبِّي لَوْلَا دُعَاؤُكُمْ کے الہام کے ساتھ ہے پھر لیکھرام کے متعلق جو ملائکہ شداد غلاظ نظر آئے انکا ذکر کیا۔ اور واقعہ لیکھرام کے متعلق ایک اور کشف بتایا کہ اس کے مرنے سے پہلے دیکھا کہ ایک چمکیلا نیزہ میرے ہاتھ میں ہے ایسے میں لیکھرام کا سر ہے ایک فرشتہ مجھے کہتا ہے کہ اب یہ نہیں آوے گا۔

فرمایا یہ عجائبات ختم نہیں ہوتے۔ فرشتوں کے متعلق تذکرہ میں رویا اور کشف میں آپنے فرق بتایا کہ رویا میں غیبت حس ہو جاتی ہے اور روح کہیں کی کہیں ہوتی ہے کشف میں مکان نہیں بدلتا معلوم ہوتا ہے کہ اپنے مقام پر ہی ہے آوازیں بھی بعض اوقات سنتا ہے۔ اور کشف بیداری میں بھی ہو جاتا ہے

عَفَتَہٗ إِنِّي أَنَا الصَّاعِقَةُ جو آپ کا الہام ہے اس کے متعلق مولوی عبد الکریم صاحب نے عرض کی کہ یہ بالکل نیا نام ہے فرمایا ہاں یہ ویسا ہی ہے جیسے افطر و اصوم طاعون کے متعلق ہوا تھا۔ ایک وقت روزہ رکھوں گا اور ایک وقت روزہ کھولوں گا حقیقۃ جیسا فرماتا ہے ویسا ہی وقوع میں آتا ہے چند سال سے دیکھتے ہیں کہ شدۃ گرما یا سرما میں طاعون کم ہو جاتی ہے اور بہاری موسم میں چمکتی ہے اسی قسم کے لطیف محاورات میں سے انی انا الصاعقۃ بھی ہے۔

۲ جنوری ۱۹۰۳ء

صبح کی سیر

الہام فرمایا رات مجھے الہام ہوا۔ جَاءَنِيْ آئِلٌ وَّاخْتَارَ وَ اَدَارَ اِصْبَعَہٗ وَ اَشَارَ يَعْصِمُكَ اللّٰهُ مِنَ الْعِدٰى وَ يَسْطُوْ بِكُلِّ مَنْ سَطَا۔ آئل جبرئیل ہے فرشتہ بشارت دینے والا۔ **ترجمہ** آیا میرے پاس آئل اور اس نے اختیار کیا (یعنی مجھے چن لیا) اور گھمایا اپنی انگلی کو اور اشارہ کیا خدا تجھے دشمنوں سے بچائے گا اور ٹوٹ پڑے گا ہر اُس شخص پر جو تجھپر اُچھلا۔

فرمایا ایل اصل میں ایالت سے ہے یعنی اصلاح کرنیوالا اور سیاست کرنیوالا جو مظلوم کو ظالم سے بچاتا ہے یہاں جبرئیل نہیں کہا آئل کہا اس لفظ کی حکمت یہی ہے کہ وہ دلالت کرے کہ مظلوم کو ظالم سے بچاوے اسلیے آئل ہی فرشتہ کا نام رکھا۔

یہ بھی پہلے الہام سے ملتا ہے اور کرچہ تمشی امامک و عادی لک من عادی یہ چند روز پہلے کا الہام ہے

کہ وہ کریم ہے تیرے آگے آگے چلے گا اور جو تجھ سے عداوت کرے گا وہ اس سے عداوت کرے گا۔ آل چونکہ لغت میں مشکل ال سکتا ہو گا یا کم مستعمل ہو گا اسلیے اللہ نے خود ہی اسکی تفصیل کر دی یہ کہکر کہ ال جبرئیل ہے فرشتہ بشارۃ دینے والا

جسطرح انبیا علیہم السلام کے صفات ہوتے ہیں اسیطرح ملائکہ کے بھی صفات ہوتے ہیں اور اصبعہ کے جو معنی کرتے ہیں وہ اجتہادی ہیں اصل حقیقۃ تو اسوقت کھلے گی جب انکا ظہور ہو گا اسپر

ابو سعید عرب صاحب نے عرض کی کہ کاش مجھکو بھی جبرئیل دکھایا جاتا فرمایا جب خدا آپکو وہ آنکھیں عطا کرے گا تو آپ بھی دیکھ لینگے وما نتنزل الا بامر ربک وہ تو خدا کے حکم سے نازل ہوتا ہے

جئت من حضرۃ الوتر +

اسپر اپنا ایک پرانا کشف بیان کیا کہ جب مولوی محمد حسین صاحب نے ہمارے کفر کا فتوی دیا اور لوگوں کو بھڑکایا کہ یہ مسلمان نہیں انکے جنازے درست نہیں اور انکو مسلمانوں کے قبرستانوں میں دفن نہ ہونے دیا جاوے اسوقت چونکہ بغض و عداوت بڑھ گئی تھی ہم گویا تنہا رہ گئے۔ اسوقت مینے کشفی حالت میں دیکھا کہ میرے بڑے بھائی مرزا غلام قادر مرحوم کی شکل پر ایک شخص آیا ہے مگر مجھے فوراً معلوم کرایا گیا کہ یہ فرشتہ ہے مینے کہا کہ تم کہاں سے آئے ہو اسنے کہا کہ جِئتُ مِن حضرۃِ الوِترِ میں جناب باری سے آیا ہوں مینے کہا کہ کیوں؟ اس نے کہا کہ بہت سے لوگ تم سے الگ ہو گئے ہیں اور تمھاری عداوۃ میں بڑھتے جاتے ہیں یہ پیغام دینے آیا ہوں مینے اسکو الگ ہو کر ایک بات کہنی چاہی جب وہ الگ ہوا تو مینے کہا کہ لوگ تو مجھ سے علیحدہ ہو گئے ہیں مگر کیا تم بھی الگ ہو گئے ہو۔ اسنے کہا نہیں ہم تو تمھارے ساتھ ہیں سنا پھر حالت کشف اسپر جاتی رہی۔

حدیث و قرآن

حدیث کے ذکر پر آپ نے فرمایا کہ حدیث پر مدار شریعت اگر رکھا جاوے تو قرآن کو ترک کرنا پڑے گا۔ جو انسان کی تباہی کا باعث ہے سچی بات یہی ہے کہ جو حدیثیں قرآن کی شارح ہیں انکی تو عزۃ اور تعظیم کرو۔ اور جو قرآن کے مخالف ہیں انکو چھوڑ دو۔

عرب صاحب نے سوال کیا کہ جس طرح لوگ مرتے ہیں کیا قیامۃ کو بھی اسی طرح ترتیب وار حاضر ہوں گے یا ایک دم تمام اولین و آخرین۔

فرمایا یہی ثابت ہے کہ ایکدم اٹھیں گے یہ ماننا پڑتا ہے ہمارا خدا بڑا قادر خدا ہے دیکھو نطفہ کیا چیز ہے پھر اس سے کامل انسان بنا دیتا ہے۔ ہر شخص جو خدا کو مانتا ہے اسکو یہ تسلیم کرنا پڑے گا۔ دیکھو آفتاب و ماہتاب جو روشن اجسام ہیں کیا انکو دیکھکر وہ کہہ سکتا ہے کہ انکے بنانے کا سامان کن چھکڑوں پر آیا تھا اور انکا مصالح کہاں سے آیا یہی کہنا پڑے گا کہ انما امرہ اذا اراد شیئا ان یقول لہ کن فیکون پس ہم کو ایسا ہی ماننا چاہیے کہ وہ قیامۃ کو یکدم سب کو اٹھا دے گا اور جن حسرتوں سے مومن مر گئے تھے کہ ہمارے مخالفوں کا کیا حال ہوا ہو گا وہ اسوقت ان کو دکھلا دیا جاوے گا کہ دیکھلو یہ راستباز ہیں اور یہ منکروں کا حال ہے تبھی تو راستبازوں کو لذۃ آئیگی پس جبتک ہم خدا کو صاحب قدرۃ نہ مانیں اسے مان ہی نہیں سکتے۔ پہلے کاموں کو دیکھو تو ہمکو تسلیم کرنا پڑتا ہے پھر کیا وجہ ہے کہ ایک حصہ میں خدا کو مانیں اور دوسرے میں انکار کریں خدا کی صفات اور کام غیر محدود ہیں کیا دنیا کی ہزار در ہزار قدرتیں اسبات کی کافی دلیل نہیں ہیں کہ خدا بڑا قوی خدا ہے۔ خدا کبھی معطل نہیں ہو گا ہمیشہ خالق۔ رازق۔ رب رحیم۔ رحمن ہے اور رہیگا۔ میرے نزدیک ایسے عظیم الشان جبروت والے کی نسبت بحث کرنا گناہ میں داخل ہے۔ اللہ تعالے کوئی ایسی چیز منوانی نہیں چاہتا جسکا نمونہ یہاں نہ دیا ہو۔ ہم لڑکپن میں گلہری کو مارکر پھر زندہ کیا کرتے تھے یعنی اسکو مارکر جب وہ بے حس و حرکت ہو جاوے تو تازہ گوبر میں دبا دیا جاوے تو وہ زندہ ہو جاتی اسی طرح مکھی بھی زندہ ہو سکتی ہے یہ موت حقیقی موت نہیں ہوتی غشی اور نیند کی سی حالت ہوتی ہے اور یہ بھی ایک قسم کی موت ہے یہ نمونہ ہے احیاء موتیٰ کا۔

عرب صاحب نے سوال کیا کہ فرشتہ آکر قبر میں کس زبان میں سوال کریگا

فرمایا ہمیں عربی فارسی اردو انگریزی سنسکرت سب زبانوں میں الہام ہو جاتے ہیں پھر کیا فرشتہ ہر زبان سے قاصر رہ سکتا ہے وہ ہر زبان بول سکتا ہے۔

سوال کیا کہ وہاں کے سوالات محدود ہیں من ربک وغیرہ ہیں وہ سوال خوب یاد کر لیے جاویں تو وہاں پاس ہو سکتے ہیں

فرمایا نہیں ایسا نہیں ہو سکتا یہ ایک ایمانی کیفیت ہے وہ دنیاوی امتحانوں کیطرح نہیں کہ آدمی مکائد و مکر سے پاس ہو سکے بلکہ وہاں جس رنگ کی دل رنگینی ہو گا اسی کا اظہار ہو گا اور اسی کے موافق بوجہ احسن الوجوہ قبر رنج یا راحت کا سامان مہیا کیا جاویگا۔

عرب صاحب نے پوچھا کہ کیا مرنے کے بعد کوئی تعلق زمین سے رہتا ہے؟

فرمایا ہاں ضرور رہتا ہے ایک تعلق مومن کا آسمان سے ہوتا ہے اور ایک قبر سے بھی رہتا ہے اصل حساب کتاب برزخ میں ہو گا اور مقابلہ حشر میں ہو گا تاکہ انبیاء اور ان کے مخالفین کی حالت کا اظہار ہو کہ جنکو دنیا میں ذلیل سمجھا جاتا تھا وہ عزۃ کی کرسی پر بٹھائے جاتے ہیں اور جنکو کاذب کہا جاتا تھا وہی صادق ہیں

سوال کیا کہ کیا حشر میں جسم ہو گا یا نہیں اور ہو گا تو یہی یا اور۔

فرمایا جسم تو ہوں گے مگر یہ نہیں لکھا کہ یہی یا اور۔ تین سال کے بعد پہلا

جسم تو رہتا نہیں۔ اس کا قائمقام نیا جسم آ جاتا ہے پس ہمارا یہ ایمان ہے کہ ایک جسم دیا جاوے گا جیسا اُس علیم کے علم میں ہے وہ قادر ہے کہ اس بدن سے بھی کچھ حصہ لے اور ضرور لے گا اور اس حصہ کو کبھی جلالی رنگ میں غیر فانی کرے۔ سوائے ذات باری تعالیٰ کے کسی دوسرے کی یہ صفت نہیں کہ ابدالآباد تک رہے انسان کو غیر فانی جسم جو دیا جاوے گا یہ خدا کا عطیہ ہوگا۔

سوال کیا گیا کہ حیوانات کو کیوں ایسے جسم نہ ملیں گے **فرمایا** ہم کو ضرورت نہیں کہ اسپر بحث کریں ایک شخص سخاوت کرتا ہے ایک فقیر کو پیسہ دیتا ہے دوسرے کو روپیہ جسکو پیسہ دیا گیا ہے اُس کا حق نہیں کہ جھگڑا کرے۔ بہشت والوں کو ابدالآباد کے لیے رہنا ہوگا البتہ دوزخ کی بابت آیا ہے یاتی علی جہنم زمان لیس فیہا احد ونسیم الصبا تحرک ابوابہا کیونکہ وہ بھی آخر خدا کے ہاتھ سے بنے ہوئے ہیں اُن پر بھی کوئی زمانہ ایسا آنا چاہیے کہ عذاب میں تخفیف ہو۔

یہ معرفت کی باتیں ہیں یہ نہیں لکھا کہ بہشت میں مومنوں کیطرح اُنکو مدارج ملیں گے بلکہ اُن کے ماتھے پر دوزخ کا نشان ہوگا۔

پھر **سوال کیا** کہ ابدی راحت بھی عذاب ہو جاتی ہے فرمایا بہشت میں روز تجدید ہوتا رہے گا اسیطرح دوزخیوں کی بابت لکھا ہے بدّلنٰہم جلودًا غیرھا لیذوقوا العذاب خدا کا بخشش محدود نہیں ہو سکتا یہ بے پایاں ہے اور لدینا مزید کے موافق زیادتی ہوتی رہیگی۔

پھر **پوچھا** کہ جتنے کبھی روزہ نہیں رکھا کیا کروں؟ **فرمایا** گذشتہ کا وسعت کے موافق فدیہ دو اور آئندہ عہد کرو کہ ضرور رکھوں گا۔

۳ جنوری
(صبح کی سیر)

اللہ اور رحمٰن

سیر کو نکلتے ہی سلسلہ کلام یُبَشِّرُکَ الرَّحْمٰنُ الہام سے شروع ہوا فرمایا رحمٰن اپنے اندر بشارۃ رکھتا ہے چونکہ یہ بشارۃ تھی اس لیے اس الہام میں رحمٰن کا لفظ رکھا ہے اور سیئًا کے لفظ میں کچھ خفا تھا جو گو اُسکی عظمت کے لیے ہے مگر ایک خفا ضرور ہے اس لیے اس خیال سے کہ وہم نہ پیدا ہو پھر اور واضح الفاظ میں فرمایا بِشَارَۃٌ تَلَقَّاھَا النَّبِیُّوْنَ۔ یُبَشِّرُکَ الرَّحْمٰنُ میں لام بھی انتفاع کے لیے فرمایا دوسرے الہام وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ الْعِدَا میں اللہ کا لفظ اس لیے رکھا کہ اللہ اپنے جلال کو چاہتا ہے اور اس عصمت میں اظہار جلال مقصود تھا اس لفظ کو اختیار فرمایا۔ جو اسم اعظم ہے۔

موسیٰ و مثیل موسیٰ علیہما السلام

اس ضمن میں فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا اس معیت میں حضرۃ ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ہیں اور گویا کل جماعۃ آپ کی آگئی۔ موسیٰ علیہ السلام نے یہ نہیں کہا بلکہ کہا اِنَّ مَعِیَ رَبِّیْ اس میں کیا سر تھا کہ انھوں نے اپنی ہی ساتھ معیت کا اظہار کیا؟ اس میں یہ راز ہے کہ اَللّٰہ جامع جمیع شیون کا ہے اور اسم اعظم ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کی جماعۃ کے ساتھ اسم اعظم کی معیت مع تمام صفات کے پائی جاتی ہے لیکن موسیٰ علیہ السلام کی قوم شریر اور فاسق فاجر تھی آئے دن لڑتے اور پتھر مارنے کو طیار ہو جاتی تھی اسلیے اُنکی طرف معیت کو منسوب نہیں کیا بلکہ اپنی ذات تک اسی رکھا ہے۔ اس سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور علو مدارج کا اظہار مقصود ہے

ایمان عرفان کیسے ہوتا ہے؟

فرمایا یہ پیشگوئیاں جو ہیں یہ ایمان کو قوی کر کے عرفان بنا دیتی ہیں نری باتوں سے ایمان قوی نہیں ہو سکتا جبتک ہمیں قوۃ کی شعاعیں نہ پڑیں اور یہ اللہ تعالیٰ کے ان نشانات سے پیدا ہوتی ہیں پس ان پیشگوئیوں کو خوب کان کھولکر سُننا چاہیے دوسرے وقت جب یہ پوری ہوتی ہیں تو ایمان کی تقویۃ کا باعث ہو کر اسکو عرفان بنا دیتی ہیں اس لیے جو امر پیشگوئی پر مشتمل ہو میں اُسکو ضرور سُنا دیا کرتا ہوں اور میری غرض اس سے یہی ہوتی ہے یہ ایک نور بخشتی ہیں اور جبتک اللہ تعالیٰ کیطرف سے نور نازل نہ ہو انسان غلطی میں پڑا رہتا ہے

تعبیر الرؤیا

ابو سعید **عرب** صاحب نے اپنی رؤیا بیان کی کہ ایک کتا پیار سے کاٹتا ہے اور پھر اُس نے انڈا دیا جسکو انھوں نے توڑ ڈالا اور وہ بھاگ گیا فرمایا کتا ایک برزخ ہے درندگی اور چرندگی میں جب وہ محبت سے کاٹے تو محبت ہے اور کتے سے مراد خفیف سا دشمن ہوتا ہے اس کے انڈے سے مراد اسکی ذریت ہے جب اُسکو توڑ دیا تو گویا خفیف اور کمزور دشمن کی ذریت کو تلف کر دیا۔

بِئْسَ الْفَقِیْرُ عَلٰی بَابِ الْاَمِیْرِ

فرمایا جس بادشاہ کے ہم زیر سایہ ہیں اُسکو چھوڑ کر دوسروں کے پاس جانا یہ توہین ہے

بئس الفقیر علٰی باب الامیر

مولوی محمد حسین اور اسکا رجوع

ابو سعید **عرب** صاحب نے اپنے ذوق سے بیان کیا کہ محمد حسین والی پیشگوئی یقینًا خدا کیطرف سے ہے **فرمایا** کہ اسمیں کیا شک ہے زور کے ساتھ یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ وہ رجوع کرے گا اور اللہ تعالیٰ نے ایسا ہی مقدر کیا تھا۔ اصل میں محمد حسین زیرک آدمی تھا مگر میں دیکھتا تھا کہ ابتدا سے اسمیں ایک قسم کی خود پسندی تھی پس اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ اسطرح پر اسکا تنقیہ کر دے۔ اس کے لیے استفراغ ہے براہین میں ایک الہام درج ہے جس میں اسکا فرعون نام رکھا گیا ہے اُسنے بھی آخر یہی کہنا تھا کہ اٰمنت بالذی اٰمنت بہ بنوا اسرائیل اس لئے اس کے لیے بھی اٰمنت بالذی کا وقت مقدر ہے اسپر **پوچھا گیا** کہ وہ کیا امر ہے جس کی وجہ سے یہ آخری سعادت

اس کے لیے مقدر ہے **فرمایا** یہ تو اسہی بہتر جانتا ہے مگر اس نے ایک کاتم کیا ہے براہین احمدیہ پر ریویو لکھا تھا اور وہ واقعی اخلاص سے لکھا تھا کیونکہ اسوقت اسکی یہ حالت تھی کہ بعض اوقات میرے جوتے اٹھا کر جھاڑ کر آگے رکھدیا کرتا تھا اور ایکبار مجھے اپنے مکان میں اس غرض سے لے گیا کہ وہ مبارک ہوجاوے اور ایکبار اصرار کر کے مجھے وضو کرایا بغرض بڑا اخلاص ظاہر کیا کرتا تھا کئی بار اس نے ارادہ کیا کہ میں قادیان ہی میں آکر رہوں مگر میں نے اسوقت اسے یہی کہا تھا کہ ابھی وقت نہیں آیا اس کے بعد اسے یہ ابتلا پیش آگیا کیا تعجب ہے کہ اس اخلاص کے بدلے میں خدا نے اسکا انجام اچھا رکھا ہو۔

اسپر ایک بھائی نے **سوال** کیا کہ حضور اب اسے کیسا سمجھیں **فرمایا** اب تو حکم حالت موجودہ ہی پر ہوگا وہ دشمن ہی اس سلسلہ کا ہے دیکھو جب تک نطفہ ہوتا ہے اس کا نام نطفہ رکھتے ہیں گو اسکا انسان بنجاوے گر جوں جوں اسکی حالتیں بدلتی جاتی ہیں اسکا نام بدلتا جاتا ہے مضغہ علقہ وغیرہ ہوتا ہے آخر اپنے وقت جاکر انسان بنتا ہے یہی حال اسکا ہے سردست تو وہ اس سلسلہ کا مخالف اور دشمن ہے اور یہی اسکو سمجھنا چاہیے۔ پھر اس ضمن میں **فرمایا** کو سزا اور عذاب صرف کفر ہی کے باعث نہیں آتا بلکہ فسق و فجور بھی عذاب کا موجب ہوجاتا ہے۔

مفتری آخر تھک جاتا ہے

فرمایا کبھی کوئی جھوٹھ اسقدر چل نہیں سکتا۔ آخر دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ بدی کرنے والے جھوٹے اور فریبی اپنے جھوٹ میں تھک کر رہ جاتے ہیں پھر کیا کوئی ایسا مفتری ہوسکتا ہے جو برابر ۲۵ برس سے خدا پر افترا کرتا ہو اور نہ تھکا ہو اور خدا کو بھی اس کے لیے غیرت نہ آوے۔ بلکہ اسکی تائید میں نشانات ظاہر کرتا رہے۔ یہ عجیب بات ہے۔ ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا خدا تعالے ہمیشہ صادقوں ہی کی نصرۃ اور تائید کرتا ہے۔

دیکھو یہ جو پیشگوئی ہے کہ میری عمر ۸۰ برس کے قریب ہوگی کیا کوئی مفتری اس قسم کی پیشگوئی کر سکتا ہے الخصوصاً اسپر تیس برس گذر بھی گئے ہوں۔ اور ایسا ہی اسوقت جب کوئی نہ جانتا تھا اور نہ یہاں آتا تھا کہا یَاْتُوْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ اور یَاْتِیْكَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ کیا یہ مفتری کر سکتا ہے کہ ایسا کہے اور پھر خدا بھی ایسے مفتری کی پروا نہ کرے بلکہ اس کی پیشگوئی پوری کرنیکو دور و دراز سے لوگ بھی اس کے پاس آتے ہیں اور ہر قسم کے تحائف اور نقد بھی آنے لگیں اگر یہ بات ہو کہ مفتری کے ساتھ بھی ایسے معاملات ہوتے ہیں تو پھر نبوۃ سے ہی امان اٹھ جاوے۔ یہی نشانات ہیں جو ہماری جماعت کی محبت اور اخلاص میں ترقی کا باعث ہو رہے ہیں مفتری اور صادق کو تو اس کے منہ ہی سے دیکھکر پہچان سکتے ہیں۔

فرمایا سچائی کا یہ بھی ایک نشان ہے کہ صادق کی محبت سعید الفطرۃ لوگوں کے دلوں میں ڈالدیتا ہے احمق کو یہ راہ نہیں ملتی کہ نور کا حصہ لے وہ ہر بات میں بدگمانی ہی سے کام لیتا ہے۔

فرمایا ہمکو تکلف اور تصنع کی حاجۃ نہیں خواہ کوئی ہماری وضع سے راضی ہو یا ناخوش ہمارا اپنا کوئی کام نہیں ہے خدا کا اپنا کام ہے اور وہ خود کر رہا ہے۔

فرمایا جب انسان خدا کو چھوڑتا ہے تو پھر وہ مکائد پر بھروسہ کرتا ہے۔

اپنی سچائی پر بصیرت

فرمایا اللہ تعالی ہمکو مجوب ہونیکی حالت میں نہ چھوڑیگا وہ سب پر اتمام حجۃ کریگا

یاد رکھو سماوی اور ارضی آدمیوں میں فرق ہوتا ہے جو خدا کیطرف سے آتے ہیں وہ خود انکی عزۃ کو ظاہر کرتا اور انکی سچائی کو روشن کر کے دکھاتا ہے اور جو اسکی طرف سے نہیں آتے اور مفتری ہوتے ہیں وہ آخر ذلیل ہو کر تباہ ہوجاتے ہیں۔

پیشگوئیوں کے متعلق فرمایا کہ اصل بات یہ ہے کہ خدا تعالے کے وعدے اور اسکا کلام بہرحال سچا ہے ہاں یہ ہوتا ہے کہ کبھی وہ جسمانی رنگ میں پوری ہوتی ہیں کبھی روحانی رنگ میں اور منہاج نبوۃ میں اس کے نظائر موجود ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ کچھ گائیں ذبح ہوتی ہیں تو وہ صحابہ کا ذبح ہونا تھا اور آپ نے دیکھا کہ سونے کے کڑے پہنے ہوئے ہیں جو پھونک مارنے سے اڑ گئے ہیں سے مراد جھوٹے پیغمبر تھے بس خدا کا کلام کسی نہ کسی رنگ میں ضرور سچا ہے۔

جماعۃ کی خوش قسمتی

فرمایا اللہ تعالی نہیں چاہتا کہ ہماری جماعۃ کا ایمان کمزور رہے مہمان اگر نہ بھی چاہے تو بھی میزبان کا فرض ہے کہ اس کے آگے کھانا رکھدے ایسی طرح پر اگرچہ نشانوں کی ضرورت کوئی بھی نہ سمجھے تب بھی اللہ تعالے اپنے فضل سے جماعت کے ایمان کو بڑھانے کے لیے نشانات ظاہر کرتا ہے یہ بھی سچی بات ہے کہ جو لوگ اپنے ایمان کو نشانوں کے ساتھ مشروط کرتے ہیں وہ سخت غلطی کرتے ہیں حضرۃ مسیح کے شاگردوں نے مائدہ کا نشان مانگا تو یہی جواب ملا کہ اگر اسکے بعد کسی نے انکار کیا تو ایسا عذاب ملے گا جسکی نظیر نہ ہوگی۔

ادب طالب

پس طالب کا ادب یہی ہے کہ وہ زیادہ سوال نہ کرے اور نشان طلب کرنے پر زور نہ دے جو اس آداب کے طریق کو ملحوظ رکھتے ہیں خدا انکو کبھی بے نشان نہیں چھوڑتا اور انکو یقین سے بھر دیتا ہے صحابہ کی حالت کو دیکھو کہ انھوں نے نشان نہیں مانگے مگر کیا خدا نے انکو بے نشان چھوڑا؟ ہرگز نہیں تکالیف پر تکالیف اٹھائیں جانیں دیں اعدا نے عورتوں تک کو خطرناک تکلیفوں سے ہلاک کیا مگر نصرۃ ہنوز نمودار نہ ہوئی آخر خدا کے وعدہ کی گھڑی آگئی اور انکو کامیاب کر دیا اور دشمنوں کو ہلاک کیا۔ یہ سچی بات ہے کہ خدا صبر کرنے والوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ اگر وہ پہلے ہی دن ساری نشان ظاہر کر دے تو پھر ایمان کا کوئی ثواب اور نتیجہ ہی نہ ہو۔ عرفان آکر یقین سے تو بھر دیتا ہے مگر اسمیں کچھ بھی شک نہیں کہ ان ساری ترقیات کی جڑ **ایمان ہی ہے** اسی کے ذریعہ سے انسان

بڑی بڑی منزلیں طے کرتا اور سیر کرتا ہے

اسریٰ بعبدہٖ

سُبْحٰنَ الَّذِیْۤ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ سے بھی پایا جاتا ہے کہ جب کامل معرفت ہوتی ہے تو پھر اسکو عجیب و غریب مقامات کی سیر کرائی جاتی ہے اور یہ وہی لوگ ہوتے ہیں جو ادب سے اپنی خواہشوں کو مخفی رکھتے ہیں۔ تمام منہاج نبوۃ اسی پر دلالت کرتا ہے پہلے نشان بھی ظاہر نہیں ہوتے بلکہ ابتلا ہوتے ہیں۔

صدیقی فطرۃ حاصل کرو۔

پس صدیقی فطرۃ حاصل کرنی چاہیے انھوں نے کونسا نشان مانگا تھا شام سے مکہ کو آ رہے تھے راستہ ہی میں خبر ملی وہیں یقین لے آئے۔ اسکی وجہ وہ معرفۃ تھی جو آپ کی تھی معرفۃ بڑی عمدہ چیز ہے جب انسان کسی کے حالات اور چال چلن سے پورا واقف ہو تو اس کو زیادہ تکلیف نہیں ہوتی۔ ایسے لوگوں کو معجزہ اور نشان کی کوئی حاجت ہی نہیں ہوتی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ آپ کے حالات سے پورے واقف تھے اس لیے سنتے ہی یقین کر لیا۔

ہماری بعثت کی غرض۔

فرمایا ہمیں جس بات پر اللہ تعالیٰ نے مامور کیا ہے وہ یہی ہے کہ تقویٰ کا میدان خالی پڑا ہے تقویٰ ہونا چاہیے نہ یہ کہ تلوار اٹھاؤ۔ یہ حرام ہے اگر تم تقویٰ کرنے والے ہوگے تو ساری دنیا تمھارے ساتھ ہوگی پس تقویٰ پیدا کرو۔

جو لوگ شراب پیتے ہیں یا جن کے مذہب کے شعائر میں شراب جزو اعظم ہے انکو تقویٰ سے کوئی تعلق نہیں ہوسکتا۔ وہ لوگ نیکی سے جنگ کر رہے ہیں پس اگر اللہ تعالیٰ ہماری جماعت کو ایسی خوش قسمت دے اور انھیں توفیق دے کہ وہ بدیوں سے جنگ کرنے والے ہوں اور تقویٰ اور طہارت کے میدان میں ترقی کریں۔ یہی بڑی کامیابی ہے اور اس سے بڑھ کر کوئی چیز مؤثر نہیں ہوسکتی۔ اسوقت کل دنیا کے مذاہب کو دیکھلو کہ اصل غرض تقویٰ مفقود ہے اور دنیا کی وجاہتوں کو خدا بنایا گیا ہے حقیقی خدا چھپ گیا ہے اور سچے خدا کی ہتک کی جاتی ہے۔ مگر اب خدا چاہتا ہے کہ وہ آپ ہی مانا جاوے اور دنیا کو اسکی معرفۃ ہو جو لوگ دنیا کو خدا سمجھتے ہیں وہ متوکل نہیں ہو سکتے۔

(اس سیر میں سے ہمنے مضمون غیر کو نکال کر آپؑ ہی کی تقریر کے مختلف فقروں کو ایک جا جمع کر دیا ہے ایڈیٹر)

ظہر سے پہلے لودھیانہ سے آئے ہوئے احباب نے شرف نیاز حاصل کیا قاضی خواجہ علی صاحب نے مولوی محمد حسین صاحب کی ملاقات کا ذکر کیا کہ میں نے انکو کہا تھا کہ قادیان چلو **فرمایا** اگر وہ یہاں آجاوے تو اسکو اصل حالات معلوم ہوں اور ہماری جماعت کی ترقی کا پتہ لگے وہ ابھی تک تین سو تک ہی کہتا ہے اور یہاں اب ڈیڑھ لاکھ سے بھی زیادہ تعداد بڑھ گئی ہے اگر شبہ ہو تو گورنمنٹ کے حضور درخواست کرکے ہماری جماعت کی الگ مردم شماری کرالیں۔ براہین احمدیہ میں جو لکھا تھا کہ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَ الْفَتْحُ وَ انْتَھٰی اَمْرُ الزَّمَانِ اِلَیْنَا اَلَیْسَ ھٰذَا بِالْحَقِّ۔ اب دیکھیں کہ وہ وقت آیا ہی یا نہیں گورنمنٹ پنجاب کی خدمت میں جو میموریل ستمبر ۱۸۹۹ء میں بھیجا گیا تھا اسمیں صاف اس امر کی پیشگوئی ہے کہ یہ جماعت تین سال میں ایک لاکھ ہو جاوے گی اور وہ پوری ہوگئی۔ بہت سے لوگ ایسے ضعفا و غربا میں سے ہیں جو اس سلسلہ میں داخل ہو چکے ہیں مگر آ نہیں سکتے

فرمایا دیندار آدمی دنیا دار کی طرف جو رجوع کرنے میں اپنی ذلت اور توہین سمجھتا ہے۔ ایک صحابی پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ناراض تھے اسوقت ایک بادشاہ نے اپنا سفیر اس کے پاس بھیجا اور چاہا کہ وہ اسکے پاس چلے آویں صحابی نے اس خط کو ایک تنور میں پھینک دیا اور رونا شروع کر دیا کہ ایکطرف تو میری یہ حالت ہے کہ آنحضرۃ صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہیں اور دوسری طرف میں یہانتک گر گیا کہ ایک کافر میرے ایمان میں طمع کرنے لگا جیسے ضرور کوئی سخت معصیت ہوئی ہے۔ جسقدر زیادہ دینداری اور خدا پرستی ہوگی اسی قدر اہل دنیا سے نفرت پیدا ہوگی ہمکو جسقدر تکالیف دیگئی ہیں اور جس قدر سب و شتم کیا گیا ہے یہ ہماری تبلیغ کے لیے ایک ذریعہ ہوگیا ہے جیسے جسقدر گرمی شدۃ سے ہو برسات بھی اسی نسبت سے زیادہ ہوتی ہے عرب کے لوگ عیش و عشرت اور ناپاک خواہشوں اور فعلوں میں مستغرق تھے انہیں مذہب اور مذہبی مباحثات سے کیا کام تھا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابل یوں کھڑے ہوگئے انہوں نے آنحضرۃ صلے اللہ علیہ وسلم کو بڑی تکالیف دیں مگر آخر وہی ہوا جو خدا کا منشا تھا۔ اسی طرح پھر یہاں دیکھلو کسقدر زور شور سے مخالفت ہوئی اور ہو رہی ہے بہت سے لوگ ہیں جو بدعات اور بدکاریوں میں مبتلا ہیں اکثر ہیں جو کنجریوں کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں اور بھنگ چرس مدک تاڑی گانجا شراب وغیرہ پیتے ہیں دہریہ ہوتے ہیں مگر کوئی ان سے تعرض نہیں کرتا۔ برخلاف اس کے ہماری اسقدر مخالفت کی جاتی ہے کہ ایک چھوٹے سے مسئلہ وفات و حیات مسیح پر وہ شور اٹھایا گیا جس کی حد نہیں رہی قتل کے فتوے دیے گئے اسمیں راز یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ کی اشاعۃ چاہی ہے

دربار شام

بیعت کے بعد طاعون کا ذکر ہوا۔ جس پر حضرۃ اقدس نے ایک لمبی تقریر طاعون کے متعلق فرمائی۔ ہم کسی قدر تلخیص کے ساتھ اسکو ذیل میں لکھتے ہیں

تقویٰ کی ضرورت

فرمایا جب تک انسان تقویٰ میں ایسا نہ ہو جیسے اونٹ کو سوئی کے ناکے سے نکالنا پڑے اسوقت تک کچھ نہیں ہوتا جس قدر زیادہ تقویٰ اختیار کرتا ہے اسیقدر اللہ تعالیٰ بھی توجہ فرماتا ہے اگر یہ اپنی توجہ معمولی رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی معمولی توجہ رکھتا ہے خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے عَضِبْتُ غَضَبًا شَدِیْدًا یہ طاعون کے متعلق ہے اور پھر فرمایا اِنِّیْ مَعَ الرَّسُوْلِ اَقُوْمُ وَ اَلُوْمُ مَنْ یَّلُوْمُ اُفْطِرُ وَ اَصُوْمُ میں اپنے رسول کے ساتھ کھڑا ہونگا اور اسکو ملامت کرونگا جو ملامت کرتا ہے

ہیں روزہ کھولوں گا بھی اور روزہ رکھوں گا بھی۔ یہ سب الہام طاعون کے متعلق ہیں علامت ایک دل کے ساتھ ہوتی ہے اور ایک زبان کے ساتھ۔ زبان کے ساتھ تو یہی علامت ہے جو مخالف کرتے ہیں لیکن دل کی علامت یہ ہے کہ ان باتوں کی طرف توجہ نہ کرے جو ہم پیش کرتے ہیں۔ اور اُن پر عمل کے لیے طیار نہ ہو + روزہ رکھوں گا اور کھولوں گا، اسکا مطلب یہ ہے کہ ایک وقت تک گویا طاعون کا زور گھٹ جائے گا یہ روزے کے دن ہوں گے اور ایک وقت ایسا ہوگا کہ اسمیں کثرت سے ہوگی۔ اب دیکھا گیا ہے کہ کثرت سردی اور کثرت گرمی میں اسکی شدت اور تیزی رُک جاتی ہے لیکن بہاری موسم فروری مارچ اور ستمبر اکتوبر میں اسکا زور بڑھ جاتا ہے + مگر یہ یاد رکھنا چاہیے کہ یہ دورے تھمنے والے نہیں ہیں خدا کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے دورے شدید ہیں زمین پر خدا تعالیٰ سے غفلت اور سستی پھیل گئی ہے نیکیوں کی طرف توجہ نہیں رہی ایسی صورت میں کیا اسکا علاج ڈاکٹری اصولوں سے ہوگا یا کوئی اور علاج اثر پذیر ہو سکے گا جب تک خدا کی مرضی نہ ہو۔

مت خیال کرو کہ ہمارا ملک یا شہر یا گاؤں ابھی تک محفوظ ہے یہ کل دنیا کے لیے مامور ہو کر آئی ہے اور اپنے اپنے وقت پر ہر جگہ پھیرے گی۔ اس کے دورے بڑے لمبے ہوتے ہیں بعض وقت لوگ ان وجوہات کو نہیں سمجھ سکتے لیکن یاد رکھو کہ جو کچھ ہو رہا ہے اللہ تعالیٰ کے حکم اور ایما سے ہو رہا ہے اب اس کے وجوہ ہوئے ہیں بائیس برس پہلے خدا نے براہین میں مجھے اسکی خبر دی اور پھر متواتر وقتاً فوقتاً وہ اطلاع دیتا رہا یہانتک کہ جب ابھی پنجاب کے ضلعوں میں تھی تو اُس نے مجھے بتایا کہ کل پنجاب اسکے اثر سے متاثر ہو جائے گا۔ اسوقت لوگوں نے اسپر ہنسی کی مگر اب بتائیں کہ ان کی ہنسی کا کیا جواب ہوا؟ اجنبی لوگ اگر نہ مانیں تو نہ سہی مگر ہماری جماعت جو ان نشانات کو دیکھتی ہے اُسے چاہیے کہ ایسی تبدیلی کرے جو شخص امن کے زمانہ میں خدا سے ڈرتا ہے وہ بچایا جاتا ہے ڈرنیوالے زمانہ میں تو ہر ایک ڈرتا ہے جب سونٹا اُٹھایا جاوے تو اس سے بھیڑ بکری کتا بلی سب ڈرتے ہیں انسان کی اس میں کونسی خوبی ہے یہ تو اسحالت میں ان سے جا ملا۔ ورنہ اسکی دانشمندی اور دوربینی کا یہ تقاضا ہونا چاہیے تھا کہ پہلے ہی سے ڈرتا۔ بعض گاؤں میں سخت تباہی آرہی ہے یہاں تک کہ گھروں کے گھر مقفل ہوگئے۔ جب زور سے پڑتی ہے تو پھر کھا جانے والی آگ کیطرح ہوتی ہے۔ ایک بار بلاد شام میں پڑی تھی تو جانوروں تک کی صفائی اس نے کر دی تھی یہ بڑی خطرناک بلا ہے اس سے بےخوف ہونا نادانی ہے حقیقی ایمان ایک موت ہے جب تک انسان اس موت کو اختیار نہ کرے دوسری زندگی مل نہیں سکتی۔ جو لوگ نری بیعت کر کے چاہتے ہیں کہ خدا کی گرفت سے بچ جائیں وہ غلطی کرتے ہیں انکو نفس نے دھوکا دیا ہے دیکھو طبیب جس وزن تک مریض کو دوا پلانی چاہتا ہے اگر وہ اس حد تک نہ پیوے تو شفا کی اُمید رکھنی فضول ہے مثلاً وہ چاہتا ہے کہ دس تولہ استعمال کرے اور یہ صرف ایک ہی قطرہ کافی سمجھتا ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا پس اس حد تک صفائی کرو اور تقویٰ اختیار کرو جو خدا کے غضب سے بچانیوالا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ رجوع کرنیوالوں پر رحم کرتا ہے کیونکہ اگر ایسا نہ ہوتا تو دنیا میں اندھیر پڑ جاتا۔ انسان جب متقی ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُسکے اور اُسکے غیر میں فرقان رکھ دیتا ہے اور پھر اُسکو ہر تنگی سے نجات دیتا ہے نہ صرف نجات بلکہ یرزقہ من حیث لا یحتسب پس یاد رکھو جو خدا سے ڈرتا ہے خدا اُسکو مشکلات سے رہائی دیتا ہے اور انعام و اکرام بھی کرتا ہے اور پھر متقی خدا کے ولی ہو جاتے ہیں۔

تقویٰ ہی اکرام کا باعث ہے کوئی خواہ کتنا ہی لکھا پڑھا ہوا ہو وہ اسکی عزت و تکریم کا باعث نہیں اگر متقی نہ ہو لیکن اگر ادنیٰ درجہ کا آدمی بالکل اُمی ہو مگر متقی ہو وہ معزز ہوگا یہ دن خدا تعالیٰ کے روزہ کے ہیں انکو غنیمت سمجھو اس سے پہلے کہ وہ اپنا روزہ کھولے تم اس سے صلح کر لو۔ اور پاک تبدیلی کر لو۔ جنوری کا مہینہ باقی ہے فروری میں پھر وہی سلسلہ شروع ہونیوالا ہے۔ ایسی بلاؤں کا باعث مامور کی تکذیب ہوتی ہے اس لیے اور کوئی علاج کارگر نہیں ہو سکتا۔ بعض صحابہ بھی اس مرض سے مرے ہیں لیکن وہ شہید ہوئے جیسے لڑائیاں جو دشمنوں کی ہلاکت کا موجب تھیں انمیں مرنے والے صحابہ بھی شہید ہوئے تھے۔ جو نیک آدمی مرجاتا ہے اُسکو بشارت شہادۃ ملتی ہے جو بد آدمی مرتا ہے اُسکا انجام جہنم ہے۔ جو شخص نیکیوں میں ترقی کرتا اور خدا سے پناہ مانگتا رہتا ہے اللہ تعالیٰ اُسکو بچا لیتا ہے دیکھو یک لاکھ چوبیس ہزار یا کم و بیش واللہ اعلم پیغمبر گذرے ہیں مگر کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ انمیں سے کوئی طاعون سے بھی ہلاک ہوا تھا؟ ہرگز نہیں۔ یہ بلا بھی مامور ہوتی ہے اور خدا کے حکم سے نازل ہوتی ہے اسکی مجال نہیں کہ بلا حکم کوئی کام کرے +

یہاں حضرت نے ہاتھی والی رؤیا سنائی جو کئی مرتبہ شائع ہوئی۔

پھر فرمایا کہ اگرچہ آجکل کسیقدر امن ہے مگر میں ڈرتا ہوں کہ وہ وقت خطرناک زور کا قریب ہے اسلیے ہماری جماعت کو ڈرنا چاہیے اگر کسی میں تقویٰ ہو جیسا کہ خدا تعالیٰ چاہتا ہے تو وہ بچایا جاویگا اس سلسلہ کو خدا نے تقویٰ ہی کے لیے قائم کیا ہے کیونکہ تقویٰ کا میدان بالکل خالی ہے۔ پس جو متقی بنیں گے اُنکو معجزہ کے طور پر بچایا جائے گا۔

عرب صاحب نے پوچھا کہ جو لوگ حضور کو برا نہیں کہتے اور آپ کی دعوۃ کو نہیں سنا وہ طاعون سے محفوظ رہ سکتے ہیں یا نہیں؟

فرمایا میری دعوت کو نہیں سنا تو خدا کی دعوت تو سنی ہے کہ تقویٰ اختیار کریں۔ پس جو تقوے اختیار کرتا ہے وہ ہمارے ساتھ ہی ہے خواہ اس نے ہماری دعوۃ سنی ہو یا نہ سنی ہو کیونکہ یہی غرض ہے ہماری بعثت کی۔

اسوقت تقویٰ عنقا یا کبریت کیطرح ہوگیا ہے۔ کسی کام میں خلوص نہیں رہا۔ بلکہ ملونی ملی ہوئی ہے خدا چاہتا ہے کہ اس ملونی کو جلا کر خلوص پیدا کرو۔ اسوقت ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ کا نمونہ ہے آنحضرة صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت یورپ اور دیگر ممالک کی بگڑی ہوئی حالتوں کا علم نہ تھا خدا تعالےٰ کی وحی پر ایمان تھا اور اب عرفان کی حالت پیدا ہوگئی ہے جو چاہے ان ممالک میں جا کر دیکھ لے

۴ جنوری ۱۹۰۳ء

(صبح کی سیر)

حالات متعلقہ طاعون ہی پر سلسلہ کلام جاری رہا۔ اور اسی کے حسب حال نصائح فرماتے رہے جن کا بہت بڑا حصہ گذشتہ شب کی تقریر کا ماحصل تھا۔

البتہ اس سوال پر کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ غریب آدمی پہلے مرتے ہیں بڑے دولتمند بچے ہوئے ہیں فرمایا اصل بات یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے سنۃ اللہ ایسی ہی رکھی ہے نَاْتِي الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ہی فرمایا ہے مکہ میں قحط پڑا ابو جہل وغیرہ آرام سے گذارتے تھے۔ ابتدا میں بڑے بڑے لوگوں کو الگ رکھتا ہے۔ اور یہ دوسری بات یہ ہے کہ گنہوں کا علم تو اللہ تعالےٰ ہی کو ہوتا ہے۔

جہلم جانے کے متعلق اس امر کے جواب میں کہ لوگوں کا ہجوم ہوگا فرمایا میں بالطبع زیادہ انبوہ کو پسند نہیں کرتا۔ اشاعت کا طریق جو اللہ تعالےٰ نے ہمارے لیے رکھا ہے وہی درست طریق ہے یہاں پر ہر طبقہ کے لوگ چلے آتے ہیں اور بیعت کرتے ہیں اور خطوط کے ذریعہ بھی سلسلہ جاری ہی ہے۔

وصیّت ابراہیم

یہ ایک خطبہ کا مضمون ہے جو جمعة الوداع میں حضرة مولانا مولوی **نورالدین** صاحب حکیم الامتہ نے پڑھا۔ اور ایڈیٹر الحکم نے ناظرین الحکم کے لیے اپنی طرز پر لکھا۔ ایڈیٹر

وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ۔ الی آخرہ

البقرہ رکوع ۱۶ رکوع پارہ اول:

ان آیتوں میں ان کلمات شریف میں اللہ تعالےٰ ایک شخص کی راہ پر چلنے کی ہدایت فرماتا ہے اور وہ انسان اس قسم کا ہے جسکو ہر مذہب و ملت کے لوگ عموماً یا غالباً عظمت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں وہ کون ہے؟ ابو الانبیا حنفا کا باپ ابراھیم علیہ الصلوٰة والسلام۔ یہ ابراہیم وہ ہے جسکی نسبت اس سے پہلے فرمایا وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ کہ جب ابراہیم کو اُس کے رب نے چند باتوں کے بدلے انعام دینا چاہا تو اُس نے انکو پورا کر دکھایا۔

اللہ تعالےٰ جب انسان کو سچے علوم عطا کرتا ہے اور اسکا ان علوم کے مطابق عملدرآمد ہو پھر اس میں وہ قوت مقناطیسی پیدا ہو جاتی ہے اور نیکیوں کا نمونہ ہو کر دوسروں کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔ یہ درجہ اُسکو تب ملتا ہے جب وہ اللہ تعالےٰ کا وفادار بندہ ہو اور اُسکی فرمانبرداری میں ایسا ثابت قدم اور مستقل مزاج ہو کر رنج میں راحت میں عسر میں یسر میں بارسا میں ضرا میں غرض ہر حالت میں قدم آگے بڑھانے والا ہو۔ اور اللہ جلشانہٗ کی وفاداری میں چست ہو۔ اسکو حاجتیں پیش آتی ہیں مگر وہ اسکے ایمان کو ہر حال میں بڑھانے والی ہوتی ہیں کیونکہ بعض وقت

حاجت پیش آتی ہے تو دعا کا دروازہ اسپر کھلتا ہے اور توجہ الی اللہ اور تضرع الی اللہ کے دروازے اسپر کھلتے ہیں اور اسطرح وہ حاجتیں مال و جان کی ہوں۔ عزة و آبرو کی ہوں غرض دنیا کی ہوں یا دین کی اس کے تقرب الی اللہ کا باعث ہو جاتی ہیں۔ کیونکہ جب وہ دعائیں کرتا ہے اور ایک سوز و رقت اور دلگدازی طبیعت سے بابُ اللہ پر گرتا ہے اور اس کے نتیجہ میں کامیاب ہو جاتا ہے تو باب شکر اسپر کھلتا ہے اور پھر وہ سجدات شکر بجا لا کر ازدیاد نعمة کا وارث ہوتا ہے جو ثمرات شکر میں ہیں اور اگر کسی وقت بظاہر ناکامی ہوتی ہے تو پھر صبر کے دروازے اُسپر کھلتے ہیں اور رضا بالقضا کے ثمرات لینے کو طیار ہوتا ہے + اسی طرح یہ حاجتیں جب کسی بدبخت انسان کو آتی ہیں اور وہ مالی۔ جانی یا اور مشکلات میں مبتلا ہوتا ہے۔ تو یہ حاجتیں اور بھی اسکی دوری اور مہجوری کا باعث ہو جاتی ہیں کیونکہ وہ بیقرار مضطرب ہو کر قلق کرتا اور ناامید اور مایوس ہو کر مخلوق کے دروازہ پر گرتا ہے اسوقت اللہ تعالیٰ سے ایسا بیگانہ اور ناآشنا ہوتا ہے کہ ہر قسم کے فریب و دغا سے کام لینا چاہتا ہے اگر کبھی کامیاب ہو جائے تو اسکو اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمة کے ذکر اور اُسکی حمد و ستایش کا موقع نہیں ملتا۔ بلکہ وہ اپنی کرتوتوں اور فریب و دغا اور چالبازیوں کی تعریف کرتا اور پھر بھی وہ تکبر میں ترقی کرتا اور اپنی حیل و تجاویز پر عجب و ناز کرتا ہے۔ اگر ناکام ہوتا ہے تو رضا بالقضا کے بدلے اُسکی مقادیر کو کوستا اور بری نگاہ سے دیکھتا اور اپنے رب کا شکوہ کرتا ہے۔ غرض یہ حاجتیں تو سبکو ہیں انبیا اولیا و صدیقوں اور تمام منعم علیہ گروہ کے لیے بھی مقدر ہوتی ہیں مگر سعید الفطرة کے لیے وہ تقرب الی اللہ کا باعث ہو جاتی ہیں اور اسکو مزید انعامات کا وارث بنا دیتی ہیں اور شقی مضطرب ہو کر قلق کرتا ہے اور ناکام ہو کر سخط علی اللہ کر بیٹھتا ہے۔ کامیابی پر وہ مبتلا فی الشرک ہو جاتے ہیں اور ناکامی پر مایوس۔

مشکلات اور حوائج کیوں آتے ہیں؟ ہمیں ان باریک در باریک مصالح الٰہیہ ہوتے ہیں

کیونکہ مشکلات میں وسائط کا مہیا کرنا تو ضروری ہوتا ہے اس سے پتہ لگ سکتا ہے کہ من یشفع شفاعۃ حسنۃ کا ثواب لینا ہی کیسی نعمت الہی ہے اور پھر ان میں یہ حکمت ہوتی ہے کہ ان خدمات کے ثمرات مساعی جمیلہ ان کی فکر اور محنت پر اللہ تعالیٰ کو انعام دینا منظور ہوتا ہے۔ اور اسطرح پر نہ سنن الہی باطل ہوتے ہیں۔ اور نہ سلسلہ علم ظاہری کا باطل ہوتا ہے۔

غرض سچا اور پکا مومن وہ ہوتا ہے جیسا کہ حضرت امام نے شرائط بیعت میں لکھا ہے کہ رنج میں راحت میں عسر میں یسر میں قدم آگے بڑھاوے اس کا مطلب یہ ہے کہ جب ان امور کا پیش آنا ضروری ہے تو ہر ایک حالت میں فرمانبردار انسان کو چاہیئے کہ ترقی کرتا رہے اور تعالیٰ کی طرف توجہ کرے تا کامیابی کی راہیں اسے مل جائیں۔ اور یہ ساری باتیں ابراہیمی ملۃ کے اختیار کرنے سے پیدا ہوتی ہیں۔

ابراہیمی ملۃ کیا ہے یہی کہ اللہ تعالیٰ نے انکو کہا اَسْلِمْ تو فرمانبردار ہو جا۔ انھوں نے کچھ نہیں پوچھا یہی کہا اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اسلام کسی دعوے کا نام نہیں۔ بلکہ اسلام یہ ہے کہ اپنی اصلاح کر کے سچا نمونہ ہو صلح و آشتی سے کام لے فرمانبردار ہو سارے اعضا قلب زبان جوارح اعمال و اموال انقیاد الہی میں لگ جائیں۔ منہ سے مسلمان کہلا لینا آسان ہے۔ شرک حرص طمع اور جھوٹھ سے گریز نہیں زنا چوری غفلت اور کینہ پروری ایذا رسانی سے دریغ نہیں پھر کہتا ہے میں فرمانبردار ہوں۔ یہ دعویٰ غلط ہے۔ کیسا عجیب زمانہ تھا جب یہ دعوے کہ نَحْنُ لَهُ مُخْلِصُوْنَ نَحْنُ لَهُ عَابِدُوْنَ۔ علی رؤس الاشہاد کئے جاتے تھے ایسے پاک مدعیوں کیطرح مومن بننا چاہیے جن کی تصدیق میں خدا نے بھی فرمایا کہ ہاں سچ کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے مخلص عابد ہیں۔ مومن کو اَسْلِمْ کہنے کے ساتھ ہی اَسْلَمْتُ کہنے کے لیے طیار رہنا چاہیئے۔ یہی نکتہ معرفۃ کا ہے جو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیئے۔ اور اسی کے نہ سمجھنے کیوجہ سے فَرِحُوْا بِمَا عِنْدَهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ کے مصداق ہو جاتے ہیں بہت سے لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم مدارج تحقیقات پر پہونچے ہوئے ہیں اس غلط خیال نے بہت بڑا نقصان پہونچایا ہے۔ اسی سے مشرکوں نے استدلال کر لیا بل نَتَّبِعُ مَا اَلْفَیْنَا عَلَیْهِ اٰبَآءَنَا۔

غرض ایک راستباز کی شناخت کے لیے کبھی کوئی مشکل یہود یا نصاریٰ یا منکرین امام پر نہ آتی اگر وہ سمجھتے کہ ایک رسول نے کیا دعویٰ کیا

قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ

انکو کہدو کہ میں نے کوئی نیا دعویٰ نہیں کیا نئے رسول کے لیے مشکلات ہوتی ہیں لیکن جس سے پہلے اور رسول اور نواب اور ملوک اور راستباز گذر چکے ہیں اسکو کوئی مشکلات نہیں ہوتی جن ذرائع سے پہلے راستبازوں کو شناخت کیا ہے وہی ذریعے اسکی شناخت کے لیے کافی اور حجۃ ہیں۔ تعلیم میں مقابلہ کرے اس کا چال چلن دیکھ لے کہ پہلے راستبازوں جیسا ہے یا نہیں دشمن کو دیکھ لے کہ اسی رنگ کے ہیں یا نہیں۔ آدمی کو ایک آسان راستہ نظر آتا ہے مگر خدا کے فضل سے مجھے محض اللہ ہی کے فضل سے اس آیت کے قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ کے بعد راستباز کی شناخت میں کوئی مشکل نہیں پڑی۔

مگر بات یہ ہے کہ تعلیم الہی کے بغیر یہ سمجھ نہیں آسکتی اور تعلیم الہی کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنا یہ قانون ٹھیرا دیا ہے۔

وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ

میں پھر کہتا ہوں کہ ملت ابراہیم بڑی عجیب راحت بخش چیز ہے وہ ملۃ وہ سیرۃ کیا ہے؟ اَسْلِمْ فرمانبردار ہو کر چلو۔ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

پھر اس ملۃ اور سیرۃ کو چونکہ حضرۃ ابراہیم علیہ السلام نے شفا بخش رحمۃ اور نور پایا تھا اس لیے نہ صرف اپنے ہی لیے اسکو پسند کیا بلکہ وَصّٰى بِهَآ اِبْرٰهٖمُ الآیۃ اسی سیرۃ اور ملۃ کی ابراہیم نے اپنی اولاد کو وصیت کی۔ ایک دانا انسان اولاد کے لیے کوئی ضرررساں چیز نہیں چاہتا مکانوں میں ان کیلئے مضبوطی۔ خوبصورتی اور دیگر لوازم کی کیسی سعی کرتا ہے اور کیوں؟ اولاد کی بہتری کے خیال سے یہ انسانی فطرۃ میں ہے کہ وہ اولاد کی بہتری چاہتا ہے پھر ابراہیم جیسا اولوالعزم جلیل انسان جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اَلَّذِیْ وَفّٰی اس نے اپنی اولاد کے لیے کیا خواہش کی ہوگی؟ اور وہ خواہش اس وصیت ابراہیمی سے ملتی ہے اور اس دعا سے اس کا پتہ ملتا ہے جو انھوں نے کی رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ الآیۃ اس وصیت پر غور کر کے ہمیں اندازہ کرنا چاہیئے کہ ہم اپنی اولاد کے لیے کیا خواہش کرتے اور کیا ارادہ رکھتے ہیں۔ الغرض یہی باتیں تھیں یعنی اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار ہونا اور اس کے احکام پر کاربند ہونا انہی کی وصیت اپنی اولاد کو کی اور اس کے پوتے کے بیٹے کریم ابن کریم یوسف بن یعقوب بن اسحاق ... کی یہی یہی ملۃ تھی۔ اب تم سب اپنے اندر ہی اندر سوچو کہ کیا خواہش اور ارادے ہیں۔ میں نے ایک شخص کو کہا کہ قرآن پڑھا کرو اس نے کہا کہ میری شان کے موافق کوئی قرآن مجھے دیدو۔ میری سمجھ میں نہ آیا کہ کیوں اس نے قرآن پر خرچ کرنے سے مضائقہ کیا۔ علی العموم لوگ یہی چاہتے ہیں کہ قرآن مفت مل جاوے اور اخراجات میں خواہ کسی قدر بھی روپیہ خرچ کریں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کیطرف توجہ ہی نہیں۔ دیکھو ہمارے امام کو الہام ہو چکا ہے اور میں اسپر ایسا ہی ایمان لاتا ہوں جیسا کہ سورج کے ہوتے سورج کے وجود پر۔ وہ کہتا ہے کہ جنکی خواہش اور محبت قرآن کریم سے نہ ہوگی انکی اولاد گندہ خراب وخستہ ہوں۔ اب تم سب اپنی اپنی جگہ دیکھو کہ بیاہ شادی اور معاشرت کے وقت کیا کیا خواہشیں ہوتی ہیں۔ ایک طرف انکو رکھو اور دوسری طرف ان پیغام الٰہی پر غور کرو۔ جو امام کی معرفۃ ملا ہے۔

پھر ابراہیم کا پوتا یعقوب اپنی اولاد کو مخاطب کر کے کہتا ہے یَا بَنِیَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى الآیۃ اے میری اولاد اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیے ایک دین برگزیدہ کیا ہے

فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ،

پس تمکو تاکید کرتا ہوں کہ تمھاری موت نہ آئے

مگر ایسے رنگ میں کہ تم مسلمان ہو۔ اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار بندے ہو۔

انسان کو موت کا وقت معلوم نہیں اور پتہ نہیں اُس وقت حواس درست ہوں یا نہ ہوں اور پھر یہ امر اختیاری نہیں اس لیے یہ عقدہ کسطرح حل ہو ایک صحیح حدیث نے اس مسئلہ میں میری رہنمائی کی ہے۔ اور اُس کا مطلب یہ ہے کہ انسان جب عمل کرتا ہے تو فرشتے اُس کے اعمال کو لکھتے جاتے ہیں سعادۃ کے اعمال بھی اور شقاوۃ کے اعمال بھی اور موت کے قریب اُنکی میزان کی جاتی ہے اور پھر وہ مقادیر الٰہیہ سبقت کرتی ہیں اگر وہ لوگوں کی نظر میں نیک تھا پر اللہ سے معاملہ صاف نہیں یا اللہ سے معاملہ صاف ہے مگر لوگوں کی نگاہ میں نہیں تو وہ کتاب باعث ہوتی ہے کہ اُسکا خاتمہ اللہ کی رضا یا سخط پر جیسی صورۃ ہو ہو۔ پس ہر روز اپنے اعمال کا محاسبہ چاہیے + ایک صحابی نے ہماری سرکار صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تھا کہ جاہلیت میں میں نے کچھ صدقات کیے تھے کیا وہ بابرکات ہوں گے؟ ارشاد ہوا کہ **اسلمت ما اسلفت** یہ اسلام اُنکی ہی برکۃ سے تجھے نصیب ہوا ہے۔ موت علی الاسلام اسطرح نصیب ہوسکتی ہے کہ انسان ہر روز محاسبہ کرتا رہے اور اللہ سے اپنا معاملہ صاف کرے۔ اگر تعلقات صحیح نہ ہوں تو توبہ کے دروازے بند ہو جاتے ہیں۔ **ام کنتم شھداء** الآیہ تم تو موجود تھے تمھارے اسلاف گواہی دیتے ہیں کہ یعقوبؑ نے آخر وقت کیا ارشاد کیا کس کی اطاعت کروگے؟ انھوں نے کہا **نعبد الٰھک** ہم اللہ کے فرمانبردار رہیں گے جو تمھارا اور اسحاق اور ابراہیم کا معبود تھا اور وہ ایک ہی تھا **و نحن لہ مسلمون** ہم ہمیشہ اُسی کے فرمانبردار رہیں گے۔ پس یہ حق وصیت کا ہے اور تمام وعظوں کا عطر اور اصل مقصد یہی ہے جو تمھارے سامنے پیش کیا ہے اور یہ وصیت ہے جس شخص کی جو ابو الانبیا اور ابو الحنفا ہے۔

اور اسی کی وصیت کو میں نے تمھارے سامنے پیش کیا ہے پس تم اپنے کھانے پینے۔ لباس دوستی محبت رنج راحت عسر یسر افلاس دولتمندی صحت اور مرض تعلقات و قطع میں اس اصول کو مدنظر رکھو کہ اللہ کی فرمانبرداری سے کوئی قدم باہر نہ ہو پس یہ وصیت تمام وصیتوں کی ماں ہے اللہ تعالیٰ تمھیں توفیق دے کہ ہر حال میں تمھیں اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری مدنظر ہو اور یہ ہو نہیں سکتی جب اللہ تعالیٰ سے بغاوت ہو اور یہ بھی بغاوت ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک کو بڑا بناتا ہے اور اُسکو برگزیدہ کرتا ہے مگر یہ اس کی مخالفت کرتا اور اس سے انکار کرتا ہے برہموں نے اسی قسم کا دعوی کیا ہے جو وہ رسالۃ و نبوۃ کے منکر ہیں۔ یہ بغاوۃ ہے اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ وہ مطاع ہو اور وہ گویا ارادہ الٰہی کا دشمن اور باغی ہے پس **اھدنا الصراط المستقیم** کی دعا کرو۔ علوم پڑھاؤ اور گھمنڈ نہ کرو رنج میں راحت میں اور عسر یسر میں قدم آگے بڑھاؤ۔

خطبہ ثانی

ان اللہ یامر بالعدل والاحسان الآیہ

اس آیۃ میں بڑے حکم ہیں۔ پہلا حکم عدل کا ہے ایک عدل و انصاف بندوں کے ساتھ ہے دیکھو ہم نہیں چاہتے کہ کوئی ہم سے دغا فریب کرے یا ہمارا نوکر ہو تو وہ ہماری خلاف ورزی کرے پس ہمکو بھی لازم ہے کہ اگر ہم کسی کے ساتھ خادمانہ تعلق رکھتے ہیں تو اپنے مخدوم و محسن کی خلاف ورزی نہ کریں اپنے فرائض منصبی کو ادا کریں اور کسی سے کسی قسم کا مکر و فریب اور دغا نہ کریں یہی عدل ہے۔ ہرچہ برخود نہ پسندی بر دیگراں مپسند۔

یہ عدل باہم مخلوق کے ساتھ ہے۔ اور پھر جیسے ہم اپنے محسنوں کے ساتھ تعلقات رکھتے ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ کے ساتھ جو محسنوں کا محسن اور مربیوں کا مربی اور **رب العلمین** ہے اُس کے ساتھ معاملہ کرنے میں عدل کو ملحوظ رکھیں۔ اس کے ساتھ کسیکو شریک نہ کریں اور اُسکا ند اور مقابل تجویز نہ کریں۔

اس کے بعد دوسرا حکم احسان کا ہے مخلوق کے ساتھ یہ کہ نیکی کے بدلے نیکی کرتے ہیں اس سے بڑھ کر سلوک کریں اللہ تعالیٰ کے ساتھ احسان یہ ہے کہ عبادۃ کے وقت ہماری یہ حالت ہو کہ ہم گویا اللہ تعالیٰ کو دیکھتے ہیں اور اگر اس مقام تک نہ پہونچیں تو یقین ہو کہ وہ ہمکو دیکھتا ہے۔

پھر تیسرا حکم **ایتاء ذی القربیٰ** کا ہے ذی القربیٰ کے ساتھ تعلق اور سلوک انسان کا فطری کام ہے جیسے ماں باپ بھائی بہن کے لیے اپنے دل میں جوش پاتا ہے اسی طرح اللہ کی فرمانبرداری میں متوالا ہو۔ کوئی غرض مدنظر نہ ہو۔ گویا محبت ذاتی کے طور پر اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری ہو۔

پھر چوتھا حکم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ منع کرتا ہے ہر قسم کی بے حیائیوں نافرمانیوں اور دوسرے کو دُکھ دینے والی باتوں سے اور ان بغاوتوں سے جو اللہ جل شانہ۔ یا حکام یا بزرگوں سے ہوں اور آخر میں یہ ہے **یعظکم لعلکم تذکرون** اللہ تعالیٰ تمھیں وعظ کرتا ہے غرض اور منشاء الٰہی یہ ہے کہ تم اسکو یاد رکھو۔

دو قسم کے وعظ ہوتے ہیں اور دو ہی قسم کے سُننے والے۔ وعظ کی دو قسمیں تو یہ ہیں کہ کچھ پیسے ملجاویں اور زیادہ مدح سرائی ہو کہ عمدہ بولنے والا ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ تمہارے وعظ میں یہ دونوں باتیں نہیں بلکہ وہ محض نفع کے لیے کہتا ہے جو کہتا ہے اور سُننے والوں میں سے ایک قسم کے لوگ وہ ہوتے ہیں جنکو اسوقت کچھ مزہ آتا ہے اور پھر یاد کچھ نہیں رہتا دوسرے بالکل کورے کا رے ہوتے ہیں پس تم اس قسم کے سُننے والے نہ ہو بلکہ وعظ کی اس غرض کو ملحوظ رکھو

لعلکم تذکرون

اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق دے۔ آمین

آیات الرحمن

کی قیمت ایک روپیہ تھی اب رفاہ عام کے لیے آٹھ آنے کردی گئی ہے یہ کتاب

الدین

عید الفطر کی نماز کے بعد حضرت مولانا مولوی نور الدین صاحب حکیم الامت نے جو خطبہ پڑھا ہے اس کو ہم اس عنوان کے تحت میں درج کرتے ہیں بحولہ و بقوتہ (ایڈیٹر)

لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی

دین کے معاملہ میں جبر نہیں وہ کہلی چیز ہے رشد اور غی الگ الگ چیزیں ہیں رشد کے اختیار کرنے اور غی کے چھوڑنے میں کسی اکراہ کی ضرورت نہیں۔ اس آیت میں تین لفظ ہیں دین۔ رشد اور غی

الدین اللہ تعالےٰ نے اپنی پاک کتاب میں جو دین کی توضیح اور تفسیر فرمائی ہے وہ یہ ہے **ان الدین عند اللہ الاسلام** اللہ تعالیٰ کے حضور دین کی حقیقت اور ماہیت کیا ہے؟ **الاسلام**! اپنی ساری قوتوں اور طاقتوں کے ساتھ اللہ کا فرمانبردار ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان کو لے اور اسپر روح اور راستی سے عمل درآمد کرے۔ **دین** کے متعلق جبرائیل علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور سوال کیا ہے اور آپ نے صحابہ کرام کو بلکہ ہم کو آگاہ کیا ہے کہ یہ جبریل تہا آیا کہ **لیعلمکم دینکم**۔ پس دین کی حقیقت اور اسکا صحیح اور سچا مفہوم وہ ہوگا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسوقت بیان فرمایا۔ **الاسلام** کے معنے یہ ہیں سر رکھدینا۔ جان سے دل سے اعضا سے مال سے غرض ہر پہلو اور ہر حالت میں اللہ تعالیٰ ہی کی فرمانبرداری کرنا۔

دین کے لئے اللہ تعالیٰ نے بہت سی چیزیں عطا فرمائی ہیں جنکے ذریعہ ہم اس کی کامل اطاعت۔ فرمانبرداری اور وفاداری کا اظہار کر سکتے ہیں اور پہران کے ذریعہ سے اندر ہی اندر قویٰ پر حکمرانی کر سکتے ہیں۔ اور ان کو الٰہی فرمانبرداری میں لگا سکتے ہیں۔ غرض دین کی اصل حقیقت جو قرآن شریف نے بتائی ہے وہ مختصر الفاظ میں کامل وفاداری۔ سچی اطاعت اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری ہے

الدین کا پہلا رکن یعنی الایمان

پہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل کے توسط سے جو کچھ صحابہ کو اور ہم کو سکہایا ہے وہ ان سوالات میں بیان ہوا ہے جو صحابہ کی موجودگی میں جبرئیل نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کئے اور جنکی اصل غرض **لیعلمکم دینکم** تہی۔ ان میں سے پہلا یہ ہے **ما الایمان**؟ یا رسول اللہ ایمان کس چیز کا نام ہے؟ فرمایا **ان تومن باللہ**۔ ایمان کی عظیم الشان اور پہلی جزو ایمان باللہ ہے۔ اور یہ بالکل سچی بات ہے کہ ایمان کا سرچشمہ اور اسکی ابتدا اللہ پر یقین کرنے سے شروع ہوتی ہے **ایمان باللہ** کیا چیز ہے؟ اللہ تعالےٰ کو جمیع صفات کاملہ سے موصوف اور تمام محامد اور اسماء حسنیٰ کا مجموعہ اور سمی اور تمام بدیوں اور نقایص سے منزہ یقین کرنا۔ اور اسکے سوا کسی شے سے کوئی امید و بیم نرکہنا اور کسی کو اسکا ند اور شریک ماننا یہ **ایمان باللہ** ہے۔ جب انسان اللہ تعالےٰ کو ان صفات سے موصوف یقین کرتا ہے تو ایسے خدا سے وہی قرب اور تعلق پیدا کر سکتا ہے جو خوبیوں سے موصوف اور بدیوں سے پاک ہوگا۔ پس جس جس قدر انسان فضائل کو حاصل کرتا اور رزائل کو ترک کرتا ہے اسیقدر وہ اللہ تعالیٰ کے حضور اپنے قرب کے مدارج اور مراتب کو بڑہاتا اور اللہ تعالےٰ کی ولائت میں آتا جاتا ہے۔ کیونکہ پاک کو گندے کے ساتھ قرب کی نسبت نہیں ہو سکتی اور جوں جوں رزایل کیطرف جہکتا اور فضائل سے ہٹتا ہے اُسیقدر اللہ تعالیٰ کے قرب سے محروم ہو کر اس کے فیضانِ ولایت سے دور اور مہجور ہوتا جاتا ہے۔

یہ ایک قابل غور اصل ہے اور اسکو کبھی ہی ہاتھ سے دینا نہیں چاہیئے۔ صفات الٰہی پر غور کرو۔ اور وہی صفات اپنے اندر پیدا کرو۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ **قرب الٰہی** کی راہ قریب ہوتی جائیگی۔ اور اسکی قدوسیت اور سبحانیت تمہاری پاکیزگی اور طہارت کو اپنی طرف جذب کریگی۔ بہت سے لوگ اس قسم کے ہیں جو خود ناپاک اور گندی نیت رکھتے ہیں اور پہر کہتے ہیں کہ کیوں ہمکو قرب الٰہی حاصل نہیں ہوتا؟ وہ نادان نہیں جانتے کہ ایسے لوگوں کو قرب الٰہی کیونکر حاصل ہو۔ جو اپنے اندر پاکیزگی اور طہارت پیدا نہیں کرتے قدوس خدا ایک ناپاک انسان سے کیسے تعلق پیدا کرے؟

ایمان بالملائکہ کی [illegible]

ایمان باللہ کے بعد دوسری جزو ایمان کی ایمان بالملائکہ ہے۔ ایمان بالملائکہ کے متعلق مجھے اللہ تعالیٰ نے یوں سمجھ دی ہے کہ انسان کے دل پر ہر وقت ملک اور شیطان نظر رکھتے ہیں۔ اور یہ امر ایسا واضح اور صاف ہے کہ اگر غور کرنے والی فطرت اور طبیعت رکھنے والا انسان ہو تو بہت جلد اسکو سمجھ لیتا ہے بلکہ موٹی عقل کے آدمی بہی معلوم کر سکتے ہیں اور وہ اس طرح پر کہ بعض وقت یکایک بیٹھے بٹھائے انسان کے دل میں نیکی کی تحریک ہوتی ہے یہانتک کہ ایسے وقت بہی تحریک ہو جاتی ہے جبکہ وہ کسی بڑی بدی اور بدکاری میں مصروف ہو۔ میں نے ان امور پر مدتوں غور کی اور سوچا ہے اور ہر ایک شخص اپنے دل کی مختلف کیفیتوں اور حالتوں سے آگاہ ہے وہ دیکہتا ہے کہ کبھی اندر ہی اندر کسی خطرناک بدی کی تحریک ہو رہی ہے اور پہر محسوس کرتا ہے کہ معاً دل میں رقت اور نیکی کی تحریک کا اثر پاتا ہے یہ تحریکات نیک یا بد جو ہوتی ہیں بدوں کسی محرک کے تو ہو نہیں سکتی ہیں پس یہ وہی بات ہے جو میں نے ابہی کہی ہے کہ انسان کے دل کی طرف ملائکہ اور شیاطین نظر رکھتے ہیں۔ بس ایمان بالملائکہ کی اصل غرض یہ ہے کہ ہر نیکی کی تحریک پر جو ملائکہ ہی کی طرف سے ہوتی ہے کبھی کسل و کاہلی سے کام نہ لے اور فوراً اسپر عمل کرنے کو طیار ہو جاوے اور توجہ کرے اگر ایسا نہ کریگا تو **واعلموا ان اللہ یحول بین المرء وقلبہ** کا مصداق ہو کر پہر نیکی کی توفیق سے بتدریج محروم ہو جائے گا۔

[illegible]

یہ پکی بات ہے کہ جب انسان نیکی کی تحریکوں کو ضائع کرتا ہے تو پہر وہ دل پر

وقت مفرصت، اور موقع نہیں ملتا۔ اگر انسان اسوقت متوجہ ہو جاوے تو معاً نیک خیال کی تحریک ہوتی ہے چونکہ اس خواہش کا محرک محض فضل الٰہی سے ملک ہوتا ہے جب انسان اسکی تحریک پر کاربند ہوتا ہے تو پھر اس فرشتہ اور اسکی جماعت کا تعلق بڑھتا ہے اور پھر اس جماعت سے اعلیٰ ملائکہ کا تعلق بڑھنے لگتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہو جاتا ہے۔

ایک حدیث میں صاف آیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی سے پیار کرتا ہے تو جبرئیل کو آگاہ کرتا ہے تو وہ جبرئیل اور اسکی جماعت کا محبوب ہوتا ہے اسیطرح پھر درجہ بدرجہ وہ محبوب اور مقبول ہوتا جاتا ہے یہانتک کہ وہ زمین میں مقبول ہو جاتا ہے۔ یہ حدیث اسی اصل اور راز کی حل کرنیوالی ہے جو میں نے بیان کیا ہے ایمان بالملایکہ کی حقیقت پر غور نہیں کی گئی اور اسکو ایک معمولی بات سمجھ لیا جاتا ہے۔ یاد رکھو کہ ملائکہ کی پاک تحریکوں پہ کاربند ہونے سے نیکیوں میں ترقی ہوتی ہے یہانتک کہ انسان اللہ تعالیٰ کا **قرب** اور دنیا میں **قبول** حاصل کرتا ہے۔ اسیطرح پر جیسے نیکیوں کی تحریک ہوتی ہے میںنے کہا ہے کہ بدیوں کی بھی تحریک ہوتی ہے اگر انسان اسوقت تعوذ استغفار سے کام نہ لے دعائیں نہ مانگے لاحول نہ پڑھے تو بدی کی تحریک اپنا اثر کرتی ہے اور بدیوں میں مبتلا ہو جاتا ہے پس جیسے یہ ضروری ہے کہ ہر نیک تحریک کے ہوتے ہی اسپر کاربند ہونے کی سعی کرے اور سستی اور کاہلی سے کام نہ لے یہ بھی ضروری ہے کہ ہر بد تحریک پر فی الفور استغفار کرے لاحول پڑھے۔ درود شریف اور سورۃ فاتحہ پڑھے اور دعائیں مانگے۔

یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ ایمان باللہ کے بعد ایمان بالملائکہ کو کیوں رکھا ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ ساری سچائیوں اور پاکیزگیوں کا سرچشمہ تو جناب الٰہی ہی ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ کے پاک ارادے ملایکہ پر جلوہ گری کرتے ہیں اور ملائکہ سے پاک تحریکیں ہوتی ہیں۔ ان نیکی کی تحریکوں کا ذریعہ دوسرے درجہ پر چونکہ ملائکہ ہیں اس لئے ایمان باللہ کے بعد اسکو رکھا۔

ملایکہ کے وجود پر زیادہ بحث کی اسوقت حاجت نہیں یہ تحریکیں ہی ملایک کے وجود کو ثابت کر رہی ہیں ان کے علاوہ لاکھوں لاکھ مخلوق الٰہی ایسی ہے جسکا ہم کو علم بھی نہیں اور نہ انپر ایمان لانے کا ہم کو حکم ہے اس کے بعد تیرا جزو ایمان کا **ایمان بالکتب** ہے

براہ راست مکالمہ اول فضل ہے پھر ملایکہ کی تحریک پر عمل کرنا اسکے قرب کو بڑھاتا ہے انکے بعد کتاب اللہ کے ماننے کا مرتبہ ہے کتاب اللہ پر ایمان بھی اللہ کے فضل اور ملایکہ ہی کی تحریک سے ہوتا ہے۔ اللہ کی کتاب پر عمل درآمد جو سچے ایمان کا مفہوم اصلی ہے چاہتا ہے محنت اور جہاد۔ چنانچہ فرمایا **والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا** یعنی جو لوگ ہم میں ہو کر مجاہدہ اور سعی کرتے ہیں ہم انپر اپنی راہیں کھول دیتے ہیں۔ یہ کیسی سچی اور صاف بات ہے میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیوں اختلاف کے وقت انسان مجاہدات سے کام نہیں لیتا۔

کیوں ایسے وقت انسان دبدہا اور تردد میں پڑتا ہے اور جب یہ دیکھتا ہے کہ ایک کچھ فتویٰ دیتا ہے اور دوسرا کچھ تو وہ گھبرا جاتا اور کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا۔ کاش وہ **جاھدوا فینا** کا پابند ہوتا تو اسپر سچائی کی اصل حقیقت کھل جاتی۔ مجاہدہ کے ساتھ ایک اور شرط بھی ہے وہ تقویٰ کی شرط ہے۔ تقویٰ کلام اللہ کے لئے معلم کا کام دیتا ہے

واتقوا اللہ ویعلمکم اللہ

اللہ کی تعلیم تقویٰ پر منحصر ہے اور اسکی راہ کا حصول جہاد پر۔ جہاد سے مراد اللہ تعالیٰ کی راہ میں سعی اور کوشش ہے۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں سعی اور جہاد اور تقویٰ اللہ سے روکنے والی

ترقیات کا مانع ایک خطرناک غلطی ہے

جس میں اکثر لوگ مبتلا ہو جاتے ہیں اور وہ یہ ہے **فرحوا بما عندھم من العلم** کسی قسم کا علم جو انسان کو ہو وہ اسپر ناز کرے اسی کو اپنے لئے کافی اور راحت بخش سمجھے تو وہ سچے علوم اور انکے نتائج سے محروم رہ جاتا ہے۔ خواہ کسی قسم کا علم ہو۔ وجدان کا۔ سائنس کا۔ صرف و نحو یا کلام یا اور علوم غرض کچھ ہی ہو انسان جب انکو اپنے لئے کافی سمجھ لیتا ہے تو ترقیوں کی پیاس مٹ جاتی ہے اور محروم رہتا ہے۔

راستباز انسان کی پیاس سچائی سے کبھی نہیں بجھ سکتی بلکہ ہر وقت بڑھتی ہے اسکا ثبوت اس سے بڑھ کر کیا ہوگا کہ ایک کامل انسان **اعلم باللہ۔ اتقی للہ اخشی للہ** جسکا نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے وہ اللہ تعالیٰ کے سچے علوم۔ معرفتیں سچے بیان اور عمل درآمد میں کامل تھا اس سے بڑھ کر اعلم۔ اتقی اور اخشی کوئی نہیں پھر بھی اس امام المتقین اور امام العالمین کو یہ حکم ہوتا ہے **قل رب زدنی علما**

اس سے صاف پایا جاتا ہے کہ سچائی کے لئے اور اللہ تعالیٰ کی معرفت اور یقین کی راہوں اور علوم حقہ کے لئے اسی قدر پیاس انسان میں بڑھے گی جسقدر وہ نیکیوں اور تقویٰ میں ترقی کرے گا جو انسان اپنے اندر اس پیاس کو بجھا ہوا محسوس کرے اور **فرحوا بما عندھم من العلم** کے آثار پائے اسکو استغفار اور دعا کرنی چاہیئے کہ وہ خطرناک مرض میں مبتلا ہے جو اسکے لئے یقین اور معرفت کی راہوں کو روکنے والی ہے۔

چونکہ اللہ تعالیٰ کی رضا کی راہیں بے انت اور اسکے مراتب و درجات بے انتہا ہیں پھر مومن کیونکر مستغنی ہو سکتا ہے۔ اس لئے اسے واجب ہے کہ اللہ کے فضل کا طالب اور ملایکہ کی پاک تحریکوں کا متبع ہو کر کتاب اللہ کے سمجھنے میں چست و چالاک ہو۔ اور سعی اور مجاہدہ کرے تقویٰ اختیار کرے تا سچے علوم کے دروازے اسپر کھلیں۔

غرض کتاب اللہ پر ایمان تب پیدا ہوگا جب اسکا علم ہوگا اور علم منحصر ہے مجاہدہ اور تقویٰ پر اور **فرحوا بما عندھم من العلم** سے الگ ہونے پر۔

اس کے بعد جو تھا رکن ایمان کا **ایمان بالرسول** ہے۔ بہت سے لوگ ایسے موجود ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس ڈھیروں ڈھیر کتابیں ہیں پرانے لوگوں کی یادداشتیں ہیں ہم نیکی اور بدی کو سمجھتے ہیں کسی مامور و مرسل کی کیا ضرورت ہے؟

(باقی آئندہ)

سلسلہ عالیہ احمدیہ کے متعلق خبریں اور اطلاعیں

حضرت حجۃ اللہ علی الارض مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالےٰ کے کامل فضل و کرم سے تندرست ہیں۔

آپ کے اہل بیت اور صحابہ کبار بھی خدا کے فضل سے ہر طرح بخیریت ہیں و الحمد علی ذالک۔

حضرت صاحبزادہ بشیر الدین محمود احمد صاحب دو چار روز کے لیے لاہور تشریف لے گئے تھے مع الخیر واپس قادیان تشریف لے آئے۔

آج جہلم میں مولوی کرم الدین صاحب کے مقدمہ کی پیشی ہے۔ مفصل حالات پھر۔

مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری اپنے ایک قدیم دوست کے ہمراہ ہفتہ زیر اشاعت میں پولیس کے دو تین آدمی ساتھ لیکر قادیان آئے اور **آریہ مندر** میں فروکش ہوئے اور ۱۱ر جنوری ۱۹۰۳ء کو واپس چلے گئے۔ ان کے آنے اور جانے کی کیفیت بھی ہم اگلی اشاعت میں مفصل تحریر کریں گے۔ جس میں ہم دکھائیں گے کہ ان کے آنے کی کیا غرض تھی۔ اور قادیان میں آکر انہوں نے کیا کیا اور کیا لیکر گئے۔ اس کے ضمن میں وہ خط و کتابت بھی ہم درج کریں گے جو حضرت اقدس سے ہوئی۔

تفسیر القرآن کی ماہوار اشاعت کے متعلق بہت سے خطوط آ رہے ہیں جنہوں نے ہمارے اس ارادہ کو اور بھی مستحکم کر دیا ہے۔ انشاء اللہ العزیز ناظرین تفسیر القرآن کے سلسلہ کو پڑھ کر محظوظ ہوں گے پہلے نمبر کے ان مضامین کی مختصر فہرست جو علاوہ تفسیر القرآن کے ہوں گے ذیل میں دیتے ہیں۔

(۱) کچھ اپنی نسبت (۲) قرآن اپنی نسبت کیا کہتا ہے (۳) قرآن اور حدیث (۴) اصول التفسیر (۵) تفسیر القرآن کا پہلا پارہ اس پر ضروری نوٹ۔ فہرست علاوہ حصہ تفسیر القرآن کے یہ پانچ مضامین ہوں گے انہیں سے بعض غالباً مسلسل ہوں۔

دوسرے پارہ کے جس قدر اجزا اور طیار ہیں وہ بھی اسی کے ہمراہ روانہ کیے جائیں گے اب تک اس کا مکمل نہ ہونا ہماری اپنی غفلت یا سستی کا نتیجہ نہیں بلکہ قدرتی اسباب ایسے پیش آتے رہے ہیں کہ اب تک وہ پورا نہیں ہوا۔ لیکن ہم اس توقف و تعویق کو ضرور مفید سمجھتے ہیں۔ بہر حال پہلا نمبر تو انشاء اللہ تعالےٰ اس مہینہ کی آخری تاریخ تک شائع ہونے کی توقع کی جاتی ہے۔ بحولہ وبقوتہ۔

ہمارا سالانہ ارٹکل ۱۳ر جنوری ۱۹۰۳ء سے پہلے بوجہ مصروفیت مقدمہ شروع نہیں ہو سکتا

اردو میگزین

جیسا کہ پہلے اطلاع دی جا چکی ہے کہ میگزین کے نمبر ۱۱-۱۲- جنوری ۱۹۰۳ء کے میگزین کے ہمراہ روانہ ہوں گے مگر خریداران میگزین کو معلوم ہونا چاہیے کہ اگر پہلی ہی ترتیب پر میگزین شائع ہوتا تو نمبر ۱۱- ۲۰ جنوری کو اور نمبر ۱۲- ۲۰ فروری کو اور جنوری کا میگزین ۲۰ مارچ ۱۹۰۳ء کو علی التواتر شائع ہوتے تو جبکہ جنوری ہی میں تینوں نمبر و مکمل شائع کرنے کی کوشش کی گئی تھی تو آپ لوگ اندازہ کر سکتے ہیں کہ تین مہینے کا کام گویا ایک مہینہ میں کرنا پڑا اور اس پر مقدمہ کی وجہ سے بعض مصروفیتوں نے مہتمم مطبع کو جا بجا خود کئی روز ہیڈ کوارٹر سے غیر حاضر رکھا اسلیے ان تمام مجبوریوں کے ہوتے ہوئے بھی میگزین کے تینوں نمبر ہم ۲۰ جنوری ۱۹۰۳ء تک ناظرین کو پہنچا سکیں تو وہ ہمیں معذور سمجھیں گے۔

بقیہ خط منظوم بنام پیغام بیعت

اقبال

عقل نے ایک دن یہ دل سے کہا
بھولی بھٹکوں کی رہنما ہوں میں
ہوں زمیں پر گذر فلک پہ مری
دیکھ تو کس قدر رسا ہوں میں
علم پلتا ہے میری گود میں
راز ہستی سے آشنا ہوں میں
رہبری دہر یا ہے کام مرا
رشک خضر خجستہ پا ہوں میں
ہوں مفسر کتاب ہستی کی
مظہر شان کبریا ہوں میں
تو مری ہمسری کرے توبہ
دیدۂ ہست کی ضیا ہوں میں
بوند ایک خون کی ہے تو لیکن
غیرت لعل بے بہا ہوں میں
دل نے سنکر کہا یہ سب سچ ہے
پر مجھے بھی تو دیکھ کیا ہوں میں
راز ہستی کو تو سمجھتی ہے
اور آنکھوں سے دیکھتا ہوں میں
میرے دم سے جہان بنتا ہے
اس اندھیرے میں چاندنا ہوں میں
ہے تجھے واسطہ نظاہر سے
اور باطن کو دیکھتا ہوں میں
علم تجھ سے تیرے معرفت مجھ سے
تو خدا جو خدا نما ہوں میں
علم کی انتہا ہے بے چینی
اس مرض کی مگر دوا ہوں میں
شمع تو محفل صداقت کی
حسن کے بزم کا دیا ہوں میں
گلشن طور میں بہار مری
قطرۂ بحر آشنا ہوں میں
تو ہے وابستہ زمان و مکان
اور اس قید سے رہا ہوں میں

باقی آئندہ

انوار احمدیہ پریس دار الامان قادیان میں باہتمام شیخ یعقوب علی تراب ایڈیٹر الحکم طبع ہوا

کلمات طیبات

حضرۃ امام آخر الزمان سلمہ الرحمٰن

گذشتہ اشاعت سے آگے

اب ان تمام امور کو یکجا کر کے دانشمند غور کرے کہ جو کچھ ہم کہتے ہیں کیا وہ اس قابل ہے کہ سرسری نگاہ سے اسے رد کر دیا جاوے؟ یا یہ کہ اس پر پورے غور اور فکر سے کام لیا جاوے جو کچھ ہمارا دعوےٰ ہے کیا یہ صدی کے سر پر ہے یا نہیں؟ اگر ہم نہ آتے تب بھی ہر ایک عقلمند اور خدا ترس کو لازم تھا کہ وہ کسی آنیوالے کی تلاش کرتے کیونکہ صدی کا سر آگیا تھا اور مابعد جبکہ بیس برس گذر گئے ہیں اور بھی زیادہ فکر کی ضرورت تھی۔ موجودہ فساد اپنی جگہ پر پکار پکار کر کہہ رہا تھا کہ کوئی شخص اسکی اصلاح کے لیے آنا چاہیے۔ عیسائیت نے وہ آزادی و بیقیدی پھیلائی ہے جس کی کوئی حد ہی نہیں ہے۔ اور مسلمانوں کے بچوں پر جو اسکا اثر ہوا ہے اسے دیکھکر تو کہنا پڑتا ہے کہ مسلمانوں کے بچے ہی نہیں ہیں ساری باتوں کو چھوڑ دو۔ اس **صلیبی فتنہ** ہی کی اصلاح کے لیے جو شخص آئے گا اسکا نام کیا رکھا جاویگا؟ یہ فتنہ بالطبع اپنی اصلاح کرنیوالے کا نام **کاسر الصلیب** رکھتا ہے اور یہ **مسیح موعود** کا دوسرا نام ہے۔ قرآن اور حدیث نے مختلف طریقوں سے اس مضمون کو ادا کیا ہے اور آنیوالے موعود کی بشارت دی ہے۔ اس کو خوب سمجھ لینا چاہیے کیونکہ جب انسان ناقص طور پر سمجھتا ہے گویا کچھ نہیں سمجھتا۔ لیکن جب کامل غور اور فکر کے بعد ایک بات کو سمجھ لیتا ہے پھر مشکل ہوتا ہے کہ کوئی اسکو گمراہ کر سکے۔ اسلیے میں آپ کو مشورہ دیتا ہوں کہ اس سوال کو حل کرنے کی خوب فکر کریں۔ معمولی اور چھوٹی سی بات نہ سمجھیں بلکہ یہ ایمان کا معاملہ جنت اور دوزخ کا سوال ہے میرا انکار میرا انکار نہیں ہے بلکہ یہ اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار ہے۔ کیونکہ جو میری تکذیب کرتا ہے وہ میری تکذیب سے پہلے معاذ اللہ اللہ تعالےٰ کو جھوٹا ٹھیرا لیتا ہے جبکہ وہ دیکھتا ہے کہ اندرونی اور بیرونی فساد حد سے بڑھے ہوئے ہیں اور خدا تعالیٰ نے باوجود وعدہ **انا نحن نزلنا الذکر و انا له لحافظون** کے انکی اصلاح کا کوئی انتظام نہ کیا؟ جبکہ وہ اس امر پر بظاہر ایمان لاتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے آیۃ استخلاف میں وعدہ کیا تھا کہ موسوی سلسلہ کی طرح اس محمدی سلسلہ میں بھی خلفا کا سلسلہ قائم کرے گا مگر اس نے معاذ اللہ اس وعدہ کو پورا نہیں کیا اور اس وقت تک کوئی خلیفہ اس امت میں نہیں؟ اور نہ صرف یہاں تک ہی بلکہ اسبات سے بھی انکار کرنا پڑے گا کہ قرآن شریف نے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مثیل موسیٰ قرار دیا ہے یہ بھی صحیح نہیں ہے معاذ اللہ کیونکہ اس سلسلہ کی اتم مشابہت اور مماثلت کے لیے ضروری تھا کہ اس چودھویں صدی پر اس امت میں سے ایک مسیح پیدا ہوتا اسی طرح پر جیسے موسوی سلسلہ میں چودھویں صدی پر ایک مسیح آیا۔ اور اسی طرح پر قرآن شریف کی اس آیۃ کو بھی جھٹلانا پڑے گا جو **اٰخرین منھم لما یلحقوا بھم** میں ایک آنیوالے احمدی بروز کی خبر دیتی ہے۔ اور اسطرح پر قرآن شریف کی بہت سی آیتیں ہیں جنکی تکذیب لازم آئیگی بلکہ میں دعوےٰ سے کہتا ہوں کہ **الحمد سے لیکر والناس تک سارا قرآن چھوڑنا پڑے گا** پھر سوچو! کیا میری تکذیب کوئی آسان امر ہے؟ یہ میں از خود نہیں کہتا **خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ حق یہی ہے کہ جو مجھے چھوڑے گا اور میری تکذیب کرے گا وہ زبان سے نہ کرے مگر اپنے عمل سے اس نے سارے قرآن کی تکذیب کر دی** اور خدا کو چھوڑ دیا۔ اسکی طرف میرے ایک الہام میں بھی اشارہ ہے **انت منی و انا منک** بیشک میری تکذیب سے خدا کی تکذیب لازم آتی ہے اور میرے اقرار سے خدا تعالیٰ کی تصدیق ہوتی اور اسکی ہستی پر قوی ایمان پیدا ہوتا ہے۔ اور پھر میری تکذیب میری تکذیب نہیں۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب ہے اب کوئی اس سے پہلے کہ میری تکذیب اور انکار کیلیے جرأت کرے ذرا اپنے دل میں سوچے اور اس سے فتویٰ طلب کرے کہ وہ کسکی تکذیب کرتا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیونکر تکذیب ہوتی ہے اسطرح پر کہ آپ نے جو وعدہ کیا تھا کہ ہر صدی کے سر پر مجدد آئے گا وہ معاذ اللہ جھوٹا نکلا؟ اور پھر آپ نے جو **امامکم منکم** فرمایا تھا وہ بھی معاذ اللہ غلط ہوا ہے اور آپنے جو صلیبی فتنہ کے وقت ایک مسیح و مہدی کے آنے کی بشارت دی تھی وہ بھی معاذ اللہ غلط نکلی کیونکہ فتنہ تو موجود ہو گیا مگر وہ آنے والا امام نہ آیا۔ اب ان باتوں کو جب کوئی تسلیم کرے گا عملی طور پر کیا وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مکذب ٹھہرے گا یا نہیں؟ پس پھر میں کھول کر کہتا ہوں کہ میری تکذیب آسان امر نہیں مجھے کافر کہنے سے پہلے خود کافر بننا ہوگا۔ مجھے بیدین اور گمراہ کہنے میں دیر ہوگی مگر پہلے اپنی گمراہی اور روسیاہی کو مان لینا پڑے گا۔ مجھے قرآن اور حدیث کو چھوڑنے والا کہنے کے لیے پہلے خود قرآن اور حدیث کو چھوڑ دینا پڑے گا اور پھر بھی وہی چھوڑے گا۔ **میں قرآن اور حدیث کا مصدق و مصداق ہوں** میں گمراہ نہیں بلکہ **مہدی ہوں**۔ میں کافر نہیں بلکہ

انا اول المؤمنین

کا مصداق صحیح ہوں اور یہ جو کچھ میں کہتا ہوں **خدا نے مجھپر ظاہر کیا کہ یہ سچ ہے** جسکو خدا پر یقین ہے جو قرآن اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق مانتا ہے اسکے لیے یہی حجت کافی ہے کہ میرے منہ سے سنکر خاموش ہو جائے لیکن جو دلیر اور بیباک ہے اسکا کیا علاج! خدا خود اسکو سمجھا لے گا۔

اسلیے میں چاہتا ہوں کہ آپ خدا کیلیے بیٹھیں اور اس امر پر غور کریں۔ اور اپنے دوستوں کو بھی وصیت کریں کہ وہ میرے معاملہ میں جلدی سے کام نہ لیں بلکہ نیک نیتی اور خالی الذہن ہو کر سوچیں اور پھر خدا تعالیٰ سے اپنی نمازوں میں دعائیں مانگیں کہ وہ ان پر حق کھولدے۔ اور میں یقین رکھتا ہوں کہ اگر انسان تعصب اور ضد سے پاک ہو کر حق کے اظہار کیلیے خدا تعالیٰ کی طرف توجہ کرے تو ایک چلہ نہ گذرنے پائے گا کہ اسپر حق کھل جاویگا۔

مگر بہت ہی کم لوگ ہیں جو ان شرائط کے ساتھ خدا سے فیصلہ چاہتے ہیں +

اور اسطرح اپنی کم سمجھی یا ضد و تعصب کی وجہ سے خدا کے ولی کا انکار کر کے ایمان سلب کر لیتے ہیں۔ کیونکہ جب ولی پر ایمان نہ رہے تو ولی جو نبوۃ کے لیے بطور میخ کے ہے اسی پھر نبوۃ کا انکار کرنا پڑتا ہے ۔ اور نبی کے انکار سے خدا کا انکار ہوتا ہے۔ اور اسطرح بالکل ایمان سلب ہو جاتا ہے + اسوقت ضروری ہے کہ خوب غور کر کے دیکھا جاوے کہ کیا عیسائی فتنہ نہیں ہے جو مِنْ کُلِّ حَدَبٍ يَنْسِلُوْنَ کے مصداق ہو کر لاکھوں انسانوں کو گمراہ کر رہا ہے ۔ اور مختلف طریق اس نے اپنی اشاعت کے رکھے ہیں۔ اب وقت ہے کہ اس سوال کا جواب دیا جاوے کہ اس فتنہ کی اصلاح والے کا نام آنحضرۃ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا رکھا ہے۔ صلیب کا زور تو دن بدن بڑھ رہا ہے اور ہر جگہ اسکی چھاؤنیاں قائم ہوتی جاتی ہیں۔ مختلف مشن قائم ہو کر دور و دراز ملکوں اور اقطاع عالم میں پھیلتے جاتے ہیں اس لیے اگر اور کوئی بھی ثبوت اور دلیل نہ ہوتی تب بھی طبعی طور پر ہمکو ماننا پڑتا کہ اسوقت ایک مصلح کی ضرورۃ ہے جو اس فساد کی آگ کو بجھائے ۔ مگر خدا کا شکر ہے کہ اس نے ہم کو صرف ضروریات محسوسہ مشہودہ تک ہی نہیں رکھا ہے بلکہ اپنے رسول کی عظمۃ و عزۃ کے اظہار کے لیے بہت سی پیشگوئیاں پہلے سے اسوقت کیلئے مقرر رکھی ہوئی ہیں جن سے صاف پایا جاتا ہے کہ اسوقت ایک آنیوالا امر ہے اور اسکا نام **مسیح موعود** اور اسکا کام **کسر صلیب** ہے ۔ اب اس ترتیب کے ساتھ ہر ایک سلیم الفطرۃ کو اتنا تو ماننا پڑے گا کہ بجز اس تسلیم کے چارہ نہیں کہ کوئی **مرد آسمانی** آوے اور اسکا کام اسوقت **کسر صلیب** ہی ہونا چاہیے لیکن غور طلب یہ امر ہے کہ یہ جو فرمایا گیا ہے کہ کسر صلیب مسیح موعود کا کام ہوگا اسکا کیا مطلب ہے؟ کیا وہ **لکڑی کی صلیب کو توڑے گا**؟ اور اس سے فائدہ کیا ہوگا؟ صاف ظاہر ہے کہ لکڑی کی صلیب کو اگر توڑتا پھرے گا تو یہ کوئی عظیم الشان کام نہیں اور نہ اس کا کوئی معتد بہ فائدہ ہو سکتا ہے۔ اگر وہ لکڑی کی صلیب کو توڑ دے گا تو اس کے بجائے عیسائی چاندی اور دھاتوں کی صلیبیں بنا لیں گے ۔ اور اس سے کیا نقصان ہوا۔ اور پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور دیگر بادشاہوں صلاح الدین نے بہت سی صلیبیں توڑیں تو کیا وہ اس ایک امر سے مسیح موعود بن گئے؟ نہیں ہرگز نہیں۔

معلوم ہوا کہ اس سے یہ مراد ہرگز نہیں ہو سکتی کہ وہ لکڑی کی صلیب جو بعض عیسائیوں نے لٹکائی ہوتی ہے مسیح موعود توڑتا پھرے گا بلکہ اس کے اندر ایک حقیقۃ ہے اور اس حقیقۃ کی تائید میں حدیث کا ایک اور لفظ يَضَعُ الْحَرْبَ کا آیا ہے یعنی مسیح موعود لڑائیوں کو اٹھا دے گا۔ اب ہمیں کوئی سمجھائے کہ ایکطرف تو مسیح موعود کا یہ کام ہے کہ وہ لڑائی کے سلسلہ کو یکدفعہ اٹھا دے اور دین کے لیے لڑائی کا نام لینا حرام سمجھا جاوے اور دوسری طرف یہ بھی صاف ثابت ہوتا ہے کہ وہ زمانہ امن کا زمانہ ہوگا. اور سلطنت عادل سلطنت ہوگی جس سے اور بھی تقویت ہوتی ہے اس منشا کی کہ اسوقت لڑائیاں حرام ہوں گی + اچھا لڑائیاں ہونگی نہیں اور صلیب توڑنا مسیح موعود کا کام ہے تو پھر سوچکر دیکھو کہ ہمارے اس دعوی کی تصدیق صاف طور پر ہوتی ہے یا نہیں کہ صلیب توڑنے سے یہ لکڑی یا پیتل وغیرہ کی صلیبیں (جو عیسائی تبرک کیطور پر گلے میں لٹکائے پھرتے ہیں) توڑنا مراد ہو نہیں ہے بلکہ یہ لفظ ایک اور حقیقۃ کیطرف اشارہ کرتا ہے۔

اور وہ **وہی ہے جو ہم لیکر آئے ہیں** ہم نے صاف طور پر اعلان کیا ہے کہ اسوقت **جہاد حرام ہے** کیونکہ جیسے مسیح موعود کا وہ کام ہے يَضَعُ الْحَرْبَ بھی اسیکا کام ہے اس کام کی رعایت سے ہمکو ضروری تھا کہ **جہاد کے حرام ہونیکا فتویٰ صادر** کریں + پس ہم کہتے ہیں کہ اس وقت **دین کے نام سے تلوار یا ہتھیار اٹھانا حرام اور سخت گناہ ہے ہمکو ان وحشی سرحدیوں پر افسوس آتا ہے کہ وہ آئے دن جہاد کے نام سے بعض وارداتیں کرتے ہیں جو دراصل اپنا پیٹ پالنے کے لیے کرتے ہیں اور اسلام کو بدنام کرتے ہیں اور امن میں خلل انداز ہوتے ہیں ایک سچے مسلمان کو ان وحشیوں سے ساتھ کوئی ہمدردی نہیں ہونی چاہیے**

تو پھر یکسر الصلیب کے کیا معنے ہیں؟ ۔ توجہ سے سننا چاہیے کہ مسیح موعود کی بعثت کا وقت غلبہ صلیب کے وقت ٹھیرایا گیا ہے اور وہ صلیب کو توڑنے کے لیے آنیوالا تھا اب مطلب صاف ہے کہ مسیح موعود کی آمد کی غرض عیسوی دین کا ابطال کلی ہوگا۔ اور وہ حجۃ و براہین کے ساتھ جنکو آسمانی تائیدات اور خوارق اور بھی قوی کر دینگے وہ صلیب پرستی کے مذہب کو باطل کر کے دکھا دے گا۔ اور اس کا باطل ہونا دنیا پر روشن ہو جائے گا اور لاکھوں روحیں اعتراف کر لیں گی کہ فی الحقیقت عیسائی دین انسان کے لیے رحمت کا باعث نہیں ہو سکتا ۔ یہی وجہ ہے کہ ہماری ساری توجہ اس صلیب کیطرف لگی ہوئی ہے صلیب کی شکست میں کیا کوئی کسر باقی ہے موت مسیح کے مسئلہ نے ہی صلیب کو پاش پاش کر دیا ہے کیونکہ جب یہ ثابت ہو گیا کہ مسیح صلیب پر مرا ہی نہیں بلکہ وہ اپنی طبعی موت سے کشمیر میں آکر مرا تو کوئی عقلمند ہمیں بتائے کہ اس سے صلیب کا باقی کیا رہتا ہے؟ اگر تعصب اور ضد نے بالکل ہی انسان کے دل کو تاریک اور اسکی عقل کو ناقابل فیصلہ نہ بنا دیا ہو تو ایک عیسائی کو بھی یہ اقرار کرنا پڑے گا کہ اس مسئلہ سے عیسائی دین کا سارا تار و پود ادھڑ جاتا ہے ۔ باقی آئندہ

تقویم احمدیہ ۔ دفتر الحکم کی عجیب و غریب جنتری طیار ہو رہی ہے ۔

حضرت اقدس کی پرانی اور اچھوتی تحریریں

تفسیر آیت

غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ

مغضوب علیہم سے مراد یہود ہیں اور ضالین سے مراد نصاریٰ ہیں یہود نے اتنی ظاہر پرستی کی کہ باطنی احکام کا کچھ لحاظ نہ کیا اور نصاریٰ نے اتنی باطن پرستی کی کہ ظاہری احکام کا کچھ لحاظ نہ رکھا اور احکام الٰہی کو جو چراغ اور حقیقت نما تھے فضول سمجھ کر ترک کر دیا اور ہر ایک کے باطنی معنی کر لئے اور سمجھ لیا کہ مسیح میں وہ سب پورے ہو گئے اس طرح گمراہ ہو گئے اور افراط تفریط میں پڑ گئے اور کلام مجید ان دونوں کو نقطہ اعتدال پر قائم کرتا ہے

سوال

اگر یوں کہیے کہ پہلے سے خدا نے کیوں نہیں ہر ایک کو اعتدال پر قائم کیا

جواب

اس کا یہ ہے کہ انسان میں دو خصلت افراط تفریط کی ضرور ہیں پروردگار نے چاہا کہ امتحان کر کے ان دونوں خصلتوں سے انسان کو بچا وے کیونکہ سوائے تحقق افراط تفریط کے تحقق اعتدال کا محال ہے کل مطالب شائستہ اور عمدہ تمام کتب سابق کہ واسطے تکمیل نفوس ناقصہ بشری کے ہیں سب کلام اللہ میں درج ہیں پس محال ہے کہ کلام ثانی میں تمام مواعظ ربانی اس اختصار اور خوش اسلوبی سے مندرج ہوویں کہ پہلی کتابوں میں اس کی نظیر پائی جاوے لیکن وہ مطلب جس کے حق و ناحق ہونے میں خود عیسائیوں اور یہودیوں کو نزاع ہے وہ بھی اس طرح پر لکھے ہیں کہ جس محل میں یہودی حق بجانب ہیں انکی طرف اشارہ کر دیا اور جس محل میں نصاریٰ حق بجانب ہیں اسکی طرف اشارہ کر دیا۔ جاننا چاہیے کہ مواعظ و حکم کتب ایک تو از قسم حقائق ہیں جو کسی زمانہ کو کسی وقت میں اسکی کمی بیشی منظور ہے جیسے انجیل مرقس میں ساتواں باب ۱۵ آیۃ کوئی چیز جو باہر سے آدمی کے اندر جاتی ہے اسے ناپاک نہیں کر سکتی پر وے چیزیں جو اسمیں سے نکلتی ہیں وے ہی آدمی کو ناپاک کرتی ہیں۔ کیونکہ اندر آدمی کے دل سے برے خیال زناکاری حرام کاری خون چوری لالچ شرارت مکر مستی بدنظری کفر غرور بیوقوفی نکلتی ہے۔ حقیقت دوم جو کوئی اپنی جان بچانی چاہے پر جو کوئی میرے اور انجیل کے لیے اپنی جان کھووے اسے بچاوے گا۔ دوسرے احکام و تہذیب اخلاق جو کمی بیشی قبول کر سکتے ہیں اور حسب استعداد ہو سکتے ہیں جیسے بعض قوم میں غضب غالب ہوتا ہے اور بعض قوم اور باشندوں ملک میں بہتر اور دلاوری غالب ہوتی ہے اور بعض قوم اور باشندہ ملک میں ضعف غالب ہوتی ہے اور کتاب الہامی ہر ایک افراط تفریط حسب حال ان کے معالجہ کرتی ہے سو جاننا چاہیے کہ۔ یہودی صرف ظاہر پرستی اور دلبستگی ظاہری حکموں سے مقدر رکھتے تھے کہ تزکیہ باطن کیطرف بالکل خیال نہ تھا اور سوائے تسلیم احکام ظاہری مثل نہانا اور غسل کرنا اور بدن صاف رکھنا اقدام سب محارم کا کرتے تھے واسطے معالجہ اس قدر افراط کے جو ان کے وجود پر غالب ہو گیا تھا تقاضا حکمت ربانی کا یہ ہوا کہ یک لخت تمام احکام ظاہری موقوف کیے گئے اور نہایت مبالغہ سے واسطے تصفیہ باطن اور تزکیہ نفس کے توجہ دلائی گئی خلاصہ مضمون انجیل کا اسی قدر ہے اور ہر ایک وعظ و تعلیم اس کا اسی پر دلالت کرتا ہے پر فرقان مجید میں بدستور احکام حسب استعداد ان کے مقرر کیے گئے اور نمونے بھی بدستور مقرر کیے گئے کیونکہ نمونہ اصل سے لازم پڑا ہوا ہے کہ اصل کو یاد دلایا جاوے اور اصل کی معرفت سوائے نمونہ کے ممکن نہیں اور انجیل صرف واسطے تنبیہ کے تھی اسواسطے اسمیں نہایت کوشش اور مبالغہ سے باطن کیطرف توجہ دلائی گئی اور ظاہری نمونے بالکل ساقط کیے گئے الا یہ دونوں امر یعنی ساقط کرنا ظاہری احکام کا اور نہایت مبالغہ تزکیہ باطن کیطرف معالجہ خاصہ انہی افراط کا تھا اور ہرگز ممکن نہیں کہ یہ دونوں امر دوام اور استمرار کے واسطے مقرر کیے جاویں بس جبکہ اکثر افراد یہود کو تنبیہ ہو گئی اور اکثر افراد نصاریٰ کی تفریط کی طرف مائل ہو گئے یعنی جیسے یہود باطن کا انکار کرتے تھے ویسے ہی نصاریٰ ظاہر کا انکار کرنے لگے اور تفریط میں اس درجہ میں پہونچ گئے جس درجہ میں یہود افراط میں تھے پس لازم آیا کہ ایک اور کتاب الہامی ہو جو ان دونوں کو نقطہ اعتدال پر قائم کرے اور وہی فرقان مجید ہے اور جیسے یہود باطنی احکام کی بالکل منکر تھے ویسے ہی نصاریٰ بھی ظاہری احکام کے منکر ہوئے یہاں تک کہ کئی برس پہلے سے ہجرت سے بیت المقدس کو مسمار کر دیا جواب یہ کتاب قرآن مجید دونوں فریقوں کو نقطہ اعتدال پر قائم کرتی ہے اور افراط تفریط سے باز رکھ کر حقیقت کیطرف توجہ دلاتی ہے اور زبان شرع میں اسی کا نام نسخ ہے اور کلام اللہ میں مغضوب علیہم نام یہودیوں کا ہے جنہوں نے صرف ظاہر پرستی شروع کر کے باطن کا انکار کیا اور لا الضالین نام نصاریٰ کا ہے جنہوں نے ظاہر کا انکار کیا اور گمراہ ہو گئے کیونکہ ظاہر نمونہ اور چراغ ہے واسطے باطن کے جو کوئی نمونہ چھوڑ دے وہ گمراہ ہو جاتا ہے سو سورہ فاتحہ میں یہی ظاہر ظاہر افراط اور تفریط ان دونوں فرقوں کیطرف اشارہ ہوا ہے جو آیہ

غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ

جشن تاجپوشی شاہ ایڈورڈ ہفتم کی خوشی میں ایک روحانی دعوت

خداوند عالم اس جشن کو مبارک کرے تمام اسلامی اخباروں اور رسالوں کے خریداروں کی خدمت میں اس جشن عظیم کے شکریہ میں تفسیر القرآن الحکیم کا ایک پارہ یعنی پارہ عم مفت پیش

تعطیل جمعہ

الحکم کی کسی گذشتہ اشاعت میں ہم نے اس ضروری میموریل کا تذکرہ کیا تھا جو دربار دہلی کی تقریب پر حضرت اقدس حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تعطیل جمعہ کے متعلق گورنمنٹ آف انڈیا کے حضور ارسال کیا تھا۔ آج ہم اس میموریل کو ذیل میں درج کرتے ہیں اور تمام مسلمان اخبارات کے ایڈیٹر صاحبان سے توقع کرتے ہیں کہ وہ اس کو ایک قومی اور دینی خدمت سمجھ کر نہ صرف اپنے اخبارات میں جگہ دیں گے بلکہ پُر زور الفاظ میں اسکی تائید کریں گے۔

لاٹ کرزن کی گورنمنٹ سے ہمکو بہت بڑی امید اور توقع ہے کہ وہ اس میموریل پر پوری توجہ فرمائیں گے اور ہندوستان کی ۹ کروڑ رعایا کو انکی مذہبی عبادت کے ادا کرنے کے لئے سہولت بہم پہونچا کر اپر احسان عظیم کرنے والے ٹھہریں گے اور اسطرح پر **تعطیل جمعہ** نہ صرف ہمارے قیصر ہند کی تاجپوشی کی عظیم الشان یادگار ہوگی بلکہ **لاٹ کرزن** کی گورنمنٹ کی بھی گرانقدر یادگار ٹھہریگی۔

اور مسلمانان ہند کے دلوں پر انکی عظمت و مہربانی کا گہرا نقش قایم کرکے انکو وفاداری اور ارادت مندی میں اور بھی راسخ کریگی۔

سردست ہم اصل میموریل کو درج کرنا ضروری سمجھتے ہیں اور آئندہ امید کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہمکو توفیق ملی تو اسپر وقتاً فوقتاً یاددہانی کرتے رہیں گے اگرچہ لاٹ کرزن کی فیاض گورنمنٹ ہمکو یقین دلاتی ہے کہ کسی یاددہانی کی ضرورت ہی نہ پڑیگی۔ بہرحال وہ میموریل یہ ہے۔ (ایڈیٹر)

میموریل جو حضرت مسیح موعودؑ نے گورنمنٹ آف انڈیا کی خدمت میں تعطیل جمعہ کے لئے پیش کیا ہے

چونکہ تاج پوشی کا جلسہ جو دہلی میں ہوگا ہر ایک فرقہ رعایا گورنمنٹ برطانیہ کو اس سے بہت خوشی ہے اور مسلمانوں کو ایک خاص خوشی جو اس جلسہ میں انکے اسلامی تخت گاہ کے شہر کو عزت دیگئی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس محسن گورنمنٹ کو مسلمانوں پر ایک خاص نظر عنایت ہے اور مسلمانوں کی مدت دراز سے ایک دلی تمنا ہے جسکے پیش کرنے کے لئے اسوقت سے زیادہ مبارک کوئی وقت نہیں کہ ہمارے بادشاہ عالیجاہ قیصر کی تاج پوشی کے جلسہ کا دن قریب ہے اس لئے مجھے تحریک کی گئی کہ میں اس التماس کو ادب سے پیش کروں کیونکہ میں ایک ایسے مسلمانوں کے گروہ کا امام ہوں کہ جو برٹش انڈیا اور دوسرے مقامات میں ایک لاکھ سے بھی زیادہ ہے اور میں ضروری نہیں سمجھتا کہ میں ان کے نام لکھوں کیونکہ وہ مجھ سے بیعت کرنے والے ہیں یعنی میرے مرید ہیں اور مجھ سے الگ نہیں ہیں یہ وہ فرقہ ہے جو فرقہ احمدیہ کے نام سے مشہور ہے اور پنجاب اور ہندوستان اور دیگر متفرق مقامات میں پھیلا ہوا ہے یہی وہ فرقہ ہے جو دن رات کوشش کر رہا ہے کہ مسلمانوں کے خیالات میں سے جہاد کی بیہودہ رسم کو اٹھا دے چنانچہ اب تک ساٹھ کے قریب میں نے ایسی کتابیں عربی اور فارسی اور اردو اور انگریزی میں تالیف کرکے شائع کی ہیں جنکا یہی مقصد ہے کہ یہ غلط خیالات مسلمانوں کے دلوں سے محو ہو جائیں اس قوم میں یہ خرابی اکثر نادان مولویوں نے ڈال رکھی ہے لیکن اگر خدا نے چاہا تو میں امید رکھتا ہوں کہ عنقریب اس کی اصلاح ہو جائے گی علی الخصوص گورنمنٹ کے اعلیٰ حکام کیطرف سے ایسی کارروائیوں کا ہونا ضروری ہے جنسے مسلمانوں کے دلوں میں منقوش ہو جائے کہ یہ سلطنت اسلام کے لئے درحقیقت چشمۂ فیض ہے اور نہایت خوشی کی بات ہے کہ حضور لارڈ کرزن بالقابہ نے ایسی شایاں کارروائیاں کی ہیں کہ مسلمانوں کو کبھی نہیں بھولیں گی جیسا کہ لاہور کے قلعہ کی مسجد کا مسلمانوں کو عطا کرنا اور ایک باہر کی مسجد جسپر ریل والوں کا قبضہ تھا مسلمانوں کو عنایت فرمانا اور نیز اپنی طرف سے لاہور کی شاہی مسجد کیلئے ایک قیمتی لالٹین اپنی جیب سے مرحمت فرمانا ان فیاضانہ کارروائیوں سے جسقدر مسلمان شکرگذار اور گرویدہ ہیں اس کا اندازہ نہیں ہوسکتا لیکن ایک تمنا ان کی ہنوز باقی ہے اور وہ امید رکھتے ہیں کہ جن ہاتھوں سے یہ مرادیں پوری ہوئی ہیں وہ تمنا بھی انہیں ہاتھوں سے پوری ہوگی اور وہ آرزو یہ ہے کہ روز جمعہ ایک اسلامی عظیم الشان تہوار ہے اور قرآن شریف نے خاص کرکے اس دن کو تعطیل کا دن ٹھہرایا ہے اور اس بارے میں خاص ایک سورۃ قرآن شریف میں موجود ہے جسکا نام سورۃ الجمعہ ہے اور اس میں حکم ہے کہ جب جمعہ کی بانگ دیجائے تو تم دنیا کا ہر ایک کام بند کر دو اور مسجدوں میں جمع ہو جاؤ اور نماز جمعہ اس کی تمام شرائط کے ساتھ ادا کرو اور جو شخص ایسا نہ کریگا وہ سخت گنہگار ہے اور قریب ہے کہ اسلام سے خارج ہو اور جسقدر جمعہ کی نماز اور خطبہ سننے کی قرآن شریف میں تاکید ہے اسقدر عید کی نماز کی بھی تاکید نہیں اسی غرض سے قدیم سے اور جب سے کہ اسلام ظاہر ہوا ہے جمعہ کی تعطیل مسلمانوں میں چلی آئی ہے اور اس ملک میں بھی برابر آٹھ سو برس تک یعنی جبتک کہ اس ملک میں اسلام کی سلطنت رہی جمعہ میں تعطیل ہوتی تھی اسیوجہ سے ریاست پٹیالہ میں جمعہ کی تعطیل ان دنوں تک ہوتی رہی اور اس ملک میں تین قومیں ہیں۔ ہندو عیسائی مسلمان۔ ہندوؤں اور عیسائیوں کو ان کے مذہبی رسوم کا دن گورنمنٹ نے دیا ہوا ہے یعنی اتوار جس میں وہ اپنے مذہبی رسوم ادا کرتے جس کی تعطیل عام طور پر ہوتی ہے لیکن یہ تیسرا فرقہ یعنے مسلمان اپنے تہوار کے دن سے یعنے جمعہ سے محروم ہیں۔ برٹش انڈیا میں کون مسلمان ہے جو آہ مار کر یہ نہیں کہتا کہ کاش جمعہ کی تعطیل ہوتی لیکن اس کرزنی دور میں جبکہ لارڈ کرزن اس ملک کے وائسرائے ہیں۔ مسلمانوں کو اس تمنا کے پورے ہونے میں بہت کچھ امید بڑھ گئی ہے اور وہ خیال کرتے ہیں کہ جبکہ لارڈ موصوف نے دلی فیاضی اور ہمدردی سے انکی مساجد واگذار کرادی ہیں تو پھر وہ امر جو مسجدوں کی

علتِ غائی ہے یعنے نماز جمعہ یہ امر بھی انہیں ہاتھون سے انجام پذیر ہو گا مسجد تو مثل دسترخوان یا میز کے ہے جسپر روٹی رکھی جاتی ہے مگر نماز جمعہ اصل روٹی ہے تمام مبتلا کی بڑی بھاری غرض نماز جمعہ ہے بس کیا ہمارے عالی ہمت وایسرائے لارڈ کرزن یہ روا رکھینگے کہ وہ ہمین دسترخوان تو دین مگر روٹی ندین ایسی دعوت تو ناقص ہے اور امید نہین کہ ایسا فیاض دل جوانمرد ایسی کمی کو اپنے پر گوارا کرے اور اگر ایسا ہمدرد وایسرائے جنس کے بعد کم امید ہے کہ اس کی نظیر ملے اس فیاضی کی طرف توجہ نہ فرماوے تو پھر اس کے بعد عقل تجویز نہیں کر سکتی کہ مسلمانوں کیلئے کبھی وہ دن آوے کہ دوسرے وایسرائے سے یہ مراد پا سکیں یہ ایک ایسی مراد ہے کہ اسکا انجام پذیر ہونا مسلمانون کے دلون کو گورنمنٹ برطانیہ کی محبت کی طرف ایک زبردست کشش سے کھینچ لے گا اور ان احسانون کی فہرست مین جو اس گورنمنٹ نے مسلمانون پر کئے ہین اگر یہ احسان بھی کیا گیا کہ عام طور پر جمعہ کی تعطیل دیجائے تو یہ ایسا احسان ہوگا جو آب زر سے لکھنے کے لائق ہوگا اور اس کا مسلمانون کے دلون پر بڑا اثر پڑے گا بالخصوص جبکہ عین تاج پوشی کے جلسہ مین جہاں ہزارہا رئیس اور والیان ملک موجود ہونگے اس احسان کو تاج پوشی کی ایک یادگار ٹھہرا کر سنایا جائے گا تو جو کچھ مسلمانون کے دلونمین خوشی سے بھری ہوئی محبت پیدا ہوگی اس کا کیا اندازہ ہو سکتا ہے - اس دن لوگ تمام شہر مین خوشی کے نعرون کے ساتھ لارڈ کرزن کے گیت گائینگے اور اس کے حق مین دعائین کرینگے اور اس کارروائی سے اسلام اور عیسائیت مین ایک میلان پیدا ہو جائے گا اور یہ تمام تعریف لارڈ کرزن کے عہد کی طرف ہمیشہ کیلئے منسوب رہے گی اور میری دانست مین عام مسلمانون کو خوش کرنیکے لئے جو کارنامہ وہ چھوڑ جائینگے - اس سے بہتر کوئی نہ ہوگا - مسلمان ایک قوم ہے جو سب سے زیادہ مذہب کا رنگ اپنے اندر رکھتی ہے اور ہر ایک تالیف قلوب جو مذہبی رنگ مین کیجائے وہ ان کے دلونکو کھینچ لیتی ہے پس اعلےٰ سے اعلےٰ حکمت عملی مسلمانون کے مسخر کرنے کی یہی ہے کہ مذہبی رنگ مین ان کو کوئی فائدہ پہنچایا جائے - چونکہ تاجپوشی کے جلسہ کا موقعہ ایک ایسا بابرکت موقعہ ہے کہ ہندو و مسلمانون کی اس طرف آنکھیں لگی ہوئی ہین کہ اس مبارک رسم کی یادگار مین کیا کچھ سرفرازی ہر دو فریق کی کیجاتی ہے پس اگر گورنمنٹ اس مبارک دن کی یادگار کے لئے مسلمانون کے لئے جمعہ کی تعطیل کھولدے یا اگر نہ ہو سکے تو نصف دن کی ہی تعطیل دیدے تو مین سمجھ نہیں سکتا کہ عام دلون کو خوش کرنے کے لئے اس سے زیادہ کوئی کارروائی ہے مگر چونکہ گورنمنٹ کی فیاضی کا تنگ دائرہ نہین ہے اور اگر توجہ پیدا ہو تو اس کو کچھ پروا نہین ہے اس لئے صرف نصف دن کی تعطیل ایک ادنےٰ بات ہے یقین ہے کہ گورنمنٹ عالیہ اس مبارک یادگار مین پورے دن کی تعطیل عنایت فرمائے گی اور یہی مسلمانون کو توقع ہے جمعہ کے دن کو کچھ مسلمانون سے ہی خصوصیت نہین بلکہ یہ دن عیسائی مذہب مین بھی قابل تعظیم ہے کیونکہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام جمعہ کے روز ہی صلیب دیئے گئے تھے اور عیسائی عقیدہ کے رو سے تمام برکات کی جڑ یہی واقعہ ہے یہودیون کا سبت بھی اس زمانہ تک کہ جب وہ مصر سے نہین نکلے تھے جمعہ ہی تھا قدیم مصری سلطنت مین بھی جمعہ کی ہی تعطیل ہوتی تھی اور حضرت آدم بھی جمعہ کے دن ہی پیدا ہوئے تھے نوح کی کشتی اراراٹ کے پہاڑ پر جمعہ کے دن ہی لگی تھی پس اس تعطیل سے یہ تمام یادگارین قایم ہو سکتی ہین اور مسلمان اس بات پر راضی ہین کہ ان کی بعض غیر ضروری تعطیلین بند کرکے ان کی جگہ جمعہ کی تعطیل دیجائے اور مجھے اس بات کا خیال ہے کہ جمعہ کی تعطیل رعایا اور گورنمنٹ مین ایک حقیقی مصالحت کی بنیاد ڈالے گی اور خیالات پر ایک ایسا اثر ہوگا کہ وہ فوق العادت تصور کیا جائے گا اگرچہ گورنمنٹ بہت دانشمند ہے لیکن عام مسلمانون کے حالات سے ذاتی واقفیت مجھے اس بات کے اظہار کے لئے مجبور کرتی ہے کہ اس موقعہ پر مسلمانون کو خوش کرنے کے لئے اس سے بڑھکر اور کوئی طریق نہین اس لئے ایک بڑی جماعت کی تحریک سے یہ میموریل ارسال حضور کیا جاتا ہے اور امید کیجاتی ہے کہ توجہ سے اس پر غور کی جائے خاص کر میرے لئے جو ہمیشہ اس سعی مین ہون کہ مسلمان لوگ گورنمنٹ کے ساتھ سچے اخلاص مین ترقی کرین اس تعطیل سے ایک دستاویز ملتی ہے اور گورنمنٹ کی عنایات ثابت کرنے کے اور نئے دلائل حاصل ہوتے ہین اس لئے مین اس عرض کے لئے جرات کرتا ہون کہ اس عرضداشت پر ضرور توجہ فرمائی جائے اور اس کو ایک معمولی عرضی سمجھکر ٹال نہ دیا جائے اور نہ یہ تصور کیا جائے کہ صرف ایک شخص کی یہ درخواست ہے کیونکہ جیسا کہ مین عرض کر چکا ہون یہ ایک شخص کی درخواست نہین بلکہ ایک لاکھ معزز مسلمان کی درخواست ہے اور چونکہ وہ لوگ مجھ سے بیعت اور مریدی کا تعلق رکھتے ہین اس لئے ضروری نہین سمجھا گیا کہ ان کے نام لکھے جائین اور مین ان سب کی طرف سے بطور ایڈووکیٹ ہوکر امید بھرے ہوئے دل کے ساتھ یہ عرضداشت روانہ کرتا ہون اور دعا پر ختم کرتا ہون +

لاہور میں مسلمانوں کے ایک مذہبی جلسہ کی تیاریاں

ہم اس امر کو کمال مسرت سے شائع کرتے ہیں کہ انجمن نعمانیہ لاہور کا پندرہواں سالانہ جلسہ ۳۰ و ۳۱ جنوری و یکم فروری ۱۹۰۳ء کو (جمعہ - ہفتہ اور اتوار کے دن) بمقام لاہور بڑی تزک و احتشام سے منعقد ہوگا جسکے لئے ابھی سے دھوم دھام کی تیاریاں ہو رہی ہیں - اس انجمن کا مقصد خاص مذہبی ہے - پولیٹیکل معاملات وغیرہ سے اس کو کوئی سروکار نہیں اور سب سے بڑی خصوصیت اس انجمن کی یہ ہے کہ نہ صرف مختلف اسلامی فرقوں کے متعلق بلکہ غیر مذاہب والوں کے مقابل بھی اسکی پالیسی بالکل صلح پسندی کی ہے - نہ صرف پنجاب بلکہ ہندوستان کے دیگر حصوں کے بڑے بڑے نامی علماء اور مشاہیر اور سپیکر اس کے سالانہ جلسہ میں شامل ہوتے ہیں - اور اپنی فصیح و بلیغ تقریروں سے سامعین کو محظوظ فرماتے ہیں گذشتہ جلسہ میں علاوہ لاہور کے علماء و فضلاء اور اور سپیکروں اور شعرائے نامدار کے - پشاور - گوجرانوالہ گجرات - سیالکوٹ - لدھیانہ - کانگڑہ - پٹیالہ - بٹالہ بہاولپور - دہلی - لکھنؤ - جالندھر - ہوشیارپور - جہلم راولپنڈی - الہ آباد - سرہند وغیرہ مختلف مقامات کے بڑے بڑے معززین اور بزرگان قوم شریک ہوئے تھے - اور وعظ اور تقریروں اور نظموں نے جو سماں باندھا تھا...

اس رعایت سے مستفید ہونا چاہیں وہ براہ عنایت بہت جلد سکرٹری صاحب انجمن کی خدمت میں اپنے عزم تشریف آوری کی اطلاع دیکر تصدیق کی سند سکرٹری صاحب سے منگا

۶۔ جنوری ۱۹۰۳ء

(صبح کی سیر)

معمول کیموافق اعلیٰ حضرت سیر کو نکلے۔ طاعون کے معمولی تذکرہ کے ضمن میں فرمایا "موت بھی ایک وقت ہی جو انسان پر آتا ہے اور یہاں آکر سب علوم ختم ہو جاتے ہیں اور کوئی کچھ نہیں بتا سکتا"

بعض احباب نے خواب سنائے اور تعبیر سنی۔ **خواب میں اپنا ختنہ کرنا**۔ اس سے مراد طریق تقویٰ اختیار کرنا اور شہوات کا کاٹنا ہے۔ **قیامت کی خبر سننا** اس کی تعبیر دینداروں کی فتح اور بے دینوں کی ذلت کیونکہ قیامت کو یہی ہونا ہے **فریق فی الجنۃ و فریق فی السعیر** اس کی شہادت ملتی ہے۔

فرمایا میرے الہام میں طاعون کے متعلق آیا ہے **یاتی علیٰ جہنم زمان لیس فیہا احد** جہنم سے مراد اس الہام میں طاعون ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک وقت ایسا آئیگا کہ طاعون کا نام نشان نہ ہوگا۔

حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس الہام سے اس حدیث کی بھی تازہ صحت ہو گئی جو انہیں الفاظ میں جہنم کے متعلق ہے اور بار ہا الحکم میں طبع ہوئی ہے۔ اس کے علاوہ ایک اور امر قابل ذکر ہے کہ جب اول اول طاعون زور سے نمودار ہوئی تو حضرت مولانا مولوی عبد الکریم صاحب نے ایک بار فرمایا **ربنا اصرف عنا عذاب جہنم ان عذابہا کان غراما** والی دعا کثرت سے پڑھا کرتے تھے اور فرمایا تھا کہ میرے دل میں یہی پڑا کہ عذاب جہنم میں جہنم کے عذاب نہ ماورا طاعون کا عذاب بھی ہے اس الہام نے آپکے معنوں کی بھی تصدیق کر دی۔

پھر اسی سلسلہ کلام میں فرمایا جب طاعون خاموش ہو جائے گی تو پھر **یغاث الناس و یعصرون** یعنے بارشیں ہونگی اور فصلیں پکیں گی۔ کشادگی ہوگی مگر یہ سب کچھ اپنے وقت پر ہوگا۔

فرمایا نیکی کی یہ بھی جڑ ہے کہ دنیا کے جائز لذات اور شہوات میں بھی حد اعتدال سے نہ بڑھے مثلاً کھانا پینا حرام تو نہیں مگر یہ بھی مناسب نہیں کہ رات دن کا شغل یہی ہو۔ ...... یہ لذات دنیا اسواسطے ہیں کہ نفس کا گھوڑا اس دنیا کی راہ میں کمزور نہ ہو جیسے یکہ والے سفر میں ، یا ۸ کوس پر دم دیتے ہیں اور نہاری وغیرہ کہلاتے ہیں تاکہ پہلا تکان رفع ہو جاوے۔ پیغمبر انبیاء علیہم السلام نے جو حظ دنیا کا لیا ہے وہ اسی قسم کا ہے کیونکہ **اصلاح عالم** کا ایک بڑا کام انکے سپرد تھا اگر اللہ تعالیٰ کا فضل دستگیری نکرتا تو وہ ہلاک ہو جاتے۔ اسیواسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے زانو پر ہاتھ مار کر فرماتے ارحنا **یا عائشہ** ہمکو راحت پہنچا۔

انبیاء علیہم السلام کا یہ دستور نہیں ہوتا کہ وہ حظوظ دنیا میں منہمک ہو جائیں۔ انہماک ایک زہر ہے۔ ایک بدمعاش آدمی جو چاہتا ہے کھاتا پیتا اور کرتا ہے اسیطرح اگر ایک صالح بھی کرے تو خدا کی راہیں اسپر نہیں کھل سکتی ہیں جو خدا کے لئے قدم اٹھاتا ہے خدا کو اسکا پاس ضروری ہوتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **اعدلوا ھو اقرب للتقوٰی** کھانے پینے اور تنعم کا نام ہی تقویٰ ہے جائز امور میں حد اعتدال سے بڑھنا بھی گناہ ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے آپ حجرے میں تشریف رکھتے تھے حضرت عمرؓ اجازت لیکر اندر گئے تو دیکھا کہ ایک کھجور کی چٹائی بچھی ہوئی ہے جسپر لیٹنے سے پہلوؤں پر ان بتوں کے نشان ہو گئے ہیں حضرت عمرؓ نے گھر کی اور جائداد کی طرف نگاہ کی تو صرف ایک تلوار ایک گوشہ میں لٹکتی ہوئی نظر آئی یہ دیکھ کر انکے آنسو جاری ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رونے کی وجہ پوچھی تو عرض کیا کہ خیال آیا ہے کہ قیصر و کسریٰ جو کافر ہیں انکے لئے کسقدر تنعم ہے اور آپکے لئے کچھ بھی نہیں فرمایا میرے لئے دنیا کا اسی قدر حصہ کافی ہے کہ جس سے میں حرکت و سکون کر سکوں۔ میری مثال ایسی ہے جیسے ایک مسافر سخت گرمی کے دنوں میں اونٹ پر جا رہا ہو اور جب سورج کی تپش سے بہت تنگ آوے تو ایک درخت کو دیکھکر تھوڑی دیر اسکے نیچے آرام کرے جونہی ذرا پسینہ خشک ہو پھر چل پڑے یہ اسوہ حسنہ ہے جو اسلام کو دیا گیا ہے۔

ایڈیٹر — ونعم ما قیل

نے بہ نفس خویش میلش نے بہ جسم خویش کار

فرمایا مومن کو اس زندگی پر ہرگز مطمئن نہیں ہونا چاہیئے۔ اسقدر بلائیں اس زندگی میں ہیں کہ جنکا شمار نہیں خدا بینائی جاتی رہے تو اندھا ہو جاتا ہے اور پھر گویا موت ہی ہے ایسا ہی ایک بیماری ہوتی ہے کہ پاخانہ بند ہو کر منہ کے راستہ نکلتا ہے ایسا ہی گردہ اور مثانہ کی خطرناک بیماریاں ہیں کہ زنگار رنگ کے سرخ سبز سیاہ پتھر اندر ہی اندر بن جاتے ہیں اسکا کوئی خاص سبب بھی بیان نہیں کر سکتے امرا جو نفیس غذائیں اور عمدہ پانی استعمال کرتے ہیں وہ ایسے امراض میں مبتلا ہوتے ہیں ایسا بھی دیکھا گیا ہے کہ دو شخص ایک ہی مقام پر ایک ہی قسم کی خورد و نوش رکھتے ہیں لیکن ایک ایسے عوارضات میں مبتلا ہو جاتا ہے دوسرا نہیں۔ غرض کچھ کہہ نہیں سکتے یہی وجہ ہے کہ طب کا نام ظنی علم رکھا ہے علل مادیہ میں یہ لوگ اسباب کی تحقیقات کرتے ہیں مگر کوئی نہیں بتا سکتا کہ الہام یا کشف کے وقت جو غنودگی اور ربودگی ہوتی ہے اس کا کیا باعث ہے؟ ان لوگوں کا دستور ہے کہ جب انکو ایک بات کا سبب معلوم نہو تو اسکا انکار کر دیتے ہیں۔ اسی لئے لوگ وحی اور الہام کے منکر ہیں۔ مگر یہ علوم بے انتہا ہیں جب تک انسان پے اعتدالیوں کا قلقہ دور نکرے انسے واقف نہیں ہو سکتا۔

پہر اسی سلسلہ کلام مین فرمایا کہ

اَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى

جو جایز خواہشین اپنے مقام اعتدال سے بڑھ جایئن ان کا نام ہوٰے ہے فرمایا - ۳ سال کے قریب عرصہ ہوتا ہے کہ مین نے ایک مرتبہ خواب مین دیکہا کہ بٹالہ کے مکانات مین ایک حویلی ہے اس مین ایک سیاہ کمبل پر مین بیٹھا ہوا ہون اور لباس بھی کمبل ہی کی طرح کا پہنا ہوا ہے گویا کہ دنیا سے الگ ہوا ہون اتنے مین ایک شخص لمبے قد کا آیا اور اس نے پوچھا کہ مرزا غلام احمد مرزا غلام مرتضیٰ کا بیٹا کہان ہے ؟ مین نے کہا کہ مین ہون اس نے کہا مینے آپکی تعریف سنی ہے کہ آپ کو اسرار دینی اور حقایق و معارف مین بہت دخل ہے یہ تعریف سنکر مین آیا ہون مجھے یاد نہین کہ مینے کیا جواب دیا اس کے بعد اس نے آسمان کی طرف مونہہ کیا اور اس کی آنکہون سے آنسو جاری تھے جو بہ کر رخسار پر پڑ رہے تھے اس کی ایک آنکھہ اوپر تھی اور ایک نیچے اور اسکی مونہہ سے حسرت بھرے یہ الفاظ نکل رہے تھے۔

تہیدستان عشرت را

اس کا مطلب مینے یہ سمجھا کہ یہ مرتبہ انسان کو نہین ملتا جب تک وہ اپنے اوپر ایک ذبح اور موت وارد نکرے - اس پر ابو سعید عرب صاحب نے مندرجہ عنوان آپ کا شعر پڑھا آپ نے فرمایا مین اس مصرعہ کو یادگار کے طور پر رکھ لیا ہے -

عربی تصانیف کے متعلق اعلیٰحضرت نے فرمایا کہ اگر یہ سلسلہ نہوتا تو یہ سب مولوی ہماری جماعت کو نظر استخفاف سے دیکھتے اور کہتے کہ یہ لوگ جاہل ہین مگر اب خود ہی بولنے کے لایق نہین ہیں -

اسی سلسلہ کلام مین ابو سعید عرب صاحب نے عرض کیا کہ اگرچہ مین نے حضور کی تصنیفات کو مطالعہ نہین کیا مگر میرا ایمان ہے کہ حضور بالکل سچے ہین اور مسیح اور مہدی کا دعوے حق ہے مگر دوسرے لوگون سے کلام کرنے کے لئے مین چاہتا ہون کہ حضور کی زبان مبارک سے مسیح موعود ہونے کا ثبوت سنون

حضرت اقدس نے اس کے جواب مین جو کچھ فرمایا ہم اس کو اختصار کے طور پر لکھین گے کیونکہ اس مضمون کے متعلق بسط کے ساتھ کلمات طیبات مین بھی ایک مضمون چھپ رہا ہے بہر حال آپ نے فرمایا -

قرآن پر تدبر سے نظر کرنے والے کو معلوم ہوگا کہ دو سلسلون کا مساوی ذکر ہے اول وہ سلسلہ جو موسیٰ سے شروع ہو کر مسیح علیہ السلام پر ختم ہوتا ہے اور دوسرا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شروع ہوتا ہے یہ اس شخص پر ختم ہونا چاہیے جو مثیل مسیح ہو کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مثیل موسیٰ ہین اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ الآیۃ (سورۃ مزمل)

اور پہر سورۃ نور مین وعدہ استخلاف فرمایا کہ جس طرح پر موسوی سلسلہ ہو گزرا ہے اسی طرح پر محمدی سلسلہ بھی ہوگا - تاکہ دونو سلسلون مین بموجب آیات قرآنی باہم مطابقت اور موافقت تامہ ہو چنانچہ جب کہ موسوی سلسلہ آخر عیسیٰ علیہ السلام پر ختم ہوا ضروری تھا کہ محمدی سلسلہ کا خاتم بھی عیسیٰ موعود ہوتا - ان دونون سلسلون کا باہم تقابل مرایا متقابلہ کیطرح ہے یعنے جب دو شیشے ایک دوسرے کے بالمقابل رکھے جاتے ہین تو ایک شیشہ کا دوسرے مین انعکاس ہوتا ہے -

اور اس تقابل سلسلہ سے یہ بھی بخوبی معلوم ہو جاتا ہے کہ آخری سلسلہ کا آخری موعود کس شان کا ہوگا کیونکہ یہ قاعدہ کی بات ہے کہ آخر آنے والا عظیم الشان ہوتا ہے اور یہی وجہ تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ٹھیرے - اگر یہ قاعدہ اور سنت نہ ہوتی تو پہر معاذ اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی عزت اور عظمت باقی انبیاء سابقین پر نہوتی لیکن چونکہ اللہ تعالےٰ کی مصلحت دنیا مین عظیم الشان اصلاح چاہتی تھی اس لئے مناسب یہی تھا کہ اون سب سے بڑھکر آپکی عظمت دکھاوے تاکہ آپ کی اطاعت اور فرمانبرداری ہو - دنیاوی حکام بھی جب ایسی مصلحت رکھ لیتے ہین تو کیا وجہ ہے کہ خدا اس مصلحت کو مدنظر نہ رکھتا کبھی حکام دنیا پسند نہیں کرتے کہ آخر میں کسی نالایق کو بھیجدیں اور کہدیں کہ گو یہ نالایق ہے مگر اسکی بات مان لو اب ایک شخص جو کل دنیا کی اصلاح کے لئے آنیوالا تھا کب ہو سکتا تھا کہ وہ ایک معمولی انسان ہوتا!

جسقدر انبیاء علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے آئے وہ سب ایک ایک خاص قوم کے لئے آئے تھے اسلئے کہ انکی شریعت مختص القوم اور مختص الزمان تھی - مگر ہمارے نبی وہ عظیم الشان نبی ہیں جنکے لئے حکم ہوا کہ مَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ - قُلْ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا - اس لئے جسقدر عظمتیں آپکی بیان ہوئی ہیں مصلحت الہیہ کا یہی تقاضا تھا کیونکہ جبکہ ختم نبوۃ ہونا تھا اگر وہ اپنے کمالات میں کوئی کمی رکھتا تو پہر وہی کمی آیندہ امت میں رہتی -

کیونکہ جسقدر کمالات اللہ تعالےٰ کسی نبی میں پیدا کرتا ہے اسی قدر اسکی امت میں ظہور پذیر ہوتے ہیں اور جسقدر کمزور تعلیم وہ لاتا ہے اتنا ہی ضعف اسکی امت میں نمودار ہو جاتا ہے - چنانچہ یہی وجہ تھی کہ جس عظمت اور شان کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کیا اسی عظمت کے لحاظ سے ضروری تھا کہ تقابل میں بھی وہی عظمت دکھاتا -

اور ہم ظاہر طور پر دیکھتے ہیں کہ دونوں تعلیموں میں بھی زمین آسمان کا فرق ہے جیسے کہ قرآن شریف حقایق اور معارف سے بہرا ہوا ہے توریت انجیل بالکل انسے خالی ہے انکی کل تعلیم قصص کے رنگ میں ہے اور قرآن شریف علوم کا خزانہ ہے -

ان دونوں سلسلوں کا اقتضا اسوجہ سے بھی تھا کہ چونکہ اسحاق اور اسمٰعیل دونوں بھائی تھے اور دونوں میں برکات کی تقسیم مساوی نہیں تصفیہ تقسیم تب ہی ہوتا کہ دونوں سلسلوں میں باہم تطابقت اور عین موافقت ہوتی -

اسمٰعیل کی اولاد میں اللہ تعالےٰ نے ایک عظیم الشان نبی مبعوث فرمایا جسکی امت کو كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ کہا کہ تم تمام امتوں سے بہتر ہو کیونکہ وہ لوگ جنکو شریعت قصہ کے رنگ میں ملی تھی

وہ دماغی علوم کی کتاب و شریعت کے ملنے والے کب برابر ہو سکتے ہیں پہلے صرف قصص پر رہی ہو گئے۔ اور انکے دماغ اس قابل نہ تھے کہ حقائق و معارف کو سمجھ سکتے مگر اس امت کے دماغ اعلیٰ درجہ کے تھے اسی لئے شریعت اور کتاب علوم کا خزانہ ہے۔ جو علوم قرآن مجید لیکر آیا ہے وہ دنیا کی کسی کتاب میں پائے نہیں جاتے اور جیسے شریعت کے نزول کے وقت وہ اعلیٰ درجہ کے حقایق و معارف سے لبریز تھی ویسے ہی ضروری تھی ترقی علوم و فنون سب اسی زمانہ میں ہوتا بلکہ کمال انسانیت بھی اسی میں پورا ہوا۔

اس **مقام** پر عرب صاحب نے سوال کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پیشتر بھی یونان وغیرہ میں علوم کا چرچا تھا۔ فرمایا علوم سے مراد دنیوی علوم نہیں ہے اور نہ ہیں ان ارضی علوم سے کچھ تعلق نہیں علوم حقیقی وہی ہوتے ہیں جو انبیاء لے کر آتے ہیں اور ارضی اور سفلی علوم جو دنیا کے لوگ سمجھتے ہیں جیسے تار۔ ریل غبارہ یا کلوں کی ایجاد وغیرہ یہ کھیلیں ہیں اور ارضی چیزیں ہیں جو جونہی انسان مر جاتا ہے اس کے ساتھ ہی فنا ہو جاتی ہیں مگر وہ علوم جو انبیاء لیکر آتے ہیں وہ مرنے کے بعد بھی زندہ رہتے ہیں ان کو کبھی فنا نہیں ان علوم سے مراد **خدا کے علوم ہیں** (پھر اسی سلسلہ میں اصل مطلب کیطرف رجوع کر کے فرمایا) یہی وجہ ہے کہ قرآن شریف جو علوم لے کر آیا ہے وہ دنیا کی کسی اور کتاب میں پائے نہیں جاتے ہیں۔ توریت میں کسی علوم کا ذکر نہیں اور انجیل میں نشان تک بھی نہیں پایا جاتا۔ قرآن کریم کی عظمت کے بڑے بڑے دلایل میں سے یہ بھی ہے کہ اس میں عظیم الشان علوم ہیں جو توریت و انجیل میں تلاش کرنے ہی عبث ہیں اور ایک چھوٹے اور بڑے درجہ کا آدمی اپنے اپنے فہم کے موافق ان سے حصہ لے سکتا ہے۔

توریت کو دیکھو کہ ہستی باری تعالےٰ اور قیامت کے متعلق ایک بھی فقرہ اس میں نہیں ہے ادھر قرآن شریف کو دیکھو کہ ہستی باری تعالیٰ اور قیامت کے کیسے دلائل بھرے ہوئے ہیں اور پھر عقلی اور نقلی دونو طرح کے ثبوت ہیں قرون اولیٰ میں صرف نقل ہی نقل تھی۔ پھر یہود۔ نصاریٰ۔ آریہ۔ برہمو نیچری غرض سب فرقوں کا رد اس میں موجود ہے غرض قرآن شریف ایک اکمل اور اتم کتاب ہے اللہ تعالےٰ نے جب دیکھا کہ خلقت میں علوم حاصل کرنے کے دماغ موجود ہو گئے ہیں تو اس نے قرآن جیسی کتاب بھیجدی۔

غرض یہ سلسلہ موسوی سلسلہ سے کسی صورت میں کم نہ رہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں تک تو مماثلت اور مطابقت میں فرمایا کہ بدی کا حصہ بھی تم کو ویسے ہی ملیگا جیسے یہود کو ملا۔ اور اس سلسلہ کی نسبت بار بار ذکر ہوا ہے کہ آخر تک اس کی عظمت قائم رکھیگا سورۃ فاتحہ میں بھی اس کا ذکر ہے جب کہ **غیر المغضوب علیہم ولا الضالین** فرمایا۔ مغضوب سے مراد یہودی ہیں۔

اب قابل غور یہ امر ہے کہ یہودی کیسے مغضوب ہوئے۔ انہوں نے پیغمبروں کو نہ مانا اور حضرت عیسیٰ کا انکار کیا تو ضرور تھا کہ اس امت میں بھی کوئی زمانہ ایسا ہوتا۔ اور ایک مسیح آتا جس سے یہ لوگ انکار کرتے۔ اور وہ مماثلت پوری ہوتی۔ ورنہ کوئی ہمکو بتلائے کہ اگر اسلام پر ایسا زمانہ کوئی آنے والا ہی نہ تھا اور نہ کوئی مسیح آنا تھا پھر اس دعائے فاتحہ کی تعلیم کا کیا فائدہ تھا۔ قرآن شریف کی مختلف آیات کے جمع کرنے سے اور پھر انپر یکجائی نظر کرنے سے صاف پتہ لگتا ہے کہ آنیوالا مسیح ضرور اسی امت میں سے ہوگا اور حدیث بھی اسکی شرح کرتی ہے اور کہتی ہے کہ وہ اس امت میں سے ہوگا۔

غرض اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان سلسلوں میں بالکل مطابقت ہے اور محمدی سلسلہ میں آنیوالا خاتم الخلفا مسیح کے رنگ پر ہوگا۔ حدیثوں میں بھی یہی آیا ہے کہ **امامکم منکم** یعنے وہ امام تم ہی میں سے ہوگا۔

سوال ہوا کہ مسیح کس قوم سے ہوگا؟ فرمایا مہدی کی بابت تو مختلف روایات ہیں مگر مسیح کی بابت نہیں لکھا کہ وہ کس قوم سے ہوگا۔ اور یہ لطف کی بات ہے کہ چونکہ کسی قوم کا ذکر نہیں ہے اور مسلمانوں کا خیال تھا کہ وہ اوپر سے آنے والا ہے اس لئے اس دعوے میں آجتک کسی کو جرأت نہیں ہوئی کہ افتراء سے کام لیتا مہدی کا ذب ہونے کے دعوے جو بہت لوگوں نے کئے اس کی وجہ یہی تھی کہ اس کی قوم کا ذکر تھا جہاں جسکو گنجایش ملی اسنے پاؤں جما کر دعوے کر دیا۔

پوچھا گیا کہ عیسائی لوگ توریت کو نہیں مانتے انجیل کو مانتے ہیں فرمایا انجیل میں ہرگز کوئی شریعت نہیں ہے بلکہ توریت کی شرح ہے اور عیسائی لوگ توریت کو الگ نہیں کرتے جیسے مسیح توریت کی شرح بیان کرتے تھے اسی طرح ہم بھی قرآن شریف کی شرح بیان کرتے ہیں جیسا کہ وہ مسیح موسیٰ سے چودہ سو برس بعد آئے تھے اسیطرح ہم بھی پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد چودھویں صدی میں آئے ہیں۔

ایک شخص نے سوال کیا **بعض مخالف کہتے ہیں ہم بھی اھدنا الصراط المستقیم** مانگتے ہیں ہمکو یہودی اور مغضوب کیوں کہا جاتا ہے فرمایا کہ یہودی بھی تو ہدایت اب تک طلب کر رہے ہیں اور اھدنا الصراط المستقیم مانگ رہے ہیں اور توریت پڑھتے ہیں پھر گمراہ کیوں ہوئے۔

خلیفہ

عرب صاحب نے خلیفہ کے معنے دریافت کئے فرمایا خلیفہ کے معنے جانشین کے ہیں جو تجدید دین کرے۔ نبیوں کے زمانہ کے بعد جو تاریکی پھیل جاتی ہے اسکو دور کرنے کیواسطے جو انکی جگہ آتے ہیں انہیں خلیفہ کہتے ہیں۔

مثلاً گذشتہ انبیاء میں جو خلیفہ ہوئے وہ وہی تھے جو مقاصد توریت کے کھول کر بیان کیا کرتے تھے۔ ورنہ تعلیم سب کی ایک ہی تھی۔ یہود کو جو توریت میں یہ تعلیم دی تھی کہ دانت کے بدلے دانت اور آنکھ کے بدلے آنکھ مگر توریت کا اس عدل سے وہ مطلب نہ تھا جو یہودی لوگ اپنی جھوٹی روایتوں اور حدیثوں کی بناپر اصل اخلاق کو دور کر کے ظاہری شریعت کے پیچھے لگ گئے کہ اگر ظاہر شریعت پر عمل نہ کرینگے تو گنہگار ٹھیریں گے اور عفو گویا بالکل نکرنا چاہیئے حالانکہ اس سے خدا تعالیٰ پر حرف آتا ہے کہ وہ کیوں عفو کی عادت ترک کر بیٹھا۔ ہاں یہ سچ ہے کہ بنی اسرائیل چار سو برس کی غلامی کیوجہ سے فرعونیوں کے ساتھ تعلقات رکھتے تھے جو ظالمانہ طبیعت رکھتے تھے اس لئے بہت سے مفاسد انمیں پیدا ہو گئے تھے اور چال چلن خراب ہو گیا تھا۔ اس ظالمانہ عادات کی بیخ کنی کے لئے عدل کے رنگ میں یہ تعلیم انکو دی گئی تھی مگر انہوں نے اس کو الٹا سمجھا۔ ورنہ ہرگز یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اخلاق کا وہ حصہ جو عفو کہلاتا ہے

بالکل زائل کر دیا گیا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ یہ لوگ بڑے سخت دل ہو گئے۔ چنانچہ جب حضرت عیسیٰ مبعوث ہوئے تو انہوں نے دیکھا کہ یہودیوں کی سخت دلی بہت بڑھی ہوئی ہے اور وہ کئی قسم کے فسق و فجور میں مبتلا تھے اس لئے انہوں نے آکر عفو کی تعلیم دی اور اخلاق کی تجدید کی۔ یہ کہنا کہ انجیل ہی میں اخلاق بھرے ہوئے ہیں سخت غلطی ہے کیا پہلے نبیوں کی کتابیں جو اس سے زیادہ ہیں وہ سب اخلاقی تعلیم سے خالی ہیں؟ ہرگز نہیں مسیح نے کوئی نئی تعلیم نہیں دی اور نہ نئی شریعت پیش کی یہودی ابتک کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام نے جو کچھ لیا ہمارے ہی صحیفوں سے لیا ہے چنانچہ ایک یہودی نے ایک کتاب لکھی ہے اور اس نے بتایا ہے کہ کون کونسے فقرے عیسیٰ علیہ السلام نے انکی کسی کتاب سے لئے ہیں۔

غرض سچی تعلیم کی نشانی یہ ہے کہ وہ انبیاء کی تعلیم سے مشابہ ہو۔ انکا اصول ایک ہی ہوتا ہے اور اختلاف تب ہوتا ہے کہ اصول میں ہو ورنہ فروع میں اگر کوئی اختلاف ہو تو وہ اختلاف نہیں کہلاتا۔ اور اگر فروع میں کوئی اختلاف بھی ہو تو اس کی مثال ایسی ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کہ گرمیوں میں اور کپڑا ہوتا ہے سردیوں میں اور۔ فروعات میں تبدیلیاں ضرور ہوا کرتی ہیں۔

ایسا ہی مثلاً ایک زمانہ تھا کہ شراب جیسی خبیث چیز کو لوگ بے دھڑک پیتے تھے اور پھر وہ زمانہ آپ کا آگیا کہ اس کی بیخ کنی کیجاوے حضرت دانیال کو کہا گیا کہ آپ شراب پئیں تاکہ آپ کا چہرہ سرخ ہو جاوے اور بادشاہ وقت کا حکم ہے کہ جس کا چہرہ سرخ نہ ہوگا وہ مارا جاوے گا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ تم لوگ شراب پیو مگر میں ساگ پات کھاتا ہوں اور دیکھنا کہ کس کا چہرہ زیادہ سرخ ہوتا ہے چنانچہ جب آپ آئے تو سب سے زیادہ آپ کا چہرہ سرخ تھا۔

پوچھا گیا کہ مسیح نے اپنے شاگردوں کو شریعت کے ماننے کا کیوں حکم نہ دیا؟ فرمایا کہ وہ خود شریعت کو مانتے تھے اور شاگردوں کو ماننے کے لئے فرمایا اگر انکے وقت میں شریعت منسوخ ہو گئی ہوتی تو یہ کیوں فرماتے کہ فقیہی اور فقیہ جو موسےٰ کی گدی پر بیٹھے ہیں وہ جو کہیں سو کرو۔ اور جو وہ کریں وہ نہ کرو اس سے صاف معلوم ہوا کہ شریعت توریت کی بحال تھی اور انجیل میں بذات خود کوئی شریعت نہیں تھی

مسیح موعود کا ذکر قرآن میں

عرب صاحب نے سوال کیا کہ مسیح موعود کے متعلق قرآن میں کہاں کہاں ذکر ہے فرمایا۔ سورۃ فاتحہ سورۃ نور۔ سورہ تحریم وغیرہ میں سورۃ فاتحہ میں تو اهدنا الصراط المستقيم سورۃ نور میں وعد الله الذين امنوا منكم الاية سورہ تحریم میں جہاں مومنوں کا مثالیں بیان کی ہیں ان میں فرمایا ومريم ابنت عمران التي احصنت فرجها۔

مومنوں کی دو مثالیں

فرمایا اللہ تعالےٰ نے مومنوں کو اس میں دو قسم کی عورتوں سے مثال دی ہے۔ اول فرعون کی بیوی سے اور ایک مریم سے۔ پہلی مثال میں یہ بتایا ہے کہ ایک مومن اس قسم کے ہوتے ہیں جو ابھی اپنے جذبات نفس کے پنجہ میں گرفتار ہوتے ہیں اور ان کی بڑی آرزو اور کوشش یہ ہوتی ہے کہ خدا ان کو اس سے نجات دے یہ مومن فرعون کی بیوی کی طرح ہوتے ہیں کہ وہ بھی فرعون سے نجات چاہتی تھی۔ مگر مجبور تھی۔ لیکن جو مومن اپنی تبلیں تقوےٰ اور طہارت کے بڑے درجہ تک پہونچاتے ہیں اور احصان فرج کرتے ہیں تو پھر خدا تعالےٰ ان میں عیسیٰ کی روح نفخ کر دیتا ہے۔ نیکی کی یہ دو مرتبے ہیں جو مومن حاصل کر سکتا ہے مگر دوسرا وہ بہت بڑھ کر ہے کہ اس میں نفخ روح ہو کر وہ عیسےٰ بن جاتا ہے یہ آیت صاف اشارہ کرتی ہے کہ اس امت میں کوئی شخص مریم صفت ہوگا کہ اس میں نفخ روح ہو کر عیسیٰ بنا دیا جاوے گا۔ اب کوئی عورت تو ایسی ہے نہیں اور نہ کسی عورت کے متعلق پیشگوئی ہے اس لئے صاف ظاہر ہے کہ اس سے یہی مراد ہے کہ اس امت میں ایک ایسا انسان ہوگا۔ جو پہلے اپنے تقوےٰ و طہارت اور اور احصان و عفت کے لحاظ سے صفت مریمیت سے موصوف ہوگا اور پھر اس میں نفخ روح ہو کر صفات عیسوی پیدا ہونگی۔ اب اس کی کیفیت اور لطافت براہین احمدیہ سے معلوم ہوگی کہ پہلے میرا نام مریم رکھا پھر اس میں روح **صدق** نفخ کرکے مجھے عیسیٰ بنایا۔ مومنوں کی جو یہ دو مثالیں بیان کی گئی ہیں وہ اس آیت سے بھی معلوم ہوتی ہیں

پھر اس کے متعلق آپ نے جو فرمایا بارہا الحکم میں درج ہوا ہے آخر اس لطیفہ پر اس کو ختم کر دیا کہ مریم صفات والے کے لئے ضرور ہے کہ وہ عیسویت کے رنگ میں تبدیل ہو جاوے اگر اس آیت میں صرف مریم کا لفظ ہوتا تو بہت سی افراد ہو سکتی تھے مگر خدا تعالےٰ نے احصان فرج اور نفخ روح کی قید لگا کر بتا دیا ہے کہ ایک ہی شخص ہوگا یہ ایک استعارہ تھا جو کسی کی سمجھ میں نہ آیا اس کے لئے یہی وقت مقدر تھا پھر عجیب تر بات یہ ہے کہ مریم نفخ روح اور میرا نام عیسیٰ رکھنے کے الہاموں میں صرف ۹ یا ۱۰ ماہ کا فاصلہ ہے جو کہ مدت حمل ہے ان تمام ترقیات کا سلسلہ خدا کے ہاتھ میں ہے کسی کو کیا خبر ہے کہ کس طرح ایک بیج زمین کے اندر کیا کیا بن کر آخر کار ایک پتا بن جاتا ہے۔

۸ جنوری ۱۹۰۳ء

دربار شام

شیخ نور احمد صاحب پلیڈر ایبٹ آباد اور سید عابد علی شاہ صاحب اور بعض اور آدمیوں نے بیعت کی۔ بیعت کے بعد حضرت اقدس نے جماعت کو خطاب فرمایا۔

زمانہ کی موجودہ حالت

اس پُر آشوب زمانہ میں جو غفلت اور گمراہی کی ہوا چل رہی ہے اللہ تعالےٰ کے حدود کی پروا نہیں کیجاتی۔ اور یہ حالت اہل دنیا کی ہو رہی ہے کہ اگر ذرا سا نقصان بھی دنیا کا دیکھیں تو اسکے لئے دین کے بہت بڑے حصہ کو چھوڑ دینے کے لئے آمادہ ہو جاتے ہیں طرح طرح کے امتحانوں میں دیکھا جاتا ہے کہ انسان

کسطرح خدا سے بُعد اور دوری اختیار کرتا اور اس کے امر و حدود کی پروا نہیں کرتا ہے مثلاً عدالتوں کے موقعوں پر دیکھتے ہیں کہ کسطرح معصیت کرتے ہیں ایسا ہی نفسانی جذبات کے وقت خدا تعالیٰ کی عزت و عظمت کا کوئی پاس نہیں کیا جاتا۔ پس ایسے وقت اور ایسی حالت میں ہماری جماعت کے لئے ہی نصیحت ہے کہ وہ خدا ترسی اور تقویٰ اختیار کریں۔ کیونکہ اس جماعت کے قائم کرنے سے اللہ تعالیٰ کا یہی مطلب ہے کہ سچی تقویٰ اور اخلاص جو بالکل اُٹھ گیا ہے اور سچا ایمان جو نہیں رہا اسکو پھر قایم کرے۔ اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا کہ نیکی اور تقوےٰ کا بیج ضائع کرے وہ جب دیکھتا ہے کہ ایک فصل ضائع کی گئی ہے تو دوسری فصل طیار کر دیتا ہے پس یاد رکھو کہ

ہمارے مبعوث ہونے کی اصل غرض یہی ہے کہ پھر تقوےٰ کی زندگی بحال ہو

یہی قرآن شریف بتاتا ہے انا نحن نزلنا الذکر و انا له لحافظون۔ اسکا وعدہ اسی طرح موجود ہے اور قرآن شریف ہی تازہ بتازہ محفوظ ہے اور احادیث کا بھی سقدر حصہ جو قرآن اور سنت کے خلاف نہیں موجود ہے۔ مگر جو چیز نہیں رہی وہ یہی تقوےٰ ہے کلام الٰہی پر ایمان لانا اور اس کے موافق عملی حالت کو درست کرنا نہیں رہا۔

اللہ تعالیٰ کی سنت ہے کہ جب وہ دیکھتا ہے کہ کوئی اس کا نام لینے والا اور اخلاص اور پاکیزگی سے عبودیت کا اظہار کرنے والا نہیں رہا تو اسکی الوہیت تقاضا کرتی ہے کہ ایک مردہ قوم کی بجائے ایک **زندہ قوم** کو کھڑا دیتا ہے اسی غرض کے لئے اسی سنت کے موافق اس نے اس سلسلہ کو قایم کیا ہے۔

نیکی کی حقیقت ترک شر اور کسب خیر

یاد رکھنا چاہیے کہ نیکی کی حقیقت اتنی ہی نہیں کہ بعض لوگ کسی شر سے ذرا سا پرہیز کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم نیک ہیں مثلاً ایک کہتا ہے کہ مینے کبھی چوری نہیں کی یا فلاں شخص موجود نہ تھا اور مینے اسکے گھر کو آگ نہیں لگا دی۔ ایسی شرارتوں سے بچنا درحقیقت کوئی اعلیٰ درجہ کی نیکی نہیں ہے۔ بہت سے جانور بھی ایسے ملینگے جنہیں یہ صفات پائے جاتے ہیں۔ میاں حسین بیگ نام ایک شخص تہا اس کے پاس ایک کتا تہا وہ روٹیوں کے پاس بیٹھا رہتا تہا اور ہرگز نہ کھاتا تہا۔ اور نہ کسی کو آ نے دیتا تہا۔ ایسا ہی ایک بلی کی بابت سنا تہا کہ اسکو بھی ایسا ہی سکھلایا گیا تہا۔ بعض لوگوں نے امتحاناً ایک کوٹھڑی مین گوشت۔ حلوا وغیرہ جو اس کی مرغوب چیزین تھین رکھدین اور اس کو بند کر دیا تین دن کے بعد جب دروازہ کھولا تو دیکھا کہ وہ چیزین ثابت پڑی ہوئی تھیں۔ اور بلی مری ہوئی تھی۔ انسانکو ان واقعات کو سنکر شرم کرنی چاہیے کہ ان جانورون نے انسان کے حکم کو ایسا مانا کہ جان دیدی اور یہ انسان ہوکر خدا کے حکم کو نہین مانتا۔

اسی طرح بہت سی کتے ایسے موجود ہین کہ وہ ویسی وفاداری کرتے ہین کہ انسان خدا کے ساتھ نہیں کرتا۔ جب اس مین وفاداری نہین ہے تو پھر خدا تعالیٰ کے فیوض کیسے نازل ہون۔ دیکھو انسان کو وہ قوتے دئے گئے ہین کہ دوسری کو نہین ملے۔ پھر نری شر سے پرہیز کامل نیکی نہین ہوسکتی کیونکہ اس مین بہایم بھی شریک ہین گھوڑے بھی وفادار ہوتے ہین اور بہت سے کرتب کرتے ہین جھک جاتے ہین چابک گر جاوے تو اٹھا کر پکڑا دیتے ہین۔ اس لئے انسان کا یہ فخر کرنا کہ چند گناہ جو خود اس نے گنے ہوئے ہین نہین کرتا یہ تو بہایم سیرت انسانون کا کام ہے جو موٹے موٹے گناہ کرتے ہین ایسے لوگ کتے بلی کی طرح ہوتے ہین جنہون نے جب برتن کھلا دیکھا تو منہ مار لیا۔ اسی طرح وہ انسان انسان نہین بلکہ کتے بلے ہین جو اپنی حرکات مین خدا کے احکام کی رعایت نہین رکھتے آخر وہ پکڑے جاتے ہین اور زندان مین رکھے جاتے ہین جیلخانون کو جا کر دیکھو تو معلوم ہوگا کہ کسقدر مسلمان ان مین ہین کسی کا شعر ہے

حضرت انسان کہ حد مشترک را جامع است
مے تواند شد مسیحا مے تواند خر شدن

خدا کے لئے نفحات ہین۔ بعض خدا کی لہر کے دن ہوتے ہین اسوقت انسان خدا سے قوت پاتے ہین اور بدیون سے بچنے کی انہین ایک خاص توفیق ملتی ہے یہ ایسی قوت پانے کے دن ہین مین اس امر سے منع نہین کرتا کہ حد اعتدال تک دنیا کی کوشش کرو۔ مگر ایسا نہ ہو کہ دنیا ہی مین منہمک ہو جاؤ بلکہ دنیا دین کی خادم ہو اور اضطرار سے بچانے۔ مین ایسی دنیا کو روا نہیں رکھتا کہ اس مین ایسا انہماک ہو اور غرق ہو جاوے کہ دنیا دین کے لئے ابتلا بن جاوے اور پھر خدا اور اس کے احکام سے اسقدر غفلت اور لاپروائی پیدا ہو کہ نماز روزہ کا خیال بھی نہ رہے۔

خدا تعالےٰ سے دور پھینکنے والی دنیا کا سب سے بڑا حصہ اور دین سے نفرت دلانے والا قرب سلاطین ہے جسقدر ان کا قرب ہوتا ہے اسیقدر دل سخت ہوتا ہے اور ایک قسم کا تکبر اور رعونت بڑھتی ہے پس ہمیشہ ایسی راہوں سے بچنا چاہیے جو انسان کی عبودیت مین فرق ڈالنے والی ہون۔ بیشک تجارت والے تجارت کرین اور ملازمت پیشہ ملازمت کرین مگر خدا کا خوف رکھین اور سوچین کہ ان کے باپ دادا کہان گئے اور سوچین کہ وہ عزیز و آشنا جو سال گذشتہ مین ہمارے ساتھ تھے ان مین سے اب کتنے باقی رہے ہین۔

سال دیگر را کہ مے داند حساب
تا کجا رفت آنکہ با ما بود یار

کسیکو آیندہ کی کیا خبر ہے کہ کیا پیش آوے اب طاعون ہی کو دیکھو کہ کیسی صفائی کر رہی ہے۔ خدا کا وجود برحق ہے اس کی بلاؤن سے کوئی دوسرا نجات نہین دے سکتا جب تک وہ خود فضل نکرے۔ اس لئے بہتر ہے کہ سچی تقوےٰ اختیار کرو۔ جب تک انسان توسن گھوڑے کی طرح ہو مار کھاتا ہے لیکن جب ٹھیک ہو جاتا ہے تو پھر اشارہ پر چلتا ہے پس عوام تو مار کھاتے ہین اور خواص پر وحی و الہام ہوتا ہے۔ ان کیلئے وحی اشارہ ہی ہوتی ہے۔ اس حالت پر پہونچکر انسان گویا تعلیم یافتہ اسپ ہوتے ہین وہ اللہ تعالیٰ کے اشارہ پر چلتے ہین مگر دوسرے لوگ مار کھانے کے سوا کام نہیں کرتے جب یہ مار کھانے کا زمانہ گذر جاتا ہے تب وحی کی ضرورت ہوتی ہے اور وہ زمانہ آتا ہے۔ لیکن یہ مرحلہ سہولت سے طے نہین ہوتا۔

تقویٰ ایسی شے نہیں کہ جو صرف مہنہ سے پورا ہو جاوے بلکہ شیطان بہکاتا ہے جیسے ذرا سی شیرینی پر بھی چیونٹیاں آتی ہیں اور جمع ہو جاتی ہیں اسی طرح شیطان ذرا سا موقع پاکر بھی گرد ہو جاتا ہے۔ اس سے مطلب یہ ہے کہ تا انسان کو معلوم ہو جاوے کہ کوئی خود بخود عصمت اختیار نہیں کر سکتا جب تک خدا کی طرف سے طاقت نہ آوے جب طاقت آتی ہے تو فوراً تبدیلی کر لیتا ہے۔

دعا

تبدیلی کے لئے ضروری ہے۔ کہ دعا میں کرتا رہے اور اس کیلئے بہتر ذریعہ نماز ہے یہی نماز ایک نلکی ہو جاتی ہے جس کے ذریعہ خدا اندر داخل ہو جاتا ہے اور شیطان کے زہر کو دور کر دیتا ہے دعا ہی ہے جس سے انسان پاک صاف ہو جاتا ہے دعا کرنے والے کو ضروری ہوتا ہے کہ پہلے اپنے مالک کی تعریف و توصیف کرے۔ یہ ضروری ہے اگر کوئی ایک طرف حاکم سے مانگے اور دوسری طرف گالی دے تو اُسے خاک ملیگا الٹا سزا پائے گا۔

اسی لئے سورہ فاتحہ میں پہلے الحمد للہ کہا گیا ہے پھر بتایا ہے کہ وہ رب العالمین ہے۔ الرحمٰن ہے یعنے بغیر اعمال کے رحمت کرتا ہے پھر وہ الرحیم ہے یعنے اس کی رحمت ایسی ہے کہ کوشش پر بھی ثمرات مرتب کرتا ہے مالک یوم الدین ہے جزا و سزا اسکے ہاتھ میں ہے ان تعریفوں سے لازم آیا کہ بڑا خدا جو رب رحمٰن رحیم ہے وہ حاضر ناظر ہے اس لئے اب دعا کے وقت یہہ کہا ایاک نعبد و ایاک نستعین پھر اھدنا الصراط المستقیم کی دعا مانگی۔ سیدھی راہ دکھا ان لوگوں کی جنپر تیرے انعام و اکرام ہوئے گویا جو تیری مقبول راہ ہے اور جسپر چلکر تیرے تلطف کا یقین ہے ان لوگوں کی نہیں جنپر کوئی فیض اور فضل مرتب نہیں ہوتا بلکہ مغضوب بنا دیتی ہے اھدنا الصراط المستقیم کی دعا دین اور دنیا کی ساری حاجتوں پر حاوی ہے۔ کیونکہ کسی امر میں جبتک صراط مستقیم نہ ملے کچھ نہیں بنتا۔ طبیب کو زراعت کرنے والے کو غرض ہر انسان کو ہر کام میں صراط مستقیم کی ضرورت ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ انبیاء اس دعا کو کیوں مانگتے ہیں؟ انکو معلوم نہیں وہ ترقیات کے لئے مانگتے تھے۔ چونکہ اللہ تعالےٰ غیر محدود ہے اسکے فیضان و فضل بھی غیر منقطع ہیں اس لئے وہ ان غیر محدود فضلوں کے حاصل کرنے کے لئے اس دعا کو مانگتے تھے پس انسان کو وہ توفیق مانگنی چاہیے جو اس کی فطرت میں نیکی اور پاکیزگی پیدا کرے۔ اسکے بعد فسق۔ فجور۔ زنا۔ چوری۔ طمع۔ حقارت عجب۔ بخل اور دوسرے اخلاق رذیلہ سے پرہیز کرنے کی قدرت ملتی ہے اور پھر وہ اخلاق فاضلہ میں ترقی کرتا ہے۔ اخلاق فاضلہ کے دو بڑے حصے ہیں لوگوں سے محبت و اخلاق اور ہمدردی سے پیش آنا اور خدا سے محبت ذاتی سے پیش آنا۔ اور اس کی خدمت کے مضمون کو تلاش کرنا جس سے خدا راضی ہو جاوے جو لوگ ان باتوں کے کرنے والے ہوتے ہیں وہی مرضی ہوتے ہیں اور انکے لئے خدا نے فرمایا لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون۔ اس سے زیادہ اور کیا چاہیے کہ خدا ان کا متولی اور متکفل ہو جاتا ہے ھو یتولی الصالحین حدیث صحیح میں آیا ہے کہ خدا تعالےٰ عبد مومن کے جوارح ہو جاتا ہے وہ اس کی آنکھیں ہوتا ہے جس سے وہ دیکھتا ہے کان ہو جاتا ہے جس سے وہ سنتا ہے وغیرہ یہاں تک کہ من عادی لی ولیا فقد اذنتہ بالحرب لکھا ہے کہ جو اہل اللہ کو ستاتے ہیں خدا ان پر ایسے حملہ کرتا ہے جیسے کوئی شیرنی کے بچے کو اٹھا لے تو شیرنی جھپٹتی ہے۔

غرض خدا کی رحمت سے فائدہ اٹھانا اسی پر موقوف ہے خدا کو سب کا ایک ہی ہے مگر جیسے جیسے اس کی طرف قدم بڑھاتا وہ بھی بڑھاتا ہے اور خاص قسم کی رحمتیں اور تائیدیں اور نصرتیں عصمت اور حفاظت کیلئے کرتا ہے اور وہ ایسی تائیدیں ہوتی ہیں جو ہر ایک کی نہیں ہوتی ہیں اور اسی لئے یہ نشان بنجاتی ہیں انبیاء پر بھی مصائب اور مشکلات آتی ہیں مگر انھیں انکی ایسی تائید اور نصرت ہوتی ہے کہ دوسرے حیران ہو جاتے ہیں دیکھو مکہ والوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی کسقدر کوششیں کیں مگر آخر واللہ یعصمک من الناس ہی صحیح ثابت ہوا۔

پس ہماری جماعت کو چاہیے کہ وہ خدا کے سامنے ہمارے سامنے اپنے آپ کو صاف کرے اور اسکی محبت و یاد کا سلسلہ جاری رکھیں اور اسکے لئے نماز سے بہتر کوئی چیز نہیں جو کم از کم ہر روز پانچ مرتبہ موقع ملتا ہے روزہ سال کے بعد آتا ہے زکواۃ وہ دیتا ہے جسکے پاس مال ہے حج وہ کرتا ہے جو من استطاع الیہ سبیلا کا مصداق ہو۔ اس لئے نماز کو ہمیشہ وقت پر پڑھا جاوے اور اسکو ضائع نہ کیا جاوے۔

جب بار بار دعا کروگے اور سمجھوگے کہ ایسی ذات کے سامنے کھڑا ہوں جو اپنی دعا قبول کر سکتا ہے تو اسی ساعت اور لحظہ دعا میں جوش پیدا ہوگا۔ اللہ تعالےٰ کے حضور دنیا کا سا حال نہیں کوئی حاکم ہو یا کوئی ہو وہ ناداری سے کسی وقت خالی نہیں ہو سکتا بھرا بھرا یا خزانہ خدا کا ہے اسکے لئے صرف یقین کی حاجت ہے کہ میں ذلیل ہوں اور اسکی سامنے ہوں جو ابھی چاہے تو بیڑا پار کر سکتا ہے۔ پس جہانتک تضرع کر سکتا ہے کرے پھر وہ دیکھ لے گا کہ قبولیت ملتی ہے۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ خدا ملتا ہے۔

قبولیتِ دعا

عرض کیا گیا کہ بلعم کی دعا جو قبول ہوئی یہ کیا بات ہے؟ فرمایا قبولیت دعا دو قسم کی ہوتی ہے ایک بطور ابتلا دوسری بطور اصطفاء۔ بلعم کی دعا بطور ابتلا کے تھی اسطرح پر تو بعض ہندوؤں کی دعا بھی قبول ہو جاتی ہے۔ اصطفا کے طور پر صرف مومن کی دعا سنی جاتی ہے۔ اور یوں تو کیڑے مکوڑے کا بھی رزاق ہے۔

اس کے بعد حضرت اقدس علیہ الصلواۃ والسلام نے جناب ابو سعید عرب کو خطاب کرکے فرمایا کہ آپ چونکہ دور رہتے ہیں اگر کوئی پوچھے کہ کیا ثبوت ہے تو آپ کو یہی جواب دینا چاہیے کہ اس سلسلہ کی حقانیت کا ثبوت اسی طریق پر ہے جسطرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا موسیٰ علیہ السلام کا ہے۔ اسکی نبوت کی تین حصے ہیں اول پہلی کتابوں میں پیشگوئی ہوتی ہے یہ نظری ہوتی ہے اسپر لوگ جھگڑے کرتے ہیں اور شکوک و شبہات پیدا کرتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی جو توریت میں تھی اس پر اعتراض کرتے ہیں ایسا ہی مسیح کی پیشگوئی پر کہتے ہیں کہ پہلے الیاس کا آنا ضروری ہے اسی طرح اگر ہماری بابت پیشگوئیاں پیش کیجاویں تو اسی قسم کے جھگڑے پیش کر دیتے ہیں جیسے یہودی کرتے تھے۔ پھر ہم قرآن سے استنباط کرتے ہیں اور احادیث صحیحہ ہماری ساتھ ہیں ماسوا اسکے رات تائیدات ہماری ساتھ ہیں نزول المسیح میں جو ڈیڑھ سو نشان لکھا ہے کیا کوئی اسکی تکذیب کر سکتا ہے۔ غرض اسپر آپ پیشگوئیوں کا ذکر فرماتے رہے

۲۴ جنوری ۱۹۰۳ء

(صبح کی سیر)

مَن تَشَبَّهَ بِقَومٍ فَهُوَ مِنْهُم

عرب صاحب نے انگریزی قطع وضع کے متعلق ذکر کیا آپ نے فرمایا

انسان کو جیسے باطن میں اسلام دکھانا چاہیے۔ ویسے ہی ظاہر میں بھی ان لوگوں کی طرح نہیں ہونا چاہیے جو انگریزی لباس کو یہانتک اختیار کرتے ہیں کہ عورتوں کو بھی اس لباس اور وضع میں رکھنا پسند کرتے ہیں جو شخص ایک قوم کے لباس کو پسند کرتا ہے تو پھر وہ آہستہ آہستہ اس قوم کو اور پھر دوسری اوضاع واطوار حتی کہ مذہب کو بھی پسند کرنے لگتا ہے۔ اسلام نے سادگی کو پسند فرمایا ہے تکلفات سے منع کیا۔

چھری کانٹے سے کھانا

چھری کانٹے سے کھانے کے متعلق فرمایا کہ اسلام نے منع تو نہیں فرمایا ہاں تکلف سے ایک بات یا ایک فعل پر زور دینے سے منع کیا ہے اس خیال سے کہ اس قوم سے مشابہت نہ ہو جاوے ورنہ یوں تو ثابت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے چھری سے گوشت کاٹکر کھایا اور یہ فعل اس لیے کیا کہ امت کو تکلیف نہ ہو۔ جائز صورتوں پر کھانا جائز ہے مگر بالکل اسکا پابند ہونا تکلف کرنا اور کھانے کے دوسرے طریقوں کو ناجائز سمجھنا منع ہے کیونکہ آہستہ آہستہ انسان یہانتک تتبع کرتا ہے کہ انکی طرح طہارت بھی چھوڑ دیتا ہے من تشبہ بقوم فھو منھم سے یہی مراد ہے کہ التزاماً ان باتوں کو نکرے ورنہ بعض وقت جائز ضرورت کے لحاظ سے کر لینا منع نہیں ہے میں خود بعض وقت میز پر کھانا رکھ لیتا ہوں جب کام کی کثرت ہوتی ہے۔ اور میں لکھتا ہوتا ہوں اور ایسا ہی کبھی چٹائی پر کبھی چارپائی پر بھی کھاتا ہوں۔

تشبہ کے معنی یہی ہیں کہ اس لکیر کو لازم پکڑا جاوے ورنہ ہمارے دین کی سادگی پر غیر اقوام نے بھی رشک کھایا ہے اور انگریزوں نے بھی تعریف کی ہے۔ اور اکثر اصول ان لوگوں نے عرب سے لیکر اختیار کیے تھے مگر اب رسم پرستی کیطور پر مجبور ہیں کہ ترک نہیں کر سکتے

ڈاڑھی (ریش)

پھر عرب صاحب نے ڈاڑھی کے متعلق پوچھا فرمایا یہ ہر ایک انسان کے دل کا خیال ہے بعض ڈاڑھی مونچھ منڈوا دینے کو خوبصورتی سمجھتے ہیں مگر ہمیں اس سے ایسی سخت کراہت ہے کہ سامنے ہو تو کھانا کھانے کو بھی جی نہیں چاہتا۔ ڈاڑھی کا جو طریق انبیا اور راستبازوں نے اختیار کیا ہے وہ بہت پسندیدہ ہے البتہ اگر بہت لمبی ہو تو ایک مشت رکھکر کٹوا دینی چاہیے۔ خدا نے یہ ایک امتیاز عورت اور مرد کے درمیان رکھدیا ہے۔

اسپر جناب ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب نے طاعون کے متعلق پلیگ کمیشن کی جدید کتاب کا حوالہ دیا کہ اسمیں لکھا ہے کہ ڈاڑھی ہرگز نہ منڈانی چاہیے ورنہ اگر زخم ہوا تو طاعونی مادہ فوراً اثر کریگا

آپ نے فرمایا کہ استروں سے بھی بعض اوقات دوسرے زہر اور آتشک کے امراض پیدا ہو جاتے ہیں اس لیے ہمیشہ استرے کے استعمال کرنے میں بہت احتیاط لازم ہے اور رشتہ پر تو اسکا استعمال بہت خطرناک ہے ہاں غیر مناسب بال کٹوا دینے چاہییں نہ کہ منڈوا دینے۔

پیشگوئیاں اور احتیاط

فرمایا پیشگوئیوں کے لیے انسان کو یہ طمع ہرگز نہیں کرانی چاہیے کہ ایسی کھلی ہوں کہ نام تک لیکر بتایا جاوے ورنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض ہوگا کیونکہ توریت میں جو آپکے متعلق پیشگوئیاں ہیں وہ ایسی طرح سے نہیں بلکہ ایسے الفاظ تھے کہ یہود کو ٹھوکر لگی اور ایسا ہی الیاس والے معاملہ میں ٹھوکر کھائی اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ تمام امور پر یکجائی نظر کرنی چاہیے۔ پھر مومن اور متقی کو ثبوت ملتا ہے کہ ایک طرف قرآن احادیث کتب سابقہ ہمارے ساتھ ہیں اور ایک طرف صد ہا نشانات جنمیں سے ڈیڑھ سو کا ذکر نزول المسیح میں ہے۔ اور یہ ضد اللہ پر کہ صادق نشانوں سے قناعت کیا جاتا ہے۔

فرمایا پھر اعتراض کرنیوالوں کو حضرت عیسیٰ اور آنحضرت صلعم کی رسالت کا ثبوت مشکل ہوگا

یہود و یہ نکو دو بار عبرت کا مقام پیش آیا اول مسیح کے معاملہ میں جب انھوں نے یوحنا کو الیاس کھیرایا دوسرا آنحضرت صلعم کیوقت کہ وہ بنی اسمٰعیل میں سے ہوئے۔ مسیح کا نام نعوذ باللہ بعل زبوب یعنی مکھیوں کا سردار رکھا اور مجنون کہا آنحضرت کو بھی ساحر اور مجنون کہا۔

آخری زمانہ کا ذکر قرآن میں

ریل وغیرہ کے تذکرہ پر فرمایا کہ اس زمانہ میں خدا نے ہماری جماعت کو فائدہ پہنچایا ہے سفر کا آسان ہونا بہت آرام دہ بات ہے اس زمانہ کی نسبت خبر دی گئی ہے **واذا النفوس زوجت واذا الصحف نشرت** اس قسم کی دوسری آیات سے بتایا فرمایا

کسوف وخسوف اور شق القمر

کسوف خسوف کے ذکر پر فرمایا کہ یہ بڑا نشان ہے جو اسوقت پورا ہوا ہے براہین احمدیہ میں اسکا ذکر استعارہ کیطور پر اسطرح آیا ہے **وان یروا آیۃ یعرضوا ویقولون سحر مستمر** یہ میرا الہام بھی ہے اور بعض محدثین کا یہی مذہب ہے کہ شق القمر بھی ایک قسم خسوف کی تھا۔ مولانا مولوی سید محمد احسن صاحب امروہی نے حوالہ دیا کہ عبداللہ ابن عباس کا یہی مذہب ہے اور شاہ ولی اللہ بھی یہی لکھتے ہیں اور ہمارا اپنا مذہب بھی یہی ہے کہ وہ از قسم خسوف تھا کیونکہ بڑے بڑے علما اسطرف گئے ہیں

طوفان نوح

طوفان نوح کے متعلق فرمایا کہ قرآن سے یہ ثابت نہیں کہ کل زمین کی آبادی کو اسوقت تباہ کر دیا تھا۔ بلکہ صرف انہی قوم پر تباہی آئی تھی

ختم نبوۃ

سوال کیا گیا کہ مسیح نادری کے آنے سے ختم نبوۃ ٹوٹتی ہے تو مرزا صاحب کے دعوی نبوۃ سے کیوں نہیں ٹوٹتی۔ فرمایا مسیح

الدین

(سلسلہ کے لئے دیکھو نمبر ۲)

یہ لوگ اپنے مخازن علوم کو کافی سمجھتے ہیں اور خطرناک جرم کے مرتکب ہوتے ہیں کیونکہ اسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حضور باغی ٹہیرائے جاتے ہیں اور یہ سچ بھی ہے اللہ تعالیٰ ہی سے تو وہ مقابلہ کرتے ہیں جب اللہ تعالیٰ ایک انسان کو معظم و مکرم اور مطاع بنانا چاہتا ہے تو ہر ایک کا فرض ہے کہ رضاء الہی کو مقدم کرے اور اسکو اپنا مطاع سمجھے ارادہ الہی کو کوئی چیز روک نہیں سکتی اس کے مقابلہ میں تو جو آئیگا وہ ہلاک ہوجائیگا پس جو خلاف ورزی کرتا ہے یا یہ سمجھتا ہے کہ میرے علوم کے سامنے اسکی احتیاج نہیں وہ اس تعظیم۔ مکرمت۔ اعزاز میں جو اس مطاع مکرم و معظم کے متبعین کو ملتا ہے حصہ دار نہیں ہوتا بلکہ محروم رہ جاتا ہے۔ خواہ ایسا انسان اپنے طور پر کتنی ہی نیکیاں کرتا ہو مگر بس ایک انسان کی مخالفت اور خلاف ورزی سے اسکے اعمال حبط ہوجاتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے عظیم الشان منشاء کے خلاف کرتا ہے اسپر بغاوت کا الزام ہے۔ دنیوی گورنمنٹوں کی نظام میں بھی یہی قانون ہے ایک بھلا مانس آدمی جو کبھی بدمعاملگی نہیں کرتا۔ چوری اور رہزنی اسکا کام نہیں تاجر ہے تو چونگی کا محصول اور دوسرے ضروری محاصل کے ادا کرنے میں سُستی نہیں کرتا۔ زمیندار ہے تو وقت پر لگان ادا کرتا ہے لیکن اگر وہ یہ کہے کہ بادشاہ کی ضرورت نہیں اور اسکے اعزاز و اکرام میں کمی کرے تو یہ شریر اور باغی قرار دیا جاویگا۔

اسی طرح پر ماموروں کی مخالفت خطرناک گناہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے حضور ہو سکتا ہے ابلیس نے یہی گناہ کیا تہا۔ انبیاء علیہ السلام کے حضور شیاطین بہت دہوکے دیتے ہیں میرے نزدیک وہ لوگ بڑے ہی بدبخت ہیں جو اللہ تعالیٰ کے منشاء کے خلاف کرنا چاہتے ہیں۔ کیونکہ ذرہ ذرہ اسپر لعنت بہیجتا ہے جب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ وہ معزز و مکرم اور مطاع ہو تو اسکی مخالف کرنے والا تباہ نہو تو کیا ہو یہی سر ہے جو انبیاء و مرسل اور ماموریں کے مخالف ہمیشہ تباہ ہوئے ہیں سو وہ جرم بغاوت کے مجرم ہوتے ہیں

پس کتابوں کے بعد رسولوں پر ایمان لانا ضروری ہے ورنہ انسان **متکبر** ہوجاتا ہے اور پہلا گناہ دین میں خلیفۃ اللہ کے مقابلہ ہی تہا ابی واستکبر اس میں شک نہیں کہ سُنت اللہ اسی طرح پر ہے کہ ماموروں پر اعتراض ہوتے ہیں اچھے بھی کرتے ہیں اور بُرے بھی مگر اچھوں کو رجوع کرنا پڑتا ہے اور بُرے نہیں کرتے۔ مگر مبارک وہی ہیں جو اعتراض سے بچتے ہیں کیونکہ نیکوں کو بھی آخر مامور کے حضور رجوع اور سجدہ کرنا ہی پڑا ہے۔ پس اگر یہہ ملک کیطرح ہی ہو پھر بھی اعتراض سے بچو کیونکہ خدا تو سجدہ کرائے بغیر نہ چھوڑیگا ورنہ لعنت کا طوق گلے میں پڑے گا۔

جزا و سزا اس کے بعد پانچواں رُکن ایمان کا **جزا و سزا** پر ایمان ہے۔ یہ ایک فطرتی اصل ہے اور انسان کی بناوٹ میں داخل ہے کہ جزا اور بدلے کے لئے ہوشیار اور سزا سے مضایقہ کرتا ہے یہ ایک فطرتی مسئلہ ہے اور اس سے کوئی انکار نہیں کرسکتا۔ ایک بچہ بھی جب دیکہتا ہے کہ یہاں سے دُکہہ پہونچیگا وہاں سے ہٹتا ہے اور جہاں راحت پہونچتی ہے وہاں خوشی سے جاتا ہے۔ چلا چلا کر بھی جزا لینے کو طیار رہتا ہے یہانتک کہ فاسق و فاجر کی فطرت میں بھی یہ امر ہے۔

ایک آدمی کبھی پسند نہیں کرتا کہ دوسرے کے سامنے ذلیل و خوار ہو۔ ہر ایک چاہتا ہے کہ معزز ہو سینے دیکھا ہے کہ فیل ہونے سے ایک بچہ کو کیسی ذلت پہونچتی ہے بعض اوقات ان ناکامیوں نے خودکشیاں کرادی ہیں اور پاس ہونے سے کیسی خوشی ہوتی ہے زمیندار کو دیکہا جب بروقت بارش نہو پھل کے ضائع ہونیکا اندیشہ ہو کیسا رنج ہوتا ہے لیکن اگر غلہ گہر لے آئے تو کیسا خوش ہوتا ہے۔ اسی طرح ہر حرفہ صفت والا دوکاندار غرض کوئی نہیں چاہتا کہ محنت کا بدلہ نہ ملے اور بچاؤ کا سامان نہو۔

پس جب یہ فطرتی امر ہے تو اسکو بھی اللہ تعالیٰ نے ایمان کا جزو رکہا ہے کہ جزا و سزا پر ایمان لاؤ۔ اللہ مالک یوم الدین ہے روز روشن کی طرح اسکی جزائیں سزائیں ہیں اور وہ مخفی نہ ہونگی اور مالکانہ رنگ میں آئیں گی جیسے مالک اچھے کام پر انعام اور بُرے کام پر سزا دیتا ہے۔ اس حصہ پر ایمان لاکر انسان کامیاب ہوجاتا ہے مگر اس میں سُستی اور غفلت کرنے سے ناکام رہتا ہے اور قرب الہی کی راہوں سے دور چلا جاتا ہے۔

دوسرا سوال پہر دوسرا سوال جو جبرائیل نے تعلیم الدین کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا اور آپنے اسکا جواب دیا وہ ہے **ما الاسلام**؟ اسکا جواب جو پاک انسان خاتم الانبیاء و خاتم الاولیاء خاتم الکمالات کی زبان سے نکلا وہ یہ ہے

ان تشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ۔

جو بات انسان کے دل سے اُٹہتی ہے ضرور ہے کہ اسکا اثر اس کے اعضاء و جوارح اور مال پر پڑے کون نہیں سمجہتا کہ شجاعت اگر اندر ہو تو وہ اپنے ہاتہ بازو اور اعضا سے محل و موقع پر اسکا ثبوت نہ دیگا۔ اگر وہ موقع پر بہاگ جاتا اور بزدلی ظاہر کرتا ہے تو کوئی اسکو شجاع نہیں کہہ سکتا۔ اسی طرح سخاوت ایک عمدہ جوہر ہے لیکن اگر اسکا اثر مال پر نہیں پڑتا۔ تو وہ سخاوت نہیں بخل ہے ایسا ہی عفت ایک عمدہ صفت ہے ضرور ہے کہ جس میں یہ صفت ہو وہ بدنظری اور بے حیائی سے بچے اور تمام فواحش اور ناپاک کاموں سے پرہیز کرے۔ اسیطرح جسکے اندر قناعت ہو ضروری ہو کہ وہ دوسروں کے مال پر بے جا تصرف سے پرہیز کریگا۔ غرض یہ ضروری بات ہے کہ جب اندر کوئی بات ہو تو اسکا اثر جوارح اور مال پر ضرور ہوتا ہے۔ پس اگر سچی نیازمندی فرمانبرداری تحریک ملائکہ۔ کتابوں۔ ماموروں خلفاء اور صلحوں کی اطاعت میں ہو اور دل میں یہ بات ہو تو زبان پر ضرور آئیگی اور وہ اظہار کرے گا۔ اگر سچائی سے کسی انسان کو مانا ہوا ہو اور اسکی اظہار سے مضایقہ ہو تو یاد رکہو دل کمزور ہے۔ اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا کہ اگر اللہ کے اسمار پر کامل یقین ہو اور اس کے رسولوں پر ملایکہ پر اور کتابوں اور انبیار پر یقین ہو اور ایسا ہی اس یقین میں انکی ثواب اور اللہ کا قرب داخل ہے تو اس یقین کا اثر زبان پر آتا ہے اور وہ ایک لذت کے ساتھ کہہ اُٹھتا ہے اشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ و اشھد ان محمدا عبدہ و رسولہ۔

بے ریب سید الاولین والآخرین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کامل صفات والا انسان کل سچائیوں اور علوم حقہ کا لانے والا ہے۔ جب یہ اقرار اور وہ ایمان ہو تو اسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ سچی نیاز مندی کے ساتھ جناب الٰہی کے حضور پیش ہو۔ اور یہی نماز ہے نماز ظاہری پاکیزگی ہاتھ منہ دھونے اور ناک صاف کرنے اور شرمگاہوں کو پاک کرنے کے ساتھ یہ تعلیم دیتی ہے کہ جیسے میں ان ظاہری پاکیزگی کو ملحوظ رکھتا ہوں اندرونی صفائی اور پاکیزگی اور سچی طہارت عطا کر اور پھر اللہ تعالیٰ کے حضور سبحانیت۔ قدوسیت حمدیت۔ پھر ربوبیت۔ رحمانیت۔ رحیمیت اور اسکے مالک و ملک میں تصرفات اور اپنی ذمہ داریوں کو یاد کر کے کہ اس قلب کے ساتھ ماننے کو طیار ہوں سینہ پر ہاتھ رکھکر تیرے حضور کھڑا ہوتا ہوں۔ اس قسم کی نماز جب پڑھتا ہے تو پھر اسکی وہ خاصیت اور اثر پیدا ہوتا ہے جو ان الصلوٰۃ تنھیٰ عن الفحشاء والمنکر میں بیان ہوا ہے پھر پاک کتاب کا کچھ حصہ پڑھے اور رکوع کرے اور غور کرے کہ میری عبودیت اور نیاز مندی کی انتہا بجز سجدہ کے اور کوئی نہیں۔ جب اس قسم کی نماز پڑھے تو وہ نیاز مندی اور سچائی جب اعضار اور جوارح پر اپنا اثر کر چکی تو اور جوش مار کر ترقی کریگی اور اسکا اثر مال پر پڑے گا۔

صدقات کی ضرورت

اور ایک مقررہ حصہ اپنے مال کا دیگا۔ جیسے آج کے دن بھی صدقۃ الفطر ہر شخص پر غنی ہو حر ہو یا عبد غرض سب پر واجب ہے کہ صدقہ دے تاکہ روزں کے لئے طہر کا کام دے اور نماز سے پہلے ایک مقام پر جمع کرے۔ اس بات کی بڑی ضرورت ہے کہ وحدت پیدا ہو اسلام کے ہر امر میں وحدت کی رُوح پھونکی گئی ہے جب تک وحدت نہ ہو اس پر اللہ کا ہاتھ نہیں ہوتا جو جماعت پر ہوتا ہے میں درختوں کو دیکھ سوچتا ہوں کہ اگر ایک ایک پتہ کہے کہ میں ہاتھ پھیلائے ہوئے ہوں اور اپنے رب سے مانگتا ہوں وہ مجھے سرسبز کر دیگا کیا وہ الگ ہو کر سرسبز رہ سکتا ہے؟ ہرگز نہیں بلکہ وہ مرجھا جائے گا۔ اور ادنےٰ سے جھوکے سے گر جائے گا اس لئے ضروری ہے کہ ایک شاخ سے اسکا تعلق ہو اور پھر اس شاخ کا کسی بڑی شاخ سے اور اسکا کسی بڑے تنے سے تعلق ہو جو جڑ اور اسکی رگوں سے اپنی خوراک کو جذب کرتا یہ سچی مثال ہے جب اللہ تعالیٰ کسی چیز کا بیج لگاتا ہے تو جو شاخ اس سے الگ ہو کر بار آور اور ثمردار ہونا چاہے وہ نہیں ہو سکتی خواہ اُسے کتنے ہی پانی میں رکھو وہ پانی اسکی سرسبزی اور شادابی کی بجائے اس کے سڑنے کا موجب اور باعث ہوگا۔ پس وحدت کی ضرورت ہے اسی لئے صدقۃ الفطر بھی ایک ہی جگہ جمع ہونا چاہیئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عید سے پہلے یہ صدقہ جمع ہو جاتا اور ایسے ہی زکوٰۃ کے اموال بڑی احتیاط سے اکٹھے کئے جاتے یہاں تک کہ منکرین کے لئے قتل کا فتویٰ دیا گیا۔

مجھے حیرت ہوتی ہے کہ ہمارے بھائیوں میں ابھی یہ وحدت پیدا نہیں ہوئی یا ہوئی ہے تو بہت کمزور ہے۔

تم پر اللہ تعالےٰ کا بہت بڑا فضل و احسان ہے کہ تم نے اسکو کامل صفات سے موصوف مانا ہے اور یہانتک تم نے توحید سے حظ اُٹھایا ہے کہ اگر کوئی غلطی سے مخلوق میں سے کسی کو ان صفات سے موصوف مانتا تھا تم نے اسکو بھی اس امام کے طفیل سے چھوڑا اور اب تم پاک ہوگئے کہ مسیح کو خالق اور باری۔ محلل محرم اور محی اور ممیت اور عالم الغیب سمجھیں تو جیسے یہ امتیاز حاصل کیا تھا اب کیسی ضرورت تھی کہ پھر صحابہ کیطرح تمہارے سارے تعلقات اس شجر طیبہ کے ساتھ ہوتے جسکے ساتھ پیوند ہو کر وہ تمام پھل لانے والے تم ہو سکتے تھے مجھے ہمیشہ تعجب ہوتا ہے جب میں کسی کو ایسے تعلقات سے باہر دیکھتا ہوں۔ دیکھو تمہارے تعلقات تمہارے چال چلن شادی و غمی حسن معاشرت۔ تمدن سلطنت کے ساتھ تعلقات غرض ہر قول و فعل آیندہ نسلوں کے لئے ایک نمونہ ہوگا پھر کیا تم چاہتے ہو کہ رحمت اور فضل کا نمونہ تم بنو یا لعنت کا۔

پس دعائیں کرو کہ تم جو اس پاک چشمہ پر پہونچے ہو اللہ تعالیٰ تمہیں اس سے سیراب کرے اور عظیم الشان فضل اور خیر کے حاصل کرنے کی تمہیں توفیق ملے۔ اور یہ سب توفیقیں اسوقت ملیں گی جب تمہارے سب معاملات ایک درخت سے وابستہ ہوں۔

پس ان سارے چندوں اور اغراض میں ایک ہی تنا اور جڑ ہو۔ پھر ایسی وحدت ہو کہ تمام دغا اور فریب کپٹ سے بری ہو جاؤ۔ شاید تم نے سمجھا ہو کہ کسی کتاب کا نام کشتی نوح ہے۔ نہیں کچھ اغراض و مقاصد ہیں کچھ عقاید اور اعمال ہیں اس پر وہی سوار ہو سکتا ہے جو اپنے آپ کو اسکی تعلیم کے موافق بناتا ہے۔ پھر ان سب کے بعد تقویٰ کی وہ راہ ہے جسکا نام روزہ ہے جس میں انسان شخصی اور قومی ضرورتوں کو اللہ تعالیٰ کے لئے ایک وقت معین تک چھوڑتا ہے۔

اب دیکھ لو کہ جب ضروری چیزوں کو ایک وقت ترک کرتا ہے تو غیر ضروری کا استعمال کیوں کریگا۔ روزہ کی غرض اور غایت یہی ہے کہ غیر ضروری چیزوں میں اللہ کو ناراض نکرے اسلئے فرمایا لعلکم تتقون۔

پھر جیسے پنجگانہ نماز یہاں ہر محلے میں باجماعت پڑھتے ہیں اور پھر جمعہ کی نماز سارے شہر والے اسی طرح اور گرد کے دیہات والے اور کل شہر کے باشندے جمع ہو کر عید کی نماز ایک جگہ پڑھتے ہیں اس میں بھی وہی وحدت کی تعلیم مقصود ہے غرض اسلام کے ہر رکن میں ایک وحدت کو قایم کیا ہے پھر اسکو قائم رکھنے کے لئے خاص حکم بھی دیا لا تنازعوا۔ باہم کش مکش نکرو۔ کیونکہ جب ایک کجی کرتا ہے تو دوسرا بھی اس میں مبتلا ہو جاتا ہے اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہوا بگڑ جاتی ہے۔ جب یہ خود دوسرے کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتا ہے تو چونکہ وہ بھی کبریائی کا مظہر ہے اس لئے تکبر کرتا اور وحدت اُٹھ جاتی ہے

نصیحت

اے مومنو خوف ہے کچھ خدا کا
گھٹایا ہے کیوں مرتبہ مصطفیٰ کا
جو ختم الرسل ہیں وہ سوئیں زمیں پر
بٹھایا ہے عیسیٰ کو عرش بریں پر
صحیح نص سے بھائی ہم کو بتا دو
کلام الٰہی سے ہم کو پتا دو
مع جسم ہے وہ فلک پر چڑھایا
کسی نے ہمیں آجتک نہ بتایا
سند زندہ اٹھنے کی ہے پاس بھائی
نہیں آجتک تم نے ہمکو دکھائی
دوبارہ وہ آئیں گے کیونکر زمیں پر
کہ جو زندہ بیٹھے ہیں عرش بریں پر
اے بھائیو چھوڑ دو اب تو غفلت
ہوئی پوری دنیا میں اب ساری حجت
پیمبر نے جو کچھ زباں سے کہا ہے
بخاری میں جا دیکھ لے کیا لکھا ہے
نہیں مانتے گر ہو حجت ہماری
تو تم دیکھ لو جاکے مسلم بخاری
یہ قول نبی سے ہوا ہے مبیّن
کہ موعود عیسیٰ ہوئے ہیں ہویدا
خلاف پیمبر اگر تم کروگے
مسلمان ہوکر نہ ہرگز مروگے
ہمیں تیس آیت سے ظاہر ہوا ہے
مسیح ابن مریم جہاں میں موا ہے
نشان سماوی سے ظاہر ہوا ہے
کہ موعود کا وقت اب آگیا ہے
جو موعود آنا تھا سو آگیا ہے
پتا اس کے آنیکا ہم کو ملا ہے
کلام الٰہی نے دی یہ نشانی
کہ موعود عیسیٰ ہے وہ قادیانی
خدا سے ڈرو اور بیعت کو آؤ
کدورت کو دل سے تم اپنے مٹاؤ
تمہارے مٹانے سے یہ کب مٹیگا
تمہارے ہٹانے سے کب یہ ہٹیگا
نہیں مانتے گر ہو کہنا ہمارا
تو بد حشر ہو دے گا بیشک تمہارا
الٰہی بحق مسیح زمان تو
مجھے جلد پہونچا دے دار الامان تو
اطاعت میں موعود کے رکھہ الٰہی
مٹا میرے دل سے گنہ کی سیاہی

رفع الزام

میرے مکرم معظم ایڈیٹر صاحب السلام علیکم
میں امید کرتا ہوں۔ کہ آپ از راہ عنایت ذیل کی چند سطور کو اپنے اخبار دُر بے بہا میں درج فرماکر خاکسار کو شکریہ کا موقع دینگے۔ ؎

میخانہ میں آئے تو لڑائی دیکھی
مسجد میں گئے تو ہاتھا پائی دیکھی
ریفارمروں میں بھی تنازعہ ہی رہا
ہر وصل میں صورت جدائی دیکھی

میرا اصول ہمیشہ سے ذیل کے شعر میں رہتا ہے۔

تو پاک باش برادر مدار از کس باک

عرصہ تقریباً ۳ سال کا گذرا ہوگا۔ کہ میرے مکرم دوست مستری حسن دین صاحب نے میرے روبرو حضرت مجدد دوران مسیح موعود اور مہدی موعود کے بارے میں چند دلائل بیان فرمائے جس میں کہ آپ کامیاب ہوئے + میں نے اسی روز سے اپنے تمام بیہودہ خیالات کو جو میرے گو متعلق تھے۔ دور کئے۔ گو چند عرصہ کے لئے خاکسار کو چند مولیوں نے راہ حق کیطرف جانے سے روکا مگر کچھ بن نہ پڑا۔ اور آخرکار اُن کو نہایت سخت درجے کی ذلت نصیب ہوئی (میرا بچپن ہی سے علماء و فضلا کے پاس جانے کا اتفاق ہوتا رہا ہے) میرا مدعا جو مضمون کے ارسال کرنیکا ہے وہ یہ ہے کہ آج میں نے اخبار دار العلوم دہلی میں ایک مضمون بہ عنوان "مرزا جی کی چالاکیوں کا انکشاف" پڑھا۔ مجھکو اس مضمون کے پڑھنے سے جسقدر حیرت ہوئی۔ اور جسقدر تفکرات اور خیالات مجھے دامنگیر ہوئی۔ وہ انسانی قلم سے بہت دور ہیں۔ میرا دل چاہتا ہے کہ اس بیہودہ مضمون کی تردید کے لئے قلم اٹھاؤں راقم اس مضمون کے ارسال کرنیکا حاجی احمد علی امرتسری ہے اس نے جو کچھ تحریر کیا۔ وہ اُن کی لیاقت پر دال ہے میرا ارادہ جناب ایڈیٹر صاحب اس مضمون کے مطالعے کے بعد یہ بالکل نہ تھا کہ میں اس کی تردید کے لئے اپنی قلم چند سکنڈ کے لئے اٹھاؤں۔ مگر بخیال اس امر کے کہ اس سے خلق مشتبہ ہو جاوے گا اگر اس کی تردید خاکسار ذیل کی چند سطور میں کرے۔

الٰہی مطلع انوار رحمت ساز جانم را
کلید مخزن اسرار دل گردان زبانم را

راقم مضمون کے بھیجنے والا اخبار میں تحریر کرتا ہے کہ عوام الناس میں یہ بیہودہ خیال معلوم نہیں کہ کسطرح سے پھیل گیا ہے کہ وے ہر وقت صبح و شام یہ لکاتی رہتی ہیں کہ مرزا جی کے مریدوں کی تعداد بیحساب ہو گئی ہے مگر ان عقل کے اندھوں اور گانٹھ کے پکوں یہ بات شاید معلوم نہیں کہ مرزا جی نے الحکم میں جعلی بیعتوں کی فہرست کھولی ہے قصہ کوتاہ بطور مثال کے تحریر کرتے ہیں۔ "میرے ایک دوست کے بھائی میاں محمد دین طالب علم اسلامیہ سکول راولپنڈی (مدعا خاکساری) میں پڑھتا ہے اور وہ اکثر حکیم شہنواز کی دوکان پر جایا کرتا تھا۔ بس اس کا وہاں جانا ہی تھا کہ حکیم صاحب نے اس کا نام اخبار الحکم میں فہرست جعلی بیعت کنندگان میں درج کرا دیا۔ اب دیکھئے کہ اس جگہ راقم مضمون نے کسقدر حق کو چھپایا اور خدا کا ذرا بھی خوف نہ کیا ناحق سچ۔ راست میں کلمات کو جھوٹ مشہور کیا۔ میں سچ کہتا ہوں کہ میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب مجدد و مسیح موعود۔ و مہدی موعود کو راست مسیح سمجھتا ہوں اور ان کے تمام احکام کی پابندی کرنی نہ صرف مجھپر بلکہ تمام مسلمانوں پر فرض عین ہے مگر افسوس بجائے پابندی احکام کے مخالفت پر کمر باندھی ہوئی ہے اور ہر ساعت منصوبے گھڑتے رہتے ہیں کہ اس نور کو اپنی پھونکوں سے بجھائیں مگر ان کو معلوم نہیں کہ خدائے قدوس ہمارا معاون اور مددگار ہے۔ ہمیں صرف اسی کی مدد درکار ہے۔ خواہ تمام جہان کے لوگ ایکطرف کیوں نہ ہو جائیں۔ ؎

دشمن چہ کند چو مہربان باشد دوست

آہ! اس بدبخت قوم نے تیرے پاک نبی کو نہ مانا اور انواع و اقسام کی تکلیفیں دینے کے علاوہ اس کو نہایت ہی ناشائستہ اور سب و شتم سے یاد کیا۔ افسوس آتا ہے۔ کہ انہوں نے کسطرح ایسے بیہودہ اور لغو مضمون کو اپنے اخبار میں درج کیا ہے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ایڈیٹر صاحب مضمون کی حقیقت پر کچھ غور نہیں کرتے اور خواہ مخواہ اخبار میں درج کر دیتے ہیں۔ حالانکہ ایڈیٹر کا یہ اہم فرض

مطبع انوار احمدیہ پریس قادیان میں شیخ یعقوب علی تراب احمدی کے اہتمام سے چھپکر شائع ہوا

ہمارا مقدمہ

مقدمہ کے تفصیلی حالات کے لیے جنکو پڑھ کر ان شاء اللہ العزیز ہمارے ناظرین از بس محظوظ ہوں گے اور اُنکے ایمان میں ترقی ہوگی ہم اس اشاعۃ سے دو صفحے بڑھاتے ہیں لیکن سردست وہ جہلم کے مقدمات کے نتائج کے منتظر ہیں اس لیے ہمنے اپنی قوم کیطرف سے مقدمات جہلم کے خارج ہونے پر جو ضمیمہ شائع کیا ہے اُسکو درج کرتے اور اگلی اشاعۃ ہم
تفصیلی حالات درج
ہونے شروع
ہونگے
(ایڈیٹر)

الحق کی عظیم الشان فتح۔ منحوس باطل کی خطرناک شکست

یعنی

جہلم والے مقدمات کا پہلی ہی پیشی پر خارج ہونا

اور

حضرۃ مسیح موعود علیہ الصّلوۃ والسلام کی عظیم الشان پیشگوئیوں کا پورا ہونا

شعر

بنگر اے قوم نشانہائی خداوندقدیر
چشم بکشا کہ بسے چشم نشانی ست کبیر

شعر الہامی

قادر کے کاروبار نمودار ہو گئے
کافر جو کہتے تھے وہ نگونسار ہو گئے

شعر

خدا کے پاک لوگوں کو خدا سے نصرۃ آتی ہے
جب آتی ہے توپھر عالم کو ایک عالم دکھاتی ہے

شعر

کبھی نصرۃ نہیں ملتی درمولیٰ سے گندوں کو
کبھی ضائع نہیں کرتا وہ ہزپاک بندوںکو

الحکم

کا خاص پرچہ جو ۱۹ جنوری ۱۹۰۳ء کو اس عظیم الشان نشان کے ظہور پر ایڈیٹر الحکم نے خادم قوم ہونے کی حیثیت سے اعلیٰ حضرۃ **حجۃ اللہ فی الارض** مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے حضور بطور **مبارکباد** پیش کیا اور قوم کو ان نشانات کے پورا ہونے کی اطلاع کے لیے اور دوسرے لوگوں پر اتمام حجۃ کی خاطر شائع کیا

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ۔ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مُحَمَّدٍ وَاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ

امابعد ہم نہایت مسرت اور دلی انبساط کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی حمد وستایش کرتے ہوئے یہ **مژدہ** راحت بخش اپنی قوم کو خصوصًا اور دوسرے لوگوں کو عمومًا سُناتے ہیں کہ جو مقدمات فوجداری حضرۃ **حجۃ اللہ علی الارض مسیح** موعود علیہ الصلوۃ والسلام اور خاکسار ایڈیٹر الحکم اور حکیم فضل الدین صاحب اور مولوی عبد اللہ صاحب کے خلاف زیر دفعہ ۵۰۰ و ۵۰۱ وغیرہ تعزیرات ہند مولوی کرم الدین صاحب ساکن بھیں کی طرف سے جناب رائے سنسار چند صاحب مجسٹریٹ درجہ اول ضلع جہلم کی عدالت میں دائر تھے۔ اور جنکی پہلی پیشی ۱۷ جنوری ۱۹۰۳ء کو ہوئی تھی وہ پہلی ہی پیشی پر خدا تعالیٰ کے محض فضل وکرم سے دونوں ہی اللہ تعالیٰ کے وعدوں کے موافق جو اُس کے برگزیدہ رسول کی معرفۃ ایک عرصہ پہلے شائع ہو چکے تھے

خارج ہوگئے

اور حضرۃ جری اللہ فی حلل الانبیاء علیہ الصلوۃ اور آپ کے خدام واہل جوان مقدمات میں شریک تھے عزۃ واحترام کے ساتھ بری ہوئے وللہ الحمد۔ ہم اس عظیم الشان کامیابی پر سید ومولیٰ امام کی حضور قوم کیطرف سے بحیثیت ایک قومی خادم ہونے کے مبارکباد عرض کرتے ہیں

گر قبول افتد زہے عز وشرف

مقدمات میں کامیابی بظاہر ایک معمولی اور روزمرہ کی بات ہے۔ اور جب دو فریق عدالۃ میں جاتے ہیں تو ایک ضرور کامیاب اور دوسرا نامراد رہتا ہے لیکن یہ کامیابی معمولی کامیابی نہیں یہ خارق عادۃ کامیابی ہے یہ خدا کا عظیم الشان نشان ہے جو معمولی نگاہ اور نظر سے دیکھے جانے کے قابل نہیں کیونکہ مقدمہ کے وجود سے بھی ایک سال پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنے مامور اور مرسل مسیح موعود کو ایک کے ذریعہ سے ان **وارنٹ کیس** کے دائر ہونے اور پھر اس سے **بری** ہونے کی اطلاع دی تھی۔ جو الحکم مورخہ ۳۰ نومبر ۱۹۰۱ء میں شائع ہو چکی ہے * اور پھر متواتر مقدمہ کے دائر ہونے سے چند روز پیشتر اس کے متعلق الہام ہونے شروع ہوئے جنکو ہم نے اس اشتہار کے حاشیہ میں دیدیا ہے ان تمام الہامات کو یکجائی نظر سے دیکھو اور بتاؤ کہ یہ انسانی طاقت اور قیافہ شناسی کے اندر ہے کہ **ایک سال پہلے** پورے وثوق اور زور کے ساتھ ایک واقعہ کی خبر دیجاوے ایسی حالت میں کہ اس کے متعلق کوئی نشان بھی پایا نہ جاتا ہو؟ الحق! خدا کے وعدے سچے اور اسکی باتیں پوری ہیں۔ اُنہیں کوئی تغیر نہیں اے دانشمندو! اے قوم کے مدبرو!! اور اے نوجوانو!!! خدا کیلئے اُٹھو!!! اور سوچو کہ کیا یہ چھوٹی سی بات ہے؟ کیا ابھی تک تم پر حجۃ پوری نہیں ہوئی؟ کیا تم اس کے بعد کسی اور نشان کے منتظر ہو؟؟؟ !!!

اے **مظفر! تجھ پر سلام!!!** فتح وظفر کی کلید تجھے خدا کیطرف سے دی گئی۔ تو اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے موافق جو تیری زبان سے اُسنے صادر کرایا **انی صادق! انی صادق** لاریب تو روز روشن میں صادق ٹھیرا۔ بیشک! تیری اس پیشگوئی کے موافق کہ سیشہد اللہ لی

تیرے لیے زمین و آسمان اور مانی السموٰت والارض کے حضا نے ایک زبردست شہادت پیدا کی اسی کے موافق جو تونے مانگی - تیری صداقت کھل گئی۔

اسے خدا کے جری! (تجھپر صلوٰۃ اور سلام) تجھے عزۃ کا خطاب دیا گیا۔ اسی کے موافق جو کئی سال پہلے خدا نے کہا تھا لَكَ خِطَابُ الْعِزَّةِ کیونکہ اس خطاب کے ساتھ ایک عظیم الشان نشان ہے جیسے کہا گیا تھا کہ "اور ایک عظیم الشان نشان اس کے ساتھ ہو گا"۔ اسے خاتم الانبیا کے موعود اور اسے انبیاء و مرسلین کی نوید! تجھے ہر طرف سے برکات دکھائی گئیں - اسی کے موافق جو خدا نے اس مقدمہ کو جاتے ہوئے بمقام لاہور ۱۶ جنوری کو تجھے مخاطب کر کے فرمایا اُرِیْكَ بَرَكَاتٍ مِّنْ كُلِّ طَرَفٍ اور ہر طرف سے تیری زیارت اور شرف بعیت کے لیے لوگ دوڑے آئے۔ تیری قبولیت ملائکہ نے دنیا میں پھیلا دی۔

اسے خدا کے برگزیدہ رسول! الحق خدا تیرے ساتھ کھڑا ہوا اپنے وعدہ کے موافق جب اس نے کہا اِنِّی مَعَ الرَّسُوْلِ اَقُوْمُ وَالُوْمُ مَنْ یَلُوْمُ اور اسے مہدی! فی الحقیقۃ خدا اپنی فوجوں کے ساتھ آیا جیسا اس نے فرمایا اِنِّی مَعَ الْاَفْوَاجِ اٰتِیْ - اسے جری اللہ! خدا تعالیٰ نے جیسا قریباً تین سال پہلے خبر دی تھی اسی طرح وقوع میں آیا کہ دشمنوں سے ملاقات کرتے وقت ملائکہ نے تیری مدد کی۔

اسے نبی اللہ! تجھے وہ بشارۃ ملی جس کا وعدہ بشارۃ تلقاھا النبیون میں یوم العید کو دیا گیا - لاریب خدا تعالیٰ کے وہ سارے وعدے جو اس نے اس مقدمہ کے متعلق کیے تھے پورے ہوئے ان تمام پیشگوئیوں کے پورا ہونے پر ہم پھر تجھکو اور تیری قوم کو مبارکباد دیتے ہیں!!! چونکہ وہ نشان بھی بڑا ہی مبارک اور خوش قسمت ہے جسکو اللہ تعالیٰ نے اپنی پیشگوئیوں اور وعدوں کے پورا کرنے کا

ایک ذریعہ بنا لیا ہو اس لیے ہم صدق دل سے اپنے محسن و مخدوم سلسلہ عالیہ احمدیہ کے نوجوانوں کے فخر خواجہ **کمال الدین** صاحب احمدی بی اسے - ایل ایل بی۔ پلیڈر چیف کورٹ پنجاب کو بھی مبارکباد دیتے ہیں جنکو ان وعدوں کے پورا کرنے میں خدا تعالیٰ نے خاص طور پر چن لیا اور ایسا ہی اپنے مخدوم مولنا مولوی **محمد علی** صاحب ایم اسے پلیڈر کو جو خواجہ صاحب کا دایاں بازو رہے ہیں اور اسی طرح **شیخ نور احمد** صاحب بی اسے پلیڈر اور شیخ عزیز اللہ صاحب بی اے پلیڈر بھی مبارکباد کے قابل ہیں جنکو خدا نے اس مبارک کام میں ہمت و سعی سے شریک ہونیکا موقع دیا - اور ایسا ہی سلسلہ عالیہ احمدیہ کے فخر جناب سیٹھ رحمۃ اللہ صاحب تاجر بمبئی ہوس بھی خاص مبارکباد کے قابل ہیں جنہوں نے اس مبارک کام میں بہت بڑا حصہ لیا - یہ مقدمات خدا کے فضل و کرم سے پوری صفائی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے نشانوں کو پورا کرتے ہوئے خارج ہوئے۔

آخر میں ہم جناب منشی میاں غلام حیدر صاحب تحصیلدار جہلم اور جناب دیولی سنگھ صاحب ڈپٹی انسپکٹر جہلم کے بھی شکر گذار ہیں جنکی مستعدی اور انتظامی قابلیت کی وجہ سے ہر طرح امن اور اطمینان رہا - ہم خصوصیت سے صاحبان ممدوح کا ذکر الحکم میں کرینگے - ضلع جہلم کے بیدار مغز ڈپٹی کمشنر صاحب بہادر کیلیے لائق اور منتظم تحصیلدار پر جسقدر نازکریں بجا ہے عالی جناب رائے سنسار چند صاحب بہادر مجسٹریٹ درجہ اول نے جس دیانت اور معدلت گستری سے اپنے فرض منصبی کو ادا کیا وہ ہمیشہ کے لیے میجر ڈگلس صاحب بہادر حال ڈپٹی کمشنر دہلی کے نام نامی کے ساتھ یادگار رہیگا جنہوں نے ڈاکٹر ریورینڈ ہنری مارٹین کلارک کے مقدمہ میں اپنی بیدار مغزی اور بیریا پالیسی سے انگلش نیشن کی انصاف پسندی کو ظاہر کیا تھا - اگرچہ رائے صاحب موصوف نے جو کچھ کیا اپنا فرض ادا کیا ہے - تاہم وہ ہماری جماعت کے شکریہ کے مستحق ہیں جکے ذریعہ ایک عظیم الشان نشان پورا ہوا۔

مختصراً ہم اپنی جہلم کی جماعۃ کی مہمان نوازی کا بھی شکریہ ادا کرتے ہیں جنہوں نے تین دن تک ڈیڑھ ہزار آدمیوں کی روزانہ دعوۃ کا فیاضی سے انتظام کیا اور ایسا ہی ہمارے مکرم مخدوم جناب نواب خانصاحب تحصیلدار گجرات بھی خاص شکریہ کے مستحق ہیں جنہوں نے جہلم آتے جاتے وقت جماعۃ احمدیہ کو دعوۃ اور ٹی پارٹی دی - چونکہ ہم یہ سب مفصل حالات الحکم کے ساتھ بطور ضمیمہ شائع کرینگے سردست اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

بالآخر ہم اللہ تعالیٰ کے حضور حمد و ستائش کرتے ہیں جس نے محض اپنے فضل سے یہ کامیابی کا نشان دکھایا اور ہماری دلی دعا ہے کہ وہ ہمیں اس پاک گروہ میں قائم رکھے جسکے لیے اس نے اپنے مرسل و مامور کو فرمایا فطوبیٰ لمن وجد و رایٰ آمین!!- اسے احمدی قوم! تجھکو مبارک ہو!!! کہ تیرا امام خدا کے وعدوں کے موافق مظفر و منصور ہوا - اور دشمن الہام شاہت الوجوہ کے مصداق ہوئے - الحمد للہ علیٰ ذالک۔

الہامات متعلق مقدمہ جو قبل از وقت بذریعہ الحکم شائع ہوئے۔

(۱) یریدون ان یطفئوا نورک یریدون ان یتخطفوا عرضک انی معک و مع اھلک ۱۹ اکتوبر ۱۹۰۲ء

(۲) رب کل شئ خادمک رب فاحفظنی وانصرنی وارحمنی جس کے ساتھ تین سندروں والی بھی تھی - ۷ دسمبر ۱۹۰۲ء

(۳) سلام علیک یا ابراھیم سلام علیٰ امرک صرت فائزاً - ۹ دسمبر ۱۹۰۲ء

(۴) انی مع الافواج اتی ۱۸ دسمبر ۱۹۰۲ء

(۵) انہ کریم تمشی امامک عادی لک من عادیٰ - ۲۲ دسمبر ۱۹۰۲ء

(۶) انی صادق صادق و سیشھد اللہ لی ۲۴ دسمبر ۱۹۰۲ء۔

(۷) یبدی لک الرحمن شیئاً اتی امر اللہ فلا تستعجلوہ بشارۃ تلقاھا النبیون یکم جنوری ۱۹۰۳ء۔

(۸) جاءنی ائل واختار وادار اصبعہ
ائل جبرئیل ہے فرشتہ بشارۃ دینے والا۔
واشار یعصمک اللہ من العدا و یسطو بکل من سطا - ۲ جنوری ۱۹۰۳ء

(۹) ان وعد اللہ اتی رکل ورکل فطوبیٰ

لازماً اپنے ظاہری الفاظ ہی پر پوری ہوتی ہے تو پھر انکو گویا ماننا پڑے گا یہود کی طرح کہ مسیح ابھی نہیں آئے، اور جب مسیح کے آنے کا ہی انکار رہا تو پھر ان حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے بھی انکار کرنا پڑا اور اسطرح اسلام ہاتھ سے جاتا ہے اسی لیے میں بار بار اس امر پر زور دیتا ہوں کہ میری تکذیب سے اسلام کی تکذیب لازم آتی ہے۔

اس صورت میں عقلمند سوچ سکتا ہے کہ ایلیا کے دوبارہ آنے کے قصہ کے رنگ میں مسیح کی آمد ثانی ہے اور اس کا فیصلہ گویا چیف کورٹ کا فیصلہ ہے جو اسکے خلاف کہتا ہے وہ نامراد رہتا ہے اگر حضرت عیسیٰ نے خود آنا تھا تو صاف کہدیتے کہ میں خود ہی آؤں گا۔ یہودی بھی تو اعتراض کرتے ہیں کہ اگر ایلیا کا مثیل آنا تھا تو کیوں خدا نے یہ نہ کہا کہ ایلیا کا مثیل آئے گا غرض جسقدر یہ مقدمہ ایلیا کا ہے اسپر اگر ایک دانشمند صفائی اور تقویٰ سے غور کرے تو صاف سمجھ میں آ جاتا ہے کہ کسی کے دوبارہ آنے سے کیا مراد ہوتی ہے اور وہ کس رنگ میں آیا کرتا ہے۔

دو شخص بحث کرتے ہیں ایک نظیر پیش کرتا ہے اور دوسرا کوئی نظیر پیش نہیں کرتا تو بتاؤ کس کا حق ہے کہ اسکی بات مان لی جاوے؟ یہی کہنا پڑے گا کہ ماننے کے قابل اسی کی بات ہے جو دلائل کے علاوہ اپنی بات کے ثبوت میں نظیر بھی پیش کرتا ہے اب ہم تو ایلیا کا فیصلہ شدہ مقدمہ جو خود مسیح نے اپنے ہاتھ سے کیا ہے بطور نظیر پیش کرتے ہیں یہ اگر اپنے دعویٰ میں سچے ہیں تو دو چار ایسے شخصوں کا نام لے دیں جن کی آسمان سے اترنے کی نظیریں موجود ہوں مسیح کے حق میں کوئی نہ کوئی نظیر ضرور ہونی ہے اس مقدمہ میں تنقیح طلب یہی امر ہے کہ جب کسی کے دوبارہ آنے کا وعدہ ہو تو کیا اس سے اس شخص کا پھر آنا مراد ہوتا ہے۔ یا اُسکا مفہوم کچھ اور ہوتا ہے اور اسکی آمد ثانی سے یہ مراد ہوتی ہے کہ کوئی اُسکا مثیل آئے گا۔ الغرض اس تنقیح طلب امر میں انکا دعویٰ

چاہیئے کہ وہ شخص خود ہی آتا ہے تو پھر حضرت عیسیٰؑ پر جو الزام عائد ہوتا ہے اُسے دور کر کے دکھاویں اول یہ انکا فیصلہ فراست صحیحہ سے نہیں ہوا۔ اور دوسرے معاذ اللہ وہ جھوٹے نبی ہیں کیونکہ ایلیا تو آسمان سے آیا ہی نہیں وہ کہاں سے آ گئے۔ اس صورت میں فیصلہ یہودیوں کے حق میں صادر ہوگا۔ اسکا جواب ہمارے مخالف مسلمان ہمکو ذرا دیکر تو دکھائیں۔ لیکن یہ ساری مصیبت ان پر اس ایک امر سے آتی ہے جو کہتے ہیں کہ ہم استعارہ نہیں مانتے اصل بات یہی ہے اور وہی فیصلہ حق ہے جو مسیح نے دیا ہے کہ ایلیا کے آنے سے مراد یہ تھی کہ اُسکی خو اور طبیعت پر اُسکا مثیل آئے گا اسکے خلاف ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا مشرق یا مغرب میں پھر وا اور اسکی نظیر لاؤ کہ دوبارہ آنے والا خود ہی آیا کرتا ہے؟ اس اعتقاد کو دل میں جگہ دو گے تو نتیجہ وہی ہوگا کہ اسلام ہاتھ سے جائیگا۔ مسیح کو یہودیوں نے اسی وجہ سے جھوٹا قرار دیا کیا ہمارے مخالف مسلمان بھی چاہتے ہیں کہ اسکو جھوٹا قرار دیں؟ پھر ایک اور اعتراض اسی قصہ کی بدولت پیدا ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر مسیح مُردوں کو زندہ کرتے تھے یا وہ قدرتیں اور طاقتیں ان میں موجود تھیں جو انکی طرف منسوب کی جاتی ہیں تو پھر کیا وجہ ہوئی کہ انہوں نے ایلیا کو زندہ نہ کر لیا یا آسمان سے بہ اختیار خود نہ اُتار لیا۔

میرے مقدمہ کے فیصلہ سے پہلے میرے مخالفوں کو ضرور ہے کہ وہ اس تصفیہ کو صاف کر لیں جو مسیح کو پیش آیا اور جس کا فیصلہ انہوں نے میرے حق میں کیا ہے۔ بات یہ ہے کہ بہت سی باتیں پیشگوئیوں کے طور پر نبیوں کی معرفت لوگوں کو پہنچتی ہیں۔ اور جب تک وہ اپنے وقت پر ظاہر نہ ہوں انکی بابت کوئی یقینی رائے قائم نہیں کی جا سکتی لیکن جب انکا ظہور ہوتا ہے اور حقیقت کھُلتی ہے تو معلوم ہو جاتا ہے کہ اس

پیشگوئی کا یہ مفہوم اور منشا تھا اور جو شخص اسکا مصداق ہوا جس کے قوم میں ہو انکو اسکا علم دیا جاتا ہے جیسے فقیہ اور فریسی یہ امر ایلیا کے دوبارہ آنے کا قصہ پڑھتے سنتے تھے اور نہایت شوق کے ساتھ اسکا انتظار کرتے رہے لیکن اس کی حقیقت اور اصلیت کا علم انکو اس وقت تک عطا نہ ہوا جب تک کہ خود آنے والا مسیح جس کیلئے وہ نشان تھا نہ آ گیا جب یہ علم مسیح کو ملا اور اس نے آ کر فیصلہ کیا کہ ایلیا کی آمد سے یہ مراد ہے۔

اسیطرح پر حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام کے فراق میں چالیس سال تک روتے رہے آخر جا کر آپ کو خبر ملی تو کہا انی لاجد ریح یوسف ورنہ اس سے پہلے آپ کا یہ حال تھا کہ قرآن شریف میں فرمایا گیا ہے وابیضت عیناہ تک نوبت پہنچی اسی کے متعلق کیا اچھا کہا ہے

کسی پرسید زاں گم کردہ فرزند
کہ ای روشن گہر پیر خردمند
ز مصرش بوئے پیراہن شنیدی
چرا در چاہ کنعانش ندیدی

سلسلہ عالیہ احمدیہ کی ترقی

ہمارے معزز ہمعصر ریویو آف ریلیجنز کی جنوری کی اشاعت میں فرقہ احمدیہ کی ترقی کے نیچے ایک عجیب نوٹ شائع ہوا ہے جسکا اندراج الحکم کے کالموں میں از بس ضروری ہے بعض احباب کہدیا کرتے ہیں کہ میگزین کا کوئی مضمون الحکم میں درج ہونا نہیں چاہیے یہ انکی غلط فہمی اور حلقہ اشاعت کو محدود کرنے والی رائے ہے اگرچہ انکا یہ مطلب اور مدعا نہیں ہوتا بلکہ انکی غرض یہ ہوتی ہے کہ اس سے الحکم یا میگزین کی اشاعت پر بوجہ اتحاد مضامین کوئی اثر نہ پڑے۔ بیشک انکی نیت نیک اور صحیح ہے لیکن اشاعت کو وسیع

رجسٹرڈ ایل ۷۷

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ

اِنَّہٗ اٰوَی الْقَرْیَۃَ

الحکم

دار الامان قادیان

چہ گویم با تو گر آئی چہا در قادیاں بینی
دوا بینی شفا بینی غرض دار الاماں بینی

ایڈیٹر شیخ یعقوب علی تراب احمدی

نمبر ۵	مورخہ ۷ ر فروری سنہ ۱۹۰۳ء روز شنبہ	جلد ۷
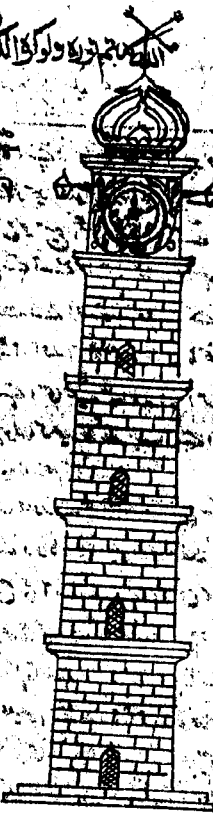
کلمات طیبات

حضرۃ امام آخر الزمان سلمہ الرحمٰن

گذشتہ اشاعت سے آگے

اور یہ ابتلا انکو پیش آگیا کہ ایلیا کا آسمان سے آنا مسیح کے آنے سے پہلے ضروری ہے۔ اب انصاف شرط ہے اگر یہ فیصلہ کسی جج کے سامنے پیش ہو تو وہ بھی یہودیوں ہی کے حق میں ڈگری دے گا۔ کیونکہ یہ صاف طور پر لکھا گیا تھا کہ ایلیا آئے گا۔ اور اس سے پہلے کوئی نظیر اس قسم کے بروز کی ان میں موجود نہ تھی جو مسیح نے یوحنا کو ایلیا بنایا اب اگرچہ ہم ان کتابوں کی بات تو یہی کہتے ہیں کہ فلا تصدقوا ولا تکذبوا۔ لیکن یہ بھی ساتھ ہی ضروری بات ہے کہ قرآن شریف میں یہ آیا ہے فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون۔ علاوہ بریں اس قصہ ایلیا کی قرآن شریف نے کہیں تکذیب اور تردید نہیں کی اور یہودی اور عیسائی دونوں قومیں بالاتفاق اسکو صحیح مانتی ہیں اگر یہ قصہ صحیح نہ ہوتا تو عیسائیوں کا حق تھا کہ وہ بول پڑتے اور اس کی تکذیب کرتے خصوصًا ایسی حالت میں کہ اگر اس حصہ کو غلط کہا جائے تو عیسائیوں کے لیے ان مشکلات سے نجات اور مخلصی ہے جو اسکو صحیح مانکر انھیں پیش آتی ہیں لیکن جب کہ انھوں نے تکذیب نہیں کی اور اسکو صحیح تسلیم کر لیا ہے پھر کوئی وجہ نہیں ہوسکتی کہ ہم بلاوجہ تکذیب پر آمادہ ہوں۔ حق یہی ہے کہ یہودیوں میں یہ خبر صحیح موجود تھی کہ مسیح کے آنے سے پہلے ایلیا آئے گا اور اسی لیے جب مسیح آگیا تو وہ مشکلات میں پڑے اور انھوں نے مسیح سے ایلیا کے متعلق سوال کیا اور مسیح نے یوحنا کی صورت میں اس کے آنے کو تسلیم کر لیا۔ یہاں سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اگر یہ پیشگوئی صحیح نہ ہوتی تو سب سے پہلے مسیح کا یہ حق تھا کہ وہ بجائے اس کے کہ یہ کہتے کہ آنے والا ایلیا یوحنا ہی ہے یوں جواب دیتے کہ کوئی ایلیا آنے والا نہیں ہے مسیح نے اگر اسکو صحیح تسلیم نہ کیا ہوتا تو وہ یوحنا کی شکل میں ایلیا کو نہ اتارتے یہ چھوٹی اور معمولی سی بات نہیں مسیح کا یہودیوں کے اس اعتراض کو مانکر اسکا جواب دینا بھی اس امر کی روشن دلیل ہے کہ وہ بجائے خود اس امر کو صحیح اور یقینی سمجھتے تھے۔ یہودیوں کا یہ عذر بہر حال قابل پذیرائی تھا اور مسیح نے اسکو قبول کر کے یہی جواب دیا کہ آنیوالا ایلیا یوحنا ہی ہے چاہو تو قبول کرو۔ اب اگر استعارات کچھ چیز نہیں اور خدا تعالیٰ کی پیشگوئیوں میں یہ جزو اعظم نہیں ہوتی تو پھر جنسے یہودیوں نے حضرت مسیح کی اس تاویل کو تسلیم نہیں کیا کہ یہ بھی انکار کریں کہ وہ فیصلہ صحیح نہیں تھا۔ کیونکہ میں پہلے بیان کر چکا ہوں کہ ایلیا والے قصہ کی ہم تکذیب تو کر نہیں سکتے کیونکہ قرآن شریف نے کہیں اس کی تکذیب نہیں کی اور تکذیب سے اول حقدار تو حضرت مسیح اور ان کے متبعین ہو سکتے ہیں۔ جبکہ یہ بات ہے کہ استعارات کوئی چیز نہیں اور ہر پیشگوئی

سورۂ جمعہ پر حضرۃ حکیم الامۃ کا وعظ

گزشتہ اشاعۃ سے آگے۔

لا یتمنونہ ابداً

کبھی بھی مرد میدان ہو کر نہ نکلیں گے اور الموت کی تمنی نہ کریں گے۔ مباہلہ کیلیے وہ آمیں گے لوگوں کے سامنے چونکہ انکار نہیں کر سکتے اس لیے ایسی شرائط اور حجتیں پیش کریں گے جن کا آخری نتیجہ یہ ہو کہ مباہلہ نہ کرنا پڑے۔ کیونکہ اپنی بداعمالیوں اور ایمانی کمزوریوں کو تو خوب جانتے ہیں صرف پردہ دری کے لیے حیلے بہانے کرتے ہیں اور دنیوی مفاد اور منافعوں کو نقصان سے بچانے کی خاطر یہ بجائے خود کیسی حیرت انگیز اور عظیم الشان تحدی ہے جس میں مخالفوں کو غیرت بھی دلائی گئی ہے کہ کبھی بھی مباہلہ نہ نکلیں گے۔ اب اگر وہ اپنی ذاتی شعور اور بصیرۃ سے اپنے ایمان میں قوت پاتے ہیں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو حق پر نہیں سمجھتے تو پھر کونسا امر ہے جو ان کو اس تمنی سے روک سکتا ہے؟ وہ اتنا ہی غور کریں کہ اس میدان میں نہ نکلنے سے لا یتمنونہ ابداً کی پیشگوئی پورا کرنے والے ٹھہریں گے مگر آخر خدا تعالےٰ کی ہی باتیں سچی اور لاتبدیل ہوتی ہیں یہی سچ ہے کہ وہ کبھی الموت کی تمنی نہ کریں گے کیونکہ

واللہ علیم بذات الصدور۔ قل ان الموت الذی تفرون منہ فانہ ملاقیکم۔

اللہ تعالےٰ صدور (مراکز قوی) کا عالم ہے۔ مگر یاد رکھیں کہ یہ بھی مباہلہ ہی ہے مقابلہ جو کرتے ہیں اس مقابلہ میں مباہلہ کا رنگ موجود ہوتا ہے اس لیے وہ موت جس سے بھاگتے ہیں اسی سے مخالف ہلاک ہوتے ہیں ثم تردون الی عالم الغیب

پھر عالم الغیب کے حضور جاؤگے اور وہاں بھی عذاب ہوگا۔ اور یہ ارلعہ متناسبہ کے قاعدہ کی رو سے صحیح ثابت ہے کیونکہ جب اس جہان میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے موافق وہ معذب ہوئے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے موافق وہ اس جہان میں بھی معذب ہوں گے۔

اب اس قوم کا فیصلہ کر کے اللہ تعالےٰ صرف مومنوں کو مخاطب کرتا ہے یا بہ تغیر الفاظ یوں کہو کہ اخرین منھم لما یلحقوا بھم کی مصداق قوم کو مخاطب کرتا ہے۔ اور پہلے اس قوم کا ذکر کیا کہ جنھوں نے تشابہ بالیہود کیا۔

اخرین منھم لما یلحقوا بھم کے مصداق گروہ کو مخاطب کر کے فرماتا ہے یاایھا الذین امنوا اذا نودی للصلوۃ من یوم الجمعۃ الآیہ یعنی اے مومنو! جب تم نماز کے لیے جمعہ کی دن پکارے جاؤ تو اللہ کے ذکر کی طرف کوشش کر کے چلے آؤ۔ ذالکم خیر لکم یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔

میں نے ابھی کہا ہے کہ یہ آیت اخرین منھم لما یلحقوا بھم کے نیچے ہے اور یہ بالاتفاق مانا گیا ہے کہ وہ مسیح موعود و مہدی مسعود کا زمانہ ہے کھلے الفاظ میں یوں کہتا ہوں کہ یہ قوم ہماری قوم احمدی قوم ہے اور تمکو اللہ تعالےٰ مخاطب کر کے فرماتا ہے۔

مسیح موعود کا زمانہ بھی حقیقت میں ایک جمعہ ہے۔ جیسا کہ آدم علیہ السلام کی پیدایش کی تکمیل جمعہ کی آخری ساعت میں ہوئی تھی۔ اسی طرح پر یہ ضروری تھا کہ آدم ثانی کی بعثت بھی جمعہ ہی کہلاوے۔ اور جس طرح پر جمعہ کے دن پانچ نمازوں کو معطل کر دیتا ہے اور مسلمانوں کو ایک مسجد میں جمع کر کے ایک ہی امام کے تابع کر دیتا ہے مسیح موعود کا نام امامکم منکم اسی لیے رکھا گیا ہے اور حکم بھی واسطے رکھا گیا ہے۔ یہ باتیں میں محض خوش اعتقادی کی بنا پر نہیں کہتا بلکہ میں یقین رکھتا ہوں

اور اللہ نے جہاں تک مجھے سمجھایا ہے اور اس نے آپ سمجھایا ہے قرآن شریف یہی مطلب کو ادا کرتا ہے اور قرآن شریف نے ان آیتیں میں نفخ فی الصور فجمعنٰھم جمعًا میں اسی کی طرف اشارہ کیا ہے یہی وجہ ہے کہ آیت اخرین منھم لما یلحقوا بھم کو سورہ جمعہ ہی میں اللہ تعالےٰ نے رکھا ہے۔

غرض مسیح موعود کا زمانہ ایک روحانی جمعہ ہے اور یاایھا الذین امنوا سے مراد یہی قوم ہو سکتی اور ہے جو مسیح موعود کو ماننے والی ہے اگرچہ عام طور پر عام مسلمان بھی اس حکم کے نیچے ہیں لیکن جو باوجود مسلمان اور مومن کہلانے کے مسیح موعود کا انکار کرتے ہیں وہ دراصل قرآن شریف کی اس آیت کے مصداق ہیں یؤمنون ببعض الکتٰب ویکفرون ببعض ہیں میں یقینی طور پر سچا مصداق اس آیت کا انہیں لوگوں کو مانتا ہوں جو کل قرآن شریف پر ایمان لاتے ہیں اور عملی یا اعتقادی طور پر کسی حصہ کا انکار نہیں کرتے ہیں۔ غرض اللہ تعالیٰ مومنوں کو مخاطب کر کے کہتا ہے کہ تم ذکر اللہ کی طرف چلے آؤ۔

صلوٰۃ کیا ہے؟ اس کا جواب خود اللہ تعالےٰ نے اپنی پاک کتاب میں دیا ہے ان الصلوۃ تنھی عن الفحشاء والمنکر نماز تمام بے حیائیوں اور بدکاریوں سے روکتی ہے پس اگر نماز پڑھ کر بھی بے حیائیاں اور بدیاں نہیں رکتی ہیں تو سمجھ لینا چاہیے کہ ابھی تک نماز اپنے اصل مرکز پر نہیں اور وہ سچا مفہوم جو نماز کا ہے وہ حاصل نہیں ہوا۔ اس لیے میں تم سبکو جو یہاں موجود ہیں مخاطب کر کے کہنا چاہتا ہوں کہ تم اپنی نمازوں کا اسی معیار پر امتحان کرو۔ اور دیکھو کیا تمہاری بدیاں دن بدن کم ہو رہی ہیں یا نہیں۔ اگر نسبتاً انمیں کوئی فرق و امر نہیں ہوا تو پھر یہ خطرناک بات ہے۔ مختصر یہ کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ جب جمعہ کی نماز کے لیے بلایا جاوے تو اللہ تعالےٰ کے ذکر کی طرف آجاؤ۔

کرنے کے مضطرب ہیں۔ اور اسی لیے ہمنے الحکم میں متعدد مرتبہ ظاہر کیا ہے کہ الحکم اور میگزین کے خریدار دونوں سے اگر کوئی الحکم کو چھوڑ کر میگزین خریدنا چاہتا ہے وہ گویا اپنی آنکھ بند کرنی چاہتا ہے یا میگزین کو چھوڑ کر الحکم لینا چاہتا ہے تو اسیطرح وہ بھی اپنی ایک آنکھ کو الوداع کرتا ہے میگزین الحکم کے مقاصد کی وسعت اشاعت کا ذریعہ اور الحکم میگزین کے اغراض کو پیدا کرنے کا آلہ ہے۔

اور اسی لیے کبھی ایسی ضرورۃ آ پڑتی ہے کہ میگزین کے بعض مضامین کو الحکم میں درج کر دیا جاوے جس سے ہماری ایک غرض میگزین کی عام شہرت بھی ہوتی ہے بہرحال فرقہ احمدیہ کی ترقی کے عنوان کے نیچے میگزین میں شائع کیا گیا ہے وہ کثرت اشاعت کا محتاج ہونیکی وجہ سے ہم الحکم کے کالموں میں درج کرتے ہیں اور ایسا ہی جہاد کے استیصال کے متعلق جو مضمون شائع ہوا ہے اسکی اشاعت بھی ازبس ضروری ہے (ایڈیٹر)

فرقہ احمدیہ کی ترقی

گذشتہ تین سال میں اس فرقہ نے حیرت انگیز ترقی کی ہے ۱۹۰۱ء میں اسکی تعداد صرف چند سو تک تھی مگر آج اسکا شمار ڈیڑھ لاکھ سے بھی زیادہ معلوم ہوتا ہے۔ اس ترقی کے اس حصہ کا ثبوت جو ان تین سال کے پہلے نصف حصہ میں ہوئی ہے کسی قدر مردم شماری کے کاغذات سے مل سکتا ہے اگرچہ وہاں بھی پوری تعداد اسوقت کے مطابق درج نہیں ہو سکی جس کی وجہ یہ ہوئی کہ مردم شماری کا کام شروع ہونے کے بعد وہ اشتہار جاری کیا گیا جسکی رو سے اس فرقہ کا نام احمدیہ فرقہ رکھا گیا ہے اور اس سے پہلے اس فرقہ کا نام کوئی مخصوص نہیں کیا گیا تھا۔ اس واسطے سب لوگ جو اس فرقہ کے پیرو تھے اس نام سے مطلع نہ ہو سکے۔ احاطہ بمبئی کی مردم شماری کی رپورٹ (ہندوستان کی مردم شماری ۱۹۰۱ء جلد ۹ بمبئی حصہ اول) سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف علاقہ بمبئی میں اس فرقہ کی تعداد ۱۱۰۸۷ تھی مگر فرقہ احمدیہ کا بہت بڑا حصہ پنجاب میں ہے جہاں سب سے زیادہ مسیح موعود علیہ السلام کی تبلیغ قبول ہوئی ہے اور بسبب نزدیکی کے لوگ زیادہ فائدہ اٹھا سکے ہیں۔ پنجاب میں اسکی حیرت انگیز ترقی ہم کسی دوسرے موقعہ پر بیان کرینگے بالفعل ہم بمبئی کی مردم شماری کی رپورٹ میں سے وہ حصہ نیچے نقل کرتے ہیں جس میں افسر مردم شماری نے اس فرقہ کی نسبت اپنی رائے ظاہر کی ہے۔

"اس فرقہ کے بانی میرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان ہیں، اور انھوں نے کوشش کی ہے کہ اس مردم شماری میں اُن کے پیرووں کی تعداد پوری پوری معلوم ہو جاوے۔ ان کا دعویٰ ہے کہ میں مسیح ہوں اور اپنے فرقہ کے خاص اصولوں کو انھوں نے ایک اشتہار میں بیان کیا ہے جو مردم شماری کی کارروائی کے ابتدا میں ہمیں پہونچا ہے۔ مختصر طور پر یہ اصول اسطرح پر بیان کیے جا سکتے ہیں۔ اشتہار کے الفاظ میں اس فرقہ کی خاص علامت یہ ہے کہ وہ نہ صرف جہاد کو موجودہ حالت میں ہی رد کرتا ہے بلکہ آئندہ بھی کسی وقت اس کا منتظر نہیں ہے۔ مذہب کے پھیلانے کے خاطر خون بہانے کو یہ فرقہ قطعاً ممنوع سمجھتا ہے" اس کے بعد اس فرقہ کا بانی اپنے درمیان بحیثیت مسیح یا امام ہونے کے اور عیسویت کے بانی کے درمیان ایک مماثلت قائم کرتا ہے اُن کا دعویٰ ہے کہ اُن کی آمد کی پیشگوئی پہلے سے کیگئی تھی اور اُن کا منشا یہ ہے کہ صلح اور آشتی کی بنا ڈالیں۔ اپنے مریدوں کے لیے بعض اعلےٰ درجہ کے اصول چال چلن کے قائم کیے ہیں وہ بیان کرتے ہیں کہ کیوں اس فرقہ کا نام احمدیہ فرقہ رکھا گیا۔ اُن کا بیان ہے کہ پیغمبر (یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم) کے دو نام تھے ایک محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) جو کہ جلالی نام تھا اور جس میں آنحضرت (صلے اللہ علیہ وسلم) کی کامیابیوں کی طرف اشارہ تھا اور دوسرا احمد (صلے اللہ علیہ وسلم) جو جمالی نام تھا جس میں اشارہ اس صلح اور اخوت کیطرف تھا جو آپ کے ذریعہ دنیا میں پھیلنی تھی۔ جہاد کی تعلیم اور مذہب کے نام سے ہر قسم کی خونریزی کو مردود ٹھہرا کر امام یہ بیان کرتا ہے کہ اسکا اور اس کے فرقہ کا نام احمدیہ ہے اس فرقہ کی ترقی کا آئندہ مردم شماریوں میں خیال رکھنا چاہیے اور پرانے مسلمانوں کے لیے اس کی ترقی کسی قدر دلچسپی کا باعث ہوگی۔ اشتہار سے یہ معلوم نہیں ہوتا ہے کہ بانی کی وفات کے بعد جانشین کا کیا انتظام کیا گیا ہے۔"

لیکن یہ ترقی بمقابلہ اس عظیم الشان ترقی کے جو گذشتہ سال کے آخری حصہ میں اس فرقہ نے کی ہے بہت ہی کم ہے جیسا کہ ایک طرف طاعون کے خطرناک حملوں سے پنجاب کی عام مردم شماری میں کمی آ گئی ہے فرقہ احمدیہ کی تعداد بڑے زور کے ساتھ بڑھتی گئی ہے۔ کیونکہ لوگوں نے تجربہ سے دیکھ لیا ہے کہ طاعون سے بچاؤ کی صرف ایک ہی صورت انہیں نظر آتی ہے۔ اور وہ یہ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم کو قبول کر لیا جاوے۔ اسلیے طاعون کی ترقی کے ساتھ جوق در جوق لوگ جماعۃ احمدیہ میں داخل ہوتے گئے ہیں

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

ضروری اطلاع احمدیوں کو اور اُن سے التفات اور توجہ کی درخواست

مدرسہ تعلیم الاسلام قادیان کو کالج بنایا جاتا ہے

جابجا مدرسے ہیں کوئی مڈل تک ہے کوئی انٹرنس تک۔ پھر کس امر اور کس ضرورۃ نے ہمیں اسطرف توجہ دلائی کہ قادیان میں بظاہر اُسی نقش اور نمونہ کا مدرسہ ہم بھی جاری کریں۔ اگر ہمارا اصلی مقصد کوئی اور شئے نہ تھی اور اُسے ہمنے حاصل نہیں کرلیا اور آیندہ ہماری آنکھوں کے سامنے دلونکو خوش کرنے والا اور حوصلونکو بڑھانے والا منظر پیدا نہیں ہوگیا۔ تو ہمنے بھی وہی کام کیا جو عام طالبان دنیا کر رہے ہیں۔ ہم ایک قوم ہیں اور بحمد اللہ دنیا کے ہر ملت و مذہب سے بالکل الگ اور ممتاز قوم ہیں ان معنوں کے لحاظ سے کہ ہمارا شعار اور ایمان ہے دین کو دنیا پر مقدم کرنا۔ ہمارا امام خدا کا صادق اور برگزیدہ خلیفہ مسیح موعود (صلوات اللہ وسلامہ علیہ و علی متبوعہ) پہلا اور لاشریک شخص ہے اس امر میں کہ اُس نے اس دور میں جس میں دنیا کو خدا بنایا گیا ہے بیعت میں مومنوں کے لیے یہ پاک اور مبارک فقرہ رکھا اور ہر ایک منہ سے شہادتین کے اقرار کے بعد کہلوایا کہ **میں دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا۔**

پھر اس لحاظ سے مدرسہ تعلیم الاسلام کو جاری کرکے ہمنے کوئی خصوصیت اور امتیاز پیدا نہیں کیا تو ہمنے اُس عہد کو پورا نہیں کیا جو ہمنے خدا تعالیٰ کے سامنے اُس کے بندہ کے یا خود اُس کے ہاتھ میں ہاتھ دیکر کیا۔ خدا تعالیٰ کا شکر ہے اور تحدیث بالنعمۃ کے طور پر ہم جسقدر شکر کریں کم ہے کہ ہم اُس اصلی مقصود کے حاصل کرنے میں جو اس مدرسہ کے جاری کرنے سے ہمارے پیش نظر تھا ایک حد تک کامیاب ہوگئے ہیں۔

اس لباس میں ہمارا مقصد یہ تھا کہ ہم قوم کے بچوں کو جو ہنوز مصفا اور بے نقش لوح کی مانند ہیں اپنے قابو میں لائیں اور شروع ہی سے اس مقدس اور الٰہی سلسلہ میں اُنکی تربیت کے وسائل پیدا کریں۔ اس لیے کہ بچپن کی معصوم زندگی کے زمانہ میں جس نقش کو اپنی دور اعتقاد اور وسوسہ سے پاک تختی پر مرتسم کرلے اُسے زمانہ کے پرفتنہ سیلاب اور ابلیسی ناخن نہ دھو سکتے ہیں اور نہ کسی طرح چھیل سکتے ہیں۔

ہم صحیح اور پختہ تجربہ اور سچے استقرا سے اس نتیجہ پر پہونچے تھے کہ ایک بھی مدرسہ ایسا نہیں جو قوم کے بچوں کو اُس مبارک اُسوہ پر نشو و نما دینے کا متکفل ہو جسے خاتم النبیین رحمۃ للعالمین (علیہ الصلوۃ والسلام) نے قائم کیا اور جسکی اتباع کے بغیر خدا تعالیٰ کے رضوان اور خوشنودی کا سرٹیفکٹ نہیں مل سکتا۔ کل مدرسے اور کالج بلا استثنا مقصود بالذات دنیا کو رکھتے اور محض دنیا پرست قوموں کے نقش قدم پر چلنے اور چلانے کو قومی ترقی سمجھتے ہیں۔ ان مدرسوں کی در و دیوار سے ان کے تربیت یافتوں کی زبانوں اور دلوں سے لگاتار آوازیں آتی اور راست بازوں کے دلونکو دکھاتی ہیں کہ دنیا سب چیزوں پر مقدم ہے۔

کیا ہمنے بھی قادیان میں لڑکونکو وہی چند کتابیں ہی پڑھادیں یا بیگانہ وار وعظوں کے روکھے پھیکے جملے اُن کے سامنے پیش کیے۔ اگر ہماری قدرۃ کی رسائی اسی حد تک ہوتی تو ہم بھی ویسے ہی بیسود کام کرنے والے ہوتے۔ لیکن خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ اُس نے ہمیں خاص خصائص سے شرف امتیاز بخشا جنمیں روئے زمین کے مسلمانوں میں سے کوئی طبقہ اور مشرب ہمارا شریک نہیں۔ سب سے بڑی اور قابل قدر تحریک جو ہمنے معصوم فطرۃ اور اثر پذیر بچوں کے آگے پیش کی وہ خدا تعالیٰ کے مقدس مسیح کا مبارک وجود ہے جو اپنے ایمان اور عمل سے ہو بہو وہی اُسوہ اور نمونہ ہے جس کے اتباع کے لیے قرآن کریم آیا۔ سوچنے والے سوچیں اور غیرتمند خوب فکر کریں کہ کسقدر خوش نصیب وہ والدین ہیں جن کے بچوں کی آنکھوں کو یہ شرف ملے کہ زندگی کے رنگا رنگ اور پر ابتلا نظارہ گاہ میں وا ہوتے ہی اُن کے سامنے وہ مبارک اور فرخندہ چہرہ آجائے جو خدا تعالیٰ کی سچی خلافت اور بے عیب صورۃ ہے۔ ہمارے مدرسے کے لڑکے خدا کے مسیح کو دیکھتے ہیں آپکی تقریروں کو سنتے ہیں۔ آپ کے پاک نمونہ کو مشاہدہ کرتے ہیں۔ اسی ایک امر کو اگر ہم بڑی تفصیل سے بیان کرنا چاہیں تو اس جگہ سے اسکا پورا حق ادا ہو جائے گا کہ خدا کے خلیفہ کو دیکھتے ہیں تو سبھی کچھ دیکھتے ہیں۔

دوسری بات اور لاشریک خصوصیت یہ ہے کہ ہم ہر روز باقاعدہ عصر کے بعد لڑکوں کو حضرت **مولوی نور الدین** صاحب کے درس قرآن مجید میں شامل ہونے کی عزۃ دیتے ہیں۔ یہ بھی ایسی نعمت ہے کہ کوئی ملک اور شہر اس میں ہمارا شریک نہیں۔

ان سب باتوں اور نمونہ کا یہ اثر اور نتیجہ ہے کہ مڈل اور انٹرنس کے اکثر لڑکے دین کی پابندی اور اگر سلسلہ حقہ احمدیہ کی نسبت سچی غیرت اور عصبیت رکھتے اور اُمید دلاتے ہیں کہ وہ دنیا کے لیے نیک نمونہ ہوں۔ میری فطرت ایسی بنائی گئی ہے کہ میں بہت جلد کسی شخص کیطرف مائل اور کسی بات کا گرویدہ نہیں ہوتا۔ اگر میں صحیح تجربہ اور بصیرت سے لڑکوں میں آثار رشد و سعادت محسوس نہ کرتا تو میں قوم کو دھوکا دینے کا مجرم ہوتا۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ بعض لڑکوں کی غیرت اور پابندی اور اُنکا عاشقانہ آنکھوں سے حضرت خلیفۃ اللہ کے چہرہ مبارک کو ساری نشست میں دیکھتے رہنا میرے لیے باعث رشک ہوتا ہے۔ وہ اپنے کھیلوں اور بچپنے کے دلچسپ لگی کے سامانوں سے الگ ہو کر سب سے پہلے مسجد میں حاضر ہونیکی کوشش کرتے ہیں اس لیے کہ صف اول میں جگہ لیکر خلیفۃ اللہ کے بہت قریب بیٹھ سکیں۔

غرض ان لڑکوں کی اس خوشنما اور امید افزا حالت کو دیکھکر جو انٹرنس کی منزل میں پاؤں رکھنے کے ساتھ اُن میں پیدا ہوگئی مدرسہ کے کارکنوں کے دل میں یہ خیال باحوصلہ پیدا ہوا اور غور و فکر کے بعد ارادہ نے عزم کی صورت پکڑلی کہ مدرسہ کو کالج بنایا جائے۔ اس لیے کہ انٹرنس تک ابھی بہت خام اور ناتمام عمر اور تجربہ ہوتا ہے اور اگر دو برس ایف اے کی تقریب سے اور اگر خدا چاہے تو دو برس اور بی اے کی تحریک سے اور ایک سال اور ایم اے کی وساطت سے ہمارے پاس رہ سکیں تو پھر خاصے عمر رسیدہ تجربہ کار قوی دل اشداء ہو کر یہاں سے نکلیں گے۔ سردست تو کالج ایف اے تک ہوگا اور یہ بھی ہے سامان اور محض توکل پر۔ ورنہ حق تو یہ تھا کہ آغاز ہی میں پورا کالج بنایا جاتا۔ ممکن ہے کہ بعض لوگ اس کارروائی کو جلد بازی پر محمول کریں اور جوش سے کہدیں یا بتلا دیں کہ ابھی وقت قلت سرمایہ کے سبب سے اس امر کا مقتضی نہیں کہ کالج جاری کیا جائے۔ مگر اس رائے زنی میں وہ خود جلد باز اور عجلت کرنے والے ٹھیرینگے۔ اسلیے کہ انٹرنس تک محدود کر دینے میں مدرسہ کی وہ غرض پوری نہیں ہوتی یا آخر کار اُس کے نابود ہو جانیکا اندیشہ ہے جو ہمیں اس کار خیر کی محرک ہوئی ہے

ابتدائی عمر کے جوش فوری جوش اور ہنڈیا کے سے اُبال ہوتے ہیں۔ عمر کی لمبی رفتار میں اور دنیا کے ہر امتحان اور ہر فتنہ نظاروں اور کاموں میں بسا اوقات ان میں سردی آجاتی ہے اور ہر وقت امکان رہتا ہے کہ بالعوض یہ تحریک اپنا کام کرلے۔ مگر کالج کی پختگی سے ثقل کر ایک عمدہ پختگی اور مضبوط بصیرت رفیق طریق ہو جاتی ہے اور یقین مربیوں کے دلوں میں بھر جاتا ہے کہ ان کے برسوں کے اندوختہ اور محنت پر کسی بد معاش کا ہاتھ نہیں پڑ سکے گا۔ غرض یہ تو بالکل عین مصلحت اور طے شدہ بات ہے کہ کالج ہو جب ہمارا مقصود پورا ہوتا ہے اور کالج کی تجویز پختہ بھی ہو گئی اور امید ہے کہ آئندہ مئی سے جاری بھی ہو جائے۔ مگر

خدا تعالیٰ کی توفیق سے قوم کا یہ کام ہے کہ اس نیک کام میں دل کھول کر شریک ہوں۔ کالج کھولنے سے ایک سال تک تو کوئی زائد خرچ نہیں پڑے گا۔ مولوی **محمد علی** صاحب **ایم اے** ریاضی پڑھائیں گے۔ اور وہ ریاضی میں مسلم ہیں۔ ماسٹر **شیر علی** صاحب **بی اے** جو انگلش میں بالخصوص قابل ہیں انگریزی پڑھائیں گے۔ حضرۃ مولوی **نور الدین** صاحب باقاعدہ ایک گھنٹہ کالج میں دینیات کے معلم ہوں گے۔ اور خاکسار **راقم** بھی ایک گھنٹہ باقاعدہ عربی کی تعلیم دیگا اور یہ تینوں معلم بلا کسی دنیوی اجرۃ کے کالج کو مدد دیں گے۔ اور دوسرے سال صرف پچاس روپے کا زیادہ بار ہوگا۔ اگر مدرسہ کی امداد میں وہی پہلا جوش ہوتا جو ایک عرصہ تک قائم رہا تو اتنی ہی امداد آمدنی ایف اے تک کالج بنانے میں بھی کافی تھی مگر افسوس بہت لوگوں نے بے توجہی کی اور ان کے جوشوں میں سردی پیدا ہو گئی۔ بہت سے شہر ہیں کہ ان سے کچھ بھی امداد اب تک مدرسہ کو نہیں پہونچی اور بعض ایسے ہیں کہ ان سے نا قابل اعتنا امداد ملتی ہے۔ سیالکوٹ اور لاہور دو شہر ہیں جنہوں نے اس کام میں پوری فیاضی سے حصہ لیا ہے اور ایک معقول رقم ماہ بماہ انکی طرف سے مدرسہ کو ملتی ہے۔ مگر اکثر شہر بعض غلط فہمیوں یا ناعاقبت اندیشی کے سبب سے اسکی طرف سے پہلو تہی کیے بیٹھے ہیں۔ اور وہ اسطرح رہا کرتی ہیں کہ مدرسہ کو خدانخواستہ کوئی صدمہ پہنچے اور اعدائے ملت کو شماتت کا عمدہ موقع ملے۔ ہر ایک شخص کو خوب ذہن نشین رکھنا چاہیئے کہ یہ مدرسہ حضرت کا مدرسہ ہے اور ان کے حکم سے جاری کیا گیا ہے اور اس کی شکست کی تدارک آخر کار سوچ لینا چاہیئے کس کی ہمت اور وقت پر پڑتی ہے۔

اس اعراض اور غفلت قوم کا یہ نتیجہ ہے کہ پچھلے مہینہ کی تنخواہ قرض لیکر پوری کی گئی۔ کیا اتنی اطلاع غیرت مند قوم کو چونکا دینے کے لیے کافی نہیں۔ کیا وہ برداشت کر سکیں گے کہ ان پر غیظ احزاب کو جو ہمارے استیصال پر ٹڈی دل کیطرح جمع ہو گئے ہیں پہلا موقع خوشی منانے کا دیں۔ امید ہے کہ خدا کی برگزیدہ جماعت پھر اتفاق اور مشکور سعی سے ایک دفعہ اٹھ کھڑی ہو گی اور بکمشت چندہ اور با ترتیب اور باقاعدہ چندہ سے مدرسہ اور کالج کی امداد کا ثواب لیگی۔ جو لوگ اب تک شریک نہیں ہوئے وہ بھی شریک ہو جائیں خواہ بہت ہی خفیف رقم دیں۔ اور شہروں کے لوگ ان تمام بھائیوں کو بھی شامل کرنیکی کوشش کریں جو دیہات میں رہتے اور ضروریات قوم سے ناواقف ہیں۔ اکثر شہر والے ایسے عالی ہمت اور کارکن افراد ہیں جو اس کام کا بیڑا اٹھا سکتے اور بخوبی نبھا سکتے ہیں۔ لاہور میں حکیم محمد حسین صاحب قریشی۔ کپورتھلہ میں منشی محمد خان صاحب اور منشی اروڑا صاحب۔ سیالکوٹ میں میر حامد شاہ صاحب۔ ماسٹر غلام محمد صاحب۔ گوجرانوالہ میں منشی احمد دین صاحب اپیل نویس وزیرآباد میں شیخ نیاز احمد صاحب۔ شیخ محمد جان صاحب۔ جہلم میں سیٹھ احمد الدین صاحب۔ منشی محمد حسن صاحب رہتاسی۔ راولپنڈی میں حکیم شاہ نواز خان صاحب۔ پشاور میں خواجہ کمال الدین صاحب۔ مولوی غلام حسن صاحب سب رجسٹرار۔ امرتسر میں ڈاکٹر عباد اللہ صاحب۔ نبی بخش صاحب رفوگر۔ اسی طرح حیدرآباد دکن میں اور ہر ایک شہر میں سربرآوردہ اور چیدہ احمدی اس کام کو اپنا فرض سمجھ لیں۔ غرض سب سے اول اور بہت جلد مدرسہ کو جانکاہ فکر سے سبکدوش کریں۔ اور کالج کے لیے عزم صمیم سے خط مستقیم پر قدم اٹھائیں۔ امید ہے کہ ہمارے بھائی جس وثوق سے قوم کے آگے ہاتھ پھیلا رہے ہیں انشاء اللہ ضرور کامیاب ہوں گے۔ اور ہمیں ایسا موقع ملیگا کہ کچھ عرصہ کے بعد ہم ایک اور مضمون میں احمدیوں کی سرگرمی اور تعاون کا نمونہ غیروں کے آگے پیش کر سکیں

اے ارحم الراحمین سمیع بصیر مولے تو خود ان دردمندانہ فقروں کو پہلے قبول فرما اور پھر قوم کے دلوں میں انہیں جگہ دے کہ ساری توفیق تجھ ہی سے اور تیرے ساتھ ہے۔ آمین

خاکسار عبد الکریم از قادیان۔ ۲ فروری ۱۹۰۳ء

فتح قادیان

گذشتہ اشاعت سے آگے

بخدمت جناب مرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان

خاکسار حسب دعوۃ آپ کے مندرجہ اعجاز احمدی صفحہ ۱۱ و ۲۳ قادیان میں اس وقت حاضر ہے۔ جناب کی دعوۃ قبول کرنے میں آجتک رمضان شریف مانع رہا ورنہ اتنا توقف نہ ہوتا۔ میں اللہ جل شانہ کی قسم کھاتا ہوں کہ مجھے جناب سے کوئی ذاتی خصومت اور عناد نہیں چونکہ آپ بقول خود ایک ایسے عہدہ جلیلہ پر ممتاز و مامور ہیں جو تمام بنی نوع کی ہدایت کیلیے عموماً اور مجھ جیسے مخلصوں کے لیے خصوصاً ہے۔ اس لیے امید ہے کہ آپ میری تفہیم **میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کرینگے** اور حسب وعدہ خود مجھے اجازت بخشیں گے کہ میں مجمع میں آپ کی پیشگوئیوں کی نسبت اپنے خیالات ظاہر کروں میں مکرر آپ کو اپنے اخلاص اور صعوبت سفر کی طرف توجہ دلا کر اس عہدہ جلیلہ کا واسطہ دیتا ہوں کہ آپ مجھے ضرور ہی موقع دیں

۱۰ جنوری ۱۹۰۳ء

ابو الوفا ثناء اللہ کفاہ اللہ از قادیان

جواب حضرۃ اقدس کیطرف سے

از طرف عائذ باللہ الصمد غلام احمد عافاہ اللہ و ایّد

بخدمت مولوی ثناء اللہ صاحب۔ آپ کا رقعہ پہنچا اگر آپ لوگوں کی صدق دل سے یہ نیت ہو کہ اپنے شکوک و شبہات پیشگوئیوں کی نسبت یا ان کے ساتھ اور امور کی نسبت بھی جو دعوی سے تعلق رکھتے ہوں رفع کرادیں تو یہ آپ لوگوں کی خوش قسمتی ہوگی اور اگرچہ میں کئی سال ہو گئے کہ اپنی کتاب انجام آتھم میں شائع کر چکا ہوں کہ میں اس گروہ مخالف سے ہرگز مباحثات نہیں کرونگا کیونکہ اسکا نتیجہ بجز گندی گالیوں اور اوباشانہ کلمات سننے کے اور کچھ ظاہر نہیں ہوا مگر میں ہمیشہ طالب حق کے شبہات دور کرنیکو لیے طیار ہوں اگرچہ آپ نے اپنے اس رقعہ میں

دعویٰ تو کر دیا ہے کہ میں طالب حق ہوں مگر مجھے تامل ہے کہ اس دعویٰ پر آپ قائم رہ سکیں کیونکہ آپ لوگوں کی عادت ہے کہ ہر ایک بات کو کشاں کشاں بیہودہ اور لغو مباحثات کی طرف لے آتے ہیں اور میں خدا تعالیٰ کے سامنے وعدہ کر چکا ہوں کہ ان لوگوں سے مباحثات ہرگز نہیں کروں گا سو وہ طریق جو مباحثات سے بہت دور ہے وہ یہ ہے کہ آپ اس مرحلہ کو صاف کرنے کے لیے اول یہ اقرار کر دیں کہ آپ منہاج نبوۃ سے باہر نہیں جائیں گے اور وہی اعتراض کریں گے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر یا حضرت عیسیٰ یا حضرت موسیٰ یا حضرت یونس پر عائد ہوتا ہو اور حدیث اور قرآن کی پیشگوئیوں پر زد نہ ہو دوسری یہ شرط ہوگی کہ آپ زبانی بولنے کے ہرگز مجاز نہیں ہوں گے صرف آپ مختصر ایک سطر یا دو سطر تحریر دے دیں کہ میرا یہ اعتراض ہے پھر آپ کو عین مجلس میں مفصل جواب سنایا جاوے گا اعتراض کے لیے لمبا لکھنے کی کوئی ضرورت نہیں ایک سطر یا دو سطر کافی ہیں تیسری یہ شرط ہوگی کہ ایک دن میں صرف ایک ہی آپ اعتراض پیش کریں گے کیونکہ آپ اطلاع دے کر نہیں آئے چوروں کی طرح آ گئے اور ہم ان دنوں میں باعث کم فرصتی اور کام طبع کتاب کے تین گھنٹے سے زیادہ وقت خرچ نہیں کر سکتے۔ یاد رہے کہ یہ ہرگز نہیں ہوگا کہ عوام کالانعام کے روبرو آپ وعظ کی طرح لمبی گفتگو شروع کر دیں بلکہ آپ کو بالکل منہ بند رکھنا ہوگا جیسے صم بکم۔ یہ اس لیے کہ تا گفتگو مباحثہ کے رنگ میں نہ ہو جائے اول صرف ایک پیشگوئی کی نسبت سوال کریں تین گھنٹے میں اُس کا جواب دے سکتا ہوں اور ایک ایک گھنٹہ کے بعد آپ کو متنبہ کیا جائے گا کہ اگر ابھی تسلی نہیں ہوئی تو اور کچھ لکھ کر پیش کرو آپ کا کام نہیں ہوگا کہ اس کو سنا دیں ہم خود پڑھ لیں گے مگر چاہیے کہ دو تین سطر سے زیادہ نہ ہو اس طرز میں آپ کا کچھ حرج نہیں ہے

کیونکہ آپ تو شبہات دور کرانے آئے ہیں یہ طریق شبہات دور کرانے کا بہت عمدہ ہے میں باآواز بلند لوگوں کو سنا دوں گا کہ اس پیشگوئی کی نسبت مولوی ثناء اللہ صاحب کے دل میں یہ وسوسہ پیدا ہوا ہے اور اس کا یہ جواب ہے اسی طرح تمام وساوس دور کر دیے جاویں گے لیکن اگر یہ چاہو کہ بحث کے رنگ میں آپ کو بات کا موقع دیا جاوے تو یہ ہرگز نہیں ہوگا۔ چودھویں جنوری ۱۹۰۳ء تک میں یہاں ہوں بعد میں پندرہ جنوری ۱۹۰۳ء کو ایک مقدمہ پر جہلم جاؤں گا سو اگرچہ بہت کم فرصتی ہے لیکن ۱۴ جنوری ۱۹۰۳ء تک تین گھنٹے تک آپ کے لیے خرچ کر سکتا ہوں اگر آپ لوگ کچھ نیک نیتی سے کام لیں تو یہ ایک ایسا طریق ہے کہ اس سے آپ کو فائدہ ہوگا ورنہ ہمارا اور آپ لوگوں کا آسمان پر مقدمہ ہے خود خدا تعالیٰ فیصلہ کرے گا۔

والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ

سو چکر دیکھ لو کہ یہ بہتر ہوگا کہ آپ بذریعہ تحریر جو سطر دو سطر سے زیادہ نہ ہو ایک گھنٹہ کے بعد اپنا شبہ پیش کرتے جائیں گے اور میں وہ وسوسہ دور کرتا جاؤں گا۔ ایسا ہی صدہا آدمی آتے ہیں اور وسوسے دور کرا لیتے ہیں ایک بھلا مانس شریف آدمی ضرور اس بات کو پسند کرے گا جس کو اپنے وساوس دور کرانے میں اور کچھ غرض نہیں لیکن وہ لوگ جو خدا سے نہیں ڈرتے اُن کی تو نیتیں ہی اور ہوتی ہیں بالآخر اس غرض کے لیے اب آپ اگر شرافت اور ایمان رکھتے ہیں تو قادیان سے بغیر تصفیہ کیے خالی نہ جاویں دو قسموں کا ذکر کرتا ہوں اول چونکہ میں انجام آتھم میں خدا تعالیٰ سے قطعی عہد کر چکا ہوں کہ ان لوگوں سے کوئی بحث نہیں کروں گا اس وقت پھر اسی عہد کے مطابق قسم کھاتا ہوں کہ میں زبانی آپ کی کوئی بات نہیں سنوں گا صرف آپ کو یہ موقع دیا جاوے گا کہ آپ اول ایک اعتراض جو آپ کے نزدیک سب سے بڑا اعتراض پیشگوئی پر ہو ایک سطر یا دو سطر تک لکھ کر پیش کریں اور جس کا یہ مطلب ہو کہ یہ پیشگوئی پوری نہیں ہوئی اور منہاج نبوۃ کی رو سے قابل اعتراض ہے اور پھر چپ رہیں اور میں **مجمع عام** میں اس کا جواب دوں گا جیسا کہ مفصل لکھ چکا ہوں پھر دوسرے دن دوسری پیشگوئی اسی طرح لکھ کر پیش کریں یہ تو میری طرف سے خدا تعالیٰ کی قسم ہے کہ میں اس سے باہر نہیں جاؤں گا اور کوئی زبانی بات نہیں سنوں گا اور آپ کی مجال نہیں ہوگی کہ ایک کلمہ بھی زبانی بول سکیں اور آپ کو خدا تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں کہ آپ اگر سچے دل سے آئے ہیں تو اس کے پابند ہو جائیں اور ناحق فتنہ و فساد میں عمر بسر نہ کریں اب ہم دونوں میں سے ان دونوں قسموں سے جو شخص اعراض کرے گا اس پر **لعنت** ہو اور خدا کرے کہ وہ اس لعنت کا پھل بھی اپنی زندگی میں دیکھ لے آمین ثم آمین۔ اب دیکھوں گا آپ سنت نبوی کے مطابق اس قسم کو پورا کرتے ہیں یا قادیان سے نکلتے ہوئے اس **لعنت** کو ساتھ لے جاتے ہیں اور چاہیے کہ اول آپ مطابق اس قسم مؤکد کے آج ہی ایک اعتراض دو تین سطر کا لکھ کر بھیج دیں اور پھر وقت مقرر کر کے مسجد میں مجمع کیا جاوے گا اور آپ کو بلایا جاوے گا اور عام مجمع میں آپ کے شیطانی وساوس دور کر دیے جائیں گے۔ ۱۱ جنوری ۱۹۰۳ء

مرزا غلام احمد عفی عنہ (مہر)

مولوی ثناء اللہ کا خط

اما بعد خاکسار ابو الوفا ثناء اللہ بخدمت مرزا غلام احمد صاحب آپ کا طولانی رقعہ مجھے پہنچا مگر افسوس کہ جو کچھ تمام ملک کو گمان تھا وہی ظاہر ہوا۔ جناب والا جب کہ میں آپ کی حسب دعوۃ مندرجہ اعجاز احمدی صفحہ ۱۱ و ۲۳ حاضر ہوا ہوں اور صاف لفظوں میں رقعہ اول میں اُنہی صفحوں کا حوالہ دے چکا ہوں تو پھر اتنی طول کلامی جو آپ نے کی ہے بجز العادۃ طبیعۃ ثانیۃ کے اور کیا معنی رکھتی ہے جناب من کس قدر افسوس کی بات ہے کہ آپ اعجاز احمدی کے صفحات مذکورہ پر تو مجھ ناچیز کو تحقیق کے لیے بلاتے ہیں اور یہ لکھتے ہیں کہ اگر وہ (خاکسار) آپ کی پیشگوئیوں کو جھوٹی ثابت کر دے تو فی پیشگوئی مبلغ سو روپیہ انعام لے اور اس رقعہ میں آپ مجھ کو ایک دو سطر لکھنے کی پابندی کرتے اور اپنے لیے تین گھنٹے تجویز کرتے ہیں۔ تلک اذا قسمۃ ضیزیٰ۔ بھلا یہ کیا تحقیق کا طریق ہے کہ میں تو ایک دو سطریں لکھوں اور آپ تین گھنٹے تک فرماتے جائیں اس سے تو صاف سمجھ میں آتا ہے کہ آپ مجھے دعوت دے کر پچھتا رہے ہیں اور اپنی دعوت سے انکاری ہیں اور تحقیق سے اعراض کرتے ہیں جس کی بابت آپ نے مجھے قسم پر دعوت کی ہے۔ جناب والا کیا ایک دو سطر کے لکھنے کے لیے آپ نے مجھے در دولت پر حاضر ہونے کی دعوت دی تھی جس سے عمدہ میں امرتسر ہی میں بیٹھا ہوا کر سکتا تھا اور کر چکا ہوں مگر چونکہ میں اپنے سفر کی صعوبت کو یاد کر کے بلا نیل مرام واپس جانا کسی طرح مناسب نہیں جانتا اس لیے میں آپ کی اس بے انصافی کو بھی قبول کرتا ہوں کہ میں دو تین سطریں ہی لکھوں گا اور آپ بلا شک تین گھنٹے تقریر کریں۔ مگر اتنی اصلاح ہوگی کہ میں اپنی دو تین سطریں مجمع میں کھڑا ہو کر سنا دوں گا

اور پھر ایک گھنٹہ کے بعد تین سطریں لکھکر پانچ نہایت دس منٹ تک آپ کے جواب کی نسبت رائے ظاہر کروں گا۔ چونکہ مجمع عام آپ پسند نہیں کرتے اس لیے فریقین کے محدود آدمی ہوں گے جو پچیس پچیس سے زائد نہ ہوں گے۔

آپ میرا بلا اطلاع آنا چوروں کی طرح فرماتے ہیں کیا مہمانوں کی خاطر اسی کو کہتے ہیں۔ اطلاع دینا آپنے شرط نہیں کیا تھا۔ علاوہ اس کے آپکو آسمانی اطلاع ہو گئی ہوگی۔ آپ جو مضمون سنائیں گے وہ اسی وقت مجھکو دینا ہوگا۔ کارروائی آج ہی شروع ہو جائے آپ کے جواب آنے پر میں اپنا مختصر سا سوال بھیجدوں گا باقی لعنت کی بابت وہی ضرر ہے جو حدیث میں موجود ہے۔

ابو الوفا ثناء اللہ کفاہ اللہ از قادیان۔
۱۱ر جنوری سنہ ۱۹۰۳ء

جواب الجواب حضرۃ اقدس کیطرف سے

مولوی ثناء اللہ صاحب۔ آپکا رقعہ حضرۃ اقدس امام الزمان مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت مبارک میں سنا دیا گیا چونکہ مضامین اس کے محض عناد اور تعصب آمیز تھے جو طلب حق سے بعد المشرقین کی دوری اس سے ظاہر ہوتی تھی۔ لہذا حضرت اقدس انجام آتھم میں اور نیز اپنے خط مرقومہ جواب رقعہ سامی میں قسم کھا چکے ہیں اللہ تعالیٰ سے عہد کر چکے ہیں کہ مباحثہ کی شان سے مخالفین سے کوئی تقریر نہ کرینگے خلاف معاہدہ الٰہی کے کوئی مامور من اللہ کیونکر کسی فعل کا ارتکاب کر سکتا ہے۔ طالب حق کے لیے جو طریق حضرۃ اقدس نے تحریر فرمایا ہے، کیا وہ کافی نہیں۔ لہذا آپ کی اصلاح جو بطرز نشان مناظرہ آپنے لکھی ہے۔ وہ ہرگز منظور نہیں ہے۔ اور یہ بھی منظور نہیں فرماتے ہیں کہ جلسہ محدود ہو بلکہ فرماتے ہیں۔ کہ کل قادیان وغیرہ کے اہل الرای وغیرہ مجتمع ہوں تاکہ حق و باطل سب پر واضح ہو جاوے والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ۔ ۱۱ر جنوری سنہ ۱۹۰۳ء

خاکسار محمد احسن بحکم حضرۃ امام الزمان علیہ السلام

گواہ شد — گواہ شد
محمد سرور — ابو سعید عفی عنہ

مندرجہ بالا خط و کتابت اگرچہ ناظرین کو خود ایک عجیب موقع اصل نتیجہ پر پہنچنے کا دیتی ہے مگر ہم اپنی جگہ امور متنقیح طلب پر انشاء اللہ بحث کرکے دکھائیں گے کہ مولوی ثناء اللہ صاحب نے اس معاملہ میں کہانتک تقویٰ اور خدا ترسی سے کام لیا ہے۔ باقی آئیندہ انشاء اللہ تعالیٰ

(ایڈیٹر)

ناظم ندوہ سے خط و کتابت

(گذشتہ اشاعت سے آگے)

یا ان سنیوں کا اسلام جو عیسیٰ مسیح کو بعض پرندوں کا خالق اور غیب دان اور محی و قدیر سمجھتے ہیں اور اسی جسم خاکی کے ساتھ لا تغیر نیہ زندہ خلاف سنتہ اللہ مانتے ہیں اور اسطرح اللہ تعالیٰ کی صفات میں شریک کرتے ہیں اور یہ مانتے ہیں کہ سوا مسیح اور مسیح کی ماں کے کوئی بھی پیدائش کے وقت مس شیطان سے محفوظ نہیں رہا چاہے رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم ہی کیوں نہ ہوں اور اسطرح افضل الانبیاء کی کسر شان کرتے ہیں۔ اور یہ بھی مانتے ہیں کہ مسیح کے ساتھ روح القدس ہمیشہ رہتا تھا اور حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم (فداہ امی وابی) کے ساتھ ہمیشہ نہیں رہتا تھا اور ان باتوں سے ابن مریم کو جو کشمیر جنت نظیر کی خاک میں مدفون ہے آسمان پر چڑھاتے ہیں اور عیسائیوں کو ان کے شرک میں مدد دیتے ہیں یا نیچریوں کا اسلام کہ خدا کو جو کرنا تھا وہ کر چکا اب وہ کچھ نہیں کر سکتا۔ اسکا ہاتھ بندھا ہوا ہے۔ وہ کسی دعا کرنیوالے کی دعا نہیں سنتا۔ اور فرشتہ کوئی وجود خارجی نہیں۔ جبرئیل ایک قوت ہے جو ملکہ نبوۃ کہلاتا ہے۔ خدا تعالیٰ پکارنے والے کو جواب نہیں دیتا گو کتنا ہی مجاہدہ کرے ناک رگڑتے رگڑتے مر کیوں نہ جائے شارع اسلام کی کتنا ہی احترام کرے۔ اپنی کیسی ہی تبدیلی کیوں نہ کرے خدا اسکو کبھی اپنے مکالمہ سے مستفیض نہیں کرتا اور اگر کچھ ہونا تھا تو وہ ہو چکا اب رونا چلانا کام نہیں آتا اور وہ ہرگز جواب دینے والا نہیں۔ وہ خدا جو کبھی بولا کرتا تھا اب اسمیں تکلم کی قوۃ نہیں اب مسلمانوں اور عام الناس کی کیسی ہی حالت خراب ہو جائے۔ انکی دینی حالت کیسی ہی بگڑ جائے اور ان کے عقائد کیسے ہی فاسد ہو جائیں وہ دنیا میں کتوں سوروں کی طرح کیوں نہ ہو جائیں اب کوئی آسمانی مزکی اور نور خدا کی طرف سے آنے والا نہیں جو انکو تاریکی سے نور کیطرف لے جائے اور ناپاکی سے پاک کرے۔ یا غیر مقلدوں کا اسلام کہ حضرت موسیٰ کے پیرو نبی اور رسول ہوتے تھے اور انپر وحی آتی تھی انکے ذریعہ سے خدا کا کلام لوگوں کو پہونچتا تھا۔ بہت سے اڑے وقتوں میں خدا کی طرف سے خدا کی جماعت کو تسکین آتی تھی۔ حضرت موسیٰ کے زندہ نشان دکھلانے کے لیے موسیٰ کی امت میں اکثر افراد موجود رہتے تھے۔ لیکن امت محمدیہ کے لیے یہ ردی دیا کہ یہ سب کچھ نہیں ہوتا۔ کوئی مردہ بابیہا کا زندہ ثبوت دکھلانے والا نہیں۔ انکے غلاموں کے نصیب میں یہ درجات ہیں ہی نہیں۔ خدا کا یہ دعا تعلیم کرنا کہ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم بالکل یوں ہی ہے۔ شاید بہلانے کے لیے ہے ورنہ اس کا ثبوت خارجی کبھی نہیں ہوا اور نہ ہو سکتا ہے۔ اور اس امت میں کسی زمانہ میں کوئی مزکی آویگا بھی تو وہ حضرت موسیٰ کا خلیفہ ہوگا۔ یا خارجیوں کا اسلام اشاعت ہوگا۔ غرض کونسا اسلام اشاعت کیا جائے گا اور کونسی دینداری وغیرہ کی تعلیم دیجاویگی؟ کیا ندوہ کے علما جو مختلف گروہوں کے علما ہیں آپسمیں حساب رسدی تقسیم کرلیں گے۔

نمبر ۵۔ دار الافتا سے فتوی دریافت کرنیوالوں کو کس قسم کا جواب دیا جائے گا؟ کیا حق اور حقیقت کے مطابق ہوگا یا ہر ایک شخصکو اس کے فرقہ کے اصول مسلمہ کیمطابق؟ اگر حق اور حقیقت کے مطابق جواب دیا جائے گا تو ندوہ کے علما جو مختلف گروہوں کے علما ہیں اور اکثر معاملات اور عبادات میں بہت متفرق الخیالات ہیں کسکو حق اور حقیقت سمجھیں گے اور اگر اس فرقہ کے اصول مسلمہ کیمطابق ہوگا تو یہ کیسی خرابی ہوگی کہ حق اور حقیقت کو پس پشت ڈالکر صرف سائل کے خیالات کی پیروی کی جائے گی۔ فقط

عاجز ارادت حسین احمدی۔ موضع اودین۔ ڈاک خانہ گجرہ۔ ضلع مونگیر۔ (باقی آئیندہ)

اردو تحریر میں مختصر ناموں کی ضرورۃ اور اخباروں کی سہولت

پیسہ اخبار کی ۲۴ جنوری ۱۹۰۳ء کی اشاعت میں مندرجہ بالا عنوان سے ایک نوٹ لکھکر اردو زبان کی ایک بڑی ضرورۃ کو پورا کرنیکا ارادہ ایڈیٹر صاحب نے ظاہر کیا ہے۔ ہم پیسہ اخبار کی اس رائے کے ساتھ کلی اتفاق رکھتے ہیں کہ بیشک اردو تحریر میں اخبارات کی سہولت اور زبان کی خدمت کے لیے لمبے ناموں کا اختصار از بس ضروری ہے۔ بلکہ اگر اردو میں بھی کوئی مختصر نویسی کا طریق ایجاد ہو سکے (اگرچہ موجودہ طرز تحریر بھی اختصار کی ایک مقدار اپنے اندر رکھتا ہے) تو بہت بڑا فائدہ پہنچ سکتا ہے لیکن یہ کام کل ایڈیٹران اخبارات کا ہے کہ وہ اپنی ضروریات کو پورا کرنیکے لیے ملکر محنت کریں بہرحال ایڈیٹر پیسہ اخبار کی یہ تجویز ہمکو امید دلاتی ہے کہ وہ وقت دور نہیں ہے کہ اردو میں مختصر نویسی کی کوئی بہت ہی سہل راہ پیدا ہو سکے جسکے لیے ہم خود بھی ایک عرصہ سے غور کر رہے ہیں۔ ہم امید کرتے ہیں کہ مندرجہ عنوان تجویز کو کل اخبارات بڑی خوشی کیساتھ ماننے پر آمادہ ہونگے ہم بڑی خوشی کے ساتھ اسی تجویز کی تائید کرتے ہیں اور اس کے متعلق بہت سے امور نوٹ

ہمارا مقدمہ

چونکہ ہمارے ناظرین جو مقدمہ جہلم کے متعلق ہوا ہے بہت منتظر ہیں ہم اصل فیصلہ و بیان مولوی کرم الدین درج کرتے ہیں۔ ایڈیٹر

نقل بیان کرم الدین مورخہ ۱۷ ۱/۳ مشمولہ مثل فوجداری اجلاسی رائے سنسار چند صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر بہادر باختیار مجسٹریٹ درجہ اول صدر جہلم

نمبر مقدمہ	مرجوعہ	فیصلہ	موقع
۴	۱۷ ۱/۳	۱۹ ۱/۳	جہلم

مولوی کرم الدین ولد مولوی صدر الدین ذات آوان ساکن بھیں تحصیل چکوال مستغیث۔ بنام عبد اللہ کشمیری و شیخ یعقوب علی و مرزا غلام احمد ساکن قادیان ضلع گورداسپور ملزمان

(جرم دفعہ ۵۰۰ و ۵۰۱ و ۵۰۲ تعزیرات ہند)

بیان کرم الدین ولد صدر الدین ذات آوان عمر تخمیناً ۔۔ سال پیشہ زمینداری و امامت و مدرس ساکن بھیں با قرار صالح۔ میرے دادا کا نام مہر محمد ہے۔ مہر محمد کے باپ کا نام مجھکو ٹھیک یاد نہیں ہے محمد حسن متوفی کے باپ کا نام نور حسن تھا۔ نور حسن کے باپ کا نام اللہ نور تھا اُس کے باپ کا نام مجھکو یاد نہیں ہے۔ مگر اس قدر معلوم ہے۔ کہ مہر محمد کا باپ اور اللہ نور کا باپ حقیقی بھائی تھے محمد حسن کے تین پسران ہیں۔ اُسکی عورت بھی ہے۔ وہ میری حقیقی ہمشیرہ ہے محمد حسن کا ایک بیٹا ۱۶-۱۷ سال کا ہوگا۔ باقی دونوں بہت چھوٹے ہیں۔ نور حسن زندہ ہے مگر ضعیف العمر اور بیمار ہے۔ محمد حسن کا کوئی بھائی نہیں ہے۔ سوال وکیل مستغیث جوابدیا۔ محمد حسن کے لڑکے میرے زیر اہتمام ہیں۔ محمد حسن متوفی کا ماتم میں نے کیا ہے۔ یعنی میں نے ہی محمد حسن کے جنازہ کے واسطے لوگوں کو بلایا اور میں نے ہی اسکی ماتم کا خرچ کیا۔ اور میرے پاس ہی لوگ ماتم پرسی کو آئے۔ محمد حسن کا گور و کفن میں نے ہی کیا۔ اس کی ماتم پرسی کے خط میرے پاس ہی باہر سے آئے۔ بہت سی چٹھیات میرے پاس اُنکی ماتم پرسی کی بابت معزز اشخاص کیطرف موجود ہیں۔ محمد حسن کا باپ نور حسن ان پڑھ ہے مولوی محمد حسن کا قائم مقام اب میں ہی بطور مولوی اس علاقہ میں ہوا ہوں۔ مجھکو محمد حسن کے برخلاف تحریرات سے سخت رنج ہوا ہے ۱۷ ۱/۳

دستخط انگریزی مجسٹریٹ درجہ اول۔ مقابلہ شد

نقل حکم اخیر عدالت فوجداری اجلاسی لالہ سنسار چند صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر باختیار مجسٹریٹ درجہ اول مقام صدر جہلم۔

نمبر مقدمہ	مرجوعہ	فیصلہ	موقع	نمبر نقل
۴	۱۷ ۱/۳	۱۹ ۱/۳	جہلم	

مولوی کرم الدین ولد مولوی صدر الدین ذات آوان ساکن بھیں تحصیل چکوال مستغیث

بنام

عبد اللہ کشمیری احمدی مدرس قادیان و شیخ یعقوب علی تراب ایڈیٹر الحکم قادیان و مرزا غلام احمد ساکن قادیان ضلع گورداسپور مستغاث علیہم

(جرم دفعہ ۵۰۰ و ۵۰۱ و ۵۰۲ تعزیرات ہند)

تجویز عدالت

حالات اس استغاثہ اور استغاثہ نمبری (۵) کے تقریباً یکساں ہیں۔ اس واسطے یہ حکم اُن دونوں استغاثوں کے متعلق سمجھا جاویگا۔ مستغیث ان دونوں استغاثوں میں ایک شخص مولوی کرم الدین ہے مگر ملزمان میں سے مرزا غلام احمد قادیانی و شیخ یعقوب علی دونوں ایک ہی ہیں۔ تفاوت صرف یہ ہے کہ استغاثہ نمبری (۴) میں عبد اللہ کشمیری بھی اُن کے ساتھ ملزم ہے۔ مگر استغاثہ نمبری (۵) میں عبد اللہ کشمیری ملزم نہیں ہے۔ بلکہ بجائے اُس کے حکیم فضل الدین ان کے ساتھ ملزم ہے۔ کہ جو ۷ ار جنوری کو بوجہ عدم تعمیل وارنٹ حاضر عدالت نہیں ہوا۔ (۲) مستغیث کا بیان یہ ہے کہ مولوی محمد حسن فیضی اُس کا حقیقی بہنوئی تھا کہ جواب مر گیا ہے اور مشہور و معروف عالم و فاضل تھا اُسکی نسبت ملزمان نے ہتک آمیز کلمات تحریر اور شائع کیے ہیں۔ جنکا کہ ذکر اُس نے اپنے ہر دو استغاثہ جات میں مفصل درج کیا ہے پس اب ملزمان پر مواخذہ زیر دفعہ ۵۰۰ و ۵۰۱ و ۵۰۲ تعزیرات ہند کیا جاوے۔ (۳) مستغیث کا جو بیان نسبت اُسکی رشتہ داری اور تعلق ہمراہ مولوی محمد حسن فیضی متوفے لیا گیا۔ تو اس کا یہ بیان ہے۔ کہ وہ محمد حسن متوفی کا حقیقی سالا ہے۔ یعنی محمد حسن متوفی کی عورت اُسکی ہمشیرہ حقیقی ہے۔ اور کہ اسکا پڑدادا اور محمد حسن متوفی کا پڑدادا حقیقی بھائی تھے۔ یہ بھی اُسکا بیان ہے۔ کہ محمد حسن متوفی کا باپ نور حسن جو ان پڑھ ہے۔ وہ بھی ابتک زندہ ہے۔ اور کہ اُسکی عورت یعنی ہمشیرہ حقیقی مستغیث اور محمد حسن کی تین لڑکیاں جو ابھی نابالغ ہیں وہ بھی زندہ اور موجود ہیں۔ اور اُنکی سرپرستی میں رہتی ہیں۔ اور کہ وہ ہی اُنکی خبرگیری کرتا ہے۔ اور کہ اُس نے محمد حسن متوفی کی ماتم داری اور تجہیز و تکفین کیا تھا۔ اور کہ اُسی کے پاس لوگ اُنکی ماتم پرسی کیلئے آئے تھے۔ (۴) پس اب اس مرحلہ پر وکلاء ملزمان نے یہ سوال پیدا کیا۔ کہ بموجودگی بیوہ و پدر و پسران محمد حسن متوفے مستغیث کو جو محض سالا متوفی ہے یا پانچ پشت دور کا رشتہ دار ہو سکتا ہے۔ کوئی منصب دائری استغاثہ جات ہذا نہیں ہے۔ لہذا یہ استغاثہ جات خارج ہو کر ملزمان رہا ہونے چاہییں چنانچہ فریقین کے وکلاء کی بحث اس اہم اور اوائل اعتراض کے متعلق سماعت کی گئی۔ اور اُسپر کافی طور سے غور کیا گیا۔ نتیجہ اُسکا یہ ہے کہ ہماری رائے میں بلا شبہ مستغیث کو کوئی منصب دائری استغاثہ جات ہذا کا بموجودگی بیوہ و پدر و پسران متوفی نہیں ہے۔ چنانچہ ہم ذیل میں وجوہات جن کے متعلق قلمبند کرتے ہیں (۵) وکلاء ملزمان کی اول حجت یہ ہے کہ زیر دفعہ ۱۹۸ ضابطہ فوجداری جسکے تحت میں ہی استغاثہ ہذا زیر باب اکیس ہو سکتا ہے۔ الفاظ مظلوم شخص (aggrieved person) سے وہ شخص سمجھے جانا چاہیے۔ کہ جو زیر دفعہ ۳۴۵ ضابطہ فوجداری اس جرم میں راضی نامہ بھی کر سکتا ہے کیونکہ یہ جرم قابل راضی نامہ ہے۔ پس اگر کوئی ایسا شخص استغاثہ زیر باب اکیس۔ زیر دفعہ ۱۹۸ ضابطہ فوجداری دائر کرے کہ جو اس جرم میں راضی نامہ نہ کر سکتا ہووے۔ تو وہ منصب دائری اس استغاثہ کا نہیں رکھتا ہے۔ کیونکہ پھر دفعہ ۳۴۵ ضابطہ فوجداری کی تعمیل نہیں ہو سکی اور جرم قابل راضی نامہ نہیں رہ سکتا۔ حالانکہ قانون نے اسکو جرم قابل راضی نامہ قرار دیا ہے۔ مگر ہماری رائے میں یہ دلیل وکلاء ملزمان کی درست معلوم نہیں ہوتی ہے۔ قانون نے جرم ازالہ حیثیت عرفی زیر باب اکیس کو جیسا کہ دیگر جرائم کو قابل راضی نامہ زیر دفعہ ۳۴۵ ضابطہ فوجداری صرف اُن حالتوں میں قرار دیا ہے جبکہ دفعہ مذکور کی فہرست جرائم کی خانہ نمبر ۳ کی تعمیل بھی ہو سکے۔ اگر اُس خانہ کی تعمیل نہیں ہو سکتی۔ تو اس کے صاف معنی یہ ہیں کہ وہ جرم قابل راضی نامہ نہیں ہے۔ مثلاً جرم زیر دفعہ ۴۹۸ تعزیرات ہند کے لیے خاوند عورت بھی

دعویٰ کرسکتا ہے۔ اور وہ شخص بھی کہ جسکی حفاظت میں خاوند نے اُسکو چھوڑا ہوا تھا۔ مگر راضی نامہ صرف اسکا خاوند ہی کرسکتا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس اگر کسی شخص کا چالان زیر دفعہ ۳۲۵ تعزیرات ہند کیا گیا ہو مگر بعد میں وہ مر گیا۔ تو استغاثہ تو اُسکی نسبت پولیس کی معرفت ہی دائر ہو سکتا ہے۔ حالانکہ اس کا راضی نامہ ایسی صورۃ میں نہیں ہو سکے گا۔ پس ان امور سے صاف ثابت ہوتا ہے۔ کہ یہ ضرور نہیں۔ کہ زیر دفعہ ۱۹۸ ضابطہ فوجداری جو مظلوم شخص دعویٰ ازالہ حیثیت عرفی دائر کرسکتا ہو۔ وہ وہی شخص ہو۔ کہ جسکا ذکر دفعہ ۳۴۵ ضابطہ فوجداری کی جدول جرائم کے خانہ نمبر ۳ میں کیا گیا ہے۔ یا دوسرے الفاظ میں اگر ایسی عبارت کو لکھا جاوے تو یہ ہوگا۔ کہ مذکرہ بالا امور سے یہ ثابت نہیں ہوتا۔ کہ شخص مظلوم مندرجہ دفعہ ۱۹۸ ضابطہ فوجداری مترادف شخص ہتک شدہ مندرجہ دفعہ ۳۴۵ ضابطہ فوجداری سے ہو۔ جیساکہ وکلاء استغاثہ ہی منتشر اور بے سروپا طور سے بیان کرنے کی کوشش کرتے ہیں بلکہ جیسا ابھی اوپر ذکر کیا گیا ہے۔ وہ مختلف اشخاص ہو سکتے ہیں۔ اور اکثر دفعہ ہوتے ہیں علاوہ بریں اگر وکلاء ملزمان کی حجت اول کو صحیح اور درست مان لیا جاوے۔ اور سوائے شخص ہتک شدہ کے اور کوئی شخص دائری استغاثہ کا منصب نہ رکھتا ہووے۔ تو پھر دفعہ ۴۹۹ تعزیرات ہند کی تشریح (۱) ایک فضول اور بےمعنی عبارۃ ہو جاتی ہے کیونکہ پھر تو ایک متوفی کی توہین ہو جانے کی حالت میں کوئی بھی استغاثہ دائر نہ کرسکا کرے گا۔ حالانکہ قانوناً ایسا استغاثہ دائر کیا جاسکتا ہے۔ پس وکلاء فریقین کی اس بحث سے ہمارا اتفاق نہیں ہے۔ کہ شخص مظلوم مندرجہ دفعہ ۱۹۸ ضابطہ فوجداری۔ جو استغاثہ زیر باب اکیس تعزیرات ہند دائر کرسکتا ہے وہ وہی شخص ہونا چاہیئے۔ کہ جو دفعہ ۳۴۵ ضابطہ فوجداری کی جدول جرائم کے خانہ (۳) میں مندرج ہے۔ ساتھ اس کے ہم وکلاء ملزمان کی اس حجت سے بھی اتفاق نہیں کرتے ہیں۔ کہ اگر ایسا نہ مانا جاوے گا تو زیر دفعہ ۴۰۳ ضابطہ فوجداری جرائم زیر باب اکیس تعزیرات ہند کا سلسلہ کبھی ختم نہیں ہوگا۔ کیونکہ اُنکی حجت کے مطابق جبکہ ایک رشتہ دار متوفی کے دعوے ازالہ حیثیت عرفی کا فیصلہ ہوا۔ تو دوسرے رشتہ دار متوفی پھر جدید دعوے دائر کرسکتا ہے۔ مگر ہماری رائے میں

دفعہ ۴۰۳ ضابطہ فوجداری کے الفاظ بالکل صاف ہیں۔ اسمیں صاف مندرج ہے کہ جبکہ ایک دفعہ عدالت مجاز کے جرم کا فیصلہ کردیگی اور ملزم بری یا سزایاب ہو جاویگا۔ تو اُنہیں واقعات پر کبھی اُسکی تحقیقات اور تجویز نہیں ہوسکے گی۔ پس نہ ختم ہونیوالی سلسلہ کا خوف وکلاء ملزمان اپنی حجت اول کو ظاہر کرنے سے بیان کرتے ہیں وہ خود الفاظ دفعہ ۴۰۳ ضابطہ فوجداری کے مطالعہ سے قطعی جاتا رہتا ہے۔ پس ان حالات میں جو اختلافات وسعت قانون کو وکلاء ملزمان بیان کرتے ہیں۔ کہ واقعہ ہوں گے۔ اگر الفاظ مظلوم شخص مندرجہ دفعہ ۱۹۸ ضابطہ فوجداری اور شخص ہتک کردہ مندرجہ دفعہ ۳۴۵ ضابطہ فوجداری کو مترادف نہ مانا جاوے وہ ہماری رائے میں کوئی واقعی اور درحقیقت وجود نہیں رکھتی ہیں۔ (۲) البتہ اگر دفعہ ۱۹۸ ضابطہ فوجداری کے الفاظ مظلوم شخص کو دفعہ ۴۹۹ تعزیرات ہند کی تشریح نمبر ۱ سے علحدہ کرکے پڑھا جاوے تو دفعہ ۴۰۳ ضابطہ فوجداری کی تعبیر میں بڑی دقت پیش آتی ہے۔ مثلاً اگر ایک شخص متوفی جس کی کہ ہتک کی گئی ہے۔ اُس کے پسران بھی ہیں۔ اور اسکی بیوہ بھی ہے۔ اور علاوہ ان کے اُسکے دوسرے رشتہ داران قریبی مثلاً۔ بھائی۔ چچا۔ اور باپ بھی ہیں اور وہ سب کے سب زیر دفعہ ۴۹۹ تشریح (نمبر ۱) تعزیرات ہند ایک ہی دفعہ مختلف استغاثجات ازالہ حیثیت عرفی نسبت کسی شخص کے دائر کریں۔ جیساکہ تشریح نمبر ۱ دفعہ ۴۹۹ تعزیرات ہند مذکورہ کے تحت وہ کرسکتی ہیں۔ کیونکہ یہ ضروری نہیں ہے۔ کہ ایک کا استغاثہ دائر کردینا۔ دوسروں کو اُسکی دائری سے روک دیوے۔ تو پھر سوال یہ لازمی طور سے پیدا ہوگا کہ کس کے استغاثہ کی تحقیقات ہووے۔ اور کسکو نظر انداز کیا جاوے یا اگر اُن دائر کردہ استغاثجات میں سے کوئی شخص مثلاً بھائی متوفی ملزم سے مل جاوے اور راضی نامہ دیدیوے (کیونکہ حسب بحث وکلاء استغاثہ شخص مظلوم مندرجہ دفعہ ۱۹۸ ضابطہ فوجداری زیر دفعہ (۳۴۵) ضابطہ فوجداری راضی نامہ دیسکتا ہے۔ بوجہ اسکے کہ اُن کی بحث کے مطابق ایسی حالت میں وہی شخص ہتک شدہ ہے) اور اسمیں ملزم لامحالہ بری کیا جاوے۔ تو پھر کیا اثر دیگر استغاثجات دائر شدہ پر ایسی بریت کا پڑے گا۔ جبکہ زیر دفعہ ۴۰۳ ضابطہ فوجداری اُنہیں واقعات پر

کسی جرم کی تحقیقات اور تجویز اور دوبارہ نہیں ہوسکتی۔ اور جبکہ ایک دفعہ کوئی شخص اُن سے بری یا سزایاب ہو چکا ہے۔ تو پھر کسی طرح سے اُن دیگر استغاثجات کے ساتھ سلوک کیا جاوے گا یا اگر یہ مان لیا جاوے کہ وہ شخص راضی نامہ نہیں دے سکتا۔ مگر اگر وہ دانستہ یا نادانستہ اپنے استغاثہ کو خارج ہونے دے۔ اور ملزم کو کسی طرح سے اُسمیں سے بری کرادے۔ تو کیا اثر اُسکی ایسی کارروائی سے دیگر استغاثجات متدائرہ پر پڑے گا۔ کیونکہ ایسی حالت میں ایک مقابلتاً دور کا رشتہ دار اپنے فعل سے کسی متوفی ہتک شدہ کے اپنے سے زیادہ قریبی اور قدرتی رشتہ داران مثلاً بیوہ یا پسران یا باپ کو اُن جائز حقوق یعنی دائری مقدمہ ازالہ حیثیت عرفی سے اور اُسکے متعلق انصاف حاصل کرنے سے محروم کرسکتا ہے۔ کہ جو واقعی بڑا ظلم اور قانون فوجداری کے تحت بیقاعدگی ہوگی یا اگر متوفی کا پسر اور بیوہ جو سب سے قریب ترین رشتہ متوفی سے رکھتی ہوں اور جو قدرتاً استغاثہ ازالہ حیثیت عرفی دائر کرنے کے لیے سب سے زیادہ اور سب سے اول مستحق ہوں۔ مگر خواہ ملزم سے ملکر یا کسی دیگر باعث سے وہ ایسا دعویٰ اور استغاثہ دائر نہ کرنا چاہتے ہوں۔ اور نہ اُن الفاظ کو کہ جو متوفی کی نسبت تحریر کی گئی ہیں وہ ازالہ حیثیت عرفی کی حد تک پہنچی ہوئی سمجھتی ہوں۔ تو کیا پھر اُنکی موجودگی یا عدم دائری استغاثہ میں ایک اُنکی مقابلہ سے دور کے رشتہ دار کو منصب دائری استغاثہ زیر دفعہ ۴۹۹ تشریح نمبر ۱ ہو سکتا ہے۔ بفرض اگر اُن حالات کو مدنظر رکھا جاوے اور نیز جبکہ فیصلجات پنجاب ریکارڈ نمبری ۳۴ سنہ ۱۸۹۶ء و انڈین لا رپورٹ الہ آباد جلد ۱۱ صفحہ ۱۰۴ و انڈین لا رپورٹ بمبئی جلد ۱۰ صفحہ ۳۴۱ و جلد ۲۵ صفحہ ۱۵۹ و انڈین لا رپورٹ مدراس جلد ایک صفحہ ۳۸۳ و ضابطہ فوجداری مؤلفہ مسٹر آیر صاحب صفحہ ۳۴۰ وغیرہ کو دیکھا جاوے جنمیں حکام ہائیکورٹ نے سوائے خاوند کو مقدمہ زیر دفعہ (۵۰۰) تعزیرات ہند دائر کرنے کا اختیار دینے کے محض نسبت اپنی زوجہ کے بدچلن کے ہتک آمیز الفاظ بیان کیے جانے کے۔ کہ بوجہ اسکے کہ قانوناً اُنکی ذات کو ایک مانا گیا ہے۔ اور کسی رشتہ دار کو حتے کہ باپکو اپنی بیٹی یا دختر کی ہتک کے واسطے یا بھائی کو اپنی ہمشیرہ کی ہتک کیواسطے یا پسر کو اپنی والدہ کی ہتک کیواسطے یا بھائی کو اپنی بھاوج کی ہتک کیواسطے

معلوم ہوتا ہے کہ لفظ (یا) کا درمیان حرف خاندان و دیگر قریبی رشتہ داران مندرج ہے - اور اُسکے یہ کبھی معنے نہیں ہو سکتے - کہ جبکہ متوفی شخص کے اس قسم کے دونوں رشتہ داران موجود ہوں - تو ہر دو جداگانہ استغاثجات ازالہ حیثیت عرفی کے ایک ہی وقت میں دائر کر سکتے ہیں - یا کہ اشخاص خاندان اگر دعوی نہیں کرنا چاہیں تو بھی دیگر قریبی رشتہ دار کر سکتی ہیں - کیونکہ اگر اس لفظ (یا) کے یہ معنی لیے جاویں گے - تو پھر وہی گزشتہ نظارہ اسجگہ پیدا ہو جاویگا - کہ جسکی تشریح فقرہ (۶) حکم ہذا میں ہم اوپر مفصل کر آئے ہیں پس ان حالات میں ہماری رائے میں لفظ (یا) سے مراد یہی ہو سکتی ہے - اور یہ ہی معنی اُسکے کل عبارۃ تشریح نمبر ۱ کے ساتھ مربوط اور پیوست ہو سکتی ہیں - اور یہ ہی معنی اس کے متذکرہ بالا کل اختلافات اور بیقاعدگی ہائی مندرجہ فقرہ (۶) حکم ہذا کو دور کر سکتے ہیں کہ دیگر قریبی رشتہ دار کے متوفی کے صرف اُس حالت میں ازالہ حیثیت عرفی کی نالش زیر دفعہ ۴۹۹ تشریح (۱) کر سکتے ہیں - جبکہ کوئی اشخاص اہل خاندان میں اُس کے موجود نہ ہوں - اور جبتک کہ وہ موجود ہوں - تب تک دیگر قریبی رشتہ دارونکو کوئی حق استغاثہ ازالہ حیثیت عرفی کو دائر کرنیکا زیر دفعہ (۱۹۸) ضابطہ فوجداری نہ ہوگا -

(۹) اب صرف ایک امر کی نسبت تذکرہ کرنا باقی رہتا ہے اور وہ یہ ہے کہ آیا اشخاص خاندان میں یا دیگر قریبی رشتہ داروں میں کون شخص شمار ہو سکتے ہیں اور کیا اُنمیں مستغیث مقدمہ ہذا شامل ہو سکتا ہے - مگر اول اسجگہ یہ درج کرنا ضروری ہے کہ مستغیث کے دو رشتے متوفی محمد حسن فیضی سے اُسکے بیان کے مطابق پائے جاتے ہیں - ایک تو وہ اُسکا سالا ہے - اور دویم وہ اُسکا یکجدی ہے - پانچ پشت میں ہے - اب ہم خیال نہیں کر سکتے کہ لفظ خاندان و رشتہ داروں قریبی کے خواہ کوئی تعبیر کی جاوے - اُنمیں ہی کسی کے رو سے سالا خاندان یا قریبی رشتہ داروں متوفی میں شمار کیا جا سکتا ہے - ہماری رائے میں وہ مطلق ان دونوں لفظوں کی تعریف میں نہیں آ سکتا - اور نہ عام بول چال اہل زبان میں اُسکی نسبت ایسا اطلاق دیا جا سکتا ہے - چنانچہ تعزیرات ہند اردو میں لفظ Family ترجمہ صرف اہل و عیال ہی کیا ہے - بلکہ دو ملک جدی آپس میں اہل اسلام کے درمیان بھی - کیونکہ اہل ہنود میں تو ایسے رشتہ بہت دور کے تعلقات کو چھوڑ کر گنے جاتے ہیں - اور ہمیشہ مختلف گوت اور خاندانوں میں ہی ہوتے ہیں ایسا رشتہ قائم ہوتا ہی - بذات خود بڑی بھاری دلیل اسبات کی ہو جاتی ہے کہ اب خونی تعلقات کا کچھ اثر باہمی طور سے اُن میں نہیں مانا جاوےگا اور نہ رہے گا - اور کہ خواہ وہ کسی وقت یکجدی ہی تھے - مگر آئندہ کے واسطے وہ دو مختلف خاندان مانے جاوینگے اور متصور ہونگے پس متوفی محمد حسین کا سالا ہونے کی حیثیت میں ہماری رائے میں مستغیث ہر دو مقدمات ہذا لفظ خاندان و دیگر رشتہ داروں قریبی متوفی کے ذیل میں نہیں آ سکتا - اور نہ اُسکا اُس سے پانچ پشت میں ملنا اُسکو قریبی رشتہ داروں کی تعریف میں لا سکتا ہے - اب یہاں یہ بھی ذکر کیا جاتا ہے کہ ہم وکلاء استغاثہ کی اس بحث کو ماننے کے واسطے طیار نہیں ہیں کہ الفاظ خاندان یا دیگر قریبی رشتہ دار مندرجہ تشریح (۱) دفعہ ۴۹۹ تعزیرات ہند کو اُن لا محدود مہمل اور بسیط معنوں میں تعبیر کیا جاوے کہ جسطرح سے وہ عام لوگوں میں استعمال کیے جاتے ہیں - اور کہ جسکی رو سے ایک دس بارہ پشت کا یا اُس سے بھی زیادہ دور کا یکجدی بعض دفعہ ایک خاندان میں سے کہا جا سکتا ہے - کیونکہ وہ کسی زمانہ میں ایک مورث کی اولاد سے ہو چکے ہیں - یا کہ جسکی رو سے ایک مشترکہ یکجدی جبتک ایک گھر میں رہے تو ایک خاندان میں سمجھا جاتا ہے اور جب جائیداد تقسیم کر کے علحدہ ہو جاتا ہے - تو علحدہ خاندان میں سمجھا جاتا ہے وعلی ہذا القیاس مگر ایسا کرنے سے ہم تعزیرات ہند کی دفعہ ۴۹۹ کی تشریح (۱) کو بالکل مہمل بنا دیتے ہیں - اور اُسکو ایسی وسعت دے دیتے ہیں کہ جس سے ایک شخص کے تنگ کیے جانے کا کوئی اندازہ ہی نہیں ہو سکتا - کیونکہ ایسی حالت میں وہ شخص کہ جو شخص ہتک کردہ کی زندگی میں صرف ایک ہی استغاثہ ازالہ حیثیت عرفی کا اُسکی جانب سے دائر کیے جانے کا مستوجب ہو سکتا تھا - مگر اُس کے مرجانیکی حالت میں ہزاروں نامعلوم اشخاص کے استغاثجات کے دائر کرنے کا مورد ہو سکتا ہے - یعنی کہ جو شخص متوفی کے یکجدی ہونیکو ثابت کرا سکے مگر ہماری رائے میں قانون فوجداری - مندرجہ دفعہ ۴۹۹ تعزیرات ہند کی تشریح نمبر ۱ کا ایسا وسیع اور مہمل مطلب نہیں ہو سکتا - لہذا بوجوہات بالا ہماری رائے میں مستغیث کرم الدین کو ان ہر دو استغاثجات کے دائر کرنے کا کوئی منصب قانونی بموجودگی پسران بیوہ وغیرہ متوفی نہیں ہے - خواہ وہ ان پڑھ ہیں یا پڑھے ہوئے اور خواہ اُنکو خود زیادہ رنج اُن الفاظ سے ہوا ہے - کہ جو ملزمان نے متوفی محمد حسن کے بارہ میں دستاویزات متدعویہ میں درج کیے ہیں - (۱۰) پس ہم ان ہر دو استغاثجات کو خارج کر کے داخل دفتر کرتے ہیں اور ہر سہ ملزمان استغاثہ نمبر ۲ کو اور ملزمان نمبر ۱ و ۳ استغاثہ نمبر ۲ کو رہا کرتے ہیں اور ملزم نمبر ۲ مندرجہ استغاثہ نمبر ۲ جو حاضر نہیں ہوا ہے - اُس کے برخلاف ابھی اب کوئی کارروائی کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتے ہیں - اور اُس کے برخلاف استغاثہ مذکور کو زیر دفعہ ۲۰۳ ضابطہ فوجداری خارج کرتے ہیں مندرجہ بالا حکم وکلاء فریقین کو سنایا گیا $\frac{1}{3}$ ۱۹ دستخط انگریزی رائے سنسار چند صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ با اختیار مجسٹریٹ درجہ اول

درست مقابلہ شد

ڈائری

حضرۃ امام آخر الزمان سلمہ الرحمٰن

۱۰ر جنوری سنہ ۱۹۰۳ء سے ۱۵ر جنوری سنہ ۱۹۰۳ء تک کی ڈائری کے واقعات یہ ہیں کہ ۱۰ر و ۱۱ر کو مولوی ثناء اللہ کے متعلق تذکرہ ہوتا رہا -

۱- ادھر سے خط و کتابت ہوئی - مواہب الرحمٰن چونکہ ۱۴ر جنوری سنہ ۱۹۰۳ء تک چھپ جانا ضرور تھا کیونکہ ۱۵ر کو آپ نے دارالامان سے جہلم کو روانہ ہونا تھا ان ایام میں بہت اسپر گفتگو ہوتی رہی اور آپ کتابچی تصنیف اس کے پروف وغیرہ پڑھنے میں از بس مصروف رہے -

۲- چونکہ گذشتہ دو تین رات آپکو کتاب مواہب الرحمٰن کی تصنیف وغیرہ کی باعث جاگنا پڑا تھا ۱۵ر کی صبحکو فرمایا کہ یہ بھی ایک جہاد تھا راتکو انسان کو جاگنے کا اتفاق تو ہوا کرتا ہے مگر کیا خوش وہ وقت ہے جو خدا کے کام میں گذرے -

شخص مظلوم زیر دفعہ ۱۹۸ ضابطہ فوجداری
کی تعریف میں قرار نہیں دیا ہے۔ اور نہ اسکو
دائری مقدمہ ازالہ حیثیت عرفی کا منصب
دیا ہے۔ حالانکہ یہ کل ایسے قریبی اور قدرتی
رشتہ دار ہیں کہ جنکو قدرتاً ایک دوسرے
کی ہتک اور بدنامی میں سب سے زیادہ رنج
ہوتا ہے۔ اور ہونا چاہیے۔ تو پھر یہ سب
سے اول بڑا ضروری اور اہم سوال پیدا ہوتا
ہے۔ کہ آیا کسی متوفی شخص کی ہتک کی جاوے
کی حالت میں جبکہ قانون نے اُس کے خاندان
والوں کو اور قریبی رشتہ داروں کو (دیکھو
تشریح نمبر۱ زیر دفعہ ۴۹۹ تعزیرات ہند)
اجازت دائری استغاثہ دی ہے زیر دفعہ
(۱۹۸) ضابطہ فوجداری کون مظلوم شخص
دائری مقدمہ کے واسطے سمجھا جانا چاہیے۔
تاکہ وہ منصفانہ داد رسی ترتیب نظارہ ایسے
استغاثوں کی دائری کے وقت نہ پایا جاوے
جنکا کہ ذکر ہم نے ابھی اوپر کیا ہے۔ (۷)
پس ان حالات میں ہماری رائے یہ ہے۔ کہ
دفعہ ۱۹۸ ضابطہ فوجداری کے الفاظ شخص
مظلوم (person aggrieved) کو تعزیرات
ہند کی دفعہ ۴۹۹ تشریح نمبر۱ سے علیحدہ پڑھنا
ہرگز اور مطلق اور درست اور صحیح نہیں
ہوگا۔ جیسا کہ وکلاء استغاثہ کی بحث ہے اور کہ
تو وہ جس عمل کے کرنے سے ان دقتوں اور
بیقاعدگیوں کا سامنا ہمیں ضرور کرنا پڑیگا۔
کہ جنکا اوپر مفصل ذکر ہوا ہے بلکہ دونوں کو
ملا کر اور پیوست کرکے پڑھنا ضروری اور لازمی
ہے اور اسواسطے اب یہ دیکھنا ہے۔ کہ لفظ
(family) یعنی خاندان یا دیگر قریبی
رشتہ داران (family or other near relatives)
کی کیا تعریف تشریح (۱)
دفعہ ۴۹۹ تعزیرات ہند یہ ہو سکتی ہے
تاکہ پھر جو استغاثہ زیر دفعہ ۱۹۸ ضابطہ
فوجداری بابت ایسی ہی طرح سے دائر کیا جاوے
اُس کے متعلق وہ دقتیں اور گڑبڑ نظارہ پیدا
نہ ہووے۔ کہ جنکا ذکر اوپر کیا گیا ہے۔ مگر اس
جگہ یہ ذکر ابھی ضروری ہے۔ کہ فیصلجات
جو ملزمان کے وکیل نے پیش کیے۔ اور جنکا ذکر
اوپر کیا گیا اُنہیں سے سوائے فیصلہ انڈین
لا رپورٹ بمبئی جلد (۵) صفحہ ۵۸۰ جسمیں
کہ ایک متوفی شخص کے رشتہ دار نے ازالہ
حیثیت عرفی کا مقدمہ دائر کیا تھا۔ اور کہ جو
اس وجہ سے خارج ہوا تھا۔ کہ مستغیث کو
کوئی واقعی نقصان اُس بحرمتی متوفی سے
نہیں پہنچا تھا۔ باقی جس قدر فیصلجات ہیں
وہ کسی متوفی شخص کے متعلق نہیں ہیں۔
اسواسطے اُنکا پورا پورا اطلاق استغاثہ ہذا پر
بھی نہیں ہوتا ہے۔ مگر اُن کے عام مطالعہ
سے اور بالخصوص فیصلہ انڈین لا رپورٹ
بمبئی (۲۵) صفحہ ۱۵۵ و بمبئی جلد (۵)
صفحہ ۵۸۰ کے دیکھنے سے ضرور ایک جھلک
اُس معیار اور کسوٹی کی معلوم ہوتی ہے۔
کہ جس پر ہر ایک مظلوم شخص مندرجہ دفعہ (۱۹۸)
ضابطہ فوجداری کو مقدمات ازالہ حیثیت
عرفی کے دائر کرنے کے واسطے پرکھا جا سکتا ہے
اور وہ کسوٹی (دیکھو رائے جناب جسٹس
صاحب بہادر چیف جسٹس بمبئی مندرجہ انڈین
لا رپورٹ بمبئی جلد (۲۵) صفحہ (۱۵۵ و ۱۵۶)
یہ ہے۔ کہ کیا شخص مظلوم کو کوئی قانونی رنج
یا تکلیف پہنچا ہے۔ اور کہ قانونی رنج یا
تکلیف جس سے خیالی اور وہمی رنج کو تفریق
کیا گیا ہے وہ ہے۔ کہ جو شخص مظلوم کو خاص
حرجانہ حاصل کرنے کا عدالت دیوانی میں مستحق
بنا دے۔ پس اگر اس کسوٹی سے کہ جو ایک
فاضل جج ہائیکورٹ نے کل قانون ازالہ
حیثیت عرفی کے مطالعہ کے بعد تجویز کی ہے
اور جو کہ نہایت معقول بھی معلوم ہوتی ہے
مستغیث مقدمہ ہذا کو پرکھا جاوے۔ تو
واقعی اُسکو کوئی منصب دائری استغاثہ ہذا کا
نہیں ہے۔ کیونکہ اگر عدالت دیوانی سے حرجانہ
لینے کا بوجہ استعمال ہتک آمیز کلمات نسبت
متوفی محمد حسن فیضی برخلاف ملزمان کسی کو حق
ہے۔ تو وہ پسران متوفی کو بھی ہو سکتا ہے
یا شاید اُسکی بیوہ یا دختر کو مگر کسی صورۃ میں
مستغیث کو نہیں ہو سکتا۔ کہ جو متوفی محمد حسن
کا سالا ہے۔ یا پانچ پشت دور کا یکجدی
ہے۔ لہذا بموجودگی پسران و بیوہ و دختر کو
متوفی مستغیث کو کوئی حق وراثت یا حصول
خاص حرجانہ نسبت ہتک متوفی نہیں ہو سکتا
اس واسطے ہماری رائے میں اُسکو کوئی
منصب دائری استغاثہ ہذا کا بھی نہیں ہے
محض اسوجہ سے بھی کہ مستغیث اپنی ہمشیرہ
زادگان و ہمشیرہ کی حفاظت کرتا ہے۔ یا کہ
بوجہ اس کے کہ متوفی محمد حسن کی ماتم پرسی
کے خطوط اسکو آتے ہیں۔ اور کہ اُس نے
بہت سا حصہ خرچ تجہیز و تکفین کا اُس کے
واسطے کیا ہے ہماری رائے میں اُسکو منصب
دائری مقدمہ ہذا زیر دفعہ ۱۹۸ ضابطہ فوجداری
جبکہ اُسکو تشریح (نمبر۱) دفعہ ۴۹۹
تعزیرات ہند سے ملا کر پڑھا جاوے۔ حاصل
نہیں ہوتا ہے کیونکہ تشریح (۱) دفعہ مذکورہ
کے مطابق وہ شخص دائری مقدمہ کا منصب رکھتا
ہے۔ کہ جو خاندان متوفی میں سے ہو۔ یا کہ جو اُسکا
قریبی رشتہ دار ہو۔ اور قریبی رشتہ یا خاندان
کے شخص ہونے میں سے پرکھنے کے واسطے جیسا
کہ اوپر بیان کیا گیا۔ فاضل چیف جج بمبئی نے
معیار یا کسوٹی قانونی رنج یا تکلیف کا سرزد
ہونا رکھا ہے اور جسکا آخری مدار دیوانی عدالت
میں حرجانہ خاص کے حاصل کرنے کا حق رکھنا
سمجھا گیا ہے جس کی کہ ذیل میں مستغیث نہیں
آ سکتا۔ یہ بھی اسجگہ ذکر کرنا ضروری ہے۔ کہ محض
اخلاقی رنج اور غم کرنے یا ماننے کے کثرۃ قلت
کوئی معیار تشریح مذکورہ میں دائری مجوزہ استغاثجات
کا نہیں رکھا گیا ہے۔ اور نہ عقلاً و انصافاً قرار رکھا
جا سکتا تھا۔ کیونکہ ایسی حالت میں ممکن ہو سکتا
ہے۔ کہ ایک متوفی کے دوست کو اس کے
انتقال کی وجہ سے سخت رنج ہوا ہو۔ اسلیے
جو ہتک آمیز کلمات اُسکے واسطے کہے گئے ہوں
اُنکا زیادہ اثر اسکو پہنچے بمقابلہ اُس کے
ایک ان پڑھ بیوہ یا پسران یا دختر کے یا ایسی
بیوہ یا پسران کے جنکو کئی وجوہات سے متوفی
سے کچھ محبت یا خلوص قلبی نہ ہووے۔
علاوہ ازیں جیسا کہ انڈین لا رپورٹ بمبئی جلد (۵) صفحہ
(۵۸۰) میں درج ہے رشتہ دار متوفی کو جبتک
کہ کسی خاص واقعی حرجانہ کے حاصل کرنے کا حق
بوجہ استعمال ہتک آمیز کلمات نسبت متوفی پیدا
ہو جاوے تب تک محض قیاسی یا وہمی رنج کا
ہونا یا اعتبار کا ضائع ہونا اسکو دائری مقدمہ
دیوانی نسبت حرجانہ کا مستحق نہیں کر سکتا۔
اور اسی وجہ سے اُسکو زیر دفعہ (۱۹۸) ضابطہ
فوجداری مظلوم شخص نسبت دائری استغاثہ
ازالہ حیثیت عرفی قرار نہیں دی سکتا۔ پس اگر
اس معیار سے بھی موجودہ استغاثہ کو دیکھا
جاوے۔ تو بھی مستغیث نے اپنے ہر دو استغاثجات
میں سوائے اس کے کہ ایک اپنی دماغی دور از
قیاسی رنج کا اظہار کیا ہووے۔ بوجہ اس کے
کہ ملزمان نے چند اخبارات اور کتابوں میں محمد حسن
متوفی کی نسبت سخت الفاظ درج کیے ہیں۔ اور
اس سے اُنکا دل دکھایا ہے۔ اور کسی خاص حرجانہ
کی اُسکی ذات پر واقعہ ہونے کا تذکرہ نہیں کیا ہے
کہ جسکی وجہ سے وہ خاص حرجانہ عدالت دیوانی
میں ملزمان سے لینے کا مستحق ہووے۔ اور اسلیے
زیر دفعہ (۱۹۸) ضابطہ فوجداری وہ استغاثہ
ہذا کے دائر کرنے کا منصب رکھتا ہووے
(۸) متذکرہ بالا امور کے علاوہ ہماری
رائے میں تشریح نمبر۱ دفعہ ۴۹۹ تعزیرات
ہند کے بغور مطالعہ کرنے سے ہمکو یہ صاف

فرمایا کہ پیرے اعضا تو تھک جاتے ہیں مگر دل نہیں تھکتا وہ چاہتا ہے کہ کام کیے ہی جاؤں۔

فرمایا ایک صحابی مرتے وقت رونے لگے جب اُن سے پوچھا گیا کہ کیا موت کے خوف سے روتے ہو تو اُنہوں نے کہا موت کا تو خوف نہیں البتہ یہ افسوس ہے کہ یہ موقع جہاد کا نہیں جب میں جہاد کیا کرتا تھا اگر اُسوقت یہ موقع ہوتا تو کیا اچھا ہوتا

ء۔ ظہر و عصر کی نماز جمع ہوئی اور بعد اس کے روانگی جہلم کا حکم ہوا۔ اُسوقت سے لیکر ۱۹ تاریخ تک کی ڈائری ہمارے مقدمہ کے نیچے ہوگی

۱۰ جنوری ۱۹۰۳ء (دربار شام)

مذہب کی غرض و غایت

ہمارے نومسلموں نے آریہ وغیرہ اقوام کے مقابلہ میں ایک اشتہار شائع کیا ہے اُسے سُنکر **فرمایا** کہ مذہب کی اتنی ہی غرض نہیں کہ وہ فقط اس جہان میں فائدہ دے بلکہ اس جہان میں بھی فائدہ دے۔ جو لوگ عملی رنگ میں مذہب کی سچائیاں نہیں دکھاتے ہیں انکی نری باتیں ہی باتیں ہیں جو دعویٰ ہی ہیں ایسے لوگ مصیبت کے وقت ناجائز کام بھی کر بیٹھتے ہیں اور اُن کا قول و فعل یکساں نہیں ہوتا۔

غیر احمدی کے پیچھے نماز

جناب خان **عجب خان** صاحب آف زیدہ کے استفسار پر کہ بعض اوقات ایسے لوگوں سے ملنے کا اتفاق ہوتا ہے جو اس سلسلہ سے اجنبی اور ناواقف ہوتے ہیں۔ اُن کے پیچھے نماز پڑھ لیا کریں یا نہیں **فرمایا** اول تو کوشش کرو کہ ایسی جگہ نہیں جہاں لوگ واقف نہ ہوں اور جہاں ایسی صورت ہو کہ لوگ ہم سے اجنبی اور ناواقف ہوں تو اُن کے سامنے اپنے سلسلہ کو پیش کرکے دیکھ لیا اگر تصدیق کریں تو اُن کے پیچھے نماز پڑھ لیا کرو ورنہ ہرگز نہیں اکیلے پڑھ لو۔ خدا تعالیٰ اسوقت چاہتا ہے کہ ایک جماعت طیار کرے۔ پھر جان بوجھکر ان لوگوں میں گھُسنا جن سے وہ الگ کرنا چاہتا ہے منشاء الٰہی کی مخالفت ہے۔

ہماری جماعت کا کیا کام ہو؟

خانصاحب کے اس استفسار پر کہ ہمکو یہاں سے جاکر کیا بڑا کام کرنا چاہیے **فرمایا** ہماری دعوت کو لوگوں تک پہنچایا جاوے کہ ہماری تعلیم سے اُنکو واقف کیا جاوے۔ تقویٰ، توحید۔ اور سچا اسلام اُنکو سکھایا جاوے۔

صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

بیعت کے بعد ایک شخص نے اعلیٰ حضرۃ حجۃ اللہ علی الارض کے حضور اپنے قصوروں کا اعتراف کیا اور اپنی ایک رؤیا سنائی کہ میں نے ایک ہندو کے حقوق تلف کیے تھے رات کو میں نے خواب میں دیکھا کہ وہی ہندو مجھے کہہ رہا ہے کہ یا تو تجھے خدا ہدایت دے یا اس دنیا سے اُٹھا لے کہ ہم تیرے ظلم سے نجات پائیں اس کے بعد وہ نظر سے گم ہوگیا اور میں نے دیکھا کہ آسمان سے ایک نور کا شعلہ گرا ہے اور جس مکان میں میں تھا اُسکے دروازہ کی طرف آیا اور میں اُٹھکر اُسے دیکھا تو حضور کی شکل کا ایک آدمی ہے میں نے اُسے پوچھا کہ تیرا کیا نام ہے اُسے کہا کیا تو نہیں جانتا اور پھر کہا کہ اب بس کر بہت ہوئی ہے پھر میں نے نام پوچھا تو کہا مرزا **غلام احمد قادیانی** (علیہ الصلوٰۃ والسلام) اس کے بعد میں بیدار ہوگیا۔ اور اپنے افعال پر نادم ہوکر اس خواب کے ذریعہ آپ تک پہونچا ہوں۔

فرمایا تمکو اللہ تعالیٰ نے آگاہ کیا ہے۔ اپنی حالت کو بدل لو اور یاد رکھو کہ ایک دن ضرور مرنا ہے خدا تعالیٰ گنہگار کو سزا دیے بدون نہیں چھوڑتا ہاں توبہ کرنے سے گناہ بخشے جاتے ہیں تمھاری فطرت میں سعادت تھی جو باوجود اسقدر گناہوں اور قصوروں کے اللہ تعالیٰ نے تمھاری دستگیری فرمائی۔ پس اپنی حالت میں ایک تبدیلی پیدا کرو۔

۲۲ جنوری ۱۹۰۳ء

خیالات مرفوع القلم اور عزم بالجزم

ظہر کے وقت حضرۃ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ایک شخص نے بذریعہ ایک تحریر عرض کیا کہ میں افلاس سے ایسا گھبراتا ہوں کہ خیالات پریشان بعض وقت موت کو زندگی پر ترجیح دیتے ہیں۔ اسکا کیا علاج ہے؟

فرمایا ایسے خیالات کا علاج خدا تعالیٰ کا خوف ہے جب یہ پیدا ہو جاوے تو پھر آہستہ آہستہ کو بصورۃ اطمینان تحمل آتی ہے گندے خیالات جو انسان کے دل میں پیدا ہوتے ہیں اُن سے کوئی مواخذہ نہیں کیا جاتا البتہ جب اُن پر عزم کر لیا جاوے تو وہ قابل مواخذہ ہو جاتے ہیں کیونکہ اندر دل میں خیالات کا پیدا ہونا یہ انسان کے اپنے اختیار میں نہیں ہے اس لیے وہ مرفوع القلم ہیں۔

فرمایا جلدی اور بے صبری نہ چاہیے۔ توبہ و استغفار اور اصلاح اعمال کی کوشش کرو۔ ایسے خیالات بد کا تخم زندگی کے کسی گذشتہ حصہ میں بویا جاتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ وہ دور ہوں تو پھر یکدفعہ ہی دور ہو جاتے ہیں اور پتہ بھی نہیں لگتا۔ گھبرانے اور بیصبری سے ایک اور آفت آتی ہے پس صبر سے استغفار اور توبہ اصلاح اعمال میں لگا رہے خدا کی آزمایش نہ کرے ورنہ خود آزمایش میں پڑے گا۔ اور ہلاک ہوجاوے گا۔ خدا تعالیٰ کے حضور کوئی خیرات ہوتی نہیں ہوتی اور نہ وہاں کوئی کمی ہے

مَن کَانَ لِلّٰہِ کَانَ اللّٰہُ لَهٗ

مقدمہ جہلم کے تذکرہ پر فرمایا کہ خدا کی طرف سے جو ہوتا ہے وہ ہو کر ہی رہتا ہے اسباب کچھ چیز نہیں۔ جو صحت نیت سے خدا کیطرف قدم اُٹھاتا ہے خدا اُس کے ساتھ ہوتا ہے صحابہ کی نظیر دیکھ لو۔ اور انکی نظیر کسی نبی کے متبعین میں نہیں ملتی [illegible] نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا [illegible] ساتھ دیا کہ بکریوں کیطرح ذبح ہوگئے اور صدق اور وفا کو انھوں نے کامل طور پر دکھا دیا۔ حضرۃ مسیح کے حواریوں میں سے ایک نے دشمن کے ہاتھ بیچ ڈالا۔ اور انکی صداقت میں شبہ کیا جبھی تو مائدہ مانگا کہ لنعلم ان قد صدقتنا اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ پہلے وہ ان کے سچے جھوٹے ہونے کا کامل علم نہ رکھتے تھے صحابہ کرام کے دل نور یقین سے بھرے ہوئے تھے۔ اور یہی وجہ تھی کہ انھوں نے جان کی بھی پروا نہ کی

دربار شام

دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اسکو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اسکی سچائی ظاہر کر دیگا

مقدمات کے تذکرہ پر **فرمایا** کہ اسوقت لوگ خدا تعالیٰ سے بالکل غافل اور منکر ہیں کوئی خانہ خدا کے لیے اُنکے دل میں نہیں اور نہ **نور ایمان** باقی ہے کیا کسی مفتری اور کاذب کی ایسی نظیر کوئی پیش کر سکتا ہے جو اسقدر اسکی مخالفت کی گئی ہو اور وہ اپنے افترا قبل از وقت شائع کرے اور پھر پورے ہوجاویں کوئی نظیر پیش کرو۔ ان لوگوں کے اعمال بیسود ہیں جبتک خدا پر یقین نہ ہو تعجب ہے طاعون کا یہ زور ہے اور دلوں کی سختی کا یہ حال ہے اگر کوئی اور برتن ہو تو انسان ہاتھ ڈالکر اسے صاف کردے مگر دلوں کو تو خدا ہی صاف کرے جسقدر ہمکو انپر رحم آتا ہے اسی قدر یہ بغض سے بھرے ہوئے ہیں مثلاً کی طرح جو کھانے کا نام سنکر نفرت کرتا ہے یہ لوگ ہم سے نفرت اور بغض کرتے ہیں۔ اور اب سمجھ میں نہیں آتا کس کس کی شکایت کریں سب یکساں ہیں۔

جب سے مجھے یہ الہام ہوا ہے دنیا میں ایک نذیر آیا الخ اسکا یہ حصہ کہ زور آور حملوں سے اسکی سچائی کو ظاہر کر دیگا قابل غور ہے۔ کیا مصنوعی کاروبار اس طرح چل سکتا ہے کیا کاذبوں کو وہ خوبیاں اور تائیدیں مل سکتی ہیں۔ جو صادقوں کو دی جاتی ہیں؟

رویا رات میں نے دیکھا کہ ایک بڑا زلزلہ آیا ہے مگر کسی عمارت کا نقصان نہیں ہوا معلوم ہوتا ہے کہ یہ ابتلا کے دن ہیں

۲۳ جنوری ۱۹۰۳ء

حسبنا اللہ و نعم الوکیل ایک عرب نے لکھا کہ اگر آپ ہزار روپیہ دیں تو میں آپکا وکیل اس ملک میں ہو سکتا ہوں **فرمایا** لکھدو کہ ہمیں کسی وکیل کی ضرورۃ نہیں ایک ہی ہمارا وکیل ہے جو عرصہ ۲۲ سال سے وکالت کر رہا ہے اسکے ہوتے ہوئے کسی اور کی ضرورۃ نہیں اسی لئے کہا ہے الیس اللہ بکاف عبدہ

دربار شام

فرمایا جسطرح اللہ تعالے تازہ بتازہ سامان تقویت کے جماعت کے واسطے یہاں طیار کر رہا ہے دوسری جگہ اسکا نشان نہیں ہے یہ لوگ الہام اور تقویٰ سے دور ہوتے جاتے ہیں ۔ اور اہل حق کی علامات بتانے سے قاصر ہیں اور صادق اور کاذب کے درمیان ما بہ الامتیاز قائم نہیں کر سکتے ہماری مخالفت میں وہ یہانتک پہونچ گئے ہیں کہ جو کچھ صادقوں کے لیے خدا نے مقرر کیا تھا وہ سب کاذب کو دیدیا تقویٰ کا ادنیٰ درجہ یہ تھا کہ کم از کم خاموش ہی رہتے اور دیکھتے کہ اگر ہم کاذب تھے تو خود ہی تباہ ہو جاتے مگر کیا کریں انکی وہی مثال ہے لھم قلوب لا یفقھون بھا

فرمایا اللہ تعالے نے فرمایا لا تقف ما لیس لک بہ علم یعنی از علم یقین سخت ظنون را علم میگویند ایناں اتباع ظن میکنند ان الظن لا یغنی من الحق شیئا ۔

---

۲۴ جنوری کے رویا اور الہام گذشتہ اشاعت میں شائع ہو چکے ۔

---

۲۶ جنوری ۱۹۰۳ء

رویا ظہر کے وقت آپ نے مولانا مولوی سید محمد احسن صاحب کو مخاطب کر کے فرمایا کہ آپ میرے سامنے جائفل اور ایک ڈلی چھالیہ کی یا سونٹھ کی پیش کر کے کہتے ہیں کہ یہ کھانسی کا علاج ہے اسکے دو گھنٹہ بعد تک آرام رہا۔

دربار شام

بعض پرانے کشوف اللہ تعالی کے انعامات کی تحدیث پر آپ نے بعض پرانے کشوف سنائے ۔ انہیں سے ایک وہ تھا جسمیں سرخ سیاہی کے چھینٹے آپکے کرتہ پر پڑے تھے کیفیت سرمہ چشم آریہ میں درج ہے ۔

ایک رویا بیان کی کہ میںنے دیکھا کہ خدا تعالی کی عدالت میں ہوں اور منتظر ہوں کہ میرا مقدمہ بھی ہو اتنے میں جواب ملا اصبر سنفرغ یا مرزا

پھر ایک بار دیکھا کہ کچہری میں گیا ہوں تو اللہ تعالے ایک حاکم کیصورت پر عدالت کی کرسی پر بیٹھا ہے اور ایک سررشتہ دار کی ہاتھ میں ایک مثل ہے جو وہ پیش کر رہا ہے حاکم نے مثل دیکھکر کہا کہ مرزا حاضر ہے تو میںنے غور سے دیکھا کہ اللہ تعالی کے پاس ایک خالی کرسی پڑی ہے مجھے اُسپر بیٹھنے کا اشارہ کیا ۔ اور پھر میں بیدار ہو گیا ۔

اپنی پہلی رویا (جسمیں سرخ سیاہی کے قطرات گرے تھے) کی تائید و تصدیق میں فرمایا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی ایکبار دیکھا کہ جنت کے سیبوں میں سے ایک سیب آپ نے لیا ہے بیدار ہونے پر وہ ہاتھ ہی میں ہے ۔

تکمیل ایمان اللہ تعالے پر ایمان کامل نہیں ہوتا جب تک خود نشان نہ دیکھے یا نشان دیکھنے والے کی صحبت میں نہ رہے فرمایا مخالفین کا شور و غا دراصل ہماری عمر کو بڑھاتا ہے آخر ایکوقت آئے گا کہ وہ مخالفوں کو شرمندہ کرے گا ۔

فرمایا عجب قدرۃ الٰہی ہے کہ ایک شخصکو مامور کر کے بھیجتا ہے تو خود بخود سعید اور شقی دو گروہ بنجاتے ہیں یہ وقت ہوتا ہے کہ خدا اپنا چہرہ دکھاتا ہے ورنہ اس سے پہلے جو زمانہ ہوتا ہے وہ شکوک و شبہات کا ہوتا ہے ۔

اسرائیل کی آخری اینٹ اور ختم نبوۃ ۔ **فرمایا** اخرین منھم کے کا مقام توریت کی ایک آیۃ تھی جس سے مسیح اسرائیلی کا گروہ تھا اور یہاں اخرین منھم سے ہمارا گروہ مراد ہے۔ عیسائی مسیح کو خاتم الانبیا ٹھہرا کر الہام کا دروازہ بھی بند کرتے ہیں اور ان کے بعد یوحنا نبی کو بھی مانتے ہیں بلکہ اس کے مکاشفات انجیل کے ساتھ شامل ہیں ابن عربی ختم نبوۃ کے تعلق یہی مانتا ہے کہ تشریعی نبوۃ ختم ہو چکی ہے ورنہ ان کے نزدیک مکالمہ الٰہی اور نبوۃ میں کوئی فرق نہیں ہے ۔

علماء کو ختم نبوۃ کا مفہوم سمجھنے میں غلطی ہوئی ہے قرآن میں خاتم النبیین جو آیا ہے اور جسپر الف لام ہی پڑے ہیں اس سے یہی صاف معلوم ہوتا ہے کہ شریعت لانیوالی نبوت اب ختم ہو چکی ہے ۔ پس اب اگر نئی شریعت کا مدعی ہو وہ کافر ہے لیکن مکالمہ الٰہی کا اگر انکار ہو تو پھر اسلام ایک مردہ مذہب ہوگا۔ اگر یہ دروازہ بھی بند ہے تو اس امت یہ قہر ہوا خیر الامم نہ ہوئی ۔ اور اھدنا الصراط المستقیم دعا بیسود ٹھیری ۔ تعجب ہے کہ یہود تو یہ امۃ بنجاوے اور مسیح دوسروں سے آوے ۔

نبوۃ کے مکالمہ میں کثرت ہوتی ہے اور عام مکالمہ الٰہی میں کثرت نہیں ہوتی ۔ اور نبوۃ کے مکالمہ کی کیفیت صاف ہوتی ہے ۔

نماز عشا کے بعد پھر حضرۃ اقدس نے اسی مضمون پر کلام فرمایا اور مثال دیکر سمجھایا کہ جب تک دونوں میں فرق نہو تو امتیاز کیسے ہو۔

فرمایا کیا وہ شخص جس کے پاس ایک دو روپیہ ہوں وہ اُس بادشاہ کے برابر ہوگا جس کے پاس خزانے بھرے پڑے ہیں اور کیا انمیں فرق ہوگا یا نہیں حالانکہ زردار دونوں ہیں ۔ اسی طرح نبوۃ کی وحی اور مکالمہ اور دوسرے لوگوں کے مکالمہ میں فرق کثرت اور کیفیت و کمیت کا ہوتا ہے ۔

نبوۃ کا مکالمہ ایسا اجلیٰ اور اصفیٰ ہوتا ہے کہ پھر ایک شریعت اسے برداشت نہیں کر سکتی مگر وہ جو اصفیٰ درجہ پر ہو

اور پھر مکالمہ نبوۃ کی یہ شان ہے فلا یظھر علی غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول وہ اپنی رضا مندی پہلے خواب کے ذریعہ پھر کشف کے ذریعہ پھر وحی اور اسکے تکرار سے ظاہر کرتا ہے ۔ جس سے وہ امر غیب امر مشہود محسوس کیطرح بنجاتا ہے ۔

اجلیٰ اور اصفیٰ مکالمہ الٰہی انہی لوگوں کا ہوتا ہے جو اعلیٰ درجہ کا تزکیہ نفس کرتے ہیں انکے لیے تقوی اور طہارت کی بہت ضرورۃ ہے اسی پر فرمایا ثم اورثنا الکتب الذین اصطفینا من عبادنا ۔

پس کثرت اور قلت اور صفائی اور تکدر کا فرق ثابت کر دیتا ہے ۔ مکالمہ نبوت کیا ہے اور دوسرا کیا۔

عام لوگوں کو اس لیے خوابیں آجاتی ہیں کہ سلسلہ نبوت کی تصدیق ہو ۔ کیونکہ اگر ایسے خواص عام نہ ہوتے تو امر نبوت مشتبہ ہو جاتا ۔ پس اتمام حجۃ کیخاطر خدا نے یہ مادہ رکھدیا ۔ لیکن ایک خواب آجانے سے کوئی نبی نہیں ہو سکتا ۔ اسکی شان اور ہوتی ہے ۔

فرمایا ہمارے الہامات میں جو نبی آیا ہے تو وہ شرطیں رکھتا ہے اول یہ کہ نئی شریعت نہیں لایا دوسرے آنحضرۃ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ سے ہے ۔ (باقی آئندہ)

مذہبی دنیا کی خبریں اور رپورٹ

انگلستان کے رسالہ چرچ کوارٹرلی ریویو میں ملک اٹلی کے رومن کیتھولک پادریوں کا کچھ حال بیان کیا گیا ہے۔ اسکا نامہ نگار لکھتا ہے کہ وہ برسوں تک اٹلی میں رہا اور ان پادریوں کے اخلاق کی نسبت دریافت کیا ہے۔ اسکا خیال ہے کہ جنوب کے پادریوں کا چال چلن نہایت خراب ہے اور عام لوگ ان کے ایسے چال چلن کو دیکھکر گھبراتے ہیں بلکہ قدرتی سمجھتے ہیں (حقیقت میں سچی پاکیزگی اور اخلاقی فاضلہ انسان کو مل نہیں سکتے اور اسکی گناہ کی زندگی پر موت وارد نہیں ہو سکتی جبتک خدا کا خوف دل پر مستولی نہ ہو اور یہ خوف پیدا نہیں ہو سکتا جب تک اللہ تعالیٰ کی ہستی اور قدرۃ و طاقت پر یقین نہ ہو جو خدا کے زندہ کلام سے پیدا ہوتا ہے جسکا مدعی اس زمانہ میں ایک شخص ہے یعنی حضرۃ مرزا غلام احمد قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ ایڈیٹر)

انگلستان میں اسوقت تقریباً ڈیڑھ سو رومن کیتھولک پادری رومن چرچ اور پوپ کے برخلاف آواز اٹھا رہے ہیں وے ظاہر کرتے ہیں کہ بجائے جمہوری انتظام کے پوپ جملہ مذہبی جماعتوں کو سیدھا اپنے تعلق میں لیتا جاتا ہے اور ضعیف الاعتقادوں کو زیادہ تر حوصلہ دیتا ہے انکا قول ہے کہ بائبل کے بجائے اسوقت رومن کیتھولک لوگ اپنے وہمی خیال میں پھنسے ہوئے ہیں اور سائنس کی مخالفت کر رہے ہیں۔ (دراصل مذہبی عالم میں یہ جوش اور تحریکیں ایک مذہبی انقلاب کی خبر دے رہی ہیں جو مسیح موعود کی بعثت کا ایک ثبوت ہے۔ ایڈیٹر)

لنکا کے بودھوں نے ۴ر جنوری ۱۹۰۳ء کو آنند کالج میں اپنی متبرک زیارت گاہوں کی حفاظت کے سوال پر غور کرنے کے لیے عظیم الشان جلسہ کیا جس میں ہر ایک فرقے کے تین سو پروہت اور دو ہزار دوسرے لوگ جمع ہوئے۔ اسموقعہ پر ایک بودھ نیشنل کانگرس کی تجویز کی گئی۔

لاٹ پادری اور سور کا شکار

نیوگنی کے لاٹ پادری نے وہاں کے باشندوں کو بیرحمی سے سور مارتے ہوئے اپنے سامنے دیکھکر اسپر اعتراض کیا اور دیسی عیسائیوں نے دوسرے دن درخواست کی کہ وہ انکو سور مارنا سکھلا جاویں چنانچہ لاٹ پادری نے پچاس سور اپنی بندوق سے مارے۔

(عیسائیت کیا ہوئی سور کے شکار کرنے کا گر ہوئی۔ نیوگنی کے لاٹ پادری کو شاید یہی کام ہو بجائیکہ ہمارے پنجابی لاٹ پادری کو کلیسیا کی اندرونی مرمت سے فرصت نہیں۔ ایڈیٹر)

جاپان کے مذہبی کانفرنس کی نسبت بہت مشہور ہو رہا ہے کہ ضرور ہو گی مسٹر اوکا کیورا جو گذشتہ برسات میں ہندوستان میں ڈیلیگیٹ لے جانے کے واسطے آئے تھے اسکی کامیابی کے لیے کوشش کر رہے ہیں لیکن جو جوش اسکانفرنس کی نسبت ہندوستان میں ہے اسکا عشر عشیر بھی جاپان میں نہیں گویا اگر کوئی مشرقی مذاہب کی کانفرنس ہو گی تو وہ چند آدمیوں کا خیال ہے نہ جاپانی نیشن کا۔

ہز ہائنس آغا خان صاحب نے میر مجلس محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کی جو تقریر احساس کی ہوئی ہے عیسائی اخبار اُس سے فائدہ اٹھا کر اسلام پر نکتہ چینیاں کر رہے ہیں اس لیے ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ اس تقریر کے خوب تردید کیجاوے جو اسلام کے سخت مخالف ہیں۔

ہمیں حیرت اور تعجب ہے کہ بعض اخبارات میں جو مسلمانوں یا مسلمان ایڈیٹروں کے ہاتھ میں ہیں اس تقریر کی تعریف کی جاتی ہے۔ اور ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیوں ایسی تقریر کو پسند کیا گیا یا اس کی تعریف کی گئی جو یورپین معترضین اسلام کے بعض اعتراضوں کے اصول پر نظر آتی ہے تقدیر اور پردہ اور زہد وغیرہ امور جو مسلمانوں کی ترقی کی راہ میں روک بتائے ہیں یہ اسلام پر ایک حملہ ہے جو ہم نہیں جانتے عمداً کیا جاتا ہے یا سہواً۔ مگر تعجب کا مقام ہے کہ اس تقریر کی تعریف کیجاتی ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ اس تقریر پر ریمارک کریں اس لیے ہمارے ناظرین ہمکو معذور رکھیں گے۔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کا ایک ادنیٰ ممبر بھی اسلام کی ہتک کا کوئی لفظ سننے کی طاقت نہیں رکھ سکتا۔ کیونکہ انکو ایک غیور امام کے ساتھ تعلق ہے۔ ہم اپنے معزز ہمعصر تالیف و اشاعت کے ہم نوا ہیں کہ بڑی خرابی آجکل یہ ہو رہی ہے کہ نفس مضمون کو نہیں دیکھتے بلکہ یہ دیکھتے ہیں کہ لکھنے والے نے زریں کرسی پر بیٹھکر مضمون لکھا ہے یا ٹوٹے پھوٹے مونڈھے پر۔ حقیقت میں اس تقریر کی تعریف کی بجز اس کے اور کوئی وجہ نہیں کہ ہز ہائنس آغا خان صاحب بالقابہ کی منہ سے نکلی ہے۔

عید اضحی کی تقریب اور قوم کی توجہ

عید اضحی کا وقت قریب آتا جاتا ہے اور مدرسہ تعلیم الاسلام کی ضروریات یوماً فیوماً بڑھتی جاتی ہیں چنانچہ جیسا الحکم کے کسی دوسرے مقام سے معلوم ہوگا ہائی سکول اب کالج بنایا جاتا ہے اور فنڈز کی یہ حالت ہے کہ پچھلے مہینہ کی تنخواہ قرض لیکر ادا کی گئی ہے ایسی حالت میں ہماری قوم کو جسقدر توجہ کی ضرورت ہے وہ کوئی پوشیدہ بات نہیں ہے۔ سیالکوٹ کی عالی ہمت جماعت نے یہ تجویز کی تھی کہ عید کی تقریب عید الفطر ہو یا عید اضحی ہر احمدی علی العموم ایک روپیہ یا علیٰ قدر حیثیت کم و بیش مدرسہ کی اعانت کے لیے دیا کرے اور مساکین فنڈ وغیرہ کے لیے قربانی کی کھالیں بھیجدی جایا کریں۔ چنانچہ اسپر دو سال سے برابر عملدرآمد ہو رہا ہے لیکن ہم افسوس سے ظاہر کرتے ہیں کہ بجائے ترقی کے اسپر عملدرآمد ہونے میں تنزل ہو کر پہلے سال تو اس فنڈ میں معقول آمدنی ہوئی تھی اور اب قریباً نصف رہ گئی ہے حالانکہ اس سے کئی چند بڑھنی چاہیے تھی اس لیے اس سے پہلے کہ عید اضحی کا وقت آوے ہم ہر شہر کی اپنی جماعت کو جو احمدی جماعت ہے آگاہ کرتے ہیں کہ وہ اس معاملہ میں سستی یا سہل انگاری سے کام نہ لے بلکہ ہر احمدی چھوٹا ہو یا بڑا اس کار خیر میں شریک ہو یہ نہیں کہ ہمارے گھر میں سے ایک آدمی نے کچھ دیدیا اور وہ سارے گھر کا کفارہ سمجھا گیا بلکہ جسقدر احمدی ہیں وہ سب علیٰ قدر مراتب کچھ نہ کچھ اس فنڈ میں دیں۔ اور قربانی کی تمام کھالیں یکجا جمع کر کے بعد فروخت ان کا روپیہ مساکین فنڈ میں بھیجا جاوے اس سے بہتر اور کوئی مصرف اپنی جماعت کے لیے کیا ہو سکتا ہے۔ ان باتوں کو سرسری نگاہ سے نہ دیکھا جاوے بلکہ عمل کرنے کے لیے

مستعدی کے ساتھ ہمارے احباب لگ جائیں۔ اگر ہر فرد ہماری قوم کا اس عید اضحی کی تقریب پر بالا وسط ۲ ہی دے تو پچیس ہزار روپیہ جمع ہو سکتا ہے لیکن اگر ہم ۲ کے بجائے ۱ ہی کر بھی قرار دیں تب بھی چھ ہزار سے زائد رقم محض عید فنڈ میں اور قریباً اسی قدر سالانہ فنڈ میں قربانی کی کھالوں سے جمع ہو سکتی ہے۔ غالباً حضرت مولانا مولوی عبدالکریم صاحب کی طرف سے اس تحریک کے لیے عنقریب مطبوعہ کارڈ بھی روانہ ہونے والے ہیں۔ ہم امید کرتے ہیں کہ اس تقریب پر ہمارے بھائی پچھلی ساری سہل انگاریوں کی تلافی کر کے دکھا دیں گے۔ اور کوئی بچہ جوان بوڑھا عورت یا مرد خالی نہ رہے گا جو اس موقع پر مدرسہ کی اعانت کے ثواب میں شریک نہ ہو۔

ختم کرنے سے پہلے ان **والنٹیر صاحبان** کو بھی توجہ دلاتے ہیں جنہوں نے ماہواری مدرسہ کی اعانت کے لیے چندہ جمع کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ وہ پھر کام شروع کریں۔ مدرسہ کے ٹرسٹی اور باقاعدہ چندہ دینے والے اپنی جماعت کو بڑھائیں۔

تازہ الہامات

۱۸ جنوری ۱۹۰۳ء کو عشا سے قبل حضرۃ اقدس نے یہ الہام سنایا **لا یموت احد من رجالکم** اور فرمایا کہ اس کے حقیقی معنے کہ تمہارے رجال (مردوں) میں کوئی نہ مرے گا تو ہو نہیں سکتے کیونکہ موت تو انبیا تک کو آتی ہے اور نہ قیامت تک کسی کو زندہ رہنا ہے مگر اس کے مفہوم کا پتہ نہیں ہے شاید کوئی اور معنی ہوں۔

۲ فروری کو سیر میں حضرت اقدس نے یہ الہامات سنائے جو کہ آپ کو رات کو ہوئے **سننجیک سیغلبک انی معک ومع اھلک۔ ساکرمک اکراما عجبا۔ سمع الدعاء انی مع الافواج اتیک بغتۃ۔ دعاءک مستجاب۔ انی مع الرسول اقوم واصلی واصوم۔ واعطیک ما یدوم۔** ۳ فروری۔ **اصلی واصوم اسھر وانام واجعل لک انوار القدوم۔ واعطیک ما یدوم۔ ان اللہ مع الذین اتقوا۔** ۴ فروری **ذلک بما عصوا وکانوا یعتدون۔**

النصح

سید عبد اللہ عرب صاحب نے جو کارخانہ **النفع** ادویات کا جاری کیا تھا کچھ شک نہیں جیسا کہ حضرت مولانا مولوی نورالدین صاحب حکیم الامۃ کی تصدیق سے ظاہر ہے یہ ادویات حضرت حکیم الامۃ ہی کے مجوزہ نسخجات ہیں جو ہمیشہ سے آپ کے شفا خانہ میں استعمال کیے جاتے ہیں۔ سید عبداللہ عرب صاحب نے جب اپنے وطن عرب جانے کا ارادہ کیا تو یہ کارخانہ میرے سپرد کیا گیا چنانچہ اب اسکا مالک خاکسار مشتہر ہے لیکن میں نے یہ امر خلاف دیانت و تقوی سمجھا کہ ادویات ہر شخص صرف درخواست ہی پر بھیجدوں۔ یہ سچ ہے کہ ادویات مجرب نسخجات ہیں اور بفضلہ تعالے عموماً مفید اور نافع ثابت ہوئے ہیں مگر ہر مرض کے اسباب مختلف ہوتے ہیں اس لیے ایک ہی دوا مختلف اسباب سے پیدا شدہ امراض کو ہمیشہ مفید نہیں ہو سکتی۔ پس میں نے یہ التزام کر لیا ہے کہ جب تک دوائی کی درخواست کرنے والا مریض کے مفصل حالات مرض و اسباب سے اطلاع نہ دے گا اسکو دوائی روانہ نہ کی جاوے گی۔ مفصل حالات آنے پر حضرت حکیم الامۃ سے طبی مشورہ لیکر جو دوائی مناسب ہوگی وہ طیار کر کے بھیجی جاوے گی۔ اور اب تک جو درخواستیں آئی ہیں ان کے متعلق بھی میں نے یہی عمل مناسب سمجھا ہے۔ پس ہر درخواست کنندہ اپنے مفصل حالات لکھے اور کارڈ جواب کے لیے روانہ کرے۔ غرض میں اشتہاری طبیبوں کے طرز اور رنگ پر اس کارخانہ کو چلانا نہیں چاہتا کیونکہ جسقدر نقصان اشتہاری ادویات سے پہونچا ہے میں نے اکثر ایسے مریضوں کا مشاہدہ کیا ہے اور حضرۃ حکیم الامۃ کے شفا خانہ میں بہت سے لوگ اس قسم کے آئے ہیں جو ان لوگوں کے ہاتھوں سے تباہ شدہ ہیں۔ اسلیے میں نے اشتہاری طرز کو بالکل دور کر کے وہ طریق اختیار کیا ہے جو میں یقین رکھتا ہوں کہ اسکے لیے میں اپنے اللہ تعالے کے حضور سچا ہوں **المشتہر حکیم فضل الدین** مالک کارخانہ **النفع** قادیان دار الامان

کتابوں کی بہت بڑی ایجنسی

میں نے سلسلہ عالیہ **احمدیہ** کے متعلق اور ہر قسم کی علمی کتابوں کی بہت بڑی ایجنسی کئی سال سے قائم کی ہوئی ہے اور ہماری جماعت خوب جانتی ہے کہ حضرت اقدس کی تصانیف کے علاوہ جماعت کے دوسرے بزرگوں کی تصانیف بھی اس ایجنسی کی معرفت بھیجی جاتی ہیں اس ایجنسی کتابوں کے بھیجنے پر نہ پیکٹ بنانے کا خرچ خریدار سے لیا جاتا ہے اور نہ کوئی زائد کمیشن کسی سے وصول کیا جاتا ہے۔ بلکہ اصل قیمت پر کتابیں روانہ ہوتی ہیں البتہ مالکان کتب سے کمیشن لیا جاتا ہے۔ پس جو صاحب اپنی کتابیں اس ایجنسی کی معرفت فروخت کرنا چاہتے ہیں وہ مشتہر سے کمیشن کے لیے خط و کتابت کریں اور خریداران کتب ہمیشہ یہاں سے ہی منگواتے ہیں۔

(مشکوۃ شریف عربی محشی)

مجلد مطبوعہ بمبئی نہایت خوش خط کسی صاحب کو ضرورت ہو تو چار روپیہ (عہ) میں منگوا لے محصولڈاک اس کے علاوہ ہے۔ خاکسار سراج الحق نعمانی از دار الامان قادیان۔

یہ اخبار کا پرچہ چونکہ ۷ فروری کو شائع ہونا تھا لیکن کئی وجوہ کے پیش آنے پر ایک روز کا توقف ہو گیا اس لیے مناسب دیکھا گیا کہ اس الہام کو جو ۸ فروری کو سیر کے وقت حضرت نے سنایا درج کر دیا جاوے وہ یہ ہے **حرکت مہیجا**

نمبر ۶ | دار الامن والامان قادیان مورخہ ۱۴ فروری سنہ ۱۹۰۳ء | جلد ۷

کلمات طیبات
حضرۃ امام آخر الزمان سلمہ الرحمٰن

گذشتہ اشاعۃ سے آگے

یہ بیہودہ باتیں نہیں ہیں بلکہ جب سے نبوۃ کا سلسلہ جاری ہوا ہے یہی قانون چلا آیا ہے قبل از وقت ابتلا ضرور آتے ہیں تا کچوں اور پکوں میں امتیاز ہو اور مومنوں اور منافقوں میں بیّن فرق نمودار ہو اسی لیے خدا تعالےٰ نے فرمایا ہے اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَکُوْا اَنْ یَّقُوْلُوْا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ۔ یہ لوگ یہ گمان کر بیٹھے ہیں کہ وہ صرف اتنا ہی کہنے پر نجات پا جائیں کہ ہم ایمان لائے اور ان کا کوئی امتحان نہ ہو۔ یہ کبھی نہیں ہوتا دنیا میں بھی امتحان اور آزمایش کا سلسلہ موجود ہے جب دنیوی نظام میں یہ نظیر موجود ہے تو روحانی عالم میں یہ کیوں نہ ہو؟ بغیر امتحان اور آزمایش کے حقیقت نہیں کھلتی۔ آزمایش کے لفظ سے یہ کبھی دھوکا نہ کھانا چاہیے کہ اللہ تعالےٰ کو جو عالم الغیب اور علیم السر و الخفی ہے) امتحان یا آزمایش کی ضرورۃ ہے اور بدون امتحان اور آزمایش کے اسکو کچھ معلوم نہیں ہوتا ایسا خیال کرنا نہ صرف غلطی بلکہ کفر کی حد تک پہونچتا ہے کیونکہ اللہ تعالےٰ کی عظیم الشان صفات کا انکار ہے امتحان یا آزمایش سے اصل غرض یہ ہوتی ہے کہ تا حقائق مخفیہ کا اظہار ہو جاوے اور شخص زیر امتحان پر اس کی حقیقت ایمان منکشف ہو کر اسے معلوم ہو جاوے کہ وہ کہاں تک اللہ کے ساتھ صدق اخلاص اور وفا رکھتا ہے اور ایسا ہی دوسرے لوگوں کو اسکی خوبیوں پر اطلاع ملے پس یہ خیال باطل ہے اگر کوئی کرے کہ اللہ تعالےٰ جو امتحان کرتا ہے تو اس سے پایا جاتا ہے اسکو علم نہیں اسکو تو ذرہ ذرہ کا علم ہے۔ لیکن یہ ضروری ہے کہ ایک آدمی کی ایمانی کیفیتوں کے اظہار کے لیے اسپر ابتلا آویں اور وہ امتحان کی چکی میں پیسا جاوے کسی نے کیا اچھا کہا ہے۔ ؎

هر بلا کیں قوم را حق داده است
زیر آں گنج کرم بنهاده است

ابتلاؤں اور امتحانوں کا آنا ضروری ہے بغیر اس کے کشف حقائق نہیں ہوتا۔ یہودی قوم کے لیے یہ ابتلا جو مسیح کی آمد کا ابتلا تھا بہت ہی بڑا تھا۔ اور جب کبھی خدا تعالےٰ کیطرف سے کوئی مامور آتا ہے ضرور ہے کہ وہ ابتلاؤں کیساتھ آوے۔ آنحضرۃ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی توریت میں مثیل موسیٰ والی موجود ہے لیکن کیا کہنے والے نہیں کہتے کہ کیوں اللہ تعالےٰ نے پورا نام لیکر نہ بتایا اور سارا پتہ نہ دیا کہ وہ عبد اللہ کے گھر میں آمنہ کے پیٹ سے پیدا ہوگا اور اسماعیلی سلسلہ میں ہوگا تیرے بھائیوں کا لفظ کیوں کہدیا۔ اصل بات یہ ہے کہ اگر ایسی ہی صراحت سے بتا دیا جاتا تو پھر ایمان ایمان نہ رہتا۔ دیکھو اگر ایک شخص پہلی رات کا چاند دیکھکر بتاوے تو وہ تیز نظر کہلا سکتا ہے لیکن اگر کوئی چودھویں کا چاند دیکھکر کہدے کہ میں نے بھی چاند دیکھ لیا ہے تو کیا لوگ اُسپر ہنسیں گے نہیں۔ یہی حال خدا تعالیٰ کے رسولوں اور نبیوں کی شناخت کے وقت ہوتا ہے۔ جو لوگ قرائن قویہ سے شناخت کر لیتے اور ایمان لے آتے ہیں وہ اول المومنین ٹھیرتے ہیں ان کے مدارج اور مراتب بڑے ہوتے ہیں لیکن جب انکا صدق آفتاب کی طرح کھل جاتا ہے اور انکی ترقی کا دریا نکلتا ہے تو پھر ماننے والے عوام الناس کہلاتے ہیں۔

جب خدا تعالیٰ کا ہمیشہ سے ایک قانون سلسلہ نبوۃ کے متعلق چلا آتا ہے اور اُسکے اپنے ماموروں کے ساتھ یہی سُنّۃ ہے تو میں اس سے الگ کیونکر ہو سکتا ہوں پس اگر ان لوگوں کے دلوں میں بخل اور ضد نہیں تو میری بات سنیں اور میرے پیچھے ہو لیں پھر دیکھیں کہ کیا خدا تعالےٰ

انکو تاریکی میں چھوڑتا ہے جو **نور** کی طرف لیجاتا ہے میں یقین رکھتا ہوں کہ جو صبر اور صدق دل سے میرے پیچھے آتا ہے وہ ہلاک نہ کیا جاویگا بلکہ وہ ایسی زندگی سے حصہ لیگا جسکو کبھی فنا نہیں + اسقدر لوگ جو میرے ساتھ ہیں اور جو اب اسوقت موجود ہیں کیا ان میں سے ایک بھی ہے جو یہ کہے کہ اس نے کوئی نشان نہیں دیکھا؟ ایک نہیں سیکڑوں نشان خدا تعالیٰ نے دکھلائے ہیں مگر نشانات پر ایمان کا حصر کرنا یہ ٹھوکر کھانیکا موجب ہو جایا کرتا ہے۔ جسکا دل صاف ہے اور خدا ترسی اسمیں ہے میں اس کے سامنے دوبارہ آنے کے متعلق حضرت عیسیٰ ہی کا فیصلہ پیش کرتا ہوں۔ وہ + مجھے سمجھا دے کہ یہودیوں کے سوال کے جواب میں (کہ مسیح سے پہلے ایلیا کا آنا ضروری ہے) جو کچھ مسیح نے کہا وہ صحیح ہے یا نہیں؟ یہودی تو اپنی کتاب پیش کرتے تھے کہ ملاکی نبی کے صحیفہ میں ایلیا کا آنا لکھا ہے مثیل ایلیا کا ذکر نہیں مسیح یہ کہتے ہیں کہ آنے والا یہی یوحنا ہے چاہو تو قبول کرو۔ اب کسی منصف کے سامنے فیصلہ رکھو اور دیکھو کہ ڈگری کسکو دیتا ہے؟ وہ یقیناً یہودیوں کے حق میں فیصلہ دیگا مگر ایک مومن جو خدا تعالیٰ پر ایمان لاتا ہے اور جانتا ہے کہ خدا کے فرستادے کسطرح آتے ہیں وہ یقین کرلے گا کہ مسیح نے جو کچھ کہا اور کیا وہی صحیح اور درست ہے۔

اب اسوقت وہی معاملہ ہے یا کچھ اور۔ اگر خدا کا خوف ہو تو پھر بدن کانپ جاوے یہ کہنے کی جرأت کرتے ہوئے کہ یہ **دعویٰ جھوٹا ہے** افسوس اور حسرت کی جگہ ہے کہ ان لوگوں میں اتنا بھی ایمان نہیں جتنا کہ اس شخص کا تھا جو فرعون کی قوم میں سے تھا اور جسنے کہا کہ اگر یہ کاذب ہے تو خود ہلاک ہو جائیگا۔ میری نسبت اگر تقویٰ سے کام لیا جاتا تو اتنا ہی کہدیتے اور دیکھتے کہ کیا خدا تعالیٰ میری تائیدیں اور نصرتیں کر رہا ہے یا میرے سلسلہ کو مٹا رہا ہے +

میری مخالفت میں ان لوگوں نے قرآن شریف کو بھی چھوڑ دیا ہے میں قرآن شریف پیش کرتا ہوں اور یہ اس کے مقابلہ میں احادیث کو پیش کرتے ہیں۔ مگر یاد رکھنا چاہیے کہ احادیث اس درجہ پر نہیں ہیں جو قرآن شریف کا درجہ ہے اور نہ ہم احادیث کو کلام اللہ کا درجہ دیسکتے ہیں احادیث تیسرے درجہ پر ہیں۔ اور بالاتفاق مانی ہوئی بات یہ ہے کہ وہ ظن کے لیے مفید ہیں **ان الظن لا یغنی من الحق شیئا**

اصل میں تین چیزیں ہیں۔ قرآن۔ سنۃ اور احادیث۔ قرآن خدا تعالیٰ کی پاک وحی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی اور سنۃ وہ اسوۂ حسنہ ہے جو آنحضرۃ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وحی الٰہی کے موافق قائم کرکے دکھلایا۔ قرآن اور سنۃ یہ دونوں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے کام تھے کہ انکو پہنچا دیا جاوے اور یہی وجہ ہے کہ جب تک احادیث جمع نہیں ہوئی تھیں اسوقت تک بھی شعائر اسلام کی بجا آوری برابر ہوتی رہی ہے۔ اب دھوکا یہ لگا ہے کہ یہ لوگ احادیث کو اور سنۃ کو ایک کر دیتے ہیں حالانکہ یہ ایک چیز نہیں ہیں۔ پس احادیث کو جبتک قرآن اور سنۃ کے معیار پر پرکھ نہ لیں ہم کسی درجہ پر رکھ نہیں سکتے لیکن یہ **ہمارا مذہب ہے کہ ادنیٰ سی ادنیٰ حدیث بھی جو اصول حدیث کی رو سے کیسی ہی کمزور اور ضعیف ہو لیکن اگر قرآن یا سنۃ کے خلاف نہیں تو وہ واجب العمل ہے۔**

مگر ہمارے مخالف یہ کہتے ہیں کہ نہیں محدثین کے اصول تنقید کی رو سے جو صحیح ثابت ہو وہ خواہ قرآن اور سنۃ کی کیسی ہی مخالف ہو اسکو مان لینا چاہیے۔ اب عقلمند غور کریں اور خدا کا خوف دلمیں رکھکر فکر کریں کہ **حق کس کے ساتھ ہے**؟ ان کے یا میرے میں خدا کے کلام اور اس کے پاک رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے عمل کو مقدم کرتا ہوں۔ اور یہ ان لوگوں کی باتوں اور خیالی اصولوں کو مقدم کرتے ہیں جنہوں نے کوئی دعویٰ نہیں کیا کہ یہ اصول تنقید احادیث کے ہم نے خدا کی وحی اور الہام سے قائم کیے ہیں۔

اگر یہی بات ہے کہ احادیث کے لیے قرآن اور سنۃ کے علاوہ کوئی اور معیار ہے جو محض اپنی دانش اور عقل سے قائم کیا گیا ہے تو پھر میں پوچھتا ہوں کہ کیا وجہ ہے؟ سنیوں کی پیش کردہ احادیث یا شیعوں کی پیش کردہ احادیث صحیح نہ مانی جاویں کیوں ایک فریق دوسرے کو رد کرتا ہے؟ اسکا جواب ہمیں کوئی کچھ نہیں دیتا + ان ساری باتوں سے بڑھ کر ایک بات ہے کہ مولوی محمد حسین صاحب نے اپنے رسالہ اشاعۃ السنہ میں اقرار کیا ہے کہ اہل کشف جو لوگ ہوتے ہیں وہ احادیث کی صحت کے لیے محدثین کے اصول تنقید احادیث کے پابند نہیں ہوتے بلکہ وہ بعض اوقات ایک صحیح حدیث کو ضعیف ٹھہرا سکتے ہیں یا ضعیف کو صحیح کیونکہ وہ براہ راست اللہ تعالیٰ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اطلاع پاتے ہیں۔

جب یہ بات ہے تو پھر **مسیح موعود** جو حکم ہو کر آئیگا کیا اسکو یہ حق نہ ہوگا کہ وہ احادیث کی صحت بطریق حق کر سکے۔ کیا وہ خدا تعالیٰ سے فیض نہ پاسکے گا یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض سے محروم ہوگا اگر اسکو یہ مقدرت نہ ہوگی تو پھر بتاؤ کہ ایسا **حکم** کس کام اور مصرف کا ہوگا +

اس لیے احادیث کو یہ لوگ جب مختلط کرنے لگیں تو اس امر کو کبھی بھولنا نہ چاہیے کہ قرآن اور سنۃ سے اسکو الگ کر لیا جاوے۔ ہمارے ضلع میں حافظ ہدایت علی صاحب ایک عہدہ دار تھے مجھے اکثر ان سے ملنے کا اتفاق ہوتا تھا ایک بار انھوں نے کہا کہ میں ان کتابوں کو جنمیں مسیح اور مہدی کے آنے کا ذکر ہے دیکھا کرتا تھا۔ ان میں ہزاروں نشانیاں قائم کر رکھی ہیں۔ چونکہ ساری نشانیاں تو پوری ہونے سے رہیں اسلیے مجھ کو اندیشہ ہے کہ اسوقت جھگڑا ہی پڑے گا۔ یہ لوگ اس وقت تک ماننے سے رہے جبتک وہ ساری نشانیاں پوری نہ ہولیں اور وہ نشان یکدفعہ پوری ہونے سے رہے + حقیقت میں انکی فراست صحیح نکلی اسوقت وہی ہوا۔ انکار ہی کیا گیا۔

اصل بات یہی ہے جسکو میں نے بارہا بیان کیا ہے کہ پیشگوئیوں کا بہت بڑا حصہ مجازات اور استعارات کا ہوتا ہے اور کچھ حصہ ظاہری رنگ میں بھی پورا ہو جاتا ہے یہی ہمیشہ سے قانون چلا آیا ہے اس سے ہم تو انکار نہیں کر سکتے خواہ کوئی مانے یا نہ مانے **اگر ساری حدیثیں پوری ہونی ہیں یعنی جو سنیوں کی ہیں وہ بھی اور جو شیعوں کی ہیں وہ بھی علیٰ ہذا القیاس تمام فرقوں کی تو یقیناً یاد رکھو کہ پھر نہ کبھی مسیح ہی آئے گا اور نہ مہدی۔**

دیکھو میری ضرورۃ سے زیادہ تو آنحضرۃ صلی اللہ علیہ وسلم کی ضرورۃ تھی جب آپ تشریف لائے اب بتاؤ کہ کیا اسوقت سب نے آپکو تسلیم کرلیا؟ اور کیا وہ سارے نشانات جو توریت یا انجیل میں آپ کے لیے رکھے گئے تھے پورے ہوگئے تھے؟ خدا کے واسطے سوچو جواب دو۔ اگر وہ ساری روایتیں جو انہیں چلی آتی تھیں اور وہ ساری نشانیاں جو انکی کتابوں میں پائی جاتی تھیں پوری ہوگئی تھیں پھر یہودیوں کو کیا ہوگیا تھا جو انھوں نے انکار کر دیا + کبھی ساری نشانیاں پوری نہیں ہولیں کیونکہ ایسی بہت سی ہوتی ہیں جو خود تجویز کرلی جاتی ہیں۔ اور بہت سی ایسی ہوتی ہیں جو کچھ اور مطلب و مفہوم رکھتی ہیں + جب استعاروں کے وقت انکا انکار کیا گیا اور یہی عذر پیش کیا گیا کہ نشانات پورے نہیں ہوئے تو اسوقت اگر انکار کیا گیا تو اسی سنۃ پر انھوں نے قدم مارا ہے۔ میں کسی کی زبان انکار تو بند

نہیں کر سکتا مگر میں یہ کہتا ہوں کہ وہ میرے عذرات کو سنکر جواب دیں یونہی باتیں بنانا تو طریق تقویٰ کے خلاف ہے۔ **منہاج نبوۃ** پر اس سلسلہ کو آزمائیں اور پھر دیکھیں کہ حق کس کے ساتھ ہے

خیالی اصولوں اور تجویزوں سے کچھ نہیں بنتا اور نہ میں اپنی تصدیق خیالی باتوں سے کرتا ہوں میں اپنے دعویٰ کو منہاج نبوۃ کے معیار پر پیش کرتا ہوں پھر کیا وجہ ہے کہ اسی اصول پر اس کی سچائی کی آزمائش نہ کی جاوے۔

جو دل کھول کر میری باتیں سنیں گے میں یقین رکھتا ہوں کہ فائدہ اٹھاویں گے اور مان لیں گے لیکن جو دل میں بخل اور کینہ رکھتے ہیں انکو میری باتیں کوئی فائدہ نہ پہنچا سکیں گی۔ انکی تو ایسی مثال ہے جو ایک سے دو دیکھتا ہے اسکو خواہ کسقدر دلائل دیے جاویں کہ دو نہیں ایک ہی ہے وہ تسلیم ہی نہیں کرے گا۔ کہتے ہیں کہ احول خدمتگار تھا آقا نے کہا کہ اندر سے آئینہ لے آؤ۔ وہ گیا اور واپس آکر کہا کہ اندر تو آئینے پڑے ہیں کونسا لے آؤں آقا نے کہا کہ ایک ہی ہے دو نہیں۔ احول نے کہا تو کیا میں جھوٹا ہوں۔ آقا نے کہا کہ اچھا ایک کو توڑ دے۔ جب توڑا گیا تو اسے معلوم ہوا کہ درحقیقت میری غلطی تھی مگر اب ان احولوں کا جو میرے مقابل ہیں کیا جواب دوں؟۔ (باقی آئندہ)۔

گذشتہ سے آگے سورہ جمعہ پر حضرۃ حکیم الامت کا وعظ

یہ تمہارے لیے اچھا ہے۔ اور بیع چھوڑ دو میں نے اس بیع کے لفظ پر غور کی ہے کہ یہ کیوں کہا؟ انسان مختلف مشاغل میں مصروف ہوتا ہے۔ ملازمت۔ حرفت۔ زراعت وغیرہ یہاں خصوصیت کے ساتھ بیع کا کیوں ذکر کیا ہے؟ حقیقت میں جو لوگ قرآن شریف پر غور کرتے ہیں اور اسکے نکات اور معارف سے بہرہ حاصل کرنا چاہتے ہیں انکو ضروری ہے کہ وہ اسکی ترتیب اور الفاظ پر بڑی گہری نگاہ سے غور کیا کریں۔ میں نے جب اس لفظ پر غور کی تو میرے ایمان نے شہادت دی کہ چونکہ یہ سب سلسلہ **وَاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ** کے نیچے ہے اور یہ مہدی اور مسیح کا زمانہ ہے اس زمانہ میں دجال کا فتنہ بہت بڑا ہوگا۔ اور **دجال** کے معنی کتب لغت میں جو لکھے ہیں اس سے پایا جاتا ہے کہ وہ ایک فرقہ عظیمہ ہوگا جو تجارت کے لیے پھرے گا۔ گویا یہ مشترکہ کمپنیاں تجارت کی طرف بلاتی ہونگی اور **ذکر اللہ** اور طرف۔ اسلیے اس بیع کے لفظ میں **دجال** کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

سورہ جمعہ پر حضرت حکیم الامت کے وعظ کو اسقدر پسند کیا گیا ہے کہ اکثر خطوط کے ذریعہ ہم سے خواہش کی گئی ہے کہ اس مضمون کو الگ۔ اسلام کی فلاسفی والی جیسی سائیز پر بصورت کتاب چھاپ دیا جاوے۔ ہم سردست اسکے متعلق کچھ نہیں کہہ سکتے البتہ ہم کوشش کریں گے اگر اس سورۃ کے باقی حصہ کی تفسیر بھی ہمکو مل گئی۔ جس کے لیے حضرت حکیم الامت نے ایکبار وعدہ فرمایا تھا تو مکمل تفسیر غالباً ہم شائع کرنے کے قابل ہوسکیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ

مگر سردست ہم احباب کے ایک صفحہ سے زاید حصہ اسکے لیے نہیں دے سکتے

ایڈیٹر

ایک جمعہ تو ہفتہ کے بعد پڑھتے ہیں جیسے یہ جمعہ چھوٹا ہے ویسے ہی اس کے بمقابل تجارتیں بھی چھوٹی ہوتی ہیں۔ لیکن ایک عظیم الشان جمعہ ہے چھ ہزار برس کے بعد ساتویں ہزار کا جمعہ ہے اگر اور دنوں میں جمعہ کیمرونڈہ ہے اور اس کے حق میں ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے کہ جو جمعہ کی پروا نہیں کرتا اسکا ۱/۳ حصہ دل کا سیاہ ہوجاتا ہے اور دو جمعہ کے ترک سے نصف اور چار جمعہ کے ترک سے سارا دل سیاہ ہوجاتا ہے اور اسطرح گویا عبادۃ کی لذت ہی باقی نہیں رہتی۔ پھر فرمایا جو جمعہ سے تخلف کرتے ہیں میرے جی میں آتا ہے کہ ان کے گھر وں میں آگ لگا دیجاوے اور پھر فرمایا کہ اس جمعہ میں ایک وقت ہے جو قبولیت دعا کا وقت ہے۔ پھر اسی جمعہ میں آدم اپنے کمال کو پہونچا۔ اور بہشت میں داخل ہوا بہشت سے باہر مخلوقات کے پھیلانے کا ذریعہ ہوا۔ اسی جمعہ میں بہت درود شریف پڑھنے کا ارشاد ہوا کم از کم سو بار جمعہ کی رات اور دن کو۔

اور ایک عظیم الشان بات ہے کہ جمعہ کے دن سورہ کہف پڑھ لیا کرو اور نہیں تو کم از کم پہلی اور آخری دس آیتیں ہی پڑھ لیا کرو۔ پہلی آیتوں کو جب ہم دیکھتے ہیں تو انہیں لکھا ہے **وَیُنْذِرَ الَّذِیْنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا** یعنی انکو ڈرایا جاوے جنھوں نے اللہ کا ولد تجویز کیا ہے اور یہ بھی ہے کہ اس بیٹا تجویز کرنے میں **مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ** نہ ان کے پاس نہ ان کے بڑوں کے پاس کوئی علمی دلیل ہے ہاں یہ بات ہے **یَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ یُحْسِنُوْنَ صُنْعًا**۔ انکو اپنی صنعتوں پر ہی ناز ہے۔

اب ان تمام امور پر نظر کرو اور سوچو تو معلوم ہوگا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے معمولی جمعہ میں بھی فتنہ دجال سے ڈرایا ہے۔ جمعہ میں فتنہ دجال سے ڈرانا اپنے اندر ایک حقیقت رکھتا ہے جسپر اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے مجھے مطلع کیا ہے کہ **جمعہ** کے ساتھ **مسیح موعود** کو عظیم الشان تعلق ہے بلکہ میں یہ یقیناً کہتا ہوں کہ جمعہ کا وجود بھی مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی بعثت اور آمد کے لیے ایک نشان اور پیشگوئی تھا۔ مگر افسوس ہے کہ جب مسلمانوں نے معمولی جمعہ سے لاپروائی کی اور اسکو ترک کردیا تو اس بڑے جمعہ کیطرف آنیکی انکو توفیق ملنی بہت مشکل ہوگئی۔ میں نے بڑے غور کے ساتھ ہندوستان میں مسلمانوں کے زوال کی تاریخ پر فکر کی ہے اور میں اس صحیح نتیجہ پر پہونچا ہوں کہ یہ سلسلہ زوال اسوقت سے شروع ہوتا ہے جب مسلمانوں نے ترک جمعہ کو کیا + فتنہ دجال سے جو جمعہ کے اداب میں ڈرایا ہے یہ اشارہ تھا اس امر کیطرف کہ دجال کا فتنہ عظیم اس جمعہ میں ہونیوالا ہے۔

دجال کے مختلف معنی ہیں دجال سونیکے معنی بھی دیتا ہے۔ اور دجال تجارتی کمپنیوں کو بھی کہتے ہیں۔ یہاں جملہ میں بیع کے لفظ سے بتایا ہے کہ دجال کی پروا نہ کرو۔ اب یہ وہ جملہ آگیا ہے جسکی بنا دبائی جمعہ میں رکھی گئی تھی + عجیب بات ہے کہ اس مسیح موعود کو **آدم** بھی کہا گیا ہے اور پھر یہ اور بھی مشابہت ہے کہ جیسے آدم کی تکمیل جمعہ کی آخری گھڑی میں ہوئی تھی اسیطرح پر اس مسیح موعود کے ہاتھ پر بھی اسلام کی تکمیل اشاعت کا کام رکھا گیا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے **هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ**۔ مفسروں نے بالاتفاق تسلیم کرلیا ہے کہ یہ غلبہ مسیح موعود کے وقت میں ہوگا۔

اور حضرۃ امام نے **اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ** کے جو معنے کیے ہیں وہ آپ میں سے اکثروں نے سنے ہونگے وہ فرماتے ہیں کہ تکمیل دو قسم کی

تکمیل مراد ہے ایک تکمیل ہدایت دوسری تکمیل اشاعۃ ہدایۃ۔ تکمیل ہدایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت ہوچکی اور تکمیل اشاعۃ ہدایۃ کا یہ وقت آیا ہے یعنی یہ مسیح موعود کے وقت مقدر تھی چنانچہ اس وقت دیکھتے ہو اشاعت کے کس قدر سامان اور اسباب پیدا ہوگئے ہیں۔

اور پھر جیسے آنحضرۃ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ایک جمعہ کے ترک سے ۱/۴ حصہ دل کا سیاہ ہو جاتا ہے اسیطرح پر یہ بھی مسلم بات ہے کہ خدا کی وحی کے انکار سے سلب ایمان ہو جاتا ہے پھر خدا کے مامور و مرسل مسیح موعود کے انکار سے سلب ایمان ہونا یقینی ٹھیرا۔ اور پھر جمعہ میں ایکوقت ایسا ہے جو قبولیت دعا کا ہے اسیطرح پر جب خدا تعالی کا کوئی برگزیدہ بندہ اصلاح خلق کیلیے آتا ہے تو وہ **لیلۃ القدر** کا وقت ہوتا ہے جسکی بابت قرآن شریف میں آچکا ہے کہ وہ **خیر من الف شھر** ہوتی ہے۔

ان سارے امور کو اکٹھا کرو اور پھر سوچو اور دیکھو کہ کیا اب یہ وہ وقت نہیں ہے؟ میں تم سے کہتا ہوں اور پھر اسپر پورا یقین رکھتا ہوں کہ یہ وہی وقت ہے یہ وہی جمعہ ہے۔ دجال بھی موجود ہے اور مسیح موعود بھی ہے۔

فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ وَذَرُوا الْبَیْعَ

دو وقت ایسے آئے ہیں کہ اللہ تعالی نے امیوں میں اپنے رسول کو بھیجا ہے ایک وہ وقت تھا جب کل دنیا پر تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ حضور صاحب عرب میں اسوقت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ضرورت تھی چنانچہ اللہ تعالے نے اپنے وعدہ کے موافق اور ابراہیم و اسماعیل کی دعا کے نتیجہ میں انہیں رسول مبعوث کیا اور اب آپ آئے تیرہ سو سال گذرنے کے بعد جب اسلام کی حالت پر امت غالب ہوگئی اور اخلاقی اور ایمانی اور عملی قوتیں کمزور اور مردہ ہوگئیں اور قرآن شریف کیطرف بالکل توجہ نہ رہی بلکہ وہ وقت آگیا کہ

رب ان قومی اتخذوا ھذا القراٰن مھجورا۔

کا مصداق ہے اور قرآن آسمان پر اٹھ گیا اور ہر طرف سے اسلام اور قرآن پر حملے ہونے لگے تو خدا کے اس وعدہ کا وقت آیا **انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون** یعنی حفاظت کی ضرورت ہے اور چونکہ وہ آسمان پر اٹھ گیا ہے گویا اس کے دوسرے نزول کی ضرورت ہے تب ہی تو **اخرین منھم لما یلحقوا بھم** والی قوم تعلیم اور ہدایت حاصل کرے پہلے **اخرین منھم لما یلحقوا بھم** والی قوم کا علم

ضروری ہے کہ وہی **احمد** ہو (صلی اللہ علیہ وسلم) جو مکہ میں مبعوث ہوا تھا۔ پس اسوقت وہی **احمد** بروزی رنگ میں آیا ہے دیکھنے والے دیکھتے ہیں جنکو توفیق نہیں ملی وہ نہیں دیکھ سکتے۔

قرآن شریف سے یہ بھی پایا جاتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ایک نام ذکر بھی ہے اور جیسے قرآن کریم کی حفاظت کا وعدہ اللہ تعالے نے کیا ہے ویسے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کا بھی وعدہ فرمایا تھا **واللہ یعصمک من الناس**۔ اور عجیب بات ہے کہ یہی وعدہ حضرت مسیح موعود سے بھی ہوا ہے ان ساری آیتوں پر غور کرنے سے میں اس نتیجہ پر پہونچا ہوں اور مجھے یقین ہے کہ یہ صحیح ہے کہ **ذکر** سے مراد اس آیۃ میں جو کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری بعثت ہے جو بروزی رنگ میں مسیح موعود کی صورت میں ہوئی۔ باقی آئندہ۔

ڈائری

حضرۃ امام آخر الزمان سلمہ الرحمن

۲۸ جنوری سنہ ۱۹۰۳ء

غاسق اللہ — آج صبح کو چار ساڑھے چار بجے کے قریب مشکوئے معلی میں صاحبزادی پیدا ہوئی جس کے متعلق گذشتہ شب کو پیدا ہونے سے پہلے **غاسق اللہ** کا الہام ہوا تھا الحکم کی گذشتہ اشاعۃ میں جو یہ درج ہوا ہے کہ الہام بعد میں ہوا تھا یہ سہو ہوا ہے اصل یوں ہے کہ بچہ پیدا ہونے سے قریباً چار گھنٹے پیشتر یہ الہام حضرت اقدس کو ہوا تھا۔ جو اسی وقت آپ نے تشریف لاکر مولانا مولوی سید محمد احسن صاحب کو سنایا اس وقت رات کے ۱۲ بجے تھے حضرت حجۃ اللہ نے مولوی صاحب کے دروازہ پر دستک دی مولوی صاحب نے جب پوچھا کون ہے تو فرمایا **غلام احمد** (ایدہ اللہ الاحد) **انک لعلی خلق عظیم**۔ ایڈیٹر۔ پھر آپ نے یہ الہام مولوی صاحب کو سنایا اور ایک رؤیا بھی سنائی جو اسی وقت دیکھی تھی کہ حضرت حجۃ اللہ کو حضرت ام المؤمنین کہتی ہیں کہ اگر میرا انتقال ہو جاوے تو آپ اپنے ہاتھ سے میری تجہیز و تکفین کریں۔

غرض یہ الہام بچہ کے پیدا ہونے سے پہلے ہوا تھا۔

دربار شام

قبل از عشا حضرت حجۃ اللہ نے اسی الہام غاسق اللہ کے متعلق فرمایا کہ غاسق عربی زبان میں اس تاریکی کو کہتے ہیں جو بعد زوال شفق اول رات چاند کو ہوتی ہے اور قمر کی آخری رات میں جب وہ بے نور ہوتا ہے تو یہ لفظ بولتے ہیں اور خسوف کی حالت میں بھی بولتے ہیں۔

قرآن شریف میں جو **من شر غاسق اذا وقب** آیا ہے تو اس کے یہی معنی ہیں کہ ظلمت کی برائی سے جب وہ داخل ہو۔

فرمایا اجتہادی طور پر میں سمجھتا ہوں کہ یہ کسی ابتلا کی خبر ہے جو منکرین کے لیے ہے۔ اللہ تعالی کی قدیم سے یہی سنت ہے کہ دشمن کو بھی موقع دیتا ہے چنانچہ بعض وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی بظاہر شکست کا وقت پیش آجاتا جیسے

فرمایا **ان یمسسکم قرح فقد مس القوم قرح مثلہ وتلک الایام نداولھا بین الناس**۔

فرمایا منافقوں کی مثال **کلما اضاء لھم مشوا فیہ واذا اظلم علیھم قاموا** خدا نے فرمائی ہے مگر ہمارے مخالف قاموا میں داخل ہیں جب تاریکی خدا کیطرف منسوب ہو تو اس سے دشمن کی آنکھ میں ابتلا کا موقع مراد ہوتا ہے

رؤیا — رات کو دیکھا کہ جہلم میں ہوں اور میں ڈپٹی سنسار چند صاحب کے کمرہ میں ہوتا ہوا آگے کسی اور کمرہ کی طرف جارہا ہوں۔

وجودی مذہب کی تردید کا نیا رنگ — فرمایا وجودیوں کا رنگ اباحتی ہے دہریوں میں اور ان میں بہت ہی کم فرق ہے انکی زندگی بیقیدی اور آزادی کی زندگی ہے ایکبار ایک وجودی میرے پاس آیا جسنے انکے ہاتھ چہرہ زور سے چٹکی لی تو اس کی چیخ نکل گئی میں نے کہا کہ کیا خدا کو درد ہوا کرتا ہے اور اسکی بھی چیخ نکلا کرتی ہے؟ وہ اسپر شرمندہ ہوگیا۔

انسان کو خدا نے اپنی شکل پر پیدا کیا۔ اس کا مفہوم — اس پر عرض کیتے پر کہ وجودی کہتے ہیں کہ خدا نے آدم کو اپنی شکل پر پیدا کیا **فرمایا** قرآن شریف میں تو یہ نہیں توریت میں ہے مگر اسکا مفہوم یہ ہے **تخلقوا باخلاق اللہ** جیسے خدا ہر ایک عیب اور بدی سے پاک ہے

یہ بھی پاک ہونے کی کوشش کرے۔ قرآن شریف نے تو یہ کہا ہے **لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم**۔

فرمایا وجودیوں سے خدا کی تعریف پوچھو اور پھر کہو کہ یہ صفات اپنے اندر ثابت کردو۔ بعض کہہ دیتے ہیں کہ ہم ابھی کامل نہیں تو اُنسے کہو کہ جو کامل گذرا ہے اُسکو پیش کرو۔

اسی کے متعلق تذکرہ ہوتا رہا۔ اور بعد نماز عشا حضور تشریف لے گئے۔

۲۹ جنوری سنہ ۱۹۰۳ء

صبح کی سیر

مولوی **نور احمد** صاحب ساکن لودی ننگل اپنا ایک پنجابی رسالہ منظوم سناتے رہے۔ اسمیں ان جھوٹے حملوں کا رد تھا جو حضرت حجۃ اللہ علی الارض کی آبرو پر مخالفوں نے کیے تھے۔ **فرمایا** جھوٹ جیسا کوئی لعنتی کام نہیں خصوصًا وہ جھوٹ جو آبرو اور عزت وغیرہ پر ہو جس پیٹ سے ایسی باتیں نکلا کرتی ہیں اُسی کو نفس کہتے ہیں۔

اسپر ضمنًا جناب نے کلارک والے مقدمہ کا ایک واقعہ بیان کیا کہ حضرت اقدس کے وکیل نے چاہا کہ ایک گواہ سے اُسکی ماں کا نام پوچھا جاوے تو حضرۃ نے اجازت نہ دی باوجودیکہ وہ خطرناک مخالفت کا رنگ لیکر شہادت کے لیے آیا تھا وکیل نے نہایت تعجب کیا اور آپ کی صداقت کا قائل ہوا کہ ایسے موقعہ پر کہ جان کا خطرہ ہے پھر آپ (ع) سے کریمانہ برتاؤ کرتے ہیں۔ حضور نے فرمایا کہ ہم اس امر کو نہایت مکروہ سمجھتے ہیں کہ کسی کی نسبت وہ اعتراض کیا جائے جسکی اصلاح اُس کے امکان و قدرت میں نہیں۔

ایک گالیاں دینے والے اخبار کے تذکرہ پر

صبر پر فرمایا صبر کرنا چاہیے ان گالیوں سے کیا ہوتا ہے ایسا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت لوگ آپ کی مذمت کیا کرتے تھے اور آپکو نعوذ باللہ **مذمم** کہا کرتے تھے تو آپ ہنسکر فرمایا کرتے تھے کہ میں انکی مذمت کو کیا کروں میرا تو نام ہی اللہ تعالیٰ نے **محمد** رکھا ہوا ہے صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح اللہ تعالیٰ نے مجھے بھیجا اور اللہ تعالیٰ نے مجھے اور میری نسبت فرمایا ہے **یحمدک اللہ من عرشہ** یعنی اللہ تعالیٰ اپنے عرش سے تیری حمد تعریف کرتا ہے یہ وحی براہین احمدیہ میں موجود ہے۔

جھوٹ تھم(؟) ایسی شے ہے کہ انسان آخر تھک جاتا ہے پھر اگر خدا کا فضل ہوے اور توفیق دے تو توبہ کرتا ہے ورنہ نامراد جاتا ہے۔

ماننسخ من ایۃ کا نمونہ

فرمایا مجھکو ایک الہام ہوا تھا میں نے حافظہ پر بھروسا کرکے اُسے نہ لکھا آخر بھول گیا اور یاد نہ رہا۔ **فرمایا** یہی بات ماننسخ من ایۃ الآیہ میں پائی جاتی ہے۔ مولوی سید محمد احسن صاحب نے عرض کیا کہ قرآن شریف میں ایک جگہ **سنقرئک فلا تنسیٰ الا ما شاء اللہ** سے بھی ایسا ہی پایا جاتا ہے۔

۳۱ جنوری سنہ ۱۹۰۳ء

جہلم سے خبر آئی کہ کرم الدین نے حضرۃ اقدس پر ایک اور مقدمہ مواہب الرحمٰن کے بعض الفاظ کی بنا پر کیا ہے **فرمایا** اب یہ ان لوگوں کی طرف سے ابتدا ہے کیا معلوم کہ خدا تعالیٰ ان کے مقابلہ میں کیا کیا تدبیر اختیار کریگا یہ استغاثہ ہم پر نہیں اللہ تعالیٰ پر ہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ مقدمات کرکے تھکانا چاہتا ہے **الہام ان اللہ مع عبادہ یواسیک** ہی کے متعلق اجتہادی طور پر معلوم ہوتا ہے اور ایسا ہی الہام **سأکرمک اکرامًا عجبًا**۔

جماعت سے خطاب

فرمایا ہماری جماعت ایمان تو لاتی ہے مگر اصل میں مدار ایمان نشانوں پر ہوتا ہے اگرچہ انسان محسوس نہ کرے مگر اسکے اندر بعض کمزوریاں ضرور ہوتی ہیں اور جبتک وہ کمزوریاں دور نہ ہوں اعلیٰ مراتب ایمانی نہیں مل سکتے اور یہ کمزوریاں نشانات ہی کے ذریعہ دور ہوتی ہیں اور اب خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ اپنے نشانوں سے ان کمزوریوں کو دور کرے اور جماعت اپنے ایمان میں ترقی کرے اب وہ وقت آگیا ہے کہ **ان اللہ علی نصرہم لقدیر** کا نمونہ دکھاوے۔ اللہ تعالیٰ کی نظر سے صادق اور کاذب خائن اور مظلوم پوشیدہ نہیں ہیں۔ اب ضروری ہے کہ سب گروہ متفق ہوکر میرے استیصال کے درپے ہوں جیسے جنگ احزاب میں ہوے تھے۔ جو کچھ ہو رہا ہے یہ سب خدا تعالیٰ چاہتا ہے میں نے جو خواب میں دیکھا کہ دریائے نیل کے کنارہ پر ہوں اور بعض چلاّے کہ ہم پکڑے گئے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی ایسا وقت بھی آوے جب جماعت کو کوئی یاس ہو۔

مگر میں یقین رکھتا ہوں کہ خدا ضرور آور حملوں سے سچائی ظاہر کر دے گا اسوقت یہ پوری زندگانیں گے تاکہ ان کے مقدمہ کی حسرتیں نہ رہ جائیں کیونکہ جھوٹ گیا۔ یہ لوگ ان باتوں پر یقین نہیں کرتے جو خدا کیطرف سے میں پیش کرتا ہوں مگر وہ دیکھ لیں گے کہ **اکرامًا عجبًا** کیسے ہوتا ہے

دربار شام

شوق تبلیغ

فرمایا رسٹ تیس جلد مواہب الرحمٰن کی مجلد کرا کر مصر کے اخبار نویسوں کو بھیجی جاویں اور اگر میری مقدرت میں ہوتا تو میں کئی ہزار مجلد کرا کر بھیجتا۔

فرمایا یہاں کے لوگوں کا تو یہ حال ہے شاید مصر کے لوگ ہی فائدہ اُٹھالیں جسقدر سعید روحیں خدا کے علم میں ہیں وہ انکو کھینچ رہا ہے

جماعت کو تبلیغ

بیعت کے بعد ایک شخص نے اپنے گاؤں میں کثرت طاعون کا ذکر کیا اور دعا کی درخواست کی **فرمایا** میں تو ہمیشہ دعا کرتا ہوں مگر تم لوگوں کو بھی چاہیے کہ ہمیشہ دعا میں لگے رہو نمازیں پڑھو اور توبہ کرتے رہو۔ جب یہ حالت ہوگی تو اللہ تعالیٰ حفاظت کریگا اور اگر سارے گھر میں ایک شخص بھی ایسا ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس کے باعث سے دوسروں کی بھی حفاظت کریگا کوئی بلا اور دکھ اللہ تعالیٰ کے ارادہ کے سوا نہیں آتا اور وہ اُسوقت آتا ہے جب اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور مخالفت کی جاوے۔ ایسے وقت پر عام ایمان کام نہیں آتا بلکہ خاص ایمان کام آتا ہے جو لوگ عام ایمان رکھتے ہیں وہ اُن بلاؤں سے حصہ لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اُنکی پرواہ نہیں کرتا مگر جو خاص ایمان رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ اُنکی طرف رجوع کرتا ہے اور آپ اُنکی حفاظت کرتا ہے **من کان للہ کان اللہ لہ**۔ بہت سے لوگ ہیں جو زبان سے **لا الٰہ الا اللہ** کا اقرار کرتے ہیں اور اپنے اسلام اور ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں مگر وہ اللہ تعالیٰ کے لیے دکھ نہیں اُٹھاتے۔ کوئی دکھ یا تکلیف یا مقدمہ آجاوے تو فورًا خدا کو چھوڑ دینے کو طیار ہوجاتے ہیں اور اُسکی نافرمانی کر بیٹھتے ہیں اللہ تعالیٰ بھی اُن کی کوئی پروا نہیں کرتا۔ مگر جو خاص ایمان رکھتا ہو اور ہر حال میں خدا کے ساتھ ہو اور دکھ اُٹھانے کو طیار ہوجاوے تو خدا تعالیٰ اُس سے دکھ اُٹھا لیتا ہے اور دو مصیبتیں اُسپر جمع نہیں کی جاتیں دکھ کا اصل علاج دکھ ہی ہے اور مومن پر دو بلائیں جمع نہیں کی جاتیں۔

ایک وہ دکھ ہے جو انسان خدا کے لیے اپنے نفس پر قبول کرتا ہے اور ایک وہ بلائے ناگہانی اس بلا سے خدا بچا لیتا ہے بس یہ دن ایسے ہیں کہ بہت توبہ کرو۔ اگرچہ ہر شخص کو وحی یا الہام نہ ہو مگر دل گواہی دیدیتا ہے کہ خدا اُسے ہلاک نہ کرے گا دنیا میں دو دوستوں کے تعلقات ہوتے ہیں ایک دوسرے دوست کا مرتبہ شناخت کرلیتا ہے کیونکہ جیسا وہ اس کے ساتھ ہے ویسا ہی وہ بھی اُس کے ساتھ ہوگا دلکو دل سے راہ ہوتی ہے محبت کے عوض محبت اور دعا کے عوض میں دعا۔

خدا تعالیٰ کے ساتھ معاملہ میں اگر کوئی حصہ کھوٹ کا ہوگا تو اُسی قدر اُدھر سے بھی ہوگا مگر جو اپنا دل خدا سے صاف رکھے اور دیکھے کہ کوئی فرق خدا سے نہیں ہے تو خدا تعالیٰ بھی اُس سے کوئی فرق نہ رکھے گا۔ انسان کا اپنا دل اسکے لیے آئینہ ہے وہ اسمیں سب کچھ دیکھ سکتا ہے پس سچا طریق دکھ سے بچنے کا یہی ہے کہ سچے دل سے اپنے گناہوں کی معافی چاہو۔ اور وفاداری اور اخلاص کا تعلق دکھاؤ۔ اور اس راہ بیعت کو جو تم نے قبول کی ہے سب پر مقدم کرو۔ کیونکہ اسکی بابت تم پوچھے جاؤ گے جب اسقدر اخلاص تم کو میسر آجاوے تو ممکن نہیں کہ اللہ تعالیٰ تمکو ضائع کرے ایسا شخص سارے گھر کو بچا لیگا اصل یہی ہے اسکو مت بھولو نری زبان میں برکت نہیں ہوتی کہ بہت سی باتیں کریں اصل برکت دل میں ہوتی ہے اور وہی برکت کی جڑ ہے۔ زبان سے تو کروڑہا مسلمان کہلاتے ہیں جن لوگوں کے دل خدا کے ساتھ مستحکم ہیں وہ اسکی طرف وفا سے آتے ہیں خدا بھی انکی طرف وفا سے پیش آتا ہے۔ اور مصیبت اور بلا کے وقت انکو الگ کر لیتا ہے یاد رکھو یہ طاعون خود بخود نہیں آئی بلکہ اسکو اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے جو اپنے وقت پر آئی ہے اب جو کھوٹ اور بے وفائی کا حصہ رکھتا ہے وہ بلا اور وبا سے بھی حصہ لے گا مگر جو ایسا حصہ نہیں رکھتا خدا اُسی محفوظ رکھے گا۔

میں اگر کسی کے لیے دعا کروں اور خدا کے ساتھ اُسکا معاملہ صاف نہیں ہے وہ اُس سے سچا تعلق نہیں رکھتا تو میری دعا اُسکو کیا فائدہ دیگی لیکن اگر وہ صاف دل ہے اور کوئی کھوٹ نہیں رکھتا تو میری دعا اُس کے لیے نور علیٰ نور ہوگی تعیدار ونکو دیکھا جاتا ہے کہ وہ دو دو پیسہ کی خاطر خدا کو چھوڑ دیتے ہیں وہ نہیں جانتے کہ خدا انصاف اور ہمدردی چاہتا ہے اور وہ پسند کرتا ہے کہ لوگ فسق فحشا اور بیحیائی سے باز آویں جو ایسی حالت پیدا کرتے ہیں تو خدا تعالیٰ کے فرشتے اُن کے ساتھ ہوتے ہیں مگر جب دل میں تقویٰ ہو اور کچھ حصہ شیطان کا بھی ہو تو خدا شراکت پسند نہیں کرتا اور وہ سب چیز چھوڑ کر شیطان کا کر دیتا ہے کیونکہ اسکی غیرت شرکت پسند نہیں کرتی جو بچنا چاہتا ہے اسکو ضروری ہے کہ وہ اکیلا خدا کا ہو۔

من کان للہ کان اللہ لہ خدا تعالیٰ نے کبھی کسی صادق سے بیوفائی نہیں کی ہے۔ ساری دنیا بھی اگر اسکی دشمن ہو اور اُس سے عداوت کرے تو اسکو کوئی گزند نہیں پہنچا سکتی خدا بڑی طاقت ہے اور قدرت والا ہے اور انسان ایمان کی قوت کے ساتھ اُسکی حفاظت کے نیچے آتا اور اُسکی قدرتوں اور طاقتوں کے عجائبات دیکھتا ہے پھر اُسپر کوئی ذلت نہ آوے گی۔ یاد رکھو کہ خدا تعالیٰ زبردست پر بھی زبردست ہے بلکہ اپنے امر پر بھی غالب ہے سچے دل سے نمازیں پڑھو اور دعاؤں میں لگے رہو اور اپنے سب رشتہ داروں اور عزیزوں کو یہی تعلیم دو پورے طور پر خدا کی طرف ہو کر کوئی نقصان نہیں اُٹھاتا نقصان کی اصل جڑ گناہ ہے۔

ساری عزتیں اللہ کے ہاتھ میں ہیں دیکھو بہت سے ابرار اخیار دنیا میں گذرے ہیں اگر وہ دنیا دار ہوتے تو ان کے گذارے ادنیٰ درجہ کے ہوتے اور کوئی اُنکو پوچھتا بھی نہیں مگر وہ خدا کے لیے ہوئے اور ساری دنیا کو اُنکی طرف کھینچ لایا۔ خدا تعالیٰ پر سچا یقین رکھو اور بدظنی نہ کرو جب اُنکی بدبختی سے خدا کے بدظنی ہوتی ہے تو پھر نہ نماز درست ہوتی ہے نہ روزہ نہ صدقات بدظنی ایمان کے درخت کو نشو و نما ہونے نہیں دیتی بلکہ ایمان کا درخت یقین سے بڑھتا ہے۔

میں اپنی جماعت کو بار بار اسی لیے نصیحت کرتا ہوں کہ یہ موت کا زمانہ ہے اگر سچے دل سے ایمان لا کے موت کو اختیار کروگے تو اسی موت سے زندہ ہو جاؤگے اور ذلت کی موت سے بچائے جاؤگے مومن پر دو موتیں جمع نہیں ہوتی ہیں۔ جب وہ سچے دل سے اور صدق اور اخلاص کے ساتھ خدا کی طرف آتا ہے پھر طاعون کیا چیز ہے؟ کیونکہ صدق اور وفا کے ساتھ خدا تعالیٰ کا ہونا یہی ایک موت ہے جو ایک قسم کی طاعون ہے مگر اس طاعون سے ہزار ہا درجہ بہتر ہے کیونکہ خدا کا ہونے سے نشانہ طعن تو ہونا ہی پڑتا ہے۔ پس جب مومن ایک موت اپنے اوپر اختیار کر لیتا ہے تو پھر دوسری موت اُسکے آگے کیا شئے ہے؟ مجھے یہی الہام ہوا تھا کہ آگ سے ہمیں مت ڈرا آگ ہماری غلام بلکہ غلاموں کی غلام ہے۔

ہر مومن کا یہی حال ہوتا ہے اگر وہ اخلاص اور وفاداری سے اسکا ہو جاتا ہے تو خدا اُسکا ولی بنتا ہے لیکن اگر ایمان کی عمارت بوسیدہ ہے تو پھر بے شک خطرہ ہوتا ہے ہم کسی کے دل کا حال تو جانتے ہی نہیں سینہ کا علم تو خدا کو ہی ہے مگر انسان اپنی خیانت سے پکڑا جاتا ہے اگر خدا تعالیٰ سے معاملہ صاف نہیں تو بیعت فائدہ دیگی نہ کچھ اور۔ لیکن جب خالص خدا ہی کا ہو جاوے تو خدا تعالیٰ اُسکی خاص حفاظت کرتا ہے اگرچہ وہ سب کا خدا ہے مگر جو اپنے آپکو خاص کرتے ہیں اُنپر خاص تجلی کرتا ہے اور خدا کے لیے خاص ہونا یہی ہے کہ نفس بالکل چکنا چور ہو کر اسکا کوئی ریزہ باقی نہ رہ جاوے۔ اس لیے میں بار بار اپنی جماعت کو کہتا ہوں کہ بیعت پر ہرگز ناز نہ کرو اگر دل پاک نہیں ہے۔

ہاتھ پر ہاتھ رکھنا کیا فائدہ دے گا جب دل دور ہے ...... جب دل اور زبان میں اتفاق نہیں اور پھر میرے ہاتھ پر ہاتھ رکھکر منافقانہ اقرار کرتے ہیں تو یاد رکھو ایسے شخصکو دوہرا عذاب ہوگا مگر جو سچا اقرار کرتا ہے اسکے بڑے بڑے گناہ بخشے جاتے ہیں۔ اور اسکو ایک نئی زندگی ملتی ہے۔

میں تو زبان ہی سے کہتا ہوں دل میں ڈالنا خدا کا کام ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سمجھانے میں کیا کسر باقی رکھی تھی مگر ابوجہل اور اُسکے امثال نہ سمجھے۔ آپکو اسقدر فکر اور غم تھا کہ خدا نے خود فرمایا لعلک باخع نفسک الا یکونوا مومنین۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کسقدر ہمدردی تھی آپ چاہتے تھے کہ وہ ہلاک ہونے سے بچ جاویں مگر وہ بچ نہ سکے حقیقت میں معلم اور واعظ کا تو اتنا ہی فرض ہے کہ وہ بتا دے۔ دلکی کھڑکی تو خدا ہی کے فضل سے کھلتی ہے۔ نجات اُسی کو ملتی ہے جو دل کا صاف ہے جو صاف دل نہیں وہ اُچکا اور ڈاکو ہے خدا تعالیٰ اُسے بری طرح مارتا ہے۔ اب یہ طاعون کے دن ہیں ابھی تو ابتدا ہے:

ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا
آگے آگے دیکھیے ہوتا ہے کیا؟

آخر کی خبر نہیں مگر جو ابتدائی حالت میں اپنے آپکو درست کرینگے وہ خدا کی رحمت کا بہت بڑا حق رکھتے ہیں مگر جو لوگ صاعقہ کی طرح دیکھکر ایمان لاوینگے ممکن ہے کہ اُنکی توبہ قبول نہ ہو یا توبہ کا موقع ہی نہ ملے۔ ابتدا والے ہی کا حق بڑا ہوتا ہے قاعدہ کے موافق ۱۵ - یا ۲۰ دن اور طاعون کے رہ گئے ہیں اور آرام کی شکل نظر آتی ہے مگر وقت آتا ہے کہ پھر روزہ کھولنے کا زمانہ شروع ہوگا۔ اب خدا کے سوا کوئی عاصم نہیں ہے۔ اپنا تدارک خود نہیں کر سکتا کہ خدا کے ارادہ کے خلاف کوئی بچ سکتا ہے فائدہ اور امن کی ایک ہی راہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کیطرف ایسا جھکو کہ خود محسوس کرے کہ اب میں وہ نہیں رہا ہوں اور مصفا قطرہ کی طرح ہو جاوے۔ خدا کی قدرت ہے کہ جوں جوں طاعون کا زمانہ قریب آتا جاتا ہے شور اور مفسدہ مخالفت کا بڑھتا جاتا ہے انکو ذرا بھی خدا کا خوف نہیں ہے۔

فرمایا آج مجھے خیال آیا کہ شاید یاتی علیک زمن کمثل زمن موسٰی والا الہام اور محاصرہ والی حدیث اسی طرح پوری ہو کہ مقدمات کثرہ سے کر دیں جیسے حضرت موسیٰ کے سامنے نیل سے اور پیچھے لشکر فرعون سے محصور ہو گئے تھے اور ایسی خوفناک صورتیں پیدا ہوں کہ بعض کمزور طبیعت والے چلائیں کہ ہم پکڑے گئے۔ اسلیے خدا نے ایسے کمزوروں کو پہلے سے تسلی دیدی کہ یہ مضبوط اور قوی دل ہو جائیں۔ براہین احمدیہ میں بھی اسکی طرف اشارہ ہے کہ ایک وقت ناخنوں تک زور لگائیں گے اُسوقت خدا تیرے ساتھ ہوگا واللہ یعصمک من الناس۔ اب خدا تعالیٰ نے جو دن مقرر کیے ہوے ہیں وہ اگر نہ آویں تو ثواب کیسے ملے براہین میں اور بھی بعض خوفناک صورتیں مذکور ہیں اور انجام کار وہی ہوگا جسکی خدا نے خبر دی ہے اور ارادہ فرمایا ہے۔

فرمایا۔ ۱۳ جنوری ۱۹۰۳ء کی صبح کو جو الہام ہوا تھا لا یموت احد من رجالکم اس کے معنی ابھی نہیں کھلے مگر یہاں حقیقی معنی تو موت کے نہیں ہو سکتے کیونکہ انبیا پر بھی یہ آئی ہے۔ غالباً اور کوئی معنی ہونگے۔

فرمایا براہین میں یہ بھی الہام ہے اذا جاء نصر اللہ والفتح وتمت کلمۃ ربک وہم لا یفتنون۔ ہماری جماعت پر بھی ایک فتنہ ہے صحابہ پر بھی فتنہ ہوا مگر فتنہ کا پتہ نہیں کہ کونسا فتنہ ہے اور کس راہ کا ہے مگر جب انسان خدا کا ہو جاوے تو پھر جان و مال اور آبرو کیا شے ہے کچھ نہیں سمجھنا چاہیے۔ یہی تین چیزیں انسان کو عزیز تر ہوتی ہیں + فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا امنا وہم لا یفتنون۔

فرمایا ایک پرانا الہام بلیۃ مالیۃ ہے شاید وہ ان ایام کے لیے تھا۔

ابر رحمت

رسالہ ابھی نہیں چھپا اُسکے طبع کرنے سے پہلے چار سو درخواست مع قیمت کے پہنچنی آنے پر چھپیگا ابھی درخواست مع قیمت تھوڑی سی آئی ہیں۔

خاکسار سراج الحق نعمانی

رسالہ معیار الحق

جواب ضمیمہ

یکم فروری شحنۂ مطلق

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً ومصلیاً

اما بعد فقد قال اللہ تعالیٰ

یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰہِ بِاَفْوَاہِہِمْ وَیَاْبَی اللّٰہُ اِلَّآ اَنْ یُّتِمَّ نُوْرَہٗ وَلَوْ کَرِہَ الْکٰفِرُوْنَ۔ ہُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْہُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْہِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْمُشْرِکُوْنَ ۵

مخالفین تو یہی ارادہ کر رہے ہیں کہ بجھا دیویں نور اللہ کا ساتھ مونہوں اپنے کے یعنی بیہودہ مکروہ لفاظیوں اور جھگڑے بازیوں سے اور اللہ تو کوئی بات قبول نہیں کرتا ہے مگر یہ کہ اپنے نور کو کامل اور پورا کر دیوے اور اگرچہ ناخوش لگے منکرین کو۔ اللہ تو وہی ہے جس نے بھیجا اپنے رسول کو ساتھ تمام ہدایتوں کے اور دین حق کے تاکہ بالآخر غالب کر دیوے اسکو اوپر تمام دینوں کے اور اگرچہ ناخوشی رکھیں مشرک۔

درایت اور روایت سے ثابت ہے کہ آیۃ مذکورہ میں ظہور و غلبہ اور اظہار اسلام کی ایک پیشین گوئی عظیم الشان ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک سے شروع ہوئی اور آخر زمانہ مسیح موعود علیہ السلام میں بتمام وکمال پوری ہوگی لیکن فرق صرف اسقدر ہے کہ آنحضرۃ صلے اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے زمانہ میں مخالفین اسلام سیف و سنان کے ساتھ پیش آتے تھے جنکے مقابلہ میں بھی وہی سیف و سنان پیش کیا گیا اور مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ بعثت میں صرف افواہ کے ساتھ مخالفین مقابل ہونگے یعنی اقوال بیہودہ معرا از حجت و برہان اور سخنان متضمن سب وشتم بے پایان کے ساتھ مقابلہ کریں گے مگر اللہ تعالیٰ ان مخالفین کی مُنہ کی پھونکوں کو رد کر دے گا اور اس نور اللہ کی چمکاروں کو جو مسیح موعود کے ساتھ اترا ہوگا عالمگیر کر دیوے گا اور پھر تمام ادیان باطلہ بمقابلہ براہین اور حجتہائے دین اسلام کے کل کے کل ہلاک ہو جاوینگے۔

ماسبق آیت سے یہ بھی بطور استنباط کے معلوم ہوتا ہے کہ مسیح موعود کے زمانہ میں اکثر لوگوں نے اپنے علما اور درویشوں کو رب قرار دے لیا ہوگا اور مسیح ابن مریم کے اتخاذ رب کا فتنہ بھی عالمگیر ہوگا اور یہ دونوں شرک دنیا میں شائع شدہ ہونگے کیونکہ آیت مذکورہ سے پہلے اللہ تعالیٰ یوں ارشاد فرماتا ہے اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَہُمْ وَرُہْبَانَہُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ وَالْمَسِیْحَ ابْنَ مَرْیَمَ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِیَعْبُدُوْٓا اِلٰہًا وَّاحِدًا لَآ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ سُبْحٰنَہٗ عَمَّا یُشْرِکُوْنَ + ترجمہ پکڑ لیا انہوں نے عالموں اور درویشوں اپنوں کو سوائے اللہ کے خداوند اور مسیح بیٹے مریم کو رب مقرر کر لیا اور نہیں حکم کیے گئے وہ مگر یہ کہ پرستش کریں ایک معبود کو نہیں ہے کوئی معبود مگر وہی معبود برحق پاکی ہے اسکو اُس چیز سے کہ شریک کرتے ہیں۔

ناظرین با انصاف پر واضح ہو کہ قطع نظر اس سے کہ مفسرین معتبرین پیشین گوئی مندرجہ آیت کا کامل طور پر پورا ہونا زمانہ مسیح موعود کے ساتھ مخصوص کرتے ہیں معہذا تمام مضمون آیات مذکورہ کا مخالفین کیطرف سے اس چودھویں صدی میں کامل طور پر مشاہدہ ہو رہا ہے اور مسیح موعود اور اسکی جماعت بحولہ و قوتہ اتمام نور اللہ کے لیے سعی اور کوشش کر رہی ہے یعنی اودہر تو ہر ایک شخص مجسم چلتا ہے کہ صرف اپنی بیمعنی الفاظ اور لایعنی سب وشتم اور زبانی چالاکیوں سے اس چودھویں صدی کے نور اللہ کو اپنے مونہونکی پھونکوں سے بجھا دیوے ایدھر اللہ تعالیٰ کی نصرتیں اور تائیدیں مسیح موعود کے مقاصد توحید اسلام کے لیے متواتر اور پے در پے وقوع میں آ رہی ہیں وکاین من ایۃ فی السموات والارض یمرون علیہا وہم عنہا معرضون یعنی اور بہت سے نشان آسمان اور زمین میں واقع ہو رہے ہیں جنپر یہ گذرتے بھی ہیں باوجود اس کے مخالفین ان سے اعراض کرتے ہیں شعر

آسماں بارد نشاں الوقت میگوید زمیں
ایں دو شاہد از پے تصدیق من استادہ اند

لیکن جبکہ اس دنیا کے ماہتاب کے نور میں بھی عوعو کلاب سے کچھ نقصان پیدا نہیں ہو سکتا تو پھر نور اللہ کسیکی مُنہ کی پھونکوں سے کیونکر نقصان پذیر ہو سکتا ہے ولنعم ما قیل شعر

مہ فشاند نور و سگ عوعو کند
ہر کسے بر خلقت خود مے تند

صدق اللہ تعالیٰ ویابی اللہ الا ان یتم نورہ ولو کرہ الکافرون۔ اگر کوئی کہے کہ تم نے اس چودھویں صدی کے نور کا نور اللہ ہونا کیونکر شناخت کیا تو واضح ہو کہ وہ صدہا نشان اور آثار ہیں جو اس نور اللہ کی صداقت میں بذریعہ کتب و رسائل تمام دنیا میں شائع ہو چکے ہیں انپر نظر ڈالو تاکہ حقیقت الحال واضح ہو مگر القاء سمع اور شہود قلب ضروری کار ہے لمن القی السمع وھو شہید قرائین ہی ہم نے یہاں چند سطروں میں صرف ایک معیار فرمودہ پروردگار بیندرجہ آیۃ مذکورہ مختصراً بیان کرتے ہیں کہ مدۃ تیئس سال سے مشاہدہ ہو رہا ہے کہ مخالفین اس نور اللہ کے محو اور نابود کرنے میں جسقدر طرح طرح سے جان توڑ کوششیں کر رہے ہیں اُسیقدر اس نور اللہ کی چمکاریں عالمگیر ہوتی چلی جاتی ہیں شعر

می درخشند ہمچوں قمر تابدچو قرص آفتاب
کور چشم آنانکہ در انکار ما افتادہ اند

یہانپر ہم مختصراً آدمیوں کا مشاہدہ لکھتے ہیں کہ ابتدا تکفیر بازی سے جہلم کے مقدمہ تک صدہا حملجات اس نور اللہ پر مخالفین کے وارد ہوئے لیکن بموجب الہامات مبشرہ کے جو قبل سے شائع ہو چکے تھے ان حملجات کا ضرر مخالفین ہی کو پہونچا اور نظارہ حدیث من عندھم تخرج الفتنۃ وفیھم تعود کا ہر کہ ومہ کو نظر آتا رہا یعنی جو فتنہ مخالفین کیطرف سے واسطے ایذا کے برپا ہوا اُسکا ضرر اور وبال انھیں پر لوٹ پڑا اور اس کا بال بھی بیکا نہیں ہوا پس آیۃ مندرجہ میں جو معیار قرار دیا گیا تھا وہ یہانپر پورے طور پر جلوہ گر ہو گیا اور رہیب کہ آیۃ مذکورہ میں نور اللہ ہونے کا یہ معیار قرار دیا گیا ہے کہ مخالفین کی مخالفت شدیدہ سے اس نور کو اللہ تعالیٰ اور چمکا دیگا تاکہ پیشگوئی مسیح موعود مندرجہ لیظھرہ علی الدین کلہ پوری ہو تو اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اسکی مخالفت بھی اشد ہوگی جسکی طرف یریدون ان یطفئوا نور اللہ بافواھھم دلالت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ بھی اُس نور کی چمکاریں عالمگیر کرتے رہنے کا جیسے ویابی اللہ الا ان یتم نورہ کا بتاکید تمام صراحت کر رہا ہے اور یہی نور ہے جو سورۃ نور کی آیۃ وعد اللہ الذین امنوا منکم وعملوا الصلحت لیستخلفنھم فی الارض میں بلفظ کا بیان فرمایا گیا ہے جسکی تفسیر و تشریح کسی قدر آیات الرحمن میں ہم کر چکے ہیں اور یہ بہت بھی بات ہے کہ ظہور غلبہ در وقوع فتح و نصرۃ کا تب ہی متصور ہو سکتا ہے

جبکہ مخالفت بھی اشد ہو۔ شعر

در کار خانہ عشق از کفر ناگزیر است
آتش کرا بسوزد گر بولہب نباشد

سبحان اللہ آیت معتبرہ میں کس بلاغت اور فصاحت کے ساتھ دو سلسلوں کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے یعنی تمام ہدایتوں اور صداقتوں کا مجموعہ اور دین الحق جو ادلہ عقلیہ و نقلیہ سے ثابت و متحقق ہے اُسکا نزول من اللہ ہو ارسل رسولہ بالھدی ودین الحق سے ارشاد فرمایا گیا اور پھر کل ادیان باطلہ پر اس مجموعہ ہدایتوں کا غلبہ اور اظہار حجت و برہان سے آخر زمانہ مسیح موعود سے متعلق فرمایا گیا کیونکہ لیظھرہ علی الدین کلہ میں حرف لام جو عاقبۃ اور انجام کے لیے ہے اسکی طرف اشارہ کر رہا ہے الحاصل جبکہ مدت ۲۴ سال تک اس مسیح موعود کا صدق دعوی معیار مندرجہ آیت مذکورہ صدہا بار کامل العیار ہوتا چلا آیا ہے تو اب کیونکر کوئی مومن متقی اُس سے اعراض کر سکتا ہے الا من سفہ نفسہ۔ واضح ہو کہ منجملہ دیگر مخالفین اندرونی کے حضرت شحنا صاحب بھی مصداق یریدون ان یطفئوا نور اللہ بافواھھم ہونے کے لیے کوشش کرتے ہیں جنکی کل تحریرات سب وشتم ولاطائل کلام سے پر ہوتی ہیں معہذا شحنا صاحب اپنے تئیں بڑا مہذب اور صادق القول ہونیکا دعویٰ کرتے ہیں اور دوسرے اپنے ہم مسلک مخالفین حضرت اقدس کو کذاب اور لغو گو اور بدمعاش تحریر کرتے ہیں یہانپر ہم انکی عبارۃ ضمیمہ ۲۴ جنوری ۱۹۰۳ء نمبر چہارم سے بجنسہا نقل کرنا مناسب سمجھتے ہیں تاکہ ناظرین پر واضح ہو جاوے کہ بموجب خود قول حضرت شحنا صاحب دیگر مخالفین حضرۃ اقدس ؑ کے سوائے شحنا صاحب کے مصداق انھیں الفاظ کے ہیں جو شحنا صاحب نے تحریر فرمائے ہیں آگے رہے شحنا صاحب سوانکی محمدیۃ السنہ مشرقیہ اور فضائل ذاتیہ کچھ تو رسائل یکروزی سے واضح ہو چکے ہیں اور کچھ اس رسالہ معیار الحق سے منکشف ہو جاوینگی اور سائر فضائل و کمالات انکی مطالعہ ضمائم کی تحریرات سے اظہر من الشمس ہیں بقول شخصے عیاں را چہ بیاں۔ ضمیمہ ۲۴ جنوری ۱۹۰۳ء نمبر ۴ میں آپ ایک اعلان شائع فرماتے ہیں وھو ھذا۔ اعلان عام شحنہ ہند میں مرزا جی کے خلاف بیسیوں مضامین آ رہے ہیں جنکا نہ املا درست ہو نہ انشا اور ہمکو اتنی فرصت نہیں کہ انکی اصلاح دیں یا از سر نو لکھیں اور بات یہ ہے کہ مجدد کو مضامین کی ضرورت نہیں وہ ایک گھنٹہ میں تمام ضمیمہ کو اپنے قلم سے معمور کر سکتا ہے البتہ خریداروں کی ضرورۃ ہے پس جو حضرات مضمون بھیجیں خریدار ہوں اور خریدار انکو پیدا کرنا اپنا فرض سمجھ لیں خریداروں اور معاونوں کا بیشک حق ہے کہ ضمیمہ میں مضامین دیں۔ مگر ٹھیک واقعات ہوں نہ کہ محض خلاف واقع لغویات وخرافات جیسا بعض چلتے پرزوں نے اخبار وہنیں اہل بدعہ کا قادیان جانا لکھ مارا جو بالکل غلط تھا۔ یہ مضمون ہمارے نام بھی آیا تھا مگر ہمنے شائع نہیں کیا کیونکہ ہمکو اصل حقیقت معلوم تھی۔ علی ہذا اس ہفتہ کسی بدمعاش نے ہوشیار پور سے ایک بیہودہ طومار لکھ بھیجا جس میں مرزا اور مرزائیوں کو مغلظ گالیاں دینے کے سوا کچھ بھی نہیں دلائل سے دعووں کو توڑنا چاہیے نہ کہ گالیوں سے اڈیٹر۔ انتہی بلفظہ

ناظرین اس اعلان عام میں غور فرماویں خصوصاً ان الفاظ کو نظر غائر سے مطالعہ کریں جنپر ہم نے خط کا نہ دیے ہوئے ہیں وتلک عشرۃ کاملۃ۔

حسب اقرار شحنا صاحب کے اس اعلان سے یہ تو ثابت ہو گیا کہ سوائے حضرت شحنا صاحب کے جو دوسرے مخالفین حضرت مسیح موعود ؑ کے مسیح موعود کی نسبت تحریر کرتے ہیں وہ محض خلاف واقع لغویات خرافات غلط اور مغلظ گالیاں ہیں اور ان کے لکھنے والے بدمعاش ہیں ہاں البتہ حضرت شحنا صاحب بڑے نیک معاش اور راست باز ہیں اس بارہ میں ہم اور تو کچھ نہیں کہہ سکتے صرف اسقدر استفسار کرتے ہیں کہ ان بدمعاش اور کذاب اور مغلظ گالیاں دینے والوں کے رجوعات اسقدر کثرۃ سے آپ کی طرف کیوں ہے اور کیا وجہ ہے کہ بیسیوں مضامین خلاف واقع اور غلط و مغلظ متضمن مغلظ گالیوں کے پُر بدمعاشوں کے لکھے ہوئے آپکے پاس چلے آتے ہیں اور آپ انکا ملجاو ماوا ہیں کچھ نہ کچھ تو دال میں کالا ضرور ہے الجنس یمیل الی الجنس کی مثل مشہور ہے مبادا کہیں صادق نہ ہو اور پھر ناظرین کے لیے آپکی تحریرات مندرجہ ضمائم اس امر کے اثبات کے لیے شواہد عدول نہ ہو جاویں مگر کفی باللہ شہیدا کہ ہمکو تو آپکی الفاظ سب وشتم کیطرف کچھ بھی التفات نہیں ہے اسقدر بھی طبیعت گوارا نہیں کرتی کہ وہ آپ کے الفاظ سب وشتم کے آپکی تحریرات سے انتخاب کر کر ناظرین کو دکھلاویں اگرچہ یہ مثل مشہور ہے کہ نقل کفر کفر نباشد مگر ہم تو ان الفاظ کا نقل کرنا بھی نہایت مکروہ

معلوم ہوتا ہے کیونکہ ہمارا طریقہ مسلوکہ حسب ہدایت حضرت اقدس کے یہی ہے **شعر**

گالیاں سنکے دعا دیتا ہوں اُن لوگوں کو
رحم ہے جوش میں اور غیظ گھٹایا ہمنے

ہاں البتہ یہاں پر آپ کے بعض آثار تجدید کو جو بہ نسبت السنہ مشرقیہ کے وقوع میں آرہی ہیں ناظرین کے لیے واضح طور پر بیان کرنا ضرور منظور ہے کیونکہ آپ کو بھی اس تجدید کی آثار کے اظہار کا کمال شوق ہے اور میری غرض بھی یہی ہے کہ جو لوگ آپکی تجدید السنہ مشرقیہ کو تسلیم نہیں کرتے وہ بھی آپ کے اُس منصب کو جسکے آپ مستحق ہیں تسلیم کر لیویں اور جو لوگ تسلیم کر چکے ہیں اُنکو بھی آپ کی فضیلت ادبیہ معلوم ہو جاوے لہذا چند آثار آپ کی تجدید السنہ مشرقیہ کی نسبت یہاں پر مذکور ہوتے ہیں۔

الاول آپ نے متعدد جگہ وعدہ مستحکم کیا تھا کہ اڈیٹر شحنہ ہند جنوری ۱۹۰۲ء میں بھی قصیدہ بالمقابل لکھکر پیش کرے گا انشاء اللہ تعالے انتہی۔ دیکھو ضمیمہ یکم دسمبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۱۲ سطر ۲۳ وغیرہ کو اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ آپ نے اعجاز احمدی کے مقابل کوئی کتاب بشرائط مندرجہ تصنیف کی یا نہیں اگر بغیر شرائط مندرجہ تصنیف کی ہو تو کوئی جگہ مناسب حسب تجویز فریقین کے مقرر فرمائی جاوے تاکہ حضرت اقدس کی جماعت میں سے دو سہ علما جنکو علوم آلیہ اور فن ادب میں مہارت ہو اُس مقام پر حاضر ہو جاویں اور اس امر کا فیصلہ ہو کہ مضامین حقہ اور قصائد بلیغہ مندرجہ اعجاز احمدی آپ کی کتاب سے منقوض ہو گئے ہیں یا نہیں اگرچہ اب میعاد اسکی گذر چکی ہے کہ قریب دو ماہ کے منقضی ہو چکے مگر تاہم درصورت منقوض ہو جانے اعجاز احمدی کے بشرائط مندرجہ روپیہ موعودہ و مطلوبہ آپکو دیا جاویگا اور اگر آپ نے ابھی تک کوئی کتاب کذائی تصنیف نہیں فرمائی تو پھر وہی مثل آپکی کہی ہوئی آپ پر صادق آوے کہ (ڈہول دربنارہ و آواز دربھیش) پھر آپ کے ایسے مواعید عرقوب پر بھی کیا کوئی ذی انصاف آپکو مجدد السنہ شرقیہ تسلیم کر سکتا ہے کلّا وحاشا۔

الثانی ضمیمہ ۲۴ جنوری ۱۹۰۳ء میں صفحہ اول آپ ایک جملہ تحریر فرماتے ہیں جو غلط در غلط ہے مگر مطلب اُسکا یہ ہے کہ جب نسبت امروہہ کیطرف کیجاوے امروہوی کہنا غلط ہے بلکہ امروہی چاہیے خواہ مخواہ واو کا تداخل امروہی صاحب کے قصباتی ہونیکا پتا دیتا ہے انتہیٰ۔

ہاں حضرت یہ اعتراض بیجا آپکے مجدد السنہ شرقیہ کے آثار میں سے ایک عمدہ اثر ہے۔ اگر آپکو صرف نحو عربی سے مس نہیں تھا تو کچھ قواعد فارسی ہی یاد کر لیے ہوتے ادنی ادنی درجہ کے رسائل فارسیہ میں قاعدہ نسبت کا لکھا ہوا ہے چنانچہ غیاث اللغات میں لکھا ہے و چوں بکلمہ کہ آخر آن الف یا ہا و یای تحتانی باشد یای نسبت ملحق کنند ان الف و ہا و یا بواو بدل کنند چوں موسیٰ و موسوی و عیسیٰ و عیسوی و دنیا و دنیوی و سامانہ و سامانوی و گنجہ و گنجوی و دہلی و دہلوی آخر تک الحضرت اب فرمایئے کہ لفظ امروہہ کے آخر میں ہای ہوز موجود ہے یا نہیں اور درصورت نسبت کے امروہوی کہہ سکتے ہیں یا نہیں یہ اثر آپکی تجدید زبان فارسی کا ہوا۔

الثالث۔ قولہ اردو عربی فارسی ہیں کیسی ہی پایہ کا کلام ہو مگر یاد رکھو کہ وہ مجدد کی اصلاح کا محتاج ہوگا لیجیے۔ ۹

فجاؤا بذئب بعد جہد اذابہم
وتغنی ثناء اللہ منہ وتظہر

ذوب گداختن اور اذابہ گداز انیدن یعنی دوسرے سے گلوانا مگر جہد کی یہ صفت نہیں ہو سکتی کیونکہ یہ معنی ہوے کہ بڑے کوشش کے بعد جس نے انکو گلوادیا ایک بھیڑیا لائے اور دوسرے مصرعہ میں غنی یا تغنی کا صلہ آتا ہے نکہ من صلہ کی حروف جارہ تک کی تمیز نہیں انتہی **اقول** ای ناظرین یہ تحقیق ہے سنمنا صاحب کی لفظ ذوب اور گداختن کی نسبت ایسی استعداد سے بھی کیا سنمنا صاحب اعجاز احمدی کے الفاظ یا معانی سمجھ سکتے ہیں ہرگز نہیں **شعر**

خاہر چند دو وہ نیک بہ معنی نہ رسد
سعی کار سے نکند گر نبود استعداد

الحضرت کیا پندنامہ سعدی کو بھی بھلا دیا **شعر**

چو شمع از پے علم باید گداخت
کہ بیعلم نتوان خدا را شناخت

ظاہر ہے کہ شعر ہذا میں گداخت فعل لازمی ہے نہ متعدی۔ اور عربی مصدر ذوب و ذوبان بھی لازمی آتا ہے چنانچہ کتب لغات میں لکھا ہے **ذاب السمن وغیرہ یذوب ذوبا و ذوبانا ضد جمد** یعنی گھی یا اور کوئی شے جو مثل اُس کے سائل ہو بگل گیا اور یہ ذاب یذوب ضد ہے جمد یجمد کی اور جمد کے معنے کتب لغات میں یہ لکھے ہیں **جمد الماء وکل سائل یجمد جمدا وجمودا قام ویبس وضد ذاب** یعنی جم گیا پانی یا جو چیز رواں اور سائل ہو پس معلوم ہوا کہ ذوب فعل لازمی ثابت ہوا تو یہ امر ظاہر ہے کہ فعل لازمی باب افعال یا تفعیل میں لانے سے متعدی بیک مفعول ہو جاویگا جیسا کہ **ذہب و اذہب** کتب لغات میں ہی لکھا ہے **ذوب السمن تذویبا** **صیرہ ذائبا و اذاب السمن اذابۃ بمعنی ذوّب** یعنی گھی وغیرہ کو پگلا دیا کتاب لغت کا نام ہمنے اسوجہ سے نہیں لکھا کہ سنمنا صاحب مثل سابق کے فرما دیویں گے کہ لسان العرب وغیرہ کوئی لغت کی کتاب ہی نہیں ہے۔ الحاصل معترض صاحب نے منتخب اللغات وغیرہ کسی فارسی لغت عرب کی کتاب میں ذوبان کا ترجمہ گداختن دیکھ لیا ہوگا اور گداختن کو صرف مصدر متعدی سمجھ لیا اور پھر اس بناء فاسد علی الفاسد کے مرتکب ہوے کہ ترجمہ اذاب کا گلوانا کیا حالانکہ اذابۃ کا ترجمہ گلانا یا پگلانا ہے و بس اور پھر بمقتضای اپنی فضیلت تجدید السنہ کے ایک مصدر فارسی گدازانیدن بنا لیا مگر اذابہ کا ترجمہ سمجھ لیا **مصرعہ**

بہر عقل و دانش بباید گریست

ایہا الناظرین یہ تجدید السنہ مشرقیہ سنمنا صاحب کی۔ اور صلہ غنی یا تغنی کا فرض کیا کہ یہ ہے لیکن سنمنا صاحب کو یہ بھی خبر نہیں ہے کہ کتب علم اصول اور شروح لغات عرب میں لفظ من کو مرادف با کے لکھا ہوا ہے اور با کے محل پر من آجاتا ہے اگر شاہد منظور ہو تو قرآن مجید میں موجود ہے **ینظرون من طرف خفی** جیسے نظر بنظر یا بصر بصر کا صلہ با آتا ہے لیکن یہاں پر من موجود ہے دیکھو تفاسیر متعلق فن ادب کو

الرابع۔ قولہ۔ شعر

وقال استروا امری وانی ازودہم
اخاف علیہم ان یفرہوا و یبایروا

استار باب افعال سے نہیں آتا بلکہ استتار آتا ہے اور ستر بمعنی کسی امر یا بھید کے چھپانے کو نہیں کہتے بلکہ پردے اور پوشش اور پردہ میں چھپے جانے اور لباس کو کہتے ہیں امر یا راز کے چھپانے کو اخفا کہتے ہیں پس مصرعہ اولی یوں بنا لیجیے **مصرعہ**

وقال اخفوا امری وانی ازودہم

یا یوں کہو **مصرعہ وقال اخفوا سری وانی ازودہم** اور مصرعہ ثانیہ میں یدبروا غلط ہے اگر پشت دیے جانے یعنی بھاگنے کے معنے ہیں تو ادبار مصدر لازم نہیں بلکہ متعدی ہے اور اگر باب افعال سے متعدی ہے تو یہ معنی ہوے کہ پشت دیے جاویں جو

التاسع

بالکل مہمل ہے بھاگنے اور پیٹھ دے جانے کے لیے استدبار آتا ہے نہ کہ ادبار۔

اقول اس مقام میں چند آثار و علامات آپکی فضیلت علمیہ کے مجتمع ہوگئے ہیں جن سے آپ کی مجددیت السنہ مشرقیہ ناظرین کو مسلم ہو جاویگی لہذا یہ آثار نمبروار ہم لکھے دیتے ہیں۔

اول اللہ تعالے کے اسماء حسنی میں سے ایک اسم ستار بھی ہے جس کے معنی چھپا نیوالے کے ہیں خواہ کوئی امر ہو اس اسم میں کسقدر عمومیت ہے پس کہاں گئے آپ کے معنی پردہ یا پوشش اور لباس کے یا شاید آپکو اللہ تعالے کی صفت ستاری ہی سے انکار ہو جب ہی تو آپکی مجددیت السنہ مشرقیہ کی پردہ دری ہوتی چلی جاتی ہے

دوم جملہ اہل لغت نے ستر اور اخفا کو ایسا مترادف قرار دیا ہے کہ ایک کا دوسرے سے ترجمہ کر دیتے ہیں قطر المحیط میں لکھا ہے خفاہ

خفیہ سترہ وکتمہ ولم یظہرہ ایضا خفاہ یخفیہ خفیا وخفیا ای اظہرہ واستخرجہ وسترہ وکتمہ وھومن الاضداد ایضا وخفی خفیۃ وخفیۃ استتر وتواری ایضا واختفی زید اختفاء استتر وتواری واخفی الشئ ازال خفاءہ ای غطاءہ وغیرہ وغیرہ پس جبکہ ستر و اخفا ایسے مترادف الفاظ ہیں جو باہم ایک دوسرے کے ترجمہ میں آتے ہیں تو یہ ایراد آپ کا کسقدر جہالت سے ناشی ہوا ہے۔

سوم نمبر دوم میں ناظرین کو معلوم ہوگیا ہے کہ اخفا لغات اضداد میں سے ہے حتی کہ ثلاثی مجرد بھی اُسکا اضداد سے ہی ہے۔ پس ایسے لفظ کا استعمال جو لغات اضداد میں سے ہو محل تاکید معنی ستر میں لانا موہم خلاف مراد متکلم کا ہوا جاتا ہے جو خلاف بلاغت کے ہے لہذا استروا کی جگہ پر اخفوا کا استعمال محل تاکید معنی ستر میں متکلم بلیغ کے کلام میں کیونکر آسکتا ہے کہ ایہام خلاف مراد متکلم کا ہو جاوے گا۔

چہارم - معترض صاحب نے اخفو کو مہموز اللام سمجھا ہوا ہے حالانکہ اخفا ناقص یائی ہے کیونکہ اسکا لام کلمہ اُسکا جو آتا ہے صیغہ جمع مذکر حاضر میں حسب قاعدہ صرف محذوف ہوگیا ہے لہذا اخفوا بروزن افعوا باقی رہ گیا ہے نہ اخفئوا جو معترض صاحب سمجھے ہوئے ہیں اسجگہ پر ناظرین کو شحنہ صاحب کی لیاقت علمیہ جو عروض و قوافی میں حاصل ہے وہ بخوبی معلوم ہو گئی ہوگی اگر شحنہ صاحب اپنی اصلاح میں بجائے استروا کے اخفوا کو رکھکر وزن تقطیع تو کیجیے۔

پنجم - شحنہ صاحب کی مجددیت السنہ پر ایسا ادبار آگیا ہے کہ ید بر کو بھی غلط کہتے ہیں حالانکہ محاورہ عرب میں موجود ہے دَبَرَ فلان دبرا و دبورا ولی یعنی پیٹھ دکھا اور موُنہ پھیرا - یہ تو ہوا ثلاثی مجرد۔ اور باب افعال سے بھی ادبر اسی معنی میں آتا ہے کہتے ہیں ادبر عنہ ای ولی پس لفظ یدبر ثلاثی مجرد اور باب افعال دونوں سے ہو سکتا ہے اگر شاہد درکار ہو تو لیجیے **فلما راٰہا تھتز کانھا جان ولی مدبرا ولم یعقب** پس جبکہ دیکھا اُسکو کہ ہلتا ہے گویا کہ وہ سانپ ہے منہ پھیرا اُسنے در انحالیکہ پیٹھ دینے والا تھا اور پیچھے نہ پھرا ایضا **وضاقت علیکم الارض بما رحبت ثم ولیتم مدبرین** ایضا **وتاللہ لاکیدن اصنامکم بعد ان تولوا مدبرین** غرضکہ معنی ادبار کے پیٹھ دینے کے ہیں جو بمعنی بھاگ جانے کے آتا ہے فارسی میں بھی بھاگنے کے لیے لفظ پشت کا باطلاق متعدد مستعمل ہوا ہے۔ **شعر**

آن نہ من باشم کہ روز جنگ بینی پشت من
آن منم کاندر میان خاک و خون بینی سرے

اے ناظرین آپ سے انصاف طلب ہے کہ جس شخص کو سنتِ حیثیت سے ایسے فضائل علمیہ نے احاطہ کر لیا ہو کیا ایسا شخص بھی السنہ مشرقیہ کی ہمہ دانی کا دعوی کر سکتا ہے بینوا توجروا۔

العاشر قولہ شعر

مرقا برج بہتان تشاد و تعمر
فقالوا لحاک اللہ کیف تزور

برج بہتان ماشاء اللہ خوب زبان نکلتی گئی ہے زبان عرب میں برج بہتان کس نے باندھا اور تعمیر کیا ہے شاید مرزا جی اسے اپنا برج منارہ سمجھے ہیں کسی شاعر عرب کی سند پیش کیجیے انتہی۔

اقول ایہا الناظرون از برائے خدا و رسول بعد ملاحظہ اس اعتراض کے بیان فرمایئے کہ آیا معترض کو علم معانی و بیان سے کچھ مس ہے یا نہیں ہے بینوا توجروا صریح ظاہر ہے کہ معترض کو استعارہ کے معنی کی خبر ہی نہیں ہے پھر ہمارا مخاطب صحیح کیونکر ہو سکتا ہے اس قسم کے استعارات تو قطع نظر زبان عربی کے فارسی میں بھی بکثرت مستعمل ہیں اور جسقدر ایسے استعارات متکلم کے کلام میں آچکا ہو ہاں مجھکو یاد آگیا کہ ایسے استعارات میں یہ شرط لگانا آپ کی تجدید السنہ کے آثار میں سے ایک عمدہ علامت اور نشان ہے - ع اینکار از تو آید و مرداں چنیں کنند ہاں ہمنے تو مطول وغیرہ میں یہی پڑھا تھا کہ استعارہ کے لیے علاقہ تشبیہ کا ہونا البتہ ضرور ہے نہ یہ کہ اُس استعارہ خاصہ کو کسی شاعر نے پہلے بھی باندھا ہو اگر آپنے مطول کو نہیں پڑھا ہے تو رسائل فارسی ہی دیکھ لیے ہوتے کیونکہ اُنمیں بھی استعارات کا بیان لکھا ہوا ہے۔ سر ہوش قدم فکر گل رخسار بادام چشم پنجہ مرگ زمام حکم وغیرہ وغیرہ کسقدر مستعمل ہیں جنکا شمار ان چند سطور میں باہر ہو سکتا ہے پھر بٹے گھگھر طوطہ کو ہم کہاں تک پڑھا دیں دیکھو قرآن مجید نے ایک کافر کی ناک کو خرطوم فرمایا ہے دوزخ کے شرارونکو قصر ارشاد کر دیا ہے اور پھر بھی کانہ جمالۃ صفر بھی فرمایا گیا ہے گو حرف تشبیہ کا وہاں پر موجود ہے مگر علاقہ تو تشبیہ ہی کا ہے جو استعارہ میں ہوتا ہے کما قال اللہ تعالے **انہا ترمی بشرر کالقصر کانہ جمالۃ صفر** یعنی تحقیق وہ دوزخ پھینکتی ہے شرارے مانند برج اور قلعہ کے گویا وہ شرارے اونٹ ہیں زرد۔ اے ناظرین شعر مذکور میں فصاحت اور بلاغت کوٹ کوٹ کر بھری گئی ہے کیا ہی فصیح اور بلیغ ہے کوئی ادیب عرب اور عجم کا کذب اور بہتان مخالف کا بیان کسی شعر میں کر کر بایں فصاحت و بلاغت مقابلہ تو کر کر دکھلاوے ہم ایک شمہ اُسکی بلاغت کا یہاں پر بیان کرتے ہیں واضح ہو کہ ثناء اللہ اور محالفین ملتہ کے بہتان در بہتان اور کذب کو حضرۃ اقدس نے ایک عمارت اور مکان عالی شان کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور علاقہ تشبیہ یہ ہے کہ جسطرح عمارت اور مکان عالی شان واسطے حفاظت کے ایک جائے پناہ ہوتا ہے اسیطرح ثناء اللہ اور محالفین ملتہ نے اپنے کذب اور بہتان کو اپنا ماوی اور ملجا قرار دے لیا ہے اب اہل علم معانی اور بیان خوب جانتے ہیں کہ یہاں پر مشبہ یعنی مکان عالی شان کلام میں مذکور نہیں ہے اور مشبہ یعنی بہتان مذکور ہے تو یہ استعارہ بالکنایہ ہوا اور لوازم یا مناسبات مشبہ بہ کے جو برج اور لفظ تشاد اور تعمر ہے لائے گئے ہیں تو یہ استعارہ تخییلیہ کیونکہ مکان عالی شان کے لیے برج کا ہونا اور اُسکا مضبوطی اور استحکام کے ساتھ تعمیر کیا جانا اسکی لوازمات یا مناسبات سے ہے اور اثبات لوازم مشبہ بہ کا مشبہ کے لیے اسکا نام استعارہ تخییلیہ ہے اور چونکہ استعارہ مرشحہ میں مقارن اور مناسبات مستعار منہ کا مذکور ہوتا ہے جو یہاں پر ذکر کیا گیا ہے لہذا یہ استعارہ مرشحہ ہے اور اہل معانی و بیان کے نزدیک یہ مسئلہ مسلم ہے کہ استعارہ بالترشیح سے استعارہ مطلقہ اور

وبرکاتہ ۔ در صورتیکہ میں بھاگلپور گیا ہوا تھا اسوجہ سے آپکے کارڈ کے جواب میں دیر ہوئی معاف فرمائیے گا آکر مجھکو آپکے دو کارڈ ملے ۔ اب جواب حسب ذیل ہے ۔ مجھکو تعجب ہے کہ آپ صرف طوالت کے خوف سے تحریری گفتگو کرنا کیوں نہیں چاہتے ہیں ۔ اسمیں کیا کلام ہے کہ زبانی گفتگو سے تحریر بہر حالت میں عمدہ ہے ۔ تحریر میں ہر شخصکو اپنے خیالات کو ظاہر کرنیکا زیادہ موقعہ ہے اور زبانی گفتگو میں ایسا ہوتا ہے کہ اکثر خیالات ظاہر کرنے سے قاصر رہجاتا ہے ۔ اور تحریر میں پوری آزادی ہے اور وقت بھی سوچنے سمجھنے کا زیادہ ملتا ہے ۔ اور بعض آدمی فطرتًا ایسا ہوتا ہے کہ جو زبانی گفتگو کچھہ نہیں کرسکتا اور ہکا بکا رہجاتا ہے ۔ چنانچہ میں بھی ایسا ہی ہوں ۔ تو جب میں اپنے خیالات کو زبانی گفتگو میں ظاہر ہی نہیں کرسکونگا تو آپ میری تسلی کیا کرینگے اس لیے اُمیدوار ہوں کہ آپ میرے اس خط کا جواب تحریر فرماکر عنایت فرمائیے تاکہ میں اُسمیں غور کرسکوں اور اپنی تسلی ہوجانے کی کوشش کروں اور پھر اُسکے بعد جو کچھہ میرے دلمیں خیال پیدا ہو اُسکو آپ پر ظاہر کروں ۔ اور تحریری جواب کا زیادہ تر اس لیے خواہشمند ہوں کہ میرا ارادہ ہے کہ اپنے سوالات اور آپکے جوابات کو شائع کروں اور دوسروں کو بھی فائدہ پہونچاؤں ۔ یہ بات بھی زبانی گفتگو میں حاصل نہیں ہوسکتی ۔ اور آپکا صرف طوالت کے خوف سے تحریری جواب نہ دینا شبہ دلا سکتا ہے کہ کچھہ ایسی بات ہے جسکی آپ اشاعت نہیں چاہتے ۔ مگر حق بات کی اشاعت سے ڈرنا کیسا ؟ اس لیے اُمیدوار ہوں کہ آپ ضرور میرے سابق خط کا جواب تحریر فرماویں اور اگر طوالت سے ڈرتے ہوں تو مختصر ہی جواب دیجیے مگر جواب دیجیے ضرور اور سب باتوں کا دیجیے ۔ میں پھر کہتا ہوں کہ آپ اس بات کو ضرور مانیں گے کہ تحریری گفتگو میں زیادہ سوچنے سمجھنے کا اور اپنے خیالات کے اظہار کرنیکا اور غور و فکر کرنیکا موقعہ ہے ۔ ان باتوں کے موجود رہتے ہوئے صرف طوالت کے خوف سے تحریری جواب نہ دینا افسوس کی بات ہے ۔ اور میرے صراط مستقیم سے بھٹکنے کے بارہ میں جو آپ تحریر فرماتے ہیں اس کے بارہ میں بھی گفتگو ہو رہیگی سر دست ندوہ کے بارہ میں تسلی کیجیے اور تحریر سے کیجیے تاکہ مجھکو غور و فکر کرنیکا زیادہ موقعہ ملے اور ان تحریروں کو شائع کرسکوں زیادہ کیا لکھوں ۔

عاجز ارادت عین احمدی ۔ موضع امدین
ڈاکخانہ کجرہ ضلع مونگیر
(باقی دارد)

تعطیل جمعہ کے میموریل پر پیسہ اخبار

اور

اُسکی غلط فہمی و غلط بیانی کا اظہار

رہا ٹیڑھا مثالِ نیشِ کژدم
کبھی کج فہم کو سیدھا نہ پایا

ہمارے ہمعصر پیسہ اخبار جب سلسلہ عالیہ احمدیہ پر ریمارک کرتا ہے تو اسکی کھوپری کو جو کچھہ سوجھتا ہے ہمیشہ بیہودہ اور غیر معقول ہی ہوتا ہے جس سے وہ غلط فہمی اور غلط بیانی دونوں قصوروں کا مرتکب ہو جاتا ہے ۔ اسکا تازہ ثبوت اسکا وہ ریمارک ہے جو اس نے ۷ فروری ۱۹۰۳ء کی اشاعت میں تعطیل جمعہ کے میموریل کے متعلق لکھا ہے ۔

پیسہ اخبار کے ایڈیٹر کا مسلمان کہلانیکی حیثیت سے یہ فرض تھا کہ وہ تعطیل جمعہ کے میموریل کی پرزور الفاظ میں تائید کرتا اور کل مسلمانوں کو اسکی تحریک کرتا مگر برخلاف اس کے اسنے قریبًا ڈیڑھ کالم کے مضمون میں بجز ایک خفیف سے فقرہ کے ایک لفظ بھی تائید میں نہ لکھکر غلط فہمی اور غلط بیانی سے کام لیا ہے ۔

اگرچہ پیسہ اخبار کی غلط فہمیوں اور غلط بیانیوں پر ہم متعدد مرتبہ آرٹیکل لکھہ چکے ہیں جنکا کبھی کوئی جواب اس نے نہیں دیا ۔ اور نہ دیسکے گا ۔ مگر ایک عربی ضرب المثل کا مصداق ہو کر اذا لم تستحی فاصنع ما شئت وہ پھر قلم اُٹھانے پر آمادہ ہوجاتا ہے ۔

تعطیل جمعہ کا سوال ایک ایسا سوال ہے جو ایک مسلمان کی روح میں اس کے لیے اضطراب پیدا ہوجاتا ہے ۔ اور ایک نام نہاد مسلمان کو خواہ وہ حضرت حجۃ اللہ علی الارض مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کا کیسا ہی تلخ ترین دشمن بھی ہو اسمیں آپ کا ہمصفیر ہونا پڑتا ہے ۔ چنانچہ پہلی مرتبہ چند سال پیشتر جب حضرت مسیح موعود نے اس سوال کو اُٹھایا تو مولوی محمد حسین صاحب نے (باوجودیکہ وہ خطرناک دشمن اس سلسلہ کے تھے اور ہونگے) اس ضرورت کی معقولیت کو تسلیم کیا اور خود اس خدمت کے سرانجام دینے کا بیڑا اُٹھانا چاہا ۔ اور حضرت حجۃ اللہ نے بڑی فراخدلی کے ساتھہ کل کارروائی کرنے کے لیے اُنکو اجازت اور اختیار دیدیا ۔ مگر جو آپکی سچائی اور صداقت کی ایک زبردست دلیل ہے مگر نہیں معلوم مولوی محمد حسین صاحبکو کیا اسباب پیش آئے کہ وہ اس خدمت کو سرانجام نہ دے سکے آخر پھر اس مبارک تقریب پر اس حافظ الاسلام نے اس تحریک کو پیش کرنا ضروری سمجھا جسکی تائید کرنے سے ایڈیٹر صاحب رہے اپنی کج فہمی کی بنا پر غیر متعلق اور خلاف واقعہ امور بیان کرنے شروع کردیے ۔

گورنمنٹ اور پبلک بجائے خود صحیح نتیجہ پر پہونچ جاتی اگر پیسہ اخبار **اصل میموریل** کو شائع کردیتا ۔ اور اب بھی اسکا فرض ہونا چاہیے کہ اصل میموریل کو شائع کرے ۔ اس میموریل کے معاملہ میں ہم پیسہ اخبار کے ایڈیٹر پر مولوی محمد حسین صاحبکو ترجیح دیتے ہیں کہ اس نے باوجود ہمارے سلسلہ کا سخت دشمن کہلانے کے پہلی مرتبہ تعطیل جمعہ پر ضروری کارروائی کرنے کا اہتمام لینا چاہا تھا اور اب بھی ہمکو اسکی اور تمام مسلمانوں کی **اسلامی غیرت** سے اُمید ہوتی ہے کہ وہ بھی تائید کرینگے مگر پیسہ اخبار کو یہ توفیق نہ ملی کہ وہ **اسلام کی خدمت** میں حصہ لیتا ۔ بہر حال ہم عام لوگوں کی غلط فہمی کو رفع کرنے کے لیے ان غلط فہمیوں اور غلط بیانیوں کو ظاہر کرتے ہیں جو پیسہ اخبار نے اس میموریل کے متعلق لکھائی اور کی ہیں ۔

پہلی غلط فہمی اور غلط بیانی ۔ پیسہ اخبار کا ایڈیٹر اس میموریل کو پڑھکر اس نتیجہ پر پہونچا ہے کہ ہم نے اتوار کے بجائے جمعہ کی تعطیل کی خواہش کی ہے چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ مطلب اس میموریل کا یہ ہے کہ ہندوستان میں بجائے **اتوار کے دن سرکاری دفاتر اور کچہریوں میں جمعہ کی تعطیل ہوا کرے** ۔

تعجب ہے پیسہ اخبار کے ایڈیٹر صاحب نے اس میموریل کے کس مقام سے یہ نکالا ہے کہ اتوار کے بجائے جمعہ کی تعطیل ہوا کرے ۔ غالبًا اتوار کے ساتھہ ایڈیٹر صاحبکو کچھہ خاص دلچسپی ہوگی جو اس قدر مخالفت کا زہر آپ نے اُگلا ہے اور صرف اپنے خیال سے یہ سمجھا ہے کہ اتوار کی تعطیل بند کراکر جمعہ کی تعطیل کی خواہش ہے ایڈیٹر صاحبکو غصہ آگیا اور یاد نہ رہا کہ میں کیا لکھتا ہوں ۔

ہم اُمید نہیں کرتے کہ ایڈیٹر صاحب اپنی اس غلط فہمی کو پڑھکر شرمندہ ہوں ۔ اور اسکی اصلاح کیلیے آمادہ اگر انھوں نے یہ مان لیا کہ واقعی میں نے اس

میموریل کا مضمون سمجھنے میں غلطی کھائی ہے تو ہم سمجھ لیں گے کہ وہ قبول حق کے لیے اپنے اندر استعداد رکھتے ہیں۔

اس میموریل میں اتوار کے بجائے جمعہ کی تعطیل نہیں چاہی گئی بلکہ جمعہ کی الگ تعطیل مانگی گئی ہے اور اس کے لیے وجوہات پیش کیے ہیں۔

اوّل جمعہ مسلمانوں کا ایک عظیم الشان تہوار ہے اور قرآن شریف نے خاصکر کے اسکو تعطیل کا دن ٹھیرایا ہے جس کے لیے قرآن شریف ایک الگ سورۃ ہے۔

دوم۔ اتوار ہندوؤں اور عیسائیوں کی مذہبی رسم کے ادا کرنے کا مشترک دن ہے مگر مسلمان اپنے سبت کے مذہبی فرائض ادا کرنے سے محروم ہیں۔

سوم۔ تیرہ سو برس سے اس دن کی تعطیل ہوتی آئی ہے اور ہندوستان میں بھی قریباً آٹھ سو سال سے یہ تعطیل ہوتی رہی ہے۔ یہانتک بعض ہندو ریاستوں مثل پٹیالہ وغیرہ میں بھی ابتک ہوتی رہی ہے۔ اور بھی وجوہات پیش کیے ہیں جن کا ذکر اسوقت ہمارا مقصد نہیں۔ بلکہ ہمکو صرف یہ دکھانا ہے کہ پیسہ اخبار نے اس امر کے بیان کرنے میں یا تو غلطی کھائی ہے یا عمداً ایسا کیا ہے کہ بجائے **اتوار کے جمعہ کی تعطیل چاہی ہے** اور اس کے بیان کرنے سے اسکا مطلب اور منشا یہ ہے کہ تا گورنمنٹ کو جو عیسائی ہے اور عیسائی پادریوں کو ہمارے خلاف جوش دلائے کہ ہم گویا **اتوار کے** (جو انکا مذہبی دن تہوار ہے) تعطیل کے بند کرانے کی کوشش کرتے ہیں یا اُسکی بیحرمتی کرتے ہیں۔

پیسہ اخبار کا ایسی کوشش کرنا اُسی کے الفاظ میں اس سے زیادہ **بدنیتی اور بددیانتی کیا ہو سکتی ہے**۔ جبتک پیسہ اخبار اپنی اس غلط بیانی کا اعتراف کر کے اسکی تردید نہ کرے اسکی یہ تحریر اپنے اس نتیجہ کو ساتھ رکھتی ہے۔

دوسری غلط بیانی

پیسہ اخبار اپنے مبہم اور مشکوک تحریر میں ظاہر کرنا چاہتا ہے کہ حضرت اقدس مسیح موعود کے سلسلہ میں ایک لاکھ آدمی نہیں ہیں چنانچہ ایک جگہ نہ صراحت سے یہی لکھدیا ہے کہ اگر ایک لاکھ کی جمعیت صحیح ہوتی تو وہ ضرور سب مریدوں کے دستخط کرا کر بھیجتے۔"

اور ایک جگہ لکھا ہے کہ مرزا صاحب نے لارڈ کرزن بہادر کو اس امر کا یقین دلانیکی کوشش کی ہے کہ میں ایک جماعت کا امام ہوں جو لاکھ آدمیوں سے زیادہ کی ہے۔"

ان فقرات سے پیسہ اخبار یہ ظاہر کرنا چاہتا ہے کہ **فرقہ احمدیہ** ایک قلیل التعداد آدمیوں کی جماعت ہے اور یہ بھی اسکا منشا ہے کہ لارڈ کرزن بہادر کو کوئی علم ذاتی اس جماعت کے متعلق نہیں ہے بجالیکہ وہ جانتا ہے کہ اس سے زیادہ بدنیتی اور بددیانتی کیا ہو سکتی ہے کہ ایک لاکھ سے زیادہ کی واقعی جماعت کو کم ظاہر کرنے کی کوشش کی جاوے۔

حضرت اقدس نے جیسا کہ میموریل میں ظاہر کیا ہے آپ کے متبعین اور مریدین کی تعداد واقعی ایک لاکھ سے زیادہ اور دو لاکھ کے قریب ہے اگر پیسہ اخبار کو شک ہے تو وہ گورنمنٹ سے درخواست کرے کہ وہ اس فرقہ کی پھر **مردم شماری کرلے**۔ اور پیسہ اخبار کا ایڈیٹر بھی ساتھ ہو۔ اگر پیسہ اخبار نے یہ غلطی اور دھوکا پنجاب کی مردم شماری کی رپورٹ سے کھایا ہے تو اسکو معلوم ہو جاوے گا کہ مردم شماری کے ذمہ وار آفیسر کو اس فرقہ کے متعلق کیسی غلطی لگی ہے۔ ہم عنقریب اس غلطی کی اصلاح کے متعلق ایک سلسلہ مضامین لکھنے کی فکر کر رہے ہیں۔

بہرحال اس تعداد کے معلوم کرنے کا ایک اور بھی آسان طریق ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر پیسہ اخبار کے لیے ممکن ہو تو وہ اُن فہرستوں کو معائنہ کرے جو ہر ہفتہ قادیان سے مرتب ہو کر ڈپٹی انسپکٹر بٹالہ کے پاس بھیجی جاتی ہیں۔

اس کے علاوہ ایک اور ذریعہ بھی ہے الحکم کی گذشتہ اشاعت میں صوبہ **بمبئی** کی مردم شماری کی رپورٹ میں سے دکھایا ہے کہ وہاں ۱۰۸۷ اس فرقہ کی تعداد ہے جہاں حضرت اقدس کی دعوۃ بہت ہی کم پہونچی ہے اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ پنجاب میں یہ تعداد کتنی گنا زیادہ ہونی چاہیے۔

غرض ایک لاکھ سے زیادہ مریدوں کی تعداد کا ہونا کوئی ایسا امر نہیں ہے جو گورنمنٹ یا پبلک کی نظر سے پوشیدہ ہو۔ ہاں ایسی نظر سے پوشیدہ رہ سکتا ہے جو حق بین نہ ہو۔ یہ دوسری غلط بیانی ہے جو پیسہ اخبار نے کی ہے۔

تیسری غلط بیانی

میموریل کی اصل غرض پیسہ اخبار کے نزدیک صرف اپنی جماعت کی جمعیت کو ایک لاکھ ظاہر کرنا ہے جس سے بڑھ کر پیسہ اخبار ہی کے الفاظ میں کوئی بددیانتی اور بدنیتی نہیں ہو سکتی۔ خود پیسہ اخبار اپنے اس نوٹ میں تسلیم کر چکا ہے کہ مطلب اس میموریل کا یہ ہے کہ **سرکاری دفاتر اور کچہریوں میں جمعہ کی تعطیل ہوا کرے**۔ تعجب کا مقام ہے کہ ایک جگہ خود وہ گیر ایڈیٹر میموریل کا مطلب اور غرض تعطیل جمعہ بتاتا ہے اور دوسری جگہ ایک لاکھ مریدوں کی تعداد کا اظہار بیچ ہے حافظہ نباشد۔

چوتھی غلط بیانی

پیسہ اخبار لکھتا ہے کہ میموریل میں ایسی بیجا خوشامد اور ویسرائے بہادر کو خوش کرنے کی کوشش کی گئی ہے جیسی ایک عام آدمی کرتا ہے۔ "ایسا مسیح اور نبی والی ایک بھی بات نہیں"

یہ فقرے پیسہ اخبار کے ایڈیٹر کے قابلیت کی داد دینے کے قابل ہیں۔ باقی یہ امر واقعی ہے کہ پیسہ اخبار امر **واقعی** اور **خوشامد** کے درمیان فرق نہیں کر سکتا اور یا یہ ہے کہ لارڈ کرزن بہادر کے جن گرانقدر احسانات کا تذکرہ کیا گیا ہے پیسہ اخبار کے نزدیک انکی کوئی حقیقت نہیں ہے اور اگر یہی بات ہے کہ لارڈ کرزن بہادر کے ان احسانات کے ذکر کرنے کا نام خوشامد ہے تو اس سے بڑھ کر بدنیتی اور بددیانتی کیا ہو گی۔ کیا یہ سچ نہیں کہ لارڈ کرزن بہادر نے قلعہ لاہور کی مسجد مسلمانوں کے لیے واگذار کی؟ کیا یہ سچ نہیں کہ ریلوے والی مسجد مسلمانوں کے لیے واگذار کی؟ کیا یہ سچ نہیں کہ لاہور کی شاہی مسجد کے لیے قیمتی لالٹین وایسرائے بہادر نے عطا کیا؟ وزیر خاں کی مسجد میں ایک ممبر عطا کیا؟ اگر یہ صحیح ہے تو کیا ان امور کے ذکر کو خوشامد کہنا پیسہ اخبار کے نزدیک **بددیانتی اور بدنیتی نہیں ہے**؟ لارڈ کرزن کی گورنمنٹ کیا اپنی اعلیٰ درجہ کی خوبیوں اور احسانوں کی وجہ سے اس قابل نہیں کہ اسکا شکریہ ادا کیا جاوے؟ اگر پیسہ اخبار کے نزدیک یہ خوشامد ہے تو پھر معلوم نہیں **امر واقعی** کا اظہار کیا حیثیت رکھتا ہے۔

اپنی اس غلط بیانی کے ضمن میں ایکبات پیسہ اخبار نے عجیب کہی ہے جو کبھی معمولی نگاہ سے نہیں دیکھی جانی چاہیے۔ اور وہ یہ ہے کہ خوشامد سے وایسرائے کو خوش کرنیکی کوشش کی گئی ہے جس میں مسیح اور نبی والی ایکبات بھی نہیں [illegible] سے عوض کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ **وایسرائے خوشامد پسند ہے** اور خوشامد پسند انسان مراتب انصاف کو جبتک نگاہ رکھ سکتا ہے ظاہر ہے۔ اس قسم کا فقرہ ہماری رائے میں نہایت ہی **نفرت** سے دیکھے جانیکے قابل ہے جو یہ گویا وایسرائے بہادر کا لائبل ہے بلکہ گورنمنٹ کا لائبل ہے۔ اور دوسرے لوگوں کو اس بات سے روکنا ہے کہ اپنی گورنمنٹ کے مراحم خسروانہ کا اظہار بطور تشکر و امتنان نہ کر سکیں۔ اور نہ صرف یہی بلکہ ایک مسلمان کے مُنہ سے (جو من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ کی تعلیم کا پابند ہو۔ اور جسے ہل جزاء الاحسان الا الاحسان کی ہدایت کی گئی ہو)

وہ ایک محسن کے احسان کے اظہار کا نام خوشامد رکھنے

شرم! شرم!! شرم!!!

اس جملہ میں نبیوں اور مسیح کی بھی ہجو مستی گئی ہے کیونکہ اظہار امتنان پیسہ اخبار کے نزدیک مسیح اور نبی کی شان سے بعید ہے؟ کیا نبی اپنے بادشاہ وقت کے فرمانبردار نہیں ہوتے؟ کیا **مسیح** ناصری باغی تھا؟ کیا اُس نے نہیں کہا تھا کہ جو خدا کا ہے خدا کو دو اور جو قیصر کا ہے قیصر کو دو۔ کیا اُس نے اپنی مسیحیت کی وجہ سے اپنی الگ حکومت قائم کی تھی؟

کیا پیسہ اخبار کسی نبی کی تاریخ میں ایسا دکھا سکتا ہے کہ وہ اپنے بادشاہ کے وفادار رعایا نہیں ہوتے؟ یا یہ امر منافی نبوۃ سمجھتا ہے؟ پیسہ اخبار کی یہ نرالی منطق اس کے لیے بہت کچھ شرم دلانے کا موجب ثابت ہوگی مگر اس سے ایک کام کی بات کا پتہ لگتا ہے جو پیسہ اخبار اور اُس کے ہمخیال لوگوں کے عقیدہ کو ظاہر کیے دیتا ہے اور وہ یہ ہے کہ ان کا خیالی اور فرضی **مسیح جب آئیگا وہ گورنمنٹ کی وفادار رعایا کیطرح اُس کے احسانات کا شکر گذار نہ ہوگا**۔ کیونکہ اس شکر گذاری کے اظہار ہی کو پیسہ اخبار خوشامد قرار دیتا ہے کہ **مسیح اور نبی والی بات نہیں ہے** کیا اس کے یہ معنی نہیں کہ انکا **خیالی مسیح ایسا وفادار نہ ہوگا**؟ اب گورنمنٹ کے لیے عجیب موقع پیسہ اخبار نے دیدیا ہے کہ وہ اس سوال کو حل کرلے اگرچہ ہم جانتے ہیں کہ ایک عرصہ سے اس سوال کو حل کرچکی ہے۔

پیسہ اخبار یاد رکھے کہ اس سے بڑھ کر بدنیتی اور بددیانتی کیا ہوسکتی ہے کہ یہ عقیدہ رکھا جاوے کہ کوئی **نبی یا مسیح** گورنمنٹ وقت کے احسانات کا شکر گذار نہیں ہوسکتا۔

پانچویں غلط بیانی

پیسہ اخبار لکھتا ہے کہ "مرزا صاحب کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ حاکم وقت کو دھوکا دیں اور اپنے سوا تمام مسلمانوں کو سرکار کا دشمن ٹھہرائیں"۔ اس فقرہ کا پہلا جواب تو یہی ہوسکتا ہے **لعنۃ اللہ علی الکاذبین**۔ حاکم وقت کو دھوکا دینا ہمارے نزدیک سب سے بڑھ کر غداری اور بے ایمانی ہے اور اس سے بڑھ کر کوئی بددیانتی اور بدنیتی نہیں ہوسکتی۔ مگر ہمکو اندیشہ ہوتا ہے کہ پیسہ اخبار خود اپنی قائم کردہ اصطلاح کے نیچے نہ آجاوے۔ حضرت مرزا صاحب نے کبھی مسلمان کو سرکار کا دشمن نہیں ٹھہرایا۔ ہاں یہ ہمیشہ کہا ہے کہ خونی مہدی اور خونی مسیح کا عقیدہ صحیح نہیں ہے اگر اسکا نام دھوکا ہے تو پیسہ اخبار یاد رکھے ہم اس اعلان سے نہیں رک سکتے

گورنمنٹ خود اسکو سمجھ سکتی ہے۔ اور سمجھ چکی ہے۔

بمبئی کی مردم شماری کی رپورٹ میں اس امر کو تسلیم کرلیا گیا ہے کہ اس فرقہ کی خاص علامت یہ ہے کہ **وہ نہ جہاد کو موجودہ حالت میں ہی رد کرتا ہے بلکہ آیندہ بھی کسیوقت اسکا منتظر نہیں۔ مذہب کے پھیلانے کی خاطر خون بہانے کو یہ فرقہ قطعاً ممنوع سمجھتا ہے۔**

اب پیسہ اخبار بتائے کہ کیا وہ اس کا نام دھوکا رکھتا ہے؟ کیا یہ سچ نہیں ہے کہ ہم لوگ جیسے اسوقت جہاد کو حرام سمجھتے ہیں آیندہ بھی کسیوقت اُس کے منتظر نہیں۔ برخلاف اس کے بعض دوسرے مسلمان جو خونی مہدی اور خونی مسیح کے وقت جہاد کرنے کا اعتقاد رکھتے ہیں کیا پیسہ اخبار ثابت کرسکتا ہے کہ ایسا اعتقاد نہیں؟ بلکہ خود پیسہ اخبار کے الفاظ جنکو ہم یہاں لاتے ہیں اسپر صاف دلالت کرتے ہیں کہ وہ آیندہ کسی وقت جہاد کے قائل ضرور ہیں چنانچہ پیسہ اخبار لکھتا ہے۔

"ہرگز مسلمانان ہندوستان ایسے احمق نہیں ہیں جو ایسی پرامن حکومت میں جان پر اُدھار کھائے بیٹھے ہوں اسلام کی تعلیم کا منشا ہرگز حالت امن اور سلامتی میں جہاد کرنا نہیں ہے۔"

ان فقرات کو پڑھ کر ہر ایک دانشمند اس نتیجہ پر ضرور پہونچ جاتا ہے کہ پیسہ اخبار کے نزدیک اسوقت جہاد کرنا نہیں نہ یہ کہ آیندہ بھی کسی وقت نہ کیا جاوے یعنی خونی مہدی اور خونی مسیح کے وقت۔

سلسلہ عالیہ **احمدیہ** اور دوسرے ان مسلمانوں کے درمیان جو خونی مہدی یا خونی مسیح کے منتظر ہیں **یہی مابہ الامتیاز ہے**۔ اور اسکو پیسہ اخبار کہتا ہے کہ حاکم وقت کو دھوکا دینا ہے حالانکہ دھوکا دینا یہ ہے کہ اسوقت کہتے ہیں جہاد نہیں اور دل میں عقیدہ رکھتے ہیں کہ **مہدی اور مسیح کے وقت جہاد کیا جاوے**۔ ہم پیسہ اخبار ہی سے پوچھتے ہیں کیا اس سے بڑھ کر بھی بدنیتی اور بددیانتی ہوسکتی ہے؟

چھٹی غلط بیانی

پیسہ اخبار کہتا ہے کہ جہاد کے اس پہلو پر سر سید احمد خان اور مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب مرزا صاحب سے پہلے ہی لکھ چکے ہیں اور مرزا صاحب انکی تقلید کررہے ہیں۔ ہمنے اس غلط بیانی پر مفصل ریمارک الحکم نمبر ۴ جلد ۶ مورخہ ۳۱ جنوری سنہ ۱۹۰۲ء میں شائع کیا ہے جسکا انگریزی ترجمہ بھی شائع کیا گیا ہے اور پیسہ اخبار اسکا کوئی جواب نہیں دیگا اور نہ دے سکے گا۔ اسمیں ہم نے واضح طور پر دکھا دیا ہے کہ سب سے پہلا محرک اور پھر عملی طور پر جہاد کی ممانعت اور حرمت کا نقش بٹھانے والا کون شخص ہے۔ اور یہ مخفی بات نہیں۔ ہم اسپر اور بھی تفصیل سے لکھیں گے جب جہاد کے قطعی استیصال کی تجویز والا مضمون شائع کرینگے

بہرحال اس غلط بیانی میں کم از کم اتنا پیسہ اخبار کو مان لینا پڑا ہے کہ حضرت اقدس برابر جہاد کی مخالفت کے متعلق کام کررہے ہیں۔

ساتویں غلط بیانی

پیسہ اخبار کہتا ہے کہ "مرزا صاحب کے مریدوں کی کوشش شب و روز یہ نہیں ہے کہ مسلمانوں کے خیالات سے جہاد کی بیہودہ رسم کو اُٹھائیں اور نہ مرزا صاحب کی **سب تالیفات کا مقصد جہاد کی رسم کو اُٹھانا ہے** انکی غرض اور مقصد پیری مریدی کی علیحدہ گدی قائم کرنے کے اور کچھ نہیں۔"

اسمیں پیسہ اخبار کے ایڈیٹر کو یہ تسلیم کرلینا پڑا ہے کہ کم از کم اگر مرزا صاحب کی ساری تالیفات کا مقصد جہاد کی رسم کو اُٹھانا نہیں ہے تو اکثر کا ضرور ہے کیونکہ اس فقرہ (نہ مرزا صاحب کی سب تالیفات کا مقصد جہاد کی رسم اُٹھانا ہے) میں **سب** کا لفظ دلالت کرتا ہے کہ سب میں نہیں اکثر میں ہے لیکن ہم پیسہ اخبار کو یقین دلاتے ہیں کہ سب میں ہے اور یقیناً ۶۰ کے قریب ایسی کتابیں شائع شدہ ہیں ان کتابوں کی کسیقدر فہرست ہمنے اس مضمون میں جسکا حوالہ اوپر دیا ہے پیسہ اخبار انکار کرے تو نام بنام شمار کرادینگے انشاءاللہ۔

یہ کہنا کہ مرزا صاحب کے مریدوں کی شب و روز یہ کوشش نہیں ہے یہ پیسہ اخبار کی دانشمندی کا نتیجہ ہے پیسہ اخبار کی رائے میں اگر ہم لوگ اپنی جماعت کے بڑھانے اور اپنے عقائد اور اصول کی تبلیغ میں شب و روز کوشاں ہیں تو دوسرے الفاظ میں اس کے یہی معنی ہیں کہ ہم **جہاد** بیہودہ خیالات کو دور کررہے ہیں کیونکہ حضرت مسیح موعود کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے ہی خیالی **خونی مہدی اور خونی مسیح** کے اعتقاد کا خاتمہ کردیا جاتا ہے۔ پس جس قدر اشاعت اور تبلیغ ہم اس سلسلہ کی کرتے ہیں وہ گویا جہاد ہی کی حرمت کی اشاعت کرتے ہیں۔

یہ بالکل غلط امر ہے کہ پیری مریدی کی گدی کا قائم کرنا مقصود ہے بلکہ ہم ان گدیوں کے مخالف ہیں جو قائم ہیں ہاں یہ سچ ہے کہ ہم ایسی جماعت بنانا چاہتے ہیں جو بنی نوع انسان کی سچی خیرخواہ اور گورنمنٹ کی حقیقی وفادار ہو۔ اور امن و سلامتی

رجسٹرڈ ایل

نمبر ۸ | دارالامن والامان قادیان ۲۸ فروری سنہ ۱۹۰۳ء | جلد ۷

کلمات طیبات

حضرت امام الزمان سلمہ الرحمن

۱۵ جنوری سنہ ۱۹۰۳ء کو حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بوقت سیر مندرجہ ذیل تقریر فرمائی (ایڈیٹر)

دعا بڑی عجیب چیز ہے مگر افسوس یہ ہے کہ نہ دعا کرانے والے آداب دعا سے واقف ہیں اور نہ اس زمانہ میں دعا کرنے والے ان طریقوں سے واقف جو قبولیت دعا کے ہوتے ہیں بلکہ اصل تو یہ ہے کہ دعا کی حقیقت ہی سے بالکل اجنبیت ہو گئی ہے بعض ایسے ہیں جو سرے سے **دعا** کے منکر ہیں اور جو دعا کے منکر تو نہیں انکی حالت ایسی ہو گئی ہے کہ چونکہ ان کی دعائیں بوجہ آداب الدعا کی ناواقفیت کے قبول نہیں ہوتی ہیں کیونکہ دعا اپنے اصلی معنوں میں دعا ہوتی ہی نہیں اسلیے وہ منکرین دعا سے بھی گری ہوئی حالت میں ہیں ان کی عملی حالت نے دوسروں کو دہریت کے قریب پہونچا دیا ہے۔

دعا کے لیے سب سے اول اس امر کی ضرورت ہے کہ دعا کرنے والا کبھی تھک کر مایوس نہ ہو جاوے اور اللہ تعالےٰ پر یہ سوء ظن نہ کر بیٹھے کہ اب کچھہ بھی نہیں ہوگا۔ بعض اوقات دیکھا گیا ہے کہ اسقدر دعا کی گئی ہے کہ جب مقصد کا شگوفہ سرسبز ہونے کے قریب ہوتا ہے دعا کرنیوالے تھک گئے ہیں جسکا نتیجہ ناکامی اور نامرادی ہو گیا ہے۔ اور اس ناطرفی نے یہانتک بڑا اثر پہونچایا ہے کہ پھر **دعا** کے تاثیرات کا انکار شروع ہوا اور رفتہ رفتہ اس درجہ تک نوبت پہونچ جاتی ہے کہ پھر خدا کا بھی انکار کر بیٹھتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں کہ اگر خدا ہوتا اور وہ دعاؤں کو قبول کرنے والا ہوتا تو اسقدر عرصہ دراز تک جو دعا کی گئی ہے کیوں قبول نہ ہوئی۔

مگر ایسا خیال کرنے والا اور ٹھوکر کھانیوالا انسان اگر اپنے عدم استقلال اور تلوّن کو سوچے تو اسے معلوم ہو جائے کہ یہ ساری نامرادیاں اسکی اپنی ہی جلدبازی اور شتابکاری کا نتیجہ ہیں جنپر خدا کی قوتوں اور طاقتوں کے متعلق بدظنی اور نامراد کرنیوالی مایوسی بڑھ گئی + پس کبھی تھکنا نہیں چاہیے۔

دعا کی ایسی ہی حالت ہے جیسے ایک زمیندار باہر جا کر اپنے کھیت میں ایک بیج بوآتا ہے اب بظاہر تو یہ حالت ہے کہ اس نے اچھے بھلے اناج کو مٹی کے نیچے دبا دیا اسوقت کوئی کیا سمجھ سکتا ہے کہ یہ دانہ ایک عمدہ درخت کی صورت میں نشو و نما پا کر پھل لائے گا۔ باہر کی دنیا اور خود زمیندار بھی نہیں دیکھ سکتا کہ یہ دانہ اندر ہی اندر زمین میں ایک پودہ کی صورت اختیار کر رہا ہے مگر حقیقت یہی ہے کہ تھوڑے دنوں کے بعد وہ دانہ گل کر اندر ہی اندر پودہ بننے لگتا ہے اور طیار ہوتا رہتا ہے یہانتک کہ اسکا سبزہ اوپر نکل آتا ہے اور دوسرے لوگ بھی اسکو دیکھ سکتے ہیں۔ اب دیکھو وہ دانہ جسوقت سے زمین کے نیچے ڈالا گیا تھا دراصل اسی ساعت سے وہ پودا بننے کی طیاری کرنے لگ گیا تھا۔ مگر ظاہر بین نگاہ اس سے کوئی خبر نہیں رکھتی۔ اور اب جبکہ اسکا سبزہ باہر نکل آیا تو سب نے دیکھ لیا لیکن ایک نادان بچہ اسوقت یہ نہیں سمجھ سکتا کہ اسکو اپنے وقت پر پھل لگے گا وہ یہ چاہتا ہے کہ کیوں اسی وقت اسکو پھل نہیں لگتا مگر عقلمند زمیندار خوب سمجھتا ہے کہ اسکے پھل کا کونسا موقع ہے وہ صبر سے اسکی نگرانی کرتا اور غور پرداخت کرتا رہتا ہے اور اسطرح پر وہ وقت آ جاتا ہے کہ جب اسکو پھل لگتا اور وہ پک بھی جاتا ہے۔ یہی حال **دعا** کا ہے

اور بعینہٖ اسیطرح دعا نشو و نما پاتی اور ثمر ثمرات ہوتی ہے جلد باز پہلے ہی تھک کر رہ جاتے ہیں اور صبر کرنے والے مآل اندیش استقلال کے ساتھ لگے رہتے ہیں اور اپنے مقصد کو پالیتے ہیں۔

یہ سچی بات ہے کہ **دعا** میں بڑے بڑے مراحل اور مراتب ہیں جنکی ناواقفیت کیوجہ سے دعا کرنیوالے اپنے ہاتھ سے محروم ہو جاتے ہیں۔ انکو ایک جلدی لگ جاتی ہے اور وہ صبر نہیں کرسکتے حالانکہ خدا تعالے کے کاموں میں ایک تدریج ہوتی ہے۔

دیکھو یہ کبھی نہیں ہوتا کہ آج انسان شادی کرے تو کل کو اُس کے گھر بچہ پیدا ہو جاوے حالانکہ وہ قادر ہے جو چاہے کرسکتا ہے مگر جو قانون اور نظام اس نے مقرر کر دیا ہے وہ ضروری ہے۔ پہلے نباتات کی نشو و نما کیطرح کچھ پتہ ہی نہیں لگتا۔ چار مہینے تک کوئی یقینی بات نہیں کہہ سکتا پھر کچھ حرکت محسوس ہونے لگتی ہے اور پوری میعاد گذرنے پر بہت بڑی تکالیف برداشت کرنیکے بعد بچہ پیدا ہو جاتا ہے۔ بچہ کا پیدا ہونا ماں کا بھی ساتھ ہی پیدا ہونا ہوتا ہے۔

مرد شاید ان تکالیف اور مصائب کا اندازہ نہ کرسکیں جو اس مدت حمل کے درمیان عورت کو برداشت کرنی پڑتی ہیں مگر یہ سچی بات ہے کہ عورت کی بھی ایک نئی زندگی ہوتی ہے۔ اب غور کرو کہ اولاد کے لیے پہلے ایک موت خود اُسکو قبول کرنی پڑتی ہے تب کہیں جا کر وہ اس خوشی کو دیکھتی ہے۔

اسیطرح پر دعا کرنے والے کے لیے ضروری ہوتا ہے کہ وہ تلوّن اور عجلت کو چھوڑ کر ساری تکلیفوں کو برداشت کرتا رہے اور کبھی بھی یہ وہم نہ کرے کہ دعا قبول نہیں ہوئی آخر آیندالا زمانہ آجاتا ہے اور دعا کے نتیجے کے پیدا ہونیکا وقت پہونچ جاتا ہے جبکہ گویا **مراد** کا بچہ پیدا ہوتا ہے۔

دعا کو پہلے ضروری ہے کہ اس مقام اور حد تک پہونچایا جاوے جہاں پہونچکر وہ نتیجہ خیز ثابت ہوتی ہے جسطرح پر آتشی شیشے کے نیچے کپڑا رکھدیتے ہیں اور سورج کی شعاعیں اس شیشہ پر آکر جمع ہوتی ہیں اور انکی حرارت وحدت اس مقام تک پہونچ جاتی ہے جو اس کپڑے کو جلا دے پھر یکایک وہ کپڑا جل اُٹھتا ہے۔ اسیطرح پر ضروری ہے کہ دعا اس مقام تک پہونچکر جہاں اسمیں وہ قوت پیدا ہو جاوے کہ نامرادیوں کو جلا دیوے اور مقصد مراد کو پورا کرنے والی ثابت ہو جاوے۔

پیداست ندا را کہ بلند است جنابت

مدت دراز تک انسان کو دعاؤں میں لگے رہنا پڑتا ہے آخر خدا تعالے ظاہر کر دیتا ہے میں نے اپنے تجربہ سے دیکھا ہے اور گذشتہ راستبازوں کا تجربہ بھی اسپر شہادت دیتا ہے کہ اگر کسی معاملہ میں دیر تک خاموشی کرے تو کامیابی کی اُمید ہوتی ہے لیکن جس امر میں جلد جواب ملجاتا ہے وہ ہونے والا نہیں ہوتا۔ عام طور پر ہم دنیا میں دیکھتے ہیں کہ ایک سائل جب کسی کے دروازہ پر مانگنے کے لیے جاتا ہے اور نہایت عاجزی اور اضطراب سے مانگتا ہے اور کچھ دیر تک جھڑکیاں کھا کر بھی اپنی جگہ سے نہیں ہٹتا اور سوال کیے ہی جاتا ہے تو آخر اُسکو بھی کچھ شرم آہی جاتی ہے خواہ کتنا ہی بخیل کیوں نہو پھر بھی کچھ نہ کچھ سائل کو دے ہی دیتا ہے تو کیا دعا کرنے والے کو کم از کم ایک معمولی سائل جتنا استقلال بھی نہیں ہونا چاہیے اور خدا تعالے جو کریم ہے اور حیا رکھتا ہے جب دیکھتا ہے کہ اسکا عاجز بندہ ایک عرصہ سے اس کے آستانہ پر گرا ہوا ہے تو کبھی اسکا انجام بد نہیں کرتا۔ اگر انجام بد ہو تو اپنے ظن سے ہوتا ہے جیسے ایک حاملہ عورت چار پانچ ماہ کے بعد کہے کہ اب بچہ کیوں پیدا نہیں ہوتا اور اس خواہش میں کوئی مسقط دوا کھالے تو اُسوقت کیا بچہ پیدا ہوگا یا ایک مایوسی بخش حالت میں وہ خود مبتلا ہوگی۔ اسیطرح جو شخص قبل از وقت جلدی کرتا ہے وہ نقصان ہی اُٹھاتا ہے اور نہ نرا نقصان بلکہ ایمان کو بھی صدمہ پہنچاتا ہے بعض ایسی حالت میں دہریہ ہو جاتے ہیں۔ ہمارے گاؤں میں ایک نجار تھا اسکی عورت بیمار ہوئی اور آخر وہ مر گئی اُسنے کہا کہ اگر خدا ہوتا تو میں نے اتنی دعائیں کی تھیں وہ قبول ہو جاتیں اور میری عورت نہ مرتی اور اسطرح پر وہ دہریہ ہو گیا۔ لیکن سعید اگر اپنے صدق اور اخلاص سے کام لے تو اُسکا ایمان بڑھتا ہے اور سب کچھ ہو بھی جاتا ہے زمین کی دولتیں خدا تعالے کے آگے کیا چیز ہیں وہ ایک دم میں سب کچھ کرسکتا ہے کیا دیکھا نہیں کہ اسنے اس قوم کو جسکو کوئی جانتا بھی نہ تھا بادشاہ بنا دیا۔ اور بڑی بڑی سلطنتوں کو انکا تابع فرمان بنا دیا۔ اور غلاموں کو بادشاہ بنا دیا۔ انسان اگر تقوی اختیار کرے اور خدا تعالی کا ہو جاوے تو دنیا میں اعلی درجہ کی زندگی ہو مگر شرط یہی ہے کہ صادق اور وفادار ہو کر دکھلائے دل متزلزل نہ ہو۔ اور اسمیں کوئی آمیزش ریاکاری اور شرک کی نہ ہو **ابراہیم** علیہ السلام میں وہ کیا بات تھی جس نے اُسکو امام الملّۃ اور ابوالحنفا قرار دیا

اور خدا تعالی نے اُسکو اسقدر عظیم الشان برکتیں دیں کہ شمار میں نہیں آسکتیں وہ یہی صدق اور اخلاص تھا۔ دیکھو **ابراہیم** علیہ السلام نے بھی ایک دعا کی تھی کہ اُنکی اولاد میں سے عرب میں ایک نبی ہو۔ پھر کیا وہ اُسی وقت قبول ہو گئی ابراہیم کے بعد ایک عرصہ دراز تک کسی کو خیال بھی نہیں آیا کہ اس دعا کا کیا اثر ہوا۔ لیکن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی صورت میں وہ دعا پوری ہوئی اور پھر کس شان کے ساتھ پوری ہوئی۔

ظاہری نماز اور روزہ اگر اس کے ساتھ اخلاص اور صدق نہ ہو کوئی خوبی اپنے اندر نہیں رکھتا۔ جوگی اور سنیاسی بھی اپنی جگہ بڑی بڑی ریاضتیں کرتے ہیں اکثر دیکھا جاتا ہے کہ ہمیں سے بعض اپنے ہاتھ تک سکھا دیتے ہیں اور بڑی بڑی مشقتیں اُٹھاتے اور اپنے آپکو مشکلات اور مصائب میں ڈالتے ہیں لیکن یہ تکالیف اُنکو کوئی نور نہیں بخشتی اور نہ کوئی سکینت اور اطمینان اُنکو ملتا ہے بلکہ اندرونی حالت اُنکی خراب ہوتی ہے۔ وہ بدنی ریاضت کرتے ہیں جسکو اندر سے کم تعلق ہوتا ہے اور کوئی اثر انکی روحانیت پر نہیں پڑتا۔ اسی لیے قرآن شریف میں اللہ تعالے نے یہ فرمایا **لن ینال اللہ لحومہا ولا دماءھا ولکن ینالہ التقوی** یعنے اللہ تعالے کو تمھاری قربانیوں کا گوشت اور خون نہیں پہونچتا بلکہ تقوی پہونچتا ہے۔ حقیقت میں خدا تعالے پوست کو پسند نہیں کرتا بلکہ وہ مغز چاہتا ہے۔ اب سوال یہ ہوتا ہے کہ اگر گوشت اور خون نہیں پہونچتا بلکہ تقوی پہونچتا ہے تو پھر قربانی کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ اور اسیطرح نماز روزہ اگر روح کا ہے تو پھر ظاہر کی کیا ضرورت ہے؟ اسکا جواب یہی ہے کہ یہ بالکل سچی بات ہے کہ جو لوگ جسم سے خدمت لینا چھوڑ دیتے ہیں انکو روح نہیں ملتی اور اسمیں وہ نیازمندی اور عبودیت پیدا نہیں ہوسکتی جو اصل مقصد ہے اور جو صرف جسم سے کام لیتے ہیں روح کو اسمیں شریک نہیں کرتے وہ بھی خطرناک غلطی میں مبتلا ہیں اور یہ جوگی اسی قسم کے ہیں۔

روح اور جسم کا باہم خدا تعالی نے ایک تعلق رکھا ہوا ہے۔ اور جسم کا اثر روح پر پڑتا ہے مثلاً اگر ایک شخص تکلف سے رونا چاہے تو آخر اُسکو رونا آہی جائیگا۔ اور ایسا ہی جو تکلف سے ہنسنا چاہے اُسے ہنسی آہی جاتی ہے۔ اسیطرح پر نماز کی حسقدر حالتیں جسم پر وارد ہوتی ہیں مثلاً کھڑا ہونا یا رکوع کرنا اُسکے ساتھ ہی

روح پر بھی اثر پڑتا ہے اور جسقدر جسم میں نیازمندی کی حالت دکھاتا ہے اسیقدر روح میں پیدا ہوتی ہے - اگرچہ خدا اسے سجدہ کو قبول نہیں کرتا مگر سجدہ کو روح کے ساتھ ایک تعلق ہے اسلیے نماز میں آخری مقام سجدہ کا ہے جب انسان نیاز مندی کے انتہائی مقام پر پہونچتا ہے تو اُسوقت وہ سجدہ ہی کرنا چاہتا ہے - جانوروں تک میں بھی یہ حالت مشاہدہ کی جاتی ہے کتے بھی جب اپنے مالک سے محبت کرتے ہیں تو آکر اس کے پاؤں پر اپنا سر رکھ دیتے ہیں اور اپنی محبت کے تعلق کا اظہار سجدہ کی صورت میں کرتے ہیں [illegible] صاف پایا جاتا ہے کہ جسم کو روح کے ساتھ خاص تعلق ہے - ایسا ہی روح کی حالتوں کا اثر جسم پر نمودار ہو جاتا ہے جب روح غمناک ہو تو جسم پر بھی اس کے اثر ظاہر ہوتے ہیں اور آنسو اور پژمردگی ظاہر ہوتی ہے اگر روح اور جسم کا باہم تعلق نہیں تو ایسا کیوں ہوتا ہے - دوران خون بھی قلب کا ایک کام ہے مگر ہمیں بھی شک نہیں کہ قلب آبپاشی جسم کے لیے ایک انجن ہے - اسکے بسط اور قبض سے سب کچھ ہوتا ہے - غرض جسمانی اور روحانی سلسلے دونوں برابر چلتے ہیں روح میں جب عاجزی پیدا ہوتی ہے پھر جسم میں بھی پیدا ہو جاتی ہے اس لیے جب روح میں واقعی عاجزی اور نیازمندی ہو تو جسم میں اس کے آثار خود بخود ظاہر ہو جاتے ہیں اور ایسا ہی جسم پر ایک الگ اثر پڑتا ہے تو روح بھی اس سے متاثر ہو ہی جاتی ہے اسلیے ضروری ہے کہ جب خدا تعالیٰ کے حضور نماز میں کھڑے ہو تو چاہیے کہ اپنے وجود سے عاجزی اور ارادت مندی کا اظہار کرو اگرچہ اسوقت یہ ایک قسم کا نفاق ہوتا ہے مگر رفتہ رفتہ اسکا اثر دائمی ہو جاتا ہے اور واقعی روح میں وہ نیازمندی اور فروتنی پیدا ہونے لگتی ہے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہمکو نمازوں میں لذت نہیں آتی مگر وہ نہیں جانتے کہ لذت اپنی اجتناب میں نہیں ہے اور لذت کا معیار بھی الگ ہے ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص اشد درجہ کی تکلیف میں مبتلا ہوتا ہے مگر وہ اس تکلیف کو بھی لذۃ ہی سمجھ لیتا ہے دیکھو ٹرانسوال* میں جو لوگ لڑتے ہیں - باوجودیکہ انمیں جانیں جاتی ہیں اور عورتیں بیوہ اور بچے یتیم ہوتے ہیں مگر قومی حمیت اور پاسداری انکو ایک لذۃ اور سرور کے ساتھ موت کے مُنہ میں لے جا رہی ہے -

باقی آئندہ

ایک الہام اور حضرت اقدس علیہ السلام

گذشتہ اشاعت سے آگے

۱۵ فروری کی سیر

اعلیٰ حضرت [illegible] علیہ الصلوٰۃ والسلام [illegible] ہو اس شخصکو پورے طور پر تسلی ہو جاوے اس لیے اسکی ہر بات اور ہر ایک اعتراض کو نہایت توجہ سے سُنکر اسکا مبسوط جواب فرماتے آج جب آپ سیر کو تشریف لے چلے تو حضرۃ ابراہیم علیہ السلام کے اس قصہ سے سلسلہ تقریر شروع ہوا رب ارنی کیف تحی الموتیٰ۔

فرمایا کہ حضرۃ ابراہیم علیہ السلام کے اس قصہ پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے ...

... کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی معرفت آپ سے بھی بڑھی ہوئی تھی - یہ آیت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کو ثابت کرتی ہے کیونکہ حضرۃ ابراہیم علیہ السلام کو یہ ارشاد ہوا اولم تؤمن کیا تو اسپر ایمان نہیں لاتا۔ اگرچہ حضرۃ ابراہیم علیہ السلام نے اسکا جواب یہی دیا کہ بلیٰ ہاں میں ایمان لاتا ہوں مگر اطمینان قلب چاہتا ہوں لیکن آنحضرۃ صلے اللہ علیہ وسلم نے کبھی ایسا سوال نہ کیا اور نہ ایسا جواب دینے کی ضرورۃ پڑی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ پہلے ہی سے ایمان کے انتہائی مرتبہ اطمینان اور عرفان پر پہونچے ہوئے تھے - اور یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ادبنی ربی فاحسن ادبی تو یہ آیت آنحضرۃ صلے اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کو ثابت کرتی ہے ہاں ہمیں بھی کوئی شک نہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بھی ایک خوبی اس سے پائی جاتی ہے اور وہ یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے یہ سوال کیا اولم تؤمن تو انھوں نے یہ نہیں کہا کہ میں اسپر ایمان نہیں رکھتا بلکہ یہ کہا کہ ایمان تو رکھتا ہوں مگر اطمینان چاہتا ہوں پس جب ایک شخص ایک شرطی اقتراح پیش کرے اور پھر یہ کہے کہ میں اطمینان قلب چاہتا ہوں تو وہ اس سے استدلال نہیں کر سکتا - کیونکہ شرطی اقتراح پیش کرنے والا تو ادنیٰ درجہ بھی ایمان کا نہیں رکھتا بلکہ وہ تو ایمان اور تکذیب کے مقام پر ہے اور تسلیم کرنیکو مشروط بہ اقتراح کرتا ہے پھر وہ کیونکر کہہ سکتا ہے کہ میں ابراہیم کیطرح اطمینان

قلب چاہتا ہوں؟ ابراہیم نے [illegible] انکار نہیں کیا اور پھر اقتراح بھی نہیں کیا [illegible] احیاء موتیٰ کی کیفیت پوچھی ہے اور اسکو خدا تعالیٰ کے [illegible] پر چھوڑ دیا ہے یہ نہیں کہا کہ اس مردہ کو زندہ کر [illegible] یوں کر اور پھر اسکا جواب جو اللہ تعالیٰ نے دیا ہے وہ بھی عجیب اور لطیف ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تو چار جانور لے اور انکو اپنے ساتھ ہلا لے [illegible] غلطی ہے جو کہا جاتا ہے کہ ذبح کرنے [illegible] ساتھ ہلا لیتے ہیں پھر وہ اپنے مالک کی [illegible] ہیں - اور اسکے بلانے پر آ جاتے ہیں [illegible] حضرت ابراہیم کو احیاء اماتت سے [illegible] وہ یہ چاہتے تھے کہ مردے خدا کی آواز [illegible] ہیں اس سے انھوں نے سمجھ لیا کہ ہر چیز طبعاً اور فطرتاً اللہ تعالیٰ کی مطیع اور تابع فرمان ہے۔

تو وارد - کیا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے قرآن شریف میں ایسا فرمایا ہے جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل فرمایا۔

حضرت اقدس - میں قرآن شریف سے یہ استنباط کرتا ہوں کہ سب انبیاء کے [illegible] صلے اللہ علیہ وسلم کو دیے گئے کیونکہ آپ تمام انبیاء کے کمالات متفرقہ اور فضائل مختلفہ کے جامع تھے اور اسی طرح جیسے تمام انبیاء کے کمالات آپکو ملے قرآن شریف بھی جمیع کتب کی خوبیوں کا جامع ہے چنانچہ فرمایا فیہا کتب قیمۃ اور ما فرطنا فی الکتب ایسا ہی ایک جگہ آنحضرۃ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم ملا ہے کہ تمام نبیوں کی اقتدا کر۔

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ امر دو قسم کا ہوتا ہے ایک امر تو تشریعی ہوتا ہے جیسے یہ کہا کہ نماز قائم کرو - یا زکوٰۃ دو وغیرہ اور بعض امر بطور خلق ہوتا ہے جیسے یا نار کونی بردا و سلاما علی ابراہیم یہ امر جو ہے کہ تو سب کی اقتدا کر یہ امر بھی خلقی اور کونی ہے یعنی تیری فطرۃ کو حکم دیا کہ وہ کمالات جو جمیع انبیاء علیہم السلام میں متفرق طور پر موجود تھے تجھمیں یکجائی طور پر موجود ہوں اور گویا اس کے ساتھ ہی وہ کمالات اور خوبیاں آپ کی ذات میں جمع ہو گئیں۔

چنانچہ ان خوبیوں اور کمالات کے جمع ہونے ہی کا نتیجہ تھا کہ آپ پر نبوۃ ختم ہو گئی اور یہ فرمایا کہ ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین ختم نبوۃ کے یہی معنی ہیں کہ نبوۃ کی ساری خوبیاں اور کمالات تجھ پر ختم ہو گئے - اور آیندہ کے لیے کمالات نبوۃ کا باب بند ہو گیا - کہ کوئی [illegible]

نہ آئے گا۔

نبی عبرانی اور عربی دونوں زبانوں میں مشترک لفظ ہے جس کے معنے ہیں خدا سے خبر پاکر خبر دینے والا اور پیشگوئی کرنے والا جو لوگ براہ راست خدا سے مکالمہ کرتے اور اس سے خبریں پاتے تھے وہ نبی کہلاتے تھے اور یہ گویا اصطلاح ہوگئی تھی مگر اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ آیندہ کے لیے اللہ تعالےٰ نے اسکو بند کر دیا ہے اور مہر لگا دی ہے کہ کوئی نبی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی مہر کے بغیر نہیں ہو سکتا جبتک آپکی اُمت میں داخل نہو۔ اور آپکے فیضان سے مستفیض نہو وہ خدا سے مکالمہ کا شرف نہیں پا سکتا جبتک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں داخل نہو اگر کوئی ایسا ہے کہ وہ بدون اس اُمت میں داخل ہونے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے فیض پانیکے بغیر کوئی شرف مکالمہ الٰہی حاصل کر سکتا ہے تو اُسے میرے سامنے پیش کرو۔

یہی ایک آیت زبردست دلیل ہے اس امر پر جو ہم کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ دوبارہ نہیں آوینگے بلکہ آنے والا اس اُمت میں سے ہوگا کیونکہ وہ نبی ہونگے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی شخص نبوۃ کا فیضان حاصل کر سکتا ہی نہیں جبتک وہ آنحضرتؐ سے استفاضہ نہ کرے جو صاف لفظوں میں یہ ہے کہ آپکی اُمت میں داخل نہ ہو۔ اب خاتم النبین والی آیت تو صریح روکتی ہے پھر وہ کسطرح آ سکتے ہیں۔ یا اُنکو نبوۃ سے معزول کرو اور انکی یہ ہتک اور بیعزتی روا رکھو اور یا یہ پھر ماننا پڑیگا کہ آنیوالا اسی اُمت میں سے ہوگا۔

نبی کی اصطلاح مستقل نبی پر بولی جاتی تھی۔ مگر اب خاتم النبیین کے بعد یہ مستقل نبوۃ رہی ہی نہیں اسی لیے کہا ہے

فارقے کز ولی مسموع است
معجزہ آں نبی متبوع است

پس ان باتوں کو خوب غور سے یاد رکھو کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیا ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نبوۃ کا شرف پہلے ہی حاصل ہے تو کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ پھر آئیں اور اپنی نبوۃ اور اپنی نبوۃ کو کھو دیں۔ یہ آیۃ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد مستقل نبی کو روکتی ہے۔ البتہ یہ امر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شان کو بڑھانے والا ہے کہ ایک شخص آپ ہی کی اُمت سے آپ ہی کے فیض سے وہ درجہ حاصل کرتا ہے جو ایکوقت مستقل نبی کو حاصل ہو سکتا تھا۔ لیکن اگر وہ خود ہی آئیں تو پھر صاف ظاہر ہے کہ پھر اس خاتم الانبیا والی آیۃ کی تکذیب لازم آتی ہے اور خاتم الانبیا حضرت مسیح ٹھہرینگے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا آنا بالکل غیر مستقل ٹھہر جاویگا۔ کیونکہ آپ پہلے بھی آئے اور ایک عرصہ کے بعد آپ رخصت ہوگئے اور حضرت مسیح آپ سے پہلے بھی رہے اور آخر پر بھی وہی رہے۔ غرض اس عقیدہ کے ماننے سے کہ خود ہی حضرت مسیح آنیوالے ہیں بہت سے مفاسد پیدا ہوتے ہیں اور ختم نبوۃ کا انکار کرنا پڑتا ہے جو کفر ہے۔

اسکے علاوہ قرآن شریف کی ایک اور آیۃ بھی جو صاف طور پر مسیح کی آمد ثانی کو روکتی ہے اور وہ وہی آیۃ ہے جو کل بھی میں نے بیان کی تھی یعنی فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم۔ اگر حضرت مسیح قیامت سے پہلے دنیا میں آئے تھے اور چالیس برس تک رہکر انہوں نے کفار اور مشرکین کو تباہ کیا تھا جیساکہ اعتقاد رکھا جاتا ہے؟ پھر کیا خدا تعالےٰ کے سامنے انکو یہ کہنا چاہیے تھا کہ فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم یا یہ کہنا چاہیے تھا کہ میں نے تو کافروں اور مشرکوں کو ہلاک کیا اور انکو جاکر اس شرک سے نجات دی کہ تم مجھکو اور میری ماں کو خدا نہ بناؤ۔

اس آیۃ پر خوب غور کرو یہ انکی دوبارہ آمد کو قطعی طور پر رد کرتی ہے + اور اس کے ساتھ ہی ختم نبوت والی آیت بھی انکو دوبارہ آنے نہیں دیتی اب یا تو قرآن شریف کا انکار کرو۔ یا اگر اسپر ایمان ہے تو پھر اس باطل خیال کو چھوڑنا پڑیگا اور اس سچائی کو قبول کرنا پڑیگا جو میں لیکر آیا ہوں۔

یہ پکی بات ہے کہ آنیوالا اسی اُمت سے ہوگا۔ اور حدیث علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ ایک شخص مثیل مسیح بھی تو ہو۔ اگرچہ محدثین اس حدیث کی صحت پر کلام کرتے ہیں مگر اہل کشف نے اسکی تصدیق کی ہے اور قرآن شریف خود اسکی تائید کرتا ہے۔ محدثین نے اہل کشف کی یہ بات مانی ہوئی ہے کہ وہ اپنے کشف سے بعض احادیث کی صحت کر لیتے ہیں جو محدثین کے نزدیک صحیح نہوں اور ایسا ہی بعض کو غیر صحیح قرار دیسکتے ہیں۔

یہ حدیث اہل کشف نے جنہیں روحانیت اور تصفیہ قلب ہوتا ہے صحیح بیان کی ہے اور جیسا میں نے کہا ہے کہ قرآن شریف بھی اسکا مصدق ہے کیونکہ اس حدیث سے بھی سلسلہ موسوی کی طرح ایک سلسلہ کے قائم ہونے کی تصدیق ہوتی ہے اور قرآن شریف بھی سلسلہ موسویہ کے بالمقابل ایک سلسلہ قائم کرتا ہے۔ اسی کیطرف علاوہ اور آیات قرآن کے اھدنا الصراط المستقیم بھی اشارہ کرتا ہے یعنی جو پہلے نبیوں کو دیا گیا ہے ہمکو بھی عطا کر۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سلسلہ چودہ سو برس تک رکھا گیا تھا۔ جب اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ کو نابود کرنا چاہا۔ اور اس قوم کو ضربت علیھم الذلۃ کا مصداق بنا دیا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو پیدا کرکے یہ کہا کہ انا ارسلنا الیکم رسولا شاھدا علیکم کما ارسلنا الی فرعون رسولا۔ یعنی یہ سلسلہ موسوی سلسلہ کے بالمقابل ہے اور یہ عمارت موسوی عمارۃ کے مقابلہ پر ہے جیسے اسمیں اخیار ہیں ویسے ہی اسمیں بھی اخیار ہیں ایسا ہی اشرار بھی بالمقابل پائے جاتے ہیں یہانتک کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرما دیا کہ اگر کسی یہودی نے ماں سے زنا کیا ہوگا تو تم میں سے بھی ایسے ہونگے اور اگر کوئی سوسمار کے بل میں گھسا ہوگا تو مسلمان بھی گھسینگے یہ کیسی مشابہت اور مماثلت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کی ہے اب تعجب ہے مسلمانوں پر کہ وہ یہ تو روا رکھتے ہیں کہ اس اُمۃ میں سے یہود بنجاویں اور یہ پسند نہیں کر سکتے کہ اس اُمۃ میں سے کوئی مسیح بھی ہو جاوے۔!!!

موسیٰ علیہ السلام کے بعد چودھویں صدی میں مسیح کو بھیجا گیا تھا اسی مماثلت کے لحاظ سے ضروری تھا کہ اس اُمۃ میں بھی اس صدی پر مسیح آئے تاکہ اس اُمۃ کا فضل ظاہر ہووے اولیاء اللہ کے کشوف بھی اسی پر دلالت کرتے ہیں اور جو نشانات ہونیوالے تھے وہ بھی اپنے اپنے وقت پر پورے ہوگئے۔ درحقیقت شدنی امور ہو جاتے ہیں جو نہیں ہونے والے ہوتے وہ نہیں ہوتے اگر علماء کے معنے سچے ہوتے تو جو کچھ انھوں نے مانا ہوا تھا انہیں سے کچھ تو پورا ہوتا۔ اعانت اسلام کا زمانہ تو یہی تھا پھر کیا وجہ ہے کہ خدا نے بقول ان کے کچھ بھی نہ کیا؟ انگریزوں کا تسلط من کل حدب ینسلون کا مصداق ہوگیا۔ اور واذا العشار عطلت کے موافق اونٹنیاں بیکار ہوگئیں جو اس آخری زمانہ کا ایک نشان ٹھیرایا گیا تھا عشار حاملہ اونٹنیوں کو کہتے ہیں یہ لفظ اس لیے اختیار کیا گیا ہے تا یہ وہم دور ہے جیسا بعض لوگ کہتے ہیں کہ قیامت کے متعلق ہے۔ قیامت میں تو حمل نہ ہوگا۔ اور انکا رہنا بہانہ الگ رہا کہ مدینہ کے درمیان بھی ریل طیار ہو رہی ہے اخبارات نے بھی اس آیت اور مسلم کی حدیث سے استنباط کرکے مضامین لکھے ہیں پس یہ اور دوسرے نشان

پورے ہوگئے میں اگر صادق نہیں ہوں تو دوسرے مدعی کا نشان بتاؤ ؟ اور اسکا ثبوت دکھو۔ بات یہ ہے کہ افترا اور کذب کی عمر نہیں ہوا کرتی۔ یہ جلد فنا ہوجاتے ہیں مفتری کے ہلاک کرنے کے لیے خارجی قوت اور زور کی حاجت ہی نہیں ہوتی خود انکا افترا انکو ہلاک کردیتا ہے + اور مفتری کے مقابل میں کبھی جوش نہیں ہوتا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مقابل جسقدر جوش ہوا۔ کیا کوئی بتا سکتا ہے کہ مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی کے مقابل بھی ہوا تھا۔ صادق کے مقابل اس کے لیے جوش ہوتا ہے کہ شیطان سمجھتا ہے کہ اب مجھے ہلاک کیا جاوے گا اور وہ اس سے ناراض ہوتا ہے اسلیے جہانتک ممکن ہو وہ اسکی مخالفت میں زور لگاتا ہے اور یہ جوش بھیل جاتا ہے + حضرة عیسیٰ علیہ السلام کے وقت میں بھی بہت سے آدمیوں نے دعوے کیے تھے مگر اب کوئی انکا نام بھی نہیں لے سکتا۔ اسی طرح ہوتا رہا ہے کہ صادق کے مقابل میں بعض کاذب مدعی بھی ہوتے رہے ہیں۔ مگر کسی مقابلہ کے لیے اسقدر جوش نہیں دکھایا گیا جو صادق کے لیے دکھایا جاتا ہے + اس لیے کہ مفتری تو شیطان کے منشا کے موافق ہوتا ہے۔ اسلیے وہ اس کے خلاف جنگ کرنی نہیں چاہتا۔ اور صادق کے سینہ پر پتھر ہوتا ہے اسکو تباہ کرنے کے لیے زور لگاتا ہے مگر آخر خود ہی شیطان اس کے جنگ میں ہلاک کیا جاتا ہے۔

ابوجہل نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بالمقابل کسقدر زور لگایا یہانتک کہ مباہلہ بھی کرلیا۔ اور یہ دعا کی کہ جو شخص ہم میں سے کا ذب ہے اور جو پھوٹ ڈالتا ہے اسکو ہلاک کر چنانچہ خود اسی روز ہلاک ہوگیا۔ یاد رکھو کوئی نبی دنیا میں نہیں آیا جسکے آنے سے ایک پھوٹ نہ پڑی ہو + اسکو اصلاح کے لیے ضروری ہوتا ہے کہ ایک پھوٹ پڑے۔ کیونکہ جس شخص کا جوڑ یا ہڈی اپنی جگہ پر نہ رہے تو وہ اُسے اُتار کرنے سے لگاتا ہے اکثر مجھپر اعتراض کرتے ہیں کہ آریوں عیسائیوں کو دشمن بنالیا ہے۔ مگر ان کو معلوم نہیں جو خدا کیطرف سے آتا ہے وہ ضرور اپنے دشمن بنالیتا ہے کیونکہ اسکو پاک جماعة طیار کرنی پڑتی ہے جنمیں سچی تقوی و طہارت ہو اور سچی اخوت ہو مگر سفلی زندگی کے عادی نہیں سمجھتے کہ خدا تعالےٰ کیطرف سے ایک صلاحیت قائم ہو۔ وہ دنیا سے دل لگا کر خدا تعالیٰ کیطرف سے غافل ہوتے ہیں اور کہتے ہیں

اب تو آرام سے گذرتی ہے
عاقبت کی خبر خدا جانے

یہی انکا مذہب اور مشرب ہوتا ہے حالانکہ وہ نہیں جانتے کہ یہ مردار زندگی کیا چیز ہے ؟ انسان اگر خدا تعالیٰ سے قوت پاوے تو وہ اس مردار زندگی سے مرنا بہتر سمجھے گا + دنیا کے دوست مطلب کے دوست ہوتے ہیں حقیقی محبت اور اخوت خدا تعالےٰ میں ہو کر ملتی ہے۔ ان لوگوں کو دیکھو جنھوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر توبہ کی کیا ان کے باہم تعلقات نہ تھے ؟ لیکن جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شناخت میں آنکھ کھلی تو پھر یہانتک متاثر ہوئے کہ نہ بیٹے کو بیٹا سمجھا نہ باپ کو باپ بلکہ وہ تعلقات بالکل قطع ہوگئے اور سارے تعلقات خدا میں ہو کر قائم ہوئے خدا کے لیے دشمن ہو جاتے۔ دنیا کی دولتیں جس میں خدا درمیان نہیں ہوتا وفاداری سے نہیں نباہ سکتے۔ اسیطرح اب ہم دیکھتے ہیں کہ ہماری جماعة میں جب کوئی داخل ہوتا ہے تو اس کے اپنے متعلقین میں اگر خدا تعالےٰ ہدایت نہ کرے ایک شور قیامت برپا ہو جاتا ہے ورنہ بعض گہرے تعلقات رکھنے والوں کو قطع تعلق کرنا پڑتا ہے۔ یاد رکھو دنیا انسان کا کچھہ نہیں بگاڑ سکتی یہ اسکی اپنی کمزوری ہے کہ اپنی جیسی مخلوق کو نافع یا ضار سمجھتا ہے نفع اور ضرر اللہ ہی سے ملتا ہے۔ ہماری یہی مراد اس سے یہ ہے کہ انسان معرفت کی آنکھ سے خدا کو شناخت کرے نہ جبتک عملی طور پر خدا شناسی کو ثابت کرکے نہ دکھائے تو دہریہ ہے میں نے غور کیا ہے قرآن شریف میں کئی ہزار حکم ہیں انکی پابندی نہیں کی جاتی ادنی ادنی سی باتوں میں خلاف ورزی کرلی جاتی ہے۔ یہانتک دیکھا جاتا ہے کہ بعض جھوٹے تو دوکاندار بولتے ہیں اور بعض مصالحہ دار جھوٹ بولتے ہیں حالانکہ خدا تعالیٰ نے اسکو رجس کے ساتھ رکھا ہے + مگر بہت سے لوگ دیکھے ہیں کہ رنگ آمیزی کرکے حالات بیان کرنے سے نہیں رُکتے اور اسکو کوئی گناہ بھی نہیں سمجھتے + ہنسی کے طور پر بھی جھوٹ بولتے ہیں انسان صدیق نہیں کہلا سکتا جبتک جھوٹھ کے تمام شعبوں سے پرہیز نہ کرے۔

انسان جب فسق و فجور میں پڑ جاتا ہے تو پھر ان لذات کو کیسے چھوڑ سکتا ہے اسکے چھوڑنے کی ایک ہی راہ ہے کہ گناہ کی معرفة انسان کو ہو اور یہ معلوم ہو جاوے کہ اللہ تعالےٰ گناہ پر سزا دیتا ہے۔ حیوان بھی جب معرفت پیدا کرلیتا ہے کہ یہ کام کرونگا تو سزا ملے گی تو وہ بھی اس سے بچتا ہے کُتّے کو بھی اگر چھڑی دکھائی جائے تو وہ بھاگتا ہے اور دہشت زدہ ہو جاتا ہے پھر کیا وجہ ہے کہ انسان انسان ہو کر خدا سے اتنا بھی نہ ڈرے جتنا ایک حیوان سوٹے سے ڈرتا ہے بھیڑیے کے پاس اگر بکری باندہ دیجاوے تو وہ گھاس نہیں کھا سکتی۔ کیا اس بھیڑیے جتنی دہشت بھی خدا کی نہیں ہے ؟ انسان کے پیدا ہونے کی غرض اور غایت تو یہ ہے کہ وہ سچا ایمان پیدا کرے اگر یہ ایمان وہ پیدا نہیں کرتا تو پھر اپنی پیدائش کو عبث سمجھتا ہے اور اگر اس مجلس میں وہ ایمان نہیں ہے تو اسپر حرام ہے کہ دوسری مجلس کو تلاش نہ کرے۔ خدا نے مجھے اسی لیے **مامور کیا ہے کہ تقوےٰ پیدا ہو اور خدا پر سچا ایمان جو گناہ سے بچاتا ہے پیدا ہو** خدا تعالےٰ تاوان نہیں چاہتا بلکہ سچا تقوی چاہتا ہے میں نے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ توبہ کرنے وقت گواہ رکھہ لیتا تھا میں نے اُس سے پوچھا کہ تو ایسا کیوں کرتا ہے اُس نے کہا کہ میں نے اسلیے یہ کیا ہے کہ شاید اس توبہ کو توڑتے وقت اس گواہ سے ہی کچھہ شرم آجاوے لیکن آخر دیکھا کہ وہ اسکی بھی پروا نہ کرکے توبہ توڑتا کیونکہ اصل شرم تو خدا تعالیٰ سے ہونی چاہیے جب خدا سے نہیں ڈرتا اور شرم کرتا تو اور کس سے کیا کرے گا ایسے لوگوں کی وہی مثال ہے

چہ خوش گفت درویش کوتاہ دست
کہ شب توبہ کرد و سحر گاہ شکست

جو لوگ اس سلسلہ میں داخل ہوتے ہیں انکو سب سے بڑا فائدہ تو یہ ہوتا ہے کہ میں انکے لیے دعا کرتا ہوں دعا ایسی چیز ہے کہ خشک لکڑی کو بھی سرسبز کرسکتی ہے۔ اور مردہ کو زندہ کرسکتی ہے اسمیں بڑی تاثیریں ہیں جہانتک قضاء وقدر کے سلسلہ کو اللہ تعالےٰ نے رکھا ہے کوئی کیسا ہی معصیت میں غرق ہو دعا اسکو بچا لیگی۔ اللہ تعالےٰ اسکی دستگیری کرے گا اور وہ خود محسوس کرے گا کہ میں اب اور ہوں۔ دیکھو جو شخص مسموم ہے کیا وہ اپنا علاج آپ کرسکتا ہے اسکا علاج تو دوسرا ہی کرے گا۔ اس لیے اللہ تعالےٰ نے **تطہیر کے لیے یہ سلسلہ قائم کیا ہے** اور مامور کی دعائیں تطہیر کا بہت بڑا ذریعہ ہوتی ہیں۔ دعا کرنا اور مخروانا اللہ تعالےٰ کے اختیار میں ہے دعا کے لیے جب درد سے دل بھر جاتا ہے اور سارے حجابوں کو توڑ دیتا ہے اسوقت سمجھنا چاہیے کہ دعا قبول ہوگئی یہ **اسم اعظم** ہے اسکے سامنے کوئی ان ہونی چیز نہیں ہے ایک خبیث کے لیے جب دعا کے ایسے اسباب میسر آجاویں تو یقیناً وہ صالح ہو جاوے اور بغیر دعا کے وہ اپنی توبہ پر بھی قائم نہیں رہ سکتا۔ بیمار اور محجوب اپنی دستگیری آپ نہیں کرسکتا۔ سنت اللہ کے موافق یہی ہوتا ہے کہ جب دعا میں انتہا تک

پہونچتی ہیں تو ایک شعلہ نور کا اُسکے دل پر گرتا ہے جو اُسکی ساری خباثتوں کو جلا کر تاریکی دور کر دیتا اور اندر ایک روشنی پیدا کرتا ہے۔ یہ طریق استجابتہ دعا کا رکھا ہے ضرور ہے کہ انسان پہلے حالت بیمار کو محسوس کرے اور پھر طبیب کو شناخت کرے سعید وہی ہے جو اپنے مرض اور طبیب کو شناخت کرتا ہے۔ اسوقت دنیا کی حالت بگڑی ہوئی ہے جن باتوں پر خدا نے چاہا تھا کہ قائم ہوں انکو چھوڑ دیا گیا ہے باہر وہ ایک پھوڑے کیطرح نظر آتے ہیں جو چمکتا ہے مگر اُس کے اندر پیپ ہے یا قبر کیطرح ہیں کہ جس کے اندر بجز ہڈیوں کے کچھ نہیں۔

ایسا ہی حال اخلاقی حالتوں کا ہے غیظ وغضب میں آکر گندی گالیاں دینے لگتا ہے اور اعتدال سے گذر جاتا ہے

اصل مدعا تو یہ ہونا چاہیے کہ انسان نفس مطمئنہ حاصل کرے نفس تین قسم کے ہیں آمارہ لوامہ۔ مطمئنہ۔ بہت بڑا حصہ دنیا کا نفس امارہ کے نیچے ہے اور بعض جن پر خدا کا فضل ہوا ہے وہ لوامہ کے نیچے ہیں یہ لوگ بھی سعادۃ سے حصہ رکھتے ہیں بڑا بدبخت وہ ہے جو بدی کو محسوس ہی نہیں کرتا یعنی جو امارہ کے ماتحت ہیں اور بڑا ہی سعید اور بامراد وہ ہے جو نفس مطمئنہ کی حالت میں ہے

نفس مطمئنہ کو ہی خدا نے فرمایا یَآ اَیَّتُہَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ ارْجِعِیْ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرْضِیَّۃً۔

یعنی اسے وہ نفس جو اطمینان یافتہ ہے۔ اسحالت میں شیطان کے ساتھ جو جنگ ہوتی ہے اُسکا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ اور خطاب کے لائق تو مطمئنہ ہی ٹھیرایا ہے۔ اور اس آیۃ سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ مطمئنہ کیحالت میں مکالمہ الٰہی کے لائق ہو جاتا ہے خدا کیطرف واپس آ کے معنی یہی نہیں کہ مر جا بلکہ لوامہ اور امارہ کیحالت میں جو خدا تعالیٰ سے ایک بُعد ہوتا ہے مطمئنہ کیحالت میں وہ دوری نہیں رہتی ۔ اور کوئی غبار باقی نہ رہ کر غیب کی آواز اسکو بلاتی ہے۔

تو مجھ سے راضی اور میں تجھ سے راضی۔ یہ رضا کا انتہائی مقام ہوتا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اب میرے بندوں میں داخل ہو جا اللہ تعالیٰ کے بندے دنیا ہی پر ہوتے ہیں مگر دنیا انکو نہیں پہچانتی دنیا نے آسمانی بندوں سے دوستی نہیں کی۔ وہ اُن سے ہنسی کرتی ہے وہ الگ ہی ہوتے ہیں اور خدا تعالیٰ کی رداکے نیچے ہوتے ہیں غرض جب ایسی حالت اطمینان میں پہونچتا ہے تو الٰہی اکسیر سے تانبا سونا ہو جاتا ہے۔ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ اور تو میری بہشت میں داخل ہو جا۔ بہشت ایک ہی چیز نہیں بلکہ فرمایا وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ جَنَّتَانِ خدا سے ڈرنیوالے کے لیے دو بہشت ہیں۔

غرض اس مقام پر اس آیۃ کی تفسیر اور اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْہِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ کی تفسیر فرما کر اس تقریر کو ختم کر دیا یہ تفسیر ہم دوسرے وقت درج کرینگے ان شاءاللہ تعالےٰ۔

حیات النبی

یہ ایک خطبہ کا خلاصہ ہے جو ۲۰ فروری ۱۹۰۳ء کو حضرۃ مولانا مولوی عبدالکریم صاحب سلمہ ربہ نے پڑھا
(ایڈیٹر)

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا

اللہ تعالےٰ اور اُس کے فرشتے اس نبی پر درود بھیجتے ہیں اسے ایمان والو! تم بھی اسپر درود اور سلام بھیجا کرو۔

ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالےٰ نے بہت سی بزرگیاں اور خصوصیتیں عطا فرمائی ہیں جن پر نظر کرنے سے یقیناً معلوم ہوتا ہے کہ اللہ جل شانہ نے اپنی مخلوقات میں سے جیسا اس عظیم الشان پاک انسان کو بنایا ہے کسی کے لیے ارادہ نہیں کیا کہ اسکی وہ عزۃ اور تکریم ہو جو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ہوئی ہے آنحضرۃ صلے اللہ علیہ وسلم کے فضائل اور وجوہ اعزاز اسقدر ہیں کہ میں یقیناً کہتا ہوں کہ کوئی دعوے نہیں کر سکتا کہ پورے طور پر انکو گن سکے۔

منجملہ اور باتوں کے یہ کسقدر عظیم الشان بات ہے کہ آپ کا نام محمد و احمد رکھا گیا صلے اللہ علیہ وسلم جسقدر نام انبیا کے قرآن میں ہیں یا توراۃ میں مذکور ہوئے ہیں مع اُن کے جنکو ہم نقصص کے نیچے رکھتے ہیں کسی نام کے ساتھ یہ نہیں پایا جاتا کہ ایسی ابدی زندگی عطا کی گئی ہو۔ تمام نبی جو آدم علیہ السلام سے لیکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک ہوئے۔ اس دنیا سے الگ ہوگئے۔ دنیا کی کوئی کتاب اور نہ اُن کی اُمتیں اور قومیں غرض کوئی بھی انکا نشان نہیں دیسکتا اور اُن کی زندگی کا پتہ نہیں دیتا۔ یہ قرآن کریم اور آنحضرۃ صلی اللہ علیہ وسلم کا فضل اور احسان ہے کہ اُس نے سبکو خدا کے راستباز اور برگزیدہ نبی تسلیم کرلیا اور اسی کے طفیل سے وہ زندہ ہوگئے۔ اگر قرآن شریف نہ آیا ہوتا تو یقیناً مشکل کیا ناممکن ہوتا انکی نبوتوں کا ثابت کرنا۔ باوجود اس کے کہ قرآن شریف اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے انکو ایک زندگی بخشی ہے (اور یہ عظیم الشان احیاء موتی ہے آنحضرۃ صلے اللہ علیہ وسلم کا جس نے ہزاروں سال کے مردوں کو زندہ کر دیا ہے) یہ بھی صحیح مسلم بات ہے کہ ان انبیا علیہم السلام سے اپنی خصوصیت ذاتی کے لحاظ سے کوئی زندہ نہیں یہ زندگی اور ابدی زندگی آنحضرۃ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسیکو نہیں ملی جو اپنی خصوصیت ذاتی کے لحاظ سے زندہ جاوید ہیں۔

جیساکہ میں نے ابھی کہا آپ کی زندگی اور تعظیم وجلال کا سب سے بڑا نشان جو ابتدا سے انتہا تک فضیلت بتاتا ہے آپکا نام مبارک ہے یعنی محمد و احمد یہ دونوں نام ہمیشہ کی زندگی فضیلت اور اکرام پر دلالت کرتے ہیں جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے مخصوص ہے محمد کا لفظ ظاہر کرتا ہے کہ آسمان پر بھی یہی مقدر ہوا اور زمین پر بھی یہی مقرر ہوا کہ آپکی تعریف کیجاوے۔ اس سے صاف پایا جاتا ہے کہ آپ میں ایک ابدی زندگی کا نشان موجود ہے کیونکہ اگر مثلاً دو سو یا تین سو برس بعد آپکا نشان مٹ جاتا تو محمد صیغہ مبالغہ کا موزوں نہ ہوتا۔ لیکن اللہ کا رکھا ہوا نام ضروری تھا کہ ہر زمانہ میں زندہ رہتا

احمد کے لفظ میں بھی اسی کیطرف اشارہ ہے کہ جو طریقہ اور جو ذریعہ اللہ تعالیٰ کی لاشریک حمد کا آپ لائے ہیں وہ بھی ابدی ہے اور جو ستایش اللہ تعالےٰ نے اسکے عوض میں آپکی کی وہ بھی ابدی ہے۔

یہ چھوٹی سی بات نہیں جسقدر نام نبیوں کے ہیں انکو یاد کرو اور ان پر غور کرو۔ کہ کیا کسی نام میں کوئی ایسی پیشگوئی ہے جیسی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے نام میں پائی جاتی ہے۔ اسطرح پر یہ بڑی عظیم الشان فضیلت ہے آپکی

کل سفیروں اور راہنماؤں پر۔

پھر اس زندگی کے ماتحت عظیم الشان بات یہ ہے۔ کہ آپ کے آثار موجود ہیں جیسے آپ کا دین محفوظ ہے ویسے ہی آپکی پیدائش کا مقام سونے کا مقام لڑائی کی جگہ اور آخری آرام کرنے کی جگہ بھی بدستور محفوظ ہے۔ یہ چھوٹی سی بات نہیں کہ کتاب محفوظ۔ مولد محفوظ۔ مدفن محفوظ یہ فضیلت ایسی فضیلت ہے کہ خدا پکار کر کہتا ہے کہ لاریب آپ **افضل الموجودات** ہیں۔

پھر منجملہ ان تمام باتوں کے جو آپکی زندگی پر دلالت کرتی ہیں خدا جو اپنے فضل سے چاہتا ہے کہ آپ ہمیشہ زندہ رہیں اس کے لیے یہ سبب بھی کیا ہے **ان اللہ وملٰئکتہ یصلون علی النبی**۔ آسمان پر ایک جوش رہتا ہے اس امر کے لیے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مراتب اور مدارج میں ترقی ہو اور آپ کی کامیابیاں بڑھیں۔ اسلیے خود اللہ تعالے اور اُس کے ملائکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں۔ اب دیکھو کہ چھوٹے سے مومن کی دعا بیکار نہیں جاتی۔ اور جو **من یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ** کے موافق چھوٹی سی نیکی بھی کسیکی ضائع نہیں کرتا۔ تو خود ملائکہ کی دعاؤں کو اور اپنے درود کو کیوں کر ضائع کردے گا۔ اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ ہر ساعۃ آپ کے مدارج اور مراتب میں کسقدر ترقی ہو رہی ہے۔ جو آپ کی زندگی کو بڑھا رہی ہے۔ تو جب خدا تعالے کہتا ہے کہ **محمد رسول اللہ** (صلے اللہ علیہ وسلم) کے مدارج کی ترقی ہو۔ ملائکہ کہتے ہیں ترقی ہو اور پھر مومن کو حکم ہوتا ہے کہ تم بھی درود پڑھو کوئی وقت ایسا نہیں گذرتا جب آپ پر درود نہ پڑھا جاتا ہو کیونکہ علاوہ ان درود پڑھنے والوں کے جو مومنوں کا گروہ ہے اللہ تعالے اور اُسکے ملائکہ تو ہر وقت اس کام میں مشغول رہتے ہیں کیونکہ انہیں کسل نہیں ہوتا اور جس میں درود شریف پڑھا جاتا ہے اس سے اندازہ کرو کہ آپ کے درجات میں ہر آن کسقدر ترقی ہو رہی ہے۔

ایکبار مینے خود حضرت امام علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سُنا۔ آپ فرماتے تھے کہ درود شریف کے طفیل اور کثرت سے یہ درجے خدا نے مجھ کو عطا کیے ہیں اور فرمایا کہ میں دیکھتا ہوں کہ اللہ تعالے کے فیوض عجیب نوری شکل میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کیطرف جاتے ہیں اور پھر وہاں جاکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سینہ میں جذب ہوجاتے ہیں اور وہاں سے نکل کر اُنکی لاانتہا نالیاں ہوتی ہیں اور بقدر حصہ رسدی ہر حقدار کو پہونچتی ہیں یقینا کوئی فیض بدون وساطت آنحضرۃ صلی اللہ علیہ وسلم دوسروں تک پہونچ ہی نہیں سکتا۔

اور فرمایا درود شریف کیا ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اس عرش کو حرکت دینا ہے جس سے یہ نور کی نالیاں نکلتی ہیں جو اللہ تعالے کا فیض اور فضل حاصل کرنا چاہتا ہے اُسکو لازم ہے کہ وہ کثرت سے درود شریف پڑھے تاکہ اس فیض میں حرکت پیدا ہو

غرض

اللہ تعالے کو آنحضرۃ صلے اللہ علیہ وسلم کی بڑی عظمت اور عزۃ منظور ہے کیونکہ جو عزت اور توحید آپ نے قائم کی ہے کسی اور کے ذریعے سے نہیں ہوئی۔ اور اسوقت بھی اسکے بروز **احمد** نے (خدا کی نصرتیں اور تائیدیں اُسکے ساتھ ہوں) اسی توحید کو قائم کرنے کے لیے غیرت اور جوش پایا ہے۔ اب میرا یہ منشا ہے کہ ایسی حالت میں مسلمانوں کو کسقدر درود شریف کے پڑھنے کی ضرورۃ ہے کیونکہ جس رسول کا یہ درجہ ہے کہ اللہ اور اُسکے ملائکہ اُسپر درود بھیجتے ہیں ناخدا ترس مردہ پرست قوم نے اُسکی بہت ہتک کی ہے اُس سید المعصومین کی نسبت بہت سے فحش ہمیں انہیں سننے پڑے ہیں لاانتہا کتابیں اس شرک عظیم کے حامیوں کیطرف سے شائع کی گئی ہیں اور جو مسلمان باقی رہ گئے ہیں انھوں نے بھی اپنے عملی رنگ سے ہتک کی جبکہ آپ کے اتباع سنتہ کو چھوڑ دیا جو دین آپ لائے تھے اور جو تعلیم قرآن نے دی تھی اُسکو چھوڑ دیا گیا گویا دونوں طرح پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ہتک کی گئی ہے اس بےعزتی اور ہتک کا انتقام لینے اور اس عزۃ کو قائم کرنے کے لیے پھر خدا نے اسی کو بھیجا ہے تاکہ پھر زمین پر ایک خدا کی پرستش ہو سارا وہ حمد الٰہی سے بھر جاوے۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم **محمد و احمد** ثابت ہو صلے اللہ علیہ وسلم

اسوقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کی دو ہی صورتیں ہیں اول یہ کہ مسلمان اتباع سنتہ کریں اور تقوی و طہارۃ اختیار کریں اور پھر جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو زندہ نبی ثابت کرنے کے لیے آیا ہے یعنی مسیح موعود اُسکی امداد اور نصرۃ کے لیے سب اکٹھے ہوجائیں اور سب ملکر اُسکے واسطے دعائیں کریں درود شریف پڑھتے ہوئے جب **علٰی اٰلِ محمدٍ** کہیں تو یقیناً یاد رکھیں کہ اس آخری زمانہ میں مسیح موعود اور اُسکے متبعین اسی آل میں داخل ہیں۔ آخر میں میں اپنی ساری جماعت کو نصیحت کرتا ہوں وہ دونوں صورتوں سے درود شریف پڑھنے میں مصروف رہیں بہت تھوڑے ہیں جو جانتے ہیں کہ انکا محبوب و آقا کس نازک کام میں مصروف ہے پس سب مسلمان اللہ اور اُسکے ملائکہ کے ساتھ ہوکر نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجیں حیف ہوگا اگر ہماری جماعت کا کوئی وقت ضائع ہوجاوے۔ کیونکہ وہ یاد رکھیں کہ ہمارا محبوب آقا بہت بڑے فکروں میں گھرا ہوا ہے دشمنان دین کے حملوں سے وہ اکیلا اسلام کے لیے سینہ سپر ہوکر لڑ رہا ہے پس بدنصیب ہوگا وہ شخص جو اسکا بوجھ بٹانے میں شریک نہ ہو اور راہ یہی ہے کہ اپنے چال چلن کو درست کریں اور اتباع سنتہ میں قدم بڑھائیں اور درود شریف پڑھتے رہیں۔

اب وقت ہے کہ ہر ایک اپنے وقت کی قدر کرے اور اسے ضائع نہ کرے۔

سورۂ جمعہ پر حضرت حکیم الامۃ کا وعظ

گذشتہ اشاعۃ سے آگے

یہ وہ **ذکر** ہے جو آخری حلیفہ کہلاتا ہے یہ وہ **راہ** ہے جو صراط مستقیم ہے۔ پس اسطرف آجاؤ۔ اور اسوقت دجالی تحریکوں کیطرف نہ جاؤ۔ اس صراط مستقیم کیطرف آنے یا اس ذکر کیطرف متوجہ ہونے کا اتنا ہی مطلب نہیں ہے کہ مان لیا کہ وہ حق ہے اور خدا کیطرف سے آیا ہے۔ یہ ایمان **زندہ ایمان** نہیں کہلا جبتک اسمیں عمل کی روح نہ ہو۔ یہ بالکل سچ ہے کہ ایمان بدون عمل کے **مردہ** ہے۔ مینے جسوقت حضرت امام کے مُنہ سے یہ سُنا کہ تم میں سے بہت ہیں جو اس چشمہ پر پہونچ گئے ہیں جو زندگی کا چشمہ ہے مگر ابھی پانی نہیں پیا۔ ہاں مُنہ رکھدیا ہے۔ میں سچ کہتا ہوں کہ جسوقت سے مینے یہ سُنا ہے میں بہت ہی ترساں ہوں اور استغفار پڑھتا رہتا ہوں کہ خدا کرے کہیں وہ میں ہی نہ ہوں۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے کہنے میں ہم

سب یہ اقرار کرتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ کے سوا کوئی معبود ۔ محبوب ۔ اور مطاع نہ ہوگا ۔ اور کوئی غرض و مقصد اللہ تعالیٰ کے اس راہ میں روک نہ ہوگی ۔ اس امام نے اس مطلب کو ایک اور رنگ میں ادا کیا ہے کہ ہم سے یہ اقرار لیتا ہے

دین پر دنیا کو مقدم کروں گا

اس اقرار کو مدنظر رکھکر اپنے عمل درآمد کو سوچلو کہ کیا اللہ تعالیٰ کے احکام اور اوامر و نواہی مقدم ہیں یا دنیا کے اغراض و مطالب اس اقرار کا منشا یہ ہے کہ ساری چیزیں اللہ کے خوف کی اور حصول مطالب کی اُمید کی اللہ تعالیٰ کے سوا نہ رہیں یعنی خوف ہو تو اسی سے اُمید ہو تو اسی سے وہی معبود ہو اسی کی عظمت و جبروت کا خوف ہو جس سے اطاعت کا جوش پیدا ہو ۔ ایسی اطاعت اور عبادت روح میں ایک تذلل اور انکساری پیدا کرے گی ۔ جس سے سرور اور لذت پیدا ہوگی ۔ اور عملی زندگی کو قوۃ ملے گی لیکن جب اللہ تعالےٰ کی صفات پر کامل ایمان نہ ہو تو اس ایمان میں عملی قوت پیدا کرنیکی صلاحیت نہیں ہوتی ۔ وہ اس کھائے ہوئے دانہ کیطرح ہوتا ہے جسمیں نشو و نما پانیکی خاصیت باقی نہیں رہی ۔ غرض اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ جب تم نماز کے لیے جمعہ کے دن بُلائے جاؤ تو بیع کو چھوڑکر ذکر اللہ کیطرف آجاؤ ۔

عام جمعوں میں چھوٹی چھوٹی بیع ہے لیکن مسیح موعود کا وقت چونکہ عظیم الشان جمعہ ہے اس لیے اس وقت دجّال کا فتنہ بہت بڑی بیع ہے اسلیے فرمایا کہ اسکو چھوڑو اور ذکر اللہ کیطرف آجاؤ ۔ نتیجہ اسکا کیا ہے ؟

ذٰلکم خیر لکم ان کنتم تعلمون

اگر تمکو کچھ علم ہے تو یاد رکھو کہ یہ تمھارے لیے مفید ہے ۔ اسمیں خیر و برکت ہے تمھارے لیے اللہ تعالےٰ جس امر کو خیر و برکت کا موجب قرار دیتا ہے اسکو ظنی یا وہمی خیال کرنا کفر ہے ۔ انسان چونکہ عواقب الامور اور نتائج کا علم نہیں رکھتا اسلیے وہ بعض اوقات اپنی کم عدی علم اور کمی معرفت کی وجہ سے گھبرا جاتا ہے اور سمجھتا ہے کہ خدا تعالےٰ کے مامور کی صحبت میں رہنا یا اس کے پاس جانا اخراجات کو چاہتا ہے یا بعض تجارتی کاموں میں اس سے حرج واقع ہوگا دوکان بند کرنی پڑیگی یا کیا کیا عذر تراشتا ہے لیکن خدا تعالیٰ یقین دلاتا ہے کہ اسکی آواز سُنتے ہی حاضر ہو جانا خیر و برکت کا موجب ہے ۔ اسمیں کوئی خسارہ اور نقصان نہیں ۔ مگر تمکو اسکا علم ہونا چاہیے پس اسمیں کوتاہی نہیں ہونی چاہیے ہاں

فاذا قضیت الصلوۃ فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللہ واذکروا اللہ کثیرا لعلکم تفلحون

جب نماز ادا کر چکو تو زمین میں پھیل جاؤ ۔ اور اللہ تعالےٰ کے فضل کو لو ۔ اسکا اصل ادا کرنا ہے ۔ اللہ تعالےٰ کو بہت یاد کرو ۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ تم مظفر و منصور ہو جاؤگے ۔

خدا کی یاد ساری کامیابیوں کا راز اور ساری نصرتوں اور فتوحات کی کلید ہے ۔ اسلام انسان کو بیدست و پا بنانا یا دوسروں کے لیے بوجھ بنانا نہیں چاہتا ۔ عبادۃ کے لیے اوقات رکھے ہیں جب ان سے فارغ ہو جاوے پھر اپنے کاروبار میں مصروف ہو ۔ ہاں یہ ضروری ہے کہ ان کاروبار میں مصروف ہو کر بھی یاد الٰہی کو نہ چھوڑے بلکہ

دست بکار دل بہ یار ہو

اور اسکا طریق یہ ہے کہ ہر کام میں اللہ تعالیٰ کی رضا کو مقدم رکھے اور دیکھ لے کہ آیا خلاف مرضی مولیٰ تو نہیں کر رہا ۔ جب یہ بات ہو تو اسکا ہر فعل خواہ وہ تجارۃ کا ہو ۔ یا معاشرت کا ۔ ملازمت کا ہو یا حکومت کا غرض کوئی بھی حالت ہو عبادۃ کا رنگ اختیار کر لیتا ہے ۔ یہانتک کہ کھانا پینا بھی اگر امر الٰہی کے نیچے ہو تو عبادت ہے ۔

یہ اصل ہے جو ساری فتحمندیوں کی کلید ہے مگر افسوس ہے کہ مسلمانوں نے اس اصل کو چھوڑ دیا ۔ جبتک اسپر عملدرآمد رہا ۔ اسوقت تک وہ ایک قوم فتحمند قوم کی حالت میں رہی لیکن جب اسپر سے عمل جاتا رہا تو نتیجہ یہ ہوا کہ یہ قوم ہر طرح لیستیوں میں گر گئی ۔

واذا راوا تجارۃ او لھوا انفضوا الیھا وترکوک قائما قل ما عند اللہ خیر من اللھو ومن التجارۃ واللہ خیر الرازقین

اور جب تجارۃ کے سامان ملجاتے ہیں یا کھیل تماشہ کا وقت پاتے ہیں وہ تجھے چھوڑکر چلدیتے ہیں انکو کہدو کہ اللہ تعالیٰ کے پاس جو چیز ہے وہ ساری تجارتوں اور کھیل تماشوں سے بہتر ہے اور اللہ تعالےٰ بہتر رزق دینے والا ہے ۔

یہ حالت انسان کی اُسوقت ہوتی ہے جب وہ خدا تعالےٰ پر سچا اور کامل یقین نہیں رکھتا ۔ اور اُسکو رازق نہیں سمجھتا ۔ یوں ماننے سے کیا ہوتا ہے جب کامل ایمان ہوتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کے لیے سب کچھ چھوڑنے کے لیے طیار ہو جاتا ہے ۔

بعض لڑکوں سے میں نے پوچھا ہے کہ تم جو گھر جاتے ہو کیوں ؟ کیا کھانے کے واسطے ۔ اگر یہ غرض ہو تو پھر یہ خدا کے اس ارشاد کے نیچے ہے لہو اور تجارۃ کو گویا خدا تعالےٰ پر مقدم کرتا ہے اس سے بچنا چاہیے ۔

اللہ تعالےٰ کو خیر الرازقین یقین کرو اور مت خیال کرو کہ صادق کی صحبت میں رہنے سے کوئی نقصان ہوگا کبھی ایسی جرأت کرنیکی کوشش نہ کرو کہ اپنی ذاتی اغراض کو مقدم کرلو خدا کے لیے جو کچھ انسان چھوڑتا ہے اس سے کہیں بڑھ کر پالیتا ہے ۔ تم جانتے ہو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کیا چھوڑا تھا اور پھر کیا پایا صحابہ نے کیا چھوڑا ہوگا اسکے بدلے میں کتنے گُنے زیادہ خدا نے انکو دیا ۔ خدا تعالیٰ کے نزدیک کیا ہے جو نہیں ہے للہ خزائن السمٰوت والارض تجارت میں خسارہ کا ہو جانا یقینی امر کاروبار میں تباہیوں کا واقع ہو جانا قرین قیاس ہے لیکن خدا تعالےٰ کے لیے کسی چیز کو چھوڑکر کبھی بھی انسان خسارہ نہیں اُٹھا سکتا ۔

ناظم ندوہ سے خط و کتابت

میرے دوسرے خط کے بعد بھی مولوی صاحب نے میرے سوالوں کے جواب نہیں دیے اور ایک کارڈ لکھ بھیجا جو ذیل میں درج کرتا ہوں جس سے پھر انھوں نے کسی تخاطب کی اُمید ہی نہ رکھی ۔ وہ کارڈ یہ ہے ۔

۷۸۶

از فقیر محمد علی کان اللہ لہ منشی ارادت حسین صاحب سلمہ ۔ وعلیکم السلام ۔ خط پہونچا ۔ پہلی تحریر محض اس لیے لکھی گئی تھی کہ مجھے گمان ہوا تھا کہ شاید مقاصد ندوہ کو سمجھنا مطلوب ہے اس خط سے معلوم ہو گیا کہ صرف بحث و مجادلہ کی خواہش ہے ۔ تو ہمارے بزرگان طریقت و شریعت نے اس سے منع فرمایا ہے اور حتے الوسع انکی فرمانبرداری کو میں اپنا شعار جانتا ہوں ۔ اور اللہ تعالیٰ شانہ سے اس کی پوری تعمیل کی تمنا والتجا رکھتا ہوں وھو لکل امل ھدیر وعلی ما نشاء قدیر ۔ آئندہ کسی مخاطبت کا میرے جانب سے اُمید نہ رکھو ۔ ۵ رمضان المبارک ۔ مونگیر محفوظ سوید

ناظرین ذرا متوجہ ہو کر سنو اور غور کرو کہ مولوی صاحب نے کیا اور پھر ہی اوپر ٹالا ہے اور پھر ہرگز ہرگز جواب دینا اور میری تسلی کرنا نہیں چاہا علاوہ اس کے کہ بحث و مجادلہ کوئی بُری بات نہیں

جسکو اُن کے بزرگان شریعت و طریقت نے منع کیا ہو میں ناظرین سے انصاف چاہتا ہوں کہ میرے دوسرے خط کا کونسا لفظ ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ میری خواہش بحث ومجادلہ کی ہے ؟ میں مولوی صاحب سے خود یہ پوچھتا ہوں کہ آپ نے میرے کن الفاظ سے یہ سمجھہ لیا ہے کہ میری خواہش بحث و مجادلہ کی ہے مگر چونکہ انھوں نے صاف لکھدیا کہ "آیندہ کسی تنہا طلبی کا میری جانب سے انتظار نہ رہے"۔ اسوجہ سے میں نے انکو پھر خط لکھنا مناسب نہ سمجھا - مگر اب اس اخبار کے ذریعہ سے کل علماء ندوہ کے ساتھ اُنکو بھی مخاطب کرتا ہوں اور پوچھتا ہوں کہ میرے کون سے الفاظ میں سے میری بحث و مجادلہ کی خواہش پائی جاتی ہے ؟ ناظرین دیکھو کہ میں نے صاف صاف حاضر ہونیکی مجبوری انکو دکھلا کر لکھا تھا کہ "اسلیے امیدوار ہوں کہ آپ میرے اُس خط کا جواب تحریر فرماکر عنایت فرمائے تاکہ میں اُنمیں غور کرسکوں اور اپنی تسلی ہو جانیکی کوشش کرسکوں اور پھر اس کے بعد جو کچھہ بھی میرے دل میں خیال پیدا ہو اُسکو آپ پر ظاہر کروں"۔ اس کے بعد کون انصاف پسند دل ہے جو یہ فیصلہ کرے کہ میری خواہش بحث ومجادلہ کی تھی ؟ پھر میں نے خط کو ختم کرتے بھی لکھا تھا کہ "سردست ندوہ کے بارہ میں میری تسلی کیجیے اور تحریر سے کیجیے تاکہ مجھکو غور و فکر کرنے کا زیادہ موقع ملے اور ان تحریروں کو شائع بھی کرسکوں"۔ اب میں نہیں سمجھہ سکتا کہ ان سے بڑھ کر کون سے الفاظ ہوسکتے ہیں جو مولوی صاحب کو یقین دلاتے کہ میں اپنی تسلی چاہتا ہوں

ناظرین اصل حقیقت یہ ہے کہ مولوی صاحب میرے سوالوں کا کافی و شافی جواب نہیں دے سکتے اور نہ کوئی ندوی دے سکتا ہے اس لیے مولوی صاحب نے پہلے تو یہ سوچا کہ جواب تم کیونکر دو گے بس یہ لکھدو کہ تم چلے آؤ تمھاری تسلی کردی جائیگی کیونکہ انھوں نے دیکھا کہ اول تو شاید آئیگا ہی نہیں اور اگر آیا بھی تو کچھہ ادھر اُدھر کے جواب دیدوں گا - اہل انصاف کو اطلاع ہی نہ ہوگی کہ کیا جواب دیا گیا جو وہ انصاف کریں گے اور اگر یہ عاجز کچھہ اصرار کرتا کہ آپ کے جواب ناکافی اور کسی حق جو کی تسلی نہیں کرسکتے تو وہ یہ کہدیتے کہ تم یونہی کٹھ حجتی کرتے ہو تمہیں طلب حق منظور نہیں - بلکہ اس جواب کیطرف اُن کے پہلے ہی خط میں اشارہ ہے جہاں وہ لکھتے ہیں کہ اگر طلب حق ہے تو کافی طور سے اطمینان ہو جائے گا - مگر جب قوی دلائل سے انکو لکھا گیا کہ تحریری گفتگو ہر حالت میں بہتر ہے اور تحریری ہی جواب عنایت فرمایا جاوے تو وہ اپنے اُس بہانہ کو ٹوٹا ہوا دیکھکر کہ چلے آؤ اور اپنا اطمینان کرلو یہ لکھہ بھیجا کہ "صرف بحث و مجادلہ کی خواہش ہے - تو ہمارے بزرگان طریقت و شریعت نے اس سے منع فرمایا ہے"۔ مگر ناظرین بخوبی واضح ہوگیا ہوگا کہ میری خواہش مباحثہ کی نہیں تھی صرف میں یہ چاہتا ہوں کہ مولوی صاحب میرے سوالونکا جواب دیں اور میں اُنمیں غور کروں اور اپنی تسلی ہو جانیکی کوشش کروں اور پھر جو خیال میرے دل میں پیدا ہو اُس سے مولوی صاحب کو مطلع کروں اور کل تحریرونکو شائع بھی کروں تاکہ دوسرے لوگوں کو بھی فائدہ ہو اور یہ بات زبانی گفتگو میں نہیں ہوسکتی تھی مگر چونکہ مولوی صاحب کو جواب دینا ہی نہیں تھا اور نہ دے سکتے تھے اسوجہ سے ہمیشہ بہانہ ہی ڈھونڈتے رہے میں اس نتیجہ پر کہ میرے سوالات کا کوئی ندوی بھی کافی جواب نہیں دیسکتا بڑی بصیرۃ سے پہونچا ہوں اسکی دلیل اول تو یہی ہے کہ سوا اس کے کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی جو مولوی صاحب کو جواب دینے سے مانع ہوئی ہو - اور دوسری دلیل یہ بھی ہے کہ جب مولوی صاحب نے جواب نہیں دیا تو میں نے ایک اور ندوہ کے عالم کے سامنے اپنے سوالات کو پیش کرکے اپنی تسلی چاہی تو وہ بھی جواب نہ دیسکے بلکہ انھوں نے اقرار کیا کہ بیشک معقول اعتراض ہیں - خدا اُنکو اس حق پسندی کا اجر دے - اور ناظرین ! تمھیں اور بھی قوی دلیل اسبات کی ملجائیگی جب تم دیکھوگے کہ کوئی ندوی میرے سوالات کے کافی جواب ہرگز ہرگز شائع نہ کرے گا اور ہرگز نہ کرسکے گا -

مولویصاحب کے پچھلے کارڈ سے ایک شبہ عام لوگونکو یہ بھی پیدا ہو سکتا ہے کہ بحث ومجادلہ اچھی چیز نہیں ہے جبھی تو مولوی صاحب نے اس سے منع فرمایا ہے - مگر ای ناظرین ! یہ بات غلط ہے بیشک تحکم اور ہٹ دھرمی بری چیز ہے - مگر بحث ومجادلہ کوئی بری چیز نہیں یہاں مولویصاحب کا بھی مطلب بحث ہی سے ہے نہ تحکم - کیونکہ صاف لفظ بحث کا موجود ہے اور مجادلہ کبھی تحکم کے معنی میں بھی استعمال ہو جاتا ہے مگر یہاں نہیں - مجادلہ بحث کی تفسیر واقع ہوئی ہے کیونکہ مولویصاحب کا یہ تو مطلب ہو ہی نہیں سکتا کہ میری خواہش بحث کی بھی جو اچھی چیز ہے اور مجادلہ یعنی تحکم کی تھی جو بری چیز ہے - تو اب ای ناظرین ! میں سخت حیران ہوں کہ مولوی صاحب نے یہ کیا لکھدیا کہ "ہمارے بزرگان شریعت و طریقت نے اس سے (یعنی بحث و مجادلہ سے) منع فرمایا ہے"۔ جب کہ سارا قرآن بحث ومباحثہ سے بھرا پڑا ہے اور صاف حکم خدا کا موجود ہے ادع الی سبیل ربک بالحکمة والموعظة الحسنة وجادلهم بالتي هي احسن

ترجمہ عقل کی باتوں اور اچھی اچھی نصیحتوں سے اپنے پروردگار کے راستہ کیطرف بلاؤ اور انکے ساتھ مجادلہ کرو ایسے طور پر کہ وہ بہت ہی پسندیدہ ہو -

کیا یہ آیت اور ایسی ایسی اور آیتیں اس کارڈ کے لکھتے وقت مولویصاحب کو بھول گئی تھیں ؟ خیر کچھہ ہی ہو مگر یہ ثابت ہے کہ مباحثہ کچھہ بری چیز نہیں - اور علاوہ اس کے خود مولویصاحب نے چند کتابیں مباحثہ اور مجادلہ کی عیسائی وغیرہ کے مقابل میں لکھی ہیں اور اپنی کتابوں میں عیسائیونکو چیلنج بھی دیا ہے اور ان کے چیلنج پر خود بھی تیار ہوے ہیں مصنف نیاز نامہ کو تحریری مباحثہ کے لیے لکھا بھی تھا مگر وہ اسوقع پر کیوں ایسا لکھتے ہیں کہ ہمارے بزرگان طریقت و شریعت نے اس سے منع فرمایا ہے اسکو ناظرین ہی کی سمجھپر چھوڑتا ہوں -

اب میں پھر ندوہ کے علماء کو مخاطب کرکے کہتا ہوں کہ میرے سوالات کا جواب شائع کریں یا میرے سوالات کا حق ہونا مان لیں - اور اگرچہ مولوی صاحب نے اپنی طرف سے میرے ساتھ مخاطب کرنا موقوف کردیا ہے مگر میں موقوف نہیں کرتا اور انھیں اب بھی اختیار ہے کہ ہمارے سوالونکا تحریری جواب دیں

عاجز ارادۃ حسین احمدی نزیل قادیان -

اپنے دوستونکو اطلاع

میاں غلام رسول حجام احمدی ساکن امرتسر قلعہ بھنگیاں متصل حویلی کلکتیاں اعلی درجہ کے کھانا پکانیوالا ہے چنانچہ جہلم جب حضرت اقدس تشریف لیگئے تھے تو جہلم کی جماعت نے میاں غلام رسول کو امرتسر سے بلایا تھا اور انہوں نے نہایت خوبی اور قابلیت کے ساتھ اپنے کام کو سرانجام دیا تھا - احمدی جماعت میں سے جس کسی بھائی کو شادی یا کسی اور تقریب پر عمدہ کھانے پکانے والے کی ضرورت ہو تو اُسکو [illegible]

مردم شماری پنجاب اور فرقہ احمدیہ کے متعلق خطرناک غلطی

صوبہ پنجاب اور شمالی مغربی صوبہ کی مردم شماری کی رپورٹ اسوقت ہمارے سامنے ہے اس کے صفحہ ۱۴۲ پر سلسلہ عالیہ کے متعلق پیرگراف نمبر ۹۳ میں ایک خطرناک اور قابل افسوس غلطی کا ارتکاب ہوا ہے۔

اس فرقہ کی تعداد کو ظاہر کرتے وقت صرف ۱۱۱۳ ایسے مردوں کی تعداد بتائی ہے جنکی عمر ۱۵ سال سے اوپر ہے اگرچہ اس تعداد میں ۱۵ سال سے کم عمر کے بچے اور عورتیں قطعًا شامل نہیں تاہم ہم اس تعداد کی صحت کو کسی حالت میں قبول کرنے کے لیے طیار نہیں ہیں اور نہ کوئی شخص جو اس فرقہ کی حیرت انگیز ترقی سے واقف ہے اس تعداد کو صحیح باور کر سکتا ہے بلکہ ہمارا یقین ہے کہ گورنمنٹ بھی اس تعداد کی صحت میں شک کرنیکی وجوہات رکھتی ہے۔ جبکہ ہفتہ وار آنے والے لوگوں کی فہرستیں مرتب ہو کر بعض ذمہ وار آفیسرز کے پاس یہاں سے پہونچتی ہیں اور ہم نے اپنے اخبار کے ذریعہ بیعت کرنے والوں کی فہرستوں کو شائع کیا ہے۔ جنمیں سے بعض اوقات کئی کئی سو آدمیوں کی فہرستیں شائع کیگئی ہیں۔

محکمۂ مردم شماری سے اس غلطی کا ارتکاب کیوں ہوا؟ ہمارے نزدیک چند ایسی وجوہات ہیں جو اس غلطی کا موجب ہوے ہیں جنمیں سے بعض کے لیے ہم ذمہ وار ہو سکتے ہیں

اوّل - اس فرقہ کا الگ نام درج ہونے کے لیے جو اشتہارات شائع کیے گئے وہ ایسے وقت شائع ہوے جبکہ مردم شماری کا کام شروع ہو چکا تھا اور ایسی حالت میں قریبًا ناممکن تھا کہ تمام افراد کو پورے طور پر اطلاع ہو سکتی۔ اگرچہ محکمہ مردم شماری کے ذمہ وار آفیسرز کو اس امر سے واقف کرنے کے لیے پوری مستعدی کیگئی مگر تاہم ایسی عجلت میں کیا ہو سکتا تھا۔

دوم - محکمہ مردم شماری کیطرف سے بجائے خود کیسا ہی التزام کیوں نہ ہو لیکن یہ امر قرین قیاس نہیں بلکہ یقینی ہے کہ شمار کنندگان بوجہ اپنی کم سوادی اور کم واقفیت اور پھر کام کی کثرت اور وقت کی تنگی کے کبھی ایسی کوشش نہیں کرتے کہ پورے طور پر ہر فرقہ کی بابت دریافت کرکے لکھیں بلکہ عام قاعدہ یہ ہوتا ہے کہ مسلمان کے نام کے ساتھ علی العموم سُنّی کا لفظ لکھ دیا جاتا ہے۔ ممکن ہے کہ اس امر کو تسلیم کرنے کے لیے ہمارے یورپین آفیسرز طیار نہوں مگر کام کرنیوالے دیسی صاحبان اس طرز عمل سے ناواقف نہوں گے - پس اندراجات میں عجلت شمار کنندوں کی کمی واقفیت اور ممبران فرقہ کا عدم علم ساری باتیں مل ملا کر اس غلطی کا باعث ہو گئی ہیں۔

ورنہ جس حال میں صوبہ بمبئی میں ۱۰۸۷۱ - اور صوبجات متحدہ میں ۹۳۱ تعداد ہے تو یہ بات کبھی قابل پذیرائی نہیں ہو سکتی کہ پنجاب میں صرف ۱۵ برس سے اوپر مردوں کی تعداد ۱۱۱۳ ہی ہو۔ بحالیکہ اس فرقہ کا آغاز اسی پنجاب سے ہوا اور پنجاب ہی میں اس کے متعلق کثرة سے اشاعة ہوئی ہے - واقعات صحیحہ کی بنا پر یہ ثابت ہو سکتا ہے کہ اس تعداد میں بہرحال محکمہ مردم شماری کو ایک غلطی یا دھوکا ضرور ہوا ہے۔

اس غلطی کے اسباب میں سے ممکن تھا ہم بھی ہو سکتے جبکہ یہ کہتے ہیں کہ اشتہار اس نام کے متعلق اسوقت ہوا جبکہ مردم شماری کا ابتدائی کام شروع ہوا تھا لیکن ہم اس سے بری ٹھہر جاتے ہیں جب یہ دیکھتے ہیں کہ محکمہ مذکور کیطرف سے ایک اور خطرناک اور مزیل حیثیت عرفی غلطی کا ارتکاب ہوا ہے جو معمولی تساہل انگاری کا نتیجہ ہے اور جس سے پایا جاتا ہے کہ اس پہلی غلطی کا پورا ذمہ وار بھی محکمہ مذکور ہی ہے - ورنہ ایسی بیہودہ غلطی نہ کی جاتی - اور وہ غلطی یہ ہے کہ ہمیں ظاہر کیا گیا ہے کہ اس فرقہ کے بانی جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے بحیثیت ایک مولوی کے پہلے چوڑھوں کو تبلیغ شروع کی - حالانکہ پنجاب کا بچہ بچہ بھی جانتا ہے کہ عالیجناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ الصلوٰة والسلام نے کبھی اس قوم کے ساتھ کوئی تعلق نہیں پیدا کیا محکمہ مردم شماری کے افسروں کو یہ غلطی اور دھوکا گورداسپور گزیٹیر بابت سنہ ۱۸۹۱ء کے صفحہ ۶۱ سے لگا ہے جہاں پہلے ہی اس غلطی کا ارتکاب ہو چکا تھا - اور ہم کو اچھی طرح یاد ہے کہ جب ہز آنر لفٹننٹ گورنر بہادر پنجاب کو اس کی اصلاح کے متعلق لکھا گیا تھا تو انھوں نے صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر ضلع گورداسپور کو اسکی اصلاح کے لیے ہدایت کر دی تھی - پھر نہیں معلوم کہ یہ غلطی کیسے وقوع میں آئی

اس غلطی کی اصلاح بہت جلد ہونی چاہیے چنانچہ خود حضرة اقدس جناب میرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود علیہ الصلوٰة والسلام نے اس غلطی پر نوٹس لیکر ہز آنر لفٹننٹ گورنر بہادر پنجاب کو توجہ دلائی ہے ہم ذیل میں سر دست اس چٹھی کو درج کرتے ہیں اور ہز آنر سر چارلس ریواز یا لقابہ کی گورنمنٹ سے توقع کرتے ہیں کہ وہ بہت جلد اسکی اصلاح کرکے فرقہ احمدیہ کی قریبًا دولاکھ پبلک کو ممنون فرماینگے جنکے پیشوا اور امام کے متعلق ایسی غلطی ہو گئی ہے جو مزیل حیثیت عرفی ہے - وہ چٹھی یہ ہے -

۱- پنجاب کی مردم شماری کی رپورٹ کے حصہ اول باب ۳ فقرہ ۳۹ صفحہ ۱۴۲ میں میرے متعلق لکھا گیا ہے کہ میرا پہلا کام بحیثیت ایک مولوی کے چوڑھوں کو تبلیغ کا تھا۔

۲- یہ بیان بالکل خلاف واقعہ اور بے بنیاد ہے اور میری عزة اور شہرت کو سخت نقصان پہونچانیوالا ہے۔

۳ جس شخص نے چوڑھوں کی تبلیغ کا دعویٰ کیا تھا وہ ایک بالکل الگ آدمی ہے جسکا نام امام الدین ہے جس کے اصول اسلام سے بالکل مخالف ہیں اور میں اور دیگر تمام سچے مسلمان ان اصولوں کو نفرت کی نگہ سے دیکھتے ہیں اور یہ شخص تیس سال سے زیادہ عرصہ سے میرے سخت مخالفوں میں سے ہے اور یہ بالکل بعید از انصاف ہے کہ ایک ایسے شخص کی تعلیم کو میری طرف منسوب کیا جائے جس سے میں سخت بیزار ہوں۔

۴- چوڑھے ایک ایسی قوم ہے جو اس ملک میں جرائم پیشہ سمجھے جاتے ہیں - اور میرا تعلق ایسی قوم سے ظاہر کرنا جو ایک بالکل بے بنیاد امر ہے - میری طرف ایک ذلیل حالت کو منسوب کرنا ہے چوڑھے ایک ذلیل قوم سمجھی جاتی ہے اور اس قسم کا بیان جو مردم شماری کی رپورٹ میں ہے میری شہرت کو سخت نقصان پہونچانے والا اور میرے اور گورنمنٹ کے ہزارہا وفادار اور معزز رعایا کے لوگوں کے دلوں کو دکھ دینے والا ہے جو مجھے اپنا روحانی پیشوا اور مذہبی سرگروہ تسلیم کرتے ہیں۔

۵ - میرے اصول اور تعلیم جو ابتدا سے ہی لوگوں کو سکھا رہا ہوں وہ ایسے اخلاق فاضلہ سکھانے والے اور اعلیٰ مراتب روحانیت پر پہونچانیوالے ہیں کہ چوڑھے تو ایکطرف رہے وہ مسلمان بھی نہ انکو قبول کر سکتے ہیں اور نہ انھوں نے قبول کیا ہے جو ذلیل حالت میں ہیں اور جنکی اخلاقی حالتیں گری ہوئی ہیں بلکہ ایسے فہیم اور شریف انسان انکو قبول کرتے ہیں جو نہایت پاکیزہ زندگیاں بسر کرتے ہیں اور میرے پیرو ہمیں کثرت سے رئیس جاگیردار معزز گورنمنٹ کے عہدہ دار سوداگر فاضل علماء

اور اعلیٰ درجہ کے تعلیم یافتہ مسلمان ہیں۔

۶۔ اسی قسم کا ایک بیان میرے متعلق پہلے گورداسپور گزیٹیر میں کیا گیا تھا لیکن جب گورنمنٹ کو اس غلطی کیطرف توجہ دلائی تو گورنمنٹ نے اپنی چٹھی نمبر ۹۳ مورخہ ۱۲ مارچ سنہ ۱۹۰۱ء (عین اسوقت جبکہ مردم شماری ختم ہو چکی تھی) ہوم ڈیپارٹمنٹ میں یہ جواب دیا تھا کہ یہ فقرہ نظر ثانی کے وقت نکالدیا جاوے گا اور اسکے متعلق گورداسپور کے ڈپٹی کمشنر کو ہدایت کردی گئی ہے

۷۔ یہ فقرہ اب ایسی کتاب میں درج کیا گیا ہے جو کہ دنیا میں معتبر سمجھی جاتی ہے اور اگر اسکی تردید معاً ہی نہ کی جاوے تو میری عزة اور شہرت کو نقصان پہونچائے گا۔

۸۔ یہی فقرہ مردم شماری کی رپورٹ کی بنا پر سول ملٹری گزٹ لاہور میں چھاپ دیا گیا ہے اور تردید نہ ہونیکی صورت میں دوسرے تمام اخبارات میں اسیطرح شائع ہوکر مجھے نقصان پہونچانے والا ہوگا اور اسطرح پر تمام دنیا کے سامنے غلطی سے میرا تعلق ایک ذلیل قوم کے ساتھ ظاہر کیا جاوے گا۔

۹۔ میں رؤسا کے ایک ایسے خاندان سے ہوں جسکی گورنمنٹ ہمیشہ عزة کرتی رہی ہے بسبب ان قابل قدر خدمات کے جو اس خاندان نے وفاداری سے کی ہیں اور میری نسبت یہ خلاف واقع بیان تمام خاندان کی شہرت اور عزة کو داغ لگانے والا ہے۔

۱۰۔ گورنمنٹ اس بیان کا جھوٹا اور بے بنیاد ہونا افسران ضلع کی معرفت تحقیق کرسکتی ہے"

آخر میں یہ الفاظ فرقہ احمدیہ کے متعلق رپورٹ مردم شماری میں لکھے ہیں جو ذیل میں درج ہیں

"یہ فرقہ بڑے زور سے اس اعتقاد کو رد کرتا ہے کہ اسلام کا مہدی خونی مہدی ہوگا اور صحیح بخاری کی بناپر جو حدیث کی کتابوں میں سب سے زیادہ معتبر ہے یہ روایت پیش کرتا ہے کہ وہ جنگ نہیں کرے گا بلکہ مذہب کی خاطر جو لڑائیاں ہوتی ہیں انکو بند کردے گا اپنی ضخیم تصنیفات میں مرزا صاحب نے جہاد کی تعلیم کے برخلاف بہت کوشش کی ہے اور اس بارہ میں یہ فرقہ اہل فرقہ اہل حدیث کے جو افراط کیطرف چلا گیا ہے بالکل مخالف ہے۔

اطلاع

میگزین کے مارچ کے نمبر میں جو مضمون شائع ہونا تجویز ہوا تھا وہ بعج اپریل کے رسالہ میں نکلا ختم ہوتا اور حضرة اقدس کا یہ منشا ہے کہ وہ ایک ہی رسالہ میں شائع ہو لہذا ضروری سمجھا گیا کہ مارچ معہ اپریل کا اکٹھا رسالہ مارچ میں شائع ہو۔ مینیجر

صحیفة الولا پر ریمارک

نمبر دوم

گذشتہ نمبر کے پڑھنے سے ہمارے ناظرین کو معلوم ہوگیا ہوگا کہ منشی واحد علیصاحب نے بیّنات کو چھوڑ کر متشابہات کیطرف قدم مارا ہے۔ اور ہمکو افسوس سے ظاہر کرنا پڑتا ہے کہ انہوں نے قرآن شریف کی اس آیت پر ونا توجہ نہیں کی کہ **فاما الذین فی قلوبھم زیغ فیتبعون ما تشابہ منہ ابتغاء الفتنة** + ہم انکی نیت پر کوئی حملہ کرنا نہیں چاہتے لیکن انکا طرز عمل بتا رہا ہے کہ انھوں نے پبلک کو اگر مغالطہ میں نہیں ڈالا تو خود غلطی ضرور کھائی ہے۔ ورنہ کوئی وجہ نہیں ہوسکتی کہ صاف اور واضح امر کو چھوڑ کر ایک پہلو کو اختیار کرتے !!!

اب منشی واحد علیصاحب کا یہ کہنا کہ یہ سالہ سکھاتا ہے کہ انسان کے بیٹے کو ابن اللہ کہنا صحیح اہتمام اور افترا ہے اور اگر متشابہات سے وہ ایسے نتائج پر پہونچ جانا غلطی نہیں سمجھتے تو پھر ہمکو اندیشہ ہوتا ہے کہ کل کو وہ قرآن کریم کی نسبت یہ ارشاد نہ کردیں کہ یہ کتاب معاذ اللہ ماننے کے قابل نہیں کیونکہ اسمیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کو ید اللہ کہا گیا ہے **ید اللہ فوق ایدیھم** میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو **قل یا عبادی** کا ارشاد ہوتا ہے یا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو کیوں مخاطب کرکے کہا کہ **مَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى**۔

منشی واحد علیصاحب کو اس میدان میں فی الحقیقة سنبھلکر قدم رکھنے کی ضرورت تھی جیسا کہ ان کے احمدی دوست نے انکو نصیحت کی تھی جسکو انہوں نے بدنیتی یا اپنی سادگی سے معنوم بد میں لے لیا +

اسی ابنیت پر بحث کرتے ہوئے منشی صاحب نے یہ بھی لکھدیا ہے کہ یہ گویا مرزا صاحب کا شرک فی الوحدت میں مبتلا ہوتا ہے + ہم نہیں جانتے کہ یہ نتیجہ منشی صاحب نے کہاں سے نکالا ہے۔ حالانکہ حضرت اقدس کی تمام تصانیف توحید کامل کو ظاہر کر رہی ہیں اور شرک فی الاسباب تک سے بھی آپ روکتے ہیں۔

شرک فی الوحدت کے ثبوت میں ایک تو آپ نے اسی انت منی بمنزلة اولادی کے الہام کو پیش کیا ہے جسکی تفسیر میں ہم خود حضرة حجة اللہ علیہ الصلوٰة والسلام ہی کے کلمات طیبات طیبات پیش کرچکے ہیں اور وہ ایک خدا ترس مومن مسلمان کے لیے کافی ہیں جسکو ۹۹ وجوہ کفر کی پاکر ایک حصہ اسلام پر بھی اسلام ہی کی طرف ترجیح دینے کا ارشاد ہے۔ اور حسن ظن کے لیے پابند ہے۔ منشی واحد علیصاحب کے نزدیک اس قسم کے الفاظ جو اولیاء اللہ اور انبیا علیہم السلام کے کلام میں پائے جاتے ہیں نہ بطور حقیقت بلکہ بطور مجاز تو پھر ہمیں اندیشہ ہوتا ہے کہ انکو سرے سے اسلام ہی سے دست بردار ہونا پڑے گا۔ کیونکہ **سبحانی ما اعظم شانی** اور **انا الحق** کہنے والے اولیاء اللہ بھی ہوگذرے ہیں اور توریت میں انبیا علیہم السلام اور اکابر پر ولد کا لفظ بولا گیا ہے حضرت یعقوب کو تو کہا گیا کہ اسرائیل فرزند من بلکہ نخست زادہ من است اور اسکے علاوہ اگر شطحیات کی فہرست دی جاوے تو منشی صاحب غالباً اسے برداشت نہ کرسکینگے۔ کم ازکم منشی واحد علیصاحب نے حالی صاحب کے مصرعہ کو تو پڑھا ہوگا معلوم نہیں کہ

"مخلوق ساری ہے کنبہ خدا کا"

اس مصرعہ کے معنے جو انہوں نے ایک حدیث کا ترجمہ کیا ہے کیا کرتے ہوں گے ؟ یا انپر بھی ایسے الفاظ بولنے کی وجہ سے فتویٰ کفر دینے کو طیار و آمادہ ہوں۔ بلکہ اس سے بھی تجاوز کرکے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر بھی معاذ اللہ اعتراض کردیں +

منشی صاحب ! آپکو پرائی کیا پڑی اپنی نبیڑ تو پر عمل کریں اور غور کرکے بتائیں کہ آپکے اس لغو اور بیہودہ نتیجہ کا اثر کہاں تک پہونچتا ہے۔

اتقوا اللہ ! اتقوا اللہ !! اتقوا اللہ !!!

پھر آپ نے اسی شرک فی الوحدة کی بحث میں **انت منی وانا منک** پر اعتراض کیا ہے اور کہا ہے کہ مرزا صاحب کو اللہ ہونے کا دعویٰ ہے ہم نہیں جانتے کہ ایسے کفر صریح کا اتہام ایک صادق برگزیدہ پر لگاتے ہوئے کیوں انکا دل نہیں ڈرا۔ یہ دوسرا ثبوت ہے اس امر کا جو ہم نے اپنے مخالفین کی تین غلطیاں پیش کی ہیں۔

اَنْتَ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْکَ کے متعلق بھی کچھ حضرت حجة اللہ نے بارہا فرمایا اور جسکو ہم نے شائع کیا ہے اگر منشی واحد علیصاحب پڑھ لیتے اور خدا ترسی اور تقویٰ سے کام لیتے تو ایسا اعتراض کرتے ہوئے خود انکو شرم آجاتی مگر

افسوس تو یہ ہے کہ یہ لوگ حضرت اقدس کی تصانیف اور ہمارے ہاں کے اخبارات کو پڑھتے ہی نہیں اور اپنے خود تراشیدہ خیالات کی بنا پر ایک نتیجہ نکالنے کی بیہودہ کوشش کرتے ہیں جو آخر ان کے لیے موجب ندامت ہونے کے علاوہ گناہ کا ذریعہ بنتا ہے۔ اب ہم ذیل میں وہ تشریح جو اس الہام کی خود اعلیٰ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کی ہے درج کرتے ہیں اور پھر منشی صاحب سے پوچھتے ہیں کہ وہ ہمیں اس سے بتائیں کہ انکا اعتراض کہانتک باقی رہتا ہے؟

فرمایا پہلا حصہ تو بالکل اس

اَنْتَ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْکَ

الہام کا صاف ہے کہ تو جو ظاہر ہوا یہ میرے فضل اور کرم کا نتیجہ ہے اور جس انسان کو خدا تعالیٰ مامور کر کے بھیجتا ہے اسکو اپنی مرضی اور حکم سے مامور کرتا ہے جیسے حکام کا بھی یہ دستور اور قاعدہ ہے اب اس الہام میں جو خدا تعالیٰ فرماتا ہے **اَنَا مِنْکَ** اسکا یہ مطلب اور منشا ہے کہ میری توحید میرا جلال اور میری عزت کا ظہور تیرے ذریعہ سے ہوگا۔ ایک وقت آتا ہے کہ زمین فسق و فجور اور شرک و فساد سے بھر جاتی ہے لوگ اسباب پرستی میں ایسے فنا اور منہمک ہوتے ہیں کہ گویا خدا کا نام و نشان بھی نہیں ہوتا ایسے وقت میں خدا تعالیٰ اپنے اظہار کیواسطے ایک بندہ اپنی طرف سے کھڑا کر دیتا ہے ہندوؤں نے جو اوتار کا مسئلہ مانا ہے یہ بھی اسی کا ہمرنگ ہے گویا خدا تعالیٰ ان کے اندر مجازی طور پر بولتا ہے۔

اس زمانہ میں اسباب پرستی اور دنیا پرستی اسی طرح پھیل گئی ہے خدا تعالیٰ پر بھروسا اور ایمان نہیں رہا۔ دہریت اور الحاد کا زور ہے جو کچھ حالت اسوقت زمانہ کی ہے اسپر نظر کر کے کہنا پڑتا ہے کہ زمانہ زبان حال سے پکار رہا ہے کہ کوئی خدا نہیں عملی حالت ایسی کمزور ہو گئی ہے کہ کھلی بے حیائی اور فسق و فجور بڑھ گیا ہے یہ ساری باتیں ظاہر کرتی ہیں کہ دلوں سے خدا پر ایمان اور اسکی ہیبت اٹھ گئی ہے اور کوئی یقین اس ذات پر نہیں ورنہ یہ کیا بات ہے کہ انسان کو اگر معلوم ہو جاوے کہ اس سوراخ میں سانپ ہے تو وہ کبھی اس میں اپنا ہاتھ نہیں ڈالتا پھر یہ بے حیائی اور فسق و فجور اور اتلاف حقوق جو بڑھ گیا ہے کیا اس سے صاف معلوم نہیں ہوتا کہ خدا پر ایمان نہیں رہا۔ یا یہ کہو کہ خدا گم ہو گیا ہے

اس وقت خدا تعالیٰ نے اپنے ظہور کا ارادہ فرمایا ہے اور مجھے مبعوث کیا اسلیے مجھے کہا

اَنْتَ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْکَ

اور اس کے یہی معنی ہیں کہ میرا جلال اور میری توحید و عظمت کا ظہور تیرے ذریعہ ہوگا۔ چنانچہ وہ نصرتیں اور تائیدیں جو اس سلسلہ کی اس نے کی ہیں اور جو نشانات ظاہر ہوئے ہیں وہ خدا تعالیٰ کی ہستی اور اسکی توحید اور عظمت کے اظہار کے ذریعے ہیں۔

یہ امر کوئی ایسا امر نہیں کہ مشتبہ یا مشکوک ہو بلکہ تمام مذاہب میں مشترک طور پر پایا جاتا ہے کہ ایک وقت خدا کے ظہور کا آتا ہے اور ایک وقت ہوتا ہے کہ خدا اسوقت گم ہوا ہوا سمجھا جاتا ہے اور یہ وہ وقت ہوتا ہے جب اسکی ہستی اور توحید اور صفات پر ایمان نہیں رہتا۔ اور عملی رنگ میں دنیا دہریہ ہو جاتی ہے اسوقت جس شخص کو خدا اپنی تجلیات کا مظہر قرار دیتا ہے وہ اسکی ہستی توحید اور جلال کے اظہار کا باعث ٹھہرتا ہے اور وہ انا منک کا مصداق ہوتا ہے اگر کوئی یہ کہے کہ خدا تعالیٰ کو کسی کے ذریعہ کی کیا ضرورت ہے؟ تو ہم یہ کہیں گے کہ یہ سچ ہے اسکو کوئی ضرورت نہیں ہے مگر اس نے اس عالم اسباب میں ایسا ہی پسند فرمایا ہے۔ دیکھو پیاس لگتی ہے یا بھوک لگتی ہے مگر یہ پیاس اور بھوک پانی اور کھانے کے بغیر فرو نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح جسقدر قوتیں اور طاقتیں ہیں اور ان کے تقاضے ہیں وہ اسی طرح پورے ہوتے ہیں اسی طرح دنیا کی تمدنی زندگی کی اصلاح اور انتظام کے لیے اس نے بادشاہوں اور حکومت کے سلسلے کا نظام رکھا ہے جو شریروں کو سزا دیتے ہیں اور مخلوق کے حقوق ان کے جان و مال اور آبرو کی حفاظت کرتے ہیں۔

خدا خود اتر کر تو نہیں آتا۔ حالانکہ یہ سچ ہے کہ وہی حفاظت کرتا ہے اور شریر کی شرارت سے بچاتا ہے اور محفوظ رکھتا ہے اسی طرح روحانی نظام کے لیے بھی اسکا ایسا ہی قانون ہے سچی پاکیزگی اور طہارت اور وہ ایمان جس سے معرفت بصیرت اور یقین پیدا ہو خدا ہی کیطرف سے آتا ہے اور اسکا مامور لیکر آتا ہے اور وہ ذریعہ ٹھہرتا ہے خدا کے جلال اور عظمت کے اظہار کا۔ اور وہ اسوقت آتا ہے جب دنیا میں سچی پاکیزگی نہیں رہتی اور خدا سے دوری اور بعد ایسا ہو جاتا ہے کہ گویا خدا ہے ہی نہیں اور جب دنیا کی ہاتھ میں پوست رہ جاتا ہے اور مغز نہیں رہتا تب خدا اپنے کسی بندہ کے ذریعہ ظہور فرماتا ہے چونکہ اس زمانہ میں اس نے مجھے بھیجا ہے اسلیے مجھ کو مخاطب کر کے فرمایا اَنْتَ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْکَ دیکھو الحکم نمبر ۴۳ جلد ۶ - ۱۰ نومبر ۱۹۰۲ء (ایڈیٹر)

امام الزمان کی ڈائری

۲۲ فروری ۱۹۰۳ء

بدخوابی

ایک مخلص کی بدخوابی کے تذکرہ پر فرمایا دیکھو قرآن شریف سورۂ مزمل میں صاف تاکید ہے کہ انسان کو کچھ حصہ رات آرام بھی کرنا چاہیے اس سے دن بھر کی کوفت اور تکان دور ہو کر قوٰی کو اپنا خرچ شدہ مادہ بہم پہونچانے کا وقفہ ملجاتا ہے رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا فعل یعنی سنتہ بھی اسی کے مطابق ثابت ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ اصلی وانوم اس میں انسان کی مثال ایک گھوڑے کی سی ہے۔ اگر ہم ایک گھوڑے سے ایک دن اسکی طاقت سے زیادہ کام لیں اور اسے آرام کرنے کا وقفہ ہی نہ دیں تو بہت قریب ایسا وقت ہوگا کہ ہم اسکے وجود کو ہی ضائع کر کے تھوڑے فائدہ سے بھی محروم ہو جائیں گے نفس کو گھوڑے سے مناسبت بھی ہے۔

سیالکوٹ کے ضلع کا ایک نمبردار بھائی اسنے بیعت کرنے کے بعد پوچھا کہ حضور اپنی زبان مبارک سے کوئی وظیفہ بتادیں فرمایا کہ نماز کو سنوار کر پڑھو کیونکہ ساری مشکلات کی یہی کنجی ہے۔ اور اسی میں ساری لذات اور خزانے بھرے ہوئے ہیں صدق دل سے روزے رکھو صدقہ و خیرات کرو۔ درود و استغفار پڑھا کرو اپنے رشتہ داروں سے نیک سلوک کرو۔ ہمسایوں سے مہربانی سے پیش آؤ۔ بنی نوع بلکہ حیوانوں پر بھی رحم کرو ان پر بھی ظلم نہ چاہیے۔ خدا سے ہر وقت حفاظت چاہتے رہو۔ کیونکہ ناپاک اور نامراد ہے وہ دل جو ہر وقت خدا کے آستانہ پر نہیں گرا رہتا وہ محروم کیا جاتا ہے دیکھو اگر خدا ہی حفاظت نہ کرے تو انسان کا ایکدم گزارہ نہیں۔ زمین کے نیچے سے لیکر آسمان کے اوپر تک کا ہر طبقہ اس کے دشمنوں سے بھرا ہوا ہے۔ اگر اسی کی حفاظت شامل حال نہ ہو تو کیا ہو سکتا ہے دعا کرتے رہو کہ اللہ تعالیٰ ہدایت پر کاربند رکھے کیونکہ اس کے ارادے دو ہی ہیں۔ گمراہ کرنا۔ اور ہدایت دینا جیسا کہ فرماتا ہے **یضل بہ کثیرا ویھدی بہ کثیرا** پس جب اس کے ارادے گمراہ کرنے کے بھی ہیں تو ہر وقت دعا کرنی چاہیے کہ وہ گمراہی سے بچاوے اور ہدایت کی توفیق دے۔ نرم مزاج بنو کیونکہ جو نرم مزاجی اختیار کرتا ہے خدا بھی اس سے نرم معاملہ کرتا ہے۔ اصل میں نیک انسان تو اپنا پاؤں بھی زمین پر

(جاری)

پھونک پھونک کر احتیاط سے رکھتا ہے کہ کسی کیڑے کو بھی اس سے تکلیف نہ ہو۔ غرض اپنے ہاتھ سے پاؤں سے آنکھ وغیرہ اعضا سے کسی کو کسی نوع کی تکلیف نہ پہنچاؤ اور دعا میں مانگتے رہو۔

مرزا خدا بخش صاحب مالیر کوٹلہ سے تشریف لائے تھے ان سے وہاں کے جلسہ کے حالات دریافت فرماتے رہے۔ انھوں نے سنایا کہ ایک شخص نے یوں اعتراض کیا۔ کہ اسلام میں جو چار بیویاں رکھنے کا حکم ہے یہ بہت خراب ہے اور ساری بد اخلاقیوں کا سرچشمہ ہے۔

(تعدد ازدواج)

حضرت اقدس نے فرمایا کہ چار بیویاں رکھنے کا حکم تو نہیں دیا بلکہ اجازت دی ہے کہ چار تک رکھ سکتا ہے اس سے یہ تو لازم نہیں آتا کہ چار ہی کو گلے کا ڈھول بنالے قرآن کا منشا تو یہ ہے کہ چونکہ انسانی ضروریات مختلف ہوتی ہیں اس واسطے ایک سے لیکر چار تک کی اجازۃ دی ہے۔ ایسے لوگ جو ایک اعتراض کو اپنی طرف سے پیش کرتے ہیں اور پھر وہ خود اسلام کا دعویٰ بھی کرتے ہیں میں نہیں جانتا کہ انکا ایمان کیسے قایم رہ جاتا ہے وہ تو اسلام کے معترض ہیں یہ نہیں دیکھتے کہ ایک مقنن کو قانون بنانے کے وقت کن کن باتوں کا لحاظ ہوتا ہے بھلا اگر کسی شخص کی ایک بیوی ہے اسے جذام ہوگیا ہے یا آتشک میں مبتلا ہے یا اندھی ہوگئی ہے یا اس قابل ہی نہیں کہ اولاد اس سے حاصل ہوسکے وغیرہ وغیرہ عوارض میں مبتلا ہو جاوے تو اسحالت میں اب اس خاوند کو کیا کرنا چاہیے کیا اسی بیوی پر قناعت کرے۔ ایسی مشکلات کے وقت وہ کیا تدبیر پیش کرتے ہیں۔ یا بھلا اگر وہ کسی قسم کی بدمعاشی زنا وغیرہ میں مبتلا ہوگئی تو کیا اب اس خاوند کی غیرت تقاضا کرے گی کہ اسی کو اپنی پر عصمت بیوی کا خطاب دے رکھے۔ خدا جانے یہ اسلام پر اعتراض کرتے وقت اندھے کیوں ہو جاتے ہیں یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آتی کہ وہ مذہب ہی کیا ہے جو انسانی ضروریات کو ہی پورا نہیں کرسکتا۔ اب ان مذکورہ حالتوں میں عیسویت کیا تدبیر بتاتی ہے۔ قرآن شریف کی عظمت ثابت ہوتی ہے کہ انسانی کوئی ایسی ضرورۃ نہیں جسکا پہلے سے ہی اس نے قانون نہ بنا دیا ہو۔ اب تو انگلستان میں بھی ایسی مشکلات کیوجہ سے کثرت ازدواج اور طلاق شروع ہوتا جاتا ہے ابھی ایک لارڈ کی بابت لکھا تھا کہ اس نے دوسری بیوی کر لی آخر اسے سزا بھی ہوئی مگر وہ امریکہ میں جا رہا۔

غور سے دیکھو کہ انسان کے واسطے ایسی ضرورتیں پیش آتی ہیں یا نہیں کہ یہ ایک سے زیادہ بیویاں کرلے۔ جب ایسی ضرورتیں ہوں اور ان کا علاج نہ ہو تو یہی نقص ہے جسکے پورا کرنیکو قرآن شریف سے اتم اکمل کتاب بھیجی ہے +

اسی اثنا میں شراب کا ذکر شروع ہوگیا کسی نے کہا کہ اب تو حضور شراب کے بسکٹ بھی ایجاد ہوے ہیں۔ فرمایا شراب تو انسانی شرم حیا عفت۔ عصمت کا جانی دشمن ہے انسانی شرافت کو ایسا کھو دیتی ہے کہ جیسے کتنے بلے گدھے ہوتے ہیں اسکو پیکر بالکل انھی کے مشابہ ہو جاتا ہے۔ اب اگر بسکٹ کی بلا دنیا میں پھیلی تو ہزاروں ناکردہ گناہ بھی انمیں شامل ہو جایا کریں گے۔ پہلے تو بعض کو شرم و حیا ہی روک دیتی تھی اب بسکٹ لیے اور جیب میں ڈال لیے۔ بات یہ ہے کہ دجال نے اپنی کوششوں میں تو کمی نہیں رکھی کہ دنیا کو فسق و فجور سے بھر دے مگر آگے خدا کے ہاتھ میں ہے جو چاہے کرے۔ اسلام کی کیسی عظمت معلوم ہوتی ہے ایک حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے اسلام پر یہی اعتراض کیا اس سے شراب کی بدبو آئی۔ اسکو حد مارنے کا حکم دیا گیا کہ شراب پیکر اسلام پر اعتراض کیا۔ مگر اب تو کچھ حد و حساب نہیں شراب پیتے ہیں زنا کرتے ہیں غرض کوئی بدی نہیں جو نہ کرتے ہوں مگر باایں ہمہ پھر اسلام پر اعتراض کرنیکو طیار ہیں +

۲۳ فروری ۱۹۰۳ء

(ظہر سے پہلے)

فرمایا جسطرح اللہ تعالےٰ نے فضائل میں اس قوم اسلام کو امت موسیٰ کا مثیل بنایا ہے ویسے ہی رزائل بھی کل وہ اس قوم میں جمع ہیں جو ان میں پائے جاتے تھے۔ یہ قوم تو یہود کے نقش قدم پر ایسی چلی ہے جیسے کوئی اپنے آقا و مولی مطاع رسول کی پیروی کرتا ہے یہود کے واسطے قرآن شریف میں حکم تھا کہ وہ دو دفعہ فساد کرینگے اور پھر انکی سزا دہی کے واسطے اللہ تعالیٰ اپنے بندے انپر مسلط کرے گا۔ چنانچہ بخت نصر اور طیطوس دونو نے ان لوگوں کو بری طرح سے ہلاک کیا اور تباہ کیا۔ اسکی مماثلت کے لیے اس قوم میں نمونہ موجود ہے کہ جب یہ فسق و فجور میں حد سے نکلنے لگے۔ اور خدا کے احکام کی ہتک اور شعار اللہ سے نفرت ان میں آگئی اور دنیا اور اسکی زیب و زینت میں ہی گم ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے انکو بھی اسی طرح ہلاکو چنگیز خاں وغیرہ سے برباد کرایا۔ لکھا ہے کہ اس وقت یہ آسمان سے آواز آتی تھی ایھا الکفار اقتل الفجار

غرض فاسق فاجر انسان خدا کی نظر میں کافر سے بھی ذلیل اور قابل نفرین ہے اگر کوئی کتاب قرآن شریف کے بعد نازل ہونے والی ہوتی تو ضرور ان لوگوں کے نام بھی اسی طرح عباداً لنا میں داخل کیے جاتے۔ یہ بھی لکھا ہے کہ آخر کار بخت نصر یا اسکی اولاد بت پرستی وغیرہ سے باز آکر واحد خدا پر ایمان لائی ہے اسیطرح ادھر بھی چنگیز خاں کی اولاد مسلمان ہو گئی۔ غرض خدا نے مماثلت میں طابق النعل بالنعل والا صاف معاملہ کر کے دکھا دیا ہے +

ہماری گورنمنٹ

بعض بادشاہوں کی معدلت گستری کے متعلق ذکر ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ ہماری گورنمنٹ ہم نے اسے غور سے دیکھا ہے کہ نازک معاملات میں بھی بلا تحقیق کے کوئی کارگزاری نہیں کرتی۔ بغاوت جیسے خطرناک معاملات میں تو بلا تحقیق اور فرد جرم اور ثبوت کے سوا گرفت کی نہیں جاتی تو دوسرے معاملات میں بھلا کہاں ایسا ہونے لگی ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ بعض اور حکام وقت ہیں کہ ان کے نزدیک انسان تو گاجر مولی کی طرح بنے ہوے ہیں کسی نے شکایت کی بس پکڑا اور قتل کردیا۔ کوئی ضرورۃ نہیں کہ ثبوت کافی بہم پہنچایا جاوے یا کوئی لمبی تحقیقات کی جاوے۔ دیکھیے ہمارا مقدمہ پادری والا بھی تو ایک بغاوت کے ہی رنگ میں تھا کیونکہ ایک پادری نے جو ان کے مذہب کا لیڈر اور گرو مانا جاتا تھا اس نے ظاہر کیا تھا کہ گویا ہم نے اسکے قتل کا منصوبہ کیا ہے۔ اور پھر اسپر بڑے بڑے اور پادریوں کی سفارشیں بھی تھیں مگر بلا تحقیق کے ایک قدم بھی نہ اٹھایا گیا۔ اور آخر کار قوم کی پروا نہ کر کے ہمیں بری کیا گیا۔ غرض یہ بھی ہمپر خدا کا ایک فضل ہے کہ ایسی عادل گورنمنٹ کے ماتحت ہیں

دربار شام

امریکہ کے ایک انگریز کا اشتہار سنایا گیا جسمیں اسنے لکھا ہے کہ مسیح کی دوبارہ آمد کا وقت یہی وقت ہے۔ وہ کل نشانات پورے ہوگئے جو آمد ثانی کے پیش خیمہ تھے۔ اور اس نے اس بیان کو بڑے بڑے بشپوں اور فلاسفروں کی شہادتوں سے قوی کیا ہے حضرت اقدس نے فرمایا کہ اس میں انکی یہ بات کہ مسیح کی آمد ثانی کا وقت یہی ہے اور اس کے آنے کے تمام نشانات پورے

ہو گئے ہیں بالکل ہمارے منشا کے مطابق ہے۔ اور راستی بھی اسمیں ہے۔ ان کی وہ بات جو حق ہو اور جہانتک وہ راستی کی حمایت میں ہو اُسے نہ کرنا چاہیے یہ لوگ ایک طرح سے ہماری خدمت کر رہے ہیں۔ اُس ملک میں جہاں ہماری تبلیغ بڑی محنت اور صرف کثیر سے بھی پوری طرح سے کماحقہ نہیں پہنچ سکتی وہاں یہ ہماری اس خدمت کو مفت اچھی طرح سے پورا کر رہے ہیں۔ انھوں نے وقت کی تشخیص تو بالکل درست کی ہے مگر نتائج نکالنے میں سخت غلطی کرتے ہیں جو آنیوالے کی انتظار آسمان سے کرتے ہیں۔

اب آئے دن سنا جاتا ہے کہ کسی نے دعویٰ کیا ہے کہ میں ہی مسیح ہوں جو آنیوالا تھا یا میں مہدی ہوں جس کا انتظار کیا جاتا تھا یہ کچھ ہمارے لیے مضر نہیں ہیں یہ تو بلکہ ہماری صداقت کو اور بھی دوبالا کر کے دکھاتا ہے کیونکہ مقابلہ کے سوا کسیکی بھلائی یا برائی کا پورا اظہار نہیں ہوسکتا۔ یہ لوگ دعویٰ کرتے اور چند روزہ پانی اور جھاگ والا معاملہ کر کے دنیا سے رخصت ہو جاتے یا پاگل خانہ کی سیر کو روانہ کیئے جاتے ہیں۔ یہ ہماری صداقت پر مہر ہیں۔ ہر نبی کے ساتھ کوئی نہ کوئی جھوٹا نبی بھی آتا ہے۔ چنانچہ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت میں چار شخص ایسے تھے۔ اسیطرح اس زمانہ کے لیے بھی لکھا تھا کہ بہت سے جھوٹے نبی آویں گے۔ سو یہ لوگ خود ہی اس پیشگوئی کو پورا کرتے ہیں۔

بھلا کوئی بتاوے کہ وہ مہدی سوڈانی اب کہاں ہے یا پیرس کا مسیح کیا ہوا۔ انجام نیک صرف صادق ہی کا ہوتا ہے۔ سارے جھوٹے اور مصنوعی آخر تھک کر رہ جاتے یا ہلاک ہو جاتے ہیں + اور جھوٹھ کے انجام کا پتہ دوسروں کے لیے بطور عبرت کے چھوڑ جاتے ہیں۔

لاہور کے آریہ پتر کا نے لکھا ہے کہ ہمارا شہید ۶ مارچ کی ۶ ر کو ایک بزدل مسلمان کے ہاتھ سے مارا گیا تھا اُس دن کی یادگار قائم کرنی چاہیے کہ وہ دن بڑا متبرک جاننا چاہیے + اس پر آپ نے فرمایا کہ اصل میں ہمارے یہاں کے آریہ بھول گئے۔ انکو بھی چاہیے تھا کہ ۶ مارچ کا دن جلسہ کے واسطے مقرر کرتے اور ان لوگوں کو تو خصوصیت سے اُس دن کی تعظیم کرنی چاہیے کیونکہ لیکھرام اصل میں اسجگہ سے یہ تبرک لیگیا تھا +

ایک شخص نے امریکہ سے تمباکو نوشی کے متعلق اُس کے بہت سے مجرب نقصان ظاہر کرتے ہوئے اشتہار دیا اُسکو آپ نے سنا فرمایا کہ اصل میں ہم اسلیے اسے سنتے ہیں کہ اکثر نو عمر لڑکے نوجوان تعلیم یافتہ بطور فیشن ہی کے اس بلا میں گرفتار و مبتلا ہو جاتے ہیں تا وہ ان باتوں کو سنکر اس مضر چیز کے نقصانات سے بچیں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

فرمایا اصل میں تمباکو ایک دھواں ہوتا ہے جو اندرونی اعضا کے واسطے مضر ہے۔ اسلام لغو کاموں سے منع کرتا ہے اور اسمیں اضاعت کا ہوتا ہے۔ لہذا اس سے پرہیز ہی اچھا ہے +

اللہ تعالیٰ کی ہستی کا ثبوت جسطرح سے پیشگوئی دلاتی ہے ایسا اور کوئی سچا علم نہیں۔ معرفت کو زیادہ کرنے کا صرف یہی ایک طریق ہے۔ ہماری نسبت بھی اللہ تعالیٰ نے براہین احمدیہ میں فرمایا ہے کہ تیری صداقت کو پیشگوئی کے ذریعہ سے ظاہر کروں گا۔

مجھے ایکدفعہ یہ خیال آیا کہ کیا وجہ تھی کہ دیانند نے بیحیائی اور بے غیرتی کا مسئلہ نکالا جسے کوئی

دیانند اور نیوگ

شریف آریہ بھی بطیب خاطر پسند نہیں کرتا بلکہ اسکا نام سنکر گردن نیچی کرلیتا ہے اور چاہ ندامت میں غرق ہو جاتا ہے۔ تو میری سمجھ میں آیا کہ چونکہ وہ شخص بغیر بیوی کے تھا اس واسطے وہ سارے اخلاق جو بیوی کے ہونے سے وابستہ ہیں اُن سب سے وہ محروم تھا۔ غیرت اور حمیت بھی ایک بیوی والے شخص کا ہی حصہ ہے چونکہ وہ بیوی سے محروم تھا اسواسطے وہ نیوگ کی خرابی کو محسوس نہیں کرسکا اور نہ سمجھا کہ اسطرح سے میں ہزاروں شریف لوگوں کے گلے پر چھری پھیرتا ہوں۔ یہی وجہ تھی ورنہ اگر اُس کے عیال ہوتے وہ ہرگز ایسی بیغیرتی کو روا نہ رکھتا۔ اب بھی بہت سے شریف آریہ ہیں جو اُسے گلے پڑا ڈھول سمجھکر ہی صرف زبان سے مان لیتے ہیں ورنہ عملدرآمد بہت کم ہے۔

دارالامان کا ہفتہ

۱۔ حضرۃ اقدس اور آپکے اہلبیت اللہ تعالیٰ کے فضل سے بخیریت ہیں اور اسی ہفتہ میں آپنے آریہ سماج قادیان کے سالانہ جلسہ کی تقریب پر ایک رسالہ نسیم دعوۃ تصنیف فرمایا جو اپنے عالی مضامین اور جدید طرز بیان کیوجہ سے سچائی خود ایک معجزہ ہے اسکی تصنیف میں اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ رسول کی جو نصرۃ فرمائی ہے اُسکو الفاظ بیان نہیں کرسکتے بہرحال یہ ہفتہ خدا کی خاص برکتوں کے نزول کا ہفتہ ہے الحمدللہ آج یہ ۵ جزو کا رسالہ ایک ہفتہ کے اندر اندر تصنیف اور طیار ہو کر چھپ گیا۔

۲۔ ۲۸ فروری اور یکم مارچ کو قادیان کے سالانہ جلسہ کا اعلان ہو چکا ہے اس جلسہ کی مفصل رویداد ہم انشاء اللہ بہت جلد شائع کرینگے۔ ۲۰ فروری کی شام کو نگر کیرتن جلوس جسمیں یوگیندر پال کی ابتدائی تقریریں خطرناک اشتعال دلانیوالی اور دوسرے مذاہب خصوصاً مسلمانوں کے دل دکھانیوالی تھیں + لالہ ڈھاملل اور منشی سومراج نے انکو پہلی ہی تقریر پر عقلمندی کے ساتھ روکدیا یوگندرپال کا غیظ و غضب معلوم نہیں کیا رنگ لاتا۔ ایک اور موقعہ پر ایک خنجری بجانیوالے کے جوش نے بعض مسلمانوں کے دلونکو صدمہ پہنچایا۔ اگر حاکم علی کنسٹبل متعینہ قادیان کا عمدہ انتظام نہ ہوتا تو ہمکو اندیشہ تھا کہ بعض سادہ دل مسلمان اپنے مذہب کی توہین نہ سن سکتے۔ ہم نہیں سمجھتے کہ آریہ سماج دوسرے مذاہب کے مقتداؤں کو گالیاں دینا اور انکی ہتک کرنا کیوں اپنے مذہب کی اشاعت کا ذریعہ سمجھتی ہے۔ بہرحال ۲۰ کو قادیان کے بازار رومیں شام کیوقت راگ رنگ کا اچھا مجمع تھا۔

۳۔ آج آریہ سماج کے جلسہ کا پہلا دن ہے۔ ڈپٹی انسپکٹر صاحب بٹالہ نے حفظ ماتقدم اور انتظام کے لیے لالہ زنگی رام صاحب سارجنٹ اور چند سپاہیونکو بھیجا تھا۔ سارجنٹ صاحب مذکور دوران جلسہ میں اپنے فرض منصبی کو ادا کرتے رہے ہم اُمید کرتے ہیں کہ وہ ان تمام تقریروں پر مفصل نوٹ کرینگے جو یوگیندر پال اور پنڈت رام بھجدت نے بڑے جوش دلانیوالے الفاظ میں کی تھی اور جسمیں حضرۃ اقدس امام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توہین اور گالیوں کے سوا کچھہ نہ تھا جیساکہ ہم انکی تقریروں کو (نقل کفر کفر نباشد) درج کرینگے اور گورنمنٹ کی توجہ کیلیے پیش کرینگے۔ ایسے وقت میں جبکہ اردگرد کے جاٹ اور سکھہ لاٹھیاں لیے ہوئے موجود تھے ایسی تقریر دکا منشا کیا ہوسکتا تھا۔ ؟

سارجنٹ صاحب نے ایسی ہجوم کو دیکھکر یہ اچھا انتظام کیا کہ انتظامی جماعت کو بڑھانیکے واسطے دیہات سے چوکیدار بھی بلالیے تھے + جلسہ میں بار بار گلے کی رگیں پھلا پھلا کر کہا جاتا تھا کہ کہاں ہیں مرزا صاحب آئیں؟ یہ اسلیے کہ وہ جانتے تھے کہ حضرت اقدس ایسے مجمعوں میں جہاں فساد ہی احتمال نقض امن کا ہو کبھی نہیں جاسکتے اور علاوہ بریں انہوں نے کوئی درخواست مباحثہ کی نہیں کی تھی پھر وہ کیوں جاتے + اور جبکہ وہ مباحثات کو عرصہ ہوا بند کر چکے ہیں انکو بار بار پکارنا اور انکی توہین کرنا محض آئے ہوئے سکھونکو جوش میں لانا اور بھڑکانا تھا نہ کچھہ اور۔

پنڈت رام بھجدت کی ان جوش دلانیوالی اور دل آزار تقریروں پر جب ہم نے ریویو کرنا چاہا تھا تو انھوں نے ہمکو روکدیا اور اسی مجمع میں اعلان کیا کہ ہم حضرت اقدس کے مریدونکے ساتھ آج کوئی گفتگو نہ کرینگے انکو بولنے کا کوئی موقع نہ دینگے مرزا صاحب خود آئیں۔ اس سے اُمید ہے کہ ہماری دقیقہ رس گورنمنٹ صحیح نتیجہ پر پہنچے گی کہ اس مجمع کی کیا غرض تھی بہرحال ہم چونکہ مفصل رُوئداد لکھیں گے۔ سردست اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔

خبر سرکاری

منشی رحیم بخش صاحب قائمقام اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنری منٹگمری اُس عرصہ کے لیے ضلع مذکور کے افسر مال کا کام کرینگے جب تک کہ خان سلطان احمد صاحب آبادی پنجاب کی اسامیات بحیثیت

انوار احمدیہ پریس قادیان میں شیخ یعقوب علی تراب احمدی کے اہتمام سے چھپکر شائع ہوا۔

نمبر ۹ | ۱۰ ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ مطابق ۱۰ مارچ ۱۹۰۶ء روز شنبہ | جلد ۱۰

کلمات طیبات

حضرۃ امام آخر الزمان علیہ الرحمٰن

گذشتہ اشاعۃ سے آگے
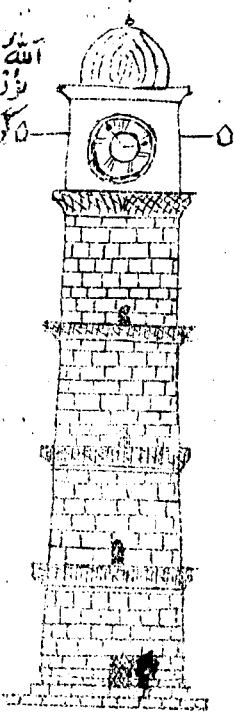
ان کو قومی حمیت اور پاسداری موت کے مُنہ میں خوشی کے ساتھ لے جاتی ہے اور صرف قوم ان کی محنتوں اور جانفشانیوں کی قدر کرتی ہے۔ جبکہ اغراض قومی متحد ہیں پھر انکی محنتوں کی قدر کیوں ہوتی ہے؟ ان کے دُکھ اور تکالیف کی وجہ سے ان کی محنت اور جانفشانی کے باعث۔ غرض ساری لذۃ اور راحت دُکھ کے بعد آتی ہے اسی لیے قرآن شریف میں یہ قاعدہ بنایا ہے إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا۔ اگر کسی راحت سے پہلے تکالیف نہیں تو وہ راحت راحت ہی نہیں رہتی۔ اسیطرح جو لوگ کہتے ہیں کہ ہم کو عبادۃ میں لذۃ نہیں آتی انکو پہلے اپنی جگہ سوچ لینا ضروری ہے کہ وہ عبادۃ کے لیے کسقدر دُکھ اور تکالیف اُٹھاتے ہیں جس جس قدر دُکھ اور تکالیف انسان اُٹھاوے گا وہی تبدیل صورت کے بعد لذت ہو جاتا ہے۔ میری مراد ان دکھوں سے یہ نہیں کہ انسان اپنے آپکو بیجا مشقتوں میں ڈالے اور بالا ایمان تکالیف اُٹھانے کا دعویٰ کرے؟ ہرگز نہیں۔

قرآن شریف میں لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا آیا ہے اور رہبانیت اسلام میں نہیں ہے جیسے [illegible] ہو کہ انسان اپنا ہاتھ سکھا لے یا [illegible] چھوڑ دے یا اور قسم قسم کی تکلیف شدیدہ میں اپنی جانکو ڈالے۔ عبادت کے لیے دُکھ اُٹھانے سے ہمیشہ یہ مراد ہوتی ہے کہ انسان اُن کاموں کو رُکے جو عبادۃ کی لذۃ کو دور کرنیوالے ہیں اور ان سے رُکنے میں اوّلاً ایسی ضرور تکلیف محسوس ہوگی۔ اور رضاء الہٰی کی نارضامندیوں سے پرہیز کرے مثلاً ایک چور ہے تو اسکو ضروری ہے کہ وہ چوری چھوڑے بدکار ہے تو بدکاری اور بدنظری چھوڑے۔ اسیطرح نشوں کا عادی ہے تو ان سے پرہیز کرے۔ اب جب وہ اپنے محبوب اشیاء کو ترک کریگا تو ضرور ہے کہ اوّل اوّل سخت تکلیف اُٹھاوے مگر رفتہ رفتہ اگر استقلال سے وہ اسپر قائم رہے گا تو دیکھ لیگا کہ ان بدیوں کے چھوڑنے میں جو تکلیف اسکو محسوس ہوتی ہے وہی تکلیف اب ایک لذت کا رنگ اختیار کرتی جاتی ہے کیونکہ ان بدیوں کے بالمقابل نیکیاں آتی جائیں گی اور ان کے نیک نتائج جو سُکھ دینے والے ہیں وہ بھی سامنے ہی آئیں گے یہانتک کہ وہ اپنے ہر قول وفعل میں جب خدا تعالیٰ ہی کی رضا کو مقدم کرے گا اور اسکی ہر حرکت وسکون اسی کے امر کے نیچے ہوگی تو صاف

اور یقینی طور پر [illegible] اطمینان اور سکینت [illegible] ہوتی ہے جب [illegible] لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ [illegible] میں آتا ہے [illegible] آجاتا ہے۔

یاد رکھو [illegible] اپنی محبوب چیز [illegible] اس کے [illegible] اپنے آپ [illegible] تو ایسی تکالیف [illegible] پڑتا ہے [illegible] متاثر ہو کر ہی سامنے [illegible] کامل نیاز مندی [illegible] بے اختیار ہو کر [illegible] عبادت میں لذت حاصل کرتے گا۔

تم نے دیکھا ہوگا کہ بہت سے لوگ ایسا جو اپنی عبادت میں لذت کا یہ طریق سمجھتے ہیں کہ کچھ گیت گا لیے یا باجے بجا لیے اور یہی انکی عبادت ہو گئی۔ اس سے دھوکا مت کھاؤ۔ یہ باتیں نفس کی لذت کا باعث ہوں تو ہوں مگر روح کے لیے انہیں لذت کی کوئی چیز نہیں ان سے روحمیں فروتنی اور انکساری کے جوہر پیدا نہیں ہوتے۔ اور عبادت کا اصل منشا گم ہو جاتا ہے۔ طوائف کی محفلوں میں بھی ایک آدمی ایسا مزہ حاصل کرتا ہے تو کیا وہ عبادت کی لذت

کبھی دیا گیا ہے۔ یہ باریک بات ہے جسکو وہ بڑی توسیں سمجھ ہی نہیں سکتی ہیں کیونکہ انھوں نے عبادت کی اصل غرض اور غایت کو سمجھا ہی نہیں

قرآن شریف سے پہلے دو قومیں تھیں۔ ایک برہمہ کہلاتی تھی جو رہبانیت کو پسند کرتی تھی اور اپنی زندگی کا اصل منشا یہی سمجھے ہوئے تھے۔ عیسائی قوم میں بھی ایسے لوگ تھے جو راہب ہونا پسند کرتے تھے اور رہتے تھے رومن کیتھولک عیسائیوں میں ابتک ایسے لوگ موجود ہیں۔ اور یہ طریق انمیں جاری ہے کہ وہ راہبانہ زندگی بسر کرتے ہیں مگر اب انکی رہبانیت اس حد تک ہی ہے کہ وہ شادی نہیں کرتے ورنہ ہر طرح عیش وعشرت اور آرام کے ساتھ کوٹھیوں میں رہتے اور پرتکلف لباس پہنتے اور عمدہ کھانے کھاتے ہیں۔ اور جس قسم کی زندگی وہ بسر کرتے ہیں عام لوگ جانتے ہیں

مگر میری مراد رہبانیت سے اسوقت یہی ہے کہ وہ فرقہ جو اپنے آپ کو نفسانی میلانوں سے الگ رکھتا تھا۔ اور دوسرا فرقہ ان کے مقابل وہ تھا جو اباحت کی زندگی بسر کرتا تھا۔ اسلام جب آیا تو اس نے ان دونوں کو ترک کیا اور صراط مستقیم کو اختیار کیا۔

اس نے بتایا کہ انسان نہ رہبانیت اختیار کرے جس سے وہ نفس کُش ہو جاوے اور خدا تعالیٰ کی عطا کردہ قوتوں کو بالکل بیکار چھوڑ دے اور اسطرح پر ان اخلاق فاضلہ کے حصول سے محروم ہو جاوے جو ان قوتوں کے اندر ودیعت کیے گئے ہیں۔ کیونکہ یہ سچی بات ہے کہ جسقدر قوتیں انسان کو دیگئی ہیں یہ سب کی سب دراصل اخلاقی قوتیں ہیں۔

غلطی استعمال کیوجہ سے یہ اخلاق بداخلاقیہ کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ اسلیے اسلام نے رہبانیت سے منع کیا اور فرمایا **لا رہبانیة فی الاسلام**

اسلام چونکہ انسان کی کامل تربیت چاہتا ہے اور اسکی ساری قوتوں کا نشو و نما اسکا مقصد ہے اس لیے اُسنے جائز نہ رکھا کہ وہ طریق اختیار کیا جاوے جو انسان کی بیخ کنی کرنے والا اور خدا تعالیٰ کی توہین کرنے والا ٹھہر جاوے۔

اور پھر اسلام کا منشا یہ ہے کہ وہ انسان کو افراط تفریط کی راہوں سے اس اعتدال کی راہ پر چلاوے جو صراط مستقیم ہے اسلیے اُسنے اباحت کے مسئلہ کی بھی تردید کی یہ دوسرا فرقہ تھا جو قرآن شریف سے پہلے موجود تھا۔ وہ سب کچھ جائز سمجھتا تھا اور آزادی اور بیقیدی میں اپنی زندگی بسر کرتا ہے ساری راحتوں اور لذتوں کو معراج سمجھتا تھا۔ مگر اسلام نے اسکو رد کیا۔ اور انسان کو بیقید بنانا نہ چاہا کہ وہ نہ نماز کی ضرورت سمجھے نہ روزہ کی غرض کسی پابندی کے نیچے ہی نہیں رہے اور ایک وحشی جانور کی طرح مارا مارا پھرے۔ ابتک بھی یہ لوگ موجود ہیں وجودی مذہب جو بدقسمتی سے پھیلا ہوا ہے دراصل ایک اباحتی فرقہ ہے اور نماز روزہ کی کوئی ضرورت نہیں سمجھتا اور ممنوعات اور محرمات سے پرہیز نہیں کرتا۔ اس لیے اسلام نے یہ بھی جائز نہ رکھا۔

رہبانیت اور اباحت انسان کو اس صدق اور وفا سے دور رکھتے تھے جو اسلام پیدا کرنا چاہتا ہے۔ اس لیے ان سے الگ رکھکر احکام الٰہی کا حکم دیا۔ صدق اور وفا کی تعلیم دی جو ساری روحانی لذتوں کی جاذب ہیں۔ یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جو شخص کسی سہارے پر چلتا ہے وہ سست الوجود اور کاہل ہوتا ہے جیسے بچے اپنی والدین کی سرپرستی کے نیچے اپنی فکر معاش یا ضروریات کے پیدا کرنے سے کاہل اور لاپرواہ ہوتے ہیں۔ یا عیسائی لوگ جسطرح پر اعمال میں مستقیم نہیں ہوسکتے۔ کیونکہ کفارہ کا مسئلہ جب انکو یہ تعلیم دیتا ہے کہ مسیح نے ان کے سارے گناہ اُٹھا لیے پر سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ کونسی چیز ہوسکتی ہے جو انکو اعمال کی طرف متوجہ کرے اعمال کا مدعا تو نجات ہے اور یہ انکو بلا مشقت ومحنت صرف خون مسیح پر اتنا ایمان رکھنے سے (کہ وہ ہمارے لیے مرگیا ہمارے گناہوں کے بدلے لعنتی ہوا۔) ملجاتی ہے تو اب نجات کے سوا اور کیا چاہیے؟ پھر انکو اعمال حسنہ کی ضرورت کیا باقی رہی۔ اگر کفارہ پر ایمان لاکر بھی نجات کا خطرہ اور اندیشہ باقی ہے تو یہ امر دیگر ہے کہ اعمال کیے جائیں لیکن اگر نجات خون مسیح کے ساتھ ہی وابستہ ہے تو کوئی عقلمند نہیں مان سکتا کہ پھر ضرورت اعمال کی کیا باقی ہے؟

روافض بھی سہارے ہی پر چلتے ہیں اور اپنی جگہ عیسائیوں کیطرح امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خون کو اپنی نجات کا ذریعہ سمجھتے ہیں ان کے نزدیک اگر اعمال کی کوئی ضرورت ہے تو فقط اتنی کہ ان کے مصائب کو یاد کرکے آنکھوں سے آنسو گرا لیے یا کچھ سینہ کوبی کرلی۔ سارے اعمال حسنہ کی روح بھی خشک پڑی اور سینہ کوبی ہے مگر میں نہیں سمجھتا کہ اسکو نجات سے کیا تعلق؟

اسلیے میں یہ تعلیم کبھی دینا نہیں چاہتا اور نہ اسلام نے دی کہ تم اپنے گناہوں کی گٹھڑی کسی دوسرے کی گردن پر لٹکا دو۔ اور جو اباحت کی زندگی بسر کرے لٹکو۔ قرآن شریف نے صاف فیصلہ کردیا ہے **لا تزر وازرة وزر اخرىٰ**۔ ایک دوسرے کا بوجھ نہیں اُٹھا سکتا۔ اور دنیا میں اسکی کوئی نظیر خدا تعالیٰ کے عام قانون قدرت میں ملتی ہے کبھی نہیں دیکھا جاتا کہ زید مثلاً سنکھیا کھا لیوے اور اس سنکھیا کا اثر بکر پر ہو جاوے اور وہ مر جاوے یا ایک مریض ہو اور وہ دوسرے آدمی کے دوا کھا لینے سے اچھا ہو جاوے۔ بلکہ وہ ایک بجائے خود متاثر ہوگا۔ پھر یہ کیونکر ممکن ہے کہ ایک شخص ساری عمر گناہ کرتا ہے اور دلیری کے ساتھ خدا تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی کرتا رہے اور کہے کہ میرے گناہوں کا بوجھ ایک دوسرے شخص کی گردن پر ہے جو شخص ایسی اُمید کرتا ہے وہ

دماغ بیہودہ پخت وخیال باطل بست

کا مصداق۔ پس اسلام کسی سہارے پر رکھنا نہیں چاہتا کیونکہ سہارے پر رہنے سے ابطال اعمال لازم آجاتا ہے۔ لیکن جب انسان سہارے کے بغیر زندگی بسر کرتا ہے اور اپنے آپکو ذمہ وار ٹھیرتا ہے اسوقت اسکو اعمال کی ضرورت پڑتی ہے اور کچھ کرنا پڑتا ہے۔ اسی لیے قرآن شریف نے فرمایا ہے **قد افلح من زكٰها** فلاح وہی پاتا ہے جو اپنا تزکیہ کرتا ہے۔ غرضکہ اگر انسان ہاتھ پاؤں نہ ہلائے تو بات نہیں بنتی۔ مگر اس سے یہ ہرگز نہ سمجھنا چاہیے کہ شفاعت کوئی چیز نہیں۔ ہمارا ایمان ہے کہ شفاعت حق ہے اور اسپر یہ نص صریح ہے **وصل عليهم ان صلوتك سكن لهم**۔ سکن لہم یہ شفاعت کا فلسفہ ہے یعنی جو گناہوں میں نفسانیت کا جوش ہے وہ ٹھنڈا پڑ جاوے۔ شفاعت کا نتیجہ یہ بتایا ہے کہ گناہ کی زندگی پر ایک موت وارد ہو جاتی ہے اور نفسانی جوشوں اور جذبات میں ایک برودت آجاتی ہے جس سے گناہوں کا صدور بند ہوکر ان کے بالمقابل نیکیاں شروع ہو جاتی ہیں۔ پس شفاعت کے مسئلہ نے اعمال کو بیکار نہیں کیا بلکہ اعمال حسنہ کی تحریک کی ہے۔ شفاعت کے مسئلہ کے فلسفہ کو نہ سمجھکر احمقوں نے اعتراض کیا ہے اور شفاعت اور کفارہ کو ایک قرار دیا حالانکہ یہ ایک نہیں ہوسکتے ہیں کفارہ اعمال حسنہ سے مستغنی کرتا ہے اور شفاعت اعمال حسنہ کی تحریک۔ جو چیز اپنے اندر فلسفہ نہیں رکھتی ہے وہ ہیچ ہے ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ اسلامی اصول

اور عقائد اور اسکی ہر تعلیم اپنے اندر ایک فلسفہ رکھتی ہے اور شاں پیرایہ اسکے ساتھ موجود ہو جو دوسرے مذاہب کے عقائد میں نہیں ملتا۔

شفاعۃ اعمال حسنہ کی محرک کسطرح ہے؟
اس سوال کا جواب بھی قرآن شریف ہی سے ملتا ہے اور ثابت ہوتا ہے کہ وہ کفارہ کا رنگ ہرگز نہیں رکھتی جو عیسائی مانتے ہیں کیونکہ اسپر عمل نہیں کیا جس سے کاہلی اور سستی پیدا ہوتی بلکہ فرمایا اذا سئلك عبادی عنی فانی قریب یعنی جب میرے بندے میرے بارہ میں تجھ سے سوال کریں کہ وہ کہاں ہے تو کہدے کہیں قریب ہوں۔ قریب والا تو سب کچھ کر سکتا ہے دور والا کیا کرے گا؟ اگر آگ لگی ہوئی ہو تو دور والے کو جب تک خبر پہنچے اسوقت تک تو شاید وہ جلکر خاک سیاہ بھی ہو چکے۔ اسلیے فرمایا کہ کہدو کہ میں قریب ہوں۔

پس یہ آیت **قبولیت دعا** کا ایک راز بتاتی ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کیقدرت اور طاقت پر ایمان کامل پیدا ہو اور اسکو ہر وقت اپنے قریب یقین کیا جاوے۔ اور ایمان ہو کہ وہ ہر پکار کو سنتا ہے۔ بہت سی دعائیں رد ہونے کا یہ بھی سر ہے کہ دعا کرنے والا اپنی ضعیف الایمانی سے دعا کو مسترد کرا لیتا ہے۔ اسلیے یہ ضروری ہے کہ دعا کو قبول ہونیکے لائق بنایا جاوے کیونکہ اگر وہ دعا خدا تعالیٰ کی شرائط کے نیچے نہیں ہے تو پھر اسکو خواہ سارے نبی بھی ملکر کریں تو قبول نہ ہوگی اور کوئی فائدہ اور نتیجہ اسپر مترتب نہیں ہو سکیگا۔

اب یہ بات سوچنے کے قابل ہے کہ ایک طرف تو آنحضرۃ صلعم کو فرمایا صل علیہم ان صلوتك سكن لهم تیری صلوۃ سے انکو ٹھنڈ پڑ جاتی ہے اور جوش و جذبات کی آگ سرد ہو جاتی ہے دوسری طرف **فلیستجیبوا لی** کا بھی حکم فرمایا۔ ان دونوں آیتوں کے ملانے سے دعا کرنے اور کرانے والے کے تعلقات پھر ان تعلقات سے جو نتائج پیدا ہوتے ہیں انکا بھی پتہ لگتا ہے کیونکہ صرف اسی بات پر منحصر نہیں کر دیا کہ آنحضرۃ صلعم کی شفاعۃ اور دعا ہی کافی ہے اور خود کچھ نکیا جاوے اور نہ یہی فلاح کا باعث ہو سکتا ہے کہ آنحضرۃ صلعم کی شفاعۃ اور دعا کی ضرورۃ ہی نہ سمجھی جاوے۔

غرض نہ اسلام میں رہبانیت ہے اور نہ بیکار نشینی کا سبق بلکہ ان افراط اور تفریط کی راہوں کو چھوڑ کر وہ صراط مستقیم کی ہدایت کرتا ہے نہ یہ چاہتا ہے کہ تہذیب جسم کے اصولوں کو اختیار کرو۔ اور اپنی آنکھوں مشکلات میں ڈالو اور نہ یہ کہ سارا دن کھیل اور کود اور تماشوں۔ رنگ رلیوں میں گذار دو یا ناول خوانی میں بسر کرو اور راتکو سوکر یا عیاشی میں — باقی آئندہ

سورہ جمعہ پر حضرت حکیم الامۃ کا وعظ

(گذشتہ اشاعت سے آگے)

غرض اللہ تعالیٰ کے پاس جو چیز ہے وہ ساری تجارتوں سے بہتر ہے وہ خیر الرازقین ہے۔ میں نے بہت سے ایسے بیباک دیکھے ہیں جو کہا کرتے ہیں

> ای خیانت بر تو رحمت از تو گنجی یافتم
> ای دیانت بر تو لعنت از تو رنجی یافتم

ایسے شوخ دیدہ خود ملعون ہیں جو دیانت پر لعنت بھیجتے ہیں۔ پس خدا کے لیے ان ذریعوں اور راستوں کو چھوڑ دو جو بظاہر کیسے ہی آرام دہ نظر آتے ہوں لیکن ان کے اندر خدا کی خلاف ورزی پائی جاتی ہے۔ میں نے بسا اوقات نصیحۃ کی ہے کہ کونوا مع الصدقین پر عمل کرنیکے واسطے ضروری ہے یہاں آکر رہو۔ بعض نے جواب دیا ہے کہ تجارۃ یا ملازمت کے کاموں سے فرصت نہیں ہوتی۔ لیکن میں انکو آج یہ سناتا ہوں کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ تمام تجارتوں کو چھوڑ کر **ذکر اللہ کیطرف آجاؤ** وہ اسبات کا کیا جواب دے سکتے ہیں۔ کیا ہم کنبہ قبیلہ والے نہیں؟ کیا ہماری ضروریات اور ہمارے اخراجات نہیں ہیں؟ کیا ہمکو دنیوی عزت یا وجاہت بری لگتی ہے؟ پھر وہ کیا چیز ہے جو ہمکو کھینچکر یہاں لے آئی میں شیخی کے لیے نہیں کہتا بلکہ تحدیث بالنعمۃ کیطور پر کہتا ہوں کہ میں اگر شہر میں رہوں تو شاید بہت روپیہ کما سکوں لیکن میں کیوں ان ساری آمدنیوں پر قادیان کے رہنے کو ترجیح دیتا ہوں؟ اسکا مختصر جواب میں یہی دونگا۔ کہ مینے یہاں وہ دولت پائی ہے جو غیر فانی ہے جسکو چور اور قزاق نہیں لیجا سکتا مجھے وہ ملا ہے جو تیرہ سو برس کے اندر آرزو کرنے والوں کو نہیں ملا۔ پھر ایسی بے بہا دولت کو چھوڑ کر میں چند روزہ دنیا کے لیے مارا مارا پھروں۔ میں سچ کہتا ہوں کہ اگر اب کوئی مجھے ایک لاکھ کیا ایک کروڑ روپیہ یومیہ بھی دے اور قادیان سے باہر رکھنا چاہے میں نہیں رہ سکتا۔ ہاں امام علیہ السلام کے حکم کی تعمیل میں پھر خواہ مجھے ایک کوڑی بھی نہ ملے۔ پس میری دولت میرا مال میری ضرورتیں اسی امام کے اتباع تک ہیں۔ اور دوسری ساری ضرورتوں کو اس ایک وجود پر قربان کرتا ہوں۔

میرے دل میں بارہا یہ سوال پیدا ہوا ہے کہ صحابہ کو جو مہاجر تھے کیوں خلافت ملی اور مدینہ والے صحابہ کو جو انصار تھے اس سے حصہ نہیں ملا بظاہر یہ عجیب بات ہے کہ انصار کی جماعت نے ایسے وقت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی مدد کی جب آپ مکہ سے تکالیف برداشت کرتے ہوئے پہونچے مگر اسمیں بھید یہی ہے کہ انصار نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے چھوڑا نہیں انکی نصرۃ کے لیے خدا نے انکو بہت کچھ دیا۔ مگر مہاجرین جنہوں نے اللہ کے لیے ہاں محض اللہ ہی کے لیے اپنے گھربار بیوی بچے اور رشتہ دار تک چھوڑ دیے تھے اور اپنے منافع اور تجارتوں پر پانی پھیر دیا تھا۔ وہ خلافت کی مسند پر بیٹھے۔ میں تفسیر کی بحث پڑھتا تھا اور منکم امیر ومنا امیر پر مینے غور کی ہے مجھے خدا نے اس مسئلہ خلافت میں یہی سمجھایا ہے کہ مہاجرین نے چونکہ اپنے گھربار تعلقات چھوڑے تھے انکو یہی اس مسند پر اول جگہ ملنی ضرور تھی۔ اللہ تعالیٰ کے لیے جب کوئی کام کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسکو ضائع نہیں کرتا۔

پس ایسے عذر بیفائدہ اور بیہودہ ہیں۔ اسوقت دنیا خطرناک ابتلا میں پھنسی ہوئی ہے۔ پہلی بلا جہالت کی ہے تدبر سے کتاب اللہ کو نہیں پڑھتے اور نہیں سوچتے جب تدبر ہی نہ ہو تلاوۃ ہی نہ ہو تو اسپر عمل کی تحریک کیسے پیدا ہو۔ کتاب اللہ کو چھوڑ دیا گیا ہے اور اسکی جگہ بہت بڑا وقت فضول کہانیوں اور اور لغویات میں بسر کیا جاتا ہے۔

دوسرا نقص یہ ہے کہ فسق و فجور بڑھ گیا ہوا ہے بد معاملگی ہے جہالت ہے گندگی اور ناپاکی کو مقدم کر لیا گیا ہے۔ پھر اس کے ساتھ کبر ہے وہ کبر کہ یہ برداشت نہیں رہی کہ کوئی نصیحت کرے تو صبر کے ساتھ اس نصیحت کو سن لیں۔ اور اس کے ساتھ اور مصیبت یہ ہے کہ اپنے دکھ سے نا آشنا ہیں مرض کے حالات سے ناواقف ہیں انہیں محسوس نہیں کرتے طبیب کی تشخیص پر نکتہ چینیاں کرتے ہیں اور اسے ہی مجنون ٹھہراتے ہیں۔

غرض یاد رکھو کہ اب زمانہ بہت نازک آگیا ہے۔ ایک راستباز دنیا میں آیا ہے جس کے لیے آسمان نے گواہی دی۔ اسوقت کہ جب خدا ایک بچھڑا سمجھا گیا تھا۔ خدا تعالیٰ نے اپنے کلام سے بتایا کہ وہ زندہ اور متکلم خدا ہے۔ اور اس نے اپنے برگزیدہ بندہ کو بھیجکر حجت پوری کی مگر پھر بھی دیکھا جاتا ہے کہ اسکی مخالفت کی جاتی اور اس کے خلاف منصوبے

جہاد کے قطعی استیصال کیلیے ایک تجویز

پیش کردہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

چونکہ تقریب جلسہ تاجپوشی ہمارے شہنشاہ عالیجاہ ایڈورڈ ہفتم قیصر ہند کے درپیش ہے اور ہر ایک شخص پر جو زیر سایہ اس سلطنت پرامن کے رہتا ہو واجب ہے کہ اس خوشی سے حصہ لے اور اس موقعہ پر اپنی خیر خواہی اور خلوص کا اظہار کرے سو میں جو ایک گوشہ گزین انسان ہوں اور قبل اس کے جو دفعۃً موت پیش آوے اس پوشیدہ عالم کو دیکھ رہا ہوں جسکو اکثر دوسرے لوگ موت کے بعد دیکھینگے اسلیے میری معرفت اور حقیقت شناسی نے جو انصاف اور حق پسندی کو چاہتی ہے مجھے تحریک کی ہے کہ نہایت یکرنگی اور دلی جوش سے اپنے مشرب اور طریق کے مطابق اسموقعہ پر وہ باتیں ظاہر کروں جن کے لیے میرا دل جوش مار رہا ہے اور جنکو اپنا فرض سمجھتا ہوں سو سب سے اول میں اپنی طرف سے اور اپنی جماعت کے منتخب لوگوں کی طرف سے جو میرے تخمینہ میں اب برٹش انڈیا کے متفرق بلاد میں ڈیڑھ لاکھ کے قریب ہیں حضرت شہنشاہ قیصر کو شکر کے بھرے ہوئے الفاظ کے ساتھ دعائے خیر کرتا ہوں اور جناب الٰہی سے چاہتا ہوں کہ وہ قادر کریم جسکی بے انتہا طاقت نے ذرہ ذرہ پر قبضہ کر رکھا ہے اس شہنشاہ کو جسکی سلطنت امن بخش اور ہر ایک ظالم سے حفاظت کرتی ہے تمام مکروہات زمانہ سے بچاوے اور فتح و ظفر نصیب کرے اور ہمیں زیادہ سے زیادہ اس بات کی توفیق دے کہ ہم سچے دل سے اس محسن گورنمنٹ کے خیر خواہ رہیں۔ اور دورنگی سے بچیں۔

پھر بعد اس کے میرے دل میں جلسہ تاجپوشی کی تقریب پر ایک ارادہ دوبارہ جوش زن ہوا ہے جسکو میں آج سے قریباً بائیس برس پہلے اپنی کتاب براہین احمدیہ میں ملک میں مسلمانوں کی توجہ کے لیے شائع کیا تھا اور پھر وقتاً فوقتاً میں اس ارادہ کو اپنی متفرق کتابوں میں شائع کرتا رہا اور غالباً بیس مرتبہ کے قریب میں نے اُس ارادہ کو اپنی متفرق کتابوں میں شائع کیا ہے مگر افسوس کہ اب تک وہ میرا مطلب پورا نہ ہوا۔ اب اس تقریب جلسہ تاجپوشی پر خوب موقع نکلا ہے کہ پھر میں یہ بات پیش کروں۔ اور وہ یہ ہے کہ جس نیت کو اپنی گورنمنٹ کی ... دلی اطاعت کا جوش نہ ہو۔ وہ بد قسمت رعیت ہے جو نفاق کے ساتھ گذارہ کرتی ہے۔ اور اب ہم نے قریباً پچاس سال کی مدت میں متواتر تجارب سے دیکھ لیا ہے کہ یہ گورنمنٹ درحقیقت مسلمانوں کے لیے ابر رحمت ہے۔ اس کے سایہ میں ہم امن سے گذارہ کرتے ہیں۔ اس کے سایہ میں اکثر مسلمان بہ نسبت اپنی پہلی حالت بے علمی سے بہت کچھ ترقی کر گئے ہیں۔ اور یہ گورنمنٹ انکی جانوں اور مالوں اور آبروؤں کی محافظ ہے۔ اور ایسے عمدہ انتظام سے امن قائم کیا گیا ہے کہ اس سے بہتر متصور نہیں تو پھر کیا اس کے علما کا فرض نہیں ہے کہ وہ پوری توجہ سے سوچیں کہ کیوں آئے دن اس محسن گورنمنٹ کو سرحدی وحشیوں کی لڑائی کی مشکلات پیش آتے ہیں کیا اسکا یہ سبب نہیں ہے کہ انمیں ایسے بدباطن ملا موجود ہیں جو ہمیشہ انکو یہی سبق دیتے رہتے ہیں کہ کافروں سے جہاد کرنا دین کا فرض اور بہشت کے حاصل کرنیکی ایک کنجی ہے۔ پس اسبات میں کچھ شک نہیں کہ جن اسباب سے یہ فتنہ ہمیشہ اٹھتا رہتا ہے انھیں اسباب سے یہ فرد بھی ہوگا یعنی علما کے مقابل پر علما کی کوشش ضروری ہے۔

پس کیا ہمارے علما کوئی ایسی تدبیر نہیں کرسکتے کہ اس تدبیر کا اثر ان وحشیوں پر پڑے؟ بیشک کرتے ہیں اور اگر زیادہ اثر نہ ہو تو بلا کسی قدر ضرور اثر ہوگا۔ یہ گورنمنٹ بیشک با ہیبت اور با اقبال ہے اگر چاہے تو ایک کروڑ مفسد اور باغی کی بخوبی سرکوبی کر سکے لیکن آخر لڑائیوں میں عزیز جانیں ضائع ہوتی ہیں سو اگر کسی تدبیر سے کام نکلے تو کیوں جانیں ضائع ہوں۔ پس میرے نزدیک تدبیر یہ ہے کہ ایک کتاب مبسوط مخالفت جہاد میں لکھی جائے جس کا یہ مطلب ہو کہ بموجب آیات قرآنی اور احادیث صحیحہ اور اصول انصاف کے اس گورنمنٹ سے ہرگز جہاد درست نہیں کیونکہ وہ دادگستری اور حق پسندی اور رعیت پروری اور بہت سے اپنے منصفانہ اصولوں کی رو سے دین اسلام کی حامی ہے اور علاوہ اس کے مقابلہ کرکے دیکھلو کہ ہندوستان کے پہلے بادشاہوں کے زمانہ کی نسبت علمی ترقی اور امن اور آزادی میں گورنمنٹ انگریزی کی رعایا مسلمان کے آگے بڑھ گئے ہیں بلکہ اگر زیادہ غور کرو تو معلوم ہوگا کہ انگریزی قوانین اسلام کے لیے راستہ صاف کر رہے ہیں ان تمام امور کے لحاظ سے ہر محسن گورنمنٹ سے بغاوت بلحاظ اپنی نتیجہ ہیں) تا صرف ناجائز ہی نہیں بلکہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے جب ایسی کتاب طیار ہو جائے۔ تو تمام سرحدی علماء کے اسپر دستخط ہو جائیں۔ اور پھر وہ کتاب زبان پشتو اور فارسی اور عربی میں ترجمہ کیجائے اور ایسی کتاب کی ہزار کا پیاں چھپوائی جائیں اور ملک میں اور دوسرے سرحدی ممالک میں تقسیم کی جائیں اگر ایسا ہو تو میں نے منظور کیا ہے کہ دس ہزار روپے تک اس کی چھپوائی کے اخراجات میں خود دیدونگا مگر شرط یہ ہے کہ محض بیہودہ اور مجمل اور منافقانہ بیان نہ ہو بلکہ ہر ایک پہلو سے مکمل ہو میں اس بات کو خوب جانتا ہوں اور محسوس کرتا ہوں کہ وہ بیان کس قوت کے ہوتے ہیں جو دل کی سچائی سے نکلتے ہیں۔ اور وہ بیان کیسے بودے اور کمزور ہوتے ہیں جو محض منافقانہ ہوتے ہیں۔ منافقانہ بیان ایک مردہ بیان ہوتا ہے اور اسکی ایسی مثال ہے جیسا کہ ایک پھوڑہ کے اندر بہت سی پیپ بھری ہو اور بظاہر ونہائی دیتا ہو کہ زخم مل گیا ہے۔ مگر جو بیان دل سے نکلتا ہے وہ آخر دلوں کو جا پکڑتا ہے۔ میں اس بارہ میں ایسی تحریروں کو پسند نہیں کرتا جو گول مول ہوں اور صرف دو چار مختصر ورق ہوں۔ بلکہ چاہیے کہ بہت مبسوط کتاب ہو اور اسمیں تین قسم کے زبردست دلائل ہوں۔

(۱) آیات قرآنی سے متمسک ہو۔

(۲) دوسرے حدیث سے متمسک ہو۔

(۳) تیسرے دلائل عقلیہ سے متمسک ہوں۔

اور میں نے سنا ہے کہ بعض والیان ریاست سرحد نے جہاد پر زور دینے کے لیے ایک کتاب لکھی ہے اس صورت میں اور بھی واجب ہوا کہ اس کتاب کا اثر دور کردیا جائے اگر گورنمنٹ یہ عذر پیش کرے کہ ایسی ہدایت گویا ایک جبر کی قسم ہے تو اسکا یہ جواب ہے کہ یہ جبر نہیں ہے جس بات میں لوگوں کی بھلائی اور امن کی ترقی اور عافیت کی امید ہے کہ وہ جبر کیونکر ہو سکتا ہے ایسے خیالات مسلمانوں کو پستی کیطرف لے جا رہے ہیں۔ اور درندگی کی قوتیں بڑھتی جاتی ہیں اور اس ملک کے علما کا کیا حرج ہے کہ ایسی مبسوط کتاب تصنیف کرکے اپنے دستخطوں اور مہروں سے مزین کریں انپر کوئی خرچ نہیں ڈالا جاتا بلکہ اس تمام خرچ کا میں ہی ذمہ اٹھاتا ہوں لیکن جیسا کہ ابھی میں نے بیان کیا ہے صفائی اور پوری دیانت سے ایسی کتاب تالیف ہونی چاہیے میں انکی نسبت کوئی پیشگوئی نہیں کرتا۔ مگر میرا کانشنس اسبات کو نہیں مانتا کہ جبتک پوری صفائی اور پورے دل کے جوش سے ایسی کتاب نہ لکھی جائے۔ اور ایسے تمام امور کی جڑ کاٹ نہ دکھائی جائے جو جہادی

مسائل کیطرف حرکت دیتے ہیں۔ یا کسی آیندہ جہاد کی اُمید دیتے ہیں تب وہ کتاب مُوثر ہو سکے اسلیے ہمیں چاہیے کہ اُس جڑ کو اپنے عقائد کے اندر سے بکلی نکالدیں جسکی زہر کسی وقت پھوٹنے کے لیے طیار ہے۔ میرے خیال میں یہ دو عقیدے جہاد کی جڑ ہیں۔

(۱) ایک یہ کہ جو اُمید کیجاتی ہے کہ اب عنقریب زمانہ میں کوئی ایسا مہدی آنے والا ہے کہ جو جہاد اور مذہبی لڑائیوں سے زمین کو خون سے بھر دیگا

(۲) دوسرے یہ کہ اُس مہدی کا ہاتھ بٹانے کے لیے کوئی مسیح آنیوالا ہے جس کا کام یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ وہ بھی سخت دل سپاہیوں کیطرح تلوار سے دین کو پھیلانا چاہے گا میں دیکھتا ہوں کہ اب ایسے عقیدہ کا زمانہ گذرتا جاتا ہے اور وہ جو ایسے عقیدوں سے سختی سے پیش آتے تھے اب وہ خود سمجھتے جاتے ہیں اور دل جلد جلد صاف ہوتے جاتے ہیں۔ بعض نادانوں کا پہلے اس سے ان عقیدوں پر بہت غلو تھا اور اب بھی ایسے لوگ پائے جاتے ہیں جو تہذیب اور انسانیت سے بہت کم حصہ رکھتے ہیں وہ ان بیہودہ عقیدوں پر اب تک قائم ہیں۔ اگر یہ عقیدے قرآن شریف سے ثابت ہو سکتے تو ایسے عقیدوں والوں کی کچھ [illegible] لیکن تعجب تو یہ ہے کہ ان [illegible] قرآن شریف میں نام و نشان نہیں بلکہ سورۃ فاتحہ اور سورہ نور اور کئی اور سورتوں میں اشارہ کیا گیا ہے کہ جس طرح بنی اسرائیل کے نبیوں کا سلسلہ آخر کو ایک ایسے نبی پر ختم ہوا جس نے نہ تلوار اُٹھائی اور نہ جہاد کیا اور محض اخلاقی تعلیم کی قوت سے دلوں کو اپنی طرف کھینچا ایسا ہی محمدی سلسلہ میں بھی وہی زمانہ آئے گا یعنی ہجرت سے چودھویں صدی آئیگی جو اُس زمانہ سے مشابہ ہے جو حضرت عیسیٰ حضرت موسیٰ کے بعد پیدا ہوئے تھے تب حضرت عیسیٰ مسیح کی مانند اس اُمت میں بھی ایک شخص پیدا ہوگا جو نہ جہاد کرے گا اور نہ تلوار اُٹھائے گا اور آرام سے اور صلحکاری سے دلوں کو خدا کیطرف پھیر دیگا۔ اور قرآن شریف سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ وہ آخری مسیح جو پہلے مسیح کے قدم پر آئے گا آدم کے زمانہ سے چھٹے ہزار کے آخر پر پیدا ہوگا یہ پیشگوئی ہے جو قرآن شریف میں ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ضرور ہے کہ اسلام چودھویں میں اپنی ترقی کا تمام مدار اخلاقی اور عقلی اور اعجازی نمونوں پر رکھے جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے رکھا تھا اور جو دوسرے لفظوں میں مسیح کا دوبارہ آنا

کیا جاتا ہے۔ ہمیں یہ خیال نا منظور ہے کہ پہلے مسیح میں اور دوسرے مسیح میں ایسی مشابہت ہے کہ گویا وہ دونوں ایک ہیں یہی ایک پیشگوئی ہے جو قرآن شریف سے ثابت ہوتی ہے۔ باقی سب باطل اور جھوٹے قصے ہیں جو لوگوں نے بنا رکھے ہیں اور مہدی کے متعلق جسقدر حدیثیں ہیں اُنمیں ایک بھی صحیح نہیں ہے قرآن نے دو مسیح بالمقابل رکھے ہیں ایک مسیح اسرائیلی اور ایک مسیح محمدی اور دونوں کی نسبت بیان ہے کہ وہ محض اخلاقی تعلیم اور آسمانی نشانوں سے دین کو پھیلانے والے ہیں پہلے اس ہر اسرائیلی سلسلہ میں موسیٰ اور یشوعا وغیرہ نبیوں کی لڑائیوں سے یہ شک کیا گیا تھا کہ شاید یہ مذہب ایسا ہے کہ اسمیں بجز تلوار کے اور کچھ نہیں۔ پس خدا نے نہ چاہا کہ وہ شک دلوں میں باقی رہے اس لیے اس نے موسوی سلسلہ کے آخری زمانہ میں یسوع مسیح کو بھیجا تا اپنی اخلاقی تعلیم سے اُس شک کو دور کرے اسی طرح محمدی سلسلہ میں بھی جبکہ پہلے زمانہ میں بطور مدافعت کے لڑائیاں ہوئیں تو لوگوں نے بعد میں یہ اعتراض اسلام پر کیا کہ وہ جبر سے دین کو پھیلانا رہا ہے حالانکہ وہ لڑائیاں محض دشمنوں کے حملوں کے دفع کے لیے تھیں نہ دین کے پھیلانے کے لیے جیسا کہ قرآن شریف میں خدا نے صاف فرمایا کہ لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ یعنی دین میں جبر نہیں ہے۔ سو چونکہ اعتراض دلوں میں جم گیا تھا اور جاہل اور وحشی مسلمانوں نے بھی اپنے بد نمونوں سے اعتراض کو قوت دی اور رہزنی کا شعار غازی کہلانا سمجھا گیا تھا اور دین کے لیے تلوار اُٹھانا گویا بہشت کی کنجیاں ٹھہر گئی تھیں اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد چودھویں صدی میں اسلام پر بھی وہ زمانہ آگیا کہ خدا اس غلطی کو اسلام میں سے نکالے اسی طرح جیسا کہ موسیٰ سے چودہ سو برس بعد عیسیٰ مسیح کو خدا نے بھیجکر یہود کی یہی غلطی کو نکال دیا۔ سو اصل بات تو صرف اسقدر تھی جسکو بعض نادانوں نے کچھ کا کچھ بنا دیا مگر میں جانتا ہوں کہ اب وہ زمانہ ہے کہ اسلام کے عقلمند اور پاک دل لوگ اس حقیقت کو جلد تر سمجھ جائیں گے۔ میں صرف قیاسی طور پر نہیں کہتا بلکہ وہ نیک دل انسان جو ڈیڑھ لاکھ کے قریب میری اس ہدایت کو قبول کر چکے ہیں۔ وہ ایک زندہ گواہ میرے اس خیال کے ہیں۔ اور میں دیکھتا ہوں کہ ہر روز

اسلام میں سے غلط عقیدے اُٹھتے جاتے ہیں اور ان کے بدلے یہ پاک سلسلہ قائم ہوتا جاتا ہے میرے اس سلسلہ میں اگرچہ ایسے لوگ بھی بکثرت ہیں جو انگریزی خوان اور تعلیم یافتہ اور سرکاری عہدوں پر مقرر ہیں مگر ایک گروہ کثیر ایسے علما کا بھی ہے مجھے ان کے ساتھ ان مسائل کے سمجھانے میں کوئی دقت نہیں اُٹھانی پڑی۔ بلکہ وہ ایسی آسانی سے سمجھ گئے گویا وہ پہلے سے ہی طیار بیٹھے تھے سو میں اس سے قیاس کرتا ہوں کہ اس پاک عقیدہ کے لیے قریباً کل دانشمند طیار ہیں اور عقلمند لوگ جہادی مسائل سے اندر ہی اندر بیزار ہو رہے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ درحقیقت قدیم سے خدا کا منشا یہی ہے کہ وہ اپنے ضعیف بندوں کو نرمی اور رحم سے سمجھاوے۔ اور درحقیقت سچ یہی ہے کہ تلواریں محض زمین کو فتح کرتی ہیں۔ مگر اخلاقی تعلیم جو صرف زبانی باتیں نہ ہوں بلکہ عملی طور پر دکھائی جائے وہ دلوں پر فتحیاب ہوتی ہے ان لوگوں نے خدا کا بڑا گناہ کیا ہے جنہوں نے قرآن کی اخلاقی تعلیم کو جو افراط تفریط سے پاک اور دنیا کی ہر ایک تعلیم سے اعلیٰ تھی بڑی وحشیانہ جنگوں اور ظالمانہ خونریزیوں کے نیچے چھپا دیا ہے۔ اور چونکہ اس زمانہ میں خدا کے منشا کے برخلاف یہ کارروائیاں اُنہوں نے کیں اس لیے انکو ایسے حملوں میں بجز ناکامی اور ذلت کے اور کچھ حاصل نہیں ہوا اور ہمیشہ شکست اُٹھاتے اور مارے جاتے ہیں۔ لیکن میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اب وہ اگر ایسا کریں گے تو وہ خدا سے لڑیں گے اور خدا اُن سے لڑے گا کیونکہ اُسکا منشا یہی ہے کہ دنیا کو یہ معجزہ دکھاوے کہ نرمی سے اور صلح سے اور اخلاق کے کمال سے اور اعجازی نمونوں سے دلوں میں پاک تبدیلی پیدا کرے۔ پس جو شخص اُسکے منشا کے برخلاف دین کے لیے تلوار اُٹھاتا ہے وہ اُسکے معجزہ کو باطل کرنا چاہتا ہے اور اسکی حکمت کا دشمن ہے اس لیے کبھی اس کے لیے بہتری نہیں ہے اب کے بعد جو لوگ دین کے بہانہ سے تلوار اُٹھائیں گے گو وہ اپنی جہالت یا فریب سے مہدی کہلاویں یا ملا کے نام سے منسوب ہوں وہ بہت ذلیل ہوں گے کیونکہ خدا کے قدیم ارادہ کا انہوں نے مقابلہ کیا ہے۔ میں خیال کرتا ہوں کہ اس حقیقت کو کئی لاکھ انسانوں نے سمجھ لیا ہے۔ اور کروڑہا انسان اس کے سمجھنے کے لیے مستعد ہو رہے ہیں۔ اگر گورنمنٹ عالیہ مجھے اسقدر مدد دے کہ میری اس تقریر کو اپنے طور پر اخبار وغیرہ میں شائع کر دے

اور انہیں لکھے کہ جو علما اور عقلا اور فتویٰ دینے والے جہاد کے مخالف ہیں اور وہ کتاب مخالفت جہاد پر دستخط کرنیکو طیار ہیں وہ ایک خاص عہدہ دار کے پاس جسکو گورنمنٹ پسند کرے اپنے عرائض اخیر جون ۱۹۰۳ء تک یا اس مدت تک جو گورنمنٹ مناسب سمجھے بھیجدیں اور ان کے منتخب عالم جہاد کی مخالفت کے بارے میں اپنی اپنی جگہ ایک ایک کتاب لکھیں جنہیں سے ایک یہ راقم بھی ہوگا۔ پھر مناسب ہے کہ ان تمام کتابوں میں سے جس کتاب کو گورنمنٹ پسند کرے اور پر زور دیکھے اسپر سب علما کے دستخط ہو جائیں اور پھر وہ فارسی اور پشتو اور عربی میں ترجمہ ہو کر بلاد اسلامیہ میں شائع کی جائے اور گورنمنٹ خسروانہ مہربانی کرکے ایسی کتابوں کی تالیف کے لیے بذریعہ اپنے اشتہار کے اطلاع دے اور مناسب ہوگا کہ تالیف کتاب کے لیے ایک برس مہلت رکھی جائے تا تکمیل کتاب میں کوئی دقیقہ رہ نہ جائے۔ یاد رہے کہ وحشی قوموں کو مہذب بنانے کے لیے جو ملاؤں کے پنجہ میں ہیں اس سے زیادہ کوئی تدبیر موزوں نہیں ہوگی جو علماء کے فتنہ کا علاج علماء کے ساتھ ہی کیا جائے۔

اب یہ زمانہ نیا رنگ پکڑ گیا ہے اور عملی تجربہ نے ثابت کر دیا ہے کہ یہ طریق جو میں نے بیان کیا ہے بہت مؤثر ہے۔ پس ہماری گورنمنٹ کو چاہیے کہ اس سے پورے طور پر فائدہ اٹھاوے مسلمانوں کے لیے اس بات کے بیان کرنیکی ضرورت نہیں کہ درحقیقت خدا تعالیٰ کا یہ بڑا فضل ہے کہ یہ عادل گورنمنٹ اپر حکمرانی کر رہی ہے۔ اگر یہ گورنمنٹ اس ملک سے دستکش ہو جائے تو چندروز میں قوموں کی باہم کشت و خون سے خون بہنے شروع ہو جائیں اور کیڑوں کی طرح ایک دوسرے کو کھا لیں۔ تب ہاتھ جوڑ کر پھر اس گورنمنٹ کو اپنے ملک میں لاویں گے انسان کے لیے امن اور عافیت کی زندگی اور عادل سلطنت کے زیر سایہ رہنا بڑی چیز ہے گویا اسے دنیا میں بہشت ہے اور جن حکومتوں کے ماتحت جان و مال ہر دم خطرہ میں ہے وہ اگرچہ مسلمان کہلا دیں لیکن ان کا وجود آرام دہ نہیں ہے ہم لوگوں کی یہ خوش قسمتی ہے کہ ہمکو ایسے حکام ملے ہیں جو حکومت کی کرسی پر بیٹھکر مذہبی رعایتوں کو طاق پر رکھدیتے ہیں اور جو تقاضا انصاف اور عدالت کا ہے وہی کرتے ہیں مجھے اس بات کے لکھنے سے خوشی ہے کہ میرے پاس اس دعویٰ کے ایک نظیر بطور ثبوت کے ہے جسپر غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ گلش افسر دلی کسقدر نیتیں نیک ہیں اور وہ کسقدر عدالت اور انصاف کے دلدادہ ہیں اور وہ یہ ہے کہ چند سال ہوئے ہیں کہ ایک مشنری صاحب نے جن کا نام ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک ہے ایک جھوٹا مقدمہ اقدام قتل کا میرے پر دائر کیا تھا اور خیال ہے کہ یہ انکا ارادہ نہیں تھا بلکہ بعض عیسائیوں نے انکو دھوکا دیا تھا پھر وہ مقدمہ کپتان ڈگلس کمشنر گورداسپور کی عدالت میں جو حال میں دہلی کے ڈپٹی کمشنر ہیں تحقیقات ہوتا رہا صاحب موصوف نے اس مقدمہ پر پوری توجہ سے غور کی اور کئی دنوں کی کوشش کے بعد معلوم کر لیا کہ یہ مقدمہ محض دروغ اور سراسر بہتان ہے۔ تب اسکو خارج کیا اور مجھے پوری صفائی سے بری فرمایا۔ اس مقدمہ کے دیکھنے والے ہزارہا آدمی تھے جا ملوں کو یہ خیال تھا کہ ایک مشنری کا مقدمہ اور انگریز کے پاس ہے وہ بہر حال اس مشنری کی رعایت کریگا۔ لیکن جسروز وہ مقدمہ خارج کیا گیا اُن لوگوں کے منہ سے بے اختیار نکلتا تھا کہ درحقیقت انگریز ایک ایسی قوم ہے کہ جو انصاف کو مدنظر رکھتے ہیں۔ اور میں چونکہ خوب جانتا تھا کہ یہ محض بے اصل اور قابل شرم بہتان تھا اور میرا صرف خدا پر بھروسا تھا اس لیے اس مقدمہ کے راست راست فیصلہ ہونے پر میرا اعتقاد تھا انگریزی سلطنت کے عدل پسند حکام کی نسبت زیادہ بڑھ گیا اور میں نے سمجھ لیا کہ یہ انگریز حکام صرف عدل پسند ہی نہیں ہیں بلکہ خدا نے انکو عقل ایسی دی ہے کہ مخفی حقیقت کی تہ تک پہنچ جاتے ہیں۔ یہ امر بہت مشکل ہے کہ جب ایک حاکم کے سامنے ایسا مدعی آوے جو اسکی قوم کا بزرگ اور قابل تعظیم جنٹلمین ہو اور مقابل میں ایسا ہو جو دنیا سے الگ جسپر ایک طرف بباعث فرقہ جدیدہ ہونے کے قوم ناراض ہے اور دوسری طرف ایک فرقہ جدیدہ کا بانی ہونا انتظاماً بھی نگرانی کے لائق ہے پھر پوری پوری عدالت سے کام لیا جائے میں نہیں سمجھ سکتا کہ اسکی نظیر ابھی تک کسی دوسرے فرقہ میں موجود ہے اور نہ میں اسکا قائل ہو سکتا ہوں جبتک کہ اسکو دیکھ نہ لوں۔ پس جس قوم میں ایسے عدل پسند حکام ہیں جو فیصلہ کیوقت خدا سے ڈرتے ہیں اور عدالت کو ہر ایک تعارف پر مقدم رکھتے ہیں۔ اور اپنی قوم کے بزرگوں کی بھی عدالت میں رعایت نہیں کرتے انکا سچا وفادار نہ ہونا میں نہیں سمجھ سکتا کہ اس سے زیادہ کوئی بدبختی اور شقاوت ہے۔ میں اس نمونہ کو جو کپتان ڈگلس کی عدالت میں دیکھا ضائع نہیں کیا بلکہ ایک کتاب اس کے نام پر تالیف کرکے شائع کر دی۔ اور میں جانتا ہوں کہ صدہا سال تک یہ عادلانہ کارروائی میری جماعت کو یاد رہے گی۔

امام الزمان کی ڈائری

۱۵ فروری ۱۹۰۳ء

قبل از ظہر

ایک صاحب گوڑگانوہ سے تشریف لائے ہوئے تھے حضرت سے شرف بیعت حاصل کیا بعد از بیعت حضرۃ اقدس نے انکو مخاطب کرکے فرمایا کہ ہماری طرف سے تو آپ کو یہی نصیحت ہے کہ مسنون طور سے اللہ تعالیٰ کے فضل کو تلاش کرو اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کرکے یہ امر صاف طور پر بیان کر دیا کہ انکی پیروی کے سوا کوئی راہ اسکی رضا جوئی کی باقی نہیں ہے۔ جو خدا کے فضل کا جویاں ہو اسی دروازہ کو کھٹکھٹائے اُسکے لیے کھولا جائیگا بجز اس دروازہ کے تمام دروازے بند ہیں نبوت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو چکی شریعت قرآن شریف کے بعد ہرگز نہیں آئیگی۔ انسان کو کشوف اور وحی اور الہام کا کبھی طالب نہ ہونا چاہیے بلکہ یہ سب تقویٰ کا نتیجہ ہیں۔ جب جڑ ٹھیک ہوگی تو اُس کے لوازم بھی خود بخود آجائیں گے۔ دیکھو جب سورج نکلتا ہے تو دھوپ اور گرمی جو اُسکا خاصہ ہیں خود بخود ہی آجاتے ہیں۔ اسی طرح جب انسان میں تقویٰ آجاتا ہے تو اُس کے لوازم بھی اسمیں ضرور آجاتے ہیں۔ دیکھو جب کوئی دوست کسی کے ملنے کیواسطے جاوے تو اسکو یہ امید تو نہ رکھنا چاہیے کہ میں اُسکے پاس جاتا ہوں تو وہ مجھے پلاؤ زردے اور قلیے کھلائیگا اور میری خاطر تواضع کریگا۔ نہیں بلکہ صادق دوست کی ملاقات کی خواہش ہوتی ہے بجز اسکے اور کسی کھانے یا مکان یا اعلیٰ کی پروا اور خیال بھی نہیں ہوتا۔ مگر جب وہ اپنے صادق دوست کے پاس جاتا ہے اس سے ملکر تنہا جاتا ہے تو کیا وہ اسکی خاطرداری کا کوئی دقیقہ باقی بھی اُٹھا رکھتا ہے ہرگز نہیں بلکہ جہانتک اُس سے بن پڑتا ہے وہ اپنی طاقت

سے بیزار کر دیتی ہیں۔ اُسکی تمام جنگ کے واسطے سکلف سامان کرنا ہے۔ غرض یہی حال روحانیت اور اُس دوست اعلیٰ کی ملاقات کا ہے۔ الہامات یا کشوف وغیرہ چیزوں کے سہارے والا ایمان ایمان کامل نہیں وہ کمزور ایمان ہے جو کسی چیز کا سہارا ڈھونڈتا ہے۔ انسان کی غرض اور اصل مدعا صرف رضا الٰہی اور وصول الی اللہ چاہیئے۔ جب یہ اُسکی رضا حاصل کرے گا تو خدا تعالیٰ اُسکو کیا کچھ نہ دے گا۔ خود اس امر کی درخواست کرنا سوء ادب ہے۔

دیکھو اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں فرماتا ہے قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ۔ خدا کے محبوب بننے کے واسطے صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی ہی ایک راہ ہے اور کوئی دوسری راہ نہیں کہ تم کو خدا سے ملا دے۔ انسان کا مدعا صرف اس ایک واحد لاشریک خدا کی تلاش ہونا چاہیئے شرک اور بدعت سے اجتناب کرنا چاہیئے۔ رسوم کا تابع اور ہوا و ہوس کا مطیع نہ بننا چاہیئے دیکھو میں پھر کہتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی راہ کے سوا اور کسی طرح انسان کامیاب نہیں ہو سکتا ہمارا صرف ایک ہی رسول ہے اور صرف ایک ہی قرآن شریف اُس رسول پر نازل ہوا ہے جس کی تابعداری سے ہم خدا کو پا سکتے ہیں۔ آجکل فقرا کے نکالے ہوئے طریقے اور گدی نشینوں اور سجادہ نشینوں کی سیفیاں اور دعائیں اور درود وظائف یہ سب انسان کو مستقیم راہ سے بھٹکانے کا آلہ ہیں سو تم ان سے پرہیز کرو۔ ان لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم الانبیا ہونے کی مہر کو توڑنا چاہا ہے گویا اپنی الگ ایک شریعت بنائی ہے۔ تم یاد رکھو کہ قرآن شریف اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی پیروی اور نماز روزہ وغیرہ جو مسنون طریق ہیں انکے سوا خدا کے فضل اور برکات اور رحمت کے دروازے کھولنے کی اور کوئی کنجی ہے ہی نہیں۔ بھولا ہوا ہے وہ جو ان راہوں کو چھوڑ کر کوئی نئی راہ نکالتا ہے۔ ناکام مرے گا وہ جو اللہ اور رسول کے فرمودہ کا تابعدار نہیں بلکہ اور اور راہوں سے اُسے تلاش کرتا ہے۔

دیکھو گناہ کبیرہ بھی ہیں اُنکو تو ہر ایک جانتا ہے اور اپنی طاقت کے موافق نیک انسان ان سے بچنے کی کوشش بھی کرتا ہے مگر تم تمام گناہوں سے کیا کبائر اور کیا صغائر سب سے بچو کیونکہ گناہ ایک زہر ہے جس کے استعمال کے بعد زندہ رہنا محال ہے۔ گناہ ایک آگ ہے جو روحانی قویٰ کو جلا کر خاک سیاہ کر دیتی ہے پس تم ہر قسم کے کیا صغیرہ کیا کبیرہ سب اندرونی بیرونی گناہوں سے بچو۔ آنکھ کے گناہوں سے ہاتھ کے گناہوں سے کان ناک اور زبان اور شرمگاہ کے گناہوں سے بچو غرض ہر عضو کے گناہ کے زہر سے بچتے رہو اور پرہیز کرتے رہو۔

نماز بھی گناہوں سے بچنے کا ایک آلہ ہے نماز کی یہ صفت ہے کہ یہ انسان کو گناہ اور بدکاری سے ہٹا دیتی ہے سو تم ویسی نماز کی تلاش کرو اور اپنی نماز کو ایسی بنانے کی کوشش کرو۔ نماز نعمتوں کی جان ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فیض اسی نماز کے ذریعہ سے آتے ہیں سو اسکو سنوار کر ادا کرو تا کہ تم اللہ تعالیٰ کی نعمت کے وارث بنو۔

یہ بھی یاد رکھو کہ ہمارا طریق نرمی ہے ہماری جماعت کو چاہیئے کہ اپنے مخالفوں کے مقابل پر نرمی سے کام لیا کریں تمہاری آواز تمہارے مقابل کے آواز سے بلند نہ ہو اپنی آواز اور لہجہ کو ایسا بناؤ کہ کسی دل کو تمہاری آواز سے صدمہ نہ ہووے۔ ہم قتل اور جہاد کے واسطے نہیں آئے بلکہ ہم تو مقتولوں اور مردہ دلوں کو زندہ کرنے اور اُنمیں زندگی کی روح پھونکنے کو آئے ہیں۔ تلوار سے ہمارا کاروبار نہیں اور نہ یہ ہماری ترقی کا ذریعہ ہے ہمارا مقصد نرمی سے ہے اور نرمی سے اپنے مقاصد کی تبلیغ ہے۔ غلام کو وہی کرنا چاہیئے جو اُسکا آقا اُسکو حکم کرے۔ جب خدا نے ہمیں نرمی کی تعلیم دی ہے تو ہم کیوں سختی کریں ثواب تو فرمانبرداری میں ہوتا ہے اور دین تو سچی اطاعت کا نام ہے نہ یہ کہ اپنے نفس اور ہوا و ہوس کی تابعداری سے جوش دکھاویں۔ یاد رکھو جو شخص سختی کرتا اور غضب میں آ جاتا ہے اُسکی زبان سے معارف اور حکمت کی باتیں ہرگز نہیں نکل سکتیں وہ دل حکمت کی باتوں سے محروم کیا جاتا ہے جو اپنے مقابل کے سامنے جلدی طیش میں آ کر آپے سے باہر ہو جاتا ہے۔ گندہ دہن اور بے لگام کے ہونٹھ لطائف کے چشمہ سے بے نصیب اور محروم کیے جاتے ہیں۔ غضب اور حکمت دونوں جمع نہیں ہو سکتے۔ جو مغلوب الغضب ہوتا ہے اُسکی عقل موٹی اور فہم کند ہوتا ہے۔ اُسکو کبھی کسی میدان میں غلبہ اور نصرت نہیں دیے جاتے۔ غضب نصف جنون ہے اور جب یہ زیادہ بھڑکتا ہے تو پورا جنون ہو سکتا ہے۔

ہماری جماعت کو چاہیئے کہ کل ناکردنی افعال سے دور رہا کریں وہ شاخ جو اپنے تنے اور درخت سے سچا تعلق نہیں رکھتی وہ بے پھل رہ جایا کرتی ہے سو دیکھو اگر تم لوگ ہمارے اصل مقصد کو نہ سمجھوگے اور شرائط پر کاربند نہ ہوگے تو اُن وعدوں کے وارث تم کیسے بن سکتے ہو جو خدا نے ہمیں دیے ہیں۔

جیسے نصیحت کرنی ہو تو اسے زبان سے کرو ایک ہی بات ہوتی ہے وہ ایک پیرایہ میں ادا کرنے سے ایک شخص کو دشمن بنا سکتی ہے اور دوسرے پیرایہ میں دوست بنا دیتی ہے پس جَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ کے موافق اپنا عملدرآمد رکھو اسی طرز کلام ہی کا نام خدا نے حکمت رکھا ہے چنانچہ فرماتا ہے يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَشَاءُ۔ مگر یاد رکھو کہ جیسے یہ باتیں حرام ہیں ویسے ہی نفاق بھی حرام ہے۔ اس بات کا بھی خیال رکھنا کہ کہیں پیرایہ ایسا نہ ہو جاوے کہ اُسکا رنگ نفاق سے مشابہ ہو۔ موقع کے موافق ایسی کارروائی کرو جس سے اصلاح ہوتی ہو تمہاری نرمی ایسی نہ ہو کہ نفاق بنا دے اور تمہارا غضب ایسا نہ ہو کہ بارود کی طرح جب آگ لگے تو ختم ہونے میں نہیں آتی۔ بعض لوگ تو غصہ سے سودائی ہو جاتے ہیں اور اپنے ہی سر میں پتھر مار لیتے ہیں۔ اگر تمہیں کوئی گالی دیتا ہے تو بھی صبر کرو۔ میں سمجھتا ہوں کہ جب کسی کے پیر و مرشد کو گالیاں دی جاویں یا اُس کے رسول کے متعلق ہتک آمیز کلمے کہے جاویں تو کیسا جوش ہوتا ہے مگر تم صبر کرو اور حلم سے کلام کرو۔ ایسا نہ ہو کہ تمہارا اُس وقت کا غصہ کوئی خرابی پیدا کر دے جس سے سارا سلسلہ بدنام ہو یا کوئی مقدمہ بنے جس سے سبکو تشویش ہو۔ سب نبیوں کو گالیاں دی گئی ہیں یہ انبیا کا ورثہ ہے ہم اس سے کیونکر محروم رہ سکتے تھے۔ ایسے بنجاؤ کہ گویا مسلوب الغضب ہو۔ تم کو گویا غضب کے قویٰ ہی نہیں دیے گئے۔ دیکھو اگر کچھ بھی تاریکی کا حصہ ہے تو نور نہیں آئے گا نور اور ظلمت جمع نہیں ہو سکتے جب نور آ جائیگا تو ظلمت نہیں رہیگی۔ تم اپنے سارے ہی قویٰ کو پورے طور سے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں لگا دو۔ جو جو کمی کسی قوت میں ہو اُسے اُس پان والے کی طرح جو گندے پان تلاش کر کے پھینک دیتا ہے اپنی گندی عادات کو

نکال پھینکو اور سارے اعضا کی اصلاح کر لو یہ نہ ہو کہ نیکی کرو اور نیکی میں بدی ملا دو۔ توبہ کرتے رہو۔ استغفار کرو۔ دعا سے مدد لو۔ ولی کیا ہوتے ہیں یہی صفات تو رکھتے ہیں۔ انکی آنکھ ہاتھ پاؤں غرض کوئی عضو ہو منشاء الٰہی کے خلاف حرکت نہیں کرتے خدا کی عظمت کا بوجھ اُنپر ایسا ہوتا ہے کہ وہ خدا کی زیارت کے بغیر ایک جگہ سے دوسری جگہ نہیں جا سکتے۔ پس تم بھی کوشش کرو خدا بخیل نہیں۔ ؎

ہر کہ عارف تر است ترساں تر

پھر نماز ظہر ہوئی اور حضرت تشریف لے گئے۔

دربار شام

ایک شخص نے عرض کی کہ حضور میرے واسطے دعا کی جاوے کہ میری زبان قرآن شریف میں اچھی طرح ادا کرنے لگے قرآن شریف ادا کرنے کے قابل نہیں اور چلتی نہیں میری زبان کھل جاوے

فرمایا تم صبر سے قرآن شریف پڑھتے جاؤ اللہ تعالیٰ تمہاری زبان کو کھول دے گا قرآن شریف میں یہ ایک برکت ہے کہ اس سے انسان کا ذہن صاف ہوتا اور زبان کھل جاتی ہے بلکہ اطبا بھی اس بیماری کا اکثر یہ علاج بتایا کرتے ہیں۔

۲۷ فروری ۱۹۰۳ء قبل از عصر

مولوی عبد الکریم صاحب نے عرض کی کہ حضور اردو کتابوں کا تو کبھی بھی پروف نہیں آتا۔

فرمایا۔ اردو کیا بھیجنا ہوتا ہے وہ تو صاف ہوتا ہے ہاں بعض نادان اتنا اکثر اعتراض کر دیا کرتے ہیں کہ اردو میں پنجابی ملا دیتے ہیں مگر یہ انکی غلطی ہے۔ ایک شخص نے میری طرف سے کسی ایسے ہی معترض کو جواب دیا کہ تم انصاف کرو کہ اگر وہ اردو میں پنجابی کے الفاظ ملا دیتے میں تو غضب کیا ہوا انکی ملکی اور مادری زبان ہے اسکا کیا حق نہیں جب وہ انگریزی یا عربی اور دوسرے کسی زبان کا کوئی لفظ اردو میں ملاتے ہیں تو تم اعتراض نہیں کرتے مگر جب کوئی پنجابی کا لفظ ملجاوے تو اعتراض کرتے ہو۔ شرم تو کرو یہ اگر تعصب نہیں تو کیا ہے۔

دربار شام

ایک شخص نے خط لکھا تھا کہ حضور مجھ کو رایہ بھیجا جاوے میں حاضر خدمت ہونگا

فرمایا من جرب المجرب حلت به الندامة ہم نے بار بار ایسے لوگوں کا تجربہ کر لیا ہے کہ ان میں اخلاص اور نیک نیتی نہیں ہوتی تو کیا ضرورت ہے کہ اسطرح روپیہ ضائع کیا جاوے یہی روپیہ دینی کام میں خرچ ہوگا کیا ایسا شخص جو معترض ہے وہ ہمارے حافظ معین الدین سے بھی گیا گذرا ہے یہ بھی ہمیں قریباً پندرہ یا بیس روپے دیچکا ہے کبھی ۲ اور کبھی ۴ ماہوار دیتا ہے تو ایسے بیکس شخص جب لنگر اور دیگر اخراجات کے واسطے کچھ دیتے ہیں تو وہ شخص کیوں اپنا بوجھ نہیں سنبھال سکتا۔ اور شریعت نے تو بوجھ بھی نہیں ڈالا حج کی توفیق نہ ہو تو حج بھی ساقط ہو جاتا ہے اسی طرح اس جگہ بھی گھر بیٹھے بٹھائے بیعت ہو سکتی ہے صرف ایک پیسہ کا کارڈ صرف ہوتا ہے۔

فرمایا میں نہیں سمجھتا کہ رات اور دن میں فرق ہی کیا ہے صرف نور اور ظلمت کا فرق ہے سو وہ نور تو مصنوعی بھی بن سکتا ہے بلکہ رات میں تو یہ ایک برکت ہے۔ خدا نے بھی اپنے فیضان عطا کرنے کا وقت رات ہی رکھا ہے چنانچہ تہجد کا حکم رات کو ہے رات میں دوسری طرفوں سے فراغت اور کشمکش سے بیفکری ہوتی ہے۔ اچھی طرح دلجمعی سے کام ہو سکتا ہے رات کو مردہ کی طرح پڑے رہنا اور سونے سے کیا حاصل اگر ہو سکے تو دین کی خدمت کرنی چاہیے اس سے زیادہ خوش قسمتی اور کیا ہے کہ انسان کا وقت وجود قوی مال جان خدا کے دین کی خدمت میں خرچ ہو۔ ہمیں تو صرف مرض کے دورہ کا اندیشہ ہوتا ہے ورنہ دل یہی کرتا ہے کہ ساری ساری رات کیے جاویں۔ بیماری تو قریباً تمام کتابیں امراض و عوارض میں ہی لکھی گئی ہیں۔ ازالہ اوہام کے وقت میں بھی ہمکو خارش تھی قریباً ایک برس تک وہ مرض رہا تھا۔

اللہ اللہ کیا ہی عمدہ قرآنی تعلیم ہے کہ انسان کی عمر کو خبیث اور مضر اشیا کے ضرر سے بچا لیا یہ منشی چیزیں شراب وغیرہ انسان کی عمر کو بہت گھٹا دیتی ہیں اسکی قوت کو برباد کر دیتی ہیں اور بڑھاپے سے پہلے بوڑھا کر دیتی ہیں یہ قرآنی تعلیم کا احسان ہے کہ کروڑ ہا مخلوق ان گندے امراض سے بچ گئے جو ان نشہ کی چیزوں سے پیدا ہوتی ہیں۔

قادیان میں آریہ سماج کے جلسہ پر جو آریہ آئے تو اُن کے گندہ دہنوں اور گالی گلوچ کا کسی نے حضرت اقدس کی خدمت میں ذکر کیا۔

فرمایا کہ انسانی زبان کی چھری تو رک سکتی ہی نہیں جب خدا کا خوف کسی دل میں نہ ہو۔ انسانی زبان کی بیباکی اس امر کی دلیل ہے کہ اسکا دل سچے تقویٰ سے محروم ہے۔ زبان کی تہذیب کا ذریعہ صرف خوف الٰہی اور سچا تقویٰ ہے۔ انکی گالیوں پر ہمیں کیا افسوس ہو انھوں نے تو نہ خدا کو سمجھا اور نہ حق العباد کو انکو خبر ہی نہیں کہ زبان کس چیز سے رکتی ہے۔

تمام قوت اور توفیق خدا ہی کو ہے اور اسکی عنایت اور نصرت سے ہی انسان کچھ لکھ پڑھ سکتا ہے شاید اس کتاب کے خاتمہ کے لکھے جانے سے اس قوم کی قوت و ہمت اور دلائل کا خاتمہ ہو جاوے۔

میں نے کل سوچا کہ اسمیں کیا حکمت ہے کہ جب کوئی صادق خدا کی طرف سے آتا ہے تو اسکو لوگ کتوں کی طرح کاٹنے کو دوڑتے ہیں۔ اسکی جان اُس کا مال اُسکی عزت و آبرو کے درپے ہو جاتے ہیں۔ مقدمات میں اُسکو کھینچتے ہیں گورنمنٹ کو اُس سے بدظن کرتے ہیں غرض ہر طرح جسطرح اُن سے بن پڑتا ہے اور تکلیف پہونچا سکتے ہیں اپنی طرف سے کوئی کسر باقی نہیں رہنے دیتے ہر پہلو سے اُس کے استیصال کرنے پر آمادہ اور ہر ایک کمان سے اُسپر تیر مارنیکو کمربستہ ہوتے ہیں چاہتے ہیں کہ ذبح کر دیں اور ٹکڑے ٹکڑے کر کے قیمہ کر دیں۔ ادہر تو یہ جوش اُٹھتا ہے مگر دوسری طرف اُس کے پاس ہزار در ہزار لوگ آتے ہیں شرک و بدعت میں مبتلا ہوتے اور حق اللہ انسان کو دیا جاتا ہے مگر ان میں مولویوں کو اس امر کی پروا نہیں ہوتی۔ ہزاروں کنجر اور لنگوٹی پوش فقیر بنتے اور خلق اللہ کو گمراہ کرتے ہیں مگر اُن لوگوں کو قتل اور کفر کا فتویٰ کوئی نہیں دیتا۔ اُن کی ہر حرکت بدعت اور شرک سے پر ہوتی ہے انکا کوئی کام ایسا نہیں ہوتا جو سراسر اسلام کے خلاف نہ ہو مگر اُنپر کوئی اعتراض نہیں کیا جاتا۔ اُن کے لیے کسی دل میں جوش نہیں اُٹھتا۔ غرض اسمیں میں سوچتا تھا کہ کیا حکمت ہے تو میری سمجھ میں آیا کہ اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا ہے کہ صادق کا ایک معجزہ ظاہر کرے کہ باوجود اس قسم کی مخالفت کے اور دشمن کے تیر و تبر کے چلانیکے صادق بچایا جاتا۔ اور اس کی روز افزوں ترقی کی جاتی ہے۔ خدا کا ہاتھ اُسے بچاتا اور اُسکو شاداب و سرسبز کرتا ہے۔ خدا کی غیرت نہیں چاہتی کہ کاذب کو بھی اس معجزہ میں شریک

کرتے ہیں اسواسطے اُسکی طرف سے دنیا کے دلوں کو بے پروا کر دیتا ہے گویا اُس جھوٹے کی کسیکو پروا نہیں ہوتی۔ اُسکا وجود دلونکو تحریک نہیں دیسکتا۔ مگر برخلاف اسکے صادق کا وجود تباہ ہونے والے دلونکو بیقرار اور بیچین کرکے ایک رنگ میں ایکطرح سے خبر دیتا ہے اور اُن کے دل بیقرار ہوتے ہیں۔ کیونکہ دل اندر ہی اندر جانتے ہیں کہ یہ شخص ہمارا کاروبار تباہ کرنے آیا ہے۔ اس واسطے نہایت اضطراب کیوجہ سے اُس کے ہلاک کرنیکے لئے تمام ہتھیاروں سے دوڑتے ہیں مگر اُس کا خدا خود محافظ ہوتا ہے۔ خدا خود اُس کے واسطے طاعون کیطرح واعظ بھیجتا اور اُسکے دشمنوں کے واعظوں پر اُسے غلبہ دیتا ہے وہ خدا کے واعظ کا مقابلہ نہیں کرسکتے۔ اب دیکھیے کہ اتنے لوگ جو ہر جمعہ کو بیعت کی نوبت اکثر پچاس ساٹھ تک پہنچ جاتی ہے انکو کون بیعت کے لیے لاتا ہے یہی طاعون کا ڈنڈا ہے جو انکو ڈرا کر ہماری طرف لے آتا ہے ورنہ کب جاگنے والے تھے۔ یہی فرشتہ ہے جو انکو جگاتا ہے +

۲۸ فروری ۱۹۰۳ء

دربار شام

دربار شام میں آریہ لوگوں میں سے چند لوگ حضرت اقدس کی زیارت کے واسطے آئے۔ حضرت نے پوچھا آپ بھی اس جلسہ کی تقریب پر آئے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ حضور ہم لوگ تو اصل میں یہ بات سنکر آئے ہیں کہ آپ کا بھی لیکچر ہوگا ورنہ ہماری اسجگہ آنیکی چنداں خواہش نہ تھی۔

حضرت اقدس نے **فرمایا** کہ اصل بات یہ ہے کہ ہم جانتے ہیں کہ ہر قوم میں کچھ شریف لوگ بھی ہوتے ہیں جنکا مقصد کسی بیجا حقارت یا کسیکو بیجا گالی گلوچ دینا یا کسی قوم کے بزرگوں کو برا بھلا کہنا اُنکا مقصد نہیں ہوتا۔ مگر ہم تو جو کام کرتے ہیں وہ خدا کے حکم اور اسکی اجازت اور اُس کے اشارہ سے کرتے ہیں۔ اُس نے ہمیں اس قسم کے زبانی مباحثات سے روک دیا ہوا ہے چنانچہ ہم کئی سال ہوئے کہ کتاب انجام آتھم میں اپنا یہ معاہدہ شائع بھی کر چکے ہیں اور ہم نے خدا سے عہد کیا ہے کہ زبانی مباحثات کی مجالس میں نہ جاوینگے۔ آپ جانتے ہیں کہ ایسے مجمعوں میں مختلف قسم کے لوگ آتے ہیں کوئی تو محض جاہل اور دوسرے ہندی کے خیال پر آتے ہیں کوئی اس واسطے کہ تا کسی کے بزرگونکو گالی گلوچ دیکر دل کی ہوس پوری کرلیں۔ اور بعض سخت تیز طبیعت کے لوگ ہوتے ہیں۔ سو جہاں اس قسم کا مجمع ہو ایسی جگہ جاکر مذہبی مباحثات کرنا بڑا نازک معاملہ ہے۔ کیونکہ آپ جانتے ہیں کہ جب دو شخص مقابل میں کھڑے ہوتے ہیں جبتک وہ یہ ثابت کرکے نہ دکھا دیں کہ دوسرا مذہب بالکل غلطی پر ہے اور اسمیں صداقت اور روحانیت کا عنصر نہیں وہ مردہ ہے اور خدا سے اُسے تعلق نہیں ہے تب تک اسکو اپنے مذہب کی خوبصورتی دکھانی مشکل ہوتی ہے کیونکہ یہ دوسرے کے معائب کا ذکر کرنا ہی پڑے گا جو غلطیاں ہیں اُسمیں اگر انکا ذکر نہ کیا جاوے تو پھر اظہار حق ہی نہیں ہوتا۔ تو ایسی باتوں سے بعض لوگ بھڑک اُٹھتے ہیں وہ نہیں برداشت کرسکتے طیش میں آکر جنگ کرنیکو آمادہ ہوتے ہیں لہذا ایسے موقع پر جانا مصلحت کے خلاف ہے اور مذہبی تحقیقات کے واسطے ضروری ہے کہ لوگ ٹھنڈے دل اور انصاف پسند طبیعت لیکر ایک مجلس میں جمع ہوں۔ ایسا ہو کہ اُن میں کسی قسم کے جنگ وجدال کے خیالات جوش زن نہ ہوں تو بہتر ہو پھر ایسی حالت میں ایک طرف سے ایک شخص اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کرے اور جہانتک وہ بول سکتا ہے بولے پھر دوسری طرف سے جانب مقابل بھی اسی طرح نرمی اور تہذیب سے اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کرے اسی طرح بار بار ہوتا رہے۔ مگر افسوس کہ ابھی تک ہمارے ملک میں اس قسم کے متحمل لوگ اور صبر اور نرم دلی سے تحقیق کرنے والے نہیں ہیں۔ ابھی ایسا وقت نہیں آیا ہاں اُمید ہے کہ خدا جلدی ایسا وقت لے آویگا ہم نے تو ایسا ارادہ ہی کیا ہے کہ یہاں ایک ایسا مکان تیار کرایا جاوے جس میں ہر مذہب کے لوگ آزادی سے اپنی اپنی تقریریں کرسکیں درحقیقت اگر کسی امر کو ٹھنڈے دل اور انصاف کی نظر اور بردباری سے نہ سنا جاوے تو اسکی سچی حقیقت اور تہ تک پہنچنے کیواسطے ہزاروں مشکلات ہوتے ہیں دیکھیے ایک معمولی چھوٹا سا مقدمہ ہوتا ہے تو اسمیں جج کسطرح طرفین کے دلائل اُن کے عذر وغیرہ کس ٹھنڈے دل سے سنتا ہے اور پھر کس طرح سوچ بچار کر پوری تحقیقات کے بعد فیصلہ کرتا ہے۔ بعض اوقات سال ہی گذر جاتے ہیں۔ جب دنیا کے مقدمات کا یہ حال ہے تو دین کے مقدمات کا کیونکر دو چار یا دس بارہ منٹ میں فیصلہ کیا جاسکتا ہے۔ سائل کو سوال کرنا تو آسان ہے مگر جواب دینے والے کو جو مشکلات ہوتی ہیں اُنکا اندازہ کرنا مشکل ہے ایک شخص اعتراض کر دیوے کہ نظام شمسی کے متعلق اور ستاروں اور زمین کے متعلق حالات مجھے بتا دو اور جتنے وقت میں میں نے سوال کیا ہے اُتنا ہی تمہیں وقت دیا جاتا ہے کہ اتنے وقت کے اندر اندر جواب دو ورنہ تم جھوٹے ہو۔ اب صاف عیاں ہے کہ جواب دینے والا کیا کرے وہ جب تک کئی جز کی کتاب نہ لکھے تب تک جواب پورا نہ ہوتا ہوا۔ غرض اسطرح کی مشکلات ہیں جو ہمیں درپیش ہیں۔ یہ وجوہ ہیں جو ہمیں ان جلسوں میں جانے سے روکتے ہیں۔

اگر سائل ایسا کرے کہ لو صاحب میں نے سوال کیا ہے تم جب تک اسکا جواب کامل کرو میں خاموش ہوں تو جواب دینے والے کو بھی مزہ آوے اصل میں جو باتیں خدا کے لیے ہوں اور جو دل خدا کی رضا کے واسطے ایسا کرتا ہے اور اُسکا دل ہجر تقوی سے پُر ہے وہ تو کبھی ایسا کرتا نہیں، مگر آج کل زبان چھری کیطرح چلتی ہے اور صرف ایک حجت بازی سے کام کیا جاتا ہے۔ خدا کے لیے ایسا ہوگا تو وہ باتیں اور وہ طرز ہی اور ہوتا ہے جو دل سے نکلتا ہے وہ دل ہی پر جا کر بیٹھتا ہے۔ حق جو کے سوال کی بھی ہمکو خوشبو آ جاتی ہے۔ حق جو ہو تو اسکی سختی میں بھی ایک لذت ہوتی ہے اُسکا حق ہوتا ہے کہ جو امر اُسکی سمجھ میں نہیں آیا اُس کے متعلق اپنی تسلی کرانے اور جبتک اُسکی تسلی نہ ہووے اور پورے دلائل نہ ملجاویں تب تک بیشک وہ پوچھے ہمیں برا نہیں لگتا۔ بلکہ ایسا شخص تو قابل عزت ہوتا ہے + جو باتیں خدا کے لیے ہوتی ہیں وہ کہاں اور نفسانی تو ہمکو ملے کہاں۔ ہمنے اپنی جماعت کو بھی بارہا سمجھایا ہے کہ کسی پر اعتراض کرنے میں جلدی نہ کرو ہر ایک مذہب اصل میں خدا ہی کی طرف سے تھا۔ مگر زمانہ دراز گذرنیکی وجہ سے اُسمیں غلطیاں پڑ گئی ہیں اُنکو آہستگی اور نرمی سے دور کرنیکی کوشش کرو۔ کسیکو پتھر کیطرح اعتراض کا تختہ نہ دو۔ ہم دیکھتے ہیں کہ آج ایک کپڑا بازار سے لیکر سلایا جاتا اور پہنا جاتا ہے چند روز کے بعد وہ پرانا ہو جاتا اور اسمیں تغیر آکر کچھ اور کا اور ہی ہو جاتا ہے۔ اسی طرح پُرانے مذہب میں بھی صداقت کی جڑ ضرور ہے۔ خدا راستی کے ساتھ ہوتا ہے اور سچا مذہب اپنے اندر زندہ نشان رکھتا ہے کیونکہ درخت اپنے پھلوں سے شناخت ہوتا ہے۔ گورنمنٹ جو اس وراء الوریٰ ہستی کا ایک نہایت کمزور سا

فل ہے اسمیں ہم دیکھتے ہیں کہ انکی نظر میں صادق کیسے عزیز اور معتبر ہوتے ہیں وہ افسر یا ملازم جنکو گورنمنٹ نے خود کسی جگہ کا حاکم مقرر فرمایا ہوتا ہے وہ کس دلیری سے کام کرتا ہے اور ذرا بھی پوشیدگی پسند نہیں کرتا مگر وہ ایک مصنوعی ڈپٹی کمشنر یا تھانہ دار وغیرہ جو جعلی طور پر کسی جگہ خود بخود حاکم بنکر لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں۔ کیا وہ گورنمنٹ کے سامنے ہو سکتے ہیں۔ جب گورنمنٹ کو یہ پتہ لگیگا اُسکو ذلیل کریگی اور وہ ہتکڑی لگا کر جیلخانہ میں یا اور سزا ملے گی یہی حال ہے مذہبی ہستی کا جو خدا کی نظر میں صادق ہوتا ہے اسمیں خدا کے نشان اور جرأت اور صداقت کے آثار ہوتے ہیں۔ وہ ہر وقت زندہ ہوتا ہے اور اُسکی عزت ہوتی ہے

اصل میں خدا سے ڈرنے والے کو تو بڑے بڑے مشکلات ہوتے ہیں انسان پاک صاف تو جب جاکر ہوتا ہے کہ اپنے ارادوں کو اور اپنی باتوں کو بالکل ترک کر کے خدا کے ارادوں کو اسی کی رضا کے حصول کے واسطے فنا فی اللہ ہو جاوے۔ خودی اور تکبر اور نخوت سب اس کے اندر سے نکل جاوے اُسکی آنکھ اُدھر دیکھے جدھر خدا کا حکم ہو اُس کے کان اُدھر لگیں جدھر اُسکے آقا کا فرمان ہو اُسکی زبان حق و حکمت کے بیان کرنے کو کھلے اُس کے بغیر نہ چلے جبتک اُس کے لیے خدا کا اذن نہ ہو اُسکا کھانا پہننا سونا پینا مباشرت وغیرہ کرنا سب اسواسطے ہو کہ خدا نے حکم دیا ہے اسواسطے نہ کھائے کہ بھوک لگی ہے بلکہ اسلیے کہ خدا کہتا ہے۔ غرض جبتک مرنے سے پہلے مر کر نہ دکھاوے تب تک اسقدر رتبہ تک نہیں پہونچتا کہ متقی ہو۔ پھر جب یہ خدا کے واسطے اپنے اوپر موت وارد کرتا ہے خدا کبھی اسے دوسری موت نہیں دیتا۔ آجکل دیکھا جاتا ہے کہ جب لب کھولا جاتا ہے تو انکی باتوں میں سے سوائے ہنسی ٹھٹھے اور دل دکھانے والے کلمات کے کچھہ نکلتا ہی نہیں جو کچھہ کسی برتن میں ہوتا ہے وہ ہی باہر نکلتا ہے انکی زبانیں انکی اندرون پر گواہی دیتی ہیں۔ میں تو نیکدل انسان کو دور ہی سے پہچان لیتا ہوں۔ جو شخص پاک کردار سلیم دل لیکر آتا ہے میں تو اُسی کے دیکھنے کا شوق رکھتا ہوں اُسکی تو گالی بھی بری معلوم نہیں ہوتی مگر افسوس کہ ایسے پاکدل بہت کم ہیں۔

ایک آریہ صاحب بولے کہ اصل میں حضور جاہل تو دو ہی قومیں ہیں۔ آپ بُرا نہ مانیں تو میں عرض کر دوں۔ اول تو سکھ لوگ دوسرے یہ ہمارے مسلمان بھائی۔

اسپر حضرت اقدس نے فرمایا کہ دیکھیے ایک سمجھنے والے کے لیے جاہل سے زیادہ اور کیا گالی ہو سکتی ہے۔ کسی شخص کو اُس کے مُنہ پر جاہل کہنا بہت سخت گالی ہے۔ مگر سوچو تو کیا ان حاضرین میں سے کوئی ایک بھی بولا ہے۔ کیا اب بھی سمجھیں اس مجلس کی نرمی اور تہذیب پر کچھہ شک ہے بہت ہیں ہمارے مُنہ پر گالیاں دیجاتی ہیں مگر ہمیں سے ایک کی بھی مجال نہیں ہوتی کہ دم مار کر اسکو کچھہ بھی کہہ جاوے۔ ہم انکو دن رات صبر کی تعلیم دیتے ہیں نرمی اور حلم سکھاتے ہیں یہ وہ قوم نہیں کہ آپ کے اس اصول کے مصداق بن سکے۔ ہاں ہم البتہ عوام مسلمان لوگوں کے ذمہ وار نہیں ہیں۔ ہم تب مانیں اگر کسی آریہ لوگوں کے مجمع میں اسطرح کہدیں کہ تم جاہل ہو اور وہ صبر کر رہیں اور ایک کے بجائے ہزار نہ سنائیں تو۔ آپ نے مسلمانوں کو نہیں دیکھا اور نہ ہی آپ نے اُنکے اخلاق دیکھے ہیں اُن کا اور اُن آریوں کا اگر مقابلہ کیا جاوے تو بکری اور بھیڑیے کا معاملہ نظر آوے۔ عوام جو ہمارے زیر اثر نہیں ہیں اُنکا ہم ذمہ نہیں لیتے۔ گالی اور جوش دلانیوالی الفاظ سنکر صبر کرنا مردوں کا کام ہوتا ہے اگر کوئی ایسا کر کے دکھاوے تو ہم جانیں۔ نرمی ہی مشکل ہے سختی تو ہر ایک شخص کر سکتا ہے

کسی صاحب نے بیان کیا کہ آریوں نے لیکچر میں کہا کہ خدا عمر کو کم و بیش نہیں کر سکتا۔

فرمایا ہمارا تو اعتقاد ہے کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے وہ عمر کو کم بھی کر سکتا ہے اور زیادہ بھی کر سکتا ہے یمحوا اللہ ما یشاء و یثبت اگر ایسا نہیں ہوتا تو وہ کیوں مرتے ہوئے انسان سے صدقات کراتے ہیں اور کیوں علاج معالجہ کراتے ہیں۔ بلکہ عیسائیوں کا بھی یہی اعتقاد ہے انکی کتابوں میں لکھا ہے کہ ایک شخص کی پندرہ دنکی عمر باقی رہ گئی تھی دعا سے پندرہ سال ہو گئے۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ قوم نبوت کی راہ سے بالکل محروم ہونیکی وجہ سے اس راہ اور علم سے جاہل مطلق ہے اسی وجہ سے ایسے ایسے اعتراض کرتے ہیں روحانیت سے بے بہرہ ہونیکی وجہ سے ہے ورنہ ایسے اعتراض ہرگز نہ کرتے۔ مادرزاد اندھے کو آنکھیں کیونکر دیں۔

یکم مارچ ۱۹۰۳ء - صبح کی سیر

نواب صاحب کو مخاطب کر کے فرمایا کہ آج رات ایک کشف میں آپ کی تصویر ہمارے سامنے آئی اور اتنا لفظ الہام ہوا حجۃ اللہ یہ امر کوئی ذاتی معاملات سے تعلق نہیں رکھتا۔ اس کے متعلق یوں تفہیم ہوئی کہ چونکہ آپ اپنی برادری اور قوم میں سے اور سوسائٹی میں سے الگ ہو کر آئے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام حجۃ اللہ رکھا یعنی آپ اُنپر حجۃ ہوں گے قیامت کے دن کو اُنکو کہا جاوے گا کہ فلاں شخص نے تم سے نکل کر اس صداقت کو پرکھا اور مانا تم نے کیوں ایسا نہ کیا یہ بھی تم میں سے ہی تھا اور تمہاری طرح کا ہی انسان تھا چونکہ خدا تعالیٰ نے آپ کا نام حجۃ اللہ رکھا آپکو بھی چاہیے کہ آپ اُن لوگوں پر تحریر سے تقریر سے ہر طرح سے حجت پوری کر دیں۔ اصل میں اُس ساری قوم کی حالت قابل رحم ہے۔ عیش و عشرت میں گم ہیں۔ دنیا کی کیڑے بنے ہوئے ہیں اور فنا فی یورپ ہیں خدا سے اور آسمان سے کوئی تعلق نہیں۔ جب خدا کسیکو ایسی قوم میں سے نکالتا اور اُسکی اصلاح کرتا ہے تو اُس کا نام اُس قوم پر حجت رکھتا ہے۔ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی اسی وجہ سے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ وجئنا بك على هؤلاء شهيدا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا تھا اُس نے کچھہ کہا تھا تو آپ نے فرمایا لیکن اب تو میں اپنی ہی اُمت پر گواہی دینے کے قابل ہو گیا ہوں مجھے فکر ہے کہ میری اُمت کو میری گواہی کیوجہ سے سزا ملے گی +

حضرت عیسیٰ کو اللہ تعالیٰ نے کلمۃ اللہ خصوصیت سے کیوں کہا اس کی وجہ یہی ہے کہ اُن کی ولادت پر لوگ بڑے گندے اعتراض کرتے تھے اسواسطے اللہ تعالیٰ نے اُنکو ان الزاموں سے بری کرنے کے لیے فرمایا کہ وہ تو کلمۃ اللہ ہیں اُنکی ماں بھی صدیقہ ہے یعنی بڑی پاکباز اور عفیفہ ہے ورنہ یوں تو کلمۃ اللہ ہر شخص ہے اُنکی خصوصیت کیا تھی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اللہ تعالےٰ کے کلمے اتنے ہیں کہ وہ ختم نہیں ہو سکتے انھی اعتراضوں سے ہی بری کرنے کے واسطے اللہ تعالیٰ نے اُنکو کہا کہ وہ شیطان کے مس سے پاک ہیں ورنہ کیا دوسرے انبیا شیطان کے ہاتھ سے مس شدہ ہیں جو نعوذ باللہ دوسرے الفاظ میں یوں ہے کہ اُنپر شیطان کا تسلط ہوتا ہے اللہ تعالےٰ تو فرماتا ہے کہ شیطان کو کسی معمولی انسان پر بھی تسلط نہیں ہوتا تو انبیا پر کسطرح ہو سکتا ہے اصل وجہ صرف یہی تھی کہ اُنپر بڑے اعتراض کیے گئے تھے اسی واسطے اُنکی بریت کا اظہار فرمایا

جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ما کفر سلیمٰن کوئی کہے کہ کیا انبیا بھی کافر ہوا کرتے ہیں۔ نہیں ایسا نہیں لوگوں نے اُنپر اعتراض کیا تھا کہ وہ بُت پرست ہو گئے تھے ایک عورۃ کے لیے اِس اعتراض کا جواب دیا یہی حال ہے حضرت عیسیٰ کے متعلق۔

قبل از ظہر

حضرۃ اقدس کی زیارت کے لیے کاشی رام وید لاہور سے اور بعض اور لوگ تشریف لائے حضرت اقدس نے مخاطب کر کے انکو فرمایا اختلاف مذاہب کا جو خدا تعالیٰ نے اپنی حکمۃ عملی سے رکھا ہے یہ بھی ایک عمدہ چیز ہے اس سے انسانوں کی عقل بڑھتی ہے دنیا میں اگر کسی معاملہ میں اتفاق بھی کرتے ہیں تو اسکی باریک در باریک جزئیوں تک پہنچنا محال ہو جاتا ہے اور جزئی در جزئی نکلتی چلی آتی ہے۔ تبادلہ خیالات کے لیے مجمعوں میں تقریریں کرنی بھی اچھی چیز ہیں لیکن ابھی تک ہمارے ملک میں ایسے مہذب لوگ بہت ہی کم ہیں بلکہ نہیں ہیں جو آرام اور امن کے ساتھ اپنی مخالف رائے ظاہر کر سکیں + مینے خود یہ چاہا تھا اور میرا ارادہ ہے کہ قادیان میں ایک جگہ ایسی بناویں جہاں مختلف لوگ مذاہب کے جمع ہو کر اپنے اپنے مذہب کی صداقت اور خوبیوں کو آزادی سے بیان کر سکیں + میں دیکھتا ہوں کہ اگر اظہار حق کے لیے مباحثے اور تقریریں ہوں تو بہت اچھی بات ہے مگر تجربہ سے ثابت ہو گیا ہے کہ ان میں فتنہ و فساد کا مظنہ ہوتا ہے اسلیے مینے ان مباحثوں کو چھوڑ دیا ہے + ممکن ہے دو چار آدمی ایسے بھی ہوں جو صبر اور نرمی کے ساتھ اپنی مخالف کی بات سن لیں لیکن کثرت ایسے لوگوں کی ہوگی جو عوام الناس میں سے ہوتے ہیں اور وہ اپنے مخالف کے مُنہ سے ایک لفظ بھی اپنے مذہب کے خلاف نہیں سُن سکتے خواہ وہ کتنا ہی نرم کیوں نہو + چونکہ جب مخالف بیان کرے گا تو کوئی نہ کوئی لفظ اُسکے مُنہ سے ایسا نکل سکتا ہے جو اس کے فریق مخالف کی غلطی کے اظہار میں ہوگا۔ اور اس سے عوام میں جوش پھیل جاتا ہے ایسی جگہ نوبت امن رہ سکتا ہے جب سمجھانے والا اور سمجھنے والا اسطرح ہیں کہ جیسے باپ بیٹے میں کوئی برائی دیکھتا ہے اور اُسکو سمجھاتا ہے تو وہ نرمی اور صبر سے اُسکو سن لیتا ہے ایسی محبت کی کشش سے البتہ فائدہ ہوتا ہے غیظ و غضب کیحالت میں یہ اُمید رکھنا کہ کوئی فائدہ ہو خام خیال ہے۔ اب مشکل آ کر یہ پڑی ہے کہ ایک تو دین کا اختلاف ہی ہے پھر اسپر احقاق حق لوگوں کی غرض نہیں رہی بلکہ بغض و عناد میں اسقدر ترقی کی گئی ہے کہ اپنے فریق مخالف کا نام بھی ادب یا عزۃ سے لینا گناہ سمجھا جاتا ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ بڑی بے ادبی اور گستاخی سے بات کرتے ہیں پہلے ہندو و مسلمانوں میں ایسے تعلقات تھے کہ برادری کیطرح رہتے تھے اب ایسا تفرقہ پیدا ہوا ہے کہ وہ اندرونی کشش جو ایک دوسرے میں تھی باقی نہیں رہی بلکہ تعصب اور دشمنی بڑھ گئی ہے پس جبکہ کوئی حصہ اُنس اور کشش کا ہی باقی نہ ہو اور مارجیت مقصود ہو تو پھر اظہار حق کسطرح ہو سکتا ہے۔

اظہار حق کے واسطے یہ ضروری امر ہے کہ تعصب سے اندر خالی ہو۔ اور بغض اور عناد نہ ہو ست اسکے نزدیک کے لیے بحث کا تو نام بھی درمیان میں نہیں آنا چاہیے۔ بلکہ اسکو چاہیے کہ بحث کو چھوڑ دے میں یہ بھی مانتا ہوں اور یہی میرا مذہب ہے کہ ایک اور غلطی میں لوگ پڑے ہوئے ہیں کسی مذہب پر حملہ کرتے وقت وہ اتنا غور نہیں کرتے کہ جو حملہ ہم کرتے ہیں اُس مذہب کی کتاب میں بھی ہے یا نہیں؟ مسلمہ کتب کو چھوڑ دیتے ہیں اور کسی شخص کی ذاتی رائے کو لیکر اُسکو مذہب کی جز بنا دیتے ہیں۔

ہم بہت سی باتوں میں آریہ مذہب کے خلاف ہیں اور ہم اُنکو صحیح تسلیم نہیں کرتے لیکن ہم اُنکو وید پر نہیں لگاتے ہمکو کچھ معلوم نہیں ہے کہ اسمیں کیا ہے۔ ہاں پنڈت دیانند پر ضرور لگاتے ہیں کیونکہ انھوں نے تسلیم کر لیا ہے۔ ہم تو اس عقیدہ کے خلاف کہتے ہیں جو شائع کر دیا گیا ہے کہ یہ آریہ سماج کا عقیدہ ہے اسی طرح آریوں کو اگر کوئی اعتراض کرنا ہو تو چاہیے کہ وہ قرآن شریف پر کرے یا اُس عقیدہ پر جو ہمنے مان لیا ہو اور اُسکو شائع کر دیا ہو یہ مناسب نہیں کہ کسی بات کو ہم مانتے ہی نہیں خواہ مخواہ ہمارے عقیدہ کیطرف اُسکو منسوب کر دیا جاوے۔ چونکہ بہت سے فرقے ہو گئے ہیں اس لیے ہمنے ایک اصول مان لیا ہے (نمبر ۱) قرآن کرنا چاہیے اسلیے مباحثہ کیوقت کتاب کا نام لے۔ تفسیروں اور حاشیوں کو دیکھکر معلوم ہوتا ہے کہ کسقدر اختلاف ہے۔

اگر اس اصل کو مدنظر رکھا جاوے تو سامعین فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔ جبتک کتاب کو کسی نے سمجھا اور پڑھا ہی نہیں اُسپر وہ اعتراض کرنیکا حق کسطرح رکھہ سکتا ہے مذہب کے معاملہ میں یہ ضروری بات ہے کہ مانی ہوئی اصل پر بحث کریں۔ اگرچہ یہ ضروری نہیں کہ کل کتابیں پڑھ ہی جاویں اسکے لیے تو عمر بھی وفا نہیں کر سکتی + مباحثہ اصول پر ہونا چاہیے۔ جو بطور بحث کے ہیں۔ اور چونکہ عام مجمعوں میں حق کو مشتبہ رکھا جاتا ہے انسان ضد اور تعصب سے کام لیتا ہے مینے خدا سے عہد کر لیا ہے کہ اس طریق کو چھوڑ دیا جاوے + یہ کتاب مینے اصول مباحثہ کے لحاظ سے لکھی ہے اور اسی طریق سے جو مینے پیش کیا ہے بحث کی ہے جو لوگ ہمکو گالیاں دیتے ہیں ہم اُنکی گالیوں کا کوئی جواب نہیں دیتے کیونکہ خدا تعالیٰ نے ہم سے تو گالیوں کی قوت ہی کھو دی ہے کس کس کی گالی کا جواب دیں

۴ مارچ۔ صبح کی سیر

ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضور میرے ایک دوست نے لکھا ہے کہ تم تو حج کرنیکو گئے ہوئے ہو مگر ہمیں بھلا دیا ہے۔

فرمایا اصل میں جو لوگ خدا کیطرف سے آتے ہیں اُنکی خدمت میں دین سیکھنے کیواسطے جانا بھی ایک طرح کا حج ہی ہے۔ حج بھی خدا تعالیٰ کے حکم کی پابندی ہے اور ہم بھی تو اُس کے دین اور اُسکے گھر یعنی خانہ کعبہ کی حفاظت کے واسطے آئے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کشف میں دیکھا تھا کہ دجال اور مسیح موعود دونوں طواف کر رہے ہیں۔ اصل میں طواف کے معنی ہیں پھرنا تو طواف دو ہی طرح کا ہوتا ہے ایک تو چور پھرتے ہیں یعنی گھروں کے گرد طواف کرتے ہیں اور ایک چوکیدار طواف کرتا ہے مگر اُنمیں فرق یہ ہے کہ چور تو گھروں کو لوٹنے اور گھروں کو تباہ و برباد کرنے کے لیے اور چوکیدار اُن گھروں کی حفاظت اور بچاؤ اور چوروں کے پکڑنے کے واسطے طواف کرتے ہیں یہی حال مسیح اور دجال کے طواف کا ہے

دجال تو دنیا میں اس واسطے پھرتا ہے اور یہ چاہتا ہے کہ تا دنیا کو خدا کی طرف سے پھیرے اور ان کے ایمان کو لوٹ لیا جاوے۔ مگر مسیح موعود اس کوشش میں ہے کہ تا اُسے پکڑے اور مارے اور اُس کے ہاتھ سے لوگوں کے دین و ایمان کے متاع کو بچاوے۔ غرض یہ ایک جنگ ہے جو ہمارا دجال سے ہو رہا ہے۔

ایک صاحب نے عرض کی حضور کیا وجہ ہے کہ بعض لوگوں کو مبشرات کثرت سے ہوتے ہیں اور بعض کو بہت کم بلکہ بالکل ہی نہیں۔

فرمایا کہ اصل میں اللہ تعالیٰ نے طبائع مختلف پیدا کی ہیں۔ بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ ان کی ایمانی قوت ہی ایسی مضبوط ہوتی ہے کہ اُسے کسی نشان کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اُس کا ایمان کامل ہوتا ہے۔ دیکھو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کونسا نشان دیکھا تھا یا ان کو کونسا خواب آیا یا کوئی بشارت ہوئی تھی جس سے انہوں نے آپ کو پہچان لیا تھا۔ اگر ان کا کوئی خواب یا بشارۃ وغیرہ ہوتی تو اُس کا ذکر حدیث شریف میں ضرور ہوتا وہ ایک سفر پر گئے ہوئے تھے راستہ میں واپسی پر انہوں نے ایک شخص سے پوچھا کہ اپنے شہر کی کوئی نئی بات سناؤ اُس نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دعویٰ نبوت سے اُسے آگاہ کیا۔ فوراً بیچون و چرا مان لیا اس کی وجہ صرف یہی تھی کہ انہوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پہلے حالات دیکھے ہوئے تھے وہ بخوبی آگاہ تھے کہ یہ شخص کاذب یا مفتری نہیں ان کو پہلے واقفیت و عقل سلیم نے آپ کے فوراً قبول کر لینے پر مجبور کیا زمانہ کی حالت کو انہوں نے دیکھ لیا تھا۔ وقت تھا ضرورت تھی۔ ایک صادق نے خدا کی طرف سے الہام پا کر دعویٰ کیا فوراً مان لیا۔ اصل میں نشانات کی ضرورت بھی کمزور ایمان کو ہوتی ہے۔ کامل ایمان کو نشان کی ضرورت ہی نہیں۔

فرمایا کہ خدا کے عذاب سے اور اپنے محفوظ رکھنے کے واسطے خدا کا قرب حاصل کرنا ضروری ہے جتنا جتنا خدا سے انسان قریب ہوتا جاتا ہے اسی قدر وہ مصائب شدائد اور بلاؤں سے دور ہوتا ہے جو خدا کا مقرب ہوتا ہے اُسے کبھی خدا کے قہر کی آگ نہیں کھاتی۔ دیکھو انبیاء کے وقت میں وبائیں اور طاعون سخت ہوتے رہے مگر کوئی بھی نبی ان عذابوں میں ہلاک نہیں ہوا۔ صحابہ کے وقت میں بھی طاعون پڑا اور بہت سے صحابہ اُس سے شہید بھی ہوئے مگر اُس وقت وہ صحابہ کے واسطے شہادت تھی کیونکہ صحابہ اپنا کام پورا کر چکے تھے اور اعلیٰ درجہ کی کامیابی اُن کو ہو چکی تھی اور نیز وہ کوئی سختی کا وقت بھی نہ تھا اور مرنا تو ہر انسان کے ساتھ لازمی لگا ہوا ہے۔ اسی ذریعہ سے خدا تعالیٰ کو ان کی موت منظور تھی۔ اُن کے واسطے شہادت تھی۔ مگر جب کسی عذاب کے واسطے پہلے سے خبر دی جاوے کہ خدا آسمان سے اپنی ناراضگی کی وجہ سے قہر نازل کریگا تو ایسے وقت میں وہ وبا رحمت نہیں اور شہادت نہیں ہوا کرتی بلکہ لعنت ہوا کرتی ہے۔ پس خدا کی طرف دوڑو کہ اُسی کے پاس معالجے ہیں اور بچاؤ کے سامان ہیں

دربار شام

۴ مارچ

ایک صاحب نووارد تھے آپ نے اُن سے فرمایا کہ دیکھو دنیا چند روزہ ہے کسی کو بقا نہیں اور یہ دنیا اور اُس کا جاہ و جلال کسی کے ساتھ ہمیشہ نہیں رہنے والے۔ چاہیئے کہ اس وقت جو اللہ تعالیٰ نے یہ سلسلہ قائم کیا ہے اُس کو سمجھا جاوے اگر وہ درحقیقت خدا ہی کی طرف سے ہے تو اُس سے دور رہنا کیسی بدقسمتی کا موجب ہوگا۔ وقت نازک ہے دنیا نے جس امر کو سمجھنا چاہیئے تھا اُسے نہیں سمجھا۔ اور جس کی طرف توجہ کرنی چاہیئے تھی اُس کو پس پشت ڈال دیا ہے۔ خدا کے فرستادہ کی تلاش ضروری تھی دیکھو دنیوی ضرورتوں کے واسطے کس طرح دنیا کوشش کرتی اور جانکاہ محنتوں سے اُن کے حصول کے ذریعہ کو سوچتی ہے مگر دین کیا ایسا ہی گیا گذرا امر ہے کہ اُس کے واسطے اتنی بھی تکلیف نہ برداشت کیجاوے کہ چند روز کے واسطے ایک جگہ رہ کر اسلام کی تحقیق کی جاوے۔ ایک بیمار انسان جب کسی [illegible] کے پاس جاتا ہے تو مریض کی اگر طبیب تشخیص کر بھی لیوے تو معالجہ میں بڑی دقتیں پیش آتی ہیں۔ کچھ سمجھ نہیں آیا کہ کیا دوا دی جاوے۔ ایک شہر میں پہنچ کر انسان پھر بھی کسی خاص جگہ پر پہنچنے کے واسطے کسی راہبر کا محتاج ہوتا ہے تو کیا دین کی راہ معلوم کرنے اور خدا کی رضی پانے کے واسطے انسانی ڈھکوسلے کام آسکتے ہیں اور کیا صرف سفلی عقل کافی ہو سکتی ہے۔ ہرگز ہرگز نہیں جب تک اللہ تعالیٰ خود اپنی راہ کو نہ بتاوے اور اپنی مرضی کے وسائل کے حصول کے ذریعہ سے مطلع نہ کرے تب تک انسان کچھ کر نہیں سکتا۔ دیکھو جب تک آسمان سے پانی نازل نہ ہو زمین بھی اپنا سبزہ نہیں نکالتی گو بیج اس میں موجود ہے کیوں نہ ہو۔ بلکہ زمین کا پانی بھی دور چلا جاتا ہے تو کیا وہ پانی بارش کے بغیر ہی روحانی زمین سرسبز ہو جاتی اور بارآور ہو سکتی ہے ہرگز نہیں خدا کے الہام کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا۔ دیکھو یہ جو اتنے بڑے عاقل کہلاتے ہیں اور بڑے موجد ہیں آئے دن تار نکلتی ہے ریل بنتی ہے اور انسانی عقل کو حیران کر دینے والے کام کیے جاتے ہیں کیا ان کی عقل کے برابر بھی کوئی اور عقل ہے۔ جب ایسے عاقل لوگوں کا یہ حال ہے کہ ایک عاجز انسان کو جو ایک عورت کے پیٹ سے عام لڑکوں کی طرح پیدا ہوا تھا اور اُسی طرح عوارض وغیرہ کا نشانہ بنا رہا اور کھانا پینا سب کچھ کرتا ہوا یہودیوں کے ہاتھ سے سولی پر چڑھایا گیا تھا اُس کو خدا اور احد بنایا ہوا ہے اور اُس کے کفارہ سے اپنی نجات جانتے ہیں اور ایسی بودی چال اختیار کی ہے کہ ایک بچہ بھی اس پر ہنسی کرے اس کی کیا وجہ تھی۔ صرف یہی کہ انہوں نے سفلی عقل پر ہی بھروسا کیا اور ایک کوے کی طرح نجاست پر گر پڑے۔ دیکھو جب انسان خدا سے مدد چاہتا ہے اور اپنے آپ کو عاجز جانتا ہے اور گردن فرازی نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ خود اُس کی مدد کرتا ہے۔ ایک مکھی ہے کہ گندگی پر گرتی ہے اور دوسری کو خدا نے عزت دی کہ سارا جہان اُس کا شہد کھاتا ہے۔ یہ صرف اسی کی طرف جھکنے کی وجہ سے ہے پس انسان کو چاہیئے کہ ہر وقت ایاک نعبد وایاک نستعین کی دعا پر کاربند رہے اور اسی سے توفیق طلب کرے۔ ایسا کرنے سے انسان خدا کی تجلیات کا مظہر بھی بن سکتا ہے۔ چاند جب آفتاب کے مقابل میں ہوتا ہے تو اُسے نور ملتا ہے مگر جوں جوں اُس سے کنارہ کشی کرتا ہے توں توں اندھیرا ہوتا جاتا ہے۔ یہی حال ہے انسان کا جب تک اُس کے دروازہ پر گرا رہے اور اپنے آپ کو اُس کا محتاج خیال کرتا ہے تب تک اللہ تعالیٰ اُسے اٹھاتا اور نوازتا ہے ورنہ جب وہ اپنی قوت بازو پر بھروسا کرتا ہے تو وہ ذلیل کیا جاتا ہے کونوا مع الصادقین بھی اسی واسطے فرمایا گیا ہے سادھ سنگت بھی ایک ضرب المثل ہے۔ پس یہ ضروری بات ہے کہ انسان باوجود علم کے اور باوجود قوت و شوکت کے امام کے پاس ایک سادہ لوح کی طرح پڑا رہے تا اُس پر عمدہ رنگ آوے۔ سفید کپڑا اچھا رنگا جاتا ہے اور جس میں اپنی خودی اور علم کا پہلے سے کوئی میل

حضرت اقدس کا وعظ دیہاتیوں کو

کئی جمعوں سے یہ سلسلہ کثرت سے جاری ہے کہ ارد گرد کے دیہات کے لوگ آ آ کر داخل بیعت ہوتے ہیں اور حضرت حجۃ اللہ ضرورت وقت کے لحاظ سے انکو کچھ نہ کچھ نصائح کی باتیں بھی فرماتے ہیں ۶ر مارچ سنہ ۱۹۰۳ء کو بعد نماز جمعہ جب بیعت ہو چکی تو حضرت اقدس نے کھڑے ہو کر پنجابی زبان میں ایک مختصر سی تقریر فرمائی جسکو ہم اپنے ناظرین کے لیے درج کرتے ہیں

(ایڈیٹر)

فرمایا دیکھو جو سچے دل سے توبہ کرتے ہیں انکے گناہ بخشے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انکو طرح طرح کی ذلتوں اور خواریوں سے بچا لیتا ہے۔ جب وہ فضل کرتا ہے تو پھر ہر مصیبت و مشکل سے نجات دیتا ہے۔ چونکہ آج تم نے توبہ کی ہے اسلیئے اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کے موافق جو نیکو ں کے ساتھ ہوتا ہے تمکو بچا لے گا پس ضروری ہے کہ اس توبہ پر قائم رہو نماز و نمیں پکے رہو۔ جو مسلمان کہلاتا ہے اور پھر نماز نہیں پڑھتا وہ بے ایمان ہے مسلمان اور کافر میں نماز کا ہی امتیاز ہے۔ دیکھو تم میں اور ہندوؤں میں کیا فرق ہے؟ اسی نماز ہی کا فرق ہے۔ یہ بھی یاد رکھو کہ بعض زمیندار و نکی طرح نماز نہ پڑھو جو ایکدن پڑھتے ہیں اور پھر اپنی کھیتی باڑی یا بیل وغیرہ کی خاطر نماز چھوڑ دیتے ہیں اور جب کہا جاوے تو کپڑوں کے میلا ہونے کا عذر کر دیتے ہیں۔ اپنے کپڑوں میں جنہیں پلید نہ ہو نماز پڑھ لیا کرو۔ اور اگر پانی ملے تو وضو کر لیا کرو۔ اور اگر نہ ملے تو تیمم ہی کر لیا کرو تاکہ قیامت کے دن سرخرو ہو جاؤ۔

بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ اپنا وقت بیہودہ کھیلوں اور تماشوں شطرنج وغیرہ میں ضائع کر دیتے ہیں ایسی باتوں سے بچنا چاہیے دیکھو آجکل طاعون بڑی خوفناک پڑی ہوئی ہے جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈریگا اللہ تعالیٰ اسکو بچا لے گا۔ عذاب الٰہی سے بچنے کیلیے فقط زبانی اقرار ہی کافی نہیں اور نہ ادھوری نمازیں کافی ہو سکتی ہیں۔ بھلا ایک شخص جسکو پیاس شدت کی لگی ہوئی ہو کیا ایک قطرہ پانی سے وہ اپنی پیاس بجھا سکتا ہے؟ یا سخت بھوک لگی ہوئی ہو تو ایک دانہ ہر اناج سے پیٹ بھر سکتا ہے؟ کبھی نہیں۔ اسی طرح پر کوئی شخص ادھوری اور ناقص نمازوں سے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے غضب سے نہیں بچا سکتا۔ پس اپنی نمازوں کو درست کرو ہر ایک قسم کی شکایت۔ گلہ۔ غیبت۔ جھوٹ۔ افترا۔ بدنظری وغیرہ سے اپنے تئیں بچائے رکھو اور جو نیک اعمال تمہاری طاقت میں ہیں تم اسکے موافق عملدرآمد کرو اور جو تمہاری طاقت سے باہر ہیں اللہ تعالیٰ خود تمکو بچا لے گا۔ جب کوئی اللہ تعالیٰ کا ہو جاتا ہے اور ہر ایک کام میں اللہ تعالیٰ کا خوف دل میں رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسکی حفاظت کرتا ہے اور اسکو مصائب و شدائد سے بچا لیتا ہے۔ وہی سچا مومن ہوتا ہے خدا کی رحمت اسپر اترتی ہے۔ وہی خدا کا ولی ہوتا ہے۔ جہاں ایسا شخص ہو خدا تعالیٰ اسکے لیے وہاں رحمت کرتا ہے پس تمکو چاہیے کہ تم اپنے آپکو صاف رکھو اور گناہوں سے بچاؤ۔ بعض گناہ لوگوں کو گناہ معلوم نہیں ہوتے۔ دغا۔ غیبت۔ جھوٹ۔ تکبر۔ کینہ۔ وغیرہ یہ سب گناہ میں داخل ہیں اگر کوئی انکو چھوڑ دے۔ تو اللہ تعالیٰ اسکو بہترین اجر دیگا۔ اگر چور ہے اور چوری کو اللہ تعالیٰ سے ڈر کر چھوڑ دے تو اللہ تعالیٰ اسکو حلال وجہ سے مال دیگا اگر کوئی زانی ہے اور زنا کو اللہ سے ڈر کر چھوڑ دے تو اللہ تعالیٰ اسکو نیک بیوی عطا کرے گا۔ اگر کوئی بیگانے کھیتوں سے جیسا کہ زمیندار کرتے ہیں کاٹنا چھوڑ دے تو اللہ تعالیٰ اسکے کھیت پر ابر رحمت برسا دے گا اور اتنا غلہ پیدا ہو گا کہ وہ خوش ہو جاوے گا **حدیث شریف** میں آیا ہے کہ کوئی چور چوری نہیں کرتا جبکہ مومن ہو اور کوئی زنا نہیں کرتا جبکہ مومن ہو۔ گویا مومن ان باتوں سے رکتا ہے ایمان نہ ہو تو پھر خدا کی حد بندیوں کو توڑتا ہے۔

جب تک کوئی توبہ نہیں کرتا اسپر رحم نہیں کیا جاتا اور وہ آدمی جو اپنے ہر ایک عضو کو بدی سے بچاوے مثلاً زبان کو گندی گالیوں سے اور کان کو بری باتوں کے سننے سے اور ہاتھ کو پرایا مال اٹھانے سے اور پاؤں کو بری جگہ جانے سے تو اللہ تعالیٰ اسکا حافظ ہو گا اور اسکو اپنے امن میں لے لے گا۔

میں تمکو بار بار کہتا ہوں کہ طاعون جلا دینے والی آگ کی طرح ہے جہاں یہ بھڑکتی ہے تباہ کر دیتی ہے اور بعض وقت اسکا دورہ ستر ستر برس تک ہوتا ہے۔ یہ خیال مت کرو کہ بڑوں بڑوں کو کیوں نہیں پکڑتی پہلے پہلے خدا کا غضب دور دور آتا ہے تاکہ بعض آدمی جو نرم دل ہوں انکو مہلت ملجاوے اور وہ توبہ و استغفار کر سکیں اور جو شریر ہیں وہ اپنی شرارت سے غضب الٰہی کو کھینچ لیں؟ اسطرح پر جو شریر ہوتے ہیں وہ اپنی شرارتوں میں بڑھتے ہیں اور آخر غضب الٰہی کے نیچے آ کر اسمیں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

دیکھو ابوجہل بھی ٹھٹھے اور مخول کیا کرتا تھا کہ مجھپر کیوں عذاب نازل نہیں ہوتا مگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو وہ مقام بھی دکھلایا گیا تھا جہاں اسنے ہلاک ہونا تھا۔ چنانچہ بدر کی لڑائی میں وہ اسی مقام پر ہلاک ہوا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اسپر چھڑی مار کر کہا کہ آج اس امت کا فرعون مارا گیا۔

جو لوگ یہ کہہ بیٹھتے ہیں کہ اگر خدا ہے تو ہمکو ہمارے گناہوں کے بدلے کیوں عذاب نہیں دیتا اور نہیں پکڑتا وہ دلیری کرتے ہیں اور نہیں جانتے کہ خدا تعالیٰ کے کام آہستہ اور پوشیدہ ہوتے ہیں اگر وہ قہری تجلی کرے تو ایک لحظہ میں تباہ کر دے۔ دنیا میں بھی سارے کام تدریجی ہوتے ہیں اگر ایک شخص گڑ یا ریوڑیاں تقسیم کرے تو یکدم سبکو نہیں دیدیتا بلکہ ایک ایک کر کے ایسا ہی خدا تعالیٰ کا حال ہے۔ پہلے وہ دور دور بلائیں بھیجتا ہے تاکہ بعض سعید الفطرت لوگ جو کسی شامت اعمال میں گرفتار ہو گئے ہیں توبہ و استغفار کا موقع ملے وہ بچ جاتے ہیں اور شریر پکڑے جاتے ہیں۔ یاد رکھو کہ تم نے آج توبہ کی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ جو سچے دل سے توبہ کرتا ہے اسکے پہلے گناہ جاتے رہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ معاف کر دیتا ہے وہ ایسا ہو جاتا ہے کہ گویا ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے آج اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتوں کو حکم دیا ہے کہ سچے دل سے توبہ کرنیوالوں کے گناہوں کا پہلا دفتر پھاڑ دو۔ پس آج سے نیکی کرو اور اپنے آپکو پاک صاف رکھو اگر پھر گناہ کرو گے تو وہ غضب ہو گا اور اسکا غضب بھڑکے گا۔ اللہ تعالیٰ ستار ہے جب کوئی آدمی بھولکر کوئی گناہ کر بیٹھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسکی پردہ پوشی کرتا ہے لیکن جب وہ باز نہیں آتا بلکہ اصرار کرتا ہے تو پھر وہ قہار کر اسکا غضب بھڑکتا ہے اور آخر ہلاک کر دیتا ہے

کونوا مع الصادقین

جب ایک شخص سچے دل سے لا اِلٰہ اِلّا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ پڑھ لے تو پھر دوسرے اوامر و نواہی کے نیچے آتا ہے اور ایک احکام الٰہیہ کا سلسلہ چلتا ہے۔ جنپر اسکو کاربند ہونا ضروری ہے اگر وہ صرف اسی کلمہ کو پڑھ لینا ہی کافی سمجھتا ہے تو اپنے آپکو دھوکا دیتا ہے کہ میں مسلمان ہوگیا ہوں کیونکہ اسلام تو اطاعت تامہ کا نام ہے اسلام کی حالت پیدا کرنے کے لیے یعنی احکام الٰہی کی فرمانبرداری کی قوت پانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے ایک طریق اور گُر بتایا ہے اور وہ یہ ہے یا ایہا الذین امنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین ایمان والو اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔ اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا اور اپنی زندگی حیوانات کیطرح بسر کرتا ہے تو وہ کبھی حیوانات ہی کیطرح ہے اور وہ کبھی انسان نہیں ہوسکتا۔ قرآن شریف نے اصل جڑ [illegible] بہت تاکید کیگئی ہے یہی تقویٰ ہے۔ تقویٰ کیا ہے جن چیزوں کے کرنے کا حکم دیا ہے انکو کیا جاوے اور جن سے منع کیا جاوے اُن سے رُک جاوے۔

اس وقت افسوس سے دیکھا جاتا ہے کہ مسلمان کہلانے والے بہت ہیں مگر مسلمان [illegible] والے بہت ہی کم ہیں۔ خدا کا سچا خوف اور محبت بالکل نہیں رہی۔ ایک سچے مسلمان کو اپنی اصلاح کے لیے اسی طرح مستعد ہونا چاہیے جسطرح وہ اپنی کھیتی کے لیے فکر اور تردد کرتا ہے یا اور دوسرے دنیوی امور میں دوڑ دھوپ کرتا ہے۔ اسکو اللہ تعالیٰ کی تڑپ اسی رنگ کی ہونی چاہیے جسطرح وہ اپنے اور ضروریات کے لیے رکھتا ہے۔

یاد رکھو یہ زمانہ آخری زمانہ ہے اسوقت آسمان سے گولے برس رہے ہیں غضب الٰہی دریا جوش زن ہے عمر کا کچھ بھی اعتبار نہیں۔ پس جلدی کرو۔ اور عمر کو غنیمت سمجھکر آج کچھ حاصل کرلو۔ جھوٹا ہے وہ شخص جو نری کہانیوں پر خوش ہوجاتا ہے اور اپنے نفس کو دھوکا دیتا ہے۔ ہر ایک اپنے اندر جھانک کر دیکھے کہ اس نے کہانتک تقوے کا نمونہ حاصل کیا ہے۔ جس قدر آدمی یہاں موجود ہیں غور سے ان باتوں کو سُن لو۔ اپنی نمازوں کو سنوار سنوار کر پڑھو اسطرح ادا نہ کرو کہ گویا ایک بوجھ تھا جو اُتار کر پھینک دیا۔ یہ بات نہیں ہونی چاہیے بلکہ جیسے روٹی سے سیری ہوتی ہے پانی پیکر پیاس بجھتی ہے اور تسکین ہوتی ہے اسی طرح نمازوں سے ایک لذت اور سرور آنا چاہیے اگر نہیں آیا تو فکر کرو + دیکھو بڑا ہی بدبخت ہے وہ دھوبی جو کپڑے کو بار بار پتھر پر مارتا ہے مگر وہ صاف نہیں ہوتا۔ یا تو کپڑا ہی بہت گندا ہے یا خود نکما ہے اسطرح تم اگر نماز پڑھتے ہو لیکن تمہاری نفسانی خواہشوں اور جوشوں کی آگ پر پانی نہیں پڑتا تو جان لو کہ وہ نری ٹکریں ہیں۔ اسلیے اسکو کچھ سمجھکر ادا کرو۔ اور دیکھو کہ خدا تعالیٰ کے آستانہ پر گر گر لیا گیا ہے۔

یہ بات مت بھولو کہ اللہ تعالیٰ دھوکا نہیں کھاتا۔ اور منتر جنتر سے خوش نہیں ہوتا۔ وہ سینہ کی چھپی ہوئی باتوں کو بھی دیکھتا ہے۔ سچی فرمانبرداری اور خوف کو پسند کرتا ہے اور تقوی کو چاہتا ہے پھر اب سوال یہ ہوتا ہے کہ یہ تقویٰ جو خیر الزاد ہے کسطرح حاصل ہو۔ اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے ایک راہ رکھی ہے کونوا مع الصادقین یعنی جو اللہ تعالیٰ کیطرف سے آتے ہیں انکے پاس رہو۔ قرآن شریف نے ہر جا پر یہی نسخہ بتایا ہے۔ اگر کوئی گناہ سے بچنا چاہے تو اسکا نسخہ یہی ہے کونوا مع الصادقین صادقوں کے پاس رہنے سے انکے چال چلن انکی گفتار کردار کا اثر الگ انسان پر پڑتا ہے انکی توجہ اور جذب الگ اپنا کام کرتا ہے اور اسطرح پر گناہ سوز فطرت پیدا ہونے لگتی ہے یہ لوگ چونکہ اللہ تعالیٰ کی تجلیات کے مظہر ہوتے ہیں اسلیے پاس رہنے والے بھی ان انوار سے بقدر استعداد حصہ لے ہی لیتے ہیں۔ بڑا افسوس ہے کہ اکثر لوگ بیعت کرتے جاتے ہیں اور پھر انکی ضرورت نہیں سمجھتے کہ پاس جاکر رہیں۔ بیعت کو ایک رسم کے طور پر ادا کرجاتے ہیں میں دیکھتا ہوں کہ اکثر آدمی ایک جمعہ کو ہوتے ہیں اور دوسرے جمعہ انمیں سے کوئی نظر نہیں آتا۔ اور ہی لوگ ہوتے ہیں یہ ٹھیک نہیں ہے خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے کہ وہ اسی سے خوش ہوتا ہے جو اُسکے حکم پر چلے اور یہ توفیق نمونہ کے دیکھنے سے ملتی ہے۔ کوئی کام اُستاد کے پاس بغیر بیٹھنے کے حاصل نہیں ہوتا اس وقت دین الٰہی کا معلم آگیا ہے۔ اور وہ اُس خدا کو دکھانا چاہتا ہے جو دنیا کی نظروں سے غائب ہوگیا ہے + پس جس جس نے اس کے ہاتھ پر بیعت کی ہے وہ یہ اپنے اوپر لازم سمجھ لے کہ کچھ عرصہ تک اسکی صحبت میں رہے۔ خلاصہ کلام یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام پر چلکر لذت آتی ہے اور یہ توفیق صادقوں کی صحبت سے ملتی ہے اس وقت خدا تعالیٰ کا صادق مسیح موعود اور مہدی موجود ہے مبارک وہ جو اسکی صحبت میں رہنے کا شرف حاصل کرے۔ اللہ تعالیٰ ہماری جماعت کو توفیق دے کہ وہ حصول تقوی کے اسرار کو سمجھ لیں اور ان کے گفتار اور کردار میں تقوی کا رنگ پیدا ہو۔ اور ان کے سارے اعضا اللہ تعالیٰ ہی کی مرضی کے تابع ہوں

آمین۔

الٰہی بخش درزی کی جو تصویر ہم نے الحکم کے کسی گذشتہ اشاعت میں دی تھی اس کے متعلق پشاور کے اہل حدیث کی طرف سے ایک رجسٹرڈ خط ہمارے پاس بغرض اندراج پہنچا ہے۔ ہم اس خط کو عنقریب درج کریں گے۔ اور انشاء اللہ العزیز دکھائیں گے کہ عذر گناہ بدتر از گناہ اسکو کہتے ہیں + الٰہی بخش درزی نے اپنے بیان میں تسلیم کرلیا ہے کہ میں نے تصویر کھچوائی ہے مگر ایک احمدی نے وہ تصویر کھینچی ہے اور ایک احمدی کے ہی ایما سے وغیرہ وغیرہ۔ بہر حال ہم اس تحریر کو انشاء اللہ تعالیٰ جلد شائع کریں گے۔

مدرسہ تعلیم الاسلام قادیان کی پانچ سالہ رپورٹ طیار ہو رہی ہے امید کیجاتی ہے کہ یہ رپورٹ جلد تر چھپکر شائع ہو ہماری قوم کے لیے مدرسہ مذکور کی رپورٹ نہایت دلچسپ اور خوش کن چیز ہوگی۔

رجسٹرڈ ایل ۷

نمبر ۱ | مورخہ ۱۷ ذی الحجہ سنہ ۱۳۲۰ھ مطابق ۱۷ مارچ سنہ ۱۹۰۳ء روز سہ شنبہ | جلد ۷

کلمات طیبات حضرۃ امام الزمان سلمہ اللہ الرحمٰن

گذشتہ اشاعت سے آگے

خدا تعالیٰ کے قرب حاصل کرنے کی راہ یہ ہے کہ اس کے لیے **صدق** دکھایا جاوے۔ حضرۃ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو قرب حاصل کیا تو اسکی وجہ یہی تھی چنانچہ فرمایا ہے اِبْرَاهِيْمَ الَّذِيْ وَفّٰٓى۔ ابراہیم وہ ابراہیم جس نے وفاداری دکھائی۔ خدا تعالیٰ کے ساتھ وفاداری اور صدق اور اخلاص دکھانا ایک **موت** کو چاہتا ہے جبتک انسان دنیا اور اسکی ساری لذّتوں اور شوکتوں پر پانی پھیر دینے کو طیار نہ ہو جاوے اور اسکی ہر ذلت اور سختی اور تنگی خدا کے لیے گوارا کرنے کو طیار نہ ہو یہ صفت پیدا نہیں ہو سکتی۔ بت پرستی یہی نہیں کہ انسان کسی درخت یا پتھر کی پرستش کرے۔ بلکہ ہر ایک چیز جو اللہ تعالیٰ کے قرب سے روکتی اور اسپر مقدم ہوتی ہے وہ بُت ہے۔ اور اسقدر بُت انسان اپنے اندر رکھتا ہے کہ اسکو پتہ بھی نہیں لگتا کہ میں بت پرستی کر رہا ہوں۔ پس جبتک خالص خدا تعالیٰ ہی کے لیے نہیں ہو جاتا اور اسکی راہ میں ہر مصیبت کی برداشت کرنے کے لیے طیار نہیں ہوتا صدق اور اخلاق کا رنگ پیدا ہونا مشکل ہے۔

ابراہیم علیہ السلام کو جو یہ خطاب ملا کیا یہ یونہی مل گیا تھا۔ نہیں اِبْرَاهِيْمَ الَّذِيْ وَفّٰٓى کی آواز اُسوقت آئی جبکہ وہ بیٹے کی قربانی کے لیے طیار ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ عمل کو چاہتا اور عمل ہی سے راضی ہوتا ہے اور عمل دُکھ سے آتا ہے۔ لیکن جب انسان خدا کے لیے دُکھ اُٹھانے کو طیار ہو جاوے تو خدا تعالیٰ اُسکو دُکھ میں بھی نہیں ڈالتا۔

دیکھو ابراہیم علیہ السلام نے جب اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کے لیے اپنے بیٹے کو قربان کرنا چاہا اور پوری طیاری کر لی تو اللہ تعالیٰ نے اس کے بیٹے کو بچا لیا۔ وہ آگ میں ڈالے گئے لیکن آگ اُنپر کوئی اثر نہ کر سکی۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں تکلیف اُٹھانے کو طیار ہو جاوے تو خدا تعالیٰ تکالیف سے بچا لیتا ہے۔ ہمارے ہاتھ میں جسم تو ہے روح نہیں ہے۔ لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ روح کا تعلق جسم سے ہے اور جسمانی امور کا اثر روح پر ضرور ہوتا ہے۔ اس لیے یہ کبھی خیال نہیں کرنا چاہیے کہ جسم سے روح پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ جسقدر اعمال انسان سے ہوتے ہیں وہ ایسی مرکب صورۃ سے ہوتے ہیں الگ جسم یا اکیلی روح کوئی نیک یا بد عمل نہیں کرتی یہی وجہ ہے جزا و سزا میں بھی دونوں کے متعلقات کا لحاظ رکھا گیا ہے بعض لوگ ایسے راز کو نہ سمجھنے کی وجہ سے اعتراض کر دیتے ہیں کہ مسلمانوں کی بہشت جسمانی ہے حالانکہ وہ اتنا نہیں جانتے کہ جب اعمال کے صدور میں جسم ساتھ تھا تو جزا کے وقت الگ کیوں کیا جاوے۔ غرض یہ ہے کہ اسلام نے ان دونوں طریقوں کو جو افراط اور تفریط کے ہیں کہیں چھوڑ کر اعتدال کی راہ بتائی ہے یہ دونوں خطرناک باتیں ہیں انسے پرہیز کرنا چاہیے مجرد تعذیب جسم سے کچھ نہیں بنتا۔ اور محض آرام طلبی سے کبھی کوئی نتیجہ پیدا نہیں ہوتا۔

ایک مرتبہ ایک شخص میرے پاس نور محمد نام ٹانڈہ سے آیا تھا اُس نے کہا کہ غلام محبوب سبحانی نے ولی ہونے کا سارٹیفکٹ دیدیا ہے۔ اب ولایت کا معیار یہی ہو گیا ہے کہ غلام محبوب سبحانی یا کسی نے سرٹیفکٹ دیدیا۔ حالانکہ ولایت ملتی نہیں جبتک انسان خدا کے لیے موت اختیار کرنے کے لیے طیار نہ ہو جاوے۔ دنیا میں بہت سے لوگ اس قسم کے ہیں جنکو کچھ بھی معلوم نہیں کہ وہ دنیا میں کیوں آئے ہیں؟ حالانکہ یہی پہلا سوال ہے جسکو اسے حل کرنا چاہیے۔

خود شناسی کے بعد خدا شناسی پیدا ہوتی ہے جب وہ اپنے فرائض کو سمجھتا ہے اور مقاصد زندگی پر غور کرتا ہے اسے معلوم ہوتا ہے کہ ہماری زندگی کی غرض خدا شناسی ہے اور اسپر ایمان لانا اور اسکی عبادت کرنا ہے۔ تب وہ فرائض کو ادا کرتا اور نوافل کو شناخت کرتا ہے۔ وہ روحانیت

جو ایمان کے بعد پیدا ہوتی ہے اب اسے تلاش کرو کہ کہاں ہے۔ ہو ہو یو ہو کرنے والے اور ناچ رنگ والے صوفیوں میں یہ گوسالہ صورت میں روحانیت سے بےخبر ہو کر ہزار ہا سال تک بھی اگر نعرے مارتے رہیں تو کچھ نہیں بنتا۔ یہ لحوم اور دما ہیں تقویٰ نہیں پھر لحوم اور دماء اللہ تعالیٰ کو کیسے پہنچ سکتا ہے۔؟

دہریہ روح کا ہی انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ کوئی چیز ہے ہی نہیں۔ اور پھر کہتے ہیں کہ حشر اجساد کوئی چیز نہیں میاں روح تنعیم پاکر آئندہ کیا کرے گا۔ یہ خیالی باتیں ہیں ان میں معقولیت نہیں ہے۔ اگر روح کوئی چیز نہیں ہے تو پھر یہ کیا بات ہے کہ جسم پر جو فعل واقع ہوتے ہیں انکا اثر اندرونی قوتوں پر بھی پڑتا ہے مثلاً اگر مقدم الراس پر چوٹ لگ جائے تو اس فساد کے ساتھ انسان مجنون ہو جاتا ہے یا حافظہ جاتا رہتا ہے مجنون کی روح تو وہی ہے نقص تو جسم میں ہے جسم کا اگر اچھا انتظام نہ رہے تو روح بیکار ہو جاتا ہے۔ وہ بدوں جسم کسی کام کا نہیں ہے اس لیے ہمیشہ جسم کا محتاج ہے جسکا انتظام عمدہ ہو۔ روحانی حالت بھی اچھی ہوگی چھوٹے بچہ میں کیوں اتنی سمجھ نہیں ہوتی کہ وہ عواقب الامور کو سمجھ سکے اسکی وجہ یہی ہے کہ ان میں ابھی قویٰ کا نشوونما کامل نہیں ہوا ہوتا۔

اسی طرح پیٹ میں جو نطفہ جاتا ہے کسی کو کچھ معلوم نہیں کہ روح اسکے ساتھ کہاں سے چلی جاتی ہے اسکے ساتھ ہی دراصل ایک مخفی قوت چلی جاتی ہے جو انبساط اور نشاط کا باعث ہوتی ہے اسی طرح اناج میں بھی وہی کیفیت چلی آتی ہے۔ اسی کیطرف مولوی رومی نے اشارہ کر کے کہا ہے

ہفتصد ہفتاد قالب دیدہ ام
ہمچو سبزہ بارہا روئیدہ ام

نافہم اور کوڑ مغز لوگوں نے اس شعر کو تناسخ پر حمل کر لیا ہے اور کہتے ہیں کہ اس سے تناسخ ثابت ہوتا ہے۔ مگر انکو معلوم نہیں کہ یہ دراصل تغیرات نطفہ کیطرف ایما ہے۔ یعنی جن جن تغیرات سے نطفہ طیار ہوتا ہے اسکو اس شعر میں ظاہر کیا گیا ہے۔ شاید بہت تھوڑے آدمی ایسے ہوں گے جنکو یہ معلوم ہو کہ نطفہ بہت سے تغیرات سے بنتا ہے جس اناج سے نطفہ بنتا ہے نطفہ کی حالت میں آنے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اسکو بہت سے تغیرات میں ڈالا ہے۔ اور پھر اسکو محفوظ رکھا ہے کیونکہ وہ درحقیقت نطفہ ہے اپنے وقت پر وہ پیسا بھی جاتا ہے اور اس سے روٹی بھی طیار کی جاتی ہے لیکن وہ محفوظ کا محفوظ چلا آتا ہے۔ آجکل نطفہ کے متعلق جو تحقیقات ہوئی ہے تو ڈاکٹر کہتے ہیں کہ اسمیں کیڑے ہوتے ہیں یہ ایک الگ امر ہے لیکن اسمیں کوئی شک نہیں کہ اصل میں وہ ایک قوت ہے جو برابر محفوظ چلی آتی ہے ممکن ہے کہ جو کچھ ڈاکٹروں نے سمجھا ہو وہ اسی قوت کو سمجھا ہو۔ ہر اناج کے ساتھ انسانیت کا خاصہ نہیں بلکہ وہ جوہر قابل الگ ہی ہے اور اسکو وہی کھاتا ہے جس کے لیے وہ مقدر ہوتا ہے اور وہ اسی دن کے لیے مقدر ہوتا ہے۔ تو وہ نطفہ جس میں روحانیت کی جڑ ہے بڑھتا جاتا ہے یہاں تک کہ مضغہ علقہ وغیرہ چھ حالتوں میں سے گذرتا ہے اور ان چھ تغیرات کے بعد ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ کا وقت آتا ہے۔ اب اس آخری تبدیلی کو نشاء آخری کہا ہے یہ نہیں کہا کہ انزلناہ من روحًا اٰخر۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ باہر سے کوئی چیز نہیں آتی۔ اب اسکو خوب غور سے سوچو تو معلوم ہوگا کہ روح کا جسم کے ساتھ کیسا ابدی تعلق ہے پھر یہ کیسی بیہودگی ہے جو کہا جاوے کہ جسم کا روح کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے یہ کس قدر زبردست ثبوت روح کی ہستی کا ہے اسکو کوئی معمولی نگاہ سے دیکھے تو اور بات ہے لیکن معقولیت اور فلسفہ سے سوچے تو اس سے انکار نہیں کر سکتا۔

اسی طرح ایک اور بات بھی قابل غور ہے سو دنیا میں کبھی کوئی شخص کامیاب نہیں ہوا جو جسم اور روح دونوں سے کام نہ لے۔

اگر روح کوئی چیز نہیں تو ایک مردہ جسم سے کوئی کام کیوں نہیں ہو سکتا۔ کیا اسکے سارے اعضا اور قویٰ موجود نہیں ہوتے

اب یہ بات کیسی صفائی کے ساتھ سمجھ میں آتی ہے کہ روح اور جسم کا تعلق جبکہ ابدی ہے پھر کیوں کسی ایک کو نکما قرار دیا جاوے۔ دعا کے لیے بھی یہی قانون ہے کہ جسم تکالیف اٹھائے اور روح گداز ہو اور پھر صبر اور استقلال سے اللہ تعالیٰ کی ہستی پر ایمان لا کر حسن ظن سے کام لیا جاوے۔ باقی دارد

حضرت امام آخر الزمان کی ڈائری

۴ مارچ ۱۹۰۳ء

فرمایا کہ جو شخص خدا کیطرف قدم اٹھاتا ہے خدا تعالیٰ تو پھر اترتا ہے اپنے فرشتوں کو اس کی خدمت کے واسطے مامور فرماتا ہے۔ جو اسکے واسطے کچھ کھوتا ہے اسکو اس سے ہزار چند دیا جاتا ہے۔ دیکھو صحابہ رض میں سب سے پہلے حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا سارا مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کر دیا تھا اور کمبل پوش ہو پھرا تھا۔ مگر جب خدا نے اسے دیا تو کیا دیا۔ دیکھو کیسی مناسبت ہے کہ اس نے چونکہ سب سے پہلے اول خرچ کیا تھا اسے سب سے پہلے خلافت کا تخت عطا کیا گیا۔ غرض خدا کوئی بخیل نہیں اور نہ اسکے فیض خاص خاص ہیں بلکہ ہر ایک جو صدق دل سے طالب بنتا ہے اسے عزت دیجاتی ہے یہ ہمارے دشمن تو اللہ تعالیٰ سے جنگ کرتے ہیں۔ بھلا ان سے آسمانی باتیں اور تائیدات رک کی جا سکتی ہیں ہرگز نہیں ہو سکتیں پانیکو تو کوئی روک بھی سکتا ہے مگر جو آسمان سے موسلا دھار بارش ہونے لگجاوے اسکو کون روک سکے گا اور اس کے آگے کونسا بند لگا دیں گے۔ ہمارا تو سارا کاروبار ہی آسمانی ہے۔ پھر بھلا کسی کی کیا مجال کہ اسمیں کسی قسم کا حرج یا خلل واقع کر سکے۔

ایک خواب کی تعبیر میں فرمایا کہ اصل میں زیادہ لمبی لبیں (مونچھیں) رکھنا بھی تکبر اور نخوت کو بڑھاتا ہے۔ اسی واسطے شریعت اسلام نے فرمایا ہے کہ مونچھیں کتراؤ اور داڑھی کو بڑھاؤ۔ یہ یہود اور عیسائی اور ہندوؤں کا کام ہے کہ وہ اکثر تکبر سے مونچھیں بڑھا لیتے ہیں اور تاؤ دیکر ایک متکبرانہ وضع بناتے ہیں۔ خصوصاً سکھ لوگ۔ مگر ہماری شریعت کیا پاک ہے کہ جس جگہ سے کسی قسم کی بدی کا احتمال بھی تھا اس سے ہم کو منع کر دیا۔ بھلا یہ باتیں کسی اور میں کہاں پائی جاتی ہیں۔

دربار شام

۵ مارچ

حضرت اقدس نے فارسی میں فرمایا جسکا ترجمہ

کہا جاتا ہے۔
فرمایا۔ خدا تعالیٰ نے یہ بات میرے دل میں ڈالی ہے اور میری فطرت میں رکھدی ہے کہ جب کوئی دوست مجھ سے الگ ہونے لگتا ہے مجھے سخت قلق اور درد محسوس ہوتا ہے۔ میں خیال کرتا ہوں کہ خدا جانے زندگی کا بھروسہ نہیں پھر ملاقات نصیب ہو گی یا نہیں۔ پھر میرے دل میں خیال آجاتا ہے کہ دوسروں کے بھی تو حقوق ہیں۔ بیوی ہے بچے ہیں اور اور رشتہ دار ہیں۔ مگر تاہم جو چند روز بھی ہمارے پاس رہتا ہے اُسکے جدا ہونے سے ہماری طبیعت کو صدمہ ضرور ہوتا ہے۔ ہم بچے تھے اب بڑھاپے تک پہونچ گئے ہیں ہم نے تجربہ کرکے دیکھا ہے کہ انسان کے ہاتھ میں کچھ بھی نہیں۔ بجز اس کے کہ انسان خدا کے ساتھ تعلق پیدا کرے۔ ساری عقدہ کشائیاں دعا سے ہو جاتی ہیں۔ ہمارے ہاتھ میں بھی اگر کسی کی خیر خواہی ہے تو کیا ہے صرف ایک دعا کا آلہ ہی ہے جو خدا نے ہمیں دیا ہے۔ کیا دوست کے لیے اور کیا دشمن کے لیے۔ ہم سیاہ کو سفید اور سفید کو سیاہ نہیں کر سکتے ہمارے بس میں ایک ذرہ بھر بھی نہیں ہے مگر جو خدا ہمیں اپنے فضل سے عطا کرے۔

انسان کو مشکلات کے وقت اگرچہ اضطراب تو ہوتا ہے مگر چاہیے کہ توکل کو کبھی ہاتھ سے نہ دے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی بدر کے موقع پر سخت اضطراب ہوا تھا چنانچہ عرض کرتے تھے کہ یارب ان اهلكت هذه العصابة فلن تعبد فی الارض ابدا۔ مگر آپ کا اضطراب فقط بشری تقاضا سے تھا کیونکہ دوسری طرف توکل کو آپ نے ہرگز ہاتھ سے نہیں جانے دیا تھا۔ آسمان کی طرف نظر تھی اور یقین تھا کہ خدا تعالیٰ مجھے ہرگز ضائع نہیں کرے گا۔ یاس کو قریب نہیں آنے دیا تھا۔ ایسے اضطرابوں کا آنا تو انسانی اخلاق اور مدارج کی تکمیل کے واسطے ضروری ہے مگر انسان کو چاہیے کہ یاس کو پاس نہ آنے دے۔ کیونکہ یاس تو کفار کی صفت ہے۔ انسان کو طرح طرح کے خیالات اضطراب کا وسوسہ ڈالتے ہیں مگر ایمان ان وساوس کو دور کر دیتا ہے۔ بشریت اضطراب خریدتی ہے اور ایمان اُسکو دفع کرتا ہے۔ دیکھو ایمان جیسی کوئی چیز نہیں ایمان سے عرفان کا پھل پیدا ہوتا ہے۔ ایمان تو بجا

اور کوشش کو چاہتا ہے اور عرفان خدا تعالیٰ کی موہبت اور انعام ہوتا ہے۔ عرفان سے مراد کشوف اور الہامات جو ہر قسم کی شیطانی آمیزش اور ظلمت کی ملونی سے مبرا ہوں اور نور اور خدا کیطرف سے ایک شوکت کے ساتھ ہوں وہ مراد ہیں۔ اور یہ خدا تعالیٰ کا فضل اور اُسکی طرف سے موہبت اور انعام ہوتا ہے۔ یہ چیز کچھ کسبی چیز نہیں مگر ایمان کسبی چیز ہوتا ہے۔ اسی واسطے اوامر ہیں کہ یہ کرو۔ غرض ہزاروں احکام ہیں اور ہزاروں نواہی ہیں اُنپر پوری طرح سے کاربند ہونا ایمان ہے غرض ایمان ایک خدمت ہے جو ہم بجا لاتے ہیں اور عرفان اُسپر ایک انعام اور موہبت ہے۔ انسان کو چاہیے کہ خدمت کیئے جاوے آگے انعام دینا خدا کا کام ہے۔ یہ مومن کی شان سے بعید ہونا چاہیے کہ وہ اُس انعام کے واسطے خدمت کرے۔ مکاشفات اور الہامات کے ابواب کے کھلنے کے واسطے جلدی نہ کرنی چاہیے۔ اگر تمام عمر بھی کشوف اور الہامات نہ ہوں تو گھبرانا نہ چاہیے۔ اگر یہ معلوم کر لو کہ تم میں ایک عاشق صادق کی سی محبت ہے جسطرح وہ اُس کے ہجر میں اُس کے فراق میں بھوکا مرتا ہے پیاس سہتا ہے نہ کھانے کا ہوش ہے نہ پانی کی پروا نہ اپنے تن بدن کی کچھ خبر۔ اسی طرح تم بھی خدا کی محبت میں ایسے محو ہو جاؤ کہ تمہارا وجود ہی درمیان سے گم ہو جاوے پھر اگر ایسے تعلق میں انسان مر بھی جاوے تو بڑا ہی خوش قسمت ہے۔ ہمیں تو ذاتی محبت سے کام ہے نہ کشوف کی غرض۔ نہ الہام کی پروا۔ دیکھو جسطرح ایک شرابی شراب کے جام کے جام پیتا ہے اور لذت اُٹھاتا ہے اسی طرح تم اُسکی ذاتی محبت کے جام بھر بھر پیو جسطرح وہ دریا نوش ہوتا ہے اُسی طرح تم بھی کبھی سیر نہ ہونے والے بنو۔ جب تک انسان اس امر کو محسوس نہ کر لے کہ میں محبت کے ایسے درجہ کو پہنچ گیا ہوں کہ اب عاشق کہلا سکوں تب تک پیچھے ہرگز نہ ہٹے قدم آگے ہی آگے رکھتا جاوے۔ اور اس جام کو منہ سے نہ ہٹائے اپنے آپکو اُس کے لیے بیقرار و شیدا بنالو اگر اس درجہ تک نہیں پہونچے تو کوڑی کے کام کے نہیں۔ اسقدر محبت ہو کہ خدا کی محبت کے مقابل پر کسی چیز کی پروا نہ ہو۔ نہ کسی قسم کی طمع کے مطلب ہوا ارادہ ہو نہ کسی قسم کے خوف کا تمہیں خوف [illegible]

کسی کا شعر ہے کہ

آنکہ ترا شناخت جانرا چہ کند
فرزند و عیال و خانمان را چہ کند
دیوانہ کنی ہر دو جہانش بخشی
دیوانۂ تو ہر دو جہاں را چہ کند

میں تو اگر اپنے فرزندوں کا ذکر کرتا ہوں تو نہ اپنی طرف سے بلکہ مجھے تو مجبوراً کرنا پڑتا ہے کیا کروں اگر اُس کے انعامات کا ذکر نہ کروں تو گنہگار ٹھہروں چنانچہ ہر لڑکے کے پیدا ہونے سے پہلے اسی نے خود اپنی طرف سے بشارت دی۔ اب میں کیا کروں۔ غرض انسان کا اصل مدعا تو صرف یہی چاہیے کہ کسی طرح خدا کی رضا مل جاوے۔

نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم

مدار نجات صرف یہی امر ہے کہ سچا تقویٰ اور رضا کی خوشنودی اور خالق کی عبادت کا حق ادا کیا جاوے۔ الہامات ومکاشفات کی خواہش کرنا کمزوری ہے مرنے کے وقت جو چیز انسان کو لذت دہ ہوگی وہ صرف خدا تعالیٰ کی محبت اور اُس سے صفائی معاملہ اور آگے بھیجے ہوئے اعمال ہوں گے۔ جو ایمان صادق اور ذاتی محبت سے صادر ہوئے ہوئے ہوں گے من کان للہ کان اللہ لہ۔ اصل میں جو عاشق ہوتا ہے آخرکار ترقی کرتے کرتے وہ معشوق بنجاتا ہے۔ کیونکہ جب کوئی کسی سے محبت کرتا ہے تو اُسکی توجہ بھی اُسکی طرف پھرتی ہے اور آخرکار ہوتے ہوتے کشش سے وہ اُس سے محبت کرنے لگتا ہے اور عاشق معشوق کا معشوق بنجاتا ہے۔ جب جسمانی اور مجازی عشق و محبت کا یہ حال ہے کہ ایک معشوق اپنے عاشق کا عاشق بنجاتا ہے تو کیا روحانی رنگ میں جو اس سے زیادہ کامل ہے ایسا ممکن نہیں کہ جو خدا سے محبت کرنے والا ہو آخرکار خدا اُس سے محبت کرنے لگے اور وہ خدا کا محبوب بن جاوے۔ مجازی معشوقوں میں تو ممکن ہے کہ معشوق کو اپنے عاشق کی محبت کا پتہ نہ لگے مگر وہ خدا تعالیٰ علیم بذات الصدور ہے اس سے انسان مظہر کرامات الٰہی اور مورد عنایات ایزدی ہو جاتا ہے اور خدا تعالیٰ کی چادر میں مخفی ہو جاتا ہے۔ ان مکاشفات اور رؤیا اور الہامات کیطرف سے توجہ پھیر لو اور ان امور کیطرف تم خود بخود جرأت کرکے درخواست نہ کرو۔ ایسا نہ ہو کہ جلدبازی کرنے والے ٹھہرو۔ اکثر لوگ میرے پاس آتے ہیں کہ ہمیں کوئی ایسا ورد وظیفہ بتا دو کہ ہمیں [illegible] الہامات اور مکاشفات

آ نے شروع ہو جاویں ۔ مگر میں انکار کرتا ہوں کہ ایسا کرنے سے انسان مشرک بنجاتا ہے۔ شرک یہی نہیں کہ بتوں کی پوجا کی جاوے بلکہ سخت شرک اور بڑا مشکل مرحلہ تو نفس کے بت کو توڑنا ہوتا ہے ۔ تم ذاتی محبت خریدو اور اپنے اندر وہ قلق وہ سوزش وہ گداز وہ رقت پیدا کرو جو ایک عاشق صادق کے اندر ہوتی ہے ۔ دیکھو کمزور ایمان جو طمع یا خوف کے سہارہ پر کھڑا ہو وہ کام نہیں آتا۔ بہشت کی طمع یا دوزخ کا خوف وغیرہ امور پر اپنے ایمان کا تکیہ نہ لگاؤ۔ بھلا کبھی کسی نے کوئی عاشق دیکھا ہے کہ وہ معشوق سے کہتا ہو کہ میں تو تجھپر اس واسطے عاشق ہوں کہ تو مجھے اتنا روپیہ یا فلاں شئے دیدے ۔ ہرگز نہیں دیکھو ایسی طبعی محبت پیدا کرو جیسے ایک ماں کو اپنے بچہ سے ہوتی ہے ۔ ماں کو نہیں معلوم ہوتا کہ وہ کیوں بچہ سے محبت کرتی ہے ۔ اس میں ایک طبعی کشش اور ذاتی محبت ہوتی ہے دیکھو اگر کسی ماں کا بچہ گم ہوجاوے اور رات کا وقت ہو تو اسکی کیا حالت ہوتی ہے ۔ جوں جوں رات زیادہ ہوگی اور اندھیرا بڑھتا جائیگا اسکی حالت دگرگوں ہوتی جاویگی گویا زندہ ہی مرگئی ہے ۔ مگر جب اچانک اسے اس کا فرزند ملجاوے تو اسکی وہ حالت کیسی ہوتی ہے ذرا مقابلہ کرکے تو دیکھو ۔ پس صرف ایسی محبت ذاتی اور ایمان کامل سے ہی انسان دارالامان میں پہونچ سکتا ہے ۔ سارے رسول خدا نے کو اس لیے پیارے نہ تھے کہ انکو الہامات ہوتے ہیں ان کے واسطے مکاشفات کے دروازے کھولے گئے ہیں نہیں بلکہ انکی ذاتی محبت کی وجہ سے وہ ترقی کرتے کرتے خدا کے معشوق اور محبوب بن گئے تھے اسی واسطے کہتے ہیں کہ نبی کی نبوۃ سے اسکی ولایت افضل ہے +

اسی لیے ہمنے اپنی جماعت کو بارہا تاکید کی ہے کہ تم کسی چیز کی بھی ہوس نہ رکھو پاک دل اور بے طمع ہو کر خدا کی محبت ذاتی میں ترقی کرو۔ جبتک ذاتی محبت نہیں تب تک کچھ بھی نہیں مگر جو کہتے ہیں کہ ہمکو خدا سے ذاتی محبت ہے اور اس کے نشان انہیں نہیں پائے جاتے یہ ان کا دعویٰ غلط ہے ۔ کیا وجہ ہے کہ ایک مجازی عاشق میں تو عشق کے آثار اور نشانات کھلے کھلے پائے جائیں بلکہ کہتے ہیں کہ عشق چھپائے سے چھپ نہیں سکتا تو کیا وجہ کہ روحانی عشق پوشیدہ رہ جائے اسکے کچھ نشان ظاہر نہ ہوں ۔ دھوکا کھاتے ہیں ایسے لوگ ۔ انہیں محبت ہی نہیں ہوتی اسی واسطے اللہ تعالے فرماتا ہے کُونُوا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ یعنی صادق لوگوں کے ساتھ معیت اختیار کرو ان کی صحبت میں مدتہائے دراز تک رہو کیونکہ ممکن ہے کہ کوئی شخص چند روز ان کے پاس رہ جاوے اور ان ایام میں حکمۃ الٰہی سے کوئی ایسا امر واقع نہ ہو۔ کیونکہ ان لوگوں کے اپنے اختیار میں تو نہیں کہ جب چاہیں کوئی نشان دکھا دیں ۔ اسی واسطے ضروری ہے کہ انکی صحبت میں لمبے عرصہ اور دراز مدت گذر جاوے ۔ بلکہ نشان دکھانا تو درکنار یہ لوگ تو اپنے خدا کے ساتھ کے تعلقات کا اظہار بھی گناہ جانتے ہیں ۔ لکھا ہے کہ اگر کوئی ولی خلوت میں اپنے خدا کے ساتھ خاص حالت اور تعلق کے جوش میں ہو اور اسپر وہ حالت طاری ہو تو ایسے وقت میں اگر کوئی شخص اسکے اس حال سے آگاہ ہوجاوے تو وہ ولی شخص ایسا شرمندہ اور پسینہ پسینہ ہوجاتا ہے جیسے کوئی زانی عین زنا کی حالت میں پکڑا جاوے + کیونکہ یہ لوگ اپنے راز کو پوشیدہ رکھنا چاہتے ہیں +

چونکہ طبعاً ایسا معاملہ تہا خدا نے اسی واسطے کہا کُونُوا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ +

کفار نے جو یہ کہا تھا کہ مَالِهٰذَا الرَّسُوْلِ يَأْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ تو انہوں نے بھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری حالت دیکھکر ہی یہ کلمہ منہ سے نکالا تہا کہ کیا ہے جی یہ تو ہمارے جیسا آدمی ہی ہے کھاتا پیتا بازاروں میں پھرتا ہے ۔ اسکی وجہ صرف یہ تھی کہ انکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا فیض نہ تھا کہ انکو کوئی رسالت کا امر نظر آتا وہ بعید رہتے تھے انہوں نے جو دیکھا تہا اسی کے مطابق رائے زنی کر دی ۔ پس اسواسطے ضروری ہے کہ مامورمن اللہ کی صحبت میں دیر تک رہا جاوے ممکن ہے کہ کوئی جسنے نشان کوئی نہ دیکھا ہو کہدے کہ اجی ہماری طرح نماز روزہ کرتا ہے اور کیا ہے + دیکھو حج کے واسطے جانا خلوص اور محبت سے آسان ہے مگر واپسی ایسی حالت میں مشکل بہت ہیں جو وہاں سے نامراد اور سخت دل ہوکر آتے ہیں اسکی یہی وجہ ہے کہ وہاں کی حقیقت ان پر نہیں کھلی ۔ قشر کو دیکھکر رائے زنی کرنے لگ جاتے ہیں وہاں کے فیوض سے محروم ہوتے ہیں ۔ اپنی بدکاریوں کیوجہ سے اور پھر الزام دوسروں پر دھرتے ہیں ۔ اسواسطے ضروری ہے کہ مامور کی خدمت میں صدق اور استقلال سے کچھ عرصہ رہا جاوے تاکہ اسکے اندرونی حالات سے بھی آگاہی ہو اور صدق پورے طور پر نورانی ہوجاوے + + +

نظر آئیگی دنیا کو ترے اسلام کی رفعت
مسیحا کا بنے گا جب یہاں مینار یا اللہ

اللہ تعالے کے فضل وکرم سے آخر منارۃ المسیح کا بنیادی پتھر ۱۳ ذی الحجہ ۱۳۲۰ھ مطابق ۱۳ مارچ سنہ ۱۹۰۳ء بروز جمعہ رکھا گیا +

بعد نماز جمعہ حضرت حجۃ اللہ المسیح الموعود علیہ الصلوۃ والسلام کے حضور ہمارے مکرم دوست حکیم فضل الٰہی صاحب لاہوری ۔ مرزا خدا بخش صاحب ۔ شیخ مولا بخش صاحب ۔ قاضی ضیاء الدین صاحب وغیرہ احباب نے عرض کی کہ حضور منارۃ المسیح کی بنیادی اینٹ حضور کے دست مبارک سے رکھی جاوے تو بہت ہی مناسب ہے ۔ **فرمایا** کہ ہمیں تو ابھی تک معلوم بھی نہیں کہ آج اس کی بنیاد رکھی جاوے گی اب آپ ایک اینٹ لے آئیں میں اسپر دعا کروں گا ۔ اور پھر جہاں میں کہوں وہاں آپ جاکر رکھدیں ۔ چنانچہ حکیم فضل الٰہی صاحب اینٹ لے آئے اعلیٰ حضرت نے اسکو ران مبارک پہ رکھ لیا ۔ اور بڑی دیر تک آپنے لمبی دعا کی ۔ معلوم نہیں کہ آپ نے کیسی کیسی اور کس کس جوش سے دعائیں اسلام کی عظمۃ وجلال کے اظہار اور اسکی روشنی کے کل اقطاع واقطار عالم میں پھیل جانیکی کی ہونگی ۔ وہ وقت قبولیت کا وقت معلوم ہوتا تھا۔ جمعہ کا مبارک دن اور حضرت مسیح موعود منارۃ المسیح کی بنیادی اینٹ رکھنے

پہلے اسکے لیے دلی جوش کے ساتھ دعائیں مانگ رہے ہیں۔ یعنی دعا کے بعد آپ نے اس اینٹ پر دَم کیا اور حکیم فضل الٰہی صاحب کو دی کہ آپ اسکو منارۃ المسیح کے مغربی حصہ میں رکھدیں۔ حکیم صاحب موصوف اور دوسرے احباب اس مبارک اینٹ کو لیکر جب مسجد کو چلے تو راستہ میں مولانا مولوی عبد الکریم صاحب نماز جمعہ پڑھا کر واپس آرہے تھے۔ مولوی صاحب کا معمول ہے کہ نماز جمعہ سے فارغ ہوکر دیر تک مسجد اقصیٰ میں بیٹھا کرتے ہیں کیونکہ بیرونجات کے احباب آپ کے گرد جمع ہو جاتے اور ہفتہ کے حالات سنا کرتے ہیں یا بعض مسائل دریافت کرتے ہیں۔ آج بھی اس معمول کے موافق آپ دیر سے آرہے تھے راستہ میں جب یہ حال آپ کو معلوم ہوا تو رقت آپ کا دل بھر آیا اور اس اینٹ کو لیکر اپنے سینہ سے لگایا اور بڑی دیر تک اٹھوں نے دعا کی اور کہا کہ یہ آرزو تھی کہ یہ فعل ملا کہیں شہادت کے طور پر رہے۔ آخر وہ اینٹ **فضل الدین صاحب معمار احمدی** کے ہاتھ سے منارۃ المسیح کی بنیاد کے مغربی حصہ میں لگا دی گئی۔

ناظرین یہ معمولی سی بات اور رسمی امر نہیں کہ لوگ بڑے مکانات یا عمارات کی بنیاد کسی بڑے آدمی کے ہاتھ سے رکھدیتے ہیں۔ یہ عمارت معمولی عمارت نہیں ہے۔ یہ وہ **مینار** ہے جسکی بابت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشگوئی کی تھی۔ یہ وہ مینار ہے جہاں سے اسلام کی روشنی اقطاع عالم میں انشاء اللہ العزیز پھیلے گی۔ یہ وہ مینار ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی پورا کرنے کے لیے حضرت مسیح موعود کے ہاتھ سے شروع ہوتا ہے وہ مسیح موعود جسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کہا جسکو اکابران ملت اور اولیاء امت نے سلام کہا۔ غرض اس عظیم الشان مینار کی بنیاد خدا کے برگزیدہ مامور اور مسیح و مہدی علیہ السلام کے ہاتھ سے ۱۳ مارچ ۱۹۰۳ء کو رکھدی گئی۔ فی الحقیقت وہ لوگ بڑے ہی خوش قسمت اور مبارک ہونگے جنکا روپیہ اس مبارک کام میں خرچ ہوگا۔ خدا تعالیٰ ہم سبکو توفیق دے کہ ہم اس میں حصہ لے سکیں۔ آمین

صحیفۃ الولا پر ریمارک

نمبر ۳

گذشتہ دو نمبروں میں ہم نے دکھایا ہے کہ منشی واحد علی صاحب ملتانی نے دافع البلاء پر ریمارک کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی **لا تقف ما لیس لک بہ علم** کچھ بھی پرواہ نہیں کی۔ اور ہم انشاء اللہ تعالیٰ آیندہ نمبروں میں اور بھی وضاحت کے ساتھ دکھائیں گے کہ کہانتک اس ریویو نگاری میں انھوں نے حق ریویو نویسی ادا کیا ہے۔ اور خدا ترسی سے کام لیا ہے۔

ہمیں چودھوپ صدی راولپنڈی کے ذریعہ معلوم ہوا ہے کہ منشی واحد علی صاحب ہمارے ان ریمارکس پر کچھ لکھنے کا قصد کرتے ہیں لیکن اس سے پہلے انکا فرض ہونا چاہیے کہ ہمارے ریمارکس کو تمام وکمال پڑھ لیں اور ساتھ ہی اس امر کا بھی فیصلہ کردیں کہ وہ اب بحیثیت شیعہ ہونے کے ریویو لکھیں گے یا نیچری ہونے کے حیثیت سے کیونکہ انکی کتاب صحیفۃ الولا سے ان کے دونوں مذہب مترشح ہوتے ہیں واقعی اور صحیح طور پر معلوم نہیں ہوتا کہ وہ نیچری ہیں یا شیعہ اسلیے ہم اپنے ان ریمارکس میں انکو دونوں طرح ملزم کرنے کا حق رکھیں گے۔

الغرض پچھلے دو نمبروں میں ہم ابن اللہ اور ابو اللہ کے متعلق جو غلط بیانیاں اور افترا منشی واحد علی صاحب نے کیے ہیں انکی حقیقت حضرت حجۃ اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کے کلام سے دکھا چکے ہیں اور اب ہمیں یہ کہنے کا حق ہے جیسا ہم نے اس سلسلہ کے نمبر اول میں بتایا ہے کہ ہمارے مخالف قلم اٹھانے والے ایک تاریک تثلیث میں مبتلا ہیں اور ان میں سے ایک اقنوم یہ ہے کہ حضرت اقدس کے الہامات کی تفسیر خود کرنے بیٹھتے ہیں جسکا کوئی حق انکو نہیں دیا گیا۔ اور باوصفیکہ آپ کے کلام میں اسکی تفسیر موجود ہوتی ہے لیکن پھر بھی اس سے عمداً قطع نظر کرکے اعتراض کرتے چلے جاتے ہیں۔ ہم سلیم الفطرت ناظرین پر یہ انصاف چھوڑ دیتے ہیں کہ وہ فیصلہ کریں کہ ابن اللہ یا ابو اللہ ہونے کا جو الزام حضرت اقدس پر لگایا گیا تھا کیا علی حضرت کے کلام سے ثابت ہوتا ہے یا ملتانی ریویو نگار کا صرف اتہام ہے؟

اب ہم اس نمبر میں ملتانی ریویو نگار کے ایک اور دھوکہ کی حقیقت طشت از بام کرنا چاہتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ آپ یہ کہکر مسلمانوں کو بدظن یا گمراہ کرنا چاہتے ہیں کہ مرزا صاحب کہتے ہیں میں نبی ہوں۔

اسپر بحث کرنے سے پہلے منشی واحد علی صاحب کی نیچریانہ حیثیت سے پبلک کو آگاہ کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کیونکہ اس مضمون پر دو طرح سے ہم بحث کریں گے منشی واحد علی صاحب کے ریویو سے عام مسلمانوں کو یہ بھی دھوکا لگا ہوا معلوم ہوتا ہے کہ وہ کوئی آرتھوڈکس مولوی ہیں۔ ابھی تک جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا ہے انکی حیثیت بلحاظ مذہب متحقق نہیں ہوئی کہ وہ شیعہ ہیں یا نیچری لیکن چونکہ دونو پہلو پائے جاتے ہیں ہم حق رکھتے ہیں کہ دونو طرز پر کلام کریں انکی نیچریت کے لیے سردست ان کے رسالہ کا ایک فقرہ نقل کردینا کافی معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ آپ صحیفۃ الولا کے صفحہ ۳۹ پر سید احمد خان بالقابہ انجہانی کی بابت ان الفاظ میں لکھتے ہیں

اور میرے محترم بزرگ سر سید احمد خان صاحب علیہ الرحمۃ۔

اس سے منشی صاحب کی نیچریت کا پتہ لگتا ہے پس ان کے عقیدہ کے موافق تو یہ خیال ہی باطل ہے کہ اب کوئی مسیح اور مہدی بھی آنے والا ہے۔ منشی صاحب مسیح کی آمد ہی کے منکر ہیں تو دوسرے مسلمانوں پر ان کا کوئی قول حجت نہیں ٹھہر سکتا۔ اور نہ صرف اس کے بلکہ انکو تو اپنے محترم بزرگ کی تقلید کیموافق نبوت اور وحی سے بھی انکار رہے انکا تو اسلام ہی ایک جدا اسلام ہے وہ اسمیں کیوں دخل دیتے ہیں۔ عام مسلمانوں کو اس سے ہی موازنہ کرلینا کافی ہے کہ منشی واحد علی صاحب جیسا نیچری اسلام کے متعلق کیا کہے گا۔ اور پھر انکو اپنے واجب التعظیم بزرگ کی تقلید کے موافق مسیح کی وفات کا بھی عقیدہ رکھنا لازمی ہے بلکہ اسکے ساتھ ہی یہ بھی انکو اعتقاد رکھنا ہوگا کہ مسیح بن باپ پیدا نہیں ہوا۔ جو قرآن شریف کے نصوص صریحہ کے مخالف ہے پھر سید صاحب تو یہانتک بھی ترقی کر گئے تھے کہ تثلیث کے قائلین کی بھی نجات کے قائل ہوگئے تھے اس قسم کے اعتقاد کے رکھتے ہوئے بھی

منشی واحد علی صاحب اعلیٰ حضرت پر اعتراض کرنے کی جرأت کرتے ہیں۔ ہم اسوقت بحیثیت کے متعلق کچھ کہنے کی ضرورت نہیں سمجھتے صرف عام مسلمانوں کو آگاہ کرنا چاہتے ہیں جنکو صحیفۃ الولا کے ذریعہ مغالطہ دیا جاتا ہے۔

اس قدر بیان کے بعد ہم دوسرا پہلو اس مضمون کے متعلق اختیار کرتے ہیں۔ منشی واحد علی صاحب کہتے ہیں کہ مرزا **صاحب کو نبی ہونے کا دعویٰ ہے** لیکن انھوں نے یہ نہیں بتایا کہ نبی ہونے سے کیا مراد ہے؟ آیا حضرۃ اقدس کی مراد نبی ہونے سے یہ ہے کہ وہ کوئی مستقل نبی صاحب شریعت ہیں یا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ہی نبوت کے مبشّر اور مبلّغ اور مصدّق۔

اس سوال پر بحث کرنے کے لیے ضروری ہوگا پہلے یہ فیصلہ کرایا جاوے کہ کیا آنیوالا مسیح موعود نبی ہوگا یا نہیں؟ قطع نظر اسکے کہ وہ کون ہے؟ اور یہ تو مسلم بات ہے کہ آنیوالا مسیح موعود نبی ہوگا۔ پس سوال زیر بحث یہ رہ جاتا ہے کہ مرزا صاحب مسیح موعود ہیں یا نہیں؟ اور یا یہ کہ عام خیال کے موافق اگر مسیح ناصری آئے گا تو وہ مبطل ختمیت ہوگا یا نہیں؟ ان سوالوں کا جواب چونکہ کسیقدر تفصیل چاہتا ہے اسلیے ہم چوتھے نمبر سے اسکو شروع کرینگے تاکہ کسی قدر یکجائی بحث سے ہمارے ناظرین کو لطف آئے۔

(باقی چوتھے نمبر میں)

دار الامان کا ہفتہ

ہمارے ناظرین کو عید مبارک ہو

۱۔ اعلیٰ حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مع اہل بیت بخیریت ہیں۔ بارش کی وجہ سے عید کی نماز مسجد اقصیٰ اور مسجد مبارک دونوں جگہ ہوئی۔ مسجد مبارک میں مولانا مولوی عبد الکریم صاحب نے اور مسجد اقصیٰ میں حضرت حکیم الامۃ نے پڑھائی اس تقریب پر لاہور۔ کپورتھلہ۔ بٹالہ۔ امرتسر۔ وغیرہ مقامات سے اکثر احباب آئے۔

۲۔ ناظرین الحکم کو بذریعہ الحکم مدرسہ کے لیے **عید فنڈ** اور قربانی کی کھالوں کی طرف توجہ دلائی جاچکی ہے امید کیجاتی ہے کہ ہر جگہ کی احمدی جماعتیں سرگرمی کے ساتھ اس خدمت کو سرانجام دینگی۔

۳۔ اکثر احباب مقدمہ گورداسپور کے متعلق دریافت کرتے ہیں عام اطلاع کے لیے لکھا جاتا ہے کہ گورداسپور میں ایڈیٹر الحکم بنام مولوی کرم الدین و مولوی فقیر محمد ایڈیٹر سراج الاخبار جہلم کی پیشی ۲۴ر فروری سنہ ۱۹۰۳ء تھی۔ اور مقدمہ حکیم فضل الدین صاحب بنام مولوی کرم الدین ۷ر مارچ سنہ ۱۹۰۳ء تھی لیکن ان دونو تاریخوں پر کوئی کارروائی عدالت کی نہیں ہوئی جسکی وجہ یہ ہے کہ مولوی کرم الدین نے عدالت العالیہ چیف کورٹ میں ایک درخواست اس مضمون کی دی ہے کہ یہ مقدمات گورداسپور سے منتقل کیئے جاویں۔ اس لیے گورداسپور میں فی الحال تا فیصلہ عدالت العالیہ چیف کورٹ کوئی کارروائی نہ ہوگی۔ سردست ۲۵ر مارچ سنہ ۱۹۰۳ء دونوں مقدمات کے لیے مقرر ہے۔

۴۔ مقدمہ جہلم میں ۱۴ر مارچ سنہ ۱۹۰۳ء کو حکیم فضل الدین صاحب اور مولوی محمد علی صاحب ایم اے پلیڈر تشریف لے گئے ہیں تاریخ پیشی ۱۶ر مارچ سنہ ۱۹۰۳ء ہے یہ وہ مقدمہ ہے جس میں جھوٹ کی نجاست پر منہ مارنے والوں نے لکھا تھا کہ حضرۃ اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے نام وارنٹ جاری ہوا ہے۔ اور ۲۱ر فروری کو تعمیل ہوئی ہے۔ اور جس جھوٹ سے انھوں نے باوجود وعید لعنۃ اللہ علی الکٰذبین کچھ بھی نفرت نہیں کی تھی۔

۵۔ بیعت کا سلسلہ دن بدن بڑھ رہا ہے اور کل اسماء کا اندراج الحکم کی طاقت سے باہر ہوگیا ہے۔ اس لیے آیندہ ہم کسی خاص تذکرہ کے سوا عام سلسلہ اندراج اسماء کی سردست گنجایش نہیں پاتے۔

چونکہ ایک رجسٹر از سر نو مرتب ہو رہا ہے ہر ایک بیعت کنندہ کو بہت جلد اپنے نام اور پتہ سے اطلاع دینی چاہیے۔

یاددہانی

مارچ گذشتہ میں جو اعلان چندہ لنگر خانہ کے متعلق شائع ہوا تھا اسکا سال ختم ہوگیا ہے اگر کسیکے ذمہ کچھ بقایا ہو تو جلد بھیجدیا جاوے۔

واقعات عالم پر نظر

مسلمانوں اور عیسائیوں کی تعداد کا سوال۔

لندن کے اخبار سپیکٹیٹر میں ہندوستان کے مسلمانوں اور عیسائیوں کی تعداد کے متعلق ایک دلچسپ بحث میں ظاہر کیا گیا ہے کہ مردم شماری کی رپورٹ کے روسے سنہ ۱۸۹۱ء تک ہندوستانی مسلمانوں کی تعداد پانچ کروڑ تہتر لاکھ اکیس ہزار سے ۶ کروڑ چھبیس لاکھ اٹھاون ہزار تک پہنچ گئی ہے۔ اور عام ہندؤوں کی تعداد میں پونے چھ لاکھ کی کمی عمل میں آئی ہے۔ عیسائی سنہ ۱۸۹۱ء میں ۲۲ لاکھ چوراسی ہزار اور سنہ ۱۹۰۱ء میں ۲۹ لاکھ ۲۳ ہزار تھے۔ ان اعداد کے دینے کے بعد راقم مضمون اس نتیجہ پر پہونچا ہے کہ

"گو مشنری لوگ روپیہ اور وقت اور محنت صرف کرتے ہیں کہ ہندوستانیوں کو عیسائی بنائیں مگر انھیں ابھی تک کامیابی نہیں ہوئی کیونکہ گذشتہ دس سال میں ہندوستان کے مسلمان قریب سوا کروڑ کے بڑھ گئے ہیں جو یہاں کے کل عیسائی آبادی کے چوگنے سے بھی زیادہ ہیں۔"

اس سے صاف پایا جاتا ہے کہ عیسائیت کی اشاعت صرف روپیہ۔ وقت اور محنت کا نتیجہ ہے نہ دینی خوبیوں اور کمالات کے باعث اور یہی وجہ ہے کہ وہ ناکام ہے۔

خون مسیح کی برکت

ائیرلینڈ رومن کیتھولک عیسائیوں نے ایک سوسائٹی ایک صدی سے قائم کی ہوئی ہے جس کا نام ہے کرسچن برادرس اور اس سوسائٹی کے مقاصد میں سے یہ ہے کہ یتیموں اور بیکسوں کو خاص پیشوں کی عملی تعلیم دیجاوے۔ اسوقت یہ سوسائٹی ایک ٹریننگ کالج بنانا چاہتی ہے روم کے پوپ صاحب کی برکت مانگ کر اس سوسائٹی نے بذریعہ قماربازی اس کالج کے لیے سرمایہ جمع کرنیکی تجویز کی ہے۔ چٹھی ڈالنے کے لیے کئی انعام رکھے گئے ہیں۔ پہلے انعام والے کو پوپ لیو رومن کیتھولک دنیا کے نائب خدا کی تصویر انعام ملیگی۔ خون مسیح کی کرامات کیا کچھ کم ہیں

کوئی کتاب بیان نہیں کر سکتی۔ صفات الٰہی ہی کا نہایت بالشان مسئلہ ہے جس کے بیان کرنے سے دوسرے مذہب عاری اور تہیدست ثابت ہوتے ہیں قرآن شریف اللہ تعالےٰ کو کیسے بیان کرتا ہے۔

اللہ کیا ہے؟ الرب۔ الرحمٰن۔ الرحیم المالک۔ یہ چار صفات ام الصفات ہیں ان صفات اربعہ کے نشان والا خدا اسلام کا قرآن کا۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا خدا ہے یعنی پالنے والا۔ بن مانگے دینے والا۔ اپنے پرستاروں اور بندوں کی محنتوں کو ضائع نہ کرنے والا۔ اور پھر ان کے افعال اور اعمال پر اپنی ہیبت و جبروت کا پرتو ڈالنے والا۔ یہ ایسے نشان الٰہی ہیں جو **الست بربکم** کہنے کے ساتھ ہی انسان کی فطرت میں بالطبع نقش ہو چکے ہیں + پس جیسے ایک بچہ خواہ وہ کتنے ہی دنوں سے اپنے باپ سے الگ ہو گیا ہو ہزاروں لاکھوں انسان اسکے آگے آویں وہ کبھی غیر کیطرف ہاتھ پھیلا کر دوڑ نہیں سکتا۔ لیکن جب اسکا باپ سامنے آویگا تو وہ اس کی طرف بے اختیار ہو کر دوڑیگا۔ اسی طرح اللہ تعالےٰ کے سچے پرستار اپنے مولا کو لاکھوں لاکھ مذاہب کے پیش کردہ خداؤں میں بھی شناخت کر لیتا ہے۔ پس جبکہ فطرت میں ہی حقیقی خدا کا نقش موجود ہے اور حقیقی مذہب اسی کا آئینہ ہوتا ہے تو پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ حقیقی مذہب تاریکی یا حیرانی کے پردہ میں پڑا رہے۔ یہ ایک معیار ہے جو اسلام نے پیش کیا ہے۔ اب اس سے تم عیسائی اور آریہ مذہب کی حقیقت کو خوب پرکھ سکتے ہو۔ پھر ایک اور بات بھی قابل غور ہے۔ درخت اپنے پھلوں سے پہچانا جاتا ہے۔ مذہب کی غرض و غایت خدا شناسی اور خدا شناسی کی کے ذریعے جو اطمینان اور سکینت اور ایک وابستگی کا عطا ہوتا ہے حقیقی اور خدا نما مذہب کا پیرو مذہب کی پیروی کے سچے برکات بینی پاتا جو مذہب کا منشا ہونے چاہییں تو پھر اسے یاد رکھنا چاہیے کہ ع

ایں رہ کہ تو میروی بہ ترکستان است

کا معاملہ ہے + اس وقت مذاہب کا دنگل ہے لیکن بجز **اسلام** کے آپ کسی مذہب کے ماننے والے کیطرف سے یہ آواز نہ سنیں گے کہ وہ اپنی برکات اور ثمرات اور تاثیرات کا زندہ نمونہ رکھتے ہیں + اور یہی اسکی حقانیت اور صداقت کا ثبوت ہے۔ چنانچہ خدا تعالےٰ کے برگزیدہ مہدی و مسیح حضرت مرزا **غلام احمد قادیانی** علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پکار کر کہا کہ اشعار

ہر طرف فکر کو دوڑا کے تھکایا ہم نے
کوئی دیں دین محمد سا نہ پایا ہم نے
کوئی مذہب نہیں ایسا کہ نشان دکھلاوے
یہ ثمر باغ محمد سے ہی کھایا ہم نے
ہم نے اسلام کو خود تجربہ کر کے دیکھا
نور ہے نور اٹھو دیکھو سنایا ہم نے

غرض مذہب کی شناخت کا یہ معیار صحیح ہے اور اس معیار پر آپ کو معلوم ہوگا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو جو نور اللہ تعالیٰ نے عطا کیا ہے یعنی قرآن شریف وہ ایک **عرفانی نور** ہے جس کی برکات اور تاثیرات کا زندہ نمونہ اس وقت بھی موجود ہے جس پر چلکر اس نے کہا۔ شعر

آن خدائے کہ از و خلق و جہاں بیخبر اند
بر من آں جلوہ نمود است گر اہلی بپذیر

پس اس **خدا نما وجود** کی صحبت میں رہ کر دیکھو کہ وہ **خدا دکھا دیتا ہے۔** اللہ تعالےٰ ہم سب کو شکر کی توفیق دے جنہوں نے اسکو پایا ہے واخر دعوٰنا

ان الحمد للہ رب العلمین

احمدی قوم کو تازہ خوشخبری

مڈل سکول کا نتیجہ نکل آیا۔ اور خدا کا شکر ہے کہ مدرسہ تعلیم الاسلام کے شریک ہونیوالے طالب علم کل پاس ہو گئے یہ نتیجہ مدرسہ کی تعلیمی حالت کے قابل اطمینان ہونے کے لیے کافی ہے۔ اور جیسا کہ رپورٹ مدرسہ سے معلوم ہوگا مدرسہ نے بحیثیت مجموعی جسقدر ترقی کی ہے وہ قوم کے لیے ایک مسرت افزا بات ہے اس خوشی میں ۱۶ مارچ کو مدرسہ میں تعطیل ہوئی۔ اگرچہ ہم ان ساری ترقیوں اور کامیابیوں کی جڑ اللہ تعالیٰ کا فضل اور اسکے برگزیدہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعائیں ہیں۔ لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ خلق اسباب سے ہی کام لیتا ہے اسلیے ہم الزام ناسپاسی کے ملزم ہونگے اگر تعلیم الاسلام کالج کے پرنسپل جناب مولوی شیر علی صاحب بی اے اور ہیڈ ماسٹر جناب مفتی محمد صادق صاحب کی محنت اور مستعدی کے لیے انکے شکرگزار نہ ہوں خدا تعالےٰ انکی شبانہ روز محنتوں کے لیے جو وہ محض خدا کے لیے اس قومی انسٹیٹیوشن کی کر رہے ہیں خود جزا ہو۔ باقی تفصیل آیندہ۔

دوسری خوشخبری اپنی قوم کو ہم یہ سنانی چاہتے ہیں کہ آخر تفسیر القرآن کا پہلا نمبر خدا کے فضل سے شائع ہو گیا ہے۔ جو خریداروں کی خدمت میں اسی نمبر کے ہمراہ روانہ کیا جاتا ہے۔ پہلے نمبر کے مضامین کی فہرست ذیل میں آپ معائنہ کریں گے۔ سالانہ قیمت تین روپے ہوگی۔ دوسرے جزو کے اوراق بھی اسوقت تک جسقدر طیار ہو چکے ہیں اشاعت سے آگے روانہ کیے جاتے ہیں۔ ضرورت ہے کہ اسکی اشاعت کی طرف توجہ ہو۔

فہرست مضامین

نمبر اول

۱۲ مارچ کی سیر کے وقت فرمایا کہ میں نے آج صبح خواب میں دیکھا کہ ایک شخص میری جماعت کا گھوڑے سے گر پڑا ہے میں اسکی تعبیر میں فکر کرتا تھا کہ ندا اسی غنودگی کے

بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ یہ قمار بازی ہے؟ ہم کہتے ہیں اسمیں تو شک نہیں کہ قمار بازی کا ہے مگر دراصل مسیح کی صلیب **کے ساتھ ہی یہ لاٹری کا سلسلہ بھی جاری ہوگیا تھا جب خود خدا صاحب کی پوشاک بذریعہ لاٹری تقسیم ہوئی تو نائب خدا کی تصویر پر لاٹری پڑگئی تو کیا تعجب!**

حج کے متعلق فرنچ زبان کی قاموس تجارۃ بحری سنہ ۱۸۶۰ء میں درج ہے کہ نہر سویز کے افتتاح اور کیپ کو لونی کا راستہ معلوم ہونے سے پہلے مشرق و مغرب کی تجارۃ ایکطرح سے حاجیوں کے ہی ہاتھ میں تھی حجاج کا قافلہ مشرق الاقصی سے چلکر ہر ملک و دیار میں تبادلہ اور بیع و شرا کرتا اور ہر شہر سے نئے حاجی ملاتا ہوا مصر تک آیا کرتا تھا اور یہاں یورپین تاجروں سے امتعہ تجارت بدلکر واپس لوٹا کرتا تھا اور دیگر فوائد کے علاوہ اس ایک فائدہ کی بدولت ہر سال کروڑ ہا روپیہ کا اضافہ مسلمانوں کی دولت میں ہوتا رہتا تھا۔

اسی حج کے متعلق اخبار وطن میں ایک عجیب خبر شائع ہوئی ہے وہ لکھتا ہے کہ عجب شان ایزدی ہے کہ عیسائی حکومتیں تو اپنی مسلمان رعایا کے لیے حتی الوسع آسانیاں پیدا کر رہے ہیں اور اسلامی حکومتیں اور علماء مذہب طرح طرح کی رکاوٹیں حج کے راستہ میں ڈال رہے ہیں حاجیوں کے لیے قرنطینہ دنیا میں سب سے اول اسلامی سلطنت مراکو نے منظور کیا ہے حج کی مخالفت کا فتوی وبا کے بہانہ سے سب سے پہلے ایک اسلامی ملک الجزائر کے علماء نے دیا۔ قطعی ممانعت کی تو ایک مسلمان مجتہد نے کی - سوڈانی مہدی نے آیات حج کو بالکل منسوخ قرار دیدیا تھا اور قطعی بندش کرنے کے معنی رکھنے والی ہدایات بھی اب ایک اسلامی حکومۃ (مصر) نے نافذ کی ہیں تمام اخبارات نے مخالفہ کی کل رعایا نے اعتراض کیا مگر کسیکی شنوائی نہیں ہوئی۔

ہمعصر مذکور تعجب کے ساتھ اس خبر کو شائع کرتا ہے مگر ہم اسکے تعجب کو دور کرنا چاہتے ہیں غالباً اسے معلوم ہوگا کہ مسیح موعود کے بعثت کی علامات میں سے ایک بندش حج بھی ہے اور یہ مختلف اسباب اور وجوہات سے پوری ہوگئی ہے - جب کہ مسیح موعود دنیا میں آگیا ہے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی اپنے رنگ میں پوری ہو کر رہنے والی تھی سو ہوگئی جسکی آنکھیں دیکھنے کی ہوں دیکھے اور جس کے کان سننے کے ہوں وہ سنے۔

شام میں ایک تورات کا نسخہ دستیاب ہوا ہے جو ولادت مسیح سے ۲۵۰ برس پیشتر کا لکھا ہوا بتایا جاتا ہے۔

خدا نما مذہب

حضرت مولانا مولوی عبدالکریم صاحب کے ایک خطبہ کا ماحصل۔

جس قدر مذاہب دنیا میں ہیں انکی اصلی غرض اور غایت یہ ہے یا کم از کم ہونی چاہیے کہ وہ **حقیقی خدا** کی شناخت کا ذریعہ ہوں مذہب کا لفظ ہی اپنے معنوں کے لحاظ سے ایک راہ کو ظاہر کرتا ہے اور اس راہ سے مراد وہ راہ ہے جس پر چلکر انسان اللہ تعالے تک پہونچ سکے حقیقی اور صحیح مذہب یا منجانب اللہ وہی مذہب ہو سکتا ہے جو آئینہ کیطرح صاف اور شفاف ہو تا کہ خدا تعالے کو اس میں دیکھ سکیں اور ٹھیک اور درست دیکھ لیں - اور اگر کوئی مذہب اللہ تعالے کو نہیں دکھا سکتا یا بہمہ صفات کاملہ موصوف اور تمام نقائص سے منزہ اور مبرا نہیں دکھا سکتا اسکو ہم خدا کیطرف سے تسلیم نہیں کر سکتے + مذہب کی شناخت کا موٹا معیار میں یہی پیش کرتا ہوں کہ وہ مذہب **آئینہ خدا نما ہو** بہت سے لوگ اس دنیا میں موجود ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ مذہب کا معاملہ بہت ہی مشکل ہے اور سچے مذہب کا پتہ لگانا محال بلکہ ناممکن ہے مگر میں اسکے ساتھ اتفاق نہیں کر سکتا + میری رائے میں **مذہب حق نما** میں تاریکی اور ظلمت ہوتی ہی نہیں جو اسے مخفی کر سکے - اور جبکہ انسان کی اصل غرض اور اسکی پیدائش کی علت غائی یہ ہے کہ وہ اللہ تعالے کی عبادت کرے اور اسی لیئے خدا نے اسکو پیدا کیا ہے؟ تو پھر یہ ناممکن ہے کہ اس میں ایسے قوی - فہم - اور بصیرت نہ ہو جس سے وہ اپنے مولا و مالک کو پہچان سکے! پس مذہب کے معاملہ کو گورکھ دھندا یا کوئی چیستان بنا دینا اس غرض کے منافی اور مخالف ہے اور یہ نہیں ہو سکتا۔

مذہب کا معاملہ صاف ہے **قد تبین الرشد من الغی** اسکی شان ہے لیکن انسان خود غور نہیں کرتا اللہ تعالے کے عطا کردہ قوی سے پورا کام نہیں لیتا جس سے وہ قوتیں بیکار ہو جاتیں اور مر جاتی ہیں - پھر چونکہ اسے نیکی بدی میں تمیز نہیں رہتی اس لیئے اپنی نادانی اور جہالت کو مذہب کی مشکلات پر محمول کرتا ہے غرض **مذہب حق نما** وہ مذہب ہونا چاہیئے جس پر چلکر انسان اللہ تعالے تک پہونچ سکے - اسوقت دنیا کے میدان میں سیکڑوں مذاہب کا دنگل ہے ہر ایک بجائے خود اس امر کا مدعی ہے کہ ہمارا مذہب حق پر ہے یا حق سے ہے - عیسائی کہتے ہیں کہ ہمارا مذہب خدا کیطرف سے ہے آریہ کہتے ہیں ہم حق پر ہیں مسلمان کہتے ہیں ہم ہیں الغرض ہر ایک اپنے مذہب کیطرف لوگوں کو دعوت دیتا اور بلاتا ہے - اب اس قدر شور و شغب میں جبکہ مذاہب مختلفہ کا ایک طوفان بپا ہے - دیکھنا ضروری ہے کہ کونسا مذہب ایسا مذہب ہے جو مذہب کہلانے کا مستحق ہے - قرآن شریف نے ایک لفظ اس تحقیق کے لیے فرمایا ہے ہم اسی پر سارے مذاہب کو پرکھ سکتے ہیں اور وہ ہے **الحمد للہ** یعنی ہر قسم کی حمد و ستائش جو کسی انسانی عقل اور دماغ سے نکل سکتی ہے اور تمام محامد اور صفات حسنہ جو کسی کے وہم و گمان اور فکر میں آسکتی ہیں ان سب کا مستحق اصلی **اللہ** ہی ہے - اور **اللہ** وہ ہے جو تمام صفات حمیدہ سے موصوف اور تمام نقائص سے بری ہے۔

یہ ایک ہی لفظ بتاتا ہے کہ وہ ایسی عظیم الشان ہستی ہے جس کے لیے تمام محامد اور ستائش زیبا ہے - اب اسی ایک لفظ سے سارے مذاہب کا فیصلہ ہو سکتا ہے + تم کوئی صفت اسکی تجویز کرو مثلاً کہو کہ ارادہ کرنے والا باطن در باطن جاننے والا - قدرت والا جبروت و عظمت والا الغرض کوئی صفت تجویز کرو کوئی خوبی پیش کرو - وہ وہی نقشہ ہوگا جو قرآن شریف اللہ تعالے کا کھینچتا ہے۔

خدا ہے اور ایک ہے اسکا دعوی ممکن ہے کہ آپ بہت سے مذاہب میں سنیں - لیکن وہ کیسا ہے؟ یہ ایک مسئلہ ہے جسکو قرآن کے سوا دوسرے

بٹھایا ہے دلوں میں ان وحشیوں کے — کہ اسلام میں فرض ہے قتل و غارت
ہر اک دوڑتا ہے چلتا ہو رہنیں — بتاؤ کس طرح پائیں شہادت
گورنمنٹ میں پمفلٹ اسنے بھیجا — ہزار دیں جسکی ہوئی ہے اشاعت
کہ مہدی موعود میں ہوں ولیکن — میں ہوں اس جو ماحی قتل و غارت
دلائل یہ ہیں میرے مقابل ہو کوئی — ہے اسلام کی جس میں زندہ صداقت
بنے مرد میداں دکھاتا ہے جس میں — چلاؤ کوئی داؤ گر ہے مہارت
براہین ہیں جینا حق ہے میرا — میرے ساتھ ہے حق کی تائید و نصرت
جماعت کے دلمیں جمایا یہی ہے — گورنمنٹ کی ان کی ہے یہ خدمت
کہ ہو خیر خواہ گورنمنٹ دلسے — وفادار سرکار ہو یہ جماعت
وہ اخلاق کی ہوں نمونہ جہاں میں — بنیں نیکدل نیکخو نیک طینت
نہ لیں کسی چیز کو یہ ہیں — نہ لیں کسی چیز پر انکی نیت
خیانت سے جسکو جہاں میں ہمیشہ — کریں جبت اکو دیانت امانت
تواضع سے گردن فرما رہیں کہیں — نہ انکو کہلائیں چشم رعونت
یہ دیں مال و جان اپنا راہ خدا میں — بیاہر کریں دل سے سب بخل و خست
سمجھیں بیگانہ شیر مادر — نہ بالائی کھائیں کہیں یہ عادت
وہ آقا کے ہوں اپنے وفادار نوکر — کریں صدق نیت سے انکی اطاعت

عمل کرکے دکھلائے گر آپ ثاقب
تو لاریب پائے وہ اعلیٰ لیاقت

مندرجہ بالا قصیدہ ہمارے مکرم دوست جناب مولوی **محمد نواب خان** صاحب **ثاقب احمدی** جاگیردار ریاست مالیر کوٹلہ نے جناب ولیعہد صاحب بہادر ریاست مذکورہ کے عطائے اختیارات کے جلسہ کی تقریب پر دربار میں پڑھا تھا۔ ہمیں کچھ شک نہیں کہ ثاقب صاحب نے عجیب و غریب پیرایہ میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کیا ہے اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کی تبلیغ بھی کی ہے۔ امید کیجاتی ہے کہ کم از کم جناب نواب صاحب بہادر مالیر کوٹلہ کو احمدی جماعت کے عقائد اور تعلیم کا کسی حد تک اس قصیدہ کے پڑھنے سے پتہ لگ گیا ہوگا۔ اسی غرض سے اسکو طبع بھی کیا گیا ہے کہ جن لوگوں کو سننے کا موقع نہ ملا ہو وہ اب پڑھ کر فائدہ اٹھائیں۔ ایڈیٹر

ضروری گذارش

ہم بار بار اخبار کے ذریعہ اپنے باقیدار وں سے تقاضا کرنا مناسب نہیں سمجھتے۔ اس لیے ہم امید کرتے ہیں کہ وہ ہماری ضرورتوں کو ملحوظ رکھکر یا تو خود ہی جس قدر بقایا ان کے ذمہ ہو ارسال کریں اور یا ہمارے بھیجے ہوئے وی پی پیکٹ کے وصول کرنے کے لیے ہر وقت طیار رہیں۔ اور ہمارے خوش معاملہ خریدار پیشگی ارسال کرنے میں توقف نہ فرمائیں کیونکہ پہلی سہ ماہی میں سے بھی اب تو تیرہ ہی دن باقی رہ گئے ہیں۔ خاکسار مینیجر الحکم قادیان

رسالہ سناتن دھرم

چونکہ اس رسالہ میں انصاف کی رو سے کسیقدر سناتن دھرم کی مدد ہے اس لیے اسکا نام

سناتن دھرم

رکھا گیا

تصنیف لطیف حضرت اقدس امام آخر الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

نیوگ

اگرچہ میں نے کتاب **نسیم دعوت** نیوگ کے بارہ میں جہانتک مناسب تھا کچھ ذکر کیا ہے۔ اور میں جانتا ہوں کہ وہ طالب حق کے لیے بہت مفید اور کافی ہے۔ لیکن میں نے بعض لوگوں کی زبانی سنا ہے کہ **پنڈت رام بھجدت** صاحب پریزیڈنٹ آریہ پرتی ندھی سبھا پنجاب آریہ سماج کے جلسہ قادیان میں میری کتاب نسیم دعوت پہونچنے کے بعد اپنی آخری تقریر میں میرا ذکر کرکے فرماتے تھے کہ اگر وہ مجھ سے اسبارہ میں گفتگو کرتے تو جو کچھ نیوگ کرانے کے فائدے ہیں میں سب انکے پاس بیان کرتا۔ لہذا باادب گذارش ہے کہ میں نے جسقدر انسانی غیرت اور انسانی پاک کانشنس کا تقاضا ہے وہ نیک نیتی سے اپنی کتاب نسیم دعوت میں بیان کیا ہے۔ میری غرض اس سے کوئی بحث مباحثہ نہیں تھا صرف ہمدردی کی راہ سے ایک نصیحت تھی۔ اور میں اسبات میں اکیلا نہیں ہزارہا **شریف ہندو** اور **شریف خالصہ** مذہب کے پابند سکھ اسبات کو ہرگز جائز نہیں سمجھتے کہ ایک خاوند والی اور خاندان والی عورت محض اولاد کی لالچ سے دوسرے سے منہ کالا کراوے اور خاوند زندہ موجود ہو۔

رہے **نیوگ کے فائدے** اور غالباً پنڈت صاحب کا فوائد سے مطلب نیوگ کی اولاد ہوگی کہ **مفت میں گیارہ لڑکے** پیدا ہو جاتے ہیں اور اسطرح اولاد بڑھتی ہے لیکن پنڈت صاحب ناراض نہ ہوں ایسی اولاد تو شریف آدمی کے لیے ایک ماتم ہے اور ملنے فخر میرے نزدیک ایک پاکدامن عورۃ اگر تمام عمر بے اولاد رہے تو بے اولاد مرنا اس سے بہتر ہے کہ **غیر سے ہم بستر ہوکر** ایسی اولاد حاصل کرے کہ عند العقل ناجائز اولاد کہلاوے اور اگر سچائی کچھ چیز ہے تو پھر کیا وجہ کہ بچوں کو اس بدقسمت **دیوث** کی اولاد سمجھی جائے جسکے نطفے سے وہ بچے نہیں ہیں بلکہ وہ تو ان لوگوں کی اولاد ہیں جسکا وہ نطفہ ہیں۔ کاش اگر ایسی عورۃ ایسی اولاد حاصل کرنے سے پہلے ہی مر جائے تو بہتر کر پنڈت **رام بھجدت** صاحب کو اس قابل شرم نیوگ کے مسئلہ میں بہت ضد نہیں کرنی چاہیے بلکہ چونکہ یہ مسئلہ انسانی **حیا** کے مخالف ہے اسلیے مناسب ہے کہ اس مسئلہ کو آریہ سماج کے مسائل میں سے کاٹ دیا جائے۔ اور عام اشتہار دیا جائے کہ دیانند نے ابوجہ مجردانہ زندگی اور نہ محسوس کرنے اس غیرت کے جو خانہ داری کی حالت میں ہر ایک شریف مرد کو اپنی بیوی کی نسبت ہوتی ہے سخت غلطی کھائی۔ اس لیے آریہ سماج اپنے اصولوں سے اسکو خارج کرتا ہے اور اسپر بہت سے دستخط ہو جانے چاہییں تا پھر کسی معترض کو دم مارنے کی جگہ نہ رہے۔ ورنہ یاد رکھیں کہ **نیوگ** کا اصول ان کے مذہب کیلیے ایک ننگ ہے۔ اور میں نہیں قبول کرسکتا کہ آپ کی دھرم پتنی عورتیں نیوگ کے لیے طیار ہو جائیں گی بلکہ مجھکو تو یہ اندیشہ ہے کہ اسپر زور دینے سے کوئی عورت زہر کھاکر مر نہ جائے ✽

ایضاً جان اور نو ہوا جو ہوا اس بلا کو تو اپنی قوم میں سے جلد دفع کرو اور خواہ نہ خواہ اسکو دین کے ذمہ مت لگاؤ۔ یہ امید مت رکھو کہ آریہ ورت کے شریف مرد اور شریف عورتیں اسکو قبول کرلیںگے بلکہ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ ہندو مذہب میں متبنی کی رسم نیوگ کی وجہ سے ہی پیدا ہوئی ہے یعنی جب شریف مردوں اور شریف عورتوں نے دیکھا کہ یہ ناپاک رسم ہے تو اسجگہ متبنی پکڑنے کی رسم جاری کر دی۔ اور مردوں کی شرافت نے نہ چاہا کہ اس قابل شرم طریق یعنی نیوگ پر اپنی عورتوں کا عملدرآمد کرادیں۔ اس لیے انھوں نے اسبات کو پسند کرلیا کہ متبنی کرلیں۔ اور اگرچہ متبنی کرنا بھی ایک بناوٹ ہے۔ مگر تاہم اس بے حیائی اور ناپاک رسم سے تو ہزار ہا درجہ بہتر ہے۔ یہ کیا ناپاک طریق ہے کہ اگر کسی چوڑھے یا چمار کو بھی کہا جائے کہ اپنی عورتوں سے ایسا کراوے تو وہ

✽ نوٹ آریہ ورت کی عورتوں کو ابتک اپنے خاوندوں سے ایسا سچا تعلق رہا ہے کہ وہ انکے لیے ستی ہوتی رہی ہیں لیکن ایسی عورت کہ خاوند سر پر موجود ہو اور وہ دوسرے سے ہم بستر ہوتی پھرتی ہے کیونکر ایسی محبت خاوند سے رکھ سکتی ہے۔ منہ

اور اناوی ہیں۔

دوسرا یہ قابل شرم طریق جسکا نام **نیوگ** ہے - سو یہ اعتراض وید پر نہیں بلکہ پنڈت دیانند پر ہے جس نے ایسا مذہب شائع کیا۔
ہماری جماعت خبردار رہے کہ خواہ نخواہ احتیاط سے بڑھ کر کوئی بات منہ سے نہ نکالے

یہ درست ہے کہ آریہ سماجیوں میں تیز زبان بہت لوگ ہیں جو اعتراض کرتے وقت یہ نہیں دیکھتے کہ کہاں تک ہمیں اس اعتراض کے بارہ میں تحقیق ہے بلکہ جو کچھ مونہہ میں آیا کہہ دیتے ہیں غرض تو ہنسی ٹھٹھا ہے نہ تحقیق - بعض سرسری نظر سے خدا کی کتاب کو دیکھکر بغیر اس کے جو پوری سمجھ سے کام لیں فی الفور اعتراض کر دیتے ہیں - خدا کی کلام میں کئی جگہ استعارہ ہوتا ہے کئی جگہ مجازہ ہوتا ہے اور کئی جگہ حقیقت کا دکھلانا مقصود ہوتا ہے پس جب پورا علم نہو اور اس کے ساتھ اپنا دل صاف نہ ہو تو اعتراض کرنا جہالت ہے خدا کے کلام کے صحیح معنے سمجھنے والے وہ لوگ ہوتے ہیں جو خدا سے ملتے ہیں ایک شخص سراپا دنیا کی پلیدی میں غرق آنکھیں اندھی اور دل ناپاک ہو وہ اس حالت میں خدا کے کلام پر کیا اعتراض کرے گا اول چاہیے کہ اپنے دل کو پاک بناوے نفسانی جذبات سے اپنے تئیں الگ کرے پھر اعتراض کرے مثلاً قرآن شریف میں لکھا ہے مَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى یعنی جو اس جہان میں اندھا ہے وہ دوسرے جہان میں بھی اندھا ہی ہوگا - اب ایک ایسا معترض جسکو خدا کے کلام کا منشاء معلوم نہیں یہ اعتراض کرے گا کہ دیکھو مسلمانوں کے مذہب میں لکھا ہے کہ اندھوں کو نجات نہیں غریب اندھے کا کیا قصور ہے مگر جو تعصب دور کر کے غور سے قرآن شریف کو پڑھے گا وہ سمجھ لیگا کہ اس جگہ یہ آنکھوں سے اندھے مراد نہیں ہیں بلکہ دل کے اندھے مراد ہیں - غرض یہ ہے کہ جسکو اسی دنیا میں خدا کا درشن نہیں ہوتا ہے انہیں دوسرے جہان میں بھی درشن نہیں ہوگا اسی طرح صدہا خدا کے کلام میں مجازہ اور استعارے ہوتے ہیں - ایک نفسانی جوش والا آدمی جلدی سے اسکو جائے اعتراض بنا دے گا - میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہی سچ بات ہے کہ خدا کا کلام سمجھنے کے لیے اول دل کو ایک نفسانی جوش سے پاک بنانا چاہیے تب خدا کی طرف سے دلپر روشنی اترے گی بغیر اندرونی روشنی کے اصل حقیقت نظر نہیں آتی جیسا کہ اللہ تعالے قرآن شریف میں فرماتا ہے **لا یمسہ الا المطہرون** یعنی یہ پاک کلام ہے جبتک کوئی پاک نہ ہو جائے وہ اس کے بھیدوں تک نہیں پہونچے گا - میں جوان تھا اور اب بوڑھا ہو گیا اور اگر لوگ چاہیں تو گواہی دے سکتے ہیں کہ میں دنیاداری کے کاموں میں نہیں پڑا اور دینی شغل میں ہمیشہ میری دلچسپی رہی میں نے اس کلام کو جس کا نام **قرآن** ہے نہایت درجہ تک پاک اور روحانی حکمت سے بھرا ہوا پایا نہ وہ کسی انسان کو خدا بناتا اور نہ روحوں اور جسموں کو اس کی پیدایش سے باہر رکھکر اسکی مذمت اور نندیا کرتا ہے اور وہ برکت جس کے لیے مذہب قبول کیا جاتا ہے اسکو یہ کلام آخر انسان کے دلپر وارد کرتا ہے اور خدا کے فضل کا اسکو مالک بنا دیتا ہے پس کیونکر ہم روشنی پاکر پھر تاریکی میں آویں اور آنکھیں پاکر اندھے بنجاویں -

اور اس جگہ مجھے سچائی کی حمایت سے جو میرا فرض ہے اسقدر اور کہنا پڑتا ہے کہ سناتن دھرم والے انکی چند باتوں کو الگ کر کے آریہ سماجیوں سے ہزارہا درجہ بہتر ہیں وہ اپنے پرمیشر کی اسطرح بیحرمتی نہیں کرتے کہ ہم انادی اور غیر مخلوق ہونیکی وجہ سے اسکے برابر ہیں وہ **نیوگ** کے قابل شرم مسئلہ کو نہیں مانتے وہ اسلام پر بیہودہ اعتراض نہیں کرتے کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اسلام کی باتیں سب قوموں میں مشترک ہیں وہ اکثر ملنسار ہیں ان میں خطرناک شوخی اور تیزی نہیں ہے اور انکے مقابل پر آریہ صاحبوں کو اس خیال سے بھی خودستائی نہیں کرنی چاہیے کہ ہم مورتی پوجا نہیں کرتے اوتاروں کو نہیں مانتے کیونکہ سناتن دھرم کے جوگی جو مذہب کے اعلے مقام پر ہوتے ہیں وہ بھی مورتی پوجا سے دستکش ہوتے ہیں -

رہے **اوتار** سو اصل میں سنسکرت کی زبان میں نبیوں اور رسولوں کو اوتار کہتے ہیں جنہیں **پرمیشر کا نور اترتا ہے** سو اصل مذہب سناتن دھرم کا یہ نہیں ہے کہ اوتار کی پوجا کرنی چاہیے - ہاں انکو وہ بہت مقدس جانتے ہیں اور انکی تعظیم کرتے ہیں اور ان سے محبت رکھتے ہیں * مگر میں نے

آریہ سماج کے بعض رسالوں اور اخباروں میں دیکھا ہے کہ ان کے بعض شوخ دیدہ لوگوں نے اوتاروں سے ٹھٹھا کیا اور سوء ادب کے الفاظ کہے ہیں یہ اچھے آدمیوں کا کام نہیں - سچ یہی ہے کہ بعض **آریہ صاحبوں کی شوخی حد سے بڑھ گئی ہے** یہی شوخی اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ یہ وہ بوٹی ہے جسکی جڑ میں روحانیت کی طرف یہ قوم متوجہ نہیں - دین صرف شوخیوں اور زبان کی چالاکیوں سے حاصل نہیں ہوتا - دین تو ایک موت چاہتا ہے جسکے بعد زندہ روح دیجاتی ہے - افسوس کہ آریہ صاحبوں کے بعض زود طبع ممبروں نے جلسہ قادیان میں بغیر اس کے کہ دین کے کوچہ میں کچھ بھی دخل ہو **نقالوں** کیطرح اسلام کو گالیاں دیں * اگر اسمیں انکی نیت نیک ہوتی تو میری طرف لکھتے کہ اسلام پر ہمارا فلاں اعتراض ہے سو اگرچہ میں ایسی مجلسوں میں حاضر نہیں ہو سکتا تاہم میں انکے شبہات کا نرمی اور روشن تقریر سے جواب دیکر انکی تسلی کر دیتا مگر اب وہ جیسے قادیان میں آئے تھے ویسے ہی واپس گئے اور شوخیوں اور بدزبانیوں کا انبار سر پر لے گئے مگر میں نے کتاب **نسیم دعوت** چند روز میں تالیف کر کے انکی دعوت کر دی اگر انمیں سے ایک بھی سمجھ جائے تو مجھے اجر ملے گا -

---

* **نوٹ** ان لوگوں نے نہ صرف اسلام کی نسبت بدزبانی کی بلکہ سناتن دھرم کے مقدس اصولوں کی بھی بہت سی نندیا کی اور سناتن دھرم کے غریب ہندوؤں کا دل دکھایا یا عیسائی مذہب کی بھی اپنی عادت کے موافق ناجائز طور پر حملہ کیا حملہ کرنے کے وقت حد سے گذر جانا بھی شیطانی عادت ہے یہ تو سچ ہے کہ حضرت عیسیٰ خدا نہیں ہیں مگر وہ خدا کا ایک پیارا نبی اور رسول تو تھا اور یہ تو سچ ہے کہ **راجہ رامچندر** اور **راجہ کرشن** درحقیقت پرمیشر نہیں تھے مگر اسمیں کیا شک ہے کہ وہ **دونو بزرگ خدا رسیدہ اوتار تھے خدا کی نورانی تجلی انپر اتری تھی اسلیے وہ اوتار کہلائے** - منہ

* **نوٹ** - نیک انسانوں سے محبت کرنا ایمانداری کا فرض ہے اور سادھ سنگت کی ضروری شرط اس سے ادا ہوتی ہے اور سناتن دھرم والے صرف گذشتہ اوتاروں سے محبت نہیں کرتے

بقیہ نوٹ - بلکہ اس کلجگ کے زمانہ میں وہ ایک آخری اوتار کے بھی منتظر ہیں جو زمین کو گناہ سے پاک کر دیگا - پس کیا تعجب ہے کہ کسیوقت خدا کی نشانوں کو دیکھکر سعادتمند ہو کر خدا کے اس آسمانی سلسلہ کو قبول کر لیں کیونکہ انمیں ضد اور ہٹ دھرمی بہت ہی کم ہے - منہ

بھی مرنے مارنے کو طیار ہو جائے گا پس نہیں آریہ صاحبان پر کیوں افسوس نہ ہو کہ انھوں نے پہلے بند کر کے دیانند کی باتیں قبول کر لیں۔ آخر سناتن دھرم والے بھی قوم کی رو سے اُنکے بھائی تھے کیا قدیم سے وہ وید نہیں پڑھتے تھے پھر کیوں وہ اس بیحیائی کے طریق کو پسند نہیں کرتے۔ افسوس تو یہ ہے کہ جب خیر خواہی کی رو سے آریہ صاحبوں کو کہا جائے کہ آپ لوگ اسطریق کو چھوڑ دیں اور ایسے کام اپنی عورتوں سے نہ کراویں تو اُلٹے غصہ کرنے لگتے ہیں۔ عجیب حالت آریہ سماج والوں کی ہے کہ ان کو اس کام میں کچھ بھی شرم نہیں آتی۔ گذشتہ دنوں میں مینے چند آریوں کو اپنے مکان پر بلایا تھا انہیں سے ایک آریہ کشن سنگھ نام تھا جو بابا نانک صاحب کی پیروی سے ناراض ہو کر اب آریہ بنا ہوا ہے اور ایسے شخصکو چھوڑ کر جو روحانیت اور پاکیزگی اپنے اندر رکھتا تھا اور اپنے کرتار کی محبت سے بھرا ہوا تھا پنڈت دیانند کا ہر وقت جپ کرنا شروع کر دیا ہے اس کے ساتھ لالہ شرمپت اور لالہ ملاوا مل ساکن قادیان بھی تھے اور پنڈت سومراج سکرٹری آریہ سماج قادیان بھی ہمراہ تھے۔ اور چند سناتن دھرم کے ہندو تھے۔ تب میں نے ان لوگوں کو بہت سمجھایا کہ ایسے کام اپنی عورتوں سے کرانے مناسب نہیں۔ خاصکر اس کا ذکر میں نے تب اُس وقت سب چپ رہے اور سبکو شرم دامنگیر ہوئی مگر پنڈت سومراج بول اُٹھے کہ اس کام میں کچھ مضائقہ نہیں۔ تب سناتن دھرم والے جو موجود تھے اس بات کو سُنکر کہ اس شخص نے ایک بھری مجلس میں اپنی عورت کی نسبت ایسا ناپاک کام روا رکھا اور حیا سے کچھ کام نہ لیا سب نے بے اختیار رام رام کہنا شروع کر دیا اور باقی آریہ صاحبان اپنی چادروں میں مُنہ چھپا کر ہنسنے لگے اور غالباً اُس وقت تیس آدمی کے قریب گواہ ہوں گے جبکہ اس پنڈت نے یہ قابل شرم کلمہ اپنے مُنہ پر نکالا۔

سخت افسوس ہے کہ آریہ صاحبان یہ تو نہیں کرتے کہ اس رسم کو دور کر دیں بلکہ اُلٹے جوش میں آکر کہتے ہیں کہ کیا مسلمان متعہ نہیں کرتے یا منکو حہ عورتوں کو طلاق نہیں دیتے بہتیرا سمجھایا گیا کہ اے حضرات کجا طلاق دینا جو ضرورتوں کے وقت تمام دنیا میں جاری ہے اور کجا یہ کام کہ ایک مرد زندہ موجود اپنی عورت سے ایسا کام کراوے مگر یہ لوگ نہیں سمجھتے۔ سناتن دھرم کے لوگ کہ جو باحیا اور باغیرت لوگ ہیں وہ ندامت سے مرے جاتے ہیں کہ ناحق ان کا اور ندامت اُنکو۔ بارہا کہا گیا اگر ایک انسان جو نکاح کر کے کسی وقت عورت کو طلاق دیدیتا ہے اور یا طلاق کا وقت مقرر کر دیتا ہے کہ اتنی مدت کے بعد میں طلاق دیدوں گا جسکا نام بعض شیعہ کے نزدیک متعہ ہے۔ اس نکاح کو آپ لوگوں کے طریق سے کچھ مناسبت نہیں اور ایسا نکاح بھی جسکا وقت طلاق ٹھہرایا جائے ہمارے مذہب میں منع ہے قرآن شریف صاف اسکی ممانعت فرماتا ہے عرب کے لوگوں میں اسلام سے پہلے ایک وقت تک ایسے نکاح ہوتے تھے قرآن شریف نے منع کر دیا اور قرآن شریف کے اُترنے سے وہ حرام ہو گئے صرف بعض شیعوں کے فرقے اسکے پابند ہیں مگر وہ جاہلیت کی رسم میں گرفتار ہیں کسی دانشمند کے لیے جائز نہیں کہ اپنی غلطی کی پردہ پوشی کیلیے کسی دوسرے کی غلطی کا حوالہ دیں کیا ایک مجرم کسی دوسرے مجرم کے حوالہ سے رہائی پا سکتا ہے خدا کے کلام میں نکاح کرنے کے بارہ میں تصریح کے ساتھ ہدایت موجود ہے اسمیں ایسے نکاح کا ذکر نہیں جس میں بیان کیا جاتا ہے کہ اتنی مدت کے بعد میں طلاق دیدونگا۔ ماسوا اس کے اس صورت میں اصل اعتراض تو طلاق پر ہوا اور دنیا میں کوئی فرقہ نہیں جو طلاق کا مخالف ہو کیونکہ کسی ضرورت سے بعض وقت طلاق دینی پڑتی ہے غرض جب آریہ صاحبوں کو ایسے قابل شرم کام سے منع کیا جاتا ہے تو کھسیانے ہو کر یہی جواب دیتے ہیں کہ مسلمانوں میں بھی تو طلاق کی رسم ہے۔ اے حضرات یہ رسم کس مذہب میں نہیں۔ جب مرد و عورت میں سخت مخالفت ہو گی تو بجز طلاق اور کیا چارہ ہو گا۔ مناسب ہے کہ آپ صاحبان ایسی باتیں نہ کریں اور نیوگ کو چھوڑ دیں۔ ان باتوں سے کیا فائدہ کہ نیوگ میں بڑے بڑے فائدے اور بڑے بھید ہیں۔ اے حضرات اگر زیادہ نہیں تو طاعون کے دنوں تک ہی ایسی رسم سے دست بردار رہو ایسا نہو کہ ایسے کاموں سے اور بھی یہ بلا پھیلے۔ افسوس کہ باوجود اس رسم نیوگ کے جس سے شرمندہ ہونا چاہیے تھا آریہ صاحبوں میں بدزبانی بہت بڑھ گئی ہے بعض شریف آریہ صاحبان اس جلسہ قادیان کی تقریب پر جو ۲۸ کو ہوا مجھ سے ملے ہیں اور خود انہوں نے اقرار کیا ہے کہ اس جلسہ میں بہت سی گندہ زبانی سے کام لیا گیا ہے خاصکر ایک شخص کا اکثر آریہ صاحبوں نے ذکر کیا کہ وہ تیز اور گندہ دہن تھا۔

پس واضح ہو کہ مذہب اسبات کا نام نہیں کہ بغیر سوچے سمجھے اعتراض کر دینا اور ٹھٹھے سے جلسہ کو رونق دینا اور بہروپیوں کی طرح ہنسی کرنا اسطرح پر کوئی مذہب قائم نہیں ہو سکتا نیک انسانوں کے لیے بہتر طریق یہ ہے کہ کسی فرقہ کے شائع کردہ اصولوں پر اعتراض کریں مگر کسی قوم کی آسمانی کتاب پر اُسوقت تک اعتراض نہ کریں جبتک کہ اُنکو پوری واقفیت اور پورے دلائل سے علم نہ ہو۔ مثلاً نیوگ کا مسئلہ ہے اسمیں کچھ شک نہیں کہ باوجود خاوند کے زندہ ہونے کے اسکی عورت کا دوسرے سے ہم بستر ہونا نہ ایک دفعہ نہ دو دفعہ بلکہ بارہ تیرہ برس تک جبتک گیارہ بچے پیدا ہو جائیں انسانی کانشنس اس بیحیائی کو قبول نہیں کرتی اور ہر ایک نیک فطرت اس طریق سے دور بھاگتی ہے۔ اور درحقیقت اس سے زیادہ کوئی بیحیائی نہیں اور کوئی حیا والا آدمی اسکو پسند نہیں کرے گا کہ اپنے جیتے جی اپنی عورت کی یہ حالتیں دیکھے مگر ہماری جماعت کو جو تقوی کے لیے قائم کی گئی ہے خوب یاد رہے کہ وہ یہ نہ سمجھ لیں کہ یہ ویدکی تعلیم ہے میری رائے یہی ہے کہ یہ ویدکی ہرگز تعلیم نہیں میں خوب جانتا ہوں کہ کبھی ایک شرتی یا ایک آیت کے مبینٔ معنی ہو سکتے ہیں۔ پس ایسے موقعہ پر ایک گندہ آدمی گندے معنی کر لیتا ہے اور ایک پاک طبع آدمی پاک معنی کرتا ہے بعض آدمی اس قسم کے بھی ہوتے ہیں کہ اپنی بعض نفسانی اغراض کے لیے قوم میں بدچلنی پھیلانی چاہتے ہیں پس وہ بہانہ ڈھونڈنے کے لیے کسی ایسی کتاب میں سے جو قوم اُسکو آسمانی سمجھتی ہے کوئی شرتی یا آیت پیش کر دیتے ہیں اور اسطرح پر نادانوں کو ہلاک کر دیتے ہیں۔ پس ہماری جماعت کو چاہیے کہ اس قسم کے طریقوں سے دستکش رہیں کہ یہ طریق احتیاط اور پرہیزگاری کے برخلاف ہیں ایسی مشترک باتیں جو کم و بیش تمام قوموں میں پائی جاتی ہیں اُنکو اعتراض کے طور پر پیش کرنا سراسر جہالت یا تعصب ہے جسکو آریہ صاحبان دکھلا رہے ہیں مثلاً گلگھوریاں کرنا یا ضرورت کیوقت طلاق دینا یا اور ایسے امور جنکا اشتراک سب قوموں میں پایا جاتا ہے اُنکو بطور اعتراض پیش کرنا کسی شریف آدمی کا کام نہیں کہ یہ باتیں ہر ایک قوم میں پائی جاتی ہیں درحقیقت اعتراض کے لائق وہ باتیں ہیں۔

اور دوسری یہ کہ ارواح اور اجسام یعنی جیو اور پرکرتی خدا سے نکلے ہوئے نہیں یعنی خدا کی مخلوق نہیں بلکہ خدا کیطرح اپنے وجود کے آپ خدا ہیں

خاتمہ

میں رسالہ نسیم دعوت میں بیان کر چکا ہوں کہ ہر ایک **مذہب** تین طور سے پرکھا جاتا ہے۔

اول یہ کہ اُس نے خدا کے بارہ میں کیا لکھا ہے۔ سو افسوس ہے کہ آریہ سماج کے اصول پرمیشر کو تمام موجود چیزوں کا سرچشمہ نہیں ٹھیراتے بلکہ ہر ایک چیز کو پرمیشر کی طرح قدیم اور انادی اور خود بخود مانتے ہیں اور اعتقاد رکھتے ہیں کہ نہ تو ان چیزوں کو پرمیشر نے پیدا کیا اور نہ ان کی قوتوں کو۔ پس ظاہر ہے کہ آریہ سماج کا پرمیشر درحقیقت پرمیشر نہیں ورنہ چاہیے تھا کہ سب چیزوں کا ابتدا اُسی سے ہوتا یہ کیا ہوا کہ وہ پرمیشر تو کہلاوے اور دوسری چیزیں خود بخود ہوں جو چیز اسکی پیدائش نہیں وہ کبھی اُسکی ہوگئی اس ناجائز قبضہ کی کوئی آریہ صاحب وجہ تو بتلائے؟ جن چیزوں کو پرمیشر نے پیدا ہی نہیں کیا اُن پر حکومت کرنا محض ظلم ہے پس اگر آریہ سماج والے سناتن دھرم والوں کو مورتی پوجا کا الزام دیتے ہیں تو ان کے اس اعتقاد کی رو سے اُن پر الزام زیادہ ہے کیونکہ بُت پرست اپنے بتوں اور دیوتاؤں کو پرمیشر اور خود بخود نہیں سمجھتے صرف یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ اُن کے دیوتاؤں اور اوتاروں کو پرمیشر نے بڑی بڑی طاقتیں دے رکھی ہیں جنکی وجہ سے وہ لوگوں کی مراد پوری کرتے ہیں سو اگرچہ یہ بات غلط ہے بلکہ مرادیں دینے والا صرف ایک ہے یعنی خدا جسکو پرمیشر کہتے ہیں اور دنیا اور آخرت میں وہی شخص عزت پاتا ہے اور اسکو برکت دیجاتی ہے جو سب کو چھوڑ کر سچے دل سے اپنے خدا کا فرمانبردار ہو جاتا ہے ہر ایک وقت اُس پاک پرمیشر سے یہ آواز آتی ہے کہ **جے تو میرا ہو رہے سب جگ تیرا ہو** اور یہی ہم نے آزمایا اور ہم اسکے گواہ ہیں جو شخص اُسکی محبت میں محو ہو جاتا ہے اور اسکی آتش محبت سے جلکر ایک نیا وجود لیتا ہے پس جب وہ اس آگ میں داخل ہو جاتا ہے تو زمین آسمان کی تمام چیزیں جنکی دوسرے لوگ پرستش کرتے ہیں اسکے چاکر اور خدمتگار ہو جاتی ہیں غرض یہ تو سناتن دھرم والوں کی غلطی ہے کہ اپنی جیسی چیزوں سے مرادیں مانگتے ہیں اور وہ زندہ اور چمکتا ہوا نور جو انکے سامنے ہے اور دور نہیں ہے بلکہ خود تراشیدہ پتھروں کی نسبت بہت نزدیک ہے اس سے فائدہ نہیں اُٹھاتے مگر تاہم وہ مانتے ہیں کہ ہر ایک چیز پرمیشر سے نکلی ہے اسکے بغیر کوئی چیز خود بخود نہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہی وید کی تعلیم ہو گی جسکو سناتن دھرم والے ابتک بھولے نہیں۔ اور یہی ان رشیوں منیوں کے گرا ن شرتیوں کو دیکھنے سے جنھوں نے بنوں میں جاکر بڑی بڑی ریاضتیں کی تھیں یہ قرین قیاس معلوم ہوتا ہے کہ وید کی اصل حقیقت نہیں پر کھلی تھی۔ اس لیے وہ آریہ سماجیوں کی طرح جیو اور پرماتو کو انادی اور خود بخود خیال نہیں کرتے تھے بلکہ جیسا کہ انکی تحریروں سے ظاہر ہوتا ہے اُنکا یہی عقیدہ تھا کہ ہر ایک چیز پرمیشر سے نکلی ہے یعنی اُس کے کلمات ہیں۔ یہی مذہب اسلام کا ہے (سویا نے اکومت سورکھہ آپو اپنی) وہ لوگ آریہ صاحبان کی صرف زبان کی چالاکی پر دھرم کا مدار نہیں رکھتے تھے بلکہ ریاضت سے محنت سے جپ سے تپ سے سچے دل کے ساتھ اپنے پرمیشر کو ڈھونڈتے تھے اور بنوں میں جاکر ریاضت کشی سے بڑی بڑی محنتیں کرتے تھے اور روزوں سے اپنے بدنوں کو خشک کر دیتے تھے اور گوشہ گزینی کی حالت میں اپنے پرمیشر سے دل لگاتے تھے تب وہ نور قدیم جسکا نام مختلف زبانوں میں پرمیشر گاڈ خدا اللہ ہے ان پر ظاہر ہوتا تھا وہ ہرگز اس بات کے قائل نہ تھے کہ خدا کا الہام اور وحی وید تک ہی محدود رہی اور آگے ہمیشہ کے لیے انسان پر خدا کے ہمکلام ہونے کے دروازے بند ہو گئے اور قفل لگ گئے بلکہ خدا اُن سے باتیں کرتا تھا اور غیب کی باتیں اُن پر ظاہر ہوتی تھیں۔ سچ تو یہی ہے کہ خدا کو ڈھونڈنے والے جو اسکی راہ میں مر رہے ہیں اور اسکے لیے سب کچھ تیاگ دیتے ہیں اگر خدا اُن سے ایسی خشکی اور لاپرائی کرے اور اپنے تئیں اُن پر ظاہر نہ کرے اور چھپا رہے اور آواز تک سُنائی نہ دے تو وہ جیتے ہی مر جائیں اور دنیا میں کوئی بھی اُن جیسا بدنصیب نہ ہو کہ دنیا چھوڑی پرمیشر کے لیے مگر وہ بھی نہ ملا دونوں جہان ہاتھ سے گئے مگر کیا کوئی دوست اپنے دوست سے ایسا کر سکتا ہے ہرگز نہیں۔ مثل مشہور ہے کہ دوستی میں دوستی ہوں ایک عشق مجازی عشق میں گرفتار ہوتا ہے اور ایک مدت تک درد اور سوزش کے ساتھ دن رات اپنے معشوق کو اندر ہی اندر اپنی طرف کھینچتا ہے پس ناگاہ ایک شعلہ محبت کا بشرطیکہ یہ محبت کسی شہوت پرستی پر مبنی نہ ہو سکے معشوق کے دل پر جو ابھی غافل اور بیخبر تھا گرتا ہے تب وہ معشوق بھی اسکے درد سے حصہ لیتا ہے گویا اُس عاشق کی دن رات کی دردیں اور آہیں اُس معشوق پر سحر کا کام کرتی ہیں تب اسکا دل اسکی طرف کھینچا جاتا ہے اور نامعلوم اسباب سے اسکے دل میں یہ بات پڑ جاتی ہے کہ یہ شخص مجھ سے پیار کرتا ہے اور رفتہ رفتہ دل میں ہی پڑتا نہیں بلکہ آخر اُسکا گرفتار ہو جاتا ہے اور دل دل سے ملجاتا ہے گویا وہ دونوں ایک ہی ہو جاتے ہیں اور عجیب تر یہ کہ ایک عاشق گو ہزار پردوں میں اپنی محبت چھپاوے ضرور اُسکے معشوق کو اُس محبت کی خبر ہو جاتی ہے اور پھر دنیا بھی جو ہر ایک کے پیچھے جاسوس کی طرح لگی ہوئی ہے سمجھ جاتی ہے کہ ان دونوں کی باہم محبت ہے۔ اور پھر وہ محبت اگر درحقیقت پاک محبت ہے اور کوئی خباثت ناپاک شہوت کی اس کے اندر نہیں اُس مرتبہ تک ان دونوں وجودوں کو پہونچانا چاہتی ہے کہ ایک دوسرے کا دل باہم کھینچا جاتا ہے بغیر دیکھنے کے بے آرامی رہتی ہے اور ان کو کچھ عقل نہیں آتی کہ یہ کشش کہاں سے اور کیونکر پیدا ہو گئی آخر انکے پاک دل اسقدر ضرور چاہتے ہیں کہ ایکدوسرے سے کچھ کلام کیا کریں ایک نظر دیکھ لیں۔ کم سے کم ایک کلام کے لیے اُنکا دل تڑپتا ہے خواہ پیچھے سے مر جائیں۔ سو یہ تو مجازی عشق کا انجام ہے کہ کمال اسکا باہم کلام ہے۔ پس لعنت ہے ایسے مذہب پر جو کہ پرمیشر کے عاشق کو اسقدر بھی عزت دینے کا بھی وعدہ نہیں کرتا کہ وہ اُسکا ہمکلام ہو جائیگا جیسا کہ ایک انسان کا عاشق اپنے معشوق کا ہمکلام ہو جاتا ہے افسوس کہ یہ لوگ تو ایسا عقیدہ ہی نہیں رکھتے۔ مگر ہم قبول نہیں کر سکتے کہ وید ان کو اس مرتبہ ہمکلامی سے محروم رکھنا چاہتا ہے بلکہ یہ ان لوگوں کی اپنی غلطیاں ہیں جو وید کا قصور نہیں۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ مذہب وہی مذہب ہے جو خدا کو ملا دے اور ہمکلامی کا مزہ چکھا دے ورنہ ایک گوہ میں ہاتھ ڈالنا ہے جس میں بجز پلیدی کے اور کچھ نہیں۔

دوسرا طریق مذہب کے پرکھنے کا یہ ہے کہ سچا مذہب جیسا کہ خدا سے پیوند کراتا ہے ایسا ہی قوم میں پاکیزگی پھیلاتا ہے ہم کہتے ہیں کہ آریہ سماج خدا سے پیوند نہیں کراتا بلکہ اُن پیدائشی پیوند کا بھی انکار کرتا ہے کہ جو بوجہ مخلوق ہونے کے ہر ایک روح کا اپنے پرمیشر سے ہے

اور پاکیزگی کا نمونہ بیوگ کی تعلیم سے ظاہر ہے۔

شاباش اے ساتن دھرم کہ تونے نہ تو ہر ایک ذرہ اور ہر ایک جیو کو اپنے وجود کا انہیں کو پرمیشر سمجھا اور نہ تونے نیوگ کے گندہ کو اپنے اعتقاد میں داخل کیا۔ سو میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اگر تو اسقدر اور آگے قدم بڑھا دے جو خدا رسیدہ جوگیوں کی طرح ہو جائے جو پرمیشر کی محبت سے پُر ہوتے ہیں اور ایسا اُس سے نزدیک ہو جائے کہ مورتی پوجا کو بھی اپنے دامن سے پھینکدے تو پھر آریوں کے مقابل پر تیری ہر میدان میں فتح ہے وہ ایک راہ سے تیرے مقابل پر آئینگے اور سات راہ سے بھاگیں گے اور یہ نئی بات نہیں قدیم سے جوگیوں کا جو محبت کی آگ میں جلجاتے ہیں یہی مذہب ہے کہ بجز پرمیشر اور سب ہیچ ہے۔

نیز اطریق سچے مذہب کے پرکھنے کا یہ ہے کہ وہ کہاں تک دنیا کے گندہ سے چھڑاتا اور خدا تک پہونچاتا اور آسمانی پاکیزگی کو دکھلاتا ہے سو آریہ مذہب اس مرتبہ سے بکلی محروم ہے اس لیے ان کے حصہ میں بجز کالیوں اور بد زبانیوں اور توہین کے اور کچھ نہیں اور خود ان کا اصول نہ پرمیشر کی نسبت نیک اور نہ قومی پاکیزگی کی نسبت بہتر ہے نہ ان میں ان برکات کا کچھ حصہ ہے جو خدا رسیدہ لوگوں کو ملتی ہیں جیسا کہ سنا ہے کہ قادیان کے ساتن دھرم کے لوگ آریہ سماج کے ان دو اصولوں کے رد اور کھنڈن کے لیے جو وہ ایک پرمیشر کی کم طاقتی اور نیوگ کی نسبت رکھتے ہیں کوئی جلسہ کرنا چاہتے ہیں۔ میرے نزدیک مناسب ہے کہ دوسرے شہروں کے ساتن دھرم کے لوگ انکی مدد کریں اور اگر ہم نے موجودہ حالات کے لحاظ سے مناسب سمجھا تو ہم بھی انکی مدد سے حصہ لیں گے۔ والسلام

خاکسار میرزا غلام احمد قادیانی

ابر رحمت

میں کئی بار اس نایاب اور عجیب و غریب کتاب کا اشتہار دیا ہے مہذا اب دوبارہ درخواست کرنے والوں کی خدمت میں عرض ہے کہ زبانی اور تحریری درخواستیں تو کئی سو آ گئیں لیکن قیمتی درخواستیں ابھی تک بیندرہ سولہ آئی ہیں لیکن جب تک پیشگی قیمت کی درخواست چارسو نہ آئیں تب تک اس کتاب کی چھپائی دشوار ہے۔ سراج الحق نعمانی

خطبۂ عید اضحیٰ

سورۂ کوثر پر حضرت حکیم الامۃ کا وعظ

عید اضحی دارالامان میں ۱۱ر مارچ ۱۹۰۳ء بروز بدھ ہوئی۔ اس سے پہلی رات کو اور اسدن خوب بارش تھا دبان دارالامان میں ہوئی راستے خراب ہو گئے اسلیے نماز عید دو جگہ ادا ہوئی۔ مسجد اقصٰی میں بھی اور مسجد مبارک میں بھی۔ مسجد اقصٰی میں حسب معمول سابق نماز عید حضرت حکیم الامۃ نے پڑھائی۔ اور بعد نماز سورۂ کوثر پر خطبہ پڑھا جسے ہم ناظرین کے فائدہ کے لیے درج کرتے ہیں۔ بحول و قوتہ تعالیٰ۔

(ایڈیٹر)

اِنَّا اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ۔ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ۔ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ۔

یہ ایک سورۃ شریف ہے بہت ہی مختصر۔ لفظ اتنے کم کہ سننے والے کو کوئی ملال طوالت کا نہیں۔ یہانتک کہ ایک چھوٹا سا بچہ بھی ایک دن میں اسے یاد کرلے۔ مگر ان کے مطالب اور معانی کو دیکھیں تو حیرت انگیز۔ انکو بیان کرنے سے پہلے میں ایک ضروری بات سنانی چاہتا ہوں۔

واعظوں اور سامعین کی اقسام۔

اور وہ یہ ہے کہ جہانتک میں غور کرتا ہوں واعظوں اور سننے والوں کی دو قسم پاتا ہوں۔ ایک وہ واعظ ہیں جو دنیا کے لیے وعظ کرتے ہیں۔ دنیا کا وعظ کرنے والے بھی پھر دو قسم کے ہیں ایک وہ جو اپنے وعظ سے اپنی ذات کا فائدہ چاہتے ہیں یعنی کچھ روپیہ حاصل کرنا چاہتے ہیں اور ایک وہ لوگ ہوتے ہیں جنکی یہ غرض تو نہیں ہوتی کہ خود کوئی روپیہ حاصل کریں مگر یہ مطلب ضرور ہوتا ہے کہ سننے والوں کو ایسے طریقے اور اسباب بتائیں جن سے وہ روپیہ کما سکیں مادی ترقی کرنے والے بنیں۔ دنیا کے لیے وعظ کرنے والوں میں اس قسم کے واعظوں کی اغراض ہمیشہ مختلف ہوتی ہیں کوئی قوم کو جوش دلاتا ہے ان میں مستعدی اور ہوشیاری پیدا کرنے کے لیے تحریک کرتا ہے کہ وہ دشمن کے مقابلہ کے لیے چست و چالاک ہو جائیں کوئی امور خانہ داری کے متعلق۔ کوئی تجارت اور حرفہ کے لیے۔

مختصر یہ کہ انکی غرض انتظامی امور یا عامہ صلاح ہوتی ہے جو دوسرے الفاظ میں سیاسی یا پولیٹکل تمدنی یا سوشل اصلاح ہے۔

اور وہ لوگ جو دین کے لیے وعظ کرنے کو کھڑے ہوتے ہیں انکی بھی دو ہی حالتیں ہوتی ہیں ایک وہ جو محض اس لیے کھڑے ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کریں اور امر بالمعروف کا جو فرض انکو ملا ہے اسکو ادا کریں بنی نوع انسان کی بھلائی کا جو حکم ہے اسکی تعمیل کریں اور اپنے آپ کو اس خیر اُمۃ میں داخل ہونیکی فکر ہوتی ہے جس کا ذکر یوں فرمایا گیا ہے كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ الآیہ تم بہترین اُمۃ ہو جو لوگوں کے لیے مبعوث ہوئے ہو امر بالمعروف کرتے رہو اور نہی عن المنکر۔

اور ایک وہ ہوتے ہیں جنکی غرض دنیا کمانا بھی نہیں ہوتی مگر یہ غرض بھی نہیں ہوتی بلکہ وہ صرف حاضرین کو خوش کرنا چاہتے ہیں یا انکی واہ واہ کی خواہش کہ کیسا خوش تقریر یا مؤثر واعظ ہے۔

دینی واعظوں میں سے پہلی قسم کے واعظ بھی فتوحات ہی کا ارادہ کرتے ہیں مگر ملکی فتوحات سے انکی فتوحات نرالی ہوتی ہیں انکی فتوحات یہ ہوتی ہیں کہ برائیوں پر فتح حاصل کریں نیکی کی حکومت کو وسیع کریں۔

جیسی واعظوں کی دو قسم ہیں ایسی ہی سننے والوں کی بھی دو حالتیں ہیں۔ ایک وہ جو محض اللہ کیلیے سنتے ہیں کہ اسکو سنکر اپنی اصلاح کریں اور دوسرے جو اس لحاظ سے سنتے ہیں کہ واعظ انکا دوست ہے یا کوئی ایسا ہی تعلق رکھتا ہے یعنی واعظ کی خاطر داری سے۔ اب تم دیکھلو کہ تمہارا واعظ کیسا ہے اور تم سننے والے کیسے؟ تمہارا دل تمہارے ساتھ ہے اسکا فیصلہ تم کرلو۔ میں جس نیت اور غرض سے کھڑا ہوا ہوں وہ میں خوب جانتا ہوں اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ درد دل کے ساتھ خدا ہی کے لیے کھڑا ہوا ہوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایک تقسیم فرمائی ہے کہ واعظ یا مامور ہوتا ہے یا امیر یا متکبر امیر وہ ہوتا ہے جسکو براہ راست اس کام کے لیے مقرر کیا جاوے اور مامور وہ ہوتا ہے جسکو امیر کہے کہ تم لوگوں کو وعظ سنا دو اور متکبر وہ

جو محض ذاتی بڑائی اور نمود کے لیے کھڑا ہوتا ہو۔ پس یہ اقسام واعظوں کی ہیں۔

اب میں پھر تمہیں کہتا ہوں کہ اس بات پر غور کرو کہ تمہیں وعظ کہنے والا کیسا ہے؟ اور تم کیسا دل لیکر بیٹھے ہو۔؟ میرا دل اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ناظر ہے جو بات میری سمجھ میں مضبوط آئی ہے اُسے سنانا چاہتا ہوں اور خدا کے لیے پھر مجھے حکم ہوا ہے کہ تم مسجد میں جا کر نماز پڑھا دو اس حکم کی تعمیل کے لیے کھڑا ہوتا ہوں اور سُناتا ہوں۔

میں دنیا پرست واعظوں کا دشمن ہوں کیونکہ اُنکی اغراض محدود ان کے حوصلے چھوٹے خیالات پست ہوتے ہیں جس واعظ کی اغراض دینی ہوں وہ ایک ایسی زبردست اور مضبوط چٹان پر کھڑا ہوتا ہے کہ دنیا کا وعظ سب اس کے اندر آ جاتے ہیں کیونکہ وہ ایک امر بالمعروف کرتا ہے ہر بھلی بات کا حکم دینے والا ہوتا ہے اور ہر بری بات سے روکنے والا ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن شریف کو اللہ تعالیٰ نے مُھَیْمِن فرمایا یہ جامع کتاب ہے جس میں جیسے ایک ملٹری (فوجی) واعظ کو فتوحات کے طریقوں اور قواعد جنگ کی ہدایت ہے ویسے ہی نظام مملکت اور سیاست مدن کے اصول اعلیٰ درجہ کے بتائے گئے ہیں۔ غرض ہر رنگ اور ہر طرز کی اصلاح اور بہتری کے اصول یہ بتاتا ہے۔

پس میں قرآن کریم جیسی کتاب کا واعظ ہوں جو تمام خوبیوں کی جامع کتاب ہے اور جو سکھاتی اور تمام کامیابی کی راہوں کی بیان کرنیوالی ہے اور اسی کتاب میں سے یہ چھوٹی سی سورۃ میں نے پڑھی ہے۔

قرآن کا طرز بیان ہم اور میں

میں اس سورۃ کے مطالب بیان کرنے سے پہلے یہ بات بھی تمہارے ذہن نشین کرنا چاہتا ہوں کہ قرآن شریف کا طرز بیان دو طرح پر واقع ہوا ہے + بعض جگہ تو اللہ تعالیٰ ایک فعل کو واحد متکلم یعنی میں کے لفظ کے ساتھ بیان فرماتا ہے اور بعض جگہ جمع متکلم یعنی ہم کے ساتھ + ان دونوں الفاظ کے بیان کا یہ سر ہے کہ جہاں میں کا لفظ ہوتا ہے وہاں کسی دوسرے کا تعلق ضروری نہیں ہوتا لیکن جہاں ہم ہوتا ہے وہاں اللہ تعالیٰ کی ذات اُسکے فرشتے اور مخلوق بھی اس کام میں لگی ہوئی ہوتی ہے + پس اس بات کو یاد رکھو۔ یہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

اِنَّا اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ +

بے ریب ہم نے تجھکو دیا ہے اَلْکَوْثَر ہر ایک چیز میں بہت کچھ۔

یہاں اللہ تعالیٰ نے ہم کا لفظ استعمال فرمایا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایسا کام ہے جیسے ہمیں آپ فضل کیا ہے فرشتوں اور مخلوق کو بھی لگایا ہے۔

بہت کچھ کے معنی مختلف حالتوں میں

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہمنے بہت کچھ عطا فرمایا ہے + اب غور طلب امر یہ ہے کہ اس بہت کچھ کی کیا مقدار ہے۔؟ تم میں سے بہت سے لوگ شہروں کے رہنے والے ہیں جنہوں نے امیروں کو دیکھا ہے بہت سے دیہات کے رہنے والے ہیں جنہوں نے غریبوں کو دیکھا ہے خدا تعالیٰ نے مجھے محض اپنے فضل سے ایسا موقع دیا ہے کہ میں نے غریبوں امیروں کے علاوہ بادشاہوں کو بھی دیکھا ہے اور ان تینوں میں بہت بڑا فرق ہوتا ہے۔ انکی ہر چیز میں ہر بات میں علی قدر مراتب امتیاز ہوتا ہے۔ مثلاً ایک کسی غریب کے گھر جا کر سوال کرے تو وہ پہلے ایک روٹی کا ٹکڑا دیدیتا ہے۔ اسکی طاقت اتنی ہی ہے + لیکن جب ایک امیر کے گھر جاتا ہے اور وہ کہتا ہے کہ اسکو کچھ دیدو۔ تو اسکو کچھ سے مراد تین چار روٹیاں ہوتی ہیں اور میں نے دیکھا ہے کہ جب بادشاہ کہتا ہے کہ کچھ دیدو تو اسکے کچھ سے مراد دس بیس ہزار روپیہ ہوتا ہے۔ اس سے عجیب بات پیدا ہوتی ہے جس قدر کسی کا حوصلہ ہوتا ہے اسی کے موافق اسکی عطا ہوتی ہے۔ اب اسپر قیاس کر لو یہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہمنے بہت کچھ دیا ہے اللہ تعالیٰ کی ذات کی کبریائی اسکی عظمت وجبروت پر نگاہ کرو۔ اور پھر اسکے عطیہ کا تصور دیکھو ایک چھوٹی سی شمع سورج اسنے بنایا ہے اسکی روشنی کیسی عالمگیر ہے ایک چھوٹی سی لالٹین چاند ہے اسکی روشنی کو دیکھو کسقدر ہے۔ کنوؤں سے پانی نکالنے میں کسقدر جد و جہد کرنی پڑتی ہے مگر اللہ تعالیٰ کی عطا پر دیکھو کہ جب وہ بارش برساتا ہے تو پھر کسقدر دیتا ہے۔

غرض یہ سیدھی سادھی بات ہے اور ایک مضبوط اصل ہے جسقدر کسی کا حوصلہ ہو اسی قدر وہ دیتا ہے پس اللہ تعالیٰ کی عظمت کے لحاظ سے اب اس لفظ کے معنی پر غور کرو کہ ہم نے بہت کچھ دیا ہے خدا کا بہت کچھ وہم وگمان میں بھی نہیں آ سکتا۔ اور پھر اسکا اندازہ بھری کھوپری کا کرے یہ احمقانہ حرکت ہوگی اور یہ ایسی ہی بات ہے جیسے اس وقت کوئی کوشش کرے کہ وہ پانی کے ان قطرات کو شمار کرنے لگے جو آسمان سے برس رہے ہیں

(ایڈیٹر۔ جسوقت آپ یہ خطبہ پڑھ رہے تھے آسمان سے نزول باران رحمت ہو رہا تھا) ہاں یہ بیشک انسانی طاقت کے اندر ہرگز نہیں ہے کہ جو کچھ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا ہے اسکو سمجھ سکے چونکہ مجھے اللہ کے محض فضل سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے محبت ہے اور آپ کی عظمت کا علم بھی مجھے دیا گیا ہے اسلیے میں اندازہ تو ان عطیات کا نہیں کر سکتا لیکن انکو یوں سمجھ سکتا ہوں۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ابھی پیدا نہیں ہوئے تھے کہ باپ انتقال کر گیا اور چلنے ہی لگے تھے کہ ماں کا انتقال ہوا۔ کوئی حقیقی بھائی آپ کا تھا ہی نہیں چنانچہ اسی کے متعلق فرمایا

اَلَمْ یَجِدْکَ یَتِیْمًا +

ہم نے تجھے یتیم پایا تھا +

اس یتیم کو جیسے خدا تعالیٰ فرماتا ہے ہم نے بہت کچھ دیدیا خاتم الانبیاء۔ خاتم الرسل سارے علوم کا مالک ساری سلطنتوں کا بادشاہ بنا دیا۔ آپ کی عادت شریفہ تھی کہ کبھی جو بے انتہا روپیہ مال کا آیا ہے تو مسجد ہی میں خرچ کر دیا۔

تم حق غور کرو کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہم نے بہت کچھ دیا۔ کس قدر خیر کثیر ہے دیکھو دینا کی ہے۔ آپ کا دامن نبوۃ دیکھو تو وہ قیامت تک وسیع ہے کہ اب اور کوئی نبی نیا ہو یا پُرانا آ ہی نہیں سکتا۔ کسی دوسرے نبی کو اسقدر وسیع وقت نہیں ملا۔ یہ کثرت تو بلحاظ زمانہ کے ہوئی اور بلحاظ مکان یہ کثرت کہ

اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا

میں فرمایا کہ میں سارے جہان کا رسول ہوں یہ کوثر بلحاظ مکان کے عطا ہوئی۔ کوئی آدمی نہیں جو یہ کہدے کہ مجھے احکام الٰہی میں اتباع رسالت پناہی کی ضرورت نہیں کوئی صوفی کوئی بالغ مرد بالغہ عورت کوئی ہو اس سے مستثنیٰ نہیں ہو سکتے۔ اب کوئی وہ خضر نہیں ہو سکتا جو لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا بول کہے یہ وہ موسیٰ ہے جس سے کوئی الگ نہیں ہو سکتا۔ کوئی آدمی مقرب نہیں ہو سکتا۔ جبتک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی اتباع نہ کرے۔

تعلیم اور کتاب میں وہ کاملیت اور جامعیت اور کثرت عطا فرمائی کہ فِیْهَا کُتُبٌ قَیِّمَةٌ

ج

کل دنیا کی مضبوط کتابیں اور ساری صداقتیں اور سچائیاں اس میں موجود ہیں۔

ترقی مدارج میں وہ کوثر کہ جبکہ یہ سچی بات ہے الدال علی الخیر کفاعلہ پھر دنیا بھر کے نیک اعمال پر نگاہ کرو۔ جب کہ انکے دال محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تو ان کے جزائے نیک آپ کے اعمال میں شامل ہو کر کیسی ترقی مدارج کا موجب ہو رہی ہے۔

اعمال میں دیکھو۔ اتباع۔ فتوحات۔ عادات۔ علوم۔ اخلاق۔ میں کس کس قسم کی کوثریں عطا فرمائی ہیں۔ آدمی وہ بخشے جنکے نام لیکر عقل حیران ہوتی ہے ابوبکر۔ عمر۔ عثمان۔ علی۔ رضوان اللہ علیہم اجمعین جیسے لوگ عباسیوں اور مروانیوں جیسے کیا انتخاب سے ایسے آدمی مل سکتے ہیں کہ جہاں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پانی گرانے کا حکم دیں خون گرانے کے لیے طیار ہو جائیں جگہ وہ بخشی کہ ایران عراق قیصر شام۔ ہند تمہارا ہی ہے وہ ہیبت اور جبروت آپکو عطا فرمائی کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کسی طرف کا ارادہ کرتے تو ایک مہینہ کی دور راہ کے بادشاہوں کے دل کانپ جاتے اللہ جب دیتا ہے تو اسطرح دیتا ہے۔

یہ بڑا لمبا مضمون ہے جو اس تھوڑے وقت میں بیان نہیں ہو سکتا۔ مختلف شاخوں اور شعبوں میں جو کوثر آپکو عطا ہوئی ایک مستقل کتاب اسپر لکھی جا سکتی ہے۔

باطنی دولت کا یہ حال ہے کہ تیرہ سو برس کی تو میں جانتا نہیں اپنی بات بتاتا ہوں جس قدر مذاہب ہیں میں نے انکو ٹٹولا ہے انکو پرکھ پرکھ کر دیکھا ہے۔ قرآن کریم کے تین تین لفظوں سے میں انکو رد کرنیکی طاقت رکھتا ہوں۔ کوئی باطل مذہب اسلام کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

میں نے تجربہ کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کتاب اور طرز انسان کے پاس ہو تو باطل مذاہب خواہ وہ اندرونی ہوں یا بیرونی وہ ٹھہر نہیں سکتا۔

پھر استحکام و حفاظت مذہب کے لیے دیکھو جس قدر مذہب دنیا میں موجود ہیں یعنی جو اللہ تعالے کیطرف سے آئے ہیں انکی حفاظت کا ذمہ وار اللہ تعالی نے ان لوگوں کو ٹھیرایا ہے مگر قرآن کریم کی تعلیم کے لیے فرمایا انا لہ لحافظون یہ کیا کوثر ہے !!!

اللہ تعالے خود اس دین کی نصرت اور تائید اور حفاظت فرماتا اور اپنے مخلص بندوں کو دنیا میں بھیجتا ہے جو اپنے کمالات اور تعلقات الٰہیہ میں ایک نمونہ ہوتے ہیں انکو دیکھکر معلوم ہو جاتا ہے کہ ایک انسان کیونکر خدا تعالی کو اپنا بنا لیتا ہے + ہر صدی کے سر پر وہ ایک مجدد آتا ہے جو ایک خاص جماعت قائم کرتا ہے میرا اعتقاد تو یہ ہے کہ ہر ۲۵ - ۵۰ اور سو برس پر آتا ہے + اس سے بڑھ کر اور کیا کوثر ہوگا ؟

پھر سارے مذہب میں دعا کو مانتے ہیں اور اعتقاد رکھتے ہیں کہ جب بندہ اپنے مولیٰ سے کچھ مانگتا ہے تو اسے کچھ نہ کچھ ضرور ملتا ہے۔ گو مانگنے کے مختلف طریق ہیں مگر مشترک طور پر سب مانتے ہیں کہ جو مانگتا ہے وہ پاتا ہے اس اصل کو لیکر میں نے غور کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پہلو سے بھی کیا کچھ ملا ہے۔ ۱۳ سو برس سے برابر امت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے لیے اللہم صل علے محمد وعلی ال محمد کہکر دعائیں کر رہی ہے۔ اور پھر اللہ اور اللہ کے فرشتے بھی اس درود شریف کے پڑھنے میں شریک ہیں اور ہر وقت یہ دعا ہو رہی ہے کیونکہ دنیا پر کسی نہ کسی نماز کا وقت موجود رہتا ہے اور علاوہ نماز کے پڑھنے والے بے انتہا ہیں۔ اب سوچو کہ اس ۱۳ سو برس کے اندر کسقدر روحوں نے کس سوز اور تڑپ کے ساتھ اپنے محبوب و آقا کا میابیوں اور آپ کے مدارج عالیہ کی ترقی کے لیے اللہم صل علے محمد کہکر دعائیں مانگی ہونگی پھر ان دعاؤں کے ثمرہ میں جو کچھ آپکو ملا کیا اس کی کوئی حد ہو سکتی ہے ؟

اگر دعا کوئی چیز ہے ؟ اور ضرور ہے تو پھر اس پہلو سے آپ کے مدارج اور مراتب کی نظیر پیش کرو۔ کیا دنیا میں کوئی قوم اور امت ایسی ہے جسنے اپنے نبی اور رسول کے لیے یہ التزام دعا کا کیا ہو ؟ کوئی بھی نہیں۔ کوئی عیسائی مسیح کے لیے یہودی موسیٰ کے لیے سناتنی شنکر اچارج کے لیے دعائیں مانگنے والا نہیں ہے۔

اس دنیا کے مدارج کو تو ان امور پر قیاس کرو اور آگے جو کچھ آپ کو ملا ہے وہ وہاں چلکر معلوم ہو جاوے گا۔ مگر اسکا اندازہ بھی بہت کچھ سے ہو سکتا ہے + کہ برزخ میں حشر میں صراط پر بہشت میں غرض کوثر ہی کوثر ہوگا۔

اس عاجز انسان اور اسکی ہستی کو دیکھو کہ کیسی ضعیف اور ناتوان ہے لیکن جب اللہ تعالے اسکے بنانے پر آتا ہے تو اس عاجز انسان کو اپنا بناکر دکھا دیتا ہے اور ایک اُجڑی بستی کو آباد کرتا ہے کیا تعجب انگیز نظارہ ہے بڑے بڑے شہروں اور بڑے اکثر باز مدبروں کو محروم کر دیتا ہے حالانکہ وہاں ہر قسم کی ترقی کے اسباب موجود ہوتے ہیں اور علم و واقفیت کے ذرائع وسیع مثلاً اس وقت دیکھو کہ کسی بستی کو اس نے برگزیدہ کیا ؟ جہاں نہ ترقی کے اسباب نہ معلومات کی توسیع کے وسائل نہ علمی چرچے نہ مذہبی تذکرے نہ کوئی دارالعلوم نہ کوئی کتب خانہ ! صرف خدائی ہاتھ ہے جس نے اپنے بندہ کی خود تربیت کی اور عظیم الشان نشان دکھایا غور کرو کہ کسطرح اللہ ثابت کرتا ہے کہ اس نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو کوثر عطا فرمایا۔ لیکن غافل انسان نہیں سوچتا۔ افسوس تو یہ ہے کہ جیسے اور لوگوں نے غفلت کی ویسی ہی غفلت کا شکار مسلمان ہو۔ آہ اگر وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عالی مدارج پر خیال کرتے اور خود بھی اپنے حصہ لینے کے آرزومند ہوتے تو اللہ تعالے انکو بھی کوثر عطا فرماتا۔

میں دیکھتا ہوں کہ جھوٹ بولنے میں دلیر فریب و دغا میں بیباک ہو رہے ہیں نماز و نمیں سستی قرآن کے سمجھنے میں سستی اور غفلت سے کام لیا جاتا ہے اور سب سے بدتر سستی یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چال چلن کی خبر نہیں۔ میں دیکھتا ہوں کہ عیسائی اور آریہ آپکے چال چلن کو تلاش کرتے ہیں اگرچہ اعتراض کرنیکو لیے مگر کرتے تو ہیں مسلمانوں میں اسقدر سستی ہے کہ وہ کبھی دیکھتے ہی نہیں۔ اسوقت جتنے یہاں موجود ہیں انکو اگر پوچھا جاوے تو شاید ایک بھی ایسا نہ ملے جو یہ بتا سکے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معاشرت کیسی تھی آپ کا سونا کیسا تھا جاگنا کیسا۔ مصائب اور مشکلات میں کیسی استقلال اور علو ہمتی سے کام لیا۔ اور رزم میں کیسی شجاعت اور ہمت دکھائی۔ میں یقیناً کہتا ہوں کہ ایک بھی ایسا نہیں جو تفصیل کے ساتھ آپکے واقعات زندگی پر اطلاع رکھتا ہو۔ باقی آیندہ
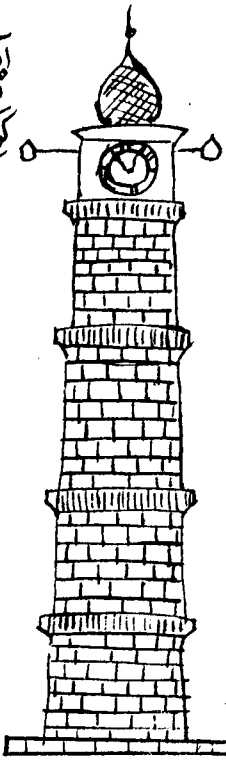
انوار احمدیہ پریس میں شیخ یعقوب علی تراب احمدی کے اہتمام سے چھپکر بفضلہ تعالےٰ شائع ہوا

نمبر ۱۱ — ۲۳ ذی الحجہ ۱۳۲۰ھ مطابق ۲۴ مارچ ۱۹۰۳ء — جلد ۷

کلمات طیبات

حضرۃ اقدس امام آخر الزمان سلمہ الرحمٰن

گذشتہ اشاعت سے آگے

ہر ایک کام کے لیے زمانہ ہوتا ہے اور سعید اُس کا انتظار کرتے ہیں۔ جو انتظار نہیں کرتا اور چشم زدن میں چاہتا ہے کہ اسکا نتیجہ نکل آوے وہ جلد باز ہوتا ہے اور بامراد نہیں ہو سکتا۔ میرے نزدیک یہی ممکن ہے اور ہوتا ہے کہ دعا کے زمانہ میں ابتلا کے طور پر اور بھی ابتلا آجاتے ہیں۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام جب بنی اسرائیل کو فرعون کی غلامی سے نجات دلانے کے لیے آئے تو ان کو پہلے مصر میں فرعون نے یہ کام دیا ہوا تھا کہ وہ آدھے دن اینٹیں پاتھا کریں اور آدھے دن اپنا کام کیا کریں لیکن جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انکو نجات دلانے کی کوشش کی تو پھر شریروں کی شرارت سے بنی اسرائیل کا کام بڑھا دیا گیا اور انھیں حکم ملا کہ آدھے دن تم اینٹیں پاتھا کرو اور آدھے دن گھاس لایا کرو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جب یہ حکم ملا اور اُنھوں نے بنی اسرائیل کو سنایا تو وہ بڑی ناراض ہوئے۔ اور کہا کہ موسیٰ! خدا تمکو وہ دُکھ دے جو ہمکو ملا ہے اور بھی اُنھوں نے موسیٰ علیہ السلام کو بددعائیں دیں مگر موسیٰ علیہ السلام نے انکو یہی کہا کہ تم صبر کرو۔ توریت میں یہ سارا قصہ لکھا ہے کہ جوں جوں موسیٰ علیہ السلام اُنھیں تسلی دیتے تھے وہ اور بھی افروختہ ہوتے تھے آخر یہ ہوا کہ مصر سے بھاگ نکلنے کی تجویز کی گئی اور مصر والوں کے کپڑے اور برتن وغیرہ جو لیے تھے وہ ساتھ ہی لے آئے جب حضرۃ موسیٰ قوم کو لیکر نکل آئے تو فرعون نے اپنے لشکر کو لے کر انکا تعاقب کیا۔ بنی اسرائیل نے جب دیکھا کہ فرعون کا لشکر ان کے قریب ہے تو وہ بڑے ہی مضطرب ہوئے چنانچہ قرآن شریف میں لکھا ہے کہ اُسوقت وہ چلائے اور کہا

اِنَّا لَمُدْرَکُوْنَ ۔

اے موسیٰ ہم تو پکڑے گئے مگر موسیٰ ع نے جو نبوۃ کی آنکھ سے انجام کو دیکھتے تھے اُنھیں یہی جواب دیا

کَلَّا اِنَّ مَعِیَ رَبِّیْ سَیَھْدِیْنِ ۔

ہرگز نہیں میرا رب میرے ساتھ ہے۔ توریت میں لکھا ہے کہ انھوں نے یہ بھی کہا کہ کیا مصر میں ہمارے لیے قبریں نہ تھیں اور یہ اضطراب اسوجہ سے پیدا ہوا کہ پیچھے فرعون کا لشکر اور آگے دریائے نیل تھا وہ دیکھتے تھے کہ نہ پیچھے جا کر بچ سکتے ہیں اور نہ آگے جا کر مگر اللہ تعالےٰ قادر مقتدر خدا ہے دریائے نیل میں سے انھیں راستہ ملگیا اور سارے بنی اسرائیل آرام کے ساتھ پار ہو گئے۔ مگر فرعونیوں کا لشکر غرق ہو گیا۔ سید احمد خاں صاحب اسموقعہ پر لکھتے ہیں کہ یہ جوار بھاٹا تھا مگر ہم کہتے ہیں کچھ ہو اسمیں کوئی شبہ نہیں ہو سکتا کہ یہ عظیم الشان معجزہ تھا جو ایسے وقت پر اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے راہ پیدا کر دی۔ اور یہی متقی کے ساتھ ہوتا ہے کہ ہر ضیق سے اُسے نجات اور راہ ملتی ہے یجعل لہ مخرجا۔

غرض ایسا ہوتا ہے کہ دعا اور اس کی قبولیت کے زمانہ کے درمیانی اوقات میں بسا اوقات ابتلا پر ابتلا آتے ہیں اور ایسے ایسے ابتلا بھی آجاتے ہیں جو کمر توڑ دیتے ہیں مگر مستقل مزاج سعید الفطرت ان ابتلاؤں اور مشکلات میں بھی اپنے رب کی عنایتوں کی خوشبو سونگھتا ہے اور فراست کی نظر سے دیکھتا ہے کہ اسکے بعد نصرت آتی ہے۔ ان ابتلاؤں کے آنے میں ایک سِر یہ بھی ہوتا ہے کہ دعا کے لیے جوش بڑھتا ہے کیونکہ جس جس قدر اضطرار اور اضطراب بڑھتا جاوے گا اسی قدر روح میں گدازش ہوتی جائے گی اور یہ دعا کی قبولیت کے اسباب میں سے ہیں۔ پس کبھی گھبرانا نہیں

چاہیے اور بے صبری اور بے قراری سے اپنے اللہ پر بدظن نہیں ہونا چاہیے۔ کبھی بھی خیال کرنا نہیں چاہیے کہ **میری دعا قبول نہ ہوگی یا نہیں ہوتی**۔ ایسا وہم اللہ تعالیٰ کی اس صفت سے انکار ہو جاتا ہے کہ وہ دعائیں قبول فرمانے والا ہے۔

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ انسان ایک امر کے لیے دعا کرتا ہے مگر وہ دعا اس کی اپنی ناواقفی اور نادانی کا نتیجہ ہوتی ہے۔ یعنی ایسا امر خدا سے چاہتا ہے جو اس کے لیے کسی صورت سے مفید اور نافع نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا کو تو رد نہیں کرتا۔ لیکن کسی اور صورت میں پورا کر دیتا ہے مثلاً ایک زمیندار جسکو ہل چلانے کے لیے بیل کی ضرورت ہے وہ بادشاہ سے جا کر ایک اونٹ کا سوال کرے اور بادشاہ جانتا ہے کہ اسکو دراصل بیل دینا مفید ہوگا اور وہ حکم دیدے کہ اسکو ایک بیل دیدو وہ زمیندار اپنی بیوقوفی سے یہ کہدے کہ میری درخواست منظور نہیں ہوئی تو یہ اسکی حماقت اور نادانی ہے لیکن اگر وہ غور کرے تو اس کے لیے یہی بہتر تھا۔ اسطرح پر اگر ایک بچہ آگ کے سرخ انگارے کو دیکھکر ماں سے مانگے تو کیا مہربان اور شفیق ماں یہ پسند کرے گی کہ اسکو آگ کے انگارے دیدے؟ غرض بعض اوقات دعا کی قبولیت کے متعلق ایسے امور بھی پیش آتے ہیں۔ جو لوگ بے صبری اور بدظنی سے کام لیتے ہیں وہ اپنی دعا کو رد کرا لیتے ہیں

اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اسکی قبولیت کے زمانہ میں اور بھی درازی ہو جاتی ہے بنی اسرائیل اسی وجہ سے چالیس برس تک ارض مقدس میں داخل ہونے سے محروم ہو گئے کہ ذرا ذرا سی بات پر شوخیوں سے کام لیتے تھے۔ میں کہتا ہوں کہ جس طرح بنی اسرائیل پر غلامی کے دنوں میں وعدے کیے گئے تھے اسی طرح پر اس اُمت کے لیے بھی ایک مماثلت ہے ان پر بھی ایک غلامی کا زمانہ آنے والا تھا اور اب وہی حالت غلامی کی ہے کیونکہ ہر پہلو اور ہر رنگ میں مسلمانوں کی حالت تنزل میں ہے + اسی مماثلت کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ نے مسیح موعود کی تبلیغ کا زمانہ چالیس سال تک رکھا ہے جس طرح پر موسیٰ کی قوم نے وہ زمین نہ پائی بلکہ یشوع بن نون لے گیا اسی طرح پر قبولیت کی ارض مقدس ان مولویوں کے نصیب معلوم نہیں ہوتی جو آٹھ دن

مخالفت اور شرارت میں بڑھتے جاتے ہیں اور نہیں سوچتے کہ انکو کیا کہا گیا تھا کیا تعلیم ملی تھی اور اب انھوں نے اس پر کس حد تک عمل کیا ہے۔

مجھے بڑی ہی حیرت اور بڑا ہی تعجب ہوتا ہے کہ یہ لوگ مسلمان کہلاتے ہیں یہ قرآن شریف کو پڑھتے ہیں یہ احادیث کے درس دیتے اور مسلمانوں کے لیڈر اور سرگروہ بنتے ہیں دین کے اصول سمجھنے اور اُن پر عمل کرنے کے مدعی ہیں مگر میرے معاملہ میں ان ساری باتوں کو چھوڑ دیتے ہیں اور کچھ پروا نہیں کرتے کہ قرآن شریف کے نصوص کی بنا پر میرے دعوے کو سوچیں اور میری نسبت کوئی رائے دیتے ہوئے اس بات کا لحاظ رکھیں کہ ہم جو کہتے ہیں خدا تعالیٰ کے خوف سے کہتے ہیں یا اپنے نفسانی اغراض اور جوشوں کو درمیان رکھکر کہتے ہیں اگر خدا ترسی اور تقویٰ سے کام لیتے تو **لا تقف ما لیس لک بہ علم** پر عمل کرتے۔ اور جبتک میری کتابوں کو پورے طور پر نہ پڑھ لیتے اور میرے پاس رہ کر میرے طرز عمل کو نہ دیکھ لیتے کوئی رائے نہ دیتے مگر انھوں نے قبل از مرگ واویلا شروع کر دیا اور خدا تعالیٰ کے کلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وعدوں کی کچھ بھی پروا نہ کی ان سب کو پس پشت ڈالدیا۔ کم از کم تقویٰ کا طریق تو یہ تھا کہ وہ میرے دعوے کو سُنکر فکر کرتے اور جھٹ پٹ انکار نہ کر دیتے کیونکہ میں نے انکو یہ کہا تھا کہ **خدا نے مجھے مامور کیا ہے - خدا نے مجھے بھیجا ہے** وہ دیکھتے ہیں کہ کیا جس شخص نے اپنا آنا خدا کے حکم سے بتایا ہے وہ خدا کی نصرتیں اور تائیدیں بھی اپنے ساتھ رکھتا ہے یا نہیں مگر انھوں نے نشان پر نشان دیکھے اور کہا کہ جھوٹے ہیں انھوں نے نصرت پر نصرت اور تائید پر تائید دیکھی لیکن کہدیا کہ سحر ہے۔

میں ان لوگوں سے کیا امید رکھوں جو خدا تعالیٰ کے کلام کی بیحرمتی کرتے ہیں خدا کے کلام کے ادب کا تقاضا تو یہ تھا کہ اسکا نام سُنتے ہی ہتھیار ڈالدیتے۔ مگر یہ اور بھی شرارت میں بڑھتے۔ اب خود دیکھ لینگے کہ انجام کس کے ہاتھ رہا ہے۔

میں دیکھتا ہوں کہ میرے بُلانے کے دراصل یہی لوگ محرک ہوئے ہیں اور میری **بعثت** کے اسباب میں سے یہ بڑا سبب ہیں۔ کیونکہ جسقدر لوگ نصرانی اور بیدین ہوئے ہیں وہ دراصل مولویوں کا قصور ہے۔ جب کسی نے ان سے سوال کیا اور کوئی بات ان سے پوچھی تو انھوں نے جھٹ پٹ یہی فتویٰ دیدیا کہ یہ واجب القتل ہے۔ کافر ہو گیا بیدین ہو گیا اسکو مار ڈالو۔ اعتراض کرنے والوں نے جب یہ حالت دیکھی تو انھوں نے یہی سمجھا کہ اسلام کے عقائد فی الحقیقت ایسے ہی کمزور اور بودے ہیں کہ وہ معقولیت کے آگے نہیں ٹھیر سکتے + بس انھوں نے یہی بہتر سمجھا کہ ایسے دین کو چھوڑ دیں۔ ہزاروں ہزار لوگ پائے جاتے ہیں جن کے مرتد ہونیکی وجہ یہی مولوی ہو گئے ہیں

یہ بات کہ وہ سوال کیوں کرتے ہیں بڑی سہل ہے یہ لوگ تیرہ سو برس کے بعد چونکہ پیدا ہوئے ہیں اسقدر بُعد زمانہ کی وجہ سے گویا یہ تاریکی کا زمانہ کہنا چاہیے اسلیے انکو حق حاصل ہے کہ جو بات سمجھ میں نہ آئے پوچھیں۔ لیکن سوال کرنے پر انھوں نے جو اخلاق ان مولویوں کے دیکھے انھوں نے ان کو گمراہ کر دیا + چاہیے تو یہ تھا کہ انکو معذور اور واجب الرحم سمجھکر نرمی سے پیش آتے اور انکو سمجھاتے۔ مگر اُلٹا انھوں نے انکو اسلام سے بیزار کر دیا۔ ایسی حالت میں اللہ تعالیٰ نے مجھے بھیجا ہے کہ میں اسلام کی تعلیم کی خوبیاں ظاہر کروں اور پھر ان خوبیوں کا عملی ثبوت اور اسکی تاثیروں کو دکھاؤں پس اسوقت ہمارے دو کام ہیں اول یہ کہ ان نشانوں کے ساتھ جو اللہ تعالیٰ دکھا رہا ہے یہ ثابت کیا جاوے کہ **مجیب** اور **ناطق خدا** ہمارا ہی ہے جو ہماری دعاؤں کو سُنتا اور ان کے جواب دیتا ہے اور دوسرے مذاہب کے لوگ جو خدا پیش کرتے ہیں وہ **لا یرجع الیہم قولا** کا مصداق ہو رہا ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ بوجہ ان کے کفر اور بیدینی کے انکی دعائیں **ما دعاء الکافرین الا فی ضلال** کی مصداق ہو گئی ہیں ورنہ اللہ تعالیٰ تو سب کا ایک ہی ہے مگر ان لوگوں نے اسکی صفات کو سمجھا ہی نہیں ہے۔

پس یاد رکھو کہ ہمارا **خدا ناطق خدا** ہے وہ ہماری دعائیں سنتا ہے۔

ہماری جماعت کو خدا تعالیٰ سے سچا تعلق ہونا چاہیے اور انکو شکر کرنا چاہیے کہ خدا تعالیٰ نے انکو یونہی نہیں چھوڑ دیا بلکہ انکی ایمانی قوتوں کو یقین کے درجہ تک بڑھانے کے واسطے اپنی قدرت کے صدہا نشان دکھائے ہیں کیا کوئی تم میں سے ایسا ہے جو یہ کہہ سکے کہ میں نے کوئی نشان نہیں دیکھا۔ میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ ایک بھی ایسا نہیں جسکو ہماری صحبت میں رہنے کا موقع ملا ہو اور اس نے خدا تعالیٰ کا تازہ بتازہ نشان اپنی آنکھ سے نہ دیکھا ہو

ہماری جماعت کے لیے اسی بات کی ضرورت ہے

انسان کیا کما سکتا ہے؟ ادھر بالمقابل دیکھو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اتباع نے کیا کمایا۔ میں نے بہت سے لوگوں کو دیکھا ہے کہ وعظ کرتے ہیں چالاکیاں کرتے ہیں لیکن ذرا پیٹ میں درد ہو تو بول اٹھتے ہیں کہ ہم گئے۔

پس تم وہ چیز بنو جسکا نسخہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کے اتباع پر تجربہ کر کے دکھایا ہے کہ جب وہ دیتا ہے تو اسکا کوئی بھی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ یہ لمبی کہانی ہے۔ کہ کس کسطرح پر خدا تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ بندوں کی نصرت کی ہے۔ اسی شہر میں دیکھو مرزا غلام احمد ایدہ اللہ الاحد ایک شخص ہے۔ کیا قد میں امام الدین اس کا چھوٹا ہے یا اسکی ڈاڑھی چھوٹی ہے اس کا مکان دیکھو تو حضرت اقدس کے مکانوں سے مکان بھی بڑا ہے۔ ڈاڑھی دیکھو تو وہ بھی بڑی لمبی ہے۔ کوشش بھی ہے کہ مجھے کچھ ملے مگر دیکھتے ہو خدا کے دینے میں کیا فرق ہے + میں یہ باتیں کسیکی اہانت کے لیے نہیں کہتا بس ایسے نمونوں کو ضروری سمجھتا ہوں اور ہر جگہ یہ نمونے موجود ہوتے ہیں۔

میں خود ایک نمونہ ہوں جتنا میں بولتا کہتا اور لوگوں کو سناتا ہوں اسکا بیسواں حصہ بھی مرزا صاحب نہیں بولتے اور سناتے کیونکہ تم دیکھتے ہو وہ خاص وقتوں میں باہر تشریف لاتے ہیں اور میں سارا دن باہر رہتا ہوں لیکن پھر تو بدظنی بھی ہو جاتی ہے لیکن اسکی باتوں پر کیسا عمل ہے بات یہی ہے کہ اللہ کا دین الگ ہے اور وہ موقوف ہے ایمان پر۔

منصوبہ باز چالاکیوں سے کام لینیوالے بامراد نہیں ہو سکتے۔ وہ اپنی تدابیر اور مکائد پر بھروسا کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم یوں کر لیں گے مگر اللہ تعالیٰ انکو دکھاتا ہے کہ کوئی تدبیر کارگر نہیں ہو سکتی۔ جب اس کا فضل ہوتا ہے تو اسکے سامنے کوئی چیز نہیں ٹھہر سکتی۔ غرض یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دینے کے منتظر بنو اور یہ عطا منحصر ایمان پر ہے۔ اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو ملا وہ سب سے بڑھ کر ملا۔ شرط یہ ہے

فصلّ لربّک

اللہ تعالیٰ کی تعظیم میں لگو۔ نماز سنوار کر پڑھو نماز مومن کی الگ اور دنیادار کی الگ منافق کی الگ ہوتی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک نام ابراہیم بھی تھا جنکی تعریف اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ابراھیم الذی وفّیٰ اور وہی ابراہیم جو جاء بقلب سلیم کا مصداق تھا اسنے بھی تعظیم امر الٰہی کی کر کے دکھائی اس کا نتیجہ کیا دیکھا۔ دنیا کا امام ٹھیرا + اسی طرح پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوتا ہے کہ تعظیم لامر اللہ کے لیے تو فصل لربک کا حکم ہے مگر شفقت علی خلق اللہ اور تکمیل تعظیم امر الٰہی کے لیے

وانحر

قربانی بھی کرو۔

قربانی کرنا بڑا ہی مشکل کام ہے۔ جب یہ شروع ہوئی اسوقت دیکھو کیسے مشکلات تھے اور اب بھی دیکھو۔

ابراہیم علیہ السلام بہت بوڑھے اور ضعیف تھے ۹۹ برس کی عمر تھی۔ خدا تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے موافق اولاد صالح عنایت کی اسمعیل جیسی اولاد عطا کی جب اسمعیل جوان ہوئے تو حکم ہوا کہ انکو قربانی میں دیدو۔ اب ابراہیم علیہ السلام کی قربانی دیکھو زمانہ اور عمر وہ کہ ۹۹ تک پہونچ گئی اس بوڑھاپے آیندہ اولاد کے ہونے کی کیا توقع اور وہ طاقتیں کہاں؟ مگر اس حکم پر ابراہیم نے اپنی ساری طاقتیں ساری امیدیں اور تمام ارادے قربان کر دیے ایک طرف حکم ہوا۔ اور معاً بیٹے کو قربان کرنے کا ارادہ کر لیا۔ پھر بیٹا بھی ایسا سعید بیٹا تھا کہ جب ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا بیٹا! انی اری فی المنام انی اذبحک تو وہ بلا چون و چرا یونہی بولا۔ کہ فافعل ما تؤمر ستجدنی ان شاء اللہ من الصابرین۔ ابا! جلدی کرو۔ ورنہ وہ کہہ سکتے تھے کہ یہ خواب کی بات ہے اسکی تعبیر ہو سکتی ہے مگر نہیں کہا پھر کر ہی لیجیے۔ غرض باپ بیٹے نے ایسی فرمانبرداری دکھائی کہ کوئی عزت کوئی آرام کوئی دولت اور کوئی امید باقی نہ رکھی یہ آج ہماری قربانیاں اسی پاک قربانی کا نمونہ ہیں + مگر دیکھو کہ اسمیں اور اہمیں کیا فرق ہے؟

اللہ تعالیٰ نے ابراہیم اور اسکے بیٹے کو کیا جزا دی اولاد میں ہزاروں بادشاہ اور انبیا ..... پیدا کیے۔ وہ زمانہ عطا کیا جس کی انتہا نہیں خلفا ہوں تو وہ بھی ملت ابراہیمی میں سارے نواب اور خلفا الٰہی دین کے قیامت تک اسی گھرانے میں ہونے والے ہیں۔

پس اگر قربانی کرتے ہو تو ابراہیمی قربانی کرو۔ زبان سے انی وجہت وجہی للذی فطر السموات والارض کہتے ہو تو روح بھی اس کے ساتھ متفق ہو ان صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین کہتے ہو تو کر کے بھی دکھلاؤ۔

غرض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اسکی فرمانبرداری اور تعمیل حکم کے لیے جو اسلام کا سچا مفہوم اور منشا ہے۔ مگر میں دیکھتا ہوں کہ ہزاروں وسوسے اور دنیا کی ایچا پیچی ہوتی ہے۔

خدا تعالیٰ کی راہ میں اپنے کل قویٰ اور خواہشوں کو قربان کر ڈالو اور رضاء الٰہی میں لگا دو۔ تو پھر نتیجہ یہ ہوگا۔

انّ شانئک ھو الابتر

تیرے دشمن ابتر ہوں گے۔

انسان کی خوشحالی اس سے بڑھ کر کیا ہوگی کہ خود اسکو راحتیں اور نصرتیں ملیں اور اسکے دشمن تباہ اور ہلاک ہوں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نماز اور اپنی قربانیوں میں دکھا دیا کہ وہ ہمارا ہے ہم نے اپنی نصرتوں اور تائیدوں سے بتا دیا کہ ہم اسکے ہیں اور اسکے دشمنوں کا نام و نشان تک مٹا دیا۔ آج ابو جہل کو کون جانتا ہے ماں باپ نے تو اسکا نام ابو الحکم رکھا تھا مگر آخر ابو جہل ٹھیرا وہ سید الوادی کہلاتا مگر بدتر مخلوق ٹھیرا۔ وہ بلال جسکو ذلیل کرتے ناک میں نکیل ڈالتے اس نے اللہ تعالیٰ کو مانا اسی کے سامنے انکو ہلاک کر کے دکھایا۔ غرض خدا کے ہو جاؤ وہ تمہارا ہو جائے گا من کان للہ کان اللہ لہٗ۔ میں دیکھتا ہوں کہ ہزاروں ہزار اعتراض مرزا صاحب پر کرتے ہیں مگر وہ وہی اعتراض ہیں جو پہلے برگزیدوں پر ہوئے انجام بتا دے گا کہ راستباز کامیاب ہوتا ہے اور اسکے دشمن تباہ ہوتے ہیں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کا بنتا ہے وہی کامیاب ہوتا ہے ورنہ نامراد مرتا ہے پس ایسے بنو کہ موت آوے خواہ وہ کسی وقت آوے مگر تمکو اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار پاوے۔ یاد رکھو کہ مر کر اور مرتے ہوئے بھی اسکے ہونیوالے نہیں مرتے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اعمال صالحہ کی توفیق دے + جو اپنی اصلاح نہیں کرتا اور اپنا مطالعہ نہیں کرتا وہ بے خبر ہے۔

کہ ان کا ایمان بڑھے خدا تعالےٰ پر سچا یقین اور معرفت پیدا ہو۔ نیک اعمال میں سستی اور کسل نہ ہو۔ کیونکہ اگر سستی ہو تو پھر وضو کرنا بھی ایک مصیبت معلوم ہوتی ہے چہ جائیکہ وہ تہجد پڑھے۔ اگر اعمال صالحہ کی قوت پیدا نہ ہو اور مسابقت علی الخیرات کے لیے جوش نہ ہو تو پھر ہمارے ساتھ تعلق پیدا کرنا بیفائدہ ہے۔ ہماری جماعت میں وہی داخل ہوتا ہے جو ہماری تعلیم کو اپنا دستور العمل قرار دیتا ہے اور اپنی ہمت اور کوشش کے موافق اس پر عمل کرتا ہے۔ لیکن جو محض نام رکھا کر تعلیم کے موافق عمل نہیں کرتا وہ یاد رکھے کہ خدا تعالیٰ نے اس جماعت کو ایک خاص جماعت بنانے کا ارادہ کیا ہے اور کوئی آدمی جو در اصل اس جماعت میں نہیں ہے محض نام لکھانے سے جماعت میں نہیں رہ سکتا۔ اس پر کوئی نہ کوئی وقت ایسا آجاوے گا کہ وہ الگ ہو جاوے گا اسی لیے جہانتک ہو سکے اپنے اعمال کو اس تعلیم کے ماتحت کرو جو دیجاتی ہے۔

اعمال پروں کیطرح ہیں بغیر اعمال کے انسان روحانی مدارج کے لیے پرواز نہیں کر سکتا۔ اور ان اعلیٰ مقاصد کو حاصل نہیں کر سکتا جو ان کے نیچے اللہ تعالےٰ نے رکھے ہیں۔ پرندوں میں فہم ہوتا ہے اگر وہ اس فہم سے کام نہ لیں تو جو کام ان سے ہوتے ہیں نہ ہو سکیں مثلاً شہد کی مکھی میں اگر فہم نہ ہو تو وہ شہد نہیں نکال سکتی۔ اور اسی طرح نامہ بر کبوتر جو ہوتے ہیں انکو اپنے فہم سے کسقدر کام لینا پڑتا ہے کسقدر دور دراز کی منزلیں وہ طے کرتے ہیں اور خطوط کو پہونچاتے ہیں۔ اسیطرح پر پرندوں سے عجیب عجیب کام لیے جاتے ہیں۔ پس پہلے ضروری ہے کہ آدمی اپنے فہم سے کام لے۔ اور سوچے کہ جو کام میں کرنے لگا ہوں یہ اللہ تعالےٰ کے احکام کے نیچے اور اس کی رضا کے لیے ہے یا نہیں؟ جب یہ دیکھ لے اور فہم سے کام لے تو پھر ہاتھوں سے کام لینا ضروری ہوتا ہے سستی اور غفلت نہ کرے۔

ہاں یہ دیکھ لینا ضروری ہے کہ تعلیم صحیح ہو۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ تعلیم صحیح ہوتی ہے لیکن انسان اپنی نادانی اور جہالت سے یا کسی دوسرے کی شرارت اور غلط بیانی کی وجہ سے دھوکہ میں پڑ جاتا ہے اسلیے خود خالی الذہن ہو کر تحقیق کرنی چاہیے مثلاً میں نے دیکھا ہے کہ آریہ اور عیسائی اعتراض کر دیتے ہیں کہ قرآن شریف میں قسمیں کیوں کھائی ہیں؟ اور کچھ اپنی طرف سے حاشیہ چڑھا کر اسکو عجیب عجیب اعتراضوں کے پیرایہ میں پیش کرتے ہیں۔ حالانکہ اگر ذرا بھی نیک نیتی اور فہم سے کام لیا جاوے تو ایسا اعتراض بیہودہ اور بے ہودہ معلوم دیتا ہے۔ کیونکہ قسموں کے متعلق دیکھنا یہ ضروری ہوتا ہے کہ قسم کھانے کا اصل مفہوم اور مقصد کیا ہوتا ہے؟ جب اسکی فلاسفی پر غور کر لیا جاوے تو پھر یہ خود بخود سوال حل ہو جاتا ہے اور زیادہ رنج اٹھانے کی نوبت ہی نہیں آتی۔ عام طور پر یہ دیکھا جاتا ہے کہ قسم کا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ قسم بطور قائمقام گواہ کے ہوتی ہے۔ اور یہ مسلم بات ہے عدالت جب گواہ پر فیصلہ کرتی ہے تو کیا اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ وہ جھوٹ پر فیصلہ کرتی ہے یا قسم کھانے والے کی قسم کو ایک شاہد صادق تصور کرتی ہے؟ یہ روزمرہ کی بات ہے۔ جہالت اور تعصب سے اعتراض کرنا اور بات ہے لیکن حقیقت کو مدنظر رکھکر کوئی بات کہنا اور۔ اب جبکہ یہ عام طریق ہے کہ قسم بطور گواہ کے ہوتی ہے پھر کیسی سیدھی بات ہے کہ اسی اصول پر قرآن شریف کی قسموں کو دیکھ لیا جاوے کہ وہاں اس سے کیا مطلب ہے؟

اللہ تعالےٰ نے جہاں کوئی قسم کھائی ہے تو اس سے مراد یہ ہے کہ نظری امور کے اثبات کے لیے بدیہی کو گواہ ٹھیراتا ہے۔ جیسے فرمایا والسماء ذات الرجع والارض ذات الصدع انه لقول فصل۔ اب یہ بھی ایک قسم کا محل ہے نادان قرآن شریف کے حقائق سے ناواقف اور نابلد اپنی جہالت سے یہ اعتراض کر دیتا ہے کہ دیکھو زمین کی یا آسمان کی قسم کھائی ہے لیکن اسکو نہیں معلوم کہ اس قسم کے نیچے کیسے کیسے معارف موجود ہیں۔ اصل یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ وحی الٰہی کے دلائل اور قرآن شریف کی حقانیت کی شہادت پیش کرنی چاہتا ہے اور اسکو اس طرز پر پیش کیا ہے۔

(باقی آیندہ)

کشف الغطا

حضرت اقدس کی لطیف تصانیف سے ہے
قیمت ۲ ؍

سناتن دھرم

آریوں کے رد میں نئی تصنیف حضرت اقدس
قیمت فی نسخہ ۱
المشتہر حکیم فضل الدین قادیان

سورہ کوثر پر حضرت حکیم الامۃ کا وعظ

گذشتہ اشاعت سے آگے۔

حالانکہ یہ ضروری بات تھی۔ کہ آپ (صلے اللہ علیہ وسلم) کے حالات زندگی پر پوری اطلاع حاصل کرنے کی کوشش کی جاتی کیونکہ جبتک یہ معلوم نہ ہو کہ آپ دن رات میں کیا کیا عمل کرتے تھے؟ اس وقت تک ان اعمال کی طرف تحریک اور ترغیب نہیں ہو سکتی۔

خدا تعالےٰ کی محبت یا اسکے محبوب بننے کا ذریعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی اتباع ہے پھر یہ اتباع کیسے کامل طور پر ہو سکتی ہے جب معلوم ہی نہ ہو کہ آپ کیا کیا کرتے تھے۔ اس پہلو میں بھی مسلمانوں نے جسقدر اس وقت سستی اور غفلت سے کام لیا ہے وہ بہت کچھ انکی ذلت اور ضعف کا باعث ٹھیرا۔

اس ضروری کام کو تو چھوڑا پر مصروفیت کس کام میں اختیار کی۔ نفسانی خواہشوں کے پورا کرنے میں چا پی لی۔ حقہ پی لیا۔ پان کھا لیا۔ غرض ہر پہلو اور ہر حالت سے دنیوی امور میں ہی مستغرق ہو گئے۔ مگر پھر بھی آرام اور سکھ نہیں ملتا۔ ساری کوششیں اور ساری تگ و دو دنیا کے لیے ہی ہوتی ہے اور اسمیں بھی راحت نہیں۔ لیکن جو خدا تعالیٰ کے ہو جاتے ہیں انکو وہ دیتا ہے تو پھر کسقدر دیتا ہے؟ اور ساری راحتوں کا مالک اور وارث بنا دیتا ہے۔ میں نے پہلے بتا دیا ہے کہ جتنا چھوٹا ہوتا ہے اُسکا اتنا ہی دینا ہوتا ہے اور جسقدر بڑا اسی قدر اسکی دہش ہوتی ہے۔ جسقدر کبریائی اللہ تعالےٰ رکھتا ہے اسی کے موافق اسکی عطا ہے۔ اور اسکی عطا کے بغیر کچھ بھی نہیں ہوتا

میں نے ایک دنیا دار کو دیکھا ہے وہ میرا دوست بھی ہے میں کلکتہ میں اسکے مکان پر تھا۔ اسنے مجھے دکھایا کہ وہ ایک ایک دن میں چار چار سو پانچ پانچ سو روپیہ کیسے کما لیتا ہے۔ مگر تھوڑا ہی عرصہ گذرا کہ میں نے اسکو ایکدفعہ گجرات میں دیکھا بہت ہی بری حالت میں مبتلا میں نے اسکو اور تو کچھ نہ کہا صرف یہ پوچھا کہ بتاؤ کیا حال ہے؟ اس نے کہا کہ یہ حالت ہو گئی ہے کہ رہنے کو جگہ نہیں کھانے کو روٹی نہیں اسوقت یہاں آیا ہوں کہ فلاں شخص کو پندرہ ہزار روپیہ دیا تھا۔ مگر اب وہ بھی جواب دیتا ہے میں نے اسکی اس حالت کو دیکھکر یہ سبق حاصل کیا کہ جالاکی

انسان کیا کما سکتا ہے؟ ادھر بالمقابل دیکھو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اتباع نے کیا کمایا۔ میں نے بہت سے لوگوں کو دیکھا ہے کہ وعظ کرتے ہیں چالاکیاں کرتے ہیں لیکن ذرا پیٹ میں درد ہو تو بول اٹھتے ہیں کہ ہم گئے۔

پس تم وہ چیز بنو جسکا نسخہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کے اتباع پر تجربہ کرکے دکھایا ہے کہ جب وہ دیتا ہے تو اسکا کوئی بھی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ یہ لمبی کہانی ہے۔ کہ کس کس طرح پر خدا تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ بندوں کی نصرت کی ہے۔ اسی شہر میں دیکھو مرزا غلام احمد ایدہ اللہ الاحد ایک شخص ہے۔ کیا قد میں امام الدین اس کا چھوٹا ہے یا اسکی ڈاڑھی چھوٹی ہے اس کا مکان دیکھو تو حضرت اقدس کے مکانوں سے مکان بھی بڑا ہے۔ ڈاڑھی دیکھو تو وہ بھی بڑی لمبی ہے۔ کوشش بھی ہے کہ مجھے کچھ ملے مگر دیکھتے ہو خدا کے دینے میں کیا فرق ہے + میں یہ باتیں کسی اہانت کے لیے نہیں کہتا ہوں ایسے نمونوں کو ضروری سمجھتا ہوں اور ہر جگہ یہ نمونے موجود ہوتے ہیں۔

میں خود ایک نمونہ ہوں جتنا میں بولتا کہتا اور لوگوں کو سناتا ہوں اسکا بیسواں حصہ بھی مرزا صاحب نہیں بولتے اور سناتے کیونکہ تم دیکھتے ہو وہ خاص وقتوں میں باہر تشریف لاتے ہیں اور میں سارا دن باہر رہتا ہوں لیکن پھر تو بدظنی بھی ہو جاتی ہے لیکن اسکی باتوں پر کیسا عمل ہے بات یہی ہے کہ اللہ کا دین الگ ہے اور وہ موقوف ہے ایمان پر۔

منصوبہ باز چالاکیوں سے کام لینے والے بامراد نہیں ہو سکتے۔ وہ اپنی تدابیر اور مکائد پر بھروسا کرتے ہیں اور رکھتے ہیں کہ ہم یوں کر لیں گے مگر اللہ تعالیٰ انکو دکھاتا ہے کہ کوئی تدبیر کارگر نہیں ہو سکتی جب اس کا فضل ہوتا ہے تو اسکے سامنے کوئی چیز نہیں ٹھہر سکتی۔ غرض یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے **دینے کے منتظر** بنو اور یہ عطا منحصر ایمان پر ہے۔ اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو ملا وہ سب سے بڑھ کر ملا۔ شرط یہ ہے

فصلّ لربک

اللہ تعالیٰ کی تعظیم میں لگو۔ نماز سنوار کر پڑھو نماز مومن کی الگ اور دنیادار کی الگ منافق کی الگ ہوتی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک نام ابراہیم بھی تھا جسکی تعریف اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **ابراهیم الذی وفّی** اور وہی ابراہیم جو جاء **بقلب سلیم** کا مصداق تھا اسنے سچی تعظیم امر الٰہی کی کرکے دکھائی اس کا نتیجہ کیا دیکھا۔ دنیا کا امام ٹھیرا + اسی طرح پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوتا ہے کہ تعظیم لامر اللہ کے لیے تو **فصل لربک** کا حکم ہے مگر شفقت علی خلق اللہ اور تکمیل تعظیم امر الٰہی کے لیے

وانحر

قربانی بھی کرو۔

قربانی کرنا بڑا ہی مشکل کام ہے۔ جب یہ شروع ہوئی اسوقت دیکھو کیسے مشکلات تھے اور اب بھی دیکھو۔

ابراہیم علیہ السلام بہت بوڑھے اور ضعیف تھے ۹۹ برس کی عمر تھی۔ خدا تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے موافق اولاد صالح عنایت کی **اسمعیل** جیسی اولاد عطا کی جب اسمعیل جوان ہوئے تو حکم ہوا کہ انکو **قربانی** میں دیدو۔ اب ابراہیم علیہ السلام کی قربانی دیکھو زمانہ اور عمر وہ کہ ۹۹ تک پہنچ گئی اس بڑھاپے آیندہ اولاد کے ہونے کی کیا توقع اور وہ طاقتیں کہاں؟ مگر اس حکم پر ابراہیم نے اپنی ساری طاقتیں ساری امیدیں اور تمام ارادے قربان کر دیے ایک طرف حکم ہوا۔ اور معًا بیٹے کو قربان کرنے کا ارادہ کر لیا۔ پھر بیٹا بھی ایسا سعید بیٹا تھا کہ جب ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا بیٹا! **انی اری فی المنام انی اذبحک** تو وہ بلا چون و چرا یونہی بولا۔ کہ **فافعل ما تؤمر ستجدنی ان شاء اللہ من الصابرین**۔ ابا! جلدی کرو۔ ورنہ وہ کہہ سکتے تھے کہ یہ خواب کی بات ہے اسکی تعبیر ہو سکتی ہے مگر نہیں کہا پھر کر ہی لیجیے۔ غرض باپ بیٹے نے ایسی فرمانبرداری دکھائی کہ کوئی عزت کوئی آرام کوئی دولت اور کوئی امید باقی نہ رکھی یہ آج ہماری قربانیاں اسی پاک قربانی کا نمونہ ہیں + مگر دیکھو کہ اسمیں اور اہمیں کیا فرق ہے؟

اللہ تعالیٰ نے ابراہیم اور اسکے بیٹے کو کیا جزا دی اولاد میں ہزاروں بادشاہ اور انبیا ...... پیدا کیے۔ وہ زمانہ عطا کیا جس کی انتہا نہیں خلفا ہوں تو وہ بھی ملت ابراہیمی میں سارے نواب اور خلفاء الٰہی دین کے قیامت تک اسی گھرانے میں ہونے والے ہیں۔

پس اگر قربانی کرتے ہو تو ابراہیمی قربانی کرو۔ زبان سے **انی وجہت وجہی للذی فطر السموات والارض** کہتے ہو تو روح بھی اس کے ساتھ متفق ہو **ان صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین** کہتے ہو تو کرکے بھی دکھلاؤ۔

غرض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اسکی فرمانبرداری اور تعمیل حکم کے لیے جو اسلام کا سچا مفہوم اور منشا ہے۔ مگر میں دیکھتا ہوں کہ ہزاروں وسوسے اور دنیا کی ایچا پیچی ہوتی ہے۔

خدا تعالیٰ کی راہ میں اپنے کل قویٰ اور خواہشوں کو قربان کر ڈالو اور رضاء الٰہی میں لگا دو۔ تو پھر نتیجہ یہ ہوگا۔

انّ شانئک ھو الابتر

تیرے دشمن ابتر ہوں گے۔

انسان کی خوشحالی اس سے بڑھ کر کیا ہوگی کہ خود اسکو راحتیں اور نصرتیں ملیں اور اسکے دشمن تباہ اور ہلاک ہوں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نماز اور اپنی قربانیوں میں دکھا دیا کہ وہ ہمارا ہے ہم نے اپنی نصرتوں اور تائیدوں سے بتا دیا کہ ہم اسکے ہیں اور اسکے دشمنوں کا نام و نشان تک مٹا دیا۔ آج ابوجہل کو کون جانتا ہے ماں باپ نے تو اسکا نام ابوالحکم رکھا تھا مگر آخر ابوجہل ٹھیرا وہ سید الوادی کہلاتا مگر بدتر مخلوق ٹھیرا۔ وہ بلال جسکو ذلیل کرتے ناک میں نکیل ڈالتے اس نے اللہ تعالیٰ کو مانا اسی کے سامنے انکو ہلاک کرکے دکھایا۔ غرض خدا کے ہو جاؤ وہ تمھارا ہو جائے گا **من کان للہ کان اللہ لہ**۔ میں دیکھتا ہوں کہ ہزاروں ہزار اعتراض مرزا صاحب پر کرتے ہیں مگر وہ وہی اعتراض ہیں جو پہلے برگزیدوں پر ہوئے انجام بتا دے گا کہ راستباز کامیاب ہوتا ہے اور اسکے دشمن تباہ ہوتے ہیں۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کا بنتا ہے وہی کامیاب ہوتا ہے ورنہ نامراد مرتا ہے پس ایسے بنو کہ موت آوے خواہ وہ کسی وقت آوے مگر تمکو اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار پاوے۔ یاد رکھو کہ مرکر اور مرتے ہوئے بھی اسکے ہونیوالے نہیں مرتے۔ اللہ تعالیٰ ہم سبکو اعمال صالحہ کی توفیق دے + جو اپنی اصلاح نہیں کرتا اور اپنا مطالعہ نہیں کرتا وہ بہیمہ ہے۔

دنیا کے ایچ پیچ کام نہیں آتے کام آنیوالی چیز نیکی اور اعمال صالحہ ہیں خدا سب کو توفیق عطا کرے

آمین

دوسرے خطبہ

میں اتنا ہی فرمایا کہ قربانیاں دو جو بیمار نہ ہوں دبلی نہ ہوں۔ بے آنکھ کی نہ ہوں کان چری ہوئی نہ ہوں۔ عیب دار نہ ہوں۔ لنگڑی نہ ہوں۔ اسمیں **اشارہ** ہے کہ جبتک کامل طور پر قویٰ قربان نہ کروگے ساری نیکیاں تمھاری ذات پر جلوہ گر نہ ہونگی اصل منشا قربانی کا یہ ہے پھر جسکو مناسب سمجھتا ہوئے۔

استفسار اور اُن کے جواب

حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حضور بعض لوگ عجیب عجیب **سوال** کرتے ہیں جنکا جواب دلچسپی سے پڑھے جانے کے قابل ہوتا ہے اسلیے اس عنوان کے تحت عند الضرورۃ ہم ایسے استفسار اور جواب شائع کیا کریں گے۔ ایڈیٹر۔

سوال۔ مولود کے متعلق حضور کیا فرماتے ہیں؟

حضرت اقدس۔ محض تذکرہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا عمدہ چیز ہے اس سے محبت بڑھتی ہے اور آپ کی اتباع کے لیے تحریک ہوتی اور جوش پیدا ہوتا ہے۔ قرآن شریف میں بھی اسی لیے بعض تذکرے موجود ہیں جیسے فرمایا **وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِبْرَاهِيمَ**۔ لیکن اگر تذکروں کے بیان میں بعض بدعات ملا دی جائیں تو وہ حرام ہو جاتے ہیں۔

گر حفظ مراتب نہ کنی زندیقی

یہ یاد رکھو کہ اصل **مقصد اسلام کا توحید** ہے مولود کی محفلیں کرنے والوں میں آجکل دیکھا جاتا ہے کہ بہت سی بدعات ملا لی گئی ہیں جس نے ایک جائز اور موجب رحمت فعل کو خراب کر دیا ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ موجب رحمت ہے۔ مگر غیر مشروع امور و بدعات منشا الٰہی کے خلاف ہیں ہم خود اس امر کے مجاز نہیں ہیں کہ آپ کسی نئی شریعۃ کی بنیاد رکھیں اور آجکل یہی ہو رہا ہے کہ ہر شخص اپنے خیالات کے موافق شریعۃ کو بنانا چاہتا ہے گویا خود شریعت بناتا ہے۔

اس مسئلہ میں بھی افراط اور تفریط سے کام لیا گیا ہے بعض لوگ اپنی جہالت سے کہتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ ہی حرام ہے یہ ان کی حماقت ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے تذکرہ کو حرام کہنا بڑی بیباکی ہے۔ جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی اتباع خدا تعالےٰ کا محبوب بنانے کا ذریعہ اور اصل باعث ہے اور اتباع کا جوش تذکرہ سے پیدا ہوتا اور اسکی تحریک ہوتی ہے۔ جو شخص کسی سے محبت کرتا ہے اُس کا تذکرہ کرتا ہے۔

ہاں جو لوگ مولود کرتے وقت کھڑے ہوتے ہیں اور یہ خیال کرتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہی تشریف لے آئے ہیں یہ انکی جرأت ہے ایسی مجلسیں جو کی جاتی ہیں اُن میں بعض اوقات دیکھا جاتا ہے کہ کثرت سے ایسے لوگ شریک ہوتے ہیں جو تارک الصلوٰۃ سود خوار اور شرابی ہوتے ہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ایسی مجلسوں سے کیا تعلق؟ اور یہ لوگ محض ایک تماشہ کے طور پر جمع ہو جاتے ہیں پس اس قسم کے خیال بیہودہ ہیں۔

جو شخص خشک وہابی بنتا ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی عظمت کو دل میں جگہ نہیں دیتا وہ بے دین آدمی ہے۔

انبیاء علیہم السلام کا وجود بھی ایک بارش ہوتی ہے وہ اعلیٰ درجہ کا روشن وجود ہوتا ہے۔ خوبیوں کا مجموعہ ہوتا ہے دنیا کے لیے اسمیں برکات ہوتے ہیں اپنے جیسا سمجھ لینا ظلم ہے۔ **اولیا و انبیاء** سے محبت رکھنے سے ایمانی قوت بڑھتی ہے۔

حدیث میں آیا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہشت میں ایک اعلیٰ مقام ہوگا اور اسمیں میں ہوں گا ایک صحابی جس کو آپ سے بہت ہی محبت تھی وہ یہ سنکر رو پڑا اور کہا کہ حضور مجھے آپ سے بہت محبت تھی آپ نے فرمایا تو میرے ساتھ ہوگا۔

مشرک بھی سچی محبت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے نہیں رکھ سکتا۔ اور ایسا ہی **وہابی** بھی نہیں کر سکتا۔ یہ مسلمانوں کے آریہ ہیں ان میں روحانیت نہیں ہے خدا تعالےٰ اور اسکے سچے رسول سے سچی محبت نہیں ہے۔

دوسرا گروہ جنھوں نے مشرکانہ طریق اختیار کیے ہیں روحانیت ان میں بھی نہیں قبر پرستی کے سوا اور کچھ نہیں۔ پس اصل بات یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ میرے نزدیک جیسا کہ وہابی کہتے ہیں حرام نہیں بلکہ یہ اتباع کی تحریک کے لیے مناسب ہے جو لوگ مشرکانہ رنگ میں بعض بدعتیں پیدا کرتے ہیں وہ حرام ہیں۔

سوال۔ روٹیوں پر فاتحہ پڑھنے کے متعلق کیا حکم ہے

حضرت اقدس کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی روٹیوں پر قرآن پڑھا ہے؟

سوال خوش الحانی سے قرآن شریف پڑھنا کیسا ہے؟

حضرت اقدس خوش الحانی سے قرآن شریف پڑھنا بھی عبادت ہے اور بدعات جو ساتھ ملا لیتے ہیں وہ اس عبادت کو ضائع کر دیتے ہیں۔ بدعات نکال نکال کر ان لوگوں نے کام خراب کیا ہے۔

۱۶ مارچ سنہ ۱۹۰۳ء کی سیر میں

سوال۔ سودی روپے کے لینے اور دینے کے متعلق کیا حکم ہے۔

حضرت اقدس ہمارے نزدیک سودی روپیہ لینا اور دینا دونوں حرام ہیں۔ مومن وہ ہوتے ہیں جو اپنے ایمان پر قائم ہوں اللہ تعالیٰ اُن کا خود متولی اور متکفل ہو جاتا ہے۔ اللہ ہر بات پر قادر ہے اس قدر مومن دنیا میں گذرے ہیں وہ کبھی ایسی مشکلات میں مبتلا نہیں ہوئے بلکہ **یرزقہ من حیث لا یحتسب** اللہ تعالیٰ ہر ضیق سے انکو نجات دیتا ہے ہاں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ایک نمونہ پایا جاتا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ آپ جب کسی سے کچھ روپیہ قرض لیتے تو اُسکے ساتھ کچھ اور بھی دیدیتے اسطریق پر کہ **ھل جزاء الاحسان الا الاحسان** پر عمل ہو جاوے۔ اور یہ جو زائد دیتے وہ بعض اوقات ایسا ہوتا تھا کہ اصل سے دو چند سہ چند ہوتا۔ ایسی صورتیں جائز ہیں کہ اگر کسی اپنے دوست سے روپیہ لے اور کوئی شرط اُسکے ساتھ نہ ہو تو صلہ مواسات کے طور پر کچھ بڑھا کر دیدے۔

لیکن جیسے آجکل عام طور پر مروج ہے کہ پہلے سود کا فیصلہ ہو جاتا ہے یہ جائز نہیں بلکہ حرام ہے۔

ایمان بڑی بابرکت چیز ہے مومن کو اللہ تعالےٰ

ایسی مشکلات میں نہیں ڈالتا۔ مومن اپنے رب کی نسبت یقین رکھتا ہے کہ وہ ہر شئے پر قادر ہے اور یہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے الم تعلم ان اللہ علی کل شئ قدیر۔ مومن کو یہ ضرورت نہیں ہوتی اگر ہوتی ہے تو وہ خود تکفّل ہو جاتا ہے۔ سود تو کوئی چیز نہیں اگر اللہ تعالیٰ مومن کو کہتا کہ تو زمین کا پانی نہ پیا کر تو میں ایمان رکھتا ہوں کہ اسکو آسمان سے پانی ملتا جس قدر ضعف اور لاچاری ہوتی ہے اسی قدر ایمان کی کمزوری ہوتی ہے۔ کوئی گناہ چھوٹ نہیں سکتا جب تک اللہ تعالیٰ توفیق اور قوت نہ دے جب وہ قوت عطا کرتا ہے تو پھر سہولت کے دروازے کھول دیتا ہے اگر عذر نکال نکال کر گناہ کیے جاویں جیسے مثلاً کہتے ہیں کہ سودی روپیہ لیے بغیر گذارہ نہیں تو پھر عذروں کے ساتھ خداتعالیٰ کی کتاب کے کسی حکم پر عمل نہ ہو۔ سب راستبازوں کا تجربہ یہی ہے کہ جب تک خداتعالیٰ رحمت کا دروازہ نہ کھولے کچھ بھی نہیں بنتا۔ افسوس یہ ہے کہ جیسا بھروسہ انسان مخلوق کے دروازہ پر رکھتا ہے اگر اپنے خالق کے دروازہ پر رکھے تو کبھی محتاج نہ ہو۔ مگر یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی قدر نہیں کرتے۔

عذر رکھکر معصیت میں مبتلا ہونا یہ سفلی عذر ہے جو شیطان سے آتا ہے ورنہ خداتعالیٰ کے فضل پر بھروسہ کرے تو سب کچھ ہوتا ہے۔ میں نے بعض بیماریوں میں آزمایا ہے اور دیکھا ہے کہ محض دعا سے اُسکا فضل ہوا اور مرض جاتا رہا ہے۔ ابھی دو چار دن ہوئے ہیں کثرت پیشاب اور اسہال کی وجہ سے میں مضمحل ہو گیا تھا میں نے دعا کی تو الہام ہوا

دُعَاءُكَ مُسْتَجَابٌ۔

اسکے بعد ہی دیکھا کہ وہ شکایت جاتی رہی خدا ایک ایسا نسخہ ہے جو سارے نسخوں سے بہتر ہے اور چھپانے کے قابل ہے مگر پھر دیکھتا ہوں کہ یہ بخل ہے اسلیے ظاہر کرنا پڑتا ہے۔

اسلام اور غیر اسلام میں یہی فرق ہے کہ وہ اپنی قدرت کے کرشمے دکھاتا ہے جیسا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت ہوتا تھا اب بھی خداتعالیٰ وہی کرشمے دکھاتا ہے اور تازہ بتازہ کرشمہ دکھاتا ہے اور ہم پہچانتے ہیں کہ گویا وہی زمانہ اور وقت ہے اس سے بڑا حوصلہ پیدا ہوتا ہے وہ اپنے بندوں کو جلتی آگ میں بچا لیتا۔ ابراہیم علیہ السلام کے لیے کہا یا نار کونی بردا و سلاما۔ اور یہاں بھی ڈگلس کے سامنے جو کلارک کا مقدمہ تھا وہ اس آگ سے کم نہ تھا۔

غرض مومن کو خداتعالیٰ ایسی مشکلات میں نہیں ڈالتا۔ جو پڑتا ہے وہ اپنی ہی کمزوری کی وجہ سے پڑتا ہے

سوال۔ بابو عطاء الٰہی صاحب سٹیشن ماسٹر نے عرض کی کہ حضور ریلوے کے محکمہ میں ملازموں کی تنخواہ میں سے ماہوار کچھ حصہ وضع ہوتا ہے اور وہ گورنمنٹ کے پاس جمع رہتا ہے پھر اسپر کچھ بونس دیا جاتا ہے کیا وہ سود میں داخل ہے؟

حضرت اقدس۔ بات اصل یہ ہے کہ سود کی تعریف یہ ہے کہ اپنے ذاتی فائدہ کے لیے روپیہ قرض دیا جاوے یہ تعریف جہاں صادق آتی ہے وہ سود ہے۔ لیکن جبکہ محکمہ ریلوے کے ملازم خود وہ روپیہ سود کے لالچ سے نہیں دیتے بلکہ جبراً وضع کیا جاتا ہے تو یہ سود کی تعریف میں داخل نہیں ہے۔ اور خود جو کچھ وہ روپیہ زائد دیدیتے ہیں وہ داخل سود نہیں ہے۔ غرض یہ خود دیکھ سکتے ہو کہ آیا یہ روپیہ سود لینے کے لیے تم خود دیتے ہو یا وہ خود وضع کرتے ہیں اور بلا طلب اپنے طور پر دیتے ہیں

سوال۔ رشوت ستانی سے اگر کسی نے مال جمع کیا ہوا ہو اور پھر وہ اس سے توبہ کرے تو اُسے کیا کرنا چاہیے۔

حضرت اقدس ؑ ایسا مال جو رشوت ستانی سے لیا گیا ہے جب توبہ کرے تو اُس مال کو اُن لوگوں کو جن سے لیا ہے واپس کرے۔ اور اگر پتہ نہ لگے تو پھر اُسے صدقہ و خیرات کردے

سوال رہن کے متعلق کیا حکم ہے۔

حضرت اقدس ؑ۔ ہمارے نزدیک رہن جبکہ نفع و نقصان کا ذمہ دار ہو جاتا ہے۔ اس سے فائدہ اُٹھانا منع نہیں ہے۔

سوال۔ بعض لوگ جو ٹھیکیداروں کے بیمے کسی بیمہ کی کمپنی سے آتشزدگی وغیرہ کے متعلق کراتے ہیں، اسکی بابت حضور کیا فرماتے ہیں

حضرت اقدس ؑ نے اس سوال کا جواب دیتے وقت ایک اصل بیان کر دی کہ سود اور قمار سے الگ کرکے اقرارات کو شریعت نے صحیح سمجھا ہے۔ بس ان معاملات میں یہ پہلو کہ سود یا قمار کی کوئی جز تو نہیں اگر صرف اقرارات ہوں انکو شریعت نے جائز رکھا ہے۔ کہ جنہیں ذمہ داری ہوتی ہے۔

چونکہ اس قسم کے سوالوں کے متعلق ایک لمبا سلسلہ شروع ہو گیا تھا اس لیے حضرت حجۃ اللہ نے فرمایا کہ لا تسئلوا عن اشیاء کا حکم بھی قرآن شریف میں آیا ہے بہت کھود کھاد مناسب نہیں ہے ایک شخص دعوت کھانے جاوے اور پھر وہاں لمبی تحقیق شروع کردے کہ فلاں چیز کہاں سے آئی اس نے کہاں سے لی۔ ایسے استفسار منع ہیں۔

۲۰ مارچ کی سیر میں ۔۔۔

سردار فضل حق صاحب نے عرض کیا کہ میرے ایک دوست کشتی نوح کی تعلیم کو پڑھ کر یہ پوچھتے ہیں کہ اگر انسانی کمزوری کیوجہ سے کوئی شرط ٹوٹ جاوے تو کیا اسکو صرف توبہ کرنی کافی ہے یا تجدید بیعت

فرمایا۔ توبہ کافی ہے کہ التائب من الذنب کمن لا ذنب له گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہوتا ہے جیسے اس نے کوئی گناہ نہیں کیا۔ اگر بیعت کرلے تو یہ بھی سعادت ہے۔

توبہ کے لیے ضروری ہے کہ پہلے ندامت ہو اور پھر پکا عزم اُس گناہ کے چھوڑ دینے کا ہو اس سے اگر وہ توبہ پر قائم نہ رہ سکے تو بھی اللہ تعالیٰ اس ندامت اور عزم پر گناہ بخش دیتا ہے۔ اصل گناہ سے بچنے کے لیے انسان کو توبہ کرنی چاہیے۔ پوری حفاظت تب ہوتی ہے جب خداتعالیٰ کی توبہ اس کے ساتھ ہے۔

یہ بات حیران کرنے والی نہیں کہ خدا کی توبہ کیا ہوتی ہے۔ بات یہ ہے کہ توبہ کا اصل مفہوم رجوع کرنا ہے۔ انسان کی توبہ یہ ہے کہ وہ گناہ سے نیکی کیطرف رجوع کرتا ہے اور خدا کی توبہ یہ ہے کہ وہ رحمت سے رجوع کرتا ہے جب خداتعالیٰ رجوع برحمت فرماتا ہے اسکے بعد انسان گناہ پر قابو نہیں پاتا اور یہی وہ حالت ہوتی ہے جس کے لیے **حدیث** میں آیا ہے کہ ایک شخص گناہ کرتا ہے اور پھر توبہ کرتا ہے پھر گناہ کرتا ہے یہاں تک کہ ایک لمبے سلسلہ کے بعد خدا توبہ کرتا ہے اور اسے کہتا ہے کہ افعل ما شئت

فانی غفرت لک یعنی نواب جو چاہے کر میں نے تجھے معاف کر دیا۔ اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ تو برے کام بھی کر بلکہ اس کا اصل مطلب یہ ہے کہ میں نے تیری سرشت ہی کو بدل دیا ہے اب تو بدی کرنے کی قوت ہی نہیں رکھتا۔ اسکی ایسی مثال ہے کہ ایک بد نظری کرنے والے کی آنکھیں نکال دی جاویں اور پھر اسکو کہا جاوے کہ تو اب جا بدنظری کر۔ خدا تعالے اسکے گناہ کی قوتوں کو ہی سلب کر دیتا ہے۔

بدر کی لڑائی میں جب صحابہ نے اپنے صدق اور وفا کو ظاہر کیا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے انکو فرمایا اعملوا ما شئتم یہ ایک مقام اور درجہ تقوی کا ہوتا ہے اسوقت وہ خدا تعالے کی مرضی کے خلاف کر ہی نہیں سکتا۔ خدا تعالے مذنب تواب سے پیار کرتا ہے اسلیے وہ اسکی طرف رجوع کرتا اور اپنے اندر ایک ندامت کو پیدا کرتا ہے۔

گناہ ایک زہر ہے جیسے دوسری زہریں انسان کے جسم پر اثر کر کے اسکو تباہ کرتی ہیں گناہ روحانی ہلاکت کا باعث ہوتا ہے لیکن جسطرح پر بعض زہریں تریاق کے ساتھ ملکر مفید بھی ہو جاتی ہیں گناہ کی زہر بھی توبہ کے تریاق کے ساتھ ملکر نفع دیجاتی ہے کیونکہ اس سے انکساری شرمساری اور تضرع پیدا ہوتی ہے حضرت آدم علیہ السلام کے زلۃ القدم کی وجہ یہی تھی۔ اگر یہ حرکت ان سے صادر نہ ہوتی تو وہ ربنا ظلمنا انفسنا نہ کہتے کیونکہ اللہ تعالی نے ان کو اپنے ہاتھوں سے بنایا تھا۔ پھر خدا جانے کس کس قسم کا تکبر انکو پیدا ہوتا۔

سوال۔ آدم علیہ السلام جس جنت میں تھے وہ آسمان پر تھا یا زمین پر

حضرت اقدس۔ وہ بہشت زمین پر تھا توریت سے بھی یہی ثابت ہے۔ آسمان پر ہی آدم کی کبھی بود و باش نہیں ہوئی وہاں تو مرنے کے بعد ہی جانا ہوتا ہے۔

سوال۔ شجرہ کیا تھا۔

حضرت اقدس کوئی گیہوں کا درخت کہتا ہے کوئی انگور کا درخت کہتا ہے جس سے شراب کی طرف ایما ہے اور اسکی تائید انہ من عمل الشیطن سے بھی ہوتی ہے۔ غرض یہ تھی کہ اس سے متوالے نہ ہونا

سوال۔ تمنا کو کے متعلق۔

حضرت اقدس ۔ تمنا کو ہم مسکرات میں داخل نہیں کرتے لیکن یہ ایک لغو فعل ہے اور مومن کی شان ہے والذین ھم عن اللغو معرضون۔ اگر کسیکو کوئی طبیب بطور علاج بتلائے تو ہم منع نہیں کرتے ورنہ یہ لغو اور اسراف کا فعل ہے اور اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں ہوتا تو آپ اپنے اور صحابہ کے لیے کبھی پسند نہ فرماتے۔

آریہ سماج قادیان کا سالانہ جلسہ اور ہم

آریہ سماج قادیان کے سالانہ جلسہ کی روئداد کے شائع کرنے میں غالباً امید سے زیادہ توقف ہو گیا ہے لیکن جن اصولوں اور پہلوؤں پر ہم اسکو ناظرین الحکم اور گورنمنٹ کی توجہ کے لیے پیش کرنا چاہتے ہیں وہ پہلو کسی دیر یا توقف کی وجہ سے کمزور نہیں ہو سکتے ہماری دیر اور توقف کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ ہم دیکھنا چاہتے تھے کہ خود آریہ سماج اس جلسہ کے متعلق کیا شائع کرتی ہے تاہم ان تحریروں کو بھی اپنی روئداد شائع کرنے وقت ملحوظ خاطر رکھیں۔

ہم افسوس سے ظاہر کرتے ہیں کہ آریہ سماج کے اس جلسہ کی روئداد کے درج کرنے کی ناگوار ڈیوٹی ہمکو بہت سے ایسے فقرے اور جملے لکھنے پر مجبور کریگی جنکو بالطبع ہم سخت کراہت اور حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں مگر ہمیں آریہ سماج کی تہذیب اور انکی اخلاقی حالت کا اندازہ کرانیکے لیے غالباً ایسا کرنا پڑے۔ اگرچہ ہم کوشش کرینگے کہ بعض جگہ صرف اشارات سے ہی کام لیں۔ ہاں ان معاملات پر جو گورنمنٹ کے لائنس ایکٹ ہیں اتنا ہی کہکر آگے چلیں کہ منشی رنگی رام صاحب سارجنٹ متعینہ ڈیوٹی کی دی ہوئی انفرمیشن پر ہی توجہ کیجاوے کیونکہ الحکم جیسے پاکیزہ لٹریچر کو ہم ایسے لٹریچر سے جو آریہ سماج کی گھٹی میں پڑا ہوا موجود ہوتا ہے الگ رکھنا ہی ضروری سمجھتے ہیں۔ یہ ظاہر کر دینا بھی مناسب ہے کہ ہم اس روئداد کو غالباً ۱۰ اپریل سے پہلے شروع نہیں کر سکتے اور شروع کر کے بھی مسلسل جاری رکھنے کا وعدہ نہیں کرتے ہاں کوشش کرینگے کہ ایسا التزام کیا جاوے کہ کم از کم ہر دوسرے نمبر میں اسپر لکھا جاوے جیسا کہ صحیفۃ الولاء پر ریمارک کا سلسلہ جاری ہے۔ اور ایسا کرنے کے وجوہات سے ہمارے ناظرین خود آگاہ ہیں اور ہماری معذوری سے واقف۔

نصیحت بعد البیعت

---

۲۰ مارچ ۱۹۰۳ء کو جمعہ کے دن چند آدمیوں نے بیعت کی اور بعد بیعت حضرت اقدس نے انکو خطاب کر کے فرمایا

اصل مدعا بیعت کا یہی ہے کہ توبہ کرو۔ استغفار کرو۔ نمازوں کو درست کر کے پڑھو۔ ناجائز کاموں سے بچو میں جماعت کے لیے دعا کرتا رہتا ہوں مگر جماعت کو چاہیے کہ وہ خود بھی آپ اپنے آپ کو پاک کرے۔ یاد رکھو غفلت کا گناہ پشیمانی کے گناہ سے بڑھ کر ہوتا ہے یہ گناہ زہریلا اور قاتل ہوتا ہے بد توبہ کرنے والا تو ایسا ہی ہوتا ہے کہ گویا اس نے گناہ کیا ہی نہیں جسکو معلوم ہی نہیں کہ میں کیا کر رہا ہوں وہ بہت خطرناک حالت میں ہے پس ضرورت ہے کہ غفلت کو چھوڑو اور اپنے گناہوں سے توبہ کرو۔ اور خدا تعالی سے ڈرتے رہو۔ جو شخص توبہ کر کے اپنی حالت کو درست کرے گا وہ دوسروں کے مقابلہ میں بچایا جاوے گا + پس دعا اسی کو فائدہ پہونچا سکتی ہے جو خود بھی اپنی اصلاح کرتا ہے اور خدا تعالے کے ساتھ اپنے سچے تعلق کو قائم کرتا ہے پیغمبر کسی کے لیے اگر شفاعت کرے لیکن وہ شخص جسکی شفاعت کی گئی ہے اپنی اصلاح نہ کرے اور غفلت کی زندگی سے نہ نکلے تو وہ شفاعت اسکو فائدہ نہیں پہونچا سکتی۔

جب تک خود خدا تعالے کی رحمت کے مقام پر کھڑا ہو تو دعا بھی اسکو فائدہ پہونچاتی ہے نرا اسباب پر بھروسہ نہ کرو کہ بیعت کر لی ہے اللہ تعالے لفظی بیعتوں کو پسند نہیں کرتا۔ بلکہ وہ چاہتا ہے کہ جیسے بیعت کے وقت توبہ کرتے ہو اس توبہ پر قائم رہو اور روز نئی توجہ پیدا کرو جو اس کے استحکام کا موجب ہو۔ اللہ تعالے پناہ ڈھونڈنے والوں کو پناہ

دیتا ہے جو لوگ خدا کی طرف آتے ہیں وہ انکو ضائع نہیں کرتا۔

اس بات کو خوب سمجھ لو کہ جب پورا خوف دامنگیر ہوا۔ اور جان کندن کی سی حالت ہو گئی اُس وقت کی توبہ توبہ نہیں جب بلا نازل ہو گئی پھر اُسکا رد کرنا اللہ تعالےٰ ہی کے ہاتھ میں ہے۔ تم بلا کے نزول سے پہلے فکر کرو۔ جو بلا کے نزول سے پہلے ڈرتا ہے وہ نیک بخت ہیں اور بار یک بیں ہوتا ہے اور بلا کے آجانے کے وقت تو کافر بھی ڈرتے ہیں یہ بھی سُنا ہے کہ بعض گاؤں میں جہاں طاعون کی شدت ہوئی ہے ہندو دلسے مسلمانوں کو بلا کر اپنے گھروں میں اذانیں دلواتی ہیں وہی اذان جس سے پہلے انکو پرہیز تھا۔

جو مومن عرض کے لیے خدا سے نہیں ڈرتا خدا اوس سے خوف کو دور کر دیتا ہے۔ مگر جس کے دروازہ پر بلا نازل ہو جاوے تو وہ خواہ نخواہ اُس سے ڈرے گا۔

بہت دعائیں کرتے رہو تاکہ ان بلاؤں سے نجات ہو اور خاتمہ بالخیر ہو۔ بجز اسکے سوا بیہودہ فیل و قال فائدہ نہیں ہے اور جیسے یہ ضروری ہے کہ ڈر کے سامانوں سے پہلے ڈرنا چاہیے یہ بھی نہیں ہونا چاہیے کہ ڈر کے سامان قریب ہوں تو ڈر جاؤ اور جب وہ دور چلے جاویں تو بے باک ہو جاؤ بلکہ تمہاری زندگی ہر حالت میں اللہ تعالےٰ کے خوف سے بھری ہوئی ہو خواہ مصیبت کے سامان ہوں یا نہ ہوں۔

اللہ تعالےٰ مقتدر ہے وہ جب چاہتا ہے مصیبت کا دروازہ کھول دیتا ہے اور جب چاہتا ہے کشایش کرتا ہے جو اسپر صبر کرتا ہے وہ بچایا جاتا ہے۔ ڈرنے والا اور نہ ڈرنے والا کبھی برابر نہیں ہو سکتا اللہ تعالےٰ ان دونوں میں ایک فرق رکھ دیتا ہے۔

پس ہماری جماعت کو چاہیے کہ وہ سچی توبہ کریں اور گناہ سے بچیں جو بیعت کر کے پھر گناہ سے نہیں بچتا وہ گویا جھوٹا اقرار کرتا ہے اور یہ میرا ہاتھ نہیں خدا کا ہاتھ ہے جسپر وہ ایسا جھوٹ بولتا ہے اور پھر خدا کے ہاتھ پر جھوٹ بول کر کہاں جاوے؟ اور وہ کبر مقتاً عند اللہ ان **تقولون مالا تفعلون**۔ مقت خدا کے غضب کو کہتے ہیں یعنی بڑا غضب انپر ہوتا ہے جو اقرار کرتے ہیں اور پھر کرتے نہیں ایسے آدمی پر خدا کا غضب نازل ہوتا ہے۔ اسلیے دعائیں کرتے رہو کوئی ثابت قدم نہیں رہ سکتا جبتک خدا نہ رکھے۔

علامات المقربین

خدا تعالےٰ کے برگزیدہ بندوں کے خاص نشانات اور علامات ہوتے ہیں جنسے وہ شناخت کیے جاتے ہیں۔ ہم نہیں سے ہم چند یہاں درج کرتے ہیں تاکہ ان لوگوں کو جو خدا کے برگزیدہ بندوں کو شناخت کرنا چاہتے ہیں مفید ثابت ہوں

(۱) خدا تعالےٰ کے خالص دوستوں کی یہ علامت ہے کہ انکو ایک خالص محبت دی جاتی ہے جس کا اندازہ کرنا اس جہان کے لوگوں کا کام نہیں۔

۲۔ انکے دل پر ایک خوف بھی ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ دقائق اطاعت کی رعایت رکھتے ہیں تاکہ ایسا نہ ہو کہ یار قدیم آزردہ ہو جاوے۔

۳۔ انکو خارق عادت استقامت دیجاتی ہے کہ اپنے وقت پر دیکھنے والوں کو حیران کر دیتی ہے۔

۴۔ جب کوئی انکو بہت ستاتا ہے اور باز نہیں آتا تو ان کے لیے غضب اُس ذات قوی کا جوان کا متولی ہوتا ہے یکدفعہ بھڑکتا ہے۔

۵۔ جب ان سے کوئی بہت دوستی کرتا ہے اور سچی وفاداری اور اخلاص کے ساتھ ان کی راہ میں فدا ہو جاتا ہے تو خدا تعالےٰ اسکو اپنی طرف کھینچتا ہے اور اُسپر ایک خاص رحمت نازل کرتا ہے۔

۶۔ انکی دعائیں بہ نسبت اوروں کے بہت زیادہ قبول ہوتی ہیں یہانتک کہ وہ شمار نہیں کر سکتے کہ کسقدر قبول ہوئیں۔

۷۔ انپر اکثر ایسے اسرار غیب ظاہر کیے جاتے ہیں اور وہ باتیں جو ابھی ظہور میں نہیں آئیں اُنپر کھولی جاتی ہیں اگرچہ اور مومنوں کو بھی سچی خوابیں اور سچے مکاشفات معلوم ہو جاتے ہیں مگر یہ لوگ تمام دنیا سے نمبر اول پر ہوتے ہیں۔

۸۔ خدا تعالےٰ خاص طور پر ان کا متولی ہو جاتا ہے اور جسطرح اپنے بچوں کی کوئی پرورش کرتا ہے اُس سے بھی زیادہ نگاہ رحمت اُنپر رکھتا ہے۔

۹۔ جب اُنپر کوئی بڑی مصیبت کا وقت آتا ہے تو اسوقت دو طوروں میں سے ایک طور کا اُن سے معاملہ کرتا ہے یا خارق عادت طور پر اس مصیبت سے رہائی دی جاتی ہے یا ایک ایسا صبر جمیل عطا کیا جاتا ہے جس میں لذت اور سرور اور ذوق ہو۔

۱۰۔ ان کی اخلاقی حالت ایک ایسی اعلیٰ درجہ کی کی جاتی ہے جو تکبر اور نخوت اور کمینگی اور خود پسندی اور ریاکاری اور حسد اور بخل اور تنگ دلی سب دور کی جاتی ہے اور انشراح صدر اور بشاشت عطا کی جاتی ہے۔

۱۱۔ ان کا توکل اعلیٰ درجہ کا ہوتا ہے اور اسکے ثمرات ظاہر ہوتے رہتے ہیں

۱۲۔ ان کو اعمال صالحہ کے بجالانے کی قوت دی جاتی ہے جو دوسرے ان میں کمزور ہوتے ہیں

۱۳۔ ان میں ہمدردی خلق اللہ کا مادہ بہت بڑھایا جاتا ہے اور بغیر توقع کسی اجر اور بغیر خیال کسی ثواب کے انتہائی درجہ کا جوش ان میں خلق اللہ کی بھلائی کے لیے ہوتا ہے اور خود بھی نہیں سمجھ سکتے کہ اس قدر جوش کس غرض سے ہے کیونکہ یہ امر فطرتی ہوتا ہے

۱۴۔ خدا تعالےٰ کے ساتھ ان لوگوں کو نہایت کامل وفاداری کا تعلق ہوتا ہے۔ اور ایک عجیب مستی جانفشانی کی ان کے اندر ہوتی ہے اور انکی روح کو خدا تعالےٰ کی روح کے ساتھ وفاداری کا ایک راز ہوتا ہے جسکو کوئی بیان نہیں کر سکتا۔ اس لیے حضرت احدیت میں انکا مرتبہ ہوتا ہے جسکو خلقت نہیں پہچانتی۔ وہ چیز جو خاص طور پر ان میں زیادہ ہے اور جو سرچشمہ تمام برکات کا ہے اور جسکی وجہ سے یہ ڈوبتے ہوئے پھر نکل آتے ہیں اور موت تک پہونچکر پھر زندہ ہو جاتے ہیں اور ذلتیں اُٹھا کر پھر تاج عزت دکھا دیتے ہیں اور مہجور اور تنہا ہو کر پھر ایک جماعت کے ساتھ نظر آتے ہیں وہ یہی راز وفاداری ہے جس کے رشتہ محکم کو نہ تلواریں قطع کر سکتی ہیں اور نہ دنیا کا کوئی بلوہ اور خوف اور مفسدہ اُسکو ڈھیلا کر سکتا ہے السلام علیہم من اللہ و ملائکتہ و من الصلحاء اجمعین۔

۱۵۔ پندرھویں علامت ان کی علم قرآن کریم ہے قرآن کریم کے حقائق و لطائف اور معارف جس قدر ان لوگوں کو دیے جاتے ہیں دوسرے لوگوں کو ہرگز نہیں دیے جاتے۔ یہ لوگ وہی مطہرون ہیں جن کے حق میں اللہ جل شانہ فرماتا ہے لا یمسہ الا المطہرون

۱۶۔ ان کی تقریروں و تحریروں میں اللہ جل شانہ ایک تاثیر رکھ دیتا ہے جو علماء ظاہری کی تحریروں و تقریروں سے نرالی ہوتی ہے اور اس میں ایک ہیبت اور عظمت پائی جاتی ہے اور بشرطیکہ حجاب نہ ہو دلوں کو پکڑ لیتی ہے۔

۱۷۔ ان میں ایک ہیبت بھی ہوتی ہے جو خدا تعالیٰ کی ہیبت سے رنگین ہوتی ہے کیونکہ خدا تعالیٰ خاص طور پر ان کے ساتھ ہوتا ہے اور ان کے چہروں پر عشق الٰہی کا ایک نور ہوتا ہے جو شخص اسکو دیکھ لے اُس پر نار جہنم حرام ہو جاتی ہے ان سے ذنب اور خطا بھی سرزد ہو سکتا ہے مگر ان کے دلوں میں ایک آگ ہوتی ہے جو ذنب خطا کو بھسم کر دیتی ہے اور ان کی خطا ٹھہرنے والی چیز نہیں بلکہ اُس چیز کی مانند ہے جو ایک تیز چلنے والے پانی میں بہتی ہوئی چلی جاتی ہے سو ان کا نکتہ چیں ہمیشہ ٹھوکر کھاتا ہے۔

۱۸۔ خدا تعالیٰ انکو ضائع نہیں کرتا۔ اور ذلت اور خواری کی مار ان پر مارتا ہے۔ کیونکہ وہ ان کے عزیز اور اسکے ہاتھ کے پودے ہیں انکو اسلیے بلندی سے نہیں گراتا کہ تا ہلاک کرے بلکہ اسلیے گراتا ہے کہ تا انکا خارق عادت طور پر بچ جانا دکھاوے انکو اس لیے آگ میں نہیں گراتا کہ انکو جلا کر خاکستر کر دے۔ بلکہ اس لیے دھکا دیتا ہے کہ تا آگ دیکھ لیویں کہ پہلے مخفی مگر اب کیسا خوش نما گلزار ہے۔

۱۹۔ انکو موت نہیں دیتا جبتک وہ کام پورا نہ ہو جاوے جس کے لیے وہ بھیجے گئے ہیں اور جب تک پاک دلوں میں انکی قبولیت نہ پھیل جاوے تب تک البتہ سفر آخرت انکو پیش نہیں آتا۔

۲۰۔ ان کے آثار خیر باقی رکھے جاتے ہیں اور خدا تعالیٰ کئی پشتوں تک انکی اولاد اور ان کے دوستوں کی اولاد پر خاص طور پر نظر رحمت رکھتا ہے اور انکا نام دنیا سے نہیں مٹاتا۔

یہ آثار اولیاء الرحمٰن کے ہیں اور ہر ایک قسم ان میں سے اپنے وقت پر جب ظاہر ہوتی ہے تو بھاری کرامت کی طرح جلوہ دکھاتی ہے۔ مگر اس کا ظاہر کرنا خدا تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہوتا ہے۔

ایک جامع درس

نو مارچ ۱۹۰۳ء کے دربار شام میں حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک جامع تقریر فرمائی ہمکو افسوس ہے کہ اُس روز ہم ایک مصروفیت کی وجہ سے موجود نہ تھے اس لیے اس تقریر کو خود قلم بند نہیں کر سکے تاہم ہمارے ایک عزیز نے اس کے کچھ نوٹ لیے تھے جنکو مرتب کر کے ناظرین کے فائدہ کے لیے ما لا یدرک کلہ لا یترک کلہ پر عمل کرنے کے لیے اسے ہی پیش کر دیتے ہیں۔ ایڈیٹر

چند احباب بتقریب نماز عید اضحی دار الامان میں تشریف لائے اور انھوں نے بیعت کی۔ حضرت اقدس امام پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کھڑے ہو کر یہ تقریر فرمائی۔

فرمایا دیکھو جس قدر آپ لوگوں نے اس وقت بیعت کی ہے اور جو پہلے کر چکے ہیں اُنکو چند کلمات بطور نصیحت کے کہتا ہوں چاہیے کہ اسے پوری توجہ سے سنیں۔ آپ لوگوں کی یہ بیعت بیعت توبہ ہے۔ توبہ دو طرح سے ہوتی ہے ایک تو گذشتہ گناہوں سے یعنی اُنکی اصلاح کرنے کے واسطے جو کچھ پہلے غلطیاں کر چکا ہے اُنکی تلافی کرے اور حتی الوسع اُن بگاڑوں کی اصلاح کی کوشش کرنا اور آیندہ کے گناہوں سے باز رہنا اور اپنے آپ کو اس آگ سے بچائے رکھنا۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ توبہ سے تمام گناہ جو پہلے ہو چکے ہیں معاف ہو جاتے ہیں بشرطیکہ وہ توبہ صدق دل اور خلوص نیت سے ہو اور کوئی پوشیدہ دغابازی دل کے کسی کونہ میں پوشیدہ نہ ہو۔ وہ دلوں کے پوشیدہ اور مخفی رازوں کو جانتا ہے وہ کسی کے دھوکہ میں نہیں آتا۔ پس چاہیے کہ اُسکو دھوکا دینے کی کوشش نہ کی جاوے اور صدق سے نہ نفاق سے اُسکے حضور توبہ کی جاوے۔ توبہ انسان کے واسطے کوئی زائد یا بیفائدہ چیز نہیں ہے۔ اور اسکا اثر صرف قیامت پر ہی منحصر نہیں بلکہ اس سے انسان کی دنیا و دین دونوں سنور جاتے ہیں۔ اور اگر اس جہان میں اور آنے والے جہان میں دونوں میں آرام اور سچی خوشحالی نصیب ہوتی ہے دیکھو قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃ و فی الاٰخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار۔ اے ہمارے رب ہمیں اس دنیا میں بھی آرام و آسایش کے سامان عطا فرما۔ اور آنے والے جہان میں بھی آرام اور راحت عطا فرما اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔

دیکھو درحقیقت ربنا کے لفظ میں توبہ ہی کی طرف ایک باریک اشارہ ہے کیونکہ ربنا کا لفظ چاہتا ہے کہ وہ بعض اور ربوں کو جو اس نے پہلے بنائے ہوئے تھے ان سے بیزار ہو کر اس رب کی طرف آیا ہے۔ اور یہ لفظ حقیقی درد اور گداز کے سوا انسان کے دل سے نکل ہی نہیں سکتا۔ رب کہتے ہیں بتدریج کمال کو پہنچانے والے اور پرورش کرنے والے کو۔ اصل میں انسان نے اپنے بہت سے ارباب بنائے ہوئے ہوتے ہیں۔ اپنے حیلوں اور دغابازیوں پر اسے پورا بھروسہ ہوتا ہے تو وہی اس کے رب ہیں۔ اگر اُسے اپنے علم کا یا قوت بازو کا گھمنڈ ہے تو وہی اُسکے رب ہیں۔ اگر اُسے اپنے حسن یا مال و دولت پر فخر ہے تو وہی اُسکا رب ہے۔ غرض اسطرح کے ہزاروں اسباب اس کے ساتھ لگے ہوئے ہیں۔ جب تک اُن سب کو ترک کر کے اُن سے بیزار ہو کے اس واحد لا شریک سچے اور حقیقی رب کے آگے سر نیاز نہ جھکائے اور ربنا کی پر درد اور دلکو پگھلانے والی آوازوں سے اُسکے آستانہ پر نہ گرے تب تک وہ حقیقی رب کو نہیں سمجھا۔ پس جب ایسی دلسوزی اور جان گدازی سے اُسکے حضور اپنے گناہوں کا اقرار کر کے توبہ کرتا اور اُسے مخاطب کرتا ہے کہ ربنا یعنی اصلی اور حقیقی رب تو تو ہی تھا مگر ہم اپنی غلطی سے دوسری جگہ بھٹکتے پھرتے رہے اب میں نے اُن جھوٹے بتوں اور باطل معبودوں کو ترک کر دیا ہے اور صدق دل سے تیری ربوبیت کا اقرار کرتا ہوں تیرے آستانہ پر آتا ہوں۔ غرض بجز اس کے خدا کو اپنا رب بنانا مشکل ہے جب تک انسان کے دل سے دوسرے رب

اور اُن کی قدر و منزلت و عظمت و وقار بحال نہ جاوے تب تک حقیقی رب اور اُسکی ربوبیت کا ٹھیک نہیں اُٹھاتا۔ بعض لوگوں نے جھوٹ ہی کو اپنا رب بنا یا ہوا ہوتا ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ ہمارا جھوٹ کے بدون گذارہ ہی مشکل ہے۔ بعض چوری و رہزنی اور فریب دہی ہی کو اپنا رب بنا ہوئے ہیں انکا اعتقاد ہے کہ اس راہ کے سوا ان کیواسطے کوئی رزق کا راہ ہی نہیں۔ سو ان کے ارباب وہ چیزیں ہیں۔ دیکھو ایک چور جس کے پاس سارے نقب زنی کے ہتھیار موجود ہیں اور رات کا موقعہ بھی اُس کے مفید مطلب ہو اور کوئی چوکیدار وغیرہ بھی نہیں جاگتا ہے تو ایسی حالت میں وہ چوری کے سوا کسی اور راہ کو بھی جانتا ہے جس سے اُس کا رزق آسکتا ہے۔ وہ اپنے ہتھیاروں کو ہی اپنا معبود جانتا ہے۔ غرض ایسے لوگ جنکو اپنی ہی حیلہ بازیوں پر اعتماد اور بھروسہ ہوتا ہے اُن کو خدا سے استعانت اور دعا کرنے کی کیا حاجت۔ دعا کی حاجت تو اُسی کو ہوتی ہے جس کے سارے راہ بند ہوں اور کوئی راہ سوائے اس در کے نہ ہو اسی کے دل سے دعا نکلتی ہے۔ غرض ربنا اتنا فی الدنیا۔ الخ۔ ایسی دعا کرنا صرف اُنھیں لوگوں کا کام ہے جو خدا ہی کو اپنا رب جان چکے ہیں۔ اور اُن کو یقین ہے کہ انکے رب کے سامنے اور سارے ارباب باطلہ ہیچ ہیں۔

آگ سے مراد صرف وہی آگ نہیں جو قیامت کو ہوگی۔ بلکہ دنیا میں بھی جو شخص ایک لمبی عمر پاتا ہے وہ دیکھ لیتا ہے کہ دنیا میں بھی ہزاروں طرح کی آگ ہیں۔ تجربہ کار جانتے ہیں کہ قسم قسم کی آگ دنیا میں موجود ہے۔ طرح طرح کے عذاب۔ خوف۔ خون۔ فقر و فاقے۔ امراض۔ ناکامیاں۔ ذلت و ادبار کے اندیشے۔ ہزاروں قسم کے دکھ۔ اولاد۔ بیوی وغیرہ کے متعلق تکالیف اور رشتہ داروں کے ساتھ معاملات میں الجھن۔ غرض یہ سب آگ ہیں۔ تو مومن دعا کرتا ہے کہ ساری قسم کی آگوں سے ہمیں بچا۔ جب ہم نے تیرا دامن پکڑا ہے تو ان سب عوارض سے جو انسانی زندگی کو تلخ کرنیوالے ہیں اور انسان کیلیے بمنزلہ آگ ہیں بچائے رکھ۔

سچی توبہ ایک مشکل امر ہے۔ بجز خدا کی توفیق اور مدد کے توبہ کرنا اور اُسپر قائم ہوجانا محال ہے۔ توبہ صرف لفظوں اور باتوں کا نام نہیں۔ دیکھو خدا قلیل سی چیز سے خوش نہیں ہو جاتا کوئی ذرا سا کام کرکے خیال کر لینا کہ بس اب ہم نے جو کرنا تھا کر لیا اور رضا کے مقام تک پہونچ گئے یہ صرف ایک خیال اور وہم ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ جب ایک بادشاہ کو ایک دانہ دیکر یا کی مٹھی لیکر خوش نہیں کر سکتے بلکہ اُسکے غضب کے مورد بنتے ہیں تو کیا وہ احکم الحاکمین اور بادشاہوں کا بادشاہ ہماری ذرا سی ناکارہ حرکت سے یا دو لفظوں سے خوش ہو سکتا ہے۔ خدا تعالیٰ پوست کو پسند نہیں کرتا وہ مغز چاہتا ہے۔

دیکھو خدا یہ بھی نہیں چاہتا کہ اُسکے ساتھ کسیکو شریک کیا جاوے۔ بعض لوگ اپنے شرکاء نفسانی کے واسطے بہت سا حصہ رکھ لیتے ہیں اور پھر خدا کا بھی حصہ مقرر کرتے ہیں سو ایسے حصہ کو خدا قبول نہیں کرتا۔ وہ خالص حصہ چاہتا ہے۔ اُسکی ذات کے ساتھ کسیکو شریک بنانے سے زیادہ اُسکو غضبناک کرنے کا اور کوئی آلہ نہیں ہے ایسا نہ کرو کہ کچھ تو تم میں تمہارے نفسانی شرکا کا حصہ ہو اور کچھ خدا کے واسطے۔ خدا تعالیٰ کہتا ہے کہ میں سب گناہ معاف کروں گا مگر شرک نہیں معاف کیا جاوے گا۔

یاد رکھو شرک یہی نہیں کہ بتوں اور پتھروں کی تراشی ہوئی مورتوں کی پوجا کی جاوے یہ تو ایک موٹی بات ہے یہ بڑے بیوقوفوں کا کام ہے دانا آدمی کو تو اس سے شرم آتی ہے۔ شرک بڑا باریک ہے وہ شرک جو اکثر ہلاک کرتا ہے وہ شرک فی الاسباب ہے۔ یعنی اسباب پر اتنا بھروسہ کرنا کہ گویا وہی اس کے مطلوب و مقصود ہیں جو شخص دنیا کو دین پر مقدم رکھتا ہے اُسکی بھی یہی وجہ ہے کہ اُسکو دنیا کی چیزوں پر بھروسہ ہوتا ہے اور وہ اُمید ہوتی ہے جو دین و ایمان سے نہیں۔ نقد فائدہ کو پسند کرتے ہیں۔ اور آخرت سے محروم۔ جب وہ اسباب ہی پر اپنی ساری کامیابیوں کا مدار خیال کرتا ہے تو خدا تعالیٰ کے وجود کو تو اُس وقت وہ لغو محض اور بیفائدہ جانتا ہے۔ اور تم ایسا نہ کرو۔ تم توکل اختیار کرو۔ توکل یہی ہے کہ اسباب جو اللہ تعالیٰ نے کسی امر کے حاصل کرنے کے واسطے مقرر کیے ہوئے ہیں اُنکو حتی المقدور جمع کرو اور پھر خود دعاؤں میں لگ جاؤ کہ خدا تو ہی اسکا انجام بخیر کر۔ صدہا آفات ہیں اور ہزاروں مصائب ہیں جو اُن اسباب کو بھی برباد و تہ و بالا کر سکتے ہیں اُن کی دستبرد سے بچا کر ہمیں سچی کامیابی اور منزل مقصود پر پہونچا۔

توبہ کے معنی ہی یہ ہیں کہ گناہ کو ترک کرنا اور خدا کی طرف رجوع کرنا۔ بدی چھوڑ کر نیکی کی طرف آگے قدم بڑھانا۔ توبہ ایک طرف کو چاہتی ہے جس کے بعد انسان زندہ کیا جاتا ہے اور پھر نہیں مرتا۔ توبہ کے بعد انسان ایسا بنجاوے کہ گویا نئی زندگی پاکر دنیا میں آیا ہے نہ اُسکی وہ چال ہو نہ اُسکی وہ زبان نہ ہاتھ نہ پاؤں سارے کا سارا نیا وجود ہو جو کسی دوسرے کے ماتحت کام کرتا ہوا نظر آجاوے۔ دیکھنے والے جان لیں کہ یہ وہ نہیں یہ تو کوئی اور ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ یقین جانو کہ توبہ میں بڑے بڑے ثمرات ہیں۔ یہ برکات کا سرچشمہ ہے۔ درحقیقت اولیاء اور صلحاء یہی لوگ ہوتے ہیں جو توبہ کرتے اور پھر اُسپر مضبوط ہو جاتے ہیں وہ گناہ سے دور اور خدا کے قریب ہوتے جاتے ہیں کامل توبہ کرنے والا شخص ہی ولی قطب اور غوث کہلا سکتا ہے۔ اسی حالت سے وہ خدا کا محبوب بنتا ہے۔ اس کے بعد بلائیں اور مصائب جو انسان کے واسطے مقدر ہوتی ہیں ٹل جاتی ہیں۔ اس سے یہ خیال نہ آوے کہ پھر انبیاء اور نیک مومنوں کو کیوں تکلیفیں آتی ہیں۔ ان لوگوں پر بھی بلائیں آتی ہیں اور ان کے واسطے آثار رحمت ہوتا ہے دیکھو ہمارے نبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کیسی کیسی مصائب آئی تھیں۔ اُن کا گننا ہی کسی بڑے زبردست دل کا کام ہے اُنکے نام سے ہی انسان کے بدن پر لرزہ آتا ہے۔ پھر جو کچھ سلوک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہیوں سے ہوئے اُنکی بھی تاریخ گواہ ہے۔ کیا کوئی ایسی بھی تکلیف تھی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کو پہونچائی نہ گئی ہو۔ جسطرح اُنکی ایذا دہی میں کفار نے کوئی دقیقہ باقی اُٹھا نہ رکھا تھا اسی طرح اللہ تعالیٰ نے بھی اُنکے کمالات میں کوئی کمی باقی نہ رکھی۔ اصل میں ان لوگوں کے واسطے یہ مصائب اور سختیاں تریاق ہو جایا کرتی ہیں۔ ان لوگوں کے واسطے خدا کی رحمت کے خزانے انہیں سختیوں ہی کی وجہ سے کھولے جاتے ہیں۔

تو پھر اُن کا کیا حق تھا کہ وہ شہدا میں درجہ پاتے یا کسی طرح کے آخرت میں خدا کے قرب میں عزت پاتے۔ کیا اُن کو فاطمہ رضی اللہ عنہا کا بیٹا کہلانے کا فخر بس تھا اور اُن کے واسطے یہی کافی تھا۔ نہیں اس سے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی منع فرمایا تھا اس سے کوئی حق قرب الٰہی نہیں ہو سکتا تھا۔ غرض اُن کی اپنی تو ایسی بظاہر کوئی کارنمائی نہ تھی جس سے وہ ان درجات اعلیٰ کے وارث یا حقدار ہوتے مگر چونکہ ان کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے ایک قسم کا تعلق تھا اللہ تعالےٰ نے نہ چاہا کہ آنحضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قسم کا تعلق رکھنے والے کو ضائع کرے سو اُنکے واسطے ایسے ایسے سامان میسر کر دیے کہ وہ خدا کی راہ میں شہادت پانے کے قابل ہو گئے اور اس طرح وہ سابقین کے ساتھ مل گئے جن کے حالات سے وہ محض ناواقف تھے ایک ذراسی تکلیف اور اجر عظیم مل گیا۔ شیعہ کیا بیوقوف ہیں اس حکمتہ الٰہی کی طرف تو غور نہیں کرتے اور اُلٹا روتے ہیں کہ اُن کو شہید کر دیا۔

پس اگر تم مومن ہو تو نیکی حالت میں ابتلا کو بُرا نہ جانو اور بُرا وہی جانے گا جو مومن کامل نہیں ہے۔ قرآن شریف فرماتا ہے کہ ولنبلونکم بشیءٍ من الخوف والجوع ونقصٍ من الاموال والانفس والثمرات وبشر الصابرین الذین اذا اصابتھم مصیبۃ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ ہم کبھی تم کو مال سے یا جان سے یا اولاد یا کھیتیوں وغیرہ کے نقصان سے آزمایا کرینگے مگر جو ایسے وقتوں میں صبر کرتے اور شاکر رہتے ہیں تو اُن لوگوں کو بشارت دو کہ اُن کے واسطے اللہ تعالیٰ کی رحمت کے دروازے کشادہ اور اُن پر خدا کی برکتیں ہونگی جو ایسے وقتوں میں کہتے ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون یعنی ہم اور ہمارے متعلق کل اشیا یہ سب خدا ہی کی طرف سے ہیں اور پھر آخر کار ان کا لوٹنا خدا ہی کی طرف ہے کسی قسم کے نقصان کا غم اُن کے دل کو نہیں کھاتا۔ اور وہ لوگ مقام رضا میں بود و باش رکھتے ہیں۔ ایسے لوگ صابر ہوتے ہیں اور صابروں کے واسطے خدا نے بے حساب اجور رکھے ہوئے ہیں۔ مھتدون سے مراد وہ لوگ ہیں جنھوں نے خدا کے منشا کو پالیا اور اس کے مطابق عملدرآمد کرنے لگ گئے ایسے ہی لوگ تو ولی ہوتے ہیں۔ انہیں کو تو لوگ قطب کہتے ہیں۔ یہی تو غوث کہلاتے ہیں۔ پس کوشش کرو کہ تم بھی ان مدارج عالیہ کو حاصل کرنے کے قابل ہو سکو خدا تعالےٰ نے تو انسان سے نہایت تنزل کے رنگ میں دوستانہ برتاؤ کیا ہے۔

دوستانہ تعلق کیا ہوتا ہے یہی کہ کبھی ایک دوست دوسرے دوست کی بات کو مان لیتا ہے اور کبھی دوسرے سے اپنی بات منوانا چاہتا ہے۔ چنانچہ خدا تعالےٰ بھی ایسا ہی کرتا ہے چنانچہ ادعونی استجب لکم۔ اور اذا سألک عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان الآیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ انسان کی بات کو مان لیتا ہے اور اسکی دعا کو قبول فرماتا ہے۔ اور دوسری جگہ فلیستجیبوالی ولیومنوبی الآیہ سے اور ولنبلونکم آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنی بات منوانا چاہتا ہے بعض لوگ اللہ تعالےٰ پر الزام لگاتے ہیں کہ وہ ہماری دعا کو قبول نہیں کرتا۔ یا اولیا لوگوں پر طعن کرتے ہیں کہ اُنکی فلاں دعا قبول نہیں ہوئی۔ اصل میں وہ نادان اس قانون الٰہی سے ناآشنا محض ہوتے ہیں۔ جس انسان کو خدا سے ایسا معاملہ پڑا ہو گا وہ خوب اس قاعدے سے آگاہ ہو گا اللہ تعالےٰ نے مان لینے کے اور منوانے کے دو نمونے پیش کیے ہیں انہی کو مان لینا ایمان ہے۔ تم ایسے نہ بنو کہ ایک ہی پہلو پر زور دو ایسا نہ ہو کہ تم خدا کی مخالفت کرکے اُس کے مقررہ قانون کو توڑنے کی کوشش کرنے والے بنو۔ مومن کے لیے مصائب ہمیشہ نہیں رہتے اور نہ لمبے ہوتے ہیں۔ بلکہ اُس کے واسطے رحمت محبت اور لذت کا چشمہ جاری کیا جاتا ہے عاشق لوگ عشق کے غلبہ کے وقتوں اور اُس کے دردوں میں ہی لذت پاتے ہیں۔ یہ باتیں گو ایک خشک محض انسان کے لیئے سمجھانی مشکل ہیں مگر جنہوں نے اس راہ میں قدم مارا ہے وہ اُنکو خوب جانتے ہیں۔ بلکہ اُن کو تو معمولی آرام اور آسایش میں وہ چین اور لذت نہیں ہوتی جو دُکھ کے اوقات میں ہوتی ہے+ مثنوی رومی میں ایک حکایت ہے کہ ایک مرض ایسا ہے کہ اسمیں جبتک انکو مکّے مارتے لوٹتے اور رلتاڑتے رہتے ہیں تب تک وہ آرام میں رہتا ہے ورنہ تکلیف میں رہتا ہے سو یہی حال اہل اللہ کا ہے۔ کہ جبتک انکو مصائب وشدائد کے مشکلات آتے رہیں اور اُنکو مار پڑتی رہے تب تک وہ خوش ہوتے اور لذت اُٹھاتے ہیں۔ ورنہ بےچین اور بےآرام رہتے ہیں۔

اللہ تعالےٰ قادر تھا کہ اپنے بندوں کو کسی قسم کی ایذا نہ پہونچنے دیتا اور ہر طرح سے عیش و آرام میں اُنکی زندگی بسر کرواتا۔ اُنکی زندگی شاہانہ زندگی ہوتی۔ ہر وقت اُن کے لیے عیش وطرب کے سامان مہیا کیے جاتے مگر اُس نے ایسا نہیں کیا اسمیں بڑے اسرار اور راز نہانی ہوتے ہیں دیکھو ایک والدین کو اپنی لڑکی کیسی پیاری ہوتی ہے بلکہ اکثر لڑکوں کی نسبت زیادہ پیاری ہوتی ہیں مگر ایک وقت آتا ہے کہ والدین اُن کو اپنے سے الگ کر دیتے ہیں وہ وقت ایسا ہوتا ہے کہ اُس وقت کو دیکھنا بڑے جگر والوں کا کام ہوتا ہے۔ دونوں طرف کی حالت ہی بڑی قابل رحم ہوتی ہے۔ قریبًا چودہ پندرہ سال ایک جگہ رہے ہوئے ہوتے ہیں آخر اُن کی جدائی کا وقت نہایت ہی رقت کا وقت ہوتا ہے اُس جدائی کو بھی کوئی نادان بیرحمی کہدے تو بجا ہے مگر اُس لڑکی میں بعض ایسے قویٰ ہوتے ہیں جن کا اظہار اس علحدگی اور سسرال میں جاکر شوہر سے معاشرت ہی کا نتیجہ ہوتا ہے جو طرفین کے لیے موجب برکت اور رحمت ہوتا ہے یہی حال اہل اللہ کا ہے + ان لوگوں میں بعض خلق ایسے پوشیدہ ہوتے ہیں کہ جب تک اُن پر تکالیف اور شدائد نہ آویں اُن کا اظہار ناممکن ہوتا ہے۔

دیکھو اب ہم لوگ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کے بیان کرنے میں بڑے فخر اور جرات سے کام لیتے ہیں یہ بھی تو صرف اسی وجہ سے ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر وا دونوں زمانے آچکے ہوئے ہیں۔ ورنہ ہم یہ فضیلت کس طرح بیان کرتے۔ دُکھ کے زمانہ کو بُری نظر سے نہ دیکھو یہ خدا سے لذت کو اور اسکے قرب کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔

اُسی لذت کے حاصل کرنے کے واسطے جو خدا کے مقبولوں کو ملا کرتی ہے دنیوی اور سفلی کل لذات کو طلاق دینی پڑا کرتی ہے۔

ہر بلا کیں قوم را حق دادہ است
زیر آں گنج کرم بنہادہ است

ایسے وقت میں انسان کو چاہیے کہ صبر جمیل کرے اور خدا سے بدظن نہ ہو۔ وہ لوگ تو خدا کے اسلام کو انعام کے رنگ میں دیکھتے ہیں اور ابتلا میں لذت پاتے ہیں۔ قرب کے مراتب جس طرح جلد ابتلا کے وقت میں طے ہوتے ہیں وہ یوں زہد و تعبد یا ریاضت سے تو سالہا سال میں بھی تمام نہیں کیے جاتے۔ ان لوگوں میں سے جو خدا کے قرب کا نمونہ بنے اور خلق کی ہدایت کا تحفہ اُن کو دیا گیا یا وہ خدا کے محبوب ہوئے ایک بھی نہیں جس پر کبھی نہ کبھی مصائب اور شدائد کے پہاڑ نہ گرے ہوں۔ ان لوگوں کی مثال مشک کے نافہ کی سی ہوتی ہے وہ جب تک بند ہے ہیں اور ایک پتھر یا مٹی کے ڈھیلے میں کچھ تفاوت نہیں پایا جاتا۔ مگر جب اُس پر سختی سے جراحی کا عمل کیا جاوے اور اُسکو چھری یا چاقو سے چیرا جاوے تو معاً اس میں سے ایک خوش کن خوشبو نکلتی ہے جس سے مکان کا مکان معطر ہو جاتا ہے اور قریب آنے والا بھی معطر کیا جاتا ہے سو یہی حال ہے انبیا اور صادق مومنوں کا کہ جب تک اُن کو مصائب نہ پہونچیں تب تک اُنکے اندرونی قویٰ چھپے رہتے ہیں اور ان کی ترقیات کا دروازہ بند ہوتا ہے۔ ان لوگوں کے قویٰ دو قسم کے موقعوں پر اظہار پذیر ہوتے ہیں۔ بعض تو مصائب شدائد اور دکھوں کے زمانہ میں۔ اور بعض اُنکی کامیابی کے زمانہ میں کیونکہ یکطرفہ کارروائی قابل اعتماد نہیں ہوتی۔ ممکن ہے کہ ایک شخص جس نے بچپن سے خوشحالی آمد آرام اور آسائش کے سوا کچھ دیکھا ہی نہیں اُس کے قویٰ کا پورا اندازہ نہیں ہو سکتا ہے اور دوسرا جو بچپن سے عسرت کی مار بدحالی میں مبتلا رہا ہے اُسکے قویٰ کا بھی پورا اندازہ کرنا مشکل ہے۔ کسی شخص کے اخلاق فاضلہ اور اُسکے خلق کے متعلق اُس کے حالات کا اندازہ تب ہی ہو سکتا ہے جب اُس پر انعام و ابتلا ہر دو طرح کے زمانے آچکے ہوں۔ سو اس امر کے دیکھنے کے لیے بھی ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی سی اور کوئی مثال نہیں کیونکہ باقی انبیا میں سے اکثر ایسے تھے کہ اُنھوں نے نہایت کار ایک زمانہ دیکھا دوسرے کی نوبت ہی نہیں آئی۔ مثلاً حضرت عیسیٰ ہیں

ہمارا اعتقاد ہے کہ وہ خدا کے برگزیدہ اور پاک نبی تھے۔ خدا کے نزدیک اُن کے بڑے مدارج ہیں۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابل میں رکھکر اگر انکو اسی کسوٹی پر پرکھا جاوے تو اُن کے اخلاق بہت گرے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ انھوں نے اقتدار اور ثروت کا زمانہ نہ پایا اور نہ اُس کے متعلق اُن کے اخلاق کا اظہار ہوا۔ ہمیں تو قرآن شریف مجبور کرتا ہے ورنہ ہم اگر اُن کے حالات کے لحاظ سے اور اُن کی عام سوانح کی وجہ سے دیکھیں تو وہ تو ایک کامل انسان کے مرتبہ سے بھی گرے ہوئے معلوم ہوتے ہیں کجا یہ کہ عیسائی انکو خدا کے قدوس کا مرتبہ دے بیٹھے ہیں۔ بھلا اُن کا صبر اُنکی دادو دہش اُن کی جود و سخا کا کونسا نمونہ دنیا میں باقی رہا ہے۔ اُن کی شجاعت کے اظہار کا کونسا موقعہ تھا۔ کس جنگ میں انھوں نے اس امر کا ثبوت دیا۔

اُنکی بعثت کا زمانہ صرف تین سال تھا اور وہ بھی مصائب کا زمانہ۔ مقابلہ پر صرف ایک اپنی ہی قوم تھی جو معدودے چند سے زیادہ ہرگز نہ تھی اُن کا پیش کردہ امر کبھی اُن کے لیے کوئی نرالا نہ تھا جس کی مثال پہلے نہ پائی جاتی ہو۔ قوم پہلے ہی توحید پسند تھی اُن کے اخلاق اور اُن کے عقائد کا بہت سا حصہ نسبتاً اچھا تھا۔ اُن میں خدا ترس گوشہ نشین وغیرہ بھی تھے۔ غرض اُن کا کام نہایت سہل اور آسان تھا۔ ادھر ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کیطرف دیکھو کہ آپکی نبوت کے زمانہ میں سے ۱۳ سال مصائب اور شدائد کے تھے۔ اور دس سال قوت و ثروت اور حکومت کے مقابل میں کئی قومیں۔ اول تو اپنی ہی قوم تھی۔ یہودی تھے۔ عیسائی تھے۔ بت پرست قوموں کا گروہ تھا۔ مجوس تھے وغیرہ جن کا کام کیا ہی؟ بُت پرستی۔ جو اُن کا حقیقی خدا کے اعتقاد سے پختہ اعتقاد اور مسلک تھا وہ کوئی کام کرتے ہی نہ تھے جو اُن بتوں کی عظمت کے خلاف ہو شراب خوری کی یہ نوبت کہ دن میں پانچ مرتبہ یا سات مرتبہ شراب بلکہ پانی کے بجائے شراب ہی سے کام لیا جاتا تھا۔ حرام کو تو شیر مادر جانتے تھے۔ اور قتل وغیرہ تو اُنکی نزدیک ایک کاجر مولی کی طرح تھا۔ غرض کل دنیا کی

اقوام کا نچوڑ اور گندے عقائد کا عطر اُن کے حصہ میں آیا ہوا تھا۔ اُس قوم کی اصلاح کرنی اور پھر اُن کو درست کرنا اور پھر ایسے زمانہ وہ کہ یکہ و تنہا بے یار پھرتے ہیں۔ کبھی کھانے کو ملا اور کبھی بھوکے ہی سو رہے۔ جو چند ایک ہمراہی ہیں اُنکی بھی ہر روز بری گت بنتی ہے۔ بے کس اور بے بس ادھر کے ادھر اور اُدھر کے ادھر مارے پھرتے ہیں وطن سے بے وطن کر دیئے گئے ہیں۔ پھر دوسرا زمانہ تھا کہ تمام جزیرہ عرب ایک سرے سے دوسرے سرے تک غلام بنا ہوا ہے۔ کوئی مخالفت کے رنگ میں چوں بھی نہیں کر سکتا۔ اور ایسا اقتدار اور رعب خدا نے دیا ہوا ہے کہ اگر چاہتے تو کل عرب کو قتل کر ڈالتے اگر ایک نفسانی انسان ہوتے تو اُن سے اُن کی کرتوتوں کا بدلا لینے کا عمدہ موقعہ تھا جب مکہ فتح کیا۔۔۔۔۔۔ لا تثریب علیکم الیوم فرمایا۔

غرض اسطرح سے جو دونوں زمانے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر آئے اور دونوں کے واسطے ایک کافی موقعہ تھا کہ اچھی طرح جانچے پرکھے جاتے۔ اور ایک جوش یا فوری ولولہ کی حالت نہ تھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ہر طرح کے اخلاق فاضلہ کا پورا پورا امتحان ہو چکا تھا اور آپ کے صبر استقلال۔ عفت۔ حلم۔ بردباری۔ شجاعت سخاوت۔ جود۔ وغیرہ وغیرہ غرض کل اخلاق کا اظہار ہو چکا تھا۔ اور کوئی ایسا حصہ باقی نہ تھا کہ باقی رہ گیا ہو۔

غرض ایسے ایسے مصائب ہیں جو انکے لیے رحمت ہے اور ان سے ان لوگوں کے اندرونی گن ظاہر ہوتے ہیں۔ دیکھو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ جنہوں نے ہمیشہ ناز و نعمت میں پرورش پائی تھی۔ اور سیدہ سید کر کے پکارے جاتے تھے انھوں نے بھی تو سختی کا زمانہ نہ دیکھا تھا انکو ایسے زمانے دیکھنے کا موقعہ ہی نہیں ملا تھا کہ وہ ان صحابہ کے مراتب کو پہونچ سکتے۔ اُن کی ساری زندگی ناز و نعمت میں گذری تھی۔ نہ انھوں نے کسی جہاد میں حصہ لیا تھا نہ کسی کفر ہی کو توڑا تھا تو خدا نے جو اُن کو شہید کیا کیا اُن پر ظلم کیا۔ ہرگز نہیں۔ اُنھوں نے پچاس پچپن برس کی عمر تک وہ زمانہ نہ دیکھا تھا کہ شدائد کیا ہوا کرتے ہیں اور انھوں نے یہ بھی نہ دیکھا کہ جب صحابہ بکریوں کی طرح ذبح ہوتے تھے

خدا کا مقرب بننے کے واسطے ضروری ہے کہ دکھ سہنے جاویں - اور شکر کیا جاوے اور نئے دن ایک نئی موت اپنے اوپر لینی پڑتی ہے جب انسان دنیوی ہوا و ہوس اور نفس کی طرف سے کلی موت اپنے اوپر وارد کر لیتا ہے تب اُسے وہ حیات ملتی ہے جو کبھی فنا نہیں ہوتی - پھر اُسکے بعد مرنا کبھی نہیں ہوتا - آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن شریف غم کی حالت میں نازل ہوا ہے تم بھی اسے غم ہی کی حالت میں پڑھا کرو - اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا بہت بڑا حصہ غم والم میں گذرا ہے - توبہ کے درخت بولو تا تم اس کے پھل کھاؤ - توبہ کا درخت بھی بالکل ایک باغ کے درخت کی مانند ہے - جو جو حفاظتیں اور خدمات اس باغ کے لیے جسمانی طور سے ہیں وہی اس توبہ کے درخت کے واسطے روحانی طور پر ہیں - پس اگر توبہ کے درخت کا پھل کھانا چاہو تو اس کے متعلق فوائد اور شرائط کو پورا کرو ورنہ بیفائدہ ہوگا +

یہ خیال نہ کرو کہ توبہ کرنا مرنا ہوتا ہے خدا قلیل شے سے خوش نہیں ہوتا اور نہ وہ دھوکا کھاتا ہے - دیکھو اگر تم بھوک کو دور کرنے کے لیے ایک لقمہ کھانے کا کھاؤ یا پیاس کے دور کرنے کے لیے ایک قطرہ پانی کا پیو تو ہرگز تمھاری مقصد برآری نہ ہوگی - ایک مرض کے رفع کرنے کے واسطے ایک طبیب جو نسخہ تجویز کرتا ہے جبتک اُسکے مطابق پورا پورا عمل نہ کیا جاوے تب تک اُسکے فائدہ کی اُمید امر موہوم ہے اور پھر طبیب پر بھی الزام غلطی اپنی ہی ہے - اسی طرح توبہ کے واسطے مقدار ہے اور اُسکے بھی پرہیز ہیں - بے پرہیز بیمار صحت یاب نہیں ہو سکتا + اب طاعون کے متعلق اللہ تعالے نے مجھی مخاطب کر کے فرمایا کہ انی احافظ کل من فی الدار الا الذین علوا باستکبار -

دیکھو خدا تو سب کا خدا ہے - مگر اُسکے تعلقات خاص خاص کے ساتھ خاص خاص ہیں جتنی جتنی کوئی اُس سے صلح کرتا ہے اُتنا ہی وہ اسکی حفاظت کرتا ہے - تم میں ہر ایک کو بھی آواز آ سکتی ہے جیسے مجھے آئی اگر تم سچی تبدیلی اور اُس سے صلح پیدا کرو - خدا بخیل نہیں - مگر ہاں اُسنے ایک اندازہ رکھا ہوا ہے جبتک اُس تک انسان نہ پہونچے تو وہ کامل نہیں ہوتا اور نہ اُس پر وہ فیض جاری کیا جاتا ہے - ہم دیکھتے ہیں کہ ایک شرابی کو اگر پوری مقدار شراب کی نہ دی جاوے تب تک وہ بیہوش نہیں ہو سکتا - اسی طرح جب اُس انتہائی درجہ محبت تک ترقی نہ کیجاوے تب تک لا واصل ہوتا ہے قانون قدرت جس طرح جسمانی چیزوں کے واسطے ہیں - ایسے ہی روحانی امور کے واسطے بھی ہیں -

دیکھو ابوالحسن خرقانی - بایزید بسطامی یا شیخ عبد القادر جیلانی صاحب رحمۃ اللہ علیہم اجمعین وغیرہ یہ سب خدا کے مقرب تھے اور اُنھوں نے بھی شریعت ہی کی پابندی سے یہ درجہ پایا تھا نہ کہ کوئی نئی شریعت بنا کر - جیسا کہ آج کل کے گدی نشین کرتے ہیں + یہی نماز تھی اور یہی روزے تھے - مگر انھوں نے اسکی حقیقت اور اصل غرض کو سمجھا ہوا تھا - بات یہ تھی کہ انھوں نے نیکی کی مگر سنوار کر اُنھوں نے اعمال کو بیگار کے طور پر پورا نہ کیا تھا بلکہ صدق اور وفا کے رنگ میں ادا کرتے تھے - سو خدا نے اُنکے صدق و سداد کو ضائع نہ کیا - خدا کسی کا احسان اپنے اوپر نہیں رکھتا - وہ ایک پیسہ کے بدلے میں جب تک ہزار نہ دیلے تب تک نہیں چھوڑتا - پس جب کسی انسان میں وہ برکات اور نشانات نہیں ہیں اور وہ خدا کی محبت یا تقوے کا دعوی کرتا ہے تو وہ جھوٹا ہے - مگر خدا پر الزام نہیں لگاتا بلکہ اپنا گند ظاہر کرتا ہے - خدا کی جناب میں بخل ہرگز نہیں - پس کوشش کرو کہ اسکی رضا کے موافق عمل درآمد کر سکو + اگر مصائب کے وقت میں تم مومن ہو اور خدا سے صلح کرنے والے اور اُسکی محبت میں آگے قدم بڑھانے والے ہو تو تو وہ رحمت ہے تمھارے واسطے - کیونکہ خدا قادر ہے کہ آگ کو گلزار کر دے - اور اگر تم فاسق ہو تو ڈرو کہ وہ آگ ہے جو بھسم کر دینے والی ہے اور تم اُس غضب ہے جو نیست و نابود کرنے والا ہے - فقط

سلسلہ عالیہ احمدیہ کی تبلیغ مغربی دنیا میں -

اللہ تعالے کے فضل و کرم سے سلسلہ عالیہ احمدیہ کی تبلیغ کا دائرہ یوماً فیوماً وسیع ہو رہا ہے اور اللہ تعالے کے اس **وعدہ** کے موافق (جو اُس نے اپنے برگزیدہ مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام سے کیا) کہ میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہونچاؤں گا - دور دور جگہوں میں بشدت پہونچ رہی ہے + چنانچہ اس وقت آپ کی بعثت کی خبر قریباً تمام بلاد اسلامیہ اور یورپ اور امریکہ اور اسٹریلیا تک پہونچ چکی ہے اور ہم اُمید کرتے ہیں کہ وہ دن قریب ہیں کہ جب مغربی قومیں نیاز مندی کے ساتھ اس امام الوریٰ کو اپنا روحانی پیشوا تسلیم کر لیں گے + ہندوستان کے باہر جو آپ کی تبلیغ ہوئی ہے انھیں سے آج ہم صرف تین واقعات کا ذکر کرتے ہیں -

اول

انگلستان کے ایک مشہور اخبار سنڈے سرکل مورخہ ۱۴ فروری ۱۹۰۳ء صفحہ ۲۲۴ پر حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے متعلق ایک چھوٹا سا نوٹ شائع کیا گیا ہے جسکو ہم اپنے ناظرین کی دلچسپی کے لیے ذیل میں درج کرتے ہیں سنڈے سرکل نے حضرت حجۃ اللہ کو انگلستان کی دنیا میں انٹروڈیوس کرانے کے لیے آپکی تصویر بھی شائع کر دی ہے + غالباً یہ بتا دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ سنڈے سرکل کو اس نوٹ کے لکھنے کی تحریک اس کھلی چٹھی سے ہوئی ہے جو حضرت مسیح موعود نے انگلستان اور بلاد یورپ و امریکہ میں مسٹر پگٹ کے نام شائع کی ہے اور جس میں یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ خدائی کا دعوے کرنے والا مفتری پگٹ خدا کے سچے اور برگزیدہ مسیح کی زندگی میں فوت ہو جاوے گا - اس عجیب اور حیرت افزا دعوت نے انگلستان اور یورپ کی دنیا کو بیدار کر دیا ہے - چنانچہ اسی تحریک پر مندرجہ بالا اخبار یہ ریمارک کرتا ہے -

تازہ ترین مسیح
ایورنڈ - جے - ایچ - ایس - پگٹ کا ہندوستانی حریف

لاریب للیکپٹن کے گرجہ کے پاسٹر ملونڈ - جے ایچ سمتھ پگٹ کے عیسی مسیح ہونے کے تعجب خیز دعاوی کا جوش ابھی تک ہمارے ناظرین کے دلوں میں تازہ ہے اسلیے وہ دلچسپی سے اس خبر کو سُنیں گے کہ اقصاء مشرق میں ہند کے صوبہ پنجاب میں کلپٹن کے پاسٹر کا ایک حریف کھڑا ہو گیا ہے - اس جدید مسیح کا نام مرزا غلام احمد ہے جو قادیان کا رئیس ہے -

اس مذہبی جوش رکھنے والے انسان نے یورپ اور امریکہ میں اشاعت کے لیے ایک اعلان شائع کیا ہے جس کا عنوان یہ ہے -

" او تہمت کے مدعی مسٹر پگٹ کو تنبیہ "

خدا کا مقرب بننے کے واسطے ضروری ہے کہ دکھ سہتے جاویں - اور شکر کیا جاوے اور نئے دن ایک نئی موت اپنے اوپر لینی پڑتی ہے جب انسان دنیوی ہوا و ہوس اور نفس کی طرف سے کلی موت اپنے اوپر وارد کر لیتا ہے تب اُسے وہ حیات ملتی ہے جو کبھی فنا نہیں ہوتی - پھر اُسکے بعد مرنا کبھی نہیں ہوتا - آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن شریف غم کی حالت میں نازل ہوا ہے تم بھی اسے غم ہی کی حالت میں پڑھا کرو - اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا بہت بڑا حصہ غم والم میں گذرا ہے - توبہ کے درخت بولو تا تم اُس کے پھل کھاؤ - توبہ کا درخت بھی بالکل ایک باغ کے درخت کی مانند ہے - جو جو حفاظتیں اور خدمات اس باغ کے لیے جسمانی طور سے ہیں وہی اس توبہ کے درخت کے واسطے روحانی طور پر ہیں - پس اگر توبہ کے درخت کا پھل کھانا چاہو تو اس کے متعلق قوانین اور شرائط کو پورا کرو ورنہ بیفائدہ ہوگا +

یہ خیال نہ کرو کہ توبہ کرنا مرنا ہوتا ہے خدا قلیل شئے سے خوش نہیں ہوتا اور نہ وہ دھوکا کھاتا ہے - دیکھو اگر تم بھوک کو دور کرنے کے لیے ایک لقمہ کھانے کا کھاؤ یا پیاس کے دور کرنے کے لیے ایک قطرہ پانی کا پیو تو ہرگز تمھاری مقصد براری نہ ہوگی - ایک مرض کے دفع کرنے کے واسطے ایک طبیب جو نسخہ تجویز کرتا ہے جبتک اُسکے مطابق پورا پورا عمل نہ کیا جاوے تب تک اُسکے فائدہ کی اُمید امر موہوم ہے اور پھر طبیب پر بھی الزام غلطی اپنی ہی ہے - اسی طرح توبہ کے واسطے مقدار ہے اور اُسکے بھی پرہیز ہیں - بے پرہیز بیمار صحت یاب نہیں ہوسکتا + اب طاعون کے متعلق اللہ تعالےٰ نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ انی احافظ کل من فی الدار الا الذین علوا باستکبار -

دیکھو خدا تو سب کا خدا ہے - مگر اُسکے تعلقات خاص خاص کے ساتھ خاص خاص ہیں جتنی جتنی کوئی اُس سے صلح کرتا ہے اُتنا ہی وہ اُسکی حفاظت کرتا ہے - تم میں سے ہر ایک کو بھی آواز آسکتی ہے جیسے مجھے آئی اگر تم سچی تبدیلی اور اُس سے صلح پیدا کرو - خدا بخیل نہیں - مگر ہاں اُس نے ایک اندازہ رکھا ہوا ہے جبتک اُس تک انسان نہ پہونچے تو وہ کامل نہیں ہوتا اور نہ اُس پر وہ فیض جاری کیا جاتا ہے - ہم دیکھتے ہیں کہ ایک شرابی کو اگر پوری مقدار شراب کی نہ دی جاوے تب تک وہ بیہوش نہیں ہوسکتا - اسی طرح جب اُس انتہائی درجہ محبت تک ترقی نہ کیجاوے تب تک لا حاصل ہوتا ہے - قانون قدرت جس طرح جسمانی چیزوں کے واسطے ہیں - ایسے ہی روحانی امور کے واسطے بھی ہیں -

دیکھو ابوالحسن خرقانی - بایزید بسطامی یا شیخ عبد القادر جیلانی صاحب رحمۃ اللہ علیہم اجمعین وغیرہ یہ سب خدا کے مقرب تھے اور انھوں نے بھی شریعت ہی کی پابندی سے یہ درجہ پایا تھا نہ کہ کوئی نئی شریعت بنا کر - جیسا کہ آج کل کے گدی نشین کرتے ہیں + یہی نماز تھی اور یہی روزے تھے - مگر انھوں نے اسکی حقیقت اور اصل غرض کو سمجھا ہوا تھا - بات یہ تھی کہ انھوں نے نیکی کی مگر سنوار کر انھوں نے اعمال کو بیگار کے طور پر پورا نہ کیا تھا بلکہ صدق اور وفا کے رنگ میں ادا کرتے تھے - سو خدا نے اُن کے صدق و سداد کو ضائع نہ کیا - خدا کسی کا احسان اپنے اوپر نہیں رکھتا - وہ ایک پیسہ کے بدلے میں جب تک ہزار نہ دیلے تب تک نہیں چھوڑتا - پس جب کسی انسان میں وہ برکات اور نشانات نہیں ہیں اور وہ خدا کی محبت یا تقوے کا دعوی کرتا ہے تو وہ جھوٹا ہے - مگر خدا پر الزام نہیں لگاتا بلکہ اپنا گند ظاہر کرتا ہے - خدا کی جناب میں بخل ہرگز نہیں - پس کوشش کرو کہ اُسکی رضا کے موافق عمل درآمد کر سکو + اگر مصائب کے وقت میں تم مومن ہو اور خدا سے صلح کرنے والے اور اُسکی محبت میں آگے قدم بڑھانے والے ہو تو تو وہ رحمت ہے تمھارے واسطے - کیونکہ خدا قادر ہے کہ آگ کو گلزار کر دے - اور اگر تم فاسق ہو تو ڈرو کہ وہ آگ ہے جو بھسم کر دینوالی ہے اور قہر اور غضب ہے جو نیست و نابود کرنے والا ہے - فقط

سلسلہ عالیہ احمدیہ کی تبلیغ مغربی دنیا میں.

اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے سلسلہ عالیہ احمدیہ کی تبلیغ کا دائرہ یوماً فیوماً وسیع ہو رہا ہے اور اللہ تعالےٰ کے اس **وعدہ** کے موافق (جو اُس نے اپنے برگزیدہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کیا) کہ **میں تیری تبلیغ کو** زمین کے کناروں تک پہونچاؤں گا - دور دور جگہوں میں بشدت پہونچ رہی ہے + چنانچہ اس وقت آپ کی بعثت کی خبر قریباً تمام بلاد اسلامیہ اور یورپ اور امریکہ اور آسٹریلیا تک پہونچ چکی ہے اور ہم اُمید کرتے ہیں کہ وہ دن قریب ہیں کہ جب مغربی قومیں نیازمندی کے ساتھ اس امام الوریٰ کو اپنا روحانی رہنما تسلیم کر لیں گے + ہندوستان کے باہر جو آپ کی تبلیغ ہوئی ہے اُنمیں سے آج ہم صرف تین واقعات کا ذکر کرتے ہیں -

اول

انگلستان کے ایک مشہور اخبار سنڈے سرکل مورخہ ۱۴ رفروری ۱۹۰۳ء صفحہ ۲۲۴ پر حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق ایک چھوٹا سا نوٹ شائع کیا گیا ہے جسکو ہم اپنے ناظرین کی دلچسپی کے لیے ذیل میں درج کرتے ہیں سنڈے سرکل نے حضرت حجۃ اللہ کو انگلستان کی دنیا میں انٹروڈیوس کرانے کے لیے آپ کی تصویر بھی شائع کر دی ہے + غالباً یہ بتا دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ سنڈے سرکل کو اس نوٹ کے لکھنے کی تحریک اُس کھلی چٹھی سے ہوئی ہے جو حضرت مسیح موعود نے انگلستان اور بلاد یورپ و امریکہ میں مسٹر پگٹ کے نام شائع کی ہے اور جس میں یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ خدائی کا دعوے کرنے والا مفتری پگٹ خدا کے سچے اور برگزیدہ مسیح کی زندگی میں فوت ہو جاوے گا - اس عجیب اور حیرت افزا دعوت نے انگلستان اور یورپ کی دنیا کو بیدار کر دیا ہے - چنانچہ اسی تحریک پر مندرجہ بالا اخبار یہ ریمارک کرتا ہے -

تازہ ترین مسیح

ایبورنڈ - جے - ایچ - ایس - پگٹ کا ہندوستانی حریف

لاریب للیکٹن کے گرجہ کے پاسٹر ریورنڈ - جے - ایچ سمتھ پگٹ کے عیسی مسیح ہونے کے تعجب خیز دعاوی کا جوش ابھی تک ہمارے ناظرین کے دلوں میں تازہ ہے اسلیے وہ دلچسپی سے اس خبر کو سنیں گے کہ اقصائے مشرق میں ہند کے صوبہ پنجاب میں کلپٹن کے پاسٹر کا ایک حریف کھڑا ہو گیا ہے - اس جدید مسیح کا نام مرزا غلام احمد ہے جو قادیان کا رئیس ہے -

اس مذہبی جوش رکھنے والے انسان نے یورپ اور امریکہ میں اشاعت کے لیے ایک اعلان شائع کیا ہے جس کا عنوان یہ ہے -

"الوہیت کے مدعی مسٹر پگٹ کو تنبیہ"

معلوم ہوتا ہے مسٹر پگٹ کے پرائیوٹ سکرٹری نے میرزا غلام احمد کو وہ دونوں اعلان بھیجے ہیں جنمیں مسٹر پگٹ کے دعاوی کا تذکرہ ہے ہندوستانی مسیح مسٹر پگٹ کو گستاخ ۔ کفر گو متکبر ۔ بے ادب اور مسرف وغیرہ کا خطاب دیتا ہے اس کے بعد مرزا غلام احمد صاحب کی تنبیہ شروع ہوتی ہے وہ کہتا ہے کہ خدا تعالٰے کا غضب جوش میں ہے اس توہین اور گستاخی کی وجہ سے جو اُسکے مقدس نام اور اسکے برگزیدہ رسولوں کی اس شخص نے کی ہے جسنے نہایت شوخی سے خدا اور زمین و آسمان کے خداوند ہونے کا دعویٰ کیا ہے ۔ اسلیے میرے پاک ۔ قدوس ۔ کامل اور مقتدر خدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اسکو اس سزا سے متنبہ کروں جو اُس کے لیے مقدر ہے اگر وہ اپنے ان غیر متعلق دعاوی سے توبہ نہ کریگا تو وہ بہت جلد میری زندگی ہی میں **ہلاک** ہو جائیگا ۔ اور یہ سزا اُس خدا کی طرف سے ہے جو رب **السموات والارض** ہے اسکا غضب ایسے جھوٹے مدعی کو ہلاک کر دیگا تاکہ آئندہ کوئی ایسے جھوٹے اور گستاخ دعووں سے زمین کو ناپاک نہ کرے ۔

اگرچہ ہندوستانی پیغمبر حقیقی مسیح ہونے کا مدعی ہے اور دعویٰ کرتا ہے کہ وہ عیسیٰ مسیح کی خو اور طبیعت پر آیا ہے ۔ لیکن پھر بھی وہ اقرار کرتا ہے کہ وہ انسان ہے ۔ وہ بیان کرتا ہے کہ ہزاروں آسمانی نشان اُسکے ہاتھ پر ظاہر ہو چکے ہیں اور ایک لاکھ سے زیادہ انسانوں میں اُسکے ذریعہ سے ایک پاک تبدیلی ہو چکی ہے ۔

وہ اپنے اس غیر معمولی اعلان کو اسپر ختم کرتا ہے کہ مسٹر پگٹ کی موت میری زندگی میں میرا ایک اور نشان ہوگا ۔ اور اگر میں مسٹر پگٹ سے پہلے مرجاؤں تو میں سچا مسیح نہیں ہوں اور نہ میں خدا کیطرف سے ہوں ۔ لیکن اگر قادر مطلق خدا مجھے مسٹر پگٹ کی موت کا شاہد بناوے جو میری ہی دعا کا نتیجہ ہوگی پھر ساری دنیا **گواہ رہے کہ میں سچا مسیح ہوں اور**

اور میں خدا کی طرف سے آیا ہوں

ہم دونوں اس اعلیٰ طاقت کے زیر تصرف ہیں اور مقتدر خدا جو جھوٹے مسیح کو حقیقی مسیح کے سامنے ہلاک کریگا میری عمر ۷۰ سال سے متجاوز ہے اور میں یقین کرتا ہوں کہ مسٹر پگٹ مجھ سے ۱۵ سال چھوٹا ہے ۔

مرزا صاحب کی پیشگوئی بالکل صاف ہے وہ دعویٰ کرتا ہے کہ اُسکی گذشتہ پیشگوئیاں صحیح ہیں ۔ انگلستانی اور ہندوستانی مدعیوں کا مقابلہ بہرحال نہایت دلچسپی سے دیکھا جائیگا مندرجہ بالا ریمارک انگلستان کے اخبار میں شائع ہوا ہے مسٹر پگٹ کے نام جو چٹھی شائع ہوئی تھی جیسا کہ سنڈے سرکل ظاہر کرتا ہے وہ صرف یورپ اور امریکہ ہی میں شائع کی گئی تھی انہیں ممالک کے لیے تھی ۔ لیکن ولایت کے اخبارات سے یہ خبر گشت کرتی ہوئی ہندوستانی اخبارات کو بھی مل گئی ہے ۔ اور بڑی دلچسپی کے ساتھ انڈین پریس نے اسکو شائع کیا ہے تاہم کئی ہزار میل کے فاصلہ پر بیٹھے ہوئے مدعی کو خدا تعالٰے کے برگزیدہ مسیح موعود کا دعوت کرنا چھوٹی سی بات نہیں ہے یورپ کی دنیا اگر اس سرکلر لیٹر کو نگاہ سے دیکھے گی تو تعجب نہیں کہ وہ روحانی فائدہ اٹھا سکی

دوسرا واقعہ سین فرانسسکو کے ارگونٹ نام اخبار کی یکم دسمبر ۱۹۰۲ء کی اشاعت میں سے قابل تذکرہ ہے اخبار مذکور اس چٹھی پر ریمارک کرتا ہے جو امریکہ کے مفتری ڈاکٹر ڈوئی کو اسکی اس پیشگوئی کے جواب میں جو اُس نے کل مسلمانوں اور مخالف سلطنتوں کے ہلاک ہونے کی کی تھی) جو علیحدہ بھی اردو میگزین کے ہمراہ شائع ہو چکی ہے ۔

سین فرانسسکو کا مشہور اخبار ارگونٹ جو کہ دس بیس کم و بیش سال سے جاری ہے اس چٹھی پر ریمارک کرتا ہوا اسکی **انگریزی زبان** کی تعریف کرتا ہے جسمیں وہ شائع ہوئی ہے ۔ امریکہ کے ایک مشہور اخبار کا میگزین کی تعریف کرنا چھوٹی سی بات نہیں اگرچہ ہمارے معزز ہمعصر ریویو آف ریلیجنز کے ایڈیٹر اس خیال سے کہ یہ امر خود ستائی ہوگا ان خطوط اور ریمارکس کو میگزین میں جگہ نہ دیں جو میگزین کی اعلیٰ زباندانی کے متعلق انہیں پہونچے یا اخبارات میں شائع ہوئے ہیں مگر ہم ضرور اسکا تذکرہ کرنا چاہتے ہیں خصوصًا اس وجہ سے کہ ہمارے لاہور کے ہمعصر پیسہ اخبار نے میگزین کی پراسپکٹس ہی کو دیکھکر (بادجودیکہ آپ مڈل سے آگے نہیں پڑھے) اسکی انگلش کی حقارت کی تھی ۔ اُسوقت ہم نے اسکا جواب دینا نہیں چاہا تھا اس خیال کہ تجربہ اور پبلک خود اسکو جواب دیگی اسلیے ہم اپنے نوجوان ہمعصر کو مجبور کرنا چاہتے ہیں کہ وہ ایسی تمام ڈنگیں پیش کریں ۔ بہرحال اس چٹھی کی عمدہ اور اعلیٰ تحریر کی تعریف کرتے ہوئے تو ارگونٹ ڈاکٹر ڈوئی کے نام کی چٹھی کا اقتباس درج کرتا ہے جسکو اب یہاں درج کرنے کی چنداں ضرورت نہیں ہے ۔ اسطرح یہ دعوت امریکہ میں پہونچ چکی ہے ۔ اور اب ہم **تیسرا واقعہ** درج کرتے ہیں ۔

مصر میں دعوۃ

حضرت حجۃ اللہ کی دعوۃ مصر میں پہونچ گئی اور آخر وہاں ایک جماعۃ کے قائم ہونیکی اُمید ہو ہی گئی ہے

چنانچہ مصر سے جو خط بیعت کے لیے پہونچا ہے اسے ہم بجنسہ ذیل میں درج کرتے ہیں

من مصر فی ۲۰ مارس ۱۹۰۳ء

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

حضرۃ محدث الوقت و مجدد الزمان المسیح الموعود و المہدی المعہود و الامام المنتظر المؤید من اللہ الصمد السید میرزا غلام احمد القادیانی الہندی ادام اللہ علوہ و اعز بہ الاسلام والمسلمین ۔ امین۔

یفراسۃ من عند اللہ و نور من لدنہ تعالےٰ نظرتکم ولا زلت ناظرا الیکم کانی اشاهد طلعتکم و احظی برؤیاکم فی قیامی وقعودی یقظا کنت او نائمًا ولوکنتم فی الشرق الاقصیٰ ۔ ولا عجب بذلک تمتعی بالروحانیۃ الغیر متناہیۃ زمانا ومکانا ۔ کیف لا و الملٰئکۃ تنزل علینا وهو القائل " نحن اولیاءکم فی الحیوۃ الدنیا وفی الاخرۃ " فسبیلنا الیکم هو النور الکاشف الفارق الجاذب لقلوبنا وارواحنا و اشواقنا الیکم کاننا فیکم ومنکم وبکم والیکم کالروح معد اجسامکم فلا تسلیم لکم عندی ولا کلام ولا شوق ولا تحیۃ کما یفعل المتغالطون الذین تحجبهم الحجب ولکنی اما نحکم مع هذا ایاکم کما امر الرسول صلی اللہ علیہ وسلم الذی اوصانا باتباع المسیح الموعود

عن یدی اخوتنا

ان غبت اوحشت الوری یا سیدی
الاٰن یا نور قد انستنی
قلبی محلک انت فیہ فینبغی
ان لا یقال لساکن اوحشتنی

اللہ ربنا و محمد نبینا و انتم یا عیسی بن مریم مسیحنا لانکم جوهرۃ الاول روح الثانی و یوحنا المتحدان ایلیا الربانی لا نعرفکم الا کل فان متفان

تاثرة الیکم متوجه بکلیاتہ لجنا بکم لانه یراکم کما رأ کما النبی صلی الله علیہ وسلم نازلاً من السماء اماماً هادیاً حکماً عادلاً بید کم حربة تقتلون بها الدجال شیطان اخر الزمان الذی اضل اهل الارض وظهرت مفاسده فی البلاد عموماً وفی بلادنا خصوصاً فان اصابتہ ولدی وثمرة فؤادی بسهم من سهام مدمر مزیین لوجوب مطاردة الدجال القوی الذی بعثکم الله لقتاله وقتال اتباعه خصوصاً جماعة البر ولتستنط الذین رفعوا رایة الظلم وانخفض بینهم العدل واستحکم فیهم الهوی وانتهت بهم القسوة الشدیدة الی تفریق ما وصله الله من لحمة النسب بین الفرع واصله والی قطع اسباب المحبة التی احکم الله ربطها۔

فوحق من فتق حجب العلوم الارضیة والحکمة وقال ”ان السموات والارض کانتا رتقا ففتقنهما“ لنجدن النصر من عند الله الذی لا یخذ لکم ولن یخذ لکم لان کل امورکم فی یده ولیست اسلحتکم ارضیة لانکم لستم فی احتیاج لسیوف ادیال هذا العالم لان اعداء الحق یحاربوننا بتقاریرهم ومکائدهم کما حصل مع بنی اسرائیل فی ایام الرومان وقت مجیئکم الاول

زمانکم الثانی کزمانکم الاول۔ اکثر المسلمین اخواننا استعواتهم اضاعوا الصوم والصلوۃ وقست قلوبهم وفسدت طباعهم وما بقی فیهم الا اسم الاسلام ورسم الدخول فی المساجد (حمامة البشری) فوجب علینا الفرار الی الله ربنا واتباعکم فیما انتم علیه لان شعوری بما انتم علیه حق لاریب فیه وقد بایعتکم علی کتاب الله وسنة رسوله قاصداً ابا کم بقلب سلیم ونیة صحیحة راجیاً بابها لکم وبرکة دعائکم ادراک کل مامول لجمیع اخوانی المسلمین ولاسیما اعضاء جمعیة المباحث العلمیة التی اخص منهم بالذکر حضرة الفاضل المحترم الشیخ **حامد احمد** بدوی

السلسنتغلی الآن معانی درس کتبکم التی استمنا منها ثلاثة وهی ”حمامة البشری“ و”الهدی“ و”الخطبة الالهامیة“ واما الحصول علی باقیها بواسطة الشیخ الحبیب الحکیم ”غلام النبی احمد“ وبما اننا نعرف اللغة الانکلیزیة نرغب مطالعة ما کتب بها وارجو عنکم فیها واسال الله الفوز فی الدنیا والآخرة آمین برکتکم آمین

کتبه محمد حبیب صاحب

المعرض العام بشارع غیط العدة مصر

اس خط پر مولوی غلام نبی صاحب مندرجہ ذیل الفاظ لکھتے ہیں

بخدمت امام الزمان السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

یہ ایک دلیر آدمی ہے کسیکی ملامت کا کوئی خوف نہیں سائل حمامۃ وغیرہ کو تسلیم کرتے ہیں جیسے نئی سال کا پیاسا پانی پاتا ہے اور بڑے شوق سے پیتا ہے خط اسکا خود شاہد ہے۔ انگریزی جانتے ہیں دربار کے موقعہ پر جو آپکی طرف سے انگریزی مضمون نکلاہے اور ریویو آف ریلیجنز کے ایک دو پرچے اور آپکی وہ صورت جس میں مولوی نور الدین صاحب کی بھی تصویر ہو ارسال فرمادیں اور بہت لوگ آپکی طرز تعلیم کا حال معلوم کرنا چاہتے ہیں کس سے پڑھا اور کہاں تک پڑھا جو کچھ مجھے معلوم تھا میں نے بیان کیا۔ بس صرف کتابیں ارسال کرنے سے جہاد وغیرہ کا مسئلہ حل ہو جائیگا اگر اور کوئی تفصیل کی کتاب عربی انگریزی میں سے چھپی ہو وہ بھی معہ دیگر کتب ارسال فرمادیں اور شرائط بیعت۔

اور انھوں نے یہ خواب دیکھا المسیح کلمة عبرانیة معناها الماسح فالعالم متسخ ومحتاج لما سح له فیزیل اوساخهم وادرانهم وکان یلہدها فی المنام بالفاظ متنوعة هذا معناها۔ فقام منشرحاً قلبه کانه قد کان قرأ کتب حضرتکم بل یهذا الحلم ومقتنعا کانه ما یحتاج بعد هذا الی الدلائل المعلقة بدعوتکم۔ اور امید ہے جلد جواب ارسال فرمائینگے پتہ یہ ہے شارع غیط العدة

فرب عابدین محمد حبیب صاحب المعرض العام مصر۔ غلام نبی ہندی قادیانی

قرآن کریم

چھ مہینے میں پڑھایا جاتا ہے

جو لوگ اپنی اولاد کو قرآن کریم جیسی رحمت۔ نور۔ شفا۔ نعمت سے بہرہ ور کرنے کے خواہشمند ہوں وہ اس تحریر کو غور سے پڑھیں۔ قاعدہ یسرنا القرآن کی تدوین سے تجربہ ہوگیا ہے کہ اگر محنت کرنیوالا استاد ہو اور بچہ بھی ہوشیار ہو تو ۶ مہینے کے اندر قرآن شریف پڑھایا جا سکتا ہے۔ مگر ہم لوگوں کو مدرسہ تعلیم الاسلام کے مدرس ہونیکی وجہ سے اور قرآن کریم کی مدرس ہونیکی وجہ سے قاعدہ یسرنا القرآن کے مطابق اور اپنے ذاتی تجربہ کی بنا پر خدا کے فضل سے ایسا اشتہار دینے کا حوصلہ پیدا ہوا ہے کہ جو صاحب اپنی اولاد کو چھ سات مہینے کے اندر قرآن شریف ختم کرانا چاہتے ہوں وہ ہم سے بذریعہ خط وکتابت فیصلہ کرلیں ہم پانچ سال سے زائد عمر کے بچہ کو اس میعاد کے اندر انشاء اللہ العزیز قرآن شریف ختم کرا دینگے اور نہ صرف ختم بلکہ سمجھ کر پڑھ سکیگا اور جہاں سے کوئی چاہے پڑھ لے۔ کیونکہ پڑھانے کا طریق تجربہ کے بعد ایک خاص طرز کا ہو گیا ہے طوطہ کیطرح نہیں پڑھایا جاتا بلکہ خاص قواعد کی بنا پر بچہ کو خوب ذہن نشین کرایا جاتا ہے۔

ہم اس خدمت کو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم پر بھروسہ کرکے اسکے کلام کی خدمت اور اشاعت کیلئے اپنے ذمہ لیتے ہیں پس جو اپنی اولاد کے قیمتی وقت کو محفوظ رکھنا چاہتے ہیں اور خدا تعالیٰ کے پاک کلام سے محبت رکھتے ہیں وہ بذریعہ خط وکتابت ہم سے فیصلہ کرکے اپنے بچوں کو ہمارے سپرد کردیں اور پھر دیکھ لیں کہ موعودہ عرصہ میں کس طرح ان کا بچہ قرآن شریف پڑھ سکتا ہے۔

خاکساران شیخ عبد الرحمن قادیانی و شیخ محمد اسمٰعیل سرساوی

تفسیر القرآن کی ماہواری اشاعت

الحکم کی گذشتہ اشاعت کے ہمراہ تفسیر القرآن کا پہلا نمبر خریداران تفسیر القرآن کو جن کے نام پہلے سے درج رجسٹر تھے بھیجا گیا ہے۔ چند احباب ایسے بھی ہوں گے جنکے نام محض اس خیال سے بھیجا گیا ہے کہ وہ اسکی خریداری منظور کرینگے + لیکن ہم کسیکو جبراً خریدار بنانا نہیں چاہتے تفسیر القرآن کے ماہوار اشاعت ان کثیر التعداد اصرار کرنے والے خطوط کی بناء پر کی گئی ہے جو وقتاً فوقتاً خاکسار کے پاس پہونچتے رہے ہیں + اسلیے ہم ان احباب کو جن کے پاس تفسیر القرآن کا پہلا نمبر بامید قبولیت پہونچا ہے موقع دیتے ہیں کہ وہ اس کے حسن و قبح اور اسکی ضرورت کے سوال پر بخوبی غور کرلیں اور اگر وہ اسکی خریداری سے معذور ہوں تو انہیں بیشک اختیار ہے کہ وہ واپس بھیجدیں۔ لیکن براہ کرم کوئی بزرگ ایسا ہرگز نہ کریں کہ در اصل تفسیر القرآن کے خریدار بھی نہ ہونا چاہتے ہوں اور پہلا نمبر بھی رکھ لیں کیونکہ اس سے ہمارے مسلسل نمبروں کے فائل میں نقصان پہونچے گا۔

ایک امر اور غلط فہمی کے لیے ظاہر کرنا ضروری ہے کہ دوسرا پارہ ۲۸ صفحہ تک پہلی الگ خریداران تفسیر القرآن کے پاس انکے اصرار سے بھیجا جا چکا ہے اور ۴۸ صفحہ تک کے فرمے اور چھپ گئے ہیں جو الحکم کی اگلی اشاعت کے ساتھ انشاء اللہ روانہ کریں گے۔ الحمد اسطرح پر دوسرا پارہ الگ مکمل کرکے بھیجا جاوے گا۔ لیکن یہ اوراق اور اجزاء صرف ان خریداروں کو بھیجے جاوینگے جنکی پیشگی قیمت وصول ہو چکی ہے۔ دوسرے صاحب حسب معمول یہ پارہ مکمل ہونے پر بھی لے سکتے ہیں + اسطرح پر جزئی اشاعت سے ایک فائدہ بھی مدنظر رکھا گیا ہے کہ ہم ہر نمبر پر اپنے ناظرین تفسیر القرآن کی رائیوں کو معلوم کرسکا کریں گے اگر کوئی نقص یا غلطی رہ گئی ہو تو اسکی اصلاح ہو جایا کریگی انشاء اللہ

البشریٰ
اور اُس کا پہلا مبارک خریدار

ہمارے ناظرین الحکم کی اشاعت کے ساتھ ساتھ البشریٰ ایک عربی ماہوار رسالہ کا اشتہار پڑھیں گے۔ اس کی ضرورت اہمیت کے متعلق اگلی اشاعت میں کچھ لکھوں گا لیکن سردست مجھے ایک ضروری امر کا اظہار کرنا مقصود ہے۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ البشریٰ کے اجراء پر کیا کیا رائے زنیاں ہوں لیکن میں جانتا ہوں کہ اس کے اجراء سے میری اصل غرض حضرت حجۃ اللہ کے بعثت کی بشارت کا ممالک اسلامیہ میں پہونچانا اور مسلمانوں کو مذہبی اور قومی زبان عربی کا مذاق پیدا کرنا ہے پس جو لوگ ان اغراض کو اہم سمجھتے ہیں وہ ضرور میرے ساتھ ہوں گے + چنانچہ میں بڑی خوشی کے ساتھ ظاہر کرتا ہوں کہ البشریٰ کا اشتہار دیکھکر پہلا شخص جس نے البشریٰ کی خریداری کے لیے درخواست کی وہ حضرت **حکیم الامۃ مولانا مولوی نورالدین** صاحب ہیں حضرت حکیم الامۃ کا پہلا خریدار ہونا البشریٰ کے لیے **مبارک فال** ہے اور میں اس خوشی میں البشریٰ کے دس پرچے اسکے جاری ہونے پر مدرسہ تعلیم الاسلام کے مڈل اور انٹرنس کے ان طالب علموں کو دینے کا انشاء اللہ وعدہ کرتا ہوں جو انٹرنس کے امتحان میں عربی بطور دوسری زبان کے لیں اور مڈل میں عربی زبان میں اول رہیں

سرکاری خبریں

اے۔ ہیرنڈتھ صاحب بجائے ویرنگ صاحب جو رخصت پر جاتے ہیں بطور ڈپٹی کمشنر ملتان تعینات کیے جاوینگے۔

ولسن جانسٹن صاحب لفٹنٹ فیر صاحب اور کپتان نکولس صاحب بندوبست کا کام سیکھنے کے لیے ہزارہ میں تعینات کیے جاوینگے

کپتان۔ بی۔ ڈی۔ فٹز پیٹرک بطور ڈپٹی کمشنر ہوشیارپور کام کرینگے۔

مسٹر ریڈنی اور لطیف صاحبان [illegible] بندوبست کے خاتمہ پر دہلی۔ راولپنڈی اور سیالکوٹ میں تعینات کیے جاوینگے۔

کپتان۔ اے۔ سی۔ الیٹ صاحب اسسٹنٹ کمشنر اس موسم کے لیے ڈلہوزی تعینات کیے جاوینگے۔

اے۔ ایچ پارکر صاحب اسسٹنٹ کمشنر کو چھ ماہ کی رخصت عطا ہوئی اور ایم۔ ایچ ہیریسن صاحب موصوف کو سبکدوش کریں گے۔

ایف۔ ایچ برٹن صاحب انڈر سیکرٹری گورنمنٹ کو چھ ماہ کی رخصت عطا ہوئی۔

پی۔ ایل بارکر صاحب، صاحب موصوف کو سبکدوش کرینگے۔

دستخط
فرینک لی اسسٹنٹ سیکرٹری گورنمنٹ پنجاب

اعلان

چونکہ امتحان مڈل کا نتیجہ نکل گیا ہے اسواسطے بنہ پیپر ہیڈری کلاس (یعنی فورتھ ہائی) یکم اپریل ۱۹۰۳ء کو کھولی جائیگی۔
جو احباب یہ چاہتے ہیں کہ ان کی اولاد اور اقربا کو موجودہ زمانہ کی رسمی تعلیم کے ساتھ دینی تعلیم اور نیک صحبت کا بھی حصہ ملے وہ اپنے بچوں کو جلد روانہ کردیں تاکہ تعلیم میں حرج نہ ہو۔ اس جماعت کی فیس مدرسہ ادنیٰ درجہ ۵ ہے اور فیس بورڈنگ ہوس ۱۲ اور خرچ خوراک ۳ سے ۷ تک درجہ وار ہے باقی تفصیل کے واسطے جو صاحب چاہیں راقم کے ساتھ خط و کتابت کرسکتے ہیں۔ والسلام

محمد صادق ہیڈماسٹر تعلیم الاسلام ہائی اسکول قادیان

انوار احمدیہ پریس قادیان دار الامان میں شیخ یعقوب علی تراب ایڈیٹر و پروپرائٹر کے اہتمام سے چھپکر شائع ہوا

نمبر ۱۲ | یکم محرم ۱۳۲۱ھ مطابق ۳۱ مارچ ۱۹۰۳ء روز سہ شنبہ | جلد ۷

کلمات طیبات حضرت امام الزمان مسیح موعود علیہ السلام

گذشتہ اشاعت سے آگے

اب ہم دوسری قسم پر اعتراض کرتا کہ یہ کیا کہ فطرۃ یا بلید الطبع انسان کے دوسرے کا کام نہیں کیونکہ اس میں تو عظیم الشان صداقت موجود ہے صحیفہ فطرت کی عام مشاہدہ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کلام الٰہی اور نزول وحی کی حقیقت بتائی جاتی ہے۔ سماء کے معنی بادل کے بھی ہیں جس سے مینہ برستا ہے۔ آسمان اور زمین میں ایسے تعلقات ہیں جیسے نر و مادہ میں ہوتے ہیں۔ زمین میں بھی کنوئیں ہوتے ہیں لیکن زمین پھر بھی آسمانی پانی کی محتاج رہتی ہے جبتک آسمان سے بارش نہ ہو زمین مردہ سمجھی جاتی ہے اور اسکی زندگی اس پانی پر منحصر ہے جو آسمان سے آتا ہے اسی واسطے فرمایا ہے اعلموا ان اللہ یحی الارض بعد موتہا اور یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ جب آسمان سے پانی برسنے میں دیر ہو اور امساک باراں ہو تو کنوؤں کا پانی بھی خشک ہونے لگتا ہے۔ اور ان ایام میں دیکھا گیا ہے کہ پانی اُتر جاتا ہے لیکن جب برسات کے دن ہوں اور مینہ برسنے شروع ہوں تو کنوؤں کا پانی بھی جوش مار کر چڑھتا ہے کیونکہ اوپر کے پانی میں، قوت جاذبہ ہوتی ہے اب سوچو کہ اگر آسمانی پانی نازل نہ ہو چھوڑ دے تو سب کنوئیں خشک ہو جائیں اسی طرح ہم یہ مانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایک نور قلب ہر ایک انسان کو دیا ہے اور اسکے دماغ میں عقل رکھی ہے جس سے وہ بُرے بھلے میں تمیز کرنے کے قابل ہوتا ہے لیکن اگر نبوۃ کا نور آسمان سے نازل نہ ہو۔ اور یہ سلسلہ بند ہو جاوے تو دماغی عقلوں کا سلسلہ جاتا رہے اور نور قلب پر تاریکی پیدا ہو جاوے اور وہ بالکل کام دینے کے قابل نہ رہے۔ کیونکہ یہ سلسلہ اسی نور نبوۃ سے روشنی پاتا ہے جیسے بارش ہونے پر زمین کی روئیدگیاں نکلنی شروع ہو جاتی ہیں اور پھر تخم پیدا ہونے لگتا ہے اسی طرح پر نور نبوۃ کے نزول پر دماغی اور ذہنی عقلوں میں ایک صفائی اور نور فراست میں ایک روشنی پیدا ہوتی ہے اگرچہ یہ علی قدر مراتب ہوتی ہے اور استعداد کے موافق ہر شخص فائدہ اُٹھاتا ہے خواہ وہ اس امر کو محسوس کرے یا نہ کرے لیکن یہ سب کچھ ہوتا اسی نور نبوۃ کے طفیل ہے۔ غرض اس قسم میں **نزول وحی** کی ضرورۃ کو ایک عام مشاہدہ کے روسے ثابت کیا کہ جیسے آسمانی پانی کے نہ برسنے کی وجہ سے زمین مر جاتی اور کنوؤں کا پانی خشک ہونے لگتا ہے یہی قانون **نزول وحی** کے متعلق ہے۔ رجع پانی کو کہتے ہیں حالانکہ پانی زمین پر بھی ہوتا ہے لیکن آسمان کو ذات الرجع کہا ہے اسمیں یہ فلسفہ بتایا ہے کہ اصلی آسمانی پانی ہی ہے چنانچہ کہا ہے۔ ؎

باراں کہ در لطافت طبعش دریغ نیست
در باغ لالہ روید و در شورہ بوم خس

جو کیفیت بارش کے وقت ہوتی ہے وہی نزول وحی کے وقت۔ دو قسم کی طبیعتیں موجود ہوتی ہیں ایک تو مستعد ہوتی ہیں اور دوسری بلید۔ مستعد طبیعت والے فوراً سمجھ لیتے ہیں اور صادق کا ساتھ دیتے ہیں لیکن بلید الطبع نہیں سمجھ سکتے اور وہ مخالفت پر اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں دیکھو مکہ معظمہ میں جب وحی کا نزول ہوا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر خدا کا کلام اُترنے لگا۔ تو ابوبکر رضی اللہ عنہ اور ابوجہل ایک ہی سرزمین کے دو شخص تھے۔ ابوبکر رضی نے تو کوئی نشان بھی نہ مانگا اور مجرد دعوی سنتے ہی آمنا کہکر ساتھ ہو لیا۔ مگر ابوجہل نے نشان پر نشان دیکھے مگر تکذیب سے باز نہ آیا اور آخر خدا تعالیٰ کے قہر کے نیچے آ کر ذلت کے ساتھ ہلاک ہوا + غرض خدا کی وحی ہر قسم کی طبیعتوں کو باہر نکالدیتی ہے طیب اور خبیث میں امتیاز کرکے دکھا دیتی ہے وہ بہار کا موسم ہوتا ہے اُسوقت ممکن نہیں

...کوئی تخم شگفتگی کے لیے نہ نکلے لیکن جو کچھ ہوگا وہی برآمد ہوگا۔ نیک اور سعید الفطرۃ اپنی جگہ پر نشو و نما پاتے ہیں اور خبیث الگ اور اس سے پہلے وہ ملے جلے ہوتے ہیں جیسے گندم اور بھگھاٹ کے دانے ملے ہوئے تو رہتے ہیں لیکن جب زمین سے نکلتے ہیں تو دونوں الگ نظر آتے ہیں اور مالک گندم کی حفاظت کرتا اور بھگھاٹ کو نکالکر باہر پھینکتا ہے۔

پس نزول **وحی** کے ثبوت کے لیے اللہ نے یہ مشاہدہ پیش کیا ہے جسکو نادان اپنی نادانی اور جہالت سے اعتراض کے رنگ میں پیش کرتا ہے حالانکہ اسمیں ایک عظیم الشان فلسفہ رکھا ہوا ہے۔ اسی لیے **والسماء ذات الرجع والارض ذات الصدع** کہکر فرمایا **انہ لقول فصل**۔ انہ لقول فصل جو کلام الٰہی کے لیے بولا گیا ہے یہ ایک نظری امر تھا اسکے ثبوت کے لیے بدیہی امر کو پیش کیا ہے۔ جیسے امساک باران کے وقت ضرورت ہوتی ہے مینہ کی اسیطرح اس وقت لوگ روحانی پانی کو چاہتے ہیں زمین بالکل مرچکی ہے یہ زمانہ **ظہر الفساد فی البر والبحر** کا ہوگیا ہے جنگل اور سمندر بگڑ چکے ہیں جنگل سے مراد مشرک لوگ اور بحر سے مراد اہل کتاب ہیں۔ جاہل و عالم بھی مراد ہوسکتے ہیں غرض انسانوں کے ہر طبقہ میں فساد واقع ہوگیا ہے جس پہلو اور جس رنگ میں دیکھو دنیا کی حالت بدل گئی ہے روحانیت باقی نہیں رہی اور نہ اسکی تاثیریں نظر آتی ہیں۔ اخلاقی اور عملی کمزوریوں میں ہر چھوٹا بڑا مبتلا ہے خدا پرستی اور خداشناسی کا نام و نشان مٹا ہوا نظر آتا ہے۔ اسلیے اس وقت ضرورت ہے کہ آسمانی پانی اور نبوت کا نزول ہو اور مستعد دلونکو روشنی بخشے۔ خدا تعالیٰ کا شکر کرو اس نے اپنے فضل سے اس وقت اس **نور** کو نازل کیا ہے مگر تھوڑے ہیں جو اس نور سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔

میں دیکھتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ کی بنا پر دلائل عقلیہ اور نشانات بینہ سے اس سلسلہ کی صداقت کو ظاہر کر رہا ہے۔ تعلیم کو اگر انسان دیکھے تو صاف معلوم ہوسکتا ہے کہ سچی تعلیم یہی تعلیم ہے جسکو عقل منکر قبول کرینگے۔ اسلامی تعلیم ہی ایک ایسی تعلیم ہے کہ جسکو عدل کہتے ہیں۔ اس تعلیم میں ایک کشش موجود ہے۔ سورۂ فاتحہ میں جب خدا کو پیش کیا ہے دنیا کا کوئی مذہب اسے پیش نہیں کرتا۔ عیسائیوں نے جو خدا دکھایا ہے اس کے مقابلہ میں ہم کہتے ہیں **لم یلد ولم یولد** ہے۔ ہاں اگر مریم کے پیٹ میں واقعی خدا آگیا تھا تو چاہیے تھا کہ وہ پیٹ ہی میں مریم کو وعظ کرتے۔ اور ایک لمبا لیکچر دیتے جسکو دوسرے لوگ بھی سن لیتے تو اس خارق عادت لیکچر کو سنکر سارے شبہات دور ہو جاتے اور...... خواہ نخواہ ماننا پڑتا۔ بلکہ اور بھی خدائی کا ثبوت ملتا اگر پیٹ ہی میں معجزے دکھانے شروع کر دیتے تو اور بھی معاملہ صاف ہو جاتا اور خواہ نخواہ ماننا پڑتا۔ مگر بجائے اسکے کہ اس کی الوہیت کی کوئی عظمت ثابت ہوتی ہر پہلو سے اسکا نقص اور کمزوری ہی ثابت ہوتی ہے۔

مریم کا نکاح حمل میں کیا گیا جو شرعاً جائز نہ تھا۔ اور ایک نکاح سے تین نسبتیں ٹوٹ گئیں۔ یعنی ماں نے عہد کیا تھا کہ نکاح نہ کریگی اور خود مریم نے بھی عہد کیا ہوا تھا۔ ان ساری باتوں کے علاوہ ایک اور اعتراض ہے جس کا جواب عیسائی نہیں دے سکتے۔ عیسائی مذہب میں دوسری شادی منع ہے لیکن یوسف کی پہلی بیوی تھی۔ اور بھی اس قسم کے اعتراض ہیں۔ یہودیوں کی کتابوں کو پڑھو وہ کیا حقیقت بیان کرتے ہیں اور ہمکو تو ایسے اعتراض کرتے ہوئے بھی افسوس اور حیا مانع ہوتے ہیں۔ پادری عماد الدین نے اپنی کتابوں میں راحاب۔ تمر۔ اور بنت سبع کی بابت لکھا ہے کہ وہ اچھے چال چلن کی عورتیں نہ تھیں وہ لکھتا ہے کہ خداوند نے یہ کیا کیا کہ ایسے خاندان میں جنم لیا پھر خود ہی جواب دیتا ہے کہ وہ ایسا کریم ہے کہ ایسے لوگوں میں بھی جنم لینے سے دریغ نہیں کیا۔ مگر ایک دانشمند غور کرے کہ یہ کیسی وسعت اخلاق ہے۔

لیکن ہمارا خدا **لم یلد** ہے اور کس قدر خوشی اور شکر کا مقام ہے کہ جس خدا کو ہمنے مانا اور اسلام نے پیش کیا ہے وہ ہر طرح کامل اور قدوس ہے اور کوئی نقص اسمیں نہیں ہے۔ وہ خوبیاں کامل طور پر اللہ تعالیٰ میں پائی جاتی ہیں اور ساری صفات انکو بیان کرتی ہیں چنانچہ اول یہ کہ اسمیں **ذاتی حسن** ہے اور اسکے متعلق لیس کمثلہ شیء فرمایا **قل ھو اللہ احد** فرمایا اور کہا کہ وہ **الصمد** ہے بے نیاز ہے۔ نہ وہ کسی کا بیٹا ہے نہ اسکا کوئی بیٹا ہے نہ کوئی اسکا ہمتا اور ہمسر ہے۔ قرآن شریف کو غور سے پڑھو [illegible] کہ جا بجا اسکا احسان دکھلایا [illegible] کشش احسان کی ہے [illegible] خدا کے احسان کا کیا [illegible] بچہ کو جیسا [illegible] نور الدین صاحب) ذکر کیا [illegible] باپ اپنے بیٹے کو کہہ رہا تھا [illegible] جہان کو کیسا پیار کیا کہ اپنا بیٹا [illegible] لڑکا یہ سنکر ڈر گیا اور بھاگ گیا [illegible] سے بھاگنے کی وجہ [illegible] کہا کہ جب خدا نے [illegible] امید ہوسکتی ہے [illegible] ہے تو پھر اسکو [illegible]

ہزاروں [illegible] کا بھی نشان ہے اور [illegible] ہیں تو کیا یہ چیزیں خدا کو انسان سے [illegible] ہوتی ہیں مگر ایسا نہیں [illegible] کے لیے وہ ہلاک کرتا ہے [illegible] رکھے ہوئے ہوتے ہیں [illegible] خدا تعالیٰ کی حکمت ہے کیونکہ [illegible] ہلاک کر دیتی ہیں غرض یہ اصل صحیح نہیں ہے [illegible] لیا جاتا ہے کہ وہ جس چیز سے پیار کرتا ہے اسکو ہلاک کرتا ہے۔ سچا خدا جس سے پیار کرتا ہے اسکی تائید کرتا ہے کیونکہ وہ خدا فرماتا ہے کتب اللہ **لاغلبن انا ورسلی**۔ عیسائی اپنے خدا کی نسبت ایسا نمونہ پیش نہیں کرتے اور حقیقت میں نہیں ہے کیونکہ مسیح کا اپنا نمونہ یہ ہے کہ دشمنوں کے ہاتھوں سے سخت ذلیل ہوئے اور اس وقت وہ اگر خدا تھے یا خدا کے بیٹے تھے تو دشمنوں کو خطرناک ذلت پہنچنی چاہیے تھی مگر بظاہر دشمن کامیاب ہوگئے اور انکو انہوں نے پکڑ کر صلیب پر چڑھا ہی دیا۔ لیکن ہمارا خدا ایسا نہیں ہے اس نے اپنے رسول کی ہر میدان میں نصرت کی اور کامیاب کیا۔ اب دوسرے مذہب اسکا نمونہ کہاں سے لائیں۔ یہ یاد رکھو کہ ہمارا خدا کسیکو پھانسی دینا نہیں چاہتا جس قدر کام کرینگے انہیں عزت پائینگے اس نے ہمارے قویٰ کو بیکار نہیں رکھا۔ بقول سعدیؒ

حقا کہ با عقوبت دوزخ برابر است
رفتن بپائے مردی ہمسایہ در بہشت

خدا نے چاہا ہے کہ تم زنانہ سیرت نہ ہو بلکہ مرد بنو اب کیسی بات ہے کیسے احسان کیے ہیں کہ سیر حقائق و معارف کے خزانے کھولدیئے کسی کے سامنے ہمیں اس نے شرمندہ نہیں کیا

ے نشاندار سے ضروری سمجھا کہ اگر یہ [illegible] ہے لیکن چونکہ آج تک یہ سلسلہ اشاعۃ میں نہیں آیا اسکو شائع کر دیا جاوے۔

نشانات کس سے صادر ہوتے ہیں؟

اس سوال کا جواب حضرت حجۃ اللہ علیہ السلام نے ایک بار اپنی ایک مختصر سی تقریر میں دیا ہے فرمایا۔ نشانات کس سے صادر ہوتے ہیں جس کے اعمال بجائے خود خوارق کے درجہ تک پہونچ جاویں۔ مثلاً ایک شخص خداتعالےٰ کے ساتھ وفاداری کرتا ہے وہ ایسی وفاداری کرے کہ اسکی نظیر نہ ملے تو اسکی محبت اسکی عبادت خارق عادت ہو۔ ہر شخص انکار کر سکتا ہے اور کرتا بھی ہے لیکن اسکا انکار خارق عادت ہو [illegible] کے اخلاق عبادات اور سب تعلقات جو خداتعالےٰ کے ساتھ رکھتا ہے اندر ایک خارق عادت نمونہ پیدا کریں تو چونکہ خارق عادت کا جواب خارق عادت ہوتا ہے اسلیے اللہ تعالےٰ اس کے ہاتھ پر نشانات ظاہر کرنے لگتا ہے پس جو چاہتا ہے کہ اس سے نشانات کا صدور ہو تو اسکو چاہیے کہ اپنے اعمال کو اس درجہ تک پہنچاوے کہ ان میں خارق عادت نتائج کے جذب کی قوت پیدا ہونے لگے انبیاء علیہم السلام میں یہی ایک نرالی بات ہوتی ہے کہ انکا تعلق اندرونی اللہ تعالےٰ کے ساتھ ایسا شدید ہوتا ہے کہ کسی دوسرے کا ہرگز نہیں ہوتا انکی عبودیت ایسا رشتہ دکھاتی ہے کہ کسی اور کی عبودیت نہیں دکھا سکتی ۔ پس اس کے مقابلہ میں ربوبیت اپنی تجلی اور اظہار بھی اسی حیثیت اور رنگ کا کرتی ہے عبودیت کی مثال عورت کی سی ہوتی ہے کہ جیسے وہ حیا و شرم کے ساتھ رہتی ہے اور جب مرد بیاہنے جاتا ہے تو وہ علانیہ جاتا ہے اسی طرح عبودیت پردہ خفا میں ہوتی ہے لیکن الوہیت جب اپنی تجلی کرتی ہے تو پھر وہ ایک بین امر ہو جاتا ہے اور ان تعلقات کا جو ایک سچے مومن اور عبد اور اسکے رب میں ہوتے ہیں خارق عادت نشانات کے ذریعہ ظہور ہوتا ہے۔ انبیاء علیہم السلام کے معجزات کا یہی راز ہے اور چونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے تعلقات اللہ تعالےٰ کے ساتھ کل انبیاء علیہم السلام سے بڑھے ہوئے تھے اس لیے آپ کے معجزات بھی سب سے بڑھے ہوئے ہیں۔

امام الزمان کی ڈائری

دربار شام

۲۳ر مارچ ۱۹۰۸ء

منتیں اور فاتحہ

ایک بزرگ نے عرض کی کہ حضور میں نے اپنی ملازمت سے پہلے منت مانی تھی کہ جب میں ملازم ہو جاؤنگا تو آدھ آنہ فی روپیہ کے حساب سے نکال کر اسکا کھانا پکوا کر حضرت پیران پیر کا ختم دلاؤنگا اس کے متعلق حضور کیا فرماتے ہیں

فرمایا کہ خیرات تو ہر طرح اور ہر رنگ میں جائز ہے اور جسے چاہے انسان دے مگر اس فاتحہ خوانی سے ہمیں نہیں معلوم کیا فائدہ اور یہ کیوں کیا جاتا ہے میرے خیال میں یہ جو ہمارے ملک میں رسم جاری ہے کہ اسپر کچھ قرآن شریف وغیرہ پڑھا کرتے ہیں یہ طریق تو شرک ہے اور اسکا ثبوت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے فعل سے نہیں۔ غربا و مساکین کو بیشک کھانا کھلاؤ

نصیحت بعد از بیعت

چند احباب نے بیعت کی تھی اسپر انکو چند کلمات بطور نصیحت فرمائے۔

پانچوں نمازیں عمدہ طرح سے پڑھا کرو۔ روزہ صدق سے رکھو۔ اور اگر صاحب توفیق ہو تو زکوٰۃ۔ حج وغیرہ اعمال میں بھی کمربستہ رہو۔ اور ہر قسم کے گناہ سے اور شرک اور بدعت سے بیزار رہو۔ اصل میں گناہ کی شناخت کے اصول صرف دو ہی ہیں۔

اول حق اللہ کی بجا آوری میں کمی یا کوتاہی دوم حق العباد کا خیال نہ کرنا۔

اصل اصول عبادت بھی یہی ہیں کہ ان دونو حقوق کی محافظت کماحقہ کی جاوے۔ اگر گناہ کبھی نہیں ہیں کہ نا ہی کرنے کا نام ہے اپنے عہد پر قائم رہو اور جو الفاظ اسوقت تم نے میرے ہاتھ پر بطور اقرار زبان سے نکالے ہیں ان پر مرتے دم تک قائم رہو۔ انسان بعض اوقات دھوکا کھاتا ہے وہ جانتا ہے کہ میں نے اپنے لیے توبہ کا درخت بو لیا ہے اب اسکے پھل کی امید رکھتا ہے۔ یا ایمان میں نے حاصل کر لیا ہے اسکے اب نتائج مترتب ہوئے [illegible] مگر اصل میں وہ خدا کے نزدیک [illegible] اور نہ سچا مومن کچھ بھی نہیں ہوتا۔ کیونکہ جو چیز اللہ تعالےٰ کی پسندیدگی اور منظوری کی حد تک نہیں پہنچی ہوئی ہو وہ چیز اسکی نظر میں ردی اور حقیر ہوتی ہے اسکی کوئی قدر و قیمت خداتعالےٰ کے نزدیک نہیں ہوتی ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک انسان جب کسی چیز کے خریدنے کا ارادہ کرتا ہے جبتک کوئی چیز اسکی پسندیدگی میں نہ آوے تب تک اس کی نظر میں ایک ردی محض اور بے قیمت ہوتی ہے تو جب انسان کا یہ حال ہے تو خداتعالےٰ قدوس اور پاک اور بے لوث ہستی ہے وہ ایسی ردی چیز کو اپنی جناب میں کب منظور کرنے لگا ۔

دیکھو یہ دن ابتلا کے دن ہیں۔ وبائیں ہیں قحط ہے۔ غرض اسوقت خدا کا غضب زمین پر نازل ہو رہا ہے ایسے وقت میں اپنے آپ کو دھوکا مت دو اور صاف دل سے اپنی کوئی پناہ بناؤ۔

یہ بیعت اور توبہ اسوقت فائدہ دیتی ہے جب انسان صدق دل اور خلوص نیت سے اس پر قائم اور کاربند بھی ہو جاوے۔ خدا خشک لفاظی سے جو حلق کے نیچے نہیں جاتی ہرگز خوش نہیں ہوتا۔ ایسے بنو کہ تمہارا صدق اور وفا اور سوز و گداز آسمان پر پہونچ جاوے۔ خداتعالےٰ ایسے شخص کی حفاظت کرتا اور اسکو برکت دیتا ہے۔ جسکو دیکھتا ہے کہ اسکا سینہ صدق اور محبت سے بھرا ہوا ہے۔ وہ دلوں پر نظر ڈالتا اور جھانکتا ہے۔ نہ کہ ظاہری قیل و قال پر۔ جس کا دل ہر قسم کے گند اور ناپاکی سے معرا اور مبرا پاتا ہے اس میں آ اترتا ہے۔

عیسائی کیسے شرمندہ ہوتے ہیں آریوں کو کیسے شرمندہ ہونا پڑتا ہے کیا کوئی عیسائی فخر کے ساتھ کہہ سکتا ہے کہ ہمارے خداوند کی تیرہ دادیاں نانیاں بدکار تھیں۔ الغرض انسان یا محسن کا گرویدہ ہوتا ہے یا احسان کا۔ اور قرآن شریف پر یہ اسلام نے اللہ تعالے کی نسبت بیان کیا ہے سورۃ فاتحہ میں پہلے حسن و احسان اس کو دکھایا ہے اور اگر ان سے انسان اس کی طرف رجوع نہیں کرتا تو پھر تیسری صورت غضب کی بھی ہے اسلیے غیر المغضوب علیہم و لا الضالین پڑھایا ہے لیکن مبارک وہی شخص ہے جو [illegible] احسان سے فائدہ اٹھاتا [illegible] احکام کی پیروی کرتا ہے اسلیے خدا قریب ہو جاتا ہے اور دعاؤں کو سنتا ہے۔

یاد رکھو کہ عقل روح کی صفائی سے پیدا ہوتی ہے جس قدر انسان روح کی صفائی کرتا ہے اسی قدر عقل میں تیزی پیدا ہوتی ہے اور فرشتہ سامنے کھڑا ہو کر اسکی مدد کرتا ہے مگر فاسقانہ زندگی والے کے دماغ میں روشنی نہیں آسکتی۔ تقوی کی اختیار کرو کہ خدا تعالے کے ساتھ ہو۔ صادق کے ساتھ رہو کہ تقوی کی حقیقت تم پر کھلے اور تمہیں توفیق ملے۔ یہی ہمارا مشغلہ ہے اور اسی کو ہم دنیا میں قائم کرنا چاہتے ہیں۔

ملفوظات میں سے کچھ

آیات مبین میرے نزدیک آیات مبین وہ ہوتی ہیں کہ مخالف جسکے مقابلے سے عاجز ہو جاوے خواہ وہ کچھ ہی ہو جس کا مخالف مقابلہ نہ کر سکے وہ اعجاز ٹھہر جائے گا جبکہ اسکی تحدی کی گئی ہو۔ یاد رکھنا چاہیے کہ اقتراح کے نشانوں کو اللہ تعالے نے منع کیا ہے۔ نبی کبھی جرأت کرکے یہ نہیں کہے گا کہ تم جو نشان مجھ سے مانگو میں وہی دکھا سکتا ہوں اس کے منہ سے جب نکلے گا یہی نکلے گا انما الآیات عند اللہ اور یہی اسکی صداقت کا نشان ہوتا ہے۔ کم نصیب مخالف اس قسم کی آیتوں سے یہ نتیجہ نکال لیتے ہیں کہ معجزات سے انکار کیا گیا ہے مگر وہ آنکھوں کے اندھے ہیں انکو معجزات کی حقیقت ہی معلوم نہیں ہوتی اس لیے وہ ایسے اعتراض کرتے ہیں اور نہ ذات باری کی عزت اور جبروت کا ادب ان کے دل پر ہوتا ہے۔ ہمارا خدا تعالے پر کیا حق ہے کہ ہم جو کہیں وہ وہی کر دے۔ یہ سوء ادب ہے اور ایسا خدا خدا ہی نہیں ہو سکتا۔ ہاں یہ اسکا فضل ہے کہ اس نے ہمکو امید اور حوصلہ دلایا کہ ادعونی استجب لکم یہ نہیں کہا کہ تم جو مانگو گے وہی دیا جاوے گا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم [illegible] بعض اقتراحی نشانات مانگے گئے تو آپ [illegible] یہی خدا کی تعلیم سے جواب دیا [illegible] قل سبحان ربی هل کنت الا بشرا رسولا۔ خدا کے رسول کبھی اپنی بشریت کی حد سے نہیں بڑھتے اور وہ آداب الہی کو مدنظر رکھتے ہیں۔ باتیں منحصر ہیں معرفت پر جس قدر معرفت بڑھی ہوئی ہوتی ہے اسی قدر خدا تعالے کا خوف اور خشیت دل پر مستولی ہوتی ہے اور سب سے بڑھ کر معرفت انبیا علیہم السلام ہی کی ہوتی ہے اسلیے انکی ہر بات اور ہر ادا میں بشریت کا رنگ جدا نظر آتا ہے اور تائیدات الہیہ الگ نظر آتی ہیں۔

ہمارا ایمان ہے کہ خدا تعالے نشان دکھاتا ہے جب چاہتا ہے وہ دنیا کو قیامت بنانا نہیں چاہتا۔ اگر وہ ایسا کھلا ہوا ہو کہ جیسے سورج تو پھر ایمان کیا رہا اور اس کا ثواب کیا؟ ایسی صورت میں کون بدبخت ہوگا جو انکار کرے گا۔ نشان بین ہوتے ہیں مگر آنکھ باریک بین دیکھ سکتی ہیں اور کوئی نہیں اور یہ وقت نظر اور معرفت سعادت کی وجہ سے عطا ہوتی ہے اور تقوی سے ملتی ہے۔ شقی اور فاسق اسکو نہیں دیکھ سکتا۔ ایمان اسوقت تک ایمان ہے جبتک اسمیں کوئی پہلو اخفا کا بھی ہو۔ لیکن جب بالکل پردہ برانداز ہو تو وہ ایمان نہیں رہتا۔ اگر مٹھی بند ہو اور کوئی بتا وے کہ اس میں یہ ہے تو اسکی فراست قابل تعریف ہو سکتی ہے لیکن جب مٹھی کھولکر دکھا دی اور پھر کسی نے کہا کہ میں بتا دیتا ہوں تو کیا ہوا۔ پہلی رات کا چاند اگر کوئی دیکھکر بتلائے تو البتہ اسے تیز نظر کہیں گے لیکن جب چودھویں کا چاند ہو گیا اسوقت کوئی کہے کہ میں نے چاند دیکھ لیا وہ ٹھٹھا ہوتا ہے تو لوگ اسکو پاگل کہیں گے۔ غرض معجزات وہی ہوتے ہیں جنکی نظیر لانے پر دوسرے عاجز ہوں۔ انسان کا یہ کام نہیں کہ وہ انکی حدبندی کرے کہ ایسا ہونا چاہیے یا ویسا ہونا چاہیے۔ اسمیں ضرور ہے کہ بعض پہلو اخفا کے ہوں کیونکہ نشانات کے ظاہر کرنے سے اللہ تعالے کی غرض یہ ہوتی ہے کہ ایمان بڑھے اور اسمیں ایک عرفانی رنگ پیدا ہو۔ جس میں ذوق ملا ہوا ہو لیکن جب ایسی کھلی باتیں ہوں گی تو اس میں ایمانی رنگ ہی نہیں آسکتا چہ جائیکہ عرفانی اور ذوقی رنگ ہو۔ پس اقتراحی نشانات اسلیے منع کیا جاتا ہے اور روکا جاتا ہے کہ اسمیں پہلی رگ سوء ادبی کی پیدا ہو جاتی ہے جو ایمان کی جڑ کاٹ ڈالتی ہے۔

ایک پرانا الہام ابتداء جنوری ۱۹۰۲ء کو ایک عرب صاحب آئے ہوئے تھے۔ بعض لوگ ان کے متعلق مختلف رائیں رکھتے تھے حضرت اقدس امام علیہ الصلوۃ والسلام کو ۹ رجنوری کی شب کو اس کے متعلق الہام ہوا

قد جرت عادۃ اللہ انہ لا ینفع الاموات الا الدعاء

اس وقت رات کے تین بجے ہوں گے حضرت اقدس فرماتے ہیں کہ اسوقت میں نے دعا کی تو یہ الہام ہوا فکلمہ من کل باب ولن ینفعہ الا ھذا الدواء (ای الدعاء)

اور پھر ایک اور الہام اسی عرب کے متعلق ہوا کہ فتبع القرآن ان القرآن کتاب اللہ کتاب الصادق۔

چنانچہ ۹ رجنوری ۱۹۰۲ء کی صبح کو جب آپ سیر کو نکلے تو حضرت اقدس نے عربی زبان میں ایک تقریر فرمائی جس میں سلسلہ محمدیہ اور موسویہ کی مشابہت کو بتایا اور پھر سورہ نور کی آیت استخلاف اور سورۃ تحریم سے اپنے دعاوی پر دلائل پیش کیے اور قرآن شریف اور احادیث کے مراتب بتا کر جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ عرب صاحب جو پہلے بڑے جوش سے بولتے تھے بالکل صاف ہو گئے اور انھوں نے صدق دل سے بیعت کی اور ایک اشتہار بھی شائع کیا اور بڑے جوش کے ساتھ اپنے ملک کی طرف بغرض تبلیغ چلے گئے۔ چونکہ یہ خدا تعالے کا کلام تھا ہم نے اسکی عزت و عظمت

اور اپنا گھر بناتا ہے۔ مگر جس دل میں کوئی کسی قسم کا بھی رخنہ پایا جاتا ہے اسکو لعنتی بناتا ہے۔

دیکھو جسطرح تمہارے عام جسمانی حوائج کے پورا کرنے کے واسطے ایک مناسب اور کافی مقدار کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی طرح تمہاری روحانی حوائج کا حال ہے۔ کیا تم ایک قطرہ پانی زبان پر رکھکر پیاس بجھا سکتے ہو۔ کیا تم ایک ریزہ کھانے کا منہ میں ڈالکر بھوک سے نجات حاصل کر سکتے ہو۔ ہرگز نہیں۔ پس اسیطرح تمہاری روحانی حالت معمولی سی.... توبہ یا کبھی کبھی ٹوٹی پھوٹی نماز یا روزہ سے سنور نہیں سکتی۔ روحانی حالت کے سنوارنے اور اسکے باغ کے پھل کھانے سے کبھی تم کو چاہیئے کہ اس باغ کو ہر وقت پر خدا کی جناب میں نمازیں ادا کر کے اپنی آنکھوں کا پانی پہونچاؤ۔ اور دعا اور اعمال صالحہ کے پانی کی نہر سے اس باغ کو سیراب کرو تا وہ ہرا بھرا ہوا اور پھلے پھولے اور اس قابل ہو سکے کہ تم اس سے پھل کھاؤ۔ یاد رکھو ایمان بغیر اعمال صالحہ کے ادھورا ایمان ہے۔ کیا وجہ ہے کہ اگر ایمان کامل ہو تو اعمال صالحہ سرزد نہ ہوں۔ اپنے ایمان اور اعتقاد کو کامل کرو ورنہ کسی کام کا نہ ہوگا۔ لوگ اپنے ایمان کو پورا ایمان تو بناتے نہیں پھر شکایت کرتے ہیں کہ وہ ہمیں انعامات نہیں ملتے جن کا وعدہ تھا۔ بیشک خدا نے وعدہ فرمایا ہوا ہے کہ **من یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث لا یحتسب** یعنی جو خدا کا متقی اور اسکی نظر میں متقی بنتا ہے اسکو خدا تعالی ہر ایک قسم کی تنگی سے نکالتا اور ایسی طرز سے رزق دیتا ہے کہ اسے گمان بھی نہیں ہوتا کہ کہاں سے اور کیونکر آتا ہے خدا کا یہ وعدہ برحق ہے۔ اور ہمارا ایمان ہے کہ خدا اپنے وعدوں کا پورا کرنے والا اور بڑا رحیم کریم ہے جو اللہ تعالے کا بنتا ہے وہ اسے ہر ذلت سے نجات دیتا ہے۔ اور خود اس کا حافظ و ناصر بنجاتا ہے۔ مگر وہ جو ایک طرف دعوی اتقا کرتے ہیں اور دوسری طرف شاکی ہوتے ہیں کہ ہمیں وہ برکات نہیں ملے۔ ان دونوں میں سے ہم کسکو سچا کہیں اور کسکو جھوٹا۔ خدا تعالے پر ہم کبھی الزام نہیں لگا سکتے **ان اللہ لا یخلف المیعاد**۔ خدا تعالی اپنے وعدوں کا خلاف نہیں کرتا۔ ہم اس مدعی کو جھوٹا کہیں گے۔ اصل یہ ہے کہ ان کا تقوی یا ان کی اصلاح اس حد تک نہیں ہوتی کہ خدا کی نظر میں قابل وقعت ہو یا وہ خدا کے متقی نہیں ہوتے لوگوں کے متقی اور ریاکار انسان ہوتے ہیں۔ سو انپر بجائے رحمت اور برکت کے لعنت کی مار ہوتی ہے جس سے سرگرداں اور مشکلات دنیا میں مبتلا رہتے ہیں خدا تعالے متقی کو کبھی ضائع نہیں کرتا۔ وہ اپنے وعدوں کا پکا اور سچا اور پورا ہے۔

رزق بھی کئی طرح کے ہوتے ہیں۔ یہ بھی تو ایک رزق ہے کہ بعض لوگ صبح سے شام تک ٹوکری ڈھوتے ہیں اور بڑے حال سے شام کو دو تین آنے ان کے ہاتھ میں آتے ہیں۔ یہ بھی تو رزق ہے مگر لعنتی رزق ہے نہ رزق **من حیث لا یحتسب**۔

حضرت داؤد زبور میں فرماتے ہیں کہ میں بچہ تھا جوان ہوا جوانی سے اب بڑھاپا آیا مگر میں نے کبھی کسی متقی اور خدا ترس کو بھیک مانگتے نہ دیکھا اور نہ اسکی اولاد کو دربدر دھکے کھاتے اور ٹکڑے مانگتے دیکھا۔ یہ بالکل سچ اور راست ہے کہ خدا اپنے بندوں کو ضائع نہیں کرتا اور ان کو دوسروں کے آگے ہاتھ پسارنے سے محفوظ رکھتا ہے۔ بھلا اتنے جو انبیا ہوئے ہیں اولیا گذرے ہیں کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ وہ بھیک مانگا کرتے تھے۔ یا انکی اولاد پر یہ مصیبت پڑی ہو کہ وہ دربدر خاک بسر ٹکڑے کے واسطے پھرتے ہوں۔ ہرگز نہیں۔ میرا تو اعتقاد ہے کہ اگر ایک آدمی باخدا اور سچا متقی ہو تو اسکی سات پشت تک بھی خدا رحمت اور برکت کا ہاتھ رکھتا اور انکی خود حفاظت فرماتا ہے۔

قرآن شریف میں اللہ تعالے نے ایک ذکر کیا ہے کہ ایک دیوار دو یتیم لڑکوں کی تھی۔ وہ گرنے والی تھی اسکے نیچے خزانہ تھا لڑکے ابھی نابالغ تھے۔ اس دیوار کے گرنے سے اندیشہ تھا کہ خزانہ ننگا ہو کر لوگوں کے ہاتھ آجائے گا۔ وہ لڑکے بیچارے خالی ہاتھ رہجاوینگے تو اللہ تعالے نے دو نبیوں کو اس خدمت کے واسطے مقرر فرمایا۔ وہ گئے اور اس دیوار کو درست کر دیا کہ جب وہ بڑے ہوں.... تو پھر کسطرح ان کے ہاتھ وہ خزانہ آجاوے۔ پس اسجگہ اللہ تعالی نے یہی فرمایا کہ **وکان ابوھما صالحا** یعنی ان لڑکوں کا باپ نیک مرد تھا جس کے واسطہ ہم نے انکے خزانہ کی حفاظت کی۔ اللہ تعالے کے ایسا فرمانے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ لڑکے کچھ اچھے نہ تھے اور نہ اچھے ہونے والے تھے۔ ورنہ یہ فرماتا کہ یہ لڑکے اچھے ہیں صالح ہیں اور صالح ہونے والے ہیں۔ نہیں بلکہ ان کے باپ کا ہی حوالہ دیا۔ کہ ان کے باپ کے نیکی کی وجہ سے ایسا کیا گیا ہے دیکھو یہی تو شفاعت ہے۔

وہ لوگ جو بڑے بڑے ادعا کرتے ہیں کہ ہم یوں نیکی کرتے ہیں اور متقی ہیں مگر ان کے یہ دعوے قرآن شریف کے مطابق نہیں ہوتے اور نہ اس کسوٹی پر صادق ثابت ہوتے ہیں کیونکہ وہ فرماتا ہے **وھو یتولی الصالحین**۔ **ان اولیاءہ الا المتقون**۔ تو اسوقت افسوس سے ہمیں ان لوگوں کی ہی حالت پر رحم آتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو دھوکا دے رہے ہیں۔ اصل سبب اسکا یہ ہے کہ انکا صدق و وفا اور اخلاص خدا کے نزدیک اس درجہ کا نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ دوسروں کے شرک سے قابل نفرت ہو گیا ہوا ہوتا ہے۔ ایمان کم ہوتا ہے اور لافیں زیادہ ہوتی ہیں۔ خدا تعالے بار بار فرماتا ہے **لن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا**۔ بھلا یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ ہم خدا کو وعدہ خلاف یا جھوٹا کہیں۔ اور اسکی نسبت الزام کا خیال بھی کریں۔ اصل میں ایسے لوگوں کا ایمان ناکارہ ایمان ہوتا ہے جو لعنت کے مورد ہوتے ہیں نہ رحمت کے وہ اصل میں خدا کو دھوکا دینا چاہتے ہیں۔ ظاہر کچھ ہوتا ہے۔ اور باطن کچھ۔ بھلا خلق نے تو دھوکا کھا ہی لیا۔ مگر وہ جسکی نظر اندرون در اندرون پہونچتی ہے وہ کسی کے دھوکہ میں آ سکتا ہے۔

انسان کو چاہیئے کہ ساری کمندوں کو جلا دے اور صرف محبت الہی ہی کی کمند کو باقی رہنے دے۔ خدا نے بہت سے نمونے پیش کیے ہیں آدم سے لیکر [illegible]

موسیٰ عیسیٰ اور حضرت محمد مصطفیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام تک کل انبیاء اسی نمونہ کی خاطر ہی تو اس نے بھیجے ہیں۔ تا لوگ اُن کے نقش قدم پر چلیں۔ جسطرح وہ خدا تک پہونچے اسی طرح اور بھی کوشش کریں سچ ہے کہ جو خدا کا ہو جاتا ہے خدا اُس کا ہو جاتا ہے۔

یاد رکھو کہ ایسا نہ ہو کہ تم اپنے اعمال سے ساری جماعت کو بدنام کرو۔ شیخ سعدی صاحب فرماتے ہیں۔

بدنام کنندۂ نکو نامے چند

بلکہ ایسے بنو کہ تا تم پر خدا کی برکات اور اُسکی رحمت کے آثار نازل ہوں۔ وہ عمروں کو بڑھا بھی سکتا ہے۔ مگر ایک وہ شخص جس کا عمر پانے سے مقصد صرف ورلی دنیا ہی کے لذائذ اور حظوظ ہیں اُسکی عمر کیا فائدہ بخش ہو سکتی ہے اسمیں تو خدا کا حصہ کچھ بھی نہیں وہ اپنی عمر کا مقصد صرف عمدہ کھانے کھانے اور نیند بھر کے سونے اور بیوی بچوں اور عمدہ مکان کے یا گھوڑے وغیرہ رکھنے یا عمدہ باغات یا فصل پر ہی ختم کرتا ہے۔ وہ تو صرف اپنے پیٹ کا بندہ اور شکم کا عابد ہے۔ اُس نے تو اپنا مقصود مطلوب اور معبود صرف خواہشات نفسانی اور لذائذ حیوانی ہی کو بنایا ہوا ہے۔ مگر خدا نے انسان کے سلسلہ پیدایش کی علت غائی صرف اپنی عبادت رکھی ہے **وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون**۔ پس حصر کر دیا ہے کہ صرف صرف عبادت الٰہی مقصد ہونا چاہیے اور صرف اسی غرض کے لیے یہ سارا کارخانہ بنایا گیا ہے۔ برخلاف اس کے اور ہی اور ارادے اور اور ہی اور خواہشات ہیں۔

بھلا سوچو تو سہی کہ ایک شخص ایک شخص کو بھیجتا ہے کہ میرے باغ کی حفاظت کر اُسکی آب پاشی اور شاخ تراشی سے اُسے عمدہ طور کا بنا اور عمدہ عمدہ پھول بیل بوٹے لگا کہ وہ ہرا بھرا ہو جاوے۔ شاداب اور سرسبز ہو جاوے۔ مگر بجائے اسکے وہ شخص آتے ہی عمدہ عمدہ پھل پھول اُس میں لگے ہوئے تھے اُنکو کاٹ کر ضائع کرے یا اپنے ذاتی مفاد کے لیے فروخت کر لے اور ناجائز دست اندازی سے باغ کو ویران کرے تو بتاؤ کہ وہ مالک جب آوے گا تو اُس سے کیا سلوک کریگا خدا نے تو اسے بھیجا تھا کہ عبادت کرے اور حق اللہ اور حق العباد کو بجا لاوے مگر یہ آتے ہی بیویوں میں مشغول بچوں میں محو اور اپنے لذائذ کا بندہ بنگیا اور اُس اصل مقصد کو بالکل بھول ہی گیا بتاؤ اُس کا خدا کے سامنے کیا جواب ہوگا

دنیا کے یہ سامان اور یہ بیوی بچے اور کھانے پینے تو اللہ تعالےٰ نے صرف بطور بھاڑہ کے بنائے تھے جسطرح ایک یکہ بان چند کوس تک ٹٹو سے کام لیکر جب سمجھتا ہے کہ وہ تھک گیا ہے اُسے کچھ تھوڑی سی گھاس اور پانی وغیرہ دیتا ہے اور کچھ مالش کرتا ہے تا اُس کے تکان کا کچھ علاج ہو جاوے اور آگے چلنے کے قابل ہو اور درماندہ ہو کر کہیں ادھر ہی رہ نہ جاوے اس سہارے کے لیے اُسے تھوڑی دینا ہے سو یہ دنیوی آرام اور عیش اور بیوی بچے اور کھانے کی خوراکیں بھی اسی طرح اللہ تعالےٰ نے بھاڑے مقرر کیے ہیں کہ تا وہ تھک کر اور درماندہ ہو کر بھوک سے پیاس سے مر نہ جاوے۔ اور اُسکے قویٰ کے تحلیل ہونیکی تلافی ما فات ہوتی جاوے۔ پس یہ چیزیں اُس حد تک جائز ہیں کہ انسان کو اُسکی عبادت اور حق اللہ اور حق العباد کے پورا کرنے میں مدد دیں۔ ورنہ اس حد سے آگے نکلکر وہ حیوانوں کی طرح صرف پیٹ کا بندہ اور شکم کا عابد بنا کر مشرک بناتی ہیں۔ اور وہ اسلام کے خلاف ہیں

سچ کہا ہے کسی نے

خوردن برائے زیستن و ذکر کردن است
تو معتقد کہ زیستن از بہر خوردن است

مگر اب کروڑوں مسلمان ہیں کہ اُنھوں نے عمدہ عمدہ کھانے کھانا عمدہ عمدہ مکانات بنانا اعلےٰ درجہ کے عہدوں پر پہونچنا ہی اسلام سمجھ رکھا ہے۔

مومن شخص کا کام ہے کہ پہلے اپنی زندگی کا مقصد اصلی معلوم کرے اور پھر اُسکے مطابق کام کرے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے **قل ما یعبأ بکم ربی لولا دعاؤکم**۔ خدا کو تمہاری پرواہی کیا ہے اگر تم اُس کی عبادت نہ کرو اور اُس سے دعائیں نہ مانگو یہ آیت بھی اصل میں اُس پہلی آیت کہ **وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون** ہی کی شرح ہے۔ جب خدا کا ارادہ انسانی خلقت سے صرف عبادت ہے تو مومن کی شان نہیں کہ کسی دوسری چیز کو عین مقصود بنالے۔ حقوق نفس تو جائز ہیں مگر نفس کی یہ اتباع لبال جائز نہیں۔ حقوق النفس بھی اس لیے جائز ہیں کہ تا وہ درماندہ ہو کر رہ ہی نہ جاوے تم بھی ان چیزوں کو اسی واسطے کام میں لاؤ ان سے کام اسواسطے لو کہ یہ تمہیں عبادت کے لائق بنائے رکھیں نہ اسلیے کہ وہی تمہارا مقصود اصلی ہوں۔

قرآن شریف تو موت وارد کرنا چاہتا ہے۔ کھانا پینا صرف جسم کے سہارے کے واسطے ہوں۔ انسانی بدن ہر وقت چونکہ معرض تحلیل میں ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے جائز رکھا کہ اس کے قویٰ کی بحالی رکھنے اور قیام کے لیے یہ چیزیں استعمال کیا کریں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم قرآن شریف کے شارح ہیں۔ آپ ایک موقعہ پر بڑے گھبرائے ہوئے تھے حضرت عائشہ کو کہا کہ اے عائشہ ہمیں آرام پہونچاؤ۔ اور اسی واسطے اللہ تعالےٰ نے آدم کے ساتھ حوا کو بھی بنا دیا تا وہ اس کے واسطے ضرورت کیوقت سہارے کا موجب ہو۔

غرض یہ باتیں ہیں جن پر عمل کرنا اور انکو خوب یاد رکھنا ضروری ہے اور ان سب پر پوری طرح سے قائم ہونا چاہیے۔ دیکھو ایک طبیب جب نسخہ لکھ کر دیتا ہے تو اس کی پوری طرح تعمیل کرنی چاہیے ورنہ فائدہ سے ہاتھ دھونے چاہییں۔ ایک شخص اگر بجائے اُس نسخہ کے تحریر کردہ امور کے اُس کاغذ ہی کو دھو دھو کر پیے تو اُسے فائدہ کی اُمید ہوگی ہرگز نہیں۔ پس اسی طرح تم بھی ہماری ہر ایک بات پر قائم رہو جھوٹی اور خشک محبت کام نہیں آتی۔ بلکہ تعلیم پر پوری طرح سے عمل کرنا ہی کارآمد ہوگا خدا تعالےٰ اپنے وعدہ کا سچا ہے۔ وہ بڑا رحیم کریم اور ماں سے باپ سے بھی زیادہ مہربان ہے مگر وہ دغاباز کو بھی خوب جانتا ہے۔

تذکرۃ الاولیا میں ہے کہ ایک شخص چاہتا تھا کہ وہ لوگوں کی نظر میں بڑا قابل اعتماد بنے اور لوگ اُسے نمازی اور روزہ دار اور بڑا پاکباز کہیں اور اسی نیت سے وہ نماز لوگوں کے سامنے پڑھتا اور نیکی کے کام کرتا تھا۔ مگر وہ جس گلی میں جاتا اور جدھر اُسکا گذر ہوتا تھا لوگ اُسے کہتے کہ دیکھو یہ شخص بڑا ریاکار ہے اور آپ کو لوگوں میں نیک مشہور کرنا چاہتا ہے

پھر آخر کار اُسکے دل میں ایکدن خیال آیا کہ میں کیوں اپنی عاقبت کو برباد کرتا ہوں خدا جانے کس وقت مر جاؤں گا کیوں اس لعنت کو میں اپنے لیے تیار کر رہا ہوں۔ اُس نے صاف دل ہو کر پورے صدق و صفا اور سچے دل سے توبہ کی اور اُس وقت سے نیت کر لی کہ میں ساری نیک اعمال لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ کیا کرونگا اور کبھی کسی کے سامنے نہ کرونگا چنانچہ اُس نے ایسا کرنا شروع کر دیا۔ اور یہ پاک تبدیلی اُس کے دل میں بھر گئی نہ صرف زبان تک ہی محدود رہی۔ پھر اس کے بعد کیا ہوا کہ اُس نے اپنے آپ کو بظاہر ایسا بنا لیا کہ تارک صوم و صلوٰۃ ہے اور گندہ اور خراب آدمی ہے مگر اندرونی طور پر پوشیدہ اور نیک اعمال بجا لاتا تھا۔ پھر وہ جدھر جاتا اور جدھر سے گذرتا ہوتا تھا لوگ اور لڑکے اُسے کہتے تھے کہ دیکھو یہ شخص بڑا نیک اور پارسا ہے۔ یہ خدا کا پیارا اور اُسکا برگزیدہ ہے۔

غرض اس سے یہ ہے کہ قبولیت اصل میں آسمان سے نازل ہوتی ہے اولیا اور نیک لوگوں کا یہی حال ہوتا ہے کہ وہ اپنے اعمال کو پوشیدہ رکھا کرتے ہیں۔ وہ اپنے صدق و وفا کو دوسروں پر ظاہر کرنا عیب جانتے ہیں۔ ہاں بعض ضروری امور کو جنکی اجازت شریعت نے دی ہے یا دوسروں کی تعلیم کے لیے اظہار بھی کیا کرتے ہیں۔ نیکی جو صرف دکھانے کی غرض سے کیجاتی ہے وہ ایک لعنت ہوتی ہے خدا کے وجود کے ساتھ دوسروں کا وجود بالکل ہیچ جاننا چاہیے دوسروں کے وجود کو ایک مردہ کیڑے کی طرح خیال کرنا چاہیے ان سے کسی قسم کے نفع یا ضرر کا خوف نہ کرنا چاہیے کیونکہ وہ کچھ کسی کا بگاڑ نہیں سکتے اور نہ سنوار سکتے ہیں۔ نیکی کو نیک لوگ اگر ہزار پردوں کے اندر بھی کریں تو خدا نے قسم کھائی ہوئی ہے کہ اُسے ظاہر کر دے گا اور اسی طرح بدی کا حال ہے۔

بلکہ لکھا ہے کہ اگر کوئی عابد زاہد خدا کی عبادت میں مشغول ہو اور اس صدق اور جوش کا جو اُسکے دل میں ہے انتہا کے نقطہ تک اظہار کر رہا ہو۔ اور اتفاقاً کنڈی لگانی بھول گیا ہو تو کوئی اجنبی یا ہر سے آ کر اُسکا دروازہ کھول دے تو اُسکی حالت بالکل وہی ہوتی ہے جو ایک زانی کی عین زنا کے وقت پکڑا جانے سے۔ کیونکہ اصل غرض تو دونوں کی ایک ہی ہے یعنی اخفائے راز اگرچہ رنگ الگ الگ ہیں ایک نیکی کو اور دوسرا بدی کو پوشیدہ رکھنا چاہتا ہے۔ غرض خدا کے بندوں کی حالت تو اُس نقطہ تک پہونچی ہوئی ہوتی ہے نیک بھی چاہتے ہیں کہ ہماری نیکی پوشیدہ رہے اور بد بھی اپنی بدی کو پوشیدہ رکھنے کی دعا کرتا ہے مگر اس امر میں دونوں نیک و بد کی دعا قبول نہیں ہوتی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تو قانون بنا رکھا ہے کہ واللہ مخرج ما کنتم تکتمون

خدا کی رضا میں فانی لوگ نہیں جانتے کہ اُنکو کوئی درجہ اور امامت دی جاوے وہ ان درجات کی نسبت گوشہ نشینی اور تنہا عبادت کے مزے لینے کو زیادہ پسند کرتے ہیں مگر اُنکو خدا تعالیٰ کشاں کشاں خلق کی بہتری کے لیے ظاہر کرتا اور مبعوث فرماتا ہے۔ ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم بھی تو غار میں ہی رہا کرتے تھے اور پہنچ چلتے تھے کہ انکا کسیکو پتہ بھی ہو آخر خدا نے اُنکو باہر نکالا اور دنیا کی ہدایت کا بار اُنکے سپرد کیا + آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ہزاروں شاعر آتے اور آپ کی تعریف میں شعر کہتے تھے۔ مگر لعنتی ہے وہ دل جو خیال کرتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُنکی تعریفوں سے پھولتے تھے۔ وہ اُن کو مردہ کیڑے کی طرح خیال کرتے تھے۔ مدح وہی ہوتی ہے جو خدا آسمان سے کرے

یہ لوگ محبت ذاتی میں غرق ہوتے ہیں ان کو دنیا کی مدح و ثنا کی پرواہ نہیں ہوتی تو یہ مقام ایسا ہوتا ہے کہ خدا آسمان اور عرش سے انکی تعریف اور مدح کرتا ہے۔

سنو ہماری یہ باتیں اس واسطے نہیں کہ ہم کسی کے ایمان کو کچھ بڑھا سکتے ہیں یا کسی کے دل میں کچھ ڈال سکتے ہیں۔ نہیں ہم کسی کے ایمان کو ایک ذرہ بھر بھی زیادہ نہیں کر سکتے ہم صرف اسواسطے کہتے ہیں کہ تم اتنے جمع ہو شاید ہے کہ کسی کے دل کو کوئی بات پکڑ لے اور اُسکی اصلاح ہو جاوے۔ توفیق تو سب اللہ ہی کو ہے۔ خدا تعالیٰ قادر ہے کہ کسی کے دل میں ایمان کی حقیقی جڑ لگا دے اور پھر اُسے اُسکے ثمرات کھلا دے یا کسیکو اُسکی بدی کی وجہ قہر کی آگ سے ہلاک کرے۔ پس دعا ہی کرنی چاہیے تا اُسکی توفیق شامل حال انسان ہو

دربار شام

۲۴ مارچ

طاعون کا ذکر ہوتے ہوتے فرمایا کہ اصل میں لوگ اس کے حقیقی علاج کی طرف سے تو بالکل غافل ہیں اور ادھر ادھر ہاتھ پاؤں مارتے پھرتے ہیں مگر جب تک وہ اسکے اصل علاج کی طرف رجوع نہ کریں گے تب تک نجات کہاں کوئی طبیبوں یا ڈاکٹروں کی طرف بھاگتا ہے اور کوئی ٹیکہ کے واسطے بازو پھیلاتا ہے کوئی نئے تجربہ سے اور کسی ایجاد کے درپے ہے۔ ہماری شریعت نے اگرچہ اسباب سے منع تو نہیں کیا بلکہ فیہ شفاء للناس سے معلوم ہوتا ہے کہ دواؤں میں خدا تعالیٰ نے خواص شفا مرض بھی رکھے ہوئے ہیں اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ دواؤں میں تاثیرات ہوتی ہے۔ اور امراض کے معالجات ہوا کرتے ہیں مگر ان اسباب پر بھروسہ کر لینا اور یہ گمان کرنا کہ انہی کے ذریعہ سے نجات اور کامیابی ہو جاوے گی یہ سخت شرک اور کفر ہے۔ بھروسا اسباب پر ہرگز نہ چاہیے۔ بلکہ یوں چاہیے کہ اسبابکو مہیا کر کے پھر بھروسہ خدا پر کرنا چاہیے کہ اگر وہ چاہے تو ان اسباب کو مفید بنا دے اور اُسی سے پھر بھی دعا کرنا چاہیے کیونکہ اسباب پر نتائج مترتب کرنا تو اُسی کا کام ہے اور یہی توکل ہے

ایک شخص نے عرض کیا کہ حضور نماز کے متعلق ہمیں کیا حکم ہے۔

فرمایا نماز ہر ایک مسلمان پر فرض ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک قوم اسلام لائی اور عرض کی کہ یا رسول اللہ ہمیں نماز معاف فرمادی جاوے کیونکہ ہم کاروباری آدمی ہیں مویشی وغیرہ کے سبب سے کپڑوں کا کوئی اعتماد نہیں ہوتا اور ہمیں فرصت بھی نہیں ہوتی ہے تو آپ نے اُس کے جواب میں فرمایا کہ دیکھو کہ جب نماز نہیں تو ہے ہی کیا وہ دین ہی نہیں جس میں نماز نہیں۔ نماز کیا ہے۔

یہی کہ اپنے عجز نیاز اور کمزوریوں کو خدا کے سامنے پیش کرنا۔ اور اُسی سے اپنی حاجت روائی چاہنا۔ کبھی اُسکی عظمت اور اُسکے احکام کی بجا آوری کے واسطے دست بستہ کھڑا ہونا اور کبھی کمال مذلت اور فروتنی سے اُس کے آگے سجدہ میں گر جانا اُس سے اپنی حاجات کا مانگنا یہی نماز ہے۔ ایک سائل کیطرح کبھی اُس مسئول کی تعریف کرتا کہ تو ایسا ہے تو ایسا ہے۔ اُس کی عظمت اور جلال کا اظہار کرکے اسکی رحمت کو جنبش دلاتا اور پھر اُس سے مانگتا۔ پس جس دین میں یہ نہیں وہ دین ہی کیا ہے۔

انسان ہر وقت محتاج ہے کہ اُس سے اسکی رضا کی راہیں مانگتا رہے اور اُسکے فضل کا اُسی سے خواستگار ہو کیونکہ اُسی کی دی ہوئی توفیق سے کچھ کیا جا سکتا ہے۔ اے خدا ہمکو توفیق دے کہ ہم تیرے ہو جائیں اور تیری رضا پر کاربند ہو کر تجھے راضی کر لیں۔ خدا کی محبت اُسی کا خوف اُسی کی یاد میں دل لگا رہنے کا نام نماز ہے اور یہی دین ہے۔ پھر جو شخص نماز ہی سے فراغت حاصل کرنی چاہتا ہے اس نے حیوانوں سے بڑھ کر کیا کیا وہی کھانا پینا اور حیوانوں کی طرح سو رہنا یہ تو دین ہرگز نہیں یہ سیرت کفار ہے بلکہ جو دم غافل وہ دم کافر والی بات بالکل راست اور صحیح ہے۔ چنانچہ قرآن شریف میں ہے کہ اذکرونی اذکرکم واشکروا لی ولا تکفرون یعنی اے میرے بندو تم مجھے یاد کیا کرو اور میری یاد میں مصروف رہا کرو میں بھی تمکو نہ بھولوں گا تمہارا خیال رکھونگا اور میرا شکر کیا کرو میرے انعامات کی قدر کیا کرو اور کفر نہ کیا کرو۔ اس آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ذکر الٰہی کے ترک اور اُس سے غفلت کا نام کفر ہے پس جو دم غافل وہ دم کافر والی بات صاف ہے۔

یہ پانچ وقت تو خدا تعالےٰ نے بطور نمونہ کے مقرر فرمائے ہیں۔ ورنہ خدا کی یاد میں تو ہر وقت دلکو لگا رہنا چاہیئے۔ اور کبھی کسی وقت بھی غافل نہ ہونا چاہیئے اُٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے ہر وقت اُسی کی یاد میں غرق ہونا بھی ایک ایسی صفت ہے کہ انسان اس سے انسان کہلانے کا مستحق ہو سکتا ہے اور خدا تعالےٰ پر کسیطرح کی امید اور بھروسہ کرنے کا حق رکھ سکتا ہے۔ اصل میں قاعدہ ہے کہ اگر انسان نے کسی خاص منزل پر پہونچنا ہے

اُس کے واسطے چلنے کی ضرورت ہوتی ہے جتنی لمبی وہ منزل ہوگی اُتنا ہی زیادہ تیزی کوشش اور محنت اور دیر تک اسے چلنا ہوگا۔ سو خدا تک پہونچنا بھی تو ایک منزل ہے اور اُسکا بُعد اور دوری بھی لمبی۔ پس جو شخص خدا سے ملنا چاہتا ہے اور اُسکے دربار میں پہونچنے کی خواہش رکھتا ہے اُسکے واسطے نماز ایک گاڑی ہے جسپر سوار ہو کر وہ جلد تر پہونچ سکتا ہے اور جسنے نماز ترک کر دی وہ کیا پہونچے گا۔

اصل میں مسلمانوں نے جبسے نماز کو ترک کیا یا اُسے دل کی تسکین آرام اور محبت سے اسکی حقیقت سے غافل ہو کر پڑھنا ترک کیا ہے تب ہی سے اسلام کی حالت بھی معرض زوال میں آ گئی ہے۔ وہ زمانہ جس میں نمازیں سنوار کر پڑھی جاتی تھی غور سے دیکھلو کہ اسلام کے واسطے کیسا تھا ایکدفعہ تو اسلام نے تمام دنیا کو زیر پا کر دیا تھا۔ جب سے اسے ترک کیا وہ خود متروک ہو گئے ہیں۔ درد دل سے پڑھی ہوئی نماز ہی ہے کہ تمام مشکلات سے انسان کو نکال لیتی ہے ہمارا بارہا کا تجربہ ہے کہ اکثر کسی مشکل کے وقت دعا کی جاتی ہے ابھی نماز میں ہی ہوتے ہیں کہ خدا نے اُس امر کو حل اور آسان کر دیا ہوا ہوتا ہے۔

نماز میں کیا ہوتا ہے یہی کہ عرض کرتا ہے التجا کے ہاتھ بڑھاتا ہے اور دوسرا اُسکی عرض کو اچھی طرح سنتا ہے۔ پھر ایک ایسا وقت بھی ہوتا ہے کہ جو سنتا تھا وہ بولتا ہے اور گذارش کرنے والے کو جواب دیتا ہے۔ نمازی کا یہی حال ہے خدا کے آگے سربسجود رہتا ہے اور خدا کو اپنے مصائب اور حوائج سناتا ہے پھر آخر سچی اور حقیقی نماز کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ ایک وقت جلد آ جاتا ہے کہ خدا تعالےٰ اُسکے جواب کے واسطے بولتا اور اُسکو جواب دیکر تسلی دیتا ہے بھلا یہ بجز حقیقی نماز کے ممکن ہے ہرگز نہیں۔ اور پھر جنکا خدا ہی ایسا ...... نہیں وہ بھی گئے گذرے ہیں اُن کا کیا دین اور کیا ایمان ہے۔ وہ کس اُمید پر اپنی اوقات ضائع کرتے ہیں۔

ہمارے زمانہ میں جو سوال پیش ہوا کہ کیا وجوہات ہیں جنسے اسلام کو زوال آیا اور پھر وہ کیا ذریعے ہیں جنسے اسکی ترقی کی راہ نکل سکتی ہے۔ اس کے مختلف قسم کے لوگوں نے اپنے اپنے خیال کے مطابق جواب دیے ہیں مگر سچا جواب یہی ہے کہ قرآن کو ترک کرنے سے تنزل آیا اور اسی کی تعلیم کے مطابق عمل کرنے سے ہی اسکی حالت سنور جاوے گی۔ موجودہ زمانہ میں جو لوگ اپنے خونی مہدی اور مسیح کی آمد کی اُمید اور شوق ہے کہ وہ آتے ہی انکو سلطنت دیگا اور کفار تباہ ہوں گے یہ ان کے خام خیال اور وسوسے ہیں۔ ہمارا اعتقاد ہے کہ خدا نے جسطرح ابتدا میں دعا کے ذریعہ شیطان کو آدم کے ذریعہ زیر کیا تھا اسی طرح اب آخری زمانہ میں بھی دعا ہی کے ذریعہ سے غلبہ اور تسلط عطا کرے گا نہ تلوار سے۔ ہر ایک امر کے لیے کچھ آثار ہوتے ہیں اور اُسکے پہلے تمہیدیں ہوتی ہیں ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات بھلا اگر ان کے خیال کے موافق یہ زمانہ اُن کے دن پلٹنے کا ہی تھا اور مسیح نے آکر اُن کو سلطنت دلانی تھی تو چاہیے تھا کہ ظاہری طاقت اُن میں جمع ہونے لگتی۔ ہتھیار اُن کے پاس زیادہ رہتے ہیں۔ فتوحات کا سلسلہ اُن کے واسطے کھولا جاتا ہے مگر یہاں تو بالکل ہی برعکس نظر آتا ہے۔ ہتھیار اُن کے ایجاد نہیں ملک و دولت ہے تو اوروں کے ہاتھ سے ہمت و مردانگی ہے تو اوروں میں۔ یہ ہتھیاروں کے واسطے بھی دوسروں کے محتاج دن بدن ذلت اور ادبار ان کے گرد ہے۔ جہاں دیکھو جس میدان میں سنو انہیں کو شکست ہی۔ بھلا کیا یہی آثار ہوا کرتے ہیں اقبال کے ہرگز نہیں۔ یہ بھولے ہوئے ہیں۔ زمینی تلوار اور ہتھیاروں سے ہرگز کامیاب نہیں ہو سکتے۔ ابھی تو ان کی خود اپنی حالت ایسی ہے کہ بیدینی اور لا مذہبی کا رنگ ایسا آیا ہے کہ قابل عذاب اور مورد قہر ہیں پھر ایسوں کو کبھی تلوار ملی ہے ہرگز نہیں ان کی ترقی کی وہی ایک راہ ہے کہ اپنے آپ کو قرآن کی تعلیم کے مطابق بنا دیں اور دعا میں لگ جاویں۔ انکو اب اگر مدد آوے گی تو آسمانی تلوار سے اور آسمانی حربہ سے نہ اپنی کوششوں سے اور دعا ہی سے انکی فتح ہے نہ قوت بازو سے یہ ایسی ہے کہ جسطرح ابتدا تھی انتہا بھی اُسی طرح ہے۔ آدم اول کو شیطان پر فتح دعا ہی سے ہوئی تھی۔ ربنا ظلمنا انفسنا۔ الخ۔ اور آدم ثانی کو بھی

دربار شام

۱۰ مارچ

چند نو وارد شخصوں نے بیعت کی اور بعد از بیعت فرمایا ۔ دیکھو بیعت تو تمہاری ہو چکی تم صبر چاہئے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو ۔ خدا کا قہر سخت ہوتا ہے اگر چہ دنیا کا عذاب بھی سخت اور نا قابل برداشت ہوتا ہے مگر تاہم جسطرح ہوتا ہے اچھے برے دن گذر جاتے ہیں مگر آخرت کا عذاب تو ناپیدا کنار ہے ۔ ایسے مناسب ہے کہ اسکے واسطے کافی سامان کیا جاوے ہمیں کہنا پڑتا ہے کیونکہ جو شخص آتا ہے اور بیعت کرتا ہے ہم پر فرض ہوتا ہے کہ اُسے کرنے اور نہ کرنے کے کاموں سے آگاہ کریں ۔ جیسا بیخبر آیا تھا ویسا ہی بیخبر واپس نہ جاوے ایسا ہو نہیں معصیت کا خوف ہے اُسے کیوں نہ بتایا گیا ۔

سو تم سوچ لو کہ مقدم امر دین ہی کا ہے دنیا کے دن تو کسی نہ کسی طرح گذر ہی جاتے ہیں ۔ ع

شب تنور گذشت و شب سمور گذشت

غربا اور مساکین بھی جنکو کھانے کو ایک وقت ملتا ہے اور دوسرے وقت نہیں ملتا اور آرام کے مکان بھی نہیں ہوتے اُن کی بھی گذر ہی جاتی ہے اور امرا اور پلاؤ زردے کھانے والوں اور عمدہ مکانوں اور بالاخانوں میں رہنے والے بھی اپنے دن پورے کر ہی رہے ہیں ۔ کسی کا دکھ درد سے اور کسی کا عیش میں گذارہ ہوتا ہے ۔ مگر عاقبت کا دکھ جھیلنا بہت مشکل ہے ۔ اور وہ عذاب اور اُسکے دکھ درد نا قابل برداشت ہونگے لہذا دانا وہی ہے کہ جو اُس ہمیشہ رہنے والے جہان کی فکر میں لگ جاوے ۔ سو تم نمازوں کو سنوارو اور خدا تعالیٰ کے احکام کو اُسکے فرمودہ کے بموجب کرو اُسکی نواہی سے بچے رہو اُسکے ذکر اور یاد میں لگے رہو ۔ دعا کا سلسلہ ہر وقت جاری رکھو اپنی نمازوں میں جہاں جہاں رکوع و سجدہ میں دعا کا موقعہ ہے دعا کرو ۔ اور غفلت کی نماز کو ترک کر دو ۔ رسمی نماز کچھ ثمرات مترتب نہیں لاتی اور نہ وہ قبولیت کے لائق ہے نماز وہی ہے کہ کھڑے ہونے سے سلام پھیرنے کے وقت تک پورے خشوع خضوع اور حضور قلب سے ادا کی جاوے اور عاجزی اور فروتنی اور انکساری اور گریہ زاری سے اللہ تعالیٰ کے حضور میں اسطرح سے ادا کیجاوے کہ گویا اُسکو دیکھ رہے ہو اگر ایسا نہ ہو سکے تو کم از کم یہ تو ہو کہ وہ تمکو دیکھ رہا ہے اس طرح کمال ادب اور محبت اور خوف سے بھری ہوئی نماز ادا کرو ۔

دیکھو یہ زمانہ بے وقت موتوں کا زمانہ آ گیا ہے بھلا پہلے کبھی تم نے اپنے باپ دادا سے بھی سنا ہے کہ اسطرح اچانک موت کا سلسلہ کبھی جاری ہوا ہو ۔ رات کو اچھا بھلا کام کاج کرتا اور چلتا پھرتا آدمی سوتا ہے کہ صبح کو ایسی نیند میں سویا ہوا ہوتا ہے کہ جس سے جاگنا ہی نہیں ۔ ایسے جس گھر میں یہ موت آئی گھر کا گھر اور گاؤں کے گاؤں اس نے خالی کر دیے ہیں ابھی انجام کی خبر نہیں ۔ کیا کیا دن آنے ہیں ۔ ایک نادان اپنی نادانی کی وجہ سے جب طاعون چند دنوں کے لیے رُک جاتی ہے اور خدا تعالیٰ کسی مصلحت سے اُسے بند کرتا ہے وہ کہتا ہے کہ بس اب گئی اب نہیں آوے گی ۔ دو سیاں ایسا ہمیشہ ہی ہوا کرتا ہے کہ بیماریاں آتی ہیں چار دن رہ کر چلی جاتی ہیں ۔ مگر خدا کی باریک تدابیر وہ نادان نہیں وہ نہیں جانتے کہ وہ مہلت دیتا ہے کہ بھلا ابھی ان میں کچھ صلاحیت اور تقویٰ اور خوف بھی پیدا ہوا ہے یا نہیں ۔ اس طاعون کا پچھلا تجربہ بتاتا ہے کہ ایک ایک دورہ ستر ستر سال کا ہوا کرتا ہے اس سے تو جنگل کے جانوروں نے بھی پناہ مانگی ہے ۔ جب انسانوں کو ختم کر چکتی ہے تو اُس جنگل کے حیوانوں اور درندوں کو بھی ختم کر دیتی ہے ۔

ایسے وقتوں میں خدا تعالیٰ بچا لیتا ہے اُن لوگوں کو جو ان مصائب اور عذابوں کے نازل ہونے سے پہلے اپنے آپ کی اصلاح کرتے اور دوسروں سے عبرت پکڑتے ہیں ۔ خدا تعالیٰ اُنکی حفاظت خود کرتا ہے عذابوں اور شدائد کے وقتوں میں جو آرام اور عیش کے وقت میں اُسے ڈرتے اور پناہ مانگتے رہیں مگر جب عذاب کسی پر نازل ہو جاوے تو تب توبہ بھی قبول نہیں ہوتی ۔

پس اب موقعہ ہے کہ تم خدا کے سامنے اپنے آپ کو درست کر لو اور اُسکے فرائض کی بجا آوری میں کمی نہ کرو ۔ خلق اللہ سے کبھی بھی خیانت ۔ ظلم ۔ بد خلقی ۔ ترش روئی اور کج دہی سے پیش نہ آؤ ۔ کسی کی حق تلفی نہ کرو ۔ کیونکہ ان چیزوں کے بدلے میں بھی خدا مواخذہ کرے گا ۔ جسطرح خدا کے احکام کی نافرمانی اسکی عظمت ۔ توحید ۔ اور جلال کے خلاف کرنے اور اُس سے شرک کرنا گناہ ہیں اسی طرح اسکی خلق سے ظلم کرنا ۔ اور اُنکی حق تلفیاں نہ کرو ۔ زبان یا ہاتھ سے دکھ یا کسی قسم کی گالی گلوچ دینا بھی گناہ ہیں ۔ پس تم دونوں طرح کے گناہوں سے پاک بنو اور نیکی کو بدی سے خلط ملط نہ کرو ۔

تمھارا دین اسلام ہے اسلام کے معنی ہیں خدا کے آگے گردن رکھ دینا ۔ جسطرح ایک بکرا ذبح کرنے کی خاطر منہ کے بل لٹایا جاتا ہے اسی طرح تم بھی خدا کی احکام کی بجا آوری میں بیچون وچرا گردن رکھ دو ۔ جبتک کامل طور سے تم اپنے ارادوں سے خالی اور نفسانی ہوا و ہوس سے پاک نہ ہو جاؤ گے تب تک تمھارا اسلام اسلام نہیں ہے ۔ بہت ہیں کہ ہماری ان باتوں کو قصہ کہانی جانتے ہونگے اور ٹھٹھے اور ہنسی سے انکا ذکر کرتے ہونگے مگر یاد رکھو کہ یہ اب آخری دن ہیں ۔ خدا تم فیصلہ کرنا چاہتا ہے لوگ بیحیائی ۔ خلیہ بازی اور نفس پرستی میں حد سے زیادہ گذر گئے ہیں ۔ خدا کی عظمت و جلال اور توحید کا اُن کے دلوں میں ذرا بھی خیال نہیں گویا ناستک مت ہو گئے ہیں ۔ کوئی کام بھی اُن کا خدا کے لیے نہیں ہے ۔ پس ایسے وقت میں اُس نے اپنے ایک خاص بندہ کو بھیجا ہے تا اُسکے ذریعہ سے دنیا میں ہدایت کا نور پھیلاوے ۔ اور گم شدہ ایمان اور توحید کو از سر نو دنیا میں قائم کرے مگر جب دنیا نے اسکی پرواہ نہ کی اور الٹا دکھ دیا اور اسکی تکذیب کے لیے کمربستہ ہو گئے تو خدا نے انکو قہر کی آگ سے ہلاک کرنا شروع کیا ۔ کئی طرح کے عذابوں سے اُسنے دنیا کو جگایا ہے ۔ کہیں قحط ہوئے اور کہیں زلزلے آئے آتش فشانیاں ہوئیں ہزار در ہزار لوگ تباہ ہوئے انھیں میں سے ایک طاعون بھی ہے یہ دور نہ ہوگی اور نہ جاویگی جب تک یہ دنیا کو سیدھا نہ کرے ۔ لوگ تسلی پا جاتے ہیں کہ بس اب گئی اب نہیں آوے گی مگر وہ دھوکا کھاتے ہیں ان نادانوں کا تو کام ہی خدا سے جنگ کرنا ہو گیا ہے ۔ مگر وہ کہاں تک ۔ وہ دنیا کو بتانا چاہتا ہے کہ میں خود موجود ہوں اور ان کی بیباکیوں اور شرارتوں کو دور کرنا چاہتا ہوں مگر آہستہ آہستہ اُسکے تمام کام بتدریج ہوا کرتے ہیں ۔ جب وہ دیکھتا ہے کہ دنیا طرح طرح کے فساد اور شرارتوں سے بھر گئی اور خدا کا نام دنیا سے اٹھ گیا اسکی توحید اور اسکی کتاب ۔ ۔ ۔

کی تنہا نہ کی گئی تو وہ ایسے وقت میں اپنے
خاص رحم سے اپنی رحمت کا دروازہ کھولتا
ہے اور اپنی خلافت یا الہام اپنے بعض کے
سپرد کرتا ہے جو اسکو خدا کے عذاب سے بچنے کو
خدا سے ملنے کو تفتیش کرتا اور اسکا بڑا خیر خواہ ہے
مگر جب دنیا اُنکی پرواہ نہیں کرتی اور بجائے
اسکے کہ اُن سے محبت کریں اُسکو ستایا جاتا
اور دکھ دیا جاتا ہے تو خدا بھی اپنے غضب
سے دنیا میں اپنا عذاب نازل کرتا ہے۔
جو نافرمانوں کو آگ کی طرح بھسم کرتا ہے
اور خدا کی سلطنت کا رعب قائم کرتا اور
صادق کی نصرت اور اُسکے ہمراہیوں کو
بطور نمونہ اُس سے بچاتا ہے پس اب یہ وقت
ہے توبہ کرو۔ اگر عذاب آگیا تو پھر توبہ کا
دروازہ بھی بند ہوگیا۔

توبہ میں بہت کچھ ہے۔ دیکھو جب کوئی
بادشاہ کسی امر کے متعلق سمجھا دے کہ
تم اُس سے رک جاؤ تمہارا بھلا ہوگا۔ تو اگر وہ
شخص رک جاوے تو بہتر ورنہ پھر اُسکا عذاب
کیسا سخت ہوتا ہے۔ اسطرح پہلے چھوٹے چھوٹے
عذابوں سے خدا تعالے لوگوں کو سمجھوتیاں
دیتا ہے کہ باز آجاؤ موقع ہے ورنہ پچھتاؤ گے
مگر جیسا وہ نہیں سمجھتے اور اُسکی نافرمانی سے
نہیں رکتے تو پھر اُسکا عذاب ایسا ہوتا ہے

لایخاف عقبٰہا

تم لوگوں نے جو میرے ہاتھ پر بیعت کی ہے
اسی پر بھروسہ نہ کرلینا صرف اتنی ہی بات
کافی نہیں زبانی اقرار سے کچھ نہیں بنتا جب
تک عملی طور سے اُس اقرار کی تصدیق نہ
کرکے دکھلائی جاوے۔ یوں زبانی تو بہت
سے خوشامدی لوگ بھی اقرار کرلیا کرتے ہیں
مگر صادق وہی ہے جو عملی رنگ سے اُس
اقرار کا ثبوت دیتا ہے۔ خدا کی نظر انسان کے
دل پر پڑتی ہے۔ پس اب سے اقرار سچا کرلو
اور دل کو اس اقرار میں زبان کے ساتھ شریک
کرلو کہ جبتک قبر میں جاویں ہر قسم کے گناہ
سے شرک وغیرہ سے بچینگے غرض حق اللہ اور
حق العباد میں کوئی کمی یا سستی نہیں کرینگے
اسی طرح سے خدا تمکو ہر طرح کے عذابوں سے
بچاوے گا اور تمہاری نصرت ہر میدان میں
کرے گا۔

ظلم کو ترک کرو۔ خیانت۔ حق تلفی اپنا شیوہ
نہ بناؤ۔ اور سب سے بڑا گناہ جو غفلت ہے
اُس سے اپنے آپ کو بچاؤ۔

علماء اسلام - مولوی ثناء اللہ اور مصنف المنصف

امرتسر کے اخبار وکیل کی ۱۶ مارچ ۱۹۰۳ء کی اشاعت
میں خاکسار مصنف المنصف نے ایک استفسار
علماء کرام سے عموماً اور مولوی نذیر احمد صاحب
دہلوی سے خصوصاً کیا تھا اور مجھے امید تھی
کہ میں بہت جلد اس کے جواب کو پڑھنے کے قابل
ہو سکوں گا۔ مگر میں نہایت افسوس سے
ظاہر کرتا ہوں کہ اخبار وکیل کی ۲۳ مارچ کی
اشاعت نے مجھے کسی حد تک مایوس کردیا ہے
اس اشاعت میں مولوی ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری
(مولوی فاضل) کی طرف سے اسکے جواب
میں ایک تحریر شائع ہوئی ہے جو یہی نہیں کہ
میرے سوال کا جواب نہیں بلکہ علماء کرام کی
توہین کرنے والی بھی ہے اور خصوصاً
اراکین ندوۃ العلماء کی۔

اس تحریر سے مولوی ثناء اللہ صاحب نے
چند اغراض ملحوظ رکھے ہیں۔ اول تو یہ کہ وہ
بھی علماء کرام میں شامل ہوں دوم اپنی ایک
کتاب کا اشتہار دیں تیسرے دوسرے علما
کی نسبت یہ ظاہر کریں کہ ان کی رائیں ہمیشہ
بودی اور کچی ہوتی ہیں اور اس طرح پر انکو
بدنام کریں۔

مولوی ثناء اللہ صاحب نے اس تحریر کے
ذریعہ سے آپکو علماء کرام کے زمرہ میں داخل
کرنا چاہا ہے مجھے اس سے کوئی بحث نہیں لیکن
افسوس یہ ہے کہ وہ لہو لگا کر شہیدوں میں
ملنا چاہتے ہیں اور میرے استفسار کا کوئی
جواب نہیں دیتے۔ میں نے تو اس استفسار
کا جواب مانگا ہے اور نہ یہ کہ آپ سے المنصف
پر ریویو لکھواؤں۔ المنصف پر ریویو ان
علماء کرام نے کیا ہے جو مسلمانوں میں واجب
العزت سمجھے جاتے ہیں اور آپ نے انکو اپنی
اس رائے زنی میں نہایت ہی سبک سری سے
یاد کیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اسکی کوئی خاص
وجہ ہے اور جیسا کہ میں ابھی ظاہر کروں گا
ضرور ہے۔ آپ کو شاید معلوم نہیں کہ میرے
اس رسالہ المنصف کو سیکڑوں علماء کرام
اسلام نے میری زبان سے سنا اور نہایت
پسند فرمایا مولانا مولوی عبدالحق صاحب
مفسر تفسیر حقانی دہلوی - مولانا مولوی
محمود الحسن صاحب اُستاد اول مدرسہ عربیہ
اسلامیہ دیوبند اور مولانا مولوی گل محمد صاحب
مہتمم مدرسہ عربیہ اسلامیہ مراد آباد و ملا عبدالقیوم
صاحب معتمد چندہ مجاز ریلوے رئیس حیدر
آباد دکن نے ملاحظہ فرمالیا۔ اور اپنے دست
مبارک سے شہادت تحریر فرمادی ہیں۔ میں
نہیں سمجھتا کہ آپ نے کیوں علماء کرام کی تنک
کے لیے یہ ظاہر کیا کہ جن ارکان ندوہ نے آپکی
کتاب پر دستخط کردیے ہیں انھوں نے
غالباً بغور نہیں دیکھی یا شروع شروع سے
دیکھی ہے۔ مولویصاحب! مجھے آپ کے
اس سوء ظن پر بہت ہی افسوس ہے کیا آپ
اراکین ندوہ کی نسبت ایسی رائے رکھتے
ہیں کہ وہ بغیر دیکھے یا غور کیے ہوئے اپنی
رائے ظاہر کیا کرتے ہیں؟ یا انصاف کو
ہاتھ سے دیکر جھوٹی اور خوشامدانہ رائیں
بھی ظاہر کر دیا کرتے ہیں۔ اس سے آپ
ایسے علماء کرام کو گویا منافق بنانا چاہتے ہیں!
پھر دوسرے شرعی فتووں میں انکی رائے
کا کیا وزن اور اہمیت ہوگی؟ مگر نہیں میں
اسکو آپ کا سوء ظن اور انتقام سمجھتا ہوں۔

علماء ندوہ نے امرتسر کے اجلاس پر آپکی
کتاب کے متعلق جو اشتہار شائع کیا تھا
اور پھر جلسہ میں کہ آپ لیکچر پڑھ رہے تھے
وہ اشتہار سنایا گیا اسوقت جو خفت آپنے
محسوس کی اور لیکچر بھی نا تمام چھوڑا وہ واقعہ
مجھے بھولا نہیں بلکہ میرا خیال ہے غالباً
یہ اسی اشتہار کا بدلا آپنے اس پیرایہ میں
لیا ہے اور ندوہ کے اراکین کو اسطرح سے
بدنام کرنا چاہا ہے۔ میں تو قرآن دان نہیں
لیکن آپ کو تو مفسر ہونے کا دعوی ہے
مہربانی کرکے بتلائیے کہ یہ **حسن ظن ہے
یا سوء ظن**؟ مسلمان خود آپ ہی اس
سوال کا جواب لینگے اور آپ کے اسطریق
کی پڑتال کرینگے لیکن مجھے افسوس ہے کہ آپ
آپ کے منہ سے ایسے الفاظ سنتا ہوں۔
وکیل کے پڑھنے والوں کو بھی ضرور افسوس ہوا
ہوگا + اور پھر تعجب ہے کہ آپ میری کتاب پر
مان نہ مان میں تیرا مہمان کے مصداق ہوکر
رائے زنی کرتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے
کہ یا تو آپ نے اس کتاب کو پڑھا ہی نہیں
اور یا پڑھا ہے تو سمجھا نہیں اور ناحق بیچارے
دیدہ اینتوں پر حملہ کر دیا۔

میں نے اس ساری کتاب میں کہاں دعوی کیا
کہ میں دیانند سرستی کے اعتراضوں کا جواب
اسلامی طریق پر دیتا ہوں؟ بلکہ میں نے تو
اسکے اعتراضوں کا جواب ویدک اصول پر
دیا ہے + اور وہ تو یہ ہیں ویدانتیوں کے اصول پر

نہیں معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے ندوہ والوں کا کبھی نام ہی سنا ہے اور معلوم نہیں کہ ان کے کیا عقائد ہیں؟ ورنہ اگر اس مذہب کی حقیقت آپکو معلوم ہوتی تو المنصف کی تحریر کو اس کے ساتھ تشبیہ نہ دیتے۔ اصل بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ آپکو اپنی کتاب کا اشتہار دینا مقصود تھا۔ اس لیے آپ نے رسالہ **المنصف** کو بے اثر بنانے کے لیے علماء ندوہ کی بھی توہین کردی تاکہ انکی سندات سے اسکی وقعت قائم نہ رہے مگر مولوی صاحب یا اس سے کیا ہوتا ہے آپ نے اگر دیانندجی کے اعتراضوں کا جواب دیا ہے تو مہربانی کر کے آپ پھر سہولت یہی ہے ان اعتراضوں اور جواب کو جو آیت مذکورہ پر انھوں نے کیے ہیں اور آپ نے دیے ہیں اخبار میں شائع کرا دیتے تو سب کو فائدہ پہنچ جاتا۔ مگر اصل غرض کتاب کی فروخت معلوم ہوتی ہے۔ اور اس طرح پر اشتہار دینا چاہتے ہیں۔ ورنہ اس کے کیا معنے کہ آپ اس کتاب کو میرے پاس نہیں بھیجتے۔ حالانکہ اس کو میرے استفسار کا جواب بتاتے ہیں۔

غرض آپ نے میرے استفسار کا جواب دینے کے بجائے بلا وجہ جو علماء کرام کی جماعت پر حملہ کیا ہے اور اراکین ندوہ پر اعتراض کیا ہے اسکی وجہ وہی جلسہ والا انتقام ہے اور میری کتاب پر حملہ کرنا محض اسلیے ہے کہ اسکو بیکار ثابت کرنا چاہتے ہیں مگر آپ اپنی نیت کا پھل پائیں گے اور اسمیں کامیاب نہ ہونگے۔ اور اسلامی دنیا آپ کے اس جواب کے نتائج پر خود غور کرے گی۔ اگر آپ پھر کچھ لکھیں گے تو اسکی بھی آپکی تسلی کردی جاویگی۔ میں انصاف کو ہاتھ سے دینا نہیں چاہتا۔ آپ میں ان اعتراضوں کا جواب دینے کی کوئی قوت ہے تو پھر شائع کریں۔

خاکسار نند کشور مصنف المنصف

اشتہار زیر تعلق کتاب جیوش انسائکلوپیڈیا

لغایتہ ۳۱ مارچ سنہ ۱۹۰۳ء

منشی محمد مقبول صاحب (بارک ماسٹر جہٹ گیٹ)	۵	شیخ رحمۃ اللہ صاحب	۵
جماعت کپورتھلہ	۵	ابو سعید صاحب عرب	۱
		قاضی کرم الٰہی صاحب امرتسر	۶

نام	رقم
بابو محبوب علی صاحب جمالپور (کلرک دفتر ریلوے)	۲ر
شیخ نیاز احمد صاحب وزیر آباد	عہ
ڈاکٹر عبداللہ صاحب امرتسر	۱۵ر
سید عبدالہادی صاحب جنوگ	۵
بابو غلام حسین صاحب ٹوبہ ٹیک سنگھ	۱
مولوی علی محمد صاحب مکیر یاں	۸ر
مولوی اللہ دتا صاحب رہانہ سہو	۸ر
بابو روشن دین صاحب خوشحال گڑھ	۸ر
منشی احمد الدین صاحب گجرانوالہ	۲ر
میر ناصر نواب صاحب قادیان	عہ
مستری عبداللہ صاحب پالم پور	۸ر
منشی رستم علی صاحب انبالہ	۵
مولوی جان محمد صاحب ڈسکہ	عہ
مستری قطب الدین صاحب	عہ
بابو محمد اسحق صاحب سب اوورسیر	عہ
بابو غیور علی صاحب باری یانڈا	۸ر
مولوی محمد فضل صاحب چنگوی	ار
معراج الدین صاحب لاہور	عہ
چودھری غلام احمد صاحب گلگت	۵
منشی گلاب الدین صاحب رہتاس	ار
بابو خیر الدین صاحب خوشحال گڑھ	۸ر
مرزا عباس علی صاحب ایضاً	ار
منشی محمد زمان صاحب ایضاً	۴ر
منشی اللہ دتا صاحب قلعہ دیدار سنگھ	۳ر
مولوی غلام قادر صاحب مدرس لنگا	عہ
میزان	عہ ار

آمد لغایت ۲۱ مارچ ۱۹۰۳ء ماہوار عہ ۱۰ر

باقی احباب بہت جلد توجہ فرماویں

محمد علی قادیان ۳۱ مارچ سنہ ۱۹۰۳ء

پنڈت نند کشور صاحب قادیان میں

گذشتہ اور پیوستہ ہفتہ قادیان میں عجیب رونق کا ہفتہ تھا پنڈت نند کشور صاحب مصنف المنصف قادیان میں آئے اور انھوں نے بذریعہ اشتہار اطلاع دی کہ وہ آریہ سماج کی ان غلط تعلیموں پر لیکچر دینگے جو سناتن دھرم کے خلاف پنڈت دیانند نے نکالی ہیں۔ پنڈت نند کشور صاحب نے پنڈت دیانند کے وید بھاش اور ستیارتھ پرکاش کے حوالوں سے اپنے لیکچر کو مرتب کیا مگر ہم افسوس سے ظاہر کرنا پڑتا ہے کہ قادیان آریہ سماج کے ممبر لیکچر کے دوران میں اپنے جوش کو روک نہ سکے۔ اور بار بار انھوں نے کوشش کی کہ کسی طرح یہ لیکچر نہ ہونے پاوے مگر یہ بلا انکے سر سے نہ ٹلی۔ لیکچر سے پہلے بھی بڑی کوشش کی گئی کہ کسیطرح لیکچر نہ ہونے پاوے چنانچہ پہلے خود سماج کیطرف سے ایک گالیوں سے پُر گستاخانہ اشتہار شائع کیا گیا جسمیں پنڈت نند کشور صاحب پر ذاتی حملے تھے اور پھر دوسرے ہندوؤں کو بہکانا شروع کیا گیا کہ پنڈت دراصل مسلمان ہے اور چھپ دوخیال ہے اور ایک فرضی یا موقوف شدہ سناتن سبھا اور معزول یا مستعفی ممبروں کی طرف سے بھی نوٹس دلوایا جو خود ہی سماج کی کارروائی تھی کہ پنڈت نند کشور صاحب لیکچر نہ دیں ورنہ خود ذمہ دار ہونگے۔ مگر پنڈت نند کشور صاحب نے ان باتوں کی کچھ پرواہ نہ کی اور بازار میں دو لیکچر دیے۔ آریہ سماج کو شاسترارتھ کا بھی چیلنج دیا جو رکیک عذرات پر ٹالا گیا۔ آخر پنڈت نند کشور صاحب ایک مفصل اشتہار شائع کرکے قادیان سے رخصت ہوئے۔

منارۃ المسیح

منارۃ المسیح کی تعمیر کا کام جیسا کہ ہم پہلے اطلاع دے چکے ہیں شروع ہو چکا ہے۔ بنیادیں بھری جارہی ہیں۔ اول اول جب منارۃ المسیح کی تعمیر کے متعلق حضرۃ حجۃ اللہ نے اشتہار شائع کیا تھا اسوقت بعض مخلص احباب نے اس قسم کے خط بھیجے تھے کہ ہم کوئی نقد چندہ منارہ میں دینے کے قابل نہیں لیکن جسوقت منارہ کا کام شروع ہوگا اسوقت اگر اطلاع دیجاوے تو ہم اس عمارت پر کام کرنیکو بڑے فخر سے آمادہ ہیں۔ ایسے خطوط چونکہ محفوظ نہیں رکھے گئے اسلیے کہ فرداً فرداً اطلاع دینا دشوار تھا لہٰذا بذریعہ اخبار شائع کیا جاتا ہے کہ منارۃ المسیح کا کام شروع ہوگیا ہے جو صاحب اس مبارک عمارت پر کام کرنیکے آرزومند ہیں وہ آئیں اور ثواب دارین حاصل کریں۔

یا ایھا الذین امنوا ادخلوا فی السلم کافۃ

ایک پنجابی خطبہ کا ماحصل جو ۲۷ مارچ کو حضرت مولانا مولوی عبدالکریم صاحب سلمہ ربہ نے پڑھا

انبیا علیہم السلام کی بعثت کی غرض اور ان کے آنے کی بہت بڑی ضرورت یہی ہے جو اس آیت میں بیان کی گئی ہے یا ایھا الذین امنوا ادخلوا فی السلم کافۃ ایمان والو! سارے کے سارے ملکر اسلام میں داخل ہو جاؤ۔

انسان جو کہ فطرتاً مدنی الطبع بنایا گیا ہے جب تک وہ اسلام میں داخل نہیں ہوتا وہ راحت اور آسائش حاصل نہیں کر سکتا جو اسکی فطرت چاہتی ہے + کیونکہ اسلام سچائیوں اور پاک تعلیموں اور ان کے مفید اور پاک نتائج کا نام ہے

تمدنی ضرورتوں میں سے یہ ضرورت بہت بڑی ضرورت ہے کہ انسان باہم ملکر رہیں اور کوئی کسی دوسرے پر ظلم و زبردستی نہ کرے اور باہم اتلاف حقوق نہ ہو۔ بلکہ باہم محبت اور الفت سے رہیں اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں جو انسان کی پیدایش کی علت غائی ہے لیکن یہ بھی اللہ تعالیٰ کی کوئی حکمت ہے کہ اکثر انسانوں میں جھگڑے اور بکھیڑے قائم ہو جاتے ہیں اور امن میں فرق آ جاتا ہے۔

ایسی حالت میں جبکہ دنیا کی حالت خراب ہوتی ہے اللہ تعالیٰ ایک شخص کو بھیجتا ہے جو بچھڑے ہوؤں کو باہم ملا دیتا ہے اور جنگجو لوگوں میں صلح کرا دیتا ہے۔ اسکا سب سے بڑا نمونہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وجود باجود میں دکھایا گیا ہے جب آپ نے ظہور فرمایا اسوقت عربوں میں بڑی خطرناک لڑائیاں ہوتی تھیں اور صدیوں تک ایک دوسرے کا بدلہ لینے کے لیے مرتے رہتے تھے خون کا بدلہ ہی ان کے ہاں اعلیٰ درجہ کی کمالی سمجھی جاتی تھی اگر بیٹا باپ کا بدلہ نہ لے تو وہ ولد الحرام کہلائے۔ غرض ایک آگ لگی ہوئی تھی۔ ان میں بڑے بڑے اہل الرائے اور مدبر بھی تھے مگر ایک بھی ایسا نہ تھا جو سب کو باہم ملا دے اور ان جنگوں کا خاتمہ کرے + مگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب آئے تو آپؐ نے صدیوں کے جنگوں کا خاتمہ کر دیا اور اس آگ کے گڑھے سے انکو بچا لیا اور پھر کہا کنتم اعداء فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا یہ عظیم الشان کامیابی کسی دوسرے نبی کی زندگی میں نظر نہیں آتی خواہ ساری دنیا کی تاریخ کو پڑھ کر دیکھلو۔

غرض جب باہم پھوٹ پڑتی ہے اور وہ نفاق اور شقاق حد سے گذر جاتا ہے اس وقت اللہ تعالیٰ ایک مامور کو بھیجتا ہے جو آکر صلح کرا دیتا ہے یہ آیت جس میں ایماندارونکو خطاب کیا گیا ہے کہ یا ایھا الذین امنوا ادخلوا فی السلم کافۃ بتاتی ہے کہ اسلام پر ایک حالت آنیوالی ہے جبکہ انکو اس خطاب کی ضرورت پیش آئے گی میرا دل بولتا ہے کہ وہ وقت آ گیا ہے + مسلمانوں کی موجودہ حالت باہم ان کی تکفیر بازی سب و شتم اور نفاق و شقاق نے اس ضرورۃ کو پیدا کر دیا ہے کہ کوئی ایسا شخص آوے جو ان تمام نزاعوں کو دور کر کے سچا فیصلہ کر دے۔ اس وقت مقلد۔ غیر مقلد۔ رافضی۔ سنی کے جھگڑوں کو دیکھو۔ پیر درویشوں اور فقیروں صوفیوں اور سجادہ نشینوں کے حالات مشاہدہ کرو۔ اس وقت تمھیں معلوم ہوگا کہ کسقدر ضرورۃ ہے کسی صلح کرانے والے کی۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جب تباہ شدہ قوم عرب کے پراگندہ شیرازہ کو درست کیا اسوقت بھی ایسی ہی حالت تھی۔ لیکن جب وہ داخل اسلام ہوئے تو پھر انمیں مختلف راہیں اور مختلف مشرب و مذہب نہ رہے تھے بلکہ سب کے سب ایک امام و پیشوا کے متبع تھے لیکن اس وقت ہزاروں ہزار خانوادہ اور مشرب نکلے ہوئے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انکو ایک کرنے کے لیے ایک امام کی ضرورۃ ہے جو اسی روح اور قوت کے ساتھ آئے جسطرح عربوں کی حالت کی اصلاح کیلیے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم آئے تھے۔ اور خدا کا شکر ہے کہ اسی احمد صلے اللہ علیہ وسلم کا ایک غلام غلام احمد قادیانی کہلا کر آیا اور اس نے پھر ایک ہی قوم اور ایک ہی گدڑ یا بنانا چاہا ہے۔ اسلام کا خاصہ ہے کہ وہ سب کو صلح کے جھنڈے کے نیچے لاتا ہے اس وقت باہم نزاعیں ہیں جھگڑے ہیں اور اس امام کا نام اسی لیے حکم عدل رکھا گیا ہے اس تاریکی میں اللہ تعالیٰ نے ایک نور بھیجا ہے اب اس کی ... طاعت کے بغیر ممکن نہیں کہ یہ نفاق دور ہو۔ سچا مسلمان ہونے کے لیے ایک ہی راہ ہے کہ اس سلسلہ میں داخل ہو جاؤ تاکہ تمہاری قوم زندہ قوم ہو۔

خدا ہم سب کو توفیق دے کہ ان باتوں پر عمل کریں اور امام کی محبت اور اطاعت دلوں میں پیدا ہو۔ آمین

دارالامان کا ہفتہ

اعلیٰحضرت مع اہلبیت اللہ کے فضل سے بخیریت ہیں۔ ایک جدید رسالہ حقیقۃ الدعا کے لیے قلم اٹھایا ہے اللہ تعالیٰ انکی روح القدس سے مدد کرے۔

بیت الدعا — حضرت اقدس نے بیت الفکر کے ساتھ ایک حجرہ دعا کے لیے بنوانا تجویز فرمایا تھا جس میں کوئی چارپائی وغیرہ نہ آ سکے خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ بیت الدعا پورے طور پر بنکر طیار ہو گیا ہے ہمارے مخدوم شیخ رحمۃ اللہ صاحب جو ویرائٹ بھی ہوئے ہیں جو دینی خدمات میں مسابقت الی الخیرات کا جوش رکھتے ہیں بیت الدعا کی تعمیر کے کل اخراجات اپنے ذمہ لیے ہیں جزاہ اللہ خیر الجزاء یہ بیت الدعا اظہار الدین کے لیے ایک میگزین ہوگا جہاں خدا کا برگزیدہ رسول اسلام کی نصرت اور تائید کے لیے کیسی کیسی دعائیں کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کو اپنے جلال کے اظہار کا ذریعہ بنائے۔

ہم خدا تعالیٰ کے اپنے ہاتھ سے معطر کیے ہوئے مسیح کے حضور التجا کرتے ہیں کہ اے صادق مسیح خدا نے تیری دعاؤں کی قبولیت کا تجھے وعدہ دیا ہے یہی وجہ ہے کہ تیری روح میں دعاؤں کے لیے بڑا جوش ہے تو بیت الدعا میں اسلام کی عزت و عظمت و جلال کے لئے بڑی بڑی دعائیں کرے گا۔ اپنی جماعت کے لیے بھی دعائیں کرے گا خاکسار ایڈیٹر الحکم نیز ایک ناکارہ عاجز خادم ہے اسکی کوئی ذاتی علمی عملی خوبی نہیں البتہ اسکے یہ فخر ہے کہ وہ تیرے کلمات طیبات کی اشاعت کا ادنیٰ خادم ہے وہ الحکم کے ذریعہ تیری جناب میں یہ دعا کا خواستگار ہے کہ اسکے خاتمہ بالخیر ہونے کی بھی اور یہ کہ اللہ تعالیٰ اسکو اور اسکی اولاد کو قرآن شریف کا سچا متبع اور اس کا خادم بنائے۔ آمین

اطلاع

پہلی سہ ماہی گذر گئی خریداران اخبار اپنے اپنے ذمہ کے مطالبات بھیجکر کارخانہ کی اعانت فرماویں۔ خاکسار مینیجر

مختصر نوٹ اور نکات

ناظرین الحکم کو ۱۳۲۱ ہجری کا آغاز مبارک ہو سلسلہ عالیہ احمدیہ کے مخالف غور کریں کہ چودھویں صدی میں سے پورے بیس سال گذر گئے اور اکیسواں شروع ہو گیا مگر انکا خیالی مسیح آسمان سے نہ اترا۔ حالت موجودہ ایسی ہے کہ زبان فریاد میدارد کہ ابتسابید نصرت را۔ نشانات جو بتائے گئے تھے پورے ہو گئے مگر کم فہم ابھی تک منتظر ہیں کہ مسیح آسمان سے منڈلاتا ہوا اترے غافلو سوچو! اسلام کی حالت موجودہ کیسی ہے؟ اور اسکی حفاظت کیلئے اب کیا ہوا ہے؟۔ اور خدا تعالیٰ کے انا لہ لحافظون اور وعدہ استخلاف کو جو پورا ہو چکا ہے جھٹلانیوالے نہ ٹھیرو اتقوا اللہ! اتقوا اللہ!! اتقوا اللہ!!!۔

آیت نبوت کہو برہان رسالت کہو معجزہ یا خارق عادت کہو اِنّا نحن نزّلنا الذکر و انّا لہ لحافظون اس میں داخل ہے۔ دنیا میں کوئی مذہب ایسا نہیں جسکی کتاب اپنی اوری کی زبان میں بعینہٖ اسطرح شہرت پذیر ہو + تراجم مترجمین کے بہرحال خیالات ہیں گو لغت کے ہی ماتحت کیوں نہو حفاظت قرآن کے جو اسباب اللہ تعالیٰ نے رکھے ہیں۔ اُن میں سے ایک زبردست سبب مجددوں کی بعثت بھی ہے۔ جو ہر صدی پر ضروری ہوتی ہے لیکن کیا یہ نادانی نہیں اور اس آیت رسالت کی تکذیب نہیں جبکہ عملی طور پر مانا جاتا ہے کہ اس چودھویں صدی میں کوئی مجدد نہیں آیا؟ یہ صرف منکرین کی اپنی کور چشمی کا نتیجہ ہے ورنہ خدا تعالیٰ کے وعدے سچے اور اسکے برگزیدہ رسول محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعجاز و خوارق ہر زمانہ میں صحیح و صادق اور تازہ ہیں + اس صدی کا آنیوالا مجدد جسکا کام کاسر الصلیب تھا آگیا + اسکی تائید میں ہزاروں نشان صادر ہوئے اور سعیدوں نے فائدہ اٹھایا اور اٹھا رہے ہیں مگر

کورچشم انانکہ در انکار ہا افتادہ اند

عیسائی کفارہ کا مسئلہ پیش کرتے وقت خدا تعالیٰ کے عدل اور رحم کو پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ عادل ہے۔ اسلئے بلا سزا نہیں چھوڑ سکتا اور رحیم ہے اسلئے اسکو چھوڑنا چاہیئے۔ اور اسکی یہی صورت ہے کہ تقاضائے رحم سے مسیح کو پھانسی دیا + اس فلاسفی پر ہمیں حیرت ہے یہ عجب طرز اجتماع عدل و رحم کی ہے کہ نہ عدل رہا نہ رحم بے گناہ کو پھانسی دیا عدل جاتا رہا۔ اور اسپر رحم نہوا۔ گناہگاروں کو چھوڑ دیا تو چلو عدل کو جواب ملا۔ اور دونوں صفتوں کا تعطّل لازم آیا۔

ماسوا اسکے خدا تعالیٰ کے عدل اور رحم کی نظیریں جبکہ دنیا میں موجود ہیں اور ہم ہر روز دیکھتے ہیں پھر اسکو ناممکن کیوں کہا جاتا ہے کہ عدل اور رحم جمع نہیں ہو سکتے؟ دیکھو اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو آرام کا محتاج بنایا۔ اور اسکے قویٰ میں انکی ترکیب کے بموجب مختلف تقاضے اور جذبات اور گوناگوں میلان اور تعلقات رکھے ہیں اور پھر اس کے قویٰ کے تعلقات کے مناسب اس عالم میں اسباب و آلات بھی پیدا کئے اب اگر کوئی شخص اسمیں قانون قدرت کی خلاف ورزی کرتا ہے اور اسکی پاداش میں کسی مرض و علت میں گرفتار ہوتا ہے تو عدل اسے مارا کرتا ہے مگر معاً رحم نے ہزاروں ہزار علاج اور دوائیں اسکے لئے مہیا کر دی ہیں اور فضل اسے اس مرض سے نجات دیکر اصلی صحت کا مزا چکھا دیتا ہے یہ مشاہدہ صحیح ہے اسکو کوئی باطل نہیں کر سکتا ہے پھر کیسی نادانی اور حماقت ہے کہ کہا جاوے عدل اور رحم کے تقاضوں کو پورا کرنیکے لئے خدا تعالیٰ معاذ اللہ ایسی راہ اختیار کرتا ہے کہ نہ عدل رہے نہ رحم! سوچو!!!

مشاہدہ صحیحہ جیسے بتاتا ہے کہ قانون قدرت کی خلاف ورزی کرنیوالے مجرم کیلئے عدل اور رحم کے دونو تقاضے پورے ہوتے ہیں۔ اسی طرح ہم کہتے ہیں کہ ایک بدکار قانون شریعت کی خلاف ورزی کرکے سزا کا مستوجب ہوتا ہے۔ لیکن رحم الٰہی نے اسکے لئے توبہ و انابت کا دروازہ کھول رکھا ہے۔ اگر اس نے خلوص قلب سے سچی توبہ کی اور بڑی تضرع سے اپنے خالق کی طرف رجوع کیا ہے تو فضل الٰہی اسکے شامل حال ہوکر اسکے سارے گناہوں کو دھو ڈالتا ہے۔ اسی مشاہدہ کی بنا پر ہم کہتے ہیں کہ فضل کا دروازہ ہر وقت کھلا ہے

سوال ہوتا ہے کہ توبہ کیا ہے؟ اس کا جواب خود اللہ تعالیٰ نے دیا ہے مَن تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّہٗ یَتُوبُ اِلَی اللّٰہِ مَتَابًا کسی گناہ سے توبہ کا مفہوم اصلی یہ ہے کہ اسکے بالمقابل نیکی کو اختیار کیا جاوے مثلاً حرام کار کی توبہ یہ ہے کہ عفت اختیار کرے اور دروغگو کی توبہ یہ ہے کہ راستباز بنے علیٰ ہذا القیاس۔ پس وہ کیسے نادان ہیں جو توبہ کی حقیقت سمجھے بغیر اسپر اعتراض کرتے ہیں۔

جسطرح پر روشنی اور اسکے انوار فی حد ذاتہٖ روشنی بخش ہیں الّا اگر کوئی تاریک جھونپڑے میں گھسا ہوا ہو اور اسے روشنی نہ پہنچے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا۔ کہ روشنی نور بخش نہیں ہے۔ نہیں وہ فی ذاتہٖ نور ہے اور اسی لئے نور بخش ہے مگر اسے حاصل کرنا چاہیئے۔ اور روشنی لینے اور اسکے انوار کا مظہر بننے کیلئے جمیع سامان کی ضرورت پڑتی ہے۔ مثلاً اندھیری کوٹھڑی سے باہر اور اسکے خطوط شعاعی کے محیط میں موجود ہونا ایسا ہی آخرت کے نور اور اس کے سامان کے حصول کیلئے یہاں فضل اور نجات کے سامان کی ضرورت ہے اور وہ سامان جاذب فضل اور مقناطیس رحم سچا ایمان ہے۔

کوئی مذہب آسمانی ایسا نہیں جسمیں دعاؤں کی تاکید نہو اور کوئی فرد بشر ایسا نہیں جسکی فطرت ایک نہ ایک وقت اسکو دعاؤں کی طرف نہ جھکاوے۔ پھر وہ انسان کیسا لامذہب اور فطرت انسانی و مشاہدات جاودانی کی طرف سے کیسا جاہل ہے جو دعاؤں کو فضول یا غیر مقبول خیال کرتا ہے اور وہ قوم کیسی نادان ہے جس نے عدم قبولیت دعا کو اصل ایمانی سے قرار دیا ہے۔

دعا ایک ایسا فطرتی امر ہے کہ اس سے بجز کسی بلید اور کودن کے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ دنیا کا کوئی ملک یا شہر اور گاؤں تو درکنار کوئی گھر بھی ایسا نہیں جس میں دعا پر فطرتی ایمان ہونیکا ثبوت نہ ملتا ہو کہیں بڑے چھوٹوں کے حق میں دعائیں کرتے ہیں اور کہیں چھوٹے بڑوں کے حق میں کہیں نوکر اپنے آقاؤں کو دعا دیتا ہے کہیں آقا نوکر کے لئے کہیں دوست دوست کو دعائیں دیتا ہے اور کہیں دشمن کو دشمن بددعائیں سلام گوڈ مارننگ۔ جیتے رہو۔ خوش رہو اسی فطرتی ایمان کا ظہور ہیں تمام زبانوں میں خدا تعالیٰ کے نام قاضی الحاجات مجیب الدعوات۔ رحیم کریم۔ وغیرہ بھی قبولیت دعا کیطرف اشارہ کرتے ہیں۔ پھر ایسے عام یقین سے انکار کرنا جسپر تمام بنی نوع کی فطرتیں۔ زبانیں۔ رسومات اور عبادات شاہد ہیں اور جسپر تمام آسمانی تعلیموں کا اتفاق ہے کیسی جہالت ہے!!!۔

تقویٰ ایک فطرتی امر ہے جو ہر ایک انسان کے اندر بدی کے وقت ظاہر ہوتا ہے متواتر سرکشیوں اور بدیوں کیساتھ یہ خوف زائل ہو جاتا اور خدا پرستی اور نیکوکاری کے ساتھ بڑھتا ہے چنانچہ یہ علم مشاہدہ کی باتیں ہیں کہ جو جرم انسان نے پہلے کبھی نہیں کیا جب اوّل بار اسکے کرنے کا ارادہ کرے تو طرح طرح سے اس کا نور قلب اُسکو ڈراتا اور سمجھاتا ہے۔ مگر بار بار وہی ارادہ کرنے سے یہ خوف کم ہو جاتا ہے یہانتک کہ آخر کار ارتکاب ہی کر بیٹھتا ہے

جیسے فاسد عضلات و اعصاب میں جبتک کوئی ریشہ بھی اپنی اصلی حالت پر ہے اسوقت تک بجلی انمیں حرکت پیدا کر سکتی ہے اسیطرح پر انسان خواہ کیسا ہی ظالم علیہ ما علیہ کیوں نہو جبتک کوئی شمّہ ایمان اور حیات روحانی کا اس میں باقی ہے اسوقت تک امید کیجاتی ہے کہ ذکر قرآن اسمیں تحریک پیدا کر دے۔ اور یقیناً کرتا ہے لیکن جب عضو ماؤف کی سی حالت ہو جاوے تو پھر اسکا علاج ہی کیا بجز کاٹنے کے؟

انسان اپنی تنہائی یا خود مختاری میں جب کوئی برا ارادہ کرتا اور اسکی تکمیل کے واسطے تدبیر کرتا ہے۔ اُسوقت اُس کا اتالیق اور استاد تقویٰ ہی ہو سکتا ہے جو اسکو ان بدیوں سے بچانے کی ہدایت کرتا ہے + تقویٰ یعنے خوف الٰہی ہی اسکا واعظ اور محافظ ہوتا ہے جو اُسکو بد ارادوں اور بد عملیوں کے وقت فوراً تنبیہ کر دیتا اور ضلالت سے بچانا چاہتا ہے

صحیفۃ الولاء پر ریمارک

نمبر ۴

پچھلے نمبر کے آخر میں صحیفۃ الولاء کے رافضی یا نجری مصنف کے اس دعویٰ کی تنقید ہم نے کرنی چاہی ہے کہ مرزا صاحب کو نبی ہونے کا دعویٰ ہے اور اس تنقید کے لئے ہم نے بتایا ہے کہ پہلے یہ سوال قابل جواب ہے کہ کیا آنیوالا مسیح نبی ہوگا یا نہیں۔ اور اسی سوال کے ضمن میں دوسرا سوال قابل بحث یہ رہ جاتا ہے کہ کیا مسیح امت کے آنے سے مہر ختمیت ٹوٹتی ہے یا نہیں۔ پھر ہم نے یہ ظاہر کیا ہے کہ یہ مسئلہ بالتصریح کہ آنیوالا موعود نبی ہوگا جیسا کہ احادیث صحیحہ میں نبی اللہ اس کے لئے آیا ہے۔ تو زیر بحث یہ باقی رہ جاتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب نبی ہیں یا نہیں۔ اس سوال کے جواب میں پہلا امر تنقیح طلب ہے کہ مسیح ابن مریم اسرائیلی ناصری کی فوت ہو چکا ہے اور دنیا کو مر کر واپس نہیں آتے جیسا کہ قرآن شریف ثابت ہے اسلئے آنیوالا مسیح موعود وہی امتی نبی ہوا جو امتیوں میں ہو سکتا ہے۔ وفات مسیح پر بحث کرنیکی ہمکو اس مقام پر کوئی ضرورت نہیں کیونکہ شیخ واحد علی صاحب اپنے محترم بزرگ شیعہ کے مذاہب کے موافق وفات مسیح کے قائل ہیں۔ اس لئے ہمکو اس بحث کو چھوڑ کر آگے چلنا چاہئے۔ اگرچہ شیعوں کا مسیح اور مہدی کے آنیکی بابت بھی عقیدہ صاف نہیں ہے۔ مگر ہم کو تعجب نہیں کہ وہ مہدی کو بھی شیعوں کی طرح مسیح کا منتظر ضرور ہونگے۔ اور شیعہ مسیح و مہدی کو ایک ہی موعود کی دو شخصیتیں مانتے ہیں۔ اس لئے اس سوال کو حل کرنا ضروری ہے۔

حضرت مرزا صاحب کے مسیح موعود ہونے کے ثبوت میں پہلا امر تنقیح طلب ہے کہ آنیوالا مسیح موعود اسی امت سے ہوگا۔

اولاً ہم قرآن شریف سے اس امر پر بحث کرتے ہیں۔ اور منجملہ ان آیات کے جو اس امر کی تائید کرتی ہیں کہ آنیوالا مسیح موعود اسی امت میں سے ہوگا ایک یہ آیت ہے۔

وعد اللہ الذین امنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنہم فی الارض کما استخلف الذین من قبلہم الایۃ۔

یعنے اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے لئے جو ایماندار ہیں اور نیک کام کرتے ہیں وعدہ فرمایا ہے جو ان کو زمین پر انہیں خلیفوں کی مانند خلیفہ کریگا جو ان سے پہلے گذر چکے ہیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے خلافت کا وعدہ مومنوں اور اعمال صالحہ کرنیوالوں سے کیا ہے۔ اور یہ وعدہ اسی رنگ اور صورت پر ہوگا جسطرح پہلے خلیفے مقرر ہوئے تھے۔ وہ پہلے خلیفے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت کے خلفاء تھے جنکو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کے استحکام اور قیام کیلئے پے در پے بھیجا تھا اور حضرت موسےٰ علیہ السلام کے بعد کوئی صدی ایسی نہیں گذری جسمیں کوئی مجدد دین موسوی کا خلیفہ نہ آیا ہو۔ چنانچہ قرآن شریف کی یہ آیت اس امر کی تصدیق اور تائید کرتی ہے۔

ولقد آتینا موسی الکتٰب وقفینا من بعدہٖ بالرسل وآتینا عیسے ابن مریم البینٰت الآیۃ۔

مذہبی تاریخ صحیح سے اس امر کا صاف پتہ لگتا ہے کہ خلفاء جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کے قیام کے لئے آتے رہے قفینا من بعدہٖ بالرسل کے مصداق ہیں انکی تعداد بارہ تھی اور تیرھویں خلیفے حضرت مسیح علیہ السلام تھے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کے مسیح موعود اور خاتم الخلفاء رہے۔ اب آیت استخلاف کو غور سے پڑھو اور اس کے الفاظ پر تدبر کرو تو یہ لفظ نشان میل کیطرح بتاتا ہے کہ اسی طرز پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں خلفاء کا سلسلہ ضروری ہے۔ اور اسی نسبت و مماثلت کے لحاظ سے جو لفظ کما سے پیدا ہوتی ہے ضروری ہے کہ تیرھواں خلیفہ خاتم الخلفاء اور مسیح موعود ہو۔ اور جسطرح یہ وہ بارہ خلیفے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم سے تھے اور خاتم الخلفاء درحقیقت موسیٰ کی قوم میں سے نہ تھا اسی طرح پر اللہ تعالیٰ نے محمدی سلسلے کے خلفاء کو موسوی سلسلے کے خلفاء سے مشابہت دیکر صاف طور پر سمجھا دیا کہ اس سلسلے کے آخر میں خاتم الخلفاء مسیح موعود ہوگا۔ اور یہ آخری خلیفہ بھی جو خاتم والایت محمدیہ ہے وہ محمدی قوم میں سے نہیں ہے یعنی قریش میں سے نہیں اور یہی بات ہے جیسا کہ آخری خلیفہ اپنے آباؤ اجداد کے رو سے اس قوم میں سے نہیں تا الحقوق مشابہت اکمل اور اتم طور پر ہو جاتا۔ پس اس آیت پر غور سے نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آنیوالا مسیح موعود اسی امت میں سے ہونا چاہئے کیونکہ جبکہ نص قطعی قرآنی یعنی کما کے لفظ سے ثابت ہو گیا کہ سلسلہ استخلاف محمدی کا سلسلہ استخلاف موسوی سے مماثلت رکھتا ہے جیسا کہ اسی کما کے لفظ سے ان دونوں نبیوں یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی مماثلت ثابت ہے جو آیۃ کما ارسلنا الی فرعون رسولا سے سمجھی جاتی ہے اور جسکی تائید اور تصدیق توریت کی کتاب استثنا کی پیشگوئی بھی کر رہی ہے اور یہ مماثلت اسی حالت میں قائم رہ سکتی ہے جبکہ محمدی سلسلے کے آنیوالے خلیفے گذشتہ خلیفوں کا عین نہوں بلکہ غیر ہوں۔ کیونکہ مشابہت اور مماثلت میں من وجہ مغایرت ضروری ہے اور کوئی چیز اپنے نفس کے مشابہ نہیں کہلا سکتی۔ پھر اگر ہم یہ فرض کریں کہ آخری خلیفہ سلسلہ محمدیہ کا جو تقابل کے لحاظ سے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے مقابل پر واقع ہوا ہے اور جسکی نسبت اسی مماثلت اور مشابہت کی وجہ سے یہ ماننا فرض ہے کہ وہ اس امت کا خاتم الخلفاء ہے جیسا کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام تھے اگر وہی عیسےٰ علیہ السلام ہو باوجود اسکی کہ وہ وفات پا چکے باوجود اس کے کہ کوئی مردہ واپس اس دنیا میں نہیں آتا باوجودیکہ کوئی جنت سے نکالا نہیں جاتا۔ پھر آجائیں گے تو اس سے قرآن شریف کی تکذیب لازم آتی ہے۔ کیونکہ قرآن شریف جیسا کہ لفظ کما سے مستنبط ہوتا ہے دونو سلسلوں کے خلفاء کو من وجہ مغائر قرار دیتا ہے اور یہ ایک نص قطعی ہے جسکو ساری دنیا بھی ملکر رد نہیں کر سکتی۔ اب کیسے واضح طور پر اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ آنیولا مسیح موعود اسی امت سے ہوگا۔ پھر قرآن شریف کی ایک اور آیت بھی یہی ثابت کرتی ہے کہ مسیح موعود اسرائیلی نبی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ قرآن شریف میں بنی اسرائیل کے لئے آیا ہے کہ ضربت علیہم الذلۃ والمسکنۃ اور اس قوم کو مغضوب علیہم ٹھیرایا اور ان کی عزت و رفعت کے اسباب میں سے بعثت انبیاء و ملوک تھی اس قوم میں جیسے سلسلہ سلطنت منقطع ہو گیا اسطرح پر نبوت کا سلسلہ بھی ختم ہو چکا بلکہ حضرت مسیح علیہ السلام کے بن باپ پیدا ہونے میں یہی سر تھا۔ لیکن اب اگر حضرت مسیح پھر آجاویں تو اس مغضوب اور ضربت علیہم الذلۃ والمسکنۃ کی مصداق قوم کو عزت اور رفعت دی گئی جو قرآن شریف کے اس منشا کے خلاف ہے اس سے بھی صاف طور پر یہی معلوم ہوتا ہے کہ آنیوالا مسیح موعود اسی امت سے ہوگا۔

پھر ایک اور امر بھی قابل غور ہے بنی اسرائیل کے معائب اور مثالب جو قرآن شریف نے بیان کئے ہیں انہیں در اصل اس ایک امر کی طرف اشارہ ہے کہ امت محمدیہ میں بھی ایک وقت اس قسم کی بد اطواریاں پیدا ہو جائینگی۔ چنانچہ حدیث صحیح نے اس کی توضیح کر دی ہے کہ یہود کیطرح یہ ہو جائینگے کہ اگر کسی یہودی نے اں سے زنا کیا ہے تو یہ ایسا بھی کرینگے اب بگڑنے میں تو یہ امت انکے ساتھ مماثلت پیدا کرے اور اصلاح کے لئے یہ ہو کہ **مصلح** پہلے یہودیوں میں سے آئے۔ یہ کیسی مضحکہ خیز اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی **قوت قدسی** پر حملہ کرنے والی بات ہے۔ ایسا ہرگز نہیں۔ آنیوالا مسیح اسی امت سے ہوگا۔

اور پھر آیت **آخرین منہم لما یلحقوا بہم** کے متعلق بالاتفاق تسلیم کر لیا گیا ہے کہ یہ جماعت مسیح موعود کی جماعت ہے۔ اب اگر اسرائیلی مسیح کے ذریعہ فیض پہنچنے والا ہے تو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء کہاں رہے۔ خاتم الانبیاء تو مسیح اسرائیلی جا ٹھہرا۔

اسی طرح پر بہت سی آیات قرآن شریف میں موجود ہیں جو اس بات کو واضح طور پر بیان کرتی ہیں کہ آخری زمانہ میں آنیوالا **امام** اور **مسیح** موعود اسی امت میں سے ہوگا۔

اور **احادیث** صحیحہ سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ **آنیوالا مسیح** جس کا اس امت کے لئے وعدہ دیا گیا ہے کہ وہ اسی امت میں سے ایک شخص ہوگا منجملہ ان کے بخاری اور مسلم کی وہ حدیث ہے جسمیں اماکم منکم اور امکم منکم لکھا ہے جسکے یہ معنے ہیں کہ وہ تمہارا امام ہوگا۔ اور تم ہی میں سے ہوگا چونکہ یہ حدیث آنے والے **مسیح موعود** کی نسبت ہے اور اسی کی تعریف میں اس حدیث میں حکم اور

سلسلۂ عالیہ احمدیہ اور عالمِ اخبارات

سلسلہ عالیہ احمدیہ کی روز افزوں ترقی حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تبلیغ و دعوت کے میدان کی وسعت سلسلہ کو اخبارات کی تحریریں عالمِ اخبارات میں اس سلسلہ کے ذکر کا باعث ہوتے رہتے ہیں اسلئے ہم عندالضرورت ان تحریروں پر نوٹس لینے کے لیئے الحکم کا ایک حصہ مختص کرتے ہیں۔

ایڈیٹر

پیسہ اخبار غالباً اپنا فرض سمجھتا ہے کہ اس سلسلہ کی وقعت کم کرنیکے لئے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ ہونے دے مگر اسے معلوم ہو جائیگا کہ خدا جسکو بلند کرنا چاہتا ہے کوئی اُسکو گرا نہیں سکتا۔ ایڈیٹر صاحب ۲۸۔ مارچ کی اشاعت میں اپنے اردو زبان کے ماہوار رسالے کے عنوان کے نیچے اشاعت الس‍نہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ماہ ستمبر ۱۹۰۲ء کے رسالے میں علاوہ دیگر مضامین کے جو سب پڑھنے کے قابل ہیں ایک بہت لمبا مضمون میر آف قادیاں کی پیشگوئی کا پورا نہ ہونا کے عنوان سے شایع ہوا ہے " اصل غرض ایڈیٹر صاحب کی اس آخری فقرہ کے اندراج سے تھی مگر ہمیں افسوس سے ظاہر کرنا پڑتا ہے کہ پیسہ اخبار کے ایڈیٹر یا ایڈیٹر صاحبان کو یہ ریمارک کرتے ہوئے اتنا خیال نہ آیا کہ پورے چھ ماہ بعد جس رسالہ کی اشاعت کا ذکر کرتے ہیں کیا وہ اس چھ مہینے کے اندر متواتر وقت پر شایع ہوتا رہا ہے۔ اور اگر اسکی اشاعت اسی حد تک ثابت ہو کہ چھ مہینے میں ایک ہی نمبر نکلا ہو تو پھر شاید پیسہ اخبار کو اشاعۃ السنہ کی اشاعت ثانی پر افسوس کرنا پڑیگا کیا پیسہ اخبار کا ایڈیٹر اس نکتہ پر غور کریگا ؟۔

ست دھرم پرچارک آریہ سماج قادیان کے جلسہ کا ذکر کرتے ہوئے ان بیہودہ اور گالیوں پر اتر آتا ہے جو جلسہ میں دی گئی تھیں ہم اس جلسہ کے حالات تحریر کرتے وقت ان تمام امور کو ملحوظ رکھیں گے اور انشاء اللہ دکھائینگے کہ آریہ سماج نے کہاں تک قبول حق سے اعراض کیا ہے ؟ اور اسکی اصل غرض کیا تھی ؟ ذرا انتظار کیجئے ۔!!!۔

وکیل میں کپورتھلہ کے ایک پروفیسر صاحب کا خط حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود کے نام شایع ہوا ہے جو اسکی دو تین اشاعتوں میں ختم ہوا ہے۔ ہم اس خط کا الگ جواب بذریعہ الحکم انشاء اللہ جلد تر شایع کرینگے ۔

مذہبی اور اسلامی دنیا

بیگم بھوپال کا اعلان طاعون کے متعلق سرکار عالیہ بھوپال نے طاعون کے متعلق کچھ عرصہ گذرتا ہے کہ اعلان شایع کیا ہے جسکا خلاصہ ہم ذیل میں درج کرتے ہیں۔ اس اعلان کو پڑھکر سرکار عالیہ کی خداترسی اور خداشناسی کا کیقدر پتہ لگتا ہے جو ہمارے لئے باعث مسرت ہے اور ہم امید کرتے ہیں کہ بیگم کا اعلان بہت موثر ثابت ہوگا۔ قدیم زمانے میں الیہ دستور تھا کہ جب ملک پر کوئی آفت یا وبا آتی تو وہ نہ صرف رعایا ہی کو اعمال صالحہ کی ہدایت کرتے اور خشوع خضوع سے دعائیں مانگنے کا احکام صادر کرتے بلکہ خود بھی ابتہال اور اضطراب کے ساتھ دعاؤں میں مصروف ہوتے اور مشکلات اور آفات کے دور ہونیکی کلید دعا ہی کو سمجھتے اور اس کے نتایج سے فایدہ اٹھاتے اسی زمانہ میں جبکہ خداتعالیٰ کے پاک نام کو ہنسی میں اڑایا جاتا ہے۔ بیگم بھوپال کا یہ اعلان بہت ہی قابل قدر ہے۔ کیا اچھا ہو کہ تمام حکمران اس قسم کے اعلان شایع کریں بہرحال اسکا خلاصہ یہ ہے کہ

"کثرت معاصی اور اخلاقی کمزوری کے باعث یہ خدا کا غضب نازل ہوا ہے۔ مخلوق کو چاہئیے کہ توبہ کریں۔ استغفار پڑھے اور درگاہ خداوندی میں التجا کے ساتھ دعا مانگے امید ہے کہ خدا رحم فرمائیگا وہ ارحم الراحمین ہے۔ اسکے سوا کوئی شخص تدبیر نہیں کرسکتا"۔

یہ بھی ارشاد کیا ہے کہ عام مخلوق کے ساتھ میں بھی اس تضرع وزاری اور دعائیں شریک ہوں۔

اسلام میں عورتوں کی حالت ایک جرمن پروفیسر نے ان یورپین معترضوں کو تاریخی شہادتوں کی بنا پر معقول جواب دیا ہے جو اسلام پر عورتوں کو سخت حقیر سمجھنے کے متعلق الزام لگاتے ہیں اُس نے کئی عالم و فاضل اور عابد و زاہد اور شجاع و دلیر مسلمان عورتوں کا ذکر کرکے ثابت کیا ہے کہ جو منزلت اسلام نے عورتوں کو ہر لحاظ سے دی ہے وہ بلاشبہ قابل رشک ہے۔ ہمارے کالموں میں گنجائش نکل آئی تو ہم ارادہ کرتے ہیں کہ انشاء اللہ اس مضمون کو پورا چھاپ دیا جاوے ۔

مسئلہ تقلید کرزن گزٹ میں چند سوالات شایع ہوئے تھے انہیں سے ایک مسئلہ تقلید بھی تھا اسپر ۲۴ مارچ کی اشاعت میں ایک مولوی صاحب اس کا جواب تحریر کرتے ہیں اور اہل حدیث کے عام مشرب اور مذاق پر رکھتے ہیں مگر ان کی تحریر میں ایک بات قابل غور ہے۔ وہ اپنے مخالف کو جواب دیتے ہوئے جواب پوچھتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام جب نزول فرمائیں گے تو کس مذہب کے موافق فتوے دیں گے ؟ پھر خود ہی جواب دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ ظاہر ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سنت کے موافق اور کتاب و سنت کو مقدم کرینگے" ہم اس جواب کی بڑی قدر کرتے ہیں اور اسکو بہانتک صحیح سمجھتے ہیں لیکن ہم مجیب صاحب سے ایک بات ضرور پوچھنی چاہتے ہیں کہ بیشک مسیح علیہ السلام نازل ہوکر کتاب و سنت کو مقدم کرینگے لیکن احادیث جو مختلف ہیں مثلاً شیعوں کی کچھ اور اور حنفیوں کی کچھ اور ان اختلافات میں وہ کس کے موافق فتوے دینگے ؟ غالباً آپ کہیں گے اور کہنا چاہئیے کہ چونکہ وہ حکم ہونگے جو فیصلہ وہ کرینگے وہ ناطق ہوگا جب تسلیم کر لیا جاوے۔ تو پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعاوی کا سمجھ لینا کچھ بھی مشکل نہیں رہتا۔

روس میں مذہبی آزادی زار روس نے ایک اعلان شایع کیا ہے۔ جس کے رو سے ہر مذہب کے باشندگان روس کو مذہبی آزادی عطا کی گئی ہے ؛ اور ہر ایک صوبہ اور مفصلات میں لوکل سلف گورنمنٹ قایم کرنے کی تجویز کا اعلان کیا ہے اور کاشتکاروں کو بیگار میں پکڑنے کا دستور بند کیا گیا ہے ہندوستان کی رعایا کو برٹش گورنمنٹ کے سایۂ عاطفت میں رہ کر یہ حقوق اور رعائتیں عرصہ دراز سے حاصل ہیں بحالیکہ روسی رعایا نے بہت سی خون خرابوں بلووں اور ہنگاموں کے بعد یہ رعائتیں حاصل کی ہیں۔ برٹش گورنمنٹ نے جو مذہبی آزادی دے رکھی ہے اسکی نظیر کسی دوسری سلطنت کے ماتحت اسوقت ہرگز ممکن نہیں ۔

البشریٰ

یعنی

مصر اور دیگر بلاد اسلامیہ میں حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کی خوشخبری پہنچانے والا عربی اور فارسی زبان کا ماہوار رسالہ

الحکم کی گذشتہ اشاعت میں البشریٰ کا مفصل اشتہار شایع ہو چکا ہے۔ امید کیجاتی ہے کہ ناظرین الحکم اس رسالہ کے جلدی اجرا کے لئے کوشش کریں گے ۔ درخواستیں آنی شروع ہوگئی ہیں میں اسکی ضرورت اور اہمیت پر زیادہ زور دینے کی ضرورت نہیں سمجھتا ان ملکوں میں اس دعوت کی پہنچانے کی ضرورت آپ لوگوں سے مخفی نہیں۔ یہ کام تو آخر ہوگا لیکن مبارک ہونگے وہ لوگ جنکو اس دعوت کے پہنچانے کا ثواب حاصل کرنے کا موقع ملیگا ۔

ضرورت

البشریٰ کو ایڈیٹوریل سٹاف میں ایک ایسے لایق عربی اور فارسی دان احمدی کی ضرورت ہے جو اردو سے عربی اور فارسی میں ترجمہ اور [illegible]

قادیان احمدیہ پریس میں شیخ یعقوب علی تراب احمدی کے اہتمام سے چھپکر بفضلہ تعالیٰ شایع ہوا

عدل کا لفظ بطور صفت موجود ہے جو اس فقرہ سے پہلے ہے اس لئے امام کا لفظ بھی اسی کے حق میں ہے اور یہ ہی پکی اور سچی بات ہے کہ منکم کے لفظ میں صحابہ کو خطاب کیا گیا ہے اور وہی مخاطب تھے لیکن ظاہر ہے کہ انہیں سے تو کسی نے مسیح موعود ہونیکا دعویٰ نہیں کیا اس لئے منکم کے لفظ سے کوئی شخص ایسا مراد ہے جو خدا تعالیٰ کے علم میں قائمقام صحابہ ہے اور وہ وہی ہے جسکو اس آیت مفصلہ ذیل میں قائمقام صحابہ کہا گیا ہے یعنی وآخرین منھم لما یلحقوا بھم

باقی آئندہ

ہماری لوکل ضروریات

افسران ضلع کی توجہ طلب

قادیان دارالامان حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تبلیغ کا مرکز ہونے کی وجہ سے دن بدن ہر پہلو میں ترقی کر رہا ہے آبادی اسکی بڑھ رہی ہے۔ مختلف کارخانے یہاں کھلتے جاتے ہیں اور ضلع کے ذمہ وار آفیسرز کو بخوبی معلوم ہے یہاں کی ضروریات ان امور کی ترقی کے ساتھ بڑھتی جاتی ہیں۔

گذشتہ سے پیوستہ سال میں ہم نے بعض مختصر نوٹوں کے ذریعہ ذمہ وار حکام کو چند امور کیطرف توجہ دلائی تھی۔ اور ان پر کسی حد تک نوٹس لیا بھی گیا تھا مگر ایسا نوٹس حکام عدم وجود قریبًا برابر کہنا چاہئے۔ اسوقت ضلع گورداسپور کے ڈپٹی کمشنر صاحب بہادر ایک ایسے حلیم الطبع اور دقیق الفہم انگریز ہیں جنکے حضور خاکسار ایڈیٹر الحکم کو اس وقت سے ذاتی نیاز حاصل ہے جبکہ میجر ڈالس امرتسر کے ڈپٹی کمشنر تھے اور آپ کے ماتحت ایڈیٹر الحکم کو ۱۸۹۶ء کے محرم کی تقریب پر بحیثیت سپیشل پولیس آفیسر کام کرنا پڑا تھا اور صاحب موصوف نے ان خدمات کے قابل اطمینان ہونے پر خوشنودی مزاج کی سند بھی دی تھی۔ اس لئے ہم اپنے ذاتی تجربہ کی بنا پر جانتے ہیں کہ میجر ڈالس ہمیشہ رفاہ عام کے کاموں کی طرف زیادہ دلچسپی لینے والے ہیں۔ اور رعایا کی بہبود اور سود کا آپ کو بہت لحاظ رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم آپکی توجہ کے لئے چند امور پیش کرنا چاہتے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ وہ اسپر توجہ فرمائیں گے۔

اول قادیان کی صفائی کے متعلق گذشتہ دو سالوں میں تحریک اور تجویز کی گئی تھی کہ قادیان کو نوٹی فائیڈ ایریا قرار دیا جاوے اس کے متعلق ابتدائی کارروائی ہو چکنے کے بعد یہ کچھ نتیجہ برآمد نہیں ہوا۔ باشندگان نے جہاں تک ہم کو معلوم ہے تحصیلدار صاحب بٹالہ کے بالمواجہ تسلیم کر لیا تھا کہ عملہ صفائی اور زائد عملہ حفاظت کے اخراجات کو پورا کرنے کے لئے ہوس ٹیکس دینے کو آمادہ ہیں۔ پھر نہیں معلوم کہ اس طرف کیوں توجہ نہیں ہوئی۔ آبادی کے دن بدن بڑھنے کی وجہ سے صفائی کی طرف زیادہ توجہ ہونی ضروری ہے۔ اور اسکا کامل انتظام بجز اسکے نہیں ہو سکتا کہ قادیان کو نوٹیفائیڈ ایریا قرار دیا جاوے اس صورت میں زائد عملہ حفاظت کا تقرر بھی عمل میں آسکتا ہے۔

دوم۔ قادیان سے بٹالہ کو جو سڑک جاتی ہے وہ سڑک اگرچہ اسپر مٹی وغیرہ ڈالی جاتی ہے لیکن پھر بھی یکوں کی کثرت آمد و رفت کی وجہ سے کچھ ایسی خراب اور شکستہ رہتی ہے کہ بسا اوقات یکے اولٹ جاتے ہیں اور مسافروں کو تکلیف پہنچتی ہے۔ خصوصًا وہ حصہ جو قادیان سے نہلا کر سڑک تک جاتا ہے۔ وہ بہت ہی خراب حالت میں رہتا ہے۔ اگر صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر خود کبھی اسطرف کا دورہ فرمائیں تو انکو اس سڑک کی حقیقت بخوبی معلوم ہو جاوے۔ یہ سڑک ہر حالت میں پختہ ہو جانی چاہئے اور اس سڑک پر کوئی درخت سایہ دار بھی نہیں۔ جو موسم گرما کی شدت میں راہ گیروں کو آرام پہنچا سکیں۔ امید کی جاتی ہے کہ ذمہ وار آفیسرز ان امور کی طرف متوجہ ہونگے۔

ڈاکخانہ قادیان

آخر قادیان کے پوسٹ ماسٹر صاحب کی تبدیلی کا سوال حل کر دیا گیا اور منشی بلی رام سب پوسٹ ماسٹر ننگیاں کو منشی نظام الدین کی جگہ بھیجدیا گیا۔ یہ تو سچ ہے کہ منشی بلی رام صاحب پرانے زمانے کے ایک غریب مزاج پیرمرد ہیں۔ لیکن جبکہ ننگیاں کوٹ میں اس قدر کام کی کثرت نہیں جسقدر قادیان میں تو ان سے قادیان کے ڈاکخانہ کا کام نہایا نپٹنا کارے دارد اور پوسٹل اتھارٹیز کو یہ سب امور اسوقت معلوم ہو سکتے ہیں جبکہ خود سپرنٹنڈنٹ صاحب بہادر قادیان کے ڈاکخانہ کو آکر دیکھیں جو سب آفس ہونے کے وقت سے شاید ایک ہی مرتبہ دیکھا گیا ہے۔ صاحب سپرنٹنڈنٹ کا مقام ڈلہوزی ہے اس لئے امید کیجاتی ہے کہ وہ خود آکر ڈاکخانہ کا ملاحظہ کریں اور کام کی کثرت کے سوال کو حل کرنیکی فکر کریں۔ علاوہ بریں الحکم کی کسی گذشتہ اشاعت میں ہم نے ظاہر کیا تھا کہ ڈاک کی روانگی اور رسید کی کا موجودہ انتظام بالکل ناقابل اطمینان ہے۔ قادیان میں آنیوالی ڈاک ۲ بجے کے قریب تقسیم ہوتی ہے اور بسا اوقات ۳ کی بھی بعد۔ اور ہم نہیں جانتے کہ کیوں ایسا ہوتا ہے۔ اور جو ڈاک قادیان سے روانہ ہوتی ہے وہ بٹالہ میں جاکر ایک روز برابر پڑی رہتی ہے۔ یعنی مثلاً اگر یکم اپریل ۸ بجے کو قادیان میں امرتسر کے لئے چٹھی ڈالی جاوے تو وہ امرتسر ۲ اپریل کی دوپہر کو جاکر تقسیم ہوگی۔ یہ کیسی حیرت انگیز بات ہے ایک دن پورا قادیان پڑی رہی اور ایک دن رات بٹالہ پڑی رہی اور تیسرے دن دوپہر کو امرتسر۔

اس انتظام سے اُن لوگوں کو جنکا تعلق ڈاکخانہ کے ساتھ زیادہ ہے اور جو کاروباری آدمی ہے سخت نقصان پہنچتا ہے۔ ہم اسپر توجہ دلانے کے لیے متواتر نوٹوں کے ذریعہ سے کام ڈاکخانہ کو بیدار کرینگے۔

لالہ گیا نچند صاحب منصف گورداسپور

لالہ گیانچند صاحب منصف گورداسپور کے متعلق بعض امور اس قسم کے ہمیں معلوم کرائے گئے ہیں جو اگر صحیح ثابت ہو جائیں تو کچھ شک نہیں کہ وہ اہل مقدمہ کے انصاف کی راہ میں روک پیدا کر سکتے ہیں۔ ہم بطور خود ان معاملات کی تحقیقات اور تفتیش کر رہے ہیں اور پوری انفرمیشن کے حاصل ہونے پر ہم ان معاملات کو روز روشن میں لانے کی سعی کرینگے۔

پہلے تو دفعہ ۱۴۸ کے اشتہاروں ہی کی متعلق یہ شکایت تھی کہ وہ زیادہ تر ان اخبارات میں شائع کر دئیے جاتے ہیں جنمیں لالہ صاحب کی کتابوں کے اشتہار چھپتے ہیں۔ اور اب یہ شکایت بھی عام ہوئی ہے کہ بقدر امکان کمیشن جن لوگوں کو دیا جاتا ہے وہ ایسے شخص ہوتے ہیں جن کے لالہ صاحب سے کوئی ذاتی تعارف یا تعلق ہوتا ہے۔ یا سرکاری ملازم ہوں اور انکا رائی عمداً کو دیا جاتا ہے۔ چند روز ہوئے کہ ڈسٹرکٹ جج صاحب بہادر کی عدالت میں کوئی درخواست اس قسم کی کمیشن کے متعلق گذری جسمیں اہل کمیشن غالبًا لاہور کے باشندے تھے۔ اگر یہ شکایتیں صحیح ہیں جنکے صحیح ہونیکا یقین دلایا جاتا ہے تو ہم گورنمنٹ پنجاب اور چیف کورٹ پنجاب کو ان امور پر توجہ کرنیکی ضرورت پیش آئیگی۔

ڈونیشنک

ہمارے عزیز دوست منشی کریم علی صاحب احمدی معمار سنگ ضیا دارالاسلام قادیان کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ۸ فروری [illegible] کو نرینہ فرزند عطا فرمایا۔ اللہ تعالیٰ اس مولود مسعود کو والدین کے لیے مبارک اور قوم کیلئے مفید ثابت کرے حضرت [illegible] اسکا نام [illegible] تجویز فرمایا [illegible] لیکن چونکہ اصل غرض اندراج سے اپنے ضروری واقعات کی تاریخ نوٹ کرنا مقصود

نمبر ۱۳ | ۱۱ محرم سنہ ۱۳۲۱ھ مطابق ۱۰ اپریل سنہ ۱۹۰۳ء روز جمعہ | جلد ۷

کلمات طیبات حضرت امام الزمان علیہ السلام

جب حضرت صاحبزادہ بشیر احمد، شریف احمد اور مبارکہ بیگم کی آمین ہوئی اسوقت جیساکہ حضرت حجۃ اللہ کا معمول ہے کہ خدا تعالیٰ اسکے انعام وعطایا پر شکریہ کے طور پر صدقات دیتے ہیں آپ نے شکریہ کے طور پر ایک دعوت دی اسپر حضرت نواب صاحب قبلہ نے ایک سوال کیا کہ حضور یہ آمین جو ہوئی ہے یہ کوئی رسم ہے یا کیا ہے؟

اس کے جواب میں حضرت حجۃ اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو کچھ فرمایا وہ ہم یہاں درج کرتے ہیں۔ ایڈیٹر

فرمایا

جو امر یہاں پیدا ہوتا ہے اُس پر اگر غور کیا جاوے اور نیک نیتی اور تقویٰ کے پہلوؤں کو ملحوظ رکھکر سوچا جاوے تو اس سے ایک علم پیدا ہوتا ہے۔ میں اسکو آپ کی صفائی قلب اور نیک نیتی کا نشان سمجھتا ہوں کہ جو بات سمجھ میں نہ آئے اُس کو پوچھ لیتے ہیں۔ بہت لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے دل میں ایک شبہ پیدا ہوتا ہے اور وہ اسکو نکالتے نہیں اور پوچھتے نہیں جس سے وہ اندر ہی اندر نشوونما پاتا رہتا ہے اور پھر اپنے شکوک اور شبہات کے انڈے بچے دیدیتا ہے اور روح کو تباہ کر دیتا ہے۔ ایسی کمزوری نفاق تک پہنچا دیتی ہے کہ جب کوئی امر سمجھ میں نہ آوے تو اسے پوچھا نہ جاوے اور خود ہی ایک رائے قایم کر لی جاوے۔ میں اس کو داخل ادب نہیں کرتا کہ انسان اپنی روح کو ہلاک کرلے ہاں یہ سچ ہے کہ ذرا ذراسی بات پر سوال کرنا بھی مناسب نہیں۔ اس سے منع فرمایا گیا ہے لا تسئلوا عن اشیاء اور ایسا ہی اس سے بھی منع کیا گیا ہے کہ آدمی جاسوسی کرکے دوسروں کی برائیوں کو نکالتا ہے یہ دونوں طریق برے ہیں لیکن اگر کوئی امر اہم دل میں کھٹکے تو اسے ضرور پیش کرکے پوچھ لینا چاہیئے۔ یہ ایسی ہی بات ہے کہ اگر کوئی شخص خراب غذا کھالے اور وہ پیٹ میں جاکر خرابی پیدا کرے اور اس سے جی متلانے لگے تو چاہیئے کہ فوراً قے کرکے اُسکو نکال دیا جائے لیکن اگر وہ اسکو نکالتا نہیں تو پھر وہ آلات ہضم میں فتور پیدا کرکے صحت کو بگاڑ دیگی۔ جیسے ایسی غذا کو فوراً نکالنا چاہیئے جو بات دل میں کھٹکے اسے جلد باہر نکال دو۔ غرض میں اسکو آپ کی سعادت کی نشانی سمجھتا ہوں کہ آپ جو بات سمجھ میں نہ آوے اسے پوچھ لیتے ہیں اور اُسکو اعتراض بن جانے کا موقع نہیں دیتے۔

بخاری کی پہلی حدیث یہ ہے انما الاعمال بالنیات اعمال نیت ہی پر منحصر ہیں صحت نیت کے ساتھ کوئی جرم بھی جرم نہیں رہتا۔ قانون کو دیکھو اس میں بھی نیت کو ضروری سمجھا ہے۔ مثلاً ایک باپ اگر اپنے بچے کو تنبیہ کرتا ہو کہ تو مدرسہ جاکر پڑھ اور اتفاق سے کسی ایسی جگہ چوٹ لگ جاوے کہ وہ بچہ مر جاوے تو دیکھا جاوے گا کہ یہ قتل عمد مستلزم السزا نہیں ٹھہر سکتا کیونکہ اس کی نیت بچے کو قتل کرنے کی نہ تھی۔ تو ہر ایک کام میں نیت پر بہت بڑا انحصار ہے اسلام میں یہ مسئلہ بہت سے امور کو حل کر دیتا ہے پس اگر نیک نیتی کے ساتھ محض خدا کیلئے کوئی کام کیا جاوے اور دنیا داروں کی نظر میں وہ کچھ ہی ہو تو اس کی پرواہ نہیں کرنی چاہیئے۔ یاد رکھو کہ انسان کو چاہیئے کہ ہر وقت اور ہر حالت میں دعا کا طالب رہے اور دوسرے اما بنعمت ربک فحدث پر عمل کرے۔ خدا تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کی تحدیث کرنی چاہیئے۔ اس سے خدا تعالیٰ کی محبت بڑھتی ہے۔ اور اسکی اطاعت اور فرمانبرداری کے لئے ایک جوش پیدا ہوتا ہے۔ تحدیث کے یہی معنے نہیں ہیں کہ انسان صرف زبان سے ذکر کرتا رہے بلکہ جسم پر بھی اس کا اثر ہونا چاہیئے مثلاً ایک شخص کو اللہ تعالیٰ نے توفیق دی ہے کہ وہ عمدہ کپڑے پہن سکتا ہے لیکن وہ ہمیشہ میلے کچیلے کپڑے پہنتا ہے اس خیال سے کہ وہ واجب الرحم سمجھا جاوے اور اس کی آسودہ حالی کا حال کسی پر ظاہر نہ ہو۔ ایسا شخص گناہ کرتا ہے کیونکہ وہ خدا تعالیٰ کے فضل اور کرم کو چھپانا چاہتا ہے اور نفاق سے کام لیتا ہے۔ دھوکہ دیتا ہے اور دھوکا میں ڈالنا چاہتا ہے۔ یہ مومن کی شان سے بعید ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مذہب مشترک تھا آپ کو جو ملتا تھا [illegible] کرتے تھے جو کپڑا پیش کیا جاوے [illegible] تھے لیکن آپکے بعد بعض لوگوں نے [illegible] تواضع دیکھی کہ [illegible] نیت کی جز ولازم [illegible] بعض درویشوں کو دیکھا [illegible] گوشت میں خاک ڈال کر [illegible] ایک درویش کے پاس کوئی شخص گیا۔ اسنے

کہا کہ اس کو کھانا کھلا دو اس شخص نے اصرار کیا کہ میں تو آپ کے ساتھ ہی کھاؤنگا۔ آخر جب وہ اس درویش کے ساتھ کھانے بیٹھا تو اسکے لئے نیم گوگوے علیحدہ کرکے آگے رکھے گئے۔ اس قسم کے امور بعض لوگ اختیار کرتے ہیں اور غرض یہ ہوتی ہے کہ لوگوں کو اپنے باکمال ہونے کا یقین دلائیں۔ مگر اسلام ایسی باتوں کو کمال میں داخل نہیں کرتا۔ اسلام کا کمال تو تقویٰ ہے کہ جس سے ولایت ملتی ہے جس سے فرشتے کلام کرتے ہیں خدا تعالیٰ بشارتیں دیتا ہے ہم اس قسم کی تعلیم نہیں دیتے کیونکہ اسلام کی تعلیم کے منشاء کے خلاف ہے۔ قرآن شریف تو کلوا من الطیبٰت کی تعلیم دے۔ اور یہ لوگ طیب عمدہ چیزوں میں خاک ڈال کر غیر طیب بنا دیں اس قسم کے مذاہب اسلام کے نسبت عرصہ بعد پیدا ہوئے ہیں یہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اضافہ کرتے ہیں انکو اسلام سے اور قرآن کریم سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ یہ خود اپنی شریعت الگ قائم کرتے ہیں۔ پر اسکو سخت حقارت اور نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہوں ہمارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسوہ حسنہ ہیں ہماری بھلائی اور خوبی یہی ہے کہ جہانتک ممکن ہو آپکے نقش قدم پر چلیں اور اس کے خلاف کوئی قدم نہ اٹھائیں۔

اسی طرح پر عورتوں اور بچوں کے ساتھ تعلقات اور معاشرت میں لوگوں نے غلطیاں کھائی ہیں اور جادہ مستقیم سے بہک گئے ہیں قرآن شریف میں لکھا ہے کہ عاشروھن بالمعروف۔ مگر اب اسکے خلاف عمل ہو رہا ہے۔

دو قسم کے لوگ اسکے متعلق بھی پائے جاتے ہیں ایک گروہ تو ایسا ہے کہ انہوں نے عورتوں کو بالکل خلیع الرسن کر دیا ہے کہ دین کا کوئی اثر ہی اُن پر نہیں ہوتا اور وہ کھلے طور پر اسلام کے خلاف کرتی ہیں اور کوئی اُن سے نہیں پوچھتا۔ اور بعض ایسے ہیں کہ انہوں نے خلیع الرسن تو نہیں کیا مگر اُس کے بالمقابل ایسی سختی اور پابندی کی ہے کہ اُن میں اور حیوانوں میں کوئی فرق نہیں کیا جا سکتا۔ اور کنیزک اور بہائم سے بھی بدتر اُن سے سلوک ہوتا ہے۔ مارتے ہیں تو ایسے بے درد ہو کر کہ کچھ پتہ ہی نہیں کہ آگے کوئی جاندار ہستی ہے یا نہیں۔ غرض بہت ہی بری طرح سلوک کرتے ہیں، یہانتک کہ پنجاب میں مثل مشہور ہے کہ عورت کو پاؤں کی جوتی کے ساتھ تشبیہ دیتے ہیں کہ ایک اتار دی دوسری پہن لی۔ یہ بڑی خطرناک بات ہے۔ اور اسلام کے شعائر کے خلاف ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ساری باتوں کے کامل نمونہ ہیں آپ کی زندگی میں دیکھو کہ آپ عورتوں کے ساتھ کیسی معاشرت کرتے تھے میرے نزدیک وہ شخص بزدل اور نامرد ہے جو عورت کے مقابلہ میں کھڑا ہوتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک زندگی کو مطالعہ کرو تا تمہیں معلوم ہو کہ آپ ایسے خلیق تھے باوجودیکہ آپ بڑے بارعب تھے لیکن اگر کوئی ضعیفہ عورت بھی آپ کو کھڑا کرتی تو آپ اسوقت تک کھڑے رہتے جب تک کہ وہ اجازت نہ دی اپنے سودے خود خرید لایا کرتے تھے ایک بار آپنے کچھ خریدنا تھا ایک صحابی نے عرض کی کہ حضور مجھے دیدیں آپنے فرمایا کہ جسکی چیز ہو اسکو ہی اُٹھانی چاہئے۔ اس سے یہ نہیں نکالنا چاہئے کہ آپ لکڑیوں کا گٹھا بھی اُٹھا کر لایا کرتے تھے۔ غرض ان واقعات سے یہ ہے کہ آپ کی سادگی اور اعلیٰ درجہ کی بےتکلفی کا پتہ لگتا ہے۔ آپ پا پیادہ ہی چلا کرتے تھے اسوقت یہ کوئی تمیز نہ ہوتی تھی کہ کوئی آگے ہو یا پیچھے جیسا کہ آجکل دنیا دار لوگوں میں پایا جاتا ہے کہ کوئی آگے نہ ہونے پائے۔ یہاں تک سادگی تھی کہ بعض اوقات لوگ تمیز نہیں کر سکتے تھے کہ ان میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کون ہیں۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ڈاڑھی سفید تھی لوگوں نے یہی سمجھا کہ آپ ہی پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ لیکن جب حضرت ابوبکر نے اٹھ کر کوئی خادمانہ کام کیا اور اسطرح پر سمجھا دیا کہ آپ پیغمبر ہیں تب معلوم ہوا۔ (ایڈیٹر حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سادگی بعینہٖ اسی قسم کی ہے۔ آپ سیر کو نکلتے ہیں تو کوئی تمیز نہیں ہوتی کہ کوئی آگے نہ بڑھے بلکہ بسا اوقات جلیل القدر اصحاب کو خیال پیدا ہوتا ہے کہ خاک اُڑتی ہے اور حضرت اقدس پیچھے ہیں مگر حضرت حجۃ اللہ نے کبھی اس قسم کا خیال ہی نہیں فرمایا۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ پیچھے سے لوگ چلے آتے ہیں اور اعلیٰ حضرت کو ٹھوکر لگ گئی ہے یا جوتی نکل گئی ہے یا چھڑی گر گئی ہے مگر کبھی کسی نے نہیں دیکھا یا سنا ہوگا کہ آپنے کوئی ملال ظاہر کیا ہو۔ یا کسی خاص وضع کو پسند کیا ہو۔ مسجد میں بہت مرتبہ ایسا ہوا ہے کہ آپ صحابہ کے زمرہ میں بیٹھے ہیں اور کوئی اجنبی آیا ہے تو اُس نے بڑھ کر مولانا مولوی عبدالکریم صاحب یا حضرت حکیم الامۃ سے اول مصافحہ کیا اور حضرت مسیح آپ کو سمجھا تو ان بزرگوں نے زبان سے بتایا کہ حضرت صاحب یہ ہیں۔ غرض شان محمدی کا سارا نمونہ آپ میں نظر آتا ہے جسکو شک ہو وہ یہاں آکر اور رہ کر دیکھ لے)

بعض وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ دوڑے بھی ہیں ایک مرتبہ آپ آگے نکل گئے اور دوسری مرتبہ خود نرم ہو گئے تاکہ عائشہ رضی اللہ عنہا آگے نکل جائیں اور وہ آگے نکل گئیں۔ اسی طرح پر یہ بھی ثابت ہے کہ ایک بار کچھ حبشی آئے جو تماشہ کرتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو انکا تماشہ دکھایا اور پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب آئے تو وہ حبشی اُن کو دیکھ کر بھاگ گئے۔

غرض جب انسان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کو غور سے مطالعہ کرتا ہے تو اسے بہت کچھ پتہ ملتا ہے لیکن بعض احمق کور باطن ایسے بھی ہیں جو آپ کی زندگی پر تدبر تو کرتے نہیں اور اعتراض کرنے کے لئے زبان کھولتے ہیں یہ حال عیسائیوں اور آریوں کا ہے۔

غرض اسوقت لوگوں نے سنت اور بدعت میں سخت غلطی کھائی ہوئی ہے اور انکو ایک خطرناک دھوکا لگا ہوا ہے وہ سنت اور بدعت میں کوئی تمیز نہیں کر سکتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ کو چھوڑ کر خود اپنی مرضی کے موافق بہت سی راہیں خود ایجاد کر لی ہیں اور انکو اپنی زندگی کے لئے کافی رہنما سمجھتے ہیں۔ حالانکہ وہ انکو گمراہ کرنے والی چیزیں ہیں جب آدمی سنت اور بدعت میں تمیز کر لے اور سنت پر قدم مارے تو وہ خطرات سے بچ سکتا ہے۔ لیکن جو فرق نہیں کرتا اور سنت کو بدعت کے ساتھ ملاتا ہے اس کا انجام اچھا نہیں ہو سکتا۔

اللہ تعالیٰ نے جو کچھ قرآن شریف میں بیان فرمایا ہے وہ بالکل واضح اور بیّن ہے۔ اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عمل سے کرکے دکھا دیا ہے۔ آپ کی زندگی کامل نمونہ ہے لیکن باوجود اس کے ایک حصہ اجتہاد کا بھی ہے جہاں انسان واضح طور پر قرآن شریف یا سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنی کمزوری کی وجہ سے کوئی بات نہ پا سکے تو اسکو اجتہاد سے کام لینا چاہئے۔ مثلاً شادیوں میں جو بھاجی دیجاتی ہے۔ اگر اسکی غرض صرف یہی ہے کہ تا دوسروں کو پھر اپنی شیخی اور بڑائی کا اظہار کیا جاوے تو یہ ریاکاری اور تکبر کیلئے ہوگی اس لئے حرام ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص محض اسی نیت سے کہ امّا بنعمۃ ربک فحدّث کا عملی اظہار کرے اور ممّا رزقنٰھم ینفقون پر عمل کرنیکے لئے دوسرے لوگوں سے سلوک کرنیکے لئے دے تو یہ حرام نہیں پس جب کوئی شخص اس نیت سے تقریب پیدا کرتا ہے اور اسمیں معاوضہ ملحوظ نہیں ہوتا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضاء حاصل کرنا غرض ہوتی ہے تو پھر وہ ایک سو نہیں خواہ ایک لاکھ کو کھانا دے منع نہیں۔ اصل مدار نیت پر ہے۔ نیت اگر خراب اور فاسد ہو تو وہ ایک جائز اور حلال فعل کو بھی حرام بنا دیتی ہے۔

ایک قصہ مشہور ہے کہ ایک بزرگ نے دعوت کی اور اُس نے چالیس چراغ روشن کئے بعض آدمیوں نے کہا کہ اسقدر اسراف نہیں چاہئے۔ اس نے کہا کہ جو چراغ میں نے ریاکاری سے کیا ہے اسکو بجھا دو۔ کوشش کی گئی ایک بھی نہ بجھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک ہی فعل ہوتا ہے اور دو آدمی اسکو کرتے ہیں ایک اس فعل کو کرنے میں مرتکب معاصی کا ہوتا ہے اور دوسرا ثواب کا۔ اور یہ فرق نیتوں کے اختلاف سے پیدا ہو جاتا ہے۔ لکھا ہے کہ بدر کی لڑائی میں ایک شخص مسلمانوں کی طرف سے نکلا اور اکڑ اکڑ کر چلتا تھا اور صاف ظاہر ہے کہ اس سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دیکھا تو فرمایا کہ یہ وضع خداوند تعالیٰ کی نگاہ میں معیوب ہے مگر اسوقت محبوب ہے کیونکہ اسوقت اسلام کی شان اور شوکت کا اظہار اور فریق مخالف پر ایک رعب پیدا ہو۔ پس ایسی بہت سی مثالیں اور نظیریں ملینگی جن سے آخر کار جا کر یہ ثابت ہوتا ہے کہ انما الاعمال بالنیات بالکل صحیح ہے۔

اسی طرح پر میں ہمیشہ اس فکر میں رہتا ہوں اور سوچتا رہتا ہوں کہ کوئی راہ ایسی نکلے جس سے اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلال کا اظہار ہو اور لوگوں کو اُس پر ایمان پیدا ہو۔ ایسا ایمان جو گناہ سے بچاتا ہے اور نیکیوں کے قریب کرتا ہے۔ اور میں یہ بھی دیکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے مجھ پر لاانتہا فضل اور انعام ہیں انکی تحدیث مجھ پر فرض ہے۔ پس میں جب کوئی کام کرتا ہوں تو میری غرض اور نیت اللہ تعالیٰ کے جلال کا اظہار ہوتی ہے۔ ایسا ہی اس آمین کی تقریب پر بھی ہوا ہے۔ یہ لڑکے چونکہ اللہ تعالیٰ کا ایک نشان ہیں اور ہر ایک ان میں سے خدا تعالیٰ کی پیشگوئیوں کا زندہ نمونہ ہیں اس لئے میں اللہ تعالیٰ کے ان نشانوں کی قدر کرنی فرض سمجھتا ہوں کیونکہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور قرآن کریم کی حقانیت اور خود اللہ تعالیٰ کی ہستی کے ثبوت ہیں اسوقت جب انہوں نے اللہ تعالیٰ کے کلام کو پڑھ لیا تو مجھے کہا گیا کہ اس تقریب پر چند دعائیہ شعر جن میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کا شکریہ بھی ہو لکھ دوں۔ میں جیسا کہ ابھی کہا ہے اصلاح کی فکر میں رہتا ہوں۔ میں نے اس تقریب کو بہت ہی مبارک سمجھا اور میں نے مناسب جانا کہ اسطرح پر تبلیغ کر دوں۔ باقی آئندہ

ملفوظات احمدیہ

لوگ اس نعمت سے بے خبر ہیں کہ صدقات۔ دعا۔ اور خیرات سے رد بلا ہوتا ہے اگر یہ بات نہ ہوتی تو انسان زندہ ہی مرجاتا۔ مصائب اور مشکلات کے وقت کوئی امید انکے لیے تسلی بخش نہ ہوتی مگر نہیں اسی لئے لایخلف المیعاد فرمایا ہے لایخلف الوعید نہیں فرمایا اللہ تعالیٰ کے وعید معلق ہوتے ہیں جو دعا اور صدقات سے بدل جاتے ہیں اسکی بڑی انتہا نظیریں موجود ہیں۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو انسان کی فطرت میں مصیبت اور بلا کے وقت دعا اور صدقات کی طرف [illegible] کا جوش ہی نہ ہوتا۔

جسقدر راستباز اور نبی دنیا میں آئے ہیں خواہ وہ کسی ملک اور قوم میں آئے ہوں مگر یہ بات ان سب کی تعلیم میں یکساں ملتی ہے کہ انہوں نے صدقات اور خیرات کی تعلیم دی۔ اگر خدا تعالیٰ تقدیر کے محو اثبات پر قادر نہیں تو پھر یہ ساری تعلیم فضول ٹھہر جاتی ہے اور پھر ماننا پڑے گا کہ دعا کچھ نہیں۔ اور ایسا کہنا ایک عظیم الشان صداقت کا خون کرنا ہے

اسلام کی صداقت اور حقیقت دعا ہی کے نکتہ کے نیچے مخفی ہے کیونکہ اگر دعا نہیں تو نماز بے فائدہ زکوٰۃ بے سود اور اسی طرح سب اعمال معاذ اللہ لغو ٹھہرتے ہیں۔

ہمارے مخالف ہر طرف سے کوشش کرتے ہیں کہ ہمارے نابود کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کریں۔ ہر قسم کی تدبیریں اور منصوبے کرتے ہیں مگر انکو علوم نہیں کہ خدا تعالیٰ پہلے ہی ہمکو تسلی دے چکا ہے **مکروا ومکر اللہ واللہ خیر الماکرین** خدا کے ساتھ لڑکر کبھی کوئی کامیاب نہیں ہو سکتا۔ انکا بھروسا اپنی تدابیر اور حیل پر ہے اور ہمارا **خدا پر**۔

کوئی مشکل مشکل اور کوئی مصیبت مصیبت رہ سکتی ہی نہیں اگر کوئی شخص استقامت اور صبر اپنا شیوہ کرلے اور خدا تعالیٰ پر توکل اور بھروسہ کرے۔ **خدا داری چہ غم داری۔**

نشانات جو ظاہر ہوتے ہیں یہ اسی طرح ظاہر ہوتے ہیں جیسے ایک بچہ پیدا ہوتا ہے۔ ایک رات تک تو ماں خیال کرتی ہے کہ میں مرجاؤنگی اور وہ دردزہ کی تکلیف سے قریب المرگ ہو جاتی ہے اسی طرح پر نبیوں کے نشان بھی مصیبت کے وقت ظاہر ہوتے ہیں۔

نشان کی جڑ دعا ہی ہوتی ہے یہ اسم اعظم ہے اور دنیا کا تختہ پلٹ سکتی ہے۔ دعا مومن کا ہتھیار ہے۔ اور ضرور ہے کہ پہلے ابتہال اور اضطراب کی حالت پیدا ہو۔

حضرت حکیم الامت کے ارشادات

جب تک انسان عقاید صحیحہ رکھنے والا نہیں ہوتا وہ کوئی نیکی نہیں کر سکتا۔ اور عقاید صحیحہ کی اصل اول اللہ تعالیٰ کو جمیع صفات کاملہ سے موصوف ماننا ہے۔ شرک سے جہالت پیدا ہوتی ہے اور انسان علوم حقہ سے محروم رہ جاتا ہے۔ [illegible] اچھی ہو جاتی [illegible] پر شرک سے جہالت اور [illegible] علوم حقہ گھٹ جاتے ہیں اور جب جہالت پیدا ہونے لگتی ہے اور وہم پرستی [illegible] ہے تو وحدت [illegible] جاتی ہے تو ساری [illegible] کے لئے ایک [illegible]

ایک بار کسی نے حضرت اقدس مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھا کہ [illegible] اور قسم قسم سوال [illegible] اور وہ سوال [illegible] ہوتا ہے اسوقت [illegible] کہ ایسے اعتراضوں کو [illegible] جاوے [illegible] جواب دیا جاوے۔ فرمایا [illegible] نہیں ہے [illegible] ہے دوسرے [illegible] اسکا علاج پوچھا تو فرمایا کہ اس سوال کو [illegible] آمد و رفت کی جگہ پر [illegible] حل ہو جاویگا ایک [illegible] مشکل سے مشکل [illegible] کاغذ پر لکھا [illegible] اللہ تعالیٰ [illegible] واضح کر دیگا۔

حضرت [illegible] من الظٰلمین ہو شیطان اور آدم [illegible] معلوم ہوتا ہے کہ ظلمی [illegible] وہ یہ تعلیم دیتے ہیں کہ شیطان کا مظہر نہ بنو۔ [illegible] بھی ظاہر ہوتے ہیں گویا اس درجہ تک پہنچ جاؤ کہ شہید ہو سکو۔

ایک صاحب حضرت حکیم الامۃ سے ایک دفعہ رخصت ہونے لگے تو آپ نے اسکو رخصت کرتے وقت فرمایا انسان کو چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کے دروازہ پر گدا ہو جاوے جیسے وہ مانگتا ہی رہتا ہے اور ٹلتا نہیں اسی طرح پر جب انسان آستانہ الوہیت پر صبر اور استقلال کے ساتھ بیٹھ جاوے تو میرا اعتقاد ہے کہ وہ جو چاہے لے سکتا ہے۔ یہانتک کہ مٹی کو بھی سونے کی بنا سکتا ہے۔ نماز میں جتنا موقع دعا کے ہیں ان میں دعائیں کرے۔ ح

کلام الامام امام الکلام

اسلام کی موجودہ حالت پر

بیکسی شد دین احمد ہیچ خویش و یار نیست
ہر کسی در کار خود با دین احمد کار نیست

ہر طرف سیل ضلالت صد ہزاران تن ربود
حیف بر چشمے کہ اکنون نیز ہم ہشیار نیست

این خداوندان نعمت این چنین غفلت چرا
ہیچ خود از خواب بیدار و بخت دین بیدار نیست

اے مسلمانان خدارا یک نظر بر حال دین
آنچہ مے بینم بلاہا حاجت اظہار نیست

آتش افتاد است در رختش بخیزید ایلیان
دیدنش از دور کار مردم دیندار نیست

ہر زمان از بہر دین در خون دل [illegible]
محرم این درد با جز عالم الاسرار نیست

آنچہ بر ما میرود از غم کہ داند جز خدا
زہر ہم نوشیم لیکن زہرۂ گفتار نیست

ہر کسے غمخواری اہل و اقارب مے کند
اے دریغ این بیکسی را ہیچ کس غمخوار نیست

خون دین [illegible] چون کشتگان کربلا
[illegible] این مردمان را مہر آن دلدار نیست

[illegible] شان در کار نفس
کار [illegible] جود و سخاوت در رہ دادار نیست

اے مداری مقتدر [illegible] تائید دین
[illegible]

[illegible]
آنچہ مثل او بزیر گنبد دوار نیست

اندرین وقت مصیبت چارۂ ما بیکسان
جز دعا بامداد و گریہ اسحار نیست

اے خدا ہرگز مکن شاد آن دل تاریک را
آنکہ او را فکر دین احمد مختار نیست

اے برادر پنج روز ایام عشرت ہا بود
دائما عیش و بہار گلشن و گلزار نیست

سُکھ اور دُکھ دونوں یوں تو اللہ تعالےٰ ہی کی طرف سے آتے ہیں مگر دکھ اپنی کرتوتوں ہی کے بدلے میں آتا ہے اور سکھ فضل سے ہی آتا ہے۔

عادت اللہ اسطرح جاری ہے کہ جب کوئی مامور مصلح آتا ہے تو ابتدا [illegible] ایک تماشا ہو جاتی ہے مگر نیک و بد ملے جلے ہوتے ہیں اس لئے امتیاز کیلئے مصائب اور مشکلات بھیج دیتا ہے

مختصر نوٹس اور نکات

اس دنیا کی مجرد منطق ایک شیطان ہے اور اس دنیا کا فانی فلسفہ ایک ابلیس ہے جو انسانی نور کو نہایت درجہ گھٹا دیتا ہے اور بے باکیاں پیدا کرتا ہے اور قریب قریب دہریت کے پہنچاتا ہے۔ پس تم اپنے تئیں اس سے بچاؤ اور ایسا دل پیدا کرو۔ جو غریب اور مسکین ہو اور بغیر چون و چرا کے حکموں کو ماننے والے ہو جاؤ جیسا کہ بچہ اپنی والدہ کی باتوں کو مانتا ہے۔

بعض لوگ سوال کرتے ہیں کہ حضرت اقدس مسیح موعود کی بیعت سے اصل غرض جبکہ حقیقی تقویٰ اختیار کرنا اور سچا مسلمان بننا ہی ہے تو پھر شرائط بیعت جو متقی اور مسلمان ہونیکی ہدایت کرتے ہیں۔ بیعت کی ضرورت باقی نہیں رہتی یہ ایک وہم ہے جو قلت تدبر سے ناشی ہوتا ہے بات اصل یہ ہے کہ بیعت اس غرض سے ہوتی ہے کہ تا وہ تقویٰ اور اسلام جو ابتدائی حالت میں تکلف اور تصنع سے اختیار کیجاتی ہے دوسرا رنگ پکڑے اور بابرکت توجہ صادقین و جذبہ کاملین طبیعت میں داخل ہو جاوے اور اس کا جزو بن جاوے۔ اور وہ مشکواتی نور دل میں پیدا ہو جاوے کہ جو عبودیت اور ربوبیت کے باہم تعلق شدید سے پیدا ہوتا ہے جسکو متصوفین دوسرے لفظوں میں روح قدس کہتے ہیں جس کے پیدا ہونیکے بعد اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ایسی بری معلوم ہوتی ہے جیسے وہ خدا تعالیٰ کی نظر میں بری اور مکروہ ہوتی ہے اور نہ صرف خلق خدا سے انقطاع میسر آتا ہے۔ بلکہ بجز خالق و مالک حقیقی ہر ایک موجود کو کالعدم سمجھ کر فنا نظری کا درجہ حاصل ہوتا ہے سو اس نور کے پیدا ہونے کیلئے ابتدائی اتقا جس کو طالب صادق اپنے ساتھ لاتا ہے شرط ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف کی علت غائی بیان کرنے میں فرمایا ہے ھدی للمتقین۔ یہ نہیں فرمایا کہ ھدی للفاسقین یا ھدی للکافرین ابتدائی تقویٰ جسکے حصول سے متقی کا لفظ انسان پر صادق آتا ہے۔ وہ ایک فطرتی حصہ ہے جو کہ سعیدوں کی خلقت میں رکھا گیا ہے اور ربوبیت اولیٰ اسکی مربی اور وجود بخش ہے جس سے متقی کا پہلا تولد ہے۔ مگر وہ اندرونی نور جسکو روح القدس سے تعبیر کیا گیا ہے وہ عبودیت خالصہ تامہ اور ربوبیت کاملہ مستجمعہ کے پورے جوڑ و اتصال سے بطرز ثم انشاناہ خلقا آخر کے پیدا ہوتا ہے اور یہ ربوبیت ثانیہ ہے جس سے متقی تولد ثانی پاتا ہے اور ملکوتی مقام پر پہنچتا ہے اور اس کے بعد ربوبیت ثالثہ کا درجہ ہے جو خلق جدید سے موسوم ہے جس سے متقی لاہوتی مقام پر پہنچتا ہے اور تولد ثالث پاتا ہے۔

اسوقت تمام روئے زمین پر مذہبی دنیا میں ایک ہل چل مچی ہوئی ہے ہر مذہب کے پیرو اپنے مذہب کے بقاء و قیام کی طرف خاص طور پر متوجہ ہیں اور باوجودیکہ مذہب کی طرف سے اسوقت سخت غفلت اور لاپرواہی پھیلی ہوئی تھی مگر اب خارق عادت طور پر انسانوں کے قویٰ میں خود بخود مذہب کی تفتیش کی طرف حرکت پیدا ہو رہی ہے یہ تمام اشیا اس بات کی علامت خاص ہیں کہ کوئی آسمانی مصلح پیدا ہو گیا ہے کیونکہ روح القدس کی تحریک کے بغیر یہ حرکت پیدا نہیں ہو سکتی۔ پس جو لوگ مذہبی دنیا کی موجودہ حالت پر نظر کرتے ہیں ان کو بالاتفاق ماننا پڑے گا کہ یہ زمانہ کسی آسمانی مصلح کے نزول کا زمانہ ہے اور ہم یقین اور بصیرت کے ساتھ کہتے ہیں کہ وہ مصلح آ گیا اس کے ساتھ خدا کے فرشتوں کا نزول ہوا ہے جنہوں نے یہ حرکت پیدا کی ہے وہ مصلح کون ہے؟ حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

جب کوئی مصلح آتا ہے تو یہ سچی بات ہے کہ چونکہ اس کے ساتھ ملائکہ کا نزول ہوتا ہے۔ اس لئے دلوں میں مذہب کی طرف [illegible] کے لئے ایک تحریک پیدا ہوتی ہے۔ مگر یہ حرکت حسب استعداد طبائع دو قسم کی ہوتی ہے ایک حرکت تامہ اور دوسری حرکت ناقصہ۔ حرکت تامہ وہ [illegible] ہے جو روح میں صفائی اور سادگی بخش کر اور عقل اور فہم کو کافی طور پر تیز کر کے روبحق کر دیتی ہے اور حرکت ناقصہ وہ ہے جو روح القدس کی تحریک سے عقل اور فہم تو کسی قدر تیز ہو جاتا ہے۔ مگر بباعث عدم سلامت استعداد کے وہ روبحق نہیں ہو سکتا۔ بلکہ فی قلوبہم مرض فزادہم اللہ مرضا کے مصداق ہو جاتے ہیں۔ یعنے عقل اور فہم کے جنبش میں آنے سے پہلی حالت اس شخص کی پہلی حالت سے بدتر ہو جاتی ہے۔

اس عالم کا نام دانشمندوں نے عالم اسباب اس بنا پر رکھا ہے کہ اس میں ہر ایک واقعہ خاص خاص اسباب کے مطابق ظہور پذیر ہوتا ہے اول ہر ایک واقعہ کے مختلف اسباب بے شک ہو سکتے ہیں اور ممکن ہے کہ ہمیں ان اسباب کا علم نہ ہو۔ لیکن بلا اسباب کوئی واقعہ ظہور میں نہیں آتا۔ اسلام ان اسباب کو بیان کرتا ہے جو اپنے نتائج مفید اور صحت بخش رکھتے ہیں مثلاً حکم دیتا ہے یحل لہم الطیبات یعنے ان کے واسطے تمام پاک اشیاء اور ہر طرح سے بہتری اور پسندیدہ چیزیں حلال کرتا ہے

ویحرم علیہم الخبائث یعنی اونپر تمام ناپاک اشیاء حرام کرتا ہے۔

طیبات سے مراد وہ تمام افعال اور اشیاء ہیں جو بذات خود پاکیزہ اور خوش گوار ہوتی ہیں اور اپنے نتائج بھی مفید اور صحت بخش ظاہر کرتے ہیں۔ برعکس اس کے خبائث وہ تمام افعال اور اشیاء ہیں جو بذات خود نفرت خیز اور انکے نتائج بھی پر ضرر اور قبیح ہوتے ہیں۔ پس حکم ہے کہ طیبات کو اختیار کرو۔ اور خبائث سے بچو۔

حلال محنت اور مزدوری سنت انبیاء علیہم السلام ہے اسکو عار سمجھنا انبیاء علیہم السلام کی توہین کرنا ہے۔ جو شخص اللہ اور اسکے رسولوں کی توہین کرتا ہے وہ ضرور رسوا کیا جاتا ہے۔ مگر نصیحت مومن کیلئے مفید ہوتی ہے اور غیر مومن کے لئے مضر مسلمانوں کی خستہ حالی اور تباہ کاری کی تہ میں یہ راز بھی ہے کہ وہ محنت و مشقت سے جی چراتے اور اپنی شان کے خلاف سمجھتے ہیں۔ حالانکہ۔ مزد آں گرفت جان برادر کہ کار کرد

ظالموں کا جلد تر خاتمہ ہو جاتا ہے۔ چوروں اور ڈاکوؤں کی نسلیں جلد تر منقطع ہو جاتی ہیں۔ کیونکہ قرآن شریف نے فیصلہ کر دیا ہے کہ لا یزید الظالمین الا خسارا اس حکم الہی کی تعمیل کے لئے ظاہری اسباب بھی پیدا ہو جاتے ہیں جب حرام کی کمائی اور فضول مال آنے لگتا ہے تو اسکو نتیجہ شراب خواری۔ عیاشی۔ بدکاری بھی بڑھ جاتی ہے اور وہ اپنے نتائج ساتھ لا کر خاتمہ کر دیتے ہیں۔

جو شخص قرآن کریم سے غافل ہوتا ہے۔ وہ پنجۂ شیطان میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ شیطانی وساوس اور تسلط سے بچانیوالا یہی ایک نسخہ اور تعویذ ہے اس کی تصدیق قرآن شریف سے ہی ہوتی ہے ومن یعش عن ذکر الرحمن نقیض لہ شیطانا فھو لہ قرین یعنے جو شخص ذکر الرحمن سے غافل ہو جاتا ہے۔ ہم شیطان کو اسپر غالب کر دیتے ہیں۔ تب وہ اس کا ساتھی بن جاتا ہے جسکے سمجھنے کے لئے ہم نے تفسیر القرآن کی ماہوار اشاعت کا التزام کیا ہے

قربِ الٰہی کے مراتبِ ثلاثہ

قرب الٰہی کے مراتب ثلاثہ کی تفصیل معلوم کرنے کیواسطے تمثیل کی تشبیہ سے کام لینا پڑتا ہے اول قسم قرب کی خادم اور مخدوم کی تشبیہ سے مناسبت رکھتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے والذین آمنوا اشد حبا للہ یعنے مومن جنکو دوسرے لفظوں میں بندہ فرمانبردار کہہ سکتے ہیں سب چیزسے زیادہ اپنے مولیٰ سے محبت رکھتے ہیں جس کی تفصیل یہ ہے کہ جیسے ایک نوکر بااخلاص وباصفا وباوفا بوجہ مشاہدہ احسانات متواترہ وانعامات متکاثرہ وکمالات ذاتیہ اپنے آقا کی اسقدر محبت واخلاص و یکرنگی میں ترقی کر جاتا ہے جو بوجہ ذاتی محبت کی جو اس کے دل میں پیدا ہوتی ہے اپنے آقا سے ہم طبیعت وہم طریق ہو جاتا ہے اور اس کی مرادات کا ایسا ہی طالب اور خواہاں ہوتا ہے۔ جیسے آقا خود اپنی مرادات کا خواہاں ہوتا ہے اسی طرح بندۂ وفادار کی حالت اپنے مولیٰ کریم کے ساتھ ہوتی ہے یعنے وہ بھی اپنے خلوص اور صدق وصفا میں ترقی کرتا کرتا اس درجہ تک پہنچ جاتا ہے کہ اپنے وجود سے کلی محو وفنا ہو کر اپنے مولیٰ کریم کے رنگ میں ملجاتا ہے

آنجا کہ محبتے نمک میریزد + ہر پردہ کہ بود از میاں برخیزد
ایں نقش دلے کہ صد ہزارش دہن است + خاموش شود چو عشق شور انگیزد
چوں رنگ خودی رود کسے را ازخش + یارش زکرم برنگ خویش آمیزد

سوایسا خادم جو ہمرنگ اور ہم طبیعت مخدوم ہو رہا ہے طبعی طور پر ان سب باتوں سے متنفر ہو جاتا ہے جو اس کے مخدوم کو بُری معلوم ہوتی ہیں وہ نافرمانی کو اسی جہت سے نہیں چھوڑتا کہ اسپر سزا مترتب ہوگی اور تعمیل حکم اس وجہ سے نہیں کرتا کہ اس کو انعام ملے گا اور کوئی قول یا فعل اسکا اپنے اخلاق کاملہ کے تقاضا سے صادر نہیں ہوتا بلکہ محض اپنے مخدوم حقیقی کی اطاعت کی وجہ سے جو اسکی طبیعت میں رچ گئی ہے صادر ہوتا ہے۔ اور بے اختیار اسی کی طرف اور اسکی مرضیات کی طرف کھینچا جاتا ہے وہ ایک گال پر طمانچہ کہا کر دوسری گال کا پھیرنا خواہ نخواہ واجب نہیں جانتا اور نہ طمانچہ کی جگہ طمانچہ مارنا اسکو لابدًا ضروری ہوتا ہے بلکہ وہ اپنے یکرنگ دل سے فتویٰ پوچھتا ہے جو اس وقت خاص میں اس کے محبوب حقیقی کی مرضی کیا ہے؟ اور اس بات کے لئے کوئی معقول وجہ تلاش کرتا ہے کہ کس طریق کے اختیار کرنے میں زیادہ ترخیر ہے جو موجب خوشنودی حضرت باری تعالیٰ جل شانہ ہو آیا عفو میں یا انتقام میں سو جو عمل موجودہ حالت کے لحاظ سے قرین بصواب ہو اسیکو بروئے کار لاتا ہے اسی طرح اسکی بخشش اور عطا بھی سخاوت جبلیہ کے تقاضا سے نہیں ہوتی بلکہ اطاعت کامل کی وجہ سے ہوتی ہے اور اسی اطاعت کے جوش سے وقت موجودہ میں خوب سوچ لیتا ہے۔ کہ کیا اسوقت اسکی سخاوت یا ایسے شخص پر احسان و مروت مقرون بمرضی مولیٰ ہو سکتی ہے اور اگر نامناسب دیکھتا ہے تو ایک حبہ خرچ نہیں کرتا اور کسی ملامت کنندہ کی ملامت سے ہرگز نہیں ڈرتا۔ غرض احمقانہ تقلید سے وہ کوئی کام بھی نہیں کرتا بلکہ سچی اور کامل محبت کیوجہ سے اپنے آقا کا مزاجدان ہو جاتا ہے۔ اور یکرنگی اور اتحاد کی روشنی جو اس کے دل میں ہے وہ ایک تازہ طور پر اسکو سمجھا دیتی ہے جو اس خاص وقت میں کیونکر اور کس طرز سے کوئی کام کرنا چاہئے جو مخدوم حقیقی کے منشاء کے موافق ہو اور چونکہ اسکو اپنے منعم حقیقی سے [illegible] ذاتی پیدا ہو جاتا ہے اسلئے اطاعت اور فرمانبرداری [illegible] کوئی آزار رساں بوجھ نہیں ہوتا بلکہ وہ فرمانبرداری اس کیلئے ایک امر طبعی کے حکم میں ہو جاتی ہے جو بالطبع مرغوب اور بلا تکلف وتصنع اس سے صادر ہوتی رہتی ہے اور جیسے اللہ جلشانہ کو اپنی خوبی اور عظمت محبوب بالطبع ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کا جلال ظاہر کرنا اس کے لئے محبوب بالطبع ہو جاتا ہے اور اپنے مخدوم حقیقی کی ہر ایک عادت وسیرت اسکی نظر میں ایسی پیاری ہو جاتی ہے کہ جیسے خود اسکو پیاری ہے سو یہ مقام ان لوگوں کو حاصل ہوتا ہے جنکے سینہ محبت غیر سے بالکل منزہ وصاف ہو جاتے ہیں اور خدا تعالیٰ کی رضامندی کو ڈھونڈنے کیلئے ہر وقت جان قربان کرنے کو طیار رہتے ہیں ؎

سینہ بے بایدتہی از غیر یار + دل ہمی باید پر از یاد نگار
جاں ہمے باید براہ او فدا + سر ہمے باید بپائے او نثار
ہیچ میدانی چیست دین عاشقاں + گویمت گر بشنوی عشاق وار
از ہمہ عالم فروبستن نظر + لوح دل شستن زغیر دوستدار

قرب کی دوسری قسم ولد اور والد کے رشتہ سے مناسبت رکھتی ہے۔ جیساکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے فاذکروا اللہ کذکرکم آباءکم او اشد ذکرا یعنے اپنے اللہ جلشانہ کو ایسی دلی جوش اور محبت سے یاد کرو جیساکہ باپوں کو یاد کیا جاتا ہے۔ یا یوں کہنا چاہئے کہ مخدوم اسوقت باپ سے مشابہ ہو جاتا ہے جب محبت میں غایت درجہ شدت واقعہ ہو جاتی ہے اور محبت جو ہر یک کدورت اور غرض سے مصفا ہوتی ہے دل کے تمام پردے چیر کر دل کی جڑ میں اسطرح سے بیٹھ جاتی ہے کہ گویا اسکی جزو ہے تب جسقدر جوش محبت اور پیوند شدید اپنے محبوب سے ہے وہ سب حقیقت میں مادر زاد معلوم ہوتا ہے اور ایسا طبیعت سے ہمرنگ اور اسکی جزو ہو جاتا ہے کہ تسلی اور کوشش کا ذریعہ ہرگز یاد نہیں رہتا اور جیسے بیٹے کو اپنے باپ کا وجود وتصور کرنے سے ایک روحانی نسبت محسوس ہوتی ہے ایسا ہی اسکو بھی ہر وقت باطنی طور پر اس نسبت کا احساس ہوتا رہتا ہے اور جیسے بیٹا اپنے باپ کا حلیہ اور نقوش نمایاں طور پر اپنے چہرہ پر ظاہر رکھتا ہے اور اسکی رفتار اور کردار اور خو اور بو بصفائی تام اس میں پائی جاتی ہے۔ علی ہذا القیاس یہی حال اس میں ہوتا ہے اور اس درجہ اور قرب اول کے درجہ میں فرق یہ ہے کہ قرب اول کا درجہ جو خادم اور مخدوم سے تشبیہ رکھتا ہے وہ بھی اگرچہ اپنے کمال کے رو سے اس درجہ ثانیہ سے نہایت مشابہت رکھتا ہے لیکن یہ درجہ اپنی صفائی کی وجہ سے تعلق مادر زاد کے قائمقام ہو گیا ہے اور جیسا باعتبار نفس انسانیت کے دو انسان مساوی ہوتے ہیں لیکن بلحاظ شدت وضعف خاص انسانی کے ظہور آثار میں متفاوت واقعہ ہوتے ہیں ایسا ہی ان دونوں درجوں میں تفاوت درمیانی ہے غرض اس درجہ میں محبت کمال لطافت تک پہنچ جاتی ہے اور مناسب اور مشابہت بال بال میں ظاہر ہو جاتی ہے۔ خیال کرنا چاہئے کہ اگرچہ ایک شخص کمال عشق کی حالت میں اپنے معشوق سے ہمرنگ ہو جاتا ہے مگر وہ شخص اپنے باپ سے جس سے وہ نکلا ہے مشابہت رکھتا ہے اسکی مشابہت اور ہی آب وتاب رکھتی ہے۔

تیسری قسم کا قرب ایک شخص کی صورت اور اس کے عکس سے مشابہت رکھتا ہے یعنے جیسے ایک شخص آئینہ صاف وسیع میں اپنی شکل دیکھتا ہے تو تمام شکل اسکی مع اپنے تمام نقوش کے جو اسمیں موجود ہیں عکسی طور پر اس آئینہ میں دکھائی دیتی ہے ایسا ہی اس قسم ثالث قرب میں تمام صفات اللہ صاحب قرب کے وجود میں بتمامتر صفائی منعکس ہو جاتی ہیں۔ اور یہ انعکاس ہر ایک قسم کے تشبہ سے جو پہلے اس سے بیان کیا گیا ہے اتم واکمل ہے کیونکہ یہ صاف ظاہر ہے۔ کہ جیسے ایک شخص آئینہ صاف میں اپنا مُنہ دیکھکر اس شکل کو اپنی شکل کے مطابق پاتا ہے وہ مطابقت ومشابہت اس کی شکل سے نہ کسی غیر کو کسی تکلف یا حیلہ سے حاصل ہو سکتی ہے اور نہ کسی فرزند میں ایسی ہو بہو مطابقت پائی جاتی ہے اور یہ مرتبہ کس کے لئے میسر ہے؟ اور کون اس کامل درجہ قرب سے موسوم ہے؟ اس کا جواب ہم انشاء اللہ العزیز الحکم کی اگلی اشاعت میں دیں گے۔

حقیقت البیعت

کچھ عرصہ سے حضرت حجۃ اللہ علیہ الصلوات والسلام کا قریبًا معمول ہو گیا ہے کہ جب لوگ بیعت کرتے ہیں تو اُن کو آپ تبلیغ فرماتے ہیں ۳ اپریل ۱۹۰۳ء بروز جمعہ بعد نماز جمعہ مسجد اقصیٰ میں چند آدمیوں نے آپ کے دست مبارک پر بیعت توبہ کی + بعد بیعت آپ کھڑے ہوئے اور مندرجہ ذیل تقریر فرمائی

ایڈیٹر۔

بہت لوگ بیعت کی حقیقت نہیں سمجھتے۔ اسلئے یاد رکھو کہ تم نے آج اللہ تعالیٰ کی جناب میں اپنے پچھلے گناہوں کا اقرار کر کے آئندہ کے لئے توبہ کی ہے۔ کہ کوئی گناہ صغیرہ ہو یا کبیرہ نہیں کرینگے + یہ وہ عہد اور اقرار ہے جو تم نے میرے ہاتھ پر خدا تعالیٰ کے ساتھ کیا ہے + اس لئے تمکو چاہئے کہ اپنے اس اقرار اور عہد کے موافق جہانتک تمہاری سمجھ اور طاقت ہو گناہوں سے بچتے رہو کیونکہ اس اقرار کی دو تاثیریں ہوتی ہیں یا تو آئندہ زندگی میں یہ فضل کا وارث بنا دیتا ہے جبکہ وہ اپنے عہد پر قایم رہیگا تو اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کے موافق اسپر رحمت نازل کرے گا۔ اور جب

اس عہد اور اقرار کو توڑے گا تو پھر عذاب کا مستحق ہوگا کیونکہ جب وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کئے ہوئے عہد کو توڑتا ہے تو گویا اللہ تعالیٰ کی توہین کرتا ہے۔ دنیا میں دیکھ لو کہ جب ایک آدمی کسی سے کوئی اقرار کرکے اسے توڑتا ہے تو وہ جرم عہد شکنی کا مرتکب ہوتا ہے اور سزا پاتا ہے اسی طرح خدا تعالیٰ کے ساتھ جو عہد کرکے توڑتا ہے۔ وہ خدا تعالیٰ کے حضور مجرم ٹھیرایا جاتا ہے اور اسے سزا ملتی ہے۔

پس آج کے جمعہ کے دن کا اقرار کہ ہم گناہوں سے بچتے رہینگے بڑی بھاری بات ہے کیونکہ یا تو آج سے تمہارے لئے رحمت کی بنیاد پڑتی ہے اور یا عذاب کی۔ اگر کوئی شخص محض خدا کے لئے ان ساری باتوں کو چھوڑتا ہے جو اس کی عادت میں ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور نارضامندی کا موجب ہیں تو وہ بڑی رحمت کا مستحق ہوتا ہے۔ عادت کا چھوڑنا بہت ہی مشکل ہوتا ہے جیسے افیونی۔ شرابی۔ جھوٹ بولنے والے وغیرہ کو اپنی عادت کا چھوڑنا بہت ہی مشکل معلوم ہوتا ہے جب تک خدا تعالیٰ کا فضل شامل حال نہ ہو یہ سہل کام نہیں ہے۔ اسی طرح پر جب کوئی آدمی گناہ کرتا رہتا ہے اور ایک حصہ اسکی عمر کا اس گناہ میں گذر جاتا ہے تو جیسے ان نشہ بازوں کو جو افیونی۔ چرسی۔ بھنگی وغیرہ ہوتے ہیں اپنی عادت کے خلاف چھوڑنا مشکل ہوجاتا ہے گنہ گار کو بھی اپنی عادت سے باز آنا بہت ہی مشکل ہوتا ہے اور بدن دکھ اٹھاتا ہے وہ اس عادت کو چھوڑ نہیں سکتا۔ لیکن اگر وہ دکھ اٹھا کر بھی اس بدعادت کو چھوڑنے کیلئے طیار ہو جاوے تو پھر وہ آرام بھی پاتا ہے۔

سوا اس کے ایک اور مشکل یہ بھی ہوتی ہے کہ افیونی یا شرابی یا اور کسی قسم کا نشہ کھانیوالے کو تو اس کے گھر والے بھی پسند نہیں کرتے اور چاہتے ہیں کہ وہ ان نشوں کو چھوڑ دے کیونکہ جس قدر وہ نشے میں غرق رہیگا اسی قدر معاش میں سست اور غافل ہوگا اور یہی وجہ ہے کہ بیوی بچے والدین سب اس سے ناراض ہونگے اور کوشش کرتے رہیں گے کہ کسی طرح وہ ان نشوں سے باز آوے مگر بعض عادتیں اور گناہ اس قسم کے بھی ہوتے ہیں کہ گھر والے اور کنبہ والے ان کے حامی ہوجاتے ہیں مثلاً رشوت لینے والا اگر توبہ کرے اور رشوت سے باز آوے تو بیوی ناراض ہوگی والدین ناراض ہونگے کیونکہ بظاہر ان کے مفاد اور آمدنی میں فرق آئیگا اور وہ کب گوارا کرینگے کہ ایسا ہو۔ اس قسم کی صورتوں میں تو وہ اس کے گناہ کی عادتوں کے حامی اور معاون ہونگے ایسا ہی ایک زمیندار اپنے کاروبار کو چھوڑ کر جب نماز پڑھنے لگے تو گھر والے کب پسند کرینگے کہ وہ ہل چھوڑ دے اور نماز میں لگا رہے وہ تو اسے ملامت کریں گے یا کب وہ چاہیں گے کہ یہ روزہ رکھ کر سست ہو اور کام نہ کرے۔ اسی طرح پر چوری یا قماربازی کی عادت رکھنے والے بعض ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے گھر والے انکی حمایت کرتے ہیں اور پھر ان کو ان عادتوں سے باز آنا اور بھی مشکل ہوجاتا ہے۔ کیونکہ ایک تو ان کا نفس ہی جو عادت کا خوکردہ ہوتا ہے۔ ان بدیوں کو چھوڑنا نہیں چاہتا پھر گھر والے بھی حامی ہوتے ہیں اس لئے توبہ کرنا بہت ہی مشکل ہے۔ لیکن جو سچی توبہ اختیار کرتا ہے اسمیں کچھ شک نہیں کہ وہ خدا تعالیٰ کے بڑے فضلوں کا وارث بنتا ہے۔

آجکل طاعون کے سبب انسانوں کی زندگی بڑی مشکل اور خطرہ میں پڑی ہوئی ہے اب یا انسان اس مشکل کو اختیار کرے جو گناہوں سے توبہ کرنے میں ہے اور جو خدا کے فضل کا وارث بنادیتی ہے یا اس مشکل کو اختیار کرے جو آخر تباہ کردیتی ہے۔ عقلمند جانتا ہے کہ توبہ ہی بہتر ہے۔ یہ مت سمجھو کہ فریب یا دغا سے کوئی رزق کماسکتا ہے رزق دینے والا اللہ ہی ہے قرآن شریف میں وعدہ ہے۔ کہ جو شخص توکل کرے گا اور متقی ہوگا اللہ تعالیٰ اسکو خود رزق دیگا جیسے فرمایا مَن یتق اللہ یجعل لہٗ مخرجا و یرزقہ من حیث لا یحتسب یعنے جو شخص اللہ سے ڈر کر گناہ کو چھوڑ دیگا تو میں ہر ایک تنگی سے اسے نجات دونگا۔ اور اس کے لئے رزق کی ایسی راہ پیدا ہوگی اور ایسے طور سے اسکو رزق ملے گا کہ معلوم ہی نہیں ہوگا کہ کہاں سے رزق آتا ہے ایسا ہی دوسری جگہ فرمایا ھو یتولی الصالحین جیسے ماں شیر خوار بچہ کی پرورش کرتی ہے اس طرح پر اللہ تعالیٰ اسکا تکفل کرتا ہے پھر ایک جگہ فرمایا ہے رزقکم فی السماء وما توعدون تمہارا رزق اور جو کچھ تمکو وعدہ دیا گیا ہے آسمان میں ہے پھر اسکو تاکید کے ساتھ ثابت کیا کہ فورب السماء والارض انہ الحق درحقیقت خدا تعالیٰ پر بھروسہ کرنا اور اس سے ڈر کر گناہوں سے بچنا ہی ایک ایسی چیز ہے جو اسکو ساری تنگیوں سے نجات بخشتی ہے جو خدا تعالیٰ کا بھروسہ چھوڑتا ہے وہ درحقیقت اسکو مانتا ہی نہیں ہے گناہوں سے بچنے کی اصلی جڑ یہی ہے کہ جب گناہ چھوڑتا ہے تو خدا تعالیٰ پر ایمان لاکر ہی چھوڑتا ہے مگر آج ایسا زمانہ ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے ہاتھ سے گناہ چھوڑنے والوں کی مدد کرتا ہے۔ کیونکہ طاعون کا خوف ہی اصلاح کا باعث ہورہا ہے یہ مت سمجھو کہ طاعون ایسی چیز ہے جو خدا تعالیٰ کے رحم کے خلاف ہی نہیں ہرگز نہیں خدا تعالیٰ کی ذات رحمت سے بھری ہوئی ہے اور اس کے غضب میں بھی دراصل رحمت ہی ہوتی ہے۔ ۳۰ لاکھ کے قریب آدمی طاعون سے ہلاک ہوچکا ہے مگر یہ سختی نہیں۔ اگر خدا تعالیٰ ایسا نہ کرتا تو ہزاروں آدمیوں کو ہدایت کیسے ہوتی دنیا کی زندگی تو بہرحال گذر جاتی ہے شب تنور گذشت و شب سمور گذشت مگر اگلی زندگی کا فکر کرنا چاہئے۔ یہ تو خدا تعالیٰ کا فضل ہے کہ وہ سوئے ہوئے لوگوں کو طاعون کے تازیانہ سے بیدار کرنا چاہتا ہے۔ یہ اسکی رحمت ہے جیسے باپ بعض اوقات بیٹے کو نیک چلن ہونے کیلئے مارتا ہے تو اس کی اصل غرض اصلاح ہوتی ہے اسی طرح خدا کی مار میں اصل رحمت ہی ورنہ وہ فرماتا ہے۔ کہ اگر تم اللہ تعالیٰ کا شکر کرو۔ تو وہ تمہیں عذاب دیکر کیا کرے گا۔ پس جو لوگ بیعت کرتے ہیں انکو مناسب ہے کہ وہ سچی توبہ کریں اسکے بغیر فائدہ نہیں ہے۔ کیونکہ اگر کوئی بازار سے شربت بنفشہ لے اور دراصل وہ نہ ہو تو اس سے کیا فائدہ ہوگا اسی طرح پر جو زبانی سڑے ہوئے لفظ ہی ہیں وہ زبان تک ہی آتے ہیں اوپر نہیں جاتے اللہ تعالیٰ کے حضور کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے اسی صورت میں بیعت کرانیوالے کو تو ثواب ہوجاتا ہے مگر کرنیوالے کو نہیں ہوتا یہ بھی یاد رکھو کہ بیعت کے معنے بیچ دینے کے ہیں اگر تم میں کوئی اپنا بیل بیچدے تو وہ پھر اس پر کیا حق رکھ سکتا ہے جس نے لیا ہے وہ اسے جس طرح چاہے کام میں لائے اسی طرح پر تم نے اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کی راہ میں بیچدیا ہے۔ اب جسکی بیعت کی اس کی مرضی پر چلنا ضروری ہوگا۔ اگر کچھ اپنی مرضی کے موافق کرو اور کچھ اس کی باتیں مانو تو یہ بیعت کوئی فائدہ نہ دیگی بلکہ نقصان ہوگا خدا تعالیٰ ملی جلی باتوں کو پسند نہیں کرتا وہ خلوص چاہتا ہے اس لئے اپنی طاقت کے موافق کوشش کرو کہ صالح بن جاؤ۔ اپنی عورتوں کو بھی نصیحت کرو کہ وہ نمازیں پڑھیں۔ معمولی ایام کے سوا جب کہ انہیں نماز معاف ہوتی ہے کبھی نماز چھوڑنی نہیں چاہئے۔ اسی طرح پر اپنے ہمسائیوں کو بھی سکھاؤ اور غافل نہ رہو یہ بھی چاہیئے کہ اس بات کو کسی واقف کار سے معلوم کرلو کہ خدا تعالیٰ نے جو اس سلسلہ کو قائم کیا ہے اس کی کیا غرض ہے؟ لوگوں نے خدا تعالیٰ کے دین کو بدل دیا ہے خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ اسکو اصل حالت پر قائم کرے۔ آج اگر یہ کہا جاوے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں اور ان کے فیوض و برکات جاری ہیں آپ کی نبوت ابدی نبوت ہے اب کوئی نبی نہیں آسکتا تو یہ سنکر ناراض ہوتے ہیں مجھے تعجب ہوتا ہے کہ اگر کسی کے باپ کو گالی دیجاوے تو وہ جوش میں آکر مرنے مارنے کو طیار ہوجاتا ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ ہتک اور توہین سنکر اونکو غیرت نہیں آتی۔ مگر ہم ان مخالفوں کی پروا نہیں کرتے ہم یہی کہینگے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جیسے سب سے آخر پیدا کیا ہے ویسے ہی سب کمال آپ کو دئے ہیں۔ کسی نبی میں کوئی صفت ایسی نہیں جو آپ میں موجود نہ ہو۔ آپ تمام فضائل کا مجموعہ ہیں۔ آپ کے فیوض اور برکات برابر جاری ہیں اور آپ زندہ نبی ہیں۔

کیا تم قبول کرسکتے ہو کہ بہت سے مہمان موجود ہوں اور بہتوں کو تو عمدہ عمدہ کھانے پلاؤ وغیرہ دئے جائیں اور کچھ آدمی ایسے بیٹھے رہیں اور ان کو معمولی روٹی دی جاوے کیا وہ مہمان اس تفریق کو دیکھکر یہ نہ کہیگا کہ کاش میں نہ آتا۔ اب اسی طرح پر ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر تو مرگیا پھر حضرت مسیح میں کیا خصوصیت ہے جو زندہ رہے؟ کیا ایسا اعتقاد رکھکر دوسرے نبیوں کی ہتک نہیں ہوتی؟ افسوس دل کیوں ایسی توہین کو روا رکھتا ہے؟ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر تو صرف ۶۳ سال کی ہے اور حضرت عیسےٰ مرنے ہی میں نہ آویں میں نہیں سمجھتا کہ حضرت عیسےٰ نے وہ کیا کام کیا ہے جس کے بدلے یہ زندگی انہیں دیجاتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تو یہ ارشاد ہو کہ قل رب زدنی علما اور دوسری طرف زندگی کچھ بھی نہ ملے۔ آپ ساری دنیا کیلئے آئے اور ہمیشہ کیلئے آئے اور یہ حال اور مسیح ایک چھوٹی سی قوم کیلئے آئے بارہ حواری بھی وقت پر ساتھ نہ

رہ سکے اور یہ حالت کہ ابدی زندگی ان کے لئے تجویز کی جاوے ؟ یہ سب بیہودہ باتیں ہیں مخالف خواہ کچھ ہی کہیں اصل یہی ہے کہ جو حیات طیبہ آپ کو دی گئی ہے کہ وہ دوسرے کو نہیں ملی اور نہیں مل سکتی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جسقدر تعریف کیجاوے وہ کم ہے اگر کہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آسمان پر زندہ موجود ہیں تو سب سے پہلے ہم آمنا کہتے ہیں مگر ان کی تو وہ حالت ہو رہی ہے

بیکے بر سر شاخ و بن مے برید غرض سعادت کی کل دروازے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کہلے ہیں

ڈایری اس کی ترتیب اور اشاعت

حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور بعض جلیل القدر صحابہ کے حضور اکثر دفعہ ڈایری کی موجودہ اشاعت کا سوال زیر غور آیا ہے اور ہم نے بجائے خود اس اہم سوال پر غور کرکے الحکم کی بعض اشاعتوں میں کوئی نہ کوئی نوٹ لکہا ہے لیکن آج ہم کسیقدر تفصیل کے ساتھ اس پر بحث کرنا چاہتے ہیں۔

حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ڈایری ایسی نہیں کہ ہر ایک شخص اس کے لکھنے کے لئے قلم اُٹھانیکی جرأت کر سکے اور نہ اس قوم (ماموریں) کے قول وفعل سے مفید نتایج اور تعلیم کا پیدا کر لینا ہر انسان کا کام ہو سکتا ہے۔ اگرچہ یہ ہمارا اعتقاد اور یقین ہے کہ ان کا کوئی قول اور فعل ایسا نہیں ہوتا جو اللہ تعالیٰ کی جلی وخفی وحی کے ماتحت نہ ہو مگر یہ کبھی ہم مان نہیں سکتے کہ ہر شخص ان اسرار اور رموز کو سمجھ سکتا ہے جو اسکی تہ میں ہوں۔ اگر ایسا ہو سکتا تو غالباً دنیا میں کسی مامور من اللہ کی مخالفت کرنے والا کوئی نہ ہوتا اور سب صدیقی فطرت لیکر آمنا وصدقنا کہکر ساتھ ہو لیتے۔ مگر مشاہدہ بتا رہا ہے کہ ایسا نہیں ہوا۔ ایک ہی قول یا فعل ہے جو ایک ارادت مند سعید الفطرت کے نزدیک نور، شفا اور رحمت ہے اور وہی قول یا فعل ہے جو بدقسمت مخالف کی نگاہ میں ٹھوکر کا پتھر اور ابتلا کی چٹان ہے۔ غرض جہانتک ہم غور کرتے ہیں یہ سوال معمولی طور پر حل کرنے کے قابل نہیں ہے۔

قرآن شریف میں خضر و موسیٰ کے قصہ سے ایک عظیم الشان سبق ہمیں مل سکتا ہے اور ڈایری نویسی کے سلسلہ کسی حد تک ایک گُر ملتا ہے بشرطیکہ غور کیا جاوے۔

ہم نے کئی مرتبہ جیسا کہ اوپر ذکر کیا ہے یہ ظاہر کیا ہے کہ الحکم نے ڈایری لکھنے کا جو التزام رکھا ہوا ہے وہ اپنی جگہ احتیاط اور عزم کے نیچے ہے لیکن ہمکو اس اعتراف میں کوئی افسوس یا شرم نہیں کہ ممکن ہے بسا اوقات ہم اس فرض کو کما حقہ ادا نہ کر سکیں کیونکہ اس کے لئے ضروری ہے کہ مامور کی ڈایری لکھنے والا انبیاء علیہم السلام کی سیرۃ اور بجائے خود علم السیرۃ کے اغراض اور غوامض پر غایر نظر رکھتا ہو ہماری اپنی رائے ہمیشہ سے مبیّنہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ڈایری لکھنے کا اصل حق حضرت مولانا مولوی عبد الکریم صاحب یا حضرت حکیم الامۃ کا ہو سکتا ہے جنہوں نے ہی نہیں کہ انبیاء علیہم السلام کی سیرۃ کو کثرت سے پڑھا بلکہ علم السیرۃ کے فلسفہ پر بھی کمال تحقیق اور تدقیق کے ساتھ نظر کی ہے چنانچہ جن لوگوں نے سیرۃ مسیح موعود کو پڑھا ہے وہ اس امر کو بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔ لیکن ان کے ذمہ چونکہ اور بہت سے دینی کام ہیں۔ اس لئے ہم نے اسکی ضرورت کو محسوس کرکے الحکم میں ہمیشہ بڑی احتیاط کے ساتھ ڈرتے ڈرتے اس سلسلہ کو شروع کیا ہوا تھا۔ جو اب تک بھی جاری ہے۔ لیکن اب تو یہ سمجھو کہ اس سلسلہ کی ترقی کی ضرورت پیش آئی یا کچھ اور اسبا واقع ہوئے کہ مطبوعہ ڈایریوں سے گذر کر قلمی ڈایریاں بھی لکھی جانی شروع ہو گئی ہیں اور ایک رنگ میں شایع کیجاتی ہیں۔ اور اس سے ایک نقص پیدا ہو گیا ہے کہ بعض امور جو ڈایری کے تحت میں نہیں آسکتے اور نہ ان کو حضرت حجۃ اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول وفعل کے ماتحت رکھا جا سکتا ہے اشاعت پاتے ہیں اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اُن پر خواہ نخواہ کے اعتراض ہوتے ہیں۔

الحکم چونکہ خدا کے فضل سے ستسال کا پرانا اخبار ہے جسکو قوم اور ملک بھی اسوقت وقعت کی نگاہ سے دیکھتا اور سلسلہ کی زبان سمجھتا ہے۔ اس لئے ہم اپنے ذمہ واریوں کو بہت بڑھا ہوا پاتے ہیں۔ ہماری کسی معمولی سے فروگذاشت یا عدم احتیاط قوم کے لئے مضر ثابت ہو سکتی ہے اور بجائے مفید ہونے کے ہم قوم کے لئے خطرناک بن سکتے ہیں (خدا نہ کرے کہ ایسا ہو آمین) اس لئے اپنی اُن ذمہ واریوں کو سمجھتے ہوئے ہم کو کئی مرتبہ ضرورت پیش آئی ہے کہ ہم نے ڈایری کے متعلق اپنی ریت کے اعلان دئے ہیں اور بتایا ہے کہ اسمیں ہمارا اپنا کسقدر تصرف ہوتا ہے اور کس طرح پر ہم اسکو مرتب کرتے ہیں

وہ لوگ جو حضرت حجۃ اللہ کے حضور رہتے ہیں ان مشکلات کو جو ڈایری کی اشاعت میں آجکل پیش آجاتی ہیں بخوبی سمجھتے ہیں لیکن افسوس ہے کہ اپنی ذمہ واریوں کو نگاہ رکھتے ہوئے ہم انکے ظاہر کرنے کا موقع نہیں دیکھتے لیکن ہاں ہم کو یہ ضرور کہنا پڑتا ہے۔ کہ ڈایری کی اشاعت میں جو طریق ہم نے اختیار کر رکھا ہے وہ ایک حد تک قابل اطمینان ہے لیکن اب مشکل یہ پیش آئی ہے کہ مختلف ڈایریاں مختلف نتایج پیدا کرنے کا موجب نہ ہوں حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود کی ایک مجلس کے یہ الفاظ ہمارے دل پر اسوقت تک ایک گہرا اثر کئے ہوئے ہیں جو آپ نے ان نقصانات کو دیکھ کر جو بلا سوچے سمجھے اپنی رائے کے موافق بعض امور کی اشاعت سے ہو سکتے ہیں فرمایا کہ یا ہمکو خاموش ہونا پڑے گا یا لکھنے والوں کو بند کرنا پڑے گا" کیونکہ جب معمول معمولی باتوں کو بھی ڈایری میں داخل کر دیا جاوے گا تو وہ ڈایری نافع اور سود مند ہونے کی بجائے مضحکہ خیز ہو جائیگی مثلاً اگر لکھا جاوے کہ حضرت اقدس اسوقت آئے اور دروازہ کھول کر پھر کچھ یاد آیا اور واپس چلے گئے تو اس سے پڑھنے والوں کو کوئی دینی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ البتہ مخالفوں کو ایک ہنسی کرنے کا موقع مل جاویگا۔ یا مثلاً اس بات کے لکھنے کی کوئی چنداں ضرورت نہیں سمجھی جاتی کہ آج کی نمازیں آپ نے با جماعت پڑہیں کیونکہ اس کا مفہوم مخالف لیکر مخالف کہدیتا ہے کہ معلوم ہوا کہ اس سے پہلے آپ کبھی نماز با جماعت نہیں پڑھتے۔ اس قسم کی بہت سی باتیں ہیں جو موٹی نظر میں ڈایری کی تحت میں آسکتی ہیں لیکن درحقیقت ان کے اندراج سے کوئی فائدہ متصور نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ اس قسم کی ریمارکس سے ہماری غرض بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ ہم اپنی ذمہ واری کو دیکھتے ہوئے ڈایری کی اشاعت میں بہت کچھ ڈرتے ہیں الحکم اگر قوم کا مسلّم ارگن نہ سمجھا جاتا اور اس کا اثر ایڈیٹر کی اپنی ذات تک محدود ہوتا تو چنداں پرواہ نہ تھی لیکن اب یہ بات نہیں رہی الحکم کی آواز قوم کی آواز سمجھی جاتی ہے اور اسکی ترقی کے ساتھ ساتھ اسکی ذمہ واریاں بڑھ رہی ہیں اور ہم نہیں سمجھتے کہ کس طریق پر ہم ڈایری کی مشکلات کو پیش کریں بہرحال ہم مختصر طور پر یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں۔

کہ ہم ڈایری کی ترتیب میں ہمیشہ سے اس اصول کو مدنظر رکھتے ہیں کہ ان امور کو الحکم میں درج کرتے ہیں جو مستقل حقائق اور آپکے وصایا اور نصایح ہوتے ہیں۔ باقی آنی امور جو وقتی ضرورتوں کے لحاظ یا تسلسل کلام کی وجہ سے ہوتے ہیں انکو نظر انداز کر دیتے ہیں مثلاً اگر کسی نئی ایجاد کا ذکر ہوا یا کسی بیمار کا ذکر ہوا یا کوئی اور ذکر چل پڑا۔ تو ہم کبھی التزام نہیں کرتے کہ ان باتوں کو نوٹ کریں ہاں اگر کوئی ہماری زیر نظر کام کی بات اسمیں ہو تو ہم اسے نوٹ کرینگے۔

اور ایسا ہی ڈایری کی ترتیب میں ہم ہمیشہ ایسا ہی التزام کرتے ہیں۔ اور ڈایری کی ترتیب مضمون کی لحاظ سے کر لی جاتی ہے اور یہ اسقدر مشکل اور اہم کام ہے کہ جسکو ہر شخص نہیں سمجھ سکتا البتہ وہ لوگ کسی حد تک سمجھ سکتے ہیں جو یہاں کچھ عرصہ تک رہے ہوں اور حضرت حجۃ اللہ کی تقریریں انہوں نے سنی ہوں اور پھر ان کو مرتب صورت میں الحکم میں پڑھا ہو تب انہیں معلوم ہوگا کہ کسقدر محنت کی ساتھ مضامین کو یکجا کیا جاتا ہے۔ ان ذمہ واریوں کو نگاہ رکھ کر ہمیں ضرورت پڑی ہے کہ ڈایری کے متعلق یہ مضمون لکھیں۔ ہمارا طرز وروش آج تک ڈایری کی متعلق یہی رہا ہے اور آئندہ بھی انشاء اللہ یہی رہیگا۔

واللہ الموفق والمستعان خاکسار ایڈیٹر۔

اسلام میں عورتوں کی حالت

نمبر اوّل

آجکل بہت سی تحریکیں اس قسم کی ہو رہی ہیں کہ ہم مندرجہ بالاعنوان پر ایک مفصل بحث کریں۔ چونکہ اصول معاشرت اور تمدن کی رُوح رواں اور اصل جان ایک معنی سے عورت ذات ہی ہے اس لئے ہم امید کرتے ہیں کہ یہ مضمون بڑی دلچسپی کے ساتھ پڑھا جاوے گا۔ اگرچہ اپنی اہمیت و دقت کی وجہ سے یہ مضمون اس قابل تھا کہ ہمارے محسن و مخدوم حضرت مولانا مولوی عبدالکریم صاحب سلمہ اللہ یا حضرت مولانا و شیخنا حکیم الامۃ اسپر قلم اُٹھاتے (اور کچھ عجب نہیں کہ ہماری اس تحریک سے انکو توجہ ہو جاوے) لیکن ہمنے محض اس خیال سے کہ مالایدرک کلہ لایترک کلہ یہ مناسب سمجھا کہ جہانتک ہماری سمجھ اور ذہنی قوت رسا ہو سکتی ہے اس مضمون پر ضرور کچھ نہ کچھ لکھا جاوے۔ اسی مضمون کے ضمن میں غالباً ہمکو کثرت ازدواج اور پردہ۔ طلاق وغیرہ کے مضامین پر بحث کرنی پڑے گی جس کے ساتھ یوریپین مصنفوں اور دوسرے معترضوں کے خیالات اور آرائے کی تنقید ہمارا کام ہوگا۔ اور خصوصیت کے ساتھ ہز ہائینس اغاخاں صاحب بالقابہ کی اس تقریر کے ایک حصہ پر جو انہوں نے محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کے گذشتہ اجلاس میں کی تہی ریویو کرنا ضروری ہوگا۔ اس تقریر کا ایک حصہ ہمنے اس لئے کہا ہے کہ اس مضمون کی نوعیت کے لحاظ سے جو حصہ اس کے متعلق ہے اسپر بحث کریں گے اور باقی امور پر اگر خدا تعالیٰ نے چاہا تو کسی دوسری تقریب پر کچھ لکھ سکیں گے اگر توفیق ملی۔

ان امور پر نظر کر کے صاف معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ مضمون کوئی معمولی مضمون نہیں ہے جسپر رائے زنی کرنا آسان ہو بلکہ اس مضمون کے لکھنے میں ہم کو بہت سی کتابوں کی ورق گردانی کرنی ہوگی اور عورت ذات کے متعلق قریباً دنیا کے یا کم از کم انڈیا کے بڑے بڑے مذاہب کے احکام پر نظر کرنی پڑے گی بہرحال کچھ ہی ہو جہاں تک ہم سے ممکن ہوگا ہم اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم پر بھروسہ کر کے اس مضمون پر بحث کرینگے۔

نفس تمدن کیوجہ سے اور اخلاقی طور پر عورت فی نفسہا اس قابل ہے کہ اسکی مناسب تعظیم اور قدر کیجاتی ہے کیونکہ دینی و دنیوی سلسلہ کے کمال میں انبیاء علیہم السلام کی والدہ ہونے کا شرف اسے حاصل ہے۔ جہانتک انسانی نسل اور اسکی ترقیوں کی تاریخ ہماری نظر کے سامنے آسکتی ہے۔ وہاں اول قدم عورت کا پڑتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔

اس امر سے کوئی فلاسفر کوئی صوفی کوئی عالم کوئی بادشاہ کوئی نبرد آزما پہلوان غرض کوئی انسان انکار نہیں کر سکتا کہ ساری دنیا کی ماں پہلی عورت ہی ہے اگرچہ مختلف حیثیتوں اور حالتوں میں اس کے کئی نام کیوں نہ بدل گئے ہوں۔ اور اسمیں بھی کوئی کلام نہیں ہو سکتا کہ کم و بیش ہر مذہبی سوسائٹی اور کتاب میں یا ہر فرقے کے اخلاقی قوانین میں ماں کی حرمت و عزت کسی حد تک قرار دی گئی ہے۔ لیکن دیکھنا یہ باقی ہے کہ اس کی تعمیل کہاں تک ہوتی ہے اور اس کی تکمیل کہاں تک کی گئی ہے۔

جہانتک دنیا کی تاریخ مل سکتی ہے اور جہاں تک مختلف قوموں اور ملکوں کے رسم و رواج اور تمدنی حالت کا پتہ ملتا ہے ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہمیشہ (بجز ایک زمانہ خاص کے جسکا ذکر ہم کریں گے انشاءاللہ) باوجودیکہ عورت کا جائز احترام ضروری تہا اس ام الدنیا کا انسانی عزوشرف مناسب احترام نہیں ہونے دیا اور اسکو ایسی ذلیل اور شرمناک حالت میں رکھا ہے جس سے زیادہ شرمناک حالت غالباً ملنی ہی ناممکن ہو۔

یہ مشاہدہ صحیحہ ہے جسکو کوئی جھٹلا نہیں سکتا کہ باوصفیکہ ہر طبقہ اور ہر فرقہ کے انسانوں نے اسی کے رحم میں اسی کا خون کہا کر پرورش پائی ہے لیکن انجام کار اسکو کمزور اور حقیر مخلوق سمجھ کر اسپر ہر قسم کے ستم روا رکھے گئے ہیں۔ اور بجز دو ایک زمانے کے کبھی انسانی ہمدردی اور محبت اس عاجز مخلوق کے لئے جوش میں نہیں آئی۔ یا اگر آئی ہے تو وہ ایسی خفیف اور ناقابل ذکر ہے کہ اس کا بحالت موجودہ کہیں پتہ بھی اب نہیں مل سکتا۔ مردوں نے عورتوں کو انکے ہی پیٹ سے نکلکر یہ سمجھا ہے کہ وہ دوسری اشیاء کی طرح اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے مسخر کر دی ہیں۔ اور جسطرح وہ چاہیں اُن سے سلوک کریں اور پیش آئیں۔ اسمیں کوئی خطا اور گناہ نہیں۔ لیکن اگر اخلاقی حیثیت سے بھی دیکھا جاوے تو یہ خطرناک ناسپاسی کا داغ ہے جو انسانی پیشانی پر لگتا ہے۔

اسلام سے پہلے کی تاریخ پڑھو مختلف قوموں اور ملکوں کے حالات پر غور کرو تو تمہیں معلوم ہوگا کہ خدا تعالیٰ کی راحت بخش مخلوق جو اس کیلئے لباس قرار دی گئی تہی جو انسان کی کوفت و کلفت میں اس کے لئے سکون کا باعث تہی۔ ایک تاریکی کے گڑھے میں پڑی نظر آئیگی جہاں اسپر قسم قسم کے ستم توڑے جاتے ہیں۔ اور ہر ایک قسم کے ظلم اس کے لئے روا رکھے جاتے ہیں۔ ان کے حقوق غصب کئے جاتے ہیں اور ذلیل ترین حالت میں انہیں رکھا جاتا ہے۔ یہ تو پہر خیر گذری کہ خدا تعالیٰ نے رحمۃ للعالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مبعوث فرمایا ورنہ معلوم نہیں یہ فرقہ کس تحت الثریٰ میں پڑا ہوتا اور کیا اس کا حشر ہوتا۔ اور پہر خدا جانے مخلوق کس تباہی اور تاریکی میں مبتلا ہوتی۔

ہم روزمرہ دیکھتے ہیں کہ عورت خواہ کیسی ہی دانشمند اور ہوشیار ہو مگر مرد کے سامنے بیوقوف اور نالائق ٹہیرے گی اور وہ اس قابل نہیں سمجھی جائیگی کہ کسی اہم معاملہ میں مرد کی مشیر کار اور صلاح کار ہو۔ اور نہ کوئی بات اسکی اس لائق ہو سکتی ہے کہ اسکو قابل پذیرائی سمجھ کر اسپر عمل کر لیا جاوے۔

عیسائی دنیا کے خیال کے موافق یسوع مسیح کی شکل میں خدا مجسم ہو کر آیا (معاذاللہ) مگر ہمکو تعجب اور حیرت ہوتی ہے کہ باوجودیکہ اس عجیب خدا نے بہی معمولی وقت تک اپنی ماں کے پیٹ میں رہ کر اسکا خون پیا اور پہر سخت تکلیف کی ساتھ آخر پیدا ہوا جس سے بیچاری پاک مریم پر دشمنوں نے کیا کیا الزام اور بہتان لگائے اور بنی اسرائیل کے بزرگ اسوجہ سے کیسی کیسی مشکلات میں پہنسے کہان کو باوجودیکہ مریم اور اسکی ماں نے ہمیشہ تارکہ رہنے کا عہد کیا ہوا تہا اس عہد کو توڑنا پڑا اور پہر باوجودیکہ توریت کی شریعت کے موافق حمل میں نکاح ہی جائز نہ تہا تاہم ان بزرگان یہود کو دفع الوقتی کے لئے اس شریعت خفیفہ کا خیال بہی نہ رہا اور انہوں نے جیٹ منگنی پٹ بیاہ کی مثل پر عمل کر کے یوسف نجار کے ساتھ شادی کر دی حالانکہ اس کی ایک اور بیوی بہی تہی۔ اور تعدد ازدواج اگر توریت کی شریعت کے موافق کچھ بہی اثر اور حکم رکہتا ہو لیکن عیسوی شریعت میں ایک شنیع بات سمجہی جاتی تہی) کا ارتکاب کرنا پڑا یہ سارے کرشمے یہ ساری مصیبتیں اور مشکلات عیسائی دنیا کے مجوزہ خدا کی عورت کے پیٹ میں آنیکی وجہ سے پیش آئیں۔ لیکن کمزور عورت ضعیف الفطرت عورت شاید اس امر سے تسلی پکڑتی کہ اب جبکہ خود خدا نے مجھے اپنی ماں بنایا ہے (معاذاللہ) تو اس کی پیدائش کے ساتھ ہی میری مشکلات کا خاتمہ ہو جاویگا اور میری قدر و عزت ہونے لگے گی مگر

قیاس کن ز گلستان من بہار مرا

حضرت مریم کی جو عزت اس فرضی خدا نے کی ہے وہ انجیل کے مطالعہ سے بخوبی معلوم ہو سکتی ہے کہ ایسے کلمات سے انہیں یاد کیا کہ گویا کوئی تعلق ہی نہیں ہے اور اسے عورت کے لفظ سے پکارا جو کم از کم ایک مہذب کے منہ سے نکلنا آسان نہیں ہے۔ یہ عزت ہے جو عورت کی پہلے کی گئی ہے اور یہ وہ درجہ ہے جو اس ام الخبائیات کو دیا گیا ہے۔

یہ تو دو ہزار برس کی بات ہے لیکن ہم کہتے ہیں جسقدر پیچھے آپ چلے جاویں اس ضعیف ہستی کی ایسی ہی حالت نظر آئیگی کہ ایک درد دل رکھنے والا انسان اس منظر کو نہ دیکھ سکیگا اور اس ام الکائنات کی دردانگیز کہانی کو نہ سن سکے گا۔ ہر زمانہ میں ہزاروں ہزار ترقیاں ہوئیں مگر افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ بجز زمانہ اسلام کے اگر کبھی محروم رہی تو عورت ہی محروم رہی۔ اور معرض نزول میں ہی آتی رہی۔

دنیا میں رومۃ الکبریٰ کی سلطنت کسی زمانہ میں عظیم الشان سلطنت تہی اور مغربی عیسائیت کا مرکز اور پایہ تخت تہی۔ کہا جاتا ہے کہ اس سلطنت میں قوانین و آئین کے لحاظ سے ہر قسم کی ترقیاں

ڈائری حضرت امام الزمان علیہ السلام

"دربار شام"

۲ اپریل ۱۹۰۳ء

انت منی بمنزلۃ توحیدی و تفریدی کے معنے فرمایا اللہ تعالیٰ کا ہمارے ساتھ بھی عجیب معاملہ ہے ہمارا یہ الہام کہ انت منی بمنزلۃ توحیدی و تفریدی ایک نئی طرز کا الہام ہے ہم نے اب سے پہلے کسی الہامی عبارت میں اس قسم کے الفاظ نہیں دیکھے۔ اس کے معنے جو ہمارے خیال میں آتے ہیں یہ ہیں کہ ایسا شخص بمنزلۃ توحید ہی ہوتا ہے جو ایسے وقت میں مامور ہو کہ جب دنیا میں توحید الٰہی کی نہایت ہتک کی گئی ہو۔ اور اسی نہایت ہی حقارت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہو۔ ایسے وقت میں آنیوالا توحید مجسم ہوتا ہے ہر شخص اپنا ایک مقصد اور غائت مقرر کرتا ہے مگر اس شخص کا مقصود و مطلوب اللہ تعالیٰ کی توحید ہی ہوتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی توحید کو اپنے طبعی جذبات اور مقاصد سے بھی مقدم کر لیتا ہے اپنی ساری ضرورتوں کو پیچھے ڈال دیتا ہے۔ اسی طرح پر ہر ایک شخص کا اپنے مقاصد کا ایک بت ہوتا ہے اور وہ اس تک پہنچنا چاہتا ہے گو یہ اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہوتا ہے کہ اس تک پہنچاوے یا اس کی عمر کا پہلے ہی خاتمہ کر دے۔ وہ اپنے مال یا عزت و آبرو یا بال بچوں یا دوسری حوائج کے لئے تڑپتا ہے اور بے خود ہوتا ہے اور بسا اوقات لوگ انہیں مشکلات میں پڑ کر خودکشی بھی کر لیتے ہیں۔ مگر وہ شخص جو خدا کی طرف سے مامور ہو کر آتا ہے اس کا یہی جوش خدا تعالیٰ کی توحید کے لئے ہو جاتا ہے۔ اور اپنی نفسانی خواہشوں کی بجائے خدا تعالیٰ کی توحید کے لئے مضطرب اور بے خود ہوتا ہے میں سمجھتا ہوں کہ ایسے وقت میں . . . . یہ الفاظ خدا تعالیٰ کی طرف سے آتے ہیں کہ انت منی بمنزلۃ توحیدی و تفریدی کیونکہ اللہ تعالیٰ کو اپنی توحید بہت ہی پیاری ہے یہ توحید ہی ہے جس کے واسطے اللہ تعالیٰ نے کبھی وبا کبھی قحط اور کبھی اپنے پیارے انبیاء علیہم السلام کے ہاتھ کی تلوار سے اس کے قیام کے واسطے ہزاروں مشرک جانوں کو تباہ کر دیا۔ مکہ و مدینہ منورہ کے حالات بھی صرف اسی کی خاطر پیچیدہ ہوئے تھے موسیٰ علیہ السلام کا معاملہ بھی اسی توحید کیلئے تھا۔

عقیدہ ہی سے اعمال میں قوت آتی ہے جیسا قوی اور کامل عقیدہ ہو ویسے ہی اس کے مطابق اعمال صادر ہونگے۔ اگر عقیدہ ہی زنگ آلودہ اور کمزور اور مردہ ہوگا تو پھر اعمال کی کیا توقع ہو سکتی ہے؟

اگرچہ ظاہر اعمال نماز روزہ میں تو تمام مسلمان باہم شریک ہیں اور اکثر بجا لاتے ہیں۔ مگر پھر انکے نتائج میں جو فرق ہے اس کے اختلاف کا باعث جو ہے تو صرف یہی عقیدہ ہے جن کے عقائد عمدہ اور کامل ہوتے ہیں ان کیلئے نتائج عمدہ اور برکات کثرت سے نازل ہوتے ہیں۔ مگر کمزور عقاید والے اپنے اعمال کی قوت پر تو نگاہ نہیں کرتے برکت کے نہ ملنے کی شکایت کرتے ہیں۔

عداوت کی توجہ فرمایا محبت اور عقیدت کی توجہ تو ایک جدا امر ہے مگر عداوت کی توجہ بھی بے فائدہ نہیں ہوتی بلکہ مفید ہوتی ہے۔ دیکھو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں آپ کے مقابل میں محبت اور عقیدت کی توجہ تو نہایت ہی کم بلکہ کچھ بھی نہ تھی مگر عداوت کی توجہ کامل طور سے تھی اور آخر یہی عداوت کی توجہ آپ کی عام لوگوں اور عرب کے کناروں میں شہرت پہنچانے کا باعث ہوگئی ورنہ آپ کے پاس اسوقت اور کیا ذریعہ تھا جو اپنی دعوت کو اسطرح شائع کرتے۔ آپ کے واسطے اسوقت تبلیغ کا پہنچانا نہایت مشکل تھا مگر خدا تعالیٰ نے یہ کام کیا کہ دشمنوں ہی کے ہاتھوں سے ایسا کرا دیا اب موجودہ زمانے میں ہمارے دشمن بھی ایسا ہی کرتے ہیں اگرچہ اسوقت کی فوری حالت ایسی ہوتی ہے کہ ہماری جماعت . . . . کو ان لوگوں کی کارروائیوں سے رنج اور صدمہ ہوتا ہے مگر انکی کارروائیوں کا انجام ہمارے مفید مطلب اور بخیر ہوتا ہے اصل میں ان لوگوں کی گالیاں تو ایسی ہیں جیسے عورتیں شادی کے موقعہ پر لڑکے والوں کو دیتے ہیں ان سے اسوقت کون ناراض ہوتا ہے۔ یہی حال ان مخالفوں کی گالیوں کا ہے۔ یہ گالیاں ہمارے مفید مطلب ہیں۔ یہ ہماری تبلیغ کا ذریعہ بنتی ہیں اور سعید اور شریف انکی گالیوں ہی سے اندازہ کر لیتے ہیں کہ حق کس کے پاس ہے اسطرح پر ہماری جماعت ان میں سے ہی نکل کر آئی ہے اور دن بدن نکلتی آتی ہے

طاعون کے ذکر پر فرمایا کہ آجکل تو لوگ فرعون کی خصلت رکھتے ہیں کہ چاروں طرف سے خوف آیا تو ایمان لے آئے اور مان لیا جب خوف جاتا رہا تو پھر مخالفت شروع کر دی۔

اظہار الدین اور مسیح موعودؑ

[۳-۱ اپریل ۱۹۰۳ء کو جو خطبہ حضرت مولانا مولوی عبد الکریم صاحب سلمہ اللہ نے پڑھا۔ اس کا خلاصہ]

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اسی نے اپنا رسول ہدایت اور دین الحق کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ کل دینوں پر اسکو غالب کر دیوے۔ یا یہ کہو کہ اب یہ حق اور ہدایت تمام دینوں پر غالب ہوگی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنا رسول ہدایت و حق کے ساتھ بھیجدیا ہے اس آیت پر بڑے ذوق اور سرور کے ساتھ میں چند باتیں بیان کرنی چاہتا ہوں کہ کسطرح پر خدا تعالیٰ کی تائید اور نصرت اپنے دین کو غالب کرنے کیواسطے ہو رہی ہے۔

اس بات پر بحث کرنیکی کوئی ضرورت نہیں کہ یہ آیت کس کے حق میں ہے تمام مفسرین نے بالاتفاق تسلیم کر لیا ہے کہ یہ آنیوالے مسیح موعود کے حق میں ہے یعنی تمام ادیان پر اسلام کا غلبہ واضح حجت کے ساتھ ہاں ایسے طور پر کہ دنیا بول اٹھے کہ حقیقی اسلام کے دلایل کو کھلا غلبہ مل گیا اسوقت ہوگا جبکہ مسیح موعودؑ آئیگا اور اسطرح پر یہ آیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعث میں مسیح موعود کے حق میں ہے یا یہ کہہ دو کہ مسیح موعود کی صورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آئینگے اور ملل باطلہ و ہالکہ پر اسلام کو غالب کر کے دکھا دینگے یہ بالکل سچ ہے کہ جب سے قرآن کریم کا نزول ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی اسی وقت سے باطل کی شکست کی بنیاد رکھی گئی آپ کا وجود باجود اور آپ کی کتاب خطرناک حربہ تھا اور ہے ذلیل باطل کے ہلاک کرنے کیواسطے حقیقت میں اسی وقت اور ساعت سے تمام باطلوں کی ہلاکت اور شکست کا سلسلہ شروع ہوگیا لیکن ایک وقت مقدر تھا کہ اس باطل کو ایسی شکست ہو کہ وہ پھر سر نہ اٹھا سکے اور اس کو ہوا کی کچلیاں نکال ڈالی جاویں تا پھر وہ ڈنک چلانے کے قابل نہ رہے۔

اس وقت جو شخص زمانے کی موجودہ حالت سے آگاہ اور واقف ہے اور اسے معلوم ہے کہ ملل باطلہ نے اسلام پر کیسے دانت چلانے چاہے ہیں اور کسطرح پر اس زمانہ کی نسلوں کو تباہ کرنا چاہا ہے۔ اور جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کام سے واقف ہے وہ اگر کوئی تعصب اور شرارت نہیں رکھتا تو اسے چلا کر کہنا پڑیگا کہ لاریب یہی شخص ہے جو اس آیت کا مصداق ہے لیکن افسوس تو یہ ہے کہ اکثر لوگوں کو اس بات کا علم نہیں کہ حضرت مسیح موعود نے کیا کیا ہے؟ اور جنکو علم ہے ان میں سے اکثر اپنی خفاش صفتی کی وجہ سے اس کو دیکھ نہیں سکتے میں مختصر طور پر تمہیں بتاتا ہوں کہ اس نے کسطرح پر لیظہرہ علی الدین کلہ کر کے دکھایا ہے۔ ہم میں اور ہمارے دشمنوں میں یہی ایک امر فیصلہ کے لیئے تنقیح طلب ہو سکتا ہے اور اسی پر فیصلہ ہو سکتا ہے اگر وہ توجہ کریں۔

ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ حضرت مسیح موعود نے کھلے طور پر اسلام کو غالب کر دکھایا ہے اور اس کے دلایل اور براہین ہمارے پاس ہیں پس جب یہ ثابت ہو جاوے تو پھر مسیح موعود کے دعویٰ کے لیے کسی اور ثبوت کی ضرورت اصلاً ہی نہیں رہ جاتی کیونکہ یہ مسلم امر ہے کہ وہ اظہار الدین جو اس آیت میں بیان کیا گیا ہے مسیح موعود ہی کے ساتھ مختص ہے اور مسلم ہے۔

جیسے مفسرین نے اس آیت کو مسیح موعود کے حق میں تسلیم کیا ہے اسی طرح پر اس انسان نے جس نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ پوری بصیرت اور کامل شعور کے ساتھ خدا تعالیٰ کی وحی اور الہام کی بنا پر اس آیت کو اپنے حق میں لیا ہے۔ اور پچیس برس پہلے سے جس وقت کوئی دعویٰ مسیح موعود ہونیکا نہ تھا یہ الہام براہین احمدیہ میں چھپا ہوا موجود ہے۔ اب صرف یہ دکھانا باقی ہے کہ اظہار الدین اس آیت کے کھلے منشا کے موافق ہوا ہے یا نہیں؟ دین کو غالب کرنیکی دو راہیں ہیں اول اسلام کی تائید کیلئے عجیب سامان بہم پہنچائے جاویں دوسرے باطل کے حملوں کی تردید کا کافی سامان ہو یا دوسرے لفظوں میں یوں کہو کہ احقاق حق اور ابطال باطل کے سامان بہم پہنچانا اور میں دعوے سے کہتا ہوں کہ دونوں باتیں کامل اکمل اتم طور پر مسیح موعود نے کر کے دکھائی ہیں

سب سے بڑا مسئلہ ذات باری تعالیٰ کا ہے تمام قوموں نے اس میں غلطی کھائی ہے حتیٰ کہ عام مسلمانوں نے جو موجود ہیں اور جنکو لا الہ الا اللہ کی تعلیم دی گئی تھی جو قرآن شریف کی تعلیم کی اصل غرض اور منشاء ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس تعلیم کی اشاعت کیلئے مبعوث ہوئے تھے۔ اسکو اب چھوڑ دیا ہے۔ قرآن شریف نے سکھایا تھا وہ الحی القیوم ہے۔ وہ کلام کرنے والا ہے اور امور کی تدبیر اور تصرف کرنیوالا ہے وہ اپنے ارادہ اور امر کن کے ساتھ ہر چیز پر متصرف ہے یہ عقیدہ مسلمانوں میں مٹ چکا تھا کوئی گدی کوئی صوفی کوئی سجادہ نشین نہیں جو ان باتوں کا ثبوت دے سکے۔ خیالی طور پر اگر کسی نے خدا کو مانا ہو تو یہ جدا امر ہے لیکن نری خیالی باتوں سے کچھ نہیں بنتا۔ دوسرے مذاہب کا تو ذکر ہی فضول ہے۔ وہ اس سلسلہ میں پیش نہیں ہوسکتے آریہ عیسائی برہمو تو اللہ تعالیٰ کی ان صفات کے قائل ہی نہیں رہے مسلمان مانتے تھے مگر انمیں سے بھی کوئی ثبوت نہیں دے سکتا کہ وہ مانتا ہے کہ اس کا خدا بولنے والا متصرف مقتدر زندہ خدا ہے اس مسئلہ کو خدا تعالیٰ کے برگزیدہ مسیح نے عجیب رنگ میں دکھایا ہے یہی مسئلہ ہے جس پر ساری روحانی ترقیوں کا انحصار ہے اور الٰہیات کی اصل جڑ یہی ہے۔ اگر خدا تعالیٰ کے متعلق عقیدہ صحیح نہ ہوا تو پھر اعمال صالحہ میں حسن اور صواب کیسے پیدا ہوسکتا ہے اس لئے سب سے پہلے جیسا کہ انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے خدا کے برگزیدہ مسیح نے اللہ تعالیٰ کی قدوسی ذات کے متعلق سچا اور یقینی علم دیا اور پھر یہ علم خیالی اور ذہنی طور پر نہیں دیا بلکہ یقینی طور پر بصیرت کے ساتھ عطا کیا۔ اس نے دکھا دیا کہ خدا تعالیٰ جیسے پہلے متکلم متصرف قادر مدبر تھا اب بھی اسی طرح ہے اور میرے ساتھ کلام کرتا ہے اپنے بڑے زور شور سے یہ دعویٰ کیا۔

ان خدائے کہ از واہل جہاں بے خبر اند
بر من او جلوہ نمود است گر اہلی بپذیر

اور پھر اس دعویٰ کو ان تائیدوں اور نصرتوں سے جو اسکی ہو رہی ہیں ثابت کرکے دکھایا کہ وہ مقتدر متکلم متصرف خدا جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت تھا اب بھی ہے۔ اور کن فیکون کا مالک ایسا ہی ہے جیسے موسیٰ کے وقت تھا۔ جبکہ وہ دریا پر پہنچے اسوقت اگر قادر یفعل ما یشاء خدا اسکے ساتھ نہ ہوتا تو عاجز بندہ موسیٰ ہلاک ہو جاتا۔ یہ چھوٹی سی بات نہیں الٰہیات کی بنیاد اسی ایک مسئلہ پر پڑتی ہے لہذا ساری روحانی ترقیوں کی اصل اور جڑ یہی ہے میں اگر کافی وقت ہوتا اور خطبہ متحمل ہو سکتا تو تمہیں کھول کر سناتا کہ کیونکہ اس مسئلہ میں قوموں نے غلطی کھائی اور وہ ہلاک ہوئی ہیں اور انہوں نے قدوس قادر الحی القیوم متکلم خدا کی ہتک کی ہے اور خدا کا اقرار کرکے کس طرح پر دہریت پھیلائی گئی ہے میں بصیرت اور کامل شعور کے ساتھ کہتا ہوں کہ آج زندہ خدا کا ثبوت صرف حضرت مسیح موعود ہی دیتا ہے۔ اور کوئی متنفس خواہ وہ کسی مذہب و ملت کا ہو اس قابل ہے ہی نہیں کہ اس کا ثبوت دے سکے۔ ہزار ہزار صلوات ہوں مسیح موعود کو کہ جس نے اس مسئلہ میں جان ڈالدی اور سچ تو یہ ہے کہ خدا کو زندہ خدا کی صورت میں دکھا دیا۔

پھر بہت بڑا مسئلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور نبوت کا مسئلہ تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین ٹھہرایا گیا ہے۔ مگر ختم نبوت کی حقیقت سمجھنے میں خطرناک غلطی کھائی ہے بعض لوگ یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ نبوت یونہی ختم ہوگئی آپ سب سے پیچھے آئے اور نبوت اسطرح پر ختم ہوگئی۔ مگر یہ کوئی نہیں بتا سکتا تھا کہ نبوت آپ پر کیسے ختم ہوئی؟ اس نے آکر بتایا کہ طبعی طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہوگئی ہے کیونکہ تمام کمالات نبوت کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوئے اور قرآن کریم سے باہر کوئی سچائی اور راستی نہیں اسکی تعلیم کامل اور مکمل ہے اس لئے طبعی طور پر جبکہ کمالات نبوت آپ پر ختم ہوئے آپ خاتم النبیین ٹھہرے۔ لیکن باوجود اس کے مسلمان اپنی غلطی یا بدقسمتی سے کم از کم عملی طور پر یہ سمجھے بیٹھے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوگئے اور اسطرح پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک کی جاتی تھی اور کوئی ثبوت آپکی رسالت اور ختم نبوت کا نہیں دیا جاتا تھا۔ بلکہ حضرت عیسیٰ کو آسمان پر زندہ مان کر جیسے خدا تعالیٰ کی توہین کیجاتی تھی ویسے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک حیات پر حربہ چلایا جاتا تھا۔ خدا تعالیٰ کی صلوات ہوں اس مسیح موعود پر کہ اس نے روشن دلائل سے ثابت کرکے دکھا دیا کہ زندہ نبی آپ ہی ہیں جنکے فیوض اور برکات کا سلسلہ ابتک جاری ہے میرے دل میں تڑپ پیدا ہوتی اور جوش ہوتا ہے کہ کاش مسلمانوں کو خبر ہوتی کہ یہ اپنے سید و مولا محبوب کا کیسا عاشق اور اسکی عزت و عظمت کے اظہار کا کیسا خواہشمند ہے کہ وہ اسکی زندگی کے مقابلہ میں کسی اور کی زندگی سمجھتا ہی نہیں اگر انہیں اس عشق و محبت کی خبر ہوتی تو وہ اس کے خاک پا کو سر بناتی اور دیار میں لے جاتے۔ جگر خون ہو جاتا ہے جب ان لوگوں کی حالت دیکھی جاتی ہے کہ کیا یہ انسان اس قابل تھا کہ اسکو گالیاں دیجائیں اور اس کا گناہ صرف اتنا کہ یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زندہ ثابت کرنا چاہتا ہے اور عیسائیوں کے فرضی خدا کو مردہ ثابت کرتا ہے۔ بھلا بتاؤ کیا مسیح کی موت کے ثابت کرنے سے اسکی جائداد بڑھتی ہے؟ نہیں اسکی غرض صرف یہ ہے کہ تا مردہ پرستی کا استیصال ہو اور خدا قدوس واحد لاشریک کی عبادت ہو اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم کی عزت ہو اور اس کے لئے ضروری تھا کہ وہ عاجز انسان جو خدا بنایا گیا تھا زندہ نہ کیا جاتا۔ اب اس بات پر مسلمان اُس کے دشمن ہیں افسوس بیشتر اے گروہ منکرین! کتنی منت ہے اس مسیح کی تمہاری گردنوں پر کہ جسنے زندہ خدا۔ زندہ رسول اور زندہ کتاب ثابت کرکے دکھائی۔ مبارک ہو تجھکو ہے خدا کے مسیح تو جیت گیا۔

پھر قرآن شریف کا مسئلہ تھا۔ قرآن شریف بلا شبہ ایک کتاب ہے اور ایسا ہی توریت انجیل بے جان وید بھی کتابیں سمجھی جاتی ہیں۔ مگر ان سب میں کوئی عالم صوفی متکلم مسلمان فرق اور ما بہ الامتیاز نہیں بتاتے۔ تقریر دل بحثوں میں ممکن ہے وہ ید طولیٰ رکھتے ہوں لیکن یہ کوئی آکر نہیں بتاتا کہ قرآن شریف میں وہ کیا چیز ہے جو دوسری کتابوں میں نہیں؟ اگر خدا کا برگزیدہ مسیح موعود نہ آیا ہوتا تو قریب تھا کہ قرآن شریف کی نسبت بھی وہی مردہ کتابوں کا فتویٰ صادر ہو جاتا۔ مگر اس نے آکر بتایا اور دکھا دیا کہ قرآن میں برکت ہے یہ زندہ کتاب ہے دوسروں کو زندگی عطا کرتی ہے اس پر چل کر انسان خدا کی نصرت اور برکات کو حاصل کرتا ہے معجزات اور کرامات دکھا سکتا ہے مہبط وحی ہو سکتا ہے منعم علیہم کی جماعت پر جو انوار اور فیوض و برکات نازل ہوتے ہیں ہر زمانہ میں قرآن کریم کا سچا متبع ان سے بہرہ ور ہو سکتا ہے۔

اور حقیقت میں یہ امر قابل لحاظ ہی ہے۔ اگر اسمیں یہ خوبی اور برکت نہیں تو پھر اس سے کیا فائدہ؟ بھلا جبتک کہ اسمیں سے مصری کھائی گئی ہو کبھی اس قابل نہیں ہو سکتا کہ اس کی طرف توجہ کیجاوے لیکن جبکہ اس میں مصری موجود ہو تو وہ اس قابل ہوتا ہے کہ آنکھ اسے دیکھے اور ہاتھ اس کی طرف لپکے۔ اب تمام قومیں اپنی کتابوں کی نسبت عملی طور پر اعتراف کرتی ہیں کہ وہ اس چھتے کیطرح ہیں جسمیں مصری نہیں ہے۔ لیکن اس خدا کی مسیح نے پر زور اور قاطع دلایل کے ساتھ ثابت کر دیا ہے کہ اسکی مصری ویسے ہی موجود ہے وہی برکات نتائج بلا تفاوت اب بھی اس کی پیروی سے حاصل ہو سکتے ہیں جیسے اس مہبط وحی کے وقت تھے یہ کتنا بڑا احسان ہے۔!

غرض کہ اُسنے اللہ تعالیٰ کی ذات اسکے ملائکہ رسل اور اور کتابوں کے متعلق کیسے واضح اور قوی دلایل کے ساتھ دکھایا ہے کہ یہ ساری ہستیاں حق ہیں یہ کتنا بڑا احسان اس انسان کامل کا تھا مگر اے نااہل لوگو! تم پر افسوس کہ تمنے اس آسمانی مائدہ کو رد کیا۔

پھر ایک عظیم الشان بات ہے قرآن شریف کا مایہ ناز مسئلہ مسئلہ دعا تھا اس کتاب مجید نے اول ہی اھدنا الصراط المستقیم کہہ کر اور آخر ہی قل اعوذ برب الناس کی دعا سکھائی تھی۔ اور اسمیں یہ دکھایا تھا کہ خدا تعالیٰ کے انعامات کی جاذب دعا ہے جو قرناً بعد قرنٍ زندہ رہیگی اور وہ قوم زندہ قوم ہوگی جو دعا کو اپنی سپر بنائے رکھے گی کیونکہ پہلے منعم علیہم کے برکات نازل ہونیکی دعا سکھائی اور آخر میں خاتمہ بالخیر کے لئے سکھایا کہ خدا تعالیٰ کی راہوں کے دشمن خناس سے بچا۔ ایسا عظیم الشان مسئلہ اسوقت بالکل ایسے چھوڑ دیا گیا تھا۔ مگر خدا تعالیٰ کی تائیدات متکاثرہ ہوں اس مسیح موعود پر کہ جسنے اس مسئلہ کو زندہ کیا۔

اسی طرح پر احقاق حق کے لئے کوئی طریق اور راہ اُسنے باقی نہیں چھوڑی۔

باطل کی تردید کے لئے اُس نے کیا کیا یہ بھی چھوٹا سا مضمون نہیں اسلئے مختصراً اشارہ کرتا ہوں کہ ایک باطل جسنے حقوق اللہ پر حملہ کرنیکے لئے سارے زور لگائے جسنے اللہ تعالیٰ کی ساری کتابوں اور نبیوں کی بے ادبی کی ہے وہ تثلیثی مذہب ہے جسنے حضرت عیسیٰ کو زندہ اور عرش پر مان کر اور اسکو لعنتی اور خون کر انیوالا تسلیم کرکے انسان کی نجات کا انحصار اس لعنت پر رکھا ہے اور انسانی قویٰ کی بے حرمتی کی ہے۔ بغرض یہ ایک زہریلا کوبرا ہے

خطرناک اژدہا ہے جو برابر راستی کا دشمن ہے اور جس نے آدم کی ایڑی کو کاٹا ہے مگر اس آدم ثانی نے اسکی زہر سے بھری کچلیوں کو نکال ڈالا ہے اور آدم اول کا انتقام آخری جنگ میں جو اس نخاش سے ہوئی لے لیا ہے۔ اب آئندہ اسے قدرت نہ ہوگی کہ وہ اپنے زہریلے دانت راستی پر مار سکے اے عزیزو! اگر تمہیں معلوم ہو کہ کس طرح پر اس کا سر کچلا گیا ہے تو قدوس قدوس کہکر سجدہ کرو گو کہ [illegible] میں مختصر بتاتا ہوں کہ سب سے بڑا حملہ اس نے مسیح کی موت کے ذریعہ کیا ہے کہ اگر وہ مر گیا تو خدا نہیں۔ اور پھر جس طرح پر مرا ہے اسکے ثبوت سے صلیبی نجات کی حقیقت بھی کھل جاتی ہے اور کوئی حقیقت اسکی باقی رہتی ہی نہیں۔ احمق نادان مسلمان چلاتے ہیں اور عیسائیوں کی حمایت کیلئے چیختے ہیں کہ زندہ ہے مگر قرآن شریف انکے مارنے کا چھپا ہے جو کہتا ہے کہ وہ زندہ ہو [illegible] لعنت اللہ علی الکاذبین۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخر سچا نبی ہے اور ضرور ہے قرآن اگر سچی کتاب ہے اور ضرور ہے تو یہ بھی سچ ہے کہ مسیح مر گیا۔ خدا کے [illegible] ہوں اس مسیح موعود پر جسے [illegible] برابر اس مسئلہ کو لیا [illegible] یہاں تک کہ اس قبر تک پہنچا دیا جس میں مریم کا بیٹا جو خدا بنایا گیا [illegible] ہوا ہے۔ تم دیکھو گے کہ [illegible] تعالیٰ نے اس تبلیغ کو کامل کر دیا تو [illegible] ہوگیا اور خدا کا جلال ظاہر ہوگیا [illegible] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی کا نشان ظاہر ہو گیا۔ اور اسی ایک مسئلہ سے باطل کا سر کچلا گیا۔ اب غور سے دیکھو کہ کیا یہ وہی نہیں ہے جسکے لئے کہا گیا تھا لیظہرہ علی الدین کلہ۔ لاریب یہ وہی برگزیدہ موعود ہے جیسے بادل سے پہلے ٹھنڈی ہوا آنے لگتی ہے اب سارے یورپ میں ہوا چل رہی ہے قیصر جرمن نے اٹھایا ہے کہ حاقت ہے انسان کو خدا بنانا انگلستان چیخ اٹھا ہے کہ عیسائی مذہب کی اصلاح کر لی جاوے۔

اب چاروں طرف سے اس قسم کی ہوا چل رہی ہے۔

برکات اللہ علیک وصلوات علیک یا ایہا المسیح

خدا کے حضور ہماری جماعت کو چاہئے کہ سجدے میں پڑی رہے اب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کے دن آ گئے احمدی قوم! خدا کا تجھ پر بڑا احسان ہے اس لئے بڑے شاکر اور متقی ہو جاؤ تاکہ نعمت بڑھے اور باقی وعدہ پورے ہوں [illegible] اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق دے۔ آمین

امریکہ کے مشہور مہذب شہر شکاگو میں ہر سنیچر کو درجنوں لیکر [illegible] طلاق کے مقدمات پیش ہوتے ہیں۔ دو منٹ کے سوال و جواب کے بعد جج ہر ایک جوڑے کو ایکدوسرے سے آزاد کر دیتا ہے ولایتی اخبار لکھتے ہیں کہ جسقدر شادیاں ایک سال میں ہوتی ہیں ان میں سے [illegible] اسی سال الگ ہو جاتی ہیں مغربی ممالک کو مسئلہ طلاق کی قدر اب معلوم ہوئی ہے اور وقت آ رہا ہے کہ انکو عملی طور پر اسلامی تعلیم قبول کرنے پر مجبور کر دیا ہے یہ بھی اسلام کی فتح ہے

دربار شام

(۵ اپریل ۱۹۰۳ء)

کثرت عوارض کی وجہ ایک مختلف امراض اور عوارض کا ذکر تھا جو انسان کو لاحق ہوتے ہیں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قادر تھا کہ [illegible] ایک ہی بیماری انسان کو لاحق کر دیتا مگر ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سی امراض ہیں جن میں وہ مبتلا ہوتا ہے۔ اسقدر کثرت میں خدا تعالیٰ کی یہ حکمت معلوم ہوتی ہے کہ تا [illegible] ہر طرف سے انسان اپنے آپ کو عوارضات اور امراض میں گھرا ہوا پاکر اللہ تعالیٰ سے ترساں و لرزاں رہے اور اسے اپنی بے ثباتی کا ہر دم یقین رہے تاکہ مغرور نہ ہو اور غافل ہو کر موت کو نہ بھول جاوے۔ اور خدا سے بے پروا نہ ہو جاوے۔

[illegible] بعض مخالفین کے طاعون سے ہلاک ہونے کی خبر آئی۔ اسپر فرمایا کہ دشمن کی موت سے خوش نہیں ہونا چاہیئے بلکہ عبرت حاصل کرنی چاہئے ہر ایک شخص کا خدا تعالیٰ سے الگ الگ حساب ہے سو ہر ایک کو اپنے اعمال کی اصلاح اور جانچ پڑتال کرنی چاہئے دوسروں کی موت تمہارے واسطے عبرت اور ٹھوکر سے بچنے کا باعث ہونی چاہئے نہ یہ کہ تم ہنسی ٹھٹھے میں بسر کرو اور بھی خدا سے غافل ہو۔

میں نے ایک جگہ توریت میں دیکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک جگہ اس میں فرماتا ہے کہ ایک وقت ہوتا ہے کہ جب میں ایک قوم کو اپنی قوم بنانی چاہتا ہوں تو اسکے دشمنوں کو ہلاک کرکے اسے خوش کرتا ہوں مگر اسی قوم سے بد اعتنائیوں سے ایک وقت پھر ایسا آجاتا ہے کہ اسکو تباہ کرکے اسکے دشمنوں کو خوش کرتا ہوں۔

اعمال کی دو قسمیں فرمایا اعمال دو قسم کے ہوتے ہیں بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ وہ دوسروں کی نظر میں نیک اور نمازی وغیرہ ہوتے ہیں مگر انکا اندر بدیوں اور گناہوں سے بھرا ہوا ہوتا ہے دوسرے وہ لوگ ہوتے ہیں جنکا ظاہر و باطن یکساں ہوتا ہے وہ عند اللہ تقویٰ پر قدم مارنے والے ہوتے ہیں۔ مگر ان دونوں میں سے کامیاب ہونے والے وہی ہوتے ہیں جو عند اللہ متقی اور خدا کی نظر میں نیک ہوتے ہیں اور انپر خدا راضی ہوتا ہے صرف لافزنی کام نہیں آسکتی۔

اسوقت دو قوموں کا آپس میں مقابلہ ہے۔ ایک تو ہمارے مخالف ہیں اور دوسری ہماری جماعت اب خدا تعالیٰ دونو کے دلوں کو دیکھتا اور ان کے اعمال سے آگاہ ہو رہی جانتا ہے کہ ہماری جماعت اس کی نگاہ میں کیسی ہے اور دشمن کیسے اور وہ ان سے کہانتک ناراض ہے پس ہر ایک کو چاہیئے کہ اپنا حساب خود ٹھیک کرے چاہئے کہ دوسروں کا ذکر کرتے وقت توبہ سے بھرے ہوئے دل کے ساتھ اپنے اعمال کا خیال ہو۔ کہ کہانتک ہم خدا کی منشاء کو پورا کرنے والے ہیں یا صرف لافیں ہی لافیں ہیں ابھی طاعون موقوف نہیں ہوئی خدا جانے کب تک اسکا دورہ ہے اور اس نے کیا کچھ دکھانا ہے۔ سنا سال سے تو ہم برابر دیکھتے ہیں کہ لوگ فیوگا پڑتی ہی جاتی ہے اور پیچھے قدم نہیں ہٹاتی پہلے سال کی نسبت دوسرا سال ہے کہ ترقی پر ہے۔

زمانہ ایسا آیا ہوا ہے کہ لوگ اپنے نفس کی اصلاح کی طرف متوجہ ہوں ہزارہا انعامات اور خدا تعالیٰ کے فضل کے نشانات اور عیش و عشرت میں زندگی بسر کرنے سے تو نفس کو شرم نہ آئی۔ کہ خدا کا بھی حق ادا کرے مگر شاید اس قہری کو دیکھ کر اپنی اصلاح کیطرف متوجہ ہوں۔ افسوس لوگ انعامات و احسانات الہیہ سے تو شرمندہ نہ ہوئے اب اس عذاب سے ہی ڈر کر سنور جاویں ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا میں ایسے ایسے لوگ بھی موجود ہیں کہ مسلمان کہلا کر مسلمانوں کی اولاد ہو کر اسلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسطرح گالیاں دیتے ہیں جیسے چوہڑے چمار کسی کو نکالا کرتے ہیں اللہ اور رسول سے انکو بجز گالیوں کے اور کوئی تعلق ہی نہیں بڑے گندہ دہن اور پرلے درجے کے عیاش بدمعاش بھنگی چرسی۔ قمار باز وغیرہ ہوتے ہیں۔

اب ایسے لوگوں کو زجر اور توبیخ کے واسطے خدا جوش میں نہ آوے تو کیا کرے۔ خدا غفور بھی ہے وہ شدید العقاب بھی ہے ایسے لوگوں کی اصلاح بلا بجز عذاب اور قہر الٰہی کے نازل ہونے کے ممکن ہے؟ ہرگز نہیں چونکہ بعض طبائع عذاب ہی سے اصلاح پذیر ہوتے ہیں اس لئے ہر ایک شخص کو چاہئے کہ وہ اپنے اعمال کا محاسبہ کرے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اذا جاء اجلهم لا يستأخرون ساعة ولا يستقدمون

جب عذاب الٰہی نازل ہو جاتا ہے تو پھر اسکا ٹلنا محال ہو جاتا ہے اور پھر وہ اپنا کام کرکے ہی جاتا ہے۔ اور اس آیت سے یہ بھی استنباط ہوتا ہے کہ قبل از نزول عذاب توبہ و استغفار سے وہ عذاب ٹل بھی جایا کرتا ہے۔

گناہ ایک ایسا کیڑا ہے جو انسان کے خون میں ملا ہوا ہے مگر اس کا علاج استغفار سے ہی ہو سکتا ہے استغفار کیا ہے؟ یہی کہ جو گناہ صادر ہو چکے ہیں انکے ثمرات سے خدا محفوظ رکھے۔ اور جو ابھی صادر نہیں ہوئے اور جو بالقوہ انسان میں موجود ہیں انکے صدور کا ہی وقت نہ آوے۔ اور اندر ہی اندر وہ جل بھن کر راکھ ہو جاویں یہ وقت بڑے خوف کا ہے۔ اسلئے توبہ و استغفار میں مصروف ہو اور اپنے نفس کا مطالعہ کرتے رہو۔ ہر مذہب و ملت کے لوگ اور اہل کتاب مانتے ہیں کہ صدقات و خیرات سے عذاب ٹل جاتا ہے مگر قبل از نزول عذاب اور جب نازل ہو جاتا ہے تو ہرگز نہیں ٹلتا پس تم ابھی سے استغفار کرو اور توبہ میں لگ جاؤ۔ تا تمہاری باری ہی نہ آوے اور اللہ تعالیٰ

دُعاء و ندا

دعاء اور ندا دو لفظ مرادف ہیں اور اُن کے لغوی معنی پکارنے کے ہیں۔ حضرت زکریا کے حال میں ایک جگہ خدا نے فرمایا وزکریا اذ نادی ربہ اور یہ کافی ثبوت اس بات کا ہے کہ دعاء اور نداء دو مرادف لفظ ہیں خدا کو پکارنا اُس کی طرف متوجہ ہونا اور اسکو حاضر سمجھنا اور اس نے الہ اور معبود برحق ہونیکا اقرار کرنا.... پس جو شخص کہ اس طرح پر خدا کو پکارتا ہے خدا اُس کو قبول کرتا ہے جیسے قال اللہ تعالےٰ وقال ربکم ادعونی استجب لکم (آیت ۶۲۔ المومن ۴۰) اور دوسری جگہ فرمایا ہے۔ واذا سالک عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان فلیستجیبوا لی ولیؤمنوا بی لعلھم یرشدون (آیت ۱۸۶۔ البقرۃ ۲) غرض کہ لفظ دعاء اور ندا میں بہ لحاظ اُس کے حقیقی معنے کے امر مسئول عنہ داخل نہیں ہوتا بلکہ وہ علیحدہ بیان کیا جاتا ہے۔ جیسے کہ ان چند آیتوں میں سے پہلی آیت یہ ہے۔ ھنالک دعا زکریا ربہ قال رب ھب لی من لدنک ذریۃ طیبۃ انک سمیع الدعاء (آیت ۳۸۔ آل عمران ۳) دوسری آیت یہ ہے وزکریا اذ نادی ربہ رب لا تذرنی فردا وانت خیر الوارثین (آیت ۸۹۔ الانبیاء) بہت جگہ قرآن مجید میں بغیر لفظ دعاء کے سوال کیا گیا ہے اور حاجت چاہی گئی ہے جیسے حضرت ابراہیم نے کہا رب ھب لی من الصلحین فبشرنہ بغلام حلیم (آیت ۹۸ و ۹۹۔ الصافات ۳۷) اور سورہ النمل میں جو یہ آیت ہے امن یجیب المضطر اذا دعاہ ویکشف السوء (آیت ۶۳۔ النمل ۲۷) اس میں بھی لفظ دعاء انہیں معنوں میں آیا ہے جو اور آیتوں میں آیا ہے اور مسئول عنہ پر بولا نہیں گیا ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اذا دعاہ ملحّا وکذا

لیکن اگر خدا سے کچھ مانگا جاوے اور سوال کیا جاوے تو اُس حالت میں بھی خدا کی طرف متوجہ ہونا اور اُس کو معبود برحق سمجھنا لازم آتا ہے اور لفظ ندا لفظاً یا معناً اُس پر مقدر ہوتا ہے اس لئے دُعاء کا لفظ مسئول عنہ پر بھی بولا جاتا ہے اور لفظ دعا کے معنے الابتھال الی اللہ بالسّؤال کے ہو جاتے ہیں۔ یعنے عاجزی کے ساتھ خدا سے کچھ مانگنے کے اور یہی سبب ہے کہ دعا کو بمعنے اول یا بمعنے ثانی عبادت کہا گیا ہے چنانچہ اس آیت میں وقال ربکم ادعونی استجب لکم ان الذین یستکبرون عن عبادتی سیدخلون جھنم داخرین (آیت ۶۲۔ المومن ۴۰) عبادت کا لفظ مرادف دُعا کے آیا ہے اس لئے کہ شروع آیت میں ادعونی کا لفظ ہے تو اسکی مناسبت سے یستکبرون کے بعد عن دعائی آتا مگر وہاں عن عبادتی آیا ہے جو کافی ثبوت ہے کہ دعاء اور عبادۃ مرادف لفظ ہیں۔

اسی آیت کے مطابق دو حدیثیں مشکوٰۃ شریف میں موجود ہیں پہلی حدیث یہ ہے عن النعمان بن بشیر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الدعاء ھو العبادۃ ثم قراء وقال ربکم ادعونی استجب لکم (رواہ احمد والترمذی وابوداؤد والنسائی وابن ماجہ) دوسری حدیث یہ ہے عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الدعاء مخ العبادۃ رواہ الترمذی ✦

عجیب واقعات

نمک کا شہر ملک پولینڈ (یورپ) میں کیلرگ نام ایک شہر ہے جو زمین کے نشیب میں واقع ہونے کے علاوہ کل کا کل نمک کے پہاڑ میں سے تراشا گیا ہے تین ہزار کے قریب اس شہر کے باشندے ہیں جو سب نمک کی کانوں میں کام کرتے ہیں اور اس شہر کے تمام مکانات اور سب سڑکیں شفاف سفید ہیں اس میں ایک نمک کا گنبد ہے جس پر برقی روشنی ہوتی ہے۔ کوئی متعدی مرض اسجگہ سننے میں نہیں آئی اور باشندے اس شہر کے اکثر بڑی عمر تک پہنچتے ہیں۔

انقلاب مالابار کا ایک مشہور ڈاکو جرم میں ماخوذ ہو کر حبس دوام کی سزا پا کر کالے پانی بھیجا گیا وہاں سے بھاگ کر وہ مدت تک غائب رہا اب مقام نندیال کا ایک میونسپل کمشنر گرفتار ہوا ہے۔ جو وہی پرانا ڈاکو ہے اُس نے اس عرصہ میں بڑی دولت پیدا کر لی تھی اور اس شہر کا معزز رئیس بن گیا تھا۔ عمر قید سے امیری اور امیری سے جیل عجیب کارخانہ قدرت ہے حقیقت میں یہ انقلاب عبرت بخش ہے۔

زلزلے اور آتش فشانیاں جزائر غرب الہند میں پھر بعض پہاڑ آتش فشانی کر رہے ہیں اور جزائر سینٹ ونسینٹ اور مارٹینگ پر پھر تباہی آئی ہے باشندے پریشان حال ہیں ادہر یورپ کے آتش فشاں پہاڑوں میں مادہ آتش فشانی جوش میں آیا ہے۔ سکسنی کے مقام کارسروی میں ۲۴ مارچ کو کئی بار زلزلہ محسوس ہوا۔ اٹلی میں کوہ وسوویس کی آتش فشانی ہر دم بڑھ رہی ہے انگلستان کے مقام سٹافورڈشایر اور ڈربی شایر میں بھی ۲۴ مارچ کو زلزلہ آیا بعض جگہ چمنیاں گر پڑیں اور لوگ مکانوں سے نکل کر بازاروں میں بھاگے سینٹ ونسینٹ میں پہاڑ سے پتھر اُڑ اُڑ کر برستے ہیں اور سخت اندھیرا چھایا ہوا ہے باشندے گھبرائے ہوئے ہیں۔ ایسا ہی حال جنوبی امریکہ کے ملک میکسیکو میں ہو رہا ہے۔ باشندے سراسیمہ ہو کر پہاڑوں کو بھاگ گئے

قطب جنوبی کی مہم جہاز ڈسکوری میں ایک مہم قطب جنوبی کی تحقیقات کے لئے گئی ہے مہم مذکور ۸۰ درجہ عرض شمالی تک پہونچی ہے ایک سلسلہ کوہستان قطب کے قریب دریافت ہوا ہے۔ اب تک مہم مذکور کا ایک ملاح بوجہ شدت سرما ہلاک ہوا ہے۔ ✦

درختوں کا مطب پیرس میں ایک شفاخانہ جہاں درختوں کا علاج ہوتا ہے جب درخت مرجھانے لگتا ہے تو اسے کھود کر شفاخانہ میں لے آتے ہیں اور وہاں علاج سے شفا حاصل ہو جاتی ہے۔ ✦

انسانی قربانی معلوم نہیں یہ کہانتک سچ ہے؟ کہ گنگا کی وادی میں ایک ریاست ٹیہری ہے وہاں ابتک انسانی قربانی ہوتی ہے جسے بھوندہ کہتے ہیں یہ قربانی ایک مہاتما بھوسر کے استھان پر ہوتی ہے۔ ✦

مذہبی دُنیا پر نظر

مذہبی لاپروائی لنڈن کے روزانہ اخبار ڈیلی نیوز نے تحقیقات کے بعد ظاہر کیا ہے کہ لنڈن کے باشندگان میں ہر سات میں سے ایک کسی مذہبی جلسے میں شامل ہوتا ہے اگر ہر ایک شخص پر سوالات کئے جاویں تو ممکن نہیں کہ ایک فیصدی سے زیادہ آدمی اپنے آپ کو کھلے طور پر ناستک ظاہر کریں لیکن پچاسی فیصدی آدمی ایسے ہیں جو کبھی بھی کسی مذہبی جلسہ میں شامل نہیں ہوتے انہیں سے ممکن ہے کہ ہزار میں ایک باوجود خداپرست ہونے کے گھر میں اپنی مذہبی کتابوں کا مطالعہ کرتا ہے لیکن عام طور سے کلام نہیں کہ عملی طور پر یہ سب کے سب ناستک ہونگے ✦

مذہب کی طرف سے ایسی لاپروائی اور عدم توجہ بتارہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی خاص انتظام معمول کی موافق ہو جو دنیا کو اسکی گم شدہ متاع مذہب پھر واپس لا کر دے اور مذہب کی طرف توجہ پیدا ہو۔ چنانچہ خدا تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ بندے کو مسیح موعود کے نام سے بھیجا ہے۔ جو پھر ایمان کو از سر نو زندہ کر رہا ہے۔ ✦

قماربازی کی ترقی انگلستان میں قماربازی کی یہانتک ترقی ہے کہ جس کے سبب جناب کو اپنی ایک پبلک تقریر میں اعتراف کرنا پڑا ہے کہ قماربازی میں بڑے آدمیوں کی وجہ سے ترقی ہو رہی ہے انہوں نے بیان کیا کہ جبتک جنٹلمین اور لیڈیز اپنے کمروں میں بیٹھ کر بیدھڑک شرط بدنے سے باز نہیں آتے اسوقت تک مفلسوں اور غریبوں کی تباہی قماربازی سے ہوتی رہیگی۔ قماربازی کا انسداد محض اس طریق سے نہیں ہو سکتا جب تک انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ لعلکم تفلحون کی تعلیم نہ بجا لاوے بغیر اس تعلیم کے ناممکن ہے ان امراض سے یورپ کا شفا پانا۔

دربار شام
۳ اپریل ۱۹۰۳ء

بار ہا ہمیں تعجب آتا ہے کہ کیوں یہ لوگ حضرت عیسیٰ سے بیجا محبت کرتے ہیں انھوں نے ان کا کیا دیکھا تھا جو ان پر ایسے شیدا ہیں کہ انکو خدا ہی بنا دیا ہے۔ ایسے انکی محبت میں اندھے ہوئے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہ جنکا کلمہ پڑھتے ہیں انکی توہین اپنی ہی زبان سے کرتے ہیں۔ توہین کیا ہوتی ہے یہی کہ ایک شخص جس میں اعلیٰ درجہ کے اوصاف ہوں انکو نظر انداز کرکے ایک ایسے شخص کو اس سے بڑھ چڑھ کر متصف و معاف کیا جاوے جسمیں وہ اوصاف نہیں ہیں + تعزیرات میں توہین کی مثال کے نیچے یہ مثال لکھی ہے کہ ایک شخص کہے کہ زید اور بکر نے (جو درحقیقۃ چور تھے) چوری کی ہے مگر عمر (جو ایک شریف آدمی ہے اور درحقیقۃ اسکی کوئی سازش اس چوری میں نہیں) نے چوری نہیں کی اور نہ ہی اسکا اسمیں کچھ تعلق ہے تو قانونًا ایسا کہنے والا شخص عمر کی توہین کرتا ہے اور وہ مجرم قرار دیا جاوے گا اور مستحق سزا ہوگا۔ غرض توہین کے کئی پہلو ہوتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ کی اتنی تعریف کی جاتی ہے کہ گویا اُنپر جب مصیبت آئی تو خدا کو زمین پر ان کے بچاؤ کی کوئی راہ نظر نہ آئی اور انکو آسمان پر اور پھر بھی دوسرے آسمان پر جا چھپایا۔ بالمقابل آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر جب سخت مصائب اور شدائد آئے تو اللہ تعالیٰ نے نعوذ باللہ بقول مولویوں کے آپکو بالکل بے مدد اور کس مپرس چھوڑ دیا اور آپ کو ایک غار میں جو آسمان کے مقابل میں جسطرح وہ بلند ہے اسفل میں واقعہ تھی پناہ میں دی۔ غار کی تعریف بھی کیا کہ بچھوؤں سانپوں اور ہر قسم کے موذی حشرات الارض کا گھر تھا۔ بھلا یہ ہو کو یہ توہین نہیں تو کیا ہے۔

پھر ہم دیکھتے ہیں کہ وہ سرور کائنات فخر الاولین والآخرین۔ اشرف الخلق تو امیدوار ہیں کہ ہم لمبی عمر پاویں مگر انکو تو صرف ترسیٹھ سال کی عمر دیجاتی ہے اور ان کے مقابل میں حضرت عیسیٰ گویا اب تک زندہ ہیں اور دو ہزار برس کی ان کی عمر ہو چکی اور انکی حالت میں کوئی تغیر واقع نہیں ہوا + آپ رہتے تو دنیا کی اصلاح کرتے جیسا کہ پہلا تجربہ بتا چکا ہے کہ ضرور ہزاروں کی اصلاح کرتے اگر اور عمر پاتے۔ مگر بالمقابل حضرت عیسےٰ اتنی عمر میں بھی کوئی نیکی کرتے میں زمانہ

روزہ نہ زکوٰۃ۔ اور نہ کسیکی اصلاح ہے۔ اُنسے نہ کسیکو نفع ہے اور نہ وہ کسی سے کسی قسم کے ضرر کو دور کر سکتے ہیں۔ نیز پرانا گذشتہ تجربہ بھی اس امر کا شاہد تھا کہ صرف بارہ آدمی مدت کی کوشش سے طیار کیے آخر وہ بھی یوں الگ ہوے کہ کسی نے لعنت کی اور کسی نے تیس روپے کے عوض دشمن کے ہاتھ میں دیدیا + پھر مرنیکے بعد جب آنحضرت کی روح آسمان پر گئی تو پھر وہ حریف موجود تھی کہ وہ تو آسمان میں مع جسم عنصری تشریف رکھتے ہیں اور جناب کا جسم ہزاروں من مٹی کے نیچے پڑا ہے اور پھر اسی پر ختم نہیں آخر کار انکی اُمتہ میں وہ پھر آوینگے اور چالیس سال تک اُنپر حکومت کرینگے اور ان سے بیعۃ لینگے۔ **بھلا غور تو کرو کہ یہ توہین نہیں تو اور کیا ہے**

پھر بات اور ہے کہ اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قرآن شریف میں یہ وعدہ کرتا ہے کہ میں تیری اُمتہ میں سے تیری اُمتہ کی صلاح کے واسطے خلیفے بھیجتا رہوں گا مگر آخر اس وعدہ کا ذرا بھی پاس نہ کیا اور ایک ایسی قوم میں سے جس کے متعلق اُس نے وعدہ کر لیا ہوا تھا کہ اس قوم پر میرا غضب نازل ہو چکا ہے۔ میں اُنپر کبھی کوئی روحانی اور جسمانی فضل اور نعمت ہرگز نازل نہ کروں گا۔ مگر آخر کار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی وعدہ خلافی فرما کر اُسے بھیجا اور اپنے قانون کو بھی توڑا۔ کیا یہ کوئی گوارا کر سکتا ہے کہ خدا پر وعدہ خلافی عائد ہو ہرگز نہیں اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ +

ہماری تو یہ بھی سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ لوگ اسی عیسیٰ کو اُتار کر کرینگے کیا؟ آخر ان کے قویٰ تو وہی ہوں گے جو پہلے تھے۔ پہلے کیا کیا تھا جواب کرلیں گے۔ ایک ذلیل سے معدودے چند ایک قوم تھی انکی اصلاح بھی نہ ہوئی تھی، کہ ایک دفعہ اُن سے پانسو آدمی مرتد ہو گئے تھے یہ لوگ اگر حضرت موسیٰ کے دوبارہ آنے کی امید رکھتے تو کچھ موزوں بھی تھا۔ کیونکہ وہ صاحب عظمت اور جبروت تو تھے۔ اُنمیں شجاعت بھی تھی۔ اب یہ عیسیٰ کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں پھر مشکل یہ ہے کہ عادت کا جانا محال ہے۔ انکو مار کھانے اور بزدلی کی عادت ہو گئی ہوئی تھی وہ اگر دجال سے جنگ کرینگے تو کس طرح سادھارن مسلمانوں کی بھی یہ عادت ہو گئی ہے کہ حضرت عیسے ہی آوینگے۔ لکیر کے فقیر ہیں۔ باپ دادا اور مولوی جو اس بات کی تعلیم دیتے ہوئے خواہ قرآن شریف کے مخالف ہی ہو وہ اسی میں ہوں کی گنگا کیطرح اس اعتقاد کو نہ ترک کرینگے خواہ کوئی دلیل ہو یا نہ ہو

ان لوگونکو تو اپنے گھر کا حال بھی معلوم نہیں کہ ان کے اس اعتقاد سے اسلام کو کیسا ضعف پہنچایا ہے۔ عیسائی جب کسیکو مرتد کرنے پر آتے ہیں تو یہی حجۃ پکڑتے ہیں کہ تمھارا نبی مردہ اور ہمارا زندہ اور آسمان پر موجود ہے اب بتاؤ کہ ان دونو میں سے کون اچھا اور خدا کا پیارا ہے اور یہ نکالکر دکھا دیتے ہیں مسلمانوں ہی کی کتابوں سے اب قریبًا ہر ایک فرقہ میں سے الگ الگ ملا جلا کر ۲۹ لاکھ کے قریب آدمی مرتد ہو چکا ہے۔ کیا سید اور کیا پٹھان کیا قریشی اور کیا مغل ہر قوم اس وبا میں ہلاک ہوئی ہے۔ ایسے ایسے لوگ جو فخر اسلام کہنے کے مستحق بنانے کے قابل تھے وہ اب بیدین ہو کر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتے ہیں اور پھر اسی پر ابھی تمام نہیں بلکہ وہ جان سے مال سے عزۃ و آبرو سے عورتوں سے لڑکیوں سے اس امر کیلئے کوشاں ہیں کہ کسیطرح دنیا سے اسلام کا نشان مٹا دیں بھلا اگر یہی وہ فتان لوگ نہیں تو اور کون ہوگا۔ اس قوم کا فتنہ تو ان مسلمانوں کے بناوٹی دجال کے فتنہ سے بھی کہیں بڑھ گیا۔ بھلا یہ بتا دیں تو سہی .... اس قوم کی جس کا فتنہ دجال سے بھی زیادہ ہے خبر کہاں دیگئی ہے۔ قرآن شریف نے تو اسی واسطے دجال کا نام نہیں لیا بلکہ وَلَا الضَّآلِّيْنَ کہا۔ جس سے مراد یہی قوم نصاریٰ ہے وَلَا الدَّجَّال کیوں نہ کہا۔ اصل امر یہی ہے کہ یہی وہ قوم ہے جس سے تمام انبیا اپنی اپنی اُمتہ کو ڈراتے آئے ہیں۔

ان لوگوں کے خیالات کی بنا احادیث موضوعہ پر ہے جو قرآن شریف کی مہر سے خالی ہیں۔ مگر ہم قرآن شریف کو ان احادیث کی خاطر چھوڑ نہیں سکتے قرآن شریف بہرحال مقدم ہے۔ بھلا قرآن شریف کو تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے خود جمع کیا۔ لکھوایا اور پھر نماز وغیرہ میں بار بار پڑھ کر سنایا۔ کیا اگر احادیث بھی ویسی ہی ضروری ہیں تو انمیں سے بھی کسیکو اسیطرح جمع کیا اور بار بار سنایا اور دور کیا ہرگز نہیں اور جب نہیں کیا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے فرض منصبی میں کوتاہی کی ہرگز نہیں بلکہ صحیح امر یہی ہے کہ قرآن شریف ہی آپ لائے تھے اور اسی کے جمع کرنے کا آپ کو حکم تھا سو آپ نے کر دیا اب احادیث میں سے وہ قابل عمل اور اعتقاد ہے جس پر قرآن شریف کی مہر ہو کہ یہ اسکے خلاف نہیں۔

پھر اسی پر بس نہیں قرآن شریف کہتا ہے کہ عیسیٰ مر گئے اور پھر دوبارہ قیامت تک وہ اس دنیا میں نہیں آئیں گے بلکہ آنے والا ان کا مثیل انکی خو بو لیکر آوے گا جیسا کہ آیت قرآن شریف فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ میں صاف بیان ہے۔

پھر کہتے ہیں کہ سیدنا المسیح کی توہین کرتے ہیں بھلا سوچو تو کہ ہم اگر ایسے پیغمبر سے اُن جھوٹے اعتراضات کو جو نافہمی اور کور چشمی سے کر کے مسیح کو آسمان پر زندہ بٹھا کر آنحضرت پر کئے جاتے ہیں اُن کے دور کرنے کے واسطے مسیح کی اصلی حقیقت کا اظہار نہ کریں تو کیا کریں۔ ہم اگر کہتے ہیں کہ وہ زندہ نہیں بلکہ مر گئے ہیں جیسے دوسرے انبیاء بھی مر گئے ہیں تو ان لوگوں کے نزدیک تو یہ بھی ایک قسم کی توہین ہوئی ٭ ہم تو خدا کے بلائے بولتے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ فرشتے آسمان پر کہتے ہیں۔ افترا کرنا تو ہمیں آتا نہیں اور نہ ہی افترا خدا کو پیارا ہے۔

اب خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ جس طرح آنحضرتؐ کی کسر شان اور ہتک کی گئی ضرور ہے کہ اس کا بدلہ لیا جاوے اور آنحضرتؐ کے نور اور جلال کو دوبارہ از سر نو تازہ و شاداب کر کے دکھایا جاوے اور یہ اس مسیح کے بُت کے ٹوٹنے اور اس کی موت کے ثابت ہونے میں ہے۔ پس ہم خدا کے منشاء اور ارادے کے مطابق کرتے ہیں۔ اب ان کی لڑائی ہم سے نہیں بلکہ خدا سے ہے ٭

ان لوگوں نے تو حضرت مسیحؑ کو خاصہ خدا بنایا ہوا ہے اور پھر کہلاتے ہیں موحد ان کا اعتقاد ہے کہ وہ زندہ ہے۔ قائم ہے۔ علی السماء خالق۔ رازق۔ عیب دان محی ممیت ہے۔ بھلا اب بتاؤ کہ اگر یہ صفات خدا کی نہیں تو کس کی ہیں۔ بشریت تو ان صفات کی حامل ہو سکتی ہیں۔ خدائی میں فرق ہی کیا رہا ٭ یہ تو عیسائیوں کو مدد دے رہے ہیں۔ پورے نہیں نیم عیسائی تو ضرور اگر ہم ان کے عقائد ردیہ کی تردید نہ کریں تو کیا کریں پھر ہمیں ماننا پڑے گا کہ نعوذ باللہ اسلام آنحضرتؐ خدا کی طرف سے پاک نبی اور قرآن شریف خدا کا کلام برحق نہیں۔ اور حضرت مسیح زندہ نہیں بلکہ مر گئے کشمیر سری نگر محلہ خانیار میں مدفون ہیں ٭ یہی سچا عقیدہ ہے۔

ایک صاحب نے یہ سوال کیا کہ جو لوگ ایک ہی دفعہ تین طلاق لکھ دیتے ہیں اُن کی وہ طلاق جائز ہوتی ہے یا نہیں۔ اس کے جواب میں فرمایا کہ قرآن شریف کے فرمودہ کی رو سے تین طلاق دی گئی ہوں اور اُن میں سے ہر ایک کے درمیان اتنا ہی وقفہ لکھا گیا جو قرآن شریف نے بتایا ہے تو ان تینوں کی عدت کے گزرنے کے بعد اس خاوند کا کوئی تعلق اس بیوی سے نہیں رہتا ہاں اگر کوئی اور شخص اس عورت سے عدت گزرنے کے بعد نکاح کرے اور پھر اتفاقاً وہ اُس کو طلاق دیدے تو اُس خاوند اول کو جائز ہے کہ اُس بیوی سے نکاح کر لے۔ مگر اگر دوسرا خاوند خاوند اول کی خاطر سے یا لحاظ سے اُس بیوی کو طلاق دے کہ تا وہ پہلا خاوند اُس سے نکاح کر لے تو یہ حلالہ ہوتا ہے۔ اور یہ حرام ہے ٭

لیکن اگر تین طلاق ایک ہی وقت میں دی گئی ہوں تو اُس خاوند کو یہ فائدہ دیا گیا ہے کہ وہ عدت کے گزرنے کے بعد بھی اس عورت سے نکاح کر سکتا ہے کیونکہ یہ طلاق ناجائز طلاق تھا اور اللہ و رسول کے فرمان کے موافق نہ دیا گیا تھا۔

دراصل قرآن شریف میں غور کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کو یہ امر نہایت ہی ناگوار ہے کہ پرانے تعلقات والے خاوند اور بیوی آپس کے تعلقات کو چھوڑ کر الگ الگ ہو جائیں۔ یہی وجہ ہے کہ اُس نے طلاق کے واسطے بڑے بڑے شرائط لگائے ہیں۔ وقفہ کے بعد تین طلاق کا دینا اور ان کا ایک ہی جگہ رہنا وغیرہ۔ یہ امور سب اسواسطے ہیں کہ شاید کسی وقت اُن کے دلی رنج دُور ہو کر آپس میں صلح ہو جاوے ٭

اکثر دیکھا جاتا ہے کہ کبھی کوئی قریبی رشتہ دار وغیرہ آپس میں لڑائی کرتے ہیں اور تازے جوش کی وقت میں حکام کے پاس عرضی پرچے لیکر آتے ہیں تو آخر دانا حکام اُسوقت اُن کو کہہ دیتے ہیں کہ ایک ہفتہ کے بعد آنا۔ اصل غرض انکی صرف یہی ہوتی ہے کہ یہ آپس میں صلح کر لیں گے اور اُن کے یہ جوش فرو ہونگے تو پھر انکی مخالفت باقی رہیگی اسی واسطے وہ اسوقت اُن کی وہ درخواست لینا مصلحت کے خلاف جانتے ہیں ٭

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے بھی مرد اور عورت کی الگ ہونیکے واسطے ایک کافی موقعہ رکھدیا ہے۔ یہ ایک ایسا موقع ہے کہ طرفین کو اپنی بھلائی بُرائی کے سوچنے کا موقع مل سکتا ہے۔

خدا تعالیٰ فرماتا ہے **الطلاق مرتن**۔ یعنی دو دفعہ کی طلاق ہونے کے بعد یا اُسے اچھی طرح سے رکھ لیا جاوے یا احسان سے جدا کر دیا جاوے۔ اگر اتنے لمبے عرصے میں بھی انکی آپسمیں صلح نہیں ہوتی تو پھر ممکن نہیں کہ وہ اصلاح پذیر ہیں ٭ **ایک صاحب** نے سوال کیا۔ وتر کس طرح پڑھنے چاہئیں۔ ایک اکیلا بھی جائز ہے یا نہیں۔ فرمایا کہ اکیلا وتر تو ہم نے کہیں نہیں دیکھا۔ وتر تین ہیں۔ خواہ دو رکعت پڑھ کر سلام پھیر کر تیسری رکعت پڑھ لو خواہ تینوں ایک ہی سلام سے درمیان میں التحیات بیٹھ کر پڑھ لو۔ ایک وتر ٹھیک نہیں ٭

ایک صاحب نے سوال کیا کہ حضور مخالفوں سے جو ہمیں اور حضور کو سخت گالی گلوچ نکالتے ہیں اور سخت سُست کہتے ہیں اُن سے السلام علیکم لینا جائز ہے یا نہیں ٭ فرمایا مومن بڑا غیرت مند ہوتا ہے۔ کیا غیرت اس امر کا تقاضا کرتی ہے کہ وہ تو گالیاں دیں اور تم اُن سے السلام علیکم کرو ہاں البتہ خرید فروخت جائز ہے اسمیں حرج نہیں کیونکہ قیمت دینی اور مال لینا کسی کا اسمیں احسان نہیں ٭

ہمیں کئی بار اس آیت کی طرف توجہ ہوئی ہے اور اسمیں سوچتے ہیں کہ **من کل حدب ینسلون**۔ اس کا ایک تو یہ مطلب ہے کہ ساری سلطنتیں ریاستیں اور حکومتیں ان سب کو یہ اپنے زیر کر لیں گے۔ اور کسی کو ان کے مقابلے کی تاب نہ ہوگی۔

دوسرے معنے یہ ہیں کہ حدب کے معنے ہیں بلندی۔ ینسل کے معنے ہیں دوڑنا۔ یعنی بلندی پر سے دوڑ جاویں گے۔ کل۔ عمومیت کے معنے رکھتا ہے یعنی ہر قسم کی بلندی کو کود جاویں گے۔ بلندی پر چڑھنا قوت اور جرأت کو چاہتا ہے۔ نہایت بڑی بھاری اور آخری بلندی مذہب کی بلندی ہوتی ہے۔ سارے زنجیروں کو انسان توڑ سکتا ہے مگر رسم اور مذہب کی ایک ایسی زنجیر ہوتی ہے کہ اسکو کوئی ہمت والا ہی توڑ سکتا ہے۔ سو ہمیں اس ربط سے یہ بھی ایک بشارت معلوم ہوتی ہے کہ وہ آخرکار اس مذہب اور رسم کی بلندی کو اپنی آزادی اور جرأت سے پھلانگ جاوینگے۔ اور آخرکار اسلام میں داخل ہوتے جاوینگے اور یہی ضال کے لفظ سے بھی ٹپکتا ہے اور اس امر کی بنیادی اینٹ قیصر جرمن نے چند دن ہوئے اپنا عقیدہ عیسویت کے متعلق ظاہر کر کے رکھدی ہے ٭

یہ جو حدیث شریف میں آیا ہے کہ دجال کانا ہوگا ایک آنکھ بالکل نہ ہوگی اور دوسری میں گل ہوگا۔ یہ ایک نہایت باریک استعارہ ہے یعنی اُس کی ایک آنکھ (قرآن کی آنکھ) تو بالکل نہ ہوگی۔ اسطرف سے تو وہ بالکل اندھا اور ناواقف ہوگا اور دوسری توریت والی سو وہ بھی کانی ہوگی اسمیں بھی گل ہوگا۔ یعنی اسکی تعلیم پر بھی پورے طور سے کاربند نہ ہونگے۔ چنانچہ واقع نے کیسا صاف بتادیا ہے کہ یہ اسی طرح ہے۔ اور آنحضرتؐ کی پیشگوئی کیسی صاف طور سے پوری ہوئی ہے۔

عیسویت کے ابطال کے واسطے تو ایک دانا آدمی کیلئے یہی کافی ہے کہ ان کے اس عقیدے پر نظر کرے کہ خدا مر گیا ہے۔ بھلا کوئی سوچے کہ کبھی خدا بھی مرا کرتا ہے۔ اگر یہ کہیں کہ خدا کا روح نہیں بلکہ جسم مرا تھا تو اُن کا کفارہ باطل جاتا ہے ٭

دربار شام

۴۔ اپریل سنہ ۱۹۰۳ء

طاعون کے متعلق باتیں ہوتی رہیں۔ ایک عرب صاحب تو وارد تھے اُنہوں نے قرآن شریف سُنایا۔ اُس کی لذت اور رقت کے متعلق باتیں ہوتی رہیں۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ۔ دنیا میں ہزاروں لذتیں ہیں مگر رقت جیسی کوئی بھی لذت نہیں۔ یہی ہے جس سے نماز اور عبادت کا مزہ آتا ہے اور پھر چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا۔

سلسلہ عالیہ احمدیہ اور عام اخبارات

پایونیر۔ قیصر جرمن اور حضرت مسیح موعودؑ

الہ آباد کا مشہور و معروف اخبار پایونیر ۱۴ مارچ ۱۹۰۳ء کی اشاعت میں قیصر جرمن کے مذہب پر رائے زنی کرتا ہوا حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق ایک عجیب ریمارک کرتا ہے جسکو ہم ذیل میں درج کرتے ہیں اس نوٹ کو دیتے ہوئے ہم اس امر کے اظہار سے نہیں رک سکتے کہ حضرت حجۃ اللہ کی دعاوی کی صداقت اور آپ کی بعثت کی اصل غرض کو عیسائی دنیا نے تو سمجھ لیا مگر افسوس ہمارے مخالف مسلمانوں پر کہ وہ ابتک فی قلوبھم مرض فزادھم اللہ مرضا کے مصداق ہو رہے ہیں۔ ہم نے الحکم کے ایک نوٹ میں ظاہر کیا ہے کہ جب کوئی مامور دنیا میں آتا ہے۔ تو چونکہ اسکے ساتھ ملائکہ کا نزول ہوتا ہے اس لئے غیر معمولی جوش اور تحریک مذہب کی شروع ہو جاتی ہے ایسا ہی اسوقت یہی ہو رہا ہے۔ اور یہ انتشار روحانیت حضرت مسیح موعود ہی کی وجہ سے ہو رہا ہے اب ہم اس نوٹ کو درج کرتے ہیں۔

حال میں ایمپرر ولیم قیصر جرمن نے اپنے عقاید مذہبی کے متعلق ایک عجیب اشتہار دیا ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ الہام دو قسم کا ہوتا ہے ایک تو معمولی دنیا داروں کے طرز کے الہامات ہوتے ہیں جیسے موسیٰ (پادشاہ یہود) شارلیمن۔ کینٹ اور میرے دادا ولیم اعظم کو ہوا کرتے تھے اور دوسرے وہ اعلیٰ درجہ کے الہامات ہوتے ہیں جو بالکل مذہبی امور کے ساتھ خصوصیت رکھتے ہیں جہانتک ہم سمجھ سکتے ہیں قیصر جرمن قسم اول کے الہامات سے بڑھ کر کسی بات کا مدعی نہیں ہوا ہے لیکن اس کی نسبت تو ہم ہندوستان میں اچھے رہے کیونکہ ہمارے یہاں سردار قادیان ہے جس نے ڈاکٹر ڈوئی اور بشپ ویلڈن دونوں کو چیلنج کیا ہے کہ اگر کسی کو طاقت ہے تو میرے مسیح موعود ہونے کو غلط ثابت کرے۔ لیکن مماثلت اسی پر ختم ہے کہ لفظ الہام دونو طرف پایا جاتا ہے ورنہ بڑا فرق ہے اسلئے کہ سردار قادیان چھپ کر نہیں رہتا اس نے ہمیں اپنا فوٹو بھی دیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ تصویر اس موعود کی مبارک شکل دکھاتی ہے جسکے انتظار میں کروڑہا انسان گذر گئے۔ ظاہر ہے کہ قادیانی اس خواہش میں ہے کہ عیسائی اپنا مذہب چھوڑ کر ان کے مریدوں میں آ شامل ہوں انہوں نے دین عیسوی کے عین کونے کے پتھر پر حملہ کیا ہے۔ کیونکہ انہوں نے یہ ثابت کرنیکی کوشش کی ہے اس (عیسائی) دین کا بانی اس طرح فوت نہیں ہوا جسطرح کہ عموماً مانا جاتا ہے بلکہ اس نے کشمیر کی طرف سفر کیا تھا اور سرینگر میں اپنی سکونت اختیار کی تھی جہانکہ وہ عیسیٰ صاحب کے نام سے مشہور تھا۔ اس امر کے ثبوت میں انہوں نے قبر کی تصویر دی ہے جو سرینگر کے محلہ خان یار میں واقع ہے اور کسی قدر سرسری طور پر قدیم کتب کا بھی حوالہ دیا ہے۔ اگر ہم ایک لحظہ کے لئے کافر کہہ لیں تو ہم خوشی سے اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ جرمنی میں جو کچھ کیا گیا ہے اسکی نسبت رئیس قادیان بہت زیادہ موجودہ زمانے کی ضروریات کے مطابق اور روحانی منہاج نبوۃ پر واقع ہے اور ان کا فونوگراف کا استعمال کرنا ظاہر کرتا ہے کہ انگریزی سائنس دانوں کیطرح وہ زمانہ کی روش و رفتار سے خوب آگاہ ہیں۔

قرآن شریف پڑھانے کے خواہشمند

پچھلے ہفتہ جو اعلان ہم نے چھ سات مہینے میں قرآن شریف ختم کرانے کا شائع کیا گیا ہے۔ اس کے متعلق شیخ عبدالرحمٰن صاحب شیخ محمد اسمٰعیل صاحب اطلاع دیتے ہیں کہ

۱- ایک وقت میں بارہ سے زیادہ طالب علم نہ لئے جاویں گے ان طالب علموں کو کم از کم چھ ماہ تک ان کے پاس رہنا ہوگا۔

۲- فیس ماہوار پانچ روپیہ فی لڑکا لی جاوے گی ہاں اگر ایک ہی شخص کے دو بیٹے ہونگے تو ایک کے ساتھ خاص رعایت ہوگی۔

۳- باہر سے جو لڑکے آئینگے ان کے رہنے کیلئے ہم اپنے پاس انتظام کرینگے۔

۴- جو لڑکے میعاد مقررہ کے اندر قرآن شریف ختم نہ کرنا چاہیں ان کی درخواستوں پر بعد میں غور ہوگی۔ پہلے ان لڑکوں کو لیا جاوے گا۔ جو مقررہ عرصہ کے اندر قرآن ختم کرنا چاہیں۔

۵- اگر ایسے لڑکے پہلے داخل ہو جاویں گے تو بعد میں اختیار ہوگا کہ عدم گنجائش کی وجہ سے انکو الگ کر دیں۔

محکمہ مردم شماری کی غلطی کا اعتراف

ہز آنر لفٹنٹ گورنر پنجاب کی خدمت میں جو چٹھی اعلیٰ حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے محکمہ مردم شماری کی رپورٹ کی اس غلطی کے متعلق بھیجی تھی جو اس نے آپ کی تبلیغ کے متعلق گورداسپور گزیٹیر کی بنا پر کہا تھی کہ معاذ اللہ مرزا صاحب کا پہلا کام چوڑہوں کو تبلیغ تھی۔ اس خطرناک اور مزیل حیثیت ریمارک پنجاب گورنمنٹ کو توجہ دلائی گئی تھی اور ہم خوشی کے ساتھ ظاہر کرتے ہیں کہ اس پر مناسب نوٹس لیا۔ لاٹ صاحب بہادر نے افسوس کے ساتھ ظاہر کیا ہے کہ اس قسم کی غلطی کا ارتکاب ہوا ہے۔

ہم پنجاب گورنمنٹ کے شکر گذار ہیں کہ اس نے ملک کو ایک خطرناک مغالطہ سے بچانے کے لئے اپنے فرض کو ادا کیا ہم امید کرتے ہیں کہ جسقدر جلد ممکن ہوگا اس کی اصلاح شائع کی جاوے گی۔

عربی بول چال - عربی زبان میں کلام کرنے کے لئے ایک مفید کتاب ہے۔ قیمت ۱۲ / علاوہ محصول ڈاک۔ دفتر اخبار الحکم یا حکیم فضل الدین صاحب سے مل سکتی ہے۔

البشریٰ

ہم نہایت مسرت کے ساتھ ظاہر کرتے ہیں کہ البشریٰ کیلئے درخواستیں آنی شروع ہو گئی ہیں ایک ہی ہفتہ کے اندر پچیس درخواستوں کا آ جانا کوئی چھوٹی سی بات نہیں ہے اور اسی انداز سے اگر درخواستوں کا سلسلہ جاری رہا تو ہم امید کر سکتے ہیں کہ مئی ۱۹۰۳ء میں البشریٰ کا پہلا نمبر غالباً شائع کرنے کے قابل ہو سکینگے اس وقت مسلمانوں نے اپنی مذہبی اور قومی زبان عربی کو جو ام الالسنہ ہے بالکل چھوڑ دیا ہے اور بعض مسلمان خود کوشش کر رہے ہیں کہ اس زبان کو چھوڑ دیا جائے۔ ایسی حالت میں ہماری قوم کو احیاء قرآن اور احیاء اسلام کا عشق رکھتے ہوئے کسقدر ضروری ہے کہ وہ عربی زبان کا مذاق پیدا کریں جس کیلئے ہم نے یہ رسالہ جاری کرنا چاہا ہے۔ بلاد اسلامیہ میں حضرت حجۃ اللہ کی تبلیغ کو پہنچانے کے آرزومند اور اس ثواب میں شریک ہونے کے خواہشمند بہت جلد اس رسالہ کی درخواستیں بھیجکر ہمیں اس قابل بنانے کی فکر کریں کہ یہ جاری ہو جاوے۔ اگرچہ تین سو درخواستوں کے آنے پر ہم نے اس کا اجرا موقوف رکھا ہے۔ لیکن اپنے دل میں خدا تعالیٰ کے فضل پر بھروسہ کر کے اس کا اعلان شائع کرتے وقت یہ عزم کر لیا تھا کہ اگر ایک بھی اسکا خریدار نہ ہوگا تو بھی ہم کم از کم ایک سال تک اسکو چلانے کیلئے کوشش کرینگے مگر خدا کا شکر ہے کہ حضرت حکیم الامتہ کی خریداری کے ساتھ ہی خود بخود آنی شروع ہو گئی ہیں خریداران الحکم میں سے جن بزرگوں کی درخواستیں ابھی تک نہیں آئی ہیں ہم امید کرتے ہیں کہ وہ بہت جلد اپنی درخواستیں بھیجدیں۔

بعض درخواستوں میں ظاہر کیا گیا ہے کہ ہم قیمت عنقریب بھیجدینگے ایسے بزرگوں کی خدمت میں التماس کرتے ہیں کہ جب تک ہم قیمت کے بھیجنے کا کوئی اعلان نہ کریں قیمت نہ بھیجی جاوے۔

تفسیر القرآن

تفسیر القرآن کی مستقل اشاعت کے خریدار وہی بہت ہیں امید اور توقع سے بڑھ کر آ رہی ہیں یہ اکثر دریافت کیا جاتا ہے کہ سال میں کسقدر تفسیر ملے گی۔ ہم یقینی طور پر تو نہیں کہہ سکتے مگر امید کی جاتی ہے کہ انشاء اللہ العزیز زیادہ سے زیادہ چار سپارہ اور کم از کم ۳ سپارہ پورے ہو جائیں گے

حائری لاہوری صاحب کی منطق

صفحہ نمبر ۴ تبصرہ

مولوی صاحب حضرۃ اقدس کے اس الہامی فقرہ پر جرح کرتے ہیں کہ (انی بایعتک بایعنی ربی انت منی بمنزلۃ اولادی) مرزا صاحب نے اس الہام کی رو سے ابن اللہ ہونیکا دعوی کیا ہے مگر میں کہتا ہوں کہ کجا یہ فقرات الہامی اور کجا ابن اللہ ہونیکا دعوی۔ مولانا صاحب نے حاشیہ کے نوٹ پر جو کلمہ (اولادی) پر لکھا ہوا تھا اگر تدبر کیا ہوتا تو ایسی صریح غلطی نہ کرتے رسالہ دافع البلا کے دیکھنے والوں پر مولوی صاحب کی خوش فہمی کا پردہ فاش ہوگیا اور حق طبیعتیں تاڑ گئیں کہ واقعی مولوی صاحب فخر المتکلمین اور تاج الشیعہ ہیں کیونکہ انھوں نے اصلی مطلب کو نہ سمجھکر یا عمداً حق سے چشم پوشی کرکے حضرت اقدس پر یہ اتہام لگایا ہے مرزا صاحب کلمہ اولادی پر یہ نوٹ لکھتے ہیں (یاد رہے کہ خداتعالے بیٹوں سے پاک ہے نہ اسکا کوئی شریک ہے اور نہ بیٹا ہے اور نہ کسیکو حق پہنچتا ہے کہ وہ یہ کہے کہ میں خدا ہوں یا خدا کا بیٹا ہوں لیکن یہ فقرہ اس جگہ از قبیل مجاز اور استعارہ ہے۔ خداتعالے نے قرآن شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ قرار دیا ہے اور فرمایا ید اللہ فوق ایدیھم ایسا ہی بجائے قل یا عباد اللہ کے قل یا عبادی بھی کہا اور یہ بھی فرمایا فاذکروا اللہ کذکرکم اباءکم پس اس خدا کے کلام کو ہشیاری اور احتیاط سے پڑھو اور از قبیل متشابہات سمجھکر ایمان لاؤ اور اسکی کیفیت میں دخل مت دو اور حقیقت حوالہ بخدا کرو اور یقین رکھو کہ خدا اتخاذ ولد سے پاک ہے تاہم متشابہات کے رنگ میں بہت کچھ اسکے کلام میں پایا جاتا ہے پس اس سے بچو کہ متشابہات کی پیروی کرو اور ہلاک ہو جاؤ اور میری نسبت بینات میں سے یہ الہام ہے جو براہین احمدیہ میں درج ہے قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی انما الٰھکم الہ واحد والخیر کلہ فی القرآن انتہی قولہ سلمہ) اے اہل بصیرت اب بعد اس قدر واضح تشریح کے بھی کوئی ذی شعور کہہ سکتا ہے کہ مرزا صاحب نے ابن اللہ ہونیکا دعوی کیا ہے ہاں اگر مولوی صاحب جیسے منطق دان باوجود اسقدر صراحت کے بھی معترض ہوں تو جائے شکوہ نہیں چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد میلش اندر طعنۂ پاکاں برد۔ مولوی صاحب نے اس مثال کو (سخن فہمی عالم بالا معلوم شد) صادق کرکے بتلا یا جناب من آپنے حضرت امیر المومنین علیہ السلام کا یہ قول کہ تعریف المرء علی النفسہ قبیح تو کل نقل کردیا۔ مگر انا کلام اللہ الناطق وھذا کلام اللہ الصامت بھول گیا کیا یہ بھی تعلی اور خود ستائی پر دال ہے اور الہامی نہیں کیا۔ سلونی قبل ان تفقدونی بھی مشیخت اور خواہش نفسانی سے نکلا ہوا فقرہ ہے۔ افسوس ائمہ اہلبیت علیہم السلام کے اقتدا کا زبانی مدعی ہونا اور نسبت ائمہ سے اسقدر ناواقف ہونا خود ماننا اور اپنی تصنیفات میں لکھنا کہ ائمہ علیہم السلام کے اقوال ظہور اور بطون پر مشتمل ہوتے ہیں اور وقت پر اسکو بھول جانا ائمہ دین ہمیشہ علماء ظہور اور کٹ ملاؤں کے نشانہ ملامت رہے کوئی امام وقت ایسے اعتراضوں سے نہیں بچا اور نہ کوئی نبی اور مامور اس سے مستثنیٰ رہا۔ امام زین العابدین علیہ السلام کو کہا گیا کہ العیاذ باللہ یہ یہودیونکی سی باتیں کرتا ہے امام جعفر الصادق علیہ السلام کی نسبت کہا کہ یہ شخص ایسی باتیں بتاتا ہے جنکو ہم نہیں سمجھ سکتے اور اپنی غیب دانی کا مدعی ہے غرضیکہ ہمارے اول المسلمین کو مجنون اور اُسکے کلام پاک کو دیوانوں کی بڑ قرار دیا گیا تو اور کس کس کا ذکر کریں پناہ بخدا ایسے علمائے جہلا سے کیا شکوہ ہے مولوی جی کہاں مرزا صاحب نے خدا کیطرف حقیقتہً اپنی ولدیت کی نسبت کی ہے جسپر آپ جائز اور ناجائز کا فتوی لگانے لگے مرزا صاحب تو کہتے ہیں کہ یہ فقرہ اسجگہ از قبیل مجاز و استعارہ ہے۔ اور متشابہات کے رنگ میں ہے اور اُسکی تشریح کم فہم علماء کے لئے بھی کردی یقین رکھو خدا اتخاذ ولد سے پاک ہے پھر آپ کی منطق بگھارنے سے فائدہ کیا اور اذا تولد الحادث الا من حادث سے اپنی علمیت کا رنگ جمانا اور حادث اور قدیم کا اُسپر حاشیہ چڑھانا سراسر نادانی اور تحکم ہے۔ مجازی ولد ہونیکا دعوی بھی اس کلمہ سے کہ (یہ فقرہ اسجگہ قبیل مجاز یا استعارہ میں ہے) آپکا اختیار و استنباط ہے (چہ خوش گفت است سعدی در زلیخا)

مولوی جی حضرت اقدس فرماتے ہیں کہ اس فقرہ الہامی میں استعارہ ہے قرب و منزلت پر جو خدا اور اسکے مامور میں ہوتے ہے اور جو سکینت اور طمانینت اور تسلی اور تشفی دلانے والے الفاظ الہامات کے دونوں خدا کے جانب سے نازل ہوتے ہیں اور وہ متشابہات کے رنگ میں ہی ہوتے ہیں اُنمیں اکثر اسی قسم مجاز اور استعارہ کا رنگ پایا جاتا ہے۔ دیکھو ید اللہ فوق ایدیھم میں رسول کے ہاتھ کو خدا نے اپنا ہاتھ فرمایا اور یہ مجاز اور استعارہ ہے۔ ناور کچھ یا بقول آپکے واقعی خدا کا ہی ہاتھ ہمارے جیسا ہی یا رسول اللہ کا ہاتھ خدا کا ہاتھ بنگیا تھا۔ کیونکہ اگر مجاز اور استعارہ کے رنگ میں اسکو تسلیم نہ کیا جاوے تو آپکے منطق کے مطابق ہاتھ تو حادث چیز کا ہوتا ہے۔ پھر خدا قدیم بھی حادث ہوا اور اگر ایک ہاتھ ثابت ہوا تو دوسرا ہاتھ خدا کا علی مرتضیٰ علیہ السلام کا ہاتھ ہوگا پھر باقی جسم سر اور گردن کا ہونا لامحالہ لابدی ہے اسکو حسین اور بلا بے حساب کے اعضاء ظاہری پر قیاس کرلو اور پنجتن پاک علیہم السلام سے مکمل خدا بنا لو اور دل ماشاد و چشم ما روشن الغرض آپکا یہ لکھنا کہ خدا جسم اور جسمانی لوازم سے پاک ہے غلط ہو جاویگا اب دونوں صورتوں میں جونسی صورت اختیار کریں آپکا اختیار ہے۔ مشبہ اور مشبہ بہ میں تشابہ تامہ ضرور نہیں ہوتے بلکہ جس چیز میں تشابہ بسبیل استعارہ منظور ہوتا ہے وہی مراد لیجاتی ہے جیسے زید کالاسد اب زید کا اسد کی مانند ہر چیز سے مشابہ ہونا لازمی نہیں بلکہ جو چیز اسد میں صفت مخصوص اور ممتاز یعنی دلاوری ہے اس سے استعارہ اور مجاز کے رنگ میں زید کالاسد کا معنی زید بہادر یا شجاع لیا جاتا ہے۔

سنو سنو غور سے سنو قرآن کریم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کہا گیا (وما رمیت اذ رمیت ولاکن اللہ رمی)۔ کیا آپکے خیال میں خدا نے آکر کنکر پھینکے تھے کنکر تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مارے تھے اگر مجاز و استعارہ نہ لیا جاوے تو اللہ جلشانہ کا یہ کہنا (ولاکن اللہ رمی) العیاذ باللہ لغو ہوا کیونکہ خارج میں اسکی تصدیق نہیں ہوسکتی نہ خدا آیا نہ اوسنے کنکر ماری پھر الہامی فقرات ایسی ہے مجاز اور استعارہ کا رنگ اپنے ساتھ رکھتے ہیں جو خدائے حکیم اپنے مرسلوں اور ماموروں کی تسلی اور تشفی کے لئے نازل فرماتا ہے اور چونکہ عموماً وہ متشابہات کی قسم سے ہوتے ہیں اس لئے ان میں ایک پوشیدہ حکمت مضمر ہوتی ہے جو خدا خود جانتا ہے یا اگر حکمت الہی اسکی مقتضی ہو تو اپنے مرسلین کو اسکی تفسیر یا تاویل بتلا دیتا ہے اور وہ خود راسخون فی العلم ہوتے ہیں وہ تو کل من عند اللہ پر ایمان رکھتے ہیں وما یعلم تاویلہ الا اللہ پر عمل کرتے ہیں۔ ہمارے مولوی صاحب الہامی کتابوں سے بھی بہت ناواقف ہیں توراۃ میں بنی اسرائیل کو خدا کا بیٹا کہا گیا ہے حضرت یعقوب کو خدا کا بیٹا کہا گیا ہے پھر واقعی وہ الہامی کلمات اسناد ولد پر دلالت کرتے ہیں اور حضرت یعقوب کو خدا نے بیٹا بنا لیا تھا اور اسرائیل خدا کی حقیقی اولاد تھے یا مجازی (فاذکروا اللہ کذکرکم اباءکم) کیا خدا حاجیوں کا باپ ہوتا ہے خدا کا اپنے ذکر کو ان کے باپ دادوں کی ذکر جیسا فرمانا اور مثال میں بیان کرنا کیا نتیجہ نکالتا ہے۔ مولانا صاحب اپنی منطق کے مطابق اس آیۃ کریمہ میں مشبہ مشبہ بہ کا محل قایم کرکے ہمکو ذرہ سمجھا دیویں اور اسکی تفسیر کرکے معنے بتلاویں آپکی عنایت ہوگی (یا علی انت منی بمنزلۃ ہارون من موسیٰ) کیا جناب مولا علی المرتضیٰ علیہ السلام خارج میں ہارون بن گئے تھے یا ہارون سے انکی تشابہ تامہ تھی اسی کا نام مجاز اور استعارہ ہے۔ بندہ خدا تم عالم کہلاتے ہو تمکو سب سے زیادہ خدا سے ڈرنا چاہئے انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء قرآن کھولو اور دلیں تدبر کرو چھوڑو زید و عمر کے اقوال کو اور قرآن سے مدد لو خدا کا وعدہ ہے والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا صراط المستقیم کے دعا کو عملاً کرکے بتلاؤ اور خاضع اور خاشع ایسے قرآن میں تدبر کرو اور خدا سے ہدایت کی توفیق مانگو اور کسی امام کی صداقت کے دریافت الحقیق منہاج ثبوت پر کرو یہ مت کہو کہ شیخ طوسی اور بابویہ قمی اسطرح لکھہ گئے ہیں انکی کلام میں حقیقت کو اب تلاش نہ کرو اپنی نور معرفت جلا دینے کی کوشش کرو

باقی آئندہ
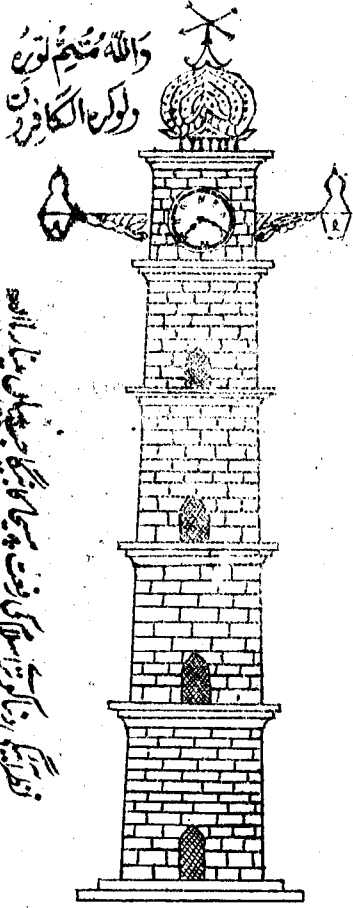
(انوار احمدیہ پریس قادیان میں باہتمام شیخ یعقوب علی تراب احمدی مالک مہتمم چھپکر شائع ہوا)

بسم اللہ الرحمن الرحیم — نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اِنَّ اللہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَومٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوا مَا بِاَنفُسِہِم

واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون

الحکم

دارالامان حضرۃ قادیاں

چہ گویم با تو گر آئی بہ ادر قادیاں بینی
دوا بینی شفا یابی غرض دارالامان بینی

ایڈیٹر شیخ یعقوب علی تراب احمدی

جلد ۷	مورخہ ۱۷ اپریل ۱۹۰۳ء مطابق ۱۸ محرم روز شنبہ -	نمبر ۱۴

کلمات طیبات حضرت امام الزمان سلمہ الرحمان

گذشتہ اشاعت سے آگے

پس یہہ میری نیت اور غرض تھی چنانچہ جب میں نے اسکو شروع کیا اور جب یہ مصرع لکھا ہر ایک نیکی کی جڑ یہ اتقا ہے۔ تو دوسرا مصرع الہام ہوا۔ اگر یہہ جڑ رہی سب کچھ رہا ہے جس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ بھی میرے اس فعل سے راضی ہوا ہے۔ قرآن شریف تقویٰ ہی کی تعلیم دیتا ہے اور یہی اس کی علت غائی ہے اگر انسان تقویٰ اختیار نہ کرے تو اُس کی نمازیں بھی بےفائدہ اور دوزخ کی کلید ہو سکتی ہیں چنانچہ اسکی طرف اشارہ کرتے سعدی کہتا ہے

کلید در دوزخ است آن نماز
کہ در چشم مردم گذاری دراز

ریاء الناس کے لئے خواہ کوئی کام بھی کیا جاوے اور اس میں کتنی ہی نیکی ہو لیکن وہ بالکل بے سود اور اُلٹا عذاب کا موجب ہو جاتا ہے۔ احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ ہمارے زمانے کے فقرا خدا تعالیٰ کیلئے عبادت کرنا ظاہر کرتے ہیں مگر در اصل وہ خدا کیلئے نہیں کرتے بلکہ مخلوق کیواسطے کرتے ہیں انہوں نے عجیب عجیب حالات ان لوگوں کے لکھے ہیں وہ بیان کرتے ہیں۔ ان کے لباس کے متعلق لکھا ہے کہ اگر وہ سفید کپڑے پہنتے ہیں تو سمجھتے ہیں کہ عزت میں فرق آئیگا۔ اور یہہ بھی جانتے ہیں کہ اگر میلے رکھیں گے تو عزت میں فرق آئیگا اسلئے امرا میں داخل ہونے کے واسطے یہہ تجویز کرتے ہیں کہ اعلیٰ درجہ کے کپڑے پہنیں مگر اُن کو رنگ لیتے ہیں اور ایسا ہی اپنی عبادتوں کو ظاہر کرنیکے لئے عجیب عجیب راہیں اختیار کرتے ہیں۔ مثلاً روزہ کے ظاہر کرنیکے واسطے جب وہ کسی کے ہاں کھانیکے وقت پہنچتے ہیں اور وہ کھانے کیلئے اصرار کرتے ہیں تو یہ کہتے ہیں کہ آپ کھائیے میں نہیں کھاؤنگا مجھے کچھ عذر ہے اس فقرہ کے یہ معنے ہوتے ہیں کہ مجھے روزہ ہے۔ اس طرح پر حالات اُن کے لکھے ہیں۔ پس دنیا کی خاطر اور اپنی عزت و شہرت کیلئے کوئی کام کرنا خدا تعالیٰ کی رضامندی کا موجب نہیں ہو سکتا اس زمانہ میں بھی دنیا کی ایسی ہی حالت ہو رہی ہے کہ ہر ایک چیز اپنے اعتدال سے گر گئی ہے عبادات اور صدقات سب کچھ ریاکاری کیواسطے ہو رہے ہیں اعمال صالحہ کی جگہ چند رسوم نے لے لی ہے اسلئے رسوم کے توڑنے سے یہی غرض ہوتی ہے کہ کوئی فعل یا قول قال اللہ اور قال الرسول کے خلاف اگر ہو تو اُسے توڑا جائے۔ جبکہ ہم مسلمان کہلاتے ہیں اور ہمارے سب اقوال و افعال اللہ تعالیٰ کے نیچے ہونے ضروری ہیں پھر ہم دنیا کی پروا کیوں کریں۔ جو فعل اللہ تعالیٰ کی رضا اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہو۔

اُسکو دور کر دیا جاوے اور چھوڑا جاوے جو حدود الٰہی اور وصایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے موافق ہوں اُن پر عمل کیا جاوے کہ احیاء سنت اسی کا نام ہے۔ اور جو امور وصایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا اللہ تعالیٰ کے احکام کے خلاف نہ ہوں اور نہ اُنمیں ریاکاری مدنظر ہو بلکہ بطور اظہار شکر و تحدیث بالنعمۃ ہوں تو اُس کے لئے کوئی حرج نہیں ہے۔

ہمارے علماء تو یہاں تک بعض اوقات مبالغہ کرتے ہیں کہ میں نے سنا ایک مولوی نے ریل کی سواری کے خلاف فتویٰ دیا اور ڈاکخانہ میں خط ڈالنا بھی وہ گناہ بتاتا تھا۔ اب یہاں تک جن لوگوں کی حالت پہنچ جاوے اُن کے پاگل یا نیم پاگل ہونے میں کیا شک باقی رہا۔ یہ حماقت ہے دیکھنا یہ چاہئے کہ میرا فلاں فعل اللہ تعالیٰ کے فرمودہ کے موافق ہے یا خلاف ہے اور جو کچھ میں کر رہا ہوں یہ کوئی بدعت تو نہیں اور اس سے شرک تو لازم نہیں آتا اگر ان امور میں سے کوئی بات نہو اور فساد ایمان پیدا نہو تو پھر اس کے کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّات کا لحاظ رکھے میں نے بعض مولویوں کی نسبت ایسا بھی سنا ہے کہ صرف و نحو وغیرہ علوم کے پڑھنے سے بھی منع کرتے ہیں اور اُسکو بدعت قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت یہ علوم نہ تھے یہ پیچھے سے نکلے ہیں اور ایسا ہی بعض نے توپ یا بندوق کے ساتھ لڑنا بھی گناہ قرار دیا کر ایسے لوگوں کے احمق ہونے میں شک کرنا بھی غلطی ہے قرآن شریف

تو فرماتا ہے کہ جیسی طیاری وہ کریں تم بھی ویسی ہی طیاری کرو یہ مسائل دراصل اجتہادی مسائل ہیں اور انمیں نیت کا بڑا دخل ہے غرض ہمارا یہ فعل اللہ تعالیٰ جانتا ہے محض اس کی شکرگزاری کے اظہار کیلئے ہے۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ یہاں کوئی کام ہوتا ہے اور جو لوگ حسن ظن سے کام نہیں لیتے یا اسرار شریعت سے ناواقف ہوتے ہیں بعض وقت انکو ابتلا آجاتا ہے اور وہ کچھ کا کچھ سمجھ لیتے ہیں کبھی ایسا ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں کہانیاں سُنا رہے ہیں اسوقت اگر کوئی نادان اور نااہل آپکو دیکھے اور آپکے اغراض کو مدنظر نہ رکھے تو اُس نے ٹھوکر ہی کھانی ہے یا ایک مرتبہ آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں تھے اور دوسری بیوی نے آپکے لئے شوربے کا پیالہ بھیجا تو حضرت عائشہ نے اس پیالہ کو گرا کر پھوڑ دیا۔ اب ایک ناواقف حضرت عائشہ کے اس فعل پر اعتراض کرنے کی جرأت کرتا ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے دوسرے افعال پر نظر نہیں کرتا ایسے امور پیش آتے ہیں جو دوسرے علم نہ رکھنے کیوجہ سے انپر اعتراض کر بیٹھتے ہیں۔ اعتراض سے پہلے انسان کو چاہیے کہ حسن ظن سے کام لے اور چند روز تک صبر سے دیکھے پھر خود بخود حقیقت کھل جاتی ہے کچھ عرصہ کا ذکر ہے کہ ایک عورت مہمان آئی اور ان دنوں میں کچھ ایسا اتفاق ہوا کہ چند بیبیوں سے نماز ساقط ہو گئی تھی اُس نے کہا کہ یہاں کیا آنا ہے کوئی نماز ہی نہیں پڑھتا حالانکہ وہ معذور تھیں اور عند اللہ انپر کوئی مواخذہ نہ تھا۔ مگر اُس نے بغیر دریافت کئے اور سوچے ایسا کہدیا تزکیہ دل میں ہوتا ہے بغیر اس کے کچھ نہیں بنتا۔

حالانکہ میں نے دیکھا ہے کہ ہمارے گھر میں اسقدر التزام نماز کا ہے کہ جب پہلا بشیر پیدا ہوا تھا اسکی شکل مبارک سے بہت ملتی تھی وہ بیمار ہوا اور شدت سے اسکو بخار چڑھا ہوا تھا یہانتک کہ اُسکی حالت نازک ہو گئی اسوقت نماز کا وقت ہو گیا تو انہوں نے کہا کہ میں نماز پڑھ لوں ابھی نماز ہی پڑھتے تھے کہ وہ بچہ فوت ہو گیا نماز سے فارغ ہو کر مجھ سے پوچھا کہ کیا حال ہے! میں نے کہا کہ اسکا تو انتقال ہو گیا اسوقت میں نے دیکھا کہ انہوں نے بڑی شرح صدر کے ساتھ کہا **انا للہ وانا الیہ راجعون**۔ اسی وقت میرے دل میں ڈالا گیا کہ اللہ تعالیٰ انکو نہیں اُٹھائیگا جب تک اس بچہ کا بدلہ نہ دے لے چنانچہ اس کے فوت ہونے کے قریباً چالیس دن بعد **محمود** پیدا ہوا اور اُس کے بعد اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ بچے پیدا ہوئے۔

غرض ظنون فاسدہ والا انسان ناقص الخلقت ہوتا ہے چونکہ اس کے پاس صرف رسمی امور ہوتے ہیں اسلئے نہ اسکا دین درست ہوتا ہے نہ دنیا ایسے لوگ نمازیں پڑھتے ہیں مگر نماز کے مطالب سے ناآشنا ہوتے ہیں اور ہرگز نہیں سمجھتے کہ کیا کر رہے ہیں نماز میں تو ٹھونگیں مارتے ہیں لیکن نماز کے بعد دعا میں گھنٹہ گھنٹہ گذار دیتے ہیں تعجب کی بات ہے کہ نماز جو اصل **دعا** کے لئے ہے اور جسکا مغز ہی دعا ہے اسمیں وہ کوئی دعا نہیں کرتے۔ نماز کے ارکان بجائے خود دعا کیلئے محرک ہوتے ہیں۔ حرکت میں برکت ہے کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بیٹھے بیٹھے کوئی مضمون نہیں سوجھتا جب ذرا اٹھ کر پھرنے لگے ہیں تو مضمون سوجھ گیا ہے۔

اسطرح پر سب اعمال کا حال ہے اگر انکی اصلیت کا لحاظ اور مغز کا خیال نہ ہو تو وہ ایک رسم اور عادت رہ جاتی ہے اس طرح روزہ میں خدا کیواسطے نفس کو پاک رکھنا ضروری ہے لیکن اگر حقیقت نہو تو پھر یہ رسم ہی رہ جاتی ہے۔

یقیناً یاد رکھو کہ جو خدا تعالیٰ کے فضل پر جوش نہیں دکھاتا اور اس کا عملی اظہار نہیں کرتے وہ مخلص نہیں ہے میرے خیال میں اگر کوئی شخص خدا تعالیٰ کے فضل پر سال بھر تک گاتا رہے تو وہ سال بھر ماتم کرنیوالے سے اچھا ہے۔

جو امور قال اللہ اور قال الرسول کے خلاف ہوں یا اُن میں شرک یا ریا ہو۔ اور انمیں اپنی شیخی دکھائی جاوے وہ امور اثم میں داخل ہیں اور منع ہیں۔

دف کیساتھ شادی کا اعلان کرنا بھی اسی لئے ضروری ہے کہ آئندہ اگر جھگڑا ہو تو ایسا اعلان بطور گواہ ہو جاتا ہے۔ ایسا ہی اگر کوئی شخص نسبت اور ناطہ پر شکر وغیرہ اسلئے تقسیم کرتا ہے کہ وہ ناطہ پکا ہو جاوے تو گناہ نہیں ہے لیکن اگر یہ خیال نہو۔ بلکہ اس سے مقصد صرف اپنی شہرت اور شیخی ہو تو پھر یہ جائز نہیں ہوتے۔

اسی طرح میرے نزدیک باجے کی بھی حلّت ہے اسمیں کوئی امر خلاف شرع نہیں دیکھتے بشرطیکہ نیّت میں خلل نہ ہو نکاحوں میں بعض وقت جھگڑے پیدا ہوتے ہیں اور وراثت کے مقدمات ہو جاتے ہیں جب اعلان ہو گیا ہوا ہوتا ہے تو اسے مقدمات کا انفصال سہل اور آسان ہو جاتا ہے اگر نکاح گم صم ہو گیا اور کسی کو خبر بھی نہ ہوئی۔ تو پھر وہ تعلقات بعض اوقات قانوناً ناجائز سمجھے جا کر اولاد محروم الارث قرار دیدی جاتی ہے ایسے امور صرف جائز ہی نہیں بلکہ واجب ہیں کیونکہ ان سے شرع کے قضایا فیصل ہوتے ہیں یہ لڑکے جو پیدا ہوتے رہتے ہیں بعض وقت انکے عقیقہ پر ہمنے دو دو ہزار آدمی کو دعوت دی ہے اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ ہماری غرض اس سے یہی تھی کہ تا اس پیشگوئی کا جو ہر ایک کے پیدا ہونے سے پہلے کیگئی تھی۔ بخوبی اعلان ہو جاوے۔

بدظنی سے حبط اعمال ہو جاتا ہے تذکرۃ الاولیا میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا کہ میں اپنے آپ کو سب سے بدتر سمجھونگا ایکبار وہ دریا پر گیا تو اس نے دیکھا کہ ایک جوان عورت ہے اور ایک مرد بھی اُس کے ساتھ ہے اور دونوں بڑی خوشی کے ساتھ بیٹھے ہوئے ہیں وہاں اُسنے دعا کی کہ الٰہی! میں اس شخص سے تو بہتر ہوں کیونکہ اُس نے حیا چھوڑ دیا ہے۔ اتنے میں کشتی آئی اور وہ اسمیں سوار ہو گئے۔ سات آدمی تھے وہ غرق ہو گئے۔ وہ شخص جسکو اسنے شرابی سمجھا تھا دریا میں کود پڑا اور چھ کو بچا لایا اور ایک باقی رہا تو اسکو مخاطب کر کے کہا کہ تو نے ایسا گمان کیا تھا۔ اب ایک باقی ہے اسے نکال لا۔ اسوقت اسنے سمجھا کہ یہ تو مجھے ٹھوکر لگی۔ آخر اس سے اصل معاملہ پوچھا تو اس نے کہا کہ میں تیرے لئے خدا کا مامور ہوں یہ عورت میری والدہ ہے اور جسکو تو شراب کہتا ہے یہ اس دریا کا پانی ہے اور یہاں میں خدا تعالیٰ کے بٹھائے سے بیٹھا ہوں۔

غرض حسن ظن بڑی عمدہ چیز ہے انکو ہاتھ نہیں دینا چاہیے اور خدا تعالیٰ کے فضل اور انعام پر اُسکا شکر کرنا کبھی ناجائز نہیں ہو سکتا جب تک کہ محض اُسکی رضا ہی مطلوب ہو اور دنیا کی شیخی اور نمود غرض نہ ہو۔

مقرب کامل

قرب الٰہی کی اقسام ثلاثہ بیان کرتے ہوئے تیسرے قسم کے قرب کے ذکر پر یہ سوال کیا گیا ہے کہ یہ مرتبہ کس کیلئے میسّر ہے اور کون اس کامل درجہ قرب سے موسوم ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اسی کو میسّر آتا ہے کہ جو الوہیت و عبودیت کے دونوں قوسوں کے بیچ میں کامل طور پر ہو کر دونوں قوسوں سے ایسا شدید تعلق پکڑتا ہے کہ گویا ان دونوں کا عین ہو جاتا ہے اور اپنے نفس کو بکلی درمیان سے اُٹھا کر آئینہ صاف کا حکم پیدا کر لیتا ہے اور وہ آئینہ دو جہتیں ہونیکی وجہ سے ایک جہت سے صورت الٰہیہ بطور ظلی حاصل کرتا ہے اور دوسری جہت سے وہ تمام فیض حسب استعداد طبائع مختلفہ اپنے متقالبین کو پہنچاتا ہے اسیکی طرف اشارہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ثمّ دنیٰ فتدلّٰی فکان قاب قوسین او ادنیٰ پھر نزدیک ہوا (یعنی اللہ تعالیٰ سے) پھر نیچے کیطرف اترا (یعنی مخلوق کی طرف تبلیغ احکام کے لئے نزول کیا) پس اسی جہت سے کہ وہ اوپر کیطرف صعود کر کے انتہائی درجہ قرب تام کو پہنچا اور اسمیں اور حق میں کوئی حجاب نہ رہا اور پھر نیچے کیطرف اُس نے نزول کیا اور اسمیں اور خلق میں کوئی حجاب نہ رہا یعنے چونکہ وہ اپنے صعود اور نزول میں اتم و اکمل ہوا اور کمالات انتہائیہ تک پہنچ گیا اس لئے دو قوسوں کے بیچ میں یعنے وتر کی جگہ میں جو قطر دائرہ ہے اتم و اکمل طور پر اسکا مقام ہوا بلکہ وہ قوس الوہیت اور قوس عبودیت کیطرف اس سے بھی زیادہ تر خیال دکھاں دیا (?) میں نہیں آسکتا نزدیک ہوا مثلاً تصور اُن دو قوسوں کی یہ ہے اس شکل میں جو خط مرکز دائرہ کو قطع کرتا ہے جو قطر دائرہ ہے وہی قاب قوسین یعنے دونوں قوسوں کا وتر ہے جاننا چاہیے کہ دونوں قسم وجود واجب اور ممکن کی ایک ایسے دائرہ کیطرح ہیں کہ جو خط گذرندہ بر مرکز سے دونوں قوسوں پر منقسم ہو وہی خط جو قطر دائرہ ہے جسکو قرآن شریف میں قاب قوسین سے تعبیر کیا ہے اور عام بول چال علم ہندسہ میں اُس کو وتر قوسین کہتے ہیں وہ ذات مفیض اور مستفیض میں بطور برزخ واقع ہے کہ جو اپنے اخص کمال میں جو انتہائے درجہ کمالات کا ہے منقسمہ مرکز دائرہ سے جو وتر قوس کا درمیانی نقطہ ہے مشابہت رکھتا ہے یہی نقطہ تمام کمالات انسان کامل کا دل ہے جو قوس الوہیت و عبودیت کی طرف بخطوط مساویہ نسبت رکھتا ہے اور یہی نقطہ ارفع نقاط اُن خطوط عمودیہ کا ہے جو محیط سے قطر دائرہ تک کھینچے جائیں۔ اگرچہ وتر قوسین اور بہت سے ایسے نقاط سے تالیف یافتہ ہے جو در حقیقت کمالات روحانیہ صاحب وتر کے صور محسوسہ ہیں لیکن بجز ایک نقطہ

قوس اعلیٰ وجود قدیم

قوس اسفل وجود حادث و ممکن

مرکز اُس کمال کی ضرورت ہے کہ جو ہما وتر کو بہ نسبت جمیع دوسرے کمالات کے اعلیٰ وارفع واخص وممتاز طور پر حاصل ہے جسمیں حقیقی طور پر مخلوق میں سے کوئی اُسکا شریک نہیں ہاں اتباع و پیروی سے ظلّی طور پر شریک ہو سکتا ہے اب جاننا چاہئے کہ در اصل اُسی نقطہ وسطی کا نام حقیقت محمدیّہ ہے جو اجمالی طور پر جمیع حقائق عالم کا منبع و اصل ہے اور درحقیقت اُسی ایک نقطہ سے خط وتر انبساط و امتداد پذیر ہوا ہے اور اُسی نقطہ کی روحانیت تمام خط وتر میں ایک ہویّت ساریہ ہے جسکا فیض اقدس اس سارے خط کو تعیّن بخش ہو گیا ہے۔ عالم جسکو متصوفین اسماء اللہ سے تعبیر کرتے ہیں اُس کا اول و اعلیٰ مظہر جس سے وہ علی وجہ التفصیل صدور پذیر ہوا ہے۔ یہی نقطہ درمیانی ہے جسکو اصطلاحات اہل اللہ میں نفسی نقطہ احمد مجتبیٰ و محمد مصطفےٰ ؐ نام رکھتے ہیں اور فلاسفہ کی اصطلاحات میں عقل اول کے نام سے بھی موسوم کیا گیا ہے اور اس نقطہ کو دوسرے وتر کے نقاط کیطرف وہی نسبت ہے جو اسم اعظم کو دوسرے اسمائے الٰہیّہ کیطرف نسبت واقع ہے غرض سرچشمہ رموز غیبی و مفتاح کنوز لاریبی اور انسان کامل دکھلانے کا آئینہ یہی نقطہ ہے اور تمام اسرار مبدء و معاد کی علت نمائی اور ہر یک زیر و بالا کی پیدائش کی لمیّت یہی ہے جسکے تصوّر سے بالکنہ و تصور بکنہ سے تمام عقول و اوہام بشریہ عاجز ہیں اور جسطرح ہر ایک خدا تعالیٰ کی حیات سے مستفاض اور ہر یک وجود اُس کے وجود سے ظہور پذیر اور ہر یک تعیّن اس کے تعین سے خلعت پوش ہے۔ ایسا ہی نقطہ محمدیہ جمیع مراتب اکوان اور خطائر امکان پر باذنہ تعالیٰ حسب استعدادات مختلفہ و طبائع متفاوتہ موثر ہے۔ اور چونکہ یہ نقطہ جمیع مراتب الٰہیّہ کا ظلّی طور پر اور جمیع مراتب کونیہ طبعی اور اصلی طور پر جامع بلکہ انہیں دونوں کا مجموعہ ہے اس لئے ہر یک مرتبہ کونیہ پر جو عقول و نفوس کلیہ و جزئیہ مراتب طبیعہ الی الآخر تنزلات وجود سے مراد ہے اجمالی طور پر احاطہ رکھتا ہے ایسا ہی ظلّ الوہیت ہونیکی وجہ سے مرتبہ الٰہیہ سے اسکو ایسی مشابہت ہے جیسے آئینہ کے عکس کو اپنے اصل سے ہوتی ہے اور امہات صفات الٰہیّہ یعنے حیوٰۃ، علم، ارادہ، قدرت، سمع، بصر، کلام معہ اپنے جمیع فروع کے اتم و اکمل طور پر اسمیں انعکاس پذیر ہیں۔ اس نقطہ مرکز کو جو برزخ بین اللہ و بین الخلق ہے یعنے نفسی نقطہ سیّدنا محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو مجرد کلمۃ اللہ کے مفہوم تک محدود نہیں کر سکتے جیسا کہ مسیح ؑ کو اسی نام سے محدود کیا گیا ہے کیونکہ یہ نقطہ محمدیّہ ظلّی طور پر مستجمع جمیع مراتب الوہیّت ہے اسیوجہ سے تمثیلی بیان میں حضرت کو ابن تشبیہ دی گئی ہے باعث اسی نقصان کے جو اُن میں باقی رہگیا ہے کیونکہ حقیقت عیسویہ مظہر اتم صفات الوہیّت نہیں ہے بلکہ اسکی شاخوں میں سے ایک شاخ ہے برخلاف حقیقت محمدیّہ کے کہ وہ جمیع صفات الٰہیہ کا اتم و اکمل مظہر ہے جسکا ثبوت عقلی و نقلی طور پر

کمال درجہ پر پہنچ گیا ہے سو اسیوجہ سے تمثیلی بیان میں ظلّی طور پر خدائے قادر ذوالجلال سے آنحضرت کو آسمانی کتابوں میں تشبیہ دی گئی ہے جو ابن کیلئے بجائے آب ہے اور حضرت مسیح علیہ السلام کی تعلیم کا اضافی طور پر ناقص ہونا اور قرآنی تعلیم کا سب الہامی تعلیموں سے اکمل و اتم ہونا وہ بھی درحقیقت اسی بنا پر ہے کیونکہ ناقص پر ناقص فیضان ہوتا ہے اور اکمل پر اکمل۔

اور جو تشبیہات قرآن شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ظلّی طور پر خداوند قادر مطلق سے دی گئی ہیں اُن میں سے ایک یہی آیت ہے جو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ثم دنا فتدلّٰی فکان قاب قوسین او ادنٰی یعنے وہ (حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ترقیات کاملہ قرب کی وجہ سے دو قوسوں میں بطور وتر کے واقع ہے بلکہ اس سے نزدیکتر اب ظاہر ہے کہ وتر کی طرف اعلیٰ میں قوس الوہیّت ہے سو جبکہ نفس پاک محمدی اپنے شدت قرب اور نہایت درجہ کی صفائی کی وجہ سے وتر کی حد سے آگے بڑھا اور دریائے الوہیّت سے نزدیک تر ہوا تو اُس ناپیدا کنار دریا میں جا پڑا اور الوہیت کے بحر اعظم میں ذرّہ بشریت گم ہو گیا اور یہ بڑھنا نہ مستحدث اور جدید طور پر بلکہ وہ ازل سے بڑھا ہوا تھا اور ظلّی اور مستعار طور پر اسبات کے لائق تھا کہ آسمانی صحیفے اور الہامی تحریریں اسکو مظہر اتم الوہیت قرار دیں اور آئینہ حق نما اسکو ٹھہرا دیں پھر دوسری آیت قرآن شریف کی جسمیں یہی تشبیہ نہایت اصفیٰ و اجلیٰ طور پر دیگئی ہے یہ ہے ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیھم یعنی جو لوگ تجھ سے بیعت کرتے ہیں وہ خدا سے بیعت کرتے ہیں۔ خدا کا ہاتھ ہے جو اُنکے ہاتھوں پر ہے واضح ہو کہ جو لوگ آنحضرت ؐ سے بیعت کرتے تھے وہ آنحضرت ؐ کے ہاتھ میں ہاتھ دیکر بیعت کیا کرتے تھے اور مردوں کیلئے یہی طریق بیعت کا ہے سو اس جگہ اللہ تعالیٰ نے بطریق مجاز آنحضرت ؐ کی ذات بابرکات کو اپنی ذات اقدس ہی قرار دیدیا اور اُنکے ہاتھ کو اپنا ہاتھ قرار دیا۔ یہ کلمہ مقام جمع میں ہے جو بوجہ نہایت قرب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حقمیں بولا گیا ہے اور اسی مرتبہ جمع کیطرف جو محبت تامہ دو طرفہ پر موقوف ہے اس آیت میں بھی اشارہ ہے ما رمیت اذ رمیت ولٰکن اللہ رمٰی تو نے نہیں چلایا خدا نے ہی چلایا جبکہ تو نے چلایا ایسا ہی یہ اشارہ اس دوسری آیت میں پایا جاتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قل یا عبادی الذین اسرفوا علٰی انفسھم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا یعنے اُنکو کہدے کہ اے میرے بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر اسراف کیا (یعنے ارتکاب کبائر کیا) تم خدا کی رحمت سے نومید مت ہو وہ تمہارے سب گناہ بخشدیگا اب ظاہر ہے کہ بنی آدم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے تو بندے

نہیں ہیں بلکہ سب بنی و غیر نبی خدا تعالیٰ کے بندے ہیں لیکن چونکہ آنحضرت ؐ کو اپنے مولا کریم سے قرب اتم یعنے تیسرے درجہ کا قرب حاصل تھا سو یہ سخن بھی مقام جمع سے سرزد ہوا اور مقام جمع قاب قوسین کا مقام ہے جسکی تفاصیل کتب تصوّف میں موجود ہے ایسا ہی اللہ تعالیٰ نے مقام جمع کے لحاظ سے کئی نام آنحضرت ؐ کے ایسے رکھدئے جو خاص اُسکی صفتیں ہیں جیسا کہ آنحضرت ؐ کا نام محمد رکھا ہے جسکا ترجمہ یہ ہے کہ نہایت تعریف کیا گیا سو یہ غایت درجہ کی تعریف حقیقی طور پر خدا تعالیٰ کی شان کے لائق ہے مگر ظلّی طور پر آنحضرت ؐ کو دی گئی ایسا ہی قرآن شریف میں آنحضرت ؐ کا نام نور جو دنیا کو روشن کرتا ہے اور رحمت جسنے عالم کو زوال سے بچایا ہوا ہے آیا ہے اور رؤف اور رحیم جو خدا تعالیٰ کے نام ہیں ان ناموں سے بھی آنحضرت ؐ پکارے گئے ہیں اور کئی مقام قرآن شریف میں اشارات و تصریحات سے بیان ہوا ہے کہ آنحضرت ؐ مظہر اتم الوہیت ہیں اور اُنکا کلام خدا کا کلام اور اُنکا ظہور خدا کا ظہور اور اُن کا آنا خدا کا آنا ہے چنانچہ قرآن شریف میں اس بارے میں ایک یہ آیت ہے قل جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا کہہ حق آیا اور باطل بھاگ گیا اور باطل نے بھاگنا ہی تھا۔ حق سے مراد اسجگہ اللہ جلشانہ اور قرآن اور آنحضرت ؐ ہیں اور باطل سے مراد شیطان اور شیطان کا گروہ اور شیطانی تعلیمیں ہیں سو دیکھو اپنے نام میں خدا تعالیٰ نے آنحضرت ؐ کو کیونکر شامل کر لیا اور آنحضرت ؐ کا ظہور فرمانا خدا تعالیٰ کا ظہور فرمانا ہوا ایسا جلالی ظہور جس سے شیطان معہ اپنے تمام لشکروں کے بھاگ گیا اور اُسکی تعلیمیں ذلیل اور حقیر ہو گئیں اور اُسکی گروہ کو بڑی بھاری شکست آئی اسی جامعیت تامہ کی وجہ سے سورۃ آل عمران جزو تیسری میں مفصل یہ بیان ہے کہ تمام نبیوں سے عہد و اقرار لیا گیا کہ تم پر واجب و لازم ہے کہ عظمت و جلالیت شان خاتم الرسل پر جو محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ایمان لاؤ اور انکی اس عظمت و جلالیت کی اشاعت کرنے میں بدل و جان مدد کرو اسیوجہ سے حضرت آدم صفی اللہ سے لیکر تا حضرت مسیح کلمۃ اللہ جسقدر نبی و رسول گذرے ہیں وہ سب کی سب عظمت و جلالیت آنحضرت ؐ کا اقرار کرتے آئے ہیں اور حضرت موسیٰ نے توریت میں یہ بات کہکر کہ خدا سینا سے آیا اور سعیر سے طلوع ہوا اور فاران کے پہاڑ سے اُنپر چمکا صاف جتلا دیا کہ جلالیت الٰہی کا ظہور فاران پر آکر اپنے کمال کو پہنچ گیا اور آفتاب صداقت کی پوری پوری شعاعیں فاران پر ہی آکر ظہور پذیر ہوئیں اور وہی توریت ہمکو یہ تبلاتی ہے کہ فاران مکۂ معظمہ کا پہاڑ ہے جسمیں حضرت اسماعیل علیہ السلام جدّ امجد آنحضرت ؐ کی سکونت پذیر ہوئی اور یہی بات جغرافیہ کے نقشوں سے بپایۂ ثبوت پہنچتی ہے اور ہمارے مخالف بھی جانتے ہیں کہ مکہ معظمہ میں بجز آنحضرت کوئی رسول نہیں اُٹھا سو دیکھو حضرت موسیٰ پر کیسی صاف صاف شہادت دی گئی ہے کہ وہ آفتاب صداقت جو فاران کے پہاڑ سے ظہور پذیر ہوگا اُسکی شعاعیں سب سے زیادہ تیز ہیں اور سلسلہ ترقیات نور صداقت اُسکی ذات جامع برکات

مختصر نوٹ اور نکات

دُنیا کی ہر ایک شے کو ناقص اور محدود دیکھ کر دانشمند آدمی کا یقین حق الیقین کے درجہ تک پہنچ جاتا ہے کہ ضرور ان محدود الوجود اور ناقص فی الذات اشیاء کا کوئی خالق ہے اور جو ان اشیا موجودات سے وراء الورا اور فوق الفوق اور صاحب عرش عظیم زبردست اور غیر محدود قوتوں اور طاقتوں والا ہے جس نے اپنی قدرت اور حکمت سے یہ عالم بنایا ہے۔ اور اپنی دانائی سے ہر ایک چیز کو خاص خاص صفات وعوارض وحدود وقیود کر مقید کیا۔ محدود اشیاء کے ملاحظہ سے اس لامحدود کی ضرورت ثابت ہوتی ہے جس کی ذات سب سے بالاتر اور نرالی بے عیب اور قدوس ہے نقص وعیب کو وہاں راہ نہیں وہ الحی القیوم ذات ہے جس کے سہارے سے ذرہ ذرہ کا وجود اور بقا ہے اور ضرور وہ ایک ہے کیونکہ ایک سے زیادہ وجود غیر محدود ہونے ممکن نہیں ذات وصفات میں غیر محدود ہستی ایک ہی ہوسکتی ہے اور ضرور ایک ہی ہے۔

اس سے بڑھ کر دنیا کی بدقسمتی اور محرومی اور کیا ہوگی کہ بعض ابناء دنیا الہام کے لفظ کو ملتبس کرنا چاہتے ہیں اور ہر سوچ وفکر کے نتیجہ کو قطع نظر اس کے کہ وہ ایک قطاع الطریق اور ڈاکو کے منصوبے یا ایک خونخوار انسان کے مکر وحیل ہوں الہام کہدیتے ہیں یا خیالی امور کا نام الہام رکھتے ہیں۔ ایسے ناپاک طریقوں کا نام الہام رکھنا کلام الہی کی بے حرمتی اور ہتک ہے یہہ جرأت اور شوخی وہی لوگ کرتے ہیں جنکو اس سچے خدا کی خبر نہیں جو اپنے خاص اور لذیذ مکالمہ سے دلوں کو تسلی دیتا اور ناواقفوں کو روحانی علوم سے معرفت بخشتا ہے۔ الہام کیا چیز ہے؟ وہ پاک اور قادر خدا کا اپنے ایک برگزیدہ بندہ کے ساتھ یا اُس کے ساتھ جسکو برگزیدہ کرنا چاہتا ہے **ایک زندہ اور باقدرت کلام کے ساتھ مکالمہ اور مخاطبہ ہے** جب یہ مکالمہ اور مخاطبہ کافی اور تسلی بخش سلسلہ کے ساتھ شروع ہو جاوے اور اسمیں خیالات فاسدہ کی تاریکی نہو اور نہ غیر مکتفی اور چند بے سروپا لفظ ہوں اور کلام لذیذ اور پر حکمت اور پر شوکت ہو تو وہ خدا کا کلام ہے جس سے وہ اپنے بندہ کو تسلی دینا چاہتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ تشریف لائے اسوقت جو خطبہ پہلے پہل آپنے مدینہ میں پڑھا ہے وہ نہایت ہی قابل غور ہے ہم اُس کا ترجمہ یہاں دیتے ہیں اُسکو بغور پڑھنے سے معلوم ہوگا کہ کسطرح پر آپنے آخرت کی رغبت اور شفقت علی خلق اللہ کی ہدایت فرمائی ہے اور کس طرح پر خدا تعالیٰ کی عظمت اور محبت کے پیدا کرنے کی راہ تعلیم فرمائی ہے یعنی بہر حال

اس کا ترجمہ یہہ ہے

اے لوگو! قبل اسکے کہ تم اس جہان کو چھوڑ دو نیک اعمال کا ذخیرہ اپنے آگے بھیجو یقین جان لو بخدا ہر ایک شخص تم میں سے بالضرور ایک خوفناک بلا میں پڑنے والا ہے اور بیشک دنیا کو اس طرح پر چھوڑنے والا ہے جیسے کوئی بکریوں کو اپنے محافظ بغیر چھوڑ دے۔ اور بیشک خدا ہر ایک سے ایسے طور پر کہ نہ اسکے لئے کوئی ترجمان ہوگا اور نہ روک ٹوک کرنیوالا دربان یعنی گویا مُنہ در مُنہ پوچھے گا کہ ہمارا کوئی پیغمبر تیرے پاس نہیں آیا تھا۔ اور ایسے ہمارے احکام تجھکو نہیں پہنچائے تھے؟ اور کیا ہمنے تجھکو بہت سا مال عطا نہیں فرمایا تھا۔ (تاکہ ہماری راہ میں دے) اور تجھپر اپنا فضل اور احسان نہیں کیا تھا۔ (تاکہ اپنے بنی نوع کے ساتھ مروت اور سلوک سے پیش آئے) پس بتا تُونے کیا چیز آگے بھیجی تھی پس یقیناً اسوقت انسان دائیں بائیں دیکھے گا اور کوئی چیز دکھائی نہ دیگی جسکو بتا سکے پھر سامنے کی طرف نظر کریگا اور ادھر بھی جہنم کے سوا کچھ نظر نہ آئے گا۔ پس جس سے ہوسکے اپنے تئیں اس آگ سے بچالے خواہ کھجور کی گٹھلی کا ایک ٹکڑا ہی دیکر کیوں نہ بچائے۔ اور جسکو اتنی بھی توفیق نہو تو کسی کے حق میں کوئی کلمہ خیر ہی کہے یا اسے بھلائی کی بات بتائے کیونکہ بیشک آخرت میں ایک نیکی کا بدلہ دس گنا بلکہ سات سو گنے تک دیا جاویگا۔ خدا کی سلامتی اور رحمت اور برکت تم سب پر ہو۔

تقویٰ کے معنے ہیں خوف الہی کا طالب ہونا اور اُسی سے ڈر کر اُسکی رضا کے مطابق کرنا نہ تکبر رعونت اور خودنمائی کے تقاضاؤں کے مطابق نہ دنیاداری۔ رسم پرستی اور ہوا وہوس یا کسی شہوت کے مطابق نہ کسی دنیاوی شخص سے ڈرنا نہ کسی نقصان یا مصیبت کے خوف سے تکیہ کرنا بلکہ ہر حال اور قال میں اللہ کی رضا کا طالب ہونا اور اُسی سے ڈرتے رہنا اور حق پر استقامت رکھنا یہ تقویٰ ایک عجیب نور ہے اور اسی پر تمام ترک دنیا و ترک شہوات منحصر ہے اور یہی تمام نیک اعمال اور خدا پرستی کی بنیاد ہے پس جو شخص تقویٰ اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُسکی مخلصی کا راستہ خود پیدا کردیتا ہے یعنی اگر کسی وقت میں حق گوئی اور خداترسی کی وجہ کر شریر لوگ اوس کے دشمن بنکر اُسکو تکلیف دینا اور ذلیل وخوار کرنا چاہیں تو ایسے وقت میں اللہ تعالیٰ خود بخود خلاصی کی صورتیں پیدا کردیتا اور اُس کا متکفل اور والی بنکر نئے نئے طریق سے اُسکو رزق پہنچاتا رہتا ہے یعنی اگر دنیا پرست اور بدمعاش لوگ اُسکو رزق سے تنگ کرنا چاہیں اور جو جو ظاہرا صورت اس کے معاش کی ہو اُسکو بند کردیں تو اللہ تعالیٰ خود کسی نئے طریق سے رزق پہنچانا شروع کردیتا ہے

ان اللہ مع المتقین تحقیق اللہ متقیں کے ساتھ ہے ان اللہ مع المحسنین تحقیق اللہ محسنین کے ساتھ ہے۔ ان اللہ مع الصابرین تحقیق اللہ صابرین کے ساتھ ہے یعنی اللہ مومنین محسنین اور صابرین کا رفیق وغمگسار اور یار و وفادار بنجاتا ہے ہر حال وقال میں اُنکے ساتھ رہتا شریروں کی شرارت اور نفس کی خباثت سے اونکو بچاتا دکھ اور درد کے وقت میں اطمینان دیکر غم غلط کرتا ہر غلطی اور خطا کے وقت اُنکو طرح طرح سے آگاہ کردیتا اور اُن کو اخلاقی اور دینی معاملات میں عجیب استقامت ہمت اور شجاعت عطا فرماتا ہے الغرض جب اللہ ساتھ ہے تو سمجھہ لو کہ کیا کچھ اس کے ہاتھ ہے۔ ✣

ان اللہ یحب التوابین ویحب المتطہرین تحقیق اللہ تائب اور طاہر لوگوں سے محبت کرتا ہے۔ توابین کے معنے ہیں بہت توبہ کرنے والے جو شخص اپنی خطا اور غلطی پر آگاہ ہوکر فوراً پشیمان ہوں اور آئندہ کیواسطے اُس سے باز آجائیں تو اُن کو تائبین کہتے ہیں اور توابین تفضیل ہے تائبین کی یعنی بہت توبہ کرنیوالے۔ یعنی وہ لوگ جنکے دلوں میں ایک بدی کے خیال اور ارادہ کے ساتھ ہی خوف ندامت اور درد پیدا ہوکر فوراً فعل سے پہلے ہی باز آجائیں۔ غلطیاں ہمیشہ انسان سے سہواً یا عمداً طور سے ہوتی رہتی ہیں لیکن سعید لوگ فوراً اُن سے نادم ہوکر باز آتے رہتے ہیں متطہرین کے معنے ہیں پاک اور صاف رہنے والے یعنی وہ لوگ جو اپنے جسم اور روح کو ہر قسم کی غلاظت اور عیب سے پاک صاف کرتے رہتے ہیں پس اللہ تعالیٰ تواب اور متطہر لوگوں کو دوست رکھتا ہے محبت الہی کے جو نتائج ہیں وہ کیا ہیں ذوق شوق پیدا ہوتا۔ نور عرفان اور اللہ کی معیت و رفاقت حاصل ہونا خواب مکاشفات اور الہامات ہیں اور محبوبیت کے پیغام پہنچتے اور ایمان وایقان میں روز بروز ترقی ہوتی اور بشارت ملکر حق الیقین کی منازل طے ہوتی۔

علیہم صلوات من ربہم ورحمت واولئک ھم المھتدون یہ آیت صابرین کی نسبت ہے جو لوگ مصیبت کے وقت یہ کہکر چپ ہو رہتے ہیں کہ ہم اللہ کیواسطے ہیں اور جو کچھ ہمارا ہے وہ تمام اللہ کا ہے ہمیں اللہ کی طرف پہنچنا ہے اون پر اون کے رب کی طرف سے صلوٰۃ اور رحمت ہے اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں یعنی یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے خاص فیوض۔ انعامات اور رحمت کے مورد ہوجاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رہبری اور رہنمائی اُن کے شامل حال ہوتی ہے۔

ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیہم الملئکۃ الا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون نحن اولیاءکم فی الحیوۃ الدنیا وفی الاخرۃ تحقیق جن لوگوں نے یہ قرار کیا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر اس قول پر قائم ہوگئے یعنی تمام اپنا حال وقال اُس اقرار کے مطابق بنالیا یعنی تمام دنیا پرستی۔ ریاکاری۔ فریب ظلم اور بدذاتی کو چھوڑکر اللہ کی رضا پر پورے طور سے قائم ہوگئے۔ اوسی کو اپنا رزاق قرار دے لیا کبھی کسی خوف اور اندیشہ سے اُن کا دل اس ایمان اور یقین سے متزلزل نہیں ہوا اون لوگوں پر فرشتے نازل ہوتے ہیں کہ خوف مت کرو اور غم مت کھاؤ اور جس بہشت کا تمکو وعدہ دیا گیا تھا اس کی بشارت لو۔ اور ہم دنیا وآخرت میں تمہارے رفیق ہیں۔

تنزل ملائکہ کا ایک عجیب سلسلہ ہے جو رویائے صادقہ مکاشفات اور الہامات کی صورتمیں ہمیشہ متقی اور مومن لوگوں پر ظاہر ہوتا رہتا اُنکو ہر قسم کے خوف اور حزن سے نجات دیتا اور دنیا میں بھی بہشتی زندگی کے سامان پیدا کردیتا ہے۔

دربارِ شام

۱۱- اپریل ۱۹۰۳ء

اصل میں ایمان کے کمال تام کا ذریعہ الہامات صحیحہ اور پیشگوئی ہوتے ہیں۔ ایمان کبھی قصوں کہانیوں سے ترقی نہیں پکڑ سکتا۔ عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ انسان جس مذہب میں پیدا ہوتا ہے جس راہ و رسم کا پابند اپنے آباؤ اجداد کو پاتا ہے اکثر اُسی کا پابند ہوا کرتا ہے۔ اگر ایک بُت پرست کے گھر میں پیدا ہوا ہو تو بت پرستی ہی اُس کا شیوہ ہوگا۔ اور اگر ایک عیسائی کے ہاں اس نے تربیت پائی ہے تو وہی خو بو اسمیں پائی جاویگی مگر اس کے مسائل اور اُس کی بنیاد عقاید کا بہت سا حصہ ایسا ہوتا ہے کہ اُسکی عقل و فہم میں کچھ بھی نہیں آیا ہوتا صرف لکیر کا فقیر ہوتا ہے۔ بچپن اور اوائل عمر میں تو کیا کوئی اُن مذاہب کی حقیقت سے آگاہ ہوگا۔ عیسویت کے حامی تو اگر اُن سے کوئی پوری تعلیم کا پورا جوان عاقل بالغ بھی ان کی تثلیث کے راز کو پوچھے تو کہدیتے ہیں کہ یہ راز ہے جو ایشیائی دماغ کی بناوٹ کے لوگوں کی سمجھ سے بالاتر ہے اور یہی حال بت پرست کا ہے ہاں البتہ اسلام ایک دنیا میں ایسا مذہب ہے کہ جسکے عقاید ایسے ہیں کہ انسان اُنکو سمجھ سکتا ہے اور وہ انسانی فطرت کے عین مطابق ہیں اسلام کے مسائل ایسے ہیں کہ کسی خاص دماغ یا عقل کے واسطے خاص نہیں بلکہ وہ تمام دنیا کے واسطے یکساں ہیں اور ہر ایک کی سمجھ میں آسکتے ہیں مگر وہ زندہ ایمان کہ جس سے انسان خدا کو گویا دیکھ لیتا ہے اور وہ نور جس سے انسان کی آنکھ کھل کر اسکو ایقان تام حاصل ہو جاوے وہ صرف الہام ہی پر منحصر ہے۔ الہام سے انسان کو ایک نور ملتا ہے جس سے وہ ہر تاریکی سے مبرّا ہو جاتا ہے۔ اور ایک قسم کا اطمینان اور تسلّی اُسے ملتی ہے۔ اُس کا نفس اُسدن سے خدا میں آرام پانے لگتا ہے۔ اور ہر گناہ فسق فجور سے اُسکا دل ٹھنڈا ہوتا جاتا ہے۔ اُس کا دل امید اور بیم سے بھرجاتا ہے اور خدا کی حقیقی معرفت کی وجہ سے وہ ہر وقت ترساں لرزاں رہتا ہے۔ اور زندگی کو ناپائیدار جانتا اور سفلی لذات کی ہوس اور خواہش کو ترک کر کے خدا کی رضا کے حصول میں لگ جاتا ہے اور درحقیقت وہ اُسی وقت گناہ کی آلودگی سے علیحدہ ہوتا ہے ✠

جب تک تازہ نور انسان کو آسمان پر سے نہ ملے اور خدا کا مشاہدہ نہ ہو جاوے تب تک پورا ایمان نہیں ہوتا۔ اور جب تک ایمان کمال درجہ تک نہ پہنچا ہو تب تک گناہ کی قید سے رہائی ناممکن ہے۔ بجز الہام کے ایمان کی تصویر لوگوں کے پاس ہوتی ہے اُس کی ماہیت سے لوگ بے بہرہ اور خالی محض ہوتے ہیں تعجب ہے کہ یورپ تو آجکل بہت سی ٹھوکریں کھا کر ان امور کو تسلیم کرتا جاتا ہے مگر ہمارے مولوی انکار و کفر میں غرق ہیں۔ اگر الہام ہونے کا نام بھی لیا جاوے تو کفر کا فتویٰ تیار ہے۔ وحی کے نزول کا دعویٰ کرنے والا تو کافر اور ضال و دجال ہے۔ افسوس آتا ہے کہ لوگ خدا تعالیٰ کے کلام سے کیسے دُور جا پڑے ہیں۔ اور اُن سے فہم قرآن چھین لیا گیا ہے۔ بھلا اگر خدا تعالیٰ نے اس امت کو اس مشرف سے محروم ہی رکھنا تھا تو یہ دعا ہی کیوں سکھائی اهدنا الصراط المستقيم صراط الذين انعمت عليهم اس دعا سے تو صاف نکلتا ہے کہ یا الٰہی ہمیں پہلے منعم علیہم لوگوں کی راہ پر چلا اور جو اُنکو الہامات ملے ہمیں بھی وہ انعامات عطا فرما انعمت علیہم کون تھے۔ خدا نے خود ہی فرما دیا ہے کہ نبی۔ صدیق۔ شہید۔ صالح۔ لوگ تھے اور اُنکا بڑا انعام یہی الہام اور وحی کا نزول تھا۔ بھلا اگر خدا نے اس دعا کا سچا نتیجہ جو ہے اُس سے محروم ہی رکھنا تھا تو پھر کیوں ایسی دعا سکھائی ہمیں تعجب آتا ہے کہ ان لوگوں کو کیا ہو گیا۔ یہی تو ایک چیز تھی جو نہایت نازک اور روح کی غذا تھی۔ جو انسان اس کے حصول کا پیاسا نہیں ممکن نہیں کہ اُس کے اندر پاک تبدیلی آسکے۔ اور جب تک انسان اسطرح خدا کا چہرہ نہ دیکھے اور اُسکی سریلی آواز سے بہرہ ور نہ ہو تب تک ممکن نہیں کہ گناہ کی زہر سے بچ سکے۔ خیر خود تو محروم اور بدنصیب تھے ہی مگر دوسروں کو جو اس قسم کے خیال رکھیں کہ خدا کسی سے ہمکلام ہو سکتا ہے کافر جانتے ہیں۔ وہ تو دوسروں کو کافر کہتے ہیں مگر ہمیں خود اُن کے ایمان کا خطرہ ہے کہ اُنکا ایمان ہی کیا ہے جو اس نعمت عظمیٰ سے محروم ہیں اور خدا کے حضور وہ دعا کے واسطے ہاتھ ہی کسطرح اُٹھا سکتے ہیں ✠

دو ہی چیزیں ہیں کہ جو خدا تک انسان کو پہنچا سکتی ہیں۔ دیدار۔ جسکی موسےٰ نے بھی درخواست کی تھی اور وہ بھی الہام ہی کی وجہ سے تھی۔ کیونکہ جب انسان اسکی طرف ترقی پاتا ہے تو اور اور مدارج کی بھی اُسکے دل میں خواہش پیدا ہوتی ہے۔ اور وہ زیادہ سے زیادہ ترقی کرنا چاہتا ہے ✠

دوسری چیز خدا تک پہنچنے کی گفتار ہے اور یہ فضل خدا کا تو ایسا ہوا ہے کہ عورتوں تک بھی گفتار سے مشرف ہوتی رہی ہیں حضرت موسےٰ کی ماں کو بھی ہمکلامی کا شرف حاصل تھا۔ حضرت عیسےٰ کے حواریوں کو بھی یہ نعمت ملی ہوئی تھی۔ خضرؑ کو بھی الہام ہوتا تھا۔ تو کیا اسلام ہی ایسا گیا گزرا تھا اور خدا کی نظر میں گرا ہوا تھا کہ اسے بنی اسرائیل کی عورتوں سے بھی پیچھے پھینک دیا ان وہابیوں کا تو یہ اعتقاد ہے کہ آنحضرتؐ کے بعد نہ صحابہ میں سے کسی کو اور نہ بعد میں آئمہ میں سے کسی کو اور نہ ہی بڑے بڑے خدا کے ولیوں مثلاً حضرت شیخ عبد القادر جیلانی وغیرہ ان میں کسی کو بھی الہام نہیں ہوا اور یہ سارے کے سارے ہی خشک ملاں تھے۔ ان میں سے کسی کو بھی خدا کے مکالمہ مخاطبے کا شرف نہ ملا ہوا تھا۔ ان کے ہاتھ میں بھی قصے کہانیاں ہی تھیں لاکن رسول الله وخاتم النبيين کے معنے ہی ان کے نزدیک یہی ہیں کہ الہام کا دروازہ آپؐ کے بعد ہمیشہ کیلئے بند ہو گیا .... اور آپ کے بعد آپ کی اُمت سے یہ برکت کہ کسی کو مکالمات اور مخاطبات ہوں بالکل اُٹھ گئی۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ ہر صدی اس امر کی منتظر ہوتی ہے کہ اس امت میں سے چند افراد یا کوئی ایک فرد ضرور خدا کی ہمکلامی سے مشرف ہونگے اسلام پر سے گرد و غبار کو دور کر کے پھر اسلام کے روشن چہرے کو چمکا کر دکھایا کریں ان لوگوں سے اگر پوچھا جاوے کہ تمہارے پاس سچائی کی دلیل ہی کونسی ہے کوئی معجزات یا خارق عادت تمہارے پاس نہیں تو دوسروں کا حوالہ دینگے خود خالی اور محروم ہیں۔ صحابہ آنحضرت کے پاس رہ کر اور آپ کی صحبت کی برکت سے آنحضرتؐ کے ہی رنگ میں رنگین ہو گئے تھے اور اُنکے ایمانوں کیواسطے آنحضرتؐ کی پیشگوئیاں اور معجزات کثرت سے دیکھنے اور ہر وقت مشاہدہ کرنے سے اُن کے ایمانوں کا تزکیہ اور تربیت ہوتی گئی اور آخر کار ترقی کرتے کرتے وہ کمال تمام تک پہنچ کر آنحضرت کے رنگ میں رنگین ہو گئے مگر ان لوگوں کے ایمانوں کو مضبوط کرنے کے واسطے اگر ان سے پوچھا جاوے تو کیا ہے۔ تیرہ سَو برس کا حوالہ دینگے کہ اُسوقت یہ معجزات اور خارق عادت ظاہر ہوا کرتی تھی۔ پیشگوئیاں بھی تھیں۔ مگر اب کچھ بھی نہیں ✠

میں نہیں سمجھتا کہ اگر خدا تعالیٰ اسے شر الامم بنانا تھا تو اس کا نام قرآن شریف میں خیر امة کر کے کیوں پکارا۔ کیونکہ اس کی موجودہ حالت بقول مولویوں کی بدترین معلوم ہوتی ہے۔ اندرونی بیرونی حملوں سے پاش پاش ہوا جاتا ہے۔ دجّال نے آکر ہر طرف سے گھیر لیا ہے اور پھر ایسے مصیبت کیوقت میں خدا نے اگر خبرگیری بھی کی تو ایک اور دجّال بھیج دیا جو دین کا حامی ہونے کی بجائے بیخ کُن ہے۔ اور ان کے لوگ ہزار مجاہدے اور ریاضت زہد و تعبد کریں مگر خدا سے مکالمے کا شرف کبھی نہیں نصیب ہے۔ اور ایسے گئے گذرے ہیں کہ دوسری امتوں کی عورتوں سے بھی درماندہ اور پس افتادہ ہیں۔ انہیں تو ایک موسوی شریعت کے خادم ہزاروں نبی آتے اور ایک ایک زمانے میں چار چار سو نبی بھی ہوتے رہے مگر اس امت میں آنحضرتؐ کی شریعت کا خادم ایک بھی صاحب الہام نہ آیا گویا کہ سارے کا سارا باغ ہی بے ثمر رہ گیا۔ پہلے لوگوں کے باغ تو مثمر ہوئے مگر ان کے اعتقاد کے بموجب نعوذ باللہ آپؐ کا باغ ہی بے برگ و بار ہوا اگر ان لوگوں کا یہی دین اور ایمان ہے تو خدا دنیا پر رحم کرے اور لوگوں کو ایسے ایمان سے نجات دیوے ✠

ایمان کی نشانی ہی کیا ہے اور اس کے معنے کیا ہیں۔ یہی کہ مان لینا اور پھر اُس پر یقین آجانا جب انسان ایک بات کو سچے دل سے مان لیتا ہے تو اُس کا اسیر یقین ہو جاتا ہے اور اُسی کے مطابق اُس سے اعمال بھی سرزد ہوتے ہیں ✠ مثلاً ایک شخص جانتا ہے کہ سنکھیا زہر ہوتا ہے اور اُس کے کھانے سے انسان مرجاتا ہے یا ایک سانپ جانکاہ

دشمن ہوتا ہے جسکو کاٹتا ہے اس کی جان کے لالے پڑ جاتے ہیں۔ تو اس ایمان کے بعد نہ تو وہ سنکھیا کھاتا اور نہ ہی سانپ کے سوراخ میں انگلی ڈالتا۔ آجکل طاعون کے متعلق لوگوں کو ایمان ہے کہ اسکی لاگ سے انسان ہلاک ہو جاتا ہے۔ اسی واسطے جس مکان میں طاعون ہو اُس سے کوسوں بھاگتے ہیں اور چھوڑ جاتے ہیں غرض جس چیز پر ایمان کامل ہوتا ہے اُس کے مطابق اُس سے عمل بھی صادر ہوا کرتے ہیں مگر کیا وجہ ہے کہ خدا موجود ہونے کا تو ایمان ہو اور جزا سزا کے دن کا ایمان ہو اور حساب کتاب یاد ہو تو پھر گناہ باقی رہ جاویں یہ مسئلہ ہماری سمجھ میں نہیں آتا۔ کیا خدا کا ایمان سانپ کے خوف سے بھی گیا گزرا ہے مومن ہونے کا دعوےٰ ہے۔ اور پھر با ایں چوری۔ جھوٹ۔ زنا۔ بدنظری۔ شرابخوری فسق فجور میں فرق نہیں۔ نفاق اور ریاکاری کی تصدیق نہیں۔ زبانی ایمان کا دعویٰ ہے۔ ورنہ عملی طور پر ایمان اور دین کچھ بھی چیز نہیں +

ہم صاف مشاہدہ کرتے ہیں کہ انسان کو جس چیز کے مفید ہونے کا ایمان ہے اُسے ہرگز ضائع نہیں کرتا۔ کوئی امیر اور کوئی غریب ہم نے نہیں دیکھا جو اپنے گھر سے اپنی جائداد یا دولت کو جو اُس کے پاس .... ہے باہر نکال پھینکتا ہو۔ بلکہ ہم نے تو کسی کو ایک پیسہ بھی پھینکتے نہیں دیکھا پیسہ تو کجا ایک سوئی بھی اگر کمائی ہوئی ٹوٹ جاوے تو اسے رنج ہوتا ہے کہ میرے کارآمد چیز تھی۔ مگر ایمان باللہ کی قدر ان لوگوں کی نظر میں اس سوئی کے برابر بھی نہیں اور نہ اُس کا فائدہ ایک سوئی کے برابر لوگ جانتے ہیں پس جب ایمان ایسا ہوتا ہے کہ ایک سوئی کے برابر بھی اُس کی قدر اون میں نہیں ہوتی تو اُسی کے مطابق اُن کو انسان سے نفع بھی نہیں پہنچتا۔ اور نہ ان کو وہ کمال حاصل ہوتا ہے کہ خدا ان پر الہامات کے دروازے کھول دیوے۔

دربار شام

۱۲-اپریل ۱۹۰۳ء

ایک خواب کی تعبیر میں فرمایا کہ۔ خواب ہر ایک انسان کو عمر بھر میں کبھی مبشر اور کبھی دہشتناک ضرور آتے ہیں۔ مگر وہی قضا مبرم اور فیصلہ نہیں ہوا کرتی خدا تعالیٰ کی معرفت کا علم رکھنے والے جانتے ہیں کہ قضا کبھی ٹل بھی جایا کرتی ہے خواب کے حالات خواہ مبشر ہوں یا منذر دونوں صورتوں میں قضا معلق کے رنگ میں ہوا کرتے ہیں۔ اُن کے نتائج کے بر لانے یا روکنے کے واسطے ضروری ہے کہ انسان خدا تعالیٰ کے حضور دعا کرے۔ کہ اگر یہ امر میرے واسطے مفید اور تیری رضا کے بموجب ہے تو تو اسے جیسا مجھے خواب میں مبشر دکھلایا ہے ایسا ہی بشارت آمیز صورت میں پورا کر ورنہ منذر ہے تو اُس کے خوفناک صورت سے اپنے آپ کو حفاظت میں رکھنے کیلئے بھی استغفار اور توبہ کرتا رہے اہل علم خوب جانتے ہیں کہ قضا ٹل جایا کرتی ہے اسلئے انسان پوری تضرع خشوع خضوع اور حضور قلب سے اور سچی عاجزی فروتنی اور درد دل سے اُس سے دعا کرے۔ خواب میں دیکھے ہوئے معاملات کے متعلق خواہ وہ کسی رنگ میں ہوں۔ دونوں صورتوں میں دعا کی ضرورت ہے

ہمیں بارہا خیال آتا ہے کہ حضرت عیسےٰ کو بھی کوئی ایک وحشتناک ہی معاملہ معلوم ہوا ہوگا کہ انہوں نے ساری رات دعا میں صرف کی اور نہایت درجہ کے درد انگیز اور بلبلانے والے الفاظ سے خدا کے حضور دعا کرتے رہے ممکن ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کی تقدیر معلق کو مبرم ہی خیال کر بیٹھے ہوں اور اسی وجہ سے اُنکا یہ سارا اضطراب اور گھبراہٹ بڑھ گئی ہو اور اس درجے کا گداز اور رقت اُن میں اپنا آخری دم جان کر ہی پیدا ہوئی ہو کیونکہ اکثر ایک تقدیر جو معلق ہوا کرتی ہے ایسی باریک رنگ میں ہوتی ہے کہ اُس کو سرسری نظر سے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مبرم ہے۔ چنانچہ شیخ عبدالقادر صاحب جیلانی رحمۃ اللہ علیہ بھی اپنی کتاب فتوح الغیب میں لکھتے ہیں کہ میری دعا سے اکثر وہ قضا جو قضا مبرم کے رنگ میں ہوتی ہے ٹل جاتی ہے۔ اور ایسے بہت سے واقعات ہو چکے ہیں۔ مگر اُن کو اس امر کا جواب ایک اور بزرگ نے دیا ہے کہ اصل بات یہ ہے کہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ تقدیر معلق ایسے طور سے واقع ہوتی ہے کہ اُسکا پہچاننا کہ آیا معلق ہے یا مبرم محال ہو جاتا ہے اُسے سمجھ لیا جاتا ہے کہ وہ مبرم ہے مگر درحقیقت ہوتی وہ تقدیر معلق ہے اور وہ ایسی ہی تقدیریں ہونگی جو شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کی دعا سے ٹل گئی ہوں۔ کیونکہ تقدیر معلق ٹلجایا کرتی ہے + غرض اہل اللہ نے اس امر کو خوب واضح طور سے لکھا ہے کہ قضا معلق ٹل جایا کرتی ہے +

حضرت عیسےٰ پر معلوم ہوتا ہے کہ وہ کوئی بڑی بھاری صعوبت اور مشکل کا وقت تھا کیونکہ ان کی اپنی ہی کتاب کے الفاظ بھی ایسے ہی ہیں کہ آخر میں فرمایا کہ سمع لتقواه یعنی تقدیر تو بڑی سخت تھی اور بڑی مصیبت کا وقت تھا مگر اُسکی تقوےٰ کی وجہ سے آخر کار اُسکی دعا ضائع نہ گئی بلکہ سنی گئی یہ عیسائی بدنصیب اس امر کیطرف تو نہیں خیال کرتے کہ اول تو خدا اور اُس کا مرنا یہ دونوں فقرے آپس میں کیسے متضاد پڑے معلوم ہوتے ہیں جب ایک کان میں یہ آواز ہی پڑتی ہے تو وہ چونک پڑتا ہے کہ این یہ کیا نقطہ ہیں اور پھر اسوا اسکے ایسے ایک شخص کو خدا بنائے بیٹھے ہیں کہ جس نے بخیال انکی ساری رات یعنی چار پہر کا وقت ایک لغو اور بیہودہ کام میں جو اس کے آقا و مولا کی منشاء اور رضا کے خلاف تھا خواہ مخواہ ضائع کیا۔ اور پھر ساری رات رویا اور ایسے درد اور گداز کے الفاظ میں دعا کی کہ لوہا بھی موم ہو مگر ایک بھی نہ سنی گئی۔ واہ اچھا خدا تھا۔ پھر کہتے ہیں کہ اُسوقت اُن کی روح انسانی تھی نہ روح الوہیت۔ ہم پوچھتے ہیں کہ بھلا اُن کی روح اگر انسانی تھی تو اسوقت اُنکی الوہیت کی روح کہاں تھی کیا وہ آرام کرتی تھی اور خواب غفلت میں غرق نوم تھی۔ خود بیچارے نے بڑے درد اور رقت کے ساتھ چلا چلا کے دعا کی حواریوں سے دعا کرائی مگر سب بے فائدہ تھی وہاں ایک بھی نہ سنی گئی۔ آخر کار خدا صاحب یہودیوں کے ہاتھ سے ملک عدم کو پہنچے۔ کیسے قابل شرم اور افسوس ہیں ایسے خیالات ہمارے آنحضرت پر بھی ایسا ہی ایک وقت مصیبت اور صعوبت کا آیا تھا اور اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء پر ایک ایسا مشکل اور نہایت درجے کی مصیبت کا ایک وقت ضرور آتا ہے آنحضرت پر احد کا معاملہ کوئی تھوڑا معاملہ تھا۔ آخر کار وہاں شیطان بھی بول اوٹھا تھا کہ نعوذ باللہ آنحضرت مارے گئے اور ہو سکتا ہے کہ بعض صحابہ نے بھی اس افراتفری میں ایسا خیال کیا ہو اور بعض صحابہ تو تتر بتر بھی ہو گئے تھے۔ آپ ایک گڑھے میں گر پڑے تھے۔ وان منکم الا واردها کان علی ربک حتما مقضیا۔ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ ضرور انبیاء اور صلحا کو بھی دنیا میں ایک ایسا وقت آتا ہے کہ نہایت درجے کی مصیبت کا وقت اور سخت جانکاہ مشکل ہوتی ہے۔ اور اہل حق بھی ایک دفعہ اس صعوبت میں وارد ہوتے ہیں مگر خدا جلد تر اُن کی خبرگیری کرتا اور انکو اس سے نکال لیتا ہے + اور چونکہ وہ ایک تقدیر معلق ہوتی ہے اسی واسطے اُن کی دعاؤں اور ابتہال سے ٹل جایا کرتی ہے +

شیخ رحمت اللہ صاحب کی دوکان کو آگ لگنے کا اندیشہ ہوا تو انہوں نے ننگے سر اور ننگے پاؤں سجدے میں گر کر دعا کی تو معاً دعا کرتے کرتے خدا نے ہوا کا رخ بدل دیا اور امن کی آواز آگئی اور ہر طرح سے اطمینان ہو گیا۔ اس پر حضرت اقدس نے فرمایا کہ یہ ہوا پانی آگ وغیرہ بھی ایک طرح کے ملائکہ ہی ہیں۔ اِن بڑے بڑے ملائکہ وہ ہیں جنکا اللہ تعالےٰ نے نام لیا۔ مگر اس کے سوا باقی اشیا مفید بھی ملائکہ ہی ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ کے کلام سے اسکی تصدیق ہوتی ہے جہاں فرماتا ہے کہ وان من شیء الا یسبح بحمده الخ۔ یعنی کل اشیاء خدا تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہیں تسبیح کے معنے یہی ہیں کہ جو خدا اُن کو حکم کرتا ہے اور جسطرح اُسکا منشاء ہوتا ہے وہ اُسی طرح کرتے ہیں۔ اور ہر ایک امر اُس کے ارادے اور منشاء سے واقع ہوتا ہے۔ اتفاقی طور سے دنیا میں کوئی چیز نہیں۔ اگر خدا تعالیٰ کا ذرہ ذرہ پر تصرف تام اور اقتدار نہ ہو تو وہ خدا ہی کیا ہوا اور دعا۔۔ کی قبولیت کی اُس سے کیا امید ہو سکتی ہے۔ درحقیقت یہی ہے کہ وہ ہوا کو جدھر چاہے اور جب چاہے چلا سکتا ہے اور جب ارادہ کرے بند کر سکتا ہے۔ اسی کے ہاتھ میں پانی اور پانیوں کے سمندر ہیں جب چاہے جوش زن کر دے اور جب چاہے ساکن کر دے۔ وہ ذرہ ذرہ پر قادر اور مقتدر خدا ہے اُس کے تصرف سے کوئی چیز باہر نہیں وہ جنہوں نے دعا سے انکار ہی کر دیا ہے اُن کو بھی یہی مشکلات پیش آئے ہیں کہ اُنہوں نے خدا کو ہر ذرہ پر قادر مطلق نہ جانا اور اکثر واقعات کو اتفاقی مانا اتفاق کچھ بھی نہیں بلکہ جو ہوتا ہے اور اگر پتہ بھی درخت سے گرتا ہے تو وہ بھی خدا کے ارادے اور حکمت سے گرتا ہے اور یہ سب ملائکہ ہیں کہ خدا تعالیٰ کے حکم کے اشارے سے کام کرتے ہیں اور اُن کی خدمت میں لگائے جاتے ہیں جو خدا کے سچے فرمانبردار

اور اُسی کے رضا کے خواہاں ہوتے ہیں جو خدا کا بن جاتا ہے اُسے خدا سب کچھ عطا کرتا ہے۔ سے

جے توں میرا ہو رہیں سب جگ تیرا ہو

من کان اللہ کان اللہ لہ۔ پھر ایسے مرتبے کے بعد انسان کو وہ رعیت ملتی ہے کہ باغی نہیں ہوتی۔ دنیوی بادشاہوں کی رعیت تو باغی بھی ہو جاتی ہے مگر ملائکہ کی رعیت ایک ایسی رعیت ہے کہ وہ باغی نہیں ہوتی۔

دربارِ شام

۱۳۔ اپریل ۱۹۰۳ء

حضرت اقدس نے مندرجہ ذیل خواب سنایا جو گذشتہ شب کو آیا تھا۔ فرمایا کہ میں دیکھتا ہوں کہ ایک بڑا بحر زخار کی طرح دریا ہے جو سانپ کی طرح بل پیچ کھاتا مغرب سے مشرق کو جا رہا ہے۔ اور پھر دیکھتے دیکھتے سمت بدل کر مشرق سے مغرب کو اُلٹا بہنے لگا ہے +

فرمایا کہ اب تو وہ زمانہ طاعون نے دکھانا شروع کر دیا ہے جس طرح مدینہ منورہ میں یہودی قتل ہوئے تھے تو ایک بڑا شخص زندہ رکھا گیا تھا۔ اُس نے پوچھا کہ فلاں شخص کا کیا حال ہوا فلاں کا کیا حال ہوا۔ غرض جن کے متعلق اُس نے دریافت کیا اُسی کے متعلق جواب ملا کہ وہ سب قتل کئے گئے تو پھر اُس نے کہا کہ لوگوں کے مارے جانے کے بعد میں نے زندہ رہ کر کیا بنانا ہے۔ مجھے بھی زندگی کی ضرورت نہیں سو آجکل طاعون وہ حال دکھا رہا ہے اکثر دیکھا جاتا ہے کہ انسان لمبی عمر کے بھی خواہشمند ہوتے ہیں مگر جب دوست اور تعلق دار ہی نہ رہے تو اس عمر کا ہونا بھی ایک وبال ہو جاتا ہے ایسی حالت دیکھ کر انسان ایسی لمبی عمر کی بھی آرزو نہیں کر سکتا۔ کیونکہ انسان دوستوں اور رشتہ داروں کے بغیر رہ سکتا ہی نہیں +

ایک جانور آج کل کے موسم میں شام کے بعد مسجد مبارک کے شہ نشین احباب پر حملہ کیا کرتا ہے اُس کے متعلق فرمایا کہ کوئی ایسی تدبیر کیجاوے کہ ایک دفعہ یہ آجگہ پکڑا جاوے پھر ہم اسے چھوڑ ہی دینگے مگر ایک دفعہ پکڑا جانے سے اتنا تو ضرور ہوگا کہ پھر وہ کبھی آئندہ اسجگہ اسطرح حملہ کرنے کا ارادہ نہ کرے گا +

ہر جانور کا یہ قاعدہ ہے اور اُس کے اندر ایک خاصیت ہے کہ جس جگہ سے اُسے ایک دفعہ ٹھوکر لگتی ہے اور مصیبت میں مبتلا ہوتا ہے اُس جگہ کا پھر وہ کبھی قصد نہیں کرتا۔ مگر صرف انسان ہی ایک ہے جو باوجود اشرف المخلوقات ہونے کے ان پرندوں وغیرہ سے بھی گرا ہوا ہے کہ جہاں سے ایسے مصائب پہنچتے ہیں اور ضرر اور نقصان اُٹھاتا ہے اُس کی طرف بھاگنے کا حریص ہوتا ہے ہوشیار نہیں ہوتا اور نہ ہی اس نافرمانی کو ترک کرتا ہے۔ بلکہ جذبات نفس کا مطیع ہو کر پھر اسی کام کو کرنے لگتا ہے جس سے ایک بار ٹھوکر کھا چکا ہو۔

صبح کی سیر

۱۴۔ اپریل ۱۹۰۳ء

صادق کی بعثت کے ساتھ ہی آسمان سے اس کیواسطے ایک کشش نازل ہوا کرتی ہے جو دلوں کو انکی استعداد کے مطابق کشش کرتی اور ایک قوم بنا دیتی ہے۔ اس سے تمام سعید روحیں صادق کی طرف کھینچی چلی آتی ہیں دیکھو ایک شخص کو دوست بنا کر اُس کو اپنے منشا کے موافق بنانا ہزار مشکل رکھتا ہے اور اگر ہزاروں روپے خرچ کرکے بھی کسی کو صادق وفادار دوست بنانے کی کوشش کی جاوے تو بھی معرض خطر میں ہی پڑتا ہے اور پھر آخر کار اس خیال کے برعکس نتیجہ نکلتا ہے۔ مگر ادھر اب لاکھوں ہیں کہ غلاموں کیطرح سچے فرمانبردار وفادار صدق و وفا کے پتلے خود بخود کھینچے چلے آتی ہیں۔ اور پھر عجیب بات یہ ہے کہ اس امر کی اطلاع آج سے بائیس ۲۲ برس پیشتر جب اسکی ایک بھی مثال قائم نہ ہوئی تھی دی گئی۔ چنانچہ الہام ہے کہ والقیت علیک محبۃً منی +

آج کل ہم دیکھتے ہیں کہ تمام دنیا میں خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک کشش کا نزول ہے۔ سعید تو دوستی کے رنگ میں چلے آتے ہیں مگر شقی بھی اس حصے سے محروم نہیں انکیں مخالفت کا جوش شعلے مار رہا ہے جب کہیں ہمارا نام بھی اُن کے سامنے آجاتا ہے تو سانپ کی طرح بل پیچ کھاتے اور بیخود ہو کر مجنونوں کیطرح گالی گلوچ تک آجاتے ہیں۔ ورنہ بھلا دنیا میں ہزاروں فقیر۔ لنگوٹی پوش۔ بھنگی۔ چرسی کنجر بدمعاش۔ بدعتی وغیرہ ہزاروں پھرتے ہیں مگر ان کے لئے کسی کو جوش نہیں آتا اور کسی کے کان پر جوں نہیں چلتی وہ چاہیں بد نذصیباں اور بے دینیاں کریں پھر بھی اُن سے سست ہی ہو رہے ہیں اس کیوجہ بھی صرف یہی ہے کہ وہ چونکہ روحانیت سے خالی ہیں اسواسطے ان کیواسطے کسی کوشش نہیں +

آنحضرت ؐ کے زمانہ بعثت میں ہزاروں ہزار لوگ اپنے کاروبار چھوڑ کر بھی آپؐ کی مخالفت کے لئے کمربستہ ہوئے۔ اپنے مالوں کا۔ جانوں کا نقصان منظور کیا۔ اور آنحضرت کی مخالفت کے لئے ذرات تدبیروں اور منصوبوں میں کوشاں ہوئے۔ مگر دوسری طرف مسیلمہ تھا ادھر کسی کو توجہ نہ تھی۔ اُسکی مخالفت کے واسطے کسی کے کان بھی کھڑے نہ ہوئے آنحضرت ؐ کے واسطے جسطرح گھر گھر میں پھوٹ اور جدائی ہوتی تھی مسیلمہ کے واسطے ہرگز نہ ہوئی غرض صادق کیواسطے ہی ایک کشش ہوتی ہے جو دلوں کے ولولوں کو اُبھارتی اور جوش میں لاتی ہے۔ سعیدوں کے ولولے سعادت اور شقیوں کے شقاوت کے رنگ میں پھل لاتے ہیں شقی چونکہ اُسی فطرت کے ہوتے ہیں اسیواسطے انکو واسطے کشش بھی اُلٹے رنگ میں ثمرات لاتی ہے +

تعلیم الاسلام کالج

دارالامان کے مدرسہ تعلیم الاسلام کو تعلیم الاسلام کالج بنانیکے متعلق جو اعلان حضرت مولوی عبدالکریم صاحب نے اخبار الحکم مورخہ ۷ فروری ۱۹۰۳ء میں دیا تھا اس کے متعلق اب عملی کارروائی کا وقت آگیا ہے کیونکہ نتیجہ امتحان انٹرنس عنقریب نکلنے والا ہے احباب کے مشورہ اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اجازت کے بعد یہ قرار پایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا نام لیکر کالج کا افتتاح ۱۵ مئی ۱۹۰۳ء کو کر دیا جاوے۔ وما توفیقنا الا باللہ حسبنا اللہ ونعم الوکیل اس کالج میں موجودہ زمانہ کی رسمی تعلیم یعنے انگریزی۔ ہسٹری۔ پرشین مے نئے میتھکس۔ کے ساتھ دینی تعلیم اور علم ادب عربی بالخصوص پڑھایا جاوے گا۔ جو بزرگ چاہتے ہیں کہ انکی اولاد اور اقربا اپنے ایام تعلیم بزرگان دین کی نیک صحبت اور پابندی شریعت حقہ اسلام میں گذاریں۔ اور مفاسد زمانہ سے بچکر رسمی تعلیم بھی حاصل کریں۔ انکے لئے موقعہ ہے کہ اس سے فائدہ حاصل کریں۔ فی الحال فرسٹ ایر کھلے گا۔

فیس مفصلہ ذیل ہوگی

درجہ اول سو سے زاید آمد	...للعہ	ماہوار
” دوم پچاس سی سو تک آمد	...ہے	”
” سوم پچاس سے کم آمد	...عہ	”

داخلہ عہ

غریب طلباء کی فیس پرنسپل صاحب کی سفارش اور اور ڈائرکٹر صاحب کی اجازت سے نصف یا معاف بھی ہو سکیگی +

اس بات کا ذکر بھی خالی از فائدہ نہو گا کہ حضرت حکیم الامۃ مولوی حکیم نورالدین صاحب اور حضرت مولوی عبدالکریم صاحب اور حضرت مولوی محمد علی صاحب ایم اے ایل ایل بی۔ ایڈیٹر ریویو آف ریلجنس بھی اپنے اوقات گرامی میں سے کالج کے طلبا کی تعلیم پر صرف فرمایا کرینگے جو طلبا داخل ہونا چاہیں۔ ان کو چاہئے کہ ۱۵ مئی سے پہلے یہاں آجائیں۔ باہر کے طلباء کیواسطے ایک بورڈنگ طیار ہے جسکی فیس ماہوار ۱۲ر اور خرچ سے ئقدر ہے روپیہ ماہوار تک ہوتا ہے مفصل قواعد کیلئے راقم سے خط و کتابت کرنی چاہئے

المشتہر محمد صادق عفی عنہ سپرنٹنڈنٹ کالج

دربار شام

۱۴ - اپریل ۱۹۰۳ء

ایک شخص نے پوچھا کہ کیا ہندوؤں والی دھوتی باندھنی جائز ہے یا نہیں اس پر حضرت اقدس نے فرمایا کہ تشبہ بالکفار تو کسی رنگ میں جائز نہیں۔ اب ہندو ماتھے پر ایک ٹیکا سا لگاتے ہیں کوئی وہ بھی لگالے۔ یا سر پر بال تو ہر ایک کے ہوتے ہیں مگر چند بال بودی کی شکل میں ہندو رکھتے ہیں اگر کوئی ویسے ہی رکھ لیوے تو یہ ہرگز جائز نہیں مسلمان کو اپنے ہر ایک چال میں وضع قطع میں غیرتمندانہ چال رکھنی چاہیئے۔ ہمارے آنحضرتؐ تہ بند بھی باندھا کرتے تھے اور سراویل بھی خریدنا آپ کا ثابت ہے جسے ہم پاجامہ یا تنبی کہتے ہیں۔ ان میں سے جو چاہے پہنے علاوہ ازیں ٹوپی۔ کرتہ چادر۔ اور پگڑی بھی آپؐ کی عادت مبارک تھی جو چاہے پہنے کوئی حرج نہیں۔ ہاں البتہ اگر کسی کو کوئی نئی ضرورت درپیش آئے تو اسے چاہیئے کہ اُن میں ایسی چیز کو اختیار کرے جو کفار سے تشبیہ نہ رکھتی ہو اور اسلامی لباس سے نزدیک تر ہو۔ جب ایک شخص اقرار کرتا ہے کہ میں ایمان لایا تو پھر اسکے بعد وہ ڈرتا کس چیز سے ہے۔ اور وہ کونسی چیز ہے جس کی خواہش اب اس کے دل میں باقی رہ گئی ہے کہ کیا کفار کی رسوم و عادات کی اب اُسے ڈر چاہیئے تو خدا کا اور اتباع چاہیئے تو محمد رسول اللہؐ کی۔ کسی ادنےٰ سی گناہ کو خفیف نہ جاننا چاہیئے۔ بلکہ صغیرہ ہی سے کبیرہ بن جاتے ہیں اور صغیرہ ہی کا اصرار کبیرہ ہے + ہمیں تو اللہ تعالیٰ نے ایسی فطرت ہی نہیں دی کہ ان کے لباس یا پوشش سے فائدہ اُٹھائیں۔ سیالکوٹ سے ایکدفعہ انگریزی جوتا آیا ہمیں اُس کا پہننا ہی مشکل ہوتا تھا کبھی ادھر کا ادھر اور کبھی بائیں کا دائیں۔ آخر تنگ آکر سیاہی کا نشان لگایا گیا کہ شناخت رہے مگر اسطرح بھی کام نہ چلا آخر میں نے کہا کہ یہہ میری فطرت ہی کے خلاف ہے کہ ایسا جوتا پہنوں۔

اُسی صاحب نے سوال کیا کہ اگر ایک شخص جاتا ہو اور ایک جگہ پر دو راہ جمع ہوجائیں ایک دائیں اور دوسرا بائیں تو کس راہ کی طرف جاوے +

فرمایا کہ اس سے اگر تمہاری مراد کبھی جسمانی راہ ہے تو پھر اُس راہ جاوے جسمیں اس کی صحت نیت اور کوئی فساد نہیں۔ اور اگر جانتا ہے کہ ادھر بدبو اور عفونت ہے اور یا کنجروں اور فاسقوں خدا اور رسول کے دشمنوں کے گھر ہیں تو اس راہ کو چھوڑ دے۔ غرض صحت نیت کا خیال کرلے اور فساد کی راہ سے پرہیز بکلی کرے +

ایکدور سوال کیا کہ بے ایمانی کس طرح پیدا ہوتی ہے +

فرمایا کہ بے ایمانی خدا کی معرفت نہ ہونے اور ایمان کے کامل درجہ تک نہ پہنچنے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے ادھورا ایمان اسکی وجہ ہوتی ہے +

ایک اور صاحب نے سوال کیا کہ حضور جب سلسلہ موسوی اور سلسلہ محمدی میں مماثلت ہے تو کیا وجہ ہے کہ اس سلسلے کے خادم تو نبی کہلائے مگر ادھر اسطرح کوئی بھی نبی نہ کہلایا۔ فرمایا کہ مشابہت میں ضروری نہیں کہ مشبہ اور مشبہ بہ بالکل آپسمیں ایک دوسرے کے عین ہوں اور اُن کا ذرا بھی آپسمیں خلاف نہ ہو اب ہم جو کہتے ہیں کہ فلاں شخص تو شیر ہے۔ تو اب اسمیں کیا بھلا ضروری ہے کہ اس شخص کے جسم پر لمبے لمبے بال بھی ہوں۔ چار پاؤں بھی ہوں اور دم بھی ہو اور وہ جنگلوں میں شکار بھی کرتا پھرے۔ بلکہ جسطرح من وجہ تشابہ ہوتا ہے ویسا ہی من وجہ مخالفت بھی ہونا ضروری ہے اللہ تعالیٰ نے کنتم خیر امۃ تو یونہی فرمایا ہے۔ جو اعلیٰ درجہ کی خیر اور برکات تھے وہ اسی امت میں جمع ہوئے ہیں۔ آنحضرتؐ کا زمانہ ایسے وقت تک پہنچ گیا ہوا تھا کہ دماغی اور عقلی قویٰ پہلے کی نسبت بہت کچھ ترقی کر گئے تھے۔ اُس زمانے میں تو ایک گونہ جہالت تھی۔ اب کوئی کہے کہ اسطرح بھی تشابہ نہ ہوا تو یہ اُس کا کہنا درست نہ ہوگا نبوت جو اللہ تعالیٰ نے اب قرآن شریف میں آنحضرتؐ کے بعد حرام کی ہے۔ اس کے یہہ معنے نہیں ہیں کہ اب اس اُمت کو کوئی خیر و برکت ملے ہی گی نہیں۔ اور نہ اسکو شرف مکالمات اور مخاطبات ہوگا۔ بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ آنحضرتؐ کی مہر کے سوائے اب کوئی نبوت نہیں چل سکیگی۔ اس امت کے لوگوں پر جو نبی کا لفظ نہیں بولا گیا اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ حضرت موسےٰ کے بعد تو نبوت ختم نہیں ہوئی تھی۔ بلکہ ابھی آنحضرتؐ جیسے عالیجناب اولوالعزم صاحب شریعت کامل آنیوالے تھے۔ اسی وجہ سے اُن کے واسطے یہ لفظ جاری رکھا گیا مگر آنحضرتؐ کے بعد چونکہ ہر ایک قسم کی نبوت بجز آنحضرتؐ کی اجازت کے بند ہوچکی تھی اسواسطے ضروری تھا کہ اسکی عظمت کی وجہ سے وہ لفظ نہ بولا جاتا۔ ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے جسمانی طور سے آپؐ کی اولاد کی نفی بھی کی ہے اور ساتھ ہی روحانی طور سے اثبات بھی کیا ہے۔ کہ روحانی طور سے آپ باپ بھی ہیں۔ اور روحانی نبوت اور فیض کا سلسلہ آپ کے بعد جاری رہیگا اور وہ آپ میں سے ہوکر جاری ہوگا نہ الگ طور سے وہ نبوت چل سکے گی جس پر آپ کی مُہر ہوگی ورنہ اگر نبوت کا دروازہ بالکل بند سمجھا جاوے تو نعوذ باللہ اُس سے تو انقطاع فیض لازم آتا ہے۔ اور اسمیں تو نحوست ہے۔ اور نبیؐ کی ہتک شان ہوتی ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ نے اس امت کو یہ جو کہا کہ کنتم خیر امۃ۔ یہ جھوٹ تھا۔ نعوذ باللہ۔ اگر یہ معنے کئے جاویں کہ آیندہ کے واسطے نبوت کا دروازہ ہر طرح سے بند ہے تو پھر خیر الامۃ کی بجائے شر الامم ہوئی یہ امت۔ جب اسکو اللہ تعالیٰ سے مکالمات اور مخاطبات کا شرف بھی نصیب نہ ہُوا تو یہ تو کالانعام بل ھم اضل ہوئی اور بہائم سیرت اسے کہنا چاہیئے نہ کہ خیر الامم + اور پھر سورۃ فاتحہ کی دعا بھی لغو جاتی ہے اسمیں جو لکھا ہے کہ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم تو سمجھنا چاہیئے کہ اُن پہلوں کے پلاؤ زردے مانگنے کی دعا سکھائی ہے۔ اور اُن کی جسمانی لذات اور انعامات کے مورث ہونیکی خواہش کیگئی ہے ہرگز نہیں + اور اگر یہی معنے ہیں تو باقی رہ ہی کیا گیا جس سے اسلام کا علو ثابت ہووے۔ اسطرح تو ماننا پڑے گا کہ نعوذ باللہ آنحضرتؐ کی قوت قدسی کچھ بھی نہ تھی اور آپ حضرت موسیٰؑ سے مرتبے میں گرے ہوئے تھے کہ اُن کے بعد تو انکی امت میں سے سینکڑوں نبی آئے مگر آپ کی اُمت سے خدا کو نفرت ہے کہ انہیں سے کسی ایک کی ساتھ مکالمہ بھی نہ کیا۔ کیونکہ جس کے ساتھ محبت ہوتی ہے۔ آخر اُس سے کلام تو کیا ہی جاتا ہے +

نہیں بلکہ آنحضرتؐ کی نبوت کا سلسلہ جاری ہے۔ مگر آپ میں سے ہوکر اور آپ کی مُہر سے۔ اور فیضان کا سلسلہ جاری ہے۔ کہ ہزاروں اس امت میں سے مکالمات اور مخاطبات کے شرف سے مشرف ہوئے اور انبیاء کے خصائص اُن میں موجود ہوتے رہے ہیں۔ سینکڑوں بڑے بڑے بزرگ گزرے ہیں جنہوں نے ایسے دعوے کئے چنانچہ حضرت عبدالقادر جیلانی رحمت اللہ علیہ ہی کی ایک کتاب فتوح الغیب کو ہی دیکھ لو +

ورنہ اللہ تعالیٰ جو فرماتا ہے کہ من کان فی ھذہٖ اعمیٰ فھو فی الاٰخرۃ اعمیٰ۔ اگر خدا نے خود ہی اس امت کو اعمیٰ بنایا تھا تو عجب ہے خود ہی اُسے اعمیٰ بنایا اور خود ہی اعمیٰ کیواسطے زجر اور توبیخ ہے کہ آخرت میں بھی اعمیٰ ہوگی اس امت بچاری کے کیا اختیار اس کی مثال تو ایسی ہے کہ ایک شخص کسی کو کہے کہ اگر تو اس مکان سے گرجاوے گا تو تجھے قید کردیا جاوے گا مگر پھر اُسے خود ہی دھکا دیدے ...

.... گویا نبوت کا سلسلہ بند کرکے فرمایا کہ تجھے مکالمات اور مخاطبات سے بے بہرہ کیا گیا اور تو بہائم کی طرح زندگی بسر کرنیکیواسطے بنائی گئی اور دوسری طرف کہتا ہے کہ من کان فی ھذہٖ اعمیٰ فھو فی الاٰخرۃ اعمیٰ۔ اب بتاؤ کہ اس متناقض کا کیا جواب ہے۔ ایکطرف تو کہا کہ خیر امت اور دوسری جگہ کہدیا کہ تو اعمیٰ ہے آخرت میں بھی اعمیٰ ہوگی۔ نعوذ باللہ + کیسے غلط عقیدے بنائے گئے ہیں +

اور اگر کوئی باہر سے اسکی اصلاح کیواسطے آگیا تو بھی مشکل اس امت کے نبی کی ہتک شان اور قوم کی بھی ناک کٹی ہوئی کہ اسمیں گویا کوئی بھی اس قابل نہیں کہ اصلاح کرنیکے قابل ہوسکے۔ اور کسی کو یہ شرف مکالمہ عطا نہیں کیا جاسکتا۔ اور اس پر بس نہیں بلکہ آنحضرتؐ پر اعتراض آتا ہے کہ ایسے بڑے نبی ہوکر اُن کی اُمت ایسی کمزور اور گری گزری ہے۔ ایسا نہیں بلکہ بات یوں ہے کہ آنحضرتؐ کے بعد بھی آپ کی امت میں ہی نبوت ہے اور نبی ہیں۔ مگر لفظ نبی کا بوجہ عظمت نبوت استعمال نہیں کیا جاتا لیکن برکات اور فیوض موجود ہیں۔

ایک شخص نے سوال کیا کہ وہ کیا راہ ہے جس سے انسان خدا کو پاسکے۔ فرمایا جو لوگ برکت پاتے ہیں اُن کی زبان بند اور عمل اُن کے وسیع اور صالح ہوتے ہیں۔ پنجابی میں کہاوت ہے کہ کہنا ایک جانور ہوتا ہے اس کی بدبو سخت ہوتی ہے اور کرتا خوشبودار درخت ہوتا ہے سو ایسا ہی چاہئے کہ انسان کہنے کی نسبت کر کے بہت کچھ دکھائے۔ صرف زبان کام نہیں آتی بہت سے ہوتے ہیں جو باتیں بہت بناتے ہیں اور کرتے ہیں نہایت سست اور کمزور ہوتے ہیں صرف باتیں جنکے ساتھ روح نہ ہو وہ نجاست ہوتی ہیں۔ بات وہی برکت والی ہوتی ہے جس کے ساتھ آسمانی نور ہو اور عمل کے پانی سے سرسبز کی گئی ہو اس کیواسطے انسان خود بخود ہی نہیں کر سکتا چاہئے کہ ہر وقت خدا سے دعا کرتا رہے اور درد وگداز سے سوز سے اُس کے آستانے پر گرا رہے اور اُس کر توفیق مانگے۔ ورنہ یاد رکھے کہ اندھا مریگا۔ دیکھو جب ایک شخص کو کوڑھ کا ایک داغ پیدا ہو جاوے تو وہ اُسکے واسطے فکر مند ہوتا ہے اور دوسری باتیں اُسے بھول جاتی ہیں۔ اسی طرح جسکو روحانی کوڑھ کا پتہ لگ جاوے اسے بھی ساری باتیں بھول جاتی ہیں اور وہ سچے علاج کیطرف دوڑتا ہے۔ مگر افسوس کہ اُس سے آگاہ بہت تھوڑے ہوتے ہیں۔

یہ سچ ہے کہ انسان کے واسطے یہ مشکل ہے کہ وہ سچی توبہ کرے ایکطرف سے توڑ کر دوسری طرف جوڑنا بہت مشکل ہوتا ہے ہاں مگر جسے خدا توفیق دے۔ ہاں ادب سے۔ حیا سے۔ شرم سے اُس سے دعا اور التجا کرنی چاہئے کہ وہ توفیق عطا کرے اور جو ایسا کرتے ہیں وہ پا بھی لیتے ہیں اور انکی سنی بھی جاتی ہے صرف باتونی آدمی مفید نہیں ہوتا۔ کپڑا جتنا سفید ہوتا ہے اور پہلے اسپر کوئی رنگ نہیں دیا جاتا اتنا ہی عمدہ رنگ اس پر آتا ہے۔ پس تو اسیطرح اپنے آپ کو پاک کرو تاتم پر خدائی رنگ عمدہ چڑھے۔ اہل بیت جو ایک پاک گروہ اور بڑا عظیم الشان گھرانا تھا اُس کے پاک کرنے کیواسطے بھی اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا کہ انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھرکم تطھیرا میں بھی اُسے ناپاکی اور نجاست کو دور کروں گا۔ اور خود ہی اُنکو پاک کیا تو بھلا اور کون ہے جو خود بخود پاک صاف ہونیکی توفیق رکھتا ہو پس لازمی ہے کہ اُس سے دعا کرتے رہو اور اُسی کے آستانے پر گرے رہو۔ ساری توفیقیں اُسی کے ہاتھ میں ہیں۔

صبح کی سیر

۱۵-اپریل ۱۹۰۳ء

فرمایا۔ رات کے سوال کا یہ حصہ کہ جب مماثلت ہے موسوی اور محمدی سلسلوں میں تو محمدی سلسلے میں موسوی سلسلے کی طرح نبی کیوں نہ آئے یہ حصہ ایسا ہے جس سے ایک انسان کو دھوکا لگ سکتا ہے لہذا ہم اس کے متعلق زیادہ تشریح کر دیتے ہیں۔

اوّل تو یہی بات کہ مماثلت کے لئے ضروری نہیں کہ دوسرا کا وہ عین ہو۔ مشبہ اور مشبہ بہ میں ضرور فرق ہوتا ہے۔ ایک خوبصورت انسان کو چاند سے مشابہت دیدیتے ہیں مگر چاہئے کہ آیا ایسے انسان کا ناک ہو۔ کان نہ ہوں۔ صرف ایک گول سفید چمکیلا سا ٹکڑا ہو۔ اصل بات یہ ہے کہ مشابہت کیواسطے بعض حصے میں مشابہت ضرور ہوتی ہے۔ دیکھئے حضرت موسےٰ ع سے آنحضرت ؐ کو مشابہت ہے۔ اور اسمیں صرف اعلیٰ جزو یہی ہے کہ حضرت موسےٰ ع نے ایک قوم کو جو فرعون کے تحت غلامی میں مبتلا تھی اور اُن کے حالات گندہ ہو گئے تھے وہ خدا کو بھول گئے تھے اور اُن کے خیالات اور ہمتیں پست ہو گئی تھیں موسےٰ ع نے اُس قوم کو فرعون سے نجات دلائی اور اُن کو خدا سے تعلق پیدا کرنیکے قابل بنا دیا۔ اسی طرح آنحضرت ؐ نے بھی ایک قوم کو بتوں کی غلامی اور رسم و رواج کی قید سے نجات دلائی اور اپنے دشمن کو فرعون کیطرح ہلاک و برباد کیا۔ یہ مشابہت تھی۔

اگر غور سے دیکھا جاوے تو ہمارے نبی کریم ؐ کو آپکے بعد کسی دوسرے کے نبی نہ کہلانے سے شوکت ہے۔ اور حضرت موسیٰ ع کے بعد اور لوگوں کے بھی نبی کہلانے سے اُنکی کسر شان۔ کیونکہ حضرت موسیٰ ع بھی ایک نبی تھے اور اُن کے بعد ہزاروں اور بھی نبی آئے تو انکی نبوت کی خصوصیت اور عظمت کوئی نہیں ثابت ہوتی۔ برعکس اس کے آنحضرت ؐ کی ایک عظمت اور آپ کی نبوت کے لفظ کا پاس اور ادب کیا گیا ہے کہ آپکے بعد کسی دوسرے کو اس نام سے کسی طرح بھی شریک نہ کیا گیا۔

اگرچہ آنحضرت ؐ کی امت بھی ہزاروں بزرگ نبوت کے نور سے منور تھے اور ہزاروں کو انوار نبوت کا حصہ عطا ہوتا رہا ہے اور اب بھی ہوتا ہے۔ مگر چونکہ آنحضرت ؐ کا نام خاتم الانبیا رکھا گیا تھا۔ اسلئے خدا نے نہ چاہا کہ کسی دوسرے کو بھی یہ نام دیکر آپ کی کسر شان کی جاوے۔ آنحضرت ؐ کی اُمت میں سے ہزارہا انسانوں کو نبوت کا درجہ ملا اور نبوت کے آثار اور برکات اُن کے اندر موجزن تھے مگر نبی کا نام اور یہ صرف شان نبوت آنحضرت ؐ اور سد باب نبوت کی خاطر اُن کو اس نام سے ظاہر الملقب نہ کیا گیا۔ مگر دوسری طرف چونکہ آنحضرت ؐ کے فیوض اور روحانی برکات کا دروازہ بند بھی نہ کیا گیا تھا اور نبوت کے انوار جاری بھی تھے جیسا کہ ولکن رسول اللہ وخاتم النبین سے نکلتا ہے کہ آنحضرت ؐ کی مہر اور اذن سے اور آپ کی نور سے نور نبوت جاری بھی ہے۔ اور یہ سلسلہ بند بھی نہیں ہوا یہ بھی ضروری تھا کہ اُسے ظاہراً بھی شائع کیا جاوے تاکہ موسوی سلسلے کے نبیوں کے ساتھ آپ کی امت کے لوگ بھی مماثلت کے پورا کرنے میں صاف طور سے نبی اللہ کا لفظ فرما دیا اور اس طرح سے دونوں امور کا لحاظ نہایت حکمت اور کمال لطافت سے رکھ لیا گیا۔ ادھر یہ کہ آنحضرت ؐ کی کسر شان بھی نہ ہو۔ اور ادھر موسوی سلسلے سے مماثلت بھی پوری ہو جاوے۔ تیرہ سو برس تک نبوت کے لفظ کا اطلاق تو آپ کی نبوت کی عظمت کے پاس سے نہ کیا اور اس کے بعد اب مدت دراز کے گزرنے سے لوگوں کے چونکہ اعتقاد اس امر پر پختہ ہو گئے تھے کہ آنحضرت ؐ ہی خاتم الانبیا ہیں اور اب اگر کسی دوسرے کا نام نبی رکھا جاوے تو اس سے آنحضرت کی شان میں کوئی فرق بھی نہیں آتا اسواسطے اب نبوت کا لفظ مسیح کے لئے ظاہراً بھی بول دیا۔ یہ ٹھیک اسی طرح سے ہے جیسے آپ ؐ نے پہلے فرمایا تھا کہ قبروں کی زیارت نہ کیا کرو اور پھر فرما دیا تھا کہ اچھا اب کر لیا کرو۔ پہلے منع کرنا بھی حکمت رکھتا تھا کہ لوگوں کے خیالات ابھی تازہ تازہ بت پرستی سے ہٹے تھے تا پھر وہ اُسی عادت کی طرف عود نہ کریں پھر جب دیکھا کہ اب انکا ایمان کمال کو پہنچ گئے ہیں اور کسی قسم کے شرک و بدعت کو ان کے ایمان میں راہ نہیں تو اجازت دے دی بالکل اسی طرح یہ امر ہے۔ پہلے تیرہ سو برس اس عظمت کے واسطے نبوت کا لفظ نہ بولا اگرچہ صفتی رنگ میں صفت نبوت اور انوار نبوت موجود تھے اور حق تھا کہ ان لوگوں کو نبی کہا جاوے مگر خاتم الانبیا کی نبوۃ کی عظمت کے پاس کی وجہ سے وہ نام نہ دیا گیا مگر اب وہ خوف نہ رہا تو آخری زمانہ میں مسیح موعود کے واسطے نبی اللہ کا لفظ فرمایا۔ آپکے جانشینوں اور آپ کی اُمت کے خادموں پر صاف صاف نبی اللہ بولنے کے واسطے دو امور مدنظر رکھنے ضروری تھے۔ اول عظمت آنحضرت اور دوم عظمت اسلام۔ سو آنحضرت ؐ کی عظمت کے پاس کی وجہ سے اُن لوگوں پر ۱۳۰۰ برس تک نبی کا لفظ نہ بولا گیا تاکہ آپکی ختم نبوۃ کی ہتک نہ ہو کیونکہ اگر آپ کے بعد ہی آپکی اُمت کے خلیفوں اور مصلحوں پر نبی کا لفظ بولا جانے لگتا جیسے حضرت موسیٰ کے بعد کے لوگوں پر بولا جاتا رہا تو اس میں آپکی ختم نبوۃ کی ہتک تھی اور کوئی عظمت نہ تھی۔ سو خدا نے ایسا کیا کہ اپنی حکمت اور لطف سے آپ کے بعد ۱۳۰۰ برس تک اس لفظ کو آپکی اُمت پر سے اٹھا دیا تا آپکی نبوۃ کی عظمت کا حق ادا ہو جاوے۔ اور پھر چونکہ اسلام کی عظمت چاہتی تھی کہ اس میں بھی بعض ایسے افراد ہوں جن پر آنحضرت کے بعد لفظ نبی اللہ بولا جاوے اور تا پہلے سلسلہ سے آپکی مماثلت پوری ہو آخری زمانہ میں مسیح موعود کے واسطے آپکی زبان سے نبی اللہ کا لفظ نکلوا دیا۔ اور اسطرح پر نہایت حکمت اور بلاغت سے دو متضاد امور کو پورا کیا اور موسوی سلسلہ کی مماثلت بھی قائم رکھی اور عظمت اور نبوۃ آنحضرۃ بھی قائم رکھی۔

سوال۔ کیا کوئی عورت نبیہ ہو سکتی ہے۔ فرمایا نہیں۔ اللہ تعالیٰ

صحیفۃ الولاء پر ریمارک

نمبر (۵)

اور منجملہ ان دلائل کے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ مسیح موعود اسی اُمّت سے ہوگا قرآن شریف کی آیۃ
کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ ہے
یعنی تم بہترین اُمّت ہو جو اس لیے نکالی گئی ہو تا دجال معہود کے فتنہ کو فرو کرکے مخلوق کو فائدہ پہونچاؤ۔ اس آیت میں **النّاس** کا ترجمہ دجّال جو کیا گیا ہے ہم اسپر قرآنی استشہاد پیش کرتے ہیں چنانچہ فرمایا ہے **لخلق السموات و الارض اکبر من خلق الناس** یعنی جو کچھ آسمان اور زمین کی بناوٹ میں اسرار اور عجائبات ہیں وہ **دجال معہود** کی طبائع کی بناوٹ سے برابر نہیں یعنی گو وہ لوگ زمین و آسمان کے اسرار معلوم کرنے میں کتنی ہی جانکاہی کریں اور کیسی ہی طبع رسا دکھلا دیں پھر بھی انکی طبعیتیں ان اسرار کے انتہا تک نہیں پہونچ سکتی ہیں۔ ہمیشہ بھی مفسرین نے **النّاس** سے مراد دجال معہود لیا ہے۔ دیکھو معالم وغیرہ اور ان معنوں کے لیے قرینہ قویہ یہ ہے کہ کھلا ہے کہ دجال معہود اپنی ایجادوں اور صنعتوں سے خدا تعالیٰ کے کاموں پر ہاتھ ڈالے گا۔ اور اسطرح پھر خدائی کا دعویٰ کرے گا۔ اور اسبات کا سخت حریص ہوگا کہ خدا کی باتیں جیسی بارش برسانا اور پھل لگانا اور انسان وغیرہ حیوانات کی نسل جاری رکھنا اور سفر اور حضر اور صحت کے سامان فوق العادۃ طور پر انسان کے لیے مہیا کرنا ان تمام باتوں میں فاطر کی طرح کارروائیاں کرے اور سب کچھہ اسکے قبضۂ قدرت میں ہو جاوے اور کوئی بات اُس کے آگے ان ہونی نہ ہو غرض جیسے اس آیت میں **النّاس** سے مراد دجال ہی ہے ایسا ہی **کنتم خیر امۃ اخرجت للناس** میں الناس کے لفظ سے دجال ہی مراد ہے کیونکہ تقابل کے قرینہ سے اس آیت کے یہ معنی ہوتے ہیں کنتم خیر امۃ اخرجت لشر الناس اور شر الناس سے مراد متفق علیہ طور پر دجال ہی ہے۔ اور ان معنوں کی تصدیق ..... سورۃ لم یکن کے الفاظ **شر البریہ** اور **خیر البریہ** بھی کرتے ہیں۔

غرض اس آیت سے بڑی صفائی کے ساتھ واضح ہوتا ہے کہ آنے والا مسیح اسی اُمّت سے ہوگا۔ پھر آنے والے مسیح اور اسرائیلی مسیح کا جو حلیہ بیان کیا گیا ہے اسمیں اختلاف ہے اسرائیلی مسیح کو سرخ رنگ لکھا ہے جیسا کہ علی العموم شامی لوگ ہوتے ہیں ایسا ہی اُن کے بال بھی جعد لکھے ہیں مگر آنیوالے مسیح کا رنگ گندم گوں اور بال بھی سیدھے لکھے ہیں۔ اور صحیح بخاری میں یہ التزام کیا گیا ہے کہ جہاں کہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا حلیہ لکھنے کا اتفاق ہوا ہے وہاں انکو احمر لکھا ہے اور کہیں اس التزام کو نہیں چھوڑا اور آنیوالے مسیح کو گندم گوں قرار دیا ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک آنے والے مسیح اور تھے ورنہ تفریق حلیتین کا التزام کیوں کیا گیا۔ غرض جہانتک اس سوال کیطرف توجہ کی جاوے نصوص قرآنیہ حدیثیہ سے صداقۃً بلا تاویل یہی ثابت ہوتا ہے۔ کہ آنیوالا مسیح اسی اُمّت سے ہوگا۔

اب اس امر کی تنقید اور توضیح کے بعد دوسرا امر غور طلب یہ ہے کہ کیا آنیوالے مسیح کے لیے یہی وقت ہے یا نہیں جسمیں ہم ہیں؟

اس سوال کے جواب میں بھی جہانتک واقعات کا سلسلہ شہادت دیتا ہے + اور آنیوالے مسیح موعود کی تعیین وقت پر اکابر اُمّت کے کشوف اور رویا دلالت کرتے ہیں اور وہ علامات و آثار جو مسیح موعود کے لیے بتائے گئے تھے انپر نظر کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہی وقت ہے جس میں مسیح موعود کو آنا چاہیے۔ ہم ذیل میں مختصراً اس امر تنقیح کے متعلق بحث کرتے ہیں۔

اول جیسے اوپر دکھایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مثیل موسیٰ ہیں اور آپ کے بعد سلسلہ خلافت آیت استخلاف کے موافق اسی طرح پر چلا ہے جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد چلا تھا۔ اس سلسلہ کے مقابلہ کے لحاظ سے جیسے یہ ضروری تھا کہ خاتم الخلفا مسیح موعود ہو اسی طرح پر اس خاتم الخلفا کا ظہور بھی موسوی مسیح کی مدت ظہور کے مقابل میں واقع ہو۔ چونکہ موسوی مسیح ظاہر نہیں ہوا تھا جب تک کہ سن موسوی کے حساب سے چودھویں صدی نے ظہور نہیں کیا۔ اس لحاظ سے محمدی مسیح موعود کا ظہور چودھویں صدی پر ضروری ہے تاکہ دونوں مسیحوں کا مبدء سلسلہ فاصلہ باہم مشابہ ہو۔ اور سلسلہ کے آخری خلیفہ کو چودھویں صدی کے سر پر ظاہر کرنا تکمیل نور کیطرف اشارہ ہے کیونکہ مسیح موعود اسلام کے قمر کا متمم نور ہے اس لیے اسکی تجدید چاند کی چودھویں رات سے مشابہ ہے اسکی طرف اشارہ ہے اس آیت میں کہ لیظہرہ علی الدین کلہ کیونکہ اظہار تام اور اتمام نور ایک ہی چیز ہے اور یہ قول کہ لیظہرہ علی الادیان کل الاظہار اس قول سے مساوی ہے کہ لیتم نورہ کل الاتمام پھر دوسری آیت میں اسکی اور بھی تصریح کر دی ہے جہاں فرمایا واللہ متم نورہ و لو کرہ الکفرون پس تمام نور کے لیے چودھویں رات مقرر ہے اسلیے اتمام قمر اسلام کے لیے بھی چودھویں صدی مقرر تھی۔

اور ایسا لقد نصرکم اللہ ببدر و انتم اذلۃ میں بھی ایک پیشگوئی اس امر کی ہے کہ چودھویں صدی پر جبکہ اسلام مشکلات اور مصائب کے درمیان ہوگا اسی طرح پر جیسا کہ بدر کے وقت تھا اسوقت اللہ تعالےٰ کی نصرت ظاہر ہوگی۔ اور بہت سے قرائن اور اشارات اس قسم کے ہیں جن سے پایا جاتا ہے کہ چودھویں صدی یعنی اسی صدی میں مسیح موعود کا ظہور ضروری ہے۔

علاوہ بریں مسیح موعود کا کام یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ وہ کسر صلیب کے لیے آئے گا۔ اسکا کام خود بتا رہا ہے کہ وہ کس زمانہ میں آئیگا۔ اس سے پایا جاتا ہے کہ اُسوقت صلیبی مذہب کا غلبہ ہوگا اور ملک میں ہر پہلو سے بے اعتدالیاں ہونگی۔ اسبات کے نتیجہ پر پہونچنے کے لیے کسی مزید غور کی بھی حاجت اور ضرورۃ نہیں رہتی کیونکہ ظاہر ہے کہ عیسائیت کا اثر لاکھوں انسانوں کے دلوں پر پڑ گیا ہے اور ملک اباحت کی تعلیموں سے متاثر ہوتا جاتا ہے صدہا آدمی ہر ایک خاندان میں نہ صرف دین اسلام سے ہی مرتد ہو گئے۔ بلکہ جناب سیدنا رسول اللہ صلعم کے سخت دشمن ہیں اور اسقدر بہت سی کتابیں رد اسلام میں جنمیں سب و شتم کے سوا کچھ نہیں شائع کی گئی ہیں۔ ایسی حالت میں عقل سلیم بجائے خود تجویز کرتا ہے کہ اسلام کی نصرت اور تائید میں کوئی انتظام نہ کیا جاتا۔ جو فتنوں کے دور کرنے کے لیے اور مسلمانوں کی اندرونی حالت کو پاک کرنے کے لیے موعود ظہور میں آتا اور تیرھویں صدی کا پورا سو سال کا تجربہ بتاتا ہے کہ ان زہریلی ہواؤں کی اصلاح جو بڑے زور شور سے چل رہی ہیں اور عام وبا کی طرح ہر ایک شہر اور گاؤں سے کچھ کچھ اپنے قبضہ میں لا رہی ہیں ہر ایک معمولی طاقت کا کام نہیں کیونکہ جیسا کہ لفانہ تاثیرات اور دیگر اعتراضات خود ایک معمولی طاقت نہیں بلکہ ہر مینہ کے لیے وقت پر ایک جوش مارا ہے اور اپنی تمام زہریلی بڑی قوت کے ساتھ اگلا ہے اس لیے اس زہر کی مدافعت کے لیے آسمانی طاقت کی ضرورت ہے کیونکہ لوہے کو لوہا ہی کاٹتا ہے۔ باقی آیندہ

ملفوظات احمدیہ

ہر رات حاملہ عورت کی طرح ہوتی ہے جیسے وہاں معلوم نہیں کہ کیا پیدا ہو نہیں معلوم صبحکو کیا نتیجہ پیدا ہو - اسلیے متقی اپنی اوقات کو ضائع نہیں کرتا بلکہ وہ ہر وقت طیار رہتا ہے یہ جانکر کہ معلوم نہیں کس وقت آواز پڑ جاوے۔

نبوۃ کا لفظ ہمارے الہامات میں دو شرطیں رکھتا ہے اول یہ اسکے ساتھ شریعت نہیں ہے اور دوسرے یہ کہ بواسطہ آنحضرۃ صلے اللہ علیہ وسلم۔

جو لوگ ملائک سے انکار کرتے ہیں وہ سخت غلطی پر ہیں انکو اتنا معلوم نہیں کہ دراصل جس قدر اشیا دنیا میں موجود ہیں ذرہ ذرہ پر ملائکہ کا اطلاق ہوتا ہے اور میں یہی سمجھتا ہوں کہ بغیر اسکے اذن کے کوئی چیز اپنا اثر نہیں کر سکتی جہانتک کہ پانی کا ایک قطرہ بھی اندر نہیں جا سکتا اور نہ وہ مؤثر ہو سکتا ہے مَا مِنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ کے یہی معنے ہیں اور رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ خَادِمُكَ کے بھی یہی معنے ہیں - یہی اسلام اور ایمان ہے اس کے سوا بد بودار چیز ہے۔

موت کا مضمون بہت ہی مؤثر مضمون ہے اگر یہ انسان کے اندر چلا جاوے تو انسان بدیوں سے بچنے کی بہت کوشش کرے - ابراہیم ادہم اور شاہ شجاع جیسے بادشاہوں پر اسی مضمون نے اثر کیا تھا جو سلطنتیں چھوڑ کر فقیر ہو گئے

جو چیز علل اور اسباب سے پیدا ہوتی ہے وہ خلق ہے اور جو محض کُنْ سے ہو وہ امر ہے - چنانچہ فرمایا ہے انما امرہ اذا اراد شیئا ان یقول لہ کن فیکون عالم امر میں کبھی توقف نہیں ہوتا۔

خلق سلسلہ علل و معلول کا محتاج ہے - جیسے انسان کے بچہ پیدا ہونے کے لیے نطفہ ہو پھر دوسرے مراتب اور طبعی اور طبابت کے قواعد کے نیچے ہو ہے مگر امر میں یہ نہیں ہوتا ہے۔

حضرت حکیم الامۃ کے ارشادات

قرآن شریف عمل کے لیے ہے اور عمل کے لیے ضروری ہے کہ اسکا علم ہو اور قرآن کا علم حاصل ہوتا ہے تقویٰ سے پس تقویٰ اختیار کرو۔

اپنے گناہوں کی معافی کے لیے جب خدا تعالیٰ سے دعا مانگو تو چھپکر اور آہستہ مانگا کرو۔

زبر الاولین کی ساری صداقتیں قرآن مجید میں موجود ہیں - بلکہ ان صداقتوں کے دلائل نہیں مگر قرآن شریف انکو مدلل بیان کرتا ہے اور اسرار شریعت سے آگاہی بخشتا ہے۔

چھوٹا آدمی قرآن شریف سے استدلال نہیں کرتا بلکہ وہ تو اُسکے سُننے سے بھی عاری ہوتے ہیں انھم عن السمع لمعزولون انکے لیے ہی ہے - پھر ان کا اسپر عملدرآمد کیونکر ہو اور قرآن ان کے لیے راحت جان نہیں ہو سکتا ۔ قرآن ایسی چیز ہے کہ اس سے ہم تمام دنیا کے صادق اور کاذب میں فرق کر سکتے ہیں۔

قرآن شریف کو پڑھو اور آیات اللہ میں غور کرو کہ کیا تمکو قرآن شریف سے لذت آتی ہے یا کسی اور کے کلام سے پھر تمہیں پتہ لگ جائے گا کہ تم کون ہو؟ قرآن شریف سعید اور شقی دو ہی قسم کے آدمیوں کا ذکر کرتا ہے اسطرح تم اپنی سعادت اور نجات یا شقاوت اور سزا کا پتہ لگا سکتے ہو

ایمان تمام خوبیوں کا جامع ہے اور کفر تمام بدیوں کا۔

اصل قرآن شریف کا مطلب یہ ہے کہ اسپر ایمان لایا جائے اور اسکو سمجھا جائے اور اور وں کو سمجھایا جائے۔

جب مامور من اللہ دنیا میں آتے ہیں تو تین چیزیں ان کے زمانہ میں واقع ہوتی ہیں - ۱- دنیا میں قحط پڑتے ہیں -۲- لڑائیاں ہوتی ہیں -۳- وبائیں آتی ہیں۔

اللہ کے احسان یاد کرنے سے بغض - حسد - کینہ وغیرہ بیماریاں رفع ہو جاتی ہیں۔

فساد کے معنے یہ ہیں کہ اللہ کی سی اطاعۃ اور محبت کسی اور سے کی جاوے - اور شفقت علی خلق اللہ نہ ہو یہی اور فساد کی اصل ہیں۔

امام کے لیے تین شرطیں ہیں - اول احکام الٰہی مخلوق کو پہنچاتا ہے -۲- مستقل مزاج ہوتا ہے کوئی امر اسکی دعوت اور تبلیغ کی راہ میں روک نہیں ہو سکتا - ۳- خود اسکو احکام الٰہی پر پورا یقین ہوتا ہے۔

حصول رزق کے گر - اول جناب الٰہی میں دعا مانگنا - دوم اُن قوانین پر کاربند ہونا جو رزق کے متعلق خداوند تعالیٰ نے قرآن شریف میں بیان فرمائے ہیں - سوم خدا تعالیٰ کے عطیات و انعامات کا شکر کرنا - چہارم متقی بننا۔

مسلمان کو پکا مسلمان ہونے کے واسطے کم از کم دو کام ضرور کرنے چاہییں اول کم از کم پانچ یا زیادہ سے زیادہ دس آیتیں ہر روز فکر سے پڑھنی چاہییں اور نماز سنوار سنوار کر پڑھنی۔

التحیات زبانی عبادتیں الصلوات بدنی عبادتیں - الطیبات مالی عبادتیں

(نوٹ): سب نیکیوں کی جڑ نماز ہی ہے صحابہ کرام نماز میں ایسے محو ہو جایا کرتے تھے کہ نماز کے بعد ایک دوسرے سے مصافحہ کیا کرتے تھے - مومن کو جو ملتا ہے نماز ہی سے ملتا ہے - اسی سے ہر طرح کے وساوس دور ہوتے ہیں - اور مشکلات حل ہوتی ہیں جس نے نماز کو نہ پہچانا اُس نے بیشک اسلام کو نہیں پہچانا جسکو ایک دفعہ نماز کی لذت آجاوے پھر وہ دوسری لذتوں کو ایسا بھول جاتا ہے کہ اسکا دل کرتا ہے کہ ہر وقت نماز ہی پڑھتا رہوں مگر بصیرت خدا ہی کیطرف سے ملتی ہے - جب وہ کسیکو اپنی طرف کھینچتا ہے تو حواس ہی الٹ جاتے ہیں یعنی اسکی آنکھیں اور کان اور ہو جاتے ہیں - و الذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا تم کوشش کرو خدا رستہ دکھا دیگا - دعا کیے جاؤ اور دعا کا پیچھا نہ چھوڑو - آخر جو بندہ یا بندہ - اگر تضرع پیدا نہیں ہوتا تو تضرع پیدا کرنے کا بھی یہی علاج ہے کہ دعا کرو تضرع پیدا ہو جاوے - نماز میں جو قومہ اور جلسہ اور دیگر مختلف حالتیں اور تغیرات ہیں ان کا بھی مطلب ہے کہ تم میں قلق پیدا ہو جاوے - قلق بار بار اٹھنے بیٹھنے سے ظاہر ہوتا ہے قلق خدا کو بہت پسند ہے - طالب حق جو ہوتا ہے اسمیں ضرور ہی قلق اور بیقراری ہو جاتی ہے - الدعاء مخ العبادۃ - عبادۃ کا مغز دعا (نماز) ہی ہے۔

تمام ذرات خدا کے تابع ہیں - خدا کے سوا کسی پر یہ اُمید رکھنا کہ فلاں میری بھلائی برائی کمی بیشی کر سکتا ہے یہ بھی شرک ہے - وہ خدا ایسا ہے کہ سب کچھ کر سکتا ہے جب کسی بادشاہ کے سامنے لوگ جاتے ہیں تو پہلے اس کی تعریف کرتے ہیں اسی طرح خدا تعالیٰ کے سامنے جانے کے لیے ہمیں سکھایا گیا کہ الحمد للہ رب العلمین یعنی وہ پاک ذات مستجمع جمیع صفات کاملہ اور ہر نقص سے پاک ہے اور ہر ایک کی پرورش اس کے ہاتھ میں ہے - پھر فرمایا کہ الرحمن الرحیم یعنی وہ ہماری کوششوں اور دعا کے بغیر ہمپر فضل کرنے والا ہے - جسطرح ابھی ہم پیدا ہوئے ہی نہیں تھے کہ اُسنے زمین اور ضروری سامان پہلے ہی طیار کر دیے - یہ سب رحمانیت کی صفت کا تقاضا ہوا - پھر ایسے بھی بعض نعماء ہیں کہ دعاؤں پر حاصل ہوتے ہیں - پھر ملک یوم الدین یعنی ہر ایک نیک و بد عمل کا بدلا دینے والا وہی ہے پس کسی سے نفع و نقصان کا خوف مت رکھو کیونکہ جزا ہر عمل کی اسی کیطرف سے آتی ہے - غرض یہ ہے کہ دعائیں مانگا کرو - اور دعاؤں میں لگے رہو۔

تفسیر القرآن کا دوسرا نمبر ۲۰ اپریل سنہ ۱۹۰۳ء کو انشاء اللہ شائع ہو جاویگا مضامین فہرست ۲۴ اپریل الحکم میں شائع ہوگی قیمت سالانہ ہے

خطبہ

اَلَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْ بَعْدِ مَآ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ۛؕ لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِیْمٌ ۚ اَلَّذِیْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِیْمَانًا ۖۗ وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِیْلُ ۝ فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ لَّمْ یَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ ۙ وَّاتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِیْمٍ

ترجمہ

وہ لوگ جنھوں نے اللہ اور اس کے رسول کی بات کو مان لیا بعد اس کے کہ انکو سخت دکھ پہونچے اور اللہ تعالیٰ کی خاطر سچا تقویٰ اختیار کیا اور ایسی عبادت کی کہ گویا اسکو دیکھ رہے ہیں انکے لیے بہت بڑا درجہ ہے یہ وہ لوگ ہیں جن کو لوگوں نے آکر کہا کہ دشمنوں نے تمھارے ہلاک کرنے کے لیے لشکر اکٹھا کیا ہے۔ تم ڈرجاؤ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ دو اس خبر کو سنکر ان کا ایمان اور بھی بڑھ گیا اور انھوں نے کہا کہ دشمنوں کی کثرت کے مقابلہ میں اللہ ہمارے لیے بس ہے اور اسی نے ہماری کامیابی نصرت اور تائید کی وکالت لے رکھی ہے آخر وہ اللہ کی نعمت اور فضل کے ساتھ واپس ہوئے۔ وہ دشمن جو کثرت کے ساتھ آئے تھے ذلیل ہوئے۔ اور مومن دوہری خوشی لیکر آئے اول فتح کی خوشی اور دشمنوں کا مال لیکر واپس ہوئے اور کوئی دکھ اور نقصان انکو نہ پہونچا اور سب بڑی کامیابی یہ ملی کہ انھوں نے اللہ کی رضا کی پیروی کی۔ اللہ بڑے فضل والا ہے۔

ان آیتوں میں ہمارے لیے ہمارے سلسلہ کے لیے عظیم الشان سبق اور عظیم الشان بشارت اور خوشخبری ہے۔ ان آیتوں پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے مامور و مرسل اور انکی جماعت پر ضرور ہے کہ ایک ایسا وقت آئے کہ کل دنیا ان کی مخالفت کے لیے اٹھے اور وہ اپنے ہر قسم کے ہتھیار ان پر چلانے کے لیے طیار ہو اور وہ اپنی مادی اور زمانی اسباب پر بھروسہ کرکے یہ فتویٰ دیدیں کہ اب ان کو ہلاک کردینگے۔ لیکن ایسی حالت میں جوں جوں مصائب اور مشکلات بڑھتے ہیں اہلحق اور ان کے ایمان میں ترقی ہوتی ہے ان کی روحوں میں خدا تعالیٰ کی محبت عظمت اور اپنی بیکسی سے اسپر توکل اور اسکی طرف تبتل کی شانیں پیدا ہوتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کی پاک جماعت ہر زمانہ میں ایک زندہ اور عجیب نمونہ ہیں جنکو دیکھ کر مومن کی اُمید وسیع ہوتی اور اللہ تعالیٰ پر اس کا ایمان بڑھتا ہے۔

ایک وقت تھا کہ جب صحابہ کا قلیل اور ضعیف گروہ اپنے محبوب و مولا کے ساتھ تھا۔ ایک طرف مدینہ کے یہود انکو دھمکیاں دیتے تھے دوسری طرف کل عرب منصوبہ بازیاں کررہا تھا کہ جسطرح ممکن ہو انکو ہلاک کردیں۔ ایسی حالت میں کوئی شخص عقل اور قیاس سے یقین نہیں کرسکتا تھا کہ یہ بیکس انسان جو اپنے وطن سے مجبور ۳۰۰ کوس بیٹھا ہوا ہے اور اہل وطن بھی اس کے دشمن ہیں ایسا عظیم الشان انسان ہوگا کہ اسکی کامیابی کی نظیر دنیا میں نہ ملے گی۔ حقیقت میں مادی اسباب مادی عقول اس قسم کا فتویٰ استحالت ہی دیسکتی ہی تھیں + مگر صحابہ یقین کرتے تھے کہ یہ **کامیاب** ہوگا اور اسکی کامیابی اللہ تعالیٰ کی ہستی کا ایک زندہ نشان ہوگی اور اسکی سچائی کا بیّن ثبوت! قربان ان لوگوں کے ایمان پر کیسے خدا تعالیٰ کی باتوں کو مانتے ہیں۔ جب دنیا انکی موت کا فتویٰ دیتی ہے وہ اپنی زندگی پر ایمان لاتے ہیں ایمان ایسی لذیذ شئی ہے کہ یہ خطرناک اور جان ستاں مشکلات میں بھی انسان کو معرفت کا نور عطا کرکے اسکی ساری مایوسیوں اور کو فتوں کی تاریکی کو دور کردیتا ہے۔ یہ کیسا ہیبت ناک نظارہ ہے جو ان آیتوں میں بیان کیا ہے کہ صحابہ کو اطلاع ملتی ہے کہ سارا عرب مخالفت کے لیے اٹھ کھڑا ہوا ہے اور وہ مقابلہ کے لیے آتے ہیں تم ان سے ڈر جاؤ + منافق ایک لفظ کہتا ہے کہ انسانو ں سے ڈر جاؤ مگر وہ خدا پرست قوم باوجود اپنی کمزوری اور قلت بیکسی اور غریب الوطنی کے کس ایمان اور سرور کے ساتھ کہتے ہیں حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِیْلُ۔ ان کا یہ قول انکی ایمانی قوت کا پتہ دیتا ہے دشمن کی کثرت انکی قلت چاہیے تھی کہ ایمان کو کمزور کرتی اور وہ ڈر جاتے مگر یہ رپورٹ ان کے لیے ایک قوتی کا کام دیتی انکی قلبی اور ایمانی حالت کا اظہار ان الفاظ میں اللہ تعالیٰ نے کیا ہے فَزَادَهُمْ اِیْمَانًا ان ہی رپورٹ پر ایمان اُن کا بڑھ گیا۔

مجھ کو اس آیت کو پڑھ کر لذت آتی ہے کہ یہ قوم خدا پرست متبتل اور متوکل قوم ہے کہ دنیا اور اسکی فوجیں انکی نظر میں ہیچ اور مردود کیڑے سے بھی بڑھ کر ہیچ ہیں۔ دشمن کی کثرت انپر کوئی رعب نہیں ڈال سکتی کیوں؟ وہ مقتدر غالب ہستی پر ایمان رکھتے ہیں اسلیے کہتے ہیں

حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِیْلُ

وہ کیا ایمان تھا؟ اللّٰهم صل علی محمد وعلی آل محمد وبارک وسلم۔ اس اطلاع کے ساتھ ہی ان کو اللہ تعالیٰ کے وعدے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیاں یاد آگئیں کہ وہ وقت آگیا ہے

سَیُهْزَمُ الْجَمْعُ وَیُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ

بڑی کثرت کے ساتھ لوگ چڑھ کر آئیں گے مگر شکست کھائیں گے۔

ابھی تو وہ قوم سامنے آئی ہے و شکست دی ہے مگر اُن کے اجتماع کی ہی خبر سے ایمان بڑھ گیا کہ اب وہ وقت آگیا ہے اگر اس قوم نے اللہ تعالےٰ کو واقعی دیکھ نہیں لیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کامیابیوں اور نصرتوں کا مشاہدہ نہیں کرلیا تو کیوں بے اختیار ان کے منہ سے نکلتا ہے

حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِیْلُ

اس ایمان کا نتیجہ کیا ہوا۔ فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ لَّمْ یَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ اس ایمان کی بدولت اس توکل کی وجہ سے وہ کم زور اور قلیل جماعت بامراد کامیاب ہوکر اللہ کی نعمت اور فضل لیکر واپس ہوئی۔ اور انھیں کوئی دُکھ نہ پہونچا۔

میرے دوستو! ان آیتوں کا نمونہ مامورین اللہ کے وقت دیکھا جاتا ہے اسوقت خدا تعالیٰ کے خلیفہ مسیح موعود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مظہر کے وقت پھر ان کے ظہور کی نوبت آئی ہے۔ الَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا۔ الآیۃ یا وصفکا اس قوم کو بڑے بڑے زخم پہونچ چکے تھے وطن اور قوم سے وہ نکالے گئے لیکن پھر جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے انکو پکارا تو لبیک کہکر اُٹھ کھڑے ہوئے + دیکھو فتح کی پیشگوئیاں تھیں نصرتوں کے وعدے موجود تھے یا ایں اگر کوئی چشم زخم پہونچا تو پھر بھی یہ قوم خدا کے وعدوں پر سچا ایمان لاتی ہوئی لبیکا کہتی ہے

آفرین اے صحابہ تیرے ایمانوں پہ

بڑے بڑے دُکھ پہونچے۔ بھائی ذبح ہوئے لیکن + تمھارا ایمان کیا ایمان تھا کہ وہ بڑھتا ہی گیا

غلام

یہانتک کہ خدا کے وعدے پورے ہوے ہیں جو شخص اللہ تعالیٰ کی ہستی پر ایمان لاتا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنا اسوۂ حسنہ سمجھتا ہے ضرور ہے کہ وہ ان امتحانوں کے نیچے آوے جو اس کے ایمان کی ترقی کا باعث ہوتے ہیں + کوئی سلسلہ جو خدا تعالیٰ کیطرف سے آتا ہے اُسپر ایسے ابتلا لازماً آتے ہیں اس وقت بھی خدا تعالیٰ کے برگزیدہ مسیح موعود کے خلاف اور اس کی قوم کے خلاف منصوبے ہوتے اور انکو ہر طرح معدوم کرنیکی تجویزیں ہوتی ہیں لیکن ان باتوں کو سنکر اس کی جماعت کا کثیر حصہ ایسا ہے کہ انکا ایمان بڑھتا ہے۔

بہت سے لوگ اسوقت ہیں کہ انکو کہا گیا کہ فلاں مولوی نے تمھارے خلاف فتوے طیار کیے ہیں رشتے ناطے بند کر دیے دُکھ دیے۔ مگر وہ حسبنا اللہ کہہ اُٹھے۔ کہ یہ سچا موعود ہے اور یہ سلسلہ سچا ہے اسکو ہم چھوڑ نہیں سکتے اسکی طرف سے مبارک ہو ان لوگوں کو جنھوں نے ایسا ایمان پایا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہماری جماعت کو تقویٰ طہارت نصیب کرے اور ان پر اپنا فضل کرے کہ وہ شہداء علے الناس ہوں۔ آمین +

عام اخبار اور سلسلہ عالیہ احمدیہ

لاہوری ہم عصر پیسہ اخبار نے ۱۱ اپریل کی اشاعت میں جہاد پر ایک مضمون شائع کیا ہے جس کی غرض اس کارروائی کو چھپانا ہے جو سلسلہ عالیہ احمدیہ کیطرف سے جہاد کے استیصال کے متعلق ہو رہی ہے پیسہ اخبار کے لائق نامہ نگار نے (کیونکہ پیسہ اخبار نے اس کی رائے کو اپنے ایڈیٹوریل میں درج کیا ہے) اپنے اس مضمون میں جہاد کے خلاف کارروائی کرنے والے مسلمانوں کو خود غرض کہا ہے جس سے صاف طور پر صاحب مضمون کا عندیہ اور منشا معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ دل سے اس مسئلہ کی ضرورت سمجھتا ہے ورنہ اس کے کیا معنے کہ جہاد کی مخالفت کرنے والوں کا نام وہ خود غرض رکھتا ہے۔ ہم اس بیہودہ اور طولانی سلسلہ کو جو تاریخی استشہاد کے لیے پیش کیا ہے چھوڑتے ہیں کیونکہ نفس مضمون سے اسکو کچھ تعلق نہیں ہے اصل سوال یہ ہے کہ کیا جہاد کا اعتقاد مسلمانوں میں ہے یا نہیں؟ اور وہ آنیوالے مسیح اور مہدی کے وقت میں جہاد کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں یا نہیں؟

اس سوال پر پیسہ اخبار نے بحث نہیں کی۔ بلکہ غیر متعلق امور کا سلسلہ شروع کر دیا + ہماری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ اگر ان کا اعتقاد جہاد کے متعلق وہی ہے جو ہم رکھتے ہیں یعنی اس وقت اسے حرام ٹھیراتے ہیں تو پھر کیا وجہ ہے کہ وہ ہماری مخالفت کے لیے اُٹھتے ہیں انھیں تو چاہیے کہ ہماری تائید کریں نہ یہ کہ ہمیں گالیاں دیں یہ ایک ضروری پوائنٹ ہے جو کسی صورت میں نظر انداز نہیں ہونا چاہیے + ہمکو تعجب ہے کہ پیسہ اخبار ایکطرف تو یہ ظاہر کرتا ہے کہ مسلمان جہاد کا خیال بھلائے ہوے ہیں اور دوسری طرف جہاد کے نہ ہونیکی وجہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ گورنمنٹ کی طاقت مضبوط ہے۔ اور وہ وہمی اشکال سے ڈر نہیں سکتی۔

سید احمد خان کی تعریف کی جاتی ہے کہ اُس نے ان احادیث پر جن میں مسیح اور مہدی کی بشارتیں موجود ہیں پانی پھیر دیا ہے اس سے صاف پایا جاتا ہے کہ ان بشارتوں کی بنا پر جن لوگوں کا یہ اعتقاد ہے کہ مسیح اور مہدی آنے والے ہیں وہ جہاد کا خیال ضرور رکھتے ہیں ورنہ سید احمد خان کو کیا ضرورت پڑی تھی کہ ان حدیثوں کی صحت ہی سے انکار کرتے۔ اور پیسہ اخبار کے نامہ نگار نے کیوں اسکو فخریہ بیان کیا۔ جب یہ امر ثابت شدہ ہے کہ ان بشارتوں سے جہاد کا وجود پایا جاتا ہے تو اب دیکھنا یہ باقی ہے کہ کسقدر لوگ ہیں جو سید احمد خان کی اس تاویل کو ماننے والے ہیں پیسہ اخبار خود ہی انکی تعداد بتا دے۔ کیا عام مسلمان اہل حدیث حنفی شافعی مالکی حنبلی وغیرہ بھی یہی اعتقاد رکھتے ہیں یا صرف ایک محدود جماعت جو اس اعتقاد کے ساتھ قرآن اور ارکان اسلام کے متعلق بھی اپنے ایسے خیال رکھتی ہے جو دوسرے مسلمانوں کے نہیں ہیں۔

پھر علیگڈھ سکول کے تیرہ طالب علموں کو کل مسلمانوں کا ریپریزنٹیٹو قرار دینا کونسی دانشمندی ہے گورنمنٹ ایسی بیوقوف اور نادان نہیں کہ وہ عام مسلمانوں اور علیگڈھ پارٹی میں تمیز نہ کر سکے پھر جبکہ تمام مسلمانوں کا یہی مذہب ہے تو کیوں اسے نظر انداز کیا جاوے ہمارا روے سخن ہمیشہ اُن لوگوں کیطرف ہے جو مسیح اور مہدی کے منتظر ہیں پس ہم ان کے غلط معتقدات کی اصلاح کرنی چاہتے ہیں اور جہاد کے خیالات ان کے دلوں سے دور کرنا چاہتے ہیں۔

نامہ نگار کی وسعت معلومات پر ہمیں افسوس آتا ہے اور پیسہ اخبار کی ایڈیٹر کی لوکل انفرمیشن پر تعجب آتا ہے کہ ایکطرف تو سید احمد خان کی خدمات متعلقہ جہاد کو کافی سمجھا جاتا ہے اور مسلمانوں میں چھ سو سال سے جہاد کا خیال نہ ہونا ظاہر کیا جاتا ہے دوسری طرف اتنا معلوم نہیں کہ لاہور کی انجمن اسلامیہ کو ہی پچھلے دنوں جہاد کے خلاف ایک فتوی شائع کرنیکی ضرورت پڑی۔ ایسا رسالہ کیوں شائع کیا گیا اگر یہ فتنہ خوابیدہ کا بیدار کرنا تھا۔ اگر مسلمانوں کے دلوں میں کوئی امر اسکا محرک انکو نظر نہ آتا تھا تو کیا مسلمانوں کا روپیہ یوں ہی برباد کیا گیا اور سرد بستان باد دمانیدن کا کام انھوں نے کیا۔

نامہ نگار موصوف کی تحریر میں آخری بات اور بھی قابل توجہ ہے لکھا ہے کہ یہ خیال کہ کسی خاص مجمع میں علماء اسلام سے مسئلہ جہاد کا تصفیہ کرایا جاوے فتنۂ خوابیدہ کو جگانا اور مشکلات کا پیدا کرنا ہے کوئی حقیقی خیرخواہ ایسا مشورہ نہیں کر سکتا۔ اور نہ ہی کبھی عاقبت اندیش گورنمنٹ ایسے ضرر رساں مشوروں پر کاربند ہوکر اپنی مشہور پالیسی کو ترک کر سکتی ہے۔

پیسہ اخبار کا یہ آخری کوٹیشن خصوصیت سے قابل ذکر ہے۔ اگر یہ سچ ہے جیسا کہ پیسہ اخبار نے ظاہر کیا ہے کہ چھ سو سال سے یہ خیال بھولا ہوا ہے تو پھر کیا وجہ ہے؟ کہ محض جہاد کے متعلق علماء اسلام سے تصفیہ کرانے میں یہ فتنہ خوابیدہ بیدار ہو سکتا ہے؟ یہ بات معمولی اور سرسری نگاہ سے دیکھے جانے کے قابل نہیں ہے اگر جہاد کا خیال اور اعتقاد ایسے طور پر راسخ اور پایا جاتا نہیں تو کیا اس کے تصفیہ سے اندیشہ ظاہر کیا جاتا ہے؟ اس سے صاف پایا جاتا ہے کہ یہ خیال بڑے ایسے طور سے اکثر دلوں میں قائم ہے کہ ذرا سی تحریک سے پیدا ہو سکتا ہے اور ہم اُمید کرتے ہیں کہ پیسہ اخبار اور اسکے نامہ نگار کی ساری کوشش جو اس مضمون کے لکھنے میں صرف کی گئی ہے اسی ایک فقرے سے رائگاں ثابت ہوگی اور ملمع سازی کھل گئی جو اس مضمون کی شان تھی۔ اگر مسلمانوں کے دلوں میں جہاد کا خیال اور اعتقاد راسخ نہیں ہے تو پھر کیوں علماء کے تصفیہ سے وہ آگ سلگ سکتی ہے۔

فرزانہ گورنمنٹ اس امر پر کافی غور کر چکی ہے اور وہ کبھی اس امر کو تسلیم نہیں کر سکتی کہ مہدی اور مسیح کے منتظر جہاد کے قائل نہیں۔ اور یہ امر ثابت ہو چکا ہے یا اور بھی واضح ہو جاوے گا کہ اگر استیصال کی صورت ہے تو یہی ہے کہ حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود پر ایمان لایا جاوے جس قدر لوگ اسکی جماعت میں داخل ہوتے ہیں وہ ان خیالات کو اسی جگہ چھوڑ دیتے ہیں۔ اور انھیں چھوڑنا پڑتا ہے۔ پس مسئلہ جہاد کے متعلق تنقیح طلب دو امر ہیں۔

اول۔ کیا مسیح اور مہدی کے منتظر مسلمانون اور علی گڑھی مسلمانون مین بلحاظ اس عقیدہ کے کوئی فرق ہے یا نہین ؟

دوم۔ مسیح اور مہدی کے منتظر مسلمانون کو جہاد پر یقین ہے یا نہین ؟

اور یہ دونون سوال ہین۔ دونون تو مونون مین زمین آسمان کا فرق ہے اور جو لوگ مسیح مہدی کے منتظر ہین وہ جہاد کا خیال بھی ضرور رکھتے ہین پس ہم یہی کوشش کر رہے ہین کہ یہ غلط خیال مسلمانون کے دل سے دور کیا جاوے جو لوگ اس امر مین ہمارے ساتھ ہین کہ جہاد حرام ہے پھر ان کا ہماری مخالفت کرنا ان کے دعوے کو باطل ٹہرانا ہے۔

ہم اس سے زیادہ کچھ لکھنے کی ضرورت نہین سمجھتے کیونکہ پیسہ اخبار کے نامہ نگار نے اپنے مضمون کے آخری حصہ مین معناً تسلیم کر لیا ہے کہ یہ خیال مسلمانون کے دل مین خطرناک طور پر جاگزین ہے چنانچہ وہ فقرات جو جلی قلم سے اوپر ہم نے لکھے ہین قابل غور ہین۔

ان لوگون کا مسائل جہاد کی مخالفت کرنا ہی بتلا رہا ہے کہ ان کے دلون مین کیا ہے۔

جمعہ کی تعطیل

جمعہ کی تعطیل پر پیسہ اخبار نے واقعات کی غلط فہمی اور غلط بیانی پر رائے زنی کی تھی جس کی اصلاح ہم نے اسی وقت کر دی تھی ۱۱۔ اپریل ۱۹۲۱ء کی اشاعت مین پیسہ اخبار نے کسی حد تک اپنی غلطی کا اعتراف کھلے الفاظ مین کر لیا ہے اور اگر وہ فراخدلی اور انصاف سے کام لیتا تو یقین تھا کہ اپنی ساری غلطی کا اعتراف کر لیتا مگر یہ اس کے لئے مشکل ہے تاہم یہ بھی غنیمت ہے۔ پیسہ اخبار کو ہم نے بحیثیت مسلمان کے ملزم کیا تو اس نے کھسیانا ہو کر بجائے صاف لفظون مین تائید کرنے کے اور راہ اختیار کی اس کی تحریر سے یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس تجویز کا موید ہے لیکن تعصب اسے کچھ کرنے نہین دیتا۔

وہ لکھتا ہے کہ چونکہ اتوار کے سوائے یہ تعطیل مانگی ہے اس لئے اس کا قبول ہونا اور بھی دشوار اور بعید از قیاس ہے ہم کہتے ہین کہ اس وقت سوال یہ نہین کہ قبول ہونا قرین قیاس ہے یا بعید از قیاس۔ بلکہ سوال یہ ہے کہ کیا اسلام کی شوکت کے اظہار کے لئے مسلمانون کی ہفتہ وار عید کی تعطیل ضروری ہے یا نہین اس کا منظور کرنا یا نہ کرنا گورنمنٹ کے ہاتھ مین ہے لیکن کیا اگر کوئی جائز امر کسی وجہ سے سرِدست حاصل نہ ہو سکتا ہو تو اس کے جائز حقوق کو بھی چھوڑ دینا چاہیے کیا ساری درخواستین جو ہندو یا مسلمان اپنے جائز حقوق کی بنا پر کرتے ہین سب کی سب منظور کی جاتی ہین ؟ ہم کو اس سے کوئی بحث نہین کہ گورنمنٹ منظور کرتی ہے یا کیا ؟ ہمارا اپنا فرض اسی قدر ہے کہ جس امر کو مسلمانون اور اسلام کے لئے بہتر اور مفید سمجھا جاوے اس کے حصول کے لئے سعی کرین۔ جمعہ کی تعطیل منجملہ ان باتون کے ہے پس ہر ایک **مسلمان کا مسلمان ہونے کی حیثیت** سے فرض ہے کہ وہ اس تجویز کی تائید کرے اور اس کو مسلمانون کا قومی اور مذہبی کار سمجھکر متحد طاقت سے گورنمنٹ کے حضور درخواست کرین۔ اور پھر امید ہو سکتی ہے کہ گورنمنٹ بھی ضرور لحاظ کرے اس تعطیل کے متعلق ہر مسلمان اخبار نویس یا ہر اسلامی انجمن کا فرض ہے کہ وہ ہماری موید ہو ورنہ حضرت مسیح موعودؑ نے اپنا فرض ادا کر دیا۔ وہ اپنی نیت کے موافق اس عمل کی جزا لیگا۔

ہمین بارہا حیرت ہوتی ہے کہ کیون ایسی باتون پر بیجا نکتہ چینی کی جاتی ہے جو عام اغراض اسلام کے مفید اور نافع ہوتی ہین پیسہ اخبار کی یہ رائے کہ ہندوستان مین جمعہ کی تعطیل کی اگر کوئی صورت ہے تو یہی ہے کہ مسلمان آپس مین فیصلہ کر کے اس روز دوکانین اور دیگر پرائیویٹ کاروبار بند کر دیا کرین۔ ہم اس رائے کی مخالفت نہین کرتے بیشک یہ بھی عمدہ بات ہے اور جمعہ کی شوکت اور عظمت ظاہر کرنے کے لئے ایک راہ ہے لیکن اس کے ساتھ ہی یہ غرض مفقود نہین ہو لی چاہئے کہ ہم گورنمنٹ سے التجا نہ کرین اور تعطیل نہ چاہین۔

ہم امید کرتے ہین کہ پیسہ اخبار اپنی رائے پر نظر ثانی کر کے کھلے الفاظ مین اس میموریل کی تائید کرنا اپنا فرض سمجھیگا اور دوسرے مسلمان معاصرین کو متوجہ کریگا۔

چودہوین صدی اور میموریل پر

چودہوین صدی پیسہ اخبار کے اس نوٹ ہی کی نقل پر اپنی رائے کا اتنا اضافہ کرتا اور استہزا کرتا ہے کہ اگر مرزا صاحب کو اصول سیاست مدن کے متعلق بھی کوئی الہام ہوا کرتا تو وہ انگریزی گورنمنٹ کے سامنے ایسی درخواست پیش نہ کرتے۔ ہم اس استہزا کا تو کوئی جواب دینا نہین چاہتے بجز اس کے کہ مایاتیہم **من رسول الا کانوا بہ یستھزءون** ہمیشہ سے سنت اللہ چلی آئی ہے لیکن ایڈیٹر چودہوین صدی کی اصول سیاست مدن سے واقفیت البتہ ہم معلوم کرنا چاہتے ہین امید ہے کہ وہ قوم کو اپنی وسیع واقفیت سے محروم نہ رکھین گے۔

مگر ہمین ڈر لگتا ہے کہ وہ اپنی قابلیت ظاہر کرتے ہوئے سیاست کا شاید لحاظ نہ رکھ سکین کہ اسلامی اصول کیا ہین اور ان مین اب کسی ترمیم یا تنسیخ کی ضرورت نہین جیسا کہ اس پارٹی کے بعض افراد کی رائے ہے کہ نماز اور روزہ مین ترمیم ہونی چاہئے اسلامی اصول اگر مکمل اور عالمگیر ہین ! اور ہین اگر وہ دنیا کی ضرورتون کے لئے متکفل ہین اور ہین تو پھر ہم دیکھین گے کہ جمعہ کی تعطیل کو سیاست مدن کے اصول کے خلاف چودہوین صدی **کا مسلمان ایڈیٹر کیسے ثابت کر سکتا ہے** ؟ اور اس پر جمعہ کی فرضیت کے سوال کو حل کرتا ہے ؟ مسلمانون کے یہ رہنما ہین اور ان سے بہتری کی توقع !!!

حائری لاہوری صاحب کی منطق

صفحہ نمبر ۴ تبصرہ

گذشتہ اشاعت سے آگے

اور تفسیر فی القرآن کو اپنا دستور العمل گردانو اور ہمچو من دیگرے نیست کو چھوڑ دو۔ ہم آپ کو ایک نیک مشورہ دیتے ہین اگر آپ نہین یا جو رشید ہو اس کلام پر غور کر کے اس سے نتیجے تک پہنچئے

وَ قال رجل مومن من ال فرعون یکتم ایمانہ اتقتلون رجلاً ان یقول ربی اللہ و قد جاءکم بالبینٰت من ربکم وان یک کاذبًا فعلیہ کذبہ وان یک صادقًا یصبکم بعض الذی یعدکم ان اللہ لا یہدی من ھو مسرف کذاب (پ ۲۴ مین المومن ر ۸)

ترجمہ :- اور کہا ایک مرد نے جو مومن آل فرعون سے تھا اور اپنے ایمان کو پوشیدہ رکھتا تھا کہ کیا تم مار ڈالو گے ایک شخص کو جو کہتا ہے کہ پروردگار میرا اللہ اور آیا ہے وہ تمہارے رب کی طرف سے ساتھ مضبوط ظاہر دلیلون کے۔ اور اگر یہ ہے جھوٹا پس اوپر اس کے ہے جھوٹ اس کا۔ اور اگر یہ سچا ہے

تو پہونچینگی تم اُنہیں سنتے ہو یہ وعدہ دینا ہے تم کو اور نہین پورا کرتا اس شخص کی بات کو جو حد سے گذرنے والا دروغگو ہے - ایک امامیہ مفسر اس کی تفسیر یون لکھتا ہے کہ اگر بالفرض موسیٰ حد سے گذرنے والا دروغگو ہے - نبوت کے دعوے مین تو خدا تعالیٰ اس کو راہِ راست نہ دکھلائیگا اور اس کو رسوا کریگا پس احتیاج اسکے قتل کی کیا ہے ا دیکھو تفسیر عمدۃ البیان صفحہ ۱۷۹ جلد سوم۔

پھر خدا سے ڈر کر آپ اسی قول پر ہمارے امام وقت کی صداقت کو نہین پر کھتے کیونکہ اس جگہ حضرت حزقیل نے ایک عام اصول سچی بات کے پرکھنے کا بتلا دیا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے دعوے مین جھوٹا ہے تو اس جھوٹ کا وبال اسپر پڑے گا اور خدا اس کو رسوا کرے گا اور اس مسرف کذاب کا کام کبھی پورا نہیں ہونے دیگا۔ غور کرو آیت کے آخری کلمات پر ان اللہ **لا یھدی من ھو مسرف کذاب**۔ پھر اے حق جو علما اس وقت کہان ہو اور کیون اس کلام مین تدبر نہین کرتے ہو کیا پچیس ۲۵ سال سے زیادہ عرصہ نہین ہوا اس امام وقت کا کام روز افزون اور اعجازی ترقی سے چل رہا ہے کیا خدا کا ہاتھ اس کی مدد مین نہین ہے کیا ایسے **مسرف کذاب** کو اقول شما خدا سے روز افزون ترقی نصیب کر رہا ہے پس آپ ہے ایک معیار صدق اور کذب کے لئے جو کافی ہے اگر کوئی خشیۃ اللہ رکھتا ہو اور تعصب اور جھوٹ اور تقلید کو رانہ کو ترک کرے۔

والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ
خاکسار نذر علی از مقام رہتم

نئی ڈائری

۱۷ - اپریل ۱۹۰۳ء دربار شام

کالجون اور مدرسون مین انجیل پڑہانے کے متعلق ذکر ہوتے ہوئے فرمایا کہ ہمین تو تعجب آتا ہے کہ یہ لوگ انجیل کو پیش کس خیال سے کرتے ہین اس کی تعلیم تو انسانی فطرت ہی کے خلاف پڑی ہوئی ہے انسان تو ایک درخت کی طرح مثال خیال کرو اور اس کی مختلف شاخون کو انسان کے مختلف قوے - انسان اس بات پر مجبور ہے کہ وہ مختلف اوقات پر مختلف قوٰے سے کام لیوے - کیونکہ اس کی فطرۃ مین اس کی پیدائش کے وقت سے ایسا ہی رکھا گیا ہے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ ایک انسان کو ایک وقت ایک بیجا اور بامحل غصہ ہو تو اس کی جگہ حلم کرے - اور ہمیشہ ایک قوت سے کام لے دوسرے قوے کے ظہور کا موقع ہی نہ آوے - اگر ایسا ہی خدا نے کرنا تھا تو اتنے مختلف قوٰے کیون انسان کو دیئے اگر صرف ایک عفو اور حلم ہی دیتا باقی قوٰے سے جب کام لینا ہی گناہ تھا تو وہ عطا کیون کئے - نہین ایسا نہین بلکہ انسان کی انسانیت اور اخلاق فاضلہ ہی اسی مین ہین کہ محل اور موقع کے مطابق اپنے قوی کا بھی اظہار کرے - ورنہ انسانوں اور حیوانون مین مابہ الامتیاز کیا ہوا۔

ہم دنیا مین دیکھتے ہین کہ بعض لوگ ایسے ہوتے ہین کہ اگر ان سے ایک دو مرتبہ عفو اور درگذر کیا جاوے اور نیک سلوک کیا جاوے تو اطاعت مین ترقی کرتے اور اپنے فرائض کو پوری طور سے ادا کرنے لگ جاتے ہین تو وہ شرارت مین اور بھی زیادہ ترقی کرتے اور احکام کی پرواہ نہ کر کے ان کو توڑ دینے کی طرف دوڑتے ہین - اب اگر ایک خدمتگار کو جو نہایت شریف الطبع آدمی ہے اور اتفاقاً اس سے ایک غلطی ہوگئی ہے اُسے ٹھکر مارنے اور پیٹنے لگ جائین تو کیا وہ کام دیسکیگا نہین بلکہ اس سے تو عفو کرنا اور درگذر کرنا ہی اسکے واسطے مفید اور اس کی اصلاح کا موجب ہے - مگر ایک شریر کو کہ جس کا بارہا تجربہ ہوگیا ہے کہ وہ عفو سے نہین سمجھتا بلکہ اور بھی شرارت مین قدم آگے رکھتا ہے تو اس کو تو ضرور سزا دینی پڑے گی اور اس کے واسطے مناسب یہی ہے کہ اُسے سزا دیجاوے۔

اس..... قانون کے سوا انجیلی تعلیم پر چلکر تو انسانی تمدن کا نظام چل سکتا ہی نہین بہلا اگر ایسا ہی ان کا مذہب تھا تو پھر عدالتون کے قائم کرنے کی کیا ضرورت تھی - عدالتون کے قوانین مین کیون سزائین مقرر ہین کسی مجرم کے واسطے کہین قانون مین عفو کا حکم نہین دیا گیا بلکہ ہر جرم کی سزا مقرر کی گئی ہے انجیلی تعلیم نے صرف ایک ہی پہلو پر زور دیا ہے اگر ہمین خدا کی کتاب سے یہ امر نہ معلوم ہوتا کہ یہ مختص الزمان اور مختص المکان تعلیم ہے تو اسکے آسمانی اور الہامی ہونے مین تو ہمین انکار ہی کرنا پڑتا - کیونکہ ہماری ہماری ضرورتون کے پورا کرنے کی اس مین وسعت نہین کیا اگر کسی شریر کو اس کی اصلاح کے لئے سزا دیجاوے تو وہ گناہ ہے اور کیا ایک ایسے شخص کو جو بدمعاش چوری کر کے لوگون کا مال مار چکا ہے اس کو عین محل پر سزا دیجاوے

تفسیر القرآن اور البشریٰ

مین خدا کا جسقدر شکر کرون وہ کم ہے تفسیر القرآن کی اشاعت مین غیر معمولی طور پر احمدی قوم نے دلچسپی لی ہے اور ایک ہی نمبر کے بعد جبکہ ابھی دوسرا نمبر شائع نہین ہوا - یہ اشاعت ساڑھے پانچ سو تک پہنچ گئی - ہے اور ابھی درخواستین آرہی ہین تفسیر القرآن کے متعلق روزانہ درخواستون کی اوسط اس وقت تین چار تک ہے جس سے امید کیجاتی ہے کہ دوسرے نمبر کی اشاعت تک جو کہ ۳۰ - اپریل ۱۹۰۳ء کو انشاء اللہ تعالیٰ شائع ہوگا سات سو خریداران تک نوبت پہنچ جاوے گی اور اگر مین ان تمام خریدارون کو تفسیر القرآن کا پہلا نمبر بھیج سکتا جن کو پہلا پارہ بھیجا گیا تھا تو مین یقین کرتا ہون کہ ان مین سے بہت سے خریدار نکل آتے لیکن ان پورے نامون کا محفوظ نہ رکھا جانا مجھے اس امر مین مانع ہوا بہر حال مین دیکھتا ہون کہ خدا تعالیٰ نے اس کی قبولیت دلون مین ڈالدی ہے - اور یہ میری سعادۃ اور خوش قسمتی ہے - مین پہلے ظاہر کر چکا ہون کہ سال مین انشاء اللہ کم از کم تین اور زیادہ سے زیادہ چار پارے مکمل ہوسکین گے دوسرے پارے کے متعلق اس قدر گذارش کرنا ضروری ہے کہ ۴۸ صفحہ تک ان خریدارون کو بھیجا گیا ہے جن کی پیشگی قیمت دفتر مین پہونچی ہوئی تھی لیکن اگر کسی شخص کو الحکم کی اس اشاعت تک بھی نہ پہونچی ہون اور اسکی نے قیمت داخل کر دی ہوئی ہو تو اس کی اطلاع پر انشاء اللہ بھیجے جاوین گے بعض لوگ جو بالکل جدید خریدار ہین ان کو پہلے اور دوسرے پارہ کے نہ ملنے کی وجہ سے تعجب ہوتا ہے ان کو معلوم رہے کہ پہلا اور دوسرا پارہ الگ الگ طبع ہوئے ہین جنمین سے پہلے پارہ کی قیمت علاوہ محصولڈاک ۸ؔ ہے اور دوسرے پارے کی پیشگی قیمت ۱۲ؔ ہے پہلا پارہ مکمل ہے اور دوسرا بھی بہت جلد مکمل ہوجاویگا ان کو اپنا سلسلہ قائم رکھنے کے لئے وہ منگوا لینے چاہئے

البشریٰ کے متعلق بھی درخواستون کا سلسلہ جاری ہے اور امید کیجاتی ہے کہ جون تک کل تعداد پوری ہوجاویگی مین اس کے متعلق اب بہت تحریک اور ترغیب کی ضرورت نہین سمجھتا بعض لوگ سوال کرتے ہین کہ البشریٰ کیسے چل سکتا ہے کیونکہ

الانوار احمدیہ پریس قادیان مین باہتمام شیخ یعقوب علی تراب احمدی مالک و مہتمم چھپکر شائع ہوا

نمبر ۱۵ | ۲۸ - محرم الحرام ۱۳۲۱ھ مطابق ۲۴ - اپریل ۱۹۰۳ء عیسوی | جلد ۷

کلمات طیبات امام الزمان سلمہ الرحمان

"اعجاز التنزیل"

حضرت اقدس علیہ الصلوۃ والسلام کی ایک تقریر جو آپ نے کلام الہی کے معجزہ ہونے کے متعلق فرمائی - ۲۷ نومبر ۱۹۰۲ء کی صبح کو بوقت سیر - (ایڈیٹر)

اللہ تعالے کا کلام جو اسکے برگزیدوں - رسولوں پر نازل ہوتا ہے اس میں کچھ شک نہیں کہ وہ عظیم الشان اعجاز اپنے اندر رکھتا ہے اور کوئی شخص تنہا یا دوسروں کی مدد سے اسکی مثل لانے پر قادر نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالے ایسے لوگوں کی صرف ہمت کر دیتا ہے اور اس طرح پر اسکا معجزہ ہونا ثابت ہوتا ہے - وہ بار بار مخالفوں کو اسکی مثال لانیکی دعوت اور تحدی کرتا ہے لیکن کوئی اسکے مقابلہ کے لئے نہیں اٹھ سکتا، قرآن شریف جو اللہ تعالے کا کلام ہے - کامل معجزہ ہے - دوسری کتابوں کی نسبت ہم نہیں دیکھتے کہ ایسی تحدی کی گئی ہو جیسی قرآن شریف نے کی ہے اگرچہ ہم اپنے تجربہ اور قرآن شریف کے معجزہ کی بنا پر ہستے ایمان لاتے ہیں کہ خدا کا کلام ہر حال میں معجزہ ہوتا ہے لیکن قرآن شریف کا اعجاز جس کمالیت اور جامعیت کے ساتھ معجزہ ہے - دوسرے کو ہم اس جگہ پر نہیں رکھ سکتے کیونکہ بہت سی وجوہ اور صورتیں اسکے معجزہ ہونے کی ہیں - اور کوئی شخص اس کی مثال بنانے پر قادر نہیں - جو لوگ کہتے ہیں کہ کلام الہی معجزہ نہیں ہو سکتا وہ بڑے ہی گستاخ اور دلیر ہیں - کیا وہ نہیں جانتے اور دیکھتے کہ خدا تعالے کی ساری مخلوق بے مثل اور لانظیر ہے پھر اسکے کلام کی نظیر کیسے ہو سکتی ہے؟ ساری دنیا کے مدبر اور صناع ملکر اگر ایک تنکا بنانا چاہیں تو بنا نہیں سکتے پھر خدا کے کلام کا مقابلہ وہ کیسے کر سکتے ہیں؟

محض کلام کے اشتراک یا الفاظ کے اشتراک سے یہ کہدینا کہ کوئی معجزہ نہیں نری حماقت اور اپنی موٹی عقل کا ثبوت دینا ہے - کیونکہ ان اعلے مدارج ادراکات پر ہر شخص اطلاع نہیں پا سکتا - جو باریک بین نگاہ دیکھ سکتی ہے -

میرا یہ مذہب ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خالص کلام لعل کی طرح چمکتی ہے - لیکن با این ہمہ قرآن شریف آپ کی خالص کلام سے بالکل الگ اور ممتاز نظر آتا ہے - اسکی وجہ کیا ہے -؟

ہر چیز کے مراتب ہوتے ہیں - مثلاً کپڑا ہے - تو کھدر - ململ - اور خاصہ - لٹھہ - محض کپڑا ہونے کی حیثیت سے تو کپڑا ہی ہیں اور اس لحاظ سے کہ وہ سفید ہیں بظاہر ایک مساوات رکھتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں - اور ریشم بھی سفید ہوتا ہے - لیکن کیا ہر آدمی نہیں جانتا کہ ان سب میں جدا جدا مراتب ہیں - اور ان میں فرق پایا جاتا ہے - ؏

گر حفظ مراتب نکنی زندیقے

پس جس طرح پر ہم سب اشیاء میں ایک امتیاز اور فرق دیکھتے ہیں اسی طرح کلام میں بھی مراتب اور مراتب ہوتے ہیں جبکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا کلام خود دوسرے انسانوں کے کلام سے با انداز و رعظمت اپنے اندر رکھتا ہے اور ایک پہلو سے اعجازی حد و تک پہونچتا ہے لیکن خدا تعالے کے کلام کے برابر وہ بھی نہیں تو پھر اور کوئی کلام کیونکر اس سے مقابلہ کر سکتا ہے -؟

یہ تو موٹی اور بدیہی بات ہے کہ جس سے سمجھ میں آ سکتا ہے کہ قرآن شریف معجزہ ہے لیکن اس کے سوا اور بھی بہت سے وجوہ اعجاز ہیں - خدا تعالے کا کلام اسقدر خوبیوں کا مجموعہ ہے - جو پہلی کسی کتاب میں نہیں پائی جاتی ہیں - خاتم النبیین کا لفظ جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر بولا گیا ہے بجائے خود چاہتا ہے اور بالطبع اسی لفظ میں یہ رکھا گیا ہے کہ وہ کتاب جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی ہے وہ بھی خاتم الکتب ہو اور سارے کمالات اس میں موجود ہوں - اور حقیقت میں وہ کمالات اس میں موجود ہیں -

کیونکہ کلام الہی کے نزول کا عام قاعدہ اور اصل یہ ہے کہ جسقدر قوت قدسی اور کمال باطنی اس شخص کا ہوتا ہے جس پر کلام الہی نازل ہوتا ہے اسی قدر قوت اور شوکت اس کلام کی ہوتی ہے - آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسی اور کمال باطنی چونکہ اعلے سے اعلے درجے کا تھا - جس سے بڑھکر کسی انسان کا نہ کبھی ہوا اور نہ آئندہ ہوگا - اس لیے قرآن شریف بھی تمام پہلی کتابوں اور صحائف کے اس اعلے مقام اور مرتبہ پر واقع ہوا ہے جہانتک کوئی دوسرا کلام نہیں پہونچا - کیونکہ آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم کی استعداد اور قوت قدسی سب سے بڑھی ہوئی تھی اور تمام مقامات کمال آپ پر ختم ہو چکے تھے۔ اور آپ انتہائی نقطہ پر پہونچے ہوئے تھے۔ اس مقام پر قرآن شریف جو آپ پر نازل ہوا کمال کو پہنچا ہوا۔ اور جیسے نبوت کے کمالات آپ پر ختم ہو گئے اسی طرح اعجاز کلام کے کمالات قرآن شریف پر ختم ہو گئے۔ آپ خاتم النبیین ٹھہرے اور آپ کی کتاب خاتم الکتب ٹھہری جس قدر مراتب اور وجوہ اعجاز کلام کے ہو سکتے ہیں ان سب کے اعتبار سے آپ کی کتاب انتہائی نقطہ پر پہونچی ہوئی ہے۔

یعنے کیا باعتبار فصاحت و بلاغت کیا باعتبار ترتیب مضامین کیا باعتبار تعلیم کیا باعتبار کمالات تعلیم کیا باعتبار ثمرات تعلیم غرض جس پہلو سے دیکھو اسی پہلو سے قرآن شریف کا کمال نظر آتا ہے۔ اور اسکا اعجاز ثابت ہوتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ قرآن شریف نے کسی خاص امر کی نظیر نہیں مانگی بلکہ عام طور پر نظیر طلب کی یعنے جس پہلو سے چاہو مقابلہ کرو۔ خواہ بلحاظ فصاحت و بلاغت خواہ بلحاظ مطالب و مقاصد خواہ بلحاظ تعلیم خواہ بلحاظ پیشگوئیوں اور غیب کے جو قرآن شریف میں موجود ہے۔ غرض کسی رنگ میں دیکھو وہ معجزہ ہے۔ گو ملاں میری مخالفت کی وجہ سے اس امر کو قبول نہ کریں لیکن اس سے قرآن شریف کے اعجاز میں کوئی فرق نہیں آسکتا + یہ لوگ جوش تعصب میں بعض وقت یہانتک اندھے ہو جاتے ہیں کہ ادب کے کل طریقوں کو پس پشت ڈالدیتے ہیں او وہانکے مباحثہ میں لہ ظہر و بطن میں نے پیش کیا تو مولوی محمد حسین صاحب کو جوش آگیا اور راوی کی مخالفت شروع کردی۔ کیا خدا کے کلام سے محبت اور ارادت کا یہی تقاضا ہونا چاہیئے تھا۔ یاد رکھو الطریقۃ کلہ ادب اگر اسکو درست نہ سمجھتا تھا تو قرآن شریف کی محبت کی وجہ سے اسقدر مخالفت بھی تو جایز نہ تھی۔

الغرض قرآن شریف ایک **کامل** اور زندہ **اعجاز** ہے اور کلام کا معجزہ ایسا معجزہ ہوتا ہے کہ کبھی اور کسی زمانہ میں وہ پرانا نہیں ہو سکتا اور نہ فنا کا ہاتھ اس پر چل سکتا ہے۔ حضرت موسے علیہ السلام کے معجزات کا اگر آج نشان دیکھنا چاہیں تو کہاں ہے؟ کیا یہودیوں کے پاس وہ عصا ہے؟ اور اس میں کوئی قدرت اس وقت بھی سانپ بننے کی موجود ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ غرض جسقدر معجزات کل نبیوں سے صادر ہوئے۔ انکے ساتھ ہی ان معجزات کا بھی خاتمہ ہو گیا مگر ہمارے **نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم** کے معجزات ایسے ہیں کہ وہ ہر زمانہ میں اور ہر وقت تازہ بتازہ اور **زندہ** موجود ہیں + ان معجزات کا زندہ ہونا اور ان پر موت کا ہاتھ نہ چلنا صاف طور پر اس امر کی شہادت دے رہا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہی

زندہ نبی

ہیں اور حقیقی زندگی یہی ہے جو آپ کو عطا ہوئی ہے اور کسی دوسرے کو نہیں ملی + آپ کی تعلیم اسلئے **زندہ تعلیم** ہے کہ اسکے **ثمرات** اور برکات اسوقت بھی ویسے ہی موجود ہیں جو آج سے تیرہ سو سال پیشتر موجود تھے۔ دوسری کوئی تعلیم ہمارے سامنے اسوقت ایسی نہیں ہے جس پر عمل کرنے والا یہ دعوےٰ کر سکے کہ اس کے ثمرات اور برکات اور فیوض سے مجھے حصہ دیا گیا ہے اور میں ایک **آیت اللہ** ہو گیا ہوں۔

لیکن

ہم خدا تعالےٰ کے فضل و کرم **قرآن شریف** کی تعلیم کے ثمرات اور برکات کا نمونہ اب بھی موجود پاتے ہیں اور ان تمام آثار اور فیوض کو جو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی سچی اتباع سے ملتے ہیں اب بھی پاتے ہیں چنانچہ **خدا تعالےٰ نے اس سلسلہ کو اسی لئے قایم کیا ہے تا وہ اسلام کی سچائی پر زندہ گواہ ہو اور ثابت کرے کہ وہ برکات اور آثار اس وقت بھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے کامل اتباع سے ظاہر ہوتے ہیں جو تیرہ سو برس پہلے ظاہر ہوتے تھے**۔ چنانچہ صدہا نشان اسوقت تک ظاہر ہو چکے ہیں اور ہر قوم اور مذہب کے سرگروہوں کو ہم نے دعوت کی ہے کہ وہ ہمارے مقابلہ میں آکر اپنی صداقت کا نشان دکھائیں مگر ایک بھی ایسا نہیں کہ جس نے اپنے مذہب کی سچائی کا کوئی نمونہ عملی طور پر دکھلائے +

ہم خدا تعالےٰ کے کلام کو کامل اعجاز مانتے ہیں اور ہمارا یقین اور دعوےٰ ہے کہ کوئی دوسری کتاب اسکے مقابل نہیں ہے۔ میں علے وجہ البصیرۃ کہتا ہوں کہ قرآن شریف کا کوئی امر پیش کریں وہ اپنی جگہ پر ایک **نشان** اور **معجزہ** ہے۔ مثلاً تعلیم ہی کو دیکھیں تو وہ عظیم الشان معجزہ نظر آتی ہے اور فی الواقع معجزہ ہے۔ ایسے حکیمانہ نظام اور فطری تقاضوں کے موافق واقع ہوئی ہے کہ دوسری تعلیم اسکے ساتھ ہرگز ہرگز مقابلہ نہیں کر سکتی۔ قرآن شریف کی تعلیم پہلی ساری تعلیموں کی متمم اور مکمل ہے۔ اسوقت صرف ایک پہلو تعلیم کا دکھا کر میں ثابت کرتا ہوں کہ قرآن شریف کی

تعلیم اعلےٰ درجہ پر واقع ہوئی ہے اور معجزہ ہے مثلاً توریت کی تعلیم (حالات موجودہ کے لحاظ سے کہو یا ضروریات وقت کے موافق) کا سارا زور قصاص اور بدلہ پر ہے + ... جیسے آنکھ کے بدلہ آنکھ اور دانت کے بدلہ دانت اور بالمقابل انجیل کی تعلیم کا سارا زور عفو صبر اور درگذر پر تھا اور یہانتک اس میں تاکید کی کہ اگر کوئی ایک گال پر طمانچہ مارے تو دوسری بھی اس کی طرف پھیر دو کوئی ایک کوس بیگار لے جاوے تو دو کوس چلے جاؤ۔ کرتہ مانگے تو جبہ بھی دیدو۔

اسی طرح پر ہر باب میں توریت اور انجیل کی تعلیم میں یہ بات نظر آئے گی کہ توریت افراط کا پہلو لیتی ہے اور انجیل تفریط کا۔ مگر قرآن شریف ہر موقع اور محل پر **حکمت** اور وسط کی تعلیم دیتا ہے۔ جہاں دیکھو جس بارہ میں قرآن کی تعلیم پر نگاہ کرو تو معلوم ہوگا کہ وہ محل اور موقع کا سبق دیتا ہے۔ اگرچہ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ نفس تعلیم سب کا ایک ہی ہے لیکن اس میں کسی کو انکار کی گنجائش نہیں ہے کہ توریت اور انجیل میں سے ہر ایک کتاب نے ایک ایک پہلو پر زور دیا ہے۔ مگر فطرت انسانی کے تقاضے کے موافق صرف قرآن شریف نے تعلیم دی ہے + یہ کہنا کہ توریت کی تعلیم **افراط** کے مقام پر ہے اس لئے وہ خدا کی طرف سے نہیں یہ صحیح نہیں ہے اصل بات یہ ہے کہ اس وقت کی ضرورتوں کے لحاظ سے ایسی تعلیم درکار تھی۔ اور چونکہ توریت یا انجیل قانون مختص المقام کی طرح تھیں۔ اس لئے ان تعلیموں میں دوسرے پہلوؤں کو ملحوظ نہیں رکھا گیا۔ لیکن قرآن شریف چونکہ تمام دنیا اور تمام نوع انسان کے واسطے تھا۔ اس لئے اس تعلیم کو ایسے مقام پر رکھا جو فطرت انسانی کے صحیح تقاضوں کے موافق تھی۔ اور یہی حکمت ہے کیونکہ حکمت کے معنے ہیں وضع الشئے فی محلہ یعنے کسی چیز کو اسکے اپنے محل پر رکھنا پس یہ حکمت قرآن شریف نے ہی سکھائی ہے۔

توریت جیسا کہ بیان کیا ہے ایک بیجا سختی پر زور دے رہی تھی اور انتقامی قوت کو بڑھا لی تھی۔ اور انجیل بالمقابل بیہودہ عفو پر زور مارتی تھی قرآن شریف نے ان دونوں کو چھوڑ کر حقیقی تعلیم دی **جزاء سیئۃ سیئۃ مثلہا فمن عفی واصلح فاجرہ علی اللہ** یعنے بدی کی جزا اسی قدر بدی ہے لیکن جو شخص معاف کردے اور اس معاف کرنے میں اصلاح مقصود ہو اس کا اجر اسکے رب کے پاس ہے +

(باقی آیندہ)

جا

تتمہ ڈائری ۱۷- اپریل ۱۹۰۳ء

ہم دنیا میں دیکھتے ہیں کہ ہزاروں انسان ایسے ہوتے ہیں کہ ان کی اصلاح ہی سزا اور چشم نمائی پر منحصر ہوتی ہے - لڑکے جو استادوں کے پاس تعلیم پاتے ہیں ان کو بھی کچھ نہ کچھ چشم نمائی کرنی پڑتی ہے اگر وہ ہمیشہ اور ہر خطا پر عفو ہی کرتے رہیں تو لڑکا خراب ہو جاتا ہے ایسی تعلیم اب یہ لوگ کرتے ہی کیوں ہیں انہیں تو چاہیئے تھا کہ ایسے چھپاتے یہہ تو زمانہ ہی ایسا تھا کہ اس کی تعلیم کو لوگوں سے پوشیدہ رکھتے اگر کوئی انجیل پوچھتا کہ تو کہدیتے کہ انجیل فلاں الماری میں بھول گئی ہے اور آج وہاں رہ گئی ہے کل دیں گے اور اس طرح پردہ [illegible] کیونکہ انجیلی تعلیم موجودہ زمانہ میں اس قابل ہی نہیں ہے کہ اس کی طرف نظر اٹھا کر بھی دیکھا جاوے - ہم پوچھتے ہیں کہ کیا کبھی کوئی ایسا شخص بھی ہے جس نے اس تعلیم پر عمل کر کے دکھایا ہو - کسی پادری اور عیسائی کو جب یہ بات حاصل نہیں تو اور تو کوئی کیا کریگا اور سب سے بڑھکر یہ کہ خود مسیح نے بھی انجیل کی تعلیم کے موافق عمل کر کے نہیں دکھایا اور [illegible] عمل ثابت نہیں ہے [illegible] [illegible] اگر یہ تعلیم صحیح ہے تو [illegible] [illegible] [illegible] کہ اگر دوسری بھی پھیر دیتے مگر [illegible] ظاہر کرنا پڑتا ہے کہ [illegible] اور تصنع [illegible] نام کسی نے اس پر عمل کر کے دکھایا [illegible] جرأت رکھنے والا ہوتا + برخلاف [illegible] دیکھا گیا ہے کہ اگر ذراسی بات بھی [illegible] [illegible] ہوئی ہے تو عدالت تک پہنچاتے [illegible] طرح سے کوشش کرتے ہیں کہ سزا دلائی جاوے -

مگر قرآن شریف اسکے مقابلے میں کیا تعلیم دیتا ہے فرماتا ہے - **جزاء سیئة سیئة مثلها**

ومن عفی واصلح فاجره علی الله - یعنے بدی کی سزا اسی قدر بدی ہے - لیکن اگر کوئی معاف کردے اور اس عفو میں اصلاح مدنظر ہوگی تو ہو تو ایسے شخص کو خدا سے اجر ملیگا دیکھو قرآن شریف نے انجیل کی طرح ایک پہلو پر زور نہیں دیا بلکہ محل اور موقعہ کے موافق عفو یا سزا کی کارروائی کرنے کا حکم دیا ہے - عفو غیر محل نہو - ایسا عفو نہ ہو کہ اس کی وجہ سے کسی مجرم کو زیادہ جرأت اور دلیری بڑھ جاوے اور وہ اور بھی گناہ اور شرارت میں ترقی کرے - غرض دونوں پہلوؤں کو مدنظر رکھا ہے اگر عفو سے اس کی عادت بڑھ جاتی ہے تو عفو کی تعلیم ہے اور اگر اصلاح سزا میں ہو تو سزا دینی چاہیئے اور پھر اگر قرآن شریف کی اور باقی تعلیموں کو بھی زمانہ کے ساتھ مطابق کرنا چاہیں تو اور کوئی تعلیم اسکا مقابلہ نہ کر سکے گی -

دابة الارض | فرمایا قرآن شریف نے جو فرمایا

اخرجنا لهم دابة من الارض تكلمهم ان الناس

كانوا بآياتنا لا يوقنون - اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسیح موعود جسکے وقت کے متعلق یہ پیشگوئی ہے اس کے دعاوی کا بہت بڑا انحصار اور دارومدار نشانات پر ہوگا - اور خدانے اسے بھی بہت سے نشانات عطا فرمار کھے ہونگے کیونکہ یہ جو فرمایا کہ:-

ان الناس كانوا بآياتنا لا يوقنون یعنے اس عذاب کیوجہ یہ ہے کہ انہوں نے ہمارے نشانات کی کچھ بھی پرواہ نہ کی اور ان کو نہ مانا + اسواسطے انکو یہ سزا ملی ہے - ان نشانات سے مراد صرف مسیح موعود کے نشانات ہیں ورنہ یہ امر تو ٹھیک نہیں کہ گناہ تو زید کرے اور اس کی سزا عمرو کو ملے جو اس سے تیرہ سو سال بعد آیا ہے - آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اگر لوگوں نے نشانات دیکھے اور ان سے انکار کیا تو اس انکار کی سزا تو ان کو اسی وقت ملگئی اور وہ تباہ اور برباد ہوگئے - اور اگر آیت سے وہی نشانات مراد ہیں جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ سے ظاہر ہوئے تھے تو اب ہزاروں لاکھوں مسلمان ایسے ہیں کہ اگر ان سے پوچھا بھی جاوے - کہ بتاؤ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کون کون سے نشانات ظاہر ہوئے تو ہزاروں میں سے شاید کوئی ہی ایسا نکلے جس کو اس طرح پر آپ کے نشانات کا علم ہو - ورنہ عام طور سے اب مسلمانوں کو خبر تک بھی نہیں کہ وہ نشانات کیا تھے اور کس طرح خدانے آپ کی تائید میں ان کو ظاہر فرمایا - مگر کیا اس لاعلمی سے کوئی کہہ سکتا ہے کہ وہ لوگ سارے کے سارے ان نشانات سے منکر ہیں اور ان کو وہ نہیں مانتے حالانکہ وہ مومن بھی ہیں - اگر ان کو علم ہو تو وہ مانے بیٹھے ہیں ان کو کوئی انکار نہیں - ان لوگوں کے متعلق تو ہم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے نشانات نہ ماننے کا لفظ لا سکتے ہی نہیں کیونکہ انہوں نے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو آپ کی نبوت کے تفاصیل سمیت مان لیا ہوا ہے - وہ انکار کیسے کر سکتے ہیں - اور دیگر مذاہب کے لوگوں پر وہ نشانات اب حجت نہیں کیونکہ انہوں نے وہ دیکھے نہیں ہیں جنہوں نے دیکھ کر انکار کیا تھا وہ ہلاک ہو چکے موجودہ زمانے کے لوگوں نے آپ کے نشانات دیکھے ہی نہیں - تو وہ اس انکار کیوجہ سے ہلاک کیسے ہو سکتے ہیں؟

پس معلوم ہوا کہ ان نشانات سے مراد مسیح موعود ہی کے نشانات ہیں جن کے انکار کیوجہ سے عذاب کی تنبیہہ ہے اور خدا کا غضب ہے - ان لوگوں کے لئے جنہوں نے مسیح موعود کے نشانات سے انکار کیا ہے اور یہ خدائی فیصلہ ہے جس کو رد نہیں کر سکتا -

یہ نص صریح ہے اس بات پر کہ طاعون مسیح موعود کے انکار کیوجہ سے آئی ہے

النصح

از میر حامد شاہ صاحب سیالکوٹی

رد کبھی اے دوستو حکم قضا ہوتا نہیں
کون کہتا ہے کہ لکھا جا چکا ہوتا نہیں
حق نے جو وعدہ کیا وہ کیا وفا ہوتا نہیں
نکلے جو مومن کے منہ سے وہ بھی کیا ہوتا نہیں

کیوں سمجھتے ہو اسے تم عبد مومن کا کلام
جبکہ دعوے صاف ہے اسکو کہ ہے حق کا پیام
قدرت حق میں کبھی بھی دخل انسانی نہیں
کام جو انسان کرے وہ کار رحمانی نہیں

جو کہ ہو طاقت سے انسان کے وہ لاثانی نہیں
گفتۂ حق وہ ہے جس کا کوئی بھی ثانی نہیں
حق کا کہنا اور ہے بندہ کا کہنا اور ہے
اور اس کا طور ہے اور اور اسکا نور ہے

گفتۂ انسان جو ہے وہ پُر خطا ہووے تو ہو
اس میں ممکن ہے اگر ثابت ریا ہووے تو ہو
آدمی کی یونہی اک منہ کی ہوا ہووے تو ہو
جھوٹ کی اس میں اگر کوئی ادا ہووے تو ہو

عبد مومن کا مگر ہو ل چکا جس کو خطاب
بات وہ کہدیگا جو وہ بات ہوگی لاجواب
اس میں جو ہوتی ہے ہیبت اس میں وہ ہیبت کہاں
اس میں جو ہوتی ہے شوکت اسمیں وہ شوکت کہاں

اسمیں جو ہوتی ہے قدرت اسمیں وہ قدرت کہاں
اسمیں جو ہوتی ہے جرأت اسمیں وہ جرأت کہاں
یوں کھڑا دعوے سے ہو کر کوئی کہہ سکتا نہیں
بوجھ ہے بھاری اسے ہر کوئی سہہ سکتا نہیں

عبد مومن کی زبان اپنی زبان ہوتی نہیں
اس کی اپنی کوئی قوت درمیان ہوتی نہیں
بات جو کہدے وہ ہرگز بے نشان ہوتی نہیں
ہوکے رہتی ہے وہ یونہی رائگان ہوتی نہیں

وہ بھی حق کے ساتھ ہے اور حق ہی اسکے ساتھ ہے
آستین میں اس کی پوشیدہ خدا کا ہاتھ ہے

(باقی آئندہ)

حضرت اقدس کی پرانی اور اچھوتی تحریریں

معجزہ ہمارے نزدیک معجزہ اسے کہتے ہیں جسکے ساتھ اس شخص کے صدق کے اظہار کا قصد کیا جاوے جس نے نبوت کا دعوے کیا ہو۔ اور اس کے لئے کئی شرطیں ہیں۔

اول۔ یہ شرط ہے کہ چاہیئے معجزہ فعل اللہ ہو یعنے ثابت ہو جاوے کہ یہ اللہ تعالے کا فعل ہے۔ خلق اللہ کا فعل نہیں ہے۔

دوم۔ شرط دوسری یہ ہے کہ خارق العادۃ ہو کیونکہ طلوع الشمس اور شگوفہ ربیع کو معجزہ نہیں کہیں گے +

سوم۔ تیسری شرط یہ ہے کہ اسکا معارضہ نہ ہو سکے۔ کیونکہ معنے اعجاز کے یہی ہیں۔

چہارم۔ چوتھی شرط یہ ہے کہ مدعی نبوت کے ہاتھ سے ظاہر ہو۔ کیونکہ معجزہ اس واسطے ہے کہ [illegible] نبوت اس سے تصدیق کیا جاوے۔

پانچویں بات شرط یہ ہے کہ موافق دعوے کے ہو۔ مثلاً کوئی کہے کہ میں جانور زندہ کرتا ہوں اور پہاڑ کو ہلا وے یہ موافق دعوے کے نہیں ہے

چھٹی شرط یہ ہے کہ معجزہ تکذیب نہ کرے مثلاً کسی نے کہا کہ میں جانور کو بلاتا ہوں۔ پس جانور بولے اور کہے کہ یہ شخص جھوٹا ہے۔

سوال

اگر کوئی یہ سوال کرے کہ کس طرح سمجھا جاوے کہ معجزہ صدق دعوے پر بینہ دلیل ہے۔ اسکا جواب یہ ہے کہ اصل غرض معجزہ کی یہ ثابت کرنا ہے کہ یہ شخص خدا تعالے کیطرف سے ہے اور خدا تعالے اپنے کاموں سے شناخت کیا جاتا ہے اور نبی سے ایسے کام ظہور میں آتے ہیں کہ بجز خدا تعالے کے اور کوئی نہیں کر سکتا جس سے ثابت ہو جاتا ہے کہ یہ خدا تعالے کا کام ہے۔ اور جسکے ہاتھ پر اس کی تصدیق کے لئے یہ فعل ظاہر ہوتے ہیں۔ وہ خدا تعالے کا نبی کہلاتا ہے۔

اور خدا تعالے کے کام دنیا میں تین قسم کے ہیں یا ایسے کام ہیں جو اللہ تعالے کی ربوبیت پر دلالت کرتے ہیں اور یا وہ کام ہیں کہ اس کی رحمت اور فضل پر دال ہیں اور فرق ربوبیت اور رحمت میں یہ ہے کہ ربوبیت عام ہے۔ اور رحمت خاص کیونکہ جب خدا نے ہر ایک کو عدم سے پیدا کر کے برگزیدہ کیا اور اسکے لئے سب سامان مقرر کر دیا تا وہ پرورش پاوے۔ تو یہ ربوبیت ہے اور جب خدا نے ہلاکت سے بچا کر غذا دیکے عوض نعمت عطا کی تو یہ رحمت ہے اور سارا جہان اس کی رحمت سے زندہ ہے کیونکہ کوئی متنفس اسکے آگے بے گناہ نہیں ٹھہر سکتا الا ما شاء اللہ۔

اور تیسرا کام پروردگار کا یہ ہے کہ وہ مالک جزا اور سزا کا ہے اور یہ تیسری صفت بوجہ اکمل ہر دو صفت سابق کو بھی پورا کرتی ہے +

اب جاننا چاہیئے کہ جس طور کا نبی ہوتا ہے اکثر اور زیادہ تر اسی طرز کے اس سے معجزہ ظہور میں آتے ہیں۔ اس لئے موسے علیہ الصلوۃ والسلام سے وہ معجزات ہوئے جن میں یہ مطلب تھا۔ کہ تا بنی اسرائیل کو فرعون کے ہاتھ سے خلاص کر کے اپنی تربیت خاص سے ان کو پرورش کرے۔ اور حقیقت میں وہ سب معجزہ جو موسے علیہ السلام نے فرعون کے سامنے دکھائے سب اس قسم کے تھے جن سے اصلی مطلب یہ تھا کہ خدا اس طرح زور رکھ اور ہاتھ سے جنگ کر کے اور قوی نشان دکھا کر اپنے بندوں کو دشمنوں کے ہاتھ سے خلاصی دیتا ہے۔ سو اس میں کمال تربیت اس کی پائی جاتی ہے۔ بعد اسکے پتھروں سے پانی آسمان سے روٹی کا عطا ہونا اسی لئے تھا کہ وہ معلوم کریں کہ خدا ان کا مربی اور تربیت کرنے والا ہے۔ غرض خدا تعالے نے ابتدا سے آخیر تک بنی اسرائیل سے ایسے کام لئے۔ کہ جنسے ارباب فطنت کو یقین کلی آ گیا ہے کہ خدا نے بنی اسرائیل کی بڑی تربیت کی۔ بعد اسکے حضرت عیسے علیہ السلام ہوئے ان سے ایسے معجزات صادر ہوئے جن سے خدا کی رحمت ثابت ہوتی ہے۔ اور اسکے ہی حق میں اس لئے وارد ہوا کہ رحمت لبنی اسرائیل یعنے یہ بھی بنی اسرائیل کے لئے رحمت ہے اس سے یہ غرض تھی کہ بنی اسرائیل خدا کی رحمت پر ایمان لا کر دل سے اس کی طرف متوجہ ہوں مگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو رحمۃ للعالمین فرمایا۔ اسلئے آپکے معجزات و خوارق اسی قدر قوت میں بڑھے ہوئے ہیں جس قدر آپ کی تبلیغ اور دعوت کا دائرہ وسیع ہے +

حضرت حکیم الامت کے ارشادات اور مکتوبات

”توضیح بغرض تصحیح“

الحکم کی کسی گذشتہ اشاعت میں حضرت حکیم الامت کے ارشادات کے عنوان کے تحت میں ایک یہ ارشاد قرآن کریم کی بعض مشکل آیات کے حل کے متعلق شایع ہوا ہے کہ حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے حضرت حکیم الامت کے ایک استفسار پر قرآن شریف کی بعض آیات مشکلہ کے حل کے لئے فرمایا کہ اگر اس آیت کو لکھکر مٹھی میں رکھ کر سو جاوے تو اللہ تعالے اسے حل کر دیتا ہے“ اسپر بعض احباب کو تعجب ہوا۔ اور انہوں نے حضرت حکیم الامت سے سوال کیا ہے کہ پھر کیا قرآن کریم کے سمجھنے اور حل کرنے کے لئے تقوے کی ضرورت نہیں لا یمسہ الا المطہرون صحیح نہیں وغیرہ وغیرہ + یہ شبہ ہے جو اس تحریر سے ناشی ہوا ہے۔ اس لئے ہم اس امر کی توضیح بغرض تصحیح کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں +

الحکم میں حضرت حکیم الامت کے ارشادات کے تحت میں کئی مرتبہ قرآن شریف کے حل مطالب کے بہت سے قاعدے جو انہوں نے تجربہ کئے ہیں درج کئے ہیں۔ جن سب کے اعادہ اور تکرار کی یہاں ضرورت نہیں + ہم کو صرف اس جگہ اسی شبہ کے متعلق کچھ لکھنا ہے +

قرآن شریف کے مطالب و مقاصد پر اطلاع پانا تقوے کو چاہتا ہے واتقوا اللہ ویعلمکم اللہ قرآن شریف نے خود فرمایا ہے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے اغراض میں جو یعلمہم الکتب فرمایا ہے تو یہ بھی تزکیہ کے بعد یعنے اول کا کام یتلوا علیہم آیاتہ دوسرا کام یزکیہم۔ تیسرا یعلمہم الکتب۔ اس سے معلوم ہوا کہ تقوے اور تزکیہ نفس پہلی شرط ہے۔ پھر قرآن شریف کے حل معانی کے لئے شرط ہے مجاہدہ۔ والذین جاہدوا فینا لنہدینہم سبلنا جو لوگ ہم میں ہو کر مجاہدہ کرتے ہیں ہم انکو اپنی راہیں کھولدیتے ہیں۔ غرض قرآن شریف کے سیکھنے کیلئے تزکیہ تقوے اللہ اور مجاہدہ ضروری ہے۔ اب یہ بات کہ قرآن شریف کی آیت لکھکر مٹھی میں رکھکر سونے سے اسکا مطلب حل ہو جاتا ہے کیا ان امور سے منافی اور متناقض ہے اور کوئی ایسا آدمی جو متقی نہ ہو محض اسی صورت سے قرآن شریف سیکھ سکتا ہے ؟ -

ایسا سوال کرنے سے پہلے یہ دیکھ لینا ضروری ہے کہ کیا کوئی فاسق - فاجر - قرآن شریف کے مطالب کے سمجھنے کے لئے کوشش کرے گا ؟ قرآن شریف کے سمجھنے کا شوق اور محبت تو اسی کے دل میں پیدا ہوگی۔ جو متقی ہو اور مجاہدہ کرنیوالا ہو + سگ را بہ مسجد چہ کار فاسق کو قرآن شریف سے کیا تعلق اور محبت ؟

بس جو شخص متقی اور پاکباز ہوگا وہی سعی کریگا کہ اسپر قرآن شریف کے اہم امور کھل جائیں اور یہ طریق کہ کاغذ پر آیت لکھکے مٹھی میں لیکر سو جائیں یہ کوئی شعبدہ نہیں ہے۔ بلکہ یہ ایک فطرتی اصل ہے

جو انسان کے اندر موجود ہے اس سے صرف توجہ کا اسطرف مبذول کرنا مقصود ہے۔ جو شخص سوتے جاگتے اٹھتے بیٹھتے قرآن شریف کا ہی دھیان رکھیگا وہ **والذین جاہدوا فینا لنہدینہم سبلنا** کے نیچے کام کرتا ہے اسلئے اللہ تعالےٰ اسپر کشف حقایق کر دیتا ہے۔

مختصر یہ کہ یہ ترکیب یا عمل مجاہدہ اور سعی فی الذین کے ماتحت ہے اور یہ مجاہدہ بجائے خود منحصر ہے تقوے پر پس اس سے ہرگز دھوکا نہ کھانا چاہیئے کہ فاسق فاجر بھی فایز المرام ہوسکتا ہے؟ ہرگز نہیں اسے کبھی راہ نہین مل سکتی۔ (ایڈیٹر)

"مکتوبات حکیم الامت"

ذیل مین جو خط آپ کا درج کیا جاتا ہے اس خط مین مسئلہ ولایت کی تحقیقات کی گئی ہے اور اسکے آخری حصہ مین آپکی قرآن شریف سے محبت اور عشق کا ثبوت ملتا ہے اور حفظ قرآن کے زمانہ کا پتہ لگتا ہے + بالفعل ہم کو ان خطوط اور ارشادات کے اندراج سے ان منتشر امور کو یکجا جمع کرنا ہے اگر اللہ تعالےٰ نے ہمیں توفیق دی تو ہم ان امور کو سوانح کی صورت مین پیش کرینگا ارادہ رکھتے ہیں اسوقت ان کی ترتیب پڑھنے والون کے لئے امید کیجاتی ہے۔ انشاء اللہ العزیز بہت دلچسپ ہوگی + ہم اپنے ناظرین سے درخواست کرتے ہین کہ ان کے پاس کوئی خط حضرت حکیم الامت کا ہو وہ ہمارے پاس بھیجدین تاکہ دوسرے لوگون کو بھی اس سے فایدہ پہونچے (ایڈیٹر)

پیارے۔ السلام علیکم و رحمتہ اللہ و برکاتہ۔

ولایت دو قسم ہے ایک ولایت تربیت حضانت (دودھ پلانا لڑکین مین رکھنا) دوسرے ولایت مال اور نکاح کی تربیت اور پلنے مین عورت ولی ہے تزویج اور نکاح میں عورت کو ولایت نہین۔ باپ ہی ولی ہے اگر موجود ہو اگر نہ ہو تو دادا پھر لڑکی کے اور بھائی غرض لڑکی کے باپ والی۔ عورت کسی طرح ولایت نکاح نہین رکھتی۔ عورت نے اگر نکاح کر دیا تو باپ اعتراض کر سکتا ہے۔ ہان خود لڑکی اگر بالغ ہو اعتراض کر سکتی ہے محدثین کے مذہب میں باپ کا نکاح کیا ہوا لڑکی کی عدم رضا مین ٹوٹ سکتا ہے الا لڑکی بھی بدون مرضی باپ کے نکاح نہین کر سکتی۔ غرض عورت کسی صورت مین ولی نہین۔ مہر کے بدلے لڑکی کبھی نہین ہو سکتی۔ یہ ہبہ ناجائز ہے۔

پیارے۔ عزیز خدا خدا ہے اور رسول رسول مدینہ طیبہ رزقنا اللہ اقامتنا وجوارنا۔ بڑی پاک جگہ ہے۔ الا مدینہ کا جانا رکن حج نہین کسی مذہب والے نے نہ لکھا حنفی۔ شافعی۔ مالکی۔ حنبلی۔ ظاہر ہے۔ محدث لوگون کی کتابین موجود ہین شیخصاحب عنایت فرماکا فرمانا خلاف تحقیق ہے صرف خیالی امر ہے اور خیال بھی صرف شیخصاحب کا۔ حج کے احکام ضروری قرآن شریف مین موجود ہین۔ وہان مدینہ جانے کا ذکر بھی نہین۔ بلکہ سچ پوچھو تو کوئی دلیل نہیں جس سے کسی حالت مین بھی مدینہ طیبہ کا جانا فرض نکلتا ہو ہان ہجرت کے واسطے اسوقت جب دین صرف حجاز مین رہجاوے گا۔ ایک وقت مدینہ طیبہ جانے کا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ الا وہ صرف حجاز کا لفظ ہے جس مین مکہ معظمہ مدینہ طیبہ دونوں مین سے جس میں چاہین رہ سکتے ہین۔ فرضیت مدینہ طیبہ جانے کی دلیل قرآن شریف سے حدیث صحیح سے عقل سے۔ اجماع سے شیخصاحب کو لانی چاہیئے اگر نکلے ہم ان کے ممنون ہوکر ایک دفعہ ضرور بغرض فرض اور اس رکن کے بہ نیت فرض سفر کرینگے اور ثواب شیخصاحب کو حاصل ہوگا۔

خاکسار نورالدین عفا اللہ عنہ

پیارو کبھی کبھی دو تین حروف سے یاد فرمایا کیجئے راقم کو آپ کے کرم نامے سے نہایت فرحت ملا کرتی ہے خصوصًا جب آپ مسایل شرعیہ مین کچھ لکھتے ہین پیارو آپ نے اپنے دلی دوست کے حق مین کبھی دعا بھی فرمائی۔ دعا کا محتاج ہون۔ مبارک ہو راقم نے قرآن شریف کے تیرہ سیپارے یاد کر لئے دیکھو دین جی کیسا بڑا کام مین نے پیری مین کر لیا۔ بڑا عالی ہمت ہون۔ یہ عدیم الفرصتی یہ قرآن کا یاد کرنا وما توفیقی الا باللہ اب دعا کرو قرآن شریف ختم ہو جاوے۔ پیارو دعا کرو۔ دعا کرو۔ دعا کرو۔

رفع الزام

ہمارے نہین نہین حق کے مخالفون کی عجیب حالت ہے۔ کہ جب کوئی اور بات انہین نہین ملتی تو جھوٹی اور بے اصل خبریں اڑانے کی کوشش کرتے ہین۔ ایک مرتبہ حضرت حکیم الامت کے متعلق مشہور کیا کہ آپنے معاذ اللہ حضرت حجت اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے قطع تعلق کر لیا ہے۔ اسپر ہمارے ایک محترم بھائی سید سرور شاہ صاحب نے حضرت حکیم الامت سے اسکے متعلق استفسار کیا اسکے جواب میں آپنے جو کچھ لکھا اسے۔ ہم ذیل مین درج کرتے ہین۔ (ایڈیٹر)

یہ خط سید سرور شاہ صاحب کے اس خط کا جواب جبکہ سید صاحب نے مخالفین سے یہ سنا تھا کہ مولوی نورالدین مرزا سے منکر ہوگیا ہے استفسار کیا تھا۔

ومن اظلم ممن افترے علے اللہ کذبًا اوکذب بایاتہ۔

نورالدین نے تو میرزا کی آیات دیکھ لئے کہ وہ منجانب اللہ ہے۔ پس اگر وہ ان آیات اللہ کا مکذب ہے تو اسے ظالم تر کون ہے۔ مگر وہ بحمد اللہ ظالم نہین اور اسی اعتقاد پر ہے۔

(نورالدین)

ایک سائل کے جواب مین

السلام علیکم۔

۱۔ اذا قاتل احدکم فلیتجنب الوجہ۔ ان اللہ خلق آدم علے صورتہ۔ ہا ضمیر صورتہ کے اس احد کیطرف جاتی ہے۔ جو قاتل کا مفعول ہے

۲۔ نفخ فے الشراب کی ممانعت تو مجھے وہی معلوم ہوتی ہے کہ پینے والا پیتے وقت پانی کے اندر سانس نکالے۔ یہ منع ہے۔ نہ دم کرنا۔

۳۔ یہ تعظیمین جو ہمارے ملک مین مروج ہین بالکل عجم کا دستور ہے۔ عرب خصوصًا زمانہ صحابہ مین انکا رواج نہ تھا۔ گا ہے ماہے جس کو ملین اسے معانقہ کے لئے یا اور ضرورت کے لئے اٹھنا ثابت ہے۔ اور بس۔

۴۔ علماء متقدمین کو برا کہنا بہت ہی برا ہے۔ سباب المومن فسق صحیح۔ ۔ ۔ ۔ ہے۔ قرآن کریم مین اللہ تعالےٰ فرماتا ہے

والذین جاءو من بعدہم یقولون ربنا ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ۔ اور گالی تو بتون کو اور ان کو بھی جائز نہین جن کی لوگ پرستش کرتے ہین۔

۵۔ **فاتحہ** خلف الامام اور رفع سبابہ سنت صحیحہ سے ثابت ہے۔ اسپر اگر کوئی نعوذ باللہ کفر یا اضلال کا فتوے دے تو احمق ہے۔ اور ایسے لوگون پر کیا حکم کیا جاوے۔ یہ اسوقت کہا جاتا ہے جب اس ملک مین اسلام کا حکم ہو۔

۷۔ **تخالف** اسلامیون مین جائز نہین۔ مگر کیا کیا جاوے۔ جب اسلام کی حکومت نہین اور کوئی اختلاف کو مٹانیوالا نہین۔ خود بیت اللہ مین چار مصلے موجود ہین۔ اور جگہ کون مٹا سکتا ہے۔

۸۔ لوطی اور لواطت کرنے والا قتل کا مستحق ہے۔ اگر حکومت اسلام ہو اور مرتکب لواطت فروکا فریب

بلیس ... ہے کان من الجن قرآن مین موجود ہے۔

۱۰- ملائکہ کس چیز سے بنے مجھے معلوم نہین اور نہ اسکی بہت ضرورت ہے۔

۱۰- سماع موتے احادیث سے ثابت ہے۔

۱۱- **قبرستان** کی تعظیم۔ رسول اکرم۔ نبی اعظم صلی اللہ علیہ وسلم اور مہاجر و انصار سے ثابت نہین۔

۱۲- اہل دہ اگر کچھہ لوگون کو نکالدین توان کو جمعہ پڑھنا توضرور ہے۔ اگر مسجد مین کوئی نہ جانے دے تو کیا کرین **لایکلف اللہ نفسا الا وسعہا**۔ ممکن ہو جمعہ پڑھ لین۔

۱۳- **المومنون لایموتون**۔ مجھے یاد نہین کہ کوئی حدیث ہو یہ توموضوع معلوم ہوتی ہے۔

۱۴- **من فی القبور** سے کفار مراد ہین۔

۱۵- **مومن** جب مرجاتا ہے اس کی روح کو جسم سے ضرور تعلق رہتا ہے۔

۱۶- **قرآن مجید** کو زیر زانو رکھہ بیٹھنا جائز نہین۔ یہ نور۔ ہدے۔ رحمت کلام الہی ہے بڑے شعائر اللہ سے ہے **ومن یعظم شعائر اللہ فانہا من تقوی القلوب** قرآن سے ثابت ہے۔ فصل الخطاب فی مسئلہ فاتحہ الکتاب اب میرے پاس نہین رہی۔ مسایل کا مختصر جواب مین نے عرض کردیا ہے اگر مفصل معہ دلایل مطلوب ہوگا۔ تو پھر۔ مگر مین جانتا ہو کہ مسایل صاف ہین اور یہ جواب ایک متقی مومن کو بس ہے۔ والسلام۔ (نورالدین) ۲۳-مئی سنہ ۱۹۰۲ء از قادیان

صبح کی سیر

۷-اپریل سنہ ۱۹۰۳ء

صحابہ کی فضیلت | فرمایا **لاتلہیہم تجارۃ و لا بیع عن ذکر اللہ** یہ ایک ہی آیت صحابہ کے حق مین کافی ہے کہ انہون نے بڑی بڑی تبدیلیان کی تھین اور انگریز بھی اس کے معترف ہین ان کی کہین نظیر ملنا مشکل ہے۔ بادیہ نشین لوگ اور اتنی بہادری اور جرات تعجب آتا ہے۔

طاعون کے علاج کے متعلق ذکر آنے پر فرمایا مجھے سمجھہ نہین آتا کہ طاعون کا کوئی قطعی علاج ہو۔ اس کے زور کے وقت اور اس بیماری مین مبتلا شدید کو اگر کوئی دوائی فائدہ کرے تب تومان لین۔ جب زہریلے مواد نہایت تیزی سے پیدا ہو رہے ہون اس وقت کسی دوائی کا عمل دکھلانا توسہی اسکا ... تو محض اللہ تعالے ہی ہے۔

تفہیم توحید | اب خداکیطرف سے امید ہے کہ وہ دن قریب ہین کہ ہمارا غلبہ ہوجاوے کیونکہ آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ رفتہ رفتہ لوگ توحید کیطرف رجوع کرتے جاتے ہین۔ عیسائیون نے مسیح کی خدائی پر اب اتنا زور دینا چھوڑ دیا ہے ہنود مین آریہ توحید کیطرف مائل ہورہے ہین۔ پس یہ ایک ہوا چل پڑی ہے۔ جب ان سب لوگون نے اپنے اصول چھوڑ دیئے ہین توان کی تو خودکشی ہورہی ہے۔

جیسے چھہ مہینے کے بعد کھیتی کی حالت کچھہ اور ہی ہوجاتی ہے۔ اسی طرح ان لوگون کے عقائد مین بین فرق نظر آتا جاتا ہے۔

ایک اکیلے آدمی کا کام ہرگز نہین کہ کسر صلیب کرسکے مگرہان جب خدا کا ارادہ اسکے ساتھہ ہو۔ توہر ملایک اس کی امداد مین کام کرتے ہین۔

نزول مامور | جب مامور۔ مامور ہوکر آتا ہے توبے شمار فرشتے اسکے ساتھہ نازل ہوتے ہین اور دلون مین اسکی طرح نیک اور پاک خیالات کو پیدا کرتے ہین (جیسے اس سے پہلے شیاطین برے خیالات پیدا کیا کرتے ہین۔) اور یہہ سب مامور کیطرف منسوب کیا جاتا ہے کیونکہ اسی کے آنے سے یہ تحریکین پیدا ہوتی ہین۔ اسی طرح فرمایا

انا انزلناہ فی لیلۃ القدر وما ادراک مالیلۃ القدر۔ الآیۃ

خدا تعالے نے مقدر کیا ہوا ہوتا ہے۔ کہ مامور کے زمانہ مین ملایک نازل ہون۔ کیا یہہ کام بغیر امداد الہی کہین ہوسکتا ہے۔ کیا یہ سمجھہ مین آسکتا ہے کہ ایک شخص خود بخود اٹھے اور کسر صلیب کرڈالے۔ نہین۔ ہان اگر خدا اسے اٹھاوے تو وہ سب کچھہ کرسکتا ہے۔

یہ کسر صلیب اعزازاً اوراکراماً مسیح موعود کیطرف منسوب کیجاتی ہے ورنہ کرتا توسب کچھہ خدا ہے۔ یہ باتین عین وقت پرواقع ہوئی ہین قرآن سے بہ تصریح معلوم ہوتا ہے کہ وہ زمانہ یہی یہی ہے جسکا نام خدا نے رکھا ہے۔ **ستۃ ایام** چھٹے دن کے آخری حصہ مین آدم کا پیدا ہونا ضروری تھا۔ براہین مین اسی کیطرف اشارہ ہے۔

اردت ان استخلف فخلقت آدم

پھر فرمایا **ان یوما عند ربک کالف سنۃ مما تعدون**۔

آج سے پہلے جو ہزار برس گذرا ہے وہ باعتبار بداخلاقیون اور بداعمالیون کے تاریکی کا زمانہ تھا۔ کیونکہ وہ فسق و فجور کا زمانہ تھا اسی لئے آنحضرت نے **خیر القرون قرنی** کہکر تین سوبرس کو مستثنیٰ کردیا ہے۔ باقی ایکہزار رہی رہ جاتا ہے۔ ورنہ اسکے بغیر احادیث کی مطابقت ہوہی نہیر سکتی۔ اوراس طرح ہر پہلی کل کتابون سے بھی مطابقت ہوجاتی ہے اور وہ بات بھی پوری ہوتی ہے کہ ہزار سال تک شیطان کھلا رہیگا۔ یہ بات بھی کیسی پوری ہوتی ہے۔ اور انگریز بھی اسی واسطے شور مچاتے ہین کہ یہی زمانہ ہے جسمین ہمارے مسیح کو دوبارہ آنا چاہیئے۔ یہ مسئلہ ایسا مطابق آیا ہے کہ کوئی مذہب اس سے انکار کرہی نہین سکتا۔ یہ ایک علمی نشان ہے جس سے کوئی گریز نہین ہوسکتا۔

ایک بھائی کے خواب بیان کرنے پر فرمایا۔ کہ یہ خواب ایک عجیب بات پرختم ہوا ہے۔ ......

...... شیطان انسان کو طرح طرح کے تمثلات سے دھوکہ دینا چاہتا ہے۔ مگر معلوم ہوا کہ تمہارا نتیجہ بہت اچھا ہے۔ کیونکہ اس رؤیا کا اختتام اچھی جگہ پرواقع ہوا ہے۔ ایسا اکثر ہوا کرتا ہے چنانچہ ایک اولیا اللہ کا تذکرہ لکھا ہے۔ کہ جب انکا انتقال ہوا توان کا آخری کلمہ یہ تھا کہ ابھی نہین ابھی نہین۔ ایک ان کا مرید یہ کلمہ سنکر سخت متعجب ہوا اور رات دن رو روکر دعائین مانگنے لگا کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ ایک دن خواب مین ان سے ملاقات ہوگئی۔ دریافت کیا کہ یہ آخری لفظ کیا تھا اور آپ نے کیون کہا تھا۔ جواب دیا کہ شیطان چونکہ موت کے وقت ہرایک انسان پرحملہ کرتا ہے کہ اس کا نور ایمان آخیر وقت پر چھین لے اس لئے حسب معمول وہ میرے پاس بھی آیا اور مجھے مرتد کرنا چاہا۔ اور مین نے جب اسکا کوئی وار چلنے نہین دیا تو مجھے کہنے لگا کہ تو میرے ہاتھہ سے بچ نکلا اس لئے مین نے کہا کہ ابھی نہین ابھی نہین یعنے جب تک مین مر نہ جاؤن مجھے تجھہ سے اطمینان حاصل نہین۔

پھر فرمایا آج رات مجھے بھی خواب آیا ہے نہ معلوم اسکے اصل مفہوم کیا ہین یعنے اسکے لفظون سے اجتہادی معنے نکالے ہین جیسا کہ مین کسی راستہ پرچلا جاتا ہون گھر کے لوگ بھی ساتھہ ہین اور مبارک احمد کو مین نے گود مین لیا ہوا ہے۔ بعض جگہ نشیب و فراز بھی آجاتا ہے جیسے کہ دیوار کے برابر چڑھنا پڑتا ہے۔ مگر آسانی سے اتر چڑھ جاتا ہون اور مبارک اسی طرح میری گود مین ہے۔ ارادہ ہے کہ ایک مسجد مین جانا ہے جاتے جاتے ایک گھر مین جاداخل ہوئے ہین گویا وہ گھر ہی مسجد موعود ہے جس کی طرف ہم جارہے ہین۔ اندر جاکر دیکھا ہے کہ ایک عورت بعمر ۱۸ سال سفید رنگ وہان بیٹھی ہے اسکے کپڑے بھگوے رنگ کے ہین مگر بہت صاف ہین جب اندر گئے ہین توگھر والون نے کہا ہے کہ یہ حسن کی ہمشیرہ ہے اور یہین خواب ختم ہوگئی ہے۔

اسلام مین عورتون کیحالت

نمبر دوم

رومتہ الکبرے کی عظیم الشان اور مغربی عیسائیت کی عروس سلطنت مین ہم دیکھتے ہین کہ پادریون کے ادنے سے اشارہ پر شاہراہون پر بھیڑ بکری کیطرح ہزارون عورتین ذبح کیجاتی تھین اور ان ستم گارون کو ان کی تکالیف پر کوئی رحم نہین آتا تھا - باوجودیکہ ایکگال پر طمانچہ کھاکر دوسری پھیر دینے کی تعلیم اس قوم کو دی گئی تھی لیکن ان بھیڑون کے لباس مین ظاہر ہونے والے بھیڑیون کو اس ضعیف مخلوق پر جابرانہ حکومت کرنے کا بہت بڑا شوق تھا - پادریون کے جسقدر فتوے عورتون کے خلاف جاری ہوتے تھے ان کی تعمیل فی الفور کی جاتی تھی - اسوقت غلامون سے بھی بڑھکر عورتون سے سلوک کیا جاتا تھا - اگر رومتہ الکبرے کی تاریخ اٹھاکر دیکھین یا اس کی گلیون مین ہمارا گذر ہو تو اس ضعیف مخلوق کے خون کی نالیان بہتی ہوئی نظر آئین گی اور تاریخ کے اوراق خون عورت سے رنگے ہوئے دکھائی دینگے + اس سے ہم اس نتیجہ پر پہونچین گے کہ ایسی حالت اور صورت مین جبکہ عیسائیت کا پورا عمل و دخل وہان تھا - عورت کی یہ عزت و حرمت تھی تو معلوم ہوا کہ عیسائیت عورت ذات کے حقوق قایم کرنے مین بالکل پیچھے رہی ہے یا اگر کوئی حقوق عورتکے قایم کئے بھی گئے ہین تو یہ مذہب اسقدر قوت اور اثر اپنے اندر نہین رکھتا جو ان پر عملدرآمد کرا سکے کیونکہ مذہب کے پورے کمال کے دنون مین اسکے ماننے والے بلکہ نمونہ دکھانے والون کی یہ حالت ہے جس جس قدر آپ غور کرتے جائین گے اسیقدر یہ داستان خون سے رنگین نظر آئے گی +

دنیا کی پیدایش سے لیکر اب تک (بجز زمانہ اسلام کے) کبھی اس کمزور ہستی پر کوئی وقت ایسا آیا ہی نہین کہ مذہبی حیثیت اور قانون کے موافق اس کی عزت کی گئی ہو -

پھر اس ام الدنیا کی ایک اور دردانگیز داستان ہے جسکا سننا بھی کسی نرم دل آدمی کا کام نہین جادو کے الزام مین اس مظلوم مخلوق پر بہت ستم توڑے گئے اور ڈائن کے خیال اور وہم سے خدا کی یہ عاجز مخلوق یورپ اور ایشیا مین زندہ جلا دی گئی - بڑی بے دردی اور بے رحمی سے ان کو تھوتھے تبر دن سے اڑایا گیا - اسی پر بس نہین کیگئی بلکہ حاملہ عورتون کے پیٹ چاک کرکے ان کے بچون بچون کو نکالا گیا ہے اور مرد ہوکر بھی ان کے دل پر چوٹ نہین لگی اور رحم نہین آیا + جسقدر خرابیان مل سکتے تھے عورت کے لئے تجویز کئے گئے - مگر اسپر بھی وہ جوش جو اس مخلوق پر بے رحمی اور بے دردی کا پیدا ہو رہا تھا فرو نہین ہوا -

نہین معلوم اس مخلوق نے مردون کا کیا بگاڑا تھا کہ معصوم اور شیر خوار لڑکیون کی چیخین آسمان پر پہونچی ہوئی ہین اور بے دردی اور بیمہری کے ساتھ ان کو زندہ درگور کیا گیا - سننے والے کے بدن پر رونگٹے کھڑے ہوتے اور آنکھون سے آنسو بہ نکلتے ہین - لیکن وہ کیسا پتھر کا کلیجہ رکھنے والے تھے - کہ جنہون نے والدین ہوکر اس عاجز مخلوق کو تہ خاک کردیا - اور ان کی استغاثت کی آواز پر کوئی رحم کا نشان ظاہر نہ کیا + جن مظالم کو پڑھ کر سنگدل سے سنگدل انسان کا بھی زہرہ گداز ہوجاتا ہے - اسلام سے پہلے وہ ان پر روا رکھے جاتے تھے و جنھین ونا خدا شناس قوم خود ساختہ بے حس و حرکت بدن بھدے معبودون کے قدم ایک عرصہ دراز تک اس درماندہ مخلوق کے خون سے تر رہے ہین + انکو لاکر ان کی قربانگاہون پر ذبح کیا گیا - اور اس کو باعث نجات سمجھا گیا ہے - خانقاہون اور گرجون کے تہ خانے اور مندرون کی کوٹھڑیان ان بے گناہون کی لاشون سے مدتون سڑتی رہی ہین - ایک راہب یا پادری کے معمولی اشارہ پر ہزارون بے گناہ عورتون کا مارا جانا ایک معمولی بات تھی - اور یہ دراز ریش جبہ پوش جو خانقاہون مین پڑے ہوئے زندگی بسر کرتے تھے ان کے لئے فرشتہ موت ثابت ہوتے تھے + صدیون تک یہ خدا کی مخلوق نہایت ہی ذلیل اور شرمناک حالت مین رکھی گئی ایسی حالت جو نہ آنکھون سے دیکھی جاوے اور نہ کانون سے سنی جاوے + جاؤ دنیا کی تاریخ پڑھو اور دیکھو کہ رومتہ الکبرے مین ان پر کیا گذری - قسطنطنیہ مین کیا بیتی - ہندوستان مین ان سے کیا سلوک ہوا ؟ ایران مین ان پر کیا گذری اور کیا کیا ظلم ان پر روا رکھے گئے اور سب سے بڑھکر یورپ مین ان پر کیا کیا ستم توڑے گئے + عیسائیون کی خانقاہون اور گرجون نے ہندوؤن کے مندرون اور شوالون نے آتش پرستون کے آتش کدون نے یہ سب مظالم دیکھے ہین - اور وہ ان شرمناک اور خونی مناظر کے گواہ ہین +

اگر یہان تک ہی صبر کیا جاتا تو خیر قہر درویش بر جان درویش جسمانی مظالم اور مصائب ہی پر انتہا ہوجاتی مگر ان ستم رسیدون کی اخلاقی اور روحانی حالت کا بھی ساتھ ہی خون کیا جاتا تھا - ایران مین مزدکی مذہب نے زوجہ اور مان بہن مین کوئی تمیز ہی رہنے نہ دی تھی اور شاکت مت والون سے بھی آگے بڑھ گئے تھے ہندوستان مین بھی خطرناک حالت ہورہی تھی یہان تک کہ ایک ہی عورت سارے بھائیون سے تعلق پیدا کرسکتی تھی اور اسکو کوئی اخلاقی اور شرعی گناہ نہ سمجھا جاتا تھا - اب تک بھی اس رسم کا بقیہ اکثر مقامات پر موجود ہے -

ہمکو حیرت اور تعجب ہوتا ہے کہ دنیا مین بڑے بڑے عظیم الشان اور مشہور لوگ گذرے ہین جن مین ریفارمر اور مصلح اور مختلف ادیان اور اقوام کے ہادی بھی تھے لیکن ان کی ہدائتون اور تعلیم کو جب مطالعہ کیا جاتا ہے تو ہم کو افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ کسی نے ان بیچاریون کی دردناک حالت پر بجز خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم کے کسی نے توجہ نہین کی - اس مین کوئی شک نہین کہ ان کی ہدائتون اور تعلیمون مین ہم بہت ہی عمدہ باتین پاتے ہین جو اخلاقی طور پر کارگر اور مفید ہوسکتی ہین لیکن کوئی ہمین بتائے کہ عورتون کے متعلق ان کی ہدائتون مین کیا پایا جاتا ہے ؟ ہندوؤن کو ویدون پر ناز ہے لیکن کوئی ہمین بتائے کہ ویدون کے مصنفون نے اس مخلوق کے لئے کیا گیا ہے - ؟ بودھ نے اپنی تعلیم مین عورتون کو کیا فایدہ پہونچایا - عیسائی مذہب نے عورتون کے کونسے حقوق برقرار رکھے - ؟

ان ساری باتون کا جواب ہمین افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ "کچھ بھی نہین" دینا پڑے گا -

یہ حیرت اور تعجب اور بھی بڑھ جاتا ہے جب ہم دیکھتے ہین کہ مشرق اور مغرب مین سب جگہ عورت کے معاملہ مین قریباً یکسان ہی خیالات اور حالات پائے جاتے ہین اور جس چیز سے دنیا و دنیا بنی ہے - اس کے احترام اور عزت مین لاپروائی سے کام لیا جاتا ہے - اس کے جائز حقوق بھی اس کو دینے سے مضایقہ کیا جاتا ہے - اور حتے الوسع کوشش کی گئی ہے کہ اس کو برباد کیا جاوے اور پاؤن کے نیچے کچلا جاوے + اور اس کو محض ایک مردہ عضو کیطرح اخلاقی پہلو سے معطل چھوڑا جاتا ہے بنی نوع انسان کے ہر ایک سامان ترقی کے لئے اسکی معیت ننگ و عار خیال کیجاتی ہے یورپ جیسے مہذب ملک مین بھی جہان اس لطیف جنس کے اعلی مہذب ہونیکا دعوے کیا جاتا ہے وہان بھی اگر نظر غور سے دیکھا جاوے تو اس ضعیف مخلوق - (فیر سیکس) کا وہی مایوسی بخش نظارہ نظر آتا ہے سوائے انسانی جذبات کے ... ہمدم دار دینے اور کونسی اخلاقی تعلیم عورتونکو دیجاتی ہے اور کونسے حقوق اسکے لئے ... رکھے جاتے ہین کچھ بھی نہین جو کچھ اسلام اور ہادی اسلام نے عالم نسوان کیلئے فوائد و منافع رکھے ہین وہ شاید ہی کوئی موجودہ مذہب یا قانون

مقرب کامل

گذشتہ اشاعت سے آگے

اسی طرح حضرت داؤد علیہ السلام نے آنحضرت کی جلالیت وعظمت کا اقرار کرکے زبور پینتالیس مین یون بیان کیا ہے (۲) تو حسن مین بنی آدم سے کہین زیادہ ہے تیری لبون مین نعمت بنائی گئی ہے اسی لئے خدا نے تجھ کو ابد تک مبارک کیا (۳) اے پہلوان تو جاہ وجلال سے اپنی تلوار حائل کرکے اپنی ران پر لٹکا۔ (۴) امانت اور حلم اور عدالت پر اپنی بزرگواری اور اقبالمندی سے سوار ہوکہ تیرا دہنا ہاتھ تجھے ہیبت ناک کام دکھائیگا (۵) بادشاہ کے دلون مین تیرے تیر تیزی کرتے ہین لوگ تیرے سامنے گرجاتے ہین (۶) اے خدا تیرا تخت ابدالآباد (یہ فقرہ اسی مقام جمع سے ہے جو قرآن شریف مین کئی مقام مین آنحضرتؐ کے حق مین بولا گیا ہے) تیری سلطنت کا عصا راستی کا عصا ہے (۷) تو نے صدق سے دوستی اور شر سے دشمنی کی اسی لئے خدا نے جو تیرا خدا ہے خوشی کے روغن سے تیرے مصاحبون سے زیادہ تر تجھے معطر کیا۔ بادشاہون کی بیٹیان تیری عزت والی عورتون مین ہین۔

اسی طرح حضرت یسعیا نبی نے آنحضرت کی جلالیت وعظمت ومظہر تام الوہیت ہونے کے بارہ مین اپنے صحیفہ کے باب بیالیس مین بطور پیشگوئی وحی پاکر یون بیان کیا ہے دیکھو میرا بندہ جسے مین سنبھالونگا میرا برگزیدہ جس سے میرا جی راضی ہے مین نے اپنی روح اسپر رکھی وہ قومون پر راستی ظاہر کرے گا۔ وہ نہ گھٹے گا اور نہ تھکے گا۔ جبتک راستی کو زمین پر قائم نہ کرے۔ بیابان اور اس کی بستیان کیدار (یعنے عرب) کے آباد دیہات (جس سے مکہ معظمہ وغیرہ مراد ہین) اپنی آواز بلند کرین خداوند ایک بہادر کی مانند نکلے گا۔ (خداوند سے مراد ظلی طور پر آنحضرت ہین کیونکہ وہ مظہر اتم الوہیت اور درجہ سوم قرب پر ہین جیسا کہ کئی دفعہ ہم بیان کرچکے ہین) وہ اپنے تئین اپنے دشمنون پر قوی دکھلائے گا۔ قدیم سے مین خاموش رہا ہون اور ستایا اور آپ کو روکے رکھا پر اب مین اس عورت کی طرح جو دروزہ مین ہو چلاؤنگا مین پہاڑ اور ٹیلون کو ویران کرڈالونگا۔ اور اندھون کو اس راہ سے جسے وے نہین جانتے لیجاؤنگا۔

ایسا ہی یوحنا نبی نے آنحضرت صلعم کی جلالیت وعظمت ظاہر کرنے کے لئے بطور پیشگوئی کی گواہی دی جو انجیل متی باب سوم مین اس طرح پر درج ہے (۱۱) مین تو تمہین توبہ کے لئے پانی سے بپتسما دیتا ہون لیکن وہ جو میرے بعد آتا ہے مجھ سے

مسلمان ہوگیا (باقی آئندہ)

قوی تر ہے کہ مین اس کی جوتیان اٹھانیکے لایق نہین وہ تمہین روح قدس اور آگ سے بپتسمہ دیگا اس پیشگوئی پر سخت نادانی کی راہ سے عیسائی لوگ خصوصیت کرتے ہین کہ یہ حضرت مسیح کے حق مین ہے مگر یہ دعوے سراسر باطل وبے بنیاد ہے اول تو حضرت مسیح حضرت یوحنا کے ہمعصر تھے نہ کہ بعد مین آنیوالے یا بعد مین ابنیت کا منصب پانیوالے ماسوا اسکے ہر ایک شخص آزما سکتا ہے کہ دائمی طور پر سچے طالبون کو روح قدس اور آتش محبت سے بپتسمہ دینے والا آسمان کے نیچے صرف ایک ہی ہے یعنے جناب سیدنا ومولانا محمد مصطفے صلے اللہ علیہ وسلم جسکے جلال تام کا حضرت مسیح اپنی پیشگوئیون مین آپ اقرار کرتے ہین اور اسی روح کے بپتسما کیطرف اللہ تعالے نے قرآن شریف مین اشارہ بھی فرمایا ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے وایدہم بروح منہ یعنے خدائے تعالے مومنون کو روح قدس سے تائید کرتا ہے اور پھر فرماتا ہے صبغۃ اللہ

ومن احسن من اللہ صبغۃ یعنے یہ خدا کا بپتسمہ ہے اور کون سا بپتسما اس سے بڑھ کر خوبصورت ہے۔

اور یہ بھی ظاہر ہے کہ جو قوم روح القدس سے کسی وقت تائید دی گئی ہے وہ اب بھی دیجاتی ہے کیونکہ اب بھی وہی خدا ہے جو پہلے تھا اور قوم بھی وہی ہے جو پہلے تھی سو اگر حضرات عیسائیون کو اس بات مین کچھ شک ہو کہ اس پیشگوئی کا مصداق آنحضرتؐ ہین حضرت مسیح نہین ہین تو نہایت صاف اور سہل طریق فیصلہ کرنیکا یہ ہے کہ چالیس دن تک کوئی ایسے پادری صاحب جو اپنی قوم مین نہایت بزرگ اور روح قدس بپتسمہ پانے کے لایق خیال کئے جاتے ہین اور ان کی بزرگواری اور خدا رسیدہ ہونے پر اکثر عیسائیون کو اتفاق ہو وہ اس امر کی آزمائش ومقابلہ کے لئے کہ روح قدس کی تائیدات سے کونسی قوم عیسائیون اور مسلمانون مین سے فیضیاب ہے کم سے کم چالیس دن تک اس عاجز کی رفاقت اور مصاحبت اختیار کرین پھر اگر کسی کرشمہ روح القدس کے دکھلانے مین وہ غالب آجائین تو ہم اقرار کرینگے کہ یہہ پیشگوئی حضرت مسیح کے حق مین ہے اور نہ صرف اقرار بلکہ اسکو چند اخبارون مین چھپوا بھی دینگے لیکن اگر ہم غالب آگئے تو پادری صاحب کو بھی ایسا ہی اقرار کرنا پڑیگا اور اخبارون مین چھپوا بھی دینا ہوگا کہ وہ پیشگوئی حضرت محمدؐ کے حق مین نکلی مسیح کو اس سے کچھ علاقہ نہین بلکہ اس تصفیہ کے لئے ہماری صحبت مین بھی رہنا کچھ ضروری نہین یہ عاجز عنقریب اس رسالہ کے بعد رسالہ

سراج منیر کو انشاء اللہ القدیر چھپوانیوالا ہے وہ سب مضمون روح القدس کی تائید سے ہی بہم پہنچا ہے سو اب کوئی ایسا عیسائی جو قوم مین بزرگوار اور واقعی نیکبخت ہو اسکا مقابلہ کرکے دکھاوے ورنہ کون دانا ہے جو بے امتحان ان کی روح القدس کے بپتسما کا قایل ہوگا۔

چون گمانے کنم اینجا مدد روح قدس
کہ مرا در دل شان دیو نظر مے آید
این مدد ماست در اسلام چو خورشید عیان
کہ بہر عصر مسیحائے دگر مے آید

اب ہم پھر اصل کلام کیطرف رجوع کرکے کہتے ہین کہ شان جلیل وعظیم آنحضرت صلعم جو مظہر اتم الوہیت ہے جیسے تمام نبی ابتدا سے بیان کرتے آئے ہین ایسا ہی حضرت مسیح نے اس شان عالی کا اقرار کیا ہے۔ یہ اقرار جابجا انجیلون مین موجود ہے بلکہ اسی اقرار کے ضمن مین حضرت مسیح اقرار کرتے ہین کہ میری تعلیم ناقص ہے کیونکہ ہنوز لوگون کو کامل تعلیم کی برداشت نہین مگر وہ روح راستی جو نقصان سے خالی ہے (یعنے سیدنا حضرت محمدؐ جسکا قرآن شریف مین بھی نام حق آیا ہے) وہ کامل تعلیم لائیگا اور لوگون کو نئی باتون کی خبر دیگا انجیل برنباس مین تو صریح نام آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جو محمدؐ ہے درج ہے اور اسکے ٹالنے کے لئے یہ ناکارہ عذر پیش کیا جاتا ہے کہ مسلمانون نے کسی زمانہ مین یہہ نام نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا کتاب برنباس مین درج کردیا ہوگا یا خود کتاب تالیف کردی ہوگی گویا مسلمان لوگ کسی رات کو اتفاق کرکے مسیحی کتب خانون مین جاگھسے اور اپنی طرف سے برنباس انجیلون مین جابجا محمدؐ نبی نام درج کردیا یا خود یونانی یا عبرانی زبانون مین اپنی طرف انجیل برنباس بناکر اور کئی ہزار نسخے اسکے لکھ کر پوشیدہ طور پر جبکہ عیسائی سوتے تھے وہ کتابین ان کے کتب خانون مین رکھ آئے لیکن ایک فاضل انگریز عیسائی جس نے کچھ تھوڑا عرصہ ہوا قرآن شریف کا انگریزی مین ترجمہ کیا ہے اس نے اپنے دیباچہ مین اس تقریب کے بیان مین کہ انجیل برنباس مین پیشگوئی حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے بارے مین موجود ہے۔ یہ قصہ تحریر کیا ہے کہ برنباس کی انجیل پوپ پنجم کے کتب خانہ مین تھی اور ایک راہب جو اس پوپ کا دوست تھا اور مدت سے اس انجیل کی تلاش مین تھا وہ پوپ کی الماری مین جبکہ پوپ سو یا ہوا تھا۔ اس انجیل کو پاکر بہت خوش ہوا اور کہا کہ یہ میری وہ مراد ہے جو مدت کے بعد پوری ہوئی اور اس انجیل کو اپنے دوست پوپ کی اجازت سے لے گیا اور نام آنحضرت صلعم کا یعنے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کہلا کھلا انجیل مین لکھا ہوا دیکھ کر

صبح کی سیر

۹ - اپریل سنہ ۱۹۰۳ء

حق و باطل فرمایا حق اپنے زور اور قوت سے چلتا اور اسکے ساتھ باطل بھی ضرور چلتا ہے لیکن باطل اپنی قوت اور طاقت سے نہیں چلتا بلکہ حق سے پرتو سے چلتا ہے کیونکہ حق چاہتا ہے کہ ساتھ ساتھ کچھ باطل بھی چلے تاکہ تمیز ہو۔ کاذبوں اور منکروں کے وجود سے بہت سی تحریکیں ہو جاتی ہیں اگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے دن ہی سارا مکہ امنا و صدقنا کہکر ساتھ ہو لیتا تو پھر قرآن شریف کا نزول اسی دن بند ہو جاتا اور وہ اتنی بڑی کتاب نہ ہوتی۔ جس قدر زور سے باطل حق کی مخالفت کرتا اسی قدر حق کی قوت اور رفتار تیز ہوتی ہے۔ زمینداروں میں بھی یہ بات مشہور ہے کہ جتنا جیٹھ ہاڑ تپتا ہے اسی قدر ساون میں بارش زیادہ ہوتی ہے یہ ایک قدرتی نظارہ ہے۔ حق کی جسقدر زور سے مخالفت ہو اسی قدر وہ چمکتا اور اپنی شوکت دکہاتا ہے۔

ہم نے خود آزما کر دیکھا ہے کہ جہاں جہاں ہماری نسبت زیادہ شور و غل ہوا ہے وہاں ایک جماعت تیار ہو گئی۔ اور جہاں لوگ اس بات کو سن کر خاموش ہو جاتے ہیں وہاں زیادہ ترقی نہیں ہوئی۔ فتح کے لئے اول لڑائی کا ہونا ضروری ہے اگر لڑائی نہ ہو تو فتح کا وجود کہاں سے آئے۔ پس اسی طرح اگر حق کی مخالفت نہ ہو تو اس کی صداقت کس طرح کھلے۔

قصر نماز نماز کے قصر کرنے کے متعلق سوال کیا گیا کہ جو شخص یہاں آتے ہیں وہ قصر کریں یا نہ فرمایا جو شخص تین دن کے واسطے یہاں آوے اسکے واسطے قصر جایز ہے۔ میری دانست میں جس سفر میں عزم سفر ہو پھر خواہ وہ تین چار کوس ہی کا سفر کیوں نہ ہو اس میں قصر جایز ہے۔ یہ ہماری سیر سفر نہیں ہے۔ ہاں اگر امام مقیم ہو تو اسکے پیچھے پوری ہی نماز پڑھنی پڑے گی۔ حکام کا دورہ سفر نہیں ہو سکتا۔ وہ ایسا ہے جیسے کوئی اپنے باغ کی سیر کرتا ہے۔ خواہ نخواہ قصر کرنے کا تو کوئی وجود نہیں۔ اگر دوروں کی وجہ سے انسان قصر کرنے لگے تو پھر یہ دائمی قصر ہوگا جسکا کوئی ثبوت ہمارے پاس نہیں ہے۔ حکام کہاں مسافر کہلا سکتے ہیں۔ سعدی نے بھی کہا ہے۔ ع

منعم بکوہ و دشت و بیابان غریب نیست
ہر جا کہ رفت خیمہ زد و خوابگاہ ساخت

باجا اور آتشبازی نکاح پر باجا بجانے اور آتشبازی چلانے کے متعلق سوال ہوا۔ فرمایا ہمارے دین میں دین کی بنا یسر پر ہے۔ عسر پر نہیں۔ اور پھر انما الاعمال بالنیات ضروری چیز ہے۔ باجوں کا وجود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نہ تھا۔ اعلان نکاح جس میں فسق و فجور نہ ہو جائز ہے بلکہ بعض صورتوں میں ضروری شے ہے کیونکہ اکثر دفعہ نکاحوں کے متعلق مقدمات تک نوبت پہنچتی ہے اور پھر وراثت پر اثر پڑتا ہے اس لئے اعلان کرنا ضروری ہے۔ مگر اس میں کوئی ایسا امر نہ ہو جو فسق و فجور کا موجب ہو۔ رنڈی کا تماشا آتشبازی فسق و فجور اور اسراف ہے۔ یہ جائز نہیں۔ باجے کے ساتھ اعلان پر پوچھا گیا کہ جب برات لڑکے والوں کے گھر سے چلتی ہے۔ کیا اسی وقت سے باجا بجتا جاوے۔ یا نکاح کے بعد فرمایا ایسے سوالات اور جزی در جزی نکالنا بیفائدہ ہے اپنی نیت کو دیکھو کہ کیا ہے اگر اپنی شان و شوکت دکہانا مقصود ہے تو فضول ہے اور اگر یہ غرض ہے کہ نکاح کا صرف اعلان ہو تو اگر گھر سے بھی باجا بجتا جاوے تو کچھ حرج نہیں ہے اسلامی جنگوں میں بھی تو باجا بجتا ہے وہ بھی ایک اعلان ہی ہوتا ہے۔

ایک اور سوال ایک زرگر کیطرف سے سوال ہوا کہ پہلے ہم زیوروں کے بنانے کی مزدوری کم لیتے تھے اور ملاوٹ ملا دیتے تھے۔ اب ملاوٹ چھوڑ دی ہے اور مزدوری زیادہ مانگتے ہیں تو بعض لوگ کہدیتے ہیں کہ ہم مزدوری وہی دیں گے جو پہلے دیتے تھے۔ تم ملاوٹ ملا لو۔ ایسا کام ہم ان کے کہنے سے کریں یا نہ کریں فرمایا کھوٹ والا کام ہرگز نہیں کرنا چاہیئے اور لوگوں کو کہدیا کرو کہ اب ہم نے توبہ کر لی ہے جو ایسا کہتے ہیں کہ کھوٹ ملا دو وہ گناہ کی رغبت دلاتے ہیں۔ پس ایسا کام ان کے کہنے پر بھی ہرگز نہ کرو۔ برکت دینے والا خدا ہے اور جب آدمی نیک نیتی کے ساتھ ایک گناہ سے بچتا ہے تو خدا ضرور برکت دیتا ہے۔

پھر سوال ہوا کہ ملا لوگ مردہ کے پاس کھڑے ہو کر اسقاط کرتے ہیں کیا اسکا کوئی طریق جایز ہے۔

فرمایا اسکا کہیں ثبوت نہیں ہے۔ ملاؤں نے ماتم اور شادی میں بہت سی رسمیں پیدا کر لی ہیں یہ بھی ان میں سے ایک ہے۔ ایک مختار عدالت نے سوال کیا کہ بعض مقدمات ہیں اگرچہ وہ سچا اور صداقت پر ہی مبنی ہو مصنوعی گواہوں کا بنانا کیسا ہے۔

فرمایا اول تو اس مقدمہ کے پیروکار بنو جو بالکل سچا ہو۔ یہ تفتیش کر لیا کرو کہ مقدمہ سچا ہے یا جھوٹا۔ پھر سچ آپ ہی فروغ حاصل کریگا۔ دوم گواہوں سے آپ کا کچھ واسطہ ہی نہیں ہونا چاہیئے۔ یہ موکل کا کام ہے کہ وہ گواہ پیش کرے یہ بہت ہی بری بات ہے کہ خود تعلیم دیجاوے۔ کہ چند گواہ تلاش کر لاؤ اور انکو یہ بات سکھا دو۔ تم خود کچھ بھی نہ کہو موکل خود شہادت پیش کرے خواہ وہ کیسی ہی ہو۔ پھر سوال ہوا کہ بعض باتیں واقع میں صحیح ہوتی ہیں۔ مگر مصلحت وقت اور **قانون** ان کے اظہار کا مانع ہوتا ہے تو کیا ہم لاتکتموا الشہادہ کے موافق ظاہر کر دیا کریں۔

فرمایا یہ بات اسوقت ہوتی ہے جب آدمی آزاد بالطبع ہو۔ دوسری جگہ یہ بھی تو فرمایا ہے۔ **لاتلقوا بایدیکم الی التہلکہ** قانون کی پابندی ضروری شے ہے جب قانون روکتا ہے تو رکنا چاہیئے جبکہ بعض جگہ اخفاء ایمان بھی کرنا پڑتا ہے تو جہاں قانون بھی مانع ہو وہاں کیوں اظہار کیا جاوے جس راز کے اظہار سے خانہ بربادی اور تباہی آتی ہو۔ وہ اظہار کرنا منع ہے۔

مکرر آتشبازی کے متعلق فرمایا کہ اس میں ایک جز گندھک کا بھی ہوتا ہے اور گندھک وبائی ہوا صاف کرتی ہے چنانچہ آج کل طاعون کے ایام میں مثلاً انار بہت جلد ہوا کو صاف کرتا ہے۔ اگر کوئی شخص صحیح نیت اصلاح ہوا کے واسطے ایسی آتشبازی جس سے کوئی خطرہ نقصان کا نہ ہو چلاوے تو ہم اس کو جائز سمجھتے ہیں۔ مگر یہ شرط اصلاح نیت کے ساتھ ہو کیونکہ تمام نتائج نیت پر مترتب ہوتے ہیں۔ حدیث میں آیا ہے کہ صحابی نے گھر بنوایا اور آپ کو مجبور کیا کہ آپ اس میں قدم ڈالیں آپ نے اس مکان کو دیکھا اسکے ایکطرف کھڑکی تھی آپ نے دریافت کیا کہ یہ کس لئے بنائی ہے۔ اس نے عرض کیا کہ ٹھنڈی ہوا کے آنے کے واسطے آپ نے فرمایا کہ اگر تو اذان سننے کے واسطے اس کی نیت رکھتا تو ہوا تو آہی جاتی اور تیری نیت کا ثواب بھی تجھے ملجاتا۔

۱۱ - اپریل سنہ ۱۹۰۳ء

فرمایا جب ہمیں یہ الہام ہوا تھا واصنع الفلک باعیننا و وحینا۔ اسوقت تو ایک شخص بھی ہمارا مرید نہ تھا۔ اگر یہ سلسلہ من عند غیر اللہ ہوتا تو آج تک الہی بخش کی طرح بیکار ہی پڑا رہتا۔ کیا یہ ثبوت کافی نہیں۔

الہی بخش تو میرے الہامات کے پیچھے پیچھے چلتا ہے ایسا کیوں کرتا ہے کہ الہام ہمارے سالہا سال سے شائع ہو چکے ہیں ان کی اب نقل کرتا ہے اصل میں جس طرح درخت اپنے پہل سے پہچانا جاتا ہے اسیطرح حق اپنے انوار سے شناخت کیا جاتا ہے۔

استفسار اور ان کے جواب

سوال - ایک وقت میں طلاق کامل ہو سکتا ہے یا نہیں اور تین طلاق کے بعد پہلا خاوند نکاح کر سکتا ہے یا نہیں؟

جواب - ایک ہی وقت میں طلاق کامل نہیں ہو سکتی دراصل تین ماہ میں ہونی چاہئے۔ فقہا نے ایک مرتبہ تین طلاق دینے کو جائز رکھا ہے لیکن اس میں یہ رعایت رکھی گئی ہے کہ عدت کے بعد اگر خاوند رجوع کرنا چاہے تو وہ عورت اسی خاوند سے نکاح کر سکتی ہے اور دوسرے شخص سے بھی کر سکتی ہے۔

سوال - جب تین طلاق ہو جاویں تو کیا پہلا خاوند پھر بھی نکاح کر سکتا ہے۔

جواب - جب تین طلاق واقع ہو جائیں تو پہلا خاوند اس عورت سے نکاح نہیں کر سکتا۔ جب تک کسی دوسرے سے وہ نکاح نہ کرے اور پھر وہ خاوند اس کو طلاق دیدیوے مگر عمداً اسلئے نہ دے کہ پہلا شخص اس سے نکاح کرے۔ اس کا نام حلالہ ہے اور یہ حرام ہے۔ ہاں اگر ایسے اسباب پیش آجاویں کہ وہ دوسرا شخص اس عورت کو طلاق دیدیوے تو پھر وہ پہلے شخص سے شادی کر سکتی ہے لیکن اگر ایک ہی مرتبہ تین طلاق دی جاویں اور پھر عدت گذرنے کے بعد وہی خاوند نکاح کرنا چاہے تو وہ نکاح کر سکتا ہے کیونکہ اس کی یہ طلاق شرعی طریق پر نہیں دی گئی جس میں تین ماہ کی عدت مقرر ہے۔ اور اس میں حکمت یہ ہے کہ ہر ایک اپنے نفع و نقصان کو سمجھ لے۔ دو طلاقیں دیکر اگر تیسری نہیں دی اور عدت گذر گئی ہے تب بھی رجوع ہو سکتا ہے +

سوال - اکیلا وتر پڑھنے کے متعلق کیا حکم ہے؟

جواب - فرمایا ہم نے اکیلا وتر پڑھنے کا حکم کہیں نہیں دیکھا ہاں دو رکعت کے بعد خواہ سلام پھیر کر تیسری رکعت پڑھ لے خواہ تینوں رکعت ایک ہی نیت سے پڑھ لے +

سوال - مخالف کے جنازہ کے متعلق کیا ارشاد ہے؟

جواب - متوفی اگر بالجہر مکذب اور مکفر نہ ہو تو اسکا جنازہ بے شک پڑھ لیا جاوے کوئی حرج نہیں کیونکہ علام الغیوب خدا ہی کی ذات ہے۔

سوال - مخالف مکذب کے ساتھ السلام علیکم کہنا اور سلام کا جواب دینا اور خرید و فروخت جائز ہے یا نہیں؟

جواب - جو گالیاں نکالتے ہیں اور صریح مخالف ہیں ان کا سلام نہ لو نہ دو۔ نہ ان سے مل کر کھانا کھاؤ البتہ خرید و فروخت جائز ہے اس میں کسی کا احسان نہیں۔

نوٹ - جو شخص یہ ظاہر کرتا ہے کہ میں کسی ایک فریق کے ساتھ نہیں وہ بھی مکذب ہی ہے ایسے لوگ منافق ہوتے ہیں۔

سوال - انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس اہل البیت ویطہرکم تطہیرا کس کی شان میں ہے۔

جواب - اگر قرآن شریف کو دیکھا جاوے۔ تو جہاں یہ آیت ہے وہاں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بیویوں ہی کا ذکر ہے سارے مفسر اس پر متفق ہیں کہ اللہ تعالے امہات المومنین کی صفت اس جگہ بیان فرماتا ہے۔ دوسری جگہ فرمایا ہے الطیبات للطیبین یہ آیت چاہتی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے گھر والے طیبات ہوں ہاں اس میں صرف بیبیاں ہی شامل نہیں بلکہ آپ کے گھر کے رہنے والی ساری عورتیں شامل ہیں اور اس لئے اس میں بنت بھی داخل ہو سکتی ہے بلکہ ہے۔ اور جب فاطمہ رضی اللہ عنہا داخل ہوئیں تو حسنین بھی داخل ہوئے پس اس سے زیادہ یہ آیت وسیع نہیں ہو سکتی جتنی وسیع ہو سکتی تھی ہم نے کر دی۔ کیونکہ قرآن شریف ازواج کو مخاطب کرتا ہے اور بعض احادیث نے حضرت فاطمہ اور حسنین کو مطہرین میں داخل کیا ہے پس ہم نے دونوں کو یکجا جمع کر لیا۔ شیعہ نے ازواج مطہرات کو سب و شتم سے یاد کیا ہے اور چونکہ خدا تعالے کو معلوم تھا کہ یہ لوگ ایسا کرینگے اس لئے قبل از وقت ان کی برأت کر دی۔

سوال ہوا کہ بعض مخالف کہتے ہیں ہم پر کیوں طاعون نہیں آتی +

جواب میں فرمایا کہ ایک تنگ دروازہ سے جب لاکھ آدمی گذرنے والا ہے تو کیا وہ سب کے سب ایک ہی دفعہ گذر جائیں گے + یا کسی آدمی نے لاکھ آدمی کی دعوت کی ہے تو کیا سب کو یکدم کھانا کھلاویگا۔ نہیں بلکہ نوبت بہ نوبت طاعون کا دورہ بہت لمبا ہے ابھی سے کیوں گھبراتے ہیں دو چار موٹے موٹے مخالف اگر جلدی مر جاویں تو پھر خاتمہ ہی ہو جاوے ان مخالفوں کی ہی وجہ سے تو انوار - برکات - اور خوارق کا نزول ہوتا ہے - اور ہوگا - ابھی بعض کو ہدایت بھی ہوگی + اور خدا تعالے کا قانون اسی طرح پر چلا آتا ہے +

سوال - حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو پوچھا رب ارنی کیف تحی الموتے اس سے کیا غرض ہے؟

جواب - اس میں اللہ تعالے کا مطلب جس کو سر الٰہی سمجھنا چاہئے یہ ہے - کہ ہر ایک چیز میری آواز سنتی ہے - حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مردوں کے زندہ ہونے پر کوئی شک پیدا نہیں ہوا کیونکہ ہم تو ہر روز دیکھتے ہیں کہ متفق یا نی اغذیہ میں سے جانور پیدا ہو جاتے ہیں - پیٹ میں بچہ پیدا ہو جاتا ہے کیا وہ پہلے مردہ نہیں ہوتا - پس واقعات سے انکار کرنے والا تو بڑا احمق ہوتا ہے - اور حضرت ابراہیم علیہ السلام تو اصل سر سے واقف ہونا چاہتے تھے - پس خدا تعالے نے فرمایا کہ ہر ایک چیز میری آواز سنتی ہے جیسے پرندے تمہاری آواز سن کر دوڑے چلے آتے ہیں اسی طرح ہر ایک چیز میری آواز سنتی اور میرے پاس دوڑی چلی آتی ہے یہانتک کہ ادویہ اور اغذیہ جو انسان کے پیٹ میں جاتی ہیں اور ہر ذرہ ذرہ میری آواز سنتا ہے پس یہاں اللہ تعالے ایمان اور معرفت کا یقین دلانا چاہتا ہے +

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مخلوق کو خالق سے ایک باریک کشش ہوتی ہے جیسے کسی کا شعر ہے ؎

ہمہ را روے در خدا دیدم
و آن خدا بر ہمہ ترا دیدم

خدا تعالے نے جو ملائکہ کی تعریف کی ہے وہ ہر ایک ذرہ ذرہ پر صادق آسکتی ہے جیسے فرمایا ان من شئ الا یسبح بحمدہ ویسے ملائکہ کی نسبت فرمایا یفعلون ما یومرون - اسکی تشریح نسیم دعوت میں خوب کر دی ہے ہر ایک ذرہ ملائکہ میں داخل ہے اگر ان اعلے کی سمجھ نہیں آتی تو پہلے ان چھوٹے چھوٹے ملائک پر نظر ڈالکر دیکھو - ملائکہ کا انکار انسان کو دہریہ بنا دیتا ہے - غرض اس قصہ میں اللہ تعالے کو یہ دکھانا مقصود ہے کہ ہر ایک چیز اللہ تعالے کی تابع ہے اگر اس سے انکار کیا جاوے تو پھر تو خدا تعالے کا وجود بھی ثابت نہیں ہو سکتا - آخیر میں اللہ تعالے کی صفت عزیز اور حکیم بیان کی ہے - یعنے اسکا غلبہ قہری ایسا ہے کہ ہر ایک چیز اسکی طرف رجوع کر رہی ہے بلکہ جب خدا تعالے کا قرب انسان حاصل کرتا ہے تو اس انسان کیطرف بھی ایک کشش پیدا ہو جاتی ہے جس کا ثبوت سورۃ العادیات میں ہے (اسکے متعلق جو آپ نے فرمایا وہ دوسرے وقت درج کرینگے انشاء اللہ العزیز) عزیز حکیم سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اسکا غلبہ حکمت سے بھرا ہوا ہے ناخن کا ذکر بھی نہیں ہے +

اسی طرح یا مسیح الخلق عدوانا اس وقت سے چھپا ہوا اور شایع شدہ ہے جبکہ طاعون کا کہین نام و نشان بھی نہ تھا اور اب آج طاعون کیوجہ سے لوگ آتے اور زبان حال سے کہتے ہین یا مسیح الخلق عدوانا اور اکثر اپنے خطون مین لکھتے ہین۔ اب یا تو یہ ثابت کرو کہ یہ الہام ہمارا من گھڑت ہے اور ہم نے اپنی کوشش سے چند لوگون کو اس کے تکمل کرنے کے واسطے ملا لیا ہے یا یہ قبول کرو کہ یہ جو دو دو اور چار چار سو آدمی یکدم بیعت کرتے ہین یہ خدا کی تائید ہے ٭

جس زور کے طاعون کیوجہ سے لوگ اس سلسلہ مین داخل ہو رہے ہین اس طرح کسی کو یقین چھوڑ وہم بھی نہ تھا کیونکہ یہ الہام اسوقت کا ہے جب ان لوگون کا نام و نشان بھی نہ تھا اس لئے ان تمام نامون کو محفوظ رکھا جاوے اور اگر ان لوگون کا الگ رجسٹر نہ ہو تو رجسٹر بیعت ہی مین سرخی کے ساتھہ ان کو درج کیا جاوے۔

ایک شخص کے سوال پر فرمایا کہ کنچنی کی بنوائی ہوئی مسجد مین نماز درست نہین ہے۔

پھر ایک شخص نے پوچھا کیا قیامت کے دن بھی ہماری جماعت اسی طرح آپ کے آگے پیچھے ہوگی۔ فرمایا یہ تفصیلین نہین ہو سکتی ہین ایسے سوال طریق ادب سے بعید ہین۔ یہ بات اللہ تعالے پر چھوڑ دو۔

سوال ہوا کہ مخالف ہم کو مسجد مین نماز پڑھنے نہین دیتے حالانکہ مسجد مین ہمارا حق ہے ٭ ہم ان سے بذریعہ عدالت فیصلہ کر لین۔ فرمایا ہان اگر کوئی حق ہے تو بذریعہ عدالت چارہ جوئی کرو فساد کرنا منع ہے کوئی دنگہ فساد نہ کرو۔

سوال ہوا کہ کیا مخالفون کے گھر کی چیز کہا لیتو یا نہ۔ فرمایا نصارے کی پاک چیزین بھی کھالیجاتی ہین۔ ہندوؤن کی مٹھائی وغیرہ بھی ہم کھالیتے ہین پھر ان کی چیز کھالینا کیا منع ہے۔ ان مین تو نماز سے منع کرتا ہون کہ ان کے پیچھے نہ پڑھو۔ اس کے سوائے دنیاوی معاملات مین بیشک شریک ہو احسان کرو۔ مروت کرو۔ اور ان کو قرض دو اور ان سے قرض لو۔ اگر ضرورت پڑے اور صبر سے کام لو۔ شائد کہ اس سے سمجھ بھی جاوین۔

ایک شخص نے عرض کی کہ میرے لئے دعا کرو کہ نماز کی توفیق اور استقامت ملے۔

فرمایا حقیقت مین جو شخص نماز کو چھوڑتا ہے وہ ایمان کو چھوڑتا ہے اس سے خدا کے ساتھہ تعلقات مین فرق آجاتا ہے۔ اس طرف سے فرق آیا تو معًا اس طرف سے بھی فرق آجاتا ہے ٭

پھر اسی شخص نے عرض کی کہ میرے سر پر ہاتھہ رکھو آپ نے اسکے سر پر ہاتھہ رکھہ دیا اور اس طرح پر اخلاق فاضلہ کا ثبوت دیا۔

۱۲۔ اپریل سنہ ۱۹۰۳ء

بیماریون کے ذکر پر فرمایا کہ بیماری کی شدت سے موت اور موت سے خدا یاد آتا ہے اصل یہ ہے کہ خلق الانسان ضعیفا انسان چند روز کے لئے زندہ ہے ٭ ذرہ ذرہ کا وہی مالک ہے جو حی و قیوم ہے جب وقت موعود آجاتا ہے تو ہر ایک چیز السلام علیکم کہتی اور سارے قوئے رخصت کرکے الگ ہو جاتے ہین اور جہان سے یہ آیا ہے وہین چلا جاتا ہے۔

طاعون کے ذکر پر فرمایا کہ آسمانی علاج ابھی تک لوگون نے غیر مفید سمجھا ہوا ہے۔ سچی توبہ اور تقوے کیطرف پورا رجوع نہین کیا مگر یاد رکھین کہ خدا رجوع کرائے بغیر نہین چھوڑے گا ٭

مولوی عبد القادر صاحب لودہانوی نے سوال کیا کہ رکوع اور سجود مین قرآنی آیت یا دعا کا پڑھنا کیسا ہے؟ فرمایا سجدہ اور رکوع فروتنی کا وقت ہے اور خدا کا کلام عظمت چاہتا ہے۔ ماسوائے اسکے حدیثون سے کہین ثابت نہین ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کبھی رکوع یا سجود مین کوئی قرآنی دعا پڑھی ہو۔

رہن کے متعلق سوال ہوا آپنے فرمایا کہ موجودہ زمانہ مین رہن جائز ہے گذشتہ زمانہ مین یہ قانون تھا کہ اگر فصل ہو گئی تو حکام زمینداروں سے معاملہ وصول کر لیا کرتے تھے اگر نہ ہوتی تو معاف ہو جاتا اور اب خواہ فصل ہو یا نہ ہو حکام اپنا مطالبہ وصول کر ہی لیتے ہین پس چونکہ حکام وقت اپنا مطالبہ کسی صورت مین نہین چھوڑتے تو اسی طرح یہ رہن بھی جایز رہا کیونکہ کبھی فصل ہوتی اور کبھی نہین ہوتی تو دونون صورتون مین مرتہن نفع و نقصان کا ذمہ دار ہے۔ پس رہن عدل کیصورت مین جایز ہے۔ آج کل گورنمنٹ کے معاملے زمینداروں سے ٹھیکہ کی صورت مین ہو گئے ہین۔ اور اس صورت مین زمینداروں کو کبھی فایدہ اور کبھی نقصان ہوتا ہے۔ تو ایسی صورت عدل مین رہن بیشک جایز ہے۔

جب دودھ والا جانور اور سواری کا گھوڑا رہن باقبضہ ہو سکتا ہے اور اسکے دودھ اور سواری سے مرتہن فایدہ اٹھا سکتا ہے تو پھر زمین کا رہن تو آپ ہی حاصل ہو گیا۔

پھر زیور کے رہن کے متعلق سوال ہوا تو فرمایا زیور ہو کچھہ ہو جبکہ انتفاع جایز ہے تو خواہ مخواہ تکلفات کیون بنائے جاوین۔ اگر کوئی شخص زیور کو استعمال کرے تو اس سے فایدہ اٹھاتا ہے تو اسکی زکوۃ بھی اسکے ذمہ ہے زیور کی زکوۃ بھی فرض ہے چنانچہ کل ہی ہمارے گھر مین زیور کی زکوۃ ڈیڑھ سو روپیہ دیا ہے پس اگر زیور استعمال کرتا ہے تو اس کی زکوۃ دے اگر بکری رہن رکھی ہے اور اسکا دودھ پیتا ہے تو اسکو گھاس بھی دے ٭

اعلان

جلسہ مدرسہ کے متعلق بک ڈپو کہولا گیا ہے جس مین مفصلہ ذیل کتب فروخت کیلئے موجود ہین جو بقیمت نقد یا وی پی منگوائیے حسب ذیل کمیشن دیا جائیگا۔

جو صاحب یکمشت دس روپیہ کی کتابین خریدین ان کو ایک آنہ فی روپیہ کمیشن دیا جائیگا۔

للعہ سے للعہ تک کے خریدار کو ۱ فی روپیہ اور للعہ سے زائد ۲ فی روپیہ کمیشن دیا جائیگا۔ اس کے متعلق خط و کتابت براہ راست ہیڈ ماسٹر مدرسہ تعلیم الاسلام قادیان سے ہونی چاہیئے ٭

فہرست کتب

(۱) شرح تہذیب اربعہ جلد اول و دوم مجلد فکر دو جلد عہ
(۲) اجرومیہ نحو عربی کا ایک مشہور مفید ابتدائی رسالہ ۱
(۳) قاعدہ اردو عربی (مصنفہ خانصاحب محمد علیخان ڈاکٹر کرم بخش) ۱
(۴) قاعدہ یسرنا القرآن۔ حصہ اول و دوم و سوم ہر حصہ ۲
(۵) سیرۃ المسیح (تصنیف حضرت مولوی عبد الکریم صاحب) قیمت ۸
(۶) نشان آسمانی (تصنیف حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام) قیمت ۳
(۷) مواہب الرحمن ״ ״ ״ ۶
(۸) نسیم دعوت ״ ״ ۲
(۹) اعجاز احمدیہ ״ ״ ۳
(۱۰) مسک العارف الموسوم بہ چہل حدیث (تصنیف حضرت مولوی محمد احسن صاحب۔ قیمت ۱۰
(۱۱) پنج ارکان اسلام منظوم قیمت ۱
(۱۲) تقریر جلسہ مذاہب الموسوم بہ اصول اسلام کی سچی فلاسفی ۳
(۱۳) واقعات صحیحہ (اس کتاب مین پیر مہر شاہ گولڑوی کی از راہ دہوکہ بازی لاہور مین آنے اور بہت خوردہ ہوکر جانیکے متعلق ذکر ہے) ۲
(۱۴) دُرِّ ثمین (حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اردو فارسی نظموں کا مجموعہ) قیمت ۶
(۱۵) سلسلہ دینیہ (چھوٹے بچونکے لئے اردو کا ابتدائی رسالہ) ۵
(۱۶) تسہیل التعلیم (مطبوعہ آگرہ) ۲
(۱۷) عسل مصفے (تصنیف ابو العطا مرزا خدا بخش صاحب حضرت اقدس علیہ السلام کی دعاوی اور دلائل پر ایک بسیط کتاب ہے) عہ ۸

اس کے علاوہ اگر کوئی اور کتاب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصانیف مین سے کوئی صاحب منگوانا چاہین تو اصل قیمت پر روانہ کیجائیگی ٭ المرقوم ۲۳۔ اپریل سنہ ۱۹۰۳ء ٭

محمد صادق عفی عنہ
سپرنٹنڈنٹ کالج تعلیم الاسلام

صبح کی سیر

۲۰-اپریل سنہ ۱۹۰۳ء

حباب ہستی فرمایا مجھے ہمیشہ تعجب آتا ہے کہ باوجود اس قدر بے بنیاد ہستی کے انسان دنیا مین بنیادین قایم کرتا ہے صرف ایک دم کی آمد و شد ہے اور کچھ بھی نہین - پھر یہ سلسلہ خدا نے کیسا رکھا ہے کہ جو شخص یہان سے رخصت ہو جاوے اسکو اجازت نہین کہ واپس آکر وہان کی خبر ہی بتلا جاوے - اس شے سے حکما اور فلاسفر اور دانایان زمان سب عاجز ہین ہان اسی قدر پتہ ملتا ہے جو خدا کی کلام نے بتایا ہے +

آدمی جو مرتا ہے اکثر اپنے بڑے بڑے تعلقات اور عزیز اور پیارے رشتہ دار چھوڑ جاتا ہے مگر معاً انتقال کے بعد ان سے کچھ تعلق رہتا - آجکل یورپ کو ہر ایک بات کی تلاش ہے چنانچہ امریکہ مین ایک شخص سے معاہدہ ہوا (جو واجب القتل تھا) کہ جب اسکا سر کاٹا جاوے تو اسکو بہت بلند آواز سے پکارا جاوے تو مین آنکھ سے اشارہ کرونگا - چنانچہ جب سر کاٹا گیا تو بڑے زور سے آوازین دی گئین مگر کچھ حرکت نہ ہوئی -

آنرا کہ خبر شد خبرش باز نیامد

جو کچھ خدا نے فرمایا ہے وہی سچ ہے - ہان موت اور نیند کو آپس مین مشابہت ہے - احیا موتے

احیا موتے کی بابت سوال ہونے پر فرمایا کہ اس مین ہمارا یہ عقیدہ نہین کہ اعجازی طور بھی احیا موتے نہین ہوتا - بلکہ یہ عقیدہ ہے کہ وہ شخص دوبارہ دنیا کیطرف رجوع نہین کرتا - مبارک احمد کی حیات اعجازی ہے اس مین کوئی بحث نہین کہ کسی شخص کی باقاعدہ طور پر فرشتہ جان قبض کرلے اور زمین میں دفن بھی کیا جاوے وہ پھر کبھی زندہ نہین ہوتا شیخ سعدی نے خوب کہا ہے ؎

وہ کہ گر مردہ باز گردیدے
درمیان قبیلہ و پیوندے
رد میراث سخت تر بودے
وارثان را ز مرگ خویشاوند

خدا تعالے نے بھی فرمایا - **ویمسک الذی قضی علیہ الموت** - کشف کیا ہے - اسی بیداری کے ساتھ کسی اور عالم کا ندا خل ہوجاتا ہے اس مین حواس کے معطل ہونے کی ضرورت نہین دنیا کی بیداری بھی ہوتی اور ایک عالم غیوبیت بھی ہوتا ہے یعنے حالت بیداری ہوتی اور اسرار غیبی بھی نظر آتے -

قتل انبیاء قتل انبیاء پر سوال ہونے پر فرمایا توریت مین لکھا ہے کہ جھوٹا نبی قتل کیا جاویگا اس کا فیصلہ یہ ہے کہ اگر قرآن کی نص صریح سے پایا جاوے یا حدیث کے تواتر سے ثابت ہو کہ نبی قتل ہوتے رہے ہین تو پھر ہم کو اس سے انکار نہین کرنا پڑے گا - بہرحال یہ کچھ ایسی بات نہین کہ نبی کی شان مین خلل انداز ہو کیونکہ قتل بھی شہادت ہوتی ہے - مگر ہان ناکام قتل ہوجانا انبیاء کی علامات مین سے نہین -

یہ مصالح پر موقوف ہے کہ ایک شخص کے قتل سے فتنہ برپا ہوتا ہے تو مصلحت الٰہی نہین چاہتی کہ اس کو قتل کرا کر فتنہ برپا کیا جاوے - جسکے قتل سے ایسا اندیشہ نہ ہو اس مین ہرج نہین -

پھر فرمایا - جو کچھ اللہ تعالے نے قرآن مین بیان فرمایا ہے وہی کچھ حدیث مین - ہان بعض باتون کا استنباط ایسا اعلے حدیثون نے کیا ہے کہ دوسرے گو اسکو سمجھ نہین سکتے - ورنہ حدیث قرآن سے باہر نہین - خدا نے قرآن کا نام رکھا ہے **مفصلا** - اس پر ایمان ہونا چاہیئے - بعض تفاسیر سوائے انبیاء کے اور کی سمجھ مین نہین آتین پھر اس طرح حدیث مین قرآن سے زائد کچھ نہین

۲۱-اپریل سنہ ۱۹۰۳ء

الہام فرمایا آج صبح جب مین نماز کے بعد ذرا لیٹ گیا تو الہام ہوا مگر افسوس ہے کہ ایک حصہ اسکا یاد نہین رہا - ایک پہلے عربی کا فقرہ تھا اور اسکے بعد اس کا ترجمہ اردو مین تھا وہ اردو فقرہ یاد ہے

یہ بات آسمان پر قرار پاچکی ہے تبدیل ہونے والی نہین - اور عربی فقرہ کچھ اس سے مشابہ تھا **تعہد و تمکن فی السماء** مگر وہ اصل فقرہ بھول گیا اور اس نسیان مین بھی کچھ منشاء الٰہی ہوتا ہے - گویا اسکا یہ مطلب ہے کہ یہ اب تقدیر مبرم ہے اس مین اب تبدیلی نہین ہوگی - غرض تغیرات قضا و قدر کا ارادہ آسمان پر پختہ کیا گیا ہے

وحی اور کشف وحی کئی قسم کی ہے - عادت اللہ ہے کہ جب وہ سماع پر موقوف ہو تو اسے وحی کہتے ہیں اور جو رویت کے متعلق ہو تو اس کو کشف کہتے ہین - ایک قوت شامہ سے ہوتی ہے جیسے **انی لاجد ریح یوسف** کبھی قوت لامسہ سے بھی ہوتی غرض تمام حواس خمسہ سے وحی ہوتی ہے - اور ملہم کو قبل از وقت بذریعہ وحی ان باتون کی اطلاع دیجاتی ہے - مثنوی رومی مین ایک حکایت لکھی ہے کہ ایکدفعہ چند قیدی آنحضرت کے

پاس پابجولان آئے ان قیدیون نے خیال کیا کہ آنحضرت ہمین اس حال مین دیکھکر بہت خوش ہونگے - آپ نے فرمایا کہ نہین - یہ خیال تمہارا غلط ہے جس وقت تم لوگ گھوڑون پر سوار اور ناز و نعمت مین بآرام چلتے تھے - مین تو اسوقت تمہین پا بزنجیر دیکھ رہا تھا اب مجھے تمہارے دیکھنے کی کیا خوشی ہے - پس مطلب یہ ہے کہ الہام کے ساتھ عموماً کشوف بھی ہوا کرتے ہین -

اشتہار تبلیغ مین میں نے اپنا ایک خواب درج کیا ہے - کیا دیکھتا ہون کہ مین اپنے باغ مین سے سیر کرکے نکلا ہون دیکھا کہ کچھ سوار گھوڑون پر باغ مین داخل ہوئے مین نے سمجھا کہ یہ اس کو پامال کردینگے - مین بھی ان کے عقب مین جا داخل ہوا ہون کیا دیکھتا ہون کہ سب کہین نظر نہین آتے جب وسط باغ مین گیا ہون تو دیکھا کہ سب کے سر اور ہاتھ اور پاؤن کٹے ہوئے ہین اور کھال اوتاری ہوئی ہے مین نے رقت مین آکر اور رو کر خدا سے دعا کی ہے کہ یا اللہ یہ تیرا ہی کام تھا مین اکیلا ان کا مقابلہ کیا کرسکتا تھا تو فوراً تعبیر بتلائی گئی کہ سر کا کٹنا - غرور اور تکبر کا ٹوٹنا ہے - ہاتھون کا کٹنا یعنے انسان اپنے ہاتھون سے اپنے بچاؤ اور دشمن کے قتل کی مدد لیتا ہے - گویا ان کے اسباب امداد کٹ گئے پاؤن سے انسان بھاگ سکتا ہے یعنے اب کوئی صورت مفر نہین - کھال زینت اور پردہ ہوتا ہے یعنے ان تیرے مخالفون کی زینت جاتی رہی - اور پردہ دری ہوگئی - یہ اب پورا ہو رہا ہے - پس ہر جگہ **ما رمیت اذ رمیت** سے ہی کام چلتا ہے انسان کی کیا طاقت ہے -

قضاء عمری قضاء عمری پر سوال ہوا کہ جمع الوداع کے دن لوگ تمام نمازین پڑھتے کہ گذشتہ نمازین جو ادا نہین کین ان کی تلافی ہوجاوے اسکا کچھ وجود ہے یا کہ نہین -

فرمایا ایک فضول امر ہے - مگر ایک دفعہ ایک شخص بے وقت نماز پڑھ رہا تھا کسی شخص نے حضرت علیؓ کو کہا کہ آپ خلیفہ وقت ہین اسے منع کیون نہین کرتے فرمایا کہ مین ڈرتا ہون کہ کہین اس آیت کے نیچے ملزم نہ بنایا جاؤن -

أرأیت الذی ینہی عبدا اذا صلی -

ہان اگر کسی شخص نے عمداً نماز اس لئے ترک کی ہے کہ قضاء عمری کے دن پڑھ لونگا - تو اس نے ناجائز کیا ہے اور اگر ندامت کے طور پر تدارک مافات کرتا ہے تو پڑھنے دو - کیون منع کرتے ہو - آخر دعا ہی کرتا ہے - ہان اسمین پست ہمتی ضرور ہے پھر دیکھو منع کرنیسے کہین تم ہی اس آیت کے نیچے نہ آجاؤ +

سلسلہ عالیہ احمدیہ کی خبریں

اعلان قبر مسیح

یوز آسف کے نام سے حضرت مسیح علیہ السلام کی جو سری نگر کشمیر میں موجود ہے اُسکا اعلان تمام بلاد یورپ اور امریکہ میں کیا گیا ہے چنانچہ ایک ہی روز سات ہزار پیکٹ روانہ ہوئے تھے اس اعلان نے مغربی دنیا کی عیسویت کے قصر میں ایک تزلزل پیدا کر دیا ہے اور وہ وقت بہت قریب ہے کہ مغربی قومیں بڑی نیاز مندی کے ساتھ حضرت مسیح موعود کیطرف رجوع کریں۔ اخبارات میں اس اعلان کا عام چرچا ہو رہا ہے

سلسلہ عالیہ احمدیہ امریکہ میں۔

مسٹر الگزنڈر رسل وب کے نام سے ہمارے ناظرین نا آشنا نہیں ہیں تحفۂ حق میں جس امریکن طالب حق کے خطوط چھپے ہیں وہ یہی شخص ہے۔ یہ گویا پہلا مسلمان ہے جو امریکہ میں حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے ہاتھ پر اسلام لایا تھا۔ لیکن جب مسٹر وب ہندوستان میں آیا اور لاہور بھی آیا تو بعض لوگوں کی وجہ سے وہ قادیان آنے سے محروم رہا۔ جسکو امریکہ میں جاکر اُسنے محسوس کیا جیسا کہ اُس کے ان خطوط سے ظاہر ہے جو پہلے کسی وقت الحکم میں طبع ہوئے تھے انھوں نے اس سلسلہ کو اپنے بعض دوسرے نومسلم یا اسلام کیطرف راغب امریکن لوگوں سے بھی انٹروڈیوس کرایا ہے۔ جنمیں سے ایک شخص مسٹر انڈرسن ہیں جن کی خط وکتابت ہمارے مکرم بھائی مفتی محمد صادق صاحب سے رہتی ہے۔ حال میں مسٹر موصوف نے ۸ مارچ ۱۹۰۳ء کو نیو یارک سے ایک خط لکھا ہے جسکو ہم محض اس لحاظ سے شائع کرتے ہیں کہ تا ہماری قوم کو معلوم ہو جاوے کہ کسطرح یہ سلسلہ اب دور دراز اقطاع عالم میں پھیل رہا ہے۔

وہ خط یہ ہے۔

نیو یارک ۸ مارچ ۱۹۰۳ء

ڈیر سر

آپ کا ۲۸ جنوری کا لکھا ہوا نوازشنامہ مجھے ملگیا اور اب میں اس کا جواب لکھتا ہوں اکثر اوقات مجھے مسٹر وب کے ذریعہ سے ریویو آف ریلیجنز کے نسخے ملتے رہے ہیں جو کہ قادیان سے شائع ہوتا ہے مجھے اسکے بعض آرٹیکلوں سے حقیقی طور پر دلچسپی ہے کیونکہ وہ واقعات حقہ پر لکھے جاتے ہیں اور میرا خیال ہے کہ جس شخص کی فطرت میں تحقیق حق کا شوق ہوگا۔ اسکی نظر میں وہ بہت قابل قدر ہونگے میں خود اسے خریدنا چاہتا ہوں اور اُمید ہے کہ اسی ماہ میں اسکی قیمت ارسال کردونگا۔

احمدیت میں مجھے بہت سے فوائد حاصل ہوئے اور میں اس امر میں تم سے متفق الرای ہوں کہ حضرت میرزا غلام احمد صاحب کے واسطے یہ امر مقدر ہے کہ وہ اسلام کے مختلف فرقوں کو ایک کردیویں اور ریویو آف ریلیجنز کے مطالعہ اور نیز دوسرے ذرائع سے میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ یہ مقدس انسان ہی مہدی ہے یا کم از کم مہدی کا پیش خیمہ ہے۔

یہ جو مینے اوپر کے فقرہ میں دوسرے ذرائع کا لفظ لکھا ہے اس سے میری مراد یہ ہے کہ ان دنوں ایک صاحب مسٹر محمد برکت اللہ صاحب بمبئی کے باشندہ یہاں وارد ہیں اور جنسے مجھے مسٹر وب نے ملاقات کرائی ہے اُن سے مینے بہت سے امور دریافت کیے جس میں سے ایک مسیح کے مقبرہ واقع سرینگر کشمیر کا امر بھی تھا مسٹر برکت اللہ نے تو اسے محال سمجھا ہے مگر میرا خیال یہی ہے کہ یہ بات بالکل سچ ہے کہ مسیح سرینگر میں مدفون ہے۔ کیونکہ میرا یقین ہے کہ مسیح صلیب سے ہرگز نہیں مارا گیا ہے تاہم مسٹر برکت اللہ کا یقین ہے کہ حضرت میرزا غلام احمد صاحب ایک عجیب قابلیت اور لیاقت کے اور نیز منعم علیہ انسان ہیں اور انکی طاقت دن بدن بڑھ رہی ہے لیکن جیساکہ آپکو معلوم ہے ریویو آف ریلیجنز میں جس قدر دعاوی ہیں اور جہانتک اُن سے میرا تعلق ہے میں انکی تائید کرتا ہوں اور میں دیکھتا ہوں کہ اسلام کے تمام فرقوں میں عنقریب ایکو حدت پیدا ہونیوالی ہے اور ہمارے شاندار مذہب کا اقبال پھر ویسا ہی چمکے گا جیسا کہ پہلے پانصد سال یعنی ساتویں صدی سے لیکر گیارھویں تک چمکتا رہا۔

اب میں اپنے خط کو ختم کرتا ہوں اور امیدوار ہوں کہ تم سے اس سلسلہ کے متعلق بہت کچھ خبریں مجھکو ملیں گی۔

(میں ہوں تمھارا سچا دوست انڈرسن)

ہمارا مقدمہ

ہمارے ناظرین عرصے سے منتظر تھے کہ ہم اپنے مقدمہ کے متعلق کوئی اطلاع انکو نہیں دیتے اسکی وجہ بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ کوئی نئی بات پیدا ہی نہیں ہوئی تھی۔ مولوی کرم الدین صاحب مستغاث علیہ نے دونوں مقدمات میں چیف کورٹ میں درخواست دی ہوئی تھی کہ وہ مقدمات گورداسپور سے منتقل ہوکر جہلم چلے جاویں۔ چنانچہ چیف کورٹ میں ۴ اپریل ۱۹۰۳ء تاریخ مقرر ہوئی تھی لیکن کثرت کام کیوجہ سے یہ مقدمہ اُس روز پیش نہ ہوسکا۔ اور پھر ۲۰ اپریل پر ملتوی ہوا۔ لیکن اس روز بھی اسی وجہ سے پیش نہ ہوا۔ اور ۲۱ اپریل کو پیش ہوا + ہماری طرف سے سلسلہ عالیہ احمدیہ کے مشہور و معروف پلیڈر جناب خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی پلیڈر چیف کورٹ اور مسٹر اور اپٹیل پیروکار تھے۔ مولوی کرم الدین صاحب کی طرف سے مولوی فضل الدین صاحب پلیڈر تھے جو بیمار ہونے کے باعث حاضر عدالت عالیہ نہ ہوسکے اور پھر انکی بجائے منشی حکم چند صاحب وکیل پیش ہوئے۔ آخر معمولی بحث کے بعد عدالت عالیہ چیف کورٹ سے مولوی کرم الدین صاحب کی درخواست نامنظور اور مسترد ہوئی۔ اور مقدمات کا فیصلہ ہمارے حق میں ہوا یعنی قرار پایا کہ مقدمات گورداسپور ہی میں ہوں۔

الحمد للہ علیٰ ذٰلک یہ جو کچھ ہوا اگرچہ قانونی وجوہات کی تقویت پر اسکی بنا ہو لیکن دراصل اللہ تعالے ہی کا فضل وکرم ہے۔

اب گورداسپور میں باقاعدہ مقدمہ شروع ہوگا جو مقدمہ جہلم میں مولوی کرم الدین صاحب نے دربارہ اپنی ذاتی توہین کے متعلق حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ السلام اور حکیم فضل الدین کے خلاف دائر کیا ہوا تھا اور جس میں پڑی تھی کے ساتھ ناواجب کے جھوٹ کی نجاست اور جھوٹ بولنے کے خطرناک وعید سے خوف نہ کھاکر شائع کیا تھا کہ وارنٹ نکلے ہیں۔ اس کے انتقال کے لیے چیف کورٹ میں درخواست دائر کردی گئی ہے کہ یہ مقدمہ بھی گورداسپور میں ہی ہونا چاہیے اس کے نتیجہ پر اطلاع دینگے (مقدمہ جہلم میں تاریخ نگرانی ۱۵ مئی ۱۹۰۳ء مقرر ہوئی ہے)

سیرۃ ایوب صادق

ہر احمدی ہمارے مغفور ومرحوم محترم عزیز بھائی مرزا ایوب بیگ صاحب کے نام سے ضرور واقف ہوگا۔ ایک عرصہ گذرتا ہے کہ ہمارے معزز مخدوم ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب برادر کلاں حقیقی ایوب مرحوم نے آپکی مختصر لائف لکھنے کا وعدہ کیا تھا + چنانچہ وہ سیرت لکھی جانی شروع ہوگئی ہے اور ہمارے پاس چھپنے کے لیے بھی پہونچ رہی ہے اُمید کیجاتی ہے کہ یہ سیرۃ بہت جلد طبع ہوجاوے صرف ۔۲ جلدیں طبع ہونگی اور غالباً مفت تقسیم ہونگی۔ ایوب مرحوم کی سوانح اس قابل ہیں کہ وہ کثرت سے شائع ہوں۔ اسلیے ہم کوشش کرینگے کہ الحکم کے ذریعہ بھی یہ سیرت شائع ہو۔.....

میثاق النبیین

[اس خطبہ کا خلاصہ جو ۱۰ - اپریل ۱۹۰۳ء کو حضرت مولانا مولوی عبدالکریم صاحب سلمہ ربہ نے پڑھا - (ایڈیٹر)]

واذ اخذ اللہ میثاق النبیین لما آتیتکم من کتٰب وحکمۃ ثم جاءکم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن بہ ولتنصرنہ - قال ءاقررتم واخذتم علیٰ ذالکم اصری ط قالوا اقررنا ط قال فاشھدوا وانا معکم من الشٰھدین + فمن تولّٰی بعد ذالک فاولٰئک ھم الفٰسقون - اور اس وقت کو یاد کرو کہ جب اللہ تعالےٰ نے تمام نبیوں سے اقرار لیا کہ مین نے جو تمکو حکمت اور کتاب دی ہے یعنے اپنی معرفت اور شناخت کے ذریعہ تمکو عطا کئے ہین ایک وقت آنیوالا ہے - کہ اس کے متعلق بڑی بڑی غلطیان اور فتور واقع ہونگے - اس وقت ان غلطیون کی اصلاح و تجدید دین کے لئے ایک عظیم الشان رسول آئیگا جو ان حقایق اور صداقتون کی تصدیق کریگا اور تمام غلط فہمیون اور غلط تعلیمات بیہودہ رسومات اور خیالی معتقدات کو جو اپنی خواہشون اور جوشون کا نتیجہ ہونگے الگ کر دیگا + چونکہ اس کا کام عظیم الشان ہوگا اور تمام دین اور گروہ انبیا پر بھی ایک احسان ہوگا - اس لئے تم سب کا فرض ہوگا کہ اسپر ایمان لاؤ اور اس کی نصرت کرو - پھر اللہ تعالےٰ نے ان سے پوچھا کہ کیا تم اقرار کرتے ہو اور میرے اس عہد کو مانتے ہو کہ اس کی نصرت کروگے اور اسپر ایمان لاؤگے انہون نے جواب دیا ہان ہم ایسا ہی کرینگے اسپر ایمان لائینگے اور اس کی نصرت کرینگے - اسپر اللہ تعالےٰ نے کہا کہ تم اپنے اس معاہدہ کے گواہ رہو اور مین بھی تمہارے ساتھ ایک گواہ ہون - پس اسوقت جو شخص ایسے روشن دلایل دیکھنے کے بعد اس کی بیعت اور نصرت سے انکار کریگا - وہ فاسق (بدعہد) ہوگا +

یہ آیتین اللہ تعالےٰ کی کتاب مین بڑے ہی غور و فکر کے قابل ہین - سب مفسر بالاتفاق مانتے ہین کہ ان آیتون مین ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق ایک عہد کا ذکر ہے اور یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ ہر ایک نبی سے اللہ تعالےٰ نے اور ہر نبی نے اپنی امت سے یہ اقرار لیا کہ خاتم النبیین پر ایمان لانا اور اس کی نصرت ضروری ہوگی + اس اقرار او رعہد کو کتب سابقہ مین اور صحایف انبیاء مین مختلف طریقوں سے ادا کیا گیا ہے - لیکن جہانتک ہم اس کتاب اور انبیاء علیہم السلام کے صحیفون کو دیکھتے ہین یہ بات بڑی صفائی کے ساتھ معلوم ہوتی ہے کہ ابتدائے اصلاح کے وقت سے یعنے آدم علیہ السلام کے زمانہ سے لیکر حضرت مسیح علیہ السلام تک برابر دو شخصون کی پیشگوئی چلی آتی ہے اور وہ پیشگوئی دو مختلف شاخیں رکھتی ہین - اور اسی وجہ سے دو شخصون کے متعلق جداگانہ پیشگوئی قرار دیجاتی ہے ورنہ دراصل ایک ہی شخص کی پیشگوئی ہے - لیکن چونکہ دو مختلف عنوانوں کے ماتحت یہ پیشگوئی ہے - اس لئے ہم بھی اس کو دو ہی شخصون کے متعلق کہین گے - ایک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق اور دوسری بھی آپ ہی کی مگر بروزی رنگ مین مسیح موعود کے متعلق

اس مین کوئی کلام اور شک اور تردد باقی باقی نہین رہتا کہ یہ پیشگوئی متواتر متوارث طور پر چلی آئی ہے اسی کے متعلق خدا کی حکیم اور مجید کتاب ان آیتون مین ذکر کرتی ہے اس لئے اس آیت پر بڑا ہی تدبر کرنا چاہیئے اور دیکھنا چاہیئے کہ وہ کیا اہم ضرورت تھی جو اللہ تعالےٰ نے سارے نبیون سے یہ عہد لیا اور پھر ہر ایک نبی نے اپنی امت کو وصیت کی ؟

یہ ایک سوال ہے جسکو حل کرنا ضروری ہے جہانتک مین نے اس آیت پر سوچا ہے - اور خدا تعالےٰ نے مجھے اسکے حل کرنے کی راہین بتائی ہین وہ اگرچہ بہت ہی لذیذ اور طویل الذیل باتین ہین مگر مین مختصر طور پر اس وقت کے مناسب حال کچھ بتاؤنگا +

اس جگہ اللہ تعالےٰ نے تین نقطہ رکھے ہین جو بڑے ہی قابل غور ہین اور اس سوال کے حل کرنے کی کلید ہین - (۱) کتاب (۲) حکمت (۳) مصدق لما

اس آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ تمام نبیون کو کتاب اور حکمت عطا کی اور ان دو ذریعون سے ان کو بہرہ ور کیا جو اللہ تعالےٰ کی شناخت معرفت اور پھر اس کی عبادت کی جان ہین - یاد رکھو کہ اللہ تعالےٰ جو شناخت اور عبادت اپنی نسبت مخلوق سے چاہتا ہے اسکے دو ہی ذریعے ہین ایک وحی جس کو دوسرے الفاظ مین کتاب اللہ کہا گیا ہے دوسرے اس کو سمجھنے اور موقع پر برتنے کا فہم صحیح جو حکمت سے تعبیر کیا گیا ہے - اللہ تعالےٰ کی ہستی کے ثبوت کی بہت ہی راہین اور ذریعے ہین - لیکن سب سے کامل اور افضل ذریعہ وحی ہے - جس سے اس کی ہستی کا کھلا کھلا ثبوت ملتا ہے - ایسا ثبوت کہ کسی شک و شبہ کی گنجایش باقی رہ سکتی ہی نہین اور حکمت وہ باتین ہوتی ہین - جو اسطریق اور معرفت کو بتاتی ہین - جو اللہ تعالےٰ کی عبادت کے لئے ضروری ہے اور یہی دونون ذریعے ہین - جو اللہ تعالےٰ نے اپنی ہستی کے ثبوت کے لئے مقرر فرمائے ہیں انہین دونون ذریعون کی وجہ سے اسلام دنیا مین اکیلا مذہب ہے جو اپنی سچائی اور صداقت پر زبردست دلائیل رکھتا ہے - جن کا مقابلہ کوئی قوم اور مذہب نہین کر سکتا + اب تیسرا لفظ مصدق ہے - جو اس امر کی ضرورت بتاتا ہے کہ ایک ایسا انقلاب اور وقت آئے گا کہ جب کتاب اور حکمت مین نقصان واقع ہوگا - اور لوگ ان دونون ذریعون سے محروم ہو جائینگے - اس وقت ایک عظیم الشان رسول دنیا مین آئیگا جو حق باطل مین فرق کر دیگا - اور اس کی سچائی کا یہ نشان ہوگا - کہ وہ ان صداقتون اور حقایق کی تصدیق کرے گا - جو تمہین دی گئی تھین یہ نشان گویا اسکا حلیہ ہے جو ہزارون برس پہلے متواتر اللہ تعالےٰ اپنے نبیون کی معرفت دنیا کو بتاتا آیا ہے اسقدر عرصہ دراز پہلے یعنے ابتدائے اصلاح دنیا کے وقت سے لیکر ہمیشہ ہر زمانے مین جب یہ حلیہ اسکا بتایا جاتا رہا ہے تو یہ حلیہ کسی حالت اور صورت مین ناقص اور ادھورا نہین ہو سکتا ہے - گورنمنٹ بھی جب کسی کا حلیہ مشتہر کرتی ہے تو عموماً وہ مکمل ہوتا ہے - پھر اللہ تعالےٰ جو حلیہ ہزارون سال سے بتاتا چلا آیا ہے اور کسی زمانہ مین اس مین کوئی فرق نہین آیا - اس کے صحیح اور ٹھیک ہونے مین کیا شک ہو سکتی ہے ؟ -

اور حقیقت الامر یہ ہے کہ ایسا واضح درخشان خط و خال والا حلیہ نظر ہی نہین آتا - جو اللہ تعالےٰ نے بیان فرمایا ہے - وہ حلیہ کیا ہے ؟ مصدق لما معکم یعنے اس نبی کی شناخت کا معیار اس کی تصدیق کا خطا نہ کرنے والا نشان یہ ہوگا کہ وہ ان تمام گذشتہ صداقتون کی جو پہلے انبیاء اور راستبازون کو دی گئی تھین - اور جن مین اس وقت غلطیان خرابیان - اور بے اعتدالیان واقع ہو چکی ہون گی تصدیق کرے گا - یہ ایک معیار ہے جو کبھی خطا نہین کر سکتا - اور اس سے بڑھکر بر دہ براندازہ نشان ہو ہی نہیں سکتا - خدا تعالےٰ کی ہستی جو شناخت اپنے رسولون کی کرانی چاہتی ہے اس کی کامل اور واضح راہ یہی ہے - بھلا بتاؤ تو سہی کہ وہ کون شخص ہے جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی شناخت کا آرزو مند نہ ہو - کیونکہ آپ خاتم الانبیاء - اور ابدالآباد کے لئے نبی تھے - اور ہین - اور کامل مکمل ہادی تھے - اور ہین - اور آپکا نہ ماننا خدا تعالےٰ کے غضب کا وارث بنناتھا - اس لئے آخری زمانہ کے اہل کتاب کو مصدق لما معکم نشان بتایا - کوئی مفسر - عالم - ادیب - مصدق لما معکم کے معنے

سوائے اسکے کچھ نہیں کرسکتا کہ وہ خاتم الانبیاء جو عہد نامہ کا رسول کہلاتا ہے۔جس کی بابت کل نبیوں سے میثاق لیا گیا۔ان تمام صداقتوں اور حقایق کی جو گذشتہ انبیا کے ذریعہ ظاہر ہوئین تصدیق کریگا اور اس کے قول فعل سے حق کی تائید اور تصدیق ہوگی۔اور تمام غلط تعلیمات۔بیہودہ اعتقادات اور لغویات کو الگ کر دے گا+ اس امر کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی آپ کی پاک تعلیمات مین مشاہدہ کرو کہ آپنے کیسے تمام سچائیون اور صداقتون کی تصدیق کی اور ہر ایک بیہودگی کو دور کر دیا۔

اب غور طلب یہ امر ہے کہ اللہ قادر کریم جو ذوالجلال ہے ایک نبی کے متعلق سارے نبیون اور ان کے ذریعہ ان کی امتون سے عہد لیتا ہے۔کہ تم نے اسپر ایمان لانا اور اس کی نصرت کرنا اور جو نہ مانے گا۔وہ لعنت کے نیچے آجاویگا۔ ایسا کیون کیا گیا۔؟ یہ بات بڑی لذیذ اور قابل غور ہے۔اصل یہ ہے کہ اگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم دنیا مین نہ آئے ہوتے تو سب کے سب انبیا اور رسول ہلاک ہو جاتے۔آدم سے لیکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تک کسی نبی کا نشان نہ ہوتا۔ سب مٹ چکے تھے دنیا کی دست درازیون اور فضول مبالغہ کی وجہ سے مجھے اس امر کے کہنے مین بھی عار نہین کہ اللہ تعالے کا نام بھی مٹ گیا تھا ایک ناپاک مذہب نے ضعیفہ عورت کے بچے کو عرش عظیم پر خدا کا ہمسر بناکر جا بٹھایا تھا۔ایران مین نور و ظلمت دو خدا مانے جاتے تھے۔ہندوستان کے فرزندون نے بچھوؤن۔سانپون۔پتھرون درختون کو ہی خدا نہ بنایا تھا بلکہ ان سے بھی آگے بڑھکر عورت اور مرد کی شرمگاہون تک پرستش کو اپنا شعار بنالیا تھا۔اسی طرح پر کل دنیا کی حالت ہو چکی تھی۔ساری دنیا مر چکی تھی۔تمام اخلاق فاضلہ اور روحانی قوتون کا خون ہو چکا تھا اسی کو خدا کی حکیم کتاب نے ظهر الفساد في البر والبحر کے لفظ سے تعبیر کیا ہے۔یہ عیسائی جو آج ابن مریم کو خدا کہتے اور الفا امیگا قادر مطلق خدا کہتے ہین خیال کرلو کہ تیرہ سو برس پہلے ان کی کیا حالت ہوگی۔یہ بدترین اعتقاد ہے جو دنیا مین رکھا گیا ہے۔جس کی نسبت قرآن شریف مین کہا گیا ہے کہ قریب ہے آسمان پھٹ جاوے اور زمین شق ہو جاوے۔پھر ایسے طوفان بے تمیزی کے دور کرنے والے عظیم الشان نبی کا اگر اقرار نہ لیا جاتا تو کسقدر اندھیر مچتا۔اس لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا اقرار لینا بڑا ہی پر حکمت تھا۔خدا تعالے جانتا تھا کہ اصلی توحید اسی نبی کے ذریعہ ظاہر ہو۔اسی لئے سب سے اقرار لیا۔

لیکن اس وقت جب وعدہ اور عہد کا رسول آیا سعادتمندون راستی کے فرزندون نے معاً اسکو قبول کرلیا۔اور اس کا دعوے سنتے ہی بابی انت وامی کہکر ساتھ ہو لئے۔ایک ازلی شقیون کا گروہ بھی تھا۔جس نے اس وقت بھی نہ پہچانا اور جو اب تک بھی محروم ہین + یہ آیتین کیا سبق دیتی ہین اور ان کی تہ مین وہ کیا ستر ہے جو مسلمانون کو متنبہ کرتا ہے مین نے شروع مین بتایا ہے کہ اس طرح ابتدائے زمان اصلاح سے لیکر آج تک مسیح موعود کی بھی پیشگوئی ہوتی چلی آئی ہے اور ہر ایک نبی اور اکابر امت اپنے اپنے وقت کے لوگون کو اس عظیم الشان انسان کی بعثت کی خبر دیتا آیا ہے اور سلام کہتا آیا ہے + اصل یہ ہے کہ مسیح موعود کی آمد اور بعثت بھی دراصل اسی ہادی کامل صلے اللہ علیہ وسلم کی آمد ہے۔مگر دوسرے رنگ مین اور مسیح موعود بھی ایک عظیم الشان فتنہ کو فرو کرنے کے لیے آنے والا تھا۔اس لیے اسی طرح اس کی بشارت ہمیشہ ملتی آئی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا کیف

انتم اذا نزل ابن مریم فیکم وامامکم منکم + وہ ساری امت کے مرسلون راستبازون سے اقرار لیتا ہے کہ جب وہ آئے تو اس کی نصرت کیجیو۔اس سے اندازہ کرکے دکھایا کہ مسیح موعود کا کتنا بڑا درجہ ہے۔یہ مبالغہ نہین۔یہ نری لفاظی نہین۔اس کو مبالغہ کہنا گناہ ہے اللہ تعالے اور اس کے نبی کا کام اور کلام بلاوجہ نہین ہوسکتا۔اللہ تعالے خوب جانتا تھا۔کہ مسیح موعود کی بعثت بھی اسی حالت مین ہوگی جب عظیم الشان دجل اور فتنہ صلیب کے پیروؤن کا برپا ہوگا۔اور حقیقی خدا کی عبادت اور پرستش کا نام ونشان مٹ چکا ہوگا + اب کوئی بتا سکتا ہے۔کہ کتاب اور حکمت بگڑ نہ گئی تھی۔اسوقت وہی حالت ہو چکی تھی۔ابن مریم کی خدائی تسلیم کرانے مین ہر امر کو روا رکھا گیا ہے۔یہ بالکل سچ ہے کہ ایمان اور اعمال صالحہ کا نام تک نہین رہا تھا۔اور یہ خدا کا موعود ثریا سے ایمان لیکر آیا ہے۔پس اسوقت ہر ایک کا فرض ہے کہ اس پر ایمان لائے اور اس کی نصرت کے لئے اٹھ کھڑا ہو + جن لوگون نے خدا کے فضل سے اس کی شناخت کی توفیق پائی ہے وہ اپنے پاکیزہ چال چلن اور اعمال صالحہ سے اسکی نصرت کرین۔اور ہر طرح سے اس کی تائید کے لئے طیار ہو جائین۔اللہ تعالے ہماری جماعت کو توفیق دے کہ وہ اس موعود کی بعثت کو پورے کرنے والی ثابت ہو۔آمین +

طاعون کے متعلق ایک تازہ الہام

طاعون کے متعلق ایک یہ الہام ہے۔ قلنا

یا ارض ابلعی ماءک ویا سماء اقلعی.

اس الہام کے متعلق جہان تک میری رائے ہے وہ یہ ہے کہ یہ عام شہرون اور دیہات کے متعلق نہین اور نہ اس سے دوام منع ثابت ہوتا ہے۔غالباً یہی ہے کہ بعض دیہات اور شہرون مین جن کی نسبت خدا کا ارادہ ہے چند مہینون تک طاعون نہ رہے۔اور پھر جہان خداوند قدیر چاہے۔پھر پھوٹ پڑے۔اور یہ بکلی بند نہین ہوگی۔جبتک وہ ارادہ بکمال وتمام پورا نہ ہو جائے۔جو آسمان پر قرار پایا ہے۔اور ضرور ہے کہ زمین اپنے مواد نکالتی رہے۔جب تک کہ خدا کا ارادہ اپنے کمال کو پہنچے +

خاکسار غلام احمد

اعتذار

خاکسار ایڈیٹر الحکم بغرض پیروی مقدمہ عدالت العالیہ چیف کورٹ پنجاب مین گیا ہوا تھا۔جس کی وجہ سے ۲۴- اپریل کا الحکم اپنے وقت پر شایع ہونے کی بجائے ایک ہفتہ بعد شایع ہوتا ہے + میری اتنی اطلاع ہی اس توقف کے لئے کافی عذر سمجھی جاوے گی + (انشاءاللہ العزیز)

تازہ الہام

۱۸- اپریل کی شام کو حضرت حجت اللہ مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ مین لیٹا ہوا تھا کہ مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب میری نظر کے سامنے سے پھر گئے۔پھر یہ لفظ الہام ہوئے

سا خبرہ في آخر الوقت انک لست علی الحق

البشرے کی درخواستین درج رجسٹر ہو رہی ہین + اس وقت درخواستون کی رفتار کسیقدر سست ہے جو تیز ہونی چاہیئے +

سلسلہ عالیہ احمدیہ کی ترقی - ... جاری رہے گا - ایڈیٹر

بیعت

إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ
وانتہی امر الزمان الینا
الیس ھذا بالحق

نمبر	نام مبائعین مع پتہ	ضلع
۱	ماسٹر مولوی آل نبی صاحب	چندوسی مراد آباد
۲	سید جماعت علی صاحب پوسٹ ماسٹر	"
۳	مولوی محمد صادق صاحب مدرس مدرسہ	"
۴	طفیل احمد صاحب سپرنٹنڈنٹ چنگی	"
۵	قاضی رحمت اللہ صاحب (دیادی پور)	کپورتھلہ
۶	قادر بخش صاحب (مجیانی)	
۷	نور احمد صاحب (لودی ننگل)	امرتسر گورداسپور
۸	عبد الخالق صاحب	"
۹	حکیم حبیب اللہ صاحب	"
۱۰	سید ارادت حسین صاحب (مونگیر بہار)	گجرہ
۱۱	غلام محمد صاحب	گوجرانوالہ
۱۲	حسن بی بی زوجہ مستری محمد سعید صاحب ورک شاپ	راولپنڈی
۱۳	سیدہ بی بی زوجہ خواجہ احمد صاحب کوٹلی شاہ گجرات پاڑیا نوالی	
۱۴	غلام علی صاحب قلعہ دیوا سنگھ گوجرانوالہ کے	
۱۵	چوہڑ صاحب کشمیری	"
۱۶	میاں عمر صاحب	"
۱۷	میاں بڈھا صاحب	"
۱۸	فیروز الدین صاحب	"
۱۹	اللہ دتا صاحب	"
۲۰	اللہ رکھی دختر غلام علی صاحب	"
۲۱	ایمنہ بی بی	" "
۲۲	کرم بی بی	" "
۲۳	عالم بی بی	" "
۲۴	عمر بی بی	" "
۲۵	امام بی بی	" "
۲۶	حسین صاحب	"
۲۷	گھسیٹا صاحب چوکیدار	"
۲۸	علم الدین صاحب	"
۲۹	کرم علی صاحب	"
۳۰	کریم بخش صاحب	"
۳۱	زینب بی بی دختر غلام محی الدین صاحب کوٹ خان پنڈ دادنخان	

نمبر	نام پتہ مقام وغیرہ
۳۲	اکبر شاہ خان صاحب - نجیب آباد۔
۳۳	چودھری فضل احمد صاحب ورائج لمبیدار ضلع جہلم ڈاک خانہ پھلو وال۔
۳۴	جھنڈو صاحب منشی چھوئی وال امرتسر
۳۵	نبی بخش صاحب " "
۳۶	منشی خدا بخش صاحب برانچ ۲۹۵ جھنگ
۳۷	مولوی عبد الحمید صاحب - ہنگو - کوہاٹ
۳۸	شیر محمد صاحب بستی محمد کلانہ - جھنگ
۳۹	خدا بخش خان صاحب نائب مدرس رعیہ سیالکوٹ
۴۰	چک حگت رائے پسرور
۴۰	پٹھانا صاحب - بستی دریام کملانہ - جھنگ
۴۱	صلابت صاحب "
۴۲	حسین بخش صاحب جمعدار اسٹیشن نظام الملک
۴۳	شیخ نور محمد صاحب تحصیلدار ضلع ہوتی علاقہ
۴۴	محبوب علی صاحب کلرک دفتر اکونٹنٹ ای آئی ریلوے جالپور۔
۴۵	حکیم محمد ابراہیم صاحب شیدا مونگیر محلہ دلاور پوری شیدا مونگیر
۴۶	محمد سعید الحسن صاحب مختار نواب سرائے مونگیر
۴۷	سید عبد الفلاح صاحب ابن مولوی میر طالب علی صاحب گوداوری نرساپور معلم حلیہ
۴۸	عبد الستار صاحب - دیناپور صبہ
۴۹	سید فتح حسین صاحب سیالکوٹ۔
۵۰	ولی محمد (ٹھٹھہ معماران سیالکوٹ
۵۱	کریم بخش صاحب معمار محلہ شاہ گراہ علی اٹاوہ
۵۲	مراد بخش صاحب " حکیم محمد یوسف صاحب "
۵۴	محمد عبد اللہ صاحب متعلم انجنیر کلاس لاہور۔
۵۵	عباس خان صاحب نائک پلٹن ۱۲ کمپنی ۲ چاونی متعینہ سروے پارٹی نمبر ۱۵ کیمپ میانمیر۔
۵۶	عبد الرحیم صاحب لعیس نائک گائڈ پلٹن ہوتی مردان حال متعینہ سروے پارٹی ۱۵ کیمپ میانمیر
۵۷	محمد اکبر صاحب درویش مسجد گوجرانوالہ
۵۸	سید محمد تقی صاحب فضیہ ماچھی واڑہ - لودھیانہ
۵۹	شیخ غلام محمد صاحب " محلہ ملاخان "
۶۰	غلام موسیٰ صاحب مدرس مدرسہ صدر نو شہرہ چھاؤنی
۶۱	عبد الغنی صاحب کلرک ہیڈ آفس پسرور
۶۲	امیرن بی بی زوجہ رمضان علی صاحب الہ آباد محلہ کرہ
۶۳	اللہ دتا صاحب - لوڑکی - سیالکوٹ
۶۴	محبوب عالم صاحب نائب مدرس مدرسہ من ماجرہ
۶۵	ابراہیم صاحب - گجرات
۶۶	احمد الدین صاحب
۶۷	الٰہی بخش صاحب - نواں محلہ - جہلم
۶۸	مسماۃ بیگم زوجہ الٰہی بخش صاحب "

نمبر	نام پتہ مقام وغیرہ
۶۹	برہان بخش صاحب نمبردار فروز والہ - گوجرانوالہ
۷۰	اللہ دتا صاحب موچی بازار موچیان راولپنڈی
۷۱	دین محمد صاحب - کرمل - بین پوری
۷۲	امیر بخش صاحب (محلہ چابکسواران - لاہور
۷۳	فیروز الدین صاحب - کوٹلی فقیر چند
۷۴	محمد صدیق صاحب "
۷۵	غلام محی الدین صاحب - اکبری دروازہ لاہور
۷۶	محمد حسن خان صاحب - نونہی کشمیر - اسلام آباد
۷۷	مولوی غلام رسول صاحب گولیکی - گجرات
۷۸	برکت بی بی ہمشیر سلطان عمر خان - ہوشیارپور
۷۹	فتح الدین صاحب محلہ ٹھٹھہ سیالکوٹ
۸۰	منشی رحیم بخش صاحب عرضی نویس رعیہ "
۸۱	عائشہ بی بی - امرتسر
۸۲	نظیر النساء بی بی - مونگیر - گجرہ
۸۳	غلام محمد خان صاحب - ایگان - لودیانہ
۸۴	مریم بی بی "
۸۵	عبد الحکیم صاحب - ملتان چھاؤنی
۸۶	اہلیہ سید جلال شاہ صاحب ہاسپٹل اسسٹنٹ بربرا ملک افریقہ
۸۷	فتح علی صاحب ملک پور - گجرات
۸۸	دین محمد صاحب - کرمل بین پوری
۸۹	منشی عمر الدین صاحب مدرس - دیدار سنگھ گوجرانوالہ
۹۰	مولا بخش صاحب رفوگر لاہور دچھو والی
۹۱	محمد زکریا صاحب سنور - پٹیالہ
۹۲	حافظ کریم بخش صاحب عمر الدین صاحب
۹۳	اللہ داد حجام۔
۹۵	عبد الکریم صاحب - گوجرانوالہ
۹۶	چودھری سکندر صاحب - رجوعہ - گجرات پھالیہ
۹۷	خدا بخش صاحب " حسن محمد صاحب " غلام محمد صاحب " خان محمد صاحب " خنجر صاحب فضل الدین صاحب " خوشی محمد صاحب " شاہ محمد صاحب " سلطان صاحب " دین محمد صاحب " عمر صاحب " امام الدین صاحب " فتح بی بی زوجہ محمد یار صاحب " " "
۱۱۰	کریم الدین صاحب ویٹرنری اسسٹنٹ ساہیوال شاہ پور
۱۱۱	غلام نبی صاحب امام مسجد پریمی کوٹ - گوجرانوالہ حافظ آباد
۱۱۲	محمد علی صاحب گجرات اصل سیالکوٹ۔
۱۱۳	محمد اسمٰعیل صاحب وثیقہ نویس لودھیانہ
۱۱۴	سیف الدین صاحب - میرٹھ قدیم سیالکوٹ
۱۱۵	برکت علی صاحب - چھاؤنی میرٹھ۔
۱۱۶	علم الدین صاحب - ڈھولن - سیالکوٹ - ظفروال
۱۱۷	قطب الدین صاحب - سیالکوٹ
۱۱۸	حکیم یوسف علی صاحب مینیجر صبح صادق پریس اٹاوہ
۱۱۹	عبد الستار صاحب درہ خیل
۱۲۰	حبیب الرحمٰن صاحب " عنایت اللہ صاحب " عثمان صاحب " خلیل الرحمٰن صاحب " اسعد صاحب " عبد الرحمٰن صاحب "
۱۲۱	تقی اللہ صاحب " غلام محمد صاحب نور الدین صاحب "

رجسٹرڈ ایل نمبر ۷۷

بسم اللہ الرحمن الرحیم　　نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم　　واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ

انا اوے القریات

الحکم

دارالامان حضرۃ قادیان

چہ گویم با تو گر آئی چہا در قادیان بینی
دوا بینی شفا بینی غرض دارالامان بینی

اڈیٹر شیخ یعقوب علی تراب احمدی

نمبر ۱۶	۳۰-اپریل سنہ ۱۹۰۳ء مطابق ۲-صفر سنہ ۱۳۲۱ھ روز پنجشنبہ	جلد ۷

کلمات طیبات حضرت امام الزمان سلمہ الرحمان

اعجاز التنزیل

(گذشتہ اشاعت سے آگے)

اب اس تعلیم پر نگاہ کرو کہ نہ یہ توریت کی طرح محض انتظام پر ہی زور دیتی ہے اور نہ انجیل کی طرح ایسے عفو پر جو بسا اوقات خطرناک نتائج کا موجب ہو سکتا ہے۔ بلکہ قرآن شریف کی تعلیم حکیمانہ نظام اپنے اندر رکھتی ہے مثلاً ایک خدمتگار ہے جو بڑا شریف اور نیک چلن ہے کبھی اس نے خیانت نہیں کی اور کوئی نقصان نہیں کیا۔ اگر اتفاقاً وہ چاء پلانے کے لئے آئے اور اس کے ہاتھ سے پیالیاں گر کر ٹوٹ جاویں تو اس وقت تقاضا وقت کیا ہوگا۔ کیا یہ کہ اس کو سزا دیں یا معاف کر دیں ایسی حالت میں ایسے شریف خدمتگار کو معاف کر دینا ہی اس کے واسطے کافی سزا ہوگی۔ لیکن اگر ایک شریر خدمتگار جو ہر روز کوئی نہ کوئی نقصان کرتا ہے۔ اس کو معاف کر دینا اور بھی دلیر کر دینا ہے۔ اس لئے اس کو سزا دینی ضرور ہوگی۔ مگر انجیل یہ نہیں بتاتی

انجیل پر عمل کر کے تو گورنمنٹ کو چاہیئے کہ اگر کوئی ہندوستان مانگے تو وہ انگلستان بھی اس کے حوالے کرے۔ کیا عملی طور پر انجیل مانی جاتی ہے؟ ہرگز نہیں۔ گورنمنٹ کے سیاست مدن کے اصولوں پر مختلف محکموں کا قائم کرنا اور عدالتوں کا کھولنا دشمن سے حفاظت کے لئے فوجوں کا رکھنا وغیرہ وغیرہ جس قدر امور ہیں انجیل کی تعلیم کے موافق نہیں ہیں اس لئے کہ انجیل کی تعلیم کے موافق کوئی انتظام ہو سکتا ہی نہیں ہے۔

غرض قرآن شریف کی تعلیم جس پہلو اور جس باب میں دیکھو اپنے اندر حکیمانہ پہلو رکھتی ہے۔ افراط یا تفریط اس میں نہیں ہے بلکہ وہ نقطۂ وسط پر قائم ہوئی ہے اور اسی لئے اس امت کا نام بھی **امت وسطاً** رکھا گیا ہے۔ یہ بات کہ انجیل یا توریت کی تعلیم کیوں اعتدال اور وسط پر واقع نہیں ہوئی۔ اس سے خدا تعالیٰ پر کوئی اعتراض نہیں آتا۔ اور نہ اس تعلیم کو ہم خلاف آئین حکمت کہہ سکتے ہیں۔ کیونکہ حکمت کے معنے ہیں:-

وضع الشئ فی محلہ اس وقت کی حکمت کا تقاضا ایسی ہی تعلیم تھی۔ جیسا کہ ہم نے بتایا ہے کہ سزا کے وقت سزا دینا بھی حکمت ہے۔ اور عفو کے وقت عفو ہی حکمت ہے۔ اسی طرح پر اس وقت طبایع کی حالت کچھ ایسی ہی واقع ہوئی تھی۔ کہ تعلیم کو ایک پہلو پر رکھنا پڑا۔ بنی اسرائیل

۴۰۰ برس تک فرعون کی غلامی میں رہے تھے اور اس وجہ سے ان لوگوں کے عادات اور رسوم کا ان پر بہت بڑا اثر پڑا ہوا تھا۔ اور یہ قاعدہ کی بات ہے کہ بادشاہ کے اطوار عادات اور آئین ملکداری کا اثر رعایا پر پڑتا ہے بلکہ ان کے مذہب تک پر اثر جا پڑتا ہے۔ اسی لئے کہا گیا ہے **الناس علےٰ دین ملوکہم** چنانچہ سکھوں کے زمانہ میں عام لوگوں پر بھی یہ اثر پڑا تھا۔ کہ عموماً لوگ ڈاکہ زن اور دھاڑوی ہو گئے تھے ہری سنگھ وغیرہ بلانین ہی لوٹ لیا کرتے تھے۔ اسی طرح پر فرعونیوں کی غلامی میں رہ کر بنی اسرائیل عدل کو کچھ سمجھتے ہی نہیں تھے ان پر جو ہمیشہ ظلم ہوتا تھا۔ وہ بھی اعتدا اور ظلم کر بیٹھے تھے۔ پس ان کی اصلاح کے لئے تو یہ لازم علیہی چاہئے تھا کہ ان کو **عدل کی تعلیم** سکھائی جاتی۔ اس لئے یہ تعلیم ان کو دی گئی کہ آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت۔ اس تعلیم پر وہ اسقدر پختہ ہو گئے کہ پھر انہوں نے انتقام لینا ہی شریعت کی جان سمجھ لیا۔ اور یہ مذہب ہو گیا کہ اگر بدلہ نہ لیں گے تو گنہگار ٹھہر یں گے۔ اس واسطے جب حضرت مسیح علیہ السلام آئے اور انہوں نے دیکھا کہ بنی اسرائیل کی حالت ایسی ہو گئی ہے۔ تو انہوں نے حد درجہ کے عفو کی تعلیم دی کیونکہ جسقدر زور کے ساتھ وہ انتقام پر قائم ہو چکے

اگر اس سے بڑھ کر عفو کی تعلیم نہ دی جاتی تو وہ موثر ثابت نہ ہوتی - اس لئے ان کی تعلیم کا سارا مدار اسی پر رہا ۔ پس ان اسباب اور وجوہ کے لحاظ سے یہ دونو تعلیمین اگرچہ اپنی جگہ **حکمت** ہین لیکن ان کو قانون **مختص المقام** یا قانون **مختص الوقت** کی طرح سمجھنا چاہیئے نہ ابدی اور دائمی قانون -

خدا تعالے کی حکمتین اور احکام دو قسم کے ہوتے ہین بعض مستقل اور دائمی ہوتے ہین بعض آنی اور وقتی ضرورتون کے لحاظ سے صادر ہوتے ہین - اگرچہ اپنی جگہ ان مین بھی ایک استقلال ہوتا ہے - مگر وہ آنی ہی ہوتا ہے - مثلاً سفر کے لئے نماز یا روزہ کے متعلق اور احکام ہوتے ہین اور حالت قیام مین اور یا جب عورت نکلتی ہے تو وہ برقع لیکر نکلتی گھر مین ایسی ضرورت نہین ہوتی کہ برقع لیکر پھرتی رہے ۔ اسی طرح پر توریت اور انجیل کے احکام آنی اور وقتی ضرورتون کے موافق تھے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جو شریعت اور کتاب لیکر آئے تھے وہ کتاب مستقل اور ابدی شریعت ہے اس لئے اس مین جو کچھ بیان کیا گیا ہے - وہ کامل اور مکمل ہے ۔ قرآن شریف قانون مستقل ہے ۔ اور توریت انجیل اگر قرآن شریف نہ بھی آتا تب بھی منسوخ ہو جاتین کیونکہ وہ مستقل اور ابدی قانون نہ تھے -

مین نے بعض احمقون کو اعتراض کرتے سنا ہے کہ ایسا کیون کیا گیا - خدا تعالے نے پہلی کتابون کو کیون منسوخ کیا کیا اسکو علم نہ تھا - پہلے ہی مکمل اور مستقل ابدی شریعت بھیج دیتا ؟ یہ اعتراض بالکل نادانی کا اعتراض ہے [illegible] کلیہ قاعدہ نہین ہے کہ ہر نسخ کے لئے ضروری ہے کہ علم نہ ہو - اگر یہ صحیح ہے کہ ہر نسخ مین عدم علم ثابت ہوتا ہے تو پھر اس بات کا کیا جواب ہے کہ جو کپڑے برس یا دو برس کے بچے کو پہنائے جاتے ہین کیون وہی کپڑے پانچ دس برس یا پچیس برس کے ایک جوان کو نہین پہنائے جاتے ؟ کیا ہو سکتا ہے کہ وہی گز آدھ گز کا کرتہ ایک نوجوان کو پہنایا جاوے ؟ یقیناً کوئی سلیم الطبع انسان اس بات کو پسند نہین کرے گا بلکہ وہ ایسی حرکت پر ہنسی اڑائے گا - اب اس مثال سے کیسی صفائی کے ساتھ ثابت ہوتا ہے کہ یہ ہرگز ضروری نہین ہے کہ ہر نسخ کے لئے عدم علم ثابت ہو -

جب ہم بجائے خود معرض تغیر مین ہین تو ہماری ضرورتین اس تغیر کے ساتھ ساتھ بدلتی جاتی ہین - پھر ان تبدیلیون کے موافق جو نسخ ہوتا ہے وہ ایک علم اور حکمت کی بنا پر ہوا یا عدم علم پر - یہ اعتراض سراسر جہالت اور حمق کا نشان ہے - جیسے پیدا ہونے والے بچے کے منہ روٹی کا ٹکڑا یا گوشت کی بوٹی نہین دے سکتے اسی طرح پر ابتدائی حالت مین شریعت کے وہ اسرار نہین مل سکتے جو اسکے کمال پر ظاہر ہوتے ہین - طبیب ایک وقت خود مسہل دیتا ہے اور دوسرے وقت جبکہ اسہال کا مرض ہو اسکو قابض دوا دیتا ہے ہر حالتین ایک ہی نسخہ وہ کیسے رکھ سکتا ہے -

غرض قرآن شریف **حکمت** ہے - اور مستقل شریعت ہے اور ساری تعلیمون کا مخزن ہے ۔ اور اسطرح پر قرآن شریف کا پہلا معجزہ اعلیٰ درجہ کی تعلیم ہے - اور پھر دوسرا معجزہ قرآن شریف کا اس کی عظیم الشان پیشگوئیان ہین - چنانچہ سورہ فاتحہ اور سورہ تحریم اور سورہ نور مین کتنی بڑی عظیم الشان پیشگوئیان ہین ۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی ساری پیشگوئیون سے بھری ہوئی ہے - ان پر اگر ایک دانشمند آدمی خدا سے خوف کھا کر غور کرے تو اسے معلوم ہوگا کہ کس قدر غیب کی خبرین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ملی ہین - کیا اسوقت جبکہ ساری قوم آپ کی مخالف تھی اور کوئی ہمدرد اور رفیق نہ تھا - یہ کہنا کہ **سیھزم الجمع ویولون الدبر** چھوٹی بات ہو سکتی تھی - اسباب کے لحاظ سے تو ایسا فتوے دیا جاتا تھا کہ ان کا خاتمہ ہو جاوے گا مگر آپ ایسی حالتین اپنی کامیابی اور دشمنون کی ذلت اور نامرادی کی پیشگوئیان کر رہے اور آخر اسی طرح وقوع مین آتا ہے - پھر تیرہ سو سال کے بعد قائم ہونے والے سلسلہ کی اور اسوقت کے آثار و علامات کی پیشگوئیان کیسی عظیم الشان اور لا نظیر ہین - دنیا کی کسی کتاب کی پیشگوئیون کو پیش کرو - کیا مسیح کی پیشگوئیان ان کا مقابلہ کر سکتی ہین جہان صرف اتنا ہی ہے کہ زلزلے آئین گے قحط پڑین گے - آندھیان آئین گی - مرغ بانگ دیگا - وغیرہ وغیرہ -

اس قسم کی معمولی باتین تو ہر ایک شخص کہہ سکتا ہے اور یہ حوادثات ہمیشہ ہی ہوتے رہتے ہین پھر اس مین غیب گوئی کی قوت کہان سے ثابت ہو - اسکے مقابلہ مین قرآن شریف کی پیشگوئی دیکھو -

الم - غلبت الروم فی ادنی الارض وھم من بعد غلبھم سیغلبون فی بضع سنین للہ الامر من قبل ومن بعد ویومئذ یفرح المومنون - مین اللہ بہت جاننے والا ہون - رومی اپنے سرحد مین اہل فارس سے مغلوب ہو گئے ہین اور بہت ہی جلد چند سال مین یقیناً غالب ہونے والے ہونے والے ہین - پہلے اور آئیندہ آنیوالے واقعات کا علم اور ان کے اسباب اللہ ہی کے ہاتھ مین ہین - جس دن رومی غالب ہونگے - وہی دن ہوگا جب مومن بھی خوشی کرین گے ۔

اب غور کرکے دیکھو کہ یہ کیسی حیرت انگیز اور جلیل القدر پیشگوئی ہے ایسے وقت مین یہ پیشگوئی کی گئی جب مسلمانون کی کمزور اور ضعیف حالت خود خطرہ مین تھی ۔ نہ کوئی سامان تہا نہ طاقت تھی ایسی حالت مین مخالف کہتے تھے کہ یہ گروہ بہت جلد نیست و نابود ہو جائیگا مدت کی قید بھی اس مین لگا دی اور پھر یومئذ یفرح المومنون کہہ کر دوہری پیشگوئی بنا دی یعنے جس روز رومی فارسیون پر غالب آئین گے اسی دن مسلمان بھی بامراد ہوکر خوش ہون گے چنانچہ جس طرح پر یہ پیشگوئی کی تھی - اسی طرح بدر کے روز یہ پوری ہو گئی - ادھر رومی غالب ہوئے اور ادھر مسلمانون کو فتح ہوئی - اسی طرح سورہ یوسف مین ایات للسائلین کہہ کر اس سارے قصہ کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے بطور پیشگوئی بیان فرمایا ہے - غرض ......

جہانتک دیکھا جاوے قرآن شریف کی پیشگوئیان بڑے اعلے درجہ پر واقعہ ہوئی ہین اور کوئی کتاب اس رنگ مین ان پیشگوئیون کا مقابلہ نہین کر سکتی - کیونکہ یہ پیشگوئیان یہی نہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہی مین پوری ہو گئی تھین - بلکہ ان کا سلسلہ برابر جاری ہے - چنانچہ بہت سی پیشگوئیان تھین - جو اب پوری ہو رہی ہین - اور بہت ابھی باقی ہین جو آئندہ پوری ہون گی -

منجملہ ان پیشگوئیون کے جو اسوقت پوری ہو رہی ہین اس سلسلہ کی پیشگوئی ہے - جو قرآن شریف کے اول سے شروع ہوکر آخر تک چلی گئی ہے چنانچہ سورہ فاتحہ مین صراط الذین انعمت علیھم کہہ کر مسیح موعود کی پیشگوئی فرمائی - اور پھر اس سورہ مین مغضوب اور ضالین دو گروہون کا ذکر کرکے یہ بھی بتا دیا کہ جب مسیح موعود آئیگا تو اسوقت ایک قوم مخالفت کرنیوالی ہوگی جو مغضوب قوم یہودیون کے نقش قدم پر چلیگی اور ضالین مین یہ اشارہ کیا کہ قتل دجال اور کسر صلیب کے لئے آئیگا - کیونکہ مغضوب سے یہود اور ضالین سے نصارے بالاتفاق مراد ہین اور آخر قرآن شریف مین بھی شیطان کا ذکر کیا - جو اصل دجال ہے اور ایسا ہی سورہ نور کی آیت استخلاف مین مسیح موعود یا خاتم الخلفاء کی پیشگوئی کی - اور اسی طرح سورہ تحریم مین صراحت کے ساتھ ظاہر کیا کہ اس امت مین بھی ایک مسیح آنیوالا ہے - کیونکہ جب مومنون کی مثال مریم کی سی ہے تو اس امت مین کم از کم ایک تو ایسا شخص ہو جو مریم صفت ہو اور مریم مین نفخ روح ہوکر مسیح پیدا ہوا کہ تو اس مومن مین جب نفخ روح ہوگا تو وہ خود ہی مسیح ہوگا

(باقی آئندہ)

منارۃ المسیح اور اُس کی مخالفت

ڈپٹی کمشنر صاحب بہادر گورداسپور کی توجہ طلب اور غور کے لایق

۲۸ مئی ۱۹۰۰ء کو حضرت حجت اللہ مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کیطرف سے ایک اشتہار منارۃ المسیح کی تعمیر کے متعلق اپنی جماعت کی اطلاع کیخاطر شایع ہوا تھا اور قریباً تین سال بعد مسجد اقصےٰ (جو قادیان کے بازار میں واقع ہے اور جس کو حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب قادیانی (علیہ الصلوۃ والسلام) کے والد بزرگوار جناب میرزا غلام مرتضےٰ خانصاحب مرحوم رئیس قادیان نے تعمیر کرایا تھا) کے مشرقی گوشہ پر اس مینار کا بنوایا جانا تجویز ہوا اور کام شروع ہو گیا۔

لیکن اب ہم کو معلوم ہوا ہے کہ سنت اللہ کے موافق اس مینار کی تعمیر کی مخالفت کیجا رہی ہے اور صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر گورداسپور یا اور ذمہ دار حکام کو اس مینار کی تعمیر کی خیالی مضرتوں سے بدظن کرنے کی کوشش کیجاتی ہے + اس لئے ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ اپنے فرض منصبی کے لحاظ سے جناب میجر ڈالس صاحب کو اس مغالطہ سے بچانے کی کوشش کریں جو ان کو دیا جاتا ہے اور ہم صاحب موصوف کی بیدار مغزی اور معاملہ فہمی سے امید کرتے ہیں کہ وہ اس معاملہ پر سرسری نظر نہ کرینگے۔ بلکہ بغور اس کو دیکھیں گے اور اصل معاملہ کی تہ تک پہونچکر مناسب نوٹس لیں گے +

ہم خیال کرتے ہیں کہ صاحب موصوف کو اس امر کی بخوبی اطلاع ہو گی کہ قادیان میں بعض لوگ اس قسم کے موجود ہیں جو مرزا صاحب کی مخالفت کرنا ضروری سمجھتے ہیں اور ہر معمولی اور ادنے سے معاملہ کو ہندو مسلمانوں کا سوال بنا دینا ان کی اغراض میں داخل ہے + چونکہ ہمیں یقین ہے۔ کہ صاحب موصوف کے پاس اس قسم کے لوگوں کی ایک فہرست ہو گی اس لئے ہم ضرورت نہیں سمجھتے کہ اس پر زیادہ بحث کریں اور تفصیل دیں لیکن ہاں اگر وہ پھر بھی چاہیں تو ہم ان کو اس قسم کے لوگوں کا تفصیل کے ساتھ علم دے سکتے ہیں +

بہرحال منارۃ المسیح کی مخالفت کا شور جو بلند کیا جاتا ہے اس کی غرض بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ جناب مرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان اور آپ کی جماعت کو دکھ دیا جاوے۔

صاحب موصوف اگر خود قادیان میں آئیں اور وہ چند روز قیام کریں تو انہیں مفصل حالات یہاں کے معلوم ہو سکتے ہیں اور بہ حیثیت ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ انہیں معلوم ہونے چاہئیں۔ اب تک جو کچھ آپ کو معلوم ہوگا وہ محض عارضی خارجی اور درمیانی اطلاعوں کی بنا پر ہوگا +

غور طلب امر منارۃ المسیح کی تعمیر کے متعلق یہ ہے کہ کیا یہ منارۃ المسیح کی تعمیر کسی مذہبی امر پر مبنی ہے یا نہیں ؟ کیونکہ اگر منارۃ المسیح کی تعمیر مذہبی اصل پر مبنی ہے تو غالباً صاحب موصوف اس نتیجہ پر پہنچ جائیں گے کہ مخالفت کرنے والے محض گورنمنٹ کو بدنام کرنا چاہتے ہیں اور یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ وہ مذہبی امور میں باوجود مذہبی آزادی دی گئی ہے دست اندازی کرتی ہے جو بالکل غلط ہے۔) یہ منارہ ایک مذہبی اصل پر جو عظیم الشان پیشگوئی کے رنگ میں ہے تعمیر کیا جاتا ہے اور اسکے روکنے کی کوشش کرنا ایک کثیر التعداد جماعت کے مذہبی فیلنگس کو صدمہ پہنچانے کی کوشش کرنا ہے۔ اور ہماری عبادات دینی میں سد راہ ہونا ہے +

یہ سوال کہ منارۃ المسیح کی تعمیر سے بے پردگی ہوگی۔ یہ خود صاحب ڈپٹی کمشنر قانونی طور پر ..... حل کر سکتے ہیں کہ کیا اپنے مکان کے اندر تعمیرات محض اس بنا پر روکی جا سکتی ہیں کہ وہ کسی دوسرے کے مکان سے اونچی ہیں اگر یہ کوئی قانونی نکتہ ہے تو پھر لاہور امرتسر کی وہ تمام عظیم الشان بلند عمارتیں گورنمنٹ کو گرا دینی چاہئیں جن پر چڑھکر دوسروں کے گھر نہیں نظر پڑ سکتی ہے۔ ہم تفصیل کے ساتھ ان معاملات پر بحث کرینگے +

سردست ہم یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ منارۃ المسیح مذہبی اصل کی بنا پر بنایا جاتا ہے + دوسرے اس منارہ کی تعمیر سے رفاہ عام مقصود اور مدنظر ہے چنانچہ منارۃ المسیح کا جو اشتہار شایع کیا گیا ہے اسکے اغراض میں سے ایک یہ بھی ہے۔ کہ اس منارہ کی دیوار کے کسی بہت اونچے حصہ پر ایک بڑا لالٹین نصب کر دیا جاوے گا یہ روشنی علاوہ مسجد کے روشن کرنے کے انسانوں کی آنکھوں کو روشن کرنے کے لئے دور دور جائیگی اور ایک مطلب اس منارہ سے یہ بھی ہوگا کہ اس منارہ کی دیوار کے کسی اونچے حصہ پر ایک بہت بڑا گھنٹہ جو چار سو یا پانچسو روپیہ کی قیمت کا ہوگا۔ نصب کر دیا جاوے گا تا نمازی لوگ اپنے وقت کو پہچانیں اور نیز دوسرے انسانوں کو بھی اپنے وقت شناسی کیطرف توجہ ہو۔

یہ اغراض اس منارہ کی تعمیر کے متعلق ہیں غور کرنا چاہیئے کہ کیا یہ عام فائدہ کے لئے ہیں یا نقصان کے لئے سو صاف کہ یہ منارہ اسلام کی مذہبی رسوم میں سے ہے۔ اور مسجد کے عام اغراض کی تکمیل اسکا مقصود ہے۔ ہر ایک جگہ ہندوؤں نے اپنے مذہبی معبد بہت اونچے بنا رکھے ہیں اور مسلمانوں نے بھی اور گورنمنٹ عالیہ کی فیاضانہ آزادی نے ایسی عمارتوں کی نسبت خواہ وہ ہندوؤں کیطرف سے ہوں یا مسلمانوں کیطرف سے یا عیسائیوں کیطرف کوئی روک نہیں رکھی۔ اس مخالفت سے بجز اس کے اور کچھ غرض نہیں کہ سرکار کا وقت ضایع کرایا جاوے۔ اور ہماری جماعت کے مذہبی معتقدات کو صدمہ اور مالی نقصان پہونچایا جاوے + اس لئے ہم صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر سے امید کرتے ہیں۔ کہ وہ کل امور پر کافی غور کر لینگے۔ اور چونکہ عام طور پر ہر ایک قابض کسی زمین کا اس پر کوئی عمارت بنا سکتا ہے۔ پھر وہ عمارتیں جو مذہبی رسوم کے ادا کرنے کے لئے کل برٹش انڈیا میں موجود ہیں۔ ان پر اعتراض کرنے والے درحقیقت ایک مفسدہ کی بنیاد ڈالتے اور گورنمنٹ عالیہ کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں جو غیر ممکن ہے اسلئے ہم صاحب موصوف کی خدمت میں مکرر عرض کرتے ہیں کہ وہ اس سوال پر جیسا کہ ان کی ذات سے امید کرتے ہیں نہایت دور اندیشی اور انصاف پروری سے نگاہ کریں گے۔ اور واقعات کی اصلیت معلوم کرنے کی کوشش کرینگے +

تعلیم الاسلام کالج

جیسا اعلان کیا جا چکا ہے۔ امید کیجاتی ہے کہ ۱۵ مئی ۱۹۰۳ء سے تعلیم الاسلام کالج کا افتتاح ہوگا کالج کی عمارت کو وسیع کرنے کے لئے سردست بڑی عجلت سے کوشش کی جا رہی ہے اور نئے کمروں کی تعمیر کا کام شروع ہے + مدرسہ اگرچہ ان ضرورتوں کی وجہ سے پہلے ہی مقروض ہو گیا ہے اور جدید ضرورتیں اور بھی اسے مقروض کر رہی ہیں اسلئے قوم کی متفقہ کوشش اور توجہ کی ضرورت ہے + ہر قسم کا روپیہ متعلق مدرسہ خانصاحب نواب محمد علیخانصاحب ڈائرکٹر مدرسہ تعلیم الاسلام قادیان کے نام آنا چاہیئے +

البشریٰ کے متعلق درخواستوں کا سلسلہ برابر جاری ہے سومالی لینڈ (افریقہ) سے البشریٰ کے متعلق بڑی مسرت سے بھرا ہوا خط ہمارے مخدوم ڈاکٹر سید جلال کا پہونچا ہے وہ سمالی لینڈ میں اسکی اشاعت کے متعلق خاص دلچسپی لے رہے ہیں + ناظرین دعا کریں کہ وہ وقت جلد آ پہنچے کہ ہم اس بشارت عظیم کو دوسروں تک پہونچا سکیں +

مکتوبات حکیم الامتہ

السلام علیکم ورحمتہ اللہ برکاتہ۔

میرے پاس جواب طلب خطوط بکثرت آتے ہین - اور ہر ایک یہی لکھتا ہے کہ جواب جلدی دیریہ فرما دین - مثلاً ایک شخص نے لکھا ہے کہ میرا مباحثہ آریہ اور عیسائیون سے ہے - تاریخ مقرر ہے ہفتہ کے اندر جواب دو - اور سوالات ذیل لکھدیئے -

تناسخ کی تردید مفصل لکھو - وجوہ تحریف توریت وانجیل بتفصیل لکھو - قصہ نکاح زینب کا بتفصیل جواب دو - وغیرہ وغیرہ - ایک کا تذکرہ بطور نمونہ ذیل ہے -

۱ - اذا قاتل احدکم فیتجنب الوجہ - الخ - قاتل فعل متعدی ہے اس کا مفعول محذوف ہے - اصل عبارت یون ہے اذا قاتل احدکم احداً - مفعول چونکہ معلوم غیر ملتبس تھا اور احدکم قرینہ ہے - اس کو حذف کر دیا - اور موہنہ کی تخصیص اس لئے ہے کہ موہنہ (وجہ) ہی تمام قوے مدرکہ کا مجمع - آنکھ - ناک - زبان - بلکہ کان - اور ماتھا جس مین تمام اخلاقی قوے موجود ہین سب موہنہ مین ہین - ماتھے کے ہر ایک طرف صدغین کے اوپر وہ مقام ہے کہ اگر اسے صدمہ پہونچ جاوے تو زبان بند ہوسکتی ہے - بدن مین علے العموم ایسے مقامات نہین - مشابہ مین ہمیشہ امور مخصوصہ مراد ہوا کرتے ہین - مثلاً زید کالاسد مین شجاعت مراد ہوا کرتے ہین اسکا دم یا بو وغیرہ نہین - اخلاق فاضلہ اور قوے ملکیہ مین اشرف اور مشابہ آدم ہے - اور ان قوے کا بڑا مجموعہ موہنہ مین ہے - اس لئے موہنہ پہ مارنا درست نہین +

۲ - سماع موتے - کے ثبوت مین احادیث بکثرت ہین - مین چند حوالے دیتا ہون - آپ رجوع الے الکتاب کرکے نقل کرلین پرچہ علےحدہ ملفوف ہے - شرح الصدور فی احوال الموتے والقبور مین مفصل مرقوم ہین - اور یہ عجیب و غریب کتاب - بمقام لاہور - بازار کشمیری میان فقیراللہ سوداگر کتب سے ملسکتی ہے - اور حدیث لیسمع قرع نعالہم مسلم مین ہے - اور حدیث ابوسعید خدری مسند احمد بن حنبل اور طبرانی کی اوسط مین ہے - اور کچھ احادیث علی پرچہ پر لکھوادی ہین ملاحظہ فرما دین -

۳ - مدرک رکوع حسب فرمان عالیشان سرور عالم فخر وسید ولد آدم صلے اللہ علیہ وسلم مدرک رکعت ہے - اس کے خلاف کوئی ذی علم فتوے نہین دیسکتا - مگر جناب من غور کرو - رکوع مین تو وہی شخص جاوے گا - جس نے رکوع کے پہلے فرایض کو پورا کرلیا - کیا ایک شخص اگر امام کو رکوع مین پاوے تو بدون وضو یا بدون تکبیر تحریمہ یا قیام کے وہ رکوع مین شریک ہوسکتا ہے - ہرگز نہین - اسی طرح میرے فہم وعلم مین ہے - الحمد شریف پڑھکر امام کا ساتھ دینا چاہیئے - پس قرأت الحمد شریف کے اگر مقتدی نے امام کو رکوع مین پالیا تو وہ رکعت ہوگئی - اور اگر امام کو سجدہ مین پایا تو رکعت نہ ہوئی - یہ ہے میرے نزدیک امر محقق - اور مین بحمد اللہ کسی کے جواب کے لئے کذب اور تقول علے اللہ ہرگز نہین کرتا - اور نہ مجھے ضرورت تھی کہ مولوی فضل الدین صاحب کے رد کے لئے کچھ ایسا لکھتا - جو خلاف اللہ ورسول کے ہوتا ہو - نماز فرض کے بعد سنت کا پڑھنا احادیث سے ثابت ہے اور بعد طلوع آفتاب کے بھی جائز ہے غور کرو - حدیث علےحدہ مرقوم اور ملفوف ہین دیکھ لیجئے -

۵ - اسفر وا بالفجر - کے بدلہ دوسری جگہ غلس بھی ہے - اور اس کی بابت اسفروا کے معنے خود حدیث بلال مین موجود ہین - اسکو علےحدہ پرچہ پر لکھدیا ہے ملاحظہ فرمایئے - اگر یہی کچھ کلام ہو تو اطلاع دیجئے - مگر جواب مین آپ کو معلوم رہے - کہ مجھے کام بہت ہین والسلام -

آپ کے سوال نمبر دو ۲ مفصل مرقوم ہے -

آپ نے کوئی فردۃ خاسئین مین - دو اعتراض فرمائے ہین

اول یہ کہ قرآن مین مجاز ممکن نہین - پھر اگر حکایات مین مجاز ہوا تو سب حکایات قرآنی مجاز ہون گی - اور اسی کلام ہی مین کذب ثابت ہوتا ہے -

دوم - جب حکم الہی اور ارادہ ہوگیا کہ بندر ہوجاؤ - تو حکم الہی کو کیا وجہ مانع ہوئی - کہ وہ بندر نہ ہوئے -

عزیز من - یہ دونون امر ایسے موہنہ سے آپ نے نکالے ہین - کہ ان کے سننے کے بعد عالمانہ جواب دینا مجھے پسند نہین رہا - مگر آپکے حالات سے مجھے اطلاع نہین - اس لئے بپاس خاطر لکھتا ہون - ذرہ غور سے سنو -

امام سیوطی عقود الجمان مین فرماتے ہین

دیکھو بحث مجاز اقسامہ حقیقتان الطرفان + او مجازان کذا المختلفان + کانبت البقل شباب العصر + والارض احیاہا ربیع الدہر + وشاع فی الانشاء والقرآن

اور اس کی شرح مین فرماتے ہین - وقع المجاز العقلی فی القرآن کثیرا - پھر شرح مین امام سیوطی نے تین اور مثالین دی ہین -

اول - یوماً یجعل الولدان شیبا - حالانکہ دن بوڑھا نہین - بوڑھا کر دینا اللہ تعالے کا کام ہے -

دوم - یذبح ابناءہم - حالانکہ ثابت نہین کہ فرعون اپنے ہاتھ سے کرتا تھا - اگر کہا جاوے کہ اس کے حکم سے ذبح ہوئے تو مجاز ہوگیا -

سوم - واذا تلیت علیہم ایاتہ زادتہم ایمانا - اول تو ایمان کا زیادہ ہونا مجاز ہی پھر ایمان کو زیادہ کرنے والا اللہ ہے نہ آیات -

اور چار مثالین مین اور سناتا ہون -

اول امہ ہاویہ - اللہ تعالے سورہ القارعہ مین فرماتا ہے جسکے نامہ اعمال خفیف ہوئے - اس کی ماں ہاویہ ہے - آپ غور کرو - یہ کیسی حقیقت ہے -

دوم - فلا اقتحم العقبۃ - وما ادراک ما العقبۃ - فک رقبۃ یہاں غلامونکا آزاد کرنا - مساکین کا کھانا کھلانا - ڈھکی اور پہاڑ فرمایا -

سوم - ینزل من السماء من جبال - اللہ تعالے آسمان سے بادل سے پہاڑ ناآتا ہے -

چہارم - اللہ نور السموات والارض

مثل نورہ کمشکوۃ فیہا مصباح -

اللہ تعالے آسمانون زمینون کا نور ہے - اور اس کا نور ایسا ہے جیسے چمنی مین چراغ - اور وہ رکھا ہے طاق مین - اور روشن ستارہ کی طرح چمکتا ہے -

کیون مولویصاحب - اللہ تعالے - چراغ کی مثال ہے -

تمام قرآن شریف ایسی مثالون سے بھرا ہوا ہے - بلکہ غور کرو تو آپ کو معلوم ہوگا صلوۃ - صوم - زکوۃ - حج - اسلام - ایمان فسق - نفاق - تمام الفاظ مجاز ہین - کیونکہ عام مولوی صلوۃ کے معنے تحریک صلوین - چوتڑ ہلانا کرتے ہین - اور لغت مین لکڑی کو سیدہا کرنیکے لئے گرم کرکے سیدہا کرنا - اسکے معنے ہین - صوم کے معنے کسی چیز سے رکنا - زکوۃ کے معنے بڑھنا - اور حج کے معنے ہین قصد کرنا -

اب بتاؤ کیا یہا حقیقی معنے اگر لئے جاوین تو شرع شریف اجازت دے گی - ہرگز نہین کیا چوتڑ ہلادے اور نماز ہوگئی یا لکڑی کو

ملفوظات احمدیہ

ایمان کی لغت یہی ہے کہ خدائی نصرتوں کو انسان اپنی آنکھوں سے دیکھ لے جب وہ خدا کی نصرتوں کو دیکھتا ہے تب اُس کا ایمان بڑھتا ہے اور معرفت اور بصیرت کی آنکھ کھلنے لگتی ہے جب تک خدا تعالیٰ کی نصرتوں کی چمک نظر نہیں آتی اسوقت یہہ حالت تذبذب میں رہتا ہے لیکن جب انکی چمکار نظر آجاتی ہے اُسوقت سینہ کی غلاظتیں دُور ہو جاتی ہیں اور اندر ایک صفائی اور نور نظر آتا ہے وہ حالت ہوتی ہے جب اس کے لئے کہا جاتا ہے اتقوا فراستہ المومن فانہ ینظر بنور اللہ +

اہل اللہ کہتے ہیں کہ جب انسان عابد کامل ہو جاتا ہے اُسوقت اسکی ساری عبادتیں ساقط ہو جاتی ہیں۔ پھر خود ہی اس جملہ کی شرح کرتے ہیں کہ اس سے یہہ مطلب نہیں ہے کہ نماز روزہ معاف ہو جاتا ہے نہیں بلکہ اس سے یہہ مطلب ہے کہ تکالیف ساقط ہو جاتی ہیں یعنے عبادات کو وہ ایک طور پر ادا کرتا ہے جیسے دونوں وقت روٹی کھاتا ہے۔ وہ تکالیف مدرک الحلاوت اور محسوس اللذت ہو جاتی ہیں پس ایسی حالت پیدا کرو۔ کہ تمہاری تکالیف ساقط ہو جائیں اور پھر خدا تعالیٰ کے اوامر کی تعمیل اور نہی کر بچنا فطرتی ہو جاوے۔ جب انسان اس مقام پر پہنچتا ہے تو گویا ملائکہ میں داخل ہو جاتا ہے جو یفعلون ما یؤمرون کے مصداق ہیں۔

سیّد عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ

کہتے ہیں کہ جب آدمی عارف اور عابد ہو جاتا ہے تو اسکی عبادت کا ثواب ضائع ہو جاتا ہے۔ پھر خود ہی اُس کی تشریح کرتے ہیں کہ اس کے یہہ معنے ہیں کہ ہر نیکی کا اجر نقد پا لیتے ہیں یعنے جب نفس امّارہ بدل کر مطمئنہ ہو جاتا ہے۔ تو وہ تو جنّت میں پہنچ گیا جو کچھ پانا تھا پا لیا۔ اس لحاظ سے ثواب نہیں رہتا۔ مگر بات اصل یہہ ہے کہ ترقیات کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے سوا اگر ہم کسی اور راستہ پر چلتے تو ہماری کثرت الہام کسی اور زبان میں ہوتی مگر جب کہ اسی خدا اُسی کی کتاب اور اُسی نبی کے اتباع پر ہم چلانا چاہتے ہیں تو پھر ہم کیوں عربی زبان میں مثل لانے کی تحدی نہ کریں۔

مجھے حیرت ہوتی ہے کہ جب میں کسی کتاب کا مضمون لکھنے بیٹھتا ہوں اور قلم اٹھاتا ہوں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا کوئی اندر سے بول رہا ہے اور میں لکھتا جاتا ہوں۔ اصل یہہ ہے کہ یہہ ایک ایسا سلسلہ ہوتا ہے کہ ہم دوسروں کو سمجھا بھی نہیں سکتے۔ خدا تعالیٰ کا چہرہ نظر آجاتا ہے اور میرا ایمان تو یہہ ہے کہ جنّت ہو یا نہو خدا تعالیٰ پر پورا یقین ہونا ہی **جنت** ہے +

حضرت حکیم الامت کے ارشادات

ایمان کے حصول کے ذرائع

اول ـ صبر کرے۔ صبر کے معنے ہیں مصائب کے اوقات میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نکرے۔ شہوت کے مقابلہ میں حلم۔ مصائب کے مقابلہ میں شجاعت غرض ہر بدی کو ترک کرنا اور ہر نیکی کو لیکر اُس پر جمے رہنا حرص اور طمع کے مقابلہ میں شجاعت سے کام لے جلد بازی کے مقابلہ میں دور اندیشی سے کام لے۔

دوم۔ اگر کسی بدی کا کوئی موقع آیا ہے تو اس بدی کو کسی احسن تدبیر سے ہٹا دینا اور اس بدی اور اسکے شر سے بچ جانا۔

سوم۔ جو کچھ خدا تعالیٰ نے دیا ہوا ہے اُس میں سے خواہ جسمانی طاقت ہو خواہ مال کی طاقت ہو آنکھ سے ہو سکے زبان سے ہو سکے قلم سے ہو غرض جس طرح بن پڑے اور جس چیز کی ضرورت ہو اُسکو خرچ کرے۔ مگر محض اللہ کی رضا کے واسطے۔

چہارم۔ وہ افعال و اقوال جن سے حق اللہ اور حق العباد کا کوئی حصہ نہیں نکلتا انکو ترک کر دیں یعنے دینی یا دنیوی فوائد سے بے بہرہ اُموُر سے الگ رہنا یعنے اعراض عن اللغو کرنا چاہیئے۔

پنجم۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا اور خود بھی عامل ہونا۔

بحث مباحثہ میں دشمن پر غلبہ پانیکی راہ

اوّل۔ بحث کی خواہش اور ابتداء نہ کرو

دوم۔ اگر کوئی مباحثہ کیلئے مجبور کرے تو پھر اللہ سے دعا کرو۔ اور استغفار پڑھو۔

سوم۔ قرآن شریف ہی سے تمسک کرو اور اسی سے جواب ڈھونڈو۔

چہارم۔ یہہ دعائیں پڑھو۔ (۱) لا الٰہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین ـ (۲) سبحانک لا علم لنا الا ما علمتنا انک انت العلیم الحکیم (۳) رب زدنی علما۔ (۴) رب اشرح لی صدری ویسر لی امری واحلل عقدۃ من لسانی یفقھوا قولی۔

جو شخص گناہ سے بچنا چاہتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے علیم و خبیر ہونے اور اپنی موت کو یاد رکھنے سے اپنی مراد پا سکتا ہے +

کلام الامام امام الکلام۔

کس قدر ظاہر ہے نور اس مبدا الانوار کا
بن رہا ہے سارا عالم آئینہ ابصار کا۔
چاند کو کل دیکھ کر میں سخت بیکل ہو گیا۔
کیونکہ کچھ کچھ تھا نشان اس میں جمال یار کا
اُس بہار حسن کا دل میں ہمارے جوش ہے
مت کرو کچھ ذکر ہم سے ترک یا تاتار کا۔
ہے عجب جلوہ تیری قدرت کا پیارے ہر طرف
جس طرف دیکھیں وہی رہ ہے تیرے دیدار کا
چشمہ خورشید میں موجیں تری مشہود ہیں
ہر ستارے میں تماشا ہے تری چمکار کا۔
تو نے خود روحوں پہ اپنے ہاتھ سے چھڑکا نمک
اُس سے ہے شور محبّت عاشقان زار کا۔
کیا عجب تو نے ہر اک ذرہ میں رکھے ہیں خواص
کون پڑھ سکتا ہے سارا دفتر ان اسرار کا۔
تیری قدرت کا کوئی بھی انتہا پاتا نہیں۔
کس سے کھل سکتا ہے پیچ اس عقدۂ دشوار کا
خوبرویوں میں ملاحت ہے تیرے اُس حسن کی۔
ہر گل و گلشن میں ہے رنگ اُس تری گلزار کا
چشم مست ہر حسین ہر دم دکھاتی ہے تجھے۔
ہاتھ ہے تیری طرف ہر گیسوئے خمدار کا۔
آنکھ کے اندھوں کو حائل ہو گئے سو سو حجاب۔
ورنہ تھا قبلہ ترا رُخ کافر و دیندار کا
ہیں تیری پیاری نگاہیں دلبرا اک تیغ تیز۔
جن سے کٹ جاتا ہے سب جھگڑا غم اغیار کا۔
تیرے ملنے کیلئے ہم مل گئے ہیں خاک میں۔
تا مگر درماں ہو کچھ اس ہجر کے آزار کا۔
ایک دم بھی کل نہیں پڑتی مجھے تیرے سوا
جان گھٹتی جاتی ہے جیسے دل گھٹے بیمار کا

تفسیر القرآن

تفسیر القرآن کا دوسرا نمبر خریداران تفسیر القرآن کی خدمت میں بھیجا جا چکا ہے۔ اس نمبر میں امتیاز کیلئے یہ التزام کر لیا ہے کہ زیر تفسیر آیات کو جلی قلم سے اور محدود بہ خطوط کیا گیا ہے اور ترجمہ اور تفسیر کو بھی الگ الگ کر دیا ہے تاکہ پڑھنے والوں کو سہولت اور آسانی ہو۔ اور قرآن شریف کے ترجمہ کا طرز اور نمونہ دکھایا جاوے تاکہ اگر اللہ تعالےٰ ہمکو کسی وقت توفیق دے جسکی ہم اُسکی درگاہ سے امیدکر رہے ہیں تو ناظرین کو اندازہ کرنیکا موقع ملجاوے کہ یہہ ترجمہ انکو مل سکتا ہے تفسیر القرآن کی اشاعت بڑھانے میں الحکم کا ہر خریدار عموماً اور معززّ اصحاب خصوصاً حصّہ لیں۔ تفسیر القرآن کی اشاعت اگر ہزار کم ہزار ہو جاوے تو اسی قیمت پر انشاء اللہ اُسکا حجم بڑھ سکتا ہے امید ہے کہ ہمارے سرپرست اس طرف توجہ کریں گے۔

مینیجر تفسیر القرآن

مقرّب کامل

پس اِس فاضل انگریز کی اس تحریر سے جو ہمارے پاس موجود ہے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ہمیشہ یہ کتاب پوپوں کے کتب خانوں میں چاروں انجیلوں میں شامل کرکے عزّت کے ساتھ رکھی جاتی تھی تب ہی تو ایسے ایسے بزرگ اور فاضل راہب اُس انجیل کو پڑھ کر مسلمان ہوتے تھے پادری صاحبوں نے مدت تک اپنی کتابوں میں جو ہندوستان میں اکثر اردو میں تالیف کیں اس انجیل کا کسی کتاب میں تذکرہ نہیں کیا اور مسلمانوں اور ہندوؤں میں سے ایسے لوگ بہت کم ہونگے جنکو یہ معلوم ہوگا کہ عیسائیوں کے پاس ان چار انجیلوں کے علاوہ پانچویں انجیل بھی ہے جسکو پڑھ کر بڑے بڑے فاضل اور خدا ترس راہب مسلمان ہوتے رہے ہیں لیکن اب پادری صاحبوں نے اسقدر اپنے منہ سے اقرار کرنا شروع کر دیا ہے کہ محمدؐ صاحب کا نام ہماری انجیل برنباس میں لکھا ہوا تو ضرور ہے مگر خیال کیا جاتا ہے کہ کسی مسلمان نے لکھدیا ہوگا چنانچہ پادری ٹھاکر داس نے اپنی اظہار عیسوی کے صفحہ ۲۳۲ میں کسیقدر عبارت انجیل برنباس کی جسمیں نام آنحضرتؐ یعنے محمد رسول اللہؐ ایک پیشگوئی حضرت مسیح میں لکھا ہوا ہے نقل کرکے آخر میں یہی ناکارہ اور فضول عذر پیش کر دیا ہے کہ یہہ یا تو کسی عیسائی کا اور یا کسی مسلمان کا جعل ہے لیکن اب تک عیسائی لوگ مسلمانوں کی ان سوالات کے مدیون ہیں کہ وہ جعل کس مسلمان نے کیا اور کب کیا اور کس کس کے روبرو کیا اور کیوں وہ جعلی کتابیں پوپوں کے متبرک کتبخانوں میں الہامی کتابوں کے ساتھ بعزت تمام ترکھی گئیں اور کیوں بڑے بڑے راہب اور فاضل پادری اُن کتابوں کو پڑھ کر اور فی الحقیقت سچ سمجھ کر دین اسلام قبول کرتے رہے۔ اگر در خانہ کس است بس است۔

ایک بڑی پیشگوئی حضرت مسیح کی جو انجیل متی باب ۲۱ میں لکھی ہے آنحضرت کی جلالیت تامہ اور مظہر تام الوہیّت ہونے میں اُن لوگوں کے لئے بڑا قوی ثبوت ہے جو ذرا آنکھ کھولکر اس پیشگوئی کو پڑھیں کیونکہ اس پیشگوئی میں جو آیت ۳۳ سے شروع ہوتی ہے اُن تینوں قسموں کے قرب کی خوب ہی تصریح کی گئی ہے جسکا ثابت کرنا اس حاشیہ کا اصلی مدعا ہے سو حضرت مسیح علیہ السلام نے اُن نبیوں کو جو شریعت موسوی کی حمایت کے لئے اُن سے پہلے آئے تمثیلی طور پر قرب کے درجہ میں بطور نوکروں کے بیان کیا ہے جو پہلا درجہ ہے اور پھر اپنے لئے قرب کے دوم درجہ کا اشارہ کرکے بیٹے کے لفظ سے اپنے اُس مقام قرب کو ظاہر فرمایا ہے۔ اور پھر تیسرا درجہ قرب کا جو مظہر اتم الوہیّت ہے وہ شخص قرار دیا جو بیٹے کے مارے جانیکے بعد آئیگا جو باغ کا مالک اور نوکروں کا آقا اور اس بیٹے کا باپ مجازی طور پر ہے۔ یہہ بات نہائت صاف طور پر ظاہر ہے کہ جسطرح نوکروں کے آنے اور بیٹے کے آنے سے مراد وہ نبی تھے جو وقتاً فوقتاً آتے گئے۔ اسی طرح اس تمثیل میں مالک باغ کے آنے سے بھی مراد ایک بڑا نبی ہے جو نوکروں اور بیٹوں سے بڑھکر ہے جسپر تیسرا درجہ قرب کا ختم ہوتا ہے وہ کون ہے؟ وہی نبی ہے جسکا اسی انجیل متی میں فارقلیط کے لفظ سے وعدہ دیا گیا ہے اور جسکا صاف اور صریح نام محمد رسول اللہ انجیل برنباس میں موجود ہے یہہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ مسیح جیسا ایک نبی قرب کے تینوں درجوں کے بیان کرنے میں صرف دو ٹکڑے اُنمیں سے بیان کرکے رہجائے اور تیسرے ٹکڑہ کے مصداق کی طرف کچھ بھی اشارہ نہ کرے بیشک ہر ایک عاقل اس پیشگوئی پر غور کرکے بہ یقین کامل سمجھ لیگا کہ یہہ تین تمثیلیں تینوں قسم کے نبیوں کی طرف اشارات ہیں اور خود تین قسم قرب ایک ایسی روشن اور شاندار صداقت ہے کہ بجز اُس خاص شخص کے جس کی عقل کو طوفان تعصب نے تحت الثرا میں لے گیا ہو ہر ایک فرقہ اور قوم کا آدمی معارف یقینیہ سے سمجھتا ہے۔

اور یہہ بات کہ کیونکر اور کسطرح معلوم ہو کہ انسان کامل جو سب کاملین سے اکمل اور مظہر اتم مراتب الوہیّت اور حقیقی طور پر درجہ سوم قرب سے ممتاز ہے وہ درحقیقت تمام بنی آدم میں سے ایک ہی ہے جو حضرت سیّدنا و مولینا محمد ہیں اور باقی سب رُسل وغیر رُسل اُس سے مراتب میں کم ہیں ہاں بعض طبائع ظلی طور پر حسب اندازہ دائرہ استعداد اپنی کے اُس کمال کو پاتے ہیں مگر حقیقی و اتم و اکمل و اشد و اجلیٰ و اصفیٰ و ارفع و اعلیٰ طور پر کمال مرتبہ ثالثہ اُسیکو حاصل ہے اس سوال کے جواب میں ہم پہلے بھی کسیقدر تحریر کر آئے ہیں کہ وجدان صحیح اور دلائل معقولہ اسبات کو چاہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ جو واحد لاشریک ہے، اور وحدت کو دوست رکھتا ہے وہ مصدر واحدت ہو یعنی اُسکا طرز پیدائش متفرق اور پریشان طور پر نہ ہو بلکہ اُس نے مخلوقات کے تمام افراد کو ایک احسن انتظام وحدت سے ظہور پذیر کیا ہو اور اسی پر ہمارا ذاتی مشاہدہ بھی شہادت دے رہا ہے جب ہم چھوٹے چھوٹے کیڑوں سے لیکر انسان تک نظر پہنچاتے ہیں یا ہم ایک ایسے آدمی سے جسکی علمی و عملی قوتیں نہائت ہی ضعیف یا پر ظلمت ہیں ایک اعلیٰ درجہ کی نظرت پر نگاہ ڈالتے ہیں تو تمام سلسلہ مخلوقات کا ہمیں یوں نظر آتا ہے کہ گویا وہ ایک خط مستقیم عمودی ہے جسکی ایک طرف ارتفاع اور دوسری طرف انخفاض ہے سو ہمیں اس خط پر نظر ڈالنے سے بناچاری ماننا پڑتا ہے کہ یہہ سلسلہ مخلوقات ادنی المخلوق سے لیکر ایک اعلیٰ مخلوق تک پہنچا ہے اور ایسی عمدہ ترتیب سے یہ سلسلہ اوپر کو چڑھتا ہے کہ بعض حیوان درمیان میں ایسے آگئے ہیں کہ اُنپر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ گویا وہ انسان اور حیوان برزخ ہیں مثلاً بندر۔

اور یہ دقیقہ کہ تمام کامل انسانوں میں سے ایک ہی اکمل و اتم انسان پر اختتام سلسلہ کائنات ہوتا ہے یہہ ایک ایسے دائرہ کے کھینچنے سے جو دو قوسوں پر مشتمل ہو سمجھ میں آسکتا ہے ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ وجود واجب و ممکن جس تناسب سے روحانی طور پر واقعہ ہے اگر اُس امر معقول کو ایک صورت محسوسہ میں دکھلایا جائے تو ایک ایسے دائرہ کی شکل نکل آئیگی جسکا انقسام دو قوسوں پر ہوگا جنمیں سے ایک قوس اعلیٰ اور دوسرا قوس ادنیٰ ہوگا اسیطرح جیسے قوس اعلیٰ تقسیم و انقسام سے بکلّی منزہ اور مدرک عقل و فہم و قیاس و گمان بالاتر ہے لیکن قوس ادنیٰ جو موجودات ممکن الوجود کا قوس ہے وہ باعتبار شدت و ضعف و زیادت و نقصان مراتب متفاوتہ متخالفہ پر مشتمل ہے کیونکہ یہہ بات نہائت ظاہر ہے کہ انسانی ترقیات کا سارا سلسلہ وتر کے کسی ایک ہی نقطہ پر ختم نہیں ہو سکتا وجہ یہہ کہ جس نقطہ فطرتیہ سے کوئی نفس اوپر کو ترقی کرنا شروع کریگا اُس کی سیدھی رفتار اُسی نقطہ انتہائی تک ہوگی جو اُسکی جبلّت اور استعداد کے پیش رو پڑا ہوا ہے اب فرض کرو کہ مثلاً نقاط ج۔ د۔ ب۔ ک جو استعدادات مختلفہ انسانیہ کے فطرتی نقطے ہیں نقاط ع ص ط م تک جو اُن کے پیش رو نقاط پڑے ہیں جنکی طرف وہ بخط مستقیم بڑھ سکتے ہیں ترقی کریں تو یہ خطوط مستقیمہ ترقی کی اپنی عمودی حالت میں وتر کے اُن اُن نقطوں کو جا ملینگے جو ٹھیک ٹھیک اُنکے محاذات میں پڑے ہیں اور یہہ بھی ظاہر ہے کہ اس سفلی قوس میں ایک نقطہ ایسا بھی ضرور ہے کہ جو ٹھیک ٹھیک نقطہ مرکز کے محاذ ہے اب فرض کرو کہ وہ نقطہ ح ہے جو مرکز ع کے محاذ اسی طرح نقطہ د کا خط ص اور نقطہ ب کا خط ط اور نقطہ ک کا خط م کا محاذ ہے جبکہ یہہ امر بداہت ظاہر ہے تو اب ہم کہتے ہیں کہ ثبوت ہندسے سے بھی باستعانت انیسویں شکل مقالہ اوّل اقلیدس و ستائیسویں شکل مقالہ مذکورہ بپایہ صحت پہنچ سکتا ہے کہ اگر کسی طرف محیط کے کئی نقاط فرض کرکے قطر دائرہ تک خطوط مستقیمہ عمودی حالت میں کھینچے جائیں تو سب سے بڑا وہ خط مستقیم ہوگا جو نقطہ مرکز تک پہنچیگا +

اور یہہ امر اِس بات کو ثابت کرنیوالا ہے کہ نقطہ مرکز تمام نقاط وتر قوسین کی نسبت جو ترقیات انسانیہ کے انتہائی نشان ہیں ارفع و اعلیٰ ہے پس اس سے بالضرورت ماننا پڑا ہے کہ جسقدر مختلف استعدادیں قوس بشریت میں داخل ہیں اُنمیں سے صرف ایک ہی ایسی استعداد ہے جو سب استعدادوں کی نسبت بلند تر و کامل تر ہے +

اور ثبوت اس بات کا جو صاحب اُس استعداد کامل کا اور حقیقی طور پر جناب سیّدنا و مولینا حضرت محمد مصطفےٰؐ ہیں ان پیشگوئیوں سے ہو سکتا ہے جنمیں سے بعض کو ہمنے اسی حاشیہ میں لکھدیا ہے اور نیز ایک عمدہ ثبوت اسبات کا قرآن شریف سے بھی ملسکتا ہے کیونکہ کمالیت وحی ہوا کرتی ہے جسقدر کسی مورد وحی کی استعداد بلند ہوتی ہے جوہر فطرت مصفّا ہوتا ہے۔ جذبات محبّت نمایاں ہوتے ہیں اور حرکت شوقیہ میں تیزی اور گرمی ہوتی ہے اور وفا اور صدق قیام اور استقامت ہوتا ہے اُسی قدر اُسکی وحی میں کمال ہوتا اب ہماری طرف سے یہہ دعوے ہے جسکو ہم بمقابل ہر ایک فریق کے ثابت کرنیکو تیار ہیں کہ وحی قرآنی اپنی تعلیم اور معارف اور برکات اور علوم میں ہر یک وحی سے اقو

اعلیٰ ہے اور اُس کے اثبات میں کسیقدر ہم کتاب براہین میں لکھہ بھی چکے ہیں اور اکثر حصہ اُس کتاب کا جو انشاء اللہ رسالہ سراج منیر× کے بعد چھپنا شروع ہوگا انہیں ثبوتوں سے بھرا ہوا ہے اور ہمنے اپنی کتاب براہین میں جس کے ساتھ دس ہزار روپیہ کا اشتہار ہے نہائت معقول اور مدلل طور پر ثابت کر دیا ہے کہ فی الحقیقت قرآن شریف اپنے معارف اور حکمتوں اور پُر برکت تاثیروں اور بلاغتوں میں اُس حد تک پہنچا ہوا ہے جس تک پہنچنے سے انسانی طاقتیں عاجز ہیں اور جس کا مقابلہ کوئی بشر نہیں کر سکتا اور نہ کوئی دوسری کتاب کر سکتی ہے اور حقیقی اور کامل معجزہ اپنے نبی کریم کی رسالت ثابت کرنیکے لئے یہی بڑا بھاری معجزہ اہل اسلام کے ہاتھ میں ہمیشہ کے لئے قیامت تک ہے جواب بھی ایسا تازہ بتازہ موجود ہے جیسے آنحضرت کیوقت میں موجود تھا اور اب بھی مخالفوں کو ایسا ہی لاجواب اور رسوا کر رہا ہے جیسے وہ پہلے کرتا تھا۔

اب اس تمام تقریر کا مدعا وخلاصہ یہ ہے کہ عندالعقل قرب الٰہی کے مراتب تین قسم پر منقسم ہیں اور تیسرا مرتبہ قرب کا جو مظہر اتم الوہیت اور آئینہ خدانما ہے حضرت سیدنا ومولینا محمد مصطفیٰ کیلئے مسلم ہے جنکی شعاعیں ہزارہا دلوں کو منور کر رہی ہیں اور بیشمار سینوں کو اندرونی ظلمتوں سے پاک کرکے نور قدیم تک پہنچا رہی ہیں وللہ در القائل ؎

محمد عربی بادشاہِ ہر دو سرا۔ کرے ہے روح قدس جس کے در کی دربانی۔ اُسے خدا تو نہیں کہہ سکوں پہ کہتا ہوں۔ کہ اُس کی مرتبہ دانی میں ہے خدا دانی +

کیا ہی خوش نصیب وہ آدمی ہے جس نے محمد مصطفیٰ کو پیشوائی کے لئے قبول کیا اور قرآن شریف کو رہنمائی کے لئے اختیار کر لیا اللھم صل علی سیدنا ومولینا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔ الحمد للہ الذی ھدیٰ قلبنا لحبہ ولحب رسولہ وجمیع عبادہ المقربین۔

تا بر دلم نظر شد از مہر واہ مارا۔ گر دست سیم خالق قلب سیاہ مارا۔ لطف عمیم دلبر ہر دم مرا بخواند۔ ہر چند میزنند ایں اغیار راہ مارا + در کوئے دلستانم چوں خاک کو شب و روز۔ دیگر نشاں چہ باشد اقبال و جاہ مارا +

النصح

گذشتہ اشاعت سے آگے

اور دنیا ہے الگ اور اُن کی ہے دنیا الگ
اور فرقے ہیں الگ اور اُن کا ہے فرقہ الگ
اُن کو جو ملتا ہے رب سے اور کو ملتا نہیں۔
اُن کا دل ہلتا ہے جیسے اور کا ہلتا نہیں
اُن کے رتبہ پر پہنچنا دوستو آساں نہیں۔
وہ بھی انساں ہیں مگر اُن سا کوئی انساں نہیں
اُن کا جو ایمان ہے اور وں کا وہ ایماں نہیں
وہ بھی بندے ہیں مگر بندے تو سب یکساں نہیں
چُن لیا حق نے اُنہیں وہ اس لئے ممتاز ہیں
حق کی مرضی اُنکو ہے معلوم وہ ہمراز ہیں۔
جو یہہ پاتے ہیں خدا سے اور وہ پاتے نہیں۔
جو یہہ لاتے ہیں جہاں میں اور وہ لاتے نہیں۔
جو یہہ سمجھاتے ہیں آکر اور سمجھاتے نہیں۔
یہہ وجود پاک دنیا میں یوں ہی آتے نہیں
اُن کا آنا بے سبب ہے اور نہ جانا بے سبب
چین پانا بے سبب ہے دکھ اُٹھانا بے سبب
اور کا ہونا جدا ہے اِن کا ہے ہونا جدا۔
جاگنا اِن کا جدا ہے ان کا ہے سونا جدا۔
اِن کا ہے ہنسنا جُدا اور اِن کا ہر رونا جدا۔
کاٹنا اِن کا جدا ہے ان کا ہے بونا جدا۔
یہہ بھی کھاتے ہیں مگر ہاں انکا کھانا اور ہے
جس زمیں کے یہہ ہیں واں کا آب ودانہ اور ہے
بے ضرورت اِن کا یہاں تشریف لانا ہے محال
یہہ نہیں آتے نہ جب تک دین میں آئے زوال۔
جبکہ سب دنیا بگڑ جاتی ہے بدیوں سے کمال۔
پھیلتا ہے ہر طرف دنیا میں جب دام ضلال۔
بھُول جاتے ہیں حقوق حق کو جب سب مرد و زن
جب بگڑ جاتا ہے ادنیٰ اور اعلیٰ کا چلن۔
پھیل جاتا ہے جہاں میں ہر طرف ظلم وفساد۔
اور خلقت کو خدا کی کچھہ نہیں رہتی ہے یاد۔
جب تباہ ہوتے ہیں ظلم وجور سے حق العباد
ظالموں سے جب نہیں مظلوم کو ملتی ہے داد
ترک ہو جاتا ہے اکثر دین کا علم وعمل۔
اور جگہ لیتا ہے اس کی آکے جب کذب ودغل
اس طرح ہوتا ہے جب برباد یہہ باغ جہاں
دیکھتا ہے اِس کی ویرانی کو اس کا باغباں
سوکھتی اوس کو نظر آتی ہیں ساری ٹہنیاں۔
بے ثمر رہنے کے جب آثار ہوتے ہیں عیاں
تب امنڈ آتا ہے یکدم رحم رب العالمین۔
باغ کا مالی بنا کر بھیجتا ہے اک امین۔
جسکو ملتا ہے یہہ منصب حق سے ہر مامور وہ
اور حریم قدس کا دُنیا میں ہر اک نور وہ +
ہاں جناب پاک حق کا ایک ہے منظور وہ
نصرت مولا سے ہو جاتا ہے خود مشہور وہ +۔
دُور ظلمت کو ہے کرتا نور کی چمکار سے۔
باغ کے سارے شجر لدتے ہیں برگ وبار سے
اُس کے آنے سے ہے آتی پھر جہاں میں اک بہار
ایک موسم ہر طرف آتا نظر ہے لالہ زار۔ +۔
کھلتے جاتے ہیں شگوفے ہر طرف سو صد ہزار
ہر چمن آراستہ ہوتا ہے با نقش ونگار۔
بے ثمر ہوتا ہے گر اس باغ میں کوئی شجر
بیخ و بن سے پھینک دیتا ہے اُسے وہ کاٹ کر
ملک کا مالک ہو غیرت مند وہ رب کریم۔
یہہ نہیں منظور اُسکو ہو کوئی اُس کا سہیم
شرک اُس کی ذات میں کرنا یہہ ہے ظلم عظیم
ایسے مُشرک کے لئے تیار ہے نار جحیم
شرک کی تعلیم سے بیزار ہے رب العباد۔
مُلک میں اُس کے نہیں جایز ہے یہ ظلم وفساد
ہو خدا اُس کے سوا موجود یہہ ہرگز نہیں۔
کوئی ہو اُس کے سوا معبود یہہ ہرگز نہیں۔
ہو خلائق کا کوئی مسجود یہہ ہرگز نہیں۔
دے سکے کوئی زیاں یا سود یہہ ہرگز نہیں۔
لے سکے حق خدائی کیا کسی کی شان ہے۔
کر سکے دعویٰ خدائی کا کہاں امکان ہے
جس قدر دنیا میں گذرے اب تلک ہیں انبیاء
اور جنکی ذات سے پھیلی ہے توحید خدا
وحدت حق پر ہوئے ہیں جان دل سے سب فدا
واپسیں دم تک یہی اُن کی زبانوں پر رہا
سب سے بالا سب سے اعلیٰ سب سے برتر ایک ہے
یہ شہادت صاف ہے اللہ اکبر ایک ہے
حضرت ابراہیم کی بھی تھی یہی پہلی پکار۔
اک طرف ہوتا ہوں میں اور چھوڑتا ہوں سب
اک خدا ہے جس کے ہیں اوصاف بیحد و شمار۔
میرا بھی مالک وہی ہے اور میرا پروردگار۔
بندۂ فرمان ہوں اُس کا جو ہے رب العلمین
میں بری ہوں اُن سے جنکو پوجتے ہیں مشرکین
عہد تھا یہہ ایک پہنچایا تھا جو تکمیل کو۔
کی وصیت اُس کی اسحاق اور اسمٰعیل کو
یہہ ہی سچا عہد تھا پہنچا جو اسرائیل کو
کی وصیت اُس نے اسکی یوسف راحیل کو
موت جب یعقوب کو آئی کیا اقرار یہہ
سارے بیٹوں کو بلا کر کر دیا اظہار یہہ
سن لو تم سب کا ہے سچا ایک ہی پروردگار۔
باپ دادا کا ہمارے ہے یہی عہد اسے
سر جھکائیں اُس کے آگے اور رکھیں اس پر مدار
بندۂ فرمان ہوں اُس کے جو ہے سچا کر
ہے وہ ابراہیمؑ اور اسحاقؑ کا واحد خدا
اور اسمٰعیل نے بھی اُس کو پوجا
سارے نبیوں نے جو مانا وہ تو ہے اقرار یہہ۔
دی شہادت سب نے جسکی وہ تو ہے اظ
موسیٰ و عیسیٰ کا مذہب بھی تو ہے مختار یہہ
اور فرماتے رہے ہیں سید ابرار یہہ
سارے نبیوں کا جو دین ہے وہی احمد کا دیں
آپ نے اِس دین کو کامل کیا ہے با
ہے یہی اسلام جسکو کر لیا حق نے پسند۔
ہے یہی وہ دین سب دینوں سے جو
سب صحیفوں میں یہہ ہے مکتوب بے نقص مگر نہ
عقل کی میزان میں تل کر ہیں نکلے وہ
(باقی آئندہ)

× سراج منیر چھپ چکا ہے عرصہ گذر گیا +

دربار شام

۲۲ - اپریل ۱۹۰۳ء

جماعت کی تقسیم | ایک تذکرہ پر فرمایا کہ ہماری جماعت میں بھی عجیب قسم کی کھچڑی ہے ایک **طاعونی جماعت** ہے یعنے وہ جماعت جو طاعون کے نشان کو دیکھکر اِس سلسلہ میں داخل ہوئی ہے اور یہہ جماعت کثرت کے ساتھ بڑھ رہی ہے۔ اور بعض قمری شمسی ہیں جو کسوف خسوف کا نشان دیکھکر ایمان لائے اور ہمارے ساتھ آن ملے۔

ایک گروہ خواب بینوں کا ہے کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے خوابوں کے ذریعہ سے ہدایت کی ہے یہہ گروہ بھی بڑا بھاری گروہ ہے۔ بعض عقلی ہیں بعض نقلی ہیں کہ اُنہوں نے نصوص قرآنیہ سے ہی اس سلسلہ کو پہچانا ہے۔ اسطرح یہہ مختلف طریق سے آئے ہوئے۔

وجود اعدا ہمارا نقارہ ہے | فرمایا اعدا کا وجود بھی ہمارا ایک نقارہ ہے جو اعلان کا باعث ہو رہا ہے نقارے بھی تو کئی قسم کے ہوتے ہیں انہیں سے ایک دشمن کا وجود بھی ہے مثنوی رومی میں ایک حکایت لکھی ہے کہ ایک شخص کسی کے مکان میں نقب لگا رہا تھا اس صاحب مکان کا پڑوسی کہیں ادھر آ نکلا اُس نے چور سے پوچھا کہ تو کیا کرتا ہے چور نے جواب دیا کہ میں ڈھول بجاتا ہوں اُس نے کہا کہ اس سے آواز تو آتی نہیں چور نے کہا کہ کل صبح کو تو سن لیگا کہ اس سے کیسی آواز آتی ہے اسی طرح پر یہہ اعدا ہمارے نقارے ہیں اور اعلان کر رہے ہیں۔

حضرت حسنین رضی اللہ عنہما | حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے متعلق ذکر ہوتے ہوئے فرمایا کہ ہمارا ایمان ہے کہ بزرگوں اور اہل اللہ کی تعظیم کرنی چاہیئے لیکن حفظ مراتب بڑی ضروری شئے ہے ایسا نہیں ہونا چاہیئے کہ حد سے گذار کر خود ہی گنہگار ہو جائیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا دوسرے نبیوں کی ہتک ہو جائے وہ شخص جو کہتا ہے کہ کل انبیاء علیہم السلام حتی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی امام حسین ہی کی شفاعت سے نجات پائینگے اُس نے کیا غلو کیا ہے جس سے سب نبیوں کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک ہوتی ہے۔

مگر میری سمجھ میں یہہ بات نہیں آئی کہ ان لوگوں نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی تعریف میں تو اسقدر غلو کیا ہے مگر امام حسن رضی اللہ عنہ کا ذکر کرتے وقت ان لوگوں سے ایسا دلی جوش صادر نہیں ہوتا اسکی وجہ معلوم نہیں کیا ہے؟ شاید یہی باعث ہو کہ اُنہوں نے حضرت معاویہ کی بیعت کر لی تھی۔

---

۲۴ - اپریل ۱۹۰۳ء

روح منہ | اپیی فینی میں کسی ہندو نے ایک مضمون شائع کر دیا ہے کہ قرآن شریف میں حضرت مسیح کی نسبت روح اللہ کا لفظ آیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ سب سے افضل ہیں۔ اسپر حضرت حجۃ اللہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا حضرت مسیح کو **روح منہ** فرمانے سے اصلی مطلب یہہ ہے کہ تا ان تمام اعتراضات کا جواب دیا جاوے جو اُن کی ولادت کے متعلق کئے جاتے ہیں۔ یاد رکھو ولادت دو قسم کی ہوتی ہے ایک ولادت تو وہ ہوتی ہے کہ اُس میں روح الٰہی کا جلوہ ہوتا ہے اور ایک وہ ہوتی ہے کہ اسمیں شیطانی حصہ ہوتا ہے جیسا کہ قرآن شریف میں بھی آیا ہے کہ وشارکہم فی الاموال والاولاد یہہ شیطان کو خطاب ہے غرض خدا تعالیٰ نے روح منہ فرما کر یہودیوں کے اس اعتراض کو رد کیا ہے جو وہ نعوذ باللہ حضرت مسیح کی ولادت کو ناجائز ٹھہراتے تھے۔ **روح منہ** کہہ کر صاف کر دیا کہ انکی ولادت پاک ہے۔

یہودی تو ایسے بے باک اور دلیر تھے کہ اُن کے مُنہ پر بھی اُنکی ولادت پر حملہ کرتے تھے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ وہ مس شیطان سے پاک ہیں اسمیں بھی اسی کی تصدیق ہے ورنہ تمام انبیاء اور صلحا مس شیطان سے پاک ہوتے ہیں حضرت مسیح کی کوئی خصوصیت نہیں۔ انکی صراحت اسواسطے کی ہے کہ انپر ایسے ایسے اعتراض ہوئے اور کسی نبی پر چونکہ اعتراض نہیں ہوئے۔ اس لیے ان کی لئے صراحت کی ضرورت بھی نہ پڑی دوسرے نبیوں یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ایسے الفاظ ہوتے تو یہہ بھی ایک قسم کی توہین ہے۔ کیونکہ اگر ایک مسلم و مقبول نیک آدمی کی نسبت کہا جاوے کہ وہ تو زانی نہیں یہہ اُسکی ایک رنگ میں ہتک ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تو خود اہل مکہ تسلیم کر چکے ہوئے تھے کہ وہ مس شیطان سے پاک ہے تب ہی تو آپ کا نام اُنہوں نے امین رکھا ہوا تھا اور آپ نے اُنپر تحدی کیا کہ قد لبثت فیکم عمرا۔ پھر کیا ضرورت تھی کہ آپ کی نسبت یہی کہا جاتا۔ یہہ الفاظ حضرت مسیح کی عزت کو بڑھانے والے نہیں ہیں اُنکی برأت کرتے ہیں اور ساتھ ہی ایک کلنک کا بھی پتہ دیدیتے ہیں کہ اُن پر الزام تھا۔

یاد رکھو کہ **کلمہ** اور **روح** کا لفظ عام ہے حضرت مسیح کی کوئی خصوصیت اس میں نہیں ہے **یومن باللہ وکلماتہ**۔ اب اللہ تعالیٰ کے کلمات تو لا انتہا ہیں۔ اور ایسا ہی صحابہ کی تعریف میں آیا ہے **ایدھم بروح منہ** پھر مسیح کی کیا خصوصیت رہی۔

حضرت مسیح کی ماں کی نسبت جو صدیقہ کا لفظ آیا ہے یہہ بھی در اصل رفع الزام ہی کیلئے آیا ہے یہودی جو معاذ اللہ انکو فاسقہ فاجرہ ٹھہراتے تھے قرآن شریف نے صدیقہ کہکر اُن کے الزاموں کو دور کیا ہے کہ وہ صدیقہ تھیں۔ اس سے کوئی خصوصیت اور فخر ثابت نہیں ہوتا۔ اور نہ عیسائی کچھ فائدہ اُٹھا سکتے ہیں، بلکہ ان کو تو یہہ امور پیش بھی نہیں کرنے چاہئیں۔

---

۲۵ - اپریل ۱۹۰۳ء

الہام | **یا ارض ابلعی ماءک ویا سماء اقلعی**

مولوی محمد حسین صاحب کے ذکر پر فرمایا کہ اصل میں اگر کوئی صاف دل اور بے تعصب ہو کر ہمارے دلائل سُنے تو اُسکو معلوم ہو جاوے کہ در حقیقت ہم حق پر ہیں۔ ہمارا ان کا اختلاف ہی کیا ہے۔

مسیح کی حیات ممات کا بڑا مسئلہ ہے اور یہہ ایسا صاف ہے کہ اِس میں زیادہ بحث کی ضرورت نہیں پڑتی شروع سے یہہ مسئلہ مختلف فیہ رہا ہے اور وفات مسیح اکثر اکابران ملت کا مذہب ہے۔ صحابہ کا یہی مذہب تھا۔ رہا حضرت عیسےٰ کا احیاء موتیٰ۔ اسمیں روحانی احیاء موتیٰ کے تو ہم بھی قائل ہیں اور ہم مانتے ہیں کہ روحانی طور پر مردے زندہ ہوا کرتے ہیں اور اگر یہہ کہو کہ ایک شخص مر گیا اور پھر زندہ ہو گیا یہ قرآن شریف یا احادیث سے ثابت نہیں ہے اور ایسا ماننے سے پھر قرآن شریف اور احادیث نبوی گویا ساری شریعت اسلام ہی کو ناقص ماننا پڑے گا۔ کیونکہ ردالموتیٰ کے متعلق مسائل نہ قرآن شریف میں ہیں نہ حدیث نے کہیں انکی صراحت کی ہے اور نہ فقہ میں کوئی بات اسکے متعلق ہے غرض کسی نے بھی اسکی تشریح نہیں کی۔ اس طرح پر یہہ مسئلہ بھی صاف ہے۔

پھر ان کا جانور بنانا ہے سو اس میں بھی ہم اس بات کے تو قائل ہیں کہ روحانی طور سے معجزہ کے طور پر درخت بھی ناچنے لگ جاوے تو ممکن ہے مگر یہہ کہ اُنہوں نے چڑیاں بنا دیں اور انڈے بچے دیدئے۔ اس کے ہم قائل نہیں ہیں اور نہ قرآن شریف سے ایسا ثابت ہے۔ ہم کیا کریں ہم اس طور پر ان باتوں کو مان ہی نہیں سکتے جس طرح پر ہمارے مخالف کہتے ہیں کیونکہ قرآن شریف صریح اس کے خلاف ہے۔ اور وہ ہماری تائید میں کھڑا ہے۔ اور دوسری طرف بار بار کثرت کے ساتھ ہمیں الہام الٰہی کہتا ہے۔ **قل عندی شہادۃ من اللہ فھل انتم مومنون۔ قل عندی شہادۃ من اللہ فھل انتم مسلمون**۔ اب ان الہامات کے بعد ہم اور کس کی بات سنیں اور وہ کون ہے جس کی آواز سے ہم خدا کی ان آوازوں کے بعد ہمارے دل کو لے سکے؟

مولوی محمد حسین صاحب نے تو خود لکھدیا ہے کہ اہل کشف اور ولی الہام کے رو سے احادیث کی صحت کر لیتے ہیں۔ بعض احادیث ائمہ اہل حدیث کے نزدیک موضوع ہوتی ہیں اور اہل کشف بذریعہ کشف اُن کو صحیح قرار دیتے ہیں۔ اور وہ حق پر ہوتے ہیں۔ اب وہ خود ہی بتادیں کہ ہم کیا کریں کیا ہم خدا تعالیٰ کے الہام کو مانیں یا کسی دوسرے کے قیل و قال کو۔

براہین احمدیہ موجود ہے اور وہ دشمنوں دوستوں سب کے ہاتھ میں ہے اسمیں اسوقت سے ۲۵ سال پہلے کی وہ وہ پیشگوئیاں اور وعدے ہیں

الہام۔ مورخہ ۲۷ اپریل ۱۹۰۳ء رب الی [illegible] مورخہ ۲۹ اپریل ۱۹۰۳ء کو یہہ الہام ہوا۔ انا نرث الارض ناکلها من اطرافها

حفظِ صحت اور اسلام

حفظ صحت پر ہمارے مخدوم مکرم ڈاکٹر عبد الحکیم خانصاحب ایم-بی نے ایک لطیف مضمون لکھا ہے - جو بڑی دلچسپی اور قدر سے پڑھنے جانے کے قابل ہے ہم اپنے ناظرین کی ضیافت طبع کے لئے اسے ذیل میں درج کرتے ہیں ...... ایڈیٹر

حفظ صحت

ہائی جین - سینی ٹیشن - اس سے مراد وہ تمام تدابیر ہیں جو تندرستی قایم رکھنے کیلئے عمل میں لائی جاتی ہیں خواہ وہ اپنے جسم کے متعلق ہوں یا مکان یا شہر یا غذا یا ہوا یا عادات وغیرہ کے متعلق اس علم کے عملی حصہ کی طرف قدیم سے تمام دانایوں اور خدا رسیدہ ہادیوں کی توجہ رہی ہے جسم - پارچہ جات - ظروف اور مکان وغیرہ کی صفائی اور پاکیزگی کی نسبت تمام اقوام اور مذاہب میں طرح طرح کی رسومات اور عقائد دیکھے جاتے ہیں جو اغلباً اُن تدابیر حفظ صحت کا بقیہ ہیں جنکی اصل بنا حقیقی دانائی پر تھی مگر بعد میں رسم پرست نادانوں کے ہاتھ میں اصل صورت بگڑ کر کچھ کی کچھ بن گئی - اور چند رسوم کے اتباع کے سوائے صفائی اور پاکیزگی کے اصل فلسفہ کی طرف کچھ توجہ نہ رہی طبعاً کبھی ہر ایک صحیح الفطرت انسان صفائی اور پاکیزگی کو پسند کرتا اور غلیظ و بدبودار اشیا سے نفرت کرتا ہے کیا اگر ایک طرف خوشنما پھولوں کا ڈھیر ہو اور دوسری طرف سڑے ہوئے گھاس پھونس کا - تو اُن کا اثر دماغ پر یکساں ہوتا ہے یا انسان یکساں نظر سے اون کی طرف دیکھ سکتا ہے کیا اگر ایک جگہ ایک قطعہ زمین صاف اور پاکیزہ ہو اور دوسرا آلہ کباڑ یا غلاظت یا غلیظ کیچ وغیرہ کا ذخیرہ ہو اور اُس جگہ چند مسافر وارد ہوں تو وہ ظاہر نا پسند قطعہ زمین میں مقام کرنا پسند کریں گے یا دوسرے غلیظ قطعہ میں -

خلاصہ کلام تمام تدابیر حفظ صحت کا صرف اسقدر ہے کہ اپنے بدن - کپڑوں - مکانات - ظروف - زیورات کتابوں - صندوقوں - الماریوں گلی ظروف کے نیچے کی طرف وغیرہ کو خوب صاف اور ستھرا رکھیں - ہوا اور پانی کو تمام فاسد مادوں اور اجزا سے پاک و صاف رکھنے کی کوشش کرتے رہیں - مناسب ورزش اور شغل اختیار کریں - تاکہ تمام فضلات بدن خارج ہوتے رہیں - خراب شدہ مفلس اور طبیعتیں اگر ان تدابیر حفظ صحت کو فضول سمجھیں تو ایک علیحدہ بات ہے مگر کون صحیح القوی اور سلیم الفطرت انسان ان طبعی ضروریات کو بے معنی خیال کر سکتا ہے کہ نفس صفائی کو چھوڑ کر غلاظت کو پسند کر سکتا ہے -

صفائی ظاہری کا اثر دماغ اور روح اور عقل و اخلاق پر بھی بڑا اثر ہوتا ہے اس لئے قرآن مجید فرماتا ہے - اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَ یُحِبُّ الْمُتَطَہِّرِیْنَ یعنی اللہ تعالیٰ توّاب اور طاہر لوگوں کو دوست رکھتا ہے - متطہر کا لفظ ہر قسم کی ظاہری اور باطنی صفائی پر حاوی ہے - اس لئے طاہر لوگوں سے جو اللہ تعالیٰ کی محبت کے مستحق ہو سکتے ہیں وہی لوگ مراد ہیں جو اپنے ظاہر و باطن کو ہر قسم کی غلاظت اور نجاست سے صاف رکھیں -

بائبل میں اسطرح پر ارشاد ہے کہ صفائی ایمانداری سے دوسرے درجہ پر ہے -

ہندو مذہب میں بھی صفائی کی طرح طرح کی بڑی پابندی ہے میرا اسجگہ پر مذاہب کے حوالے دینے سے یہہ مقصود ہے کہ اکثر عوام اور جاہل اور رسم کے پابند - بلکہ اکثر تعلیم یافتہ لوگ بھی انتظام صفائی کو کچھ وقعت کی نظر سے نہیں دیکھتے بلکہ اکثر فضول اور بے معنے سمجھتے ہیں - یہ اُن کی کھلی غلطی ہے اسمیں نہ صرف زمانہ حال کی بیحد ترقیات اور معلومات کیطرف سے جہالت ثابت ہوتی ہے بلکہ اپنے اپنے دین کیطرف سے بھی بے خبری ہے اور عمداً سرکشی پائی جاتی ہے میرا خیال ہے کہ شاید دنیا کا کوئی آسمانی مذہب ایسا نہیں جس میں صفائی کی خاص تاکید نہیں پائی جاتی -

یہ ایک علیحدہ امر ہے کہ زمانہ دراز نے اصل قواعد اور احکام کو بدل کر طرح طرح کی بیہودہ صورتوں اور بے معنی تعصبات و رسومات میں تغیر کر دیا ہے -

ذیل میں ہم ہائی جین اسلام کو جو آخری آسمانی مذہب ہے اور جس کے اصل اصل احکام کو زمانہ کی آمیزشوں اور تغیرات سے تحقیق کر لینا آسان امر ہے مختصراً درج کرکے ہائی جین کی ضرورت کیطرف ناظرین کو توجہ دلاتے ہیں -

قرآن مجید فرماتا ہے وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّہْلُکَۃِ یعنی اپنے ہاتھوں سے ہلاکت کے سامان مت پیدا کرو - یہہ آیت صاف ظاہر فرماتی ہے کہ بہت سے اسباب ہلاکت خود انسان کے پیدا کردہ ہوتے ہیں - پس یہہ قول کہ تمام ہائی جین سراسر فضول ہے - جو امراض و بائی ظاہر ہوتے ہیں وہ تمام خاص مشیت ایزدی کے موافق ظہور پذیر ہوتے ہیں صاف اس آیہ کریمہ کے خلاف ہے بلکہ اس سے صاف یہی ظاہر ہوتا ہے کہ بہت سے اسباب ہلاکت انسان خود اپنے ہاتھوں سے پیدا کر دیتا ہے اور اسمیں شک بھی کیا ہے چنانچہ اون بیشمار اسباب ہلاکت میں سے جو انسان خود اپنے ہاتھوں سے پیدا کرتا ہے - چند ایک حسب ذیل ہیں

پتنگ بازی جس سے صدہا لڑکے چھتوں سے گر کر مرتے ہیں - ڈور کی خراش سے ہاتھ چرلتے ہیں - بٹیر بازی مرغ بازی - مینڈھوں کی لڑائی میں سخت مزاجی - اور اُن کے ہمسموں کے باعث بد اطواری پیدا ہوتی ہے -

کبوتر بازی سے تضیع اوقات - اور چوری کی عادات ہوتی ہے - بعض کے زیورات سوراخدار اور اندر سے خالی ہوتے ہیں - اور بچوں کی بے احتیاطی سے ان میں ہوا اور دیہ جمع ہوتے رہتے ہیں اور آخر وہ ہلاکت کا موجب ہوتے ہیں -

پرانے زمانہ کی تاریخ و حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ بچوں کے گلے میں ایسی اشیا ڈالا کرتے تھے جو امراض اطفال اور اُن کے علاج میں قدرے فائدہ کریں -

اسی طرح آجکل خام رنگ کے کھلونے اور کپڑے اور جھوٹے زیور مضر رساں ہیں بعض اوقات اُن سے بچے بے دھڑک مُنہ میں ڈالکر ہلاک ہو جاتے ہیں - اور گھر والے تعجب میں رہجاتے ہیں کہ بچہ کیوں ہلاک ہُوا -

اسی طرح تنگ زیور اور تنگ لباس خون کے دوران کو روک کر انواع و اقسام کے امراض کا باعث ہو جاتے ہیں -

میں نے بعض عورتوں کی کلائیاں دیکھی ہیں کہ تنگ چوڑیکے باعث خشک اور بدشکل ہو گئی ہیں - اور بعض کی بھاری چوڑے کے باعث زخمی ہو گئیں - یہی حال کانوں کا ہے کان کے صاف نہ رکھنے کے باعث یا زخمی ہونیکے باعث بھراپن بلکہ ٹُنٹس یعنی کزاز پیدا ہُوا -

پنجاب میں ناک کا زیور اسقدر زیادہ ہو گیا ہے کہ عورت ناک کو صاف نہیں رکھ سکتی اور اُن کی نوبت یہاں تک پہنچی کہ کیڑے ناک میں پیدا ہو گئے اور ناک کے اندر ملی زخموں سے ناک کی ہڈی گل گئی -

موم وغیرہ بالوں میں ایسا لگایا جاتا ہے کہ بالوں کی صفائی جاتی رہتی اور آخر بال بہت ہی کم ہو جاتے ہیں -

عطر کی کثرت استعمال سے زکام و نزلہ کی کثرت ہو جاتی ہے

ہمارے ملک کے گاؤں میں اکثر زمینداروں کی ایک رسم پسندیدہ ہے کہ لحافوں اور نیچے کے تلائیوں پر کپڑے کا غلاف چڑھا دیتے ہیں - اسکا خاص فائدہ یہ ہے کہ امراض جلدیہ کا مبتلا ان میں سوئے یا سوزاک - جریان یا کثرت احتلام والا ان میں آرام کرے تو انکی صفائی آسانی سے ہو جاتی ہے - بخلاف اُن لوگوں کے جو ایک ہی استر کے لحاف رکھتے ہیں اور ان کے صاف کرنیکا کوئی قاعدہ نہیں - نیز ان میں خام رنگ کی چھینٹ استعمال کرتے ہیں - رسومات میں چرخہ کا کاتنا - چکی کا پیسنا ہمارے ملک میں عمدہ ورزش تھی - مگر افسوس کہ موجودہ زمانہ میں گم ہو گئی ہے اس تدبیر سے سینہ کی ورزش ہو جاتی تھی -

عورتوں میں یہانتک خرابی ہے کہ کوئلے - مٹی - انڈوں کے چھلکے اور گلی برتنوں کو کھانے میں استعمال کرکے آپ اور اپنے بچوں کو تباہ کرتی ہیں بعض مرچ اور مصالح کی کثرت کرتے ہیں جس سے معدہ اپنے فعل سے سُست اور ناکارہ ہو جاتا ہے - بعض سالن میں املچور سے ترشی کی کثرت کرتی ہیں اور ہایپوکانڈریاسس میں گرفتار ہوتی ہیں بعض نام کے فقیر بدنام کنندہ نکونامی چند - دھتورہ سنکھیا میٹھا تیلیا - چرس - گانجا وغیرہ کا استعمال کرکے آپ اور اپنے ہمنشینوں کو تباہ کرتے ہیں -

بدعادات - مثلاً جلق - اغلام - لواطت - زناکاری سُست اور بیکار رہنا زیادہ کھانا - بہت سونا - شراب خواری بھنگ چرس افیون پوست - گانجہ تمباکو کا استعمال وغیرہ کی عادت کرکے اکثر لوگ تباہ ہوتے ہیں +

(باقی آئندہ)

صحیفۃ الولآء برپرکارک

نمبر ------- ۴

اس دلیل سے واضح اور بین طور پر ثابت ہوتا ہے کہ مسیح موعود کے ظہور و بعثت کا یہی زمانہ ہے اور یہہ بات ایسی سریع الفہم اور صاف ہے کہ ایک بچہ بھی اسکو آسانی کے ساتھ سمجھ سکتا ہے کہ جبکہ مسیح موعود کے نزول کی علت غائی کسر صلیب ہے اور آج کل مذہب صلیب اپنے پورے جوش جوانی میں ہے۔ جس سے بڑھکر اُس کی قوتوں کا نشو و نما اور اُس کے حملوں کا ہیبت ناک طریق ہونا ممکن نہیں ہے۔ پھر اگر اسوقت خدا تعالےٰ کی طرف سے اُسکی مدافعت نہوتی تو پھر کسی وقت ہوتی۔ علاوہ برین مسیح موعود کو صدی کے سر پر آنا ضروری ہے کیونکہ وہ اپنے زمانہ اور صدی کا مجدد ہے جو صدی کے سر پر آتا ہے تو اب جبکہ بیس برس صدی میں سے گذر گئے اگر اب تک بھی مسیح موعود نہیں آیا تو پھر کیا خدا تعالیٰ یہہ چاہتا ہے کہ ایکسو سال اور تک اسلام اسی سب و شتم اور تحقیر و توہین کا نشانہ رہے! (معاذ اللہ)

غرض پہلی دلیل اس بات پر کہ مسیح موعود اسی صدی چودہویں میں آنا چاہیئے اور اس کا یہی وقت ہے وہ سلسلہ مشابہت ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور موسیٰ علیہ السلام میں قائم ہے اور اسی مشابہت کے لحاظ سے خلفاء موسوی اور خلفاء محمدی میں مشابہت ہے جس کے لحاظ سے ضرور تھا کہ آنیوالا مسیح موعود جو مسیح ابن مریم کے مقابل واضح ہوا ہے چودہویں صدی میں آئے۔

دوم واقعات اور حالات موجودہ اس قسم کے ہیں جو اس امر کے داعی ہیں کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے نصرت اسلام کے لئے یک سلسلہ قایم ہوا اور وہ سلسلہ منہاج نبوت پر ہو۔ پھر مجدد کی بعثت طبعی طور پر چاہتی ہے کہ اس صدی کے سر پر مجدد آوے۔ اور چونکہ **صلیب** کا زور ہے اس لئے کسر صلیب کے لئے مجدد آنا چاہیئے اُس کا نام **مسیح موعود** رکھا گیا ہے۔

ان ساری باتوں کے علاوہ وہ نشانات اور آیات ہیں جو اس زمانہ کے متعلق تیرہ سو برس پہلے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی تھیں اور وہ پوری ہوگئی ہیں۔ چنانچہ منجملہ ان آثار اور علامات کے رمضان میں کسوف خسوف کا نشان تھا۔ ہم اسوقت ان اعتراضوں پر نظر کریں گے جو اس حدیث کے متعلق کئے جاتے ہیں ہمکو یہاں صرف ان علامات پر نظر کرنی ہے چنانچہ ۱۳۱۱ھ کو یہ نشان پورا ہوگیا اور ایسا ہی ان علامات میں سے اونٹوں کے بیکار ہو جانے اور ریل کے اجرا کی بھی ایک علامت تھی جو پوری ہوگئی یہانتک کہ حجاز ریلوے کے بننے سے عرب میں بھی اس پیشگوئی کا کامل ظہور ہوا چاہتا ہے۔ ایسا ہی ان علامات میں سے جو مہدی کے وقت کیلئے تھیں یہہ بھی علامت تھی کہ سہولت آمد و رفت اور خط کتابت کے ذریعے آسان ہو جائیں گے چنانچہ ڈاکخانوں دخانی جہازوں کے ذریعے یہ سہولتیں میسر آرہی ہیں اور ساری دنیا اب ایک شہر یا محلے کا حکم رکھتی ہے۔ پھر ان علامات میں سے **پریس** کی ایجاد اور اس کے ذریعے اخبارات اور کتابوں کی اشاعت بھی ایک نشان تھا جو پورا ہو گیا اور ایسا ہی یہہ بھی ایک نشان تھا کہ نہریں نکالی جاویں گی۔ چنانچہ دیکھ لو کسقدر نہریں کثرت کے ساتھ جاری ہو رہی ہیں پھر ان علامات میں سے پہاڑوں کا اڑایا جانا تھا۔ یہہ بھی دیکھ لو کیسے پوری ہو رہی ہے۔ پھر یہہ تھا کہ زمین اپنے سارے اثقال باہر نکال دیگی۔ کان کنی کے علوم میں حیرت انگیز ترقیاں اور جیالوجی (طبقات الارض) کی تحقیقات کے نتائج قرآن کریم کی اس پیشگوئی کی عظمت کو بڑھا رہے ہیں ایسا ہی مسیح موعود کے زمانہ کے نشانوں میں سے قحط اور زلزلوں کا آنا وہ بھی پورا ہوا حج کا بند ہونا آخر ایک منذر نشان **طاعون** کا پھیلنا تھا وہ بھی پھیل گئی۔ اور باوجود سر توڑ کوشش اور صرف کثیر کے ابھی تک اس کے انسداد اور علاج میں کسی کامیابی کا نہ ہونا حیرت انگیز امر ہے اور پھر ان سب نشانات کو اپنے حق میں ثابت کرنیوالا مدعی موجود ہے۔

اب یہہ بات کیسی صاف اور روشن ہے کہ جو علامات اور آثار مسیح موعود کے زمانہ کے مقرر کئے گئے ہیں وہ اسوقت پورے ہو رہے ہیں تو کیا **مسیح موعود** کا اسی زمانہ میں ہونا ضروری نہیں؟ ماننا پڑیگا کہ بے شک ضروری ہے

پھر چوتھی دلیل یہہ ہے کہ تمام اکابران امت اور اولیاء امت کے کشوف اور رویا اور الہامات اس صدی سے آگے مسیح موعود کو جانے نہیں دیتے بلکہ وہ اسی امر کو ثابت کرتے ہیں کہ اسی چودھویں صدی میں آئیگا۔

غرض کثرت کے ساتھ دلائل ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ لاریب **مسیح موعود** کے نزول کا یہی زمانہ ہے۔ اور ایک مدعی موجود ہے جو پکار کر کہتا ہے

آسماں بارد نشاں الوقت میگوید زمیں
باز بغض و کینہ و انکار اِیناں رو بہ بیں
اے ملامت گر خدا را بر زبان کن یک نظر
چوں خدا خاموش ماندے درچنیں وقت خطر
خستگانِ دین مرا از آسماں طلبیدہ اند
آمدم وقتے کہ دلہا خوں ز غم گردیدہ اند
دعویٰ ما را فروغ از صد نشاں ہا دادہ اند
مہر و ماہ ہم از پئے تصدیق من استادہ اند

اب چوتھا امر یہہ باقی رہ جاتا ہے کہ حضرت اقدس مرزا صاحب مسیح موعود ہیں یا نہیں اس کے متعلق ہم خود حضرت حجۃ اللہ کی قلم سے لکھی ہوئی چند سطور پیش کرتے ہیں اور وہ یہہ ہیں۔ "چھوتھا امر اس بات کا ثابت کرنا ہے کہ وہ مسیح موعود جس کا آنا چودہویں صدی کے سر پر مقدر تھا وہ میں ہی ہوں سو اس امر کا ثبوت یہ ہے کہ میرے ہی دعوے کے وقت میں آسمان پر خسوف کسوف ہؤا ہے اور میرے ہی دعوے کے وقت میں صلیبی فتنے پیدا ہوئے ہیں اور میرے ہی ہاتھ پر خدا نے اس بات کا ثبوت دیا ہے کہ مسیح موعود اس امت میں سے ہونا چاہیئے اور مجھے خدا نے اپنی طرف سے قوّت دی ہے کہ میرے مقابل پر مباحثہ کے وقت کوئی پادری ٹھہر نہیں سکتا اور میرا رعب عیسائی علماء پر خدا نے ایسا ڈالدیا ہے کہ اُن کو طاقت نہیں رہی کہ میرے مقابلہ پر آسکیں۔ چونکہ خدا نے مجھے روح القدس سے تائید بخشی ہے اور اپنا فرشتہ میرے ساتھ کیا ہے اسلئے کوئی پادری میرے مقابل پر آ ہی نہیں سکتا۔ یہ وہی لوگ ہیں جو کہتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی معجزہ نہیں ہوا کوئی پیشگوئی ظہور میں نہیں آئی اور اب بلائے جاتے ہیں پر نہیں آتے اس کا یہی سبب ہے کہ انکے دلوں میں خدا نے ڈال دیا ہے کہ اس شخص کے مقابل پر ہمیں بجز شکست کے اور کچھ نہیں دیکھو ایسے وقت میں کہ جب حضرت مسیح کے خدا بنانے پر سخت غلو کیا جاتا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو روح القدس کی تائید سے خالی خیال کرتے تھے اور معجزات اور پیشگوئیوں سے انکار تھا ایسے وقت میں پادریوں کے مقابل پر کون کھڑا ہو کس کی تائید میں خدا نے بڑے بڑے معجزے دکھلائے۔ کتاب تریاق القلوب کو پڑہو اور پھر انصاف سے کہو کہ اگرچہ صدہا باتیں قصوں کے رنگ میں بیان کی جاتی ہیں مگر یہہ نشان اور پیشگوئیاں جو رویت کی شہادت سے ثابت ہیں جنکے بچشم خود دیکھنے والے ابتک لاکھوں انسان دنیا میں موجود ہیں یہ کس سے ظہور میں آئے کون ہے جو ہر ایک نئی صبح کو مخالفین کو ملزم کر رہا ہے کہ آؤ اگر تم میں روح القدس سے کچھ قوت ہے تو میرا مقابلہ کرو۔ عیسائیوں اور ہندوؤں اور آریوں میں سے کون ہے جو اسوقت میرے سامنے کہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی نشان ظاہر نہیں ہوا؟ سو یہہ خدا کی حجت ہے جو پوری ہوئی سچائی سے انکار کرنا طریق دیانت اور ایمان نہیں ہے۔ بلاشبہ ہر ایک قوم پر اللہ کی حجّت پوری ہوگئی ہے۔ آسمان کے نیچے اب کوئی نہیں کہ جو روح القدس کی تائید میں میرا مقابلہ کر سکے میں انکار کرنیوالوں کو کس سے مشابہت دوں وہ اُس نادان سے مشابہت رکھتے ہیں جسکے سامنے ایک ڈبہ جواہرات کا پیش کیا گیا جس میں کچھ بڑے دانے اور کچھ چھوٹے تھے اور بہت سے اُن میں سے صفا کئے گئے تھے۔ مگر ایک دو دانے اعلیٰ قسم کے تو تھے۔ مگر ابھی جوہری نے نادانوں کے امتحان کے لئے انکو جلا نہیں دی تھی۔ تب یہ نادان غصّہ میں آیا۔ اور تمام پاک اور چمکیلے جواہرات دامن سے پھینک دئے اس خیال سے کہ ایک دو دانے ان جواہرات میں سے اس کے نزدیک بہت روشن نہیں ہیں۔ یہی حال ان لوگوں کا ہے کہ باوجودیکہ خدا تعالیٰ کی اکثر پیشگوئیاں کمال صفائی سے پوری ہوگئیں ان سے کچھ فائدہ نہیں اُٹھاتے جو سو سے بھی کچھ زیادہ ہیں لیکن ایک دو ایسی پیشگوئیاں جن کی حقیقت کم بصیرتی سے انکو سمجھ نہیں آئی۔ ان کا بار بار ذکر کر رہے ہیں۔ ہر ایک مجلس میں۔ (باقی آئندہ)

عام واقفیت بڑھانیوالی خبریں

جزیرہ فارموسا میں شیریں آلو سے شکر تیار کرنے کی تجویز و کوشش جاری ہے فی ایکڑ اراضی میں چالیس ہزار پونڈ آلو پیدا ہوتے ہیں اور اُن آلوؤں سے ایک ہزار پونڈ شکر تیار ہو سکتی ہے معقول آمدنی اور منافع کی امید ہے۔

جزیرہ فلپائن کی قوم نیگری ٹیجس میں دستور ہے کہ بیاہ کے وقت سب لوگ ایک جگہ جمع ہوتے ہیں اور نوشہ و عروس کو نئے پودوں کی ڈالیوں پر بٹھا کر اُن شاخوں کو اسقدر جھکاتے ہیں کہ دولہا و دولہن کے سر ایک دوسرے سے ملجائیں اس پر بیاہ ختم ہو جاتا ہے۔

انگلینڈ میں اکثر لوگ مکڑی کے جالے کی گولیاں بنا کر مثل دوا کے استعمال کرتے ہیں اس سے لرزہ دفع ہو جاتا ہے ایسا خیال ان لوگوں کا ہے جنہی لوگوں نے ہر ایک کیڑے کے جسم سے دوائی کا جوہر نکالا ہے اور اس کا استعمال اکثر امراض میں کیا کرتے ہیں۔ ایسا ہی کاشتکاران آئرلینڈ بعض بعض بیماریوں میں زندہ مکڑی نگل جاتے ہیں۔ نیگرس کے ملک کے ایک زندہ مکڑی کو پکڑ کے آخروٹ کے پوست کے خول میں رکھ کر پھر بند کر کے مریض تپ کے گلے باندھا جاتا ہے جب وہ مکڑی مرجاتی ہے مریض کو آرام ہو جاتا ہے۔

لنڈن ٹائمز میں بغیر تار کے بجلی کے ذریعہ نیویارک کی خبریں روزانہ شائع ہوتی ہیں جنکا خرچ ان خبروں سے کچھ ہی زیادہ ہے جو فرانس اور انگلستان کے مابین آتی جاتی ہیں۔

مسٹر سٹ باشندہ فرانس نے نئے اصولوں پر ایک اڑنے کی کل تیار کی ہے اُس نے پرندوں کے بازو کی طرح بازو بنا کر استعمال کرنیکی کوشش کی ہے گاڑی ایلومنیم دھات کی بنائی گئی ہے اس گاڑی میں ایک موٹر لگا ہوا ہے جس کے ساتھ پانچ بازو لگے ہوئے ہیں۔ ہر ایک بازو ۹ فٹ لمبا اور بیس انچ چوڑا ہے اور بازو ایک لحظہ میں تین بار اوپر نیچے حرکت کرتے ہیں۔

چار گیلن پانی میں ایک چمچہ بھر پسی ہوئی پھٹکڑی گھول کر پانی کو چند گھنٹے ٹھہرا رہنے دو تو جو کچھ غلاظت پانی میں ہوگی وہ برتن کی تہ میں جم جائیگی اور پانی بالکل صاف ہو جائیگا۔

ٹوٹے ہوئے پھول زیادہ دن تک ترو تازہ رہ سکتے ہیں بشرطیکہ جس پانی میں وہ رکھے جاویں اُس میں تھوڑا سا کافور ڈالدیا جاوے۔

مہذب دنیا میں سوئٹزرلینڈ ہی ایک ایسا ملک ہے جہاں ایجادوں پیٹنٹ نہیں کرائی جاتی ہیں۔

یہہ عجیب بات ہے کہ امریکہ کے پہلے تین پریسیڈنٹوں نے بیوہ سے نکاح کیا ہے۔

مذہبی دُنیا پر نظر

موج بہار | ۱۹۰۱ء کی مردم شماری کی رپورٹ کے مطالعہ سے بہت سے جدید فرقوں کا پتہ لگتا ہے ان فرقوں میں سے ایک فرقہ موج بہار بھی ہے جسکے شاید تین یا چار ممبر تھے + ایڈیٹر الحکم جن دنوں کینال ڈیپارٹمنٹ میں کام سیکھتا تھا اسوقت قصور میں اس فرقہ کی بانی منشی وصیت رائے قانونی پیرد کار سے ملنے کا اتفاق ہوا تھا۔ اس فرقہ کے اصول بالکل نرالے اور عجیب ہیں۔ ہم ان فرقوں اور مذاہب کے پیدا ہونے سے محض اس لئے خوش ہیں کہ چونکہ یہہ مسیح موعود کا زمانہ ہے اس لئے ضروری ہے کہ کل مذاہب میدان میں نکل آویں اور کوئی فرقہ مخفی نہ رہے کیونکہ مسیح موعود کا کام یہہ ہے کہ اسلام کو کل ادیان پر غالب کرے۔ اور جب تک کل ادیان میدان میں نہ ہوں غلبہ کلی کا ثبوت کمزور ہو جاتا ہے +

عیسائیوں کے بعض جدید فرقے | امریکہ اضلاع متحدہ میں یادمن عیسائیوں کا ایک فرقہ ہے جو ایک سے زیادہ عورتوں کے ساتھ بیاہ کرنا جائز بتاتے ہیں اس فرقہ کی تعداد اسقدر بڑھ رہی ہے کہ ممالک متحدہ امریکہ کے بڑے بڑے ممبران خائف ہو رہے ہیں۔

مادمن عیسائیوں کے فرقہ کا قائم ہونا بھی اسلام کی عظیم الشان فتح ہے کیونکہ عملی طور پر ضرور رجوع کرنا پڑتا ہے اس سے پہلے **طلاق** کا مسئلہ عملی طور پر لے لیا گیا اور قانون بنانا پڑا اور اب **کثرت ازدواج** کیطرف توجہ ہوئی۔ یہہ اسلام کی صداقت کا ایک بین ثبوت ہے جو اسقدر دور اقصار مغرب میں جاکر ظاہر ہوا ہے۔ اور فی الحقیقت یہہ اس اظہار الدین کے آثار ہیں جو مسیح موعود کے ہاتھ پر مقدر ہیں۔ اور جسکی خوش کن ہوائیں چل رہی ہیں۔

اسلام کی اور فتح | اسی طرح عیسائیوں کا ایک مذہبی فرقہ ملک کینیڈا میں پیدا ہوا ہے ان کا خیال ہے کہ کوئی شخص ایماندار نہیں رہ سکتا اگر وہ خدا کی اطاعت کے ساتھ ساتھ انسانی گورنمنٹ کی فرمانبرداری بھی اپنا فرض سمجھے وہ اُس کے لئے بائبل کا حوالہ دیتے ہیں۔ جہاں لکھا ہے کہ ایک انسان دو مالکوں کی تابعداری نہیں کر سکتا انکا خیال ہے کہ انسانوں کو پوری آزادی ملنی چاہیئے۔ اس سوال پر کہ کیا وہ مسیح کو خدا کا بیٹا مانتے ہیں۔۔۔ یا نہیں؟ جواب یہہ ملتا ہے کہ ساری دُنیا کے انسان خدا کی اولاد ہیں۔ اس فرقہ کا نام ڈوکھوبور ہے۔

اس فرقہ کی ان تعلیمات پر نظر کر کے بھی اسلام کی فتح ثابت ہوتی ہے۔ اور قرآن کریم کی عظمت کا پتہ ملتا ہے بے شک **بائیبل گورنمنٹ** کی اطاعت کی تعلیم جیسا کہ مندرجہ بالا فرقہ کا اعتقاد ہے اس اصل سے ثابت نہیں ہوتی۔ یہ قرآن شریف ہی کو فخر ہے کہ وہ اطاعت اللہ اور اطاعت الرسول کے پہلو بہ پہلو **اولوالامر** کی اطاعت کی تعلیم دیتا ہے اور پھر یہہ فخر ہمارے سید و مولا امام کو ہے جنے **اولوالامر** کی اطاعت کے حکم کے نیچے **گورنمنٹ برطانیہ** کی اطاعت کو رکھا ہے۔ ایسا ہی مسیح کو خدا کا بیٹا ماننے کے سوال کے جواب میں اس فرقہ کا وہی اعتقاد ہے جو اسلام کا ہے۔ کہ مخلوق ساری ہے کنبہ خدا کا۔

ایسے اعتقادات کچھ اب ہی پیدا ہونے شروع ہوئے ہیں۔ جب کہ حضرت مسیح موعود کی نسیم دعوت اطراف عالم میں چلنے لگی ہے اور یہہ آثار و علامات ہیں اس کی کامیابی کے۔ اللھم زد فزد۔

وکیل بحوالہ صحیفہ بجنور رقمطراز ہے کہ کھنڈرا ضلع بمار محلہ بھی بازار میں ایک ایسا **تشویش ناک** واقعہ گذرا ہے جو آج تک کہیں سننے میں نہ آیا تھا شیخ کمال محمد خیاط کے اندر ونی کمرہ میں کھلی ہوئی رحل پر جزدان میں بند کلام مجید رکھا تھا جسے شیخ مذکور نے ماہ رمضان میں تلاوت کرنے کے بعد وہاں رکھدیا تھا۔ ۱۱- اپریل کو بوقت شام اُس نے جو دیکھا تو بجائے کلام مجید کے راکھ اسی طرح رحل پر رکھی ہوئی تھی قرآن شریف تین جزدانوں کے اندر رکھا تھا مع دو جزدانوں کے جلکر خاکستر ہو گیا۔ صرف اوپر کا جزدان بعض بعض جگہہ سے بچا رہا اور رحل کو بھی کچھ کچھ آگ لگی تھی۔ یہہ نہایت پریشان ہوا اور اس کلام مجید کو لے کر برائے تعبیر مولوی صوفی جان صاحب میرٹھی کے پاس جو وہاں اسوقت ایک نامی پیشوائے دین ہیں آیا آپ یہ معاملہ دیکھکر چپ کے چپ رہ گئے۔ نامہ نگار موصوف لکھتا ہے کہ ہماری شامت اعمال سے ہند پر طاعون وغیرہ کی اور ہیبت ناک و بربادی بخش بلائیں تو نازل ہو ہی رہی ہیں۔ مگر یہہ کسی غیر معمولی قہر ربانی کی نشانی معلوم ہوتی ہے۔ خدا خیر ہی کرے۔

ضروری اطلاع

معزز ناظرین الحکم کو معلوم رہنا چاہیئے کہ سنہ ۱۹۰۳ء کی پہلی چوماہی گذر چکی ہے اسوقت الحکم کا سالانہ چندہ بمد پیشگی ہر خریدار سے وصول ہو جانا چاہیئے لیکن ابھی تک ایک کثیر تعداد باقی ہے۔ بلکہ بہت سے بزرگ ایسے ہیں جن کے ذمہ بعض گذشتہ سالوں کا بقایا بھی ہے۔ ہم نے اس نمبر سے وی پی کا سلسلہ جاری کر دیا ہے۔ جن بزرگوں کو ابھی تک وی پی نہیں پہنچے وہ منتظر رہیں۔ آج کل مطبع میں روپیہ کی سخت ضرورت ہے اگر وی پی کی رقم کی حساب فہمی کی ضرورت ہو تو وی پی بمد امانت رکھ کر یا بعد وصول تصفیہ ہو سکتا ہے۔ کیونکہ خریداران الحکم کا مستقل حساب کارخانہ کے ساتھ ہے۔

خاکسار مینیجر

مختصر نوٹ اور نکات

عالم مذاہب کے میدان میں اُسوقت کل مذاہب نکلے ہوئے ہیں اور ہر ایک بجائے خود کوشش کر رہا ہے کہ اپنی صداقت دوسرے مذاہب پر ثابت کرے۔ ان مذاہب کا میدان میں آنا اور ہر ایک کا بجائے خود اپنی سچائی کے اظہار کی سعی کرنا۔ صاف طور پر بتا رہا ہے کہ اس **اظہار الدین** کا وقت یہی ہے جسکے لئے فرمایا گیا ہے ھوالذی ارسل رسوله بالھدیٰ ودین الحق لیظھره علی الدین کلہ اگر کل مذاہب میدان میں نہ آتے اور ایک مدعی اُٹھ کر کہتا کہ میں مسیح موعود ہو کر آیا ہوں اور اسلام کو غالب کرنے آیا ہوں اسی صورت میں اس کا دعویٰ بلا دلیل سمجھا جاتا اور اسے قبل از وقت قرار دیا جاتا مگر مذاہب کی عالمگیر جنگ نے ثابت کر دیا کہ درحقیقت یہی وقت مسیح موعود کے آنے کا تھا اور ہم بشارت دیتے ہیں کہ وہ حق و حکمت کے ساتھ نازل ہوا ہے

لاھور کی آریہ سماج میں نیوگ اور طلاق کے مضمون پر طبع آزمائیاں ہو رہی ہیں۔ آریہ سماج نہیں معلوم نیوگ کے مسئلہ پر کس دل گردے کے ساتھ بحث کرنیکو آمادہ ہوتا ہے ہم نیوگ کے اعتراضوں کا کوئی جواب اسوقت تک سننا پسند نہیں کرتے جبتک آریہ سماج اس نیوگ کو عام نہ کر دے۔ کم از کم ایک فہرست ایسے ذی عزت سماجیوں کی شایع کر لی چاہیئے جنہوں نے نیوگ سے فائدہ اُٹھایا ہو اور جب آریہ سماج اس قسم کے بیان میں کوئی عار نہ سمجھے گی اسوقت ہم سمجھ لیں گے کہ بیشک آریہ سماج کے نزدیک یہ مسئلہ حیا کش نہیں ہے جیسے بعض شاکت مت والوں کے نزدیک اُن کے بعض افعال و حرکات خلاف شرم و حیا نہیں۔

انسان کی فطرت میں یہ بات داخل ہے کہ جبتک اُسپر کوئی رعب یا جلالی اقتدار کا سایہ نہ ہو وہ کسی حکم کا جوا اپنی گردن پر رکھ ہی نہیں سکتا یہی فطرتی اصول ہے جسکی بنا پر قرآنی تعلیم میں یہ امر ملحوظ رکھا گیا ہے کہ جہاں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ایمان و اعمال صالحہ کے نتایج اور ثمرات حسنہ کا وعدہ دیا ہے وہاں ہی حق کی مخالفت پر دنیا کے عذاب عظیم اور عقبیٰ کے عذاب الیم کی بھی دھمکی دی ہے اور دنیا میں اقتداری اور جلالی نشان دکھا کر آخرت کے عذاب الیم کے لئے ایک نمونہ قایم کیا ہے یہی وہ اصول ہے جسپر ہر ایک مامور من اللہ کے مخالفوں کو عذاب الیم سے تنبیہ کی جاتی ہے۔ اس ایک اصل پر غور نہ کرتے ہوئے نادان حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اعتراض کرتے ہیں۔ کہ اُس نے موت کی یا دشمن کی ذلت کی پیشگوئیاں کی ہیں اگر وہ اللہ تعالیٰ کے اس قانون پر تدبر کرتے تو ایسے اعتراض کیلئے مُنہ نہ کھولتے

خدا تعالیٰ کی طرف سے آنیوالے لوگ جو کبھی محدث مجدد حکیم۔ خلیفہ۔ نبی۔ رسول وغیرہ ناموں سے پکارے جاتے ہیں چونکہ دنیا میں ایک اخلاقی تبدیلی کے لئے آتے ہیں کیونکہ ان کے آنے سے پہلے دُنیا کی حالت مسخ ہو گئی ہوتی ہے اور شیطان کی حکومت کے نیچے لوگ ہوتے ہیں پس شیطان ایک خطرناک جنگ کا منصوبہ کرتا ہے اس لئے ان خدا کے رسولوں کی سخت مخالفت اور مزاحمت ہوتی ہے اس مخالفت کا راز اور سر یہی ہے کہ چونکہ شیطان کی مرضی کے خلاف ہوتا ہے اس لئے وہ جوش پیدا کرتا ہے۔ قوم اپنے باپ دادا کے مانے ہوئے اصولوں پر فدا ہوتی ہے اور وہ اپنے مسلمہ اعتقادات اور رسومات کے خلاف سُننے کی طاقت ہی نہیں رکھتی حمیت جاہلیت اور قوم کی ننگ آنگ اُن کو قبول حق سے روکتی ہے۔ بداخلاقیاں۔ بدکاریاں۔ عیش و عشرت دنیا کے آرام ایک مصلح کی بات سننے نہیں دیتے اور ایک جنگ شروع ہو جاتا ہے۔ قوم چاہتی ہے کہ وہ مصلح خاموش ہو مگر وہ اُن تمام مشکلات کا مقابلہ کرتے ہوئے یہی باطل اعتقادات اور رزائل فاسدہ کی تردید کرنے میں جرأت اور دلیری سے کام لیتا ہے جس سے جوش بڑھتا اور مخالفوں کا غضب بھڑکتا ہے۔ لیکن آخر خدا کا مامور اپنے فوق العادۃ استقلال اور خارق عادت عزم سے جیت جاتا ہے اور جو کچھ وہ کرنا چاہتا ہے کر گذرتا ہے۔

اسی اصل پر اگر حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود کے مخالف اُٹھ کر فیصلہ کرنا چاہتے تو صفائی کے ساتھ امر حق کھل جاتا مگر اُنہوں نے نہیں چاہا کہ فیصلہ ہو۔ کسقدر زور لگایا گیا کہ وہ مسیح کی وفات کے مسئلہ پر زور نہ دے اپنی مسیحیت و مہدویت نہ منوائے۔ مگر اُس نے اُنکی باتوں کی ذرا پروا نہیں کی اس کے نزدیک جو حق تھا اور جو حق نے دیا تھا اُس نے نہیں چھوڑا جبتک دنیا کو منوا نہیں لیا مسیح موعود کا خارق عادت استقلال اور عزم ایک عظیم الشان معجزہ ہے اور منہاج نبوۃ پر ایک قوی برہان ہے اس کی سچائی کی اگر اس کے لئے جو دیدہ بصیرت نہیں رکھتا ہو ورنہ اندھے تو سورج کے وجود سے بھی انکار کر سکتے ہیں +

ضرورت امام کا سوال اکثر لوگ کر دیتے ہیں کہ کیوں ایک امام کی ضرورت ہوتی ہے؟ اس کا کافی اور تسلی بخش جواب اسی نام کی ایک کتاب میں دیا گیا ہے۔ لیکن ہم ایک اور پیرایہ میں اسکا مختصر جواب دینا چاہتے ہیں۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ انسان میں آزادی اور خود سری کا جوش محو کیا گیا ہے لیکن باایں جوش آزادی اس کی فطرت میں یہ بات بھی رکھی گئی ہے کہ وہ ایک مقتدر حکومت کے نیچے ہو کر چلنا چاہتا ہے اور یہی وہ راز ہے کہ تمدن اور تہذیب کے ساتھ ساتھ حکومت کی پخ بھی لگی ہوئی ہے ورنہ اگر آزادی اور خود روی و خود سری ہی کوئی نعمت اور دولت تھی یا انسان کی زندگی کا منشا اور مدعا یہی تھا تو تہذیب و تمدن کی غائیت یہی ہوتی لیکن اس کا نتیجہ کیا ہوتا؟ فساد فی الارض اور سفک الدم۔ اس لئے تہذیب سے مہذب اور متمدن سے متمدن قوم نے بھی کسی نہ کسی پہلو سے اپنا ایک ہی لیڈر رکھا ہے جس کے حکم کے ماتحت وہ چلتی ہے۔ جو لوگ بادشاہ کا لفظ بھی سُننا پسند نہیں کرتے اور جمہوری حکومت کی برکات کا اعلان کرتے ہیں وہ گو کسی بادشاہ کے تابع نہ ہوں لیکن اپنی جمہوری حکومت کا پریسیڈنٹ انکو بھی بنانا ہی پڑا ہے اسی طرح عملی طور پر دیکھو کوئی مجلس کوئی کمیٹی کوئی نظام بدوں اس کے نہیں چلتا پس جب اس انتظام ظاہری میں انسان بالکل بے نیاز نہیں ہو سکتا اور کسی نہ کسی کے ماتحت ہو کر ہی چلنا پڑتا ہے۔ اسی طرح پر روحانی نظام اور باطنی حکومت میں بھی ایک خاص فرد کا ہونا لازمی امر ہے۔ یہی وہ خاص فرد ہے جو امام۔ خلیفہ۔ مجدد و محدث۔ نبی یا رسول کے لقب سے ملقب ہوتا ہے۔ اب یہ تو فطرتی اور طبعی تقاضا ہے اس کے خلاف کوئی کیا لکھ سکتا ہے ؟ -

ارشادات اور ہدایت خلق اللہ کیلئے

جو لوگ مامور نہیں ہوتے خواہ وہ مکالمات الٰہیہ سے بھی مشرف ہوں اور ایسے بہت لوگ ہیں جو ہوتے ہیں اُن پر **امام** کا لفظ نہیں بولا جاتا۔ کیونکہ اُن کو وہ کمالات نہیں دئے جاتے جو امام کو دئے جاتے ہیں یہ امر دیگر ہے کہ وہ ولی ہوں یا ابدال ہوں۔

روح اللہ و کلمۃ اللہ کی حقیقت

جب انسان خدا تعالیٰ کے فضل سے ہدایت پاکر دنیدن حق اور حقانیت کیطرف ترقی کرتا ہے اور نفس اور نفسانی امور کو چھوڑتا ہے تو آخر انتہائی نقطہ اُس کے تصفیہ نفس کا یہ ہوتا ہے کہ وہ بکلی ظلمت نفس اور جذبات نفسانیہ سے باہر آکر اور جسم کو جو تخت گاہ نفس ہے کثافت جسمانیہ کو دھو کر ایک مصفا قطرہ کی طرح ہو جاتا ہے اسوقت وہ خدا تعالیٰ کی نظر میں فقط ایک روح مجرد ہوتا ہے جو گداز نفس کے بعد باقی رہجاتا ہے اور اطاعت کاملہ مولیٰ میں ملائک سے ایک مشابہت پیدا کر لیتا ہے تب اس مقام پر پہنچکر عنداللہ اُسکا حق ہوتا ہے جو اسکو روح اللہ اور کلمۃ اللہ کہا وے یعنے جب انسان تبتل الی اللہ میں ایسا کمال حاصل کرے جو فقط روح رہ جاوے تب وہ خدا تعالیٰ کے نزدیک روح اللہ ہو جاتا ہے اور آسمان میں اُس کا نام عیسےٰ رکھا جاتا ہے اور خدا تعالیٰ کے ہاتھ سے ایک روحانی پیدائش اُسکو ملتی ہے جو کسی جسمانی باپ کے ذریعہ سے نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کے فضل کا سایہ اسکو وہ پیدائش عنائت کرتا ہے پس درحقیقت تزکیہ اور فنا فی اللہ کا کمال یہی ہے کہ ظلمات جسمانیہ سے اسقدر تجرد حاصل کرے کہ فقط روح ہی رہجاوے یہی مرتبہ عیسویت ہے جسکو خدا چاہتا ہے عطا کرتا ہے +

رقیمۃ الوداد فی التماس بخیر العباد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی

محب مکرم حضرت مولوی محمد حسین صاحب ابو سعید سلمہ اللہ تعالےٰ۔

بعد السلام علیکم خاکسار محمد احسن امروہی آپ کی خدمت عالی میں چند سطور ذیل گذارش کرتا ہے وھی ھذا ؎

ولقد اسفت علی تفرق شملنا
اسفا افاض الدمع من اجفانی

حضرت مولوی صاحب اگرچہ یہ شب ہجر و فراق جو خاکسار اور جناب کے مابین واقع ہوئی ہے اُس کی مدت ایک پورے قرن کی منقضی ہو چکی ہے تاہم بحکم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ کے مجھکو اس شب ہجر کے صبح ہونے سے بالکل یاس بھی نہیں ہوئی ہے ولنعم ما قیل ؎

فرہا باید کہ تا از فضل حق پیدا شود
بایزید سے در خراساں یا اویسے در قرن

ظاہر بینوں کی نظروں میں تو یہی امر متحقق ہے کہ دامن اس شب ہجر کا اسقدر طویل الذیل ہے کہ اس عالم میں اختتام کو نہ پہونچے گا اور فی الحقیقت ظاہر بھی یہی ہے کیونکہ ؎

سہ چیز است آنکہ پایانے ندارد
شب من ہجر من افسانۂ من

مگر میں اُسی آیت کریمہ مذکورہ کو نصب العین لینا کر کر مکرر عرض کرتا ہوں ؎

واقول للحساد موتوا حسرۃ
واللہ انی قد بلغت امانی

اب اس جگہ پر بعض سبب بلوغ امانی کے کچھ مختصر تحریر کرتا ہوں وھو ھذا

آپ کو یاد ہوگا کہ جس زمانہ میں اُفق لاہور سے اشاعۃ السنۃ کا چاند طلوع ہونیکو تھا اور ابھی تک پورا طلوع نہ ہوا تھا تو اس خادم قدیم نے ایک دیا مصباح الادلہ روشن کیا تھا جو باذن اللہ وحولہ یخرجھم من الظلمٰت الی النور کا مصداق ہو گیا تھا والحمد للہ ثم الحمد للہ کہ وہی قمر اشاعۃ السنۃ کا اپنے اُفق سے طلوع بھی ہوا اور پھر اپنے درجہ کمال کو بھی پہونچا حتی کہ بتقدیر اللہ تعالےٰ کچھ ایسے اسباب سماوی و ارضی جمع ہو گئے کہ اب وہ قمر ہر طرح سے درجہ سلخ اور مرتبہ افول کو پہنچ گیا ہے وکان امر اللہ قدرا مقدورا

اب اُسپر علاوہ یہ ہوا کہ جس اُفق یعنی شہر لاہور سے یہ قمر اشاعۃ السنۃ کا طلوع ہوا تھا اب اُسی اُفق سے گرد باد اضاعۃ السنۃ چکڑالوی اُسی کی شومی اعمال سے پیدا ہو گئی ہے نہیں معلوم کہ یہ گرد باد کس کس غبی کی آنکھ میں پڑکر اُن کو اندھا کر دیگی۔ چھوٹے بھیا چٹو وغیرہ تو اس تاریکی گرد باد میں پڑکر چکر میں آہی گئے ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اب فرمائیے کہ ایسے فتنہ عظیمہ کے وقت میں بھی کیا آپ کا اور خاکسار کا یہ فرض منصب نہیں ہے کہ ہر دو باہم متفق ہو کر پھر اُسی قمر سنت نبوی کے لیے تضرع و زاری کے ساتھ دعائیں بھی کریں اور اس ظلمات گرد باد کے صدمہ سے لوگوں کو محفوظ رکھنے کے لیے اپنے قولے علمیہ عطیہ آلہیہ سے بھی حتی الوسع کام لیویں ایسے وقت میں سلف صالح کا متفق اور متحد ہو جانا باوجود باہمی سخت اختلاف کے مقابل میں مخالفین اسلام کے کیا آپ کے پیش نظر نہیں ہے جو اس امر اسلامی میں ہم اور آپ متفق نہ ہوں تاکہ چکڑالوی اس گرد باد کے چکر میں خود ہی فبھت الذی کفر کا مصداق ہو جاوے اور پھر یالیتنی اتخذت مع الرسول سبیلا کی فریاد خود اُس کی زبان حال یا قال سے مسموع ہونے لگے اور غافلوں پر واضح ہو جاوے کہ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ لمن کان یرجوا اللہ والیوم الاخر

صراط مستقیم ہے لا غیر اللھم اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین۔ آمین۔ اور ثابت ہو کہ چکڑالوی کے تمام خیالات شیطانیہ محض غلط در غلط ہیں اور وساوس الخناس سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے قل اعوذ برب الناس ملک الناس الٰہ الناس من شر الوسواس الخناس الذی یوسوس فی صدور الناس من الجنۃ والناس

اگرچہ ابھی خاکسار نے اس ضلالت کے چکر میں گرفتار چکڑالوی کی کوئی تحریر نہیں دیکھی جو اُسکے رد کیطرف توجہ کرتا مگر بتواتر سُنا گیا ہے کہ یہ شخص اُس رحمت آلہیہ سے بالکل محروم ہو گیا ہے جو آیت ورحمتی وسعت کل شیء فساکتبھا للذین یتقون الی آخر الآیت میں مندرج ہے۔ کیسا غضب ہے کہ یہ شخص اُس رسول نبی امی صلے اللہ علیہ وسلم کو احکام اتباعیہ شرعیہ میں معلم کتاب اللہ نہیں مانتا جس کی شان میں یعلمھم الکتاب والحکمۃ خود قرآن مجید میں وارد ہے اور اُس سنت رسول اللہ کو مبین نہیں سمجھتا جس کی نسبت آخر اس آیت ذیل میں فرمایا گیا ہے ان علینا جمعہ وقرانہ فاذا قرانہ فاتبع قرانہ ثم ان علینا بیانہ اور کسی جگہ پر ارشاد کیا گیا ہے الذین یتبعون الرسول النبی الامی الذی یجدونہ مکتوبا عندھم فی التورات والانجیل کیا سیاق و[illegible]ت ہذا سے ثابت نہیں ہوتا کہ تمام تفاصیل معتقدات و اعمال و اخلاق و مقامات میں اتباع اُس رسول نبی امی کا ضرور ہے ورنہ پھر رحمت آلہیہ سے کسیکو حصہ نہیں ملیگا اور نیز ارشاد ہوا ہے یامرھم بالمعروف و ینھاھم عن المنکر کیا اس آیت سے یہ امر ثابت نہیں کہ ہر ایک معروف شئے کا وہ نبی الرحمۃ امر فرماتا ہے جو تمام خیر دین و دنیا کو مشتمل ہے اور ہر ایک منکر سے روکتا ہے جس سے تمام شر دفع ہوتے ہیں یعنی جو جو معروف و منکر سنت صحیحہ مرفوعہ متصلہ میں آگئی ہیں کیا وہ واجب العمل والاخذ نہیں ہیں؟ کلا ثم کلا۔ یہ کیسا جہل ہے کہ شارع علیہ السلام کو شارع نہیں جانتا حالانکہ ارشاد ہوا ہے ویحل لھم الطیبٰت ویحرم علیھم الخبائث پس جس اشیا کی حلت سنت صحیحہ میں موجود ہے وہ سب طیبات میں داخل ہیں۔ کیونکہ وہ سب محرمات بحکم ثم ان علینا بیانہ کے بواسطہ اُس رسول نبی امی صلے اللہ علیہ وسلم کے مبین ہو چکی ہیں۔ افسوس کہ یہ شخص ایسے مقتدا اور مطاع مطلق کے اتباع سے انکار کرتا ہے جس کے واسطے ارشاد ہوا ہے کہ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تؤمنون باللہ والیوم الاخر اور نیز ارشاد ہے فلا وربک لا یؤمنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم ثم لا یجدوا فی انفسھم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما

تو بس کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالٰے عنہ اسوقت بن موجود نہیں ہیں جو ابیسے ملحد کو پاداش کے کردار و گفتار کی ملجاتی۔ اور نیز فرمایا گیا من یطع الرسول فقد اطاع اللہ اور پھر ارشاد ہے کہ وما ینطق عن الھوی ان ہو الا وحی یوحی اور نیز ارشاد ہے قل یایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا الذی لہ ملک السموات والارض لا الہ الا ھو یحیی ویمیت فامنوا باللہ ورسولہ النبی الامی الذی یومن باللہ وکلماتہ واتبعوہ لعلکم تھتدون۔ اب فرمائیے کہ کوئی شخص بغیر اتباع سنت اُس رسول نبی اُمی صلے اللہ علیہ وسلم کے کیونکر مہتدی ہو سکتا ہے کیا آپکو نہیں معلوم کہ اُس نبی امی صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے لیے فرمایا گیا ہے کہ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ویغفر لکم ذنوبکم اور اسی کی اتباع کے لیے ارشاد ہے ما اتاکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا۔

مولوی صاحب اگر سنت رسول کوئی چیز نہ تھی تو اس قسم کی صدہا آیات خود قرآن مجید میں کیوں مندرج ہوئیں اور اگر سنت نبویہ کا اتباع جو بتعامل و نیز بتعلیم و تعلم وقتاً فوقتاً سلسلہ وار اُمت میں چلا آیا ہے بعد زمانے بارہ کذا و کذا غیر ممکن تھا تو پھر تکلیف مالا غیر ممکن اور مالا یطاق کے ہمکو اللہ تبارک و تعالٰے نے کیوں مکلف فرمایا کیونکہ چکڑالوی کے خرافات کے بموجب تو نبی امی علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نہ مبین قرآن مجید ہیں اور نہ معلم کتاب اللہ اور نہ متبوع اور مقتدا اور نہ شارع شریعت اسلامیہ محلل طیبات اور نہ محرم خبائث وغیرہ وغیرہ پھر آنحضرت صلعم کی طرف ان تمام مسندوں کی اسناد کیونکر ہو سکتی ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ان تمام مسندوں کے مسند الیہ کیونکر ٹھہر سکتے ہیں۔ ایضاً قال اللہ تعالٰے وانزل علیک الکتب والحکمۃ وعلمک ما لم تکن تعلم وکان فضل اللہ علیک عظیما اس آیۃ میں علاوہ انزال کتاب اللہ کے انزال حکمت کا بھی مذکور ہے یہاں پر ہم حکمت کی تعین میں بحث نہیں کرتے کہ وہ سنت نبوی ہے یا کچھ اور ہے بلکہ اس آیت کی تفسیر میں یہہ کہتے ہیں کہ آیت ہذا میں تیسرے درجہ میں وہ تعلیم ہے جو انزال کتاب اور حکمت کے علاوہ ہے جسکو فضل عظیم سے ختم فرمایا گیا ہے۔ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ وہ تیسری چیز جو علاوہ انزال کتاب اور حکمت کے ہے وہ کیا ہے اور بقا اُس کا اس عالم میں قیامت تک ہے یا نہیں۔ بشق ثانی کان فضل اللہ علیک عظیما کے منافی ہے اور بشق اول وہ کونسا علم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اب باقی الی قیام الساعۃ ہے جسکو فضل عظیم کہا جاوے جواب اس کا بجز اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ وہ علم رسول باقی الی قیام الساعۃ جو مصداق وکان فضل اللہ علیک عظیما کا ہو سوائے سنت صحیحہ کے جس میں تمام تفاصیل قرآنی اور شرائع اسلامیہ کی تعلیم موجود ہے اور اُسکی حفاظت کے لیے سلسلہ تعامل اور نیز سلسلہ تعلیم و تعلم اس اُمت میں برابر چلا آتا ہے اور کیا ہو سکتا ہے۔ اور ہم یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ جملہ لم تکن تعلم قرآن مجید میں موجود ہے مگر اُسکے ساتھ یہ بھی ہے کہ وہ ایک ایسی چیز ہے کہ صرف اجتہاد کے قوائے بشریہ سے اُس کا علم حاصل نہیں ہو سکتا جب تک کہ محض اللہ تعالٰے کی طرف سے اُس کی تعلیم وہبی طور پر نہ ہو اسلیے اُسکو انزل کے تحت میں داخل نہیں فرمایا بلکہ طرز اسلوب نظم قرآنی کا تبدیل فرما کر اسطرح پر ارشاد کرنے کی ضرورت ہوئی کہ علمک ما لم تکن تعلم یعنی کل وہ چیز بھی تجکو وہبی طور پر تعلیم کر دی جو تو اپنے اجتہاد قوای بشریہ سے اُس کا علم صرف کتاب کی تعلیم سے حاصل نہ کر سکتا تھا بلکہ وہبی طور پر محض تعلیم ربانی سے اُس کا علم تجکو حاصل ہوا۔ ہاں یہ امر بھی ہمکو مسلم ہے کہ یہ علم سنت نبویہ کا مغائر قرآن مجید کے ہونا غیر ممکن ہے اور یہی فضل عظیم ہے کہ جن چیزوں کا علم اجتہاد بشری کے خارج ہو وہ بطور وہبی کے اللہ تعالٰے کی طرف سے مطابق کتاب اللہ تعلیم کیا جاوے۔

پس ثابت ہوا کہ وہ تمام احکام متعلق اعتقادات و اخلاق و اعمال وحشر و نشر و برزخ وغیرہ جو سنت نبویہ میں صحیح طور پر ثابت ہیں وہ منجانب اللہ تعلیم الٰہی ہیں جو وحی غیر متلو ہے اور شق ثانی قرآن مجید کا ہے۔ صدق اللہ ورسولہ ترکت فیکم امرین لن تضلوا ما تمسکتم بھما کتاب اللہ

ما دا لا فی الموطا اور اسی نبی امی کے مطاع مطلق ہونیکی اثبات کے لیے امور تشریعیہ میں فرمایا گیا ہے اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تؤمنون باللہ والیوم الاخر اگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم امور تشریعیہ میں مطاع مطلق نہیں ہیں تو پھر والی اللہ والی الرسول کے کیا معنی ہونگے مولوی صاحب یہ شخص علاوہ انکار و تکذیب ان آیات بینہ کے تمام ان علوم حقہ دینیہ کو ضائع اور باطل کرنا چاہتا ہے جن سے اُمت مرحومہ کو تمام امتوں پر فخر اور شرف حاصل ہے یہ بات بدیہی ہے کہ کسی فرد کامل نفس قدسی کو بعض علوم مدونہ کی حاجت نہ ہو جیساکہ آپ نے ریویو براہین میں محرر فرما دیا ہے بعد ملاحظہ ان سطور کے فرمائیے کہ تفاصیل اعتقادات ایمانیہ و تفاصیل جملہ اعمال دینیہ اسلامیہ و نیز تفاسیر اخلاق و مقامات احسانیہ عام طور پر کافۃ للناس کو بغیر نمونہ کے کسطرح پر معلوم ہو سکتے ہیں جن سب کی تبلیغ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے نمونہ بنکر بخوبی فرما دی جو سنت نبویہ میں موجود ہیں اور مکذبان تمام مسائل اسلامیہ مندرجہ سنت نبویہ کا کیا جواب دیوینگا اس آیت کا الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا۔ کیونکہ یہ تمام مسائل جو سنت صحیحہ میں مفصل اور مشرح موجود ہیں قرآن مجید میں بایں تفصیل و تشریح کہاں مذکور و مزبور ہیں ہاں یہ مسئلہ ضرور بالضرور صحیح ہے کہ

وکل العلم فی القران لکن

یہ بھی تو مسئلہ لاجواب ہے کہ

تقاصر عنہ افہام الرجال

پس بالضرور قرآن مجید سے اکثر علوم و مسائل دقیقہ کے سمجھنے میں ہم محتاج ہیں کسی ایسے معلم کامل کے جسکو وہ علوم دقیقہ بطور وہبی کے منجانب اللہ تعلیم کیے گئے ہوں۔

مولوی صاحب ہمارے اور آپ کے درمیان آجتک ان احکام شرعیہ اتباعیہ معاملہ میں کوئی تھوڑا سا بھی اختلاف نہیں ہوا ہے صرف چند احادیث پیشگوئیوں کے فہم میں اور انکی اصلی معانی سمجھنے میں کچھ تھوڑا سا اختلاف ہے جنکو قطع نظر اس کے کہ ان میں مجاز اور استعارات کو بھی دخل ہوتا ہے ارکان اسلام و اخلاق و اعمال کی بجا آوری میں کچھ تعلق نہیں اور

بعد امعان نظر اور غور کرنے کے یہ اختلاف عنقریب رفع بھی ہو سکتا ہے بشرطیکہ انصاف اور تقویٰ اللہ مرعی رہے کما ثبت فی محلہ الحاصل بعد الملتیا والتی خاکسار آپ سے بالمشافہ شرف ملاقات حاصل کرنا چاہتا ہے اس غرض سے کہ اس فتنہ و فساد چکڑالوی کے دور کرنے کے لیے مشورہ کرے اور پھر چکڑالوی کی اضاعۃ السنۃ کے بعد اشاعۃ السنۃ النبویہ قائم کی جاوے خصوصاً ایسی حالت میں کہ قمر اشاعۃ السنۃ کا اسوقت افول کے درجہ پر پہنچ گیا ہے تاکہ بحکم اول با آخر نسبتی دارد کے خاکسار کیطرف سے پھر وہی خدمت جو اول ہوئی تھی آخر میں بھی واقع ہووے

کے دہد دستا ایں غرض یارب کہ ہمدستان شوند
خاطر مجموع ما زلف پریشان شما

تنبیہ برائے فرقۂ چکڑالوی

واضح ہو کہ ایسے ملحدوں کے تمسکات بیجا اس قسم کی آیات سے ہوا کرتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ نزلنا علیک الکتٰب تبیاناً لکل شئ مگر اس قسم کی آیتوں سے سنت متعاملہ نبویہ کے ترک کے لیے استدلال کرنا محض باطل ہے اور مصداق اس تمسک بیجا کا ہے کہ کوئی سفیہ ترک صلوٰۃ پر لا تقربوا الصلوٰۃ سے تمسک کرے کیونکہ اول تو بقرائن سباق و سیاق آیت مذکورہ کے ظاہر ہے کہ اس میں لفظ لکل شئ سے وہ امور مراد ہیں جو متعلق شہادت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ہیں کیونکہ ذکر شہادت رسول کا سیاق آیت میں مذکور ہے کما قال اللہ تعالیٰ یوم نبعث فی کل امۃ شہیداً علیہم من انفسہم وجئنابک شہیداً علیٰ ھٰؤلاء ونزلنا علیک الکتٰب تبیاناً لکل شئ وھدی ورحمۃ وبشریٰ للمسلمین۔ اور ثانیاً وہ معارف واحکام و اخبار متضمن ہدایات و رحمۃ و بشریٰ مراد الٰہی ہیں جو مبین قرآن مجید اور معلم کتاب اللہ نے اپنے عملی نمونہ اور نیز اقوال سے مشرح طور پر استنباط کتاب الٰہی سے ہی کر کر بیان اور تعلیم فرمائی ہیں جس پر الفاظ ھدی و رحمۃ و بشریٰ دلالت صریحہ کر رہی ہیں لہٰذا اللہ تبارک و تعالیٰ کی تعلیم و اہی کی وجہ سے کتاب اللہ بہ نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تبیاناً لکل شئ ہو گئی ہے تو معانی حاصل اس آیت کے یہ ہوے کہ کتاب اللہ مع فہم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے جسکو دوسرے لفظوں میں سنت نبویہ کہہ سکتے ہیں واسطے تمام مقاصد اسلام کے حاوی اور جامع ہے اور نور علیٰ نور ہو کر تبیاناً لکل شئ واقع ہوئی ہے نہ یہ کہ ہر ایک شخص کی نسبت تبیاناً لکل شئ ہے

کلاہ خسروی و تاج شاہی
بہر کل کے رسد حاشا و کلا

اور ان معانی پر کلام بلاغت نظام نزلنا علیک الکتٰب دلالت کر رہا ہے یعنی یہ کہ اس شرط حیثیت کے ساتھ تبیاناً لکل شئ ہے کہ بقید نزلنا علیک کے مقید ہو ہاں البتہ چونکہ مراتب اتباع نبوی کے متفاوت ہیں لہٰذا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے خلفا اور نواب بھی ان معارف اور دقائق کے سمجھنے میں متفاوت الدرجات ہیں من النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین۔ اور یہ معنی کیونکر ہو سکتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے لیکر کم نصیب چکڑالوی تک متساوی طور پر یہ کتاب اللہ تبیاناً لکل شئ ہے اور جبکہ مشاہدہ واقع ہے کہ تمام اغنیا و اغبیا و اذکیا بھی متساوی الدرجہ فہم کتاب اللہ میں نہیں ہیں تو پھر چکڑالوی کے لیے کیونکر تبیاناً لکل شئ ہو سکتی ہے قل ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون انما یتذکر اولوا الالباب اور ثالثاً لفظ شئ جو مصدر بمعنی مفعول کے ہے جیسا کہ خلق بمعنی مخلوق کے ہے اس سے یہاں پر وہ امور مراد ہیں جنکی تبیان کا ارادہ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب میں کیا ہے دیکھو کتب معتبرہ لغات کو جس میں لکھا ہے فالشئ فی حق اللہ بمعنی الشائی وفی حق المخلوق بمعنی المشئ پس جن امور اور مسائل کا بیان یا ذکر تفصیلی ان کا قرآن مجید میں مصالح و حکم الٰہیہ ارادہ الٰہیہ میں نہیں تھا بلکہ بذمہ معلم کتاب اللہ کے مراد الٰہی میں بمصالح و حکم مقرر ہو چکا تھا اُن کا بیان نقلی یا ذکر تفصیلی خلاف مراد الٰہی کتاب اللہ میں کیونکر ہو سکتا تھا صدق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا انی اوتیت القرآن ومثلہ معہ الا لا یحل لکم الحمار الاھلی ولا کل ذی ناب من السباع ایضاً صدق نبیہ و رسولہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم ایحسب احدکم متکئاً علیٰ اریکتہ یظن ان اللہ لم یحرم شیئاً الا ما فی ھذا القرآن الا وانی واللہ قد امرت ووعظت عن اشیاء انھا لمثل القرآن او اکثر کذا فی المشکوٰۃ ملتقطاً افسوس کہ جس چیز سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے نہایت تاکید سے منع فرمایا تھا اُسکو بعض لوگوں نے اپنا مذہب قرار دے لیا اور کیونکر نہ قرار دیا جاتا کہ شارع علیہ السلام کی نواہی میں ایک لطیف اشارہ اُس منہی عنہ کے وقوع پر بطور مفہوم مخالف کے ہوا کرتا ہے لہٰذا یہ پیشگوئی مخبر صادق کی اب واقع ہو گئی۔ عن ابی رافع قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا الفین احدکم متکئاً علیٰ اریکتہ یاتیہ الامر من امری مما امرت بہ او نھیت عنہ فیقول لا ادری ما وجدنا فی کتاب اللہ اتبعناہ رواہ احمد وابوداؤد والترمذی وابن ماجۃ والبیہقی فی دلائل النبوۃ کذا فی المشکوٰۃ۔ کبھی کبھی چکڑالوی حدیث بریرہ وغیرہ سے تمسک کیا کرتے ہیں مگر ان لوگوں کو علم دین سے کچھ بھی مس نہیں کیونکہ اس قسم کے جملہ امور جو طبعیہ بشریہ اور جبلت انسانیہ سے ہیں وہ خارج عن التشریع ہیں جنکو تشریع شارع سے کوئی تعلق نہیں جیسا کہ حرکات جسدیہ اور قیام فی بعض الاوقات اور قعود فی بعض الاوقات الاُخریٰ اور نوم و یقظہ وغیرہ وغیرہ یہ امور متعلق جبلت انسانی واجب التاسی اور واجب الاتباع نہیں ہیں اور ایکن فیہ یعنی تشریع شارع سے خارج ہیں بلکہ گفتگو یا تو عبادات و تقربات الٰہیہ میں ہے یا اُن معاملات میں جنکی تشریع کے لیے بغرض اصلاح انسان و رفع فساد دینی و دنیوی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین مبعوث ہوئے ہیں اور امور جبلیہ انسانیہ تو خارج از بحث ہیں گو بعض آئمہ ان کے مستحب اور غیر مستحب ہونے میں بھی مختلف ہیں۔ الحاصل یہ لوگ تو قرآن مجید کی فصاحت و بلاغت کو کیا سمجھ سکتے ہیں

جب کہ اتنی بات بھی نہیں جانتے کہ متکلم بلیغ کا کلام بموجب مقتضائے حال مخاطب کے ہوا کرتا ہے نہ کہ مخالف مقتضائے حال مخاطب کے بھلا جو مسئلہ مخاطبین کو بتعلیم معلم کتاب اللہ اور مبین قرآن مجید کے معلوم ہو چکا ہے یا اللہ تبارک و تعالے کو داسطے اظہار عظمت اپنے نبی کریم کے یہی منظور ہے کہ فلاں فلاں مسائل بذریعہ معلم کتاب اللہ کے تعلیم کی جائے گی تاکہ اقتدا و تاسی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی صیغہ اجتہاد و استنباط کا بھی قیامت تک جاری رہے اور دیگر علوم دینیہ اور کشفیہ بھی ضائع نہ ہو جاویں۔ جس کی ترقی علوم اور ترقی تصفیہ و تزکیہ اذہان امت کے وقتاً فوقتاً ہوتی رہے۔ وغیرہ وغیرہ من الحکم و المصالح کما قال اللہ تعالے یرفع اللہ الذین امنوا منکم و الذین اوتوا العلم درجات۔ تو پھر اس کا تبیان باطناب یا ذکر بالتفصیل متکلم بلیغ کے نزدیک یا العرور ایک لا یعنی امر ہے بلکہ مضر ہے جس سے امت بالکل کودن ہو جاوے گی پھر وہ متکلم بلیغ اپنی کتاب فصیح بلیغ میں ایسے امور معلومہ مسلمہ معہودہ مخاطبین کو کیوں بیان کرے گا یا صیغہ اجتہاد و استنباط کو جو معراج ترقی امت ہے کیونکر برباد کر دے گا کہ بصورت اول اس تبیان سے کوئی فائدہ جدیدہ مخاطب کو حاصل نہ ہوگا اور نہ کوئی طلب جدید معلوم ہوگی لہذا اس صورت میں کلام متکلم بلیغ کا غیر مفید بھی ہوگا اور نیز خلاف مقتضائے حال مخاطب اس کا کلام ہو جاوے گا جو موجب ہی غیر فصیح اور بلیغ ہونے کو خصوصاً وہ کلام جو حد اعجاز بلاغت کو پہنچا ہوا ہے اور کلام الملوک ملوک الکلام اس کی شان ہے اور بصورت ثانی تضییع علوم اور کشوف اور اضاعۂ صیغہ اجتہاد و استنباط کے لازم آئیگی جو محض خلاف حکمت حکیم مطلق کے ہے زیادہ ہے باتیں تو کچھ اور بھی تھیں مگر استعجال قاصد کے سبب اسی قدر لکھا گیا کہ بار باقی صحبت باقی والباقی عند التلاقی

ستم صحبت قاصد وقت دگر بگویم
انجب اگر بپرسد تفصیل ماجرا را
والسلام خیر ختام مورخہ ۲۷ اپریل ۱۹۰۶ء

رقیمہ ابو داؤد۔ کاش الحکم کی اگلی اشاعت میں شایع ہو گا
(ایڈیٹر)

بیعت

اذا جاء نصر اللہ والفتح و انتہی امر الزمان الینا الیس ھذا بالحق

محمد نور صاحب ساکن وتہ خیل
غلام رسول صاحب " محمد ایوب صاحب " داؤد صاحب
فیض اللہ صاحب " عبد اللہ صاحب " محمد کریم صاحب
محمود صاحب " فیض محمد صاحب " شان بی بی "
آمنہ بی بی " عبد الحی صاحب " اسحق صاحب
اسمعیل صاحب " سلیمان صاحب " محمد کریم صاحب
محمد شان صاحب " ہارون صاحب " یوسف صاحب
رحمۃ اللہ صاحب " آدم صاحب " اسحق صاحب
علم خان صاحب " سراج الدین صاحب " عبد الغفور صاحب "
ابو بکر صدیق صاحب " الیاس صاحب " محمد ابراہیم صاحب
صالح صاحب " زکریا صاحب " نیک محمد صاحب
صدر الدین صاحب عبد الکریم صاحب " " " "
ملیندا صاحب چوکیدار مانگا
چودھری جیوا صاحب "
محمد عمر خانصاحب۔ بستی علیخان ریاست پٹیالہ
سدریا صاحب صیقل گر۔ پٹیالہ
مولوی محمد نادر خاں صاحب ہیڈ ماسٹر مدرسہ حیدری
مسماۃ راجن زوجہ چوہڑ۔ قلعہ دیدار سنگھ
کرم علیصاحب "
شیخ تھو صاحب۔ بنوڑ۔ پٹیالہ
عبد الوہاب صاحب " "
برکت علیصاحب۔ سلطانپور کپورتھلہ
محمد حسین صاحب "
عبد الرحمن صاحب۔ کوٹ محسکا۔ سیالکوٹ
ابراہیم صاحب کشمیری " "
انعام اللہ صاحب۔ قلعہ دیدار سنگھ۔ گوجرانوالہ
منشی اللہ دتا صاحب مدرس "
مرتضی صاحب " اہلیہ " " محمد عالم صاحب "
محمد فاضل صاحب " راجہ صاحب " بی بی فاطمہ "
حسین بی بی " حبیب الرحمن صاحب۔
شیخ عبد الخالق صاحب ڈپٹی انسپکٹر اصل باشندہ پٹیالہ در حال سنجاوری کوٹ بلوچستان
حافظ امیر خانصاحب بازار موچیاں راولپنڈی
سلطان محمد صاحب " " " "
بی بی کرم النساء زوجہ نبی بخش صاحب سررشتہ دار ضلع لاہور چوک متی
فضل الدین صاحب ملٹری ورکس۔ راولپنڈی

جان محمد صاحب تحصیل اجنالہ۔ امرتسر
بوٹا صاحب " محمد بخش صاحب اسمعیل صاحب دل محمد صاحب
بڈھا صاحب ملٹری پولیس بٹالین ابریرہا
پیر بخش صاحب۔ جہلم
میر محمد صاحب " نور احمد صاحب محمد بخش صاحب
اہلیہ بوٹا صاحب اہلیہ اسماعیل صاحب اہلیہ ولی محمد صاحب
غلام رسول صاحب۔ عالمہ بی بی بنت رحیم بخش صاحب
دولت بی بی بنت "
الہ دین صاحب طالب علم سوکریاں خورد۔ سیالکوٹ
اہلیہ غلام محی الدین لاہور
عظمت بی بی۔ اہلیہ امیر علی۔ نامہ منٹگمری
ولایت بی بی بنت " احمد علی صاحب " محمد علی صاحب
کرم الدین صاحب چونیاں۔ لاہور
اہلیہ " احیائی بی بی بنت " مریم " نورانی
نور دین " گل محمد پسر " دل محمد پسر "
ابراہیم صاحب " اہلیہ ابراہیم صاحب " محمد صدیق صاحب " حسن بی بی صاحبہ " فاطمہ بی بی "
چودھری بوٹا صاحب نومسلم۔ استھین
زوجہ " لوہڑا صاحب۔ رمضان صاحب
وانگو صاحب۔ راجو صاحب۔
فضل الدین صاحب امرتسر
رحمت علیصاحب نمبردار۔ تلونڈی لودہانہ
محمد حسین صاحب مدرس ریاضی گورنمنٹ سکول انبالہ
محمود حسن صاحب ولد محمد حسن صاحب
احمد حسن صاحب "
چودھری سلطان عمر خانصاحب۔ ہوشیارپور
علی بخش صاحب۔ کہار۔ متصل قادیان
احمد صاحب۔ نوات پنڈ "
شہاب الدین صاحب " " چراغ صاحب "
بڈھا صاحب ننگل " خیر الدین صاحب "
کالو صاحب " "
تھو صاحب
عصمت اللہ صاحب قادر آباد
رودا صاحب "
فضل قادر صاحب۔ فیض اللہ چک قریب قادیان
فرزند علیصاحب " نور محمد صاحب " زوجہ "
حاکم علیصاحب " زوجہ " فضل بی بی دختر۔
عصمت دختر "
برکت صاحب
ابراہیم صاحب۔ کاکووال
رقیہ بی بی زوجہ " بی بی سکینہ " بی بی خدیجہ
کریم بخش صاحب۔
زوجہ کریم بخش صاحب

میزان کل ۱۴۲

انوار احمدیہ پریس قادیان میں باہتمام شیخ یعقوب علی تراب ...

جلد ۷	۱۰ مئی سنہ ۱۹۰۳ء مطابق ۱۲ محرم الحرام سنہ ۱۳۲۱ھ روز یکشنبہ	نمبر ۱۷

کلمات طیبات حضرت امام الزمان سلمہ الرحمن

اعجاز التنزیل

گذشتہ اشاعت سے آگے

ان پیشگوئیون کا ظہور جو اس سلسلہ کیصورت مین ہوا ہے تو کیا یہ چھوٹی سی بات ہے یہ سلسلہ بہت بڑی پیشگوئی کا پورا ہونا ہے جو تیرہ سو سال پہلے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لبون پر جاری ہوئی اس قدر مدت دراز پہلے خبر دینا یہ قیافہ شناسی اور اٹکل بازی نہین ہو سکتی اور پھر یہ پیشگوئی اکیلی نہین بلکہ اس کے ساتھ ہزارون وہ آیات ونشانات ہین جو اسوقت کے لئے پہلے سے بتا دئے گئے تھے۔

اور ان سب کے علاوہ اللہ تعالے نے خود یہان ہزارون نشانات کا سلسلہ جاری کر دیا چنانچہ کئی سو پیشگوئیان پوری ہو چکی ہین۔ جو قبل از وقت ملک مین شایع کی گیئین اور پھر وہ اپنے وقت پر پوری ہوئی ہین۔ جن کو ہمارے مخالف بھی جانتے ہین اب کیا قرآن کریم کا معجزہ اور اس کی پاک تعلیم کا نتیجہ اور اثر نہین ہے؟ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسی اور تاثیر انفاس کے ثمرات نہین؟ ماننا پڑے گا کہ یہ سب کچھ آپ ہی کی طفیل ہے۔ کیونکہ یہ مسلم بات ہے۔

خارقے کز ولی مسموع است
معجزہ آن نبی متبوع است

اس لئے جس قدر یہ نشانات اور آیات یہان ظاہر ہو رہی ہین یہ درحقیقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے خوارق اور معجزات اور یہ پیشگوئیان قرآن شریف ہی کی پیشگوئیان ہین کیونکہ آپ ہی کی اتباع اور قرآن شریف ہی کی تعلیم کے ثمرات ہین + اور اس وقت کوئی اور مذہب ایسا نہین ہے جس کا پیرو اور متبع یہ دعوے کر سکتا ہو کہ وہ پیشگوئیان کر سکتا ہے یا اس سے خوارق کا ظہور ہوتا ہے۔ اس لئے اس پہلو سے قرآن شریف کا معجزہ تمام کتابون کے اعجاز سے بڑھا ہوا ہے۔

پھر ایک اور پہلو فصاحت بلاغت کا ہے +

قرآن شریف کی فصاحت بلاغت ایسی اعلے درجہ کی اور مسلم ہے کہ انصاف پسند دشمنون کو بھی اسے ماننا پڑا ہے۔ قرآن شریف نے فاتوا بسورۃ من مثلہ کا دعوے کیا لیکن آج تک کسی سے ممکن نہین ہوا کہ اس کی مثل لا سکے۔ عرب جو بڑے فصیح و بلیغ بولنے والے تھے اور خاص خاص موقعون پر بڑے بڑے مجمع کرتے اور ان مین اپنے قصائد سناتے تھے وہ بھی اس کے مقابلے مین عاجز ہو گئے۔

اور پھر قرآن شریف کی فصاحت بلاغت ایسی نہین ہے کہ اس مین صرف الفاظ کا تتبع کیا جاوے اور معانی اور مطالب کی پروا نہ کیجاوے بلکہ جیسا اعلے درجہ کے الفاظ ایک عجیب ترتیب کے ساتھ رکھے گئے ہین اسی طرح پر حقایق اور معارف کو ان مین بیان کیا گیا ہے + اور یہ رعایت انسان کا کام نہین کہ وہ حقایق اور معارف کو بیان کرے اور فصاحت و بلاغت کے مراتب کو بھی ملحوظ رکھے۔

ایک جگہ فرماتا ہے یتلوا علیہم صحفا مطہرۃ فیہا کتب قیمۃ۔ یعنے ان پر ایسے صحایف پڑھتا ہے کہ جن مین حقایق و معارف ہین۔ انشا پردازی جانتے ہین کہ انشا پردازی مین پاکیزہ تعلیم۔ اور اخلاق فاضلہ کو ملحوظ رکھنا بہت ہی مشکل ہے اور پھر ایسی موثر اور جاذب تعلیم دینا جو صفات رذیلہ کو دور کر کے بھی دکھا دے اور ان کی جگہ اعلے درجہ کی خوبیان پیدا کر دے۔ عربون کی جو حالت تھی وہ

جان

کسی سے پوشیدہ نہین وہ سارے عیبون اور برائیون کا مجموعہ بنے ہوئے تھے اور صدیون سے ان کی یہ حالت بگڑی ہوئی تھی مگر کسقدر آپکے فیوضات اور برکات مین قوت تھی کہ ۲۳ برس کے اندر کل ملک کی کایا پلٹ دی + یہ تعلیم ہی کا اثر تھا۔

ایک چھوٹی سی چھوٹی سورۃ بھی اگر قرآن شریف کی لے کر دیکھی جاوے تو معلوم ہوگا کہ اس مین فصاحت بلاغت کے مراتب کے علاوہ تعلیم کی ذاتی خوبیون اور کمالات کو اس مین بھر دیا ہے۔ سورہ اخلاص ہی کو دیکھو کہ توحید کے کل مراتب کو بیان فرمایا ہے اور ہر قسم کے شرکون کا رد کر دیا ہے۔ اسی طرح سورہ فاتحہ کو دیکھو کہ کسقدر اعجاز ہے۔ چھوٹی سی سورہ جس کی سات آیتین ہین لیکن دراصل سارے قرآن شریف کا متن اور خلاصہ اور فہرست ہے + اور پھر اس مین خدا تعالیٰ کی ہستی اس کے صفات۔ دعا کی ضرورت اس کی قبولیت کے اسباب اور ذرایع مفید اور سودمند دعاؤن کا طریق نقصان رسان راہون سے بچنے کی ہدایت سکھائی ہے وہان دنیا کے کل مذاہب باطلہ کا رد اس مین موجود ہے۔

اکثر کتابون اور اہل مذہب کو دیکھوگے کہ وہ دوسرے مذاہب کی برائیان اور نقص بیان کرتے ہین اور دوسری تعلیمون پر نکتہ چینی کرتے ہین مگر ان نکتہ چینیون کو پیش کرتے کرتے ہوئے یہ کوئی اہل مذہب نہین کرتا کہ اسکے بالمقابل کوئی عمدہ تعلیم پیش بھی کرے اور دکھائے کہ اگر مین فلان بری بات سے بچانا چاہتا ہون تو اس کی بجائے یہ اچھی تعلیم دیتا ہون + یہ کسی مذہب مین نہین یہ فخر قرآن شریف ہی کو ہے کہ جہان وہ دوسرے مذاہب باطلہ کا رد کرتا ہے۔ اور ان کی غلط تعلیمون کو کھولتا ہے۔ وہان اصلی اور حقیقی تعلیم بھی پیش کرتا ہے۔ جسکا نمونہ اس سورہ فاتحہ مین دکھایا ہے کہ ایک ایک لفظ مین مذاہب باطلہ کی تردید کر دی ہے مثلاً فرمایا الحمد للہ ساری تعریفین خواہ وہ کسی قسم کی ہون وہ اللہ تعالیٰ ہی کے لئے سزاوار ہین۔ اب اس لفظ کو کہہ کر یہ ثابت کیا کہ قرآن شریف جس خدا کو منوانا چاہتا ہے وہ تمام نقائص سے منزہ اور تمام صفات کاملہ سے موصوف ہے + کیونکہ اللہ کا لفظ اسی ہستی پر بولا جاتا ہے جس مین کوئی نقص ہو ہی نہین۔ اور کمال دو قسم کے ہوتے ہین یا بلحاظ حسن کے یا بلحاظ احسان کے پس وہ دونون قسم کے کمال اس لفظ مین پائے جاتے ہین۔ دوسری قومون نے جو لفظ خدا تعالیٰ کے لئے تجویز کئے ہین وہ ایسے جامع نہین ہین۔ اور یہی لفظ اللہ کا دوسرے باطل مذاہب کے معبودون کی ہستی اور انکی صفات کے مسئلہ کی پوری تردید کرتا ہے مثلاً عیسائیون کو لو وہ جس کو اللہ مانتے ہین وہ ایک عاجز ضعیف عورت کا بچہ ہے جس کا نام یسوع ہے جو معمولی بچون کی طرح دکھ درد کے ساتھ مان کے پیٹ سے نکلا اور عوارض مین مبتلا رہا۔ بھوک پیاس کی تکلیف سے بے چین رہا۔ اور سخت تکلیفین اور دکھ اسے اٹھانے پڑے۔ جسقدر ضعف اور کمزوریون کے عوارض ہوتے ہین ان کا شکار رہا۔ آخر یہودیون کے ہاتھون سے پیٹا گیا اور انہون نے پکڑ کر صلیب پر چڑھا دیا + اب اس صورت کو جو یسوع کی (عیسائیون نے جسکو خدا بنا رکھا ہے۔) انجیل سے ظاہر ہوتی ہے کسی دانشمند کے سامنے پیش کرو۔ کیا وہ کہدے گا کہ بیشک اس مین تمام صفات کاملہ پائی جاتی ہین اور کوئی نقص اس مین نہین؟ ہرگز نہین۔ بلکہ انسانی کمزوریون اور نقصون کا پہلا اور کامل نمونہ اسے ماننا پڑے گا۔ تو الحمد للہ کہنے والا کب ایسے کمزور اور مصلوب ملعون کو خدا مان سکتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ قرآن عیسائیون کے بالمقابل ایسے خدا کیطرف بلاتا ہے جس مین کوئی نقص ہو سکتا ہی نہین پھر آریہ مذہب کو دیکھو وہ کہتے ہین کہ ہمارا پرمیشر وہ ہے جسنے ذرات عالم اور ارواح عالم کو بنایا ہی نہین بلکہ جیسے وہ ازلی ابدی ہے ویسے ہی ہمارے ذرات جسم وغیرہ بھی خدا کے بالمقابل اپنی ایک مستقل ہستی رکھنے والی چیزین ہین جو اپنے قیام اور بقا کے لئے اس کی محتاج نہین ہین بلکہ ایک طرح وہ اپنی خدائی چلانے کے واسطے ان چیزون کا محتاج ہے وہ کسی چیز کا خالق نہین اور پھر اس بات کا سمجھ لینا کچھ بھی مشکل نہین کہ جو خالق نہین وہ مالک کیسے ہو سکتا ہے؟ اور ایسا ہی ان کا اعتقاد ہے کہ وہ رازق کریم۔ وغیرہ کچھ بھی نہین۔ کیونکہ انسان کو جو کچھ ملتا ہے اس کے کرمون کا پھل ملتا ہے اس سے زاید اسے کچھ مل سکتا ہی نہین +

اب بتاؤ اسقدر نقص جس خدا مین پیش کئے جاوین عقل سلیم کب اسے تسلیم کرنیکے لئے رضامند ہو سکتی ہے؟ اسی طرح سے جسقدر مذاہب باطلہ دنیا مین موجود ہین الحمد للہ کا جملہ خدا تعالیٰ کے متعلق ان کے کل غلط اور بیہودہ خیالات و معتقدات کی تردید کرتا ہے +

پھر اس کے بعد رب العالمین کا لفظ ہے + جیسا پہلے بیان کیا گیا ہے اللہ وہ ذات جمیع صفات کاملہ ہے جو تمام نقائص سے منزہ ہو۔ اور حسن اور احسان کے اعلےٰ نکتہ پر پہنچا ہوا ہو تاکہ اس بے مثل و مانند ذات کیطرف لوگ کھنچے جائین۔ اور روح کے جوش اور کشش سے اس کی عبادت کرین اسلئے پہلی خوبی احسان کی صفت رب العالمین کے اظہار سے ظاہر فرمائی ہے۔ جس کے ذریعہ سے کل مخلوق فیض ربوبیت سے فایدہ اٹھا رہی ہے۔ مگر اس کے بالمقابل باقی سب مذہبون نے جو اس وقت موجود ہین اس صفت کا بھی انکار کیا ہے۔ مثلاً آریہ جیسا ابھی بیان کیا ہے یہ اعتقاد رکھتے ہین کہ انسان کو جو کچھ مل رہا ہے وہ سب اس کے اپنے ہی اعمال کا نتیجہ ہے اور خدا کی ربوبیت سے وہ ہرگز ہرگز بہرہ ور نہین ہے۔ کیونکہ جب وہ اپنی روحون کا خالق ہی خدا کو نہین مانتے۔ اور ان کو اپنے بقا و قیام مین بالکل غیر محتاج سمجھتے ہین۔ تو پھر اس صفت ربوبیت کا بھی انکار کرنا پڑا +

ایسا ہی عیسائی بھی اس صفت کے منکر ہین کیونکہ وہ مسیح کو اپنا رب سمجھتے ہین اور ربنا المسیح ربنا المسیح کہتے پھرتے ہین اور اللہ تعالیٰ کو جمیع مافی العالم کا رب نہین مانتے بلکہ مسیح کو اسکے فیض ربوبیت سے باہر قرار دیتے ہین اور خود ہی اس کو رب مانتے ہین اسی طرح پر عام ہندو بھی اس صداقت سے منکر ہین کیونکہ وہ تو ہر ایک چیز اور دوسری چیزون کو رب مانتے ہین۔

برہمو سماج والے بھی ربوبیت تامہ کے منکر ہین کیونکہ وہ یہ اعتقاد رکھتے ہین کہ خدا نے جو کچھ کرنا تھا وہ سب یکبار کر دیا اور یہ تمام عالم اور اس کی قوتین جو ایک دفعہ پیدا ہو چکی ہین مستقل طور پر اپنے کام مین لگی ہوئی ہین۔ اللہ تعالیٰ ان مین کوئی تصرف نہین کر سکتا۔ اور نہ کوئی ان مین تغیر و تبدل واقع ہو سکتا ہے ان کے نزدیک اللہ تعالیٰ اب معطل محض ہے۔ غرض جہانتک مختلف مذاہب کو دیکھا جاوے اور ان کے اعتقادات کی پڑتال کی جاوے تو صاف طور پر معلوم ہو جاویگا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے رب العالمین ہونے کے قایل نہین ہین۔ یہ خوبی جو اعلےٰ درجہ کی خوبی ہے اور جسکا مشاہدہ ہر آن ہو رہا ہے صرف اسلام ہی بتاتا ہے اور اسطرح اسی ایک لفظ کے ساتھ ان تمام غلط اور بیہودہ اعتقادات کی بیخ کنی کرتا ہے جو اس صفت کے خلاف دیگر مذہب والون نے خود بنائی ہین +

مکتوبات حکیم الامت

(سلسلہ کیلئے دیکھو نمبر ۱۶ صفحہ نمبر ۴)

سیدھا کر دیا تو نمازہو گئی یا ہم کسی چیز سے رک گئے تو صائم ہو گئے علیٰ ہذالقیاس۔

اسی واسطے علماء میں اختلاف ہوا ہے بعض کہتے ہیں۔ قرآن میں حقیقی لغوی معنے ہیں ہی نہیں اور بعض نے کہا قرآن میں مجاز نہیں اور بعض نے کہا ہے حقیقت و مجاز دونوں قرآن میں ہیں غرض یہ بحث بہت طویل ہے۔ غور کرو اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ اولئک ہم المفلحون اور اسکے معنے ہیں فلاح پانیوالا۔ کیا یہاں لغوی معنے مراد ہیں۔

عزیز من۔ مجاز میں کذب نہیں ہوا کرتا اس میں اور کذب میں فرق ہے۔ معلوم ہوتا ہے آپنے مختصر معانی بھی نہیں دیکھی بلکہ مجاز اور کذب میں تو ضد ہے۔ یہ تمام میرا کلام آپ کے مذاق پر ہے والا میں خود وہی مذہب پسند کرتا ہوں جو منکر مجاز ہیں۔

قرآن مجید تمام حقایق نفس الامریہ وغیرہ پر مشتمل ہے اور چونکہ یہ کلام ہے اس قدوس کا جو رب العالمین ہے۔ الرحم الراحمین اس لئے تمام کمال صدق پر مبنی ہے +

ومن اصدق من اللہ قیلا۔ ومن اصدق من اللہ حدیثا۔ وتمت کلمتہ ربک صدقا وعدلا۔

اور آپ کا دوسرا سوال۔ کہ جب حکم الٰہی اور ارادہ الٰہی ہو گیا کہ بندر ہو جاؤ کیا وجہ مانع ہوئی کہ بندر نہ ہوسکے۔

عزیز من اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کونوا مع الصادقین تو کیا سب راستبازوں کے ساتھ ہو گئے۔ اور فرماتا ہے یرید اللہ بکم الیسر۔ یرید لیطہرکم۔ تو کیا سب لوگ یسر میں آگئے ہیں اور مطہر ہو گئے کیا وجہ ہوئی کہ ارادہ الٰہی پورا نہ ہوا۔

بات یہ ہے جعل۔ کون۔ ارادہ۔ امر اور بہت سے اس قسم کے الفاظ۔ دو طرح پر آئے ہیں اور یہ بحث بہت طویل ہے اصل مطلب کو اتقان میں لکھا ہے۔ مفسرین میں۔ طبقہ تابعین اور تلامذہ ابن عباس سے۔ مجاہد اعلےٰ درجہ پر ہے۔ اور تفسیر کے طبقات یہی لکھا ہے۔ اذا جاء التفسیر من مجاہد فحسبک۔

ا۔ اب سنئے مجاہد فرماتا ہے۔

قال مجاہد مسخت قلوبہم ولم یمسخوا قردۃ وانما ہو مثل ضربہ اللہ لہم کقولہ کمثل الحمار یحمل اسفارا۔ فتح البیان۔

المروی عن مجاہد انہ سبحانہ وتعالےٰ مسخ قلوبہم بمعنے الطبع والختم لا انہ مسخ صورہم وہو مثل قولہ تعالےٰ کمثل الحمار یحمل اسفارا ونظیرہ ان یقول الاستاذ للمتعلم البلید الذی لا ینجع فیہ تعلیمہ کن حمارا۔ تفسیر کبیر۔ المسالۃ الثالثۃ۔

وقال مجاہد ما مسخت صورہم ولکن قلوبہم فمثلوا بالقردۃ کما مثلوا بالحمار۔ تفسیر ابو مسعود۔

دوم۔ خاسئین جمع ہے ساتھ یا اور نون کے اور یہ جمع ذوی العقول کے لئے آتی ہے۔ پس معلوم ہوا کہ ان کو ظاہری شکل ذوی العقول کی طرح تھی۔ والا اللہ تعالےٰ کونوا قردۃ خاسئۃ فرماتا۔

سوم۔ اللہ فرماتا ہے۔ فجعلنٰہا نکالا لما بین یدیہا وما خلفہا۔

کیا معنے یہود۔ عبرت کا باعث ہوئے اور ان کا قردہ ہونا باعث نکال موجود لوگوں اور مابعد والوں کے واسطے ہو سکتا ہے اور ظاہر ہے کہ اگر ان کی صورت ظاہریہ مسخ ہوئی تھی۔ تو اس امر میں مخالف لوگ انکار کرتے ہیں انکے واسطے نکال کیسے ہو سکتا ہے۔ البتہ یہود کا ذلیل ہونا بڑی عبرت کی بات ہے +

چہارم۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے جعل منہم القردۃ والخنازیر وعبد الطاغوت۔ اب آپ مجاز وغیرہ تو لیں نہیں تو ثابت ہوتا ہے۔ کہ قلنا لہم کونوا قردۃ خاسئین سے کے سب بندر بن گئے۔ کیونکہ منہم کے مرجع کو کونوا فرمایا گیا ہے جب سب بندر بن گئے تو وہ خنزیر کس طرح بن گئے +

اور پھر بندر اور خنزیر بن کر عبد الطاغوت کیونکر ہوئے۔ کیا بندر اور خنزیر بھی بت پرستی کیا کرتے ہیں۔ اس پر آپ خوب غور کرو۔

پنجم۔ عرب لوگ ذلیل انسان کو قردہ کہتے ہیں غور کرو۔ حماسہ کے اس شعر پر +

اتخطر للاسراف یا قرد حزیم + وہل یستعد القرد للخطران

الی قہر الاذناب ان تخطروا بہا + ولوم بنی قرد لکل مکان

ششم۔ ولقد علمتم الذین اعتدوا فی السبت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ امر یہود میں اور مخاطبان رسول رؤف رحیم صلے اللہ علیہ وسلم میں مشہور و معروف تھا۔

پھر اگر فی الواقع وہ بندر بنے ہوئے اور صرف ان کی ظاہری صورت ہی بدلی تھی تو ہم کو ان یہود سے ثابت کرا دیجئے میں اول المسلمین ہونگا۔ انشاء اللہ میں اپنی رائے کو ترک کر دونگا مجھے علمیہ کا ثبوت چاہیئے۔ یہ قصہ بہت طویل اور تفصیل چاہتا ہے اور مجھے فرصت بہت کم ہے۔ اگر آپ ملو تو تفصیل سنو۔ والسلام۔

ہمارے مکرم بھائی توجہ فرمائیں

نسیم دعوت۔ حضرت خلیفۃ اللہ علیہ السلام کی مبارک پیارکتاب آریہ دھرم کے رد میں پچھلے دنوں انگریزی میں ترجمہ ہو کر میگزین کے ذریعہ شایع ہوئی۔ مزید اشاعت کی غرض سے ہمنے اور بعض اور دوستوں نے پسند کیا کہ میگزین کے علاوہ کچھ زائد نسخے چھپوائے جائیں۔ اس پر ۲۰۰ کاپیاں زائد چھپوائی گئیں۔ فی کاپی ۴ر قیمت ہے۔ اب ضرورت محسوس ہوئی ہے کہ مختلف ممالک میں یہ رسالہ مفت ارسال کیا جائے۔ لیکن اس کی لاگت کے وصول کا یہ طریق ہے کہ سرگرم اہل دل احباب سے کچھ برگزیدے حسب استطاعت کاپیاں خریدیں اور روپیہ نقد مولوی محمد علی صاحب کے نام ارسال فرمائیں اور کوپن میں صاف تحریر کریں کہ اس قدر کاپیاں انکے نام سے تقسیم کیجائیں +

اس فعل جمیل سے کتابوں کا روپیہ بھی وصول ہو جائے گا۔ جو درحقیقت ناگہاں میگزین فنڈ پر بار ہوا اور ہمارے مکرم احباب کو اشاعت حق کے ثواب کا عمدہ موقعہ بھی مل جائے گا۔ ہمنے خود آٹھ آٹھ کاپیاں خریدنے اور اس کے نام پر ارسال کرنے کی اجازت بخشئے۔ والسلام۔

خاکسار عبد الکریم

کتاب جلاء الافہام اور شرح فصول اکبری ہمارے پاس موجود ہے۔ جلاء الافہام بقیمت ۱۲ر اور شرح فصول اکبری بقیمت ایک روپیہ۔ مل سکتی ہے۔ جن صاحبان کو ضرورت ہو مجھ سے طلب فرماویں۔

خاکسار فضل الرحمن مفتی

از دارالامان قادیان

ماسٹر نبی بخش احمد جان

مالکان کارخانہ گبردن تکیہ گوجران لدھیانہ پنجاب نمونہ جات گبردن۔ و جنتری معہ فہرست دیگر مال مفت عام تقسیم کرتے ہیں +

پھر اللہ تعالےٰ کی صفت الرحمن بیان کی ہے اور اس صفت کا تقاضا یہ ہے کہ وہ انسان کی فطری خواہشوں کو اس کی دعا یا التجا کے بغیر اور بدون کسی عمل عامل کے عطا کرتا ہے مثلاً جب انسان پیدا ہوتا ہے تو اس کے قیام و بقا کے لیئے جن چیزون کی ضرورت ہوتی ہے وہ پہلے سے موجود ہوتی ہین پیدا بیچہ ہوتا ہے لیکن مان کی چھاتیون مین دودھ پہلے آجاتا ہے۔ آسمان - زمین - سورج - چاند ستارے - پانی ہوا وغیرہ یہ تمام اشیاء جو اس نے انسان کے لئے بنائی ہین یہ اس کی صفت رحمانیت ہی کے تقاضے ہین۔ لیکن دوسرے مذہب والے یہ نہین مانتے کہ وہ بلا مبادلہ بھی فضل کر سکتا ہے؟ آریہ تو سرے سے اس مسئلہ کو مانتے ہی نہین جب کہ رب العالمین کے معنے بیان کرتے وقت بتایا ہے۔ عیسائیون نے بھی کفارہ کا مسئلہ درست کرنے کے لئے یہی اعتقاد کر رکھا ہے کہ وہ بلا مبادلہ رحم نہین کر سکتا مگر آ۔ یون سے تو یہ پوچھنا چاہیئے کہ یہ زمین آسمان چاند سورج ہوا پانی جو موجود ہے۔ کن گذشتہ کرمون کا پھل ہے۔ باقی آئندہ

آریہ سماج پر سلسلۂ عالیہ احمدیہ کی عظیم الشان فتح

کبھی نصرت نہین ملتی در مولیٰ سے گندون کو
کبھی ضایع نہین کرتا وہ اپنے نیک بندون کو

حضرت حجت اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کے اغراض پر جب نظر کیجاتی ہے تو ان میں سے ایک عظیم الشان غرض آپ کی بعثت اور نزول کی قرآن شریف نے یہ بیان کی ہے لیظہرہ علی الدین کلہ کل ادیان پر اسلام کو غالب کرنا یہ مسیح موعود کے ہاتھ پر مقدر ہو چکا تھا۔ اسی لئے جہان اس زمانہ مین تبلیغ اشاعت مذہب کے ذریعے وسیع ہو گئے ہین وہان حکومت کیطرف سے بھی آزادی مل گئی ہے۔ جس کی وجہ سے تمام مذاہب میدان مین نکل آئے ہین اور ہر ایک اپنے اپنے مذہب کی تبلیغ و اشاعت مین کوشان ہے۔ یہان تک کہ وہ مذاہب جو اپنا مخفی رہنا ہی باعث عافیت سمجھتے تھے وہ بھی اپنے اصولون کی اشاعت بیدریغ کرتے ہین +

غرض حضرت مسیح موعود کے لیئے یہ مقدر ہو چکا ہے کہ آپ اسلام کو کل مذاہب پر غالب کرین اور یہ غلبہ بذریعہ حجج و براہین اور آیات و خوارق ہوگا - اور یہی حضرت مسیح موعود کو اللہ تعالیٰ نے بشارۃ دی ہے۔ وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامۃ یعنے مین اے مسیح موعود تیرے متبعین کو کافرون پر قیامت تک غالب رکھونگا + اب دونون پیشگوئیون کو دیکھو اور پچھلے پچیس برس کے واقعات پر نظر کرو کہ کس طرح حضرت مسیح موعود نے اسلام کو کل مذاہب پر غالب کیا ہے اور یہ بھی کہ آپ کے سچے متبعین کو کس طرح پر میدان مقابلہ مین نصرت اور ظفر ملی ہے +

یہی وجہ ہے کہ کسی آریہ عیسائی برہمو کو حوصلہ نہین پڑتا کہ آپ کے متبعین کے ساتھ اپنے اصولون پر گفتگو کر سکے + جس شخص کو ہمارے اس دعوے مین شک ہو وہ آزما کر دیکھ لے + اور اگر کہین ایسا موقع کبھی آجاوے کہ باہم مکالمہ کی نوبت پہونچ جاوے تو منکر کو سخت زک اٹھا کر مبہوت ہونا پڑتا ہے اس کی تازہ نظیر لاہور آریہ سماج کا وہ مباحثہ ہے جو مسئلہ نیوگ اور طلاق کے متعلق سلسلہ عالیہ احمدیہ سے ۳۰ اپریل ۱۹۰۳ء کو ہوا ہے ہم اسکے تفصیلی حالات پھر لکھین گے انشاء اللہ مختصر طور پر یہ ظاہر کرنا چاہتے ہین کہ اس جلسہ مین اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے اسلام کی وہ عظیم الشان فتح آریہ قوم کے مقابلہ پر ہوئی جو اسے عرصہ دراز تک یاد رہیگی اسلام کیطرف سے سلسلہ عالیہ احمدیہ کے قابل قدر نوجوان ہمارے مخدوم بھائی ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب پروفیسر میڈیکل کالج لاہور تھے + آریہ سماج نے اس جلسہ کو بارونق بنانے مین کوئی دقیقہ فروگذاشت نہین کیا تھا۔ اور سالانہ جلسہ کی طرح روشنی اور دیگر تکلفات کا انتظام کیا ہوا تھا اور ان کو خیال تھا کہ جلسہ ان کی کامیابی اور خوشی کا موجب ہوگا مگر جب گفتگو شروع ہوئی تو اللہ تعالےٰ نے وہی سامان طرب انکے لئے ماتم کدہ بنا دیا - وہ کوئی جواب نہیں دے سکتے تھے اور ہمارے سپیکر نے جس قابلیت اور قادر الکلامی سے اپنے مضمون کو ادا کیا وہ انکی اپنی طاقت سے باہر تھا بلکہ وہ خود محسوس کرتے تھے اور انہون نے اس امر کا اعتراف کیا کہ محض ربانی تائید سے وہ بول رہے تھے ان کی تقریر کا کچھ ایسا اثر سننے والون پر پڑ رہا تھا کہ وہ خاموش سن رہے تھے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اسلام کے برکات اور انوار انکے دلون مین جذب ہو رہے ہین

ڈاکٹر صاحب نے اپنی تقریر سے پہلے یہ بات بطور اصول موضوعہ پیش کی کہ ہر ایک اہل مذہب جو اعتراض دوسرے کے مذہب پر کرے اس کی بنا اسکے اپنے مذہب کی مسلمہ الہامی کتب پر ہونی چاہیئے - اور ان کتابون پر ہو جنکو ہر ایک فریق اپنے لئے پیش کرے - چنانچہ انہون نے بتایا کہ ہم قرآن مجید کو مانتے ہین اور پھر صحیح بخاری اور صحیح مسلم کو اس شرط سے کہ وہ قرآن مجید کے خلاف کوئی بات پیش نہ کرین۔ اور یہ بھی کہا کہ آریون کیطرف سے ہم صرف ویدمانینگے اور ان کا وہ ترجمہ جو پنڈت دیانند صاحب نے اپنی کتاب ستیارتھ پرکاش یا بھومکا مین کیا ہے - اس شرط کو فریق مخالف نے بڑی خوشی سے منظور کر لیا + لیکن جب اس شرط کو مان لینے کے بعد نیوگ کے مفاسد اور مضار ستیارتھ پرکاش وغیرہ سے پڑھکر سنائے گئے اور طلاق کی فلاسفی ظاہر کی گئی تو پھر آریہ سماج پر گھڑون پانی پڑ گیا وہ اپنے زعم مین کچھ اور سمجھے بیٹھے تھے - لیکن جب ان کو اس شرط کے ساتھ محصور کر لیا گیا تو پھر طلاق پر کیا بول سکتے تھے بجز اسکے کہ سر نیچا کر کے بیٹھ جاتے - آخر انکو اعتراف کرنا پڑا کہ اب ہم آئندہ اہل اسلام سے مسئلہ طلاق و نیوگ مین بحث نہین کرتے - اگلے ہفتہ ہم سناتن دھرم والون سے مسئلہ نیوگ مین بحث کرینگے +

اس طرح پر خدا تعالےٰ نے اپنے پیارے دین اسلام کی عظمت ان دلائل اور براہین کے ساتھ جو اس نے اپنے برگزیدہ مسیح موعود کو دی ہین ایک انبوہ کثیر مین ظاہر کی اور دو پیشگوئیون کو پورا کیا + لیظہرہ علی الدین کلہ - کی پیشگوئی کو بھی اور جاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا کی پیشگوئی کو بھی فالحمد للہ علی ذالک -

اس جلسہ سے پہلے جناب ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب کو اللہ تعالےٰ نے بذریعہ ایک رویا بشارت کامیابی بھی دیدی تھی - جو انہون نے قبل از وقت احباب کو سنا دی تھی جسکو پورا ہونے پر انکو ایمان طبعی۔

ہم اس کامیابی پر اپنی ساری قوم کو عموماً اور لاہور کی جماعت کو خصوصاً مبارکباد دیتے ہین اور دعا کرتے ہین کہ اللہ تعالےٰ ہم مین سے ہر ایک کو اعلاء کلمۃ اللہ کی توفیق دے + آمین ۔

آخر مین یہ ظاہر کرنا بھی ضروری ہے کہ یہ جلسہ بڑے امن و امان سے ختم ہوا - جو اس امر کا بدیہی ثبوت ہے کہ ہماری جماعت نے نہایت شائستگی اور تہذیب کے ساتھ کلام کیا - سپرنٹنڈنٹ صاحب نے بھی آخر جلسہ مین اعتراف کیا کہ یہ جلسہ نہایت امن و امان اور بغیر کسی قسم کے شور و شر کے سرانجام ہوا ہے - الغرض یہ عظیم الشان فتح ہے - جو آریہ سماج پر سلسلہ عالیہ احمدیہ کو حاصل ہوئی ہے - اب امید کیجاتی ہے کہ آریہ سماج کے سمجھدار اور فہیم ممبر تو کم از کم آئندہ نیوگ جیسے مسئلہ سے توبہ کرینگے +

امید کی جاتی ہے کہ اس جلسہ کے مفصل حالات جلد تر ہم شایع کرنے کے قابل ہو سکین +

نبی معصوم یا انسان کامل

عیسائیوں سے مناظرہ کرنے والوں کے لیے ایک رہنما

عموماً عیسائی جب مسلمانوں سے مناظرہ کرتے ہیں یا کرنا چاہتے ہیں تو وہ نبی معصوم کی بحث درمیان میں لاتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ یسوع مسیح کے مقابلہ پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا معصوم ہونا ثابت کرکے دکھایا جاوے۔ یہ بحث لاریب بڑی ضروری اور اعلیٰ درجہ کی ہے کہ اس بات کا فیصلہ ہو جاوے کہ ایسا بزرگ نبی کون ہے؟ جس کی زندگی پاک اور مقدس ہو مگر افسوس تو یہ ہے کہ عیسائیوں کی غرض اس سوال کو اٹھا کر ایک مغالطہ دینا ہوتی ہے۔ ورنہ یہ سمجھ میں نہیں آسکتا کہ اس بحث سے کیا غرض ہو سکتی ہے؟ کہ کسی نبی کا معصوم ہونا ثابت کیا جاوے اور پبلک کو دکھایا جاوے کہ اس نبی سے اپنی عمر میں کوئی گناہ صادر نہیں ہوا۔ یہ طریق بحث ایسا ہے جس سے کوئی عمدہ نتیجہ پیدا نہیں ہوا۔ اور نہ ہو سکتا ہے کیونکہ گناہ کے متعلق ساری قوموں نے مجموعی طور پر کبھی اتفاق نہیں کیا کہ فلاں قول اور فعل گناہ میں داخل ہے۔ اور فلاں گفتار اور کردار گناہ میں داخل نہیں مثلاً بعض فرقے شراب پینا سخت گناہ سمجھتے ہیں اور بعض کے عقیدہ کے موافق جب تک روٹی توڑ کر شراب میں نہ ڈالی جاوے اور ایک نو مرید مع بزرگان دین کے اُس روٹی کو نہ کھاوے اور اُس شراب کو نہ پیوے تب تک دیندار ہونے کی پوری سند حاصل نہیں ہو سکتی۔ ایسا ہی بعض کے نزدیک اجنبی عورت کو شہوت کی نظر سے دیکھنا بھی زنا ہے مگر بعض کا یہ مذہب ہے کہ ایک خاوند والی عورت بیگانہ مرد سے بیشک اُس صورت میں ہم بستر ہو جائے جبکہ کسی وجہ سے اولاد ہونے سے نومیدی ہو اور یہ کام نہ صرف جائز بلکہ بڑے ثواب کا موجب ہے اور جتنیا ہے کہ دس گیارہ بچوں کے پیدا ہونے تک ایسی عورت بیگانہ مرد سے بدکاری میں مشغول رہ کر۔ ایسا ہی ایک کے نزدیک جوں یا پسو مارنا بھی حرام ہے اور دوسرا تمام جانوروں کو سبز ترکاریوں کی طرح سمجھتا ہے اور ایک کے مذہب میں سور کا چھونا بھی انسان کو ناپاک کر دیتا ہے اور دوسرے کے مذہب میں تمام سفید اور سیاہ سور بہت عمدہ غذا ہیں۔ اب اس سے ظاہر ہے کہ گناہ کے مسئلہ میں دنیا کو کلی اتفاق نہیں ہے۔ عیسائیوں کے نزدیک حضرت مسیح خدائی کا دعویٰ کرکے پھر بھی اول کے معصوم ہیں مگر مسلمانوں کے نزدیک اس سے بڑھ کر کوئی بھی گناہ نہیں کہ انسان اپنے تئیں یا کسی اور کو خدا کے برابر ٹھہراوے غرض یہ طریق مختلف فرقوں کے لیے ہرگز خدا شناسی کا معیار نہیں ہو سکتا۔ ہاں یہ طریق نہایت عمدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مقدس محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کا علمی اور عملی اور اخلاقی اور تقدسی اور برکاتی اور تاثیراتی اور ایمانی اور عرفانی اور افاضہ خیر اور طریق معاشرت وغیرہ وجوہ فضائل میں باہم موازنہ اور مقابلہ کیا جائے یعنی یہ کھلا جائے کہ ان تمام امور میں کس کی فضیلت اور فوقیت ثابت ہے اور کس کی ثابت نہیں کیونکہ جب ہم کلام کلی کے طور پر تمام طرق فضیلت کو مدنظر رکھکر ایک نبی کے وجوہ فضائل بیان کریں گے تو ہمیں یہ طریق بھی کھلا ہو گا کہ اسی تقریب پر ہم اُس نبی کی پاک باطنی اور تقدس اور طہارت اور معصومیت کے وجوہ بھی جس قدر ہمارے پاس ہوں بیان کر دیں۔ اور چونکہ اس قسم کا بیان صرف ایک جزوی بیان نہیں ہو گا بلکہ بہت سی باتوں اور شاخوں پر مشتمل ہے اسلیے پبلک کے لیے آسانی ہو گی کہ اس تمام مجموعہ کو زیر نظر رکھکر اس حقیقت تک پہنچ جائیں کہ ان دونوں نبیوں میں سے درحقیقت افضل اور اعلیٰ شان کس نبی کو حاصل ہے اور گو ہر ایک شخص فضائل کو بھی اپنے مذاق پر ہی قرار دیتا ہے مگر چونکہ یہ انسانی فضائل کا ایک کافی مجموعہ ہو گا اس لیے اس طریق سے افضل اور اعلیٰ جانچنے میں وہ مشکلات نہیں پڑینگی جو صرف معصومیت کی بحث میں پڑتی ہیں بلکہ ہر ایک مذاق کے انسان کے لیے اس مقابلہ اور موازنہ کے وقت ضرور ایک ایسا قدر مشترک حاصل ہو جائے گا جس سے بہت صاف اور سہل طریقہ پر نتیجہ نکل آئے گا کہ ان تمام فضائل میں سے فضائل کثیرہ کا مالک اور جامع کون ہے۔ پس اگر ہماری بحثیں محض خدا کے لیے ہیں تو ہمیں وہی راہ اختیار کرنی چاہیے جس میں کوئی اشتباہ اور کدورت نہ ہو۔ کیا یہ سچ نہیں ہے کہ معصومیت کی بحث میں پہلے قدم میں ہی یہ سوال پیش آئے گا کہ مسلمانوں اور یہودیوں کے عقیدہ کی رو سے جو شخص عورت کے پیٹ سے پیدا ہو کر خدا یا خدا کا بیٹا ہونا اپنے تئیں بیان کرتا ہے وہ سخت گنہگار بلکہ کافر ہے تو پھر اس صورت میں معصومیت کیا باقی رہی۔ اور اگر کہو کہ ہمارے نزدیک ایسا دعویٰ نہ گناہ نہ کفر کی بات ہے تو پھر اُسی الجھن میں آپ پڑ گئے جس سے بچنا چاہیے تھا کیونکہ جیسا آپ کے نزدیک حضرت مسیح کے لیے خدائی کا دعویٰ کرنا گناہ کی بات نہیں ہے ایسا ہی ایک شاکت مت والے کے نزدیک ماں بہن سے بھی زنا کرنا گناہ کی بات نہیں ہے اور آریہ صاحبوں کے نزدیک ہر ایک ذرہ کو اپنے وجود کا آپ ہی خدا جاننا اور اپنی پیاری بیوی کو باوجود اپنی موجودگی کے اولاد نہ ہونے یا دیگر اسباب کی وجہ سے کسی دوسرے سے ہم بستر کرا دینا کچھ بھی گناہ کی بات نہیں اور سناتن دھرم والوں کے نزدیک راجہ رامچندر اور کرشن کو اوتار جاننا اور پرمیشر ماننا اور پتھروں کے آگے سجدہ کرنا کچھ گناہ کی بات نہیں اور ایک گبر کے نزدیک آگ کی پوجا کرنا کچھ گناہ کی بات نہیں۔ اور فرقہ یہودیوں کے مذہب کے موافق غیر قوموں کے مال کی چوری کر لینا اور انکو نقصان پہونچا دینا کچھ گناہ کی بات نہیں اور بجز مسلمانوں کے سب کے نزدیک سود لینا کچھ بات نہیں تو اب کون ایسا فارغ جج ہے کہ ان جھگڑوں کا فیصلہ کرے۔ اس لیے حق کے طالب کے لیے افضل اور اعلیٰ نبی کی شناخت کے لیے یہی طریق کھلا ہے جو ہم نے بیان کیا ہے۔ اور اگر ہم فرض بھی کر لیں کہ تمام قومیں معصومیت کی وجوہ ایک ہی طور سے بیان کرتی ہیں یعنی اس بیان میں اگر تمام مذہبوں والے متفق بھی ہوں کہ فلاں فلاں امر گناہ میں داخل ہے جس سے باز رہنے کی حالت میں انسان معصوم کہلا سکتا ہے تو گو ایسا فرض کرنا غیر ممکن ہے تاہم اس امر کی تحقیق ہونے سے کہ ایک شخص شراب نہیں پیتا رہزنی نہیں کرتا ڈاکا نہیں مارتا خون نہیں کرتا جھوٹی گواہی نہیں دیتا ایسا شخص صرف اس قسم کی معصومیت کی وجہ سے انسان کامل ہونے کا ہرگز مستحق نہیں ہو سکتا اور نہ کسی حقیقی اور اعلیٰ نیکی کا مالک ٹھہر سکتا ہے مثلاً اگر کوئی کسی کو اپنا یہ احسان جتلائے کہ باوجودیکہ میں نے کئی دفعہ یہ موقع پایا کہ تیرے گھر کو آگ لگا دوں اور تیرے شیرخوار بچہ کا گلا گھونٹ دوں مگر پھر بھی میں نے آگ نہیں لگائی اور نہ تیرے بچہ کا گلا گھونٹا۔ تو ظاہر ہے کہ

مختصر نوٹ اور نکات

قیامت کے دن شرک کے بعد تکبر جیسی کوئی بلا نہیں یہہ ایک ایسی بلا ہے جو دونوں جہان میں انسان کو رسوا کرتی ہے خدا تعالیٰ کا رحم ہر ایک موحد کا تدارک کرتا ہے مگر متکبر کا نہیں شیطان بھی وحدہو نیکا دم مارتا تھا مگر چونکہ اس کے سر میں تکبر تھا اور آدم کو جو خدا تعالیٰ کی نظر میں پیارا تھا جب اُس نے توہین کی نظر سے دیکھا اور اُسکی نکتہ چینی کی اس لئے وہ مارا گیا۔ اور طوق لعنت اُسکی گردن میں ڈالا گیا سو پہلا گناہ جس سے ایک شخص ہمیشہ کے لئے ہلاک ہو گیا تکبر ہی تھا۔ اُسوقت بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے ارادہ کے موافق ایک **آدم** کو یہہ کہکر پیدا کیا ہے اردت ان استخلف فخلقت آدم یعنے میں نے ارادہ کیا کہ دنیا میں اپنا خلیفہ مقرر کروں سو میں نے آدم کو پیدا کیا۔ پس مبارک وہ جو اسکی اطاعت کیلئے سر تسلیم خم کرتا ہے اور افسوس اس پر جو ابی واستکبر کے نیچے آتا ہے ✣

دجالیت کا ادنیٰ مرتبہ یہہ ہے کہ جب حسب مضمون اخلد الی الارض نفسانی تشبیہوں کی طرف زیادہ جھکتا جاوے یہانتک کہ گہری تاریکیوں کے غاروں میں پڑکر تاریکی مجسم ہو جاوے اور بالطبع ظلمت کا دوست اور روشنی کا دشمن ہو جاوے یہہ حالت اور حقیقت پیدا ہو تو کہا جاوے گا کہ اسمیں حقیقت **دجالیہ** جلوہ گر ہے ✣

الیہ یصعد الکلم والعمل الصالح یرفعہ یعنی پاک روحیں جو نورانی الوجود ہیں خدا تعالیٰ کیطرف صعود کرتی ہیں اور عمل صالح انکا رفع کرتا ہے یعنے جسقدر عمل صالح ہو اسی قدر روح کا رفع ہوتا ہے اسجگہ اللہ تعالیٰ نے روح کا نام کلمہ رکھا یہہ اِس بات کی طرف اشارہ ہے کہ درحقیقت تمام ارواح کلمات اللہ ہی ہیں جو ایک لا یدرک بھید کے طور پر جسکی تہہ تک انسان کی عقل نہیں پہنچ سکتی روحیں بن گئی ہیں اسی بنا پر اِس آیت کا مضمون بھی ہے وکلمتہ القاہا الی مریم اور چونکہ یہہ سِر ربوبیت ہے اس لئے کسی کی مجال نہیں کہ اِس سے بڑھ کر کچھ بول سکے کہ کلمات اللہ ہی بحکم و باذن ربی لباس روح کا پہن لیتے ہیں اور انہیں وہ تمام طاقتیں اور قوتیں اور خاصیتیں پیدا ہو جاتی ہیں جو روحوں میں پائی جاتی ہیں اور پھر چونکہ ارواح طیبہ فنا فی اللہ ہونے کی حالت میں اپنے تمام قوی کو چھوڑ دیتے ہیں اور **اطاعت الٰہی** میں فانی ہو جاتی ہیں تو گویا پھر وہ روح کی حالت سے باہر آکر کلمات اللہ ہی بن جاتی ہیں جیسا کہ ابتدا میں وہ کلمۃ اللہ تھے سو کلمات اللہ نام سے ان پاک روحوں کو یاد کرنا ان کے اعلیٰ درجہ کے کمال کی طرف اشارہ ہے سو انہیں **نور کا لباس** ملتا ہے اور **اعمال صالحہ** کی طاقت سے انکا خدا تعالیٰ کی طرف رفع ہوتا ہے۔

مالک یوم الدین اللہ تعالیٰ کا وہ اسم ہے جو تمام تقویٰ اور پرہیزگاری کی بنیاد ہے اسی اسم کا فطرتی نقش ہر ایک بشر کو ارادہ بدی کے وقت خود بخود دھمکاتا اور ڈراتا اور نیک ارادہ کیوقت شاباش کرتا ہے جب کوئی انسان بدی کا ارادہ کرتا ہے تو اندر ہی اندر سے طرح طرح کے خوف اور دغدغہ پیدا ہوتے اور اکثر بدفعلی سے اسکو بچا دیتے ہیں لیکن اگر ایک دفعہ انسان گستاخی کے طور پر اس اندرونی تنبیہ اور الارم کی کچھ پرواہ نہ کرے تو دوسری دفعہ میں اس کی دلیری اور زیادہ ہو جاتی ہے حتیٰ کہ رفتہ رفتہ ایک قسم کی متواتر بیکاری سے انسان ایسا سیاہ باطن اور دلیر ہو جاتا ہے کہ پھر اندرونی فہمائش کی طرف خیال تک نہیں آتا یہہ مالک یوم الدین الرحمن الرحیم کا خاص فضل ہے کہ چونکہ اُس نے ایک روز انسان سے اس کے اعمال اور افعال پر پوری پوری بازپرس کرنی ہے اس کے پہلے سے ہی نیکی یا بدی کا علم اُس کی فطرت میں ڈال دیا ہے تاکہ انصاف کے وقت بریت یا غیر بریت کے واسطے حجت ہو سکے ✣

انسان جس کے اندر ہزارہا قسم کی جسمانی اور روحانی طاقتیں رکھی گئیں ہیں اور جسم اور روح کے واسطے علیحدہ علیحدہ قسم کی غذائیں مقرر فرمائی گئی ہیں جبتک وہ اپنی جسمانی لیاقتوں اور طاقتوں کو کام میں نہیں لائیگا اوسوقت تک اوسکو جسمانی رزق نہیں مل سکتا۔ اور جسوقت تک اپنی روحانی حواس اور قویٰ کو کام میں نہیں لائیگا اُس وقت تک اُس کو روحانی رزق حاصل نہیں ہو سکتا۔ اگر کوئی چاہے کہ بلا کھانے اور پینے کے اُس کے جسم کو غذا پہنچ جائے تو یہہ ایک قسم کا جنون ہے۔ اگر کوئی چاہے کہ بلا کاشتکاری کے اناج کاٹ لے تو یہہ خیال ہی باطل ہے اگر کوئی چاہے کہ بلا حمد الٰہی کے اُس کی روح تازہ اور ترقی پر رہے تو یہہ محال ہے۔ چونکہ انسان کو تمام حیوانات کی نسبت جسمانی اور روحانی قویٰ بدرجہا زیادہ دئے گئے ہیں۔ اس لئے اُسکو سب سے زیادہ محنت اُٹھانی پڑتی ہے۔ تمام دینی معاملات میں خداداد عقل اور قابلیت کو کام میں لگانا اُس کا فرض ہے۔ محض زبانی یا رسمی طور کی عبادت اور ذکر اذکار سے روح کی پرورش نہیں کر سکتے کیونکہ روح کی زندگی روحانی قویٰ کی محنت پر منحصر ہے جیسا کہ جسم کی پرورش جسمانی قویٰ کی کارگذاری اور محنت پر اگر کوئی غذا کا نام لیتا رہے یا اُس کے تصور میں بیٹھا رہے تو اُس کے جسم کی کچھ پرورش نہیں ہو سکتی ایسا ہی اگر کوئی شخص زبان یا ہاتھ پاؤں سے اللہ تعالیٰ کی حمد کرے اور رکوع و سجود میں معروف رہے۔ تاوقتیکہ اُس کی روح مشغول نہ ہو اُسوقت تک روحانی ترقیات حاصل نہیں ہو سکتیں ✣

علیہم الصلوٰۃ من ربہم ورحمت واولئک ھم المھتدون یہ آیت صابرین کی نسبت ہے جو لوگ مصیبت کے وقت یہہ کہکر چپ ہو رہتے ہیں کہ ہم اللہ کے واسطے ہیں اور جو کچھ ہمارا ہے وہ تمام اللہ کا ہے ہمیں اللہ کی طرف پہنچنا ہے اونپر اونکے رب کی طرف سے صلوٰۃ اور رحمت ہے اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں یعنی یہہ لوگ اللہ تعالیٰ کے خاص فیوض انعامات اور رحمت کے مورد ہو جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رہبری اور رہنمائی اون کے شامل حال ہوتی ہے ✣

ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیہم الملئکۃ الا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون نحن اولیاءکم فی الحیوۃ الدنیا وفی الاخرۃ تحقیق جن لوگوں نے یہہ قرار کیا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر اوس قول پر قائم ہو گئے۔ یعنی تمام اپنا حال وقال اس اقرار کے مطابق بنا لیا یعنی تمام دنیا پرستی۔ ریاکاری۔ فریب ظلم اور بدنیتی کو چھوڑ کر اللہ کی رضا پر پورے طور سے قائم ہو گئے۔ اوسی کو اپنا رزاق قرار دے لیا کبھی کسی خوف اور اندیشہ سے اونکا دل اس ایمان اور یقین سے متزلزل نہیں ہوا اون لوگوں پر فرشتے نازل ہوتے ہیں کہ خوف مت کرو اور غم مت کھاؤ اور جس بہشت کا تمکو وعدہ دیا گیا تھا اس کی بشارت لو اور ہم دنیا و آخرت میں تمہارے رفیق ہیں۔

تنزل ملائکہ کا ایک عجیب سلسلہ ہے جو رویائے صادقہ مکاشفات اور الہامات کی صورتمیں ہمیشہ متقی اور مومن لوگوں پر ظاہر ہوتا رہتا اونکو ہر قسم کے خوف اور حزن سے نجات دیتا اور دُنیا میں ہی بہشتی زندگی کے سامان پیدا کر دیتا ہے ✣

اجیب دعوۃ الداع اذا دعان فلیستجیبوالی ولیومنوا بی لعلھم یرشدون جب کوئی پکارنیوالا مجھکو پکارتا ہے تو میں اُس کی پکار کو سنتا ہوں۔ پس چاہیئے کہ مجھ سے دعا مانگا کریں اور مجھپر ایمان رکھیں تاکہ رشد حاصل کریں

عام واقفیت بڑھانے والی خبریں

بڑے بڑے طبیبوں کا جنہوں نے کسی خاص مرض کی تحقیقات میں شہرت حاصل کی ہے قول ہے کہ جو مرد اپنی موچھوں کو برابر بل دیتے رہتے یا ناخون کاٹتے رہتے۔ یا چلنے میں اپنی چھڑی گھماتے جاتے یا بھویں سکیڑتے اور پیشانی پر شکن ڈالتے رہتے یا بیٹھنے میں ایک پاؤں کا تلوا دوسرے پاؤں کے اوپر رکھتے۔ یا لکھتے وقت غیر ضروری الفاظ کے نیچے خط کھینچتے جاتے۔ یا جو مرد یا عورت چھاتا سیدھا لگا کر چلتے یا پانی برستے میں کہیں نہیں مڑتے۔ بلکہ چھاتے کو اپنے چہرے کے آگے لگا کر چلتے جاتے ہیں۔ وہ یقینًا یا تو نصف دیوانہ ہو چکے یا کسی وقت ضرور دیوانے ہو جائینگے +

مسٹر جے۔ بجے۔ ہکس ساکن لندن ایک ایسا آلہ فروخت کرتے ہیں جو مختلف کمروں میں لگ سکتا ہے اور اگر کسی کمرے میں رات کو آگ لگ جائے تو اسکے ذریعہ سے فورًا اطلاع ہو جاتی ہے اگ لگتے ہی اس آلہ سے ایک گھنٹی بجتی اور لوگوں کو ہوشیار کر دیتی ہے یہہ آلہ خصوصًا عمارات کی آتشزدگی کیلئے بہت مفید ہوگا۔ کیونکہ اکثر رات کو سوتے میں ایسے حادثہ کی خبر نہ ہونے کے باعث علاوہ مال و اسباب کے بہت سی بیش قیمت جانیں بھی تلف ہو جاتی ہیں +

دو مشہور عالم طبیبوں نے بولوگنا کی مدرسہ سائنس کو اطلاع دی ہے کہ اُنہوں نے مرض نمونیا کے جرم دریافت کر لئے ہیں جو بہت جلد بڑھ جاتے ہیں۔ وہ یہہ بھی کہتے ہیں کہ اُنہوں نے خرگوش کے خون کے پانی کو پچکاری کے ذریعہ سے ایسے مریض کے جسم میں داخل کر کے اجرام کو فنا کرنے میں بھی کامیابی حاصل کر لی ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ پیرس کے پاسٹیور انسٹیٹیوٹ کے ڈاکٹر مارگورک نے جو مرض دق کے علاج کی پچکاری دریافت کی ہے۔ اور جس کے تجربہ میں وہ کامیاب بھی ہوئے ہیں بہت ہی درست ایجاد ہے۔

بعض جانوروں کے دانت ہمیشہ بڑھتے رہتے ہیں ایسے جانور چوہے اور گلہری ہیں۔ انسان کے دانت بھی ایک قسم کی نرم جگہ سے نکلتے ہیں جو دانتوں کے بڑھ جانے کے بعد باقی نہیں رہتی مگر چوہے کے دانتوں کے نکلنے کی جگہ ہمیشہ نرم رہتی اور اُسمیں ایسا مادہ جمع رہتا ہے جس سے دانت بڑھتے رہتے ہیں۔ اسلئے چوہا برابر کچھ نہ کچھ کترتا ہی رہتا ہے تاکہ اُس کے دانت گھسنے کے باعث اپنی اصلی لمبائی تک قائم رہیں +

سب سے بڑی تتلیاں جزیرہ مولکا میں پائی جاتی ہیں ان کے پرندوں کے سے پر ۱۲ انچ چوڑے ہوتے ہیں +

ایک فرنچ سائنس دان کی رائے ہے کہ اگر پودوں کی جڑوں میں گلیوکوز یا گلیسرین لگا دی جائے تو اُس درخت کے بڑہاؤ کی ترقی ہوتی ہے ابھی تھوڑے ہی دن گذرے کہ قلعہ کارکیسونی واقع فرانس میں ایک سپاہی نے پھانسی لگا کر خودکشی کرنی چاہی اُس کے ساتھیوں نے اُسے مردہ پایا مگر فوج کے ڈاکٹر نے اُسے زندہ کرنے کی کوشش کی اور آٹھ گھنٹے اُس کی زبان اور بازوؤں کو حرکت دینے کے بعد سپاہی ہوش میں آگیا۔ اور اُس کا گیا ہوا دم لوٹ آیا۔ +

ایک لیڈی کو عجب مرض ہو گیا ہے وہ دن میں نہ تو لکھ پڑھ سکتی اور نہ اور کوئی کام کر سکتی ہے جو نظر کے پاس سے کیا جائے۔ اُس کی نگاہ دن کی یا گیس روشنی میں کم ہوتی جاتی ہے۔ مگر رات کو دیکھنے کی طاقت اُسمیں بڑھتی جاتی ہے۔ جوں جوں اُس کی نگاہ دن میں گھٹتی جاتی ہے۔ توں توں رات میں بڑھتی جاتی ہے۔ یہ حالت اُس کی اُسوقت سے ہو گئی ہے جبکہ گذشتہ موسم گرما میں ایک حادثہ میں اُس کی ایک آنکھ پھوٹ گئی تھی +

ماہوار باتصویر رسالہ دلچسپ کا اجراء

اہل ملک تو اردو اخبارات اور رسالوں کی ناقابلیت اور بے بضاعتی کے شاکی ہیں اور اردو اخبارات ملک کی ناقدر دانی کا گلہ کرتے ہیں سچ پوچھئے تو حقیقت میں دونو طرف کا گلہ شکوہ ایک حد تک واجبی ہے۔ لیکن پھر بھی ملک میں ایسے اردو اخبارات اور رسالے موجود ہیں جو اپنی قابلیت کی وجہ سے ممتاز اور معزز سمجھے جاتے ہیں اور ملکی قدر دانی بھی اون کے خیر مقدم میں دن بدن ترقی کا قدم بڑہا رہی ہے +

ہم نے اس شکوہ و شکائیت کا فیصلہ کر دیا ہے:

"دلچسپ" ایک ایسا ماہوار رسالہ جاری کیا جاتا ہے جو **عدیم المثال** قابلیت اور خوبی کے لحاظ سے ملکی قدر دانی کے لئے خصوصیت کے ساتھ بہت بڑی گنجائش پیدا کرے گا۔ اور کمی قیمت کی وجہ سے کثرت اشاعت کے میدان کو بہت کچھ وسعت دیگا دلچسپ میں تمام دنیا کی دلچسپیاں موجود ہونگی۔ یہہ لٹریچر کی اعلیٰ خوبیوں کے ساتھ مضامین ذیل کا مخزن ہوگا۔ علمی۔ اخلاقی۔ سوشیل۔ پولٹیکل آرٹیکل۔ سوانح عمریاں مشاہیر عالم کے تذکرے اور تصاویر۔ تاریخی واقعات اور اُن کے مرقعے۔ تجارتی اور صنعتی حالات۔ طبی مضامین۔ جدید تحقیقاتیں۔ نئی علمی ترقیاں۔ سائنس کے کرشمے۔ تازہ معاملات اور مشہور مقامات کے فوٹو۔ عجائبات عالم۔ مختلف ممالک مختلف اقوام کی رسوم و عادات زنانہ معاملات۔ دلچسپ سٹوریاں (حکایات) جدید تصنیفات اور تالیفات پر ریویو۔ شائستہ مگر دل پسند مذاق۔ اعلیٰ درجہ کی نظمیں پرانی شاعری کے منتخب نمونے۔ مذاقی نظمیں مشاہیر عالم کے اقوال۔ ضرب الامثال۔ عام واقفیت ناظرین کے استفسارات۔ انعامی مقابلے۔ روئے زمین کی چیدہ چیدہ خبریں۔ مفید اشتہارات وغیرہ +

تصاویر کا حصہ قابل دید ہوگا +

ان تمام خوبیوں کے ساتھ لکھائی چھپائی کاغذ ایک سے ایک بڑھ کر ہونگے۔ اور پیسہ اخبار کے برابر (۱۸×۲۲) ۴۸ صفحوں کا ماہوار ہر مہینے کی بیسویں تاریخ کو شائع ہوگا قیمت سالانہ مع محصول ڈاک صرف ایک روپیہ (عہ) ہوگی +

دلچسپ ایک ایسا رسالہ ہوگا جسکے فائل دلچسپیوں کا ہمیشہ زندہ رہنے والا مجموعہ ہونگے +

پس کوئی وجہ نہیں کہ

دلچسپ، کی ماہوار اشاعت بیس پچیس ہزار نہ ہو۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ اردو اخبارات کی ناقابلیت اور بے بضاعتی کی شکائیت درست ہے، یا ملکی ناقدر دانی کا شکوہ بجا ہے +

درخواستیں بنام منیجر دلچسپ امرتسر کے آنی چاہئیں۔

آمد چوش انسکلوپیڈیا

بابت ما، اپریل ۱۹۰۶ء

نام	پتہ	چندہ	نام	پتہ	چندہ
منشی محمد یوسف	مردان	عہ	محمد اکرم بیگ	سناری کوہاٹ	۲ر
مرزا امیر اکبر	”	”	حافظ فتح الدین	مرار	سے ر
مرزا امیر احمد	”	۴ر	منشی احمد دین	گجرانوالہ	۸ر
بابو جمال دین	”	عہ	منشی عبدالخالق	بخاری	”
ہمزاللہ خاں	”	۴ر	جماعت	پشاور	۹ر
جماعت	جموں	۱۵ر	بابو اسمٰعیل	لمباگاؤں	۲ر
منشی گلزار محمد	گڑھ شنکر	۴ر	بابو وزیر دین	سجانپور	۸ر
ڈاکٹر محمد اسمٰعیل	”	۴ر	بابو برکت علی	نہر جہلم	”
سید جلال	بربرہ	عہ	میاں میراں بخش	”	عہ
مستری عبدالصمد	نہر جہلم	۸ر	میاں برکت علی	رنمل	۴ر
			بابو نذیر الدین صاحب	بھاموللہ	عہ

عقلمندوں کے نزدیک یہ کوئی اعلیٰ درجہ کی نیکی نہیں سمجھی جائے گی اور نہ ایسے حقوق اور فضائل کو پیش کرنے والا کوئی بھلا مانس انسان خیال کیا جائے گا۔ ورنہ ایک حجام اگر یہ احسان جتلا کر ہمیں ممنون بنانا چاہے کہ بالوں کے کاٹنے یا درست کرنے کے وقت مجھے یہ موقعہ ملا تھا کہ میں تمہارے سر یا گردن یا ناک پر اُسترہ مار دیتا مگر میں نے یہ نیکی کی کہ نہیں مارا تو کیا اس سے وہ ہمارا اعلیٰ درجہ کا محسن ٹھہر جائے گا اور والدین کے حقوق کیطرح اسکے حقوق بھی تسلیم کیے جائیں گے؟ نہیں بلکہ وہ ایک طور کے جرم کا مرتکب ہے جو اپنی ایسی صفات ظاہر کرتا ہے اور ایک دانشمند حاکم کے نزدیک ضمانت لینے کے لائق ہے۔ غرض یہ کوئی اعلیٰ درجہ کا احسان نہیں ہے کہ کسی نے بدی کرنے سے اپنے تئیں بچائے رکھا کیونکہ قانون سزا ہی تو اسے روکتا تھا مثلاً اگر کوئی شریر نقب لگانے یا اپنے ہمسایہ کا مال چرانے سے رک گیا ہے تو کیا اسکی یہی وجہ ہو سکتی ہے کہ وہ اُس شرارت سے باز رہ کر اس سے نیکی کرنا چاہتا تھا بلکہ قانون سزا بھی تو اسے ڈرا رہا تھا کیونکہ وہ یہ بھی جانتا تھا کہ اگر میں نقب زنی کے وقت یا کسی کے گھر میں آگ لگانے کے وقت یا کسی بیگناہ پر پستول چھوڑنے کے وقت یا کسی بچہ کا گلا گھونٹنے کے وقت پکڑا گیا تو پھر گورنمنٹ پوری سزا دیکر جہنم تک پہونچائے گی۔ غرض اگر یہی حقیقی نیکی اور انسان کا اعلیٰ جوہر ہے تو پھر تمام جرائم پیشہ ایسے لوگوں کے محسن ٹھہر جائیں گے جنکو انھوں نے کوئی ضرر نہیں پہونچایا۔ لیکن جن بزرگوار ونکو ہم انسان کامل کا خطاب دینا چاہتے ہیں کیا اُنکی بزرگی کے اثبات کے لیے ہمیں یہی وجوہ پیش کرنے چاہییں کہ کبھی انھوں نے کسی شخص کے گھر کو آگ نہیں لگائی چوری نہیں کی کسی بیگانہ عورت پر حملہ نہیں کیا ڈاکہ نہیں مارا کسی بچہ کا گلا نہیں گھونٹا حاشا وکلا یہ کمینہ باتیں ہرگز کمال کی وجوہ نہیں ہو سکتیں بلکہ ایسے ذکر سے تو ایک طور سے ہجو نکلتی ہے۔ مثلاً اگر میں یہ کہوں کہ میری دانست میں زید جو ایک شہر کا معزز اور نیک نام رئیس ہے فلاں ڈاکہ میں شریک نہیں ہے یا فلاں عورت کو جو چند آدمی زنا کے لیے بہکا کر لے گئے تھے اس سازش سے زید کا کچھ تعلق نہ تھا تو ایسے بیان میں میں زید کی ایک طریق سے ازالہ حیثیت عرفی کر رہا ہوں کیونکہ پوشیدہ طور پر پبلک کو احتمال کا موقع دیتا ہوں کہ وہ اس مادہ کا آدمی ہے گو اسوقت شریک نہیں ہے۔ پس خدا کے پاک نبیوں کی تعریف اسی حد تک ختم کر دینا بلاشبہ انکی ایک سخت مذمت ہے اور اسی بات کو انکا بڑا کمال سمجھنا کہ جرائم پیشہ لوگوں کیطرح ناجائز تکالیف عامہ سے اُنھوں نے اپنے تئیں بچایا ان کے مرتبہ عالیہ کی بڑی ہتک ہے اول تو بدی سے باز رہنا جسکو معصومیت کہا جاتا ہے کوئی اعلیٰ صفت نہیں ہے۔ دنیا میں ہزاروں اس قسم کے لوگ موجود ہیں کہ اُنکو موقع نہیں ملا کہ وہ نقب لگائیں یا دھاڑا ماریں یا خون کریں یا شیرخوار بچوں کا گلا گھونٹیں یا بیچاری کمزور عورتوں کا زیور کانوں سے توڑ کر لیجائیں۔ پس ہم کہاں تک اس ترک شر کیوجہ سے لوگونکو اپنے محسن ٹھہراتے جائیں اور انکو محض اسی وجہ سے انسان کامل مان لیں؟ ماسوا اس کے ترک شر کے لیے جسکو دوسرے لفظوں میں معصومیت کہتے ہیں بہت سے وجوہ ہیں ہر ایک کو یہ لیاقت حاصل ہے کہ راتکو اکیلا اُٹھے اور حربہ نقب ہاتھ میں لیکر اور لنگوٹی باندہ کر کسی کوچہ میں گھس جائے اور عین موقع پر نقب لگا دے اور مال قابو میں کرے اور پھر جان بچا کر بھاگ جائے اس قسم کی مشقتیں نبیوں کو کہاں ہیں اور بغیر لیاقت اور قوۃ کے جرأت پیدا ہی نہیں ہو سکتی۔ ایسا ہی زناکاری بھی قوت مردی کی محتاج ہے اور اگر مرد ہو بھی تب محض خالی ہاتھ سے غیر ممکن ہے۔ بازاری عورتوں نے اپنے نفس کو وقف تو نہیں کر رکھا وہ بھی آخر کچھ مانگتی ہیں۔ تلوار چلانے کے لیے بھی بازو چاہیے اور کچھ انکل بھی اور کچھ بہادری اور دل کی قوۃ بھی۔ بعض ایک چڑیا کو بھی مار نہیں سکتے۔ اور ڈاکا مارنا بھی ہر ایک بزدل کا کام نہیں۔ اب ایسا تھا کون فیصلہ کرے کہ مثلاً ایک شخص جو ایک پرثمر باغ کے پاس پاس جا رہا تھا اسنے اس باغ کا اسلیے بے اجازۃ پھل نہیں توڑا کہ وہ ایک بڑا مقدس انسان تھا کیا وجہ کہ ہم یہ نہ کہیں کہ اسلیے نہیں توڑا کہ دکا وقت تھا بچاس محافظ باغیں موجود تھے اگر توڑتا تو پکڑا جاتا مار کھاتا بعزۃ ہوتا۔ اس قسم کی نبیوں کی تعریف کرنا ادب بار معصومیۃ معصومیۃ پیش کرنا اور دکھلانا کہ انھوں نے ارتکاب جرائم نہیں کیا سخت مکروہ اور ترک ادب ہے۔ ہاں ہزاروں صفات فاضلہ کے ضمن میں اگر یہ بھی بیان ہو تو کچھ مضائقہ نہیں۔ مگر صرف اتنی ہی بات کہ اس نبی نے کبھی کسی بچہ کا دو چار آنہ کی طمع کے لیے گلا نہیں گھونٹا یا کسی اور کمینہ بدی کا مرتکب نہیں ہوا یہ بلاشبہ ہجو ہے۔ یہ ان لوگوں کے خیال ہیں جنھوں نے انسان کی حقیقی نیکی اور حقیقی کمال میں کبھی غور نہیں کی۔

جس شخص کا نام ہم انسان کامل رکھتے ہیں ہمیں نہیں چاہیے کہ محض ترک شر کے پہلو سے اُسکی بزرگی کا وزن کریں۔ کیونکہ اس وزن سے اگر کچھ ثابت ہو تو صرف یہ ہوگا کہ ایسا انسان بدمعاشوں کے گروہ میں سے نہیں ہے معمولی بھلے مانسوں میں سے ہے کیونکہ جیسا کہ ابھی ہم بیان کیا ہے محض شرارۃ سے باز رہنا کوئی اعلیٰ خوبیوں کی بات نہیں۔ ایسا تو کبھی سانپ بھی کرتا ہے کہ آگے سے خاموش گذر جاتا ہے اور حملہ نہیں کرتا اور کبھی بھیڑیا بھی سامنے سے سرنگوں گذر جاتا ہے۔ ہزاروں بچے ایسی حالت میں مر جاتے ہیں کہ کوئی ضرر بھی کسی انسان کو اُنھوں نے نہیں پہونچایا تھا بلکہ انسان کامل کی شناخت کے لیے کسب خیر کا پہلو دیکھنا چاہیے یعنی یہ کہ کیا کیا حقیقی نیکیاں اس سے ظہور میں آئیں اور کیا کیا حقیقی کمالات اسکے دل اور دماغ اور کانشنس میں موجود ہیں اور کیا کیا صفات فاضلہ اسکے اندر موجود ہیں۔ سو یہی وہ امر ہے جسکو پیش نظر رکھکر حضرۃ مسیح کے ذاتی کمالات اور انواع خیرات اور ہمارے نبی صلعم کے کمالات اور خیرات کو ہر ایک پہلو سے جانچنا چاہیے مثلاً سخاوت قوۃ مواسات حقیقی حلم جسکے لیے قدرۃ سخت گوئی شرط ہے حقیقی عفو جسکے لیے قدرۃ انتقام شرط ہے حقیقی شجاعۃ جسکے لیے خوفناک دشمنوں کا مقابلہ شرط ہے حقیقی عدل جسکے لیے قدرۃ ظلم شرط ہے حقیقی رحم جسکے لیے قدرۃ سزا شرط ہے اور اعلیٰ درجہ کی زیرکی اور اعلیٰ درجہ کا حافظہ اور اعلیٰ درجہ کی فیض رسانی اور اعلیٰ درجہ کی استقامت اور اعلیٰ درجہ کا احسان جنکے لیے نمونے اور نظیریں شرط ہیں پس اس قسم کی صفات فاضلہ میں مقابلہ اور موازنہ ہونا چاہیے نہ صرف ترک شر میں جس کا نام عیسائی معصومیۃ رکھتے ہیں کیونکہ نبیوں کی نسبت یہ خیال کرنا بھی ایک گناہ ہے کہ انھوں نے چوری ڈاکا وغیرہ کا موقع پاکر اپنے تئیں بچایا یہ جرائم ان پر ثابت نہ ہوسکے بلکہ حضرۃ مسیحؑ کا یہ فرمانا کہ "مجھے نیک مت کہہ" یہ ایک ایسی وصیت تھی جسپر پادری صاحبوں کو عمل کرنا چاہیے تھا۔ پس جو لوگ عیسائی صاحبوں سے مناظرہ کرتے ہیں یا عیسائی صاحبوں سے انکو سابقہ پڑتا ہے انھیں چاہیے کہ اُصول پر اُنسے گفتگو کریں کہ ان دونوں نبیوں میں سے کمالات ایمانی و اخلاقی و برکاتی و تاثیراتی و قولی و فعلی و ایمانی و عرفانی و علمی و تقدسی اور طریق معاشرۃ کے رو سے کون نبی افضل و اعلیٰ ہے۔ جب اس طریق پر اُنسے گفتگو شروع کیجائیگی تو یقیناً وہ بھاگیں گے کیونکہ عیسائیت اس اصل اور محک پر یسوع مسیح کو پورا اُتار نہیں سکتے چنانچہ جب حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ السلام نے لاہور کے لاٹ پادری یعنی لشپ صاحبکو دعوۃ دی تو آخر اُن کو رکیک حجتوں اور بودے عذروں سے اس میدان کو ٹال نا ہی پڑا۔ پس یہ ایک زبردست ہتھیار ہے اُن لوگوں کے لیے جنکو عیسائی حملہ آوروں سے مقابلہ کرنا پڑتا ہے اور یہ خطا نہ کرنے والا حربہ ہے۔

حفظ صحت اور اسلام

نمبر دوم

بعض اپنی سستی اور نادانی سے اپنے جسم۔ کپڑوں یا مکان یا محلہ کو غلیظ اور متعفن رکھتے ہیں۔ بعض غلیظ یا ناقص ہوائیں رہتے۔ یا ناقص پانی استعمال کرتے ہیں۔ مثلاً بڑے شہروں میں نیچے کی منزل پر اقامت رکھتے ہیں۔ حالانکہ نشیب میں عفونتیں زیادہ ہوتی ہیں بیشمار اشخاص متعدی اور وبائی امراض سے جو احتیاط لازم ہیں از روئے جہالت یا سرکشی ان کی پابندی نہیں کرتے۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ صدہا وبائی امراض انسان کی بدعملیوں کی وجہ سے قہر الہی کے طور پر ظاہر ہوتے ہیں جو بنی نوع کو سخت ہراس اور گریہ وزاری میں ڈال کر کچھ عرصہ کے بعد خود بخود دور ہو جاتے ہیں۔ تاہم اُن کے لئے ظاہر اسباب ضرور ظاہر ہوتے ہیں۔ جنکے دفیعہ کیلئے انسان کوشش کر سکتا ہے حدیث شریف میں وارد ہے کہ لِکُلِّ دَاءٍ دَوَاءٌ پھر کسی مرض کو انسانی تدبیر سے باہر سمجھنا سراسر عقل اور دین کے خلاف ہے۔

اس عالم کا نام دانشمندوں نے عالم اسباب اس بنا پر رکھا ہے کہ اس میں ہر ایک واقعہ خاص خاص اسباب کے مطابق ظہور پذیر ہوتا ہے۔ ہاں ہر ایک واقعہ کے مختلف اسباب ہو سکتے ہیں مگر بلا اسباب کوئی واقعہ ظہور میں نہیں آتا۔ پھر قرآن مجید فرماتا ہے کہ وَیُحِلُّ لَهُمُ الطَّیِّبَاتِ یعنی اون کے واسطے تمام پاک اشیاء اور ہر طرح سے ستھری اور پسندیدہ چیزیں حلال کرتا ہے وَیُحَرِّمُ عَلَیْهِمُ الْخَبَائِثَ یعنی اون پر تمام ناپاک اشیاء حرام کرتا ہے۔ طیبات سے مراد وہ تمام افعال اور اشیاء ہیں جو بذات خود پاکیزہ اور خوشگوار معلوم ہوتی اور اپنے نتائج بھی مفید اور صحت بخش ظاہر کرتے ہیں۔ برعکس اس کے خبائث وہ تمام افعال اور اشیاء ہیں۔ جو بذات خود نفرت خیز اور اُن کے نتائج بھی پُرضرر اور قبیح ہوتے ہیں۔

پس حکم ہے کہ طیبات کو اختیار کرو۔ اور خبائث سے بچو مکانات محلہ شہر۔ اور تمام گرد و نواح کو پاک و صاف رکھنا بروئے قرآن مجید اعلی درجہ کی نعمتوں میں سے ہے چنانچہ وہ فرماتا ہے وَیُنَزِّلُ عَلَیْکُمْ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً لِیُطَهِّرَکُمْ یعنی اللہ تعالی نے آسمان سے پانی اُتارا تاکہ تمہیں اور تمہاری بستیوں کو پاک صاف کردے ہم دیکھتے ہو کہ جب بارش ہوتی ہے تو وہ تمام درختوں اور مکانات کی بیرونی سطح کو کیسے صاف کر دیتی ہے زور کی بوچھاڑ تمام جمے ہوئے گرد و غبار اور میل کچیل کو دھو ڈالتی ہے پھر گلیوں اور نالیوں سے پانی زور اور افراط کے ساتھ بہتا ہوا مہینوں کی غلاظت اور گندگی کو بہا کر لے جاتا ہے۔

بارش کی پرزور دھار کس طاقت کے ساتھ اپنا کام کرتی ہے۔ کیا کوئی انسانی طاقت یا انجن ہے کہ اس افراط۔ اسقدر بلندی۔ اور اس زور شور سے پانی برسا دے جو تمام سطح زمین اور نالیوں وغیرہ کو دُور دُور تک دھو ڈالے۔ اور تمام غلاظتوں کو خود بخود اُٹھا کر بہاتے ہوئے کوسوں کے فاصلہ پر لیجا کر گرا دے۔ ایک شہر کو تمام نیچے اور اوپر سے کامل طور پر دھو ڈالے۔

الغرض بارش کے بیشمار فیضان میں سے ایک یہہ بھی قابل شکر فیض ہے کہ تمام بستی اور گرد و نواح کی زمین کو ایسی عمدگی اور کمال کے ساتھ صاف کر ڈالتی ہے کہ کوئی میونسپل کمیٹی اوس کا عشر عشیر بھی نہیں کر سکتی۔ اگر کروڑہا کروڑ روپیہ صرف کئے جاکر صدہا انجن ایک ملک پر لگائے جائیں تو وہ صفائی کے لحاظ سے ہرگز اسقدر کام نہیں دے سکتے۔ جو دو چار گھنٹہ کی بارش کر جاتی ہے پس یہہ اُس سینی ٹری کمشنر حقیقی کا خاص انتظام ہے جو اُس کے تقاضا رحمانیت و ربوبیت سے ہمیشہ نوع انسان کیلئے موجود ہے جس کے لئے کوئی ٹیکس یا محصول قائم نہیں کیا گیا سوائے اس کے کہ انسان خود اپنی روحانی ترقیات کے لئے اوس ذات باری کے انعامات کو یاد کرے اور اُن کا شکریہ ادا کرتا رہے۔

پس جبکہ بارش صفائی کیلئے ایک خاص انتظام ہے اس لئے بستیوں کا اونچی سطح پر ہونا ضروری ہے تاکہ تمام غلاظت جو بارش کے پانی سے دھولی جاتی ہے بہکر دور [illegible] بستی کے قریب ہونے چاہئیں تاکہ متعفن ہوکر بارش کی صفائی کنندہ طاقتوں کو زائل نہ کر سکیں۔ اور کوئی نشیب بستی کے قریب ایسا نہ ہونا چاہئے جسمیں شہر کی غلاظتوں سے لدا ہوا پانی جمع ہو۔ اس اختصار کی تفصیل یہہ ہے کہ تمام نباتی و حیوانی اشیاء مثلاً گھاس کے پھونس لید گوبر وغیرہ جنکے انبار اکثر دیہاتوں اور شہروں کے اندر دیکھے جاتے ہیں جب اون پر بارش پڑتی ہے تو یہہ سڑکر فاسد اور خراب بنا دیتے ہیں۔ ساتھ ہی بارش کا پانی اُن کی غلاظت کو حل کرکے زمین کے اندر سرایت کرتا ہوا چاہات میں پہنچ جاتا۔ اور تمام پانی کو غلیظ اور فاسد کر دیتا ہے۔ گویا کہ کوڑی ہاے کی موجودگی سے بارش کے بعد ہوا اور پانی دونوں خراب ہو جاتے ہیں جو نشیب آبادی کے قریب ہوتے ہیں اُن میں بارش کا پانی جمع ہو جاتا اور طرح طرح کی نباتی و حیوانی اشیاء اُس کے اندر سڑکر ہوا کو خراب کرتی ہیں۔ یہ تمام حضرات انسان کی پیدا کردہ خرابیاں ہیں جن سے وہ خود اپنی جان کو ہلاکت میں ڈالتا ہے۔ اسی واسطے وہ حکیم مطلق قرآن میں ارشاد فرماتا ہے وَلَا تُلْقُوا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّهْلُکَةِ۔ پ ۲۔ ع ۸

بارش اور اور طرح سے بھی تمام ہوا کو صاف کرتی ہے ایک تو تمام گرد و غبار اور فاسد ہوا [illegible] زمین پر لے آتی۔ اور کرہ ہوا کو اُن سے صاف کر دیتی [illegible]

کیا کوئی انجن ہے جو تمام ہوا کو اسطرح صاف کر سکے۔ دوئم۔ بارش کے بعد جابجا سبزہ پیدا ہوکر ہوا کے کاربانک ایسڈ وغیرہ فاسد اور مضر مادوں کو کھا جاتا ہے۔

کاربانک ایسڈ گاس ایک خراب ہوا ہے جو تمام حیوانات کے سانس کے ساتھ باہر آتی ہے اور اکثر سڑاند میں بھی پیدا ہوتی ہے۔ یہہ تمام حیوانات و انسان کے لئے مضر ہے مگر نباتات کی اس سے پرورش ہوتی ہے اس لئے بارش کے بعد جب تمام زمین رنگا رنگ نباتات سے سرسبز ہو جاتی ہے اوسوقت اس کاربانک ایسڈ کی خوب صفائی ہوتی ہے۔

جب ہوا صاف ہوتی ہے تو اُس کے ساتھ خون بھی خوب ہوتا ہے کیا کوئی انسانی طاقت ہے جو ہوا کو اس طریق سے صاف کرے جیسے کہ باران رحمت کرتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالی تَصْرِیفِ الرِّیَاحِ یعنی ہواؤں کی گردش کو بڑے نشانات اور انعامات سے فرماتا ہے۔

ہواؤں کی گردش بھی صفائی کا بڑا موجب ہے ایک جگہ کی غلیظ ہوا اسی طاقت سے دُور دُور منتشر ہوکر بے اثر ہو جاتی ہے۔

پس اس قدرتی انجن صفائی سے ہم اسطرح پر فایدہ اُٹھا سکتے ہیں کہ اپنے مکانوں کو ہوادار بنائیں تاکہ تمام غلیظ ہوائیں ساتھ کے ساتھ خارج ہو جایا کریں اس سبق حفظ صحت کے سوائے تصریف الریاح میں اور بہت سے سبق ہیں جنکو دانشمند لوگ خوب سمجھتے ہیں وَالْمُرْسَلَاتِ عُرْفًا یعنی نرم صحت بخش ہوائیں وہی پسندیدہ ہیں۔ یہہ آیت ہمکو صاف طور پر یہ سبق سکھاتی ہے کہ اپنے مکانوں میں ہوا کے گذر اس قسم کے بنائیں کہ جب تیز ہوائیں چلتی ہوں تو خاص خاص گذروں کو بند کرکے اونکی تیزی کو نرمی میں بدل دیا جایا کرے اور انہیں یہ بھی ایک سبق ہے کہ تیز ہواؤں کے جھوکے سخت مضر ہوتے ہیں جن سے انسان کو بچنا چاہئے۔ کھانے اور پینے کے بارہ میں صاف طور پر قرآن مجید فرماتا ہے کُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا۔ یعنی کھاؤ اور پیو مگر کسی قسم کی فضولیات میں مت پڑو۔ یعنی کھانا پینا تمہیں منع نہیں کسی جذبہ میں کھانا پینا ترک کر دینا اور [illegible] سمجھانا کوئی عبادت نہیں لیکن کھانے پینے میں کوئی اسراف مت کرو۔ نہ اسقدر زیادہ کھاؤ کہ جسم زائل ہونا شروع ہو جائے بیت نہ چنداں بخور کز دہانت برآید۔ نہ چنداں کہ از ضعف جانت برآید۔ نہ ایسی چیزیں کھاؤ کہ جو بجائے فائدہ کے نقصان پہنچاویں اور نہ کسی قسم کی فضول عادات مثلاً شراب۔ افیون۔ پوست۔ بھنگ۔ چرس۔ پان تمباکو وغیرہ اختیار کرو۔ بلکہ جو کچھ حفظ نفس کے لئے ضروری اور لابد ہے۔ بے شک کھاؤ اور پیو۔ (باقی آیندہ)

معیار الصادق

خطبہ جو یکم مئی ۱۹۰۳ء کو حضرت مولانا مولوی عبدالکریم صاحب سلمہ ربہ نے پڑھا

ومن اظلم ممن افتریٰ علی اللہ کذبا او قال اوحی الی ولم یوح الیہ شیٔ ومن قال سانزل مثل ما انزل اللہ ولو تریٰ اذ الظلمون فی غمرات الموت والملٓئکۃ باسطوا ایدیہم اخرجوا انفسکم الیوم تجزون عذاب الھون بما کنتم تقولون علی اللہ غیر الحق وکنتم عن ایٰتہ تستکبرون۔

[illegible] جو اللہ تعالیٰ پر افترا کرتا ہے اور دعوے کرتا ہے کہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کا کلام اترتا ہے حالانکہ اس پر کسی قسم کا خدا کا کلام نہیں اترا اور دعوے کرتا ہے کہ میں خدا کے کلام کی طرح ایک کلام نازل کر سکتا ہوں ایسے مدعیوں کے لئے ایک وقت مقرر ہے اسوقت خدا کے فرشتے اپنے ہاتھ پھیلا کر انکی روح نکالیں گے اور کہیں گے اے بے ایمانو! مفتریو! اپنی جانوں کو نکالو اس لئے کہ تم خدا پر جھوٹ بولا کرتے تھے اور اللہ تعالےٰ کے نشانوں سے اپنی گردنیں پھیرتے تھے۔

یہ ایک آیت ہے جو بہت ہی غور کرنے کے قابل ہے کیونکہ اس میں خدا تعالےٰ کے ماموروں۔ مرسلوں اور برگزیدہ بندوں کی سچائی اور صداقت کی شناخت کے لئے ایک معیار قائم کیا گیا ہے اور وہ یہ ہے من اظلم ممن افتریٰ علی اللہ کذبا بڑا ظالم بدمعاش۔ مفسد اور شریر خدا کی سلطنت میں وہ شخص ہے جو مفتری ہے اور جھوٹی وحی کا دعویٰ کرتا ہے۔ یہ آیت اگر قوی تر اثر ثبوت نبوت کے لئے نہیں رکھتی تو پھر خدا تعالیٰ کی حکیم اور مبارک کتاب میں کیوں لائی گئی ہے؟ مگر نہیں یہ آیت عظیم الشان اثر ثبوت نبوت کے لئے رکھتی ہے اور منجملہ دیگر دلائل نبوت کے یہ زبردست دلیل ہے۔

جو لوگ انسان کے دل کی کتاب کو پڑھ سکتے ہیں اور وجدانی کیفیتوں کے آثار اور نتایج کا علم رکھتے ہیں وہ اس دلیل کو سوچ کر بہت بڑا حظ اٹھا سکتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و جلالت ان کے دل پر نقش ہو جاتی ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ کیسطرح ایک مفتری بولتا ہے جبکہ وہ جانتا ہے کہ آسمان کے دروازے اس پر کھلے ہوئے نہیں ہیں اس کی زبان میں کیسا ضعف اور لکنت ہوتی ہے۔ اس کی آواز سے بزدلی اور کمزوری کا پتہ لگتا ہے۔ اس کے بالمقابل جو لوگ خدا تعالیٰ کی روح اور راستی سے بولتے ہیں ان کی زبان میں بیان میں ایک شوکت اور قوت ہوتی ہے۔ ان کے کاروبار ان کے در و دیوار اُن کی گفتار و کردار سے طمانیت۔ سکون اور لذت برستی ہے۔ پس جن لوگوں کو قلب انسانی اور اسکے افعال اور آثار کے مطالعہ کا شوق ہے وہ صادق اور کاذب میں بہت جلد فرق کر لیتے ہیں اب خدا کی کتاب جو یہ آیت پیش کرتی ہے ان لوگوں کے لئے بہت بڑی روشن دلیل اور لذیذ برہان ہے گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] حضور سے کیا ایسا بھی ہو سکتا ہے؟ جو اللہ تعالیٰ پر افترا کیا جائے؟ کس قدر پاک فطرت اور صداقت مجسم طبیعت ہے کہ اپنی نسبت باور نہیں کر سکتی کہ اس سے افترا کا گناہ سرزد ہو سکتا اس لئے کہ آپ کی پاکیزہ فطرت میں یہ مادہ ہی تھا نہیں۔ [illegible]

پچیسویں سپارہ کے ابتدا میں بھی یہ آیت بیان ہوئی ہے کہ من اظلم ممن افتریٰ علی اللہ کذبا او کذب بالصدق یعنے دو شخص بڑے بے ایمان اور بدمعاش ہیں ان سے بڑھ کر کوئی ظالم نہیں ایک وہ جو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کا کلام نازل ہوتا ہے حالانکہ وہ جھوٹا ہے دوسرا بے ایمان وہ ہے جو سچائی کی تکذیب کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی غیرت ان دو ظالموں کو پسند نہیں کرتی ایک جو اللہ پر افترا کرتا ہے دوسرا جو مامور من اللہ صادق کا انکار کرتا ہے اور اس طرح پر اس ناقۃ اللہ کی کونچیں کاٹنے والا ٹھہرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں کو خطرناک سزا دیتا ہے۔

حقیقت میں اگر اللہ تعالیٰ کے کام اور کلام نے یہ فیصلہ نہ کیا ہوتا تو سچائی کا معیار ہی نہیں ہو سکتا تھا دنیا کی مادی حکومتیں اور سلطنتیں بھی کبھی ایسے شریروں کو پسند نہیں کر سکتیں کوئی شخص فرضی طور پر چار روپیہ کا چپراسی یا مذکوری نہیں بن سکتا۔ حالانکہ یہ بہت ہی چھوٹی بات ہے جونہی اس بات کا پتہ لگ جاوے کہ فلاں شخص نے ایسا ارتکاب کیا ہے فی الفور اُسکو پکڑا جاتا اور سخت عبرت ناک سزا دی جاتی ہے۔ اور اسی طرح اگر واقعی اور حقیقی مذکوری جس کے ہاتھ میں بہت ہی زشت خط اور بھدے کاغذ پر جیل کا چھپا ہوا پروانہ ہو اور کسی نمبردار کے پاس لے جاوے اور نمبردار اسکی پرواہ نہ کرے بلکہ اس کی ہتک کرے تو اس چار روپیہ کے مذکوری کی ہتک اور توہین گورنمنٹ اپنی توہین قرار دے کر اس نمبردار کو خطرناک سزا دیگی۔

پس غور کرو کہ جب مادی سلطنت اور حکومت میں بھی یہ اندھیر نہیں ہو سکتا کہ ایک شخص فرضی اور جعلی مذکوری تک نہیں بن سکتا اور اگر بنے تو پکڑا جاتا اور سزا پاتا ہے اور اسی طرح حقیقی مذکوری کی ہتک کرنیوالا بھی سزا پاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی عمیق گورنمنٹ میں یہ کب ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص اتنا بڑا عظیم الشان دعویٰ کرے کہ میں خدا تعالیٰ کا مقرب ہوں اور مجھ پر اس کا کلام اترتا ہے۔ اور وہ خدا تعالیٰ کی گرفت اور عذاب سے بچ جاوے اگر ایسا ہوتا تو پھر میں پوچھتا ہوں کہ صادق اور کاذب میں مابہ الامتیاز کیا ہوتا؟ مگر ایسا نہیں ہوا۔ خدا تعالیٰ کی باتیں لفظی اور خیالی نہیں ہیں اگر اس میدان زندگی میں فیصلہ نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ کے وعدے خیالی سمجھے جاتے بلکہ اللہ تعالےٰ کی ہستی ہی کا ثبوت مشکل ہو جاتا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ان دونوں باتوں کا کامل معیار اور نمونہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صادق تھے۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے حق و حکمت لیکر اپنے وقت پر ضرورت حقہ کے ساتھ آئے تھے ایک قوم نے آپ کی مخالفت کی خطرناک منصوبے آپکو تباہ کرنیکے لئے کئے آخر وہ ہلاک ہو گئی۔ اور آپ کامیاب ہو گئے۔ کیسی نصرت ظفر اور تائیدات الٰہیہ آپکے لئے ظاہر ہوئیں کہ ان کی نظیر آدم سے لیکر کبھی پائی ہی نہیں جاتی اور آپ کو جھٹلانے والے کیسے ذلیل اور خوار ہو کر تباہ ہوئے کہ ان کی نظیر بھی نہیں ملتی۔ آپ کا وجود آپ کا زمانہ صدق کا ایک معیار ہے۔ خدا تعالیٰ نے اپنی کتاب کی نسبت فرمایا ہے لیحکم بین الناس فیما اختلفوا فیہ۔ یعنے اللہ تعالیٰ کی کتاب ہر اختلاف میں جو لوگوں میں پیدا ہو فیصلہ کرنیوالی ہے۔ وہ شخص کافر اور خدا کے کلام کا ملزم ہے جو کہتا ہے کہ فلاں بات کا فیصلہ اس میں نہیں ہے۔ پس جب قرآن شریف کی یہ شان ہے تو اس لحاظ سے بھی ضرور تھا کہ راستبازی اور راستباز کا معیار قرآن شریف پیش کرتا۔ چنانچہ اُس نے یہ معیار پیش کیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی پر یہ دلیل ایک نمونہ ٹھہر گئی ہے اور اسی دلیل سے ہمیشہ ہر زمانے میں صادق شناخت کیا جا سکتا ہے چنانچہ آج بھی اس ہمارے زمانے میں پچیس برس پہلے ایک شخص اُٹھا اور اسی گمنام گاؤں سے جس کو کوئی جانتا بھی نہ تھا۔ آس پاس والے بھی اسے حقیر

جانتے تھے۔ اُس نے دعویٰ کیا کہ خدا کا کلام مجھ پر اترتا ہے غیب کی خبریں مجھے دی جاتی ہیں۔ اسی طریق اور بالکل اسی طرز پر یہہ دعوے اُسنے کئے۔ براہین احمدیہ کی تیسری اور چوتھی جلد کو پڑھ کر دیکھ لیا جاوے کہ خدا تعالیٰ کی جلالت اور ہیبت سے بھری ہوئی وحی آج سے پچیس برس پہلے کی اسمیں چھپی ہوئی موجود ہے۔ جس کے آگے سچا ایمان اس طرح سجدہ کر اٹھتا ہے جیسے خدا تعالیٰ کے اس کلام کے آگے

میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اس دلیل پر میں نے بہت غور کیا ہے اور ایک لذت کے ساتھ میں نے دیکھ لیا ہے کہ یہہ خدا کی طرف سے ہے۔ کیونکہ وہ قوت بیان اور شوکت کلام جو اس کے دعویٰ میں ہے وہ کسی مفتری کے الفاظ میں ہو نہیں سکتی حضرت مسیح موعود کا خلوت میں جلوت میں تقریریں تحریریں بار بار کہنا کہ میں اللہ کی طرف سے ہوں مفتری نہیں ہوں۔ میرے نزدیک لا انتہا معجزات اور خوارق اس کے اسی ایک جملے کے اندر موجود ہیں۔ اپنی صداقت اور ماموریت پر کیسا الیقین اور بصیرۃ ہے کہ مخالفوں کی مخالفت کی پروا نہیں کرتا کسی تکلیف اور مصیبت سے نہیں ڈرتا اور پکار کر کہتا ہے کہ میں خدا کی طرف سے ہوں۔ یہہ دعویٰ چھوٹا سا دعویٰ نہیں معمولی آدمی جو مفتری ہو وہ نہیں کرسکتا۔ اسکے دعویٰ میں یہہ قوت یہ شوکت کہاں دل بھر اٹھتا ہے جب آدمی اس امر کا بھی تصور کرے کہ خدا پر افترا کرسکتا ہے۔ میں اسوقت بڑی بلند آواز سے اور تلوار سے بھی زیادہ تیز زبان کے ساتھ جو گویا سان پر لگائی گئی ہے بولتا ہوں۔ میرا دل مجھے کبھی اجازت نہیں دیتا کہ میں لکھدوں کہ میں خدا کی طرف سے امور ہوکر آیا ہوں پھر یہہ سوچ کر وہ شخص کیسا خدا سے بیخوف [illegible] ہے جو یہہ کہتا ہے من اظلم ممن افتریٰ علی اللہ [illegible] میں حضرت مسیح موعود سے خدا تعالیٰ کی رحمتیں نصرتیں اور برکات اس پر آن کی آن میں بارش کیطرح برستی رہیں ہزاروں ہزار مرتبہ سن چکا ہوں کہ میں خدا کی طرف سے مامور ہوکر آیا ہوں اور بارہا آپ نے خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہا کہ میں اسکی طرف سے آیا ہوں۔ میری روح لذت کے ساتھ بھر جاتی اور یہہ نقرہ سیراب کرتا ہوا میرے دل پر اترتا ہے جب میں اس کے مُنہ سے سنتا ہوں مبارک ہونٹوں کا ان الفاظ کے کہنے کے لئے ہلنا ہی ہزاروں ہزار دلائل میرے سامنے پیش کر دیتا اور ایک جرار لشکر نشانات اور معجزات کے اس ایک جملہ کے ساتھ اُترتا ہوا دیکھتا ہوں مجھے یاد ہے کہ ایک بار ہندوستان سے ایک شخص نے خط لکھا کہ میں آپسے دلیل نہیں مانگتا آپ کو اللہ کی قسم دیکر پوچھتا ہوں کہ آپ صرف اپنے ہاتھ سے لکھدیں کہ کیا آپ وہی مسیح موعود ہیں جسکی نسبت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت دی تھی۔ حضرت نے قلم لیکر خدا کی قسم کھا کر لکھا کہ میں وہی ہوں جسکا وعدہ کیا گیا تھا۔ اگرچہ میں آپکی اس تحریر سے پہلے بھی علی وجہ البصیرۃ آپ کو سچا پیغمبر اور مرسل مانتا ہوں لیکن اس تحریر کو پڑھکر ایک حالت وجد مجھ پر تھی اور میں سرور سے بھرا ہوا تھا۔ کہ کسقدر بصیرۃ اور شعور اسکو اپنی سچائی پر ہے۔

میں بارہا انسانی فطرت کے عجائبات پر توجہ کرتا ہوں کہ ایک فطرت اس قسم کی بنائی گئی ہے کہ وہ ان الفاظ ہی کو سنکر کہ میں اللہ کی طرف سے آیا ہوں ایک لذت کے ساتھ اسکی سچائی پر ایمان لاتی ہے اور ہونٹ ہلنے کے ساتھ ہی دلائل کا ایک لشکر اترتا اُسے دکھائی دیتا ہے۔ دوسری طرف ایسے لوگ بھی ہیں جو ان پاکیزہ پر ہیبت الفاظ کے مقابل میں جھوٹا کہتے ہیں اللہ الکریم تیری چشم بندی بھی عجیب ہے! اخیر یہہ تو ہمارے قلب کی باتیں ہیں جو ان لوگوں کے لئے لذیذ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کے فضل کے دروازے کھلے ہیں + مگر یہاں تو وہی ثبوت موجود ہے جو اصدق الصادقین ہادی کامل محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے موجود ہے۔ آج سے پچیس برس پہلے یہی دعویٰ ایک شخص نے جب کہ کوئی شخص اُسے جانتا ہی نہ تھا۔ اور وہ ایک گمنام چھوٹی سی کوٹھری میں بیٹھ کر خدا تعالیٰ کی یہہ وحیاں لکھتا ہے لیکن آخر کار . . . وہ رائی کا دانہ جو اسوقت بالکل بے حقیقت اور لاشے محض سمجھا جاتا تھا آج عظیم الشان پہاڑ ہے جسکی غاروں اور دامن میں لاکھوں لاکھ انسان زمانہ کی آفتوں اور دستبرد اور فتنوں سے بچنے کے لئے پناہ لے رہے ہیں کیا کبھی کسی مفتری کے ساتھ اس قسم کا واقعہ ہوسکتا ہے؟ یہ خدا تعالیٰ کا نشان ہے؟

[illegible] تک ایک مفتری بھی دعویٰ کر کے زندہ رہ سکتا اور کامیاب ہوسکتا ہے؟ یہہ کبھی نہیں ہوسکتا کہ خدا تعالیٰ پر افترا کر کے خیالی اور فرضی الہام گھڑ کر شایع کرے اور دنیا بھی [illegible] کرے اور دوست و دشمن نے اپنی کمانوں [illegible] اس کے لئے تیر چھوڑے ہوں اور پھر وہ عزت کی صدر پر بیٹھا ہو! کبھی نہیں۔ اگر ایک مفتری علی اللہ جو ظالم ترین شخص ہے خدا کی بادشاہت میں باغی اور بدمعاش ہو کر بھی عزت پاسکتا ہے تو پھر حق و باطل میں امتیاز کیا رہا۔ اس قسم کا اعتقاد کفر اور سخت بیدینی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت اور کامیابی پر حملہ کرنا ہے۔ مجھے کسی ایسے مفتری کی نظیر دکھاؤ کہ جسنے فکید ونی جمیعا کہا ہو کہ اپنے تصوف۔ اپنے علم اپنے مال و دولت اپنے مشایخ اپنے صوفیوں بہادروں عالموں اپنے دعاگوؤں اور ہم نشینی وظیفے کرنیوالوں غرض سب کو جمع کرو اور پھر زن طلاق ہے تم پر اگر مجھے مہلت دو اور دیکھو کہ انجام کیا ہوتا ہے؟ اور آخر وہ کامیاب ہوا ہو + کبھی نہیں بجز صادق کے کون اس جرأت اور دلیری سے بول سکتا ہے۔ اسی طرح اسی رنگ میں اس خدا کے مسیح نے اپنے مخالفوں کو للکارا کہ اے صوفیو! اے عالمو! اے مرشدو اے نحویو! اے سجادہ نشینو۔ خواہ سہروردی ہو چشتی ہو نقشبندی ہو قادری ہو کوئی ہو تم اپنی دعاؤں سے اپنی تدابیر و مکاریوں سے اپنے ہر قسم کے حیل سے غرض جو کچھ تم سے ہوسکتا ہے میرے مقابل میں خرچ کرو۔ اور پھر دیکھو خدا میرے ساتھ ہے۔

اللہ سے ڈرنے والوں کے لئے یہہ بہت دلیل ہے افسوس اس آنکھ پر جو اس دلیل کو یونہی دیکھے اور گذر جاوے اور افسوس اس دل پر جو اسپر نہ سوچے۔ غرض یہہ ایک معیار ہے صادق کی شناخت کا کہ وہ کبھی اللہ تعالیٰ پر افترا کر کے کامیاب نہیں ہوسکتا اور اسقدر عرصہ دراز تک جو زیادہ سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تبلیغ تک پہنچ سکتا ہے یعنے ۲۳ سال کبھی مہلت نہیں پاتا +

دوسری طرف وہ ظالم ہے جو اس صادق کو جھوٹا کہتا ہے جو اس معیار پر صادق ثابت ہوجاوے۔ اس خدا کے برگزیدہ مسیح موعود کے دشمنوں اور مکذبوں کی فہرست تلاش کرو اور اُن کے انجام پر نگاہ کرو +

اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ میں ضعیف ترین مخلوق ہوں محض اُس کے فضل سے ہاں اسی کے فضل سے کھڑا ہوا ہوں اور اسی کے سلسلے کی غیرت ہے جو مجھ میں قوت پیدا کر رہی ہے اور میں بول رہا ہوں اور صرف اس لئے یہہ باتیں سناتا ہوں کہ شائد میرے جیسا کوئی دل ہو اور اسمیں نور آ پڑے۔

سب سے اوّل براہین کے وقت جن لوگوں نے مخالفت شروع کی لودہانہ کے چند مولوی عبدالعزیز وغیرہ تھے اور ایک قصوری مولوی غلام دستگیر نے سخت مخالفت کی اور کفر کے [illegible] کہاں ہیں؟ انکی خاک بھی نہ ملے گی مگر یہہ انکا تکذیب کیا ہوا کس برکت اور شان کے ساتھ بڑھ رہا ہے [illegible] مسیح موعود کے دعوے کے خلاف بٹالہ سے مولوی محمد حسین شیر کی طرح گرجتا اور غراتا ہوا اٹھا اُس نے اپنی جگہ دعویٰ کیا کہ میں اسکو گراؤں گا۔ سارے ہندوستان میں اُس نے شور مچایا کہ اے مسلمانوں خبردار ہو جاؤ ایک دجال و مفتری آیا ہے اے گورنمنٹ تو بھی ڈر جا۔ غرض جہانتک اس سے ممکن ہوا۔ اُسنے کیا۔ آتشبازی کے چکر کی طرح وہ پھرا۔ اور غرض اس کی یہی تھی کہ اس درخت کو جو ابھی نکلا تھا۔ جڑ سے اکھاڑ پھینکے۔ مگر جو انجام ہوا وہ سب کے سامنے ہے یہہ خدا تعالیٰ کا معظم مکرم دن بدن قبولیت پاتا گیا اور خلقت کا رجوع اُسی کی طرف بڑھتا گیا اور وہ [illegible] اس برگزیدہ کے ساتھ ایک بھی نہ تھا مگر آج لاکھوں [illegible] ہیں۔ یہہ نشان ہیں ان کی قدر کرو۔ واویلا اس قوم پر جس نے ان کی قدر نہیں کی اللہ تعالیٰ ہماری قوم کو توفیق دے کہ وہ اس کی قدر کرنے والے ٹھہریں + اور جبکہ اس کشتی پر بٹھایا ہے تو اپنے فضل سے بیڑا پار کردے۔ ایسا نہ ہو کہ منجدھار میں کشتی پہنچے اور الٹ دے۔

میرے دوستو! خدا کی کشتی ایک حکیم کی کشتی ہے اگر باطن میں کوئی قوم کو داغ لگانے والا ہے تو وہ عین منجدھار میں کان سے پکڑ کر سمندر میں غرق کر دیا جاوے گا۔

پس تم اپنے چال چلن سے ثابت کرو کہ مسیح موعود کے

دربار شام

یکم مئی سنہ ۱۹۰۳ء

رویا فرمایا کہ ایک رویا تھی تو وحشتناک مگر اللہ تعالیٰ نے ٹال ہی دیا۔ دیکھا کہ کوئی شخص کہتا ہے کہ پہل کہ میدان مین ذبح کرین گے مگر عملی کارروائی نہ ہوئی۔ ذبح نہ ہوا کہ جاگ آگئی

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا ہے کہ مسیح موعود کی قبر میری قبر مین ہوگی اس پر بعض نے سوچا کہ یہ کیا سر ہے تو معلوم ہوا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہر ایک قسم کی دوئی اور جدائی کو دور کرتا ہے اور اس سے اپنے اور مسیح موعود کے وجود مین ایک اتحاد کا ہونا ثابت کیا ہے اور ظاہر کر دیا ہے کہ کوئی شخص باہر سے آنے والا نہین ہے بلکہ مسیح موعود کا آنا گویا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہی کا آنا ہے جو بروز کی رنگ رکھتا ہے۔ اگر کوئی اور شخص آتا تو اس سے دوئی لازم آتی اور غیرت نبوی کے تقاضے کے خلاف ہوتا۔

اگر کوئی غیر شخص آجاوے تو غیرت ہوتی ہے لیکن جب وہ خود ہی آوے تو پھر غیرت کیسی؟ اس کی مثال ایسی ہے کہ اگر ایک شخص آئینہ مین اپنا چہرہ دیکھے اور پاس اس کی بیوی بھی موجود ہو تو کیا اس کی بیوی آئینہ والی تصویر کو دیکھ کر پردہ کرے گی اور اس کو یہ خیال ہوگا کہ کوئی نامحرم شخص آگیا ہے اس لئے پردہ کرنا چاہیئے اور یا خاوند کو غیرت محسوس ہوگی کہ کوئی اجنبی شخص گھر مین آگیا ہے اور میری بیوی سامنے ہے نہین بلکہ آئینہ مین انہین خاوند بیوی کی شکلون کا بروز ہوتا ہے اور کوئی اس بروز کو غیر نہین جانتا اور نہ ان مین کسی قسم کی دوئی ہوتی ہے +

یہی حالت مسیح موعود کی آمد کی ہے وہ کوئی غیر نہین ورنہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے جدا ہے اور کسی نئی تعلیم یا شریعت کو لیکر آنے والا نہین ہے۔ بلکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہی کا بروز اور آپ کی ہی آمد ہے جس وجہ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اس کے آنے سے کوئی غیرت دامن گیر نہین ہوئی بلکہ اس کو اپنے ساتھ ملایا ہے اور یہی سر ہے آپ کے اس ارشاد مین کہ وہ میری قبر مین دفن کیا جاوے گا یہ امر غائیت اتحاد کیطرف رہبری کرتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اس قدر تعریف کرکے بھی جو قرآن شریف مین کی گئی ہے اور آپ کو خاتم الانبیا ٹھہرا کر بھی پھر کبھی اور آپ کے بعد نبوت کے تخت پر بیٹھا دیتا تو آپ کی کتنی کسر شان ہوتی اور اس سے نعوذ باللہ یہ ثابت ہوتا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسی بہت ہی کمزور ہے۔ کہ آپ سے ایک شخص بھی ایسا تیار نہ ہو سکا جو آپ کی امت کی اصلاح کر سکتا۔ اس سے نہ صرف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی کسر شان ہوتی بلکہ یہ امر جیسا کہ مین نے ابھی بیان کیا ہے منافی غیرت بھی ہوتا۔ شخص مین دنیا کے ادنے ادنے معاملات کے لئے غیرت ہوتی ہے تو کیا انبیاء علیہم السلام مین خدا کی تعلقات مین بھی غیرت نہین؟ معاذ اللہ اس قسم کے کلمات کفر کے کلمات ہین۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ موسے علیہ السلام زندہ ہوتے تو وہ بھی میری ہی اطاعت کرتے اس سے کیا مراد تھی یہی کہ آپ کی نبوت کے زمانہ مین اور کوئی دوسرا نبی نہین آسکتا تھا۔ ایسا ہی جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آپ نے توریت کا ایک ورق دیکھا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا چہرہ سرخ ہوگیا اس کی وجہ کیا تھی؟ یہی غیرت تھی۔ جس سے چہرہ سرخ ہوگیا تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب آنحضرت صلعم کو دیکھا تو حضرت عمر رض کو مخاطب کرکے کہا کہ اے عمر رض کیا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے چہرہ کو نہین دیکھتا یہ سن کر حضرت عمر رض نے وہ کاغذ اپنے ہاتھ سے پھینکدیا۔ اور اس طرح پر غیرت نبوی کا ادب کیا۔ بھلا جب ایک چھوٹی سی بات کے لئے آپ کا چہرہ غیرت سے سرخ ہوگیا تھا تو کیا اگر وہی مسیح جو بنی اسرائیل کا آخری رسول تھا اگر آپ کی امت کی اصلاح اور آپ کی ختم نبوت کی مہر کو توڑنے کے واسطے آجاوے گا تو آپ کو غیرت نہ آوے گی؟ اور کیا خدا تعالیٰ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اس قدر ہتک کرنی چاہتا ہے۔ افسوس ہے یہ لوگ مسلمان کہلا کر اور آپ کا کلمہ پڑھ کر بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی توہین کرتے ہین۔ اور آپ کو خاتم النبیین مان کر پھر آپ کی مہر کو توڑتے ہین اور اللہ تعالیٰ پر بھی الزام لگاتے ہین کہ وہ پسند کرتا ہے کہ اس قدر تعریفون کے بعد جو قرآن شریف مین آپ کی کی گئی ہین آپ سے یہ سلوک کرے + معاذ اللہ۔

شیعہ لوگون کے ذکر پر فرمایا کہ ہمین ان لوگون کی حالت پر رحم آتا ہے کہ اگر حضرت حسین رض کی ایسی ہی شان اور عظمت تھی جو یہ بیان کرتے ہین اور کل نبیون کی نجات ان کی ہی شفاعت سے ہوئی ہے تو پھر تعجب ہے کہ قرآن شریف مین آپ کا نام ایک مرتبہ بھی اللہ تعالیٰ نے نہ لیا زید جو ایک معمولی صحابی تھے ان کا نام تو قرآن نے دیا مگر امام حسین رض کا جو ایسے جلیل القدر منجی اور کل انبیاء علیہم السلام کے شفیع تھے ان کا نام بھی قرآن شریف نے نہ لیا۔ کیا قرآن شریف کو بھی ان سے کچھ عداوت تھی؟ —

اگر کوئی یہ کہے کہ قرآن شریف مین (جیسا کہ شیعہ کہتے ہین۔ ایڈیٹر) تحریف ہوگئی ہے۔ اور آپ کا نام بھی محرف مبدل ہوگیا ہوگا۔ تو یہ الزام بھی ان ہی کی گردن پر ہے۔ کیونکہ جن کی طرف یہ تحریف منسوب کیجاتی ہے ان کی وفات کے بعد جناب علی رض تو زندہ تھے اور وہ اپنے وقت کے مقتدر خلیفہ تھے۔ شیر خدا تھے جب ان کو یہ معلوم تھا کہ اس قرآن مین تحریف کی گئی ہے تو کیون انہون نے اس کو درست نہ کیا ان کو چاہیئے تھا کہ اصل قرآن شریف کی اشاعت کرتے اور اس کو درست کر دیتے لیکن جب کہ انہون نے بھی یہی قرآن رکھا اور اپنا صحیح اور درست قرآن شایع نہ کیا۔ تو یہ الزام بھی ان کے اپنے ہی سر رہا۔ ان کا حق تھا اور ان پر فرض تھا کہ جب اصل قرآن شریف گم کر دیا گیا تھا۔ تو اس وقت تو بھلا وہ خوف کے مارے کچھ نہ کر سکتے تھے مگر ان کی وفات کے بعد تو ان کو موقع تھا کہ لوگون مین اس امر کا اعلان کر دیتے کہ اصل قرآن شریف یہ ہے اور جو تمہارے پاس ہے وہ محرف مبدل ہوگیا ہے مگر جب انہون نے ایسا نہین کیا تو پھر یہ الزام ان پر رہا +

۲۔ مئی سنہ ۱۹۰۳ء

دعا اور الہام فرمایا آج ہم نے عام طور پر بہت سے بیمارون کے لئے دعا کی تھی جس پر اللہ تعالیٰ کیطرف سے الہام ہوا کہ آثار صحت یہ نہین معلوم کہ کس شخص کے متعلق ہے۔ دعا عام تھی۔

ہدایت مجاہدہ اور تقویٰ پر منحصر ہے فرمایا کہ جو شخص محض اللہ تعالیٰ سے ڈر کر اس کی راہ کی تلاش مین کوشش کرتا ہے اور اس سے اس امر کی گرہ کشائی کے لئے دعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے قانون کے موافق (والذین جاہدوا فینا لنہدینہم سبلنا) یعنے جو لوگ ہم مین ہوکر کوشش کرتے ہین ہم اپنی راہین ان کو دکھا دیتے

ہین) خود ہاتھ پکڑ کر راہ دکھاتا ہے اور اسے
اطمینان قلب عطا کرتا ہے [illegible] دل ظلمت
کدہ اور زبان دعا سے [illegible] اعتقاد شرک و
بدعت سے ملوث ہو تو وہ دعا ہی کیا ہے اور
وہ طلب ہی کیا ہے جس پر نتائج حسنہ مترتب
ہون - جب تک انسان پاک دل اور صدق و
خلوص سے تمام ناجائز رستون اور امیدون
کے دروازون کو اپنے اوپر بند کر کے خدا تعالیٰ
ہی کے آگے ہاتھ نہین پھیلاتا - اس وقت تک
وہ اس قابل نہین ہوتا کہ اللہ تعالیٰ کی نصرت
و تائید اسے ملے لیکن جب [illegible]
کے دروازہ پر گرتا اور اسی [illegible]
تو اس کی یہ حالت جاذب نصرت [illegible]
ہوتی ہے - خدا تعالیٰ آسمان سے [illegible]
دل کے کونون مین جھانکتا ہے اور اگر کسی کونے
مین بھی کسی قسم کی ظلمت یا شرک و بدعت
کا کوئی حصہ ہوتا ہے تو اس کی دعاؤن اور عبادتون
کو اس کے منہ پر الٹا مارتا ہے اور اگر دیکھتا ہے
کہ اس کا دل ہر قسم کی نفسانی اغراض اور ظلمت
سے پاک صاف ہے تو اس کے واسطے رحمت
کے دروازے کھولتا ہے اور اسے اپنے سایہ
مین لے کر اس کی پرورش کا خود ذمہ لیتا ہے
اس سلسلہ کو اللہ تعالیٰ نے خود اپنے
ہاتھ سے قائم کیا ہے اور اس پر بھی ہم دیکھتے
ہین کہ بہت سے لوگ آتے ہین اور وہ صاحب
اغراض ہوتے ہین اگر اغراض پورے ہو گئے
تو خیر ورنہ کدھر کا دین اور کدھر کا ایمان - لیکن
اگر اسکے مقابل مین صحابہ کی زندگی مین نظر کی
جاوے تو ان مین ایک بھی ایسا واقعہ نہین آتا
انہون نے کبھی ایسا نہین کیا - ہماری بیعت
تو بیعت توبہ ہی ہے - لیکن ان لوگون کی بیعت
تو سر کٹانے کی بیعت تھی - ایک طرف بیعت
کرتے تھے اور دوسری طرف اپنے سارے
مال و متاع عزت و آبرو اور جان و مال سے
دست کش ہو جاتے تھے گویا کسی چیز کے بھی
مالک نہین ہین - اور اس طرح ان کی کل امیدین
دنیا سے منقطع ہو جاتی تھین - ہر قسم کی عزت
و عظمت اور جاہ و حشمت کے حصول کے ارادے
ختم ہو جاتے تھے - کس کو یہ خیال تھا کہ ہم بادشاہ
بنین گے یا کسی ملک کے فاتح ہون گے - یہ
باتین ان کے وہم و خیال مین بھی نہ تھین بلکہ
وہ تو ہر قسم کی امیدون سے الگ ہو جاتے
تھے - اور ہر وقت خدا تعالیٰ کی راہ مین ہر
دکھ اور مصیبت کو لذت کے ساتھ برداشت
کرنے کو تیار ہو جاتے تھے یہانتک کہ جان تک
دیدینے کو آمادہ رہتے تھے ان کی اپنی تو یہی حالت
تھی کہ وہ اس دنیا سے بالکل الگ اور منقطع
تھے لیکن یہ الگ امر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی
اپنی عنایت کی اور ان کو نوازا - اور ان کو
جنہون نے اس راہ مین اپنا سب کچھ قربان
کر دیا تھا اس کو ہزار چند کر دیا دیکھئے حضرت
ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنا سارا مال و متاع
خدا کی راہ مین دیدیا اور آپ کمبل پہن لیا تھا
مگر اللہ تعالیٰ نے اس پر انہین کیا دیا - تمام
عرب کا انہین بادشاہ بنا دیا اور اسی کے ہاتھ
سے اسلام کو نئے سر سے زندہ کیا - اور مرتد
عرب کو پھر فتح کر کے دکھا دیا اور وہ کچھ دیا
جو کسی کے وہم و گمان مین بھی نہ تھا - غرض
ان لوگون کے صدق و وفا اور اخلاص و مروت
ہر مسلمان کے لئے قابل اسوہ ہے - صحابہ کی
زندگی ایک ایسی زندگی تھی کہ تمام نبیون مین
سے کسی نبی کی زندگی مین یہ مثال نہین پائی
جاتی اور آپ کے صحابہ کے مقابلہ مین حضرت
مسیح کے حواری تو بہت ہی گری ہوئی حالت
مین نظر آتے ہین ان مین وہ جوش صدق و
وفا جو ایک مرید کو اپنے مرشد کے لئے ہونا چاہئے
پایا نہین جاتا بلکہ مصیبت کے وقت سب کے
سب بھاگ گئے - اور جو پاس رہ گیا اس نے
لعنت بھیجنی شروع کر دی -

اصل بات یہ ہے کہ جبتک انسان
اپنی خواہشون اور اغراض سے الگ ہو کر
خدا تعالیٰ کے حضور نہین آتا ہے - وہ کچھ حاصل
نہین کرتا بلکہ اپنا نقصان کرتا ہے لیکن جب وہ
تمام نفسانی خواہشات اور اغراض سے الگ
ہو جاوے اور خالی ہاتھ اور صافی قلب لیکر
خدا کے حضور جاوے تو خدا اس کو دیتا ہے -
اور خدا اس کی دستگیری کرتا ہے - مگر شرط یہی
ہے کہ انسان مرنے کو تیار ہو جاوے - اور
اس کی راہ مین ذلت اور موت کو خوشی سے قبول کرنے
والا بن جاوے +

دیکھو دنیا ایک فانی چیز ہے - مگر اسکی
عزت بھی اسی کو ملتی ہے جو اس کو خدا کے
واسطے چھوڑتے ہین - یہی وجہ ہے کہ جو شخص
خدا تعالیٰ کا مقرب ہوتا ہے خدا تعالیٰ دنیا پر
اس کے لئے قبولیت کو پھیلا دیتا ہے - یہ وہی
قبولیت ہے جس کے لئے دنیادار ہزارون
کوششین کرتے ہین کہ کسی طرح کوئی خطاب مل
جاوے یا کسی عزت کی جگہ یا دربار مین کرسی
ملے اور کرسی نشینون مین نام لکھا جاوے
غرض تمام دنیوی عزتین اسی کو دیجاتی
ہین - اور ہر دل مین اسی کی عظمت اور قبولیت
ڈالدی جاتی ہے جو خدا تعالیٰ کے لئے سب
کچھ چھوڑنے اور کھونے پر آمادہ ہو جاتے ہین
نہ صرف آمادہ بلکہ چھوڑ دیتے ہین - غرض یہ
ہے کہ خدا تعالیٰ کے واسطے کھونے والونکو سب
کچھ دیا جاتا ہے اور وہ نہین مرتے ہین جب تک
وہ اس سے کئی چند نہ پالین جو انہون نے خدا کی
راہ مین دیا ہے خدا تعالیٰ کسی کا قرض اپنے ذمہ
نہین رکھتا ہے - مگر افسوس یہ ہے کہ ان باتونکو
ماننے والے اور ان کی حقیقت پر اطلاع پانے
والے بہت ہی کم لوگ ہین +

ہزارون اہل صدق و وفا گذرے ہین مگر
کسی نے نہ دیکھا ہوگا اور نہ کسی نے سنا ہوگا -
کہ وہ ذلیل و خوار ہوتے ہون - دنیوی امور مین
اگر وہ نہایت درجہ کی ترقی کرتے تو زیادہ سے
زیادہ تین چار آنے کی مزدوری کر لیتے اور
کس مپرس اور گمنام لوگون مین سے ہوتے -
مگر جب انہون نے اپنے آپ کو خدا کی راہ مین
لگایا تو خدا نے انکو ایسا کیا کہ تمام دنیا مین نامآور
بن گئے - اور ان کی عزت و عظمت دلون مین
بٹھائی گئی - اور اب ان کے نام ستارون کی
طرح چمکتے ہین - دنیوی عظمت اور عزت بھی
بذریعہ دین ہی حاصل ہوتی ہے - پس مبارک
وہی ہے جو دین کو مقدم کرے - دیکھو ایک جونک
کی نسبت بیل کو اور ایک بیل کی نسبت انسان
کو اور انسانون مین خواص کو اللہ تعالیٰ نے لذات
اور حظوظ دیئے ہوئے ہین اور خواص کو خاص خاص
لذتون کے ملتے ہین - اسی طرح جو لوگ خدا کے
مقرب ہو کر خواص بنتے ہین تو ان کو دنیوی لذائذ
وغیرہ بھی اعلیٰ درجہ کے ہوتے ہین ایک پنجابی
شعر ہے جو بالکل کلام الٰہی کے موافق اسی کا گویا
ترجمہ ہے کہ [illegible] جون میرا ہو رہین سب
جگ تیرا ہو - پس خدا تعالیٰ کے خاص بندے
بننے کی کوشش کرنی چاہیئے +

تقریر دلپذیر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً و مصلیاً

خلاصہ تقریر فاضل امروہی جو ایک مولویصاحب
نو وارد سے واقع ہوئی

جو گفتگو درباره معنی توفی کے کی گئی تھی کہ
معنی اسکے سوائے قبض روح کے اور کچھ نہین

کے علاوہ ہون گے - اور ان کا حساب ہر ماہ کے آخیر پر کر دیا جاوے گا - کمی بیشی لینی دینی ہوگی +

(۴) ہر ماہ کے اختتام پر لڑکون کی ترقی کی رپورٹ مصدقہ جناب حضرت حکیم الامت طالب علمون کے سرپرستون کو بھیجی جایا کرے گی +

(۵) لوکل طالب علمون کو اجازت ہوگی کہ وہ تعلیم کے علاوہ اوقات کو اپنے سرپرستون کی منشار کے مطابق صرف کرین +

(۶) جو صاحب اپنے بچون کو بھیجنا چاہین وہ پہلے بچے کا نام وغیرہ اور داخلہ کا روپیہ بھیجدین پھر جب درخواستون کی کافی تعداد ہو جاوے گی تو ان کو اطلاع دیجاوے گی کہ فلان تاریخ تک لڑکون کو قادیان مین پہونچا دین +

تصدیق - جہانتک میرا اپنا تجربہ اور علم ہے مجھے یقین ہے کہ دونون صاحب بہت نیک نیت ہین - انشاء اللہ بچون کے لئے ان کے مساعی مشکور رہون گے + دستخط - نورالدین

خاکساران شیخ عبدالرحمن قادیانی احمدی - و شیخ محمد اسمٰعیل سرساوی احمدی -
۲۷ - اپریل ۱۹۰۳ء

دربار شام

۴ - مئی ۱۹۰۳ء

فرمایا کہ عادات اور رسوم کا ترک و قمع کرنا نہایت مشکل ہوتا ہے اور یہی ایک حجاب ہزارون انوار سے محروم بھی رکھتا ہے ورنہ اصل معاملہ تو نہایت ہی صاف اور [illegible] ہی دلائل اور براہین سے ایک امر کو [illegible] کیون نہ بیان کیا جاوے عادت و رسم کا پابند ضرور اس کے ماننے مین پس و پیش کرے گا - اور جب تک وہ اس حجاب کو پھاڑ کر باہر نکلے اسے حق لینا نصیب ہی نہین ہوتا +

آنحضرت صلعم کی صداقت کیسی اجلا اور روشن تھی مگر ان کے دعوے کے وقت بھی عیسائی راہبون اور یہودی مولوین نے جو عادت اور رسم کے پابند تھے ہزارون غدر تراشے اور آپ کو صادق کہنے کی بجائے کاذب کا خطاب دیا گویا رسم اور عادت کی ظلمت نے ان کی آنکھون پر ایسا پردہ ڈالا ہوا تھا کہ وہ نور کو ظلمت کہتے تھے ورنہ آپ کے معجزات بینات - اور فیوض اسقدر کامل اور واضح تھے کہ کسی کو ان سے انکار ممکن نہ تھا +

اس زمانے مین بھی اللہ تعالےٰ نے ہر ایک قسم دلائل اور بینات ہمارے واسطے جمع کر دئے ہین انسان کے تسلی پانے کے تین ہی طریق ہوا کرتے ہین -

اول نقلی دلائل - سو وہ قرآن شریف کے نصوص سے ثابت ہین - کیونکہ جو شخص قرآن شریف کو کلام الہی مانتا ہے اسے تو اس بن چارہ نہین بلکہ اس کا ایمان ہی کلام الہی کے بغیر ناقص ہے +

نقلی دلائل کا دوسرا حصہ احادیث ہین - سو ان مین سے وہ احادیث قابل پذیرائی ہین جو قرآن شریف کے معارض نہ ہون - کیونکہ جو حدیث قرآن شریف کے مخالف معارض وہ ردی ہے - اور قبول کرنے کے لائق نہین - مثلاً قرآن شریف بتاتا ہے کہ حضرت ابراہیم ع حضرت موسےٰ سے پہلے ہوئے ہین مگر اگر حدیث بتاتی ہو کہ حضرت موسےٰ ع حضرت ابراہیم ع سے پہلے ہوئے ہین تو وہ بالکل ردی ہے اور ماننے کے لائق نہین - یا ایسی ہی اگر اور کوئی مخالفت صریح قرآن شریف کی کوئی حدیث کرے تو وہ بھی اس ذیل مین داخل ہے -

احادیث مین احتمال صدق اور کذب دونون طرح کا ہے کیونکہ احادیث تو قرآن شریف کی طرح اس وقت رسول اللہ جمع نہین کین - اور نہ ہی ان کا قرآن شریف کی طرح کوئی نام رکھا ہے بلکہ آپ سے قریباً اڑہائی سو برس بعد جمع ہوئی ہین غرض ان کی صدق و کذب کا معیار قرآن شریف ہے پس جو احادیث قرآن شریف کے معارض نہین وہ ماننے کے لائق ہین + یہ جو ۷۳ فرقے بن گئے ہین یہ بھی تو ان احادیث کے نتائج مین سے ایک نتیجہ ہے - جب لوگون کی توجہ قرآن شریف سے ہٹ گئی اور احادیث کو قرآن شریف پر قاضی جانا تو یہان تک نوبت پہونچی +

دوسرا ذریعہ عقل ہے جس سے انسان حق کو پہچان سکتا ہے - چنانچہ قرآن شریف مین مجرمین کے الفاظ درج ہین کہ لو کنا نسمع او نعقل ما کنا فی اصحاب السعیر - سو اگر ان لوگون سے سوال کیا جاوے کہ کیا عقل اس بات کو تسلیم کرتی ہے کہ کوئی شخص زندہ بجسمہ العنصری آسمان پر چلا جاوے اور دو ہزار برس تک وہین بیٹھا رہے اور کسی قسم کی ضروریات اور عوارض اسے نہ لگین کیا کوئی عقل ہے جو اس خصوصیت کو مان سکے بھلا ان لوگون سے پوچھا جاوے کہ اس خصوصیت کی جو تم نے حضرت عیسےٰ مین مانی ہے کیا وجہ ہے - یہ تو ایک قسم کا باریک شرک ہے - اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ فسئلوا اہل الذکر ان کنتم لا تعلمون - اللہ تعالےٰ انسان کو متوجہ کرتا ہے کہ ہر ایک امر مین نظائر ضروری ہین - جس چیز مین نظیر نہین وہ چیز خطرناک ہے + آج کل جس طرح کا ہمارا جھگڑا ہے اسی قسم کا ایک جھگڑا پہلے بھی اہل کتاب مین گزر چکا ہے اور وہ الیاس کا معاملہ تھا - ان کی کتابون مین لکھا تھا کہ مسیح ع آسمان سے نہین نازل ہوگا جب تک ایلیا آسمان سے دوبارہ نہ آلے - اسی بنا پر جب حضرت مسیح آئے اور انہون نے یہود کو ایمان کی دعوت کی تو انہون نے صاف انکار کیا کہ ہمارے ہان مسیح کی علامت یہ ہے کہ اس سے پہلے ایلیا آسمان سے دوبارہ نازل ہوگا - مگر حضرت مسیح نے اس کی یہ تاویل کی کہ کوئی شخص یحیٰی یوحنا (یحیٰی) ہی ایلیا ہے اور یہ اس کی (الیاس) خو و بو لیکر آیا ہے اسی کو ایلیا مان لو - وہ آسمان سے دوبارہ نہین آویگا جس نے آنا تھا وہ آچکا چاہو تو مانو + غرض حضرت عیسےٰ ع پر بھی یہ ایک مصیبت بڑی پڑی تھی - اور ان کا فیصلہ ہمارے اس مقدمہ کے لئے ایک دلیل ہو سکتا ہے - اگر حضرت عیسےٰ ع یہود کے مقابل مین حق پر تھے تو ہمارا معاملہ بھی صاف ہے ورنہ پہلے حضرت عیسےٰ ع کی نبوت کا انکار کرین - بعد مین ہمارا معاملہ آوے گا +

اگر واقعی طور پر ان یہودیون کی طرح یہ یہودی بھی حق پر ہین تو پھر اول تو حضرت عیسےٰ کی نبوت کا ثبوت نہین تو ان کا آسمان سے آنا کجا - پس یا تو یہ مسلمان اس بات کو مان لین کہ آسمان پر کوئی شخص زندہ نہین جایا کرتا - اور نہ ہی وہ دوبارہ واپس آیا کرتے ہین - اور وہ اسی قاعدے کے مطابق حضرت عیسےٰ ع کو دوسرے انبیاء کی طرح وفات پائے ہوئے مان لین - اور یا حضرت عیسےٰ ع کی نبوت سے انکار کرین - اور اس طرح پر ان کی آمد کے متعلق تمام امیدون سے ہاتھ دھو لین غرض ان کی منفرد اور خاص قسم کی زندگی ایک خطرناک قسم کا شرک ہے - غرض دوسری قسم کے دلایل عقلی تھے سو ان کے رو سے بھی یہ قوم ملزم ہے +

(باقی آیندہ)

الوار احمدیہ پریس قادیان مین باہتمام شیخ یعقوب علی تراب احمدی کے چھپکر شائع ہوا -

نمبر ۱۸ | مورخہ ۱۷ مئی سنہ ۱۹۰۳ء مطابق ۱۹ صفر سنہ ۱۳۲۱ھ روز یکشنبہ | جلد ۷

سرپرستان الحکم کے نام ایک نیاز نامہ

برادران! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں نے ۳۰ جنوری سنہ رواں کی اشاعت میں اپنے مخدوم میر مردان علی صاحب کا گرامی نامہ درج کرتے ہوئے یہ ارادہ ظاہر کیا تھا کہ عنقریب میں ایک سرکلر ایڈیٹر سرپرستان الحکم کی خدمت میں الحکم کی توسیع اشاعت کے لئے ارسال کرونگا اور سو منتخب اور معزز سرپرستوں کو کم از کم دس دس خریدار دینے کیلئے مجبور کروں گا مگر ابھی تک مجھے فرصت نہیں ملی کہ میں وہ موعودہ چٹھی لکھ سکوں اور سو مقتدر اور بارسوخ اصحاب کے نام منتخب کر سکوں۔ تاہم میں دیکھتا ہوں کہ باوصفیکہ اسوقت تک کوئی باقاعدہ اور متواتر تحریک توسیع اشاعت کے متعلق نہیں کی گئی لیکن الحکم کے سرپرست اور مربی اپنی جگہ بلا تحریک بھی کام کر رہے ہیں۔ جس کیلئے میں مجموعی طور پر جزاہم اللہ احسن الجزا کہتا ہوں۔ اور ان کو مزید توجہ دلانے کیلئے یہ عریضہ بذریعہ الحکم لکھتا ہوں۔ اور امید کرتا ہوں کہ قوم اس پر پوری توجہ کریگی۔

الحکم کے ذریعہ سے میں جسقدر خدمات قوم کی کرنی چاہتا ہوں ان کا پورا ہونا محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور توفیق پر منحصر ہے لیکن جہانتک عالم اسباب میں اسباب کا تعلق ہے وہاں تک وہ الحکم کی کثرت اشاعت کے ساتھ وابستہ ہیں۔ کیونکہ کثرت اشاعت مجھے اس قابل بنا سکیگی کہ میں اسی قیمت میں اس کے حجم میں اضافہ کر دوں اور اسطرح پر وہ کل ضروریات جو ایک اخبار کے ذریعہ پوری ہو سکتی ہے پوری کرنیکی سعی کیجاوے +

میں دیکھتا ہوں کہ البشریٰ کے اعلان پر کم و بیش ہر روز درخواستوں کا سلسلہ جاری ہے اور ڈیڑھ سو سے زائد درخواستیں آ بھی چکی ہیں لیکن اگر ہمارے سرپرست توجہ کریں اور ہر واحد خریدار کم از کم ایک جدید خریدار ہر مہینے بہم پہنچانیکا عزم کرلے اور اپنا فرض سمجھ لے کہ وہ پیشگی قیمت دینے والے خریدار بہم پہنچانے کی سعی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کریگا تو الحکم کی ماہوار اشاعت ایک ہی مہینے میں سولہ سو ہو سکتی ہے۔ اور اسطرح پر بہت سی ضرورتیں الحکم ہی کے ذریعہ پوری ہو سکتی ہیں اسوقت اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے الحکم نو سو چھپتا ہے لیکن دو لاکھ سے زائد آدمیوں کی جماعت کا ارگن جو چھ سال سے جاری ہے اسکی یہ اشاعت بہت ہی کم ہے۔ اگر دس فیصدی بھی الحکم لینے والے ہوں تو دو لاکھ کی جماعت میں الحکم کی اشاعت کم از کم بیس ہزار ہونی چاہئے۔ مگر اس کے واسطے ضرورت ہے تحریک کی ضرورت ہے سعی اور کوشش کی اس لئے میں اپنے سرپرستوں کی خدمت میں اس مختصر نیاز نامہ کے ذریعہ سے یہ التماس کرتا ہوں کہ وہ الحکم کی توسیع اشاعت کیلئے مناسب اور موزوں تدابیر کو کام میں لاویں۔ اور ہر واحد خریدار کم از کم ایک سال کیلئے یہ عزم کرلے کہ وہ ایک جدید خریدار ہر مہینے الحکم کو دیگا میں دیکھونگا کہ الحکم کے ۵۳۰ خریداروں میں سے کتنے ہیں جو اپنے عزیز الحکم کی توسیع اشاعت کے کام میں حصہ لینے والے ٹھہرتے ہیں اور اگر کم از کم چار سو بھی ایسے صاحب عزم بزرگ نکل آئیں تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ اسی قیمت میں وہ الحکم کے حجم میں بہت بڑا اضافہ دیکھیں گے اور الحکم کو ایک مکمل آرگن قریباً تمام قومی ضرورتوں کا پائیں گے اور قوم کی جن جن ضرورتوں کو محسوس کرکے الگ رسائل یا کتابوں کے اشتہارات وقتاً فوقتاً شائع کئے جاتے ہیں۔ وہ سب الحکم ہی کے ذریعہ انشاء اللہ پورے ہو سکیں گے۔ بس یہ کام منحصر ہے ہمارے سرپرستوں کی ہمت پر اور بالآخر اللہ تعالیٰ کے فضل پر۔

میں امید کرتا ہوں کہ بہت جلد توسیع اشاعت الحکم کا کالم الحکم میں قائم کرسکونگا جو بزرگ میری اس تجویز کے موافق الحکم کی توسیع اشاعت کیلئے والنٹیر ہوں چاہئے کہ وہ جلد تر اطلاع دینے سے شرف بخشیں۔

قوم کا خادم .... ایڈیٹر الحکم

دربارِ شام

۴ - مئی ۱۹۰۳ء

سلسلہ کے لئے دیکھو اخبار مطبوعہ ۱ مئی صفحہ ۱۶

تیسرا ذریعہ ایک صادق کی شناخت کا اس کے ذاتی نشانات اور خارق عادت پیشگوئیاں ہوتی ہیں۔ اور منہاج نبوّت پر پرکھی جاتی ہیں سو اس قسم کے دلائل بھی اللہ تعالیٰ نے اُس جگہ بہت جمع کر دیئے ہیں کیا زمینی کیا آسمانی۔ کیا مکانی۔ کیا زمانی ہر قسم کے نشانات اس نے خود ہمارے لئے ظاہر فرمائے ہیں۔ آنحضرتؐ کی اکثر پیشگوئیوں کا ظہور بھی ہو چکا ہے۔ آسمان نے ہمارے لئے گواہی دی زمین ہمارے واسطے شہادت لائی اور ہزاروں خارق عادت ظہور میں آ چکے ہیں زمانہ ہے سو وہ خود زبان حال سے چلا رہا ہے کہ ضرور کوئی آنا چاہیئے قوم کے ۷۳ فرقے ہوگئے ہیں یہ خود ایک حکم کو چاہتے ہیں۔ ان تمام فرقوں میں ایسے ایسے اختلاف پڑے ہیں کہ ایک دوسرے کو تکفیر کے فتوی لگائے جاتے ہیں اور ارتداد کا جرم ان میں سے ہر ایک کی گردن پر سوار ہے حنفی دہابیوں کو اور وہابی حنفیوں کو جہنمی بتاتے ہیں شیعہ ان سب کو راہ راست سے بھٹکے ہوئے کہتے ہیں۔ خارجی ہیں سو وہ شیعہ کی جان کے دشمن ہیں۔ غرض ہر ایک فرقہ دوسروں کے خون کا پیاسا ہے اب ان میں سے اختلاف کے دُور کرنے کے واسطے جو حَکَم آویگا کیا وہ ان کی مساوی باتوں کو مان لیگا اگر ایسا کریگا تو دوسرا ناراض ہو جاویگا۔ یہاں ہر ایک فرقہ یہی چاہتا ہے کہ میری اگر ساری باتیں وہ نہ مانے گا تو وہ خدا کی طرف سے نہ ہوگا۔ غرض ہر ایک نے اس کے صدق کا معیار اپنے تمام عقائد کو مان لینا مقرر کیا ہوا ہے۔ مگر کیا وہ ایسا ہی کریگا۔ ہرگز نہیں بلکہ وہ ہر ایک راستی کا حامی اور ناراستی کا دشمن ہوگا۔ اگر ایسا نہیں تو وہ حَکَم ہی کس کام کا ہوا + اور ایسے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ اس کے وجود سے عدم بہتر ہے +

اصل مشکل یہ ہے کہ ان بیچارے لوگوں کی عادت ہی ہو گئی ہے اور بچپن سے کانوں ہی میں پڑتا آیا ہے کہ وہ اسطرح آسمان سے ایک مینار پر اُتریگا پھر سیڑھی مانگے گا اور دو فرشتوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھکر وہ نیچے اُترے گا۔ پس آتے ہی نہ بھلی نہ بُری کفار کو تہ تیغ کر کے انکے اموال و املاک سب مسلمانوں کے حوالے کریگا۔ وغیرہ ان باتوں کو جو مدتوں سے سادہ لوح پر کندہ ہو گئی ہیں دور کریں تو کسطرح وہ بیچارے معذور ہیں۔ یہ مشکلات ہیں اور ان کا دُور ہونا بجز خدا تعالیٰ کی خشیت کے ہرگز ممکن نہیں +

توفیتنی فرمایا اور بخاری نے اپنا مذہب اس آیت کے معنے بیان کرنے کے متوفیک۔ ممیتک۔ تو پھر اس کے بعد خواہ مخواہ ان کو زندہ آسمان پر بٹھانا ان لوگوں کی کیسی غلطی ہے وہ بیچارہ تو خود بھی دُہائی دیتا ہے کہ یہ لوگ میرے مرنے کے بعد بگڑے ہیں بھلا اب ہمیں کوئی بتادے کہ یہ لوگ ابھی بگڑے ہوئے ہیں یا نہیں۔ اگر یہ بگڑے ہیں تو تو مسیح وفات پا چکے ہیں ورنہ ان کے تثلیث کفارے اور علاوہ اعتقادات پر ایمان لاؤ اور آنحضرتؐ کی نبوت کا انکار کرو۔

. . . . یہ جو اللہ تعالیٰ نے سورہ فاتحہ میں فرمایا ہے کہ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین۔

اسمیں ہم نے غور کیا تو معلوم ہوتا ہے کہ آنیوالے شخص میں دو قسم کی صفات کی ضرورت ہے۔ اوّل تو عیسوی صفات اور دوسرے محمدی صفات کی کیونکہ مغضوب علیہم مراد یہود اور الضالین سے مراد نصاریٰ ہیں۔ جب یہود نے شرارت کی تھی تو حضرت عیسےٰؑ ان کے واسطے آئے تھے جب نصاریٰ کی شرارت زیادہ بڑھ گئی تو آنحضرتؐ تشریف آور ہوئے تھے اور یہاں خدا تعالیٰ نے دونوں کا فتنہ جمع کیا اندرونی یہود اور بیرونی نصاریٰ جن کے لئے آنیوالا بھی آنحضرت کا کامل بروز اور حضرت عیسےٰ کا پورا نقشہ ہونا چاہیئے تھا +

حَکَم کے سامنے کسی کی پیش ہی کیا جاتی ہے۔ اور اس سے ان کی بحث ہی کیا۔ یہ زمینی وہ آسمانی۔ یہ قابل محض وہ ہر وقت خدا سے تعلیم پاتا۔ یہ لوگ ہمیں رطب یابس احادیث اور اقوال کا انبار پیش کر کے ہرانا چاہتے ہیں مگر یہ کیا کریں ہمیں تو تیس سال ہوئے کہ خود خدا ہر وقت تازہ الہامات سے خبر دیتا ہے کہ یہ امر حق ہے جو تو لایا ہے تیرے مخالف ناحق پر ہیں۔ ہم اب کیا کریں ان لوگوں کی مانیں یا آسمان سے خدا کی مانیں +

سوچنے والے کیواسطے کافی ہے کہ صدی کا سر بھی گذر گیا ہے اور تیرھویں صدی تو اسلام کیواسطے سخت منحوس صدی تھی ہزاروں مرتد ہوگئے یہود خصلت بنے۔ اور جو ظاہر میں مرتد نہیں اگر باریک نظر سے دیکھا جاوے تو وہ بھی مرتد ہیں ان کے رگ و ریشے میں دجال نے اپنا تسلط کیا ہوا ہے پوشاک تک ان کی بدل گئی ہے تو دل ہی نہ بدلے ہونگے۔ صرف بعض خوف سے یا بعض اور وجوہات سے اظہار نہیں کرتے ورنہ ہیں وہ بھی مرتد اپنے دین کی خبر نہ ہوئی دوسروں کے زیر اثر ہوئے تو اب ارتداد میں کسر ہی کون سی باقی رہ گئی اگر اب بھی انکا مہدی اور مسیح نہیں آیا تو کب آئیگا جب اسلام کا نام ہی دنیا سے اُٹھ جاویگا اور یہ بیڑا ہی غرق ہو جاوے گا۔ افسوس کہ قوم کی آنکھیں بند کی گئی پڑی ہے اور اسے اپنی حالت سے بھی خبر نہیں فقط

۶ - مئی ۱۹۰۳ء

فرمایا کہ وحی کا قاعدہ ہے کہ اجمالی رنگ . . . میں نازل ہوا کرتی ہے۔ اور اس کے ساتھ ایک تفہیم ہوتی ہے مثلاً جب آنحضرتؐ کو نماز پڑھنے کا حکم ہوا ہے تو ساتھ کشفی رنگ میں نماز کا طریق اسکی رکعات کی تعداد اوقات نماز وغیرہ کشفی رنگ میں بتا دیا گیا تھا علیٰ ہذا القیاس جو اصطلاح اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اسکی تفصیل اور تشریح کشفی رنگ میں ساتھ ہوتی ہے جن لوگوں کو وہ اس وحی کے منشا سے آگاہ کرتا ہے اور اُسکو دوسروں کے دلوں میں داخل کرتا ہے جب سے دنیا ہے وحی کا یہی طرز چلا آیا ہے اور کل انبیاء کی وحی اسی رنگ کی تھی وحی کشفی تصویروں یا تفہیم کے سوا کبھی نہیں ہوئی اور نہ وہ اجمال بجز اس کے کسی کی سمجھ میں آ سکتا ہے +

مد سے خبر آئی ہے کہ اس جگہ آبادی کچھ اوپر دو سو آدمی کی ہے اور اب تک ایک سو تین آدمی مر چکے ہیں اور ابھی چار پانچ روز مرتے ہیں۔ اس پر حضرت اقدس نے حکم دیا ہے کہ اخباروں میں مد کے متعلق پیشگوئی مندرجہ قصیدہ اعجاز احمدیہ کو شائع کر کے دکھائیں اور مولوی ثناء اللہ وغیرہ کو آگاہ کریں کہ وہی الفاظ جن پر وہ مقدمہ بنوانا چاہتا تھا خدا تعالےٰ اب پوری کر رہا ہے۔ اب لوگ سوچیں۔ وہ حق تھا یا نہیں +

استفسار اور انکے جواب

سوال۔ کیا قرآن شریف کی کوئی ایسی صریح آیت ہے جس سے ثابت ہو کہ مسیح بن باپ پیدا ہوا؟

جواب۔ اوّل یحییٰ اور عیسےٰ علیہما السلام کے قصہ کو ایک جا بیان کرنا ہی اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ جس طرح پر حضرت یحییٰ علیہ السلام کی پیدائش خارق عادت طور پر ہوئی۔ یعنے حضرت ذکریا علیہ السلام بہت ہی بوڑھے تھے اور ان کی بیوی بانجھہ تھی۔ اس طرح پر حضرت یحییٰ کی پیدائش کا حال اوّل قرآن نے بیان کیا ہے۔ پھر حضرت عیسےٰ علیہ السلام کا ذکر کیا ہے قرآن شریف کی یہ ترتیب صاف طور پر ظاہر کرتی ہے کہ ادنیٰ حالت سے اعلیٰ حالت کی طرف ترقی کی ہے۔ یعنے جسقدر اعجاز یحییٰ کی پیدائش میں تھا اس سے بہت بڑھ کر مسیح کی پیدائش میں تھا پس اگر حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی پیدائش اعجازی رنگ نہ رکھتی تھی تو پھر یحییٰ کی پیدائش کا ذکر کر کے یہ ذکر ساتھ ہی کیوں چھیڑا اور مریم علیہا السلام کا ذکر شروع کر دیا اس میں یہی سر تھا کہ کسی کو تاویل کی گنجائش نہ رہے۔ ان دونوں بیانوں کا یکجائی ذکر اعجازی امر کو صاف ثابت کرتا ہے +۔

دوم۔ قرآن شریف نے فرمایا ہے ان مثل عیسےٰ عند الله کمثل آدم اگر مسیح علیہ السلام بن باپ پیدا ہوئے تھے تو پھر قرآن شریف کی اس آیت کے کیا معنے ہونگے اور آدم سے مماثلت کیا ہوئی۔ اور وہ کیا اعتراض مسیح پر تھا جسکا یہ جواب دیا گیا۔ تاریخی بات یہی ہے کہ یہود آپ کی پیدائش کو ناجائز قرار دیتے تھے کہ آپکا کوئی باپ نہ تھا اسپر خدا تعالےٰ نے یہود کو یہ جواب دیا کہ آدم بھی تو بلا باپ پیدا ہوا تھا بلکہ بلا ماں بھی جو اعتراضات بلحاظ واقعات کے ہوتے ہیں اُن سے جواب کو دیکھنا چاہئے۔ اگر کوئی کہے کہ ایسا ہونا خلاف قانون قدرت ہے تو پہلے اُسکو چاہئے کہ قانون قدرت کی حدبست دکھاوے { ۳۰ }

سوال۔ مہر کی تعداد کیا ہونی چاہئے ؟

جواب۔ ہر تراضی فریقین سے جو ہو اُسپر کوئی حرف نہیں آتا اور شرعی مہر سے یہ مراد نہیں ہے کہ احادیث یا نصوص قرآنیہ نے اسکی کوئی حد مقرر کر دی ہے بلکہ اُس سے مراد اسوقت کے لوگوں کے مروجہ مہر سے ہوتی ہے۔ ہمارے ملک میں یہ خرابی ہے کہ محض نمود کیلئے اور اس غرض کے واسطے کہ مرد ڈرتا رہے اور قابو میں رہے۔ لاکھ لاکھ کا مہر مقرر کر دیتے ہیں نیّت نہ عورت والوں کی لینے کی ہوتی ہے اور نہ مرد کی دینے کی محض نمائش کیلئے ایسا ہوتا ہے اور آخر اس سے برے برے نتائج پیدا ہوتے ہیں میرا مذہب یہ ہے کہ ایسے تنازعوں میں نیت کو دیکھ لیا جاوے اور جب تک یہ ثابت نہ ہو کہ رضا و رغبت سے وہ اسی قدر مہر پر آمادہ تھا تب تک مقرر شدہ نہ دلایا جاوے اور اُسکی حیثیت اور عام رواج کو مدنظر رکھ کر فیصلہ کیا جاوے کیونکہ بدنیتی کی اتباع نہ شریعت کرتی ہے اور نہ قانون۔

عام واقفیت بڑہانیوالی خبریں

فرانس میں ایک قسم کا کاغذ ایجاد ہوا ہے جو گندک کے ہلکے تیزاب میں بنایا جاتا ہے جس قسم کا تیزاب اسمیں لگایا جاتا ہے اتنی ہی مدت بعد نہ صرف اُس کے اُوپر کی تحریر بلکہ خود کاغذ خراب ہو جاتا ہے اس لیے جو لوگ اپنے معاہدوں کی رجسٹری شدہ نقلیں نہ رکھینگے اُنکو وعدے کے وقت مایوسی ہوگی (ایڈیٹر۔ کیا مادی دُنیا کی علوم کی ترقی انسان کو زیادہ دہوکہ باز بناتی جاوے گی !)

برلن۔ پایہ تخت جرمنی میں ڈاکٹروں کے کوچبان سفید ٹوپی پہنتے ہیں۔ یہ اس لئے کہ اگر ڈاکٹر کی لیکایک ضرورت پڑ جاوے تو اُسکی گاڑی پہچان لی جاوے۔

انسان کی کھال میں نمی کے جذب کرنے کی حیرت انگیز قابلیت پائی جاتی ہے۔ تجربہ سے معلوم ہوا کہ ایک شخص جس نے سخت محنت کے بعد گرم پانی سے غسل کیا تھا اس کا وزن نصف پونڈ زیادہ ہو گیا۔ اسی طرح گھوڑ دوڑ کے سوار سخت محنت کے بعد پینے کی گرم چیزیں استعمال کرتے ہیں ان کے مسامات کھل جاتے ہیں اور نمی جذب کرنے کے باعث تین سے چھ پونڈ تک اُن کا وزن بڑھ جاتا ہے۔

پیرس کے مدرسہ سائنس میں ایک عجیب تحقیقات کی جا رہی ہے کہ انسان کے قد کی اونچائی اس گلٹی پر منحصر ہے جو حلق میں نرخرے کے نیچے ہوتی محقق کا خیال ہے کہ اگر اس گلٹی کو کسی ترکیب سے بڑہا دیا جاوے تو ایک بچہ اونچے سے اونچے قد تک بڑہ سکتا ہے۔

بیماروں کی تیمارداری کی ایک نئی ترکیب ایجاد ہوئی ہے جسکے ذریعہ سے ایک ہی شخص متعدد بیماروں کی تیمارداری کر سکتا ہے۔ ایک چھوٹا سا بکس ایجاد ہوا ہے جس میں ایک رجسٹر اور ایک یا زیادہ گھنٹیاں لگی ہوئی ہوتی ہیں۔ جب شفاخانہ میں متعدد بیمار ہوتے ہیں جو بخار وغیرہ سے سخت بیمار ہوں تو رجسٹر اون کی بغلوں کے نیچے رکھدئے جاتے ہیں اور جب کسی مریض کی حرارت اس درجہ تک پہنچ جاتی ہیں۔ جبکہ ڈاکٹر کی ضرورت ہوتی ہے تو ایکے رجسٹر کی گھنٹی زور سے بجنے لگتی ہے اور تیماردار کو مریض کی نازک حالت کی اطلاع ہو جاتی ہے۔

بعض ڈاکٹروں نے تجربہ سے فیصلہ کیا ہے کہ تمباکو پینے سے کئی ایک امراض پیدا ہوتی جن میں سے چند ایک یہ ہیں دل دہڑکنا۔ ڈسپیپسیا بہوک کی کمی حافظے کی کمزوری۔ ضعف نظر۔ کہانسی جسم کی کمزوری اولاد کی قلت۔

کتابوں کے ورق سے چکنائی دور کرنیکا یہ طریق عمدہ ہے کہ کاسٹک پوٹاس کا عرق گرم گرم بلاٹنگ پیپر کے ذریعہ سے داغ پر لگایا جاوے اور پھر دو تین ورق بلاٹنگ پیپر کے اسپر رکھ کر گرم لوہا اس پر پھیر دیا جاوے اُس کے بعد ہائیڈروکلورک ایسڈ کا نرم تیزاب ورق کی پشت پر لگا کر لوہے سے سکھا لیا جاوے۔

نیند آور دوائیوں کی بابت دریافت ہوا ہے کہ بعض میں چرس کی بہت سی مقدار ملی ہوتی ہے جو حال میں امریکہ کے ایک مشہور بیرسٹر کیلئے مہلک ثابت ہوئی ہے

حضرت حکیم الامت کے ارشادات

موسیٰ علیہ السلام کے مدین میں رہنے سے سبق

۱۔ خلق الله پر رحم اور شفقت کرے اور محض اللہ تعالےٰ کیواسطے کرے نہ کسی اجر کے واسطے جیسا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بکریوں کو پانی پلانے میں کیا۔

۲۔ اپنے آرام کی تجاویز سوچے اور طبیعت کو خراب نہ کرے۔ موسیٰ علیہ السلام نے جیسے سایہ میں بیٹھکر دعائیں شروع کر دیں۔ دعاؤں سے کام لے۔

۳۔ بجائے اس کے کہ انسان خود سوال کرے۔ چاہئے کہ محنت و مزدوری سے کام لے اور والدین کی آخری عمر میں اُن کی خدمت کرے جیساکہ ان دو لڑکیوں نے کیا۔

۴۔ اگر کوئی تمسے نیکی کرے تو تم اُس کا ضرور خیال رکھو اسکے احسان کا بدلہ دینے کی کوشش کرو۔ اگر نہ دے سکو تو دعا کرو۔ دعا کرو حتی کہ تمہیں یقین ہو جاوے کہ حق ادا ہو گیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اذا حییتم بتحیۃ فحیوا باحسن منہا او ردوھا

۵۔ اگر بے مانگے کوئی چیز آجاوے تو اس کے لینے سے مضائقہ نہ کرے ہاں اگر ہو سکے تو اُس کا بدلہ دیدو یا دعا ہی کر دو۔

۶۔ لڑکی دینے والا اگر خدمت کراوے تو داماد کو کرنی چاہئے اور اگر وہ کچھہ اس امر کے بدلہ میں لڑکی کا دلی کچھہ مانگے تو حرام نہیں۔

حضرت یونس علیہ السلام کی دعا کی مختصر اسرار

حضرت یونس علیہ السلام کی دعا جو قرآن شریف میں درج ہے وہ یہہ ہے لا الٰہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین یہ ایک بڑی عظیم الشان دُعا ہے۔ اسمیں انہوں نے اپنا حال بھی عرض کر دیا اور اللہ تعالیٰ کے صفات کو بھی بیان کیا اور یقین کر لیا کہ اللہ تعالےٰ کے سوا کوئی اور گناہ معاف نہیں کر سکتا اور اس بات کا اعتراف کیا کہ گناہ انسان کی غلطی کا موجب ہوتا ہے۔ اور اُس کا علاج استغفار ہے اللہ تعالیٰ کی توحید کا جو انسان پر ساری نیکیوں کے دروازے کھولتی ہے۔ اس کا اقرار کیا اور استغفار جو شر کے دروازے بند کرتا ہے اُس پر ایمان لائے۔ تکلیف کا سبب بیان کیا کہ انسان کا اپنا ہی ظلم ہے۔

غضب الٰہی کے نیچے کون آتے ہیں؟

اللہ تعالیٰ کا جب غضب نازل ہوتا ہے تو اسمیں دو قسم کے لوگ گرفتار ہوتے ہیں اوّل وہ جو خود اس عذاب کے

نزول کا باعث ہوتے ہیں۔ دوم جو ان کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں اُسکی مثال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خوب دی ہے کہ اگر جہاز کے نیچے کے طبقہ والے اوپر جانا پسند نہ کریں اور نیچے ہی سے سوراخ کر کے پانی لینا چاہیں اور اوپر والے اون کی بے وقوفی سے آگاہ ہونے کے باوجود بھی اُن کی حفاظت نہ کریں اور وہ سوراخ کر کے پانی لینے لگیں تو دونوں ہلاک ہونگے اسی طرح یہ عام دُنیا کی حالت ہے۔

قرآن شریف کے معانی کرنیکے واسطے ضروری امور

۱ ۔ تقوی کی غرض سے قرآن شریف کو پڑھے نہ کسی اور غرض کے واسطے پس ترجمہ کرنے میں تقوی کا خیال رکھے۔
۲ ۔ اسماء اللہ کے معنے قرآن کریم کی رو سے کرو کسی لفظ کے ایسے معنے ہرگز نکئے جائیں جو اللہ تعالیٰ کی کسی صفت کے خلاف ہوں۔
۳ ۔ ایک جگہ کی بات اگر دوسری جگہ بھی ہو تو اُسکو دیکھا جاوے اور دونوں کی مطابقت سے معنے کئے جاویں
۴ ۔ سنت اللہ کے خلاف معنے نکرو
۵ ۔ مشاہدہ اور عقل کے خلاف بھی نہوں۔ تجربہ کے خلاف نہ ہوں۔
۶ ۔ تعامل کے خلاف نہ ہوں۔
۷ ۔ کتب سابقہ اور احادیث صحیحہ سے فائدہ اٹھاوے
۸ ۔ اللہ تعالیٰ کسی کو براہ راست اپنے مکالمہ سے یا کسی اور طرح سے بتا دیوے۔
۹ ۔ بعض چیزوں کے آثار موجود ہیں ان کے خلاف نہو۔
۱۰ ۔ لغت عرب سے باہر نہ ہوں
۱۱ ۔ پسندیدگی معانی کی مدنظر ہووے یعنے عرف

فیس معاف

چونکہ نتیجہ امتحان انٹرنس نکل چکا ہے (جسمیں مدرسہ تعلیم الاسلام کے طلباء سات میں سے چار پاس ہوئے ہیں اور ان چار میں سے ایک طالب علم ایسا بھی تھا جس نے گذشتہ سال امتحان مڈل پاس کیا تھا اور صرف ایکسال کی محنت سے اُس نے انٹرنس پاس کر لیا ہے) اسواسطے جیسا کہ پہلے سے اعلان کیا جا چکا ہے۔ ۱۵ مئی کو انشاء اللہ کالج کی پہلی جماعت کھولی جائے گی۔ لیکن فی الحال دو سال تک اس مدرسہ کے صیغہ کالج میں کوئی فیس نہیں لیجاویگی اور تعلیم دینیات۔ عربی۔ انگریزی۔ فارسی۔ فلاسفی۔ ہسٹری۔ ریاضی میں ہوگی۔ المشاھر محمد صادق عفی عنہ سپرنٹنڈنٹ کالج تعلیم الاسلام۔ ۱۰۔ مئی ۱۹۰۳ء

۴ مئی ۱۹۰۳ء کو مجھے رویا میں یہ الفاظ معلوم ہوئے

آصف آباد (یا آصف آباد) ۔ مسجد سلطان روم
محمد زیرک خان۔

آخری نام میں سے کچھ حصہ بھول گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے اسکی کیا تعبیر ہو۔ اگر کوئی صاحب ان ناموں کے متعلق کچھ اطلاع دے سکیں تو خوب ہو والسلام۔ **محمد صادق عفی عنہ۔ قادیان**

اَلنُّصحُ

(گذشتہ اشاعت سے آگے)

اس سے پہلے کچھ نہ تھا تثلیث کا کوئی بھی طور
تیرہ بشپ اُسنے بٹھلائے کرائی اس پہ غور
ظلم سے تثلیت لوگوں کو کرائی خود قبول
مانتے تھے اُس سے پہلے ابن مریم کو رسول
بات سچی ہے یہی تاریخ ہے اس پہ گواہ
شک نہیں اس میں کہ نکلی بعد عیسے ہر یہ راہ
ایسی ظلمت اور ضلالت سے خدا کی ہے پناہ
دین عیسے کو کیا اس بدکمیٹی نے تباہ
مار ڈالا جان سے جس نے نہ مانا یہ طریق
قتل اس انکار سے ہوتے رہے صدہا فریق
ہر طرف تثلیث کی لعنت جہاں میں چھا گئی
ظلم قسطنطین کی ظلمت جہاں پہ آ گئی
بدنتائج اپنے سب دنیا میں وہ پھیلا گئی
ایسی بدحالت ہوئی مخلوق سب گھبرا گئی
تین سو جب سال گذرے ظلم پہنچا تا کمال
غیرت حق نے نکالا حق کو باجاہ و جلال
نسل اسمٰعیل سے ظاہر ہوا اک پہلوان
جس کی آمد تھی نوشتوں میں لکھی باعزوشان
نکلا فاران عرب سے ایک باہیبت جوان
اور میدان میں کھڑا ہو کر ہوا وہ رجز خوان
زور سے للکار کر ظاہر کیا توحید کو
اور جتلایا خدا پاک کی تقدیر کو
آخری پتھر نبوّت کا وہ کونے کا سرا
جس کی نسبت خود بھی عیسے ابن مریم نے کہا
پیس ڈالے گا وہ پتھر جسپہ آ کر گر پڑا
اور پس کر راکھ ہو جائے گا جو اُس پر گرا
بعد جانے کے مرے دنیا میں احمدؐ آئیگا
جو نہیں بتلا سکا میں تم کو وہ بتلائے گا
وہ مثیل حضرت موسےٰ دعائے ابراہام
جس کے مونہہ میں خود خدا نے دیدیا اپنا کلام
تاکہ بھر جائے زمین اُس کی ستائش سے تمام
اور صفات حق سے واقف ہوں جہاں میں خاص و عام
حضرت داؤد کا وہ پہلوان باوقار
اور سلیمان کا محمد نام وہ پیارا نگار
آگیا مٹنے پہ تھا توحید کا نام و نشان
کھو چکے اس گوہر نایاب کو تھے بندگان
اور شرک و بت پرستی میں پھنسے تھے انس و جان
وحشت و غفلت میں تھا ڈوبا ہوا سارا جہان
جتنے تھے اہل کتاب اُن کے چلن بگڑے ہوئے
افترا کرنے سے حق پر تھے وہن بگڑے ہوئے
اسود و احمر کا آخر آگیا جب رہنماء
آتے ہی حکم خدا کا اُس نے فتوی دیدیا۔
آسمان پر دیکھ لو جو فیصلہ اب ہو گیا
مجھ کو جو حق سے ملا ہے تم کو دیتا ہوں سُنا
اب نہ کوئی غیر حق یاں پر نہ پوجا جائے گا
جو نہ مانے گا خدا کا حکم وہ پچھتائیگا
حق نے بخشی ہے مجھے یہہ دیکھ لو روشن کتاب
اب یہی دکھلائیگی سُن لو تمہیں راہ صواب
بات جو کہدیگی وہ بات ہو گی لاجواب۔
چاہتے ہو گر بھلا اپنا اسے مانو شتاب
یہہ زمین و آسمان کے رب نے بھیجی ہے ہدا
رب کے بندو مان لو اس کو یہہ ہے نور و شفاء
میں کبھی خواہ بنی آدم ہوں دکھلاتا ہوں حق
حق دیا مجھ کو خدا نے اور بتلاتا ہوں حق۔
خود بھی میں ہوں خادم حق اور سمجھاتا ہوں حق
حق نے بھیجا ہے مجھے اور حق سے میں پاتا ہوں حق
حق ہی میرے پاس ہے اور اُسکا میں شیدا ہوں
میں تمہیں کہتا ہوں حق میں مرسل داور ہوں
میں وہی کہتا ہوں جو ہیں کہہ چکے سب انبیاء
دیکھ لو تم کھول کر پہلے نوشتوں کو لکھا۔
موسیٰ و عیسیٰ نے میرے حق میں ہے جو کچھ کہا
میں مصدق ہوں اُسیکا کہہ رہا ہوں برملا۔
افترا باندھو نہ حق پر تم سنو اہل کتاب
اور اگر سچے ہو لاؤ میری باتوں کا جواب
رب ہے میرا بھی وہی جو رب تھا ابراہیم کا
اور خدا میرا وہی ہے جو تھا موسیٰ کا خدا
جس کو عیسے نے کہا ایلی وہ ہے اللہ میرا
سب پہ قادر سب کا مالک خالق عرض و سما
پیٹ کا مریم کے جایا ہو نہیں سکتا خدا
اللہ اللہ ایلی ایلی ابن مریم نے کہا
مانتے ہو کس طرح تثلیث نامعقول کو۔
ایک ٹھہراتے ہو تم معقول اور مجہول کو۔
کیوں بڑھاتے حد سے ہو اک بندہ معقول کو
بات تو سیدھی ہے یہ اب دخل کیا ہے طول کو
جو سمجھ آتی نہیں وہ بات کیوں مانے کوئی
تین میں کا ایک ہونا کس طرح جانے کوئی
ابتدا سے مانتے آئے ہیں جس کو سب رسول
قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ہاں ہے یہی سچا اصول
لَمْ يَلِدْ اور لَمْ يُوْلَدْ کے ہے سوا سب کچھ فضول
بات ہے معقول یہہ کرتے ہیں جس کو سب قبول
مرسلان حق کا جب سے سلسلہ جاری ہوا
ایک ہی سب کو یہہ حکم حضرت باری ہوا
(باقی آئندہ)

حفظ صحت اور اسلام

نمبر ۳

لباس کی نسبت اس طرح پر ارشاد ہے وَجَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيلَ تَقِيكُمُ الْحَرَّ وَسَرَابِيلَ تَقِيكُم بَأْسَكُمْ یہ آیت صاف ظاہر فرماتی ہے کہ گرمی اور ہر تکلیف کے لئے قسم قسم کے لباس بناؤ۔

پس کہاں ہیں وہ نام کے دیندار جو اُن تمام صریح آیات کو نظر انداز کر کے ہائی جین کو فضول اور لغو خیال کرتے اور تمام تدابیر حفظ صحت کو بے معنی سمجھتے ہیں۔ میں انکو ارشاد الٰہی پھر یاد دلاتا ہوں کہ اپنے ہاتھوں سے اپنی جان کو ہلاکت میں مت ڈالو۔

ان کے سوا اور بہت سی آیات قرآنی ہیں۔ جو اعلیٰ درجہ کی ہائی جین کی طرف کھینچتی ہیں۔ اور جنکی تفصیل کو ایک علیحدہ کتاب چاہتی ہے۔

اب چند رسوم اسلام اور عادات رسُول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ کی طرف اپنے ناظرین کو توجہ دلاتا ہوں جنسے صاف ظاہر ہو جائیگا کہ عملاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہائی جین کی کیسی بنیاد ڈالدی ہے۔

یہ ایک علیحدہ امر ہے کہ لوگ اون رسُومات کے اصل معنے نہ سمجھ سکیں۔ اور محض رسم پرستی کے طور پر اون کو ادا کرتے رہیں۔

اوّل۔ پنج وقتہ نماز اور وضو۔ نماز کے روحانی اور اخلاقی مقاصد و مآل سے ہمکو اس جگہ پر کچھ بحث نہیں محض اوس کے حفظ صحت مقاصد اور نتائج پر نظر کرنا منظور ہے۔

واضح ہو کہ طہارت جسمانی اور روحانی کی تمام ضروریات نماز میں شامل ہیں۔ وضو میں چہرہ ہاتھوں اور پاؤں کو دھویا جاتا ہے جسم کے یہی حصّے ہیں جنپر زیادہ سے زیادہ میل کچیل پیدا ہوتی ہے۔ ہر وقت برہنگی کیوجہ سے اونپر طرح طرح کی غلاظت کے لگنے کا اندیشہ ہے اسلئے دنمیں انکا پنج وقتہ نماز کے ساتھ دھویا جانا فرض کیا گیا ہے۔ خراب متعفن گاسیں اور بیماریوں کے حیوانات ہوا کے ساتھ۔ ناک۔ مُنہ اور آنکھ کے اندر وقتاً فوقتاً پہنچتے رہتے ہیں اسلئے ہر وضو کے ساتھ ناک کو اندر سے دھونا اور غرغرہ کرنا سنّت ہے۔

جو خراب ذرّات یا بیماریوں کے حیوانات ناک میں داخل ہوتے ہیں اُن کی آپ تنفس کے بیان میں دیکھ چکے ہیں کہ کسطرح سے قدرت نے اون کے روکنے کے واسطے تمام ناک اور ہوائی نالیوں کے اندر بال اور روواں پیدا کر دیا ہے۔ جو ہوا کے تمام کثیف ذرات کو پیچھے ہی روک لیتے اور پھیپھڑوں تک پہنچنے سے مانع ہوتے ہیں۔

یہ ذرات زیادہ تر ناک کے اندر رُک کر جمع ہو جاتے ہیں۔ سو اون کی صفائی کے لئے ہر وضو کے ساتھ ناک کو اندر سے دھونا نہایت عمدہ اور ضروری انتظام ہے۔

مُنہ کے اندر جو کثافت اور غلاظت جمع ہو اوس کے واسطے کُرلی اور مسواک تجویز کئے گئے ہیں۔ آنکھ کے کوے اور پلکوں کے صاف کرنیکا وضو میں حکم ہے۔

کان کے راستہ کے اندر بھی اکثر میل کچیل جمع ہوتی رہتی ہے اس لئے انگلی کے ساتھ اسکو بھی صاف کرنا وضو کے لوازمات میں سے ہے

چونکہ وضو میں چہرہ۔ اور ہاتھ پاؤں دھویا جاتا ہے جسکی وجہ سے ان حصوں کو ٹھنڈک پہنچکر سر کی طرف خون کا زیادہ رجحان ہو جاتا ہے۔ اسلئے سر پر مسح کرنا ضروری فرمایا گیا ہے تاکہ سر کو بھی ساتھ ہی میٹھی میٹھی ٹھنڈک ٹھنڈک پہنچکر خون کی میزان برابر ہو جائے۔

مسواک کرنا سنّت موکدہ میں سے ہے۔

حدیث شریف سے ثابت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مسواک کو بہت پسند فرماتے تھے اور جب باہر سے تشریف لاتے تو مسواک کیا کرتے اور تلخ لکڑی کی مسواک زیادہ پسند فرماتے تھے۔ اسمیں یہہ مصلحت ہے کہ ایک تو تلخی سے مُنہ کا لُعاب بکثرت خارج ہو کر تمام باریک نالیوں کو اندر سے دھو ڈالتا ہے۔ جو فائدہ محض مسواک یا غرغروں سے حاصل نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ مسواک کے ریشے اور کُرلی کا پانی اون کے اندر نہیں پہنچ سکتا۔ بلکہ خوردبین کے بغیر وہ نظر بھی نہیں آسکتیں۔ دویم تلخ لکڑیوں میں ایک یہہ خاص قوت ہے کہ وہ تمام امراض کے کیڑوں اور فاسد ہواؤں کے زہروں کو ہلاک کر دیتی ہیں۔ الغرض تلخ لکڑی کی مسواک کرنا ایک عجیب طبی فلسفہ ہے۔

تمام جسم اور پارچہ جات کا پاک صاف رکھنا بھی لوازمات نماز میں سے ہے جو بذات خود جسمانی صحت کے واسطے نہایت ضروری ہے۔

مساجد کا جس جگہ نمازیوں کا مجمع ہوتا ہے اعلیٰ درجہ پر پاک وصاف رکھنا واجب ہے۔ چنانچہ اصل مسجد نبوی میں کوئی غسلخانہ یا پاخانہ نہیں تھا اور میلا چراغ رکھنے کی جگہ تھی بلکہ اُس کے اندر وضو یا غسل کرنا تھوکنا کھنگھارنا اور سنکنا بھی منع تھے

اس تمام مناہی کا یہی فلسفہ ہے کہ اجتماع کی جگہ میں کسی قسم کا تعفن اور رطوبت وغیرہ نہو۔

کوئی بُودار چیز کھاکر آنے سے بھی ممانعت تھی۔ بلکہ خوشبودار چیزیں گاہے گاہے جلائی جاتی تھیں۔

جس جگہ لوگوں کا مجمع ہوتا ہے وہاں سانس کے ساتھ کاربانک ایسڈ گاس جو ایک زہریلی ہوا ہے بکثرت خارج ہو کر جمع ہو جاتی اور تمام ہوا کو ناقص کر دیتی ہے۔ اس کے سوا اور بہت قسم کی غلیظ اور متعفن ہوائیں پیدا ہوتی ہیں۔ ایسے موقعوں پر اگر صفائی ہوا کے لئے خاص خاص انتظام نہ کئے جائیں تو سخت نقصانات

پہنچنے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ اس لئے نماز کے مجمعوں کے واسطے طرح طرح کے انتظام اور بندوبست فرمائے گئے ہیں

عام طور پر بڑے بڑے مجمعوں میں تھوڑی دیر ٹھہرنا اور عطر لگانا سنت ہے۔ جمعہ کی نماز جسمیں ایک شہر کے لوگ جمع ہوتے ہیں۔ نماز کے فرض نصف کر دئے گئے ہیں۔

عید کی نماز میں چونکہ قریب قریب دیہات کے لوگ بھی جمع ہوتے ہیں۔ اس لئے اُس کی نسبت یہ حکم ہے کہ شہر سے باہر ادا کیجائے اور چونکہ حج کی نماز میں تمام دُنیا کا اجتماع ہوتا ہے اس لئے اُس کے واسطے مکّہ سے نو کوس کے فاصلہ پر ایک ریتیلہ میدان تجویز فرمایا گیا تھا۔

اگر نماز کے فلسفہ ہائی جین کی پوری پوری تفصیل کیجائے تو ایک علیحدہ مبسُوط کتاب چاہیئے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایسی کامل حکمت ایک ایسے اُمّی انسان کی زبان سے کیسے جاری ہوئی جو ایک ریگستان کی سخت وحشی اور جاہل قوم میں پیدا ہوا اور ایسے زمانہ میں جبکہ نہ کوئی سُوسائٹی تھی اور نہ مدرسہ بلکہ پرانے مذہب بھی سخت ظلمات اور واہیات رسُومات میں پڑے ہوئے تھے۔ اصل حقیقت یہہ ہے کہ یہہ تمام تعلیم اور انتظام محض وحی الٰہی کا نتیجہ ہے۔ خدا رسیدہ لوگوں پر کشفی حالت میں تمام اشیاء کی حقیقت کھولدی جاتی ہے اور کشفی سوسائیٹیوں اور مدرسوں میں وہ ہر قسم کی اعلیٰ سے اعلیٰ تعلیم حاصل کر لیتے ہیں۔

ظاہرا تدبیر حفظ صحت کے سوائے جسکا نماز میں بڑا التزام ہے ایک باطنی انتظام بھی ہے جسکو تمام نیک طینت خاص دانشمند بآسانی سے سمجھ سکتے ہیں۔ اوس کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ عبودیت۔ تضرّع۔ انکسار یاد الٰہی۔ اور دُعا کا بڑا بھاری اثر تمام جسمانی قویٰ پر بھی ہوتا ہے۔ روح کو صفائی اور اطمینان حاصل ہو کر تمام اعضاء اور قویٰ کو تسکین حاصل ہوتی اور طرح طرح کے امراض دماغ و قلب دور رہتے ہیں شدّت جذبات اور کثرت تفکرات دوران خون اور دماغی پرورش پر طرح طرح سے خراب اثر ڈالتے ہیں۔ اور اونکا دفیعہ اکثر حالتوں میں عبادت اور دعا سے نہایت عمدہ طور پر ہو جاتا ہے ذکر الٰہی سے قلب کو ایک خاص اطمینان پہنچتا ہے۔ جو کسی دُنیاوی سامان اور انسانی تدابیر سے حاصل نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ۔ اس طرح سے نماز حفظ صحت کی تدابیر میں سے ایک اعلیٰ درجہ کی تدبیر ہے۔ عشاء کی نماز کے بعد سو جانا اور علی الصباح نماز صبح کے واسطے اُٹھنا اسلامی فرائض میں سے ہے۔ اس فرض میں ایک نہایت ضروری حفظ صحت کا مسئلہ شامل ہے۔ رات کو جلدی سو جانا اور صبح کو سویرے اُٹھنا نہایت ہی صحت بخش ہوتا۔ بروئے حکمت سونے سے پیشتر دماغ و قلب کی ایسی حالت ہونی چاہیئے کہ کسی قسم کی گھبراہٹ یا جوش یا لے جینی قریب نہ ہو اور تو دن بھر کے جھگڑے بکھیڑے ہیں قطعاً علیحدہ ہو کر دماغ اور قلب کو عین اطمینان کی حالت میں چھوڑ دیں۔

اسلام میں عورتوں کی حالت

نمبر ۳

ہمنے گذشتہ نمبروں میں یہ دکھایا ہے کہ دنیا کے ہر حصّہ میں عورتوں کے متعلق قریباً ایک ہی قسم کے خیالات و معتقدات رہے ہیں ہم نہیں چاہتے کہ اس دردانگیز کہانی کو طول دیں مختصر یہی ہے کہ اگرچہ دنیا کے خیالات و معتقدات اور اصُول معاشرت و تمدّن میں کیسا ہی کچھ اختلاف اور تضاد ہے تاہم عورت ذات کے متعلق سب کی ایک ہی رائے رہی ہے۔ مشرق میں جاؤ یا مغرب میں جنوب میں دیکھو یا شمال میں۔ ربع مسکوُن کے کسی طبقہ میں جاؤ یہ مخلوق اپنی حالت میں یکساں ہی نظر آئیگی۔ اگرچہ اخلاق کا تقاضا اور احسان شناسی کا نتیجہ یہ ہونا چاہئے تھا کہ وہ چیز جس سے دُنیا بنی اور مجازی طریق پر جو اس عالم کی خالقیت میں بہت بڑا حصّہ لینے والی ہے اس کا احترام کیا جاتا مگر نہیں اسے پاؤں کے نیچے روندا گیا ہے اور تاریخ کے اوراق عورت ذات کے متعلق خون سے لکھے ہوئے نظر آتے ہیں۔ ہمیں اس امر کے اظہار سے کوئی عار نہیں ہے کہ اسلام سے پہلے حتی الوسع خدا تعالیٰ کی اس درماندہ مخلوق کے کچلنے ہی کی کوشش کی گئی ہے نہ مذہبی قوانین نے عورتوں کی حرمت کی اور نہ ملکی آئین نے انکے حقوق کی نگہداشت کی بلکہ انکے گلے پر سب کی کُند چھری چلتی رہی۔ لیکن آخر خدا تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے اس عاجز مخلوق کی چیخوں کی پکار سُنی اور اُسکی زار و نالے نے رحمت الٰہی کے جوش میں ایسا تموّج اور تحرّک پیدا کیا جسکا نتیجہ یہہ ہوا کہ اُس نے رحمت العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا میں بھیجا جسنے آکر اس عاجز اور مظلوم مخلوق کی جائز عزت کو قایم کیا اور اُس کے حقوق کی نگہداشت اور مراعات کے آئین دُنیا کو عنایت کئے۔ جسقدر اقوام عالم گذری ہیں یا اب موجود ہیں۔ انمیں سے روئے زمین پر ایک ہاں صرف ایک ہی قوم ہے جس نے عورتوں کا پاس و لحاظ کیا اور اُنکی عزت و احترام اُنکے حقوق کی نگہداشت کو آئین مذہب کا ایک جزو قرار دیا ہے۔ یہانتک اون کی تعظیم کی اور اون کی کھوئی ہوئی عزت اون کو دی کہ اون کی اطاعت اور رضا جوئی کو کلید جنت قرار دیا اور کہہ دیا کہ **جنت ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے** اے ہمارے **بالغ فرو ناظرین!** ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ تم مشرق اور مغرب کے ادیان اور اقوام کے آئین اور قوانین ملکی و مذہبی کی تحقیق کرو۔ ساری دُنیا کے ہادیوں اور ریفارمروں کی تقریروں یا تحریروں پر غور کرو لیکن یہہ عزت جو اسلام عورت کی قائم کرتا ہے اور ماؤں کے قدموں کے نیچے جنت رکھ کر اُس کی اطاعت کی ہدایت کرتا ہے۔ آپ کو نہ ملیگی پر نہ ملیگی!!!

اسلام ہی کی برکت ہے کہ عورت ذات کو ام المومنین کا محترم لقب ملا۔ دُنیا میں اسلام سے پہلے کیا ہادی اور ریفارمر نہیں آئے؟ کیا انڈیا کے رہنے والے اپنے مذہبی قوانین نہیں رکھتے اور اپنے واجب التعظیم ہادیوں کو نہیں مانتے؟ لیکن ہمکو کوئی بتاوے کہ یہہ معزز اور شریف لقب جو دیا گیا کیا اسلام سے پہلے اُن کی نظیر کہیں ملتی ہے؟

ہرگز نہیں۔

ہم سچ کہتے ہیں اور ہر شخص کو اپنے اس دعویٰ کی تحقیق اور تدقیق کے لئے چیلنج کرتے ہیں کہ وہ اسلام کا ہدایت نامہ قرآن کریم یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات عالیہ اور آپ کی سیرۃ میں بغور مطالعہ کرے اور بتلائے کہ قرآن کے سوا کوئی کتاب ہے جس نے جہان روحانی فضائل اور اخلاق فاضلہ کی بنیاد دنیا میں قایم کی ہو وہاں انسانی تمدن اور معاشرت کے وہ اعلیٰ اصول قایم کئے ہیں کہ اس وقت کی متمدن اور مہذب قوموں کو یہ تسلیم کرنا پڑا ہے کہ اس سے بہتر اور کسی کتاب میں ممکن نہیں لیکن ہم اپنے اپنے محل پر ان سب امور کو بیان کریں گے۔ انشاء اللہ تعالےٰ۔

قرآن کریم ہی دنیا میں پہلی کتاب ہے جس نے عورت کو مرد کے ساتھ ایک ہی پیمانہ پر رکھا ہے کوئی ہماری اس تحریر سے یہہ نتیجہ نکالنے کی کوشش نہ کرے کہ ہم مرد کو عورت پر کوئی شرف اور عزت نہیں دیتے! یہ بالکل غلط خیال ہوگا اگر کوئی اس نتیجہ پر پہنچنے کی کوشش کرے ہم الرجال قوامون علی النساء کے قائل ہیں۔ قرآن کریم نے جو امتیاز اور شرف مرد کو دیا ہے وہ بجائے خود ہے۔ اور عورت کی جو حرمت و عزت کی ہے وہ اپنی جگہ پر ہے۔ اسجگہ تو ہمکو عام بحث مقصود ہے کہ عام معاملات میں قرآن کریم عورت اور مرد کو ایک ہی پیمانہ میں رکھتا ہے مثلاً جہاں اولاد کو حکم ہوا ہے کہ تم اوّل کس پر احسان کرو تو اُس کا جواب یہی دیا گیا ہے کہ والدین کے ساتھ احسان کرو۔ بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی توحید کی تعلیم دے کر دوسری بات یہی تعلیم فرمائی ہے کہ والدین کے ساتھ احسان کرو۔ والدین میں ماں باپ دونو ہی آگئے ہیں اور یہی وہ مقام ہے جہاں سے گویا عورت اور مرد کی بظاہر مساوات کا سلسلہ شروع ہوتا ہے اور ان مظالم کا خاتمہ ہوتا ہے جو اسلام سے پہلے اس کمزور ذات پر روا رکھے جاتے تھے۔

یہہ کوئی معمولی سی بات نہیں ہے بلکہ بالکل نئی اور عجیب بات تھی جو اسلام نے ساری دنیا کے خلاف قائم کی۔ اور اس بات کی کچھ پروا نہیں کی کہ مجارلی کی کیا ملامت ہے اسلام نے سچائی کے پھیلانے اور اُس کے بیان کرنے میں قوموں کی باہمی قوت اور یگانگت کی پروا نہیں کی ہے۔ اور یہ ثبوت ہے اُس کے خدا کی طرف سے ہونے کا۔ محض انسانی خیالات اور تفکرات کا نتیجہ اگر اسلام بھی دوسرے زمینی مذہبوں کیطرح ہوتا تو بیشک وہ عورت ذات کے ساتھ وہی سلوک روا رکھتا جو اسوقت دنیا کی ساری قوموں نے جائز رکھا ہوا تھا مگر نہیں! اسلام چونکہ آسمانی قوت اور شوکت اپنے ساتھ رکھتا تھا اور وہ خدا کے مقتدر متصرف کا قایم کردہ دین تھا اس کے نزدیک ساری دُنیا جبکہ وہ ایک غلطی اور بیہودگی پر متفق تھی مرے ہوئے کیڑے سے بھی زیادہ بے وقعت اور کم اثر تھی۔ اس لئے عورت کے حقوق کی نگہداشت فرماتے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کی مخالفت کا ذرا بھی لحاظ نہیں کیا۔ دانشمند اگر اس مقام پر غور کرے گا تو بیشک ایسے اسلام کی سچائی اور من جانب اللہ ہونے پر ایک روشن دلیل یہاں ملے گی۔ یہہ اصول جو عورت کی عزت کو قایم کرنے کے لئے دُنیا کے سامنے پیش کیا گیا۔ یہہ ایک عجوبہ تھا جو اس سے پہلے دنیا کی آنکھ نے نہ دیکھا تھا اور نہ سُنا تھا۔ اگرچہ اب تیرہ سو برس کے بعد ممکن ہے کہ اس کو ایک معمولی بات سمجھا جاوے اور کہا جاوے کہ یہہ نئی اور نرالی بات نہ تھی۔ لیکن جب اس امر پر خیال کیا جاوے گا کہ اسوقت دنیا کی حالت اس پہلو کے لحاظ سے کیا تھی؟ اور عورتوں کیساتھ کیا سلوک کیا جاتا تھا تو یہہ معما بخوبی حل ہو جاتا ہے۔

یہہ بات کوئی معمولی بات نہیں کہ کل دنیا ایک ہی طریق اور خیال کو مدنظر رکھ رہی ہو۔ اسوقت ایک شخص جو امّی کہلاتا ہو دُنیا کے ایک ریگستانی حصّہ میں جو گویا دنیا سے بالکل الگ تھلگ پڑا ہوا ہو۔ جس پر متمدن قوموں کا سایہ بھی نہ پڑا ہو اور ہمسایہ قومیں اس پر کچھ بھی اثر انداز نہ ہوئی ہوں وہ ساری دنیا کے برخلاف ایک امر پیش کرے اور نہ صرف پیش کرے بلکہ اُس کو منوا کر اور اُس پر عمل کرکے دکھاوے + یہ ایک ایسی بات ہی جو ہرگز ہرگز معمولی نگاہ سے دیکھے جانیکے قابل نہیں یہہ عظیم الشان معجزہ ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ آپ نے عورت کی جائز عزّت و حرمت کے قایم کرنیکی تعلیم دی اور پھر اس تعلیم پر عمل کرکے دکھا دیا کسی ہادی کسی ریفارمر کسی مقنن کی لائف یا سوانح میں ہمیں ایسا واقعہ نکال کر دکھاؤ کہ ساری دُنیا کے خلاف اُس نے ایک امر ایسی حالت اور صورت میں جو آپ کو پیش آئی پیش کیا ہو اور پھر منوا کر اُسپر عمل کرا دیا ہو۔ ساری تاریخیں پڑھو۔ مذہبی دُنیا کی ساری کتابوں کی ورق گردانی کرو یہہ نظیر نہ ملے گی؟ آجکل کے نو تعلیم یافتہ یورپ کے خیالی اور بیہودہ فلسفہ کی تقلید کرکے سوال کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کونسا معجزہ ظاہر ہوا؟ ہم کہتے ہیں کہ آپکے کمالات اور معجزات اسقدر ہیں کہ انسان اُنکو ہرگز ہرگز شمار نہیں کر سکتا۔ یہہ ایک ادنیٰ سا معجزہ ہے اگر یہہ معجزہ نہیں تو پھر ہمارے اس دعویٰ کی تردید کرکے دکھائی کہ دنیا میں کسی اور نے ایسی حیرت انگیز تبدیلی کر دکھائی ہو؟ اللّٰھم صلّ علیٰ محمد و علیٰ آل محمد و بارک وسلم۔ (باقی آیندہ)

مذہبی دنیا پر نظر

عیسائیت کی ناکامی

وقتاً فوقتاً ہم اس ناکامی اور نامرادی کا ذکر کرتے رہتے ہیں جو عیسائیت کو اقطاع عالم خصوصاً ہندوستان میں ہو رہی ہے اور اُس کی یہ نامرادی بھی حضرت مسیح موعود کے دعویٰ کی تصدیق کرتی ہے۔ انگلستان کی ڈاکٹر جوشیا اولڈ فیلڈ جو سال گذشتہ میں بڑے جوش و خروش کے ساتھ ہمارے ملک میں یسوع ناصری کی انجیل سُنانے اور اُس کے مذہب کی اشاعت کرنیکے لئے آئے تھے اب اپنے مقصد میں پورے معنوں میں ناکام و نامراد ہو کر واپس انگلستان تشریف لے گئے ہیں وہاں جاتے ہی اونہوں نے پادریوں کی ناکامی و نامرادی کے متعلق ایک آرٹیکل شایع کیا ہے جو مذہب سے دلچسپی رکھنے والوں کے قابل مطالعہ ہے ڈاکٹر موصوف کے قول کے موافق ہندو مسلمانوں کی نظروں میں عیسائی مذہب کے مقبول نہونے کے چھ وجوہات ہیں۔ تین وجوہات اصُول سے متعلق ہیں اور باقی تین کا تعلق پادریوں کی ذات سے ہے پہلی تین وجوہات جن سے عیسائی مذہب اصولاً باشندگانِ ہندوستان کی نظروں میں وقعت حاصل نہیں کر سکتا۔ یہ ہیں اول پادری صاحبان خیال کرتے ہیں کہ ساری جہان کی سچائی انجیل ہی میں بند ہے اور باقی مذاہب کے طریقہ عبادت کفر و الحاد پر مبنی ہے۔ (۲) مسیحی واعظین یہ بات بھولے ہوئے ہیں کہ اہل مشرق کی مقدس کتب پاک سچائیوں سے پُر ہیں اور اغلباً نہایت مفید قابل عمل ہدایات مندرج ہیں (۳) اعلیٰ ذات کے ہندو خیال کرتے ہیں کہ مشنری نہ صرف جاہل بلکہ بددیانت ہیں۔ کیونکہ عیسائیوں کی شایع کردہ رپورٹوں میں ہندو مذہب سے وہ لغو باتیں منسوب کیجاتی ہیں جو دراصل اس میں پائی نہیں جاتی ہیں اس کے بعد ڈاکٹر اولڈ فیلڈ نے پادری صاحبان کی تین ذاتی کمزوریاں بیان کی ہیں کہ اوّل وہ ہندوستانیوں سے تعصّب اور نفرت سے پیش آتے ہیں (۲) ان کا پرائیویٹ چال چلن بعض حالتوں میں ہندوستانیوں سے کہ جنکو وہ ہدایت کرنے آتے ہیں بہتر نہیں ہوتا۔ اسلام اور بالعموم ایک پادری کی روحانی زندگی ایک ہندوستانی کی روحانی زندگی سے ادنیٰ ہوتی ہے۔

آریہ سماج اور سلسلہ عالیہ احمدیہ لاہو میں آریہ سماج نے سلسلہ عالیہ احمدیہ کے ہاتھ سے ایسی شکست کھائی ہے جو خود اُس نے محسوس کر لی ہے۔ چنانچہ نیوگ کے مسئلہ پر بحث کر کے جو کچھ درگت سماج کی ہوئی ہے اُس کو کسی طرح ٹالنے کی کوشش کی جارہی ہے اُس کے متعلق جناب ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب بی۔اے اسسٹنٹ سرجن سے جو خط و کتابت ہوئی ہے اُسکو ہم الحکم کی کسی اگلی اشاعت میں انشاء اللہ العزیز شائع کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

سلسلہ عالیہ احمدیہ امریکہ میں الحکم کی کسی گذشتہ اشاعت میں امریکہ کے ایک نومسلم مسٹر انڈرسن صاحب کی ایک چٹھی ہم شائع کر چکے ہیں صاحب موصوف سے ہمارے مکرم بھائی مفتی محمد صادق صاحب نے اُن کے مختصر سوانح دریافت کئے تھے جس کے جواب میں صاحب موصوف مندرجہ ذیل خط لکھتے ہیں

نیو یارک ۳۰۔ مارچ ۱۹۰۳ء

ڈیر سر

خدا کے نام سے شروع ہو جو کہ بُہت مہربان ہے۔

مجھے آپ کا ۲۸ تاریخ کا خط ملا اور میرا خیال ہے کہ اس وقت تک میرا پہلا جواب آپ تک نہ پہنچا ہوگا جو استفسار آپ نے کئے ہیں میں حتی الوسع ان کے جوابات دیتا ہوں۔

میں علاقہ روس کی ایک سرزمین نامی فنلنڈ میں پیدا ہوا تھا لیکن میرے آباؤ اجداد روس کی جنوب مشرق کی طرف سے آئے تھے اور وہ بویر جماعت سے تعلق رکھتے تھے بویر لفظ کے وہی معنے ہیں جو کہ تاتاری زبان میں بہادر لفظ کے معنے ہیں۔ اور ممکن ہے کہ ان کی رگوں میں تاتاری یا اسلامی خون کا کچھ حصّہ بھی ہو ہمارے خاندان کا ایک حصّہ جو کہ روس کے شمال اور فنلنڈ میں رہتا ہے وہ روسی گرجہ اور لوتھر کے گرجہ سے تعلق رکھتا ہے اور یہی مذہب کثرت سے فنلنڈ میں رائج ہیں +

اور میں کب سے مسلمان ہوں اس کا جواب یہ ہے کہ میرے پیارے دوست مسٹر محمد وب صاحب نے تو نومسلموں کے رجسٹر میں مقام قسطنطنیہ میں میرا نام نومبر ۱۹۰۱ء میں درج کیا تھا لیکن اس سے تین سال پیشتر ہی میرا خیال تھا کہ میں بعض اہل اسلام سے خواہ قسطنطنیہ میں خواہ قاخان میں خواہ روس میں اپنے سچے دین اسلام کی قبولیت کے اظہار کی خط و کتابت کروں گا۔ اور بڑی راستی سے کہہ سکتا ہوں کہ دراصل گذشتہ سات آٹھ سال یعنی ۱۸۹۶ سے میں مسلمان ہوں میری عمر نومبر ۱۹۰۲ء میں ۳۳ سال کی ہوگی اور میرا پیشہ ایک کیمسٹ یعنی دوائی گری کا ہے اگرچہ میں مرکب ادویہ کو مفردات میں لانیکا کام کرتا ہوں مگر مفردات کو مرکب بنانیکی بھی مجھ کو مشق ہے زباندانی کے لحاظ سے میں انگریزی فرانسیسی۔ سوئیڈش۔ ڈینش۔ جرمن روسی اور نوسوجین زبان سے بخوبی واقف ہوں۔ اور ترکی زبان سے بھی کچھ واقفیت رکھتا ہوں لیکن ابھی تک میں نے عربی زبان کا مطالعہ بالکل نہیں کیا ہے ان دنوں میں میں بیمار ہوں اور ڈاکٹر نے مجھے زیادہ نوشت و خواند سے منع کیا ہے لیکن جونہی کہ میری صحت ترقی پکڑتی ہے میں ضرور عربی پڑھونگا اور پھر قرآن کی تلاوت بھی عربی ہی میں کیا کرونگا۔ اب میرے پاس قرآن کے انگریزی تراجم ہیں جنکو میں مطالعہ کیا کرتا ہوں +

میری تعلیم کا یہ حال ہے کہ میں مقام سوئیڈن میں چھ سال کی عمر میں مدرسہ جاتا تھا اور یہاں میرے والدین نقل مکانی کر کے آگئے تھے اور میں نے کنیڈا کے ایک کالج میں ۱۶ سال کی عمر میں تعلیم پائی ہے اور خود نیویارک کے کالج میں بھی کچھ عرصہ جاتا رہا ہوں ۲۰ سال سے مجھکو امریکہ میں رہنے کا اتفاق ہے اور باقی ۷ سال میرے سوئیڈن ڈنمارک اور فنلنڈ وغیرہ ممالک میں گذرے ہیں +

میرے نام کی نسبت جو آپ کی بڑی آرزو ہے کہ میں کوئی اسلامی نام اختیار کروں شاید اس سے آپ کا یہ مطلب ہے کہ اپنے نام کے ماقبل ایک حصّہ نام کا ایزاد کروں سو واضح ہو کہ میں وہ حصّہ اپنے نام کے ساتھ (احمد حسن) نام کا ایزاد کرتا ہوں۔ لیکن تاہم اس امر کا خیال رہے کہ خط و کتابت میں نام کو بُہت طول دیکر نہ لکھا جاوے کیونکہ امریکہ میں اس کو پسند نہیں کرتے اور اس لئے مناسب امر ہوگا کہ آئندہ آپ اے۔ ایچ۔ ایل انڈرسن کے نام سے مجھے مخاطب کیا کریں۔

اب میں خط کو ختم کرتا ہوں اور بڑی آرزو ہے کہ آپ کی صحت کامل اور ترقی درجات ہو اور مجھے دوسرے اور نئے دلچسپ حالات سے اطلاع دیویں +

مسئلہ تثلیث کی ایجاد

ڈریپر اپنی کتاب میں بڑے بڑے علماء کے حوالے سے لکھتا ہے کہ موجد اس مسئلہ کا بشپ اتھاناسی ایس ایلگزنڈرائن تھا جو صدی سوم کے بعد ہوا ہے جب اُس نے یہ مسئلہ شایع کرنا چاہا تو اسیوقت بشپ ایری منکر کھڑا ہو گیا اور یہانتک اس مسئلہ میں عوام و خواص کا مجمع ہوا کہ روم کے بادشاہ تک خبر ہو گئی اتفاقاً اوس کو مباحثات سے دلچسپی تھی اُس نے چاہا کہ اس اختلاف کو اپنے حضور میں ہی فریقین کے علماء سے رفع کرا دے چنانچہ اوس کی اجلاس میں بڑی سرگرمی سے یہ مباحثات ہوئے اور نہایت لطف کیساتھ کونسل کی کرسیاں کھینچیں اور مناظرہ کرایا ۲۵۰ نامی پادری تھے آخر موحدین کا فرقہ جو یسوع کو محض انسان اور رسول جانتا تھا غالب آیا اوسی دن بادشاہ نے یونی ٹیرین کا مذہب اختیار کیا اور جتنے بادشاہ اُس کے بعد موحد ہے چنانچہ جس قیصر کو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خط لکھا تھا جس کا ذکر صحیح بخاری میں پہلے صفحہ میں ہی موجود ہے وہ بھی موحد ہی تھا۔ اُس نے قرآن کے اس مضمون پر اطلاع پا کر کہ مسیح صرف انسان ہے تصدیق کی جیسا کہ نجاشی نے بھی جو عیسائی بادشاہ تھا قسم کھا کر کہا کہ یسوع کا رتبہ اس سے ذرا زیادہ نہیں جو قرآن نے اوس کی نسبت لکھا ہے مگر نجاشی اس کے بعد کھلا کھلا مسلمان ہو گیا +

منارۃ المسیح اور اُسکی مخالفت

الحکم کی کسی گذشتہ اشاعت میں اس مینار کے متعلق جو جامع مسجد قادیان کی تکمیل کی خاطر اُسکے مشرقی کونہ پر بنایا جانا تجویز ہوا ہے اور جسکا ابتدائی حصّہ قریباً ساڑھے چار ہزار روپیہ کے صرف سے طیار ہو گیا ہے) ہم ایک آرٹیکل لکھ کر صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر گورداسپور کو توجہ دلا چکے ہیں اور ہمیں کامل امید ہے کہ صاحب موصوف اس پر پوری توجہ فرمائینگے۔ ۸ رمئی ۱۹۰۳ء کو جناب تحصیلدار صاحب بٹالہ بھی اس مینار کا موقع دیکھنے کے واسطے تشریف لائے تھے تحصیلدار صاحب نے موقعہ کو دیکھا اور فریقین کے عذرات کو تحریری طور پر لے لیا گیا ہے +

ہمیں یہہ معلوم کر کے ازبس افسوس ہؤا کہ منارہ کے متعلق کسی ذمہ وار آفیسر نے اس قسم کی رپورٹ کی ہے یا بعض لوگوں نے ایسا کہا ہے کہ وہ ایک سیرگاہ ہوگا یا بطور تماشہ لوگ اسپر چڑھیں گے ہم اس مثل کی باقاعدہ نقل حاصل کرنے کے بعد اُس پر مفصّل رائے زنی کرسکینگے لیکن سردست اس افواہ پر اگر یہہ سچ ہے۔ ہمکو یہہ کہنے کا حق حاصل ہے کہ مسجد کی نسبت ایسی رائے ظاہر کرنا ہی نہیں کہ گورنمنٹ کو مغالطہ دینا ہے بلکہ مسلمانوں کی مذہبی عبادت گاہ کی توہین اور اون کے اعتقاد پر حملہ کرنا ہے۔ کیونکہ مسجد میں تماشہ گاہ بنانا حرام ہے مسجدیں عبادت کیلئے ہوتی ہیں نہ تماشہ گاہ اس قسم کا لفظ مسجد یا اُس کے کسی حصّہ کے نسبت استعمال کرنا خطرناک مذہبی دل آزاری ہے۔ جسکا اپیل ہم صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر کے حضور کرتے ہیں کہ اگر مثل میں اس قسم کا کوئی لفظ ہو تو اُس پر مناسب نوٹس لیا جاوے سردست ہم صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر کی توجہ کیلئے دہلی کے بیدار مغز صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر کا ایک تازہ فیصلہ ایک مسجد کی تعمیر کے متعلق پیش کرکے آپ کو اس معاملہ کے متعلق غور کرنے کے لئے مدد دینا چاہتے ہیں۔ دہلی میں اس قسم کا ایک مقدمہ میونسپلٹی میں پیش ہؤا ہے نوعیت ایک ہی قسم کی ہے اور ہم امید کرتے ہیں کہ اگر صاحب ضلع دہلی کے فیصلہ پر غور کیا جاویگا تو ہیجر ڈالس صاحب بہادر کو اچھا موقع ایک فیصلہ کیلئے مل جاویگا۔ چنانچہ اس مقدمہ کے حالات حسب ذیل ہیں جو کرزن گزٹ مطبوعہ ۸ رمئی ۱۹۰۳ء صفحہ ۴ میں بہ تفصیل درج ہیں۔ ہم کامل وثوق سے کہتے ہیں کہ حضور ڈپٹی کمشنر صاحب بہادر ضلع گورداسپور کیلئے اب اس فیصلہ کے بعد منارۃ المسیح کی تعمیر کا سوال بڑی صفائی سے حل ہو جاتا ہے اس سوال کے باضابطہ حل کئے جانے کے بعد ہمیں ضرورت پڑیگی کہ صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر کو اس راز سے آگاہ کرنے کی کوشش کریں جو اس مخالفت کی تہ میں ہے۔

صاحبزادہ سلطان احمد خانصاحب بیرسٹر نے جو سیول لائن میں رہتے ہیں ایک درخواست اس مضمون کی میونسپل کمیٹی میں گزرانی کہ مجھے اپنی کوٹھی کے احاطہ میں ایک مسجد بنانے کی اجازت ملجائے۔ جسوقت وہ درخواست جلسہ میں پیش ہوئی تو سب سے پہلے دہلی کے سیول سرجن صاحب بہادر نے اس کی مخالفت کی اور کہا کہ سیول لائن میں مسجد کبھی نہیں بن سکتی۔ اس پر ایک مسلمان ممبر نے صاحب بہادر سے سوال کیا کہ کیا وجوہات ہیں۔ جس سے آپ ایسا فرماتے ہیں۔ کیا کوئی میونسپل ایکٹ ایسا ہے جس سے سیول لائن میں مسجد بنانیکی ممانعت نکلتی ہے یا خاص اور کوئی وجہ ہے۔ سیول سرجن صاحب موصوف نے اس کا یہہ جواب دیا کہ صبح کے وقت موذن کی اذان سے ہمارے آرام میں خلل پڑیگا اس لئے ہم ہرگز اس بات سے رضامند نہیں ہیں کہ وہاں کوئی مسجد بنے مسلمان ممبر نے اس کا نہایت ہی معقول جواب دیا اور بیان کیا کہ تمام دنیا میں صرف گورنمنٹ انگلشیہ کو یہہ بہت بڑا فخر ہے کہ اسکے ہاں اول درجہ کی مذہبی آزادی رعایا کو عطا ہوتی ہے۔ اگر سیول لائن میں مسجد کو روکا گیا تو اس کے یہہ معنے ہیں کہ برٹش اعظم کی حکمت عملی کو صدمہ پہنچایا گیا۔ رہا اذان کا آرام میں خلل انداز ہونے کے متعلق اس کا یہہ جواب ہے کہ موذن کی آواز زیادہ سے زیادہ بیرسٹر صاحب کے احاطہ تک جاسکتی ہے۔ وہاں سے قریب ملی ہوئی ہے کسی انگریز کی کوٹھی نہیں ہے کوٹھی کے ایک طرف رسالہ پڑا ہؤا ہے جس میں مسلمان بھی ہیں۔ ایکطرف قبرستان ہے۔ پھر نہیں سمجھ میں آتا آرام میں خلل کیونکر پڑسکتا ہے۔ اگر آرام میں کوئی خلل پڑنے کا اندیشہ ہے تو سب سے زیادہ انجن کی سیٹی سے خلل پڑنا چاہئے حالانکہ اسکے خلاف آجتک کچھ نہیں سُنا گیا۔ اسپر جدید ڈپٹی کمشنر صاحب بہادر نے جو اوّل درجہ کے انصاف پسند اور رحم دل ہیں مسلمان ممبر کی تائید ان الفاظ میں کی کہ بیشک گورنمنٹ انڈیا کو مذہبی آزادی دینے کا بہت بڑا فخر حاصل ہے۔ پھر دوران تقریر میں ایک ہندو ممبر نے یہہ سوال کیا کہ آیا سیول لائن میں کوئی مسجد بنی بھی ہے یا نہیں۔ اس پر دوسرے مسلمان ممبر نے یہہ جواب دیا کہ ہاں یعقوب خانصاحب آفندی مرحوم کی کوٹھی میں مسجد بنی ہوئی ہے اس کا جواب ایک ہندو ممبر نے یہہ دیا کہ وہ صرف ایک چبوترہ ہے مسجد نہیں ہے۔ مسلمان ممبر کی طرف سے جواب الجواب یہہ دیا گیا کہ مسجد کے معنے جائے سجدہ ہے گنبد اور مینار سے نہیں ہے۔ ہر شخص کی توفیق ہے۔ جس کی جو توفیق ہوئی اُس نے ویسی مسجد بنالی غرض وہاں مسجد کا بنانا ڈپٹی کمشنر صاحب بہادر نے منظور فرمالیا۔ اور صاحبزادہ صاحب کی درخواست پر یہہ لکھا گیا کہ سائل کمیٹی میں نقشہ داخل کرے کہ کس طرز کی مسجد بنانا چاہتا ہے۔ ہم ڈپٹی کمشنر صاحب بہادر کے ممنون ہیں کہ اونہوں نے اس معاملہ میں ایسی فراخ حوصلگی اور عالی ظرفی سے کام لیا جو برٹش قوم کا درحقیقت ایک تمغہ ہے اور یہی صفت ہے جس سے برٹش قوم تمام دُنیا کی قوم سے سربرآوردہ ہے۔

سچّا الہام اور اُسکی علامات

(۱) وہ اس حالت میں ہوتا ہے کہ جبکہ انسان کا دل آتش درد سے گداز ہو کر مُصفّا پانی کی طرح خدا تعالیٰ کی طرف سے بہتا ہے اسی طرف حدیث کا اشارہ ہے کہ قرآن غم کی حالت میں نازل ہؤا لہذا تم بھی اُس کو غمناک دل کے ساتھ پڑھو۔

(۲) سچّا الہام اپنے ساتھ ایک لذت اور سرور کی خاصیت لاتا ہے اور نامعلوم وجہ سے یقین بخشتا ہے اور ایک فولادی میخ کی طرح دل کے اندر دھنس جاتا ہے اور اس کی عبارت فصیح اور غلطی سے پاک ہوتی ہے۔

(۳) سچّے الہام میں ایک شوکت اور بلندی ہوتی ہے اور دل پر اس سے مضبوط ٹھوکر لگتی ہے۔ اور قوّت اور رُعبناک آواز کے ساتھ دل پر نازل ہوتا ہے۔ مگر جھوٹے الہام میں چوروں اور مخنثوں اور عورتوں کی سی دھیمی آواز ہوتی ہے کیونکہ شیطان چور اور مخنث اور عورت ہے۔

(۴) سچّا الہام خدا تعالیٰ کی طاقتوں کا اثر اپنے اندر رکھتا ہے اور ضرور ہے کہ اسمیں پیشگوئیاں بھی ہوں اور وہ پوری بھی ہو جائیں۔

(۵) سچّا الہام انسان کو دن بدن نیک بناتا جاتا ہے۔ اور اندرونی کثافتیں اور غلاظتیں پاک کرتا ہے اور اخلاقی حالتوں کو ترقی دیتا ہے۔

(۶) سچّے الہاموں پر انسان کی تمام اندرونی قوتیں گواہ ہو جاتی ہیں۔ اور ہر ایک قوّت پر ایک نئی اور پاک روشنی پڑتی ہے اور انسان اپنے اندر ایک تبدیلی پاتا ہے اور اُس کی پہلی زندگی مر جاتی ہے اور نئی زندگی شروع ہوتی ہے اور وہ بنی نوع کی ایک عام ہمدردی کا ذریعہ ہوتا ہے۔

(۷) سچّا الہام ایک ہی آواز پر ختم نہیں ہوتا کیونکہ خدا کی آواز ایک سلسلہ رکھتی ہے وہ نہایت ہی حلیم ہے جسکی طرف توجہ کرتا ہے اس سے مکالمت کرتا ہے اور سوالات کا جواب دیتا ہے اور ایک ہی مکان اور ایک ہی وقت میں انسان اپنے معروضات کا جواب پاسکتا ہے گو اس مکالمہ پر کبھی فترت کا زمانہ بھی آجاتا ہے۔

طاعون

السلام وعلیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

یہ خط آپ کی خدمت میں ارسال کرتا ہوں ایسے اضطراب میں جس کو میں بیان نہیں کرسکتا آپ خود ہی اندازہ کرلیں کہ ایسی حالتوں میں انسان کے دل کی کیا کیفیت ہوتی ہے۔ یہاں طاعون ہے اور اپنا کام نہایت زور سے کر رہی ہے گویا کہ طاعون کا لفظ خود ایسا خطرناک ہے کہ آجکل تو اس کی تشریح کرنی فضول ہے مگر خانقاہ ڈوگراں اور خانقاہ کے علاقہ کی طاعون اس قسم کی ہے کہ اس طاعون کے واسطے کوئی اور زیادہ خطرناک لفظ ہونا چاہیئے گو سیالکوٹ میں بھی طاعون ہی ہے +

اور ظفروال وغیرہ میں بھی بہت سخت طاعون رہی ہے۔ مگر یہاں کا حال تو یہ ہے کہ کوئی اور مقام اس نظر کیواسطے پیش نہیں کیا جاسکتا جیسے کہ گرمیوں میں جب لڑکے کثرت سے کنکوے اڑاتے ہیں تو چاروں طرف سے وہ کاٹا اور وہ کاٹا کی آوازیں آتی ہیں یہی حال یہاں ہے یہاں دنوں کا حساب نہیں بلکہ رات دن میں کوئی گھنٹہ خالی نہیں جاتا جس میں کوئی نئی موت کا شور نہیں اٹھتا۔ مرنے پر لوگ روتے اور اقربا بین کرتے ہیں مگر یہاں کے مرنے والے کے واسطے کوئی رونے والا نہیں جوان بیٹا مرتا ہے مگر باپ کو نہ تو رونا آتا ہے اور نہ ماں کو بین یاد آتے ہیں وہ مردہ کو وہیں پڑا چھوڑ کر خود کسی اور درخت کے نیچے جا بیٹھتے ہیں۔ اور اس جوان مرنے والے کے ساتھ ان کی صرف یہ ہمدردی ہے کہ وہ تلاش کرتے ہیں کہ کوئی آدمی ملے تو اس کو صرف یہ پیغام دیدیویں کہ فلاں جگہ ایک لاش پڑی ہے اس کو جلا دو یا دبا دو۔ دودھ پیتے بچوں کو طاعون ہو جاتی ہے۔ لیکن وہ ماں جو ذرہ سی تکلیف میں بچے کو چوم کر چھاتی سے لگا لیتی تھی وہی اس کو گود سے نکال کر سڑک پر یا اگر بہت رحم اور درد ہوا تو کسی درخت کے نیچے تڑپنے کے واسطے رکھکر خود بھاگتی ہے۔ اور یہ اتفاقی واقعات نہیں بلکہ ہر روز یہی حالت ہے جو اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہوں اور کانپ اٹھتا ہوں کہ خدا جانے یہ کیا ہو رہا ہے اور خدا کیا کرنا چاہتا ہے اور اس میں شبہ نہیں کہ اگر یہی حال رہا تو چند روز تک کوئی انسان کا بچہ بھی نظر نہ آویگا انسان تو کیا میں چونکہ باہر جنگل میں کام کرتا ہوں ہر صبح کئی سانپ دیکھتا ہوں جو اپنی بلوں سے نکل نکل کر باہر مرے پڑے ہیں اور بعض مر رہے ہیں اور اسمیں شک نہیں کہ وہ طاعون سے مرتے ہیں۔ ورنہ اس طرح سانپوں کا خود بخود مرنا چہ معنے دارد ایک ایک قدم پر میں حضرت اقدس کے الفاظ پورے ہوتے دیکھتا ہوں اور خدا گواہ ہے کہ دنیا مجھکو تاریک نظر آتی ہے۔ اسوقت جبکہ میں دیکھتا ہوں کہ باوجود یہ حال ہونے کے کسی بشر کو یہ خیال نہیں آتا کہ یہ سب کچھ خدا کی طرف سے ہے ہاں حیلہ سے تو سب کہتے ہیں کہ جو خدا کی مرضی مگر یہ الفاظ بھی اس طرح سے ادا نہیں کرتے کہ واقعی ان کو یقین ہے کہ یہ خدا کی طرف سے ہے اور یہ خدا کر رہا ہے بلکہ ایک ٹھٹھے کے طور پر اور بعض وقت ساتھ گندی گالیاں بھی نکالتے ہیں اور خانقاہ میں جا جا کر اسطرح گڑگڑا کر اور سجدے میں گر گر کر دعائیں مانگتے ہیں کہ میرا دل محسوس کرتا ہے کہ اس کثیر تعداد میں سے جو اسطرح خانقاہ میں گریہ زاری کرتے ہیں اگر ایک بھی ایسے ہی سچے دل سے جیسے وہ خانقاہ میں جاتے ہیں خدا کے سامنے رو دیں تو خدا ضرور ضرور ان سے یہ آفت دور کر دیوے خانقاہ کے بڑے بڑے گنبد دیکھ کر اور قبروں پر سبز سرخ کپڑے دیکھ کر ان لوگوں کو ایک منٹ کیواسطے یہ یقین نہیں آتا کہ ان چیزوں کے سامنے خدا کی بھی کوئی ہستی ہے یا نہیں۔ بس دیکھتے ہی سجدے میں گرتے اور یا حاجی دیوان یا حاجی دیوان کے نعرے مارتے اور روتے اور خاک میں لیٹتے ہیں بلکہ ساتھ چھوٹے معصوم بچے ہوتے ہیں ان کو پکڑ پکڑ کر زبردستی انکا ماتھا قبروں کے ساتھ رگڑتے ہیں اور پھر وہ بچے جوں جوں زیادہ روتے اور چلاتے ہیں توں توں ان بیچاروں کو زیادہ رگڑتے ہیں اور ان سے ان کا مدعا یہ ہے کہ جب بچوں کو تکلیف دی جاوے گی تو خانقاہ والے حاجی دیوان صاحب ضرور رحم کرینگے غرض کہ میری تو یہ حالت ہے کہ جب کثرت سے موتیں چاروں طرف دیکھتا ہوں تو خواہ مخواہ کانپ جاتا ہوں اور استغفار اور دعا کرتا ہوں کہ یا اللہ اس آفت کو دور کر مگر جب خانقاہ پر نظر پڑتی ہے اور خانقاہ کا نظارہ دیکھتا ہوں جو کہ ہر وقت پیش نظر رہتا ہے تو پھر خواہ مخواہ میرے منہ سے یہ الفاظ نکلتے ہیں کہ یا اللہ واقعی یہ لوگ اسی قابل ہیں جب تک یہ عمارت تباہ نہ ہو یا یہ لوگ تیری طرف نہ مڑیں چاروں طرف آگ ہی آگ نظر آتی ہے اور چونکہ ہر وقت آنکھوں کے سامنے یہی حالت رہتی ہے کہ ادھر مرے تو جھٹ دوسری طرف مرے ادھر سے ہٹے تو چار دائیں طرف سے جا رہے ہیں اور وہاں سے آگے بڑھے تو چار دوسری طرف چل رہے ہیں غرض کہ قیامت کا نمونہ نظر آرہا ہے لوگ کہتے ہیں کہ قیامت میں جب سورج سوا نیزہ پر آجاوے گا تو گرمی اور جلن سے بیتاب ہو کر سب بھاگیں گے مگر جو مسجد میں چلا جاوے گا وہ بچیگا لیکن یہاں ان لوگوں کے واسطے کوئی ٹھکانا نہیں جسطرف بھاگتے ہیں یا جس درخت کے نیچے جا بیٹھتے ہیں کیونکہ درخت ہی ان کے گھر ہیں وہاں ہی موت منتظر بیٹھی ہوئی ہوتی ہے فصل پختہ ہو چکی ہے اور بالکل کٹنے کے قابل ہے بلکہ بعض کھیت تو خود بخود ٹوٹ ٹوٹ کر نیچے گر رہے ہیں مگر کوئی ان کی خبر لینے والا نہیں وہ کھیت جو زمینداروں نے بڑی محنت سے لگائے تھے اب جبکہ کاٹنے کا وقت ہے تو کسی انسان کے ہاتھ میں طاقت نہیں رہی کہ ان کو کاٹے ہاں چڑیاں خدا نے اس کثرت سے بھیجدی ہیں کہ چند دنوں میں سوائے خالی پودوں اور خوشوں کے جس میں دانہ بالکل نہ ہوں اور کچھ نہیں نظر آوے گا۔ دانے چڑیاں کھا رہی ہیں اور انسانوں کو طاعون کھا رہی ہے نہ کوئی انسانوں کو سنبھالنے والا اور نہ فصلوں کو اور پھر غضب یہ ہے کہ دن بدن کچھ زیادتی ہی ہے کمی نہیں۔ کوئی رات خالی نہیں جاتی کہ ایک دو چھینٹے مینہ کے نہ پڑیں اور بادل تو ہر وقت رہتے ہیں۔ ہوا رات دن ہے سورج نظر ہی نہیں پڑتا اور چاروں طرف موت اور مردے ہی نظر آتے ہیں۔ غرض کہ میں نے یہ سب کچھ اسواسطے لکھا ہے کہ تا آپ اس جگہ کی حالت کا اندازہ کرسکیں۔ اور ان کے لئے درد بھرے دل سے دعا کریں اور مسجد میں بھی دعا کراویں +

یہاں اب ماتحتوں سے لیکر افسروں تک سب بھاگ گئے ہیں صرف میں ہی رہ گیا ہوں ورنہ جہاں جہاں کسی کے سینگ سمائے ہیں چلے گئے ہیں اور جو چلے نہیں گئے اور یہاں موجود ہیں وہ بھی باہر دور جنگلوں میں اور باغوں میں جا رہے ہیں صرف شہر کا نظارہ دیکھنے کے واسطے شہر میں میں ہی باقی ہوں جو ہر وقت دیکھ دیکھ کر اور سہم سہم کر استغفار استغفار کرتا رہتا ہوں۔

آج چونکہ طاعون نے ایک خاص حملہ کیا ہے اسواسطے بچینی کی حالت میں رہ رہا ہوں خاص خانقاہ کے احاطے میں اور اس احاطے کے متعلق جو بستی ہے جس میں قریباً سو ڈیڑھ سو گھر کی آبادی ہے وہاں طاعون نہیں ہے صرف یہ ٹکڑا ابھی تک بچا ہوا ہے اور یہی لوگوں کی بڑی گمراہی کا اور اس بستی کے رہنے والوں کے بڑے غرور کا باعث ہو رہا ہے اور لوگوں کو یقین ہے کہ خانقاہ کے متعلق احاطے میں طاعون نہیں آسکتی۔ مگر آج وہاں بھی ایک کیس ہوا ہے جس کو میں کہہ سکتا ہوں کہ آج وہاں بھی شروع ہوئی ہے گو اسوقت تک اس احاطے میں خیریت ہی ہے مگر مجھکو تو معلوم ہے کہ خدا انکو اتنی مہلت دیکر نہایت سختی سے پکڑنا چاہتا ہے۔ کیونکہ جوں جوں طاعون کا زور زیادہ زیادہ ہوتا ہے توں توں یہ لوگ زیادہ شوخ ہوتے ہیں کہ ہمارے نزدیک طاعون نہیں آتی۔ خاص ڈوگر صاحبان کے قلعے میں سے بہت سے چوہے مر رہے ہیں۔ مگر اس امر کی پرواہ نہیں کرتے + میں دوبارہ دعا کے واسطے عرض کرتا ہوں اور ختم کرتا ہوں فقط

ارشاد از خانقاہ ڈوگراں

تکمیل شریعت

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ایسے وقت میں دنیا سے اپنے مولیٰ کی طرف بلائے گئے جبکہ وہ اپنے کام کو پورے طور پر انجام دے چکے اور یہ امر قرآن شریف سے بخوبی ثابت ہے۔ جیساکہ اللہ جلشانہ فرماتا ہے اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا یعنی آج میں نے قرآن کے اُتارنے اور تکمیل نفوس سے تمہارا دین تمہارے لئے کامل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی اور تمہارے لئے دین اسلام پسند کر لیا حاصل مطلب یہ کہ قرآن جسقدر نازل ہونا تھا نازل ہو چکا اور مستعد دلوں میں حیرت انگیز تبدیلیاں پیدا کر چکا اور تربیت کو کمال تک پہنچا دیا اور اپنی نعمت کو ان پر پورا کر دیا۔ اور یہی دو رکن ضروری ہیں جو ایک نبی کے آنیکی علت غائی ہوتے ہیں اب دیکھو یہ آیت کس زور شور سے بتلا رہی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ہرگز اس دُنیا سے کوچ نہ کیا جبتک کہ دین اسلام کو تنزل قرآن اور تکمیل نفوس سے کامل نہ کیا گیا + اور یہی ایک خاص علامت منجانب اللہ ہونیکی ہے جو کاذب کو ہرگز نہیں دیجاتی۔ بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کسی صادق نبی نے بھی اس اعلیٰ شان کے کمال کا نمونہ نہیں دکھلایا کہ ایکطرف کتاب اللہ بھی آرام اور امن کے ساتھ پوری ہو جائے اور دوسری طرف تکمیل نفوس بھی ہو اور باایں ہمہ کفر کو ہر یک پہلو سے شکست اور اسلام کو ہر یک پہلو سے فتح +

ویدکب بنائے گئے

یورپ کے محققوں نے بڑی چھان بین کے بعد ویدوں کی تالیف کا زمانہ چودہویں صدی قبل از سنہ عیسوی قرار دیا ہے اور ان کی اس رائے کا صحیح ہونا بہت پختگی کے ساتھ ایک مقام سے جسکو مسٹر ایڈورڈ کالبروک صاحب نے بیدوں میں ہی دریافت کیا ہے صحیح ٹھیرتا ہے چنانچہ تشریح اُس کی وہ لکھتے ہیں کہ ہر بید میں علم ہیئت کا ایک ایک رسالہ اس غرض سے لگا ہوا ہے کہ پتری کی ترتیب معلوم ہووے۔ اور اس سے فرائض منصبی کے اوقات دریافت ہو جایا کریں پس وہ صریح اور قطعی دلیل جس پر انہوں نے اپنی مذکورہ بالا رائے قائم کی ہے یہ ہے کہ جو مقام راس سرطان اور راس جدی کا اس رسالہ میں قرار دیا ہے وہ وُہی مقام ہے جو چودہویں صدی قبل از سنہ عیسوی میں ان دونوں راسوں کا تھا پس کچھ شک نہیں کہ بیدوں کی تالیف اسی زمانہ میں ہوئی تھی ؟

لندن کی خزانوں کی حفاظت

لندن کے بینکوں وغیرہ میں کروڑوں پونڈ ہر سال جمع ہوتا ہے لیکن اُن کی حفاظت کا طریقہ ایسا ہے کہ بمشکل چند ہزار پونڈ چوروں اور نقب زنوں کے ہاتھ چڑھتا ہے اور یہ بھی اس طرح ضائع جاتا ہے۔ کہ جب کوئی غریب محرر دفتر بینک کو یا بینک سے دفتر کو روپیہ لیجاتا ہے تو راہ میں بدمعاش اُس سے چھین لے بھاگتے ہیں یا اور کسی ایسی ہی بے احتیاطی سے نقصان ہوتا ہے ورنہ حال کی تازہ ایجادیں علمی قفل اور برقی تار وغیرہ کے مارے اچھے اچھے چابک دست اور کہنہ مشق چوروں اور نقب زنوں کو اپنا پیشہ چھوڑنا یا مصیبت سے قید خانہ میں دن کاٹنے پڑتے ہیں۔

بینک آف انگلینڈ کی نہائت عمدہ حفاظت کیجاتی ہے اس کی کل مالیت کی صحیح معلومات تو مشکل ہے لیکن تخمیناً دو کروڑ پونڈ ہیں تو شک نہیں۔ اگر رات کو کوئی چالاک پہرہ والوں کی آنکھوں میں خاک ڈال کر اندر بھی گھس جائے تو علاوہ دیگر پیچوں اور مضبوط قفلوں کے صندوقوں کے گرد اور راہ میں برقی تار کثرت سے ایسے ایسے ملینگے جن کا تعلق چوکیداروں اور مختلف حکام و محافظین کے مکانات سے ہے۔ اگر ایک تار سے ذرا کوئی شئے چھو جائے تو گھنٹوں کے شور سے دور دُور کے آدمی سوتے ہوئے جاگ پڑیں۔ بہت سے آلات ان صندوقوں کے متعلق ایسے ہیں کہ ناواقف شخص اگر ہاتھ لگائے تو خود بخود وہیں شکار اجل ہو کر رہ جائے۔

اس بینک میں علاوہ شاہ ایڈورڈ کے اور بہت سے تاجدار اپنا روپیہ رکھتے ہیں۔ ایک بینک میں چوکیداروں کے لئے کرسیاں دیجاتی ہیں جن میں ایسی کل لگی ہوئی ہے کہ اگر وہ ان پر بیٹھے ہلتے رہیں۔ تو وہ کرسیاں بدستور رہتی ہیں اور جہاں کوئی بیٹھے ہوئے اونگا اور حرکت اوس کی بند ہوئی کرسیاں فوراً اُس کو اُچھال کر فرش پر پھینک دیتی ہیں اس طرح پر پہرہ والا سو ہی نہیں سکتا یا کھڑا رہے یا ٹہلتا رہے اگر بیٹھے تو ہلتا رہے۔ سول اینڈ ملٹری نیوز لعدیانہ

تفسیر القرآن ۲ تیار ہو کر روانہ ہو چکی ہے جس صاحب کو نہ ملی ہو وہ اطلاع دے + درّ ثمین اردو چھپکر تیار ہے ✻

طاعون کے متعلق نوئی دریافتیں

غالباً یہ سائینس کی روز افزوں ترقی کی دلیل ہے کہ آج اُسی رائے کی تردید کی جاتی ہے جو کل تک عالموں فاضلوں کی نظر میں مسلّمہ تھی اور جو رائے کہ آج پیش کی گئی ہے اور لوگوں نے اس کی صداقت کو تسلیم کر لیا ہے اغلب ہے کہ کل وہ باطل قرار دیجائے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ محققین بڑی سرگرمی سے اپنے علمی شغل میں مصروف ہیں ورنہ ہم ہر روز نئی اور متضاد رائیں نہ سُن سکتے مثلاً طاعون کی نسبت آجتک یہ خیال تھا کہ یہ صرف چھوت چھات سے پیدا ہوتی ہے لیکن پلیگ کمیشن نے ہانگ کانگ (منبع طاعون) میں جو تحقیقات کی ہے اُس کا خلاصہ یہ ہے کہ طاعون چھونے سے بھی ہوتی ہے اور کھانے پینے سے بھی یعنی طاعونی کیڑے صرف مسامات کی راہ سے ہی ہمارے جسم میں داخل نہیں ہوتے بلکہ پکی پکائی چیزوں کے ذریعہ سے بھی ہمارے مُنہ کے رستے ہمارے پیٹ میں جا پہنچتے ہیں۔ آجتک ڈاکٹر صاحبان صرف کپڑوں کو ہی طاعون پھیلانے کا آلہ خیال کرتے تھے لیکن آئیندہ انہیں پکی پکائی غذا کی طرف بھی توجہ کرنی پڑے گی۔

دوسری حیران کرنیوالی طبی رائے یہ ہے کہ طاعون ٹیکہ سے پھیلتی ہے نہ کہ گھٹتی ہے جس کا ثبوت یہ ہے کہ جب سے ہندوستان میں ٹیکہ کا رواج ہوا ہے۔ طاعون ہر سال زیادہ شدت سے حملہ آور ہوتی ہے واقعی یہ بڑی حیرت ناک بات ہے کہ ہندوستان میں ٹیکہ زیادہ زور شور سے پنجاب میں لگایا گیا اور یہی بدقسمت صوبہ سب سے بڑھ کر طاعون کا شکار بن رہا ہے

آگرہ اخبار

لفظ آل کی تحقیق

اس حدیث میں لفظ آل عیسی اور آل محمد محض استعارہ کے طور پر بیان کیا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ دنیوی رشتوں کے لحاظ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کوئی آل نہیں تھی پس اسجگہ بلاشبہ آل عیسےٰ سے مراد وہ لوگ ہیں جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ عیسےٰ خدا ہے اور ہم اُس خدا کے فرزندوں کی طرح ہیں اور مر کر اُسکی گود میں سوتے ہیں سو اسی قرینہ سے آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی کوئی دنیوی رشتہ مراد نہیں ہے بلکہ آل سے مراد وہ لوگ ہیں جو فرزندوں کی طرح آنحضرت صلی اللہ کے روحانی مال کے وارث ٹھہرتے ہیں۔ بلکہ ہر جگہ آل کے لفظ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ کی یہی مراد ہے نہ دنیوی رشتہ کہ جو ایک سفلی اور فانی

اس رشتے جو موت کے ساتھ ہی لا انساب بینہم کی تلوار سے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا ہے۔ نبی کا نفس کبھی اس بات پر راضی نہیں ہو سکتا کہ آل کے لفظ سے محض اس کی یہ غرض ہو کہ عام دنیاداروں کی طرح ایک سفلی اور فانی رشتہ کا لوگوں کو پیرو بنانا چاہے۔ ظاہر ہے کہ نبی کی نظر آسمان پر ہوتی ہے اور اس کا ساحت عزت اور بلند ہمت اس سے پاک ہے کہ وہ بار بار ایسے رشتوں کو پیش کرے جن کے ساتھ ایمان اور صداقت اور تقویٰ لازم ملزوم نہیں ہے اور یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تو یہ فرماوے کہ یہ دنیوی رشتے اسی دنیا تک ختم ہو جاتے ہیں اور قیامت میں انساب نہیں رہیں گے۔ لیکن اس کا نبی ایک دلی سے رشتہ پر ہی زور دیتا رہے جو لڑکی کی اولاد ہے۔ حق تو یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے پاک اور عظیم الشان انبیا جو جو کلمات منہ پر لاتے ہیں وہ اسقدر معارف اور حقائق اپنے اندر رکھتے ہیں کہ گویا زمین سے شروع ہو کر آسمان تک جا پہنچتے ہیں۔ یا یوں کہو کہ آسمان سے زمین تک آفتاب کی شعاع کی طرح نازل ہوتے ہیں اور وہ تمام کلمات اس درخت کیطرح ہوتے ہیں جسکی جڑ نہائت مضبوط اور زمین کے پاتال تک پہنچی ہوئی ہو اور شاخیں آسمان میں داخل ہوں لیکن وہی کلمات جب عوام کے محاورہ میں آتے ہیں مگر عوام کالانعام اپنی محدود فہم اور کوتاہ عقل کی وجہ سے نہائت ذلیل معنوں میں انکو لے آتے ہیں جو روحانیوں کے نزدیک قابل شرم ہوتے ہیں کیونکہ انکی دنیوی عقلوں کو آسمان سے کچھ بھی علاقہ نہیں ہوتا اور وہ نہیں جانتے کہ روحانی روشنی کیا شے ہے اس لئے وہ جلد تر اپنی موٹی سمجھ کے موافق نبی کے اعلیٰ مقاصد اور بلند تر اشارات کو صرف دنیوی اور فانی رشتوں پر ہی ختم کر دیتے ہیں اور وہ نہیں سمجھ سکتے کہ اس فانی اور ناپائدار رشتہ کے وراء الورا اور قسم کے رشتے بھی ہوتے ہیں اور ایسا ہی اور قسم کی آل ہوتی ہے جو مرنے کے بعد منقطع نہیں ہو سکتی اور نفی لا انساب بینہم کے نیچے نہیں آتی۔ صرف اس قسم کی آل جو فدک جیسے ایک نام کے باغ اور چند درختوں کے لئے لڑتے پھریں اور مشتعل ہو کر کبھی ابو بکرؓ کو برا کہیں اور کبھی عمرؓ کو۔ بلکہ خدا کے پیاروں اور مقبولوں کے لئے روحانی آل کا لقب نہائت موزون ہے اور وہ روحانی آل اپنے روحانی نانا سے وہ روحانی وراثت پاتے ہیں جسکو کسی غاصب کا ہاتھ غصب نہیں کر سکتا اور وہ ان باغوں کے وارث ٹھہرتے ہیں جن پر کوئی دوسرا قبضہ ناجائز کر ہی نہیں سکتا پس یہ سفلی خیال بعض اسلامی فرقوں میں اسوقت آگئی ہیں جبکہ ان کی روح مرکہ ہو گئی اور انسکو روحانی طور پر آل ہونے کا کچھ بھی حصہ نہ ملا اس لئے روحانی مال سے لاوارث ہونیکی وجہ سے انکی عقلیں موٹی ہو گئیں اور ان کے دل مکدر اور کوتہ بین ہو گئے اسمیں کس ایماندار کو کلام ہے کہ حضرت امام حسین اور امام حسن رضی اللہ عنہما خدا کے برگزیدہ اور صاحب کمال اور صاحب عفت اور عصمت اور ائمۃ الہدیٰ تھے اور وہ بلاشبہ دونوں معنوں کے رو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آل تھے لیکن کلام اس بات میں ہے کہ کیوں آل کی اعلیٰ قسم کو چھوڑ دیا گیا ہے اور ادنیٰ پر فخر کیا جاتا ہے۔ تعجب کہ وہ اعلیٰ قسم امام حسنؓ اور حسینؓ کے آل ہونے کی یا اور کسی کے آل ہونے کی جسکی رو سے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روحانی مال کے وارث ٹھیرتے ہیں اور بہشت کے سردار کہلاتے ہیں یہ لوگ تو اس کا کچھ ذکر ہی نہیں کرتے اور ایک فانی رشتہ کو بار بار پیش کیا جاتا ہے جس کے ساتھ روحانی وراثت لازم ملزوم نہیں اور اگر یہ فانی رشتہ جو جسمانی تعلق سے پیدا ہوتا ہے ضروری طور پر خدا تعالیٰ کے نزدیک حقدار ہوتا تو سب سے پہلے قابیل کو یہ حق ملتا جو حضرت آدم علیہ السلام کا پہلوٹا بیٹا اور پیغمبر زادہ تھا اور پھر اس کے بعد حضرت نوح آدم ثانی کے اس بیٹے کو حق ملتا جس نے خدا تعالیٰ کی طرف سے انہ عمل غیر صالح کا لقب پایا۔

سو اہل معرفت اور حقیقت کا یہ مذہب ہے کہ اگر حضرت امام حسین اور امام حسن رضی اللہ عنہما آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سفلی رشتہ کے لحاظ سے آل بھی نہ ہوتے تب بھی بوجہ اس کے کہ وہ روحانی رشتہ کے لحاظ سے آسمان پر آل ٹھہر گئے تھے وہ بلاشبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روحانی مال کے وارث ہوتے۔ جبکہ فانی جسم کا ایک رشتہ ہوتا ہے تو کیا روح کا کوئی بھی رشتہ نہیں بلکہ حدیث صحیح سے اور خود قرآن شریف سے بھی ثابت ہے کہ روحوں میں بھی رشتے ہوتے ہیں اور ازل سے دوستی اور دشمنی بھی ہوتی ہے اب ایک عقلمند انسان سوچ سکتا ہے کہ کیا لازوال اور ابدی طور پر آل رسول ہونا جائے فخر ہے یا جسمانی طور پر آل رسول ہونا جو بغیر تقویٰ اور طہارت اور ایمان کے کچھ بھی چیز نہیں۔ اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ ہم اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسر شان کرتے ہیں بلکہ اس تحریر سے ہمارا مدعا یہ ہے کہ امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما کی شان کے لائق صرف جسمانی طور پر آل رسول ہونا نہیں کیونکہ وہ بغیر روحانی تعلق کے ہیچ ہے اور حقیقی تعلق ان ہی عزیزوں کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے کہ جو روحانی طور پر اس کی آل میں داخل ہیں رسول کے معارف اور انوار روحانی رسولوں کے لئے بجائے اولاد ہیں جو ان کے پاک وجود سے پیدا ہوتے ہیں اور جو لوگ ان معارف اور انوار سے نئی زندگی حاصل کرتے ہیں اور ایک پیدائش جدید ان انوار کے ذریعہ سے پاتے ہیں وہی ہیں جو روحانی طور پر آل محمدؐ کہلاتے اور پیشگوئی مذکورہ بالا میں شیطان کا یہ آواز دینا کہ حق آل عیسے کے ساتھ ہے۔ یہ شیطان کا کلمہ اسوجہ سے بھی دروغ ہے کہ وہ روحانی طور پر مشرکوں کو حضرت عیسے کی آل ٹھہراتا ہے کیونکہ حضرت عیسے کو خدا کہنے والے آسمان پر ان کے ساتھ کچھ حصہ نہیں پا سکتے اور نہ اون کے وارث ٹھہر سکتے ہیں پھر وہ روحانی طور پر ان کے آل کیونکر ہو سکتے ہیں۔

خدا تعالےٰ کے حکم دو قسم کے ہوتے ہیں ایک شرعی جیسا یہ کہ تو خون نہ کر چوری نہ کر جھوٹی گواہی مت دے دوسری قسم حکم کی قضا و قدر کے حکم ہیں جیسا کہ یہ حکم کہ قلنا یا نار کونی بردا وسلاما علی ابراھیم شرعی حکم میں محکوم کا تخلف حکم سے جائز ہے جیسا کہ کبتیرے باوجود حکم شرعی پانے کے خون بھی کرتے ہیں۔ چوری بھی کرتے ہیں۔ جھوٹی گواہی بھی دیتے ہیں مگر قضا و قدر کے حکم میں ہرگز تخلف جائز نہیں۔ انسان تو انسان قدری حکم سے جمادات بھی تخلف نہیں کر سکتے کیونکہ جبروتی کشش اس کے ساتھ ہوتی ہے سو حضرت یسوعؑ کو خدا کا یہ حکم کہ مغلوب دل ہو جا قدری حکم تھا یعنے قضا و قدر کا حکم وہی حکم حضرت ابو بکر کے دل پر بھی نازل ہوا تھا۔

خلافت محمدیہ کے دائرہ کا پہلا نقطہ جو ابو بکر ہے وہ اس دائرہ کے انتہائے نقطہ سے جو مسیح موعود ہے اتصال تام رکھتا ہے جیسا کہ مشاہدہ اس بات پر گواہ ہے کہ آخر نقطہ ہر ایک دائرہ کا اس کے پہلے نقطہ سے جا ملتا ہے۔ اب جبکہ اول اور آخر کے دونوں نقطوں کا اتصال ماننا پڑا تو اس سے یہ ثابت ہوا کہ جو قرآنی پیشگوئیاں خلافت کے پہلے نقطہ کے حق میں یعنے حضرت ابو بکر کے حق میں وہی خلافت کے آخری نقطہ کے حق میں بھی ہیں یعنی مسیح موعود کے حق میں اور یہی ثابت کرنا تھا۔

نسائیؒ نے ابی ہریرہ سے دجال کی صفت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث لکھی ہے۔ یخرج فی آخر الزمان دجال یختلون الدنیا بالدین یلبسون للناس جلود الضان السنتہم احلی من العسل وقلوبہم قلوب الذیاب یقول اللہ عزوجل بی یغترون ام علی یجترئون یعنی آخری زمانہ میں ایک گروہ دجال نکلے گا وہ دین کے طالبوں کو دین کے ساتھ فریب دینگے یعنے اپنے مذہب کی اشاعت میں بہت سا مال خرچ کریں گے بھیڑوں کا لباس پہنکر آئیں گے ان کی زبانیں شہد سے زیادہ میٹھی ہونگی او

دربارِ شام

۷ - مئی ۱۹۰۳ء

عورتوں کے حقوق کے متعلق ذکر ہوتے ہوئے حضرت اقدس نے فرمایا کہ عورتوں کے حقوق کی جیسی حفاظت اسلام نے کی ہے ویسی کسی دوسرے مذہب نے قطعاً نہیں کی مختصر الفاظ میں ولھن مثل الذی علیھن - ہر ایک قسم کے حقوق بیان فرما دئے - یعنی جیسے حقوق مردوں کے عورتوں پر ہیں ویسے ہی عورتوں کے مردوں پر بھی ہیں بعض لوگوں کا حال سُنا جاتا ہے کہ اون بچاریوں کو پاؤں کی جوتی کی طرح جانتے ہیں - اور ذلیل ترین خدمات اُن سے لیتے ہیں - گالیاں دیتے - حقارت کی نظر سے دیکھتے اور پردہ کے حکم کو ایسے ناجائز طریق سے کام میں لاتے ہیں کہ گویا وہ زندہ درگور ہوتی ہیں +

چاہئے کہ عورتوں سے انسان کا دوستانہ طریق اور تعلق ہو اصل میں انسان کے اخلاق فاضلہ اور خدا سے تعلق کی پہلی گواہ تو یہی عورتیں ہوتی ہیں اگر اِن سے اُس کے تعلقات اچھے نہیں تو پھر خدا سے کس طرح ممکن ہے کہ صلح ہو - رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ خیرکم خیرکم لاھلہٖ - اپنی بیوی سے اچھا سلوک کرنے والا ہی تم میں سے بہترین ہے +

۸ - مئی ۱۹۰۳ء

اللہ اللہ کیا سچّا مقولہ ہے کہ اولیا اللہ کی دشمنی کفر تک پہنچا دیتی ہے

مولوی محمد حسین بٹالوی جو اپنے آپ کو ایسا اور ایسا بتاتا ہے نعوذ باللہ نعوذ باللہ قرآن شریف کی شان میں بے ادبی کے الفاظ بولتا ہے کہ یہ ظاہری تک بندی تو مسیلمہ نے بھی کر لی تھی اسمیں قرآن شریف کی خصوصیت کیا ہے -

اس پر حضرت اقدس نے فرمایا کہ اب اِس سے بڑھ کر کیا بے ادبی ہوگی کہ قرآن شریف کی آیات کو جو ہر پہلو اور ہر رنگ میں کیا ظاہر کیا باطن ایک معجزہ ہیں تک بندی کہا جاتا ہے - قرآن شریف کا جس طرح باطن معجزہ ہے ویسے ہی اُس کے ظاہر الفاظ بھی معجزہ ہیں - ایک انسان کا اگر ظاہر ہی گندہ ناپاک خبیث ہوگا تو اُس کی روحانی حالت کیا ہوگی - عوام اور ادنیٰ نظر والوں کے لئے تو ظاہر ہی کی خوبی معجزہ ہوتی ہے - قرآن ہر طبقہ کے لوگوں کے لئے ہے اور اسی لئے ہر رنگ میں معجزہ اور نشان ہے -

انبیاء کے جانشین اور انکی ضرورت

چونکہ الٰہیات اور امور معاد کے مسائل نہایت باریک اور نظری ہیں گویا تمام امور غیر مرئی اور فوق العقل پر ایمان لانا پڑتا ہے نہ خدا تعالیٰ کبھی کسی کو نظر آیا نہ کبھی کسی نے بہشت دیکھی اور نہ دوزخ کا ملاحظہ کیا اور نہ ملایک سے ملاقات ہوئی اور علاوہ اس کے احکام الٰہی مخالف جذبات نفس ہیں اور نفس امارہ جن باتوں میں لذت پاتا ہے - احکام الٰہی اون سے منع کرتے ہیں لہذا عند العقل یہ بات نہ صرف احسن بلکہ واجب ہے کہ خدا تعالیٰ کے پاک نبی جو شریعت اور کتاب لیکر آتے ہیں اور اپنے نفس میں تاثیر اور قوت قدسیہ رکھتے ہیں یا تو وہ ایک لمبی عمر لیکر آویں اور ہمیشہ اور ہر صدی میں ہر ایک اپنی نئی امت کو اپنی ملاقات اور صحبت سے شرف بخشیں اور اپنے زیر سایہ رکھکر اور اپنے پُر فیض پرون کے نیچے اون کو لے کر وہ برکت اور نور اور روحانی معرفت پہنچاویں جو اونہوں نے ابتداء زمانہ میں پہنچائی تھی اور اگر ایسا نہیں تو پھر اونکے وارث جو اُنہیں کے کمالات اپنے اندر رکھتے ہوں اور کتاب الٰہی کے دقائق اور معارف کو وحی اور الہام سے بیان کرسکتے ہوں اور منقولات کو مشہودات کے پیرایہ میں دکھلا سکتے ہوں اور طالب حق کو یقین تک پہنچا سکتے ہوں ہمیشہ فتنہ اور فساد کے وقتوں میں ضرور پیدا ہوتے رہنا ہئے تا انسان جو مغلوب سہو و نسیان ہے اُن کے فیض حقیقی سے محروم نہ رہے کیونکہ یہ بات نہایت صاف اور بدیہی ہے کہ جب زمانہ ایک نبی کا اپنے خاتمہ کو پہنچتا ہے اور اُس کی برکات کے دیکھنے والے فوت ہو جاتے ہیں تو وہ تمام مشہودات منقولات کے رنگ میں آجاتے ہیں پھر دوسری صدی کے لوگوں کی نظر میں اس نبی کے اخلاق اور اس نبی کے مجاہدات اور اس نبی کا صبر اور استقامت اور صدق اور صفا اور وفا اور تمام تائیدات الٰہیہ اور خوارق اور معجزات جن سے اُس کی صحت نبوت اور صداقت دعویٰ پر استدلال ہوتے تھے - نئی صدی کے لوگوں کو کچھ قصّے سے معلوم ہوتے ہیں اور اسیوجہ سے وہ انشراح ایمانی اور جوش اطاعت جو نبی کے دیکھنے والوں میں ہوتا ہے دوسروں میں وہ بات پائی نہیں جاتی اور صاف ظاہر ہے کہ جو کچھ صحابہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمانی صدق دکھلایا اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں اور اپنی آبروؤں میں اسلام کی راہوں میں نہایت اخلاص سے قربان کیا اُس کا نمونہ اور صدیوں میں تو کجا خود دوسری صدی کے لوگوں یعنی تابعین میں بھی نہیں پایا گیا - اُس کی کیا وجہ تھی؟ یہی تو تھی کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس مرد صادق کا مُنہ دیکھا تھا جس کے عاشق اللہ ہونے کی گواہی کفار قریش کے مُنہ سے بھی بیساختہ نکل گئی - اور روز کی مناجاتوں اور پیار کے سجدوں کو دیکھکر اور فنافی الاطاعت کی حالت اور کمال محبّت اور دلدادگی کے مُنہ پر روشن نشانیاں اور اُس پاک مُنہ پر نور الٰہی برستا مشاہدہ کرکے کہتے تھے کہ عشق محمدٌ علیٰ ربّہٖ کہ محمد اپنے رب پر عاشق ہو گیا ہے اور پھر صحابہ نے صرف وہ صدق اور محبّت اور اخلاص ہی نہیں دیکھا بلکہ اس پیار کے مقابل پر جو ہمارے سید محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دل سے ایک دریا کی طرح جوش مارتا تھا خدا تعالیٰ کے پیار کو بھی تائیدات خارق عادت کے رنگ میں مشاہدہ کیا تب اُنکو یقین ہو گیا کہ خدا ہے اور اون کے دل بول اوٹھے کہ وہ خدا اس مرد کے ساتھ ہے اُنہوں نے اسقدر عجائبات الٰہیہ دیکھے اور اس قدر نشان آسمانی مشاہدہ کئے کہ اون کو کچھ بھی اس بات میں شک نہ رہا کہ فی الحقیقت ایک اعلیٰ ذات موجود ہے جسکا نام خدا ہے اور جس کے قبضہ قدرت میں ہر یک امر ہے اور جس کے آگے کوئی بات بھی انہونی نہیں اسیوجہ سے اُنہوں نے وہ کام صدق و صفا کے دکھلائے اور وہ جانفشانیاں کیں کہ انسان کبھی کر نہیں سکتا جبتک اُس کے تمام شک و شبہ دور نہ ہو جائیں اور اُنہوں نے بچشم خود دیکھ لیا کہ وہ ذات پاک اسی میں راضی ہے کہ انسان اسلام میں داخل ہو اور اُس کے رسُول کریم کی بدل و جان متابعت اختیار کرے تب اس حق الیقین کے بعد جو کچھ اُنہوں نے مطاوعت دکھلائی اور جو کچھ اُنہوں نے مطاوعت کے جوش سے کام کئے اور جس طرح پر اپنی جانوں کو اپنے برگزیدہ ہادی کے آگے پھینکدیا یہ وہ باتیں ہیں کہ کبھی ممکن ہی نہیں کہ انسان کو حاصل ہو سکیں جبتک کہ وہی بہار اس کی نظر کے سامنے نہ ہو جو صحابہ پر آئی تھی اور جبکہ ان کمالات کو پیدا کرنا بغیر وجود وسائل کے محالات میں سے ہے اور نجات کا یقینی طور پر حاصل ہونا بھی بغیر ذریعہ ان کمالات کے از قبیل محال تو ضروری ہوا کہ وہ خداوند کریم جس نے ہر ایک کو نجات کیلئے بلایا ہے ایسا ہی انتظام ہر یک صدی کے لئے رکھے تا اُس کے بندے کسی زمانہ میں حق الیقین کے مراتب سے محروم نہ رہیں -

اور یہ کہنا کہ ہمارے لئے قرآن اور احادیث کافی ہیں اور صحبت صادقین کی ضرورت نہیں یہ خود مخالفت تعلیم قرآن ہے - کیونکہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے وکونوا مع الصادقین اور صادق وہ ہیں جنہوں نے صدق کو علی وجہ البصیرت شناخت کیا اور پھر اس پر دل و جان سے قائم ہو گئے اور یہ اعلیٰ درجہ بصیرت کا بجز اس کے ممکن نہیں کہ سماوی تائید شامل حال ہو کر اعلیٰ مرتبہ حق الیقین تک پہنچا دیوے پس اِن معنوں کر کے صادق حقیقی انبیاء اور رُسل اور محدث اور اولیاء کاملین مکملین ہیں جن پر آسمانی روشنی پڑی اور جنہوں نے خدا تعالیٰ کو اسی جہان میں یقین کی آنکھوں سے دیکھ لیا اور آیت موصوفہ بالا بطور اشارت ظاہر کر رہی ہے کہ دُنیا صادقوں کے وجود سے کبھی خالی نہیں ہوتی کیونکہ دوام حکم کونوا مع الصادقین دوام وجود صادقین کو مستلزم ہے +

طاعون سے کونسی قوم فائدہ اُٹھا رہی ہے اور کس قوم کو اس سے سراسر خسارہ پڑ رہا ہے

برادر کریم بخش صاحب ساکن تت۔ بوتالہ گوجرانوالہ کے جواب میں

قادیان ۱۴ مئی سنہ ۱۹۰۳ء

وَعَلَیْکُمُ السَّلَامُ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ۔ آپ کا کارڈ مینے پڑھا۔ قاضی ضیاء الدین صاحب بفضل اللہ خیر و عافیت سے ہیں۔

مولوی غزنوی کا یا اور کسی کا احمدی جماعت کے فوت شدوں کی فہرست طیار کرنا محض حماقت کا کام ہے اور آخر کار ندامت اور زلت کا موجب ہوگا ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ طاعون کو ہمارے سلسلہ کی ترقی و تائید کے لیے اللہ تعالےٰ نے نازل فرمایا ہے۔ اس وقت تک ہم دیکھتے ہیں اور تمام دنیا کو دکھا سکتے ہیں کہ کئی ہزار آدمی طاعون کے خوف کے سبب سے ہماری جماعت میں داخل ہوا ہے۔ غور کرو کیا اس سے ہمارے مخالفوں کو دو خسارے حاصل نہیں ہو رہے ہیں۔ ایک یہ کہ وہ طاعون سے بکثرت مر رہے ہیں اور انشاء اللہ مرینگے دوم یہ کہ اُن ہی سے نکلکر ہزاروں آدمی ہماری جماعت میں داخل ہو رہے ہیں۔ سوچنے والے کے لیے یہ کتنا بڑا نشان ہے۔ رہا یہ کہ ہماری جماعت سے بھی کچھ لوگ مرے ہیں اور شاید آیندہ بھی بعض مریں یہ خدا تعالےٰ کی استمراری سنت کے مطابق ہے۔ قرآن شریف کو پڑھ کر دیکھلو جا بجا خدا تعالیٰ نے مکی سورتوں میں کفار کو دھمکی دی کہ تمپر عذاب آنے والا ہے اور فرمایا کہ تم تلوار سے ہلاک ہو جاؤگے۔ آخر جب ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم مکہ سے ہجرۃ کرکے مدینہ میں گئے تو خدا تعالےٰ کے وعید کی پیشگوئیوں کا سلسلہ شروع ہوا۔ ہجرت کے ایک ہی سال کے بعد بدر کی لڑائی واقع ہوئی۔ اس لڑائی کو خدا تعالےٰ کی کتاب نے بڑے ناز اور ذوق سے الفرقان کہا ہے۔ درحقیقت اس لڑائی سے جو بہت ہی مختصر تھی کفر اور اسلام کی قسمت کا آخری فیصلہ ہوگیا۔ قیدار کی شوکت کی تلوار کُند ہوگئی۔ اُن کے آئمۃ الکفر جو ریشہ دوانی اور منصوبہ بازی میں باواسطہ یا بلا واسطہ مشار الیہ اور چیز ہو سکتے ہلاک ہوگئے اور ایسا ہی خدا تعالےٰ کے عذاب کی باتیں احد میں اور حنین میں اور تبوک وغیرہ جنگوں میں پوری ہوئیں مگر کیا ان لڑائیوں میں صحابہ شہید نہیں ہوئے۔ بڑے بڑے جلیل الشان صحابی اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچیرے بھائی اور چچا اور رشتہ دار شہید ہوئے جناب صدیق اکبر علیہ السلام کے مبارک عہد میں جھوٹے نبیوں کے فتنہ ارتداد کے فرو کرنے میں کس قدر بزرگ صحابہ نے جام شہادت پیا۔ حضرت عمر فاروق علیہ السلام کے عہد میں عیسائیوں کے ساتھ لڑائی میں طاعون کے سبب سے قریب پچیس ہزار صحابہ کے شہید ہوئے۔

اب ان مولویوں سے غزنویوں سے لاہوریوں سے امرتسریوں سے بٹالویوں سے خواہ اور بھی چند شہروں یا تمام شہروں کے مولویوں اور صوفیوں سے پوچھنا چاہیے کہ کیا وہ اقرار کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب پر بھی عذاب نازل ہوا تھا۔ اسلیے کہ جب وہ کوئی ظاہری فرق نہیں دکھا سکیں گے اس لوہے کی تلوار کے کشتوں میں جو صحابہ اور اُن کے دشمنوں کو لگی اور اُس نے دونوں کو ایک ہی وضع سے قتل کیا تو اگر کوئی اور مابہ الامتیاز نہیں بتائیں گے یا مانیں گے تو اُنھیں صاف اعتراف کرنا پڑے گا کہ خدا تعالیٰ کے قہر کی آگ نے اولیاء اللہ اور اعداء اللہ کو بے دریغ اور بلا امتیاز راکھ کیا۔ جو توجیہ اور تاویل وہ و ہاں کرینگے وہی ہمارے سلسلہ کے **شہدائے طاعون** کے حق میں بطریق اولےٰ چسپاں اور موزوں ہوگی۔ اس سلسلہ کا دعویٰ ہے کہ اُسکا **قدم منہاج نبوۃ** پر ہے اسلیے ضروری ہے کہ اُسکی راہ میں وہی امور پیش آئیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش آئے۔ فرق اتنا ہے کہ اُسوقت خدا تعالیٰ کی قہری اور جلالی اور انذاری پیشگوئیاں اعداء اللہ والرسول کے حق میں سیف وسنان کی شکل میں پوری ہوئیں اور آج وہی پیشگوئیاں طاعون اور اُسکی نظیروں کے رنگ میں پوری ہو رہی ہیں۔ اس بات کو معیار ٹھیرا کر کس قدر ضروری ہے کہ جیسے اُسوقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہ جنگوں میں اُس تلوار سے شہید ہوئے جو اُن کے دشمنوں کی خانہ برانداز ی میں بڑی صفائی سے چلتی تھی آج بھی کچھ اصحاب ہمارے سلسلہ کے طاعون سے شہید ہوں۔ خدا تعالیٰ کا کتنا بڑا احسان ہے کہ دشمن جس امر کو اعتراض کا نشانہ بناتا ہے وہی خدا تعالیٰ کے سلسلہ حقہ کی تائید و تصدیق کا نشان بنجاتا ہے سوچو اور خدا تعالےٰ کے لیے فکر کرو کہ ہمارے سلسلہ کی بڑی فضیلت کس بات میں ہے۔ اسمیں کہ یہ سلسلہ کوئی الگ اور اپنی طرز کا نرالا سلسلہ ہو یا اس میں کہ ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ کے قدم بقدم اور پورے معنوں میں ہمرنگ ہو۔ خدا تعالےٰ کا بیحد شکر ہے کہ اُسکی ساری باتیں بلا تفاوت موجود وہی ہیں۔ اسی بنا پر ایک دفعہ مینے لاہور کے ایک منشی **الٰہی بخش** اکونٹنٹ کی بدزبانی کے جواب میں ایک رسالہ لکھا تھا جو الحکم میں شائع ہوا تھا اس میں مینے بڑی تحدی سے دعویٰ کیا تھا کہ جو اعتراض ہمارے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعوت پر یا ذات پر وہ کرتے ہیں میں بڑی صفائی سے دکھا سکتا ہوں کہ وہی اعتراض آریوں نے جناب موسیٰ علیہ السلام پر یہودیوں نے جناب مسیح علیہ السلام پر اور نصاریٰ نے ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر کیے ہیں۔

مینے بڑے غور و فکر کے بعد بھی کوئی فرق منشی صاحب موصوف کے دل و دماغ میں اور اُن رہتی کے دشمنوں میں نہیں دیکھا۔ اور مینے اُنہیں فرقان کے طور پر یہ دعویٰ کیا تھا کہ منشی الٰہی بخش صاحب اور اُنکے دست و بازو منشی عبد الحق صاحب اپنے طومار لاطائل عصائے موسیٰ سے کوئی تازہ اعتراض انتخاب کرکے شائع کریں وہ ہمارا میں اور انمیں آخری فیصلہ ہوگا اگر وہ ہی اعتراض ہمنے خدا تعالےٰ کے برگزیدہ نبیوں کے حق میں پہلے سے واقع شدہ دکھا دیا تو وہ آیندہ خدا تعالےٰ سے ڈریں اور اس سے لڑنے کی جرأت نہ کریں اور اگر ہم

کامیاب نہ ہوسکے تو ہمیں سخت سے سخت شکست پڑے گی۔ مگر عجیب بات ہے کہ راستی کے دشمن اب تک ایسے ساکت ہیں کہ گویا زبان اُن کے مُنہ میں نہ تھی۔ جس جوش سے وہ اُٹھے تھے اور اُسی کا اُبال اُن کی وہ ناپاک کتاب تھی جنے اب تک ہمارے مبارک کھیت کے حق میں کھاد کا کام دیا ہے اُن کا فرض تھا اور سب سے اول اُن کا یہ کام ہونا چاہیئے تھا کہ وہ دلیر پہلوان کی طرح میدان میں آتے اور ایک گل سر سبد اعتراض پیش کرتے اور وہ دو فریقوں میں ابدی فارق ہوجاتا۔ مگر افسوس انھوں نے سخت کمزوری اور بزدلی دکھائی۔ اور یہ ہماری تحدی اُن ہی کے مقابل نہیں۔ اس کا مخاطب ہر ایک مولوی اور صوفی ہے جو خدا تعالےٰ کے مظہر مسیح کا انکار کرتا ہے۔ غرض بعض آدمی اگر ہمارے سلسلہ کے طاعون سے مرگئے ہیں یا مریں بڑی بے ایمانی یا سادگی اور ناواقفیت ہے کہ اس بات سے خدا کے سلسلہ پر اعتراض کیا جائے۔ خدا تعالےٰ کے مسیح نے ہر ایک تحریر میں یہی دعویٰ کیا ہے کہ طاعون اُسکے سلسلہ کے حق میں مفید ہوگی اور اس نسبتاً اُس کے خدام کی جانب ہوگا۔ کوئی ہر ہماری کسی تحریر سے دکھا سکے کہ اُس میں یہ دعویٰ کیا گیا ہو کہ ہماری جماعت سے ایک بھی نہیں مریگا۔ اپنی طرف سے ایکبات بنا لینی اور پھر اُسے اعتراض کا ہدف بنا لینا پرلے درجہ کے بے ایمان کا کام ہے۔

اگر ایسا دعویٰ کیا جاتا تو وہی دعویٰ کی ایک کافی دلیل ہوجاتی اسپر کہ یہ سلسلہ خدا تعالےٰ کی گذشتہ نبوتوں کے منہاج پر نہیں۔ کُل مامور اور مجاہد اور غازی نبیوں کے بعض اصحاب اعدا کی کثیر یا کل جماعت کے مقابل اگر شہید نہ ہوتے تو ہمارے سلسلہ کو حق پہونچتا تھا کہ ایسا دعویٰ کرتا کہ اُس کا ایک فرد بھی طاعون سے نہ مرے گا۔ یہ طاعون سیف اللہ ہے جو مسیح موعود میں اور اُسکے اعدا میں حکم اور فارق ہو کر آئی ہے۔ اب مسیح موعود کی جماعت میں اور اعدا میں اس ہیئت میں جنگ ہو رہی ہے۔ ضروری ہے کہ سُنۃ اللہ کے موافق ہمارے سپاہیوں سے بھی کچھ لوگ مریں۔ لیکن دیکھنا تو یہ ہے کہ آخری فیصلہ کس کے حق میں ہوتا ہے۔ جنگ شروع ہے اور معلوم نہیں اسکا سلسلہ کہاں تک لمبا چلا جائے۔ اور نادان ناعاقبت اندیش معترض ابھی سے زبان درازی کرتا ہے۔ خدا تعالےٰ کی حکیم اور زندہ کتاب نے ان مصالح کو مدنظر رکھکر جابجا سبق دیا ہے کہ اَلۡعَاقِبَۃُ لِلۡمُتَّقِیۡنَ۔ اس کے معنے بجز اس کے اور کیا ہیں کہ درمیانی چشم زخم اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کی جماعت کو بھی لگیں گے مگر انجام کار خدائے قہار و مقتدر کی نصرت و تائید اُن ہی کے شامل حال ہوگی اس امر کی تائید میں دوسری جگہ زندہ مبارک کتاب میں لکھا ہے اِنۡ یَّمۡسَسۡکُمۡ قَرۡحٌ فَقَدۡ مَسَّ الۡقَوۡمَ قَرۡحٌ مِّثۡلُہٗ ؕ وَ تِلۡکَ الۡاَیَّامُ نُدَاوِلُہَا بَیۡنَ النَّاسِ یعنی اگر تمھیں اُحد کی لڑائی میں چشم زخم پہونچا ہے تو کوئی جائے شکایت نہیں اس لیے کہ اس سے قبل بدر کے جنگ میں تمھارے دشمنوں کو بھی تو دکھ پہنچا تھا۔ اور ہماری عادت ہے کہ درمیانی موقعوں پر اعداء اللہ اور اولیاء اللہ دونوں فریقوں کو نوبت بنوبت ایسی تکلیفوں کا مزہ چکھا دیتے ہیں اور اسمیں حکمت یہ ہے کہ کچھ عرصہ کے لیے اعداء اللہ کو بھی خوشی کرنے کا موقع ملے اور وہ اپنے چال چلن سے آخری ہلاکت اور مستاصل ہوجانے کے لیے اپنی ہاتھوں سے پورے سامان طیار کریں۔ پھر ایک اور مقام میں خدا تعالےٰ فرماتا ہے اِنۡ تَکُوۡنُوۡا تَاۡلَمُوۡنَ فَاِنَّہُمۡ یَاۡلَمُوۡنَ کَمَا تَاۡلَمُوۡنَ ۚ وَ تَرۡجُوۡنَ مِنَ اللّٰہِ مَا لَا یَرۡجُوۡنَ یعنی اگر تمھیں کوئی درد پہنچا ہے تو تمھارے دشمنوں کو بھی تو درد پہنچا ہے مگر باوجود اسکے تم میں اور انمیں فرق یہ ہے کہ تم خدا سے وہ بڑی بڑی اُمیدیں رکھتے ہو جو وہ نہیں رکھتے۔

یہ آیتیں قول فیصل ہیں ہم میں اور ہمارے مکذبوں میں۔ ان آیتوں نے صاف واضح ہوگیا کہ صحابہ کے مرنے پر ایک نے یا بہتوں نے عدم علم سے یا کمزوری سے اعتراض کیا یا وسوسہ پیش کیا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کیوں مارے جاتے ہیں اُن کے دلکی خیالی سُنت نے قبل از وقت اس امر کو فرض یا یقین کر لیا ہوگا کہ عذاب الٰہی پوری تمیز کے ساتھ اُن کے اعدا پر محصور و موقوف رہنا چاہیے مگر خدائے حکیم کی غیر متبدل سُنت نے اُن کے مفروضات کے خلاف کام کیا۔ اُس دلگداز بھیانک نظارہ کو ذرا آنکھوں کے سامنے لاؤ اور دل قابو میں ہے تو مجھے کہو جبکہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا بزرگ اور محبوب چچا اور صادق مرید حضرۃ حمزہ (علیہ السلام) خاک و خون میں غلطاں اور بیجان پڑا ہے اور عام لاشوں میں بلا امتیاز پڑا ہے۔ قریش کی کینہ پرور اور دلیر عورت نے اُسکے کان اور ناک کاٹکر اور کانوں اور ناکوں کے ساتھ ایک ہار بناکر گلے میں لٹکایا ہے اور اس گرامی مقتول کی ذلت اور بے عزتی کو اپنے مذہب کی سچائی اور عزت کا قابل فخر نشان سمجھتی اور فخر کی باتوں اور اشاروں سے اپنے ہمرنیفوں کو جلاتی ہے۔ اور پھر اس درد انگیز وقت کا تصور کرو جبکہ رحیم کریم پر درد انسان یعنی ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اُس بیجان جسم پر کھڑے ہیں اور اس غم انگیز نظارہ کو دیکھ رہے ہیں۔ اور کس درد بھرے دل سے زبیر کو کہتے ہیں کہ اپنی ماں کو روک دو وہ یہاں نہ آئے وہ اپنے بھائی کی یہ حالت دیکھکر برداشت نہ کرسکے گی۔ اُسوقت ضرور ہے کہ بعض لوگوں کے دلوں میں یہ وسوسہ گذرا ہوگا اور عادۃً بعض نے اعتراض بھی کیا ہوگا کہ خدا کے موعود عذاب میں مامور کے متعلقین بھی تو بلا تفاوت شامل ہوئے ہیں۔ اور کیا یہ بات بھولنے کے قابل ہے جو منافق اُسوقت زبان سے نکالتے تھے کہ اگر ہمارے بھائی ہماری سُنتے تو محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ ملکر ناحق جانیں نہ گنواتے۔

غرض ان ساری باتوں نے متفق ہوکر اتنی گواہی تو صاف صاف دیدی کہ خدا تعالیٰ کے وعید کی پیشگوئیوں کے ظہور کے وقت کافر اور مومن یکساں حصہ لیتے تھے اور اُسوقت بھی کچھ معترض اس قسم کے اعتراض کرتے تھے جیسے اسوقت ہمارے سلسلہ پر کرتے ہیں کہ طاعون سے احمدی کیوں مرتے ہیں۔ ہمیں ہرگز اُمید نہ تھی اور قرآن کریم کی واضح راہوں کے موجود ہوتے ہم کیونکر گمان بھی کرسکتے تھے کہ اسلام کا دعویٰ کرنیوالے ہمارے سلسلہ پر اس قسم کا اعتراض کرینگے مگر حق یہ ہے کہ بغض اور حسد انسان کو اندھا کر دیتے ہیں اور ان امراض کے مریض ماموران خدا پر اعتراض کرنیکے ٹھیکیدار بنجاتے ہیں اور صبر نہیں کرتے جبتک ایمان کی دولت پوری طرح اُن سے مسلوب نہ ہوجائے۔

غور کرو اگرچہ کافر اور مومن یکساں تلوار کی زد کے نیچے آئے مگر انجام کار نے کیا نظارہ دکھایا۔ اس آیت کو پڑھو اور سوچو کہ کس لطف کی کیفیت اور احساس کو پیش کرتی ہے اور وہ یہ ہے فَقُطِعَ دَابِرُ الۡقَوۡمِ الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡا ؕ وَ الۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ۔ یعنی ظالم

دشمنوں کی جڑ کٹ گئی اور اُسکے بعد خدا تعالیٰ کی حمد یعنی حمد کرنیوالی قوم باقی رہگئی۔ اُن کثیر شریروں کے مقابل جن کی جڑ کٹ جائے اگر چند آدمی فوت ہو جائیں اور اُن کے خونوں سے اُن کی باقیماندہ قوم کے نونہالوں کی آبیاری ہو جائے تو کیا کہا جائے گا کہ وہ کیوں مرے دنیوی فاتحوں اور سلطنتوں کے جنگوں میں بھی خدا تعالیٰ کی یہی سُنت دیکھی جاتی ہے جس قوم کو آخرکار فتح ملجائے اور کسی معنی میں اُن کے دشمن نامراد ہو جائیں گو اُس فاتح قوم کو بھی بالمقابل بیحد جانی اور مالی نقصان پہونچا ہو مگر اُنپر کوئی شماتت اور اعتراض وارد نہیں ہو سکتا کہ کیوں اُن کے لوگ بھی مارے گئے۔

ہم صریح دیکھتے ہیں اور خدا تعالیٰ نے چاہا تو دنیا کو دکھا ئیں گے کہ ہندوستان اور پنجاب کی آبادی یا یوں سمجھلو کہ معززصفوں کی جماعتوں کا کس قدر حصہ روز بروز طاعون کے سبب اور تحریک سے ہمارے سلسلہ میں داخل ہو رہا ہے خدا تعالیٰ کی پیشگوئی کی صداقت کے اظہار کے لیے ہم ایسے مبایعین کا رجسٹر مکمل کر رہے ہیں جو طاعون کے شیوع اور اشتعال کے شروع سے اور طاعون زدہ مقامات سے ہمارے سلسلہ میں شامل ہونیکی عزت حاصل کر رہے ہیں۔

جب یہ بات صاف ہے کہ طاعون ہمارے شمار وہم وگمان سے بڑھ کر ترقی دے رہی ہے اور عنقریب خدا کی جماعت اُسکی امداد سے لاکھوں تک پہنچ جائے گی تو کسقدر شرم کی بات ہے کہ ہمپر یہ اعتراض کیا جائے کہ فلاں فلاں آدمی ہماری جماعت کا کیوں مرا۔ طاعون کے خاتمہ پر یہ حساب ہونا چاہیے کہ کن ظالموں کی جڑ کٹتی ہے اور کونسی قوم جوش شکر سے لبریز ہو کر اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کہتی ہے۔ نادان بدزبان معترضو اب بھی وقت ہے خدا تعالیٰ کے نوشتوں کو غور سے پڑھو اور منہاج نبوۃ پر خدا کے مسیح کے سلسلہ کو پرکھو اور وہ باتیں مُنہ سے نہ نکالو اور وہ گمان دلمیں نہ رکھو جن سے آخرکار تمھارے حصہ میں ندامت اور ذلت آئے۔

قطع نظر اُن مصلحتوں اور حکمتوں کے جو اوپر بیان ہوئی ہیں اولیاء اللہ میں سے بعض افراد کی ہلاکت اور شہادت سے خدا تعالیٰ کی یہ بھی غرض ہوتی ہے کہ دین حق کی باتیں ایمانی اور غیبی رنگ میں محجوب رہیں اور انکے چہرہ سے سارا اور صاف نقاب نہ اُٹھ جائے۔

اس لیے کہ اگر آخر تک ہمارے سلسلہ کا ایک بھی فرد ہلاک نہ ہو اور غیر نہ پر بھیڑ بکری کیطرح مری پڑے تو زندگی کی لذت ضرور کھینچے کہ ہر کس و ناکس کو اس سلسلہ کیطرف کشاں کشاں لے آئے اور ایک گونہ اکراہ و اجبار سے لوگ دین الٰہی میں داخل ہوں۔ اور یہ خدا تعالیٰ کے مقاصد اور منشاء کے خلاف ہے وہ دین میں امتحان اور ابتلا کا پہلو ضرور قائم رکھتا ہے اس لیے کہ پاک جوہروں اور صافی فطرتوں اور غور و تدبیر اور فراست سے حق پا لینے والوں اور مجاہدات سے راستی کے طالبوں میں اور رسمی کے پیچھے کتے ذہن لایعقل بہائم سیرت انسانوں میں فرق کر دے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر زمانہ میں ہر مامور کی راہ میں ابتلا پیش آئے ہیں اور قرآن کریم میں ان امتحانوں کو تمحیص کا موجب قرار دیا ہے۔ خدا تعالیٰ قادر تھا کہ آخری کامل نبوت یعنی ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے معاملہ میں کفار کی نگہ میں کوئی موجب ابتلا امر ظاہر نہ ہونے دیتا مگر اُس نے ایسا نہیں کیا۔ ایک پہلو سے حق کو واضح بھی کر دیا مگر دوسرے پہلو سے مخفی بھی رکھا۔ یہی حال یہاں بھی ہے بعض آدمی ہمارے سلسلہ سے مرے ہیں یا مریں گے اسلیے کہ خدا تعالیٰ کے امتحانوں کا دروازہ کھلا رہے مگر ہماری جماعت کی کثرۃ اور طاعون سے خصوصاً ہمارا مستفید ہونا سلیم الفطرتوں پر آشکارا کر دے گا کہ حق ہمارے ہی جانب ہے اور ہمیشہ سے حق اسی شکل میں جلوہ دکھایا کرتا ہے۔ بالفعل اتنا کافی ہے والسلام

خاکسار عبد الکریم

اقتباس دربار شام حضرۃ اقدس علیہ السلام

۱۴ مئی ۱۹۰۳ء

اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں بار بار اپنے انعامات اور عطیات اور نصرتوں وغیرہ کا ذکر کرتا ہے اور پھر یہ نہیں کہ چند بار ذکر کے بس کر دیا ہو بلکہ تمام قرآن شریف میں اس سرے سے اُس سرے تک اکثر اور بار بار اپنے احسانات کا ذکر کرتا ہے اس سے اصل غرض اللہ تعالیٰ کے سلیم الفطرت انسانوں کو خبردار کرنا ہوتا ہے۔ قاعدہ ہے کہ کسی محسن کے احسانات سے انسان کے دل میں اُس محسن کی محبت آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جس طرح اس گُر کو قرآن میں برتا ہے اسی طرح توریت انجیل وغیرہ پہلی کتب میں بھی یہ طرز رکھا ہے

مذکورہ بالا معیار سے اگر حضرۃ عیسےؑ اور ہمارے آنحضرتؐ کی محبت کا مقابلہ کیا جاوے تو زمین آسمان کا فرق ہے۔ قاعدہ ہے کہ محبت اور یقین کے ازدیاد کے اسباب بھی ہوتے ہیں۔ اور وہ انعامات اور احسانات ہیں۔ حضرۃ عیسےؑ تو اپنی عمر میں دھکے کھاتے پھرے انھوں نے ساری رات دعا کی وہ قبول نہ ہوئی اور صلیب سے نجات نہ ملی۔ یہودے بری ذلت سے پکڑا اور کانٹوں کا تاج پہنایا۔ مگر دوسری طرف آنحضرۃؐ کی تمام عمر کو دیکھو کہ کسطرح وقتاً فوقتاً خدا کی نصرتیں شامل حال رہیں۔ حتے کہ آخرکار بڑی عظیم الشان خوشخبری آگئی کہ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَالْفَتْحُ آہ غرض اس سے دیکھو اور حساب لگاؤ کہ ان دونوں میں سے کسکو زیادہ محبت اور خدا پر کامل یقین ہونا چاہیے۔ جو شخص خدا کی قدرۃ کے زیادہ نمونے دیکھتا ہے وہی خدا سے زیادہ محبت کرتا ہے اور اسی کا یقین اعلیٰ درجہ کا ہوگا ؎

فرمایا کہ عیسیٰ کے آنے سے تو انکی خود بھی ہتک ہوتی ہے اور ان مسلمانوں کی بھی بیعزتی ہوتی ہے۔ کیونکہ اگر وہ آدیں گے تو خلعت نبوۃ اُتار کر آوینگے یہ ایک ہتک ہے انکو اپنی انجیل سے بھی دست بردار ہونا پڑیگا اور مسلمانوں کو اس لیے کہ انکو آنحضرتؐ کے جبکہ ختم نبوۃ ہو چکا ہے دوسرے نبی کو ماننا پڑیگا۔ غرض اُن کے آنے میں دونوں طرف کی خیر نہیں۔

التماس

ہمارے معزز خریدار الحکم و تفسیر القرآن جب کبھی مطبع کو کسی طرح کی خط و کتابت کریں براہ کرم علاوہ اپنا نام معہ پتہ خوشخط لکھنے کے نمبر خریداری بھی لکھا کریں جو ہمنے حال میں ہی ہر ایک خریدار کے لیے مطبوعہ چٹوں پر چھپوا دیا ہے ورنہ عدم التعمیل کی شکایت بیجا ہوگی دیکھا گیا ہے کہ بسا اوقات بہت سا حصہ عزیز وقت کا محض نام کی تلاش میں فضول ضائع ہو جاتا ہے اسطرح سے کلرک مطبع کا حرج ہوتا ہے اور تعیین خطوط میں بیجا دیر ہوتی

بیعت

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ وَانْتَهٰى اَمْرُ الزَّمَانِ اِلَيْنَا اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ

علی محمد صاحب و دین محمد صاحب پسران صاحب دین صاحب ساکن عالم پور
صاحب بی بی زوجہ " " "
عالم خاتون دختر عالم صاحب "
بی بی بختاور زوجہ مراد صاحب۔ "
مراد صاحب و اسماعیل صاحب ولی محمد صاحب ولد "
مراد صاحب۔ شلی صاحب ولد مراد صاحب "
احمد صاحب ولد امیر الدین صاحب۔ بخش صاحب "
بھاگ بی بی زوجہ امیر الدین صاحب فاطمہ بی بی
دختر امیر الدین صاحب۔ زوجہ محمد ولد احمد صاحب "
فتح بی بی زوجہ ولیداد صاحب "
برخوردار ولد احمد صاحب مستری۔ میاں محمد صاحب
ولد برخوردار صاحب۔ اللہ یار صاحب ولد "
بخت بی بی زوجہ برخوردار صاحب "
علی محمد صاحب و شلی صاحب و مراد صاحب "
ابنائے مستری جوایا صاحب "
میاں صاحب ولد فتو صاحب مستری "
ولیداد صاحب ولد مراد صاحب "
محمد صاحب و احمد صاحب و ولیداد صاحب پسران
مستری عالم صاحب۔
جوایا صاحب ولد غلام صاحب محمد یار صاحب "
ولد جوایا صاحب۔ احمد یار صاحب ولد جوایا
صاحب۔ مراد صاحب ولد غلام صاحب۔ "
بھاگ بھری صاحبہ زوجہ مراد محمد صاحب کھرل
ولد بہلول صاحب۔ میاں احمد صاحب "
مولوی مولا بخش صاحب ولد محمد دین صاحب "
محمد الدین صاحب ولد پیر محمد صاحب "
اسمعیل صاحب ولد مولا بخش صاحب "
ابراہیم صاحب ولد " ست بھرائی والدہ
امیر الدین صاحب۔ نور محمد صاحب
عبد المجید صاحب ولد نتھا صاحب ساکن بھاگو راین
ضلع جالندھر تحصیل سلطانپور۔
عبد القادر صاحب " عبد الرحمٰن صاحب "
زوجہ عبد المجید صاحب۔ زوجہ عبد القادر صاحب
زوجہ عبد الرحمٰن صاحب۔ جاماں صاحب ولد
ولد شہر نو صاحب۔ زوجہ جاماں محمد صاحب
مبارک نتھو صاحب ولد رکھو صاحب۔ زوجہ
نتھو صاحب۔ دختر میاں صاحب۔ "
مبارک رونڈا صاحب ولد محمد حسین صاحب "

عبد الرحمٰن صاحب ولد مولوی محمد حسین صاحب
والدہ مولوی محمد حسین صاحب۔ عبد الخالق
صاحب۔ عبد الحق صاحب۔
زوجہ مولوی محمد حسین صاحب۔ زوجہ عبد الرحمٰن
صاحب۔ زوجہ عبد الخالق صاحب۔
دختر مولوی محمد حسین صاحب۔
عبد الوہاب صاحب ولد علی محمد صاحب
نتھا صاحب ولد رونڈا صاحب۔ شمس الدین صاحب
مہتاب صاحب۔ عبد الرحمٰن صاحب۔ اللہ دتا
صاحب۔ عبد اللطیف صاحب۔ رحمت اللہ
صاحب۔ ہاشم خاں صاحب نظام الدین صاحب
اللہ بخش صاحب۔ - - - -
قطب الدین صاحب کپورتھلہ
داماں صاحب۔ کھیران والی ریاست کپورتھلہ
محمد حسین صاحب "
سوندھا صاحب۔ سامانہ۔ ریاست پٹیالہ
پیر بخش صاحب۔ پٹیالہ
رحیم بخش صاحب۔ گجرات۔
محمد یار صاحب۔ ملتان
بابو عبد الرحمٰن صاحب شہر انبالہ
عبد الرحیم صاحب، عبد الحکیم صاحب "
عبد المجید صاحب عبد الحمید صاحب
اللہ بندہ صاحب۔ جان محمد صاحب
غلام نبی صاحب اللہ بندہ صاحب ولد شادی
عبد الکریم صاحب عبد الحق صاحب
شادی صاحب ولد جیون صاحب۔ احمد الدین صاحب
ولد عبد الرزاق صاحب رحیم بخش صاحب
محمد رمضان صاحب عبد الرحیم صاحب
رحمت اللہ صاحب عبد اللہ صاحب
عبد العزیز صاحب محمد رمضان صاحب
اللہ بخش صاحب عبد الحکیم صاحب
عبد الکریم صاحب
زوجہ جمال الدین صاحب۔ سعد اللہ پور
کرم الدین صاحب "
امام الدین صاحب "
غلام محمد صاحب۔ محمد عالم صاحب "
فضل احمد صاحب زوجہ نظام الدین صاحب
امام الدین صاحب۔ ساکن۔ بھیں۔
فضل بی بی زوجہ " " "
حسن بی بی دختر " " "
حسن الدین صاحب۔ مہر الدین صاحب
مہر بی بی بنت اللہ بخش صاحب
محمد حسین صاحب ولد علی محمد صاحب۔ سعد اللہ پور
علی محمد صاحب ولد کرم الدین صاحب "

میزان کل ۱۷۱

ماسٹر نبی بخش احمدی مالک کارخانہ گبرون تکیہ گوجران لودیانہ پنجاب نمونجات گبرون و جنتری معہ فہرست دیگر مال مفت عام تقسیم کرتے ہیں۔ ۔

کفّارہ

جیمس کا قول ہے کہ جو کتاب مذاہب عالم میں شائع ہوا ہے مگر بعض عیسائی پادریوں نے اس سے بھی بڑھ کر حقیقت فہمی کا جوہر دکھلایا ہے وہ کہتے ہیں کہ در حقیقت اصلاح کچھ چیز ہی نہیں اور نہ کبھی کسی کی اصلاح ہوئی توریت کی تعلیم کے لیے نہیں تھی بلکہ اس ایما کے لیے تھی انسان خدا کے احکام پر چل نہیں سکتا انجیل کی تعلیم بھی اسی مدعا سے تھی ورنہ طمانچہ کھا کر دوسری گال بھی پھیر دینا نہ کبھی ہوا نہ ہوگا اور کہتے ہیں کہ کیا مسیح کوئی جدید تعلیم لیکر آیا تھا اور پھر آپ ہی جواب دیتے ہیں کہ انجیل کی تعلیم تو پہلے ہی سے توریت میں موجود تھی اور بائبل کے متفرق مقامات جمع کرنے سے انجیل بنجاتی ہے پھر مسیح کیوں آیا تھا؟ اسکا جواب دیتے ہیں کہ صرف خودکشی کے لیے مگر تعجب کہ خودکشی سے بھی مسیح نے جی چرایا اور ایلی ایلی لما سبقتنی منہ پر لایا۔ پھر یہ بھی تعجب کا مقام ہے کہ زید کی خودکشی سے بکر کو کیا حاصل ہوگا اگر کسی کا کوئی عزیز اسکے گھر میں بیمار ہو اور وہ اسکے غم سے چھری مار لے تو کیا وہ عزیز اس ناکارہ حرکت سے اچھا ہو جائیگا یا اگر مثلاً کسیکے بیٹے کو درد قولنج ہے تو اسکا باپ اسکے غم میں اپنا سر پتھر سے پھوڑ لے تو کیا اس احمقانہ حرکت سے بیٹا اچھا ہو جائیگا اور یہ بھی سمجھ میں نہیں آتا کہ زید کوئی گناہ کرے اور بکر کو اسکے عوض سولی پر کھینچا جائے یہ عدل ہے یا رحم کوئی عیسائی ہمکو بتلائے۔ ہم اسکے اقراری ہیں کہ خدا کے بندوں کی بھلائی کے لیے جان دینا یا جان دینے کے لیے مستعد ہونا ایک اعلیٰ اخلاقی حالت ہے لیکن سخت حماقت ہے کہ خودکشی کی بیجا حرکت کو اس مد میں داخل کیا جائے ایسی خودکشی تو سخت حرام ہے اور نادانوں اور بے صبروں کا کام ہے ہاں جانفشانی کا پسندیدہ طریق اس کامل مصلح کی لائف میں چمک رہا ہے جس کا نام محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔
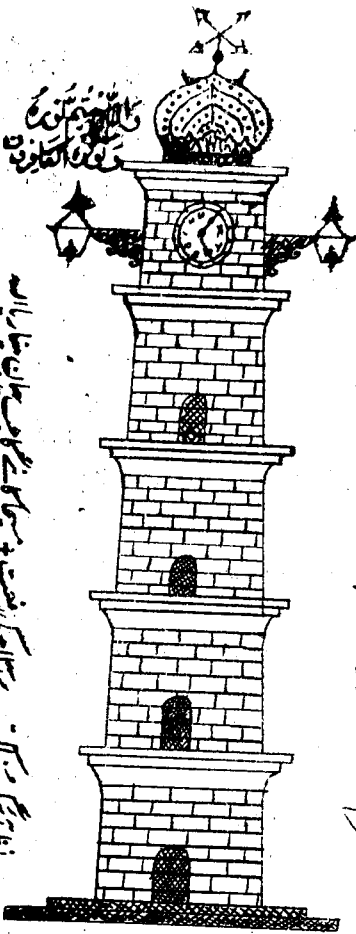
نمبر ۱۹ | مورخہ ۲۴ مئی سنہ ۱۹۰۳ء مطابق ۲۶ صفر ۱۳۲۱ھ بروز یکشنبہ | جلد ۷

درحضرت کریم تقاضا چہ حاجت است

خریداران و سرپرستان الحکم کو معلوم ہے کہ مطبع کی ضروریات یوماً فیوماً بڑھ رہی ہیں اسلئے ہرایک صاحب کے ذمہ جس قدر زرچندہ مطبع کا واجب ہے وہ اُن کو حتی الوسع بہت جلد روانہ کردینا چاہئیے اور مطبع کی طرف سے جو قیمت طلب پیکٹ روانہ کئے جارہے ہیں اُن کو وصول کرکے مطبع کی اعانت کرلی چاہئیے۔

جو لوگ فی الحال مطبع کے بھیجے ہوئے وی پی پیکٹ لینے کے لئے آمادہ نہیں ہیں ان کو فی الفور اطلاع دینی چاہئیے ورنہ اگر بغیر اطلاع دئے وہ پیکٹ واپس کریں گے تو اخراجات وی پی اُن کے حساب میں درج ہونگے۔ کیونکہ پانچ مہینے سال رواں میں سے گذر چکے ہیں اور اُسوقت تک قیمتوں کا وصول ہوجانا ضروری ہے۔ اُمید ہے ہمکو بار بار کے تقاضوں سے معاف رکھا جاوے گا۔

مینیجر الحکم قادیان

کلمات طیبات حضرۃ امام الزمان سلمہ الرحمان

اعجاز التنزیل
گذشتہ اشاعت سے آگے

پھر اللہ تعالیٰ کی صفت رحیم بیان کی ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی وہ صفت ہے جس کا تقاضا ہے کہ محنت اور کوشش کو ضائع نہیں کرتا بلکہ اُن پر ثمرات اور نتائج مترتب کرتا ہے اگر انسان کو یہ یقین ہی نہ ہو کہ اس کی محنت اور کوشش کوئی پھل لاوے گی تو پھر وہ سُست اور نکما ہوجاوے گا یہ صفت انسان کی اُمیدوں کو وسیع کرتی اور نیکیوں کے کرنے کی طرف جوش سے لیجاتی ہے اور یہ بھی یاد رکھنا چاہئیے کہ رحیم قرآن شریف کی اصطلاح میں اللہ تعالےٰ اُسوقت کہلاتا ہے جبکہ لوگوں کی دعا۔ تضرع اور اعمال صالح کو قبول فرماکر آفات اور بلاؤں اور تضیع اعمال سے اُن کو محفوظ رکھتا ہے۔ رحمانیت تو بالکل عام تھی لیکن رحیمیت خاص انسانوں سے تعلق رکھتی ہے اور دوسری مخلوق میں دعا۔ تضرع اور اعمال صالحہ کا ملکہ اور قوت نہیں یہ انسان ہی کو ملا ہے۔

رحمانیت اور رحیمیت میں یہی فرق ہے کہ رحمانیت دعا کو نہیں چاہتی مگر رحیمیت دعا کو چاہتی ہے اور یہ انسان کے لئے ایک خلعت خاصہ ہے اور اگر انسان انسان ہوکر اس صفت سے فائدہ نہ اُٹھاوے تو گویا ایسا انسان حیوانات بلکہ جمادات کے برابر ہے۔

یہ صفت بھی تمام مذاہب باطلہ کے رد کے لیے کافی ہے کیونکہ بعض مذہب اباحت کی طرف مائل ہیں اور وہ مانتے ہیں کہ دُنیا میں ترقیات نہیں ہوتی ہیں۔ آریہ جبکہ اس صفت کے فیضان سے منکر ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی صفات کاملہ کا کب قائل ہوسکتا ہے۔ سید احمد خاں مرحوم نے بھی دُعا کا انکار کیا ہے۔ اور اس طرح پر وہ فیض جو دعا کے ذریعہ انسان کو ملتا ہے اس سے محروم رکھا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ کی چوتھی صفت مالک یوم الدین بیان کی ہے۔ جو لوگ قیامت کے منکر ہیں اس میں انکا رد موجود ہے۔ اُس کی تفصیل قرآن شریف میں بہت جگہ آئی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی اس صفت اور رحیمیت میں فرق یہ ہے کہ رحیمیت میں دُعا اور عبادت کے ذریعہ کامیابی کی راہ پیدا ہوتی اور ایک حق ہوتا ہے مگر مالکیت یوم الدین وہ حق اور ثمرہ عطا کرتی ہے۔

اور فقرہ ایاک نعبد تمام باطل معبودوں کی تردید کرتا ہے اور مشرکین کا رد اس میں موجود ہے کیونکہ

پہلے اللہ تعالیٰ کی صفات کاملہ کو بیان فرمایا ہے اُس سے مخاطب کر کے کہا گیا ہے کہ ایاک نعبد یعنے صفات کاملہ والے خدا جو رب العالمین رحمٰن رحیم مالک یوم الدین ہے تیری ہی عبادت ہم کرتے ہیں۔ یہہ ہر چہار صفات جوام الصفات کہلاتی ہیں معبودان باطلہ میں کہاں پائی جاتی ہیں جو لوگ پتھروں یا درختوں یا حیوانات اور اور چیزوں کی پرستش کرتے ہیں انہیں ان صفات کو ثابت نہیں کر سکتے +

اور اسی طرح ایاک نستعین میں ان لوگوں کا رد ہے جو دعا اور اُس کی قبولیت کے منکر ہیں۔ اور اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم میں آجکل کے مولیوں کا رد ہے جو یہ مانتے ہیں کہ سب روحانی فیوض اور برکات ختم ہو گئے ہیں اور کسی کی محنت اور مجاہدہ کوئی مفید نتیجہ پیدا نہیں کر سکتا اور اون برکات اور ثمرات سے حصہ نہیں ملتا جو پہلے منعم علیہ گروہ کو ملتا ہے

یہ لوگ قرآن شریف کے فیوض کو اب گویا بے اثر مانتے ہیں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تاثیرات قدسی کے قائل نہیں۔ کیونکہ اگر اب ایک بھی آدمی اس قسم کا نہیں ہو سکتا جو منعم علیہ گروہ کے رنگ میں رنگین ہو سکے تو پھر اس دعا کے مانگنے سے فائدہ کیا ہوا؟ مگر نہیں یہہ ان لوگوں کی غلطی اور سخت غلطی ہے جو ایسا یقین کر بیٹھے ہیں خدا تعالیٰ کے فیوض اور برکات کا دروازہ اب بھی اُسی طرح کھلا ہے لیکن وہ سارے فیوض اور برکات محض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع سے ملتے ہیں اور اگر کوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کے بغیر یہہ دعوے کرے کہ وہ روحانی برکات اور سماوی انوار سے حصہ پاتا ہے تو ایسا شخص جھوٹا اور کذاب ہے۔

سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی چند عبارتیں ایسی تھیں جو قرآن کے رنگ کی تھیں۔ مولوی عبدالحی صاحب جنہوں نے اتباع سنت کیا ہے اور مجھے ان سے بہت محبت ہے ان کا مذہب توحید کا تھا وہ بدعات اور محدثات سے جدا رہتے تھے۔ وہ اُن عبارتوں کے متعلق کہتے ہیں کہ اگر یہہ قرآن کے موافق ہیں تو اس کا کیا جواب دیں؟ تو فرماتے ہیں کہ ولیوں کے کرامات اور خوارق انبیاء علیہم السلام کے معجزات ہی کی طرح ہوتے ہیں۔ اس لئے یہہ قرآن ہی کا معجزہ ہے۔ اصل یہی ہے کہ کامل اتباع سنت کے بعد جو خوارق ملتے ہیں وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم ہی کے خوارق ہیں اور اگر اب ان خوارق اور معجزات کا دروازہ بند ہو گیا ہے تو پھر معاذ اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی بھاری ہتک ہو گی +

یہہ جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو فرمایا انا اعطیناک الکوثر یہ اسوقت کی بات ہے کہ ایک کافر نے کہا کہ آپ کی اولاد نہیں ہے۔ معلوم نہیں اُس نے ابتر کا لفظ بولا تھا جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ان شانئک ھو الابتر۔ تیرا دشمن ہی بے اولاد رہے گا +

روحانی طور پر جو لوگ آئیں گے وہ آپ ہی کی اولاد سمجھے جائینگے۔ اور وہ آپ کے علوم و برکات کے وارث ہونگے اور اس سے حصہ پائیں گے اس آیت کو ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین کے ساتھ ملا کر پڑھو تو حقیقت معلوم ہو جاتی ہے اگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی روحانی اولاد بھی نہیں تھی تو پھر معاذ اللہ آپ ابتر ٹھہرتے ہیں جو آپ کے اعدا کے لئے ہے اور انا اعطیناک الکوثر سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو روحانی اولاد کثیر دی گئی ہے + پس اگر ہم یہہ اعتقاد نہ رکھیں کہ کثرت کے ساتھ آپ کی روحانی اولاد ہوئی ہے تو اس پیشگوئی کے بھی منکر ٹھہریں گے +

اس لئے ہر حالت میں ایک سچے مسلمان کو یہ ماننا پڑے گا اور ماننا چاہیئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تاثیرات قدسی ابد الآباد کے لئے ویسی ہی ہیں جیسی تیرہ سو برس پہلے تھیں۔ چنانچہ ان تاثیرات کے ثبوت کے لئے ہی خدا تعالیٰ نے یہ سلسلہ قائم کیا ہے۔ اور اب وہی آیات و برکات ظاہر ہو رہے ہیں جو اسوقت ہو رہے تھے۔

سچی بات یہی ہے کہ اگر اھدنا الصراط المستقیم نہ ہوتا تو مالک جو اپنے نفس کی تکمیل چاہتے ہیں کہاں جاتے۔ لاہور میں ایک مولوی عبدالحکیم صاحب سے مباحثہ ہوا تھا تو ہم نے اسکو یہی پیش کیا کہ تم خدا تعالیٰ کے مکالمات سے کیوں ناراض ہوتے ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی تو محدث تھے تو اُس نے صاف طور پر انکار کیا اور کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرضی طور پر کہا تھا حضرت عمر بھی محدث نہ تھے۔ یہ محال ہے کہ آئندہ کسی کو الہام ہو۔ ان کو اسپر بالکل ایمان نہیں ہے وہ مکالمات کے دروازے ہمیشہ کے لئے بند کئے بیٹھے ہیں اور خدا تعالیٰ کو انہوں نے گونگا خدا مان لیا ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ قرآن شریف میں جو یہ آیا ہے لھم البشریٰ فی الحیوۃ الدنیا اس کا ان کے نزدیک کیا مطلب ہے؟ اور جب ملائکہ ایسے مومنوں پر نازل ہوتے ہیں اور ان کو بشارتیں دیتے ہیں تو وہ بشارتیں کس کی طرف سے دیتے ہیں اس اعتقاد سے پھر قرآن شریف کا اُن کو انکار کرنا پڑیگا کیونکہ سارا قرآن شریف اس بات سے بھرا پڑا ہے کہ خدا تعالیٰ کے مکالمہ کا شرف عطا ہوتا ہے۔ اگر یہ شرف ہی کسی کو نہیں ملتا تو پھر قرآن شریف کی تاثیرات کا ثبوت کہاں سے ہو گا؟ اگر آفتاب دھندلا اور تاریک ہے تو اُس کی روشنی پر کوئی کیا فرق کر سکے گا؟ اور کیا یہ کہکر فخر کریگا کہ اسمیں روشنی نہیں بلکہ تاریکی ہے۔

استفسار اور انکے جواب

سوال۔ خواب کیا شے ہے؟

جواب۔ خواب کی تین قسمیں ہیں۔ نفسانی شیطانی اور رحمانی۔ نفسانی خواب وہ ہوتے ہیں جن میں انسان کے اپنے نفس ہی کے خیالات متمثل ہو کر نظر آتے ہیں جیسے مثل مشہور ہے کہ بلی کو چھچھڑوں کے خواب + شیطانی وہ خوابیں ہوتی ہیں جنمیں شیطانی اور شہوانی جذبات ملکر متمثل ہو جاویں اور دکھائی دیں +

مگر رحمانی وہ خواب ہوتے ہیں جن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنیوالے واقعات کے متعلق علم اور بشارتیں دی جاتی ہیں +

سوال۔ کیا کسی بدکار آدمی کو بھی سچی خواب آجاتی ہے۔

جواب۔ ایک نیک آدمی کو بھی کبھی سچی خواب آجاتی ہے کیونکہ فطرتاً کوئی بد نہیں ہوتا اللہ تعالےٰ نے انسان کو اپنی عبادت کے لئے بنایا ہے جیسا کہ فرمایا ہے ماخلقت الجن والانس الا لیعبدون یعنے میں نے جن اور انس کو اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں تو جبکہ سب کو عبادت کے واسطے پیدا کیا ہے تو سب کی فطرت میں نیکی بھی رکھی ہے اور نیکیوں کے سمجھنے کے لئے نبوۃ کے سلسلہ پر ایمان لانا فروری ہے کیونکہ انسان کو کیا معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ نیکی ہے یا بدی اسی لئے خدا نے انبیاء علیہم السلام کا سلسلہ ہمیشہ دنیا میں قائم رکھا ہے پس اس سلسلہ کو سمجھنے اور ماننے کے واسطے ہر شخص کی فطرت میں خواب کا بھی ملکہ رکھا ہے + کیونکہ رویا صالحہ نبوت کا ایک جزو ہے اگر یہ نمونہ ہر ایک کو نہ دیا جاتا تو پھر نبوت کے سلسلہ پر ایمان لانا تکلیف مالا یطاق ہو جاتا +

اس لئے ضروری ہے کہ ہر شخص کو کوئی کوئی سچی خواب ضرور آجاوے دیکھو بادشاہ مصر جو کہ کافر تھا اسکو بھی سچی خواب آگئی تھی جس جس قدر انسان صدق اور راستی میں ترقی کرتا ہے ویسے ہی نیک اور مبشر رویا بھی آتے ہیں +

سوال۔ ایک شخص نے حضرت حجۃ اللہ کے حضور سوال کیا کہ ہمارے گاؤں میں طاعون بہت ہے اور اکثر مخالف مکذب مرتے ہیں اُن کا جنازہ پڑھا جاوے کہ نہ۔

جواب میں فرمایا کہ یہہ فرض کفایہ ہے اگر کنبہ میں سے ایک آدمی بھی چلا جاوے تو ادا ہوجاتا ہے۔ مگر یہاں ایک تو طاعون زدہ ہے کہ جس کے پاس جانے سے خدا روکتا ہے دوسرے وہ مخالف ہے خواہ نخواہ کیوں تداخل کیا جاوے۔ تم ایسے لوگوں کو بالکل چھوڑ دو وہ اگر چاہے گا تو ان کو دوست بنا دے گا یعنی وہ مسلمان ہوجاوینگے خدا تعالےٰ نے منہاج نبوۃ پر یہہ سلسلہ قائم کیا ہے مداہنہ سے ہرگز فائدہ نہ ہوگا بلکہ اپنے ایمان کا حصہ بھی گنواؤ گے +

عام واقفیت بڑہانیوالی خبریں

کیلے کے ریشہ سے کپڑا یہہ سن کر واقعی حیرت ہوگئی کہ جس جنس سے کروڑہا من اس ملک میں یونہی ضایع کیا جاتا ہے اس سے ریشم ایسی گران قیمت جنس کے برابر کام لیا جاسکتا ہے ریاست ٹراونکور میں کیلہ کے ریشہ سے کپڑا بنانے میں پوری کامیابی ہوئی ہے بعض اقسام کا کپڑا ریشمی کپڑے کو مات کرتا ہے اور بعض سے موٹی قسم کا طیار ہوتا ہے تانا پہلے سوت کا ڈالا گیا مگر جلد تر یہہ مشکل بھی حل ہوگئی آیندہ تانے میں منیلا کی سن استعمال کرنے کا بھی ارادہ ہے۔

قرص آفتاب میں نئے داغ نمودار ہوئے ہیں +

پاگل لوگ نیلگوں کوٹھڑی میں جلد ہوش میں آتے ہیں اور جو لوگ مخبوط الحواس ہو اکل و شرب ترک کرتے ہیں اُنہیں سُرخ رنگ کی کوٹھڑی میں رکھنے سے اچھا اثر ہوتا ہے اس امر کا تجربہ ہوچکا ہے +

بحیرہ کیسپئس کے ایک ٹن پانی میں گیارہ پونڈ نمک رہتا ہے انگلش چینل میں ۷۲ پونڈ رہتا ہے اور مردار سمندر کے پانی میں ۱۸۷ پونڈ +

سطح سمندر کے نیچے چند سو فیٹ تک شعاع شمسی پہنچتی ہے اس سے نیچے تمام اندھیرا رہتا ہے۔

یورپ کے اندر ہسپتال میں سل کی بیماری کے ایک نئے علاج کے تجربہ کرنے میں کامیابی ہوئی ہے وہ علاج یہ ہے کہ یوکلپٹس کے کوئلہ کو اگر شراب کے لمپ پر بخار بنا کر اوڑایا جاوے اور سل کا مریض ان بخارات کو اپنے سانس کے ساتھ بدن کے اندر کھینچے تو فائدہ ہوگا۔

اٹھ ہزار روپے کا انعامی مضمون۔ چونکہ ہمارے بادشاہ سلامت ایڈورڈ ہفتم کی ہمشیرہ اور ایک دو اور رشتہ دار تپ دق سے فوت ہوچکے ہیں اس لئے آپ کو طبعًا اس بیماری کی طرف سے اندیشہ رہتا ہے کچھ عرصہ ہوا آپ نے اعلان فرمایا تھا کہ تپ دق پر سب سے عمدہ مضمون لکھنے والے کو آپ پانسو پونڈ جیب خاص سے عطا فرمائیں گے۔ یہہ انعام ڈاکٹر آرتھر لیتھم نے حاصل کیا ہے۔ جنکا مضمون تمام مقابلے کے مضامین میں بہترین تھا اول۔ کھلی ہوا میں زندگی بسر کی جاوے۔ دوم۔ کمزوری پیدا کرنے والے کاموں سے احتراز کیا جاوے۔ سوم سب سے عمدہ ورزش پہاڑ پر چڑھنا ہے چہارم مقوی غذا ہونی چاہئے۔ مثلًا دودھ۔ سبزی اور چربی دار اشیاء پنجم جو شخص دق کی طرف مائل ہوں وہ ہمیشہ طبی مشورہ لیتے رہا کریں۔ ڈاکٹر لیتھم مدقوق اشخاص کو سردی کے اثر سے بچنے کی ہدایت کرتے ہیں اور امید دلاتے ہیں کہ ان ہدایات سے تپ دق کا اندیشہ اگر معدوم نہیں تو کم ضرور ہوجائے گا چونکہ صرف ان پرفن سطور کی قیمت قریبًا آٹھ ہزار روپیہ قرار دی گئی ہے امید ہے کہ یہہ بے پرواہی کی نظر سے نہ دیکھی جاوے گی +

ملفوظات احمدیہ

گوشت خوری چونکہ انسان جلالی جمالی دونوں رنگ رکھتا ہے اسلئے ضروری ہے کہ وہ گوشت بھی کھائے اور دال وغیرہ بھی کھائے۔ ۲۲/۱۰/۱۹۰۰

اچھوتا نکتہ عبادت اور احکام الٰہی کی دو شاخیں ہیں تعظیم لامر اللہ اور ہمدردی مخلوق۔ میں سوچتا تھا کہ قرآن شریف میں تو کثرت کے ساتھ اور بڑی وضاحت سے ان مراتب کو بیان کیا گیا ہے مگر سورۃ فاتحہ میں ان دونوں شقوں کو کس طرح بیان کیا گیا ہے۔ میں سوچتا ہی تھا کہ فی الفور میرے دل میں یہ بات آئی کہ الحمد للّٰہ رب العالمین الرحمن الرحیم مالک یوم الدین سے ہی یہ ثابت ہوتا ہے یعنی ساری صفتیں اور تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں جو رب العالمین ہے یعنے ہر عالم میں نطفہ میں مضغہ وغیرہ میں سارے عالموں کا رب ہے پھر رحمان ہے پھر رحیم ہے اور مالک یوم الدین ہے اب اس کے بعد ایاک نعبد جو کہتا ہے تو گویا اس عبادت میں وہی ربوبیت۔ رحمانیت۔ رحیمیت۔ مالکیت یوم الدین کے صفات کا پرتو انسان کو اپنے اندر لینا چاہئے۔ کیونکہ کمال عابد انسان کا یہی ہے کہ تخلقوا باخلاق اللہ میں رنگین ہو جاوے پس اس صورت میں یہہ دونو امر بڑی وضاحت اور صفائی سے بیان ہوئے ہیں

معجزات کے تین اقسام فرمایا معجزات تین قسم کے ہوتے ہیں ۱۔ دعائیہ۔ ۲۔ ارہاصیہ۔ ۳۔ قوت قدسیہ۔ ارہاصیہ میں دعا کو دخل نہیں ہوتا۔ قوت قدسیہ کے معجزات ایسے ہوتے ہیں جیسے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے پانی میں انگلیاں رکھدیں اور لوگ پانی پیتے رہے یا ایک تلخ کوئیں میں اپنا لب گرادیا اور اُس کا پانی میٹھا ہوگیا۔

مسیح کے معجزات میں بھی یہہ رنگ پایا جاتا ہے۔ خود ہم کو اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے +

مسیح کے معجزات کے متعلق جو ہم نے عمل الترب کا ذکر کیا ہے اس سے مراد یہہ ہے کہ وہ جو قوتیں اللہ تعالےٰ نے خلقی طور پر انسان کی فطرت میں ودیعت کی ہیں وہ توجہ سے سرسبز ہوتی ہیں۔ رہی یہہ بات کہ مسیح کے معجزات کو مکروہ کہا ہے۔ یہ ایسی بات ہے کہ بعض اوقات ایک امر جائز ہوتا ہے اور دوسرے وقت نہیں +

التماس

ہمارے معزز خریدار الحکم وتفسیر القرآن جب کبھی مطبع سے کسی طرح کی خط وکتابت کریں براہ کرم علاوہ اپنا نام مع پتہ خوشخط لکھنے کے نمبر خریداری بھی لکھا کریں جو ہم نے حال میں ہی ہر ایک خریدار کے لئے مطبوعہ چٹوں پر چھپوا دیا ہے۔ ورنہ عدم تعمیل کی شکایت بیجا ہوگی دیکھا گیا ہے کہ بسا اوقات بہت سا حصہ عزیز وقت کا محض نام کی تلاش میں فضول ضایع ہوجاتا ہے اس طرح سے کلرک مطبع کا حرج ہوتا ہے اور تعمیل خطوط میں بیجا دیر واقع ہوتی ہے۔ امید ہے کہ ہمارے کرمفرما کارفرما تکلیف پر نظر کرکے ہماری اس امر کو ملحوظ رکھ کر [illegible] کریں گے۔ ایڈیٹر +

مختصر نوٹ اور نکات

اسلام کی عظیم الشان خصوصیت | قدیم سے ابتک ہر ایک قوم نے ناقص یا کامل طور پر کسی نہ کسی پیرایہ سے وجود باری تعالیٰ کا اقرار ضرور کیا ہے اگر علی العلوم نگاہ کی جاوے تو محض وجود باری تعالیٰ اقوام عالم میں غیر متنازعہ فیہ ثابت ہوتا ہے ہاں قوموں نے اور قریباً کل قوموں نے جس امر میں نہ سنبھلنے کے قابل ٹھوکر کھائی ہے وہ مسئلہ صفات ہے۔ کیونکہ صرف اتنا کہدینے سے کہ خدا ہے کوئی فائدہ تو مترتب نہیں ہوسکتا وہ کیسی ذات ہے؟ اُس کو یعنی اُسکی صفات کو عالم سے مخلوقات عالم سے کیا مناسبت ہے کیا تعلق واقع ہوا ہے۔ انتظام عالم جذبات انواع مخلوقات خصوصاً نوع انسانی کے قویٰ کے تقاضاؤں اور میلانوں کی ہیت کذائی کس قسم کی صفات والا خدا چاہتی ہے۔ صرف یہی ایک راہ ہے جسپر دُنیا کے کسی مذہب نے کوئی روشنی نہیں ڈالی بلکہ ہر ایک نے اپنی اپنی نوبت پر ایسے اور بھی دھندلا کیا عیسائیوں نے خدا کو اس طرز پر بیان کیا کہ قالب انسانی میں پورا ڈھال کر ویسا ہی ضعیف اور ناقص ہستی ثابت کر دکھایا اور تشبیہ کی تاریک راہ اختیار کر کے سالک کو حیرت میں ڈال دیا۔

ہندوؤں (دی سو کالڈ آریہ) نے یہ غضب ڈھایا۔ کہ ایک خیالی اور محض وہمی وجود کے ماننے پر قناعت کی اور صفات کاملہ سے اس پاک ذات کو قطعاً معطل کر دیا کہ مادۂ عالم اور ارواح اس کی مخلوق ہی نہیں اور وہ رُوح کے اصلی تقاضا یعنی نجات سرمدی دینے پر قادر نہیں ہے وغیرہ وغیرہ۔ اس عظیم الشان مسٹری (راز) کو کھولا ہے تو اس مہیمن کتاب فرقان حمید نے کھولا ہے۔ کہ وہ صانع۔ خالق۔ رازق۔ رب۔ قادر رحمٰن۔ رحیم۔ سمیع۔ بصیر ہے اور ان صفات میں کامل ہے اور یہ اور انکی مانند دیگر صفات ایسی ہیں جنہیں عالم کی ضروریات کے سرانجام کے ساتھ پوری مناسبت ہے۔ اس پر بھی ہر قسم کے ممکن ظنون اور محتمل شبہوں کے مٹانے کو فرمادیا لیس کمثلہ شیٔ

سارا قرآن شریف مسئلہ صفات کے اکمل طور پر واضح کرنے کا ذمہ لیتا ہے اور طالبان نجات کو بتاتا ہے کہ اُن کا منجی خدا کیسا ہونا چاہیئے؟

(مولوی عبدالکریم صاحب)

قرآن کریم کی ملٹری ٹرمس (فوجی اصطلاحیں) اور نکتہ چینی | عداوت ایک تاریک بخار ہے جو دل دماغ کو مکدر کر کے صفات حسنہ سے انہیں محروم کر دیتا ہے عیسائیوں اور اُن کے پس خوردہ کھانے والوں نے محض حسد اور عداوت سے قرآن شریف کے الفاظ (مکر کید) کو اعتراض کا نشانہ بنا رکھا ہے اور قرآن کریم کی اُن آیات پر جن میں یہ الفاظ آئے ہیں حقارت آمیز نگاہ ڈالتے ہیں گو توارت و انجیل میں ایسے محاورات بکثرت موجود ہیں عربی اور عبرانی کے محاورات قریب قریب ہونیکی وجہ سے لازم آتا تھا کہ قرآن کریم کی مصطلحات کا صداقت سے اعتراف کرتے۔ ہمیں پس و پیش نہ کرتے مگر ضد نے اُن کی بصیرت کو دہندلا کر دیا۔

ہماری دیانندی دوستوں نے بھی حق پوشی میں انہیں اگیا انی لوگوں کے اقتدا کو فرض سمجھا ہے صاف ظاہر ہے کہ ایک بولی کا لفظ جب اپنی اصلی زبان سے دوسرے ملک کی دوسری زبان میں منتقل ہوتا ہے اس کا منشاء و مفہوم اصلی دوسرے ملک کے مذاق کے قالب میں ڈھل جاتا ہے۔ مکر۔ کید ملٹری ٹرمس فوجی اصطلاحیں تھیں۔ قرآن کریم کی یہ آیتیں اُن کی پوری تشریح کرتی ہیں۔ اذ یمکر بک الذین کفروا لیثبتوک او یخرجوک او یقتلوک و یمکرون و یمکر اللہ واللہ خیر الماکرین جب بے ایمان تیری نسبت خفیہ تدابیر کر رہے تھے کہ تجھے قید کرلیں یا جلا وطن کریں یا مار ہی ڈالیں اور وہ تدبیریں کر رہے تھے اور اللہ بھی (تجھ کو بچا کر نکال لے جانے کی) تدبیر کر رہا تھا اور اللہ کی تدبیر آخر غالب ثابت ہوگئی اب عرب کی ناشکر گذار قوم کی اس بدسگالی اور خفیہ سازشوں کو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت وہ کرتے تھے اور اُن کی اختلاف ارا کو لفظ مکر سے ظاہر کیا ہے خود محل بتائے دیتا ہے کہ اس لفظ کے کیا معنے ہیں؟ دوسری آیت جناب ابراہیم علیہ السلام کی نسبت ہے جہاں فرمایا و ارادوا بہ کیداً فجعلناھم الاخسرین انہوں نے اُس کو ضرر پہنچانا چاہا پر ہم نے اُنہیں کو ذلیل کیا۔ وہ جناب ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنا چاہتے تھے اور اس ارادہ میں باری تعالیٰ نے انہیں ناکامیاب رکھا اسی کو لفظ کید سے تعبیر فرمایا ہے (ایضاً)

تمام تغیرات ارضی و سماوی اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ سے علمی سلسلوں کے رنگ میں ظاہر ہوتے ہیں یہ کبھی نہیں کہہ سکتے کہ اگر مثلاً طاعون کا اصل علاج ادویہ اور تدابیر جسمانی پر موقوف ہے، تو توبہ اور اعمال صالحہ بیکار ہے تو یا ادویہ اور تدابیر بیہودہ ہیں ایسے خیالات رکھنا دہریت اور گستاخی ہے یاد رکھنا چاہیئے تدبیر اور دعا میں کوئی منافات نہیں ہے جو کچھ ہم تدبیر یا دوا کرسکتے ہیں اُس کی تمام شرائط تاثیر بھی ہم اپنے ہی اختیار سے پیدا نہیں کرسکتے وہ بھی دعا کیطرح اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہیں یہ انسانی بیوقوفیاں ہیں جو ایک کو دوسری کی ضد سمجھا جاوے۔ خدا تعالیٰ ہر ایک پہلو سے ہمارے لئے مبدء فیض ہے اگر ہم نیکی کی راہیں اختیار کریں تو وہ ہمارے علم اور تدبیر کو خطا سے محفوظ رکھ کر اور تدابیر صائبہ کا ہمیں الہام فرما کر .... بلا سے بچا سکتا ہے اور ہماری سرکشی اور شرارت کی حالت میں ہمارے ہی ہاتھ سے ہمیں ہلاک کرسکتا ہے۔ شریر اور خبیث طبع آدمی اسقدر آزادی پسند ہوتا ہے کہ چاہتا ہے کہ خدا سے بھی آزاد ہو جاوے مگر ایسا ہونا اس کے لئے ممکن نہیں یہ سچ ہے کہ خدا تعالیٰ نے اپنے تمام کاموں کو ایک ایک نظام کے رنگ میں رکھا ہے مگر پھر باوجود ان تمام نظاموں کے ہر ایک چیز کی کل خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔

نبیوں کی علمی اور عملی تکمیل | انبیاء علیہم السلام پر خدا تعالیٰ کے لطف اور احسان گوناگوں پیرایوں میں نازل ہوتے ہیں کسی نبی کی علمی اور عملی تکمیل بلا واسطہ ہوتی ہے اور کسی کی تکمیل میں بعض وسائط بھی ہوتے ہیں سو یہ خاص فضل کی بات ہے کہ جیسا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی علمی تکمیل بغیر واسطہ کسی دوسرے استاد کے ہوکر اسی لحاظ سے آپکو مہدی کا لقب ملا ایسا ہی عملی تکمیل بھی بلا واسطہ ہوکر عبد کا لقب ملا کیونکہ نہ آپ کی تعلیم کسی انسان کی معرفت ہوئی اور نہ آپ عملی طاقتیں کسی مذہبی مجلس کی صحبت سے پیدا ہوئیں اور اسی خالص مہدویت کے نام کے لحاظ سے آپ کو بہت سے اسرار اور معارف اور حکم جامع بخشے گئے یہاں تک کہ قرآن شریف میں اسقدر معارف اور نکات اور علوم حکمیہ اور دلائل عقلیہ فلسفیہ اعلیٰ درجہ کی بلاغت اور فصاحت کے ساتھ بیان فرمائے گئے ہیں کہ وہ ان تمام معارف اور بلاغت کاملہ کی لحاظ سے ایک اعلیٰ درجہ کا علمی معجزہ ٹھہر گیا جسکی نظیر پیش کرنا تمام جن و انس کی طاقت سے باہر ہے سو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ اعلیٰ کمال جس سے آپ کی خصوصیت بھی مہدویت اور عبودیت ہے۔

مہدویت سے مراد وہ انتہا معارف اللہ اور علوم حکمیہ اور علمی نکات ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بغیر واسطہ کسی انسان کے علم دین کے متعلق سکھائے گئے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں سے اوّل درجہ کا معجزہ ہیں جنکے ذریعے سے بیشمار انسان ایمانی اور عملی قوی کی تکمیل کر کے معرفت تامہ کی بلند مینار تک پہنچ گئے اور عارف کامل ہوگئے۔ مسلمان اگر اس بات کا فخر کریں تو بجا ہے کہ جسقدر انکو اپنے نبی کریم اور کتاب اللہ قرآن شریف کے ذریعہ سے اسرار اور علوم اور نکات معلوم ہوئے اُسکی نظیر کسی نبی کی اُمت میں نہیں اور عبودیت سے مراد وہ حالت انقیاد اور موافقت تامہ اور رضا اور وفا اور استقامت ہے جو خدا تعالیٰ کے خاص تصرف سے آنحضرت صلی اللہ

حفظ صحت اور اسلام

تمہید

اکثر یورو بین حکیموں کے یہ قول ہیں کہ سونے سے پہلے دل لگی کی باتوں اور دلچسپ کہانیوں سے اپنے دماغ کو مطمئن کرلینا چاہیئے۔ فکر و تردد کی حالت میں سونے کا ارادہ نہ کرنا چاہیئے مگر اوس آسمانی فلیسوف نے جس نے خاص آلہی فیضان سے تمام تعلیم حاصل کی یہ طریقہ جاری فرمایا ہے کہ عشا کی نماز کے بعد سوجایا کریں اور غور کرکے دیکھنا چاہیئے کہ دُنیاوی جھگڑوں سے دُور ہونے اور اصل اطمینان حاصل کرنے کا عبادت ذکر اور دعا سے بڑھ کر کوئی اور طریقہ ہو سکتا ہے۔ کیا واہیات ناولیات اور بیہودہ حکایات قلب کو وہ اطمینان پہنچا سکتے ہیں جو نماز سے حاصل ہو سکتا ہے کیا قصے اور کہانیاں انسان کو دنیاوی تفکرات سے پاک وصاف کر سکتے ہیں ہرگز نہیں۔

ظاہرا بناوٹی طور سے انسان خواہ کیسا ہی اپنے دل کو جذبات و تفکرات سے طرح طرح کے حیلوں اور بہانوں کے ساتھ علیحدہ کرنا چاہے۔ مگر وہ اصل رضا۔ تسلیم۔ صبر اور شکر کی روح جو نماز سے حاصل ہوتی ہے ہرگز پیدا نہیں ہو سکتی۔ یہ محض ذکر آلہی ہے جو انسان بے بنیان کی نظر میں دنیا اور مافیہا کو ہیچ دکھلا کر اس کی طرف سے قطعًا بے نیاز کر سکتا ہے۔

خواب جو حفظ صحت کیلئے نہائت ہی ضروری ہے اُس کا عمدہ طور پر حاصل ہونا ایسی تدابیر کے بغیر جو حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر فرمائی ہیں ممکن نہیں۔

دویم۔ غسل۔ اپنے جسم اور کپڑوں کو پاک صاف رکھنا ہمیشہ کے لئے ضروری ہے۔

ایلیوشن میں ہم غسل کا بیان مفصل کر چکے ہیں اس لازمی عمل کو بعض حالتوں میں اسلام نے فرض کردیا ہے۔ چنانچہ جماع یا احتلام کے بعد تمام جسم کو دھونا فرض ہے جو بڑی بڑی اخلاقی اور طبی مصلحتوں پر حاوی ہے۔ اس میں یہ امر بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اسلام نے ٹھہرے ہوئے پانی میں جنبی اور بیمار کے لئے یہ حکم دیا ہے کہ پانی کو علیحدہ لیکر غسل کیا جاوے۔

ہر انزال کے ساتھ بشرطیکہ وہ قدرتی طور پر اعضائے مخصوصہ میں پہلے اجتماع خون ہوکر تمام قویٰ اور اعضاء کا خلاصہ منی کے ساتھ خارج ہوتا ہے جس سے تمام عضلات و اعصاب کو خفیف ضعف پہنچتا ہے۔ مگر غسل کرنے سے خون منتشر ہوکر تمام جسم میں تقسیم ہوجاتا اور ضعف رفع ہوکر پوری تازگی اور بشاشت حاصل ہو جاتی ہے۔

ناظرین یہ یاد رکھیں کہ اسجگہ جماع سے مراد وہ جماع ہے جو خواہش صادق اور صحت قویٰ کی حالت میں قواعد قدرتیہ کے مطابق کیا جاوے۔ نہ وہ جماع جسمیں شہوت پرست لوگ بیہودہ طور پر دن رات مشغول رہتے ہیں اور طرح طرح کی بے حیائی کی حرکات کرتے ہیں۔ اسمیں نہ تو خواہش صادق ہوتی ہے اور نہ صحیح منی پیدا ہوتی ہے۔

غسل کے ساتھ پاکیزگی اور طہارت کا خیال ہونا انسان کو بہت کچھ اس فعل کی وحشیانہ کثرت اور آوارگی سے روکتا ہے۔

منی کے متعفن ہونے سے نہائت مضر اور مُہلک مادے پیدا ہوتے ہیں اس لئے اگر اس کے قطرات پارچات پر بھی لگ جائیں تو اون کا بھی فوراً پاک صاف کرنا فرائضات میں سے ہے۔ جماع قدرتی کونسا ہے اور غیر قدرتی کونسا۔ اُس کی تفصیل لفظ جماع میں ہو چکی ہے۔ پس دیکھو بیان جماع کا۔

سویم۔ روشنی کا جائے بود و باش کے لئے پورا پورا انتظام ہونا۔ اللہ کا نام قرآن مجید کا نام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام قرآن میں نور رکھا گیا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ روشنی ایک بڑی نعمت ہے۔ اور اُس کی بہت سخت ضرورت ہے۔

چہارم۔ ختنہ۔ یہ عمل حفظ صحت اعضائے .... کے لئے نہائت ضروری ہے۔ ختنہ کے بغیر حشفہ کی جلد کے نیچے میل کچیل جمع رہتی ہے جو خراش کرکے آبلہ او ٹھاتی اور زخم ڈال دیتی ہے۔ پیشاب کی بُوند حشفہ کی سطح پر لگی رہ کر خراش کرتی اور طرح طرح کی امراض کا باعث ہو جاتی ہے۔

بچے اس خراش کیوجہ سے اکثر اپنے عضو تناسل کو ہاتھ میں ملتے رہتے اور رفتہ رفتہ جلق کی عادی ہو جاتے ہیں۔ ہمیشہ میل کچیل جمع ہونے اور خراش رہنے سے حشفہ کی جلد متورم ہو جاتی ہے اور اُس کا دہانہ تنگ ہوتا چلا جاتا ہے روز بروز یہ مرض بڑھتا جاتا اور سخت سخت تکالیف کا باعث ہو جاتی ہے۔ اس مرض کا نام فائی موسس ہے۔ اسمیں اکثر پیشاب جلد کے نیچے آکر بند ہو جاتا۔ یا قطرہ قطرہ ہوکر تکلیف اور جلن کے ساتھ خارج ہوتا ہے۔

یہہ پیشاب اندر ہی اندر متعفن ہوکر سُپاری کو گلانا شروع کردیتا ہے۔ کبھی اوس کا تلچھٹ بیٹھکر کنکریاں بنا دیتا ہے جو اصل تکلیف کو سہ چند اور چہار چند کردیتی ہے جب جلد حشفہ کی یہ حالت ہو جاتی ہے تو عمومًا اقوام غیر اسلام کو بھی ختنہ کرانی پڑتی ہیں اگر ختنہ نہ کرائیں تو تمام زندگی وبال ہو جاتی۔ جماع محال ہو جاتا اور امید نسل قطع ہو جاتی ہے۔ ہمیشہ کی خراش اور سوزش کی وجہ سے اکثر رسولیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ بعض اوقات سرطان نمودار ہوکر عضو تناسل کو کھانا شروع کردیتا ہے

جس کی وجہ سے مریض کی حالت نہائت ہی خوفناک ہو جاتی ہے جب یہہ رسولی پیدا ہو جائے تو عضو تناسل کو فوراً جڑ سے کاٹنا ضروری ہو جاتا ہے۔ اگر فوراً عضو تناسل کو قطع نہ کیا جائے تو چند ایام میں ہی سرطان کا زہر غدود میں پہنچکر مریض کو ہلاک کر ڈالتا ہے۔

جب اس کا زہر غدود تک پہنچ جائے تو پھر یہ مرض قطعًا لاعلاج اور مہلک ہو جاتی ہے۔ فائی موسس کی حالت میں بعض اوقات مریض جلد کو زبردستی پیچھے ہٹا کر عضو پر چڑھا لیتا ہے۔ غلطی اور بے خبری سے ایسا کر تو بیٹھتا ہے مگر پھر اُس کی جان پر سخت بلا آن پڑتی ہے۔ فائی موسس کا دہانہ عضو کو گھونٹ کر جلد متورم اور مردار کرنا شروع کردیتا ہے اور اگر فوراً جراحی عمل سے اس حبس کو دور نہ کیا جائے تو عضو کو گلا ڈالتا ہے چونکہ ختنہ کے نہ ہونے سے عضو ہمیشہ غلیظ رہتا ہے۔ اور اس غلاظت کے دردناک اور جانگداز نتائج نہ صرف ایک نفس پر محدود رہتے ہیں بلکہ انقطاع نسل کا باعث ہو جاتے ہیں اس لئے بانی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے ختنہ کا عام رواج قائم فرما دیا ہے۔

پنجم۔ احکام متفرقہ۔ طاعون کی نسبت اسامہ رضی اللہ عنہ سے روائت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم کسی زمین پر طاعون کی خبر سنو تو وہاں مت جاؤ اور جب اس زمین پر جہاں تم ہو طاعون پھیل جائے تو اس سے مت نکلو۔ ایسا ہی دیگر وبائی امراض کے بارہ میں ارشاد فرمایا ہے۔ اگر اس حکم کی اہل اسلام پوری پوری اطاعت کریں تو تمام وبائی امراض ایک ہی جگہ محدود رہجایا کریں اور گورنمنٹ کو وہ دقتیں نہ اوٹھانی پڑیں جو اس مسئلہ کی عدم تعمیل سے پیش آتی ہیں۔

وبائی امراض کے انسداد کے لئے جو صدہا طرح کی تدبیریں کیجاتی ہیں اون میں سے یہ ایک تدبیر اعلیٰ درجہ پر ضروری اور مفید ہے۔ اس تدبیر کے بغیر باقی تمام ناکام رہ جاتی ہیں۔

سر کے بالوں کی نسبت یہ ارشاد ہے کہ تمام بال منڈوا دو یا تمام بال چھوڑ دو اس میں یہ مصلحت ہے کہ سر کی تمام سطح یکساں رہنے سے تمام دماغ کو یکساں حرارت یا سردی پہنچے اور صورت اطمینان قائم رہے برعکس اس کے کچھ چھوڑ دینے میں حرارت کم و بیش ہوکر دماغی امراض کا باعث ہو سکتی ہے۔ راستوں اور سایہ کی جگہوں پر پیشاب کرنے اور پاخانہ پھرنے سے منع فرمایا ہے۔

پاخانوں کی نسبت یہ حکم ہے کہ مکانوں میں نہ ہوں اور اگر ہوں تو چھت سے اوپر ہونے چاہئیں۔ اس حکم میں یہ حکمت ہے کہ چھت سے اوپر ہوا کھلی ہوتی ہے۔ جسقدر متعفن ہوائیں پیدا ہوں وہ فوراً ادھر اُدھر پھیل کر بے اثر ہو جائیں +

(باقی آئندہ)

صحیفۃ الوٰ لا ئیر بارک

نمبر ۲

اے مسلمانوں کی ذرّیت! تمہیں راستی سے بغض کرنا کس نے سکھایا جبکہ تمہاری آنکھوں کے سامنے خدا نے وہ عجیب کام بکثرت دکھلائے جن کا دکھلانا انسان کی قدرت میں نہیں اور جو تمہارے باپ دادوں نے نہیں دیکھے تھے تو کیا ان نشانوں کو بھلا دینا اور دو تین پیشگوئیوں کی نسبت بیہودہ نکتہ چینیاں کرنا جائز تھا۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ میری تصدیق کے لئے کیسا عظیم الشان نشان آسمان پر ظاہر ہوا اور تیرہ سو برس کی انتظار کے بعد میرے ہی زمانہ میں میرے ہی دعوے کے عہد میں میری ہی تکذیب کے وقت خدا نے اپنے دو روشن نیرّوں سورج اور چاند کو رمضان کے مہینے میں بے نور کر دیا یہ موجودہ علماء کے سلب نور اور ظلم پر ایک ماتمی نشان تھا اور مقرر تھا کہ وہ مہدی کی تکذیب کے وقت ظاہر ہوگا۔ خدا کے پاک نبی ابتدا سے خبر دیتے آئے تھے کہ مہدی کے انکار کی وجہ سے یہ ماتمی نشان آسمان پر ظاہر ہوگا اور رمضان میں اس لئے کہ دین میں ظلمت اور ظلم روا رکھا گیا جیسا کہ آثار میں بھی آچکا ہے کہ مہدی پر کفر کا فتویٰ لکھا جائے گا اور اس کا نام وقت کے علماء دجّال اور کذاب اور مفتری اور بے ایمان رکھیں گے اور اس کے قتل کے منصوبے ہوں گے تب خدا جو آسمان کا خدا ہے جس کا قوی ہاتھ اس کے گروہ کو ہمیشہ بچاتا ہے آسمان پر مہدی کی تائید میں یہ نشان ظاہر کرے گا اور قرآن اس کی گواہی دے گا۔ مگر چونکہ نشانوں کے نیچے ہمیشہ ایک اشارہ ہوتا ہے گویا اون کے اندر ایک تصویری تفہیم منقوش ہوتی ہے اس لئے خدا نے اس کسوف خسوف کے نشان میں اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ علماء محمدی جو چاند اور سورج کے مشابہ ہونے چاہئیں تھے اس وقت ان کا نور فراست جاتا رہے گا اور مہدی کو شناخت نہیں کریں گے اور تعصب کے گرہن نے اُن کے دل کو سیاہ کر دیا ہوگا۔ اس لئے اس امر کے اظہار کے لئے ماتمی نشان آسمان پر ظاہر ہوگا۔ پھر اسی نشان پر خدا نے بس نہیں کی بڑی بڑی فوق العادت پیشگوئیاں ظہور میں آئیں جیسا کہ لیکھرام والی پیشگوئی جس کی ساری برٹش انڈیا گواہ ہے کیسے شان اور شوکت سے ظہور میں آگئی اور باوجود ہزاروں طرح کی حفاظتوں اور ہوشیاریوں کے کس طرح خدا کے ارادہ نے رفتہ رفتہ شن پہیہ اپنا کام کر دیا۔ ایسا ہی رسالہ انجام آتھم کی یہ پیشگوئی کہ عبدالحق غزنوی نہیں مرے گا جب تک کہ اس عاجز کا پسر چہارم پیدا نہ ہولے کس صفائی اور روشنی سے عبدالحق کی زندگی میں پوری ہوگئی اور ایسا ہی یہ پیشگوئی کہ اخویم مولوی حکیم نور الدین صاحب کے گھر میں ایک لڑکا پیدا ہوگا بعد ان لڑکوں کے جو سب مر گئے اور اس لڑکے کا تمام بدن پھوڑوں سے بھرا ہوا ہوگا چنانچہ ان پیشگوئیوں میں ایسا ہی ظہور میں آیا جس طور سے اور جس تاریخ میں لیکھرام کا قتل ہونا بیان کیا گیا تھا اسی طرح سے لیکھرام قتل ہوا اور کئی سو لوگوں نے گواہی دی کہ وہ پیشگوئی بہت صفائی سے پوری ہوگئی چنانچہ ابتک وہ محضر نامہ میرے پاس موجود ہے جس پر ہندوؤں کی گواہیاں بھی ثبت ہیں ایسا ہی پیشگوئی کے مطابق میرے گھر میں چار لڑکے پیدا ہوئے اور پسر چہارم کی پیدائش تک پیشگوئی کے مطابق عبدالحق غزنوی زندہ رہا اس میں کیسی قدرت الٰہی پائی جاتی ہے۔ ایسا ہی لوگوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ مکرمی اخویم مولوی حکیم نور الدین صاحب کے گھر میں ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا بدن پھوڑوں سے بھرا ہوا تھا اور وہ پھوڑے ایک سال سے بھی کچھ زیادہ دنوں تک اس لڑکے کے بدن پر رہے جو بڑے بڑے اور خطرناک اور بدنما اور موٹے اور ناقابل علاج معلوم ہوتے تھے جن کے ابتک داغ موجود ہیں کیا یہ طاقتیں بجز خدا کے کسی اور میں بھی پائی جاتی ہیں۔ پھر یہ پیشگوئیاں کچھ ایک دو پیشگوئیاں نہیں بلکہ اسی قسم کے سو سے زیادہ پیشگوئیاں ہیں جو کتاب تریاق القلوب میں درج ہیں۔ پھر ان سب کا کچھ بھی ذکر نہ کرنا اور بار بار احمد بیگ کے داماد یا آتھم کا ذکر کرتے رہنا کس قدر مخلوق کو دھوکہ دینا ہے اس کی ایسی ہی مثال ہے کہ مثلاً کوئی شریر النفس اُن تین ہزار معجزات کا کبھی ذکر نہ کرے جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ظہور میں آئے اور حدیبیہ کی پیشگوئی کو بار بار ذکر کرے کہ وہ وقت اندازہ کردہ پر پوری نہیں ہوئی یا مثلاً حضرت مسیح کی صاف اور صریح پیشگوئیوں کا کبھی کسی کے پاس نام تک نہ لے اور بار بار ہنسی ٹھٹھے کے طور پر لوگوں کو یہ کہے کہ کیوں صاحب کیا وہ وعدہ پورا ہوگیا جو حضرت مسیح نے فرمایا تھا کہ ابھی تم میں سے کئی لوگ زندہ ہوں گے جو میں پھر واپس آؤں گا یا مثلاً شرارت کے طور پر داؤد کا تخت دوبارہ قائم کرنے کی پیشگوئی کو بیان کرکے پھر ٹھٹھے سے کہے کہ کیوں صاحب کیا یہ سچ ہے کہ حضرت مسیح بادشاہ بھی ہوگئے تھے اور داؤد کا تخت اُن کو مل گیا تھا۔ شیخ سعدی نے کیا ہی سچ فرمایا ہے ؎ نداردلعبد نکتہ نغز گوش۔ بجوز عشق یہ چنیہ برآرد خروش۔ یہ نادان نہیں جانتے کہ پیشگوئی ایک علم ہے اور خدا کی وحی ہے۔ اس میں بعض وقت متشابہات بھی ہوتے ہیں اور بعض وقت ملہم تعبیر کرنے میں خطا کرتا ہے جیسا کہ حدیث ذھب وھلی اس پر شاہد ہے پھر احمد بیگ کے داماد کا اعتراض کرنا اور احمد بیگ کی وفات کو بھول جانا کیا ہی ایمانداری ہے اس جگہ تو پیشگوئی کی دو ٹانگ میں سے ایک ٹانگ ٹوٹ گئی اور ایک حصہ پیشگوئی کا یعنے احمد بیگ کا میعاد کے اندر فوت ہو جانا حسب منشاء پیشگوئی صفائی سے پورا ہوگیا اور دوسرے کی انتظار ہے۔ مگر یونس نبی کی قطعی پیشگوئی میں سے کونسا حصہ پورا ہوگیا۔ اگر شرم ہے تو اس کا کچھ جواب دو۔ آپ لوگ اگر بہت ہی کم فرصت ہوں اور اون تمام نشانوں کو جو سو سے زیادہ ہیں غور سے نہ دیکھ سکیں تو نمونہ کے طور پر ایک نشان آسمان کا لے لیں یعنے مہینہ رمضان کا خسوف کسوف اور ایک نشان زمین کا یعنے لیکھرام کا پیشگوئی کے مطابق مارا جانا اور پھر سوچ لیں کہ نشان نمائی میں درحقیقت یہ دو گواہیاں طالب صادق کے لئے کافی ہیں۔ ہاں اگر طالب صادق نہیں تو اس کے لئے تو ہزار معجزہ بھی کافی نہیں ہوگا۔ دیکھنا چاہئے کہ چاند اور سورج کا رمضان شریف میں گرہن ہونا کس قدر ایک مشہور پیشگوئی تھی یہانتک کہ جب ہندوستان میں یہ نشان ظاہر ہوا تو مکہ معظمہ کی ہر ایک گلی اور کوچہ میں اس کا تذکرہ تھا کہ مہدی موعود پیدا ہوگیا ایک دوست نے جوان دنوں میں مکہ میں تھا خط میں لکھا کہ جب مکہ والوں کو سورج اور چاند گرہن کی خبر ہوئی کہ رمضان میں حدیث کے الفاظ کے مطابق گرہن ہوگیا تو وہ سب خوشی سے اچھلنے لگے کہ اب اسلام کی ترقی کا وقت آگیا اور مہدی پیدا ہوگیا اور بعض نے قدیم جہادی غلطیوں کی وجہ سے اپنے ہتھیار صاف کرنے شروع کر دئے کہ اب کافروں سے لڑائیاں ہوں گی۔ غرض متواتر سنا گیا ہے کہ نہ صرف مکہ میں بلکہ تمام بلاد اسلام میں اس کسوف خسوف کی خبر پاکر بڑا شور اٹھا تھا اور بڑی خوشیاں ہوئی تھیں اور منجمین نے یہ بھی گواہی دی ہے کہ اس کسوف خسوف میں ایک خاص ندرت تھی یعنی ایک بے مثل اعجوبہ جس کی نظیر نہیں دیکھی گئی اور اسی ندرت کے دیکھنے کے لئے ہمارے اس ملک کے ایک حصہ میں انگریزی فلاسفروں کی طرف سے ایک رصد گاہ بنایا گیا تھا اور امریکہ اور یورپ کے دور دور کے ملکوں سے انگریزی منجم کسوف خسوف کی اس طرز عجیب کے دیکھنے کے لئے آئے تھے جیسا کہ اس کسوف خسوف کے ندرت کے حالات ان دنوں میں پرچہ سول ملٹری گزٹ اور ایسا ہی اور کئی انگریزی اخباروں میں بھی مفصل چھپے تھے +

(باقی آئندہ)

حضرت حجۃ اللہ امام الملّۃ کے مکتوبات

ہم خدا تعالیٰ کا شکر کرتے ہیں کہ حضرت حجۃ اللہ کے مکتوبات ملفوظات پرانی تحریریں ہم پہنچانے اور اون کی اشاعت میں اُمید سے بڑھ کر ہم کو کامیابی ہوئی ہے اور الحکم کے ذریعہ قریباً بہت بڑا حصہ ان کا شائع ہوچکا ہے۔ جسقدر مکتوبات ابھی ہمارے پاس باقی ہیں۔ ان کی اشاعت کے لئے بھی ہم الحکم کے کالموں میں آج کل پھر گنجائیش پاتے ہیں اور درج کرتے ہیں بحولہٖ تعالیٰ

(ایڈیٹر)

حضرت حکیم الاُمت کے نام

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ نحمدہ و نصلے

مخدومی مکرمی اخویم حضرت مولوی نور الدین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ و نظر الیہ بنظر الرحمۃ والرضوان ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ۔ عنایت نامہ مشتمل بر تلطفات محبّت نامہ پہونچکر باعث انشراح وسرور وممنونی ہوا۔ آپ کی ملاقات کو دل بہت چاہتا ہے خدا تعالیٰ آپ کو خیر و خوشی کے ساتھ جلد ملا دے تعلقات دنیا میں حاسدوں کا ہونا ایک طبعی امر ہے ولکل مقبل حاسد حفاظت و حمایت الٰہی آپ کے لازم حال رہے بیشک ایسے تعلقات بہت خطرناک ہیں اور دل میں بجز خاص رحمت الٰہی کے انجام خیر کے ساتھ عہدہ برا ہونا بہت مشکل ہے۔ ہمیشہ تضرع اور استغفار حضرت رب کریم کی جناب میں لازم حال ہے رکھیں اور رفق اور نرمی اور اخلاق میں تو پہلے ہی سے آنمکرم سبقت لے گئے ہیں۔ لیکن امید رکھتا ہوں کہ حاسدوں اور دشمنوں سے بھی یہی طریق جاری رہے اور حتی الوسع ریاست کے کاموں میں بہت دخل دینے سے پرہیز رہے کہ سلامت برکنار است کا مقولہ قابل توجہ ہے ازالہ اوہام اب تک چھپ کر نہیں آیا۔ شاید دس پندرہ روز تک آجاوے گا۔ اُس کے نکلنے کے بعد ان مکلف کو تکلیف دونگا کہ اس کا لب لباب نکال کر تشریحات وایزادات مناسبہ کے ساتھ آں مکرم کی طرف سے بھی کوئی رسالہ شایع ہو جاوے۔ مولوی محمد حسین صاحب سے جسقدر بحث ہوئی اس عاجز کی دانست میں وہ مصلحت سے خالی نہیں تھی اور امید رکھتا ہوں کہ فریقین کے بیانات کے شایع ہونے کے بعد انشاء اللہ اُس کا بہت نیک اثر دلوں پر پڑیگا۔

یہ بھی دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ سید محمد عسکری خانصاحب کی نسبت ابھی کچھ تذکرہ ہوا یا نہیں اور سب خیریت ہے ۔

خاکسار غلام احمد از لودہانہ اقبال گنج

۱۶ر اگست ۱۸۹۱ء

نوٹ از ایڈیٹر مولوی محمد حسین صاحب کے مباحثہ لودہانہ کی اشاعت کے بعد جسقدر ترقی اور رجوع سلسلہ کی طرف ہوا ہے وہ پبلک سے پوشیدہ نہیں

حضرت حکیم الاُمت کے نام

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلے

مخدومی مکرمی اخویم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

معلوم نہیں اب آنمکرم کی طبیعت کیسی ہے ۔ خدا تعالےٰ اپنے فضل وکرم سے جلد تر شفا بخشے اس عاجز کو آنمکرم نے قادیاں کی سڑک پر لیکھرام کے اشعار دئے تھے اُن کی طرف خیال کرنا ایسا فراموش ہوگیا کہ کبھی یاد نہ آیا۔ آنمکرم نے ایک دو مرتبہ لکھا بھی تاہم پھر بھی بھول گیا اب انشاء اللہ القدیر بقیہ مضمون کو جلد ختم کر کے اسطرف متوجہ ہونگا بباعث علالت طبع و دورہ مرض حافظہ میں بہت قصور ہوگیا ہے دو تین روز سے اسقدر دورہ مرض ہوا کہ ضعف بہت ہوگیا اور کوئی کام نہیں ہوسکتا۔ مطبع سے بار بار مطالبہ ہے کہ بقیہ مضمون بھیجنا چاہیئے مگر طاقت نہیں کہ کچھ لکھہ سکوں فضل احمد کا خط نہایت اور غایت درجہ کی التجا سے آیا تھا کہ مولوی صاحب کی خدمت میں سفارش کریں کہ کوئی نوکری میرے گذارہ کے موافق کرا دیں ۲عنہ میں اپنے عیّال کا گذارہ نہیں کر سکتا سو اگرچہ مصلحت وقت تاحال آنمکرم کو بہتر معلوم ہوگا لیکن اگر کچھ ہرج نہ ہو اور مصلحت کے برخلاف نہ ہو اور کچھ جائے اعتراض نہ ہو اور آنمکرم کچھ اُس کی معاش کے لئے اس سے بہتر تجویز کرسکیں تو کر دیں اگرچہ ابھی تک اُس کا چال چلن تاحال قابل اعتراض ہے مگر شاید آئندہ درست ہوجاوے ابرار اخیار جو متخلق باخلاق اللہ ہوتے ہیں کبھی مطابق آیت کریمہ وکان ابوھما صالحہ پر عمل کر لیتے ہیں اس آیت کریمہ کے مفہوم پر نظر غور ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جن دو لڑکوں کے لئے حضرت خضر نے تکلیف اوٹھائی اصل میں وہ اچھے چال چلن کے ہونے والے نہیں تھے بلکہ غالباً وہ بدچلن اور خراب حالت رکھنے والے علم الٰہی میں تھے ۔ لہٰذا خدا تعالےٰ نے بباعث اپنی ستاری کی صفت کے ان کے چال چلن کو پوشیدہ رکھ کر انکے باپ کی صلاحیت ظاہر کردی اور اونکی حالت کو جو اصل میں اچھی نہ تھی کھول کر نہ سُنایا اور ایک خوشی کی وجہ سے دو بیگانوں پر رحم کردیا۔ امید کہ اپنی روانگی کے پہلے اس عاجز کو ضرور مطلع فرما دیں اس قدر میں نے لکھا تھا کہ پھر نہایت عاجزی سے فضل احمد کا خط آیا ہے کہ خدمت میں مولوی صاحب کے میری نسبت ضرور کہیں آنمکرم اُسکو بلا کر اطلاع دیویں کہ تیری نسبت وہاں سے سفارش لکھی ہے اگر مناسب سمجھیں تو کسی کو اُس کی نسبت سفارش کردیں کہ وہ سخت حیران ہے اس کی ایک بیوی تو میرے پاس اسجگہ ہے اور ایک قادیاں میں ہے

خاکسار غلام احمد عفی اللہ عنہ ۔ لودہانہ محلہ اقبال گنج

مذہبی دُنیا پر نظر

معبودان باطلہ کی ارزانی۔ مغربی قومیں تجارت کی ہوا خوب شناخت کرتی ہیں ۔ پچھلے چند سالوں سے اہل یورپ نے ہندوستان کے بُت پرستوں کیلئے بُت گری کی تجارت کو خوب فروغ دیا اور دہڑادہڑ یورپ سے یہ مصنوعی خدا آکر کلکتہ اور بمبئی کی منڈیوں میں فروخت ہونے لگے ۔ اہل یورپ کو دیکھ کر اب امریکہ والوں نے بھی اس خداگری کی تجارت کو ہاتھ میں لیا اور ان سے بھی بڑھ کر کامیابی حاصل کی کامیابی کا راز یہ ظاہر کیا گیا ہے ۔ کہ امریکہ کی ساخت کے کرشن گنیش وغیرہ یورپ کے مقابلہ میں سستے ہیں اسوجہ سے یہ تجارت چمک اٹھی ہے ۔ اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ ہندوستان کس مبتذل حالت میں پڑا ہوا ہے ۔ خدا پرستی کا حقیقت میں نام مٹ چکا ۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت مسیح موعود کی بعثت اسی مُلک میں ہوئی ہے اور اُس نے پکار کر کہا ؎

آن خدائے کز واہل جہاں بے خبراند
برمن او جلوہ نمودست گر اہلی بپذیر

کَلِمَۃً طَیِّبَۃً کَشَجَرَۃٍ طَیِّبَۃٍ یعنی

پاک کلمہ پاک درخت کی مانند ہے ۔ پس جیسا کہ کوئی عمدہ اور شریف درخت بغیر پانی کے نشو و نما نہیں کر سکتا ۔ اسی طرح راست باز انسان کے کلمات طیبہ جو اوس کے مُنہ سے نکلتے ہیں اپنی پوری سرسبزی دکھلا نہیں سکتے اور نشو و نما نہیں کر سکتے ہیں جبتک وہ پاک چشمہ انکی جڑ ہوں

الضحیٰ

گذشتہ عشرت آشناسی آگے

عہد باندھو حق سے ہے دایم کا جو عہدا ستوار
تم گناہ اور راستی سے ٹھیرو مت تقصیروار
میں ہوں سردار جہاں مجھ پر ہے حکم کردگار
میں عدالت ہوں جہاں کی چھوڑ دو اب انتظار
وہ تسلّی دینے والی روح حق آیا ہوں میں۔
عیسےٰ جو لایا نہ تھا ہمراہ وہ لایا ہوں میں۔
بےسبب عیسےٰ کی دشمن ہوگئی جو قوم بد
میں تمہارے سامنے اُس قوم کو کرتا ہوں رد
حق میں عیسےٰ کی شہادت ہے میرے باشدّ و مد
نیک راہ تمکو دکھاتا ہوں کرو مت رد و بد
میں سناتا تم کو ہوں مجھ کو سناتا ہے کوئی
اپنی میں کہتا نہیں مجھکو بتاتا ہے کوئی
تم میری مانو تمہارے حق میں ہے بہتر یہی
دیکھتے ہو میں نے عیسےٰ کی بزرگی خوب کی
جو کہ عیسےٰ کو ملا تھا میں نے ہے پایا وُہی۔
اَبت عیسےٰ ربّ احمدؐ بات تونے ایک سی
تم کو آئندہ کی خبریں صاف بتلاتا ہوں میں
جو نہ سمجھایا کسی نے تھا وہ سمجھاتا ہوں میں
اللہ اللہ روح حق نے خوب قایل کر دیا
آکے احمدؐ نے جہاں کو حق پہ مائل کر دیا۔
ادنیٰ و اعلےٰ کو اُس کے در کا سایل کر دیا
نور فرقانی سے کیا ظلمت کو زائل کر دیا
فتح کامل کا جہاں نہیں جب دیا پرچم اوڑا
تاج پہنے کامیابی کا خدا سے جا ملا
ہے بنی آدم کا دشمن چونکہ شیطان لعین
گھات میں ہردم لگا رہتا ہے یہ بئس القرین
اک ذرا غفلت میں پاکر آپہنچتا ہے وہیں
تاکہ ظلمت میں پھنسا کر چھین لے ایمان و دین
کفر و بدراہی کی طرزیں خوب سکھلاتا ہے یہ
زینت دُنیا دکھا کر سب کو بھلاتا ہے یہ
نورُ اور ظلمت کا دورہ یوں ہی آتا ہے چلا
حق و باطل کی لڑائی ہوتی آئی ہے سدا
جب سے آدم کو خلافت کا یہ ہی منصب ملا
تب سے ابلیس لعین اس کے مقابل ہے کھڑا
آدم و شیطان دونوں حق کی مخلوقات ہیں
گھومتے مرکز پہ اپنے دیکھ لو دن رات ہیں
دن کے جو اوصاف ہیں وہ سامنے ہیں سب عیاں
اور پردہ میں نظر آتی ہیں شب کی خوبیاں
روز روشن میں جو کرتی کام ہے خلق جہان
اپنی اپنی سب کمائی میں ہیں پھرتے بندگان
ہیں فراغت اور آسانی سے کرتے کاروبار
نور کا سورج کہ ہے جبتک زمیں پر آشکار
ظلمت شب نے جو پھینکی آن کر اپنی ردا
سب جہان پر چل گئی کچھ ایسی غفلت کی ہوا
اپنے اپنے حال میں ہر اک ہے ڈھیلا سا پڑا
اب نہیں کوئی بھی قوت اُس کی کرتی ہے وفا
خود بخود سب کی طبیعت کام سے اکتا گئی
ظلمت شب آنکر اپنا اثر دکھلا گئی
فاسقوں کو ظلمت شب میں ہی ملتی ہے وہ راہ
جس سے امن و عافیت کو مل کے کرتے ہیں تباہ
دوڑتی ہے ہر طرف ظلمت کی یہ فوج دسیاہ
ایسے اشرار جہاں سے مانگتے ہیں سب پناہ
پردہ اور ظلمت میں ہوتے موذیوں کے کام ہیں
اپنے بدفعلوں سے سب ریکدل بدنام ہیں
بس یہی نسبت ہے باطن میں کبھی ہر جاندار کو
نور سے ہر نیک کو ظلمت سے بدکردار کو
فاسق و فاجر کو اور ہر باغی مکّار کو
عاشق حق متقی کو اور ہر دیندار کو۔
نور کو بھی اسطرح نسبت ہے اُس رحمان کو
اور ظلمت کو تعلق ہے فقط شیطان سے
رنگ ظلمت گر چڑھا دل پر تو وہ شیطان ہے
نور سے روشن ہوا جب قلب وہ رحمان ہے
نور و ظلمت کا جو خالق ہے یہ اُس کی شان ہے
درمیان اُس نور اور ظلمت کے ہر انسان ہے
وہ مبارک ہیں کہ جنکا قلب نورانی ہوا
راندۂ درگاہ ہیں دل جنکا ظلمانی ہوا
نور و ظلمت کا اثر لیتے ہیں انسانی قوے
نور کے فرزند ہیں ظلمت کے بیٹوں سے جدا۔
اُن کے کرتب ہیں جدا اُن کے عمل اُن سی سوا
ابتدا سے حق کی جانب سے یہی ہے ابتلا
حکمت واسع سے اُس نے یہ بنایا انتظام۔
فرق ہوتا ہے اسی سے درمیان خاص و عام
دیکھتے ظاہر میں ہو جب گردش لیل و نہار
ایک حالت پر نہیں رہتا ہے دُنیا کو قرار
گھومتی ہے یہ زمیں اور گردشیں ہیں بیشمار
پھر اقامت کا یہاں پر کسطرح ہو اعتبار۔
عقل انسانی تو یہاں فہمید سے حیران ہے
بھید قدرت کے سمجھنا کسطرح آسان ہے
سامنے آنکھوں کے فطرت کا صحیفہ ہے کھلا
خالق فطرت کے ہے افعال کا اس میں پتا
کارخانہ اوس کی قدرت کا ہے جیسے چل رہا
برخلاف اوس کے نہیں ہوگا کبھی قول خدا

(باقی آئندہ)

حضرت حکیم الامت کے ارشادات

غم سے بچنے کے ذریعے غم سے بچنے کے تین بڑے اسباب ہیں۔ اول اس امر کا یقین کرلے کہ جو دُکھ اور تکلیف آتی ہے وہ شامت اعمال سے آتی ہے اور اس میں الٰہی حکمت ہوتی ہے۔ دوم۔ کسی دُکھ کے آنے سے پہلے یعنے ہمیشہ ہی ذکر الٰہی کرتا رہے اور اپنے گناہوں کے برے نتایج سے حفاظت طلب کرتا رہے۔ سوم۔ صادقین اور خداتعالیٰ کے پیاروں کی صحبت میں رہے +

ثبوت قیامت کی راہ قرآن شریف میں جو لوگ چاہتے ہیں کہ قرآن شریف سے قیامت کا ثبوت معلوم کریں اُن کو یاد رکھنا چاہیئے کہ قیامت کے ذکر کے ساتھ قرآن شریف دُنیا کا ایک واقعہ ضرور پیش کرتا ہے اور وہ واقعہ بطور پیشگوئی ہوتا ہے۔ کیونکہ جب وہ پیشگوئی پوری ہوجاتی ہے تو ازلیہ تناسبہ کے قاعدہ کے موافق قیامت کا ثبوت اس سے ہوتا ہے پس بغور سے مطالعہ کرو +

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت عالمگیر ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّۃ ہر پہلو اور ہر حیثیت سے عالمگیر ہے دُنیا کے تین بڑے مرکز تھے وہ سب کے سب رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفاء راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین نے فتح کرلئے جس سے یہ ثابت کیا کہ بلحاظ مکان کے آپکی نبوّۃ عالمگیر ہے کیونکہ تیرہ سو برس گذر گئے ہیں اور کوئی ایسی ضرورت پیش نہیں آئی جس کے لئے قرآن شریف مکتفی نہ ہُوا ہو +

لباس لباس دو قسم کا ہوتا ہے ایک ظاہری دوسرا باطنی ظاہری لباس زیب زینت اور ستر اور دوسرے مفاد کے لئے ہوتا ہے باطنی لباس عمدہ اخلاق ہیں اور اخلاق کے یہ اصول ہیں استقلال۔ ہمت۔ جود و سخا۔ عفت۔ حلم و بردباری۔ قناعت وغیرہ لباس التقویٰ اعلیٰ درجہ کے عقاید ہوتے ہیں اموال کو عمدہ موقعوں پر خرچ کرے عُسر و یُسر میں قدم آگے بڑھائے۔

انذاری پیشگوئیوں پر نظر یاد رکھو انذاری پیشگوئیوں میں لازم نہیں ہوتا کہ بالکل بعینہٖ پوری کی جاوے۔ کیونکہ خدا کا رحم اُسکے غضب پر سبقت رکھتا ہے اور اُس کا غصّہ دھیما [illegible] ہے۔ اما نرینّک بعض الذی نعدھم اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے یعنی پیشگوئیوں کے بعض حصّے ضروری پورے دکھائے جائینگے۔ وہ لوگ سخت غلطی کرتے ہیں جو یہ سمجھتے ہیں کہ انذاری پیشگوئیاں مشروط نہیں ہوتی ہیں +

صبح کی سیر

۹ مئی سنہ ۱۹۰۳ء

طاعون سے فرار | فرمایا عام لوگوں کا خیال ہے کہ وبا سے بھاگنا نہ چاہیئے۔ اصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر وبا کا ابتدا ہو تو بھاگ جانا چاہیئے۔ اور اگر کثرت سے ہو تو پھر نہیں بھاگنا چاہیئے۔ جس جگہ ابھی وبا شروع نہیں ہوئی اور اس حصہ والے ابھی وبائی اثر سے محفوظ ہیں اور اون کا اختیار ہوتا ہے کہ وہ بھاگ جاویں اور توبہ و استغفار سے کام لیں۔ لیکن جب وبا پھیل جاوے تو پھر اس متاثر جگہ سے نکل کر دوسری جگہ جانا منع نہیں ہے ✦

الایام نداولہا بین الناس | بعض لوگ یہ اعتراض کر دیتے ہیں کہ کوئی احمدی بھی طاعون سے مرگیا اس ضمنی اعتراض کو مد نظر رکھ کر آپ نے فرمایا کہ سنت اللہ یہی ہے کہ جو نشانات ظاہر ہوتے ہیں اُن میں ایک قسم کا التباس بھی ہوا کرتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نشان مانگا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قادر ہے۔ خواہ وہ آسمان سے نشان دکھاوے یا بذریعہ جنگ آخر جو لڑائیاں ہوئیں وہ بھی تو نشان ہی تھے اور وہ منکروں اور کافروں کے لئے عذاب لیکن اب سوال یہ ہے کہ صحابہ میں سے کوئی بھی اُن لڑائیوں میں نہیں مارا گیا بیشک صحابہ میں سے بعض شہید ہوئے اور بعض ضعیف الایمان اعتراض بھی کر اوٹھے کہ اگر یہ عذاب ہے تو ہم میں سے لوگ کیوں مرتے ہیں اس پر خدا تعالیٰ نے فرمایا۔

ان یمسسکم قرح فقد مس القوم قرح مثلہ و تلک الایام نداولہا بین الناس

طاعون کا نشان اور ہم | یہی اصول ہر مامور کے ساتھ ہوتا ہے اگر ہماری جماعت میں سے کوئی آدمی بھی نہ مرے تو پھر تو ساری دنیا یا تمام گورنمنٹیں بھی مسلمان ہوجائیں اور بجز اسلام کے اور کوئی مذہب ہی نہ رہے حالانکہ ایسا نہیں ہوگا دوسرے مذاہب بھی قیامت تک باقی رہیں گے خدا تعالیٰ نشانوں میں قیامت کا نمونہ دکھانا نہیں چاہتا اور نہ کبھی ایسا ہو بلکہ اونمیں کسی حد تک خفا ضرور ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ صحابہ میں سے بھی بعض اِن جنگوں میں شہید ہوئے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی تکلیف پہنچی۔ لیکن انجام نے دکھایا کہ آنحضرت کا نشان کیسا عظیم الشان تھا۔ اسی طرح پر یہاں بھی ہے۔ سلامتی کا حصہ نسبتاً ہماری ہی طرف زیادہ ہوگا۔ براہین احمدیہ میں ایک الہام ہے ان الذین آمنوا ولم یلبسوا ایمانہم بظلم۔ معلوم نہیں کہ کون ظلم سے خالی ہے۔ اسلئے ہر ایک کو تسلی کرنی چاہیئے کہ اُس کا ایمان ملتبس نہ ہو کسل اور غفلت بھی ظلم ہی کے انجام ہیں۔ اسلئے دعا کرتے رہنا چاہیئے کیونکہ بالکلیہ حفاظت کا وعدہ کہیں نہیں ہے بلکہ الہامات میں استثنے کے الفاظ صریحا موجود ہیں۔ اس جماعت کے قطعاً محفوظ رہنے کا وعدہ نہیں بلکہ نسبتاً ہے اور سنت اللہ بھی یہی ہے۔ دیکھنا یہ چاہیئے کہ طاعون سے کون گھٹتا اور کون بڑھتا ہے اگر ایک مرجاوے تو تین سو اُس کی جگہ آتا ہے۔ انجام کو دیکھو اور انجام ہمیشہ متقیوں ہی کے ساتھ ہوتا ہے۔

بعض لوگ ہماری جماعت میں سے بطور خود غلطی سے کہدیتے ہیں کہ ہم میں سے کوئی نہ مریگا یہ اُن کو مغالطہ لگا ہوا ہے اگرچہ یہ سچ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے ایک حد تک وعدے کئے ہوئے ہیں کہ وہ حفاظت کرے گا مگر اون کا یہ منشاء ہرگز نہیں کہ ایک بھی نشانۂ طاعون نہ ہو۔ **یہ بات ہماری جماعت کو خوب یاد رکھنی چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ ہرگز نہیں ہے کہ تمام میں سے کوئی بھی نہ مرے گا۔**

ہاں یہ سچ ہے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے اما ما ینفع الناس فیمکث فی الارض جو لوگ اپنے آپ کو نافع الناس بنائیں گے۔ اللہ تعالیٰ اُن کی عمریں بڑھاوے گا۔ اس لئے مخلوق الٰہی پر بہت شفقت کرو اور حقوق العباد کی بجاآوری پورے طور پر کرو۔

سفینۃ النوح اور سفینۃ البیعت کے سوار | پوچھا گیا کہ کشتی نوح میں سوار ہونیوالے تو سب کے سب بچائے گئے تھے تو کیا وجہ ہے کہ یہاں سب محفوظ نہ رہیں فرمایا کہ ہمارا سلسلہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم پر ہے نوح علیہ السلام کے وقت ایمان کا دروازہ بند ہوگیا تھا اور اسوقت کوئی التباس ایمان کا نہ تھا مگر اب ہے نوح علیہ السلام کے وقت فیصلہ ہوچکا تھا کہ یہ قوم غرق ہوگی لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں ایسا نہیں ہوا۔ بلکہ مہلت دی گئی کہ جو توبہ کرے گا وہ بچ جاوے گا۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عین قتل کے وقت فرمایا کہ اگر کوئی ایمان لاوے تو تلوار روک لیجاوے مگر نوح علیہ السلام کی قوم کے لئے تھا کہ صرف کشتی والے بچائے جائیں گے باقی سب تباہ اور ہلاک ہونگے۔ وہ صورت بالکل خاص اور الگ تھی اور خود حضرت نوح علیہ السلام پر بھی اعتراض باقی نہ رہا کہ اپنے بیٹے کو نہ بچا سکے حالانکہ کہا تھا کہ اہل بچ رہیں گے۔ معلوم ہوتا ہے کہ خود حضرت نوح علیہ السلام کو بھی شبہ پیدا ہوا تھا تب ہی تو اونکو اللہ تعالیٰ کی طرف سے زجر ہوا۔

اصل بات یہ ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے خوف اور رعب کو دور کرنا نہیں چاہتا اگر وہ آج وعدہ کھلا دیدے کہ جماعت میں سے کوئی بھی نہ مریگا تو پھر اوس کا خوف دلوں میں نہ رہے۔ جہاں اُس نے خاص گھر کی حفاظت کا وعدہ کیا ہے کہ انی احافظ کل من فی الدار وہاں بھی ایک فقرہ ساتھ رکھدیا ہے کہ الا الذین علوا باستکبار۔

مولوی محمد حسین بٹالوی کا رجوع | اس ذکر پر کہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کا رجوع کب ہوگا فرمایا دیکھو جب بچہ پیٹ میں ہوتا ہے اگرچہ وہ زندہ ہوتا ہے تاہم وہ خوشی پر ہنس نہیں سکتا اور تکلیف پر رو نہیں سکتا بلاؤ تو بولتا نہیں۔ مگر جب باہر آجاتا ہے تو اس کو حواس ملتے ہیں پھر ہنستا بھی ہے اور روتا بھی ہے اور بلانے سے بولتا بھی ہے اس سے معلوم ہوا کہ اول زندگی جو پیٹ میں تھی وہ اصلی اور حقیقی زندگی نہ تھی حواس اس میں نہ تھے جب خدا ایک بات دل میں ڈالتا ہے تو حواس آجاتے ہیں یہی حال مولوی محمد حسین صاحب کا ہے جب کوئی بات خدا کی طرف سے دل میں ڈالی جاوے گی تو اُسی وقت تبدیلی ہوجائے گی ✦

یھدی من یشاء | جو بلائے جاتے ہیں وہ آتے ہیں اور جو بلائے نہیں جاتے وہ کفر میں ترقی کرتے ہیں اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن شریف نہ آتا تو ابوجہل بڑے لوگوں میں شمار ہوتا اسی طرح پر بہت سے لوگ ہوتے ہیں جن کو ہم صالح سمجھتے ہیں لیکن جب اون کے سامنے حق پیش کیا گیا اور انہوں نے انکار کر دیا۔ تو معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ کے نزدیک اُن میں صلاحیت نہ تھی۔ کسی کے باطن کا کسی کو کوئی علم نہیں مگر حق پیش کرنے پر حقیقت کھل جاتی ہے کہ کون ہے جو خدا کی آواز سنتا ہے اور کون ہے جو اس سے انکار کرتا ہے۔

اسلام

صوبجات متحدہ کی مردم شماری بابت ۱۹۰۱ء مرتبہ مسٹر برن مین اسلام کے متعلق جو رپورٹ شایع ہوئی ہے وہ بہت دلچسپی سے پڑھے جانے کے قابل ہے (اس رپورٹ کے پورے شایع ہوچکنے کے بعد ہم مناسب موقع ریویو بھی اس پر کریں گے سلسلہ عالیہ احمدیہ کا ذکر بھی اس میں واضح ہو پر کیا گیا جو ہمارے ناظرین کی زیادہ دلچسپی کا موجب ہوگا - ایڈیٹر)

ہندو مذہب کی مانند اسلام میں بھی عام لوگوں کے اعتقادات بکثرت اور افعال اس سے بھی زیادہ مذہب کے پیمانہ سے گرے ہوئے ہیں - ان دونوں مذہبوں کا فرق لفظ "کتابی" سے جو مسلمان اپنے مذہب کے پیرؤوں کے لئے استعمال کرتے ہیں - اچھی طرح ممیز ہوتا ہے - اگر کسی جاہل ہندو سے کسی اخلاقی مسئلہ کی نسبت دریافت کیا جاوے تو باوجود اس جواب دینے کے کہ شاستر اس کی ممانعت کرتا ہے اُس کے دل میں صاف خیال اس امر کا نہیں ہوتا کہ آیا شاستر کوئی ایک کتاب ہے یا سنسکرت کے تمام مقدس علم ادب کا نام شاستر ہے -

برخلاف اس کے ہر حیثیت کا مسلمان قرآن شریف سے ایک خاص کتاب مراد لیتا ہے اور اس کو تمام الہامی علوم کا مخزن اور منبع سمجھتا ہے - گو دوسری کتابوں کے متعلق جن کو بعض لوگ قرآن شریف کے برابر ہی کیوں نہ سمجھتے ہوں کتنا ہی اختلاف ہو یہ ہی ایک ایسی وجہ ہے - جو مسلمانوں کو مذہب کے اصلی اور سچے اصولوں پر متفق رکھتی ہے - جس کی ہندوؤں میں بہت کمی ہے ایسے مسلمان تعداد میں بہت ہی کم ملیں گے - جو باوجود جاہل اور ناسمجھ ہونے کے کلمہ لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ کو نہ پڑھ سکتے ہوں اور اُس کو سمجھ کر اس کے ہر لفظ پر ایمان نہ رکھتے ہوں اخلاقی فرائض کے علاوہ اسلام میں پانچ فرض ہیں جو مختصراً ذیل میں بیان کئے جاتے ہیں (۱) نماز (الف) روزانہ (ب) تہوار کے موقع پر (۲) روزہ خاص کر رمضان کے مہینہ میں (۳) زکوٰۃ تو صرف اُن لوگوں کے لئے جو صاحب استطاعت ہوں (۴) حج تمام لوگوں کی جہالت ایک بڑی حد تک سد راہ ہے - لیکن ایسے مسلمان بہت کم ہیں - جو صبح اوٹھ کر کلمہ نہ پڑھتے ہوں اور ایسا مسلمان تو شاید ہی کوئی ہو جو عید الفطر اور عید الضحیٰ کی نماز کے لئے عیدگاہ نہ جاتا ہو بکثرت عوام الناس پنجگانہ اور جمعہ کی نماز میں شریک نہیں ہوتے - اور اس کی وجہ ایک حد تک اون الفاظ کی ناواقفیت ہے جو نماز میں پڑھے جاتے ہیں اول الذکر موقع پر جب تمام مسلمان عیدگاہ میں جمع ہوتے ہیں تو اُن میں سے ایک کثیر جماعت سوائے اس کے اور کچھ نہیں کر سکتی - کہ اپنے پاس کے کھڑے ہونے والے واقف کاروں کا تتبع کرے رمضان میں روزوں کی پابندی عوام الناس میں بہ نسبت اعلیٰ طبقہ کے لوگوں کے زیادہ سختی کے ساتھ کی جاتی ہے - اعلیٰ طبقہ کے صرف وہی لوگ پابندی سے روزے رکھتے ہیں - جو خصوصیت کے ساتھ پابند مذہب اور خدا پرست ہوتے ہیں - خیرات دینے میں مسلمان ہندوؤں سے کسی طرح کم نہیں - بچت کا ایک خاص حصہ خیرات کے لئے مقرر ہے اور اکثر حالتوں میں وہ غربا کو تقسیم کر دیا جاتا ہے - ایک طریقہ جو مسلمانوں کی قوم کے ہر طبقہ میں کثرت سے جاری تھا اور اب بھی کہیں کہیں پایا جاتا ہے کہ عورتیں کسی بے ماں کے بچہ کو محض نیکی اور خدا ترسی کے خیال سے دودھ پلاتی اور خدا واسطے اوس کی پرورش کرتی ہیں - مکہ معظمہ کے حج یا کربلائے معلیٰ کی زیارت کا موقعہ مسلمانوں کو عام طور پر نہیں ملتا - اخلاق کے لحاظ سے اوسطاً ایک مسلمان کی حالت ایک ہندو یا عیسائی کی اوسط حالت سے ملتی جلتی ہوتی ہے - اوس نقشہ سے جو اس باب کے آخر میں دیا گیا ہے اور جو ایک مسلمان کا تیار کیا ہوا ہے اس امر کا ٹھیک اندازہ ہو سکتا ہے کہ قوم کے مختلف طبقوں میں مختلف گناہ کس نظر سے دیکھے جاتے ہیں - اس نقشہ کے تیار کرنے والے کے قول کے موافق اس امر سے کہ بعض گناہ بعض لوگوں میں ضرورت سے کم معیوب سمجھے جاتے ہیں - یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ وہ گناہ قوم میں کثرت سے رائج ہیں - اس نقشہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جو گناہ قوم کے ہر طبقہ میں یکساں معیوب سمجھے جاتے ہیں حسب ذیل ہیں - سور کا گوشت کھانا - مدک اور چنڈو پینا - قرآن شریف کی قسم پر جو مسجد میں کھائی جاوے قائم نہ رہنا - زناکاری اور فسق و فجور کرنا - دیگر گناہ مثل چوری اور قتل کے جو ہر قوم اور مذہب میں بُرے خیال کئے جاتے ہیں - اس نقشہ میں نہیں دکھائے گئے - ایک طریقہ معمولی جھوٹ یا قرآن شریف کی قسم کھانے کے بعد جھوٹ بولنے کا ذیل کے قصہ سے معلوم ہوگا جو پولیس کے ایک ایسے افسر نے جو ہندوستانیوں کے عادات و خصائل سے غیر معمولی واقفیت رکھتا تھا - ایک مرتبہ مجھ سے بیان کیا کہ ایک مسلمان انسپکٹر پولیس نے نہایت کامیابی کے ساتھ ایک ڈکیتی کے پیچیدہ مقدمہ کی تحقیقات کی اور بہت سا مال مسروقہ برآمد کیا - دریافت کرنے سے انسپکٹر نے بیان کیا - کہ ایک مخبر نے اس شرط پر سراغرسانی کا وعدہ کیا - کہ آئندہ اُس کے متعلق کسی قسم کی تفتیش نہ کی جاوے اور نہ کسی کو گرفتار کیا جاوے انسپکٹر کے وعدہ کرنے کو کافی نہ خیال کر کے اُس سے قرآن شریف پر قسم کھانے کی درخواست کی گئی - انسپکٹر نے رضامندی ظاہر کی - اور معمولی طور پر سفید کپڑے میں لپٹی ہوئی کتاب ہاتھ میں لے کر قسم کھائی - اس قسم کھانے کے بعد مخبر نے مال مسروقہ کا پتہ بتا دیا - جس پر انسپکٹر نے ڈاکوؤں کی کل جماعت کو گرفتار کر کے مال برآمد کیا پولیس افسر نے یہ قصہ سن کر انسپکٹر سے دریافت کیا کہ ایسا کرنے سے تمہاری نیک نامی میں کچھ فرق نہیں آیا - انسپکٹر نے جواب دیا - "ارے صاحب قرآن کہاں تھا پاکٹ بک تھی" گناہوں کی معافی کا تعلق خدا سے ہے گو یہ بھی خیال کیا جاتا ہے کہ بعض اوقات گناہوں کے کفارہ میں اس زندگی میں تکلیف یا بیماری اُٹھانی پڑتی ہے - گناہوں کی دو قسمیں ہیں - اول وہ جو صرف خدا کے خلاف ہیں - مثلاً نماز نہ پڑھنا دوسرے حق العباد یعنے جو خدا اور انسان دونوں کے خلاف ہوتے ہیں - مثلاً چوری اور قتل وغیرہ - دوسری قسم کے گناہوں کے متعلق عام لوگوں کا عقیدہ ہے - کہ اگر وہ شخص جس کے خلاف اس قسم کا کوئی گناہ کیا جاوے - اوس کو معاف کر دے تو قیامت کے روز اُس گناہ کا زیادہ خیال نہیں کیا جاوے گا - اس قسم کے گناہوں کی حالت فوجداری کے اون جرائم کی سی ہے جو قابل راضی نامہ کے ہوتے ہیں - کیونکہ جس حالت میں مدعی اور مدعا علیہ راضی نامہ داخل کر دیتے ہیں تو عدالت کو سوائے اس کے اور کوئی چارۂ کار نہیں ہوتا کہ ملزم کو چھوڑ دے - ایک مسلمان ملازم جب کبھی ملازمت چھوڑتا ہے تو عموماً اپنے آقا سے درخواست کرتا ہے کہ اُس کا کیا کرایا معاف کر دیا جائے اور یہ بات محض رسماً نہیں کیجاتی بلکہ اسمیں بڑا خوف قیامت کے دن کا ہوتا ہے +

آئیندہ زندگی مسلمانوں کے خیال کے موافق ہمیشہ رہنے والی زندگی ہے اور روح اسمیں زندہ قائم رہتی ہے +

صوفیوں کے مسئلہ "ہمہ اوست" نے اس ملک میں زیادہ رواج نہیں پکڑا +

اگر اس جہان میں کوئی شخص گناہ کرتا ہے تو دوسرے جہان میں اس کا کفارہ اس کو ضرور دینا پڑے گا دوزخ میں کسی کو ہمیشہ ہمیش رہنا نہیں پڑے گا بلکہ روح گناہوں کی آلائش سے پاک ہو کر بہشت

۹ سو ۶ ۵ سُنی ۲۷ شیعہ ۱۰ لاکھ بیگی کی پرستش کرنیوالے اور ایک وہابی نکلیگا +

کل ۶۷ لاکھ ۳۱ ہزار ۴ سو ۴۳ مسلمانوں میں سے ۸ ہزار ۹ سو ۶۹ یہہ نہیں بتا سکتے کہ وہ کس فرقہ کے ہیں ان کے علاوہ ۳۶ ہزار ۴ سو ۳۴ نے جو اپنے فرقہ سے واقف نہیں تھے بجائے فرقہ کے کسی مسلمان بزرگ کا نام لکھوا دیا +

شیعہ اور سنیوں میں جو اختلافات ہیں اُن میں سے بڑا یہ ہے کہ اول الذکر حضرت عمرؓ۔ عثمانؓ اور ابوبکرؓ کو خلیفہ رسول نہیں مانتے اور محرم کے زمانہ میں ان کا غصہ یہاں تک بڑھ جاتا ہے کہ اُن کو گالیاں دیتے ہیں۔ جس کا نام تبرّا ہے +

دراصل محرم کو شیعہ لوگ مانتے ہیں اور حضرت امام حسنؓ اور حسینؓ کے مزاروں کی شکل کا غذ اور لکڑی کی بناکر سڑکوں پر نکالتے ہیں لیکن ادنی درجہ کے سُنی بھی عام طور پر اسمیں شریک ہوتے ہیں +

نماز پڑھنے میں سنی اپنے ہاتھ سامنے باندھتے ہیں اور شیعہ اون کو کھلا رکھتے ہیں:.......... اور ان میں بجائے مولود شریف کے مجلس عزا ہوتی ہے۔ چنانچہ اس کا ذکر پہلے بھی آچکا ہے۔

اس مُلک میں شیعہ بہ نسبت سنیوں کے مزاروں کی زیارت کے لئے کم جاتے ہیں۔ لیکن ایسے مقامات پر نماز پڑھنا بہتر سمجھتے ہیں جہاں حضرت امام حسنؓ اور حسینؓ کی نقلی مقبرے بنے ہوں +

شیعوں کی اصلی زیارت گاہ کربلائے معلیٰ ہے جہاں ان دونوں شہیدوں کے مزار ہیں۔ اس کے علاوہ حضرت امام رضا کا مزار مشہد میں ہے۔ مگر خاص کر دشوار گزار راستہ کے سبب سے لوگ وہاں نہیں جاتے۔ نہ اُس سے اچھی طرح واقف ہیں بحالت مجموعی شیعہ سنیوں سے زیادہ تعلیم یافتہ ہیں اور اُس کی وجہ بجز اسکے کچھ نہیں۔ کہ آخرالذکر فرقہ تعداد میں بہت کثیر ہے اور اس سے مختلف ہونے کے لئے بعض اصولوں کی واقفیت کی خاص ضرورت ہے جو عام لوگ نہیں جانتے +

اگرچہ میرے خیال میں قرآن شریف میں کوئی اس قسم کی اجازت نہیں مگر بعض علماء اسلام نے لکھا ہے کہ کسی ناکردہ گناہ شخص کی جان بچانے کے لئے دانستہ جھوٹ بول دینا جائز ہے۔ شیعہ علماء نے اُس کو اور زیادہ وسعت دی ہے اور وہ کہتے ہیں کہ اپنے آپ کو ذلت سے بچانے یا کوئی دنیاوی فائدہ حاصل کرنے کے لئے بھی جھوٹ بول لینا جائز ہے۔ اس اصول کا نام تقیہ ہے جسکے اصلی معنے خوف "خدا" یا "نہ ڈرنے" کے ہیں اور اب "زہد آمیز مکاری" یا "حیلہ بازی" کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے +

فرقہ احمدیہ | ۹ سو ۳۴ آدمیوں نے اپنے نام کے ساتھ احمدیہ فرقہ لکھوایا ہے فرقہ احمدیہ اس فرقہ کا نام ہے جو قادیان۔ ضلع گورداسپور کے ایک مُلّا غلام احمد نے ایجاد کیا ہے + نومبر سنہ ۱۹۰۰ء میں ایک اعلان کے ذریعہ سے انہوں نے حسب ذیل دعوے کیا تھا۔ دُنیا میں دو بڑے مذہبی طریقے ہیں۔ جن میں ایک ہی خدا مانا جاتا ہے۔

اول وہ طریقہ جو حضرت موسےٰ سے شروع ہوُا اور حضرت عیسےٰ نے اوسے مکمل کیا +

دوسرا وہ طریقہ جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے شروع ہوُا اور جسے غلام احمد تکمیل کریں گے + پس اس شخص کا دعویٰ ہے کہ مجھکو عیسےٰ کی مانند سمجھنا چاہیئے۔ مگر اس کے ساتھ ہی نہ یہہ مانتا ہے کہ حضرت عیسےٰ خدا انسان کی شکل میں تھے اور نہ اپنی نسبت اس قسم کا دعویٰ کرتا ہے۔ حضرت عیسےٰ اور غلام احمد میں چار حالتیں یکساں بتائی جاتی ہیں (۱) حضرت موسیٰ کا طریقۂ مذہب ایک پیغمبر کے آنے پر جو اون سے چودھویں صدی کے بعد پیدا ہوئے ختم ہوگیا + اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تشریف لائے ہوئے بھی چودہ سو برس کا عرصہ ہوُا +

(۲) حضرت عیسیٰ کی پیدائش کے حالات سے یہ نتیجہ نکالا گیا ہے کہ وہ باپ کی طرف سے اسرائیل نہیں تھے اور غلام احمد بھی محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد سے نہیں ہیں +

(۳) حضرت عیسےٰ نے آکر دُنیا میں امن وامان پھیلایا اور غلام احمد بھی جہاد یا مذہبی جنگ کے خلاف ہیں +

(۴) حضرت عیسےٰ ایک ایسی قوم کی سلطنت میں پیدا ہوئے جو یہود نہیں تھے یعنی رومی اور ویسا ہی ایسی قوم کی سلطنت میں جو مسلمان نہیں ہے (یعنی انگریز) متذکرۂ بالا عقائد کے علاوہ۔ اُس نئے پیغمبر اور اس کے پیرؤں کے عقائد عام سنیوں کے اعتقادات سے کچھ زیادہ مختلف نہیں ہیں :۔

یہ نیا پیغمبر قرآن کو اُسی طرح تمام علوم کا مخرج بتاتا ہے جیسے آریہ ویدوں کو بتاتے ہیں اُس کے خیال کے موافق قیامت قریب ہے اور قرآن میں جو نشانیاں بتائی گئی ہیں اون کی تاویلیں اس طرح کی جاتی ہیں +

نہریں نکلنے کے سبب سے دریا خشک ہوتے جارہے ہیں۔ بچہ دار اونٹنیاں حقارت سے دیکھی جاتی ہیں۔ کیونکہ لوگ نہایت تیزی کے ساتھ ریل پر سفر کر سکتے ہیں :۔

اگرچہ یہ مُلّا مذہبی جنگ کے خلاف ہے مگر عیسائیت ہندو مذہب۔ شیعہ مذہب اور انگریزی تعلیم کی تحریک جس کا مرکز علی گڈھ ہے۔ سختی سے مخالفت کرتا ہے +

رفتار زمانہ کا اثر | اعلیٰ تعلیم کے پھیلنے سے جبسکہ ہندوؤں میں برہمن اپنے مذہبی اثر کو گھٹتا ہوُا دیکھ کر اوسے قایم رکھنے اور بڑہانے کی کوشش کررہے ہیں تعلیمیافتہ مسلمان مذہبی زندگی پر گہرا رنگ چڑہانے اور اوس کو درست کرنیکے سعی میں ہیں۔ شہروں میں قریب قریب ہر مسجد میں مدرسہ ہوتا ہے جہاں مذہب کی ابتدائی تعلیم دیجاتی ہے اور گاؤں میں بھی اگر دورہ کرنیوالے مولوی مقررہ اوقات پر جاتے اور وہاں کے باشندوں کو مذہبی امور کی تلقین کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ ایک آسانی اور خوبی اور ہے اور وہ یہ ہے کہ چہوٹے چہوٹے کم قیمت رسالے شایع کئے جاتے ہیں۔ جنمیں نماز عربی زبانمیں اور اوس کے معنے اور پڑھنے کے طریقے سلیس اردو میں لکھے ہوتے ہیں +

قرآن شریف بھی تمام وکمال اردو میں ترجمہ ہوگیا ہے گو ابھی یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہہ ترجمہ عام پسند ہے مگر اسمیں شک نہیں کہ اس کے سبب سے مسلمانوں کی عام جماعت مذہب کے اصلی اور ضروری اصولوں سے آسانی کے ساتھ آگاہ ہوجائے گی۔ اس صوبہ میں اعلیٰ طبقہ کے مسلمانوں میں دو بڑی تحریکیں اس زمانہ میں ہو رہی ہیں۔ سر سیّد احمد خان نے جو کالج علیگڈہ میں قایم کیا ہے اس کا اثر ہر سال چند نوجوانوں کو اعلیٰ تعلیم یافتہ بنا دینے سے کہیں زیادہ بڑھا ہوُا ہے وہ ہندوستان میں اوس ترقی کرنے والی پارٹی کا مرکز خیال کیا جاتا ہے۔ جو جہالت آمیز تعصّب کا مخالف ہے اور جو عربی زبان کی بہت سی خوبیاں اور عمدگیاں تسلیم کرنے کے ساتھ ہی یہ سمجھتی ہے۔ کہ موجودہ ضروریات کے لئے وہ بالکل ناکافی ہے۔ اس اصلاح کی تحریک نے لوگوں کو سیّد احمد خان کا بہت مخالف بنا دیا اور اونہوں نے زور شور سے اونکی تکفیر کی۔ اُن کی پارٹی کا مضحکہ اوڑانے کے لئے نیچری نام رکھا گیا۔ جس کی اصلیت یہ ہے۔ کہ سائنس کے ایک رسالہ سے جسکا نام نیچر تھا۔ سر سیّد احمد خان اپنے اخبار **تہذیب الاخلاق** میں اقتباس کرکے ترجمہ شایع کیا کرتے تھے پچھلے دس سال کے عرصہ میں ایک نئی جماعت مسلمانوں میں اور قائم ہوئی ہے۔ جس کا نام ندوۃ العلماء ہے مسلمانوں کی مذہبی زندگی اور طرز تمدن میں اصلاح کرنیکے کیلئے مختلف مقامات پر اس کے سالانہ جلسے ہوتے ہیں۔ اس کا مقصد مسلمانوں کو پچھلی حالت پر واپس لیجانا ہے کیونکہ گو وہ صاف اور پورے طور پر علوم جدیدکی مخالفت نہیں کرتی۔ اس کا مقصد اصلی عربی زبان کا پھیلانا ہے۔ اس جماعت کا دوسرا بڑا مقصد اسلام کے مختلف فرقوں کو یکجا کرنا اور سنی اور شیعوں میں باہمی اختلافات مٹا کر اتحاد پیدا کرنا ہے۔ مگر اس پر کوئی راضی نہیں ہوتا۔

میں داخل ہو جاوے گی۔ جہاں عام طور سے بیان کیا جاتا ہے کہ جسمانی خوشیاں حاصل ہونگی +

متذکرہ بالا بیان سے بخوبی معلوم ہوتا ہے کہ عام مسلمانوں کے عقائد اور افعال بہترین خیال مذہب کے برخلاف نہیں گو اس پیمانہ سے کسی قدر گرے ہوئے کیوں نہ ہوں۔ ہندو مذہب میں علاوہ اس بزرگ برتر پر اعتقاد رکھنے کے جس کے ہاتھ میں تمام دنیا کی باگ ہے بیشمار دیوتاؤں پر بھی اعتقاد رکھا جاتا ہے۔ ان کے زیر اثر بہت سے دنیاوی امور خیال کئے جاتے ہیں اور یہ خاص رسومات ادا کرنے سے خوش رکھے جا سکتے ہیں اسی طرح گو عام مسلمان خدا کی وحدانیت اور قادر مطلق ہونے پر عام ہندوؤں سے زیادہ راسخ الاعتقاد ہوتے ہیں۔ لیکن اُن کے اعتقاد ایسے ہوتے ہیں کہ اس کے ساتھ ہی وہ بعض متبرک مقامات پر نذر چڑھانے اور نیاز دلانے کو دنیاوی فوائد حاصل ہونے کے لئے مفید اور مستحکم ذریعہ سمجھتے ہیں +

مثلاً بہرائچ میں سید سالار مسعود غازی کے مزار پر بہت سے ہندو اور مسلمان اولاد یا خاندانی قضیوں کے تصفیہ کی دعا مانگنے کے لئے جاتے ہیں + شیخ سدو کا مزار امروہہ میں بیماریوں سے شفا حاصل ہونیکے لئے اور شاہ مینا کا مزار لکھنؤ میں قانونی مشکلات حل کرنے کے لئے مشہور ہے۔ ان تینوں مزاروں میں سے ہر ایک کے لئے ایک خاص نذر مقرر ہے۔ مثلاً اول کے لئے بندھا ہوا جھنڈا۔ دوسرے کے لئے مرغا اور تیسرے کے لئے کپڑے کی چادر مقرر نذریں ہیں + ان کے علاوہ مشہور مزار حضرت بہاؤ الدین مدار شاہ کا مکن پور اور حضرت شاہ علاء الدین صابر کا پیران کلیر میں ہے۔ تعلیمیافتہ مسلمان بھی ایک حد تک ان مشہور اور مقدس مقامات کی زیارت کو بہتر اور مفید خیال کرتے ہیں لیکن اسقدر فرق ہے کہ تعلیمیافتہ محض روحانی اور عام لوگ محض دنیاوی فوائد کے خیال سے ان زیارتوں کے لئے زحمت سفر اٹھاتے ہیں۔ وبا کے دنوں میں عام طور پر روپیہ اور آٹا جمع کرکے غربا کو تقسیم کیا جاتا ہے اور مکانات کی چھتوں پر چڑھ کر رات کے وقت اذانیں کہی جاتی ہیں اور قرآنی آیتیں لکھ کر دروازوں پر چسپان کی جاتی ہیں قحط کے زمانہ میں عموماً خاص نماز پڑھنے کے لئے لوگ عیدگاہ میں جمع ہوتے ہیں اعلیٰ تعلیمیافتہ مسلمان بھی بعض مصیبت یا تکلیف کے موقعوں پر حضرت خواجہ عبدالقادر جیلانی بغدادی یا حضرت شیخ معین الدین چشتی اجمیری سے دعا مانگتے ہیں ایک دوسری رسم جو مسلمانوں میں باعث ثواب سمجھی جاتی ہے وہ کسی مولوی صاحب کو مولود شریف پڑھنے کے لئے کچھ نذر کرنا ہے۔ مولود شریف میں پیغمبر صاحب کی ولادت کا حال ہوتا ہے جو عربی میں پڑھا جاتا ہے۔ اور حاضرین کو اُس کے معنے اور مطالب اردو میں سمجھائے جاتے ہیں۔ شیعوں میں مولود شریف کے بجائے مجلس عزا کی جاتی ہے۔ جس میں حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ کی شہادت کے حالات بیان کئے جاتے ہیں +

(باقی آئندہ)

اسلام اور ہندو مذہب میں مشابہت

مشہور اور مقدس بزرگوں کے مزاروں پر زیارت کی غرض سے جانے کا طریقہ صرف ہندوستان کے عام مسلمانوں ہی میں جاری نہیں۔ کیونکہ ڈاکٹر رسٹین نے ترکستان کے حالات میں لکھا ہے کہ مسلمانوں کے مشہور معبدگاہ اکثر بودہ معبدگاہوں کے قریب یا اُس سے تھوڑے ہی فاصلہ پر واقع ہیں۔ اسی طرح ہندو مذہب کے بھی غالباً اکثر مقدس مقامات ہندو مذہب کے جاری ہونے کے پہلے سے مقدس سمجھے جاتے ہیں۔ متذکرہ بالا دستور سے یہہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ ہندوستان کے مسلمانوں نے جن کی ایک جماعت کثیر نومسلم والدین کی اولاد ہے اسلام کی تعلیم کو غیر مکمل طریقہ میں مانا نہیں۔ نہ یہ کہ اون کے طریقے اس کے قطعی خلاف ہیں +

جو لوگ ہندوستان سے مسلمان ہوئے ہیں یا جن کے والدین خوش ہوئے ہیں انہیں اور نیز مسلمان راجپوتوں میں بہت سی مذہبی ہندووانہ رسومات آج تک قائم ہیں۔ اس کی چند مثالیں ذیل میں بیان کی جاتی ہیں +

بچہ پیدا ہونے کے وقت زائچہ تیار کرایا جاتا ہے اور شادی کے وقت اُس کا خیال رکھا جاتا ہے۔ آپس میں رشتہ داروں کی شادی کے قواعد بالکل ہندو والی ہیں۔ نکاح کی رسم ادا ہونے کے بعد پنڈت اُسے مضبوط کرنے کے لئے بلایا جاتا ہے اور نیز بچوں کے نام رکھنے میں پنڈت سے مشورہ کیا جاتا ہے +

ہندو کے اس خیال کی موت سے ناپاکی پیدا ہوتی ہے۔ بہت سختی سے پابندی کیجاتی ہے گھر میں دو تین روز تک کھانا نہیں پکایا جاتا۔ اور دوست یا عزیز جو دوسرے مکانات میں رہتے ہیں۔ اپنے گھر سے کھانا پکوا کر لاتے ہیں +

کپڑوں کا ایک جوڑہ تیار کرکے کسی مُلّا کی نذر کیا جاتا ہے۔ اور موت کے بعد چالیس روز تک لحد پر چراغ جلایا جاتا ہے۔ بعض مثالیں ایسی بھی موجود ہیں کہ اسلام کے مقررہ طریقوں میں۔ ہندوؤں کے میل جول کی وجہ سے ایک بڑا فرق پیدا ہو گیا ہے +

شب برات ایک تہوار ہے جو شعبان کی چودہویں شب کو ہوتا ہے اور جس میں خدا اور تمام پیغمبروں اور اون کی اولاد کے نام پر غربا کو خیرات دیجاتی ہے +

ہندوستان کے مسلمانوں نے اس دایرہ کو بہت وسیع کر لیا ہے اور یہ سمجھتے ہیں کہ اس خیرات سے اُن کے خاندان کی تمام متوفی لوگوں کی روحوں کو ثواب پہنچتا ہے اور بعض لوگوں کا تو یہاں تک عقیدہ ہے کہ اگر یہہ رسم ادا نہ کی گئی تو روحوں کو بہشت میں گھسنے کی اجازت نہ ملے گی اور اون پر عذاب ہوگا +

شادیٔ بیوگان اگرچہ خیالی طور پر جائز رکھی گئی ہے لیکن در اصل عام رائے اُس کے خلاف ہے گو مسٹر ویلر سینیر کی اوس نصیحت سے جو اونہوں نے اپنے بیٹے کو کی تھی۔ عام خیالات کا ایک صاف عکس ہمارے دل پر پڑتا ہو لیکن غالباً ایسا ہوا ہے کہ ہندوؤں میں شادی بیوگان کی راہ مسدود ہونے کا ایک بڑا اثر مسلمانوں پر بھی پڑا ہے +

اس کے علاوہ بہت سے امور ہیں مثل آپس کی شادی۔ حقہ اور خور و نوش جس میں ہندوؤں کا اثر مسلمانوں پر نمایاں طور سے پڑا ہے +

میرے اجلاس میں ایک مرتبہ ایک فوجداری کے مقدمہ میں ایک مسلمان گواہ کو جس کے بہت سخت چوٹ لگتی تھی۔ گواہی دینے کی حالت میں غش آگیا اور جب پانی منگوایا گیا تو اس نے پینے سے اس سبب سے انکار کیا کہ شاید یہ گلاس کافر کے منہ سے چھو گیا ہو۔ مرحوم سر سید احمد خاں نے مجھ سے کہا تھا کہ "اپنی جوانی میں میں نے ایک مرتبہ یہ خیالات ظاہر کئے تھے کہ عیسائیوں کے ساتھ اُس وقت تک کھانا کھانے میں کچھ ہرج نہیں جب تک اوس کے دسترخوان پر ناجائز چیزیں نہ ہوں۔ اور اوس پر لوگوں نے مجھ پر نہایت سخت حملے کئے۔ اور اب بھی گو اعلیٰ تعلیمیافتہ مسلمان اس سختی کو نہیں برتتے تاہم ایسے لوگوں کی تعداد کچھ کم نہیں ہے جو یورپین سے مصافحہ کرنے کے بعد اپنے ہاتھ دھو ڈالتے ہیں" +

یہ تمام رواج دیگر ممالک اسلامی کے بالکل خلاف ہیں کیونکہ ایران میں میں نے اپنے میزبان کے ساتھ ایک ہی رکابی میں اپنی انگلیوں سے کھانا کھایا ہے اور میں اون کے حقہ کے دور اور وہ میرے سگار کے دور میں یکساں شریک ہوئے +

مختلف فرقے

اس صوبہ میں مسلمانوں کے بڑے بڑے فرقے دو ہیں۔ اول سنی جن کی تعداد ۶۴ لاکھ ۳۰ ہزار ۷ سو ۶۶ ہے دوم شیعہ جنکی تعداد ایک لاکھ ۸۲ ہزار ۲ سو ۸ ہے انکے علاوہ ۴۶ ہزار ۲ سو ۲۰ بھنگی ہیں جنہوں نے باوجود مسلمان ہونے کے یہ لکھوایا ہے کہ ہم لال بیگی کی پرستش کرتے ہیں +

اگر ہم ایک ہزار مسلمان لیں تو اُس میں سے

غلام مولا

ذیل کے نقشہ سے معلوم ہوگا۔ کہ مسلمانوں کی مختلف جماعتیں مختلف گناہوں کو مذہب کے پیمانہ سے کسقدر کم معیوب سمجھتی ہیں لیکن اس نقشہ سے یہ نتیجہ نکالنا محض غلط ہوگا کہ جو گناہ کم معیوب سمجھے جاتے ہیں وہ قوم میں کثرت سے مروج ہیں میرے خیال میں اکثر ایسا ہوتا ہے۔ کہ لوگ ایک کام کو کرتے ہیں اور دوسروں کے سامنے یا خود تنہائی میں اسکی برائی کرتے ہیں۔ مزید ذیل اعداد کو ممکن ہے کہ بعض صاحب محض خیالی بات سمجھیں مگر میرے نزدیک یہ قریب قریب صحیح ہیں اور ان سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ مختلف گناہوں کو مختلف جماعتیں کہاں تک معیوب سمجھتی ہیں۔

[illegible]	[illegible]	مسلمانوں کی مختلف جماعتیں ان گناہوں کو مذہب سے کسقدر کم معیوب سمجھتی ہیں			
		پکے مذہبی	امراء	عام لوگ	انگریزی تعلیم یافتہ
ترک نماز	۱۰۰	۹۹	۴۰	۶۰	۱۰
ترک روزہ	۱۰۰	۹۹	۳۰	۴۰	۲۰
سور کا گوشت کھانا	۱۰۰	۱۰۰	۱۰۰	۱۰۰	۹۹
شراب خوری	۱۰۰	۱۰۰	۵۰	۸۰	۲۰
افیون کھانا	۱۰۰	۶۰	۶۰	۲۰	۱۰۰
[illegible] پینا	۱۰۰	۱۰۰	۴۰	۸۰	۱۰۰
سود لینا	۱۰۰	۹۹	۲۰	۶۰	۰
سود دینا	۱۰۰	۶۰	۰	۰	۰
جھوٹی شہادت دینا	۱۰۰	۹۵	۹۰	۱۰	۱۰۰
قرآن مجید پر قسم کھا کر پھر توڑ دینا	۱۰۰	۱۰۰	۱۰۰	۱۰۰	غالباً کوئی [illegible]
رشوت لینا	۱۰۰	۹۰	۸۰	۲۰	۹۵
رشوت دینا	۱۰۰	۵۰	۵۰	۵	۹۵
رشتہ داروں سے زناکاری	۱۰۰	۱۰۰	۱۰۰	۱۰۰	۱۰۰
غیر کی بی بی سے زناکاری	۱۰۰	۱۰۰	۸۰	۹۰	۹۵
ناچ علانیہ	۱۰۰	۱۰۰	۵۰	۹۰	۱۰۰
ناچ [illegible]	۱۰۰	۱۰۰	۲۰	۵۰	۹۵
ناچ پوشیدہ	۱۰۰	۱۰۰	۱۰۰	۵۰	۶۰
ایک سے زیادہ عورتوں سے شادی کرنا	۰	۳۰	۴۰	۹۰	۹۹
طلاق (۵)	۰	۳۰	۹۹	۹۰	۱۰۰

(۵) اگر کوئی شخص اسکے متعلق جو قیود مذہب نے رکھی ہیں انکا خیال نہ کرے تو سخت سزا کا مستوجب ہوتا ہے۔

(۵) طلاق عام طور پر وحشیانہ حرکت سمجھی جاتی ہے ایک عورت جسکو طلاق دیجاتی ہے۔ ننگ خاندان سمجھی جاتی ہے۔ اور چونکہ شادی عزیزوں میں ہوتی ہے اس لیے دولہا اور دولہن دونوں کے خاندان کی ذلت طلاق سے ہوتی ہے۔ اسکے علاوہ کثیر تعداد مہر کی اور عورت کو دوبارہ عمدہ شوہر ملنے کی امید نہ ہونا طلاق کے روکنے کے دوسرے مفید ذریعے ہیں۔

عیسائیت کا تشبث بالحشیش

عیسائی مذہب کی ناکامی اور نامرادی نے ایسے مختلف پہلو بدلنے پر مجبور کیا ہوا ہے جب ہندوستان کی شریف قوموں میں کامیاب نہ ہوسکے تو آخر دو چوہڑوں میں عیسائیت کے پھیلانے کی کوشش کی گئی پھر ہمیں یاد ہے کہ بمبئی میں ایک مڈ نائٹ مشن (آدھی رات کا مشن) قائم ہوا تھا اسکے ذریعہ غالباً ان تاریک بازاروں میں کام کیا جاتا تھا جو حرامکاری کے لیے مخصوص ہیں اور اب مدراس میں یہ کوشش کی جارہی ہے کہ ناچنے گانے والی عورتوں کو عیسائی بنائیں اور انکو اخلاقی حلقہ میں کھینچ لائیں + یہ ساری کوششیں عیسائیت کی ڈوبتے کو تنکے کا سہارا کافی ہے کی مصداق ہیں تاہم اگر عیسائی اس قوم میں بھی بشرطیکہ یہی مقصد کامیاب ہوجائیں تو ایک حد تک معیشت بہتر لیکن مشکل تو یہ پڑی ہوئی ہے کہ نفس ناچ تو عیسائی ہوکر بھی بند نہ ہوگا عیسائیوں کو چاہیئے کہ پہلے اپنے گھروں میں بال وغیرہ کے مہذب ناچ کو بند کرنیکی کوشش کریں جسکے دیکھنے کو معمولی عیسائی سے لیکر مقدس بشپ تک جائز سمجھتے ہیں ہاں اگر ان ناچنے گانے والی عورتوں کے عیسائی بنالینے سے یہ غرض ہے کہ چونکہ وہ اپنے پیشہ میں استاد اور طاق ہوتی ہیں اور عجیب وغریب مکر وحیل انکے نوجوانوں کے پھانسنے کے یاد ہوتے ہیں تو کچھ شک نہیں کہ وہ مشنری ورک میں بڑی بھاری معاون ثابت ہوں گی۔ لیکن ہر حالت میں یہ کوشش عیسائیت کے لیے مفید اور موزوں ثابت ہوتی نظر نہیں آتی۔

یسوع کی الوہیت کی دلیل نصاری کے ہاتھ میں کیا ہے

دعوی الوہیت مسیح بے دلیل ہے

درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے یہ مقولہ انہی کے سرگروہ کا ہے اور دنیا میں حق اور باطل کا بڑا عجیب معیار ہے الوہیت کی شناخت تو آپکے کاموں سے ہونی تھی کوئی خرق العادت کام اور خارق عادت قدرت کا ظہور ہوتا تو کہتے کہ وہ کیسے ممتاز اور حیرت انگیز [illegible] آپکی ذات کے لیے جگہ نکل آتی۔ دنیا سنکر کی لافوں اور فضولیوں سے تو کسیکو کوئی رتبہ نہیں دلایا اور نہ بیہودہ لاف کاف کوئی عظمت کا مستحق بنانیکی صلاحیت رکھتی ہے ہزاروں مجنوں منہ سے کیا کچھ نہیں کہتے مدعی خدا بنتے کرہ زمین کے مطلق العنان بادشاہ۔۔۔ بنتے اور کیا کیا بکتے ہیں مگر معیار عمل اور محک امتحان آخر دکھا دیتی ہے کہ پاگل ہیں یسوع کے منہ کے لاکھوں دعوی ہوں اور منہ کی باتوں سے وہ کیا کچھ نہ بنا ہو (اگرچہ ہم ملتے ہیں کہ باتیں بھی انکی کوئی خرق العادت نہیں بلکہ کہ کھینچ تان کر بات کو کہیں سے کہیں لیجاتے ہیں) مگر کوئی عمل دکھاؤ اور واقعات سے کوئی نظیر لاؤ کہ گردنیں خودبخود اسکے آگے جھک جائیں عقیدہ اور ذاتی مفروضات تو کوئی شئے نہیں۔

یسوع ناکام رہا

یسوع اپنے مشن میں نامراد رہے پورے معنوں میں نامراد رہے ذلت وشکست نصیب

رہ کر اسیر کرکے آخر گمنام ہوجائے اور قوت قریب اور غلبہ انقلاب سے بھی یہ شان کہ وہ دو چار شخص جو ایمان لائے امتحان میں وہی فیل ہوجائیں اور تعلیم بھی ساری کی ساری خصوصاً وہ مانند گمنام ناقابل عمل پہاڑی وعظ بھی حرفاً تالمود کی نقل ہو اور آپکا کام (معجزات) بھی وہی توریت کے نبیوں کے کام یا انکی نقل ہوں اسپر بھی وہ قادر مطلق خدا اور رب یسوع مسیح اور جلال کے تخت کا شاہزادہ ہو۔

آنحضرت صلعم پورے پورے کامیاب ہوئے اور آپکی پر زور تحدی

اور پورے معنوں میں کامیاب بامراد انسان جسکی کامیابی کا نظیر لانے سے تاریخ عالم بکلی ساکت ہو وہ جسکو اسوقت جبکہ وہ ناتوان بیکس اور بیچارہ وتنہا تھا اور ہر قسم کے استخفاف واستحقار قوم کا نشانہ بنا ہوا تھا بڑی ہی حیرت انگیز تحدی سے دعوی کیا انی رسول الله الیکم جمیعًا الذی له ملك السموات والارض یعنی میں تم سب کی طرف اس خدا کا بھیجا ہوا آیا ہوں کہ آسمانوں اور زمین کا مالک ہے ہمیں صاف سمجھا دیا کہ یقیناً آسمان میری تائید میں ہوگا اور طبقات سماوات سے جو برکات زمین پر نازل ہوتی ہیں وہ سب بہر وجہ میری آئینگی اور میرے مخالف آسمان کی تقدیروں اور مصائب کا ہدف بنیں گی اور الارض یعنی اول بالذات اس سرزمین کی حکومت میرے قبضہ میں رہیگی اور میرے مخالف اسکے سطح پر سے اٹھا دیے جائیں گے اور یہ دعوی کیا اقرأ باسم ربك الذی خلق خلق الانسان من علق اقرأ وربك الاکرم الذی علم بالقلم علم الانسان مالم یعلم اسکے آخر میں یہ دعوی کیا فلیدع

لورڈ اسپیڈ ور کے مقدمات کی تیاری [illegible]

پیش گوئی کا فلسفہ

از حضرت مولانا مولوی عبد الکریم صاحب سلمہ ربہ

پیشگوئی ایسا سائنس ہے جسکی اصطلاحیں استعارات وکنایات ہوتی ہیں۔ ابہام و احتمال اور ذی الوجوہ ہونا انکی ترکیب کا لازمہ ہوتا ہے۔ ایک شخص کی کشفی آنکھ عالم مثال میں معانی کی صور کو مشاہدہ کر رہی ہے وہ اُن حقائق و کیفیات کو عالم محسوسات کے دائرہ نشینوں کے سامنے بیان کرتا ہے۔ اس لئے لامحالہ اُسے تمثیلوں اور استعاروں سے کام لینا پڑتا ہے۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ خواب میں ایک شے از قبیل مادیات نظر آتی ہے اور تعبیر اُس کی کیفیات سے ہوتی ہے۔ جیسے جناب ہادیٔ کامل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دکھایا گیا کہ آپنے اس قدر دودہ پیا کہ اسکی تری آپکے ناخنوں سے نکل پڑی اور اُس کا بقیہ آپنے جناب فاروق رضی اللہ عنہ کو دیا سو اسکی تاویل آپنے **علم** سے فرمائی۔ اور بعض دفعہ اشیاء مادیہ دکھائی جاتی ہیں لیکن تاویل وقوع کے وقت اُنکی صورت کو ادنیٰ مشابہت بھی اصل وکہائی گئی شے سے نہیں ہوتی بلکہ کلی مغائرت ہوتی ہے۔ اسکی مثال جناب یوسف علیہ السلام کا خواب ہے جو ایام طفولیت میں اُنہیں دکھایا گیا کہ گیارہ ستارے اور چاند سورج اُن کے آگے ڈنڈوت کر رہے ہیں۔ ایک عرصہ دراز کے بعد اللہ تعالےٰ نے اُنہیں تخت مصر پر متمکن کیا اور قحط نے کنعان میں جناب یعقوب علیہ السلام اور اُنکی اولاد کو مجبور کیا کہ وہ عزیز مصر کے حضور جا کر رفع تکالیف کی التجا کریں۔ وہ گئے اور بادشاہ کے بارعب تخت کے سامنے اپنے گیارہ بیٹوں سمیت بڑے ادب سے مجرا بجا لائے۔ اور اُسوقت جناب یوسف نے شدت خوشی سے وجد میں آکر کہا **ھذا تاویل رؤیای من قبل قد جعلھا ربی حقا۔**

شیخ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کے تذکرہ میں آپکا ایک دلچسپ خواب لکھا ہے جو ہمارے بیان کی پوری تائید کرتا ہے۔ **ولما دخل بجایۃ فی رمضان ۵۹۷ھ قال رایت لیلۃ فی التاریخ المذکور انی نکحت نجوم السماء کلہا فما بقی منہا نجم الا نکحتہ بلذۃ عظیمۃ روحانیۃ ثم لما کملت نکاح النجوم اعطیت الحروف فنکحتہا فعرضت رؤیای ھذہ علی من عرضہا علی رجل عارف بالرؤیا بصیر بہا وقلت للذی عرضتہا علیہ لا تذکرنی فلما ذکر لہ الرؤیا استعظمہا وقال ھذہ ھو البحر الذی لا یدرک قعرہ صاحب ھذہ الرؤیا یفتح لہ من علوم العلویۃ وعلوم الاسرار وخواص الکواکب ما لا یکون فیہ احد من اھل زمانہ۔**

(اور رجب ۵۹۷ھ میں حضرت شیخ صاحب بجایہ میں وارد ہوئے آپ فرماتے ہیں کہ اُسی رات میں نے دیکھا کہ مینے آسمان کے سارے ستاروں سے مجامعت کی۔ کوئی ستارہ باقی نہ رہا جس سے بڑی روحانی لذت کے ساتھ مینے جماع نہ کیا جب یہ معاملہ ختم ہوا تب میرے سامنے حروف پیش کئے گئے اور مینے اُن سے جماع کیا مینے یہ رویا ایک شخص کو سنائی اُس نے ایسے شخص کے آگے پیش کی جو علم التعبیر کا عالم اور عارف تھا۔ مینے اُسے یہ بھی کہہ رکھا تھا کہ دیکہنا میرا نام نہ لینا کہ یہ فلاں شخص کی رویا ہے۔ اُس عالم آدمی نے اس رویا کو سنکر بہت ہی گرامی قدر سمجھا اور کہا یہ ایسا سمندر ہے جسکی تہ تک کوئی پہونچ نہیں سکتا۔ اس خواب والے شخص پر آسمانی علوم۔ اسرار کے علوم۔ اور ستاروں کے خواص کھولے جائیں گے اور یہ رتبہ اسکی ہمعصروں سے کسی کو بھی میسر نہ ہوگا۔)

اتنی دور جانے کی کیا ضرورت ہے اللہ تعالیٰ نے انسانی فطرت میں یہ مادہ رکھا ہے۔ ہر ایک انسان کے پاس اس بات کے یقین کرنے کی کافی وجوہات ہیں کہ عالم خواب ایک عجیب عالم ہوتا ہے جو سراسر تمثیلات۔ استعارات اور کنایات اور تخیلات سے بھرا ہوتا ہے۔ دکھایا کچھ جاتا ہے اور وقوع میں کچھ آتا ہے۔ بقدر استعداد کے کم و بیش ہر ایک انسان صحیح خواب دیکھنے کی صلاحیت رکہتا ہے۔ ہاں درست ہے کہ اس لطیف سائنس سے بہت تھوڑے واقف ہوتے ہیں۔ مگر عدم واقفیت سے کسی شے کا محض بطلان لازم نہیں آتا۔ ہر شاخ علم کا دنیا میں یہی حال ہے۔ **الناس اعداء ما جھلوا** نہایت درست قول ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نبوت کی صداقتوں کے اثبات کے لئے اور اقلاً انبیاء کے عجائب احوال کے روبرو سر تسلیم خم کرانے کے لئے فطرت انسانی میں خواب کا عالم ودیعت رکھ دیا ہے۔

یہی قوی دلیل ہے جسکی راہ نمائی کی مدد سے سلیم الفطرت انسان نے انبیاء علیہم السلام کی رویاء و مکاشفات کو تسلیم کیا ہے۔ کسی پر یہ حالت واقع ہو نہ ہو مگر اُس نے اسی قانون قدرت کے موافق اور ممکن الوقوع فرض مانا ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ رویائے صالحہ بھی اجزائے نبوت سے ہے۔ چنانچہ حضرت صدیقہ مطہرہ رضی اللہ عنہا وارضاہا فرماتی ہیں۔ **اول ما بدء بہ صلی اللہ علیہ وسلم من الوحی الرویا الصالحۃ فی النوم فکان لا یری رویا الا جاءت مثل فلق الصبح** یعنے آنحضرت صلعم کی وحی کی ابتداء یوں ہوئی کہ آپ کو پہلے خواب میں ٹھیک ٹھیک رویا دکہائی دینے لگی ہر ایک رویا کی تعبیر و تاویل روز روشن کی طرح واضح و آشکار ہوتی تھی۔ اب اس امر میں تو کچھ شبہ نہ رہا کہ رویا ضرور ایک واقعی عالم ہے اور اُس کے عجائبات و غرائبات کی کچھ انتہا نہیں۔ پیشگوئی میں بھی چونکہ یہ بھی رویا کے سلسلے سے ہوتی ہے لاانتہا عجائبات مگر از قبیل بیان و نغزہ مندرج ہوتے ہیں۔ بلکہ بعض اوقات یہ بھی ضروری نہیں ہوتا کہ خود نبی یا ولی کو بھی جو صاحب الرویا ہے مفصلاً و محققاً اُسکے مطالب و معانی پر اطلاع ہو۔ چنانچہ جناب یوسف صدیق علیہ السلام کو اس خواب کا ٹھیک ٹھیک ذائقہ تو اُسی وقت آیا جب اُسکی حقیقی تاویل ظاہر ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کی یہ عادت ہے کہ بعض اوقات اُن حوادث و وقائع کی جو اس عالم کون و فساد میں واقع ہونیوالی ہوتی ہیں۔ عالم مثال میں اجمالی صورت پیدا کر دیتا ہے اور اپنی ایک خاص حکمت کے اظہار کے لئے اپنے خاص بندوں کو اسپر مطلع فرما دیتا ہے۔ وہ لوگ سینکڑوں اور کبھی ہزاروں برس بعد وقوع ہونے والے واقعات کو عجیب عجیب استعارات کے پیرایہ میں بیان کرتے ہیں۔

یہ کہنا کہ پیشگوئیوں کے الفاظ اپنے ظاہری معنوں پر محمول ہونے چاہیئے سخت جہالت کی بات ہے۔ کتب سماوی پر نظر ڈالنے سے صاف کُھل جاتا ہے کہ انبیائے سابقین کن کن پیرائیوں میں پیش گوئیاں بیان کرتے تھے۔ چونکہ اب تو اکثر اُنکی پیشگوئیاں ظہور میں آچکی ہیں اسلئے اُنکے مصداق و تاویلات کے ساتھ مقابلہ کرنے سے ہمارے بھائی اہل اسلام کو جو اپنی کوتہ حوصلگی سے کتب سابقہ کیطرف آنکھ اُٹھا کر دیکھنا گوارا نہیں کرتے (اور حقیقت میں یہی باعث ہے کہ انہیں انبیاء کے طرز کلام سے کچھ بھی واقفیت نہیں اور قرآن کریم کے اکثر قصص و ایام کی حقایق سے محض ناآشنا ہیں) کوئی ہی دقت نہ رہے گی۔

(۱) حضرت یسعیا نبی علیہ السلام اپنی درماندہ اور شکستہ حال قوم کو تسلی دیتے وقت یہ پیشگوئی فرماتے ہیں "وہ تیرے مردے جی اُٹھیں گے۔ اُنکی لاشیں اُٹھ کھڑی ہوں گی۔ تم جو خاک میں بسے ہو جاگو اور گاؤ کیونکہ تیری اُوس اُس اوس کی مانند ہے جو نباتات پر پڑتی اور زمین مردوں کو جنم ڈالے گی"۔ باب ۲۶

ہمارے ظاہر پرست اور تفسیر احادیث کا دعویٰ کرنے والے نشان زدہ فقرات پر غور کریں کیا اُن سے وہی حقیقت مراد ہے جو ظاہر الفاظ سے نکلتی ہے؟۔

(۲) الف۔ ہاں بادشاہوں کی چھاتی سے دودہ چوسے گی۔

(ب) آگے تیری روشنی دن کو سورج سے اور رات کو تیری چاندنی چاند سے نہ ہوگی بلکہ خداوند تیرا ابدی نور اور تیرا خدا تیرا جلال ہوگا۔

(ج) تیرا سورج پھر کبھی نہ ڈھلے گا۔ اور تیرے چاند کا

زوال نہ ہوگا (باب ۶۰)

ہمارے عزیز بیس طبع اصحاب ظاہر غور کریں اور نمبر (ج) والی پیشگوئی پر گہری نگاہ ڈالیں کہ کیا واقعی سورج کا نہ ڈہلنا اور چاند کا زوال نہ ہونا اپنے ظاہر پر چل کیا جاویگا یا انکی حقیقت کچھ اور ہے۔

(۳) اُسوقت بھیڑیا برّہ کے ساتھ رہے گا اور چیتا حلوان کے ساتھ بیٹھے گا اور بچھیا شیر بچہ اور پالا ہوا بیل ملے جُلے رہیں گے۔ اور ننہا بچہ اُنکی پیش روی کریگا۔ گائے اور ریچھنی ملکے چریں گی اُن کے بچے ملے جُلے بیٹھیں گے اور شیر ببر بیل کی کیطرح پوآل کہائے گا۔ اور وہ لڑکا جسکا دودہ چھڑایا گیا ہوگا کالے ناگ کی بانبھنی میں ہاتھ ڈالے گا (یسعیاہ باب ۱۱-۷-۸)

ہم نہیں سمجھتے کہ ہمارے علماء جنہوں نے بڑی دانشمندی سے اہل الحق و التحقیق کا نام مؤتین رکھا ہوا ہے ان الفاظ کے کیا معنی قرار دینگے۔ وہ یاد رکھیں کہ ایک عالم ان پیشگوئیوں کو حق مانتا چلا آیا ہے مگر کیا کسی نے ان الفاظ کے ظاہری معنے لینے کی جرأت کی ہے؟ اور کر کیونکر سکتا ہے؟ قدرت کا قانون اُسے صاف جھٹلانے کو تیار ہے۔

غرض پیشگوئی سربستہ راز اور معمّا ہوتی ہے اس کا حل و انکشافات بجز اہل کشف و الہام کے اور کوئی کیا کر سکتا ہے؟ بعینہ جیسے خواب کی تاویل سوائے اہل بصیرت کے دوسرے پر کھل نہیں سکتی۔ اور عوام بلکہ اس زمانہ کے بعض خواص علوم مغربی کی کورانہ تقلید کے باعث عالم رویا اور پیشگوئی کو خواب پریشان اور بے حقیقت محض کہکر ٹھٹھے میں اُڑاتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ اُنہیں فہم عطا فرمائے اور اُنہیں توفیق دے کہ اہل اللہ کی صحبت اختیار کریں۔

ہمارے ہادی علیہ الصلوٰۃ و السلام نے جو پیشگوئی مثیل مسیح کی نسبت فرمائی ہے اور جسے استعارہ کیطور پر ابن مریم کرکے کہا گیا ہے ہمارے علماء اندہی اونٹنی کی طرح اُسکی معانی کی تشریحات کے میدان سرگرداں ہو رہے ہیں۔ اگر وہ ذرا بھی غور کرتے تو ابن مریم کا لفظ اُنکی راہ میں ٹہوکر کا پتھر نہ بن جاتا۔ ملابست تامہ اور شدید مشابہت ظاہر کرنے کے لئے صاحب رویا (علیہ الصلوٰۃ و السلام) حرف تشبیہ کو اُڑا کر صرف مشبہ بہ کے ذکر پر اکتفا فرماتا ہے۔

بایں معنے کہ وہ آنیوالا شخص سیرت میں ایسا مشابہ و مماثل ابن مریم سے ہوگا کہ گویا خود ابن مریم ہی ہوگا۔ نہایت صاف بات ہے۔ معلوم نہیں اس میں کیا غرابت ہے؟ اصل یہ ہے کہ انہیں اس اعتقاد نے کہ حضرت مسیح علیہ السلام مع جسد زندہ آسمان پر اُٹھائے گئے اور پھر وہی بذات خاص تشریف لاویں گے۔ حقایق کے فہم سے معطل کر دیا ہے۔ ہمیں بالکل فضول اور محض غیر ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس امر پر لمبی بحث چھیڑیں۔ اب ایسی بلاہت بعد کور خردی کا وقت نہیں ہے۔ کہ تعلیم یافتہ قوم اس بے ثبوت بات پر

کچھ بھی توجہ کرے معلوم نہیں کہ شیعوں کے امام مہدی کیطرح جو محض معطل ہاتہ پر ہاتہ دہرے کسی غار میں بیٹھے ہیں۔ ہمارے ان علما کا خیالی مسیحا بے کار آسمان پر بیٹھا کیا کرتا ہے اور برسوں ہوگئے صفت نبوت سے کچھ بھی کام نہیں لیتا۔ اُمت محمدی لاانتہا فتن و مصائب میں مبتلا ہوئی۔ بیسیوں رستخیزیں اس پر نازل ہوئیں اس کے سیکہوں باصلحا و علما قتل کئے گئے۔ شہر پر شہر ان سے چھینے گئے۔ رہا سہا دین تھا سو وہ بھی لٹ گیا ہے تباہی بغداد کے اُس خطرناک ہنگامے کے غوغائے عظیم سے بھی جس میں عالموں صالحوں۔ زاہدوں۔ بڈہوں۔ جوانوں۔ یتیموں۔ بیواؤں کی شور و شیون نے قیامت کی تاثیر پیدا کر دی تھی۔ انکی آہوں کے تیر آسمانوں کو چیر کہیں کے کہیں نکل گئے تھے مگر حضرت مسیح نہ جاگتے تھے نہ جاگے!!!

انکی عقلوں پر معلوم نہیں کیا پتھر پڑ گئے ہیں کہ آریوں کی طرح خدا کو محدود دارواح کا خالق اعتقاد کر رکھا ہے۔ انکے نزدیک اور کسی روح جدید کے پیدا کرنے پر وہ قادر نہیں! گو انہوں نے مہربانی کرکے اتنی رعایت ضرور کی کہ اُس طرح اور اُن معنوں میں تناسخ کے قایل نہ ہوئے مگر ایک دوسری آڑ میں کام وہی کیا۔ ارے بہائیو سوچو خدا تمہیں سمجھ عطا کرے! اللہ تعالےٰ کو کیا ضرورت ہے کہ ایک شخص کو اتنی مدت تک کسی کام کے لئے محفوظ (ریزرو) رکھ چھوڑا ہے

اُس خاصیت اور قابلیت کا کوئی اور انسان وہ خلق نہیں کر سکتا؟ اگر اُسکی حکمت کا ایسا تقاضا ہوتا اور اُسکی عادت یوں جاری ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل و اکمل اس غرض سے سرانجام کے لئے اور کون ہو سکتا تہا جنہوں نے اپنی پہلی زندگی میں ہی دکھا دیا کہ دنیا میں وہ بڑے بڑے کام کرنے کی کامل صلاحیت رکھتے تھے اور انہوں نے ہزاروں فوق العادۃ کام کر بھی دکھائے۔ حضرت مسیح نے اپنی پہلی زندگی میں کیا کیا کہ پھر اُنہیں دوبارہ دنیا میں آنے کی خاطر محفوظ اور آمادہ رکھا جاتا!!!

تعالیٰ شانہ عما یقولون علواً کبیراً۔

ہمیں ارمان ہی لگا رہتا ہے کہ کاش ہمارے اُس سردار کو (صلی اللہ علیہ وسلم) دو تین سو برس کی نہ سہی کوئی سو ہی برس کی زندگی مل جاتی نہیں تو اُنکے ارشد جانشین حضرت فاروق کو ہی کوئی اور دس بیس برس کی مہلت عطا ہوتی کہ شاید بڑے بڑے کام اُنسے ظہور میں آتے۔ یہاں تو خداوندی امر نے ایک ساعت کے لئے بھی دم نہ لینے دیا حالانکہ ثابت ہو چکا تہا کہ وہ کام کے آدمی تھے مگر تعجب اور سخت حیرت ہے کہ ایک بدھو انسان کو سیکڑوں برس کی دراز زندگی ملی ہے اور پھر بے فائدہ!

یہ عجب مغالطہ ہے کہ سلف سے کوئی اس طرف نہیں گیا۔ ہمنے جہانتک اس قول پر غور کی ہے ہماری سمجھ میں اسکا کبھی بھی کچھ مفہوم نہیں آیا۔ گذشتہ تمہ کیا عالم الغیب تھے؟ کیا ہر قسم کی نئی نئی پیدا ہونیوالی تحقیقات اور متجدد ضروریات کا اسوقت انکو اجمالی یا تفصیلی علم تھا؟ ہمارے نزدیک ایسا دعویٰ کرنا سراسر قانون قدرت کے خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ کا قانون قدرت ہر ایک کے سامنے کہلا ہوا ہے۔ ایام قدیم کے حکما و موجدین کو کیوں ایسے اسباب نہ مل گئے کہ وہ زمانہ حال یا استقبال کے حکما و موجدین کے لئے کوئی بھی ایجاد و اختراع باقی نہ چھوڑ جاتے اور نیچر یکدفعہ ہی اپنے تمام مدفونات و مکنونات اگل کر اُنکے آگے دہر دیتی۔ مگر عادت اللہ نے دکھایا ہے کہ ایسا نہ ہونا اس کے تقاضا و مشیت کے خلاف ہے اُس نے ایسا ہی مقدر کر رکھا ہے کہ ہر شے بتدریج اور اپنے وقت پر ظہور میں آتی ہے۔ جسطرح ہم دیکھتے ہیں کہ گویہ وسیع کائنات ہر آنکھ کے سامنے کہلی ہوئی ہے مگر باایں ہمہ ہر شخص علت و معلول۔ سبب و مسبب کے رشتہ سے آگاہ نہیں ہو سکتا۔ ہر ایک کا ذہن جزئیات سے کلیات کی جانب منتقل نہیں ہو سکتا۔ جسکا نتیجہ مشاہدہ میں عیاں ہے کہ ہر ایک شخص ایجاد و اختراع پر قادر نہیں ہو سکتا۔ لاکھوں کروڑوں جید عقلا گذر گئے اور اس عصر میں بھی موجود تھے مگر انجن کی ایجاد کا درحقیقت فخر حکیم مطلق نے سٹیفن صاحب کے ہی بخت سے بخشا۔ اسی کا حال تمام مخترعات کا ہے کہ ضرورت کیوقت خاص خاص شخصوں کو ملتاز مناسبتوں کے باعث خاص خاص ایجادوں کا الہام ہوتا ہے۔ بعینہ یہی حال اس کلام پاک کا ہے۔ قرآن کریم اس کائنات سے بھی زیادہ دقائق و خزائن اسرار سے بہرا ہوا ہے سو بظاہر اس کائنات کے ظاہری نظاروں کی طرح ہر عام و خاص کی آنکھ کے سامنے یکساں کہلا ہوا ہے۔ مگر کسی علوم الہیہ کے موافق لاکھوں میں کوئی ایک ایسا مبعوث ہوتا ہے جسے اُسکے حقیقی مفسر ہونیکا استحقاق فخر حاصل ہوتا ہے اور اسطرح گو لاانتہا ویسے مفسر ہوتے چلے جائیں کلام الہی کے اسرار و معانی کا ذخیرہ خرچ ہو جانا قطعاً محالات سے ہے۔ ما نفدت کلمات اللہ حق اور صدق ہے۔ اللہ تعالےٰ علیم و خبیر جس وقت اور زمانے میں اُس دہر کے تقاضا کے موافق جو راز اپنی قدرت کا ظاہر کرنا چاہتا ہے ایک بندے کو اپنے بندوں سے مشرف بالہام فرما دیتا ہے۔

یہہ کہنا اگر بیہودہ اور لغو ہے کہ ہمارے سلف صالحین کو ریل کا، تار کا، ہر قسم کی موجودہ صنعتوں کا علم تہا حتی کہ وہ بعض اوقات بیلونوں میں بیٹھکر مکہ سے مدینہ کو اور مدینہ سے بیت المقدس کو جاتے تھے تو اس امر پر ضد و اصرار کرنا بھی ویسا ہی بالکل بیمعنی اور قانون قدرت کے خلاف ہے کہ تمام ضروری علوم دینی اور اسرار و حکم اور تمام معارف و دقایق الہیہ پر انکو پورا احاطہ اور کامل وقوف تھا۔ (باقی آئندہ)

بیعت

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَالْفَتْحُ وَانْتَہٰی اَمْرُ الزَّمَانِ اِلَیْنَا اَلَیْسَ ھٰذَا بِالْحَقِّ

مولوی رحمت اللہ صاحب ۔ سہارنپور
محمد صادق صاحب ۔ گجرات ۔ عبداللہ صاحب ۔ گجرات
مولوی حیات محمد صاحب ۔ بیلنہ گونڈا ضلع شاہ پور
چوہدری اللہ وڈھایا صاحب ۔ سلار ۔ گوجرانوالہ
دائم الدین صاحب ۔ چوہدری صاحب سیادہ صاحب
میاں کوڑا صاحب برچک نمبر ۱۰ چک ۔ جھنگ
میراں بخش صاحب
محمد حنیف صاحب ۔ چک بازید ۔ گورداسپور
غلام محمد صاحب ۔ سیالکوٹ معہ اہلیہ
شاہ الدین صاحب ۔ ماہل پور ضلع ہوشیارپور
خدا داد خانصاحب اٹاوہ
ابراہیم صاحب ۔ مکووال ۔ انبالہ
فتح شاہ صاحب
خدا بخش صاحب ۔ کوٹ مومن ۔ شاہ پور
علی بخش صاحب ۔ ماہل پور ۔ ہوشیارپور
نبی بخش صاحب ۔ اکبر علی صاحب
مستری حسن محمد صاحب ۔ سیالکوٹ
اسد اللہ خانصاحب ۔ کریام ۔ جالندھر
شیخ منور علی صاحب ۔ جویور مراد آباد
محمد شہاب الدین صاحب ۔ میرٹھ
مستری اسمٰعیل صاحب ۔ مالیر کوٹلہ
حافظ اللہ دتا صاحب
جان محمد صاحب ۔ پدھاری امرتسر
اسمٰعیل صاحب
عائشہ بی بی بنت کمال صاحب ۔ بھاگو رائیں جالندھر
اہلیہ حاکم صاحب ۔ تاریا صاحب
احمد الدین صاحب ۔ تلونڈی رائے ۔ گوجرانوالہ
عائشہ بی بی ۔ نواں پنڈ ۔ گورداسپور
سلطان بی بی ۔ مہتاب بی بی
صاحب الدین صاحب ۔ جھنگ
عبداللہ صاحب ۔ مالیر کوٹلہ
آمہ صاحب ساکن بھاگو رائیں ضلع جالندھر
کالو صاحب ۔ موسیٰ صاحب آمہ صاحب ولد
فائدہ صاحب ۔ اسمٰعیل صاحب ۔ کالو صاحب
والدہ موسیٰ صاحب ۔ احمد صاحب
برکت اللہ صاحب ۔ ابراہیم صاحب عنایت اللہ
صاحب ۔ فاطمہ بی بی ۔ عبداللہ صاحب رحمت اللہ
صاحب ۔ بگری صاحب ۔ خیرا صاحب ۔ محمد الدین صاحب
عبداللہ صاحب ۔ اہلیہ آمہ صاحب ۔ عمری بی بی

داتی بی بی ۔ فقیریا صاحب ۔ حاکم صاحب ۔
عبداللہ صاحب ولد شرف صاحب ۔ اہلیہ کالو صاحب
فقیریا صاحب ولد عمرا صاحب
مولا بخش صاحب ۔ بھٹی ضلع گورداسپور
دریام صاحب ۔ اللہ دینا صاحب
غلام صاحب ۔ نور الٰہی صاحب ۔ امیر بخش صاحب
جھنڈا صاحب ۔ علی احمد صاحب ۔ پیراندتا صاحب
فتح الدین صاحب ۔ قادیان
مہر الدین صاحب ۔ ننگل ۔ قریب قادیان
اسمٰعیل صاحب
نواب صاحب ۔ تلونڈی
گلاب صاحب ۔ غلام محمد صاحب
نور احمد صاحب ۔ ۔۔۔ گجرات
سلطان احمد صاحب ۔ غلام محمد صاحب
امام الدین صاحب ۔
پیر محمد صاحب ۔ بھینی ۔ گورداسپور
قاسم علی صاحب ۔ عثمان پور ۔ سنگرور
کریم بخش صاحب ۔ ننگل قریب قادیان
محمد بخش صاحب ۔ کاہنو گورداسپور
شہاب الدین صاحب ۔ ننگل قریب قادیان
جیون صاحب
شیر محمد صاحب تلونڈی
ابراہیم صاحب ۔ گھیرا صاحب
بھینا صاحب ۔ ہرسیاں ۔ گورداسپور
صدیق محمد صاحب ۔ رام بن ۔ کشتوار
عبداللہ صاحب ولد جمعہ ولد
عبداللہ صاحب ۔ شیر علیوال ۔ راولپنڈی
نظام الدین صاحب ۔ ناگ ۔ امرتسر
کنھو صاحب ۔ چک نمبر ۱۴۲ ۔ چوہڑ جیٹھی ۔ لائل پور
شاہ الدین صاحب ۔ تلونڈی قریب قادیان
مرزا محمد علی بیگ صاحب ۔ قادیان
اللہ محمد صاحب تلونڈی قریب
عمر الدین صاحب ۔ نواں پنڈ
گلاب صاحب
علی بخش صاحب ۔ مہر الدین صاحب ۔
عبد الحق صاحب قادیان ۔
کرم الدین صاحب ۔ بھیڑیں ۔ گورداسپور
دلدار صاحب
حسن محمد صاحب تلونڈی
امیرا صاحب
دیوان احمد صاحب
محمد سردار صاحب ۔ سیالکوٹ ۔

(میزان کل ۱۱۲)

مقدمات جہلم کی کارروائی

ناظرین ایک عرصہ سے مقدمات کے متعلق حالات معلوم کرنیکے خواہشمند ہیں اور ان مقدمات میں ہماری مصروفیت بجائے خود الحکم کی اشاعت کی توقف اور تعویق کا موجب ہوئی ہے۔ اس وقت تک جو کارروائی مقدمات کے متعلق ہو چکی ہے وہ مختصراً ہم ناظرین الحکم کی اطلاع کے لیے یہاں درج کرتے ہیں۔

یاد رہے کہ مولوی کرم الدین صاحب و مولوی فقیر محمد ایڈیٹر سراج الاخبار جہلم پر ایک استغاثہ زیر دفعہ ۴۲۰ وغیرہ گورداسپور میں ایڈیٹر الحکم کیطرف سے دائر تھا دوسری نالش زیر دفعہ ۴۱۷ وغیرہ کی جناب حکیم فضل دین صاحب کیطرف سے مولوی کرم الدین صاحب گورداسپور ہی میں دائر تھی اولاً اس مقدمہ کے التوا کے لیے مختلف صورتیں پیش آئیں جن کا باعث فریق ثانی تھا۔ آخر فریق ثانی نے چیف کورٹ میں درخواست پیش کی کہ یہ مقدمات گورداسپور سے جہلم منتقل کیے جاویں مگر خدا تعالےٰ کے محض فضل سے چیف کورٹ کے ججوں نے فیصلہ کر دیا کہ یہ مقدمات گورداسپور ہی میں ہونگے منتقل نہیں ہو سکتے مقدمات کو جہلم منتقل کرانے سے فریق ثانی کی غرض ہماری مشکلات اور اخراجات کو بڑھانا تھا جسمیں خدا نے انکو کامیاب نہ ہونے دیا۔ اب یہ مقدمات گورداسپور میں ۲۴ مئی ۱۹۰۳ء سے شروع ہو گئے ہیں۔ ان استغاثوں کے بالمقابل مولوی کرم الدین صاحب نے جہلم میں چار مقدمے حضرت حجۃ اللہ علیہ السلام اور حکیم فضل الدین صاحب مولوی عبد اللہ صاحب اور خاکسار ایڈیٹر الحکم کے خلاف دائر کیے تھے جو رائے سنسار چند صاحب کی عدالت میں پہلی ہی پیشی پر خارج ہو گئے تھے اسکے بعد ان مقدمات کی نگرانی مولوی کرم الدین صاحب نے سشن جج جہلم کی عدالت میں کی تھی جس کے لیے ۱۵ مئی ۱۹۰۳ء مقرر تھی۔ اس تاریخ پر حکیم فضل الدین صاحب اور خاکسار ایڈیٹر الحکم اصالتہً پیش ہوئے اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کے مشہور پلیڈر خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی اور آپ کی دائیں بازو مولوی محمد علی صاحب ایم اے ایل ایل بی بطور وکیل پیش ہوئے اور حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود کیطرف سے علاوہ وکلاء مذکورہ مسٹر اورٹیل بیرسٹر ایٹ لا پیروکار تھے مولوی کرم الدین صاحب کیطرف سے لالہ بھگوانداس صاحب اور منشی محمد دین صاحب وکلاء جہلم موجود تھے جنھوں نے اپنے مؤکل کے لیے ہر قسم کی تقریر کی جو رائے سنسار چند صاحب کی عدالت میں کی تھی جوابی تقریر مسٹر اورٹیل صاحب کیطرف سے ہوئی۔ آخر جج صاحب نے حکم دیا کہ اخیر مہینہ پر فیصلہ سنا دیا جاویگا۔ یہانتک مقدمات جہلم کی کارروائی ہو چکی۔ مولوی کرم الدین صاحب نے پہلے

انوار احمدیہ پریس قادیان میں باہتمام شیخ یعقوب علی تراب احمدی کے چھپکر شائع ہوا

نمبر ۲۰ | مورخہ ۳۱ مئی سنہ ۱۹۰۳ء مطابق ۳ ربیع الاول سنہ ۱۳۲۱ھ روز یکشنبہ | جلد ۷

کلمات طیبات حضرت امام الزمان علیہ السلام الرحمٰن

اعجاز التنزیل

گذشتہ اشاعت سے آگے

اس طرح پر قرآن شریف کے تاثیرات اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسی کے برکات کے لئے یہہ اعتقاد کرنا کہ وہ ایک وقت خاص اور ایک شخص خاص ہی کیلئے تھے آئیندہ کے لئے ان کا سلسلہ بند ہو گیا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سخت بے ادبی اور توہین ہے اور نہ صرف قرآن شریف اور آنحضرت کی بے ادبی بلکہ اللہ تعالیٰ کی پاک ذات پر اعتراض کرنا ہے۔

یاد رکھو کہ نبیوں کا وجود اس لئے دُنیا میں نہیں آتا کہ وہ محض ریاکاری اور نمود کے طور پر ہو اگر اون سے کوئی فیض جاری نہیں ہوتا اور مخلوق کو روحانی فائدہ نہیں پُہنچتا تو پھر یہی ماننا پڑے گا کہ وہ صرف نمائیش کے لئے ہیں + اور ان کا عدم وجود معاذ اللہ برابر ہے مگر ایسا نہیں۔ وہ دُنیا کے لئے بہت سی برکات اور فیوض کے باعث بنتے ہیں اور اون سے ایک خیر جاری ہوتی ہے + جسطرح پر آفتاب سے ساری دُنیا فائدہ اوٹھاتی ہے اور اوس کا فائدہ کسی خاص حد تک جاکر بند نہیں ہوتا بلکہ جاری رہتا ہے اسی طرح پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیوض و برکات کا آفتاب ہمیشہ چمکتا ہے اور سعادتمندوں کو فائدہ پُہنچا رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ یعنے ان کو کہدو کہ اگر تم چاہتے ہو کہ اللہ تعالےٰ کے محبوب بن جاؤ۔ تو میری اطاعت کرو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا + آپ کی سچی اطاعت اور اتباع انسان کو اللہ تعالےٰ کا محبوب بنا دیتی ہے اور گناہوں کی بخشش کا ذریعہ ہوتی ہے +

پس جبکہ آپ کی اتباع کامل اللہ تعالےٰ کا محبوب بنا دیتی ہے پھر کوئی وجہ نہیں ہو سکتی کہ ایک محبوب اپنے محب سے کلام نہ کرے اگر یہ مانا جاوے کہ اللہ تعالیٰ ایک شخص کو باوجود محبوب بنانے کے پھر بھی اُس سے کلام نہیں کرتا تو یہ محبوب وہ معاذ اللہ گونگا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ باطل معبودوں کے لئے یہہ نقص ٹھہراتا ہے کہ وہ کلام نہیں کرتے۔ مگر ہم یہ ثابت کرنے کو تیار ہیں اور اسی غرض کے لئے اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ کو قائم کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی اتباع کے آثار اور ثمرات ہر وقت پائے جاتے ہیں اس وقت بھی وہ خدا جو ہمیشہ سے ناطق خدا ہے اپنا لذیذ کلام دنیا کی ہدایت کے لئے بھیجتا ہے اور قرآن شریف کے اعجاز کا ثبوت اسوقت بھی دے رہا ہے۔ یہ قرآن شریف ہی کا معجزہ ہے کہ جو ہم تحدی کر رہے ہیں کہ ہمارے بالمقابل قرآن شریف کے حقایق معارف عربی زبان میں لکھو اور کسی کو یہ قدرت نہیں ہوتی کہ مقابلہ کے لئے نکل سکے ہمارا مقابلہ دراصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقابلہ ہے کیونکہ وآخرین منہم لما یلحقوا بھم جو فرمایا گیا ہے۔ اسوقت جو تعلیم الکتب والحکمت ہو رہی ہے۔ اور ایک قوم کو اسوقت بھی صحابہ کیطرح اللہ تعالیٰ بنانا چاہتا ہے۔ اس کی اصلی غرض یہی ہے کہ تا قرآن شریف کا معجزہ ثابت ہو۔ ماحصل یہ ہے کہ قرآن شریف ایسا معجزہ

ہے کہ نہ وہ اول مثل ہوا اور نہ آخر کبھی ہوگا۔
اس کے فیوض و برکات کا در ہمیشہ جاری ہے۔
اور وہ ہر زمانہ میں اسی طرح نمایاں اور درخشاں
ہے جیسا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت تھا۔
علاوہ اس کے یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ ہر شخص کا
کلام اُس کی ہمت کے موافق ہوتا ہے۔ جسقدر
اسکی ہمت اور عزم اور مقاصد عالی ہونگے۔ اسی
پایہ کا وہ کلام ہوگا اور وحی الٰہی میں بھی یہی رنگ
ہوتا ہے۔ جس شخص کی طرف اس کی وحی آتی ہے۔
جسقدر ہمت بلند رکھنے والا وہ ہوگا اسی پایہ کا
کلام اسے ملیگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
ہمت و استعداد اور عزم کا دائرہ چونکہ بہت
ہی وسیع تھا اس لئے آپکو جو کلام ملا وہ بھی اس پایہ
اور رتبہ کا ہے اور دوسرا کوئی شخص اس ہمت
اور حوصلہ کا کبھی پیدا نہ ہوگا کیونکہ آپکی دعوت
کسی محدود وقت یا مخصوص قوم کے لئے نہ تھی
جیسا آپ سے پہلے نبیوں کی ہوتی تھی۔ بلکہ آپ
کے لئے فرمایا گیا۔ قل انی رسول اللہ الیکم جمیعا
اور ما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین۔ جس شخص
کی بعثت اور رسالت کا دائرہ اسقدر وسیع ہو
اس کا مقابلہ کون کر سکتا ہے۔ اسوقت اگر کسی
کو قرآن شریف کی کوئی آیت بھی الہام ہو تو ہمارا
یہ اعتقاد ہے کہ اس کے اس الہام میں اس کا اتنا
دائرہ وسیع نہیں ہوگا جسقدر آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کا تھا اور ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خواب
کی تعبیر میں معبرین نے یہ اصول رکھا ہے کہ
وہ ہر شخص کی حیثیت اور حالات کے لحاظ سے
ہوتی ہے۔ اگر کوئی آدمی غریب ہے تو اس کی خواب
اس کی ہمت اور مقاصد کے اندر ہوگی امیر کی
اپنے رنگ کی اور بادشاہ کی اپنے رتبہ کی۔ کوئی غریب
اگر مثلاً یہ دیکھے کہ اس کے سر میں خارش ہوتی ہے
تو اس سے یہ مراد تو ہو نہیں سکتی کہ اس کے سر
تاج شاہی رکھا جاوے گا بلکہ اس کیلئے تو یہی
مراد ہوگی کہ وہ کسی سے جوتے کھائیگا۔

جیسے استعدادوں کے دائرے مختلف ہیں اسی
طرح پر کلام الٰہی کے دائرے بھی مختلف ہیں۔
علاوہ اس کے خدا تعالیٰ کے کلام میں اور بھی
بہت سے پہلو بے مثلی کے ہوتے ہیں وہ اس پہلو کو
بے مثل نہیں ہوتا جس پہلو سے ہم خیال کرتے ہیں
کیونکہ خدا تعالیٰ کا کلام بدوں تدبر کے وحی ہے
مگر ہمارا کلام بعض بعض اوقات تدبر کا نتیجہ
ہوتا ہے اور ہم اس میں اصلاح بھی کر لیتے ہیں
ہر ایک چیز نسبتاً بے نظیری پیدا کر لیتی ہے دو
مینڈھے ہوں تو ایک اُس کے مقابلہ میں اور اُسی کی
نسبت سے بے نظیر کہلا سکتا ہے۔ لیکن ہاتھی کے
مقابلہ میں تو اُس کی کوئی حیثیت ہی نہیں قرار پا
سکتی۔

اسی طرح پر کرامات کا سلسلہ اللہ تعالیٰ نے
جبکہ رکھا ہوا ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ کلام کا
اعجاز نہ رکھا جاوے جیسے ہر زمانہ میں کرامات
ہوتی رہی ہیں اسی طرح پر اللہ تعالیٰ نے
قرآن شریف کے اعجازی کلام کے ثبوت کیلئے
کلام کا معجزہ بھی رکھا ہے۔ جیسے حضرت سید عبد القادر
جیلانی رضی اللہ عنہ کی دو چند سطریں معجز تھیں
اس زمانہ میں بھی قرآن شریف کے کلام کے اعجاز
کے لئے مسیح موعود کو کلام کا معجزہ دیا گیا ہے۔
اسی طرح پر جیسے دوسرے خوارق اور نشانات
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نشانات اور
خوارق کے ثبوت کے لئے دیئے گئے ہیں۔
جس قسم کے نشانات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کو ملے تھے۔ اسی رنگ پر اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ
نے نشانات کو رکھا ہے کیونکہ یہ سلسلہ اسی نقش
قدم پر ہے اور در اصل وہی سلسلہ ہے۔۔۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بروزی آمد
کی پہلے ہی سے پیشگوئی ہو چکی تھی اور آخرین منہم
میں یہ وعدہ کیا گیا تھا۔ پس جیسے آپ کو اسوقت
کلام کا معجزہ اور نشان اسوقت دیا گیا تھا۔
اور قرآن شریف جیسی لا نظیر کتاب آپ کو
ملی اسی طرح پر اسی رنگ میں آپ کی اس
بروزی آمد میں بھی کلام کا نشان دیا گیا۔
دیکھو کسقدر تحدی کے ساتھ غیرت دلانے والے
الفاظ میں مقابلہ کے واسطے بلایا گیا ہے مگر کسی
کو ہمت اور حوصلہ نہیں ہوا۔ خدا تعالیٰ نے
اُن کی ہمتوں کو سلب کر لیا ہے اور ان کے
علوم اور قابلیتوں کو چھین لیا۔ باوجودیکہ یہ
لوگ بڑے بڑے دعوے کرتے ہیں اور اپنے
علم کی لاف زنیاں کرتے تھے مگر اس مقابلہ
میں خدا تعالیٰ نے ان سب کو ذلیل اور شرمندہ
کیا +

دوسرا بڑا عظیم الشان معجزہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کا شق القمر تھا اور شق القمر در اصل
ایک قسم کا خسوف ہی تھا + اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے اشارہ سے ہوا۔ اس وقت بھی اللہ
تعالیٰ نے کسوف خسوف کا ایک نشان دکھایا
اور یہ مسیح موعود اور مہدی کے لئے مخصوص
تھا اور ابتدائے دنیا سے کبھی اس رنگ میں
یہ نشان نہیں دکھایا گیا تھا + یہ صرف مسیح موعود
ہی کے زمانہ کیلئے رکھا گیا تھا اور احادیث
میں آیات مہدی میں سے اسے قرار دیا گیا ہے
جس کی بابت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
ہے کہ وہ میرے ہی نام پر آئے گا۔ اس میں
یہی نکتہ ہے کہ جو نشانات آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کو دئیے گئے تھے اس رنگ کے نشانات
یہاں بھی دئیے جانے ضروری تھے۔ کیونکہ یہ
آمد آپ ہی کی ہے۔

غرض قرآن شریف بدوں غور و خوض بدوں
محو و اثبات اپنے اندر زندگی کی روح رکھتا ہے۔
اور بدوں کسی نسبتی لحاظ یا مقابلہ کے وہ مستقل •
اعجاز ہے۔ اور اسوقت جو اعجاز کلام دیا گیا
ہے یہ گویا اسی اعجاز کو اس طرح پر دکھایا گیا
ہے جیسے ایک عمارت کو ایک نقشہ کے رنگ میں
دکھایا جاتا ہے اور ایک شیشہ کو دوسرے شیشہ
میں دکھایا جاوے۔ مسلمانوں کے لئے یہ امر
کسقدر رنج کا موجب ہوتا اگر یہ مان لیا جاتا
کہ کوئی خوارق اور نشانات ان کو نہیں دئے
گئے کیونکہ پچھلے نشانات آئندہ آنیوالے لوگوں
کے لئے تو بطور کہانی کے ہو جاتے ہیں اور انسانی
فطرت تو تازہ بتازہ نشانات دیکھنا چاہتی ہے

مجھے ان خشک موحدوں پر افسوس ہی آتا
ہے جو یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ اب خوارق کا کوئی
نشان نہیں اور نہ ان کی ضرورت ہے۔
خشک زندگی سے تو مرنا بہتر ہے اگر خدا تعالیٰ
نے اپنے فضل کو بند کر دیا ہے اور قفل لگا دیا
ہے تو پھر اھدنا الصراط المستقیم
کی دعا تعلیم کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ یہ تو
وہی بات ہوئی کہ ایک شخص کی مشکیں باندھ
دی جاویں اور پھر اس کو ماریں کہ تو اب
چل کر کیوں نہیں دکھاتا۔ بھلا وہ کس طرح
چل سکتا ہے۔ فیوض اور برکات کے دروازے
تو خود بند کر دئے۔ اور پھر یہ بھی کہدیا کہ اھدنا
الصراط المستقیم کی دعا ہر روز ہر نماز
میں کئی مرتبہ مانگا کرو۔ اگر قانون قدرت یہ
رکھا تھا کہ آپ کے بعد معجزات اور برکات کا
سلسلہ ختم کر دیا تھا اور کوئی فیض اور برکت
کسی کو ملنا ہی نہیں تھی تو پھر اس دعا سے
کیا مطلب؟

اگر اس دعا کا کوئی اور نتیجہ نہیں تو
پھر نصاریٰ کی تعلیم کے آثار اور نتائج اور
اس تعلیم کے آثار اور نتائج میں کیا فرق ہوا
لکھا تو انجیل میں یہی ہے کہ میری پیروی سے
تم پہاڑ کو بھی ہلا سکو گے مگر اب وہ جوں بھی
سیدھی نہیں کر سکتے۔ لکھا ہے کہ میرے جیسے معجزات
دکھاؤ گے۔ مگر کوئی کچھ نہیں دکھا سکتا۔
لکھا ہے کہ زہریں کھاؤ گے تو اثر نہ کرینگی مگر
اب سانپ ڈستے اور کتے کاٹتے ہیں اور وہ
ان زہروں سے ہلاک ہوتے ہیں اور کوئی نمونہ
وہ دعا کا نہیں دکھا سکتے۔ ان کا وہ نمونہ دعا
کی قبولیت کا نہ دکھا سکنا ایک سخت حربہ اور حجت ہے

عیسائی مذہب کے ابطال پر کہ انہیں زندگی کی روح اور تاثیر نہیں اور یہ ثبوت ہے اس امر کا کہ انہوں نے نبی کا طریق چھوڑ دیا۔

اب اگر ہم بھی یہ اقرار کرلیں کہ اب نشانات اور خوارق نہیں ہوتے اور یہ دعا جو سکھائی گئی ہے۔ اس کا کوئی اثر اور نتیجہ نہیں تو کیا آگے یہ معنے نہیں ہونگے کہ یہ اعمال معاذ اللہ بے فائدہ ہیں۔ نہیں خدا تعالیٰ جو دانا اور حکمت والا ہے وہ نبوت کی تاثیرات کو قائم رکھتا ہے اور اب بھی اس نے اس سلسلہ کو اسی لئے قائم کیا ہے تا وہ اس امر کی سچائی پر گواہ ہو۔ قرآن شریف کے جس قدر اعجاز و آثار معجز کلامی کے ہیں سب جمع کئے ہیں اس وقت اللہ تعالیٰ ان کو ظاہر کر رہا ہے تاکہ آنحضرت کی نبوت اور آپ کے خوارق کا ثبوت ہو یہی ایک ہتھیار اور حربہ ہے جو ہمکو اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اور جس کے ساتھ ہم مذاہب باطلہ کے سر کو توڑنا چاہتے ہیں۔ ہم قرآن شریف کو زندہ کلام ثابت کرنا چاہتے ہیں اسے منتر بنانا نہیں چاہتے۔

ملفوظات احمدیہ

تکمیل ہدایت جب ہم اس ترتیب کو دیکھتے ہیں کہ ایک طرف تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ۔۔۔۔ کے دو مقصد بیان فرمائے ہیں تکمیل ہدایت اور تکمیل اشاعت ہدایت اور اول الذکر تکمیل چھٹے دن یعنی جمعہ کے دن ہوگی۔ الیوم اکملت لکم الخ اسی دن نازل ہوئی اور دوسری تکمیل کے لئے بالاتفاق مانا گیا ہے کہ مسیح موعود کے زمانہ میں ہوگی۔ چنانچہ سب مفسروں نے بالاتفاق تسلیم کیا ہے۔ جبکہ پہلی تکمیل چھٹے دن ہوئی تو دوسری تکمیل بھی چھٹے دن ہی ہوگی۔ اور قرآن شریف میں ایک دن ایک ہزار برس کا ہوتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ مسیح موعود چھٹے ہزار میں ہوگا۔

بہترین دعا بہترین دعا وہ ہوتی ہے جو جامع ہو تمام خیروں کی اور مانع ہو تمام مضرات کی اسلئے انعمت علیہم کی دعا میں آدم سے لیکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کل منعم علیہم لوگوں کے انعامات کی حصول کی دعا ہے اور غیر المغضوب علیہم ولا الضالین میں ہر قسم کی مضرتوں سے بچنے کی دعا ہے۔

چونکہ مغضوب سے مراد یہود اور ضالین سے مراد نصاریٰ بالاتفاق ہے تو اس دعا کی تعلیم کا منشاء صاف ہے کہ یہودیوں نے جیسے بیجا عداوت کی تھی مسیح موعود کے زمانہ میں مولوی لوگ بھی ویسا ہی کرینگے اور حدیثیں اوس کی تائید کرتی ہیں۔ یہانتک کہ وہ یہودیوں کے قدم بقدم چلیں گے۔

روح القدس کے فرزند ایدناہ بروح القدس میں مسیح کی کوئی خصوصیت نہیں ہے روح القدس کے فرزند تمام وہ سعادتمند اور راستباز ہیں جنکی نسبت ان عبادی لیس لک علیہم سلطان وارد ہے۔ قرآن کریم سے دو قسم کی مخلوق ثابت ہوتی ہے اول وہ جو روح القدس کے فرزند ہیں دوسرے وہ جو شیطان کے فرزند ہیں۔ پس اس میں مسیح کی کوئی خصوصیت نہیں۔

ہمارا ایمان یہی ہے کہ دوزخ میں ایک عرصہ تک آدمی رہے گا پھر نکل آئے گا گویا جنکی اصلاح نبوت سے نہیں ہوسکی انکی اصلاح دوزخ کریگا۔ حدیث میں آیا ہے۔ یاتی علی جہنم زمان لیس فیہا احد یعنی دوزخ پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ اس میں کوئی متنفس نہیں ہوگا۔ اور نسیم صبا اس کے دروازوں کو کھٹکھٹائیگی۔

حضرت حکیم الامۃ کے ارشادات

انت منی بمنزلۃ ہارون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کے متعلق فرمایا ہے پس رسول اکرم کا فرمان کیسا سچا تھا۔ وہ وزارت ہی کے قابل اور زیبا تھے چنانچہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی وزیر تھے حضرت ابوبکرؓ کے بھی وزیر اور حضرت عمرؓ کے بھی وزیر تھے اور حضرت عثمانؓ کے بھی وزیر بنے رہے اور چونکہ وزارت ہی کے لائق تھے اسواسطے جب تک وزیر رہے کام اچھی طرح چلتا رہا اور جب خلیفہ بنائے گئے تو کام بگڑ گیا جس طرح ہارون علیہ السلام کی تھوڑی دیر کی خلافت میں بھی قوم بگڑ گئی تھی پس جب خدا نے فیصلہ کر دیا تو شیعہ کیوں گلہ کرتے ہیں۔

رکوع جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قرآن شریف۔ نماز میں پڑھتے پڑھتے رکوع کردیتے تو اسی جگہ نشان رکوع کا کیا جاتا تھا اور طبیعت کی روانی پر موقوف تھا۔

اشیاء عالم کی عمر دنیا میں اشیاء اسی وقت تک رہتی ہیں جب تک وہ کسی نہ کسی پہلو سے دنیا کے واسطے مفید ہوتی ہیں جب کوئی ایسا وقت آجاتا ہے کہ وہ کسی طرح بھی مفید نہیں رہتی تو دنیا سے اوٹھائی جاتی ہے۔ یہی حال ہے انسان کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے سے پہلے بھی دنیا کا اکثر یہی حال ہوگیا تھا۔ قرآن شریف فرماتا ہے واما ما ینفع الناس فیمکث فی الارض۔ الآیۃ

گنہگاروں کے اقسام اول قسم گنہگاروں کی وہ ہے کہ وہ غافل ہوتے ہیں انکو خبر ہی نہیں ہوتی کہ وہ گناہ کرتے ہیں۔ دوم گناہ کرتے ہیں مگر بعد میں اضطراب۔ تضرع۔ زاری۔ خوف الٰہی رونا اور چلانا ہوتا ہے۔ ایسے گنہگار تائب ہوتے ہیں۔ سوم گناہ گاروں کی وہ قسم ہے کہ وہ غافل بھی نہیں ہوتے گناہ بھی کرتے ہیں۔ کوئی اضطراب اور گھبراہٹ بھی نہیں ہوتی بلکہ وہ حیلے بناتے ہیں اور بہانہ کرتے ہیں ایسے لوگ محروم ہوتے ہیں۔ پس اپنا مطالعہ کرو۔

اعمال کی کسوٹی اعمال میں اخلاص اور صواب ہو ورنہ وہ اعمال اکارت جائیں گے اخلاص وہ ہے جو صرف اللہ تعالیٰ ہی کی رضا کے لئے ہو۔ کوئی اور خواہش نہ ہو کسی کو دکھانا یا کسی سے کوئی قسم کا طمع یا خوف اس عمل کا محرک نہ ہوا ہو۔

صواب۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز عمل اور سنت کے موافق ہو ان کے نقش قدم پر چلے اگر انمیں سے ایک خبر بھی نہ ہوگی تو اعمال حبط ہو جائیں گے۔

التماس ہمارے معزز خریداران الحکم وتفسیر القرآن جب کبھی مطبع سے کسی طرح کی خط و کتابت کریں براہ کرم علاوہ اپنا نام مع پتہ خوشخط لکھنے کے نمبر خریداری بھی لکھا کریں جو ہم نے حال میں ہی ہر ایک خریدار کیلئے مطبوعہ چٹھیوں پر چھپوا دیا ہے ورنہ عدم تعمیل کی شکایت بیجا ہوگی۔ دیکھا گیا ہے کہ بسا اوقات بہت سا حقہ عزیز وقت کا محض نام کی تلاش میں فضول ضائع ہو جاتا ہے اس طرح سے کلرک مطبع کا حرج ہوتا ہے اور تعمیل خطوط میں بیجا دیر واقع ہوتی ہے امید کہ ہمارے کرمفرما کارخانہ کی تکلیف پر نظر

حضرت امام الملۃ ایدہ اللہ کے مکتوبات

حضرت حکیم الامت کے نام

یہ کرامت نامہ حضرت حکیم الامت کے نام
آپ کی دوسری شادی کے بعد لکھا گیا تھا .... ایڈیٹر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی

مخدومی اخویم السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ
عنایت نامہ پہنچکر بہت خوشی ہوئی خدا تعالیٰ آپ میں اور آپ کی نئی بیوی میں اتحاد اور محبت زیادہ سے زیادہ کرے اور اولاد صالح بخشے آمین ثم آمین اگر پہلے گھر والوں سے کچھ نامناسب الفاظ منہ سے نکلے ہیں تو آپ صبر کریں۔ پہلی بیویاں ایسے معاملات میں بباعث ضعف فطرت بعض کو انتہا تک پہنچا کر اپنی زندگی اور راحت کا خاتمہ کر لیتی ہیں۔

وحدہ لاشریک ہونا خدا تعالیٰ کی تعریف ہے مگر عورتیں بھی شریک ہرگز پسند نہیں کرتی ہیں۔ ایک بزرگ کہتے ہیں کہ میرے ہمسایہ میں ایک شخص اپنی بیوی سے بہت کچھ سختی کیا کرتا تھا۔ اور ایک مرتبہ اُس نے دوسری بیوی کرنے کا ارادہ کیا۔ تب اس بیوی کو نہائت رنج پہنچا اور اُس نے اپنے شوہر کو کہا کہ میں نے تیرے سارے دُکھ سہے مگر یہ دُکھ مجھ سے نہیں دیکھا جاتا۔ کہ تو میرا خاوند ہو کر اب دوسری کو میرے ساتھ شریک کرے وہ فرماتے ہیں کہ اُن کے اس کلمہ نے میرے دل پر نہائت دردناک اثر پہنچایا۔ میں نے چاہا کہ اس کلمہ کے مشابہ قرآن شریف میں پاؤں سو یہ آئت مجھے ملی۔

ولیغفر مادون ذالک الآیۃ

یہ مسئلہ بظاہر بڑا نازک ہے۔ دیکھا جاتا ہے کہ جس طرح مرد کی غیرت نہیں چاہتی کہ اُس کی عورت اس میں اور اس کے غیر میں شریک ہو اسی طرح عورت کی غیرت بھی نہیں چاہتی کہ اُس کا مرد اسمیں اور اسکے غیر میں بٹ جاوے۔ مگر میں خوب جانتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کی تعلیم میں نقص نہیں ہے اور نہ وہ خواص فطرت کے برخلاف ہے اس میں پوری تحقیق یہی ہے کہ مرد کی غیرت ایک حقیقی و کامل غیرت ہے جس کا انفکاک واقعی لاعلاج ہے۔ مگر عورت کی غیرت کامل نہیں بالکل مشتبہ اور زوال پذیر ہے اسمیں وہ نکتہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا تھا۔ نہائت معرفت بخش نکتہ ہے کیونکہ جب حضرت ام سلمہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی درخواست نکاح پر عذر کیا کہ آپ کے بہت بیویاں ہیں اور آئندہ بھی خیال ہے اور میں ایک عورت غیرت مند ہوں جو دوسری بیوی کو دیکھ نہیں سکتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تیرے لئے دعا کرونگا کہ تا خدا تعالیٰ یہ غیرت تیری دُور کرے اور صبر بخشے۔ سو آپ بھی دعا میں مشغول رہیں۔

نئی بیوی کی دلجوئی نہائت ضروری ہے کہ وہ مہمان کی طرح ہے مناسب ہے کہ آپ کے اخلاق اس سے اوّل درجہ کے ہوں اور اُن سے بے تکلف مخالطت اور محبت کریں اور اللہ جلشانہ سے چاہیں کہ اپنے فضل و کرم سے اُن سے آپکی روحانی محبت و تعشق پیدا کر دیوے کہ یہ سب امور اللہ جلشانہ کے اختیار میں ہیں اب اسکے نکاح سے گویا آپ کی ایک نئی زندگی شروع ہوئی ہے اور چونکہ انسان ہمیشہ کے لئے دُنیا میں نہیں آیا اس لئے نسلی برکتوں کے ظہور کے لئے اب اسی پیوند پر امیدیں ہیں خدا تعالیٰ آپکے لئے یہ بہت مبارک کرے میں نے اس محلہ میں خاص صاحب اسرار و واقف لوگوں سے اس لڑکی کی بہت تعریف سُنی ہے کہ بالطبع صالحہ عفیفہ و جامع فضائل محمودہ ہے اس کی تربیت تعلیم کے لئے بھی توجہ رکھیں اور آپ پڑھایا کریں کہ اُس کی استعدادیں نہائت عمدہ معلوم ہوتی ہیں۔ اور اللہ جلشانہ کا نہائت فضل اور احسان ہے کہ یہ جوڑ بہم پہنچایا ورنہ اس قحط الرجال میں ایسا اتفاق محالات کی طرح ہے خط سے کچھ معلوم نہیں ہوا کہ ۲۰ مارچ ۱۸۸۹ء تک رخصت ملے گی یا نہیں اگر بجائے بیس کے بائیس مارچ کو آپ تشریف لاویں یعنے یوم یکشنبہ میں اسجگہ پہنچیں تو بابو محمد صاحب بھی آپ سے ملاقات کریں گے۔ یہ عاجز ارادہ رکھتا ہے کہ ۱۵ مارچ ۱۸۸۹ء کو دو تین روز کے لئے ہوشیارپور جاوے اور ۱۹ مارچ یا ۲۰ مارچ ۱۸۸۹ء کو بہرحال انشاء اللہ واپس آجاؤں گا۔ والسلام
صاحبزادہ افتخار احمد اور اون کے سب متعلقین بخیر و عافیت ہیں کل سات روپیہ اور کچھ پارچہ میرے ملنے والے نے بھجوا دیئے تھے سکے اصرار سے لئے گئے۔
خاکسار غلام احمد

{اس خط پر تاریخ کوئی نہیں معلوم ہوتا ہے کہ تاریخ ۱۸۸۹ء کے پہلے ہفتہ کا ہے .... ایڈیٹر}

ایضاً

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی

مخدومی مکرمی اخویم مولوی حکیم نورالدین صاحب سلمہ اللہ تعالےٰ۔

عنائت نامہ موصول ہو کر موجب خوشی و شکر و ممنونی ہوا۔ پادری صاحب کی نقطہ چینی کے جواب میں جو کچھ آپ نے لکھا ہے نہائت ہی خوب ہے جزاکم اللہ خیرا جزاکم اللہ خیرا جزاکم اللہ خیرا دین اسلام منجانب اللہ ہے یہی ایک حکیمانہ مذہب ہے جو حکمت کے قواعد پر مبنی ہے اس دین میں یہ بات نہیں کہ ہمیشہ ایک گال پر طمانچہ کھا کر دوسری بھی پھیر دیا کریں بلکہ جو مناسب وقت ہو اُس کی کرنے کی تاکید ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جادلھم بالحکمۃ یہ نہیں فرماتا کہ جادلھم بالحکم انشاء اللہ القدیر یاد رکھا کر و اس کے لئے دعا کروں گا۔ اور مصارف مطبع کے لئے چندا دوستوں کو بھی لکھا ہوا ہے اُن کے جواب آنے پر اطلاع دونگا۔ والسلام خاکسار میرزا غلام احمد عفی عنہ قادیان

اس خط پر ڈاکخانہ قادیان کی مہر ۱۲ مئی ۱۸۸۷ء کی ہے اس حساب سے آج پورے سولہ سال بعد یہ خط شائع ہوتا ہے۔ ایڈیٹر

ایضاً

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم مخدومی مکرمی اخویم مولوی نورالدین صاحب سلمہ تعالیٰ

بعد السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

آج عنایت نامہ موصول ہو کر موجب خوشی ہوا میں نے آپکے اس خط کو بھی اپنی یادداشت میں رکھ لیا ہے اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ جلشانہ ابواب خیر دو جہانی و دارین آپ پر منکشف کرے۔ یہ سچ ہے کہ آپکے لئے میری دعا محدود نہیں اور نہ بے جوش ہے مگر ترتب آثار وقت پر موقوف ہے کار شادی کے لئے استخارہ مسنونہ عمل میں لاویں پھر اگر انشراح قلب سے میل خاطر جلدی کیطرف ہو تو جلدی سے اس کار خیر کو انجام دیویں ورنہ بعد فراغت سفر پونچھ پانچ نسخہ تحفہ حق اور ایک حصہ رگوید اج رجسٹری کرا کر معرفت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی ارسال خدمت کیا گیا یہ وید بطور مستعار ارسال خدمت ہے

اصول اسلام اور حفظ صحت

نمبر ۵

کاہلی اور بیکاری سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پناہ مانگی ہے۔

پیدل پھرنے کو تمام ورزشوں کا سر فرمایا ہے۔ پیدل پھرنا اور گھوڑ دوڑ کرنا بھی مسنون ہے۔ دوپہر کے وقت سونے سے منع فرمایا ہے لیکن شدت گرمی کے وقت تھوڑی دیر آرام کر لینے کی اجازت فرمائی ہے۔

بچہ کو ساتھ سلانے سے منع فرمایا ہے۔

ایام حیض اور نفاس میں جماع سے قطعی ممانعت ہے۔ ایام رضاعت میں بھی جماع کو منع فرمایا ہے۔ پس خلاصہ مطلب ائیجین اسلامی کا حسب ذیل ہے۔

(۱) اپنے جسم پارچات۔ مکان وغیرہ کو حتی الوسع اعلی درجہ پر پاک صاف رکھنا ان اللہ یحب التوابین ویحب المتطھرین۔

(۲) کھانے اور پینے میں ہر قسم کی فضول عادات مثلاً شراب۔ افیون۔ بھنگ۔ چرس گانجہ۔ پوست کثرت آچار۔ چٹنی۔ تیز مصالحجات۔ تمباکو قہوہ۔ چائے۔ پان۔ چھالیا وغیرہ سے پرہیز کرنا کلوا واشربوا ولا تسرفوا انما الخمر والمیسر والانصاب رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ اور مسکرات کے متعلق کل مسکر حرام۔ حضور ختم المرسلین ہمیشہ سادی غذا کو پسند فرمایا کرتے تھے۔

(۳) اپنے مکانات ایسی طرز کے بناؤ جو ہر موسم کے لئے موزون ہو سکیں۔

(۴) اگر کسی جگہ وبا کی خبر سنو تو وہاں مت جاؤ اور جب اوس زمین میں جہاں کہ تم ہو وبا پھیل جائے تو وہاں سے مت نکلو۔

(۵) پنجوقتہ نماز۔ مسواک۔ روزہ۔ ختنہ۔ عطر لگانا بڑے مجموں میں تھوڑی دیر ٹھہرنا۔ موئے زہار صاف کرنا۔ بغلوں کے بال لینا۔ گرمی اور جوش کی حالت میں سر کو منڈوا کر ٹھنڈہ کرنا۔ گلی کوچوں کو صاف رکھنا۔ ہر موسم کیلئے مناسب کپڑے بنانا۔

(۶) ہمیشہ ہر شے اور ہر فعل پر نظر رکھو جس شے یا فعل میں صحت کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو اوس کو ترک کرو اور جو مفید صحت ہوں اون کو اختیار کرو۔ ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ۔

چونکہ تمام ائیجین کا عملی لب لباب صرف اسی قدر ہے کہ جو شارع اسلام علیہ الصلوۃ والسلام فرما چکا ہے۔ اور جس پر کوئی زیادتی ترقی متصور نہیں ہو سکتی اس لئے اس مضمون پر ہم زیادہ لکھنا اس کتاب میں غیر ضروری خیال کرتے ہیں۔ یہ تمام احکام اور اصول جو بیان کئے گئے کامل طور پر تمام ضروریات حفظ صحت پر حاوی ہیں +

عادات } اُس جگہ پر عادات سے ہماری مراد وہ تمام امور ہیں جن کو تمام انسان بلا کسی فطرتی احتیاج کے خود بخود اختیار کر لیتا۔ اور اون پر مداومت کرتا رہتا ہے۔ یہ عادات مفصلہ ذیل اقسام کی ہو سکتی ہیں۔

اوّل۔ کھانے اور پینے کے متعلق۔ مثلاً شراب افیون۔ بھنگ۔ چرس۔ تمباکو۔ سنکھیا۔ حقہ کا گل۔ مٹی۔ نرم ٹھیکریاں چولھے کی مٹی۔ پان۔ چھالیا۔ چونہ۔ کتھہ۔ کوئلہ۔ حقہ۔ چرٹ۔ سلفہ دھتورہ۔ پوست وغیرہ کھانے پینے کی عادت

دوئم۔ نشست برخاست بیداری اور خواب جماع اور خورد و نوش کے متعلق مثلاً حد سے زیادہ بیٹھے یا پڑے رہنا یا حد سے زیادہ محنت جسمانی اختیار کرنا فطرتی حاجت سے زیادہ اور اُس کے قواعد کے خلاف جماع یا خورد و نوش میں مشغول ہونا۔ یا اُن قدرتی حاجات سے متنفر ہو جانا +

ریاضت کے ضمن میں ہم یہ ظاہر کر چکے ہیں کہ کہاں تک انسان اوس کے متعلق فطرتی قواعد کی پیروی کرتا ہے۔

اور کہاں تک اُس کے خلاف چلتا ہے۔ جماع اور جلق کے بیان میں ظاہر کر دیا گیا ہے کہ کیا کچھ انسان نے اس معاملہ میں فطرتی تقاضاؤں کی خلاف ورزی کی ہے۔ پس دیکھو بیان ریاضت۔ جلق جماع اور حفظ صحت کا۔

سوئم۔ دین اور اخلاق کے متعلق۔ تتمہ میں مفصل طور پر ظاہر کر دیا گیا ہے کہ انسان نے فطرتی تقاضاؤں کے خلاف کیا کچھ اس معاملہ میں اپنی طرف سے افترا کئے ہیں اور کیا کیا واہیات عادات خلاف فطرت اوس نے ایجاد کی اور اُسپر مداومت اختیار کر لی ہے

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ کون سے امور ہیں کہ جو الٰہی فطرت کے خلاف ہیں اس سوال کا جواب سمجھنا اون لوگوں کے واسطے کچھ مشکل نہیں جو غور و فکر کی عادت رکھتے اور صاف دل ہو کر ہر فعل کی اصل اور نتیجہ پر غور کرتے رہتے ہیں۔ قرآن مجید میں فطرت الٰہی کی طرف حسب ذیل ارشاد ہے۔ فطرت اللہ التی فطر الناس علیھا لا تبدیل لخلق اللہ ذلک الدین القیم ولکن اکثر الناس لا یعلمون۔ یعنی الٰہی فطرت وہ چیز ہے جس پر انسان پیدائشی طور پر قایم کئے گئے ہیں خلق الٰہی کے واسطے کوئی تبدیلی نہیں۔ یہی دین قایم رکھنے والا ہے۔ لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

پس الٰہی فطرت کی یہی پہچان ہے کہ انسان پیدائشی طور پر اوس کا محتاج ہے۔ یعنی اوس کی فطرت میں اُس کے مادے اور میلان رکھے گئے ہیں۔ خود بخود ہر ایک انسان اُس کی طرف مائل ہوتا ہے۔ ان فطرتی حاجتوں اور خواہشوں میں تبدیلی کرنا کبھی انسان کا کام نہیں ہے۔ اُنپر قایم رہنا سچے دین پر قایم ہونا ہے۔ یہ ایک آیت قرآنی میزان ہے جس پر ہم ہر ایک عادت کو وزن کر کے دیکھ سکتے ہیں کہ آیا کہ وہ طبعی عادت ہے یا غیر طبعی۔

متفرقہ امور اور دین اور اخلاق کی متعلقہ عادات پر تو ہم علیحدہ علیحدہ بحث کر چکے ہیں۔ پس اپنے اپنے مقام پر اون کا بیان دیکھنا چاہئے اسجگہ پر ہم کھانے اور پینے کی متعلقہ عادات پر اس میزان کے لحاظ سے نظر کرتے ہیں کہ آیا وہ طبعی ہیں یا غیر طبعی۔

پس غور کرو کہ کیا شراب پینا۔ افیوں۔ بھنگ چرس سنکھیا۔ دھتورہ۔ سلفہ۔ حقہ کا گل۔ پان۔ چھالیا۔ وغیرہ کھانا فطرتی ضروریات میں سے ہیں۔ یا محض انسانی افترا ہیں۔ میرے خیال میں ہر ایک صحیح الفطرت انسان اس بات کا اقرار کر سکتا ہے کہ پیدائشی طور پر انسان اون میں سے کسی کا بھی محتاج نہیں۔ لیکن مصنوعی طور پر عادات ڈالنے سے بعض کا ایسا محتاج ہو جاتا ہے کہ جسطرح فطری ضروریات اور اُنکا ترک کرنا دشوار یا ناممکن ہو جاتا ہے۔ اور بعض کو جب چاہے ترک کر سکتا ہے۔

پس جب یہ تمام عادات طبعی ضروریات میں سے نہ ہوئیں تو اون کے اختیار کرنے میں۔ لا تبدیل لخلق اللہ کی صاف خلاف ورزی پائی جاتی ہے۔ اور اوّل و آخر اس خلاف ورزی کے بد نتائج انسان کو بھگتنے پڑتے ہیں۔

جو فعل کسی حقیقی ضرورت کو پورا نہ کرتا ہو اُسکا نام قرآنی اصطلاح میں لغو یا باطل یا ہزل ہے۔ دوسرے الفاظ میں کوئی غیر طبعی عادت اختیار کرنا گویا کہ لغویات یا ہزلیات میں مشغول ہونا ہے جو سراسر دانائی کے خلاف ہے۔

لباس۔ طبعی معنوں میں لباس سے یہ مقصود ہے کہ گرمی۔ سردی اور تیز ہواؤں سے جسم کی حفاظت کی جائے اس لئے ہر ایک موسم کیلئے علیحدہ علیحدہ قسم کا لباس موزون ہو سکتا ہے۔ اس مسئلہ کو ہر ایک شخص اپنے ذاتی تجربہ سے

بدظنی سے بچو

جن عظیم الشان لوگوں کو بڑی بڑی عظیم ذمہ داریوں کے کام ملتے ہیں اور بعض اوقات خدا تعالیٰ سے علم پاکر خضر کی طرح ایسے کام بھی اون کو کرنے پڑتے ہیں جن سے ایک کوتہ بین شخص کی نظر میں وہ بعض اخلاقی حالتوں پر یا معاشرت کے طریقوں میں قابل ملامت ٹھہرتے ہیں ان کے دشمنوں کی باتوں کی طرف دیکھ کر ہرگز بدظن نہیں ہونا چاہیئے کیونکہ اندھے دشمنوں نے کسی نبی اور رسول کو اپنی نکتہ چینی سے مستثنیٰ نہیں رکھا۔ مثلاً وہ موسیٰ مرد خدا جس کی نسبت توریت میں آیا ہے کہ وہ زمین کے تمام باشندوں کی نسبت زیادہ تر حلیم اور امین ہے مخالفوں نے اُس پر یہ اعتراض کئے ہیں کہ گویا وہ نعوذ باللہ نہائت درجہ کا سخت دل اور خونی انسان تھا جس کے حکم سے کئی لاکھ شیرخوار بچے قتل کئے گئے اور ایسا ہی کہتے ہیں کہ وہ نہ دیانت اور امانت سے حصہ رکھتا تھا اور نہ عہد کا پابند تھا کیونکہ اس کی ایما سے بنی اسرائیل نے کئی لاکھ روپیہ کے سونے اور چاندی کے برتن اور قیمتی زیور بنی اسرائیل سے بطور مستعار لئے اور یہ عہد کیا کہ ہم ابھی چند روز کے بعد واپس آکر یہ تمام مال واپس دیدیں گے۔ مگر عہد کو توڑا اور مال بیگانہ ہضم کیا اور جھوٹ بولا اور کہتے ہیں کہ یہ موسےٰ کا گناہ تھا کیونکہ اُس کے مشورے اور علم سے ایسا کیا گیا اور اُس نے اس حرکت پر بنی اسرائیل کو کچھ سرزنش نہیں کی بلکہ اُسی مال سے وہ بھی کھاتا رہا۔ ایسا ہی حضرت مسیح پر بھی ان کے دشمنوں نے اعتراض کیا ہے کہ وہ تقوے کے پابند نہ تھے چنانچہ ایک بدکار عورت نے ایک نفیس عطر جو بدکاری کے مال سے خریدا گیا تھا ان کے سر پر ملا اور اپنے بالوں کو اُن کے پیروں پر ملا اور ایک جوان اور فاحشہ عورت کا ان کے بدن کو چھونا اور حرام کا تیل ان کے سر پر ملنا اور ان کے اعضا سے اپنے اعضا کو لگانا یہ ایک ایسا امر ہے جو ایک پرہیزگار اور متقی اس کا مرتکب نہیں ہو سکتا۔ اور نیز مسیح کا اجازت دینا کہ تا اس کے شاگرد ایک غیر کے کھیت کے خوشے بلا اجازت مالک کے کھا دیں اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ نعوذ باللہ مسیح کو امانت اور دیانت کی پرواہ نہ تھی یہ وہ اعتراض ہیں جو یہودیوں نے حضرت مسیح پر کئے ہیں اور یہودیوں کی چند کتابیں جو میرے پاس موجود ہیں اسی قسم کی ایسی سختی ان میں حضرت مسیح علیہ السلام پر کی گئی ہے۔ جن میں یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ نعوذ باللہ کوئی بھی نیک صفت حضرت مسیح میں موجود نہ تھی۔ ایسا ہی عیسائیوں نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عفت اور تقویٰ اور امانت پر اعتراض کئے ہیں اور نعوذ باللہ آنجناب کو ایک نفس پرست اور خونریز اور دوسروں کے مال لوٹنے والا انسان خیال کیا ہے اور ایسا ہی روافض نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی عفت اور امانت اور دیانت اور عدالت پر انواع اقسام کے عیب لگائے ہیں اور اون کے نام منافق غاصب ظالم رکھتے ہیں اور ایسا ہی خوارج حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فاسق قرار دیتے ہیں اور بہت سے امور خلاف تقویٰ اون کی طرف منسوب کرتے ہیں بلکہ حلیہ ایمان سے بھی اُنکو عاری سمجھتے ہیں تو اس جگہ طبعاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جبکہ صدیق کے لئے تقویٰ اور امانت اور دیانت شرط ہے۔ تو یہ تمام بزرگ اور اعلیٰ طبقہ کے انسان جو رسُول اور نبی اور ولی ہیں۔ کیوں خدا تعالیٰ نے اون کے حالات کو عوام کی نظر میں مشتبہ کر دیا اور وہ ان کے افعال اور اقوال کو سمجھنے سے اسقدر قاصر رہے کہ ان کو دائرہ تقویٰ اور امانت اور دیانت سے خارج سمجھا اور ایسا خیال کر لیا کہ گویا وہ لوگ ظلم کرنے والے اور مال حرام کھانے والے اور خون ناحق کرنے والے اور دروغ گوئی اور عہد شکن اور نفس پرست اور جرائم پیشہ تھے حالانکہ دُنیا میں بہت سے ایسے لوگ بھی پائے جاتے ہیں کہ نہ رسُول ہونے کا دعوےٰ کرتے ہیں اور نہ نبی ہونے کا اور نہ اپنے تئیں ولی اور امام اور خلیفۃ المسلمین کہلاتے ہیں۔ لیکن باایں ہمہ کوئی اعتراض ان کی چال چلن اور زندگی پر نہیں ہوتا تو اس سوال کا جواب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے ایسا کیا کہ تا اپنے خاص مقبولوں اور محبوبوں کو بدبخت شتاب کاروں سے جن کی عادت بدگمانی ہے مخفی رکھے۔ جیسا کہ خود وجود اس کا اس قسم کی بدظنی کرنے والوں سے مخفی ہے۔ بہتیرے دُنیا میں ایسے پائے جاتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کو گالیاں دیتے ہیں اور اُس کو ظالم اور ناقدرشناس سمجھتے ہیں یا اس کے وجود سے ہی منکر ہیں۔ وہ قصہ جو قرآن شریف میں حضرت آدم صفی اللہ کی نسبت مذکور ہے جو فرشتوں نے اُن پر اعتراض کیا اور جناب الٰہی میں عرض کیا کہ کیوں تو ایسے مفسد اور خون ریز کو پیدا کرتا ہے۔ یہ قصہ اپنے اندر یہ پیشگوئی مخفی رکھتا ہے کہ اہل کمال کی ہمیشہ نکتہ چینی ہوا کرے گی۔ خدا تعالیٰ نے اسی غرض سے خضر کا قصہ بھی قرآن شریف میں لکھا ہے تا لوگوں کو معلوم ہو کہ ایک شخص ناحق خون کر کے اور یتیموں کے مال کو عمداً نقصان پہنچا کر پھر خدا تعالیٰ کے نزدیک بزرگ اور برگزیدہ ہے۔ ہاں اس سوال کا جواب دینا باقی رہا کہ اس طرح بد امان ہو جاتا ہے اور شریر انسانوں کے لئے ایک بہانہ ہاتھ آتا ہے اور وہ کوئی بدعملی کر کے خضر کی طرح کہہ سکتے ہیں کہ ہم نے خدا کے حکم سے یہ کام کیا ہے اور یہ ایک مقام اشکال ہے کہ ایک طرف تو خدا یہ کہے کہ میں ظلم اور فحشاء کا حکم نہیں دیتا اور پھر موسےٰ کی معرفت بےگناہ لوگوں کے مال بنی اسرائیل کے قبضہ میں دیوے اور نہائت قابل شرم طریق یعنے دروغگوئی سے وہ مال لیا جاوے اور پھر عہد شکنی سے ہضم کیا جائے ایسا ہی مسیح کو اجازت دی کہ وہ حرام کا عطر ملوانے سے نفرت نہ کرے اور نامحرم عورت جوان حسین کے اعضاء سے اعضاء ملانے کے وقت کچھ بھی تقویٰ اور پرہیزگاری کا پاس نہ کرے اور پھر ایک طرف تو خدا خون ناحق کو کبائر میں داخل کرے اور پھر خضر کو اجازت دے کہ تا معصوم بچے کو بےگناہ قتل کر دے۔ اس اشکال کا جواب یہی ہے کہ ایسے اعتراضات صرف بدظنی سے پیدا ہوتے ہیں اگر کوئی حق کا طالب اور متقی طبع ہے تو اُس کے لئے مناسب طریق یہ ہے کہ اون کاموں پر اپنی رائے ظاہر نہ کرے جو متشابہات میں سے اور بطور شاذ و نادر ہیں کیونکہ شاذ و نادر میں کئی وجوہ پیدا ہو سکتے ہیں اور یہ فاسقوں کا طریق ہے کہ نکتہ چینی کے وقت میں اُس پہلو کو چھوڑ دیتے ہیں جس کے صدہا نظائر موجود ہیں اور بدنیتی کے جوش سے ایک ایسے پہلو کو لے لیتے ہیں جو نہائت قلیل الوجود اور متشابہات کے حکم میں ہوتا ہے۔ اور نہیں جانتے کہ یہ متشابہات کا پہلو جو شاذ نادر کے طور پر پاک لوگوں کے وجود میں پایا جاتا ہے یہ شریر انسانوں کیلئے رکھا گیا ہے اگر خدا تعالیٰ چاہتا تو اپنے پاک بندوں کا طریق اور عمل ہر ایک پہلو سے ایسا صاف اور روشن دکھلاتا کہ شریر انسان کو اعتراض کی گنجائش نہ ہوتی مگر خدا تعالیٰ نے ایسا نہ کیا تو وہ خبیث طبع انسانوں کا خبث ظاہر کرے۔ نبیوں اور مرسلوں اور اولیاء کے کارناموں میں ہزارہا نمونے اُن کی تقویٰ اور طہارت اور امانت اور دیانت اور صدق اور پاس عہد کے ہوتے ہیں اور خود خدا تعالیٰ کی تائیدات اُن کی پاک باطنی کی گواہ ہوتی ہیں۔ لیکن شریر انسان ان نمونوں کو نہیں دیکھتا اور بدی کی تلاش میں رہتا ہے۔ آخر وہ حصہ متشابہات کا جو قرآن شریف کی طرح اُس کے نسخہ وجود میں بھی ہوتا ہے مگر نہایت کم شریر انسان اسی کو اپنے اعتراض کا نشانہ بناتا ہے اور اسطرح ہلاکت کی راہ اختیار کر کے جہنم میں جاتا ہے

منہ۔

فلسفہ پیشگوئی کا

از حضرت مولوی عبد الکریم صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

ایسا عقیدہ بھی فیض اقدس آلہی کے خلاف ہے۔ اگر قرآن کریم کے تمام معارف و علوم (حاشا وکلّا) اُن ہی پر ختم ہوگئے۔ اور اب آئندہ کے لئے کوئی نیا سِرّ اور دقیقہ کسی کے لئے اوٹھا نہیں رکھا گیا تو پھر معاذ اللہ قرآن کریم بے ضرورت ثابت ہوجائیگا۔ کیونکہ اُس کے سارے اسرار ایک دفعہ عیان اور واضح ہوکر پبلک کے سامنے آگئے تو اب اُس کے وجدانی ذائقوں اور طرح طرح کی دل میں اوترنے والی معرفتوں سے حصہ لینے والا کون رہ گیا۔ یاد رکھو ایسا عقیدہ ایمان بالغیب کا بڑا بھاری دشمن ہے۔ قرآن کریم ایسی کتاب ہے جو خدائے پاک کی ذات کے مانند لازوال ہے اور اللہ تعالیٰ کی صفات غیر محدود کی طرح اسکی برکات کا چشمہ بھی کبھی سوکھنے والا نہیں۔ اس عالم کا کارخانہ زیر و زبر ہوجانے کے بعد بھی آئندہ عالم کے لئے یہی دستور العمل قایم رہنے والا ہے۔ پھر کیا دلیل ہوسکتی ہے۔ اِس امر کے باور کرنے کی کہ اوس کے عجائبات پچھلوں کے حصے میں سب کے سب آگئے۔

اسمیں شک نہیں کہ وہ لوگ اتقا میں خشیۃ اللہ میں دینداری کے تمام امور میں ہمارے پیشوا تھے مگر اون کے حق میں ایسا اعتقاد کرنا کہ وہ ہر قسم کے علوم کے جامع اور کامل ہادی تھے ہم نہیں سمجھتے کہ کہانتک صحیح ہوسکتا ہے یہ کیسی کورانہ تقلید ہے جسکا نتیجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فیض و کرم یعنے آینوالے علوم و فنون کا دروازہ قطعًا بند کردیا جاوے اور آریوں کی طرح اس عقیدہ کی خوشیاں منائی جاویں کہ اون چار خیالی رکھیوں کے سوا اور کل کائنات پر اللہ تعالیٰ کے فیوض کے ابواب مسدود ہوگئے۔

یہ غیر مقلدین کی سخت دل قوم بڑی جرأت سے حنفیہ کو جمود علی التقلید (تقلید پر اڑے رہنا) کا الزام دیتی ہے۔ مگر خود کبھی غور نہیں کرتے کہ آپ کیسے محدود دایرہ کے اندر سرگردان ہورہے ہیں اور اس غرور نے انہیں کہاں تک پہنچا دیا ہے کہ وہ ابوحنیفہ کے پیرو نہیں ہیں! حقیقت میں اگر تقلید کے اصول پر وسیع نظر ڈالی جائے تو مقلد اور غیر مقلد کا جھگڑا لفظی نزاع سے زیادہ کچھ بھی وقعت نہیں رکھتا۔

سوچنا چاہیے کہ جبکہ امر کی ضرورت ہی کسی زمانہ میں واقع نہیں ہوئی۔ کوئی معاملہ بحث کے نیچے نہیں آیا۔ پھر رائے زنی کیا ہوتی قول فیصل کیا دیا جاتا! اللہ تعالےٰ نے ابن مریم یا بہ لفظ دیگر مثیل مسیح کا وجود اس زمانہ کے لئے ضروری اور مقدر کر رکھا تھا اور کسی زمانہ میں اُس کا فیصلہ کیوں نہو سکتا تھا؟ تم چلاؤ جو چاہو کرو آخر تمہیں ملہم صاحب الوحی کا فیصلہ ماننا پڑے گا۔

خیر بیوقوفوں ابلہوں کے نزدیک نہ سہی عقلمندوں کی نزدیک یہ طے شدہ بات ہے کہ حضرت مسیح فوت ہوچکے ہیں تو اب اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ وہ حدیثیں مثیل مسیح کی بشارت دیتی ہیں۔ اب اگر کوئی وقت ہے تو اون کے الفاظ کو ظاہر پر محمول کرنیکے متعلق امید ہے کہ اگر ہمارے بھائی انبیاء کی طرز کلام سے واقفیت پیدا کرنیکی تمنا کرینگے اور اون کے اسرار مخفیہ کی اہل کشف والہام سے دریافت فرمائینگے تو اونکا یہ پردہ بھی اوتر جائیگا۔ میرا یقین ہے کہ میں نے اجمالی طور پر مختلف مقاصد کے انکشاف و اثبات کے لئے مسلمہ حقائق (فیکٹس) لکھدئے ہیں۔ اگر اہل نظر غور کرینگے تو انہیں بہت سامان ان سے مل جائیگا۔ میں نے اُن احادیث کے الفاظ پر بحث کرنی ضروری نہیں سمجھی کیونکہ حضرت مسیح الزمان (سلمہ الرحمن) نے رسالہ ازالہ اوہام میں ان پر باتفصیل اور سیر کن نیوالی گفتگو کی ہے ہاں میں نے اتنا مصالح پیدا کردیا ہے کہ ہمارے اخوان مومنین حضرت مرزا صاحب کی تاویل کو تحریف کہنے کی جرأت نہ کرسکیں گے وہ بخوبی سمجھ جائینگے کہ مکاشفات اور پیشگوئیوں کے معانی کیونکر کئے اور لئے جاتے ہیں۔ آخر میں میں اتنا عرض کرتا ہوں کہ وہ صبر وتحمل کو کام میں لائیں اور بدظنیوں سے باز آئیں اور حضرت شیخ ابن عربی کی اس نصیحت کو ہمیشہ نصب العین رکھیں۔ واقل درجات الطریق التسلیم فیما لا تعلمون۔ واعلاہ القطع بصدقہ وما عدا ھذین الطریقین فحرمان والمتصف بہ محروم کما ان المتصف بھذین الطریقین سعید ومنصور۔ قال الشیخ ابو یزید البسطامی للامام ابی موسیٰ الدبیلی یا ابا موسیٰ اذا لقیت مومنا یکلام اھل ھذہ الطریقۃ قل لہ یدعو لک فانہ مجاب الدعوۃ قال رویم من قعد مع الصوفیۃ وخالفھم فی شیئ مما یتحققون نزع اللہ نور الایمان منہ۔ (فتوحات مکیہ جلد اول)

طریق فقراء کا ادنیٰ درجہ سر جھکا دینا ہے اُن حقائق کے سامنے جن سے تم واقف نہو اور اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ تم اون کی سچائی کا یقین کرو۔ ان دو رستوں کے سوا بس محرومی ہے اور اُن دو رستوں پر عمل کرنے والا سعادتمند اور بخت آور ہے۔ حضرت بسطامی ابوموسےٰ سے فرماتے ہیں۔ دیکھو ابو موسےٰ! جب تم کسی ایسے شخص سے ملو جو اس طریق کے لوگوں کی باتیں مانتا ہو تو اُس سے اپنے حق میں دعا منگوانا کیونکہ وہ مجاب الدعوات ہوتا ہے اور رویم فرماتے ہیں، جو شخص صوفیہ کی صحبت میں بیٹھے۔ اور اُن کی ثابت کردہ باتوں میں کسی کی مخالفت کرے اللہ تعالیٰ نور ایمان کو اُس سے چھین لیتا ہے۔

میں بڑے خلوص ایمان سے اپنے بھائی مسلمانوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ بھی اس خدائے برتر کے برگزیدے کی نسبت حسن ظن کو کام میں لائیں بختاوری اور سعادتمندی اس میں ہے کہ اس مجاب الدعوات مقبول حق کی دعا لیں اون کو چاہیے کہ اس مخاطبانہ شعر کو بڑی غور سے پڑھیں۔ قال مسیح الزمان

اے قوم من بصبر نظر سوئے غیب دار
تا دستِ خود بعجز زبہر تو گسترم۔

وہ کیوں دلیری کرکے اُس غضب ولعنت کے مستوجب بنتے ہیں جو اس ولی اللہ کی مخالفت کا لازمی نتیجہ ہے میں اون لوگوں کو بھی جو ایک کنارے پر کھڑے کسی بڑے بھاری نتیجہ دیکھنے کے انتظار میں ہیں اور ابھی اونھوں نے منفصل اور ایک طرفہ رائے قایم نہیں کی اتنا کہنے سے باز نہیں رہ سکتا کہ وہ ناگہاں جھپٹ لینے والی موت سے کیوں ایمن بیٹھے ہیں وہ اون راست بازوں کی پیروی کیوں نہیں کرتے جو اوّل امر ہی میں ہادی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تمام اخبار بالغیب اور تنبیہات پر صدق دل سے ایمان لے آئے تھے اور آخر اُن مواعید کے پورا ہونے پر جب اُنہوں نے برکات الہیہ کا معائنہ کرلیا تو یوں پکار اوٹھے۔

ھذا ما وعدنا اللہ ورسولہ وصدق اللہ ورسولہ۔ مگر مذبذبین بین ذالک کا جو تاسّف آل حال ہوا، اخبار وسیر کے جاننے والے اُس سے بے خبر نہیں ہیں۔

واٰخر دعوانا۔

ان الحمد للہ رب العالمین۔ ط

خاکسار عبد الکریم سیالکوٹی

النصح

گذشتہ اشاعت سے آگے

جو مطابق اس کے ہو بس ہے وہی حق کا کلام
برخلاف اس کے نہیں چلتا ہے کوئی انتظام
ہو مبارک اے مسلمانوں کرو شکر خدا
جو ملا ہم کو کلام حق وہ ایسا ہی ملا
ہادی برحق ہمارے ہیں محمد مصطفیٰ
آکے دنیا میں اُنہوں نے صاف یہ دعویٰ کیا
میں جناب حق سے لایا ہوں وہ نورانی کتاب
جس پہ کرنے سے عمل اُٹھینگے ظلمانی حجاب
یہ ہے قرآن جو خلاف فطرت انسان نہیں
جو نہ آئے کام انساں کے یہ وہ فرمان نہیں
جو اسے کہتا ہے قول حضرت رحمان نہیں
اس سے کہہ دے یہ کہ گر بندۂ ناداں نہیں
اس کی باتیں جسقدر ہیں وہ تو سب معقول ہیں
جو نہ سمجھیں اُسکو تم سمجھو کہ وہ مجہول ہیں
جانب حق سے ہے اترا یہ صراط مستقیم
اس کے ہر پہلو میں ہیں آباد جنت النعیم
ہے پہنچتی اُن کے پاکیزہ دماغوں میں شمیم
منزل قرآن نے بخشا ہے جنہیں ذہن سلیم
گلستاں میں اس کے بجری تحتہا الانہار ہیں
مست پھرتے ہیں وہی اون میں کہ جو ہشیار ہیں
عاشقان حق جو ہیں اُن کا تو ہے دلدار یہ
اُس کے بیماران الفت کا ہے اک غمخوار یہ
گنج معنی ہے یہی اور مخزن اسرار یہ
یہ شفار صدر ہے کرتا ہے دور آزار یہ
جنکو مولا کی طلب ہے اُنکو پالیتا ہے یہ
دامن رحمت کے نیچے پس چھپالیتا ہے یہ
اس کا اک اک لفظ بھرتا ہے مسیحائی کا دم
سینکڑوں مُردے جلاتا ہے یہ بر ہر قدم
ہاں مگر دل چاہئے ایسا کہ جس میں کچھ ہو نم
کج طبع لوگوں کو ہر دم سوجھتے ہیں پیچ و خم
اسکو نسبت اُنسے کب جو فاسق و فجار ہیں
دوڑتے ظلمت میں ہیں اور نور سے بیزار ہیں
اُس نے اپنے آپ کو ثابت کیا نور و ہدا
سینکڑوں مُردے جئے ہیں پی کے یہ آب بقا
دیکھ لو دُنیا میں پہلے پہلے جب نازل ہوا
اُسنے دُنیائے عرب کی کیسی پلٹی تھی ہوا
کیا تھے اوس سے پہلے اور بعد اُس کے کیا ہوگئے
راہزن تھے پیشتر پھر رہنما وہ ہوگئے
ارض سے فاران کے آخر ہوا جلوہ نما
ہر طرف مُلک عرب میں اس کا چرچا پڑ گیا
سینکڑوں برسوں سے جو کھاتے تھے غفلت کی ہوا
تازیانہ ہوشیاری کا اُنہیں آکر لگا
صور احمد نے جو پھونکا اک قیامت آگئی
کفر و شرک و بُت پرستی کی تو شامت آگئی
اک عجب حاشر حجازی ملک میں ظاہر ہوا
اس کے قدموں پر ہوا اک حشر کا عالم بپا
اذن سے اللہ کے دی اُس نے اک ٹھوکر لگا
اپنی اپنی قبر سے ہر ایک مُردہ جی اوٹھا
صبغتہ اللہ کا چڑھا یا بعد اُسکے اُن پہ رنگ
دھل گیا جس سے دلوں کا انکے سارا میل زنگ
تھے تو گمنام جہاں پر پوچھے اب جانے لگے
وحشیوں سے تھے پر اب انسان کہلانے لگے
فخر و عزت اور ملکوں سے وہ اب پانے لگے
خود مہذب بن گئے تہذیب سکھلانے لگے
فخر اونکی ذات سے کرتے تھے سب باعز و جاہ
اونکی اعلیٰ شان پر تاریخ ہے اب تک گواہ
یاد تھا اون کو بخوبی عہد و پیمان خدا۔
اون کی تعلیم و عمل میں تھا یہ قرآن خدا۔
بھولتے تھے ایک دم کو بھی نہ وہ شان خدا
اس لئے ہوتا تھا ہر دم اُن پہ فیضان خدا
اُس کے ادنیٰ حکم پر بھی سر جھکا دیتے تھے وہ
مال و زر کو راہ مولا میں لٹا دیتے تھے وہ

ناظرین الحکم کی دلچسپی کیلئے

ذیل میں ہم اپنے معزز بھائی حبیب الرحمٰن کا مختصر نوٹ جو اونہوں نے کرزن گزٹ کی چند قرار دادہ نصائح پر تحریر کیا ہے درج کرتے ہیں نوٹ واقعی قابل قدر ہے اور اگر مرزا حیرت صاحب ذرا بھی فکر سے سوچیں۔ تو اُن کو ضرور اُسکی معقولیت کا معترف ہونا پڑے گا.................. (ایڈیٹر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی

مکرمی اخویم جناب شیخ صاحب اڈیٹر اخبار الحکم سلمہ

السلام علیکم و رحمتہ اللہ و برکاتہ میں آپکا ممنون ہونگا اگر آپ میری ان چند سطور کو اپنے قیمتی اور بابرکت اخبار میں درج فرمادیں گے ۔ والسلام۔

۱۵ - مئی ۱۹۰۳ء کے کرزن گزٹ دہلی پر

ایک نظر

(میری چند نصیحتیں) اس عنوان سے ایک مضمون کرزن گزٹ دہلی میں جناب مولانا میرزا حیرت صاحب منیجر اخبار مذکور کی جانب سے عرصہ دراز سے شایع ہو رہا ہے اور ہماری نظر سے گذرتا ہے - ۱۵ - مئی ۱۹۰۳ء کے اخبار میں جو مضمون اس سرخی کے تحت میں دیا گیا ہے اوس نے ہمکو چند سطور کے تحریر کرنے پر آمادہ کیا۔

(۱) ہم مولانا مرزا حیرت صاحب سے دریافت کرتے ہیں کہ جو نصیحتیں کہ عرصہ دراز سے وہ درج اخبار کرتے ہیں کیا وہ قرآن شریف اور احادیث سے باہر ہیں یا اندر اگر یہ نصیحتیں قرآن شریف و حدیث شریف سے باہر ہیں تو کیا وہ علیحدہ ایک نصیحت نامہ بنانا چاہتے ہیں جو قرآن شریف اور حدیث شریف میں درج ہونے سے رہ گیا تھا اور اگر وہ قرآن شریف اور حدیث شریف کے اندر موجود ہیں تو وہ اپنے خیال کے مطابق مختار نہیں ہیں کہ قرآن شریف اور حدیث شریف کی نصیحتوں کو اپنے نام (میری چند نصیحتیں) سے شایع کریں - اور اگر محض اپنے الفاظ اور اپنی زبان میں لانے سے اپنی نصیحتیں سمجھ بیٹھے ہیں تو پھر حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی سلمہ اللہ تعالےٰ کے کلمات طیبات پر اعتراض کیوں ہے پہلے میری چند نصیحتوں پر غور فرمادیں پھر کلمات طیبات امام الزمان پر اعتراض ہونا چاہئے۔

(۲) جناب مولانا مرزا حیرت صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ :- یہ خوب سمجھ لے جب قرآن مجید موجود ہے اور حضور انور ہم پر سایہ فگن ہیں دین کے معاملہ میں کسی امام کی ضرورت نہیں ہے - گویا جناب مولانا مرزا حیرت صاحب کو اس سے انکار ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی امام یا مجدد یا محدث نہ ہوگا اور نہ ضرورت ہے - ہم کو اس پر چنداں بحث کی ضرورت نہیں ہے - رسالہ ضرورت امام مصنفہ حضرت امام الزمان جناب مرزا غلام احمد صاحب مدظلہ موجود ہے جو ایک منصف مزاج انسان کی تسلی کے لئے کافی ہے اور حدیث شریف ان اللہ یبعث لہذہ الامۃ علیٰ راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لہا دینہا اور حدیث شریف قد کان یکون فی الامم قبلکم محدثون فان یکن فی امتی منہم احد فعمر بن الخطاب منہم رواہ المسلم اور حدیث کہ جو امام الوقت کو نہ پہچانیگا وہ جاہلوں کی موت مرگیا - ہمکو امام الزمان کی خبر دیتے ہیں اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ اپنی کتاب تفہیمات الدین اور حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی اپنے مکتوبات میں بہ تفصیل تحریر فرماتے ہیں بغور ملاحظہ فرماویں - ورنہ علماء اسلام اور اولیاء کرام کا وجود اسلام کے لئے فائدہ مند نہیں ٹھہرتا اور خود جناب مولانا مرزا حیرت کا مضمون (میری چند نصیحتیں) فضول ٹھہرتا ہے - اعتراض وہ ہونا چاہئے جو اپنے اوپر وارد نہ ہوتا ہو — امام الزمان اپنا نیا دین اور نئی شریعت لیکر نہیں آتا اور مولانا مرزا حیرت صاحب

منارۃ المسیح کی مخالفت اور اسکا فیصلہ

کبھی رکتے نہیں ہرگز خدا کے کام بندوں سے
بھلا خالق کے آگے خلق کی کچھ پیش جاتی ہے

ہم نہایت مسرت اور خوشی کے ساتھ خدا تعالے کا شکر کرتے ہوئے اس خبر کا اظہار کرتے ہیں کہ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ منارۃ المسیح کی جسقدر مخالفت کی گئی تھی وہ ضلع گورداسپور کے بیدار مغز اور دقیقہ رس جناب میجر ڈاس صاحب بہادر ڈپٹی کمشنر کی عدالت سے آخر بے سود ثابت ہوئی + اور آپ نے اس معاملہ میں کسی قسم کی دست اندازی کو بالکل غیر ضروری سمجھا جیسا ہمنے اپنے اخبار میں صاحب موصوف کی بیدار مغزی اور معدلت گستری سے امید کی تھی - وہ امید پوری ہوئی اور ہماری تحریریں اس معاملہ میں نتیجہ خیز - ہم اس مثل کی نقل کے حاصل کرنے کی سعی کر رہے ہیں - باضابطہ مصدقہ نقل مل جانے پر ہم صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر کا اصل حکم شائع کرنے کے قابل ہونگے -

بہر حال ہم سلسلہ عالیہ احمدیہ کی طرف سے اپنے مخدوم مجسٹریٹ ضلع کے شکر گزار ہیں کہ اونہوں نے ہمارے معروضات پر جیساکہ آپ کی تشریف آوری پر ہم نے توقع کی تھی پوری توجہ فرمائی اور ہماری مذہبی آزادی اور مذہبی عبادت گاہ کے جائز حقوق کی حفاظت فرماکر اپنی انصاف پسندی اور بے رو رعایت پالیسی کا ثبوت دیا ہے + ضلع گورداسپور کی رعایا کو ایسے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ پر جسقدر ناز ہو وہ کم ہے -

منارۃ المسیح کے روکنے میں ہمارے مخالفوں نے پوری کوشش کی مگر خدا تعالیٰ نے انکو اپنے ان ارادوں میں پورا ناکام اور نامراد رکھا - والحمد للہ علےٰ ذالک

ہم صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر کی ذات سے توقع کرتے ہیں کہ وہ آئندہ کے لئے ایسی سازشیں کرنیوالوں کا پورا لحاظ رکھیں گے - پبلک کے امن میں خلل اندازی کرنے کا انہیں موقع ندیا جاویگا - ہم یہ امر آپ کی توجہ کے لئے پیش کرنیکا ارادہ رکھتے ہیں کہ بعض آدمی اس قماش کے یہاں موجود ہیں جو ہمیشہ ایسے ہی جوڑ توڑ میں لگے رہتے ہیں -

بہر حال ہماری قوم کے لئے یہ بہت بڑی شکر گزاری اور خوشی کا موقع ہے جو صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر گورداسپور کی بیدار مغزی سے انکو ملا ہے - اور سب سے زیادہ ہمارے لئے کہ ہماری تحریریں موثر ثابت ہوئیں -

استفسارات اور انکے جواب

سوال - کبھی نماز میں لذت آتی ہے اور کبھی وہ لذت جاتی رہتی ہے اُس کا کیا علاج ہے؟

جواب - ہمت نہیں ہارنی چاہیئے - بلکہ اس لذت کے کھوئے جانے کو محسوس کرنے اور پھر اسکو حاصل کرنے کی سعی کرنی چاہیئے جیسے چور آوے اور وہ مال اڑا کرلے جاوے تو اوسکا افسوس ہوتا ہے - اور پھر انسان کوشش کرتا ہے کہ آئیدہ کو اس خطرہ سے محفوظ رہے اسلئے معمول سے زیادہ ہوشیاری اور مستعدی سے کام لیتا ہے - اسیطرح پر جو خبیث نماز کے ذوق اور انس کو لے گیا ہے تو اس سے کسقدر ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے - اور کیوں نہ اسپر افسوس کیا جاوے انسان جب یہہ حالت دیکھے کہ اس کا انس و ذوق جاتا رہا ہے تو وہ بے فکر اور بے غم نہ ہو - نماز میں بے ذوقی کا پیدا ہونا ایک سارق کی چوری اور روحانی بیماری ہے - جیسے ایک مریض کے مُنہ کا ذائقہ بدل جاتا ہے تو وہ فی الفور علاج کی فکر کرتا ہے اسیطرح پر جس کا روحانی مذاق بگڑ جاوے اُس کو بہت جلد اصلاح کی فکر کرنی لازم ہے -

یاد رکھو انسان کے اندر ایک بڑا چشمہ لذت کا ہے جب کوئی گناہ اس سے سرزد ہوتا ہے تو وہ چشمہ لذت مکدر ہو جاتا ہے اور پھر لذت نہیں رہتی - مثلاً جب ناحق گالی دیدیتا ہے یا ادنے ادنے سی بات پر بدمزاج ہو کر بدزبانی کرتا ہے تو پھر ذوق نماز جاتا رہتا ہے اخلاقی قویٰ کو لذت میں بہت بڑا دخل ہے جب انسانی قویٰ میں فرق آئیگا تو اس کے ساتھ ہی لذت میں بھی فرق آجاوے گا - پس جب کبھی ایسی حالت ہو کہ انس اور ذوق جو نماز میں آتا تھا وہ جاتا رہا ہے - تو چاہیئے کہ تھک نہ جاوے اور بے حوصلہ ہو کر ہمت نہ ہارے بلکہ بڑی مستعدی کے ساتھ اس گمشدہ متاع کو حاصل کرنے کی فکر کرے اور اسکا علاج ہے توبہ - استغفار - تضرع - بے ذوقی سے ترک نماز نہ کرے بلکہ نماز کی اور کثرت کرے جیسے ایک نشہ باز کو جب نشہ نہیں آتا تو وہ نشہ کو چھوڑ نہیں دیتا بلکہ جام پر جام پیتا جاتا ہے - یہاں تک کہ آخر اس کو لذت اور سرور آجاتا ہے - پس جسکو نماز میں بے ذوقی پیدا ہو - اوس کو کثرت کے ساتھ نماز پڑھنی چاہیے اور تھکنا مناسب نہیں آخر اسی بے ذوقی میں ایک ذوق پیدا ہو جاویگا - دیکھو پانی کے لئے کسقدر زمین کو کھودنا پڑتا ہے جو لوگ تھک جاتے ہیں وہ محروم رہ جاتے ہیں جو تھکتے نہیں وہ آخر نکال ہی لیتے ہیں اس لئے اس ذوق کو حاصل کرنے کے لئے - استغفار کثرت نماز و دعا مستعدی اور صبر کی ضرورت ہے -

سوال - بہترین وظیفہ کیا ہے -

جواب - نماز سے بڑھ کر اور کوئی وظیفہ نہیں ہے کیونکہ اسمیں حمد الہی ہے - استغفار ہے اور درود شریف - تمام وظائف اور اوراد کا مجموعہ یہی نماز ہے اور اس سے ہر ایک قسم کے غم و ہم دور ہوتے ہیں اور مشکلات حل ہوتے ہیں - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اگر ذرا بھی غم پہنچتا تو آپ نماز کے لئے کھڑے ہو جاتے اور اسی لئے فرمایا ہے الا بذکر اللہ تطمئن القلوب اطمینان سکینت قلب کیلئے نماز سے بڑھ کر اور کوئی ذریعہ نہیں - لوگوں نے قسم قسم کے ورد اور وظیفے اپنی طرف سے بنا کر لوگوں کو گمراہی میں ڈال رکھا ہے اور ایک نئی شریعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے مقابلہ میں بنا دی ہوئی ہے - مجھپر تو الزام لگایا جاتا ہے کہ میں نے نبوۃ کا دعوی کیا ہے - مگر میں دیکھتا ہوں اور حیرت سے دیکھتا ہوں کہ اونہوں نے خود شریعت بنائی ہے اور نبی بنے ہوئے ہیں اور دُنیا کو گمراہ کر رہے ہیں ان وظائف اور اوراد میں دنیا کو ایسا ڈالا ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کی شریعت اور احکام کو بھی چھوڑ بیٹھے ہیں بعض لوگ دیکھے جاتے ہیں کہ اپنے معمول اور اوراد میں ایسے منہمک ہوتے ہیں کہ نمازوں کا بھی لحاظ نہیں رکھتے میں نے مولوی صاحب سے سنا ہے کہ بعض گدی نشین شاکت مت والوں کے منتر اپنے وظیفوں میں پڑھتے ہیں - میرے نزدیک سب وظیفوں سے بہتر وظیفہ نماز ہی ہے - نماز ہی کو سنوار سنوار کر پڑھنا چاہیے اور سمجھ سمجھ کر پڑھو اور مسنون دعاؤں کے بعد اپنے لئے اپنی زبان میں بھی دعائیں کرو - اس سے تمہیں اطمینان قلب حاصل ہوگا اور سب مشکلات خدا چاہے گا تو اسی سے حل ہو جائیں گی - نماز یاد الہی کا ذریعہ ہے اسلئے فرمایا ہے اقم الصلوٰۃ لذکری - (باقی آئندہ)

دُعاء

ادعوا ربکم تضرعا وّخفیۃ ط ان اللہ لا یحب المعتدین - ولا تفسدوا فی الارض بعد اصلاحھا وادعوہ خوفا وطمعا ط ان رحمت اللہ قریب من المحسنین - ترجمہ یعنے اپنے رب کو تضرع اور خوف کے ساتھ پکارو تحقیق اللہ زیادتی کرنے والوں سے محبّت نہیں کرتا۔ زمین میں اصلاح کے بعد فساد نہ کرو اور خوف اور طمع کے ساتھ اُس سے دعا مانگا کرو۔ تحقیق اللہ کی رحمت محسنوں کے قریب ہے

اُس آیت شریف میں دعا کا حال اور اوسکی قبولیّت کے طریق بیان فرمائے گئے ہیں۔ تضرع یعنی گڑگڑانا اور خوف یعنی اپنے گناہوں کی شامت اور خدا کی عدالت سے ڈرنا دعا کے واسطے لازمی امور ہیں۔ جسقدر کوئی دُعا ان دو حالتوں سے خالی ہوگی اوسی قدر قبولیّت سے دُور ہوگی کیونکہ تضرع میں انتہا درجہ کا عجز و نیاز شامل ہوجاتا ہے اور خوف میں اپنی عبودیت و گنہگاری اور خداوند عالم کی الوہیّت اور قدوسیت کا اظہار ہوتا ہے جسقدر تضرع اور خوف کسی انسان میں ترقی کریں اُسی قدر وہ گناہوں سے پاک ہوکر خدا کی جناب میں مقبول اور پیارا ہوجاتا ہے۔ برعکس اس کے جو انسان خدا کی طرف سے لاپرواہ اور بے خوف بنا رہتا ہے۔ اسی قدر متکبر ظالم سرکش اور بدکار ہوتا جاتا اور حدود انسانیت سے جو عجز و نیاز راست روی اور عبودیت ہیں خارج ہوجاتا ہے۔ جب تضرع اور خوف کی خوبیوں سے کوئی انسان عاری ہوا تو سمجھنا چاہئے کہ وہ انسانیت سے خارج اور جناب الٰہی سے مردود ہوا۔ گویا کہ تضرع اور خوف سے علیحدہ ہونا بدکاری میں پڑجانا اور خدا کی حضور میں غیر مقبول ہوجانا ہے چنانچہ آیت مذکورۃ الصدر میں ایک طرف یہ حکم ہے کہ اپنے رب کو تضرع اور خوف کے ساتھ پکارو۔ دوسری طرف ساتھ ہی یہ تنبیہ ہے کہ اللہ حد سے گذرجانے والوں کو دوست نہیں رکھتا دوسرے الفاظ میں اس آیت کریمہ کا مطلب اس طرح پر بیان کرسکتے ہیں کہ اپنے رب کو عجز و نیاز گریہ و زاری اور خوف کے ساتھ پکارتے رہو اگر ایسا نہ کروگے تو تم غافلوں اور ظالموں میں شامل ہوجاؤگے جو اپنی زیادتیوں کی وجہ سے اس قابل نہیں رہتے کہ خدا اون سے محبّت کرے پھر دوسرے الفاظ میں اوس کی تشریح اس طرح پر ہے ولا تفسدوا فی الارض بعد اصلاحھا وادعوہ خوفا وطمعا ط یعنی اصلاح کے بعد زمین میں فساد نہ کرو اور خوف و طمع کے ساتھ اللہ سے دعائیں مانگا کرو۔ پھر اور پیرایہ میں آئندہ الفاظ اس مطلب کو اور بھی صاف کرتے ہیں ان رحمت اللہ قریب من المحسنین تحقیق اللہ کی رحمت محسنوں سے قریب ہے رحمت الٰہی جو دعاؤں کی قبولیت کا موجب ہوتی ہے اُس کی نسبت اللہ کریم فرماتا ہے کہ وہ نیکی کرنے والوں کے قریب ہے جب کوئی نیک بندہ اللہ کو پکارے تو رحمت الٰہی اُس کی قبولیت کے واسطے حرکت میں آجاتی ہے۔ الغرض مومن۔ متقی اور نیک ہونا گریہ زاری اور عجز و نیاز کے ساتھ دعائیں مانگنا قبولیت کے واسطے لازمی امور ہیں برعکس اس کے بدکاری اور ظلم کی حالت میں جو دعائیں لاپرواہی اور بیدلی کے ساتھ کی جائیں وہ قبولیّت نہیں حاصل کرسکتی چنانچہ آیتہائے مذکورۃ الصدر میں الفاظ ذیل اس کے شاہد ہیں۔ ان اللہ لا یحب المعتدین تحقیق اللہ حد سے گذرجانے والوں کو دوست نہیں رکھتا قرآن مجید جو ہر ایک روحانی مسئلہ کو طرح طرح کی تمثیلات اور ہر طرح کے پیراؤں میں صاف اور روشن کرنا چاہتا ہے اور مقامات میں اس مسئلہ کی تشریح اس طرح پر فرماتا ہے وما للظالمین من انصار ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ان اللہ لا یھدی القوم الفاسقین اللہ بدکاروں کو کامیابی کے راستہ نہیں دکھاتا ان اللہ لا یھدی القوم الظالمین اللہ ظالموں کی ہدایت نہیں کرتا وما دعاء الکافرین الا فی ضلل نافرمانوں کی دعا بس بھٹکتی رہتی ہے جیسے کوئی راہ سے بھٹکا ہوا مسافر منزل مقصود کو نہیں پہنچ سکتا اسی طرح کسی ایسے شخص کی دُعا جو خدا کو نہیں مانتا کسی قبولیّت کو نہیں پہنچتی۔ یہی وجہ ہے کہ ظالم اور بدکار قومیں جو خدا کی نسبت ایمان صحیح نہیں رکھتی اور اصلاح نفس و عبودیت کے راستوں سے دور ہیں اپنی دعاؤں کو بے اثر دیکھ کر اون کی قبولیّت سے ہی انکاری ہوگئی ہیں اور دعا کو محض عبادت سمجھتی ہیں۔ یہہ بے ایمانی کا دوسرا درجہ ہے اوّل درجہ تو وہ ہے کہ خدا کی ہستی ہی سے انکار کیا جاوے۔ دوئم درجہ یہ ہے کہ اُسکو کارخانۂ عالم کیطرف سے بے اختیار محض یا معطل مانا جاوے۔

پاک بندوں کی مخلصانہ دعائیں حضور جناب الٰہی تک پہنچتی اور مناسب جواب حاصل کرلیتی ہیں یہ ایک پس پردہ مکالمہ ہے جو مومن بندہ اور اُس کے رب کے درمیان ہوتا ہے۔ یہ ایک روحانی ملاقات ہے جو پاک روح کو اُس کے مولا کے ساتھ ہوتی ہے اور ہر سایل پورے یقین اور ایمان کے ساتھ اپنے عجز و نیاز اور توبہ و استغفار کو رحیم و کریم مالک کے آگے پیش کرتا ہے اور ہر خداوند عالم کی رحمت کامیابی کی صورت یا مناسب تشفی سے اُس کی دلداری کرلیتی ہے نصرت الٰہی کے مشاہدات اپنی زندگی میں معائنہ ہوکر مومن کے یقین کو روز بروز ترقی ہوتی اور معرفت بڑھتی ہے۔ دُنیا میں کوئی مذہب اور کوئی قوم ایسی نہیں جس کی آسمانی کتابوں میں دُعا کی تعلیم نہ ہو بلکہ کوئی فرد بشر بھی ایسا نہیں جو دلگداز مصائب اور جانسوز تکالیف کیوقت خود بخود اپنے رب سے مدد اور معافی کا خواستگار نہ ہوتا ہو۔ ہاں یہ تو ضرور ہے کہ سعید اور خدا ترس لوگ تو بات بات میں اپنے رب کو پکارتے اپنے آپ کو ناچیز اور ناتوان خیال کرکے اُس قادر مطلق کی مدد کے خواہاں ہوتے ہیں ہر ایک حاجت میں اور ہر ایک دُکھ میں جو ضرورت ہو اُس مولا سے چاہتے ہیں کوئی دنیاوی تکلیف یا حاجت ہو یا دینی ہر ایک امر میں خدا سے دعائیں مانگتے ہیں ان لوگوں کا حال جیسے ایک معصوم بچہ کے مشابہ ہوتا ہے۔ جو ہر ایک ضرورت کے وقت رو دیتا اور ماں ماں کرکے پکارتا ہے ایسے ہی یہ خدا کے پیارے اپنے محبوب اور مولائے حقیقی کو بھی ہر ضرورت کے وقت پکارتے ہیں اور جیسے ماں شفقت و رحمت کے ساتھ اپنے معصوم بچہ کی کارسازی کرتی ہے ویسے ہی رب العالمین کمال شفقت و رحمت کے ساتھ اپنے عاجز بندے کی کارسازی کرتا ہے۔ دوئم درجہ کے وہ لوگ ہیں جو عموماً غفلت اور لاپروائی میں اپنی زندگی بسر کرتے اور اپنی طاقتوں اور کوششوں کو اپنے واسطے کافی سمجھتے ہیں۔ معمولی حالتوں میں کبھی خدا کو یاد نہیں کرتے مگر غیر معمولی حالتوں میں ضرور اُس کی طرف جھکتے دعائیں مانگتے نذر و نیاز مانتے اور اُس کے پاک بندوں سے دعا کا سوال کرتے ہیں جبتک یہ لوگ خود توبہ و استغفار نہ کریں اپنے مالک کے آگے دردِ دل اور عجز و نیاز کے ساتھ نہ روئیں اُسوقت تک کوئی قبولیّت حاصل نہیں کرسکتے۔ اس لئے یہ لوگ دعاؤں کی کچھ حقیقت نہیں سمجھتے مگر مصیبت کے وقت

فطرتی ایمان اندرونی طور پر جوش مار کر خدا کی طرف اُن کو ضرور جھکا دیتا ہے۔

سویم درجہ کے وہ لوگ ہیں جو معمولی تکالیف میں بھی خدا کی طرف نہیں جھکتے اور نہ کوئی اُس سے مدد مانگتے ہیں۔ مگر جب ناقابل برداشت تکالیف انکے سر پر آپڑتی اور اون کے گھمنڈ خودروی اور بے نیازی کو توڑ کر دلوں کو شکستہ و مایوس کر دیتی ہیں اوسوقت یہ بھی خدا کے آگے رونے لگتے اور دعائیں مانگتے ہیں۔ الغرض کوئی مذہب آسمانی ایسا نہیں جسمیں دُعاؤں کی تاکید نہ ہو اور کوئی فرد بشر ایسا نہیں جس کی فطرت ایک نہ ایک وقت اُس کو دعاؤں کی طرف نہ جھکادے پھر وہ انسان کیسا لا مذہب اور فطرت انسانی و مشاہدات جاودانی کی طرف سے کیسا جاہل ہے جو دعاؤں کو فضول یا غیر مقبول خیال کرتا ہے اور وہ قوم کیسی نادان ہے جس نے عدم قبولیّت دعا کو اصول ایمانی میں سے قرار دیا ہے۔ تمام عالم میں دعاؤں کی آواز ہے بچہ جوان اور بوڑھے سب خدا کو پکارتے ہیں۔ علم والے اور بے علم سب کے سب فطرتًا دعا کی اصلیّت کے قابل ہیں۔ سارے مذہب اور ساری قومیں خدا سے دعائیں کرتی ہیں اتنا فرق ضرور ہے کہ ایک لوگ دُکھ اور سُکھ تنگی اور فراخی میں ہر ایک ضرورت کے وقت خدا کی مدد و ہدائیت اور رحمت کے طالب رہتے ہیں اور ایک لوگ تھوڑی تکالیف کے وقت اور ایک لوگ سخت مصائب کے وقت۔ پھر کیا ایسا ایمان جو کم و بیش ہر ایک فطرت میں موجود ہے باطل ہے؟ تو پھر ماننا چاہیئے کہ تمام علوم متعارفہ اور فطرتی عقائد باطل ہیں۔ اور ساتھ ہی ماننا چاہیئے کہ تمام علوم انسانی باطل ہیں۔ کیونکہ تمام علوم کی بنیاد علوم متعارفہ اور فطرتی عقائد ہوتے ہیں الغرض دعاؤں کو بے حقیقت سمجھنا دہریت یا سوفسطائی کا ایک شعبہ ہے یا بے ایمانی و بدکاری کا ایک نتیجہ ٭

الغرض دعا ایک ایسا فطرتی امر ہے کہ دنیا کا کوئی ملک یا شہر اور گاؤں تو درکنار کوئی گھر بھی ایسا نہیں جسمیں دعا پر فطرتی ایمان ہونے کا ثبوت نہ ملتا ہو کہیں بڑے چھوٹوں کے حق میں دعائیں کرتے ہیں اور کہیں چھوٹے بڑوں کے حق میں کہیں نوکر اپنے آقاؤں کے حق میں اور کہیں آقا اپنے نوکر کے حق میں کہیں دوست کو دوست دعائیں دیتا ہے کہیں دشمن کو دشمن بد دعائیں سلام گڈ مارننگ جیتے رہو خوش رہو اسی فطرتی ایمان کا ظہور ہیں تمام زبانوں میں خدا تعالےٰ کے نام قاضی الحاجات

مجیب الدعوات۔ رحیم و کریم۔ ذوالفضل العظیم ہ۔ داتا بخشنہار اور غفار ہیں۔ یہ اسمائے الٰہی بھی قبولیت دعا کی طرف صاف دلالت کرتے ہیں۔ پھر ایسے عام یقین سے عمدًا انکار کرنا جس پر تمام بنی نوع کی فطرتیں۔ زبانیں۔ رسومات اور عبادات شاہد ہیں اور جس پر تمام آسمانی تعلیموں کا اتفاق ہے کیسی جہالت ہے۔ کیا یہ سب کچھ باطل ہے۔ نہیں ہرگز نہیں۔ بلکہ دعا کی قبولیت سے انکار کرنا اس امر کا اقرار ہے کہ اُس کا ایمان اللہ کریم کی نسبت ناقص یا کالعدم ہے یا غفلت و بدکاری کذب وریا اور ظلم و تکبر کی وجہ سے ایسا مردود ہو گیا ہے کہ خدا کی جناب میں اُس کی کوئی دعا ر قبول نہیں ہوتی اس لئے قبولیّت دعا سے انکار کر بیٹھا ہے اپنے آقا سے انعامات کی امید اُس نوکر کو ہوتی ہے جو خلوص اور خوشدلی کے ساتھ خدمت کرتا رہا ہو اور ہمیشہ ہر طرح پر اس کو خوش رکھتا ہو جو نوکر اپنے آقا کی مرضی کے خلاف چلے اس کو بخیل بے رحم اور ظالم خیال کرتا رہے اور اپنی بدظنی بے ایمانی اور بدچلنی سے ہمیشہ اُس کو ناخوش رکھے وہ اُس سے انعامات کی کیا امید کر سکتا ہے۔ وفادار خیرخواہ مستعد اور فرمانبردار نوکر کو اپنے آقا سے ہر طرح کی بھلی امید ہوتی اور اُس کی التجائیں قبول ہوتی ہیں برعکس اُس کے بے وفا بدخواہ سُست اور نافرمان نوکر کو ہمیشہ اپنے آقا سے خوف رہتا اور اُس کی التجائیں بجائے قبولیت کے ..... نفرت اور غضب پیدا کرتی ہیں یہی حال نیک اور بد کی دعاؤں کا ہوتا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے ان الذین آمنوا والذین ھاجروا وجاھدوا فی سبیل اللہ اولئک یرجون رحمت اللہ ط واللہ غفور الرحیم ۝ تحقیق جو لوگ ایمان پر قائم رہتے خدا کے واسطے وطنوں کو چھوڑتے اور جان و مال سے ہر طرح کی کوشش کرتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جو اللہ کی رحمت کی امیّد کرتے ہیں۔ کیونکہ اللہ غفور اور رحیم ہے اس آئیت سے ظاہر ہے کہ قبولیّت دعا کے واسطے سب سے پہلے صفات باری تعالیٰ پر صحیح ایمان ہونا اور پھر اُس ایمان کے مطابق اپنے عقاید اعمال اور عادات کو درست رکھنا ضروری ہے۔ جو قوم خدا کو معطل یا نادار و یا بے اختیار محض مانے وہ اُس کے فضل و کرم کی کیا امیّد کر سکتی ہے۔ دویم درجہ پر خوشنودی رب العالمین کے واسطے تکالیف اوٹھانا اور

ہر طرح کی محنت برداشت کرنا ضروری ہیں خواہ وطن چھوڑنا پڑے یا جنگ و جدال تک کا سامنا ہو کسی طرح احکام الٰہی سے باہر نہ جائے الغرض جو لوگ ایمان و اعمال اور جد و جہد کے ساتھ خدا کے سچے بندے اور سچے پرستار بنے رہتے ہیں ہی رحمت الٰہی کے امیدوار ہوتے اور اونہیں کی دُعائیں قبول ہوتی ہیں اللہ کریم کے دو اسمائے ہیں جو قبولیت دعا کے موجب ہوتے ہیں۔

اول غفور دوئم رحیم غفور کے معنے ہیں بہت بخشنے والا اور رحیم کے معنے بہت رحم کھانے والا جب کوئی مومن بندہ اپنے خدا سے کچھ مانگتا ہے تو اُس کی غفاری بہت سارے گناہوں کو بخش دیتی ہے۔ ساتھ ہی اُس کی رحمت حرکت میں آکر اُس کی دعا کو قبول فرماتی یا کسی اور بہتر طریق سے اطمینان کر دیتی ہے۔ اس طرح پر ایک با ایمان سائل اون انعامات کا مستحق ٹھہر جاتا ہے جو کسی محنت یا شامت اعمال کیوجہ سے اسکو نہیں مل سکتے تھے۔ یہی سلسلہ ہم دنیاوی معاملات میں بھی شب و روز ملاحظہ کرتے ہیں۔ ایک وفادار نوکر کی کسی سستی یا غفلت سے اگر اُس کا آقا ناراض ہو کر اُس کی ترقی کو روک لے تو اُس کی توبہ اور التجا کرنے پر فورًا بخشدیتا اور فراخدلی کے ساتھ اپنی حدّ اختیار کے مطابق سلوک کرتا ہے۔ پر خدا کی بخشش اور رحمت تو بے حد و بے انتہا ہے جیسا کہ قرآن کریم فرماتا ہے لاتقنطوا من رحمت اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعاہ اللہ کی رحمت سے ناامیدی مت کرو تحقیق اللہ تمام گناہوں کو بخشدیتا ہے ہمارے ایمان اور اعمال کیسے ہی خراب کیوں نہ ہوں۔ اور جناب باری سے ہم کیسے ہی مردود کیوں نہ ہو گئے ہوں ہمیں مایوس نہ ہونا چاہیئے کیونکہ وہ تمام گناہوں کو بخشدیتا اور رحمت بھیجنے کے واسطے طیار ہوتا ہے۔ قبولیت دعا اور رحمت کے ہارج ہمارے گناہ ہوتے ہیں مگر جب اللہ کریم تمام گناہوں کو بخشنے والا ہے۔ پھر کیوں مایوس ہوں رحمت الٰہی سے مایوس ہونا گمراہی کی دلیل ہے جیسا کہ قرآن کریم فرماتا ہے ومایقنت من رحمت ربہ الا القوم الضالون اپنے رب کی رحمت سے کوئی ناامید نہیں ہوتے مگر گمراہ لوگ۔ اُس قوم کے دین اور عقل پر افسوس جو خدا کو بخشش اور رحمت کے صفات میں بے اختیار مانتے اور دعاؤں کو محض ایک طریق عبادت خیال کرتے ہیں۔ اُن کے نزدیک دعائیں ایک قسم کی جھوٹی عبادات ہیں یہ نتیجہ اُس بیجا تصرف کا ہے جو محجوب اور بیدین لوگوں نے کلام الٰہی کی تفسیر میں کیا۔

ذکر و فکر

هل يستوى الاعمٰى والبصير افلا تتفكرون ۔ و فى الارض ايات للموقنين و فى انفسكم افلا تبصرون ۔ ان شر الدواب عند الله الصم البكم الذين لا يعقلون ۔ وقال الرسول يا رب ان قومى اتخذوا هذا القرآن مهجورا ۔

کیا اندھا اور سوجاکھا برابر ہو سکتے ہیں ۔ پس کیا تم فکر نہیں کرتے ۔ یقین لانے والوں کے لئے زمین میں اور خود تمہارے نفسوں میں نشانیاں ہیں تو کیا تم نہیں دیکھتے اللہ کے نزدیک شریر ترین حیوانات وہ گونگے اور بہرے ہیں جو عقل نہیں خرچ کرتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا اے میرے رب میری قوم نے اس قرآن کو نکواس بنالیا ۔

ا ۔ قرآن مجید انسان کے اندر ذکر و فکر کی قوتیں پیدا کرنی چاہتا اور خود سراسر وعظ و نصیحت ہے ۔ سچے قصوں اور واقعی مثالوں سے انسان کو بیدار اور خبردار کرتا اور حیوانی زندگی کے علاوہ ایک روحانی زندگی بخشنا چاہتا ہے چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے ان هو الا ذكر للعٰلمين ۔ یہ تمام جہانوں کے واسطے نصیحت ہی نصیحت ہے ۔ پھر فرماتا ہے ان هو الا ذكرىٰ للبشر ! یہ تو بشر کے واسطے نصیحت ہی نصیحت ہے پس لازم تھا کہ دنیا کی تمام زبانوں میں اس عام نصیحت نامہ کے ترجمہ ہو کر عام طور پر شایع کئے جاتے مگر افسوس کہ مسلمانوں نے اس طرف ابھی تک کچھ توجہ نہیں کی اور اس کے چھپائے رکھنے کا تمام وبال اٹھا رہے ہیں بلکہ جو تراجم آجتک اردو یا فارسی میں ہوئے خود بھی ان سے استفادہ نہیں کرتے جو عربی کے عالم و فاضل کہلاتے ہیں وہ بھی اس کے معنے اور مطالب سے کچھ مذاق نہیں رکھتے ۔ عربی دانی کا بڑا گھمنڈ صرف و نحو کے بڑے فاضل مگر قرآن کے میدان میں اندھے بے بصر ہیں ایک فاضل اجل کو میں نے خود دیکھا جو ایک بڑے شہر کا قاضی و مفتی تھا حدیث و فقہ سے واقف قرآن کا حافظ ۔ مگر قرآنی مضامین سے مطلق ناآشنا تھا جب کبھی کسی قرآنی آیت کے معنے اس سے دریافت کئے جاتے تو تفسیریں منگواکر مطالعہ کیا کرتا ۔ مجھے ایسے مولویوں کو دیکھکر ہمیشہ سخت رنج ہوتا ہے کہ انہوں نے ایک کافیہ بھی پڑھا پر بھی قرآن کی خدمت نہیں کی کیونکہ اگر یہ لوگ قرآن کی کچھ بھی قدر کرتے تو ضرور تھا جہاں اور صدہا کتابیں باسعنے پڑھیں اسکو بھی پڑھ لیتے ۔ ایک مولوی صاحب نے بیان کیا کہ تمام علوم قرآن کے خادم ہیں اور جو علم قرآن فہمی کی غرض سے پڑھا جاوے وہ ناجائز ہے ورنہ ناجائز مگر اُس مولوی صاحب کا یہ حال کہ اور علوم عربیہ یعنی صرف و نحو ۔ معقول و منقول ۔ حدیث و فقہ سے خاصے واقف مگر قرآن سے ناآشنا محض تھے ۔ ہاں بے معنی طور پر ہمیشہ قرآن مجید کی تلاوت کرتے مگر معنوں سے سخت لاپروائی مغایرت اور تنفر تھا ۔ کیا جس کتاب کا نام تذکرۃ للعٰلمین ہے اوسکا بھی حق ہے کہ بیمعنے پڑھی جاوے اور کبھی اوس پر غور و فکر تو کیا ۔ معانی کی طرف خیال بھی نہ کیا جاوے ۔ اگر مولوی لوگ ایک ادنےٰ خیال کے ساتھ بھی تلاوتِ قرآن کریں تو ضرور ہے کہ خود بخود انکشاف ہوتا جایا کرے مگر اونکی ناآشنائی اور بے خبری ثابت کرتی ہے کہ معانی کی طرف سے عمداً لاپروائی اور نفرت ہے جس تواتر اور شدّومد کے ساتھ قرآن مجید غور و فکر اور تدبر و تعقل کے واسطے زور دیتا ہے اگر اوس کا مفصّل بیان کیا جاوے تو علیحدہ جلدیں درکار ہوں فی الحقیقت تمام قرآن اسی بیان سے بھرا ہوا ہے ذیل میں ہم محض چند آیات مثال کے طور پر درج کرتے ہیں ۔

كتاب انزلناه اليك مبارك ليدبروا ايٰته وليتذكر اولوا الالباب

برکت والی کتاب ہے جو ہمنے تمہاری طرف اوتاری ہے تاکہ لوگ اوسکی آیتوں میں غور کریں اور تاکہ اہل دانش لوگ نصیحت پکڑیں مگر افسوس تدبر اور تفکر سے کچھ واسطہ نہیں رہا بلکہ اس آیت کے خلاف شب و روز عمل ہو رہا ہے کسی کو بھی اس خلاف ورزی پر درد پیدا نہیں ہوتا ۔ مولوی لوگ خلاف عمل دیکھکر ایسی آیات کے معنے سے ہی دل چرا جاتے ہیں

ان هو الا ذكر و قرآن مبين لينذر من كان حيا ويحق القول على الكافرين

یہ تو نری نصیحت اور عام فہم قرآن ہے تاکہ زندہ دل لوگ اس سے ڈرائے جاویں اور منکروں پر حجت قائم ہو پس چونکہ خلاف اور بدعملی کی وجہ سے لوگ مردہ دل ہو گئے ہیں اس لئے نہ تو کوئی اسکو نصیحت سمجھتا ہے نہ کوئی عام فہم اور صاف صاف خیال کرتا ہے بلکہ اپنے اوپر حجت الٰہی قائم کر رہے ہیں ۔ افسوس اون مولویوں پر جو علمیت کا دعوےٰ کریں اور قرآن کی ایسی عبرتناک آیات سے عمداً غافل بنے رہیں بلکہ اُس کے معنے کو غیر ضروری اور مہمل سمجھکر بے معنے تلاوت کرتے رہیں ۔

وانزلنا فيها ايٰت بينٰت لعلهم يتذكرون

اور ہم نے اس میں صاف صاف آیتیں اوتاری ہیں تاکہ وہ سمجھیں اور نصیحت پکڑیں اس آیتِ شریفہ میں اون تمام بیہودہ وساوس کی تردید ہے جو قرآن کو مشکل اور مجمل جتاکر یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ اُسکا بے معنی پڑھنا ہی ٹھیک ہے یہ کیسا کفر اور کیسا بہتان ہے ۔

وكذٰلك انزلناه قرآنا عربيا وصرفنا فيه من الوعيد لعلهم يتقون او يحدث لهم ذكرا ۔

اور ایسا ہی ہم نے اوس کو عربی زبان کا قرآن اوتارا ہے اور اسمیں طرح طرح پر ڈراوے سُنا دئے ہیں تاکہ لوگ پرہیزگاری اختیار کریں یا اوس کے ذریعہ سے اون کے دلوں میں غور و فکر پیدا ہو ہائے افسوس جو کتاب خوف دلانے والی اور غور و فکر پیدا کرنے کے واسطے نازل ہوئی اُسی کو انتہا درجہ کی غفلت اور جہالت کا ذریعہ بنا لیا گیا یہی ایمانداری اور اسلام ہے کہ صریح آیات قرآنی کی ایسی سخت مخالفت کیجاوے

ما انزلنا عليك القرآن لتشقىٰ الا تذكرة لمن يخشىٰ

ہمنے تجھپر قرآن اسواسطے نازل نہیں کیا کہ تو مشقت اوٹھاوے بلکہ ہر خدا ترس کے واسطے یہ ایک نصیحت ہے ۔

مولویو ۔ بزرگو سنو ! قرآن کا یہی حق نہیں کہ اندھے طور پر اس کے حفظ کرنے میں مشقت اوٹھائی جاوے بلکہ یہ ایک نصیحت ہے جبکہ مفتاح القرآن نے یہ ثابت کر دیا کہ قرآن مجید کا با معنے پڑھنا مادری زبان کی کتابوں سے بھی آسان تر ہے اور خود قرآن کریم بار بار شدومد کے ساتھ اُس کی آسانی کی شہادت دیتا ہے پھر ذاتی مشاہدہ اور قرآنی آیات کی کیوں عمداً تکذیب کرتے اور اوس کے خلاف پر جمے ہوئے ہو ۔ کیوں اوس کے با معنے پڑھنے کا رواج نہیں دیتے ہو خاص کر ایسے وقت میں جبکہ فضل ایزدی سے مفتاح القرآن جیسی ایک کلید ہاتھ آگئی ہے ۔

ولقد صرفنا فى هٰذا القرآن ليذكروا وما يزيدهم الا نفورا ۔

ہمنے اس قرآن میں طرح طرح سے سمجھایا ہے تاکہ وہ سمجھیں مگر اون کو نفرت ہی نفرت زیادہ ہوتی ہے ۔ عبرت ! عبرت !! عبرت !!! کن لوگوں کی شان میں یہ آیت ہے اور مسلمانوں کے حال پر کیسی صادق آتی ہے

صبح کی سیر

۱۰ مئی ۱۹۰۳ء

فریق فی الجنۃ و فریق فی السعیر خدا تعالیٰ کی قدرت ہے کہ جیسے ایک طرف بغض وحسد کرنیوالے ہمارے دشمن موجود ہیں ویسے ہی ان کے بالمقابل وہ لوگ بھی ہیں جو کہ اسیر تحریک سے راہ راست کی طرف آجاتے ہیں۔ مامور کا زمانہ بھی ایک قیامت ہے جیسے لوگ یوم جزا کے دن دو فریقوں میں تقسیم ہوجاوینگے یعنی فریق فی الجنۃ و فریق فی السعیر ایسے ہی مامور کی بعثت کے وقت بھی دو فریق ہوجاتے ہیں۔

پیشگوئی کا پورا ہونا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمانا کہ جاعل الذین اتبعواک فوق الذین کفروا الیٰ یوم القیامۃ جیسے تقریباً سات سو برس پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کہا گیا اور مسیح علیہ السلام کے وقت پورا ہوا ویسا ہی آپ کے تیرہ سو برس بعد چودھویں صدی میں ہمارے زمانہ میں پورا ہورہا ہے۔

ملائکہ اور شیطان کے وجود میں فرق فرمایا کہ اہل عرب اس قسم کے استثنا کرتے ہیں صرف دنحو میں بھی اگر دیکھا جاوے تو ایسے استثنا بکثرت ہوا کرتے ہیں اور ویسی نظیریں موجود ہیں جیسے کہا جاوے کہ میرے پاس ساری قوم آئی مگر گدہا اس سے یہ سمجھنا کہ ساری کی ساری قوم جنس حمار میں سے تھی غلط ہو کان من الجن کے بھی یہ معنے ہوئے کہ وہ فقط ابلیس ہی قوم جن میں سے تھا ملائکہ میں سے نہیں ملائک ایک الگ پاک جنس ہے اور شیطان الگ۔ ملائکہ اور ابلیس کا راز ایسا مخفی در مخفی ہے کہ بجز آمنا و صدقنا کے انسان کو چارہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو اقتدار دنوفیق نہیں دی مگر وسوسہ اندازی میں وہ محرک ہے جیسے ملائکہ پاک تحریکات کے محرک ہیں ویسے ہی شیطان ناپاک جذبات کا محرک ہے۔ ملائکہ کی منشاء ہے کہ انسان پاکیزہ ہو مطہر ہو اور اس کے اخلاق عمدہ ہوں اور اس کے بالمقابل شیطان چاہتا ہے کہ انسان گندہ اور ناپاک ہو۔

اصل بات یہ ہے کہ قانون الٰہی ملائکہ و ابلیس کی تحریکات کا دوش بدوش چلتا ہے لیکن آخر کار ارادہ الٰہی غالب آجاتا ہے گویا بس پردہ ایک جنگ ہے جو خود بخود جاری رہ کر آخر قادر و مقتدر حق کو غلبہ ہوجاتا ہے اور باطل کی شکست۔

مجہول الکنہ اشیاء چار چیزیں ہیں جنکی کنہ در از کو معلوم کرنا انسان کی طاقت سے بالاتر ہے

اول۔ اللہ جلشانہ
دوئم۔ روح
سوئم۔ ملائکہ
چہارم۔ ابلیس

جو شخص ان چاروں میں سے خدا تعالیٰ کے وجود کا قائل ہے اور اس کے صفات الوہیت پر ایمان رکھتا ہے۔ ضرور ہے کہ وہ ہر سہ اشیاء روح و ملائکہ و ابلیس پر ایمان لاوے۔

مثلاً روح جیسے انسان کے اندر داخل ہوتی معلوم نہیں ہوتی ویسے ہی اسمیں سے خارج ہوتی بھی معلوم نہیں ہوتی۔ انسان کو ہر حال میں رضائے الٰہی پر چلنا چاہیے اور کارخانہ الٰہی میں دخل معقولات نہیں دینا چاہیئے۔ تقویٰ اور طہارت اطاعت و وفا میں ترقی کرنی چاہیئے اور یہ سب باتیں تب ممکن ہیں جب انسان کامل ایمان اور یقین سے ثابت قدم رہے اور صدق و اخلاص اپنے مولا کریم سے دکھلاوے اور وہ باتیں جو علم الٰہی میں مخفی ہیں اسکے کنہ کے معلوم کرنے میں بے سود کوشش نہ کرے۔ مثلاً ہلیلہ قبض کو دور کرتی ہے اور سم الفار ہلاک کرتا ہے اب کیا ضرورت پڑی ہے کہ بے فائدہ اس وہم میں بھاگے پھرے کہ کونسی شے ہے جو یہ اثر کرتی ہے طبیب کا کام ہے کہ ان کے خواص کو معلوم کرے اور یہ سوال کہ کیوں یہ خواص پیدا ہوگئے حوالہ بخدا کرے جو شخص ہر ایک چیز کی خواص و ماہیت دریافت کرنیکے پیچھے لگ جاتا ہے وہ نادانی سے کارخانہ ربی اور اوس کی منشاء سے بالکل ناواقف و نابلد ہے اگر کوئی کہے کہ شیطان و ملائکہ دکھلاؤ تو کہنا چاہیئے کہ تمہارے اندر یہ خواص کہ بیٹھے بٹھائے انا فانا بدی کی طرف متوجہ ہوجاتا یہانتک کہ خدا تعالیٰ کی ذات سے بھی منکر ہوجاتا اور کبھی نیکی میں ترقی کرنا اور انتہا درجہ کی انکسار و فروتنی و عجز و نیاز میں گرجانا یہ اندرونی کششیں جو تمہارے اندر موجود ہیں ان سب کی محرک جو قوی ہیں وہ ان ہی الفاظ ملائکہ و شیطان کے وجود میں مجسم ہیں

سعادت اس میں ہے کہ خدا تعالیٰ کی ہستی پر ایمان لایا جاوے اور اسکو حاضر و ناظر یقین کیا جاوے اور اس کی عین موجودگی کا تصور دل میں رکھ کر ہر ایک بدی اور ناراستی سے پرہیز کیا جاوے۔ یہی بڑی دانش و حکمت ہے اور یہی معرفت الٰہی کا سیراب کرنے والا شیریں سوتہ ہے۔ جس سے اور جس کے لئے اہل اللہ .... ایک ریگستان کے پیاسے کی طرح آگے بڑھ کر خوش مزگی سے پیتے ہیں اور یہی وہ آب کوثر ہے جو مولائے کریم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ہاتھوں سے انہوں نے پیا پر اغیار کو پلایا گیا ہے۔

مومن چونکہ خدا تعالیٰ کی معرفت کا محتاج ہے اسلئے ہر کوئی اسی کی طرف نظر اٹھائے دیکھ رہا ہے اسلئے خدا تعالیٰ نے بھی یہ دروازہ پورے طور پر کھولا ہوا ہے۔ جوں جوں انسان اس راہ میں کوشش کرے گا توں توں قدرت اس پر کھلتا جاویگا دنیا میں بے انت ایسی چیزیں ہیں جس کی ہمیں خبر بھی نہیں پر ایسی چیزوں کے دریافت کے لئے سرگردان ہونا کونسی عقلمندی ہے ...... کونسی چیز ہے جسکی تحقیق انسان نے پورے طور سے کر لی جو چیز اللہ جلشانہ نے انسان کے لئے چنداں مفید نہیں سمجھی وہ پورے طور پر انسان پر منکشف بھی نہیں ہوتی پس جو ہر ایک چیز کو دریافت کرنا چاہتا ہے وہ خدا بننا چاہتا ہے جس راہ پر انسان پہنچ نہیں سکتا چاہیئے کہ اوسے چھوڑ دے۔ انسان کو جو کچھ کہ دیا گیا ہے اس پر قانع رہے اگر یہ توقع رکھے کہ آسمان کے درخت کا پھل آوے تو میں کھاؤں حالانکہ اسکا ہاتھ وہاں پہنچ بھی نہیں سکتا تو وہ مجنوں ہے ہاں جب اللہ تعالیٰ اسکی فطرت میں یہ قویٰ پیدا کردے کہ آسمان تک پہنچ سکے تو کچھ مضائقہ نہیں کہ وہ آسمان ہی کے پھل بھی کھا دے۔

گناہ سے کیسے بچ سکتے ہیں گناہ سے انسان کیسے بچ سکتا ہے اس کا علاج یہ تو بالکل نہیں کہ عیسائیوں کی طرح ایک کے سر میں درد ہو تو دوسرا اپنے سر میں پتھر مار لے اور پہلے کا درد سر دور ہوجاوے دراصل انسان کا حد اعتدال سے گذر جانا ہی گناہ کا موجب ہوتا ہے اور رفتہ رفتہ وہ بات پھر عادت میں داخل ہوجاتی ہے اور یہ سوال کہ یہ عادت کیونکر دور ہوسکتی ہے اکثر لوگوں کا اعتقاد ہے کہ یہ عادت دور نہیں ہوسکتی اور عیسائیوں کا تو پختہ یقین و ایمان ہے کہ عادت یا فطرت ثانی ہرگز دور نہیں ہوسکتی اور نہ بدل سکتی ہے مسیح کے کفارہ کو مانکر بھی یہ تو نہیں ہوسکتا ہے کہ انسان گناہ سے بالطبع نفرت کرنے لگ جاوے نہیں البتہ اس کفارہ کے طفیل اخروی عذاب سے نجات پا جائے گا۔ یہی اعتقاد ہے جو رکھنے سے انسان خلیع الرسن ہوکر بدکاریوں اور ناسزا وار امور میں دل کھول کر ترقی کرتا ہے

اپنی جماعت سے خطاب ہماری جماعت کو اسبات پر توجہ کرنی چاہیئے کہ ذرا سا گناہ خواہ کیسا ہی صغیرہ ہو جب گردن پر سوار ہوگیا تو رفتہ رفتہ انسان کو کبیرہ گناہوں کی طرف لے جاتا ہے طرح طرح کے عیوب مخفی رنگ میں انسان کے اندر ہی اندر ایسے رچ جاتے ہیں کہ اس سے نجات مشکل ہوجاتی ہے

انسان جو ایک عاجز مخلوق ہے اپنے تئیں شامت اعمال سے بڑا سمجھنے لگ جاتا ہے۔ کبر اور رعونت اس میں آجاتی ہے اللہ کی راہ میں جبتک انسان

اپنے آپ کو سب سے چھوٹا نہ سمجھے چھٹکارا نہیں ہو سکتا کبیر نے سچ کہا ہے سے

بھلا ہوا ہم نیچ بھئے ہر کو کیا سلام
جے ہوتے گھر اونچ کے ملتا کہاں بھگوان

یعنے اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ہم چھوٹے گھر میں پیدا ہوئے اگر عالی خاندان میں پیدا ہوتے تو خدا نہ ملتا جب لوگ اپنی اعلیٰ ذات پر فخر کرتے تو کبیر اپنی ذات باندہ پر نظر کر کے شکر کرتا پس انسان کو چاہیے کہ ہر دم اپنے آپ کو دیکھے کہ میں کیسا ہیچ ہوں میری کیا ہستی ہے ہر ایک انسان خواہ کتنا ہی عالی نسب ہو مگر جب وہ اپنے آپ کو دیکھے گا ہر نہج وہ کسی نہ کسی پہلو میں بشرطیکہ آنکھیں رکھتا ہو تمام کائنات سے اپنے آپ کو ضرور بالضرور نا قابل و ہیچ جان لے گا۔ انسان جبتک ایک غریب و بے کس بڑھیا کے ساتھ وہ اخلاق نہ برتے جو ایک اعلیٰ نسب عالی جاہ انسان کے ساتھ برتتا ہے یا برتنے چاہئے اور ہر ایک طرح کے غرور رعونت و کبر سے اپنے آپ کو نہ بچاوے وہ ہرگز ہرگز خدا تعالیٰ کی بادشاہت میں داخل نہیں ہو سکتا۔

جس قدر نیک اخلاق ہیں تھوڑی سی کمی بیشی سے وہ بداخلاقی میں بدل جاتے ہیں اللہ جل شانہ نے جو دروازہ اپنی مخلوق کی بھلائی کے لئے کھولا ہے وہ ایک ہی ہے یعنی دعا۔ جب کوئی شخص بکا و زاری سے اس میں داخل ہوتا ہے تو وہ مولائے کریم اس کو پاکیزگی و طہارت کی چادر پہنا دیتا ہے اور اپنی عظمت کا غلبہ اُس پر اسقدر کر دیتا ہے کہ بیجا کاموں اور ناکارہ حرکتوں سے وہ کوسوں بھاگ جاتا ہے کیا سبب ہے کہ انسان باوجود خدا کو ماننے کے بھی گناہ سے پرہیز نہیں کرتا در حقیقت اسمیں ایک دہریت کی رگ ہے اور اُس کو پورا پورا یقین و ایمان اللہ پر نہیں ہوتا ورنہ اگر وہ جانتا کہ کوئی خدا ہے جو حساب و کتاب لینے والا ہے اور ایک آن میں اُس کو تباہ کر سکتا ہے۔ تو وہ کیسے بدی کر سکتا اس لئے حدیث شریف میں وارد ہے کہ کوئی چور چوری نہیں کرتا دراں حالیکہ وہ مومن ہے اور کوئی زانی زنا نہیں کرتا دراں حالیکہ وہ مومن ہے بدکرداریوں سے نجات اُسی وقت حاصل ہو سکتی ہے جبکہ یہ بصیرت اور معرفت پیدا ہو کہ خدا کا غضب ایک ہلاک کرنیوالی بجلی کیطرح گرتا اور بھسم کرنیوالی آگ کی طرح تباہ کر دیتا ہے تب عظمت الہی دل پر ایسی مستولی ہو جاتی ہے کہ سب افعال بد اندر ہی اندر گداز ہو جاتے ہیں۔

حقیقی نجات } پس نجات معرفت میں ہی ہے معرفت ہی سے محبت بڑھتی ہے اس لئے سب سے اوّل معرفت کا ہونا ضروری ہے۔ محبت کے زیادہ کرنیوالی دو چیزیں ہیں حسن اور احسان۔

جس شخص کو اللہ جلشانہ کا حسن اور احسان معلوم نہیں وہ کیا محبت کرے گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

ولا یدخلون الجنۃ حتی یلج الجمل فی سم الخیاط یعنے کفار جنت میں داخل نہ ہونگے جب تک کہ اونٹ سوئی کے ناکہ میں سے گذر نہ جائے۔

مفسرین اس کا مطلب ظاہری طور پر لیتے ہیں مگر میں یہی کہتا ہوں کہ نجات کے طلبگار کو خدا کی راہ میں نفس کے شتر بے مہار کو مجاہدات سے ایسا دبلا کر دینا چاہیے کہ وہ سوئی کے ناکہ میں سے گذر جائے جب تک نفس دنیوی لذائذ و شہوانی حظوظ سے موٹا ہوا ہوا ہے تب تک یہ شریعت کے پاک راہ سے گذر کر بہشت میں داخل نہیں ہو سکتا دنیوی لذّات پر موت وارد کر و اور خوف و خشیت الٰہی سے دبلے ہو جاؤ تب تم گذر سکوگے اور یہی گذرنا تمہیں جنت میں پہنچا کر نجات اُخروی کا موجب ہوگا

مقدمہ

جہلم میں جو نگرانی مولوی کرم الدین کی طرف سے حضرت اقدس مسیح موعود علیہم السلام اور حکیم فضل الدین صاحب و مولوی عبدالله صاحب وایڈیٹر الحکم کے برخلاف بعدالت سشن جج بہادر وائر ہوئی تھی اور جس کی پیشی ۱۵ مئی کو تھی۔۔۔ ۔۔۔وہ ۲۹ مئی ۱۹۰۳ء کو خارج ہو گئی۔

فالحمد للہ علیٰ ذالک

موعظۃ الحسنہ

اپنی جماعت کی خیر خواہی کیلئے زیادہ ضروری بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ تقویٰ کی بابت نصیحت کیجاوے۔ کیونکہ یہ بات عقلمند کے نزدیک ظاہر ہے۔ کہ بجز تقویٰ کے اور کسی بات سے اللہ تعالیٰ راضی نہیں ہوتا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان اللہ مع الذین اتقوا والذین ھم محسنون

ہماری جماعت کے لئے خاصکر تقوے کی ضرورت ہے خصوصاً اس خیال سے بھی کہ وہ ایک ایسے شخص سے تعلق رکھتے ہیں اور اُس کے سلسلہ بیعت میں ہیں جسکا دعویٰ ماموریت کا ہے۔ تا وہ لوگ جو خواہ کسی قسم کے بغضوں کینوں یا شرکوں میں مبتلا تھے۔ یا یا کیسے ہی رو بہ دنیا تھے۔ ان تمام آفات سے نجات پاویں۔ آپ جانتے ہیں کہ اگر کوئی بیمار ہو جاوے خواہ اُس کی بیماری چھوٹی ہو یا بڑی۔ اگر اس بیماری کے لئے دوا نہ کی جاوے اور علاج کیلئے دکھ نہ اوٹھایا جاوے۔ بیمار اچھا نہیں ہو سکتا ایک سیاہ داغ دل پر ہوتا ہے۔ صغائر سہل انگاری سے کبائر ہو جاتے ہیں صغائر ہے وہی چھوٹا داغ ہے

بڑھ کر آخر کار کل مونہہ کو سیاہ کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جیسے رحیم و کریم ہے ویسے ہی قہّار اور منتقم بھی ہے ایک جماعت کو جب دیکھتا ہے۔ کہ اون کا دعوے اور لاف و گزاف تو کچھ ہے۔ اور اون کی عملی حالت کچھ اور۔ تو اوس کا غیظ و غضب بڑھ جاتا ہے پھر ایسی جماعت کی سزا دہی کے لئے وہ کفار کو ہی تجویز کرتا ہے۔ جو لوگ تاریخ سے واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ کئی دفعہ مسلمان کافروں سے تہ تیغ کئے گئے جیسے چنگیز خاں اور ہلاکو خاں نے مسلمانوں کو تباہ کیا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے حمایت اور نصرت کا وعدہ کیا ہے۔ لیکن پھر بھی مسلمان مغلوب ہوئے اس قسم کے واقعات بسا اوقات پیش آئے۔ اس کا باعث یہی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے کہ قوم لا الہ الا اللہ تو پکارتی ہے۔ لیکن اوس کا دل کسی اور طرف ہے اور اپنے افعال سے وہ بالکل رو بدنیا ہے۔ تو پھر اوسکا قہر اپنا رنگ دکھاتا ہے اللہ کا خوف اسی میں ہے کہ انسان دیکھے کہ اوس کا قول و فعل کہانتک ایک دوسرے سے مطابقت رکھتا ہے پھر جب دیکھے کہ اوسکا قول و فعل برابر نہیں تو سمجھ لے کہ وہ مورد غضب الٰہی ہوگا جو دل ناپاک ہے خواہ قول کتنا ہی پاک ہو۔ وہ دل خدا کی نگاہ میں قیمت نہیں پاتا۔ بلکہ خدا کا غضب مشتعل ہوگا۔ پس میری جماعت سمجھ لے کہ وہ میرے پاس آئے ہیں اسی لئے کہ تخم ریزی کی جاوے جس سے وہ پھلدار درخت ہو جاوے پس ہر ایک اپنے اندر غور کرے کہ اوس کا اندرونہ کیسا ہے اور اُس کی باطنی حالت کیسی ہے اگر ہماری جماعت بھی خدانخواستہ ایسی ہے کہ اوس کی زبان پر کچھ ہے اور دل میں کچھ۔۔۔۔ تو پھر خاتمہ بالخیر نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ جب دیکھتا ہے کہ ایک جماعت جو دل سے خالی ہے محض زبانی دعوے کرتی ہے۔ وہ غنی ہے وہ پرواہ نہیں کرتا بدر کی فتح کی پیشگوئی ہو چکی تھی ہر طرح فتح کی امید تھی۔ لیکن پھر بھی آنحضرت صلعم رو رو کر دعا مانگتے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رض نے عرض کیا کہ جب ہر طرح فتح کا وعدہ ہے تو پھر ضرورت الحاح کیا ہے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ وہ ذات غنی ہے۔ یعنے ممکن ہے۔ کہ وعدہ الٰہی میں کوئی مخفی شرائط ہوں۔ پس ہمیشہ دیکھنا چاہیئے کہ ہم نے تقویٰ و طہارت میں کہانتک ترقی کی ہے اُس کا معیار قرآن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے متقی کے نشانوں میں ایک یہ بھی نشان رکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ متقی کو مکروہات دنیا سے آزاد کر کے اوس کے کاموں کا خود متکفل ہو جاتا ہے جیسے کہ فرمایا ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا و یرزقہ من حیث لا یحتسب س ۲۸۔ جو شخص خدا تعالیٰ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ ہر ایک مصیبت میں اوس کے لئے راستہ مخلصی کا نکال دیتا ہے اور اُس کے لئے ایسے روزی کے سامان پیدا کر دیتا ہے کہ اوس کے علم و گمان میں نہ ہوں یعنے یہ بھی ایک علامت متقی کی ہے کہ اللہ تعالیٰ متقی کو نابکار ضرورتوں کا محتاج نہیں کرتا

مثلاً ایک دوکاندار یہ خیال کرتا ہے کہ دروغگوئی کے سوا اوس کا کام ہی نہیں چل سکتا اس لئے وہ دروغگوئی سے باز نہیں آتا اور جھوٹ بولنے کے لئے وہ مجبوری ظاہر کرتا ہے لیکن یہ امر ہرگز سچ نہیں خدا تعالیٰ متقی کا خود محافظ ہوجاتا اور اُسے ایسے موقع سے بچالیتا ہے جو خلاف حق پر مجبور کرنے والے ہوں یاد رکھو جب اللہ تعالیٰ کو کسی نے چھوڑا تو خدا نے اُسے چھوڑ دیا جب رحمٰن نے چھوڑ دیا تو ضرور شیطان اپنا رشتہ جوڑے گا۔

یہ نہ سمجھو کہ اللہ تعالیٰ کمزور ہے وہ بڑی طاقت والی ذات ہے جب اوس پر کسی امر میں بھروسہ کروگے وہ ضرور تمہاری مدد کرے گا ومن یتوکل علی اللہ فہو حسبہ س ۲۸ - لیکن جو لوگ ان آیات کے پہلے مخاطب تھے وہ اہل دین تھے - اُن کی ساری فکریں محض دینی امور کیلئے تھیں اور اون کے دنیوی امور حوالہ بخدا تھے - اس لئے اللہ تعالیٰ نے اُن کو تسلی دی کہ میں تمہارے ساتھ ہوں - غرض برکات تقوی میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ متقی کو اُن مصائب سے مخلصی بخشتا ہے جو دینی امور کے حارج ہوں -

ایسا ہی اللہ تعالیٰ متقی کو خاص طور پر رزق دیتا ہے یہاں میں معارف کے رزق کا ذکر کرونگا -

آنحضرت کو باوجود اُمّی ہونے کے تمام جہان کا مقابلہ کرنا تھا جنہیں اہل کتاب - فلاسفر اعلیٰ درجہ کے علمی مذاق والے لوگ اور عالم فاضل شامل تھے - لیکن آپکو روحانی رزق اسقدر ملا کہ آپ سب پر غالب آئے اور اون سب کی غلطیاں نکالیں -

یہ روحانی رزق تھا کہ جسکی نظیر نہیں متقی کی شان میں دوسری جگہ یہ بھی آیا ہے - ان اولیاءہ الا المتقون س ۹ - اللہ کے ولی وہ ہیں جو متقی ہیں - یعنی اللہ تعالیٰ کے دوست - پس یہ کیسی نعمت ہے کہ تھوڑی سی تکلیف سے خدا کا مقرب کہلائے - آج کل زمانہ کسقدر پست ہمت ہے - اگر کوئی حاکم یا افسر کسی کو یہ کہدے کہ تو میرا دوست ہے یا اوسکو کرسی دے اور اس کی عزت کرے - تو وہ شیخی کرتا ہے - فخر کرتا پھرتا ہے - لیکن اوس انسان کا کسقدر افضل رتبہ ہوگا جسکو اللہ تعالیٰ اپنا ولی یا دوست کہہ کر پکارے - اللہ تعالیٰ نے حضرت رسول اکرم کی زبان سے یہ وعدہ فرمایا ہے - جیسے کہ حدیث بخاری میں وارد ہے - لایزال یتقرب عبدی بالنوافل حتی احبتہ فاذا احببتہ کنت سمعہ الذی - یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرا ولی ایسا قرب میرے ساتھ بذریعہ نوافل کے پیدا کر لیتا ہے - الخ . . .

انسان جسقدر نیکیاں کرتا ہے اوس کے دو حصے ہوتے ہیں ایک فرائض - دوسرے نوافل - فرائض یعنے جو انسان پر فرض کیا گیا ہو - جیسے قرضہ کا اوتارنا یا نیکی کے مقابل نیکی - ان فرائض کے علاوہ ہر ایک نیکی کے ساتھ نوافل ہوتی ہیں - یعنی ایسی نیکی جو اس کے حق سے فاضل ہو جیسے احسان کے مقابل احسان کے علاوہ اور احسان کرنا یہ نوافل ہیں - یہ بطور مکملات اور متممات فرائض کے ہیں - اسی حدیث میں بیان ہے - کہ اولیاء اللہ کے دینی فرائض کی تکمیل نوافل سے ہوجاتی ہے مثلاً زکوٰۃ کے علاوہ وہ اور صدقات دیتے ہیں - اللہ تعالیٰ ایسوں کا ولی ہوجاتا ہے - اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اُن کی دوستی یہاں تک ہوتی ہے کہ میں اُن کے ہاتھ پاؤں وغیرہ حتیٰ کہ . . . . . زبان ہوجاتا ہوں جن سے وہ بولتے ہیں بات یہ ہے کہ جب انسان جذبات نفس سے پاک ہوتا اور نفسانیت چھوڑ کر خدا کے ارادوں کے اندر چلتا ہے - اوسکا کوئی فعل ناجائز نہیں ہوتا - بلکہ ہر ایک فعل خدا کی منشاء کے مطابق ہوتا ہے - جہاں لوگ ابتلا میں پڑتے ہیں - وہاں یہ امر ہمیشہ ہوتا ہے کہ وہ فعل خدا کے ارادہ کے مطابق نہیں ہوتا خدا کی رضا اور اوس کے برخلاف ہوتی ہے ایسا شخص اپنے جذبات کے نیچے چلتا ہے مثلاً غصہ میں آکر کوئی ایسا فعل اُس سے سرزد ہوجاتا ہے جس سے مقدمات بن جایا کرتے ہیں - فوجداریاں ہوجاتی ہیں مگر اگر کسی کا یہ ارادہ ہو - کہ بلا استصواب کتاب اللہ اوسکا حرکت و سکون نہ ہوگا اور اپنی ہر ایک بات پر کتاب اللہ کی طرف رجوع کرے گا - تو یقینی امر ہے کہ کتاب اللہ مشورہ دیگی - جیسے فرمایا ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین - س ۷ - سو اگر ہم یہ ارادہ کریں کہ ہم مشورہ کتاب اللہ سے لینگے تو ہم کو ضرور مشورہ ملے گا - لیکن جو اپنے جذبات کا تابع ہے وہ ضرور نقصان ہی میں پڑے گا - بسا اوقات وہ اسجگہ مواخذہ میں پڑے گا سو اوس کے مقابل اللہ نے فرمایا کہ ولی جو میرے ساتھ بولتے چلتے کام کرتے ہیں وہ گویا اوسمیں محو ہیں - سو جسقدر کوئی محویت میں کم ہے وہ اتنا ہی خدا سے دور ہے - لیکن اگر اوس کی محویت ویسی ہی ہے جیسا خدا نے فرمایا - تو اوس کے ایمان کا اندازہ نہیں - اون کی حمایت میں رسول اللہ صلعم فرمایا ہے من عادلی ولیاً فقد اذنتہ للحرب

جو شخص میرے ولی کا مقابلہ کرتا ہے - وہ میرے ساتھ مقابلہ کرتا ہے اب دیکھ لو کہ متقی کی شان کسقدر بلند ہے - اور اس کا پایہ کسقدر عالی ہے جسکا قرب خدا کی جناب میں ایسا ہے کہ اوس کا ستایا جانا خدا کا ستایا جانا ہو تو خدا اوس کا کسقدر معاون و مددگار ہوگا لوگ بہت سی مصائب میں گرفتار ہوتے ہیں لیکن متقی بچائے جاتے ہیں بلکہ اُن کے پاس جو آتا ہے وہ بھی بچایا جاتا ہے - مصائب کی کوئی حد نہیں انسان کا اپنا اندر اسقدر مصائب سے بھرا ہوا ہے کہ اُسکا کوئی اندازہ نہیں - امراض کو ہی دیکھ لیا جاوے کہ ہزارہا مصائب پیدا کرنے کو کافی ہیں - لیکن جو تقویٰ کے قلعہ میں ہوتا ہے وہ اُن سے محفوظ ہے اور جو اس سے باہر ہے وہ ایک ایسے جنگل میں ہے جو درندہ جانوروں سے بھرا ہوا ہے - متقی کے لئے ایک یہ بھی وعدہ ہے - لھم البشریٰ فی الحیواۃ الدنیا و فی الاخرۃ - الآیہ - س ۱۱ - یعنی جو متقی ہوتے ہیں - ان کو اسی دُنیا میں بشارتیں سچّی خوابوں کے ذریعہ ملتی ہیں - بلکہ اس سے بڑھکر وہ صاحب مکاشفات و الہامات ہوجاتے ہیں مکالمۃ اللہ کا شرف حاصل کرتے ہیں وہ بشریت کے لباس میں ہی ملائکہ کو دیکھ لیتے ہیں جیسا کہ فرمایا - ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیہم الملائکۃ الخ - س ۲۴ - یعنے جو لوگ کہتے ہیں کہ ہمارا رب اللہ ہے اور استقامت دکھلاتے ہیں الخ - یعنے ابتلا کے وقت ایسا شخص دکھلا دیتا ہے کہ جو میں نے مُنہ سے وعدہ کیا تھا وہ عملی طور سے پورا کرتا ہوں - کیونکہ ابتلا ضروری ہے - جیسے یہ آیت اشارہ کرتی ہے - احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا آمنا وھم لایفتنون - س ۲۰ - اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جنہوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے اور استقامت کی اُن پر فرشتے اوترتے ہیں - مفسروں کی غلطی ہے کہ فرشتوں کا اوترنا نزع میں ہے - یہ غلط ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ دل کو صاف کرتے ہیں اور نجاست اور گندگی سے جو اللہ سے دور رکھتی ہے اپنے نفس کو دُور رکھتے ہیں - ان میں سلسلہ الہام کے لئے ایک مناسبت پیدا ہوجاتی ہے سلسلہ الہام شروع ہوجاتا ہے - پھر متقی کی شان میں ایک جگہ فرمایا - الا انّ اولیاء اللہ لاخوف علیہم ولا ھم یحزنون - س ۱۱ - یعنی جو اللہ کے ولی ہیں ان کو کوئی غم نہیں جسکا خدا متکفل ہو اُسکو کوئی تکلیف نہیں کوئی مقابلہ کرنیوالا ضرر نہیں دیسکتا - اگر خدا ولی ہوجاوے - پھر فرمایا وابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون - س ۲۴ - یعنے تم اس جنت کے لئے خوش ہو جس کا تم کو وعدہ ہے - قرآن کی تعلیم سے پایا جاتا ہے کہ انسان کے لئے دو جنت ہیں - جو شخص خدا سے پیار کرتا ہے کیا وہ ایک جلنے والی زندگی میں رہ سکتا ہے جب اسجگہ ایک حاکم کا دوست دُنیوی تعلقات میں ایک قسم کی بہشتی زندگی میں ہوتا ہے تو کیوں نہ اون کے لئے دروازہ جنت کا کھلے جو اللہ کے دوست ہیں - اگرچہ دنیا پر تکلیف وسختیاں آئیں - لیکن کسی کو کیا خبر وہ کیسی لذت اوٹھاتے ہیں - اگر اون کو رنج ہو تو آدھ گھنٹہ تکلیف اوٹھانا بھی مشکل ہے حالانکہ وہ تو تمام عمر تکلیف میں رہتے ہیں - ایک زمانہ کی سلطنت ان کو دے کر اون کو اپنے کام سے روکا جاوے تو وہ کب کسی کی سنتے ہیں - اسی طرح خواہ مُصیبت کے پہاڑ ٹوٹ پڑیں وہ اپنے ارادہ کو نہیں چھوڑتے - ہمارے ہادی کامل کو یہ دونوں باتیں دیکھنی پڑیں - ایک وقت تو طائف میں پتھر برسائے گئے - ایک کثیر جماعت نے سخت سے سخت جسمانی تکلیف دی - لیکن آنحضرت صلعم کے استقلال میں فرق نہ آیا جب قوم نے دیکھا کہ مصائب و شدائد سے اون پر کوئی اثر نہ پڑا تو اونہوں نے جمع ہوکر بادشاہت کا وعدہ دیا اپنا امیر بنانا چاہا - ہر ایک قسم کے سامان آسائش مہیا کردینے کا وعدہ کیا - حتیٰ کہ عمدہ سے عمدہ بی بی بھی -

بدیں شرط کہ حضرت بتوں کی مذمت چھوڑ دیں لیکن جیسے کہ طائف کی مصیبت کے وقت ویسی ہی اس وعدہ بادشاہت کے وقت حضور نے کچھ پروا نہ کی اور پھر کھانا نیکو ترجیح دی۔ سو جبتک خاص لذت نہ ہو تو کیا ضرورت تھی کہ آرام چھوڑ کر دکھوں میں پڑتے۔

یہ موقع سوا ہمارے رسول علیہ الصلوٰۃ والتحیات کے کسی اور نبی کو نہ ملا کہ اون کو ہلاکت کا کام چھوڑنے کے لئے کوئی وعدہ دیا گیا ہو مسیح کو بھی یہ امر نصیب نہ ہوا دنیا کی تاریخ میں صرف آنحضرت صلعم کے ساتھ ہی یہ معاملہ ہوا کہ آپ کو سلطنت کا وعدہ دیا گیا۔ اگر آپ اپنا کام چھوڑ دیں۔ سو یہ عزت ہمارے رسول کے ساتھ ہی خاص ہے اسی طرح ہمارے ہادی کامل کو دونوں زمانے تکلیف اور فتحمندی کے نصیب ہوئے تاکہ وہ دونوں اوقات میں کامل نمونہ اخلاق کا دکھا سکیں۔

اللہ تعالیٰ نے متقیوں کے لئے چاہا ہے کہ ہر دو رنگ دکھائیں۔ بعض وقت دنیاوی لذت آرام اور طیبات کی رنگ میں بعض وقت حسرت اور مصائب میں تاکہ دونوں طرح اخلاق کا کامل نمونہ دکھا سکیں۔ بعض اخلاق طاقت میں اور بعض مصائب میں کھلتے ہیں ہمارے نبی کریم کو یہ دونوں باتیں میسر آئیں سو جسقدر ہم آپ کے اخلاق پیش کر سکیں گے۔ کوئی اور قوم اپنے کسی نبی کے اخلاق پیش نہ کر سکے گی جیسے مسیح کا صرف صبر ظاہر ہو سکتا ہے کہ وہ مار کھاتا رہا لیکن یہ کہاں سے نکلیگا۔ کہ اون کو طاقت نصیب ہوئی۔ وہ نبی بیشک سچے ہیں لیکن اون کے ہر قسم کے اخلاق ثابت نہیں۔ چونکہ ان کا ذکر قرآن میں آ گیا اس لئے ہم اون کو نبی مانتے ہیں۔ ورنہ انجیل میں تو اونکا کوئی ایسا خلق ثابت نہیں جیسے اولوالعزم انبیاء کی شان ہوتی ہے ایسا ہی ہمارے ہادی کامل بھی اگر ابتدائی تیرہ برس کی مصائب میں مرجاتے تو اون کی بہت سے اور اخلاق فاضلہ مسیح کی طرح ثابت نہ ہوتے لیکن دوسرا زمانہ جب فتح کا آیا اور مجرم آپکے سامنے پیش کئے گئے اس سے آپ کی صفت رحم اور عفو کا کامل ثبوت ملا۔ اور اس کی یہ بھی ظاہر ہے کہ آپکے کام کوئی جبر یہ نہ تھے نہ زبردستی تھی بلکہ ہر ایک امر اپنے طبعی رنگ میں ہوا اسی طرح آپ کے اور بہت سے اخلاق بھی ثابت ہیں۔ سو اللہ تعالیٰ نے یہ جو فرمایا کہ نحن اولیاؤکم فی الحیٰوۃ الدنیا و الآخرۃ۔ اس کا یہ ہے کہ ہم اس دنیا میں بھی اور آئندہ بھی متقی کے ولی ہیں۔ سو یہ آیت بھی تکذیب ہیں اون لوگوں کی ہے۔ جنہوں نے اس زندگی میں نزول ملائکہ سے انکار کیا۔ اگر نزع میں نزول ملائکہ تھا۔ تو حیات الدنیا میں خدا تعالیٰ کیسے ولی ہوئے

اسمائے بیعت

إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ وَانْتَهَى

أَمْرُ الزَّمَانِ إِلَيْنَا أَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ

مولوی رحمت اللہ صاحب ولد عبد اللہ۔ سہارنپور
محمد صادق صاحب ولد امیر الدین - گجرات
عبد اللہ صاحب ولد امیر الدین .... ""
مولوی حیات محمد صاحب۔ میانہ گونڈا۔ شاہپور
چودہری اللہ ودہایا صاحب۔ سلار۔ گوجرانوالہ
دائم الدین وچھا و + سیادہ + " ....
کوٹا ولد مالوں + میران بخش ولد کریم بخش + بریچہ جھنگ
محمد حنیف صاحب - چک بازید - گورداسپور
غلام محمد صاحب + اہلیہ غلام محمد صاحب - خاص سیالکوٹ
شاہ الدین صاحب - مائل پور - ہوشیارپور
خداداد صاحب ولد دائم خان + اٹاوہ خاص
ابراہیم صاحب + فتح شاہ صاحب + مکووال - انبالہ
خدا بخش ولد حافظ فتح محمد صاحب + کوٹ مومن۔ شاہ پور
علی بخش و نبی بخش و اکبر علی صاحب + ماہل پور۔ ہوشیارپور
مستری حسن محمد صاحب + خاص سیالکوٹ
اسد اللہ خان صاحب + کریام - جالندھر
شیخ منور علی صاحب ولد شیخ نور محمد صاحب + رجپورہ۔ مراد آباد
محمد شہاب الدین صاحب ولد غلام محی الدین صاحب خاص میرٹھ
اسمٰعیل معمار نواب صاحب + حافظ اللہ دتہ صاحب۔ خاص مالیر کوٹلہ
جان محمد صاحب + اسمٰعیل صاحب + پدہاڑی ... امرتسر
عائشہ بنت کمال + اہلیہ حاکم + ساریان + بھاگو رائیں جالندھر
احمد الدین ولد گل احمد + تلونڈی راہگے - گوجرانوالہ
مسماۃ غائب بنت کالو + مسماۃ سلطان بی بی + مہتاب بی بی + نواں پنڈ گورداسپور
صاحب دین ... خواص جھنگ + عبد اللہ - مالیر کوٹلہ
آمنہ ولد مشرقی + بھاگو رائیں - جالندھر
کالو - موسلی - عامہ - اسمٰعیل - گامو + بھاگو رائیں جالندھر
والدہ ... - احمد - برکت اللہ - ابراہیم " - "
عنایت اللہ + مسماۃ فاطمہ بنت کالو - عبد ... " ... "
رحمت اللہ - محمدی - خیرا - عمر الدین + عبد الصمد " ... "
اہلیہ آمنہ - مسماۃ عمری - مسماۃ داتی + " ... "
فقیریا - حاکم - دلمد - اہلیہ کالو فقیریا + " ... "
مولا بخش - دریام + اللہ دین - غلام ... گورداسپور
نور الٰہی + امیر بخش + جھنڈا + علی احمد + " ... "

پیرانہ تا ولد فتح الدین ... بھینی - گورداسپور
فتح الدین ولد اللہ دتا + قادیان - "
مہر الدین .... ننگل باغباں - "
اسمٰعیل ولد حاکو تلونڈی - "
گلاب " "
غلام محمد ولد فضل الدین "
نور احمد ولد محمد علی - رجوعہ - گجرات
سلطان احمد علی - " "
غلام محمد ولد خنجر - " "
امام الدین ولد محمد " "
پیر محمد ولد نورا - بھینی ... گورداسپور
قاسم علی صاحب ولد اسمعیل + عثمانپور - سنگرور
کریم بخش ولد منگتا + ننگل - گورداسپور
محمد بخش ولد تابا گھمن - "
شہاب الدین ولد نظام الدین ننگل باغباں - "
جیون ولد محمدی ..... " ... "
شیر محمد ولد فتح ..... تلونڈی ... "
ابراہیم ولد گنی ...... " ... "
کھیڑا ولد سلطانہ ..... " ... "
بھینا ولد دینا ..... ہرسیاں ... "
صدیق محمد ولد علی محمد .... رام بن ... کستواڑ
عبد اللہ ولد جہان ..... دلور ... "
عبد اللہ ولد سلطان احمد ... شیر جلیوال ... راولپنڈی
نظام الدین ولد دتا .... ناگ ... امرتسر
کہتو ولد سلطان بخش چک نمبر ۱۴۱ - چوہڑ کانہ - لائلپور
شاہ الدین ولد امی تلونڈی جھنگلاں گورداسپور
مرزا محمد علی بیگ صاحب ولد مرزا قادر بیگ + قادیان - "
نور محمد ولد ابراہیم " .. تلونڈی ... "
عمر الدین ولد بھاگو ... نواں پنڈ ... "
گلاب ولد دینا ...... " ... "
علی بخش ولد بھاگو ...... " ... "
مہر الدین ولد گوہر ..... " ... "
عبد الحق صاحب ولد فتح . قادیان ... "
کرم الدین ولد کریم ... پھیری ... "
دلدار ولد فتح الدین ...... " ... "
حسن محمد ولد الٰہی بخش ... تلونڈی ... "
امیرا ...... " ... "
دیوان احمد ...... " ... "
محمد سردار ولد مولوی محمد علی - خاص سیالکوٹ
ڈاکٹر سید جلال .... بربرہ
ڈاکٹر ریاض الدین ...... "
حاجی عبد الحبیب ...... "
علی مشعان عرب ...... "
محمد یوسف حبیبی ...... "
ڈاکٹر محمد نظیر ...... "

الوار احمدیہ پریس قادیان میں باہتمام شیخ یعقوب علی تراب احمدی کے چھپکر شائع ہوا

رجسٹرڈ ایل نمبر ۷۷

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ

انہ اٰوی القریۃ

والله متم نوره ولو کره الکافرون

الحکم

دار الامان حضرۃ قادیان

چہ گویم با تو گر آئی بہ پیدا در قادیان بینی
دوا بینی شفا بینی غرض دار الامان بینی
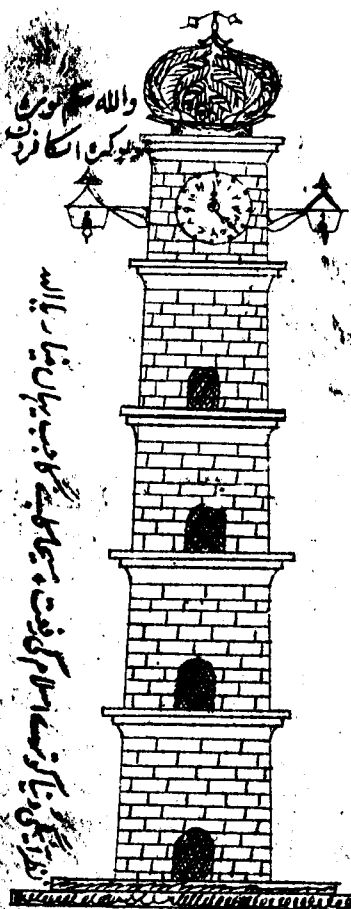
ایڈیٹر شیخ یعقوب علی تراب احمدی

نمبر ۲۱ | مورخہ ۱۰ جون سنہ ۱۹۰۳ء مطابق ۱۳ ربیع الاول سنہ ۱۳۲۱ روز چہارشنبہ | جلد ۷

کلماتِ طیبات حضرت امام الزمان اسلمہ الرحمٰن

حضرت حجۃ اللہ علی الارض مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جب مقدمہ کرم الدین میں جہلم تشریف لائے تھے اور ضلع جہلم اور اُس کے گرد و نواح کی مخلوق آپ کی زیارت کے لئے کثیر التعداد جمع ہوئی تھی اور جہلم کی کچہری کے احاطے میں آدم زاد ہی آدم زاد نظر آتا تھا جس کی تصدیق جہلم کے اخبار نے بھی کی تھی اور جہلم کی کل مخلوق اور حکام بھی اس امر کو جانتے ہیں اس روز ۱۷ جنوری سنہ ۱۹۰۳ء کو احاطۂ عدالت میں آپ کرسی پر تشریف فرما تھے اور دیگر مریدان باصفا نہایت ادب کے ساتھ حلقہ زن تھے اور ہزارہا انسان کا مجمع موجود تھا۔ ہمارے محترم مخدوم جناب خان محمد عجب خان آف زیدہ بھی آپ کی کرسی کے پاس ایڈیٹر الحکم کے پہلو بہ پہلو بیٹھے ہوئے تھے۔ یہ سارے حالات اگرچہ ہم کسی دوسرے وقت شائع کرنا چاہتے ہیں۔ مگر یہ مختصر سا تمہیدی نوٹ ہمنے اس لئے لکھا ہے کہ ذیل میں ہم وہ تقریر لکھنا چاہتے ہیں جو اوسوقت احاطۂ عدالت میں آپ نے فرمائی تھی۔ غرض اوس وقت جناب خان محمد عجب خانصاحب آف زیدہ نے جو اسقدر ہجوم اور رجوع مخلوق کا دیکھا اور حضرت اقدس کے چہرہ پر نگاہ کی تو خوشی اور اخلاص کے ساتھ انکی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور اپنی سعادت اور خوشقسمتی کو یاد کر کے (کہ اسوقت اُس عظیم الشان انسان کے قدموں میں بیٹھنے کا شرف حاصل ہے جس کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کہا اور جس کا آنا دنیا آنا فرمایا ہے) عرض کیا کہ حضور! میرا دل چاہتا ہے کہ میں جناب کے دست مبارک کو بوسہ دوں۔ اس پر حضرت حجۃ اللہ نے نہایت ہی شفقت کے ساتھ اپنا ہاتھ پھیلا دیا اور خانصاحب موصوف نے بہت ہی متاثر اور رقت قلب کے ساتھ آپ کے دست مبارک کو بوسہ دیا۔ اسپر حضرت حجۃ اللہ نے موثر تقریر فرمائی جو ہم صفحہ ہ سے شروع کرتے ہیں۔ ...... ایڈیٹر۔

اطلاع - ایڈیٹر الحکم ایک دینی اور قومی خدمت کے لئے اپنے ہیڈ کوارٹر سے باہر ہے۔ ناظرین اخبار کی ترتیب یا اوسکی اشاعت کے توقف و تعویق کے لئے اسے معذور سمجھیں۔ ...... ایڈیٹر

ضروری گذارش - اس ہفتہ کے اخبار کو ہم نے بوجوہات چند در چند بارہ صفحوں پر شائع کیا ہے۔ ہمارے معزز کرم فرما ناظرین اس اتفاقیہ کمی سے گھبرائیں نہیں انشاء اللہ یہ کمی آئندہ اشاعت میں پوری کر دی جاویگی ــــ ایڈیٹر

التماس - ہمارے معزز خریدار الحکم و تفسیر القرآن جب کبھی مطبع سے کسی طرح کی خط و کتابت کریں براہ کرم علاوہ اپنا نام مع پتہ خوشخط لکھنے کے نمبر خریداری بھی لکھا کریں جو ہم نے حال میں ہی ہر ایک خریدار کے لئے مطبوعہ چٹوں پر چھپوا دیا ہے ورنہ عدم تعمیل کی شکائت بیجا ہوگی دیکھا گیا ہے کہ بسا اوقات بہت سا حصہ عزیز وقت کا محض نام کی تلاش میں فضول ضائع ہو جاتا ہے۔ اس طرح سے کلرک مطبع کا حرج ہوتا ہے اور تعمیل خطوط میں بیجا دیر واقع ہوتی ہے۔ امید ہے کہ ہمارے کرمفرما کارخانہ کی تکالیف پر نظر کر کے ہماری التماس کو نظر انداز نہ کریں گے ...... ایڈیٹر

کتبہ خاکسار محمد اکبر ...

ملفوظات احمدیہ

مبارکہ کے متعلق الہام ۱۰ - مارچ ۱۸۹۹ء کی صبح کو بوقت سحر حضرت حجۃ اللہ نے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ مبارکہ (حضرت حجۃ اللہ علی الارض مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صاحبزادی کا نام ہے) سلمہا اللہ پنجابی زبان میں بول رہی ہے کہ

مینوں کوئی نہیں کہہ سکدا کہ ایسی آئی جس نے ایہہ مصیبت پائی

ہمت بلند فرمایا ہمت نہیں ہارنی چاہئیے ہمت اخلاق فاضلہ میں سے ہے اور مومن بڑا بلند ہمت ہوتا ہے ہر وقت خدا تعالیٰ کے دین کی نصرت و تائید کے لئے طیار رہنا چاہئیے اور کبھی بزدلی ظاہر نہ کرے بزدلی منافق کا نشان ہے۔ مومن دلیر اور شجاع ہوتا ہے۔ مگر شجاعت سے یہ مراد نہیں ہے کہ اسمیں موقع شناسی نہ ہو۔ موقع شناسی کے بغیر جو فعل کیا جاتا ہے۔ وہ تہور ہوتا ہے۔ مومن میں شتاب کاری نہیں ہوتی بلکہ وہ نہایت ہوشیاری اور تحمل کے ساتھ نصرت دین کے لئے طیار رہتا ہے اور بزدل نہیں ہوتا۔

انسان سے کبھی ایسا کام ہو جاتا ہے کہ خدا تعالیٰ کو ناراض کر دیتا ہے اور کبھی ناپسند کر دیتا ہے مثلاً کسی سائل کو اگر دھکا دیا تو سختی کا موجب ہو جاتا ہے اور خدا تعالیٰ کو ناراض کرنے والا فعل ہوتا ہے اور اسے توفیق نہیں ملے گی کہ وہ اس کو کچھ دے سکے لیکن اگر نرمی یا اخلاق سے پیش آوے گا اور خواہ اسے پیالہ پانی ہی کا دیدے تو وہ ازالہ قبض کا موجب ہو جاویگا

قبض و بسط انسان پر قبض اور بسط کی حالت آتی ہے۔ بسط کی حالت میں ذوق اور شوق بڑھ جاتا ہے اور قلب میں ایک انشراح پیدا ہوتا ہے خدا تعالیٰ کی طرف توجہ بڑھتی ہے۔ نمازوں میں لذت اور سرور پیدا ہوتا ہے لیکن بعض وقت ایسی حالت بھی پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ ذوق اور شوق جاتا رہتا ہے اور دل میں ایک تنگی کی سی حالت ہو جاتی ہے جب یہ صورت ہو تو اس کا علاج یہ ہے کہ کثرت کے ساتھ استغفار کرے اور پھر درود شریف بہت پڑھے۔ نماز بھی بار بار پڑھیں قبض کے دور ہونے کا یہی علاج ہے۔

علم سے مراد منطق یا فلسفہ نہیں ہے بلکہ حقیقی علم وہ ہے جو اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل سے عطا کرتا ہے یہ علم اللہ تعالیٰ کی معرفت کا ذریعہ ہوتا ہے اور خشیت الٰہی پیدا ہوتی ہے۔ جیسا کہ قرآن شریف میں ہی اللہ تعالیٰ نے فرماتا ہے انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء اگر علم سے اللہ تعالیٰ کی خشیت میں ترقی نہیں ہوتی۔ تو یاد رکھو کہ وہ علم ترقی معرفت کا ذریعہ نہیں ہے۔

حضرت حجۃ اللہ امام الملۃ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مکتوبات

میاں نور محمد صاحب کے نام

خاص طور پر قابل غور ہمدردی کی تعلیم اور اپنی قوم اور بنی نوع کی ہمدردی کا اظہار

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

محبی مخلصی اخویم میاں نور محمد صاحب سلمہ

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

میں نے آپکے وہ تمام خط سنے جو آپنے بمعرفت ماموں شاہ صاحب بنام مولوی حکیم نور الدین صاحب بھیجے تھے حقیقت میں خدا تعالیٰ نے آپ کو بہت اخلاص اور محبت اور جوش عطا کیا ہے دعا کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ دن بدن اسمیں ترقی بخشے اور اپنی مرضی کی راہوں میں چلاوے آمین اور میری یہ حالت ہے کہ جس طرح ایک چرواہا اپنی بکریوں کو محبت اور ہمدردی سے چراتا ہے کہ اگر کوئی بکری لنگڑی ہو یا ابھی بچہ ہو تو رحم سے ایسا انتظام کرتا ہے کہ وہ ہمسایہ خاص ہو بلکہ بسا اوقات اپنے کاندھے پر اٹھا لیتا ہے۔ اگر وہ بکریاں لڑیں تو کوشش کرتا ہے کہ لڑائی سے باز آ جاویں سو ایسا ہی اپنی جماعت کے لئے میرا خیال ہے چاہیے کہ اچھے بدوں پر رحم کریں اور ان کے حق میں دعا کریں کہ وہ بھی نیک اور خاکسار ہو جاویں چاہئیے کہ ایک بھائی اپنے دوسرے بھائی کا گناہ بخشے والسلام

مرزا غلام احمد ۷ - جنوری ۱۸۹۵ء

ذیل میں جو حکایت شریفہ ہم درج کرتے ہیں یہ تعزیت اور نصیحت کے مضمون پر مشتمل ہیں اور مشکلات و مصائب میں انسان کے لئے خضر راہ ہیں۔ ایڈیٹر

میر عباس علی کے نام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

مخدومی مکرمی اخویم سلمہ۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

خبر واقعہ وفات لخت جگر آنمخدوم سے حزن وانددہ ہوا انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ مومن کو اس بے ثبات گھر اور ناپائیدار جگہ میں ابتلا سے چارہ نہیں یہی عادت اللہ انبیاء و رسل اور صدیقوں کے ساتھ جاری ہے جسکو اس دنیا میں رنج نہیں پہنچا اسکا قدر و منزلت جناب الٰہی میں کچھ نہیں ۔ ۵ - اپریل ۱۸۸۵ء

ایضاً

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ عنایت نامہ پہنچا اللہ جلشانہ آپ کے گھر کے لوگوں کو اور آپ کو صبر بخشے دنیا مقام مصائب و شدائد ہے ایک حدیث صحیح میں ہے کہ جس پر کوئی بھی مصیبت نازل نہیں ہوئی اسکا نجات پانا بہت مشکل ہے اگرچہ پیغمبر زادہ ہو اور ایک حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن جب مصیبت زدوں کو اجر دئے جاوینگے تو لوگ حسرت کرینگے کہ کاش ہمارے بدن دنیا میں مقراضوں سے کاٹے جاتے تاہم آج اوس کا اجر پاتے اور ایک حدیث میں آیا ہے کہ جس مومن کے دل پر کسی سخت موت کا داغ ہو اور اس نے صبر کیا ہو تو خدا تعالیٰ اسے دو اجر دیگا ایک دنیا میں ایک آخرت میں غرض مومن کو مصائب سے چارہ نہیں ہے خدا تعالیٰ جس مومن سے پیار کرتا ہے۔ اسکو کسی مصیبت میں مبتلا کرتا ہے اور حدیث صحیح میں آیا ہے کہ فرزند متوفی فرط ہے یعنے پیش خیمہ ہے اور اپنے والدین کے لئے بہشت میں جا کر سامان طیار کرتا ہے سو اللہ تعالیٰ صبر بخشے تا اوس کا ثواب مترتب ہووے مصیبت پر از حد بے صبری کرنا کوتہ نظری ہے دنیا کا معاملہ خود چند روزہ ہے قضاء و قدر کی لڑائی گرم ہے ہر ایک کے سر پر تقدیر کھڑی ہے پھر کیوں ثواب کو ضائع کیا جاوے۔ ۳ - مئی ۱۸۸۶ء

بابو محمد صاحب کے نام

مولیٰ کریم جلشانہ جو قادر مطلق ہے اس پر قوی بھروسہ رکھیں وہ آخر اپنے مبتلا بندہ پر رحم کرتا ہے اس نے رجوع کرنے والوں کو کبھی ضائع نہیں کیا اس کی قدرت اور طاقت کا کسی نے انتہا پایا ہے! غم کے دنوں میں بہت مزا ہے۔ اور بہت کچھ برکتیں ہیں مگر پیچھے سے قدر معلوم ہوتی ہے۔ ۲۱ - اگست ۱۸۸۵ء

ایضاً

خط آمدہ میر عباس علی سے حال انتقال فرزند آنمخدوم معلوم ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون یہی مصائب ہیں جن پر صبر کرنیوالوں کو حضرت خداوند کریم بشارت دیتا ہے اولٰئک علیھم صلوات من ربھم و رحمۃ سو خدا تعالیٰ صبر جمیل بخشے اور نعم البدل عطا کرے اکثر رسم اور عادت کے طور پر لوگ مسلمان کہلاتے ہیں مگر حقیقت ایمان یہی ہے کہ قضا و قدر کے

نزول کے وقت مولیٰ کریم کی فعل پر انقباض پیدا نہ ہو۔ حدیث صحیح میں آچکا ہے کہ اگر کوئی مصیبت کے وقت بکمال انشراح انا للہ وانا الیہ راجعون کہے خدا تعالیٰ الحسن و نعم البدل اس چیز کا عطا کرتا ہے جو تلف ہوگیا ہے۔ یہ سمجھنا چاہیئے کہ مومن کی بڑی دولت ایمان اور خوشنودی حضرت باری۔ اگر یہ دولت مومن کو حاصل ہے تو کسی نوع کے نقصان سے اس کا کچھ نقصان نہیں۔ انسان اپنی کوتہ نظری سے یہ خیال کرتا ہے کہ فلاں فلاں چیزیں میری زیست کا موجب ہیں اور اون کے تلف ہوجانے سے میری زندگی تلف ہوجائیگی لیکن دراصل رنج اور راحت دونو خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں وہ اپنی قدرتوں سے بندوں کو حیران کردیتا ہے اور کوئی چیز اوس کے آگے انہونی نہیں ہے اسپر مضبوط ایمان سے توکل کرنا چاہیے کہ وہ ذات پاک فی الواقعہ موجود ہے جس کے دست تصرف میں زمین آسمان اور ہر ایک چیز ہے۔ خدا داری چہ غم داری۔ یکم اکتوبر ۱۸۸۳ء۔

ایضاً

موت کی فلاسفی موت خواہ دور ہی ہو پھر بھی نزدیک ہے اس عاجز کو موت کا اندیشہ نہیں کیونکہ وہ تو ایک ضروری اور لابدی امر ہے اور ایک مرکب ہے جو دوست کو دوست تک پہنچاتا ہے البتہ یہ خیال ہے کہ خداوند کریم اجس کارروائی کو شروع کیا گیا ہے۔ انتہا تک پہنچا دے سو ایسا ہی اس جناب عزشانہ پر امید ہے۔ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء۔

حضرت حکیم الامت کے نام

دنیا کی حقیقت رنج و راحت کا اصول

مخدومی مکرمی اخویم حکیم مولوی نور الدین صاحب سلمہ تعالیٰ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ دنیا جائے تردد و حزن و مصیبت و غم ہے نہ ایک کے لئے بلکہ سب کے لئے ہے۔ جیسے ابتدا میں طفلی و بیماری اور آخر میں پیرانہ سالی و شیخوخیت اگر عمر طبعی تک پہنچے اور سب سے آخر موت زبانگ برآید کہ فلاں نماند اس میں پوری پوری راحت و خوشی کو طلب کرنا غلطی ہے۔ رابعہ بصری رضی اللہ عنہا کا قول ہے کہ میں نے اپنے لئے یہ اصول مقرر کر رکھا ہے کہ اصل حصہ دنیا میں میرے لئے غم و مصیبت ہے اور اگر کبھی خوشی پہنچ جاوے تو یہ ایک ناامید امر ہے۔ جس کو میں اپنا حق نہیں سمجھتی سو مومن کو مرد میدان بن کر اس دار فانی سے تلخیاں و ترشیاں سب اٹھانی چاہئیں۔ ہمارا وجود انبیاء علیہم السلام اور اماموں سے کچھ اعلیٰ نہیں بلکہ اصلی بات تو یہ ہے

کہ لذت وانس دوستوں و راحت طلب آہی ہیں تب ہی محسوس ہوتی ہیں کہ جب حضرت ایوب کی طرح مصیبتوں پر صابر ہو کر یہ کہیں کہ میں ننگا آیا اور ننگا ہی جاؤں گا۔ ؎

مفلس ایم دوست از ہرمایہ فشاندیم۔
وز خبیث شیطان از مفلساں چہ خواہد

فقف والی اللہ وکونوا لہ من کان للہ کان اللہ لہ والسلام علی من اتبع الہدیٰ

(خاکسار مرزا غلام احمد)

باقی باللہ لوگ

ابو مدین رحمۃ اللہ علیہ اسطرح سے رہتے سہتے تھے کہ جس طرح کوئی کسی بڑے بادشاہ کے ہاں مہمان ہوتے ہیں کوئی کسی امر میں وہ اپنے واسطے فکر نہ کرتے تھے کسی نے سوال کیا کہ حضرت آپ اپنے لئے کسی امر کے واسطے کیوں فکر نہیں کرتے تو انہوں نے منہ میں انگلی ڈال کر جواب دیا او اسنو! جب کوئی کسی بڑے شخص کے ہاں مہمان ہوتا ہے اسے یہ نہیں چاہیئے کہ وہ کسی امر میں اپنے لئے فکر کرے ورنہ وہ اپنے میزبان کی ہتک کرتا ہے تو پھر انہوں نے پوچھا کہ حضرت لکھا ہے کہ تین دن سے زیادہ مہمان نہیں رہنا چاہئے۔ ابو مدین نے جواب دیا کہ ہاں یہ بہت صحیح ہے۔ مگر دیکھو ہم خدا کے مہمان ہیں اور خدا کا ایکدن ہزار برس کا ہوتا ہے۔ اگر ہم تین ہزار برس سے زیادہ رہیں گے تو پھر کہنا مگر ہم ایسا نہیں کرینگے بلکہ اس سے پہلے ہی چلے جائیں گے وہی شخص بیان کرتا ہے کہ میں نے پھر خوب نظر کی اور کوشش سے دیکھنا شروع کیا کہ آیا کوئی ایسی ضرورت ہوتی ہے جس کے واسطے اونکو خود فکر کرنا پڑے مگر ایسا نہیں ہوا۔ ضرورت بعد میں آتی اور اسباب پہلے مہیا ہو جاتے تھے۔

ایک ولی اللہ کا ذکر ہے کہ وہ ایک جنگل کے رستہ حج کو چلے راستہ دور تھا دوسرے رفیق نے کہا کہ حضرت کچھ توشہ ساتھ لے لیں فرمایا کہ کچھ ضرورت نہیں جب ضرورت ہوگی اللہ تعالیٰ اسی وقت دیدیگا اس شخص نے اسباب کو کچی سی بات سمجھ کر کچھ توشہ اپنے ہمراہ لے لئے کہ رستہ میں جب توشہ ٹوٹے گا تو پوچھوں گا۔ چنانچہ ایسا موقع آیا تو وہ کچھ بھی کو تھا کہ اس مرد حقانی کو ایک پڑا ہوا توشہ مل گیا علی ہذا القیاس خانہ کعبہ تک کئی موقع پر ایسا ہی ہوا مگر ہر جگہ میدان کو گرا ہوا توشہ ملتا رہا گیا وہ ہمراہی حیران ہو کر خدا تعالیٰ کے عجائبات پر ایمان لایا۔

حضرت حکیم الامت کے ارشادات

علم خشیۃ اللہ کے پیدا ہونے کا ایک آلہ ہے چنانچہ فرمایا انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء۔

صلوٰۃ علی النبی اول۔ اوقات الصلوٰۃ علی النبی۔ (۱) مسجد میں آتے اور جاتے وقت (۲) جہاں اور جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام یا تذکرہ آوے (۳) ہر دعا کے اول اور آخر میں (۴) نمازوں میں (۵) جمعرات اور جمعہ کو اکثر وقت۔

دوم۔ معنے الصلوٰۃ۔ صفت کرنا تعظیم کرنا دعا کرنا۔ رحمت کرنا۔ کامیابی۔ شاباش شفاعت معظم و مکرم ہونا۔

سوم درود شریف پڑھتے وقت ان باتوں کا لحاظ رکھنا چاہیئے (الف) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان احسانات کو یاد کرو کہ آپ نے ہماری بہتری کے واسطے کیا کیا تکالیف اوٹھائیں۔ اور پھر کسطرح بد دنیا کے اغلال سے ہمکو چھڑایا۔ (ب) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدارج کی ترقیوں اور کامیابیوں کو مدنظر رکھو۔ صلوٰۃ اللہ وصلوٰۃ الملائکہ علی النبی۔ یہ ایک مسلم امر ہے کہ نیکی کے بتانے والا اس شخص کے ثواب کا بھی وارث ہوتا ہے جسکی تعلیم کی وجہ سے وہ شخص نیکی کرتا ہے الدال علی الخیر کفاعلہ تو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کیسا ثواب ہر وقت ملتا ہے۔ کیونکہ کروڑوں انسان ہر وقت آپکے بتانے کیوجہ سے نماز۔ روزہ۔ زکوٰۃ وغیرہ نیکی کے کام کرتے رہتے ہیں۔ ان تمام نیک اعمال کا ثواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال میں بھی بڑھتا جاوے گا جو آپ کے مدارج عالیہ میں ترقی کا باعث ہے۔ (ج) دعا کا مسئلہ بھی مسلم ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے کروڑوں انسان ترقی مدارج کے واسطے دعا کرتے رہتے ہیں پھر کیا اون کی دعاؤں کا کچھ نتیجہ نہیں؟ ہے اور ضرور ہے۔

آپ پر صلوٰۃ کا ثبوت از روئے کامیابی بھی آپ پر ہر وقت صلوٰۃ ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔ علاوہ بریں کوئی مذہب ایسا نہیں جسکے اصول بھی قائم رہے ہوں۔ برخلاف اس کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عملی رنگ کے واسطے تو ان کی تشریح مکمل معظم پھر ہر صدی پر مجدد موجود رہتے ہیں۔

قرآن شریف جیسی پاک کتاب کے ابتدا اور انتہا میں بھی اعوذ پڑھنے کا حکم ہے تو باقی لوگوں کی بنائی ہوئی کتابوں کو تو بطریق اولیٰ پہلے استعاذہ کر کے پڑھنا چاہیئے۔

ٹھوکر کا پتہ کیونکر لگتا ہے۔ اول۔ لڑکیوں کے لینے یا دینے میں۔
دوم۔ بحث مباحثہ کے وقت یا اگر مخالفت میں کوئی شخص اسے سخت یا سُست کہے۔
سوم۔ غیر قوموں کے تعلقات سے۔

قسم کی فلاسفی دُنیا میں قسم تین طرح کے لوگوں کے کام آتی ہے ادنیٰ یا اوسط یا اعلیٰ۔ ان تینوں ہی قسم کے آدمیوں کے کام قسم آتی ہے۔ ادنیٰ قسم کے لوگ جو دلائل سے ناواقف ہوتے ہیں ان کو قسم پر اعتبار ہوتا ہے اور وہ یقین کرتے ہیں کہ جھوٹی قسم کھانے والا ذلیل ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ادن میں ایک ضرب المثل ہے ان الایمان تضع الارض بلقع اب عوام کے مذاق پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کیسی سچائی ثابت ہوتی ہے کہ اسقدر قسمیں آپ نے کھائیں مگر ذلیل نہیں ہوئے بلکہ آپ نے کامیابی اور ترقی حاصل کی۔

دوم۔ اوسط درجہ کے واسطے بھی قسمیں مفید ہیں دربار اور کچہریوں میں قسم بطور شاہد سمجھی جاتی ہے اور سوم اعلیٰ درجہ کے لوگوں کے واسطے بھی قسم مفید ہوتی ہے اعلیٰ درجہ کے لوگوں میں فلاسفروں کو کلی سمجھتے ہیں انپر بھی قسم کے ذریعہ اتمام حجت کی گئی ہے کیونکہ قرآن شریف میں جس چیز کی قسم کھائی ہے اسکو بطور شاہد ٹھیرایا ہے اور اس کے حقائق اور خواص کیطرف توجہ دلاتی ہے

دعا کی قبولیت کے دو قسم ہوتے ہیں ایک قبولیت بطور اجتبا ہوتی ہے دوسری بطور ابتلا اسواسطے ضروری ہے کہ دعا مانگنے سے پہلے بڑا بڑا استغفار کر لیا جاوے ایسا نہ ہو کہ دعا کی قبولیت ابتلائی رنگ میں ہو جاوے

انسان کو تین زبانیں سیکھنی لازم ہیں۔ اول۔ دین کی زبان۔ ملک کے شرفا کی زبان اور حاکم وقت کی زبان۔

ایمان کیوں پیدا ہوتا ہے قرآن شریف سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ جب انسان کی فطرت میں سعادت اور ایک مناسبت نہ ہو ایمان پیدا نہیں ہوتا۔ خدا تعالیٰ کے ماموراور مرسل اگرچہ کھلے کھلے نشان لے کر آتے ہیں مگر اسمیں بھی کوئی شبہ نہیں کہ ان نشانوں میں ابتلا اور خفا کے پہلو بھی ضرور ہوتے ہیں سعید جو باریک بین اور دُوربین نگاہ رکھتے ہیں اپنی سعادت اور مناسبت فطرت سے ان امُور کو جو دوسروں کی نگاہ میں مخفی ہوتے ہیں دیکھ لیتے ہیں اور ایمان لے آتے ہیں۔ لیکن جو سطحی خیال کے لوگ ہوتے ہیں اور جنکی فطرت کو سعادت اور رشد سے کوئی مناسبت اور حصّہ نہیں ہوتا وہ انکار کرتے ہیں اور تکذیب پر آمادہ ہو جاتے ہیں جسکا برا نتیجہ انکو برداشت کرنا پڑتا ہے

دیکھو مکہ معظمہ میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہوُا۔ تو ابوجہل بھی مکہ ہی میں تھا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی مکہ ہی کے تھے لیکن ابوبکر رضؓ کی فطرت کو سچائی کے قبول کرنے کیساتھ کچھ ایسی مناسبت تھی کہ ابھی آپ شہر میں بھی داخل نہیں ہوئے تھے۔ راستہ ہی میں جب ایک شخص سے پوچھا کہ کوئی نئی خبر سناؤ اور اس نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے تو اسجگہ ایمان لے آئے + اور کوئی معجزہ اور نشان نہیں مانگا اگرچہ بعد میں بے انتہا معجزات آپ نے دیکھے اور خود ایک آئیت ٹھیرے + لیکن ابوجہل نے باوجودیکہ ہزاروں ہزار نشان دیکھے لاکن وہ مخالفت اور انکار سے باز نہ آیا اور تکذیب ہی کرتا رہا۔ اس میں کیا سر تھا۔ پیدائیش دونوں ایک ہی جگہ کی تھی ایک صدیق ٹھہرتا ہے اور دوسرا جو ابوالحکم کہلاتا تھا وہ ابوجہل بنتا ہے۔ اسمیں یہی راز تھا کہ اس کی فطرت کو سچائی کے ساتھ کوئی مناسبت ہی نہ تھی۔ غرض ایمانی امور مناسبت ہی پر منحصر ہیں۔ جب مناسبت ہوتی ہے تو وہ خود معلم بن جاتی ہے اور امور حقہ کی تعلیم دیتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ اہل مناسبت کا وجود بھی ایک نشان ہوتا ہے۔

میں بصیرت اور یقین کے ساتھ کہتا ہوں اور میں وہ قوت اپنی آنکھوں سے دیکھتا اور مشاہدہ کرتا ہوں مگر افسوس میں اس دنیا کے فرزندوں کو کیونکر دکھا سکوں کہ وہ دیکھتے ہوئے نہیں دیکھتے اور سنتے ہوئے نہیں سُنتے ہیں + کہ وہ وقت ضرور آئیگا کہ خدا تعالیٰ سب کی آنکھ کھول دیگا اور میری سچائی روز روشن کی طرح دنیا پر کھل جائے گی لیکن وہ وقت وہ ہوگا کہ توبہ کا دروازہ بند ہو جاویگا اور پھر کوئی ایمان سود مند نہو سکے گا میرے پاس وہی آتا ہے جسکی فطرت میں حق سی محبت اور اہل حق کی عظمت ہوتی ہے جسکی فطرت سلیم ہے وہ دور سے اس خوشبو کو جو سچائی کی میرے ساتھ ہے سونگھتا ہے اور اسی کشش کے ذریعہ سے جو خدا تعالیٰ اپنے ماموروں کو عطا کرتا ہے میری طرف اس طرح کھیچے چلے آتے ہیں جیسے لوہا مقناطیس کی طرف جاتا ہے لیکن جسکی فطرت میں سلامت روی نہیں ہے اور جو مردہ طبیعت کے ہیں انکو میری باتیں سود مند نہیں معلوم ہوتی ہیں وہ ابتلا میں پڑتے ہیں اور انکار پر انکار۔ اور تکذیب پر تکذیب کر کے اپنی عاقبت کو خراب کرتے ہیں اور اس بات کی ذرا بھی پروا نہیں کرتے کہ اون کا انجام کیا ہونیوالا ہے۔ میری مخالفت کرنے والے کیا نفع اوٹھائینگے کیا مجھ سے پہلے آنیوالے صادقوں کی مخالفت کرنے والوں نے کوئی فائدہ کبھی اوٹھایا ہے؟ اگر وہ نامراد اور خاسر ہو کر اس دُنیا سے اوٹھے ہیں تو میرا مخالف اپنے ایسے ہی انجام سے ڈر جاوے کیونکہ **میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں صادق ہوں** میرا انکار اچھے ثمرات نہیں پیدا کرے گا۔ مبارک وہی ہیں جو انکار کی لعنت سے بچتے ہیں اور اپنے ایمان کی فکر کرتے ہیں۔

حسن ظنی سے کام لیتے ہیں اور خدا تعالیٰ کی ماموروں کی صحبت سے فائدہ اوٹھاتے ہیں ان کا ایمان انکو ضائع نہیں کرتا بلکہ برومند کرتا ہے + میں کہتا ہوں کہ صادق کی شناخت کے لئے بہت مشکلات نہیں ہیں ہر ایک آدمی اگر انصاف اور عقل کو ہاتھ سے نہ دے اور خدا کا خوف مدّ نظر رکھ کر صادق کو پرکھے تو وہ غلطی سے بچا لیا جاتا ہے۔ (باقی آئندہ)

واضح رہے کہ فنا فی اللہ کے درجہ کی تحقیق کے بعد یعنی اوس درجہ کے بعد جو اسلم وجہہ اللہ کے مفہوم کو لازم ہے جسکو صوفی فنا کے نام سے اور قرآن کریم استقامت کے اسم سے موسوم کرتا ہے درجہ بقا اور لقا کا بلا توقف پیچھے آنیوالا ہے۔ یعنی جبکہ انسان خلق اور ہوا اور ارادہ سے بکلی خالی ہو کر فنا کی حالت کو پہنچ گیا تو اس حالت کے راسخ ہونے کے ساتھ ہی بقا کا درجہ شروع ہو جاتا ہے۔ مگر جب تک یہ حالت راسخ نہ ہو اور خدا تعالیٰ کی طرف بکلی جھک جانا ایک طبعی امر نہ ٹھہر جائے تب تک مرتبہ بقا کا پیدا نہیں ہو سکتا بلکہ وہ مرتبہ صرف اوس وقت پیدا ہوگا کہ جب ہر ایک اطاعت کا تصنع درمیان سے اوٹھ جائے اور ایک طبعی روئیدگی کی طرف فرمانبرداری کی سرسبز اور لہراتی ہوئی شاخیں دل سے جوش مار کر نکلیں اور واقعی طور پر سب کچھ جو اپنا سمجھا جاتا ہے خدا تعالیٰ کا ہو جائے اور جیسے دوسرے لوگ ہوا پرستی میں لذت اوٹھاتے ہیں اوس شخص کی تمام کامل لذتیں پرستش اور یاد الٰہی میں ہوں اور بجائے نفسانی ارادوں کے خدا تعالیٰ کی مرضیات جگہ پکڑ لیں +

حفظ صحت اور اسلام

نمبر-۶

بخوبی سمجھتا اور ہر موسم کے لئے اپنی حیثیت اور حالت کے مطابق علیحدہ علیحدہ لباس مہیا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ جیسا کسی کو میسر آتا ہے ویسا اپنے لئے خود انتظام کر لیتا ہے۔ لہذا اسپر طول طویل بحث کرنا چنداں ضروری معلوم نہیں ہوتا۔ اس لئے ہم ذیل میں محض مختصر طور پر مختلف اقسام لباس کا ذکر کرتے ہیں۔

کپڑے عموماً مفصلہ ذیل اشیاء کے بنائے جاتے ہیں۔

روئی۔ اون۔ سنی۔ ریشم۔ نری۔ پوستیں۔ ربڑ۔

روئی کے ریشے سخت مضبوط اور دیرپا ہوتے ہیں۔ دہونے سے اون کی طرح سکڑتے نہیں انمیں پسینہ یا پانی وغیرہ جذب کرنیکی قوت نہایت ہی کم بلکہ کالعدم ہوتی ہے گرمی اور سردی کی حفاظت روئی کے پارچات سے اون کی نسبت کم ہوتی ہے۔ ہر قسم کی بو روئی کے ریشوں میں بہت جذب ہوتی ہے۔ اسکا کپڑا اون کی نسبت سستا اور دیرپا ہوتا ہے۔ اس لئے سب سے زیادہ روئی کے ہی کپڑے پہننے میں آتے ہیں مگر اونی کپڑوں کے مقابلہ پر اسمیں یہ کمی ہے کہ بو تمیں زیادہ جذب کرتے اور تیز سردی و گرمی سے کم حفاظت کرتے ہیں۔

سنی کے ریشے بھی سخت مضبوط اور دیرپا ہوتے ہیں پسینہ روئی کے ریشوں کی نسبت زیادہ جذب کرتے مگر سردی اور گرمی سے کم حفاظت کرتے ہیں۔

اونی کپڑے سردی و گرمی سے حفاظت کرتے۔ ہر قسم کی بو کو کمتر لیکن پسینہ کو زیادہ جذب کرتے ہیں۔ جسقدر جسم کا پسینہ خارج ہوتا ہے اُس کو ساتھ ہی ساتھ جذب کرتے رہتے ہیں۔ یہ جذب شدہ پسینہ بتدریج کپڑوں میں سے تبخیر ہو کر اوڑتا رہتا ہے۔ اسیطرح سے سرد ہواؤں سے خوب حفاظت رہتی ہے۔ یعنی اگر ورزش کے بعد پسینہ بکثرت خارج ہو کر یکدفعہ تبخیر ہو تو جسم کو سردی لگ کر نقصان پہنچنے کا طرح طرح سے اندیشہ ہوتا ہے۔ لیکن اگر اون کے کپڑے پہن لئے جائیں تو تمام پسینہ اون میں جذب ہو کر بتدریج اوڑتا اور سردی لگنے سے حفاظت کرتا ہے۔

اگر سردی کے موسم میں اونی کپڑے پہنے جائیں تو جسم کی حرارت کو باہر خارج ہونے سے روکتے اور خود گرم ہو کر سردی سے حفاظت کرتے ہیں۔ لیکن جب گرمی اور سردی معمولی حالت پر ہو تو روئی کے کپڑے زیادہ موزون ہیں۔ اونی کپڑوں میں ایک یہ بڑی قباحت ہے کہ وہ تر ہونے سے سکڑ جاتے اور کچھ مدت کے بعد اُس کے ریشے سخت ہو کر قوت جاذبہ سے بے بہرہ رہ جاتے ہیں۔ جانوروں کی کھال کے کپڑے نہایت ہی گرم ہوتے ہیں۔ تیز سرد ہوائیں اون کے اندر سے گزر نہیں سکتیں اور جسم کی قدرتی حرارت بھی اندر ہی بند رہتی ہے۔

سرد پہاڑی ملکوں میں جہاں کہ سرد ہوائیں نہایت تیز چلتی ہیں۔ پوستین بڑے کار آمد ہوتے ہیں۔

ربڑ کے کپڑے بھی قریب قریب پوستین کا کام دیتے ہیں کیونکہ ان کے اندر بھی سرد ہوائیں گزر نہیں کر سکتیں۔ اور جسم کا پسینہ اور حرارت اندر ہی بند رہتے ہیں۔

ہر قسم کے واٹر پروف کپڑے جن کے اندر پانی جذب نہیں ہو سکتا نہایت گرم ہوتے ہیں۔

الغرض سردی سے بچنے کے واسطے سب سے بہتر کپڑا اونی ہوتا ہے۔ اوس سے دوئم درجہ پر پوستین اور سوئم درجہ پر ربڑ اور دیگر واٹر پروف۔

گرمی کے واسطے سفید کپڑا خواہ کسی ساخت کا ہو موزون ہے کیونکہ سفید رنگ کے پارچات بہت کم حرارت جذب کرتے ہیں۔

تیز سرد ہواؤں سے بچنے کے واسطے سب سے بڑھ کر پوستین ہے۔ اوس سے دوئم درجہ پر ربڑ اور دیگر واٹر پروف۔ روئی دار کپڑے بھی سردی اور تیز سرد ہواؤں سے خوب حفاظت کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ باہر کی سرد ہواؤں کو اندر گذر کرنے سے روکتے اور جسم کی حرارت اور پسینہ کو جلد زائل ہونے سے مانع ہوتے ہیں۔

غفلت

اِنَّ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ آيَاتِنَا لَغَافِلُونَ

تحقیق بہت لوگ ہماری آیات سے غافل ہیں غفلت کا نتیجہ صریح بربادی ہے پر لوگ غفلت کے نشہ میں اُن نتایج کو نہیں دیکھتے کاش ایک نظر بھی غور سے دیکھیں جسقدر وقت انسان لہو و لعب میں کھوتا ہے۔ اپنی عمر عزیز کو مفت برباد کرتا ہے عالم میں ہر طرف عبرت انسانی اور ذکر الہی کے نشانات اور بیانات ہیں مگر غفلت کی وجہ سے انسان آنکھوں کے ہوتے نہیں دیکھتا۔ کانوں کے ہوتے نہیں سنتا اور عقل کے ہوتے نہیں سمجھتا۔ عالیشان مکانات جو ویران کھنڈر رہجاتے ہیں یاد دلاتے ہیں کہ اون کے بنانے والے صاحب عزت و دولت اشخاص تھے مگر کسی وجہ سے اوس احکم الحاکمین نے اون کی نسل اور نام کو دنیا سے مٹا دیا۔ بیہودگی بدکار اولاد بتاتی ہے کہ حرام کمائی اور مال جمع چھوڑ جانے کا یہی نتیجہ ہوتا ہے کہ اولاد عیاش اور بدچلن ہو جائے اور تمام مال زناکاری اور شراب نوشی میں صرف ہو۔ رسم پرست لوگ غمی اور شادی کے موقعوں پر قرض اوٹھاتے اپنی زمینوں یا مویشی یا مکانات یا اسباب و ظروف کو گروی رکھ کر ہمیشہ کے واسطے برباد ہو جاتے اور دنیا کو دکھلاتے ہیں کہ خلاف شرع اور اتباع رسوم کا یہی نتیجہ ہے۔ افیمیوں۔ شطرنجبازوں اور قمار بازوں کی اولاد آوارہ گردشت بدچلن اور نکمی ہوتی ہے۔ تحصیل علوم و فنون اور محنت کشی کی کوئی قابلیت نہیں رہتی اور سخت تنگی و ذلت یا جوئے اور چوری میں عمر گزار کر دنیا کو سبق دیتی ہے کہ بیہودہ کھیلوں کا یہی پھل ہے۔ جھوٹے حکیم اور دکاندار جلد رسوا ہو کر سخت نقصان اور ذلت میں پڑ جاتے اور نمونہ پیش کرتے ہیں کہ جھوٹ کیسے انسان کو برباد کرتا ہے جو ماں باپ اپنی اولاد سے بیجا ناز کرتے اور اطاعت کی عادت اون میں نہیں ڈالتے تو وہ اولاد سخت گستاخ اور نافرمان اونکمی اور عموماً بداخلاق بدچلن اور نکمی ہوتی ہے غفلت کے بُرے نتایج حالات انسانی میں ہم دنرات دیکھتے اور سنتے اور جانتے ہیں پر غفلت ایسا نشہ ہے کہ دیکھتے ہوئے نہیں دیکھتے سنتے ہوئے نہیں سنتے اور جانتے ہوئے نہیں جانتے۔ چوروں ڈاکوؤں۔ سودخواروں۔ راشیوں اور ہر قسم کے ظالموں کی قطع نسل۔ زانیوں اور شرابیوں کی تباہی بیکاروں اور آوارہ گردوں کی رسوائی۔ قمار بازوں دغابازوں اور جھوٹوں کی ذلت متکبروں اور رسم پرستوں کی خواری نازپروردوں اور بے علموں کی بربادی احکام الہی کے خلاف چلنے والوں کی بیعزتی واہیات کتب پڑھنے والوں کا نکماپن۔ اور برائے نام مولویوں کی لڑائی ہم دنرات دیکھتے ہیں پر کچھ عبرت نہیں کچھ خوف نہیں اور کوئی کوشش نہیں۔ غفلت نے بالکل مدہوش اور بے خبر بنا رکھا ہے ہر ایک بُرے اور بھلے عمل کے بُرے اور بھلے نتایج ہم ساتھ کے ساتھ دیکھتے جاتے ہیں۔ ایک بدی سے دوسری بدی پیدا ہوتی ہے اور دوسری سے تیسری اسی طرح پر بدفعلیوں سے بدفعلیوں کے سلسلے ترقی پکڑتے ہیں۔ برعکس اسکے نیکیوں سے نیکیوں کے سلسلے پھر ایک نتایج تو ساتھ کے ساتھ ہم بھگت رہے ہیں۔ اور آخری نتایج کو یوم الدین کے بعد پہنچ جاینگے قرآن مجید فرماتا ہے اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ مُّعْرِضُونَ۔ لوگوں کے واسطے اون کا حساب قریب ہو گیا پر وہ غفلت میں مُنہ پھیرے ہوئے ہیں جب مجرم سزا کو پہنچا یا شرابی زناکار برباد ہو جاتا یا وقت نزع پہنچا ہے اوسوقت انسان اپنے عملوں پر پشیمان ہوتا اور افسوس کھاتا ہے اور جب اپنے عملوں کی پوری سزا کو دیکھے گا اُسوقت تو صاف آنکھیں کھل جائیں گی پھر چلائیگا يَا وَيْلَنَا قَدْ كُنَّا فِي غَفْلَةٍ مِّنْ هَٰذَا بَلْ كُنَّا ظَالِمِينَ اے کمبختی کہ ہم تحقیقا اس حال سے غفلت میں تھے بلکہ ظالم بنے رہے اب ہم اس مضمون کو علیحدہ علیحدہ حصوں میں آیات قرآنی کے مطابق بیان کرتے ہیں (باقی آئندہ)

آیات اللہ کے مکذب کی مثال

حضرت مولانا مولوی عبدالکریم صاحب
کے ایک خطبہ کا خلاصہ

مثل الذین حملوا التوراۃ ثم
مثال ان کی جن پر لادی توریت پھر
لم یحملوھا کمثل الحمار یحمل اسفارا ط
نہیں اوٹھائی مانند گدھے کی اوٹھاتا ہے کتابیں
بئس مثل القوم الذین کذبوا بایٰت اللہ
بُری ہے مثال اُس قوم کی جس نے جھٹلایا اللہ کی آیتوں کو
واللہ لایھدی القوم الظالمین (سورۃ جمعہ)
اور اللہ نہیں ہدایت کرتا قوم ظالموں کو -

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایک لذیذ اصل اور گُر بتایا ہے ان حقائق اور معارف کے معلوم کرنے کا جو اوس کی مجید و حکیم کتاب میں موجود ہیں اور ساتھ ہی یہ تعلیم بھی دی ہے کہ وہ کیا بات ہے جو انسان کو کامیابی اور اسرار کتاب اللہ سے محروم کر دیتی ہے میں اس آیت کے الفاظ میں اور انکی ترتیب پر ایک عرصہ تک سوچتا رہا ہوں خصوصاً اس بات پر کہ حملوا التورات جو فرمایا گیا ہے اولوا التورات کیوں نہیں فرمایا؟ اور یہ امر بھی میرے زیر غور رہا کہ خدا تعالیٰ کا برگزیدہ جو اسرار اور نکات اس کتاب مجید سے نکال رہا ہے دوسرے لوگوں کو باوجودیکہ وہ اپنی جگہ دستار فضیلت باندھے ہوئے اور علوم رسمیہ کے عالم سمجھے جاتے ہیں کیونکر اُن سے بہرہ نہیں ملتا؟

میں ان سوالوں پر غور کرتا رہا ہوں اور خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ نہایت ذوق کے ساتھ سرشار ہو کر میں اس نکتہ پر پہنچا ہوں جو ان الفاظ میں حکیم خدا نے رکھا ہے۔ جو بات مجھے ملی ہے میں اون اسرار و حقایق کو جو اس آیت میں ہیں اسی پر حصر کرنا نہیں چاہتا۔ اور اگر کوئی کرے تو یہ اوس کی گستاخی اور کلام مجید کی سوء ادبی ہے +

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں حقائق و معارف سے محروم رہنے اور اُن کو حاصل کرنے کا ایک لطیف فلسفہ بیان فرمایا ہے یعنے گدھے کی مثال میں جو نقشہ کھینچا ہے جب انسان کی حالت اس حد تک پہنچے وہ حقائق کی معرفت کی توفیق نہیں پا سکتے! یہی وجہ ہے کہ حملوا التورات کہا اولوا التورات نہیں فرمایا کیونکہ اونہوں نے لذت اور ذوق کے ساتھ تورات کو نہیں لیا بلکہ جیسے ایک بار گراں سمجھا اور جیسے گدھا بوجھ اوٹھانے میں مجبور کیا جاتا ہے اور وہ اپنے بوجھ کی کیفیت اور حقیقت پر کچھ بھی اطلاع نہیں رکھتا اسی طرح ان ظالمان یہود نے چاروناچار تورات کو لیا۔ اس سے کوئی عملی استفادہ نہیں کیا+ اس میں اللہ تعالیٰ یہ ظاہر کرنا چاہتا ہے کہ جو لوگ روح اور راستی سے ہولی دلی ذوق اور لذت کے ساتھ کتاب اللہ کے جوئے کو نہیں اوٹھاتے وہ کتاب اللہ کے اسرار سے آگاہ اور اُس کی سچائیوں کی معرفت سے کوئی حصہ نہیں لے سکتے۔

پس خدا تعالیٰ کی کتاب کے حقائق اور اسرار سے محروم رہنے اور انکے حاصل کرنے کا یہ پہلا اصل اور گر ہے۔ سورۃ جمعہ میں اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو اس آیت کے بعد رکھا ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کی خبر دے رہی ہے اور وہ یہ ہے وآخرین منھم لما یلحقوا بھم وھو العزیز الحکیم ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم۔ اس کے بعد ہے مثل الذین حملوا التوراۃ ثم لم یحملوھا کمثل الحمار یحمل اسفارا بئس مثل القوم الذین کذبوا بایات اللہ واللہ لا یھدی القوم الظالمین

ان دونوں آیتوں کی ترتیب پر خوب غور کرو اور دیکھو کہ کس طرح پر اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدہ ولی کی عظمت اور سچائی کو ثابت کر رہا ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مسیح موعود کو حقائق و معارف کا ایک نشان دیا جاوے گا جس کا مقابلہ اُس کے منکر اور مکذب ہرگز ہرگز نہ کر سکیں گے کیونکہ مکذبوں کی مثال حملوا التوراۃ ثم لم یحملوھا کمثل الحمار کی سی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خدا کے صادق مسیح موعود نے خدا کی برکتیں اور رحمتیں اسکے ورود ہوا۔ اس کے ہر کار و بار میں ہول اپنے مکذبین کو اس میدان مقابلہ میں بلایا لیکن کوئی عالم فاضل کوئی فقیہ و محدث کوئی صوفی اور گدی نشین قرآن کریم کے حقایق اور معارف میں مقابلہ کرنے کے لئے اس کے سامنے نہیں آیا اور نہ آسکے گا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ خود فیصلہ کر چکا ہے -

واللہ لا یھدی القوم الظالمین

خدا تعالیٰ ان مشرکوں کی قوم کو کبھی بامراد نہیں کرے گا۔ آیت کے اس حصہ میں غور کرنے سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے مسیح موعود کے مکذبوں کو اس جگہ مشرک بھی فرمایا ہے اور حقیقت میں اس سے بڑھکر اور کیا ظلم عظیم ہو سکتا ہے کہ عاجز عورت کے بچے کو خدا تعالیٰ کے عرش عظیم پر بٹھایا گیا ہے اور اسکو حی لا یموت عیب دان - محی - شافی تجویز کیا گیا ہے۔ حضرت مسیح موعود چونکہ اس بت کو پاش پاش کرنے کے لئے آئے ہیں جسکی پرستش نے خدا تعالیٰ کی کتاب میں ایسا خطرناک وعید فرمایا ہے کہ کسی بڑے سے بڑے گناہ کے متعلق بھی نہیں کہا گیا کہ یہ اعتقاد ایسا ہے جس سے قریب ہے کہ آسمان پھٹ جاوے اور زمین پاش پاش ہو جاوے -

خدا تعالیٰ کی کتاب اس صراحت سے حضرت مسیح موعود کے منکروں کا پتہ دیتی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بڑی وضاحت کے ساتھ اس راز کو کھول دیا ہے کہ وہ یہود کے ساتھ پوری مشابہت حاصل کریں گے اور حقیقت میں ہونا بھی یہی چاہیئے تھا۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جبکہ مثیل موسیٰ ہیں اور آپکا سلسلہ موسوی سلسلے کے بالمقابل واقع ہوا ہے۔ غرض یہ آیت ہمارے مخالفوں کو بڑی ہی غور سے پڑھنی چاہیئے۔ مگر افسوس تو یہ ہے کہ آیات اللہ کی تکذیب نے انہیں غور اور فکر کا مادہ ہی رہنے نہیں دیا۔ اس لئے میرے دوست اس مقام پر سوچیں اور میں امید کرتا ہوں کہ وہ جس قدر غور کریں گے اسی قدر عظمت انکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر آئیگی اور اس کے ساتھ ہی اپنے محبوب و مولا مسیح موعود کی سچائی اور صداقت کا زبردست نشان وہ ملاحظہ کریں گے میں اس آیت کو زبردست دعوے کے ساتھ ان نافہم اندیشوں کے سامنے پیش کرتا ہوں اور چیلنج کرتا ہوں کہ وہ اسکا جواب دیں اور میں تحدی کرتا ہوں کہ وہ ہرگز جواب نہ دے سکیں گے کیونکہ خدا کی اس آیت نے واللہ لا یھدی القوم الظالمین ابد الاباد کے لئے فیصلہ کر دیا ہے جس جس قدر انسان اس ظلم عظیم سے نکلے گا اسی قدر وہ روشنی اور نور کی طرف آتا جاوے گا پس یاد رکھو خدا تعالیٰ کے کلام کے اسرار اور حقائق معلوم کرنے کے لئے یہ گر ہمیشہ مدنظر رکھو کہ خدا تعالیٰ کی کتاب کا جوا لذت اور سرور کے ساتھ اٹھاؤ۔ کراہت کے ساتھ اسے نہ اٹھاؤ اور خدا تعالیٰ کی آیات کو دیکھکر اون کی تکذیب نہ کرو اور اس شرک عظیم سے بچ جاؤ جو اسوقت دنیا میں پھیلایا جا رہا ہے یعنے مریم کے بیٹے کو ایک قوم تو کھلا کھلا خدا اور اوس کا بیٹا بنا رہی ہے اور نا عاقبت اندیش مسلمان اس میں خدائی صفات قائم کر رہے ہیں جب تک اس ظلم سے نجات نہیں ہدایت کی راہوں کا کھلنا محال ہے + یہی وجہ ہے کہ ہمارے مخالف اھدنا الصراط المستقیم کی دعا ہر روز کرتے ہیں مگر اون کی دعائیں کیوں قبول نہیں ہوتیں انکا بھی یہی باعث ہے

واللہ لا یھدی القوم الظالمین

خلاصہ کلام یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود کی سچائی

کا ایک زبردست نشان وہ حقائق اور معارف ہیں جو خدا تعالیٰ کی مجید کتاب کے اسیر کھولے جاتے ہیں اور جس کے مقابلہ سے اوس کے مکذب عاجز ہیں اب ایک اور نشان اللہ تعالیٰ قل یا ایھا الذین ھادوا ان زعمتم انکم اولیاء للہ من دون الناس فتمنوا الموت ان کنتم صادقین ولا یتمنونہ ابدا بما قدمت ایدیھم واللہ علیم بالظالمین

پھر اے یہودیو اگر تم سمجھتے ہو اور یہ دعوے کرتے ہو کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اوس کے رفیقوں کے ساتھ خدا نہیں اور ساری دنیا میں تم ہی ولی اللہ ہو تو پھر فتمنوا الموت ان کنتم صادقین ۔ الموت کی آرزو کرو اگر تم سچے ہو۔

جسطرح پر پہلی آیت میں حضرت مسیح موعود کے مخالف عالموں اور مولویوں کا ایک نقشہ کھینچ کر دکھایا ہے اس آیت میں ان صوفیوں اور سجادہ نشین مدعیوں کا نقشہ کھینچا ہے جو خدا تعالیٰ کے راستباز مرسل کے مکذب ہیں کیا وجہ ہے کہ جب سے خدا تعالیٰ نے اس مسیح موعود کو بلایا ہے اور اس کو اپنی دعوت کا پیغام پہنچانے پر مامور کیا ہے اوس نے للکار کر کہا ہے کہ اے صوفیو! اے سجادہ نشینو! اے تسبیحاں پڑھنے والے درویشو! تمکو اگر اپنی دعاؤں اور بیعتوں پر ناز ہے تو میرے مقابلہ میں ہاتھ اوٹھاؤ۔ ہم بھی ہاتھ اوٹھاتے ہیں۔ خدا تعالیٰ خود ظاہر کر دیگا کہ وہ کس کے ساتھ ہے اور وہ کس کا ولی ہے۔

اس آیت سے یہی معلوم ہوا کہ جیسے مسیح موعود کو حقائق و معارف قرآنی کا نشان دیا جاویگا قبولیت دعا کا نشان بھی اسے دیا جائیگا اور جو اس کے مقابلہ میں دعا کرے گا وہ خائب و خاسر ہو کر رہ جائے گا۔

اس آیت پر غور کرنے سے یہ نکتہ بھی مجھے معلوم ہوا کہ ظالم طبع مخالف جو یہ اعتراض کرتے ہیں کہ مسیح موعود کو موت ہی کے الہام ہوتے ہیں اور جسکو دعوت کرتا ہے یہی کہتا ہے کہ موت کی دعا کرو۔ اس کا جواب خود اس آیت میں موجود ہے۔ یہ نشان خدا تعالیٰ نے مسیح موعود کا ٹھہرایا ہے اور اس مقابلہ کے لئے کوئی بھی نہیں آئیگا۔ اور یہ بالبداہت ثابت ہو چکا ہے کہ کوئی مقابلہ کے لئے نہیں آتا۔

جیسے پہلی آیت میں مخالفوں کی اعتقادی اور عملی حالت کو قوم الظالمین لکھکر دکھایا ہے اس آیت میں واللہ علیم بالظالمین کہہ کر انکی مشرکانہ حالت کو ظاہر کر دیا ہے۔ اور حقیقت میں غور کر کے دیکھو اور کہ کسقدر مشرکانہ امور کو داخل عبادت کر لیا گیا ہے قبروں کو سجدے کئے جاتے ہیں۔ پتھر پرستی ہوتی ہے اور سب سے بڑھ کر وہی شرک ہے جسکا میں پہلے ذکر کر آیا ہوں یعنے مسیح ابن مریم کو جو ایک عاجز انسان کھاتا پیتا۔ اور پیشاب یا پاخانے کی ضروریات کا اسیر تھا خدا بنایا گیا ہے جس ناپاک اعتقاد سے آسمان تھرتھراتا زمین کانپتی ہے۔

غرض ان آیتوں پر غور کرو اور اپنے امام اور اوسکے مخالفوں کی حالت پر نگاہ دوڑاؤ اور دیکھو کہ خدا تعالیٰ کا کلام کیسی صفائی کے ساتھ اس امر کا فیصلہ کرتا ہے کہ مسیح موعود کن نشانات اور قوتوں کے ساتھ آئے گا اور اوس کے مخالفوں کی کیا حالت ہوگی۔

میرے دوستو! اگر چاہتے ہو کہ قرآن کریم سے تمکو مناسبت اور آسمان سے تعلق ہو اور وہ حقائق اور اسرار تم پر کھلیں تو کلام الٰہی کو لذت کے ساتھ پڑھو اور اس راہ کو اختیار کرو جو احمد قادیانی نے خدا کی صلوٰۃ اس پر ہوں پیش کی ہے۔ اور جو کوئی نئی اور جدید راہ نہیں بلکہ وہی ہے جو تیرہ سو سال پہلے احمد مکی صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش کی تھی۔ اور جو کامیابی کی حقیقی اور اصلی راہ ..... ہے کہ تا تم کو صحابہ سے ملاوے۔ مبارک وہ جو اس جماعت میں داخل ہوتے اور اپنے طرز عمل کو اوس کے عمل کے مطابق اوس کی ہدایت کے موافق بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔

اوس نے آکر بتا دیا ہے کہ قرآن کریم کے حقائق صرف اون پر کھلتے ہیں جو اپنی پاکیزگی اور تصفیہ قلب کرتے ہیں۔ بدوں اس کے خدا تعالیٰ کے کلام کے ساتھ کوئی مناسبت اور ذوق پیدا نہیں ہو سکتا۔ پس تمہیں چاہیئے کہ تمہارے دل میں یہ تڑپ پیدا ہو کہ قرآن آجاوے اور اوس کا گر یہی ہے کہ لا یمسہ الا المطھرون میں داخل ہو اور پھر سعی اور مجاہدہ کرو۔ اور یہ عزم کر لو کہ قرآن کی عزت اور عظمت کے اظہار کے لئے ہی کوشش کروگے۔ یہی نقطہ ہے جس سے حضرت مسیح موعود کو عزت دی ہے۔ اوس نے اپنی عزت قرآن کریم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کے اظہار کے لئے کھو دی اوس کی پروا نہیں کی مگر عزیز اور حکیم خدا نے اسے معزز بنایا جو سچی عزت چاہتا ہے وہ کتاب عزیز کی عزت کو دنیا میں قائم کرے اور یہ تڑپ پیدا نہیں ہو سکتی جبتک مسیح موعود کے دامن سے وابستہ نہ ہو اللہ تعالیٰ مجھے اور میرے دوستوں کو توفیق دے کہ وہ اسوقت کو غنیمت سمجھیں اور قرآن کریم کے جواہرات لینے کو طیار ہو جاویں۔

آمین +

خدا کا غضب اور یہودیوں کا قتل

اخبار ڈیلی میل کے نامہ نگار اوڈیسہ نے لکھا ہے کہ روس کے صوبہ بسرابیا کے خاص شہر کشنیف نے یہودیوں پر حال میں جسقدر ظلم و ستم اور وحشیانہ حملے ہوئے ہیں ایسے مظالم روس میں یہودیوں پر آجتک کبھی بھی نہیں ہوئے تھے۔ اگرچہ روس میں یہودیوں پر ظلم و ستم ہونا ایک معمولی [illegible] واقعہ ہو گیا ہے لیکن اون پر یہ ظلم و ستم اس طرح کئے جاتے تھے کہ اون کے مکانوں کو لوٹ لیا جاتا تھا اس موقعہ پر یہودیوں کو قتل کیا گیا اور نہایت سخت جسمانی تکلیفیں اون کو پہنچائی گئیں۔

اس بلوہ کی ابتدا اس طرح ہوئی کہ اولاً شہر ڈبوسری میں یہ افواہ پھیل گئی کہ یہودیوں نے ایک لڑکے کو مار ڈالا ہے۔ یہ افواہ سنتے ہی ڈبوسری کے لوگوں نے جس جگہ یہودیوں کو پایا اون پر پے در پے حملے کئے لیکن یہودی بھی پہلے ہی سے یہ خیال کر کے کہ عوام ہمارے برخلاف بلوہ کرینگے مسلح ہو گئے تھے اور اسلحہ سے رعایا کے حملوں کی عمدہ طور سے انہوں نے مدافعت کی۔ اس لڑائی کا نتیجہ یہ ہوا کہ آٹھ روسی دریا میں ڈوب کر مر گئے اور بہت سے قتل اور مجروح ہوئے

اس خبر کے کشنیف میں پہنچتے ہی وہاں کے یہودیوں پر روسیوں نے سخت حملہ کیا یہودیوں پر یہ حملہ ایسی بے خبری میں کیا گیا کہ بہت سے یہودی پورے طور سے اپنا بچاؤ بھی نہ کر سکے روسیوں نے مکانوں پر چڑھ کر دو منزلہ اور سہ منزلہ مکانوں کے اوپر سے یہودیوں اور اون کی عورتوں اور اون کے بچوں کو پکڑ پکڑ کر نیچے سڑک پر پھینکنا شروع کیا۔ اتنے بلند مکانوں سے جو یہودی مرد اور عورتیں اور بچے سڑک پر گرتے اول تو وہ خود مرنے کے قریب ہو جاتے تھے اور اون کے پاش پاش اور نصف مردہ جسموں کو وہ روسی جو سڑکوں میں کھڑے تھے ہتھوڑوں کلہاڑیوں موگریوں سے بالکل ٹکڑے ٹکڑے کر دیتے تھے۔ کشنیف کے قرب وجوار کے گاؤں میں روسیوں نے یہودی عورتوں کو اون کے سر کے بالوں سے باندھ کر درختوں سے لٹکا دیا اور یہودیوں کے سروں کو کاٹ کر بانسوں پر رکھا اور بہت سے سخت ظلم و ستم کئے کہ جس کے بیان سے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔

اس تمام واقعہ میں سب سے زیادہ قابل نفرین کام پولیس اور فوجی افسروں کا رہا۔ یہودیوں کا جب ایک گروہ کلہاڑیوں اور دوسرے ہتھیاروں سے مسلح ہو کر وہاں اس لئے آیا کہ اپنے دوستوں کی جانیں ظالم اور سنگدل روسیوں کے ہاتھوں سے بچائیں تو پولیس نے اون کو گھیر کر کلہاڑیں اور دوسرے ہتھیار ان سے لے لئے اس طرح برابر دو روز تک روسیوں نے یہودیوں کو قتل کیا۔ اور اون کا تمام مال و اسباب لوٹ لیا۔ اور حکام نے یہودیوں کے بچانے کے لئے کوئی فوجی مدد طلب نہیں کی بلکہ خود روسی پولیس نے یہودیوں کے قتل اور اون کے مال کے لوٹنے میں رعایا کو امداد دی اس قتل و غارت گری کے ختم ہو چکنے پر پولیس کے افسروں کے مکانوں میں یہودیوں کا بہت سا مال و اسباب مسروقہ پایا گیا تیسرے دن جبکہ یہ بلوہ کسی طرح فرو نہ ہوا

م تو فوج کو سیر کرنے کا حکم دیا گیا۔ اسوقت یہ ہنگامہ ختم ہوا اب بہت سے روسی گرفتار کئے جا رہے ہیں۔ (سول ملٹری)

نکتہ معرفت

اس جگہ یہ نکتہ بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت بھی اسلام کے اندرونی مفاسد کے غلبہ کے وقت ہمیشہ ظہور فرماتی رہتی ہے اور حقیقت محمدیہ کا حلول ہمیشہ کسی کامل متبع میں ہو کر جلوہ گر ہوتا ہے اور جو احادیث میں آیا ہے کہ مہدی پیدا ہوگا اور اُس کا نام میرا ہی نام ہوگا اور اس کا خلق میرا ہی خلق ہوگا۔ اگر یہ حدیثیں صحیح ہیں تو یہ اسی نزول روحانیت کی طرف اشارہ ہے لیکن وہ نزول کسی خاص فرد میں محدود نہیں صدہا ایسے لوگ گذرے ہیں کہ جنمیں حقیقت محمدیہ متحقق تھی اور عنداللہ ظلی طور پر ان کا نام محمدؐ یا احمدؐ تھا لیکن چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت مرحومہ ادیان فاسدہ سے بفضلہ تعالیٰ محفوظ رہی ہے جو حضرت عیسےٰؑ کی اُمت کو پیش آئی اور آج تک ہزارہا صُلحا اور اتقیا اس اُمت میں موجود ہیں کہ جو محبہ دُنیا کی طرف پشت دیکر بیٹھے ہوئے ہیں پنج وقت توحید کی اذان کی مساجد میں ایسی گونج پڑتا ہے کہ آسمان تک محمدی توحید کی شعائیں پہنچتی ہیں۔ پھر کون موقع تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت کو ایسا جوش آتا جیسا کہ حضرت مسیح کی روح میں عیسائیوں کے دل آزار وعظوں اور نفرتی کاموں اور جھوٹے کلماتِ تعلیموں اور نبوت میں بیجا دخلوں اور خدا تعالیٰ کی ہمسری کرنے نے پیدا کردیا۔ اس زمانہ میں یہ جوش حضرت موسےٰ کی روح کو بھی اپنی اُمت کے لئے نہیں آسکتا تھا۔ کیونکہ وہ تو نابود ہوگئی اور اب صفحۂ دنیا میں ذریت اونکی بجز چند لاکھ باقی نہیں اور وہ بھی ضربت علیہم الذلۃ والمسکنۃ کے مصداق اور اپنی دُنیاداری کے خیالات میں غرق اور نظروں سے گرے ہوئے ہیں لیکن عیسائی قوم اس زمانہ میں چالیس کروڑ سے کچھ زیادہ ہے اور بڑے زور سے اپنے دجالی خیالات کو پھیلا رہی ہے اور صدہا پیرایوں میں اپنے شیطانی منصوبوں کو دلوں میں جاگزین کر رہی ہے بعض واعظوں کی رنگ میں پھرتے ہیں بعض گویے بنکر گیت گاتے ہیں بعض شاعر بنکر تثلیث کے متعلق غزلیں سناتے ہیں۔ بعض جوگی بنکر اپنے خیالات شائع کرتے پھرتے ہیں۔ بعض نے یہی خدمت لی ہے کہ دنیا کی تمام زبانوں میں اپنی محرّف انجیل کا ترجمہ کرکے اور ایسا ہی دوسری کتابیں اسلام کے مقابل پر ہر ایک زبان میں لکھ کر تقسیم کرتے پھرتے ہیں بعض تھیئٹر کے پیرایہ میں اسلام کی بُری تصویر لوگوں کے دلوں میں جماتے ہیں اور ان کاموں میں کروڑہا روپیہ ان کا خرچ ہوتا ہے۔ اور بعض ایک فوج بناکر اور مکتی فوج اُسکا نام رکھ کر ملک بملک پھرتے ہیں اور ایسا ہی اور اور کارروائیوں نے بھی جو اون کے مرد بھی کرتے ہیں اور اونکی عورتیں بھی کروڑہا بندگان خدا کو نقصان پہنچایا ہے اور بات انتہا تک پہنچ گئی ہے۔ اس لئے ضرور تھا کہ اس زمانہ میں حضرت مسیح کی روحانیت جوش میں آتی اور اپنی شبیہ کے نزول کے لئے جو اُسکی حقیقت سے متحد ہو تقاضا کرتی سو اس عاجز کے صدق کی شناخت کے لئے یہ ایک بڑی علامت ہے مگر اون کے لئے جو سمجھتے ہیں اسلام کے صوفی جو قبروں سے فیض طلب کرنے کے عادی ہیں اور اس بات کے بھی قایل ہیں کہ فوت شدہ نبی یا ولی کی روحانیت کبھی ایک زندہ مرد خدا سے متحد ہوجاتی ہے جسکو کہتے ہیں کہ فلاں ولی موسےٰ کے قدم پر ہے اور فلاں ابراہیم کے قدم پر یا محمدی المشرب اور ابراہیم المشرب نام رکھتے ہیں وہ ضرور اس دقیقۂ معرفت کی طرف توجہ کریں۔

ایمان بالغیب

مجھے دلی خواہش ہے اور میں دعا کرتا ہوں کہ آپکو یہ بات سمجھ آجاوے کہ درحقیقت ایمان کے مفہوم کے لئے یہ بات ضروری ہے کہ پوشیدہ چیزوں کو مان لیا جاوے اور جب ایک چیز کی حقیقت ہر طرح سے کھل جاوے۔ یا ایک وافر حصہ اُسکا کھل جائے تو پھر اوس کا مان لینا ایمان میں داخل نہیں مثلاً اب جو دن کا وقت ہے۔ اگر میں یہ کہوں کہ میں اس بات پر ایمان لاتا ہوں کہ اب دن ہے رات نہیں ہے تو میرے اس ماننے میں کیا خوبی ہوگی۔ اور اس ماننے میں مجھے دوسروں پر کیا زیادت ہے۔ سعید آدمی کی پہلی نشانی یہ ہے کہ اس بابرکت بات کو سمجھ لے کہ ایمان کس چیز کو کہا جاتا ہے کیونکہ جسقدر ابتدائے دُنیا سے لوگ انبیاء کی مخالفت کرتے آئے ہیں۔ اون کی عقلوں پر یہی پردہ پڑا ہوا تھا کہ وہ ایمان کی حقیقت کو نہیں سمجھتے تھے۔ اور چاہتے تھے کہ جبتک دوسرے اُمور مشہودہ محسوسہ کی طرح انبیاء کی نبوت اور اون کی تعلیم کھل نہ جائے تب تک قبول کرنا مناسب نہیں اور وہ بیوقوف یہ خیال نہیں کرتے تھے کہ کھلی ہوئی چیز کو ماننا ایمان میں کیونکر داخل ہوگا وہ تو ہندسہ اور حساب کیطرح ایک علم ہوا نہ کہ ایمان بس یہی حجاب تھا کہ جسکی وجہ سے ابوجہل اور ابولہب وغیرہ اوائل میں ایمان لانے سے محروم رہے اور پھر جب اپنی تکذیب میں پختہ ہوگئے اور مخالفانہ راؤں پر اصرار کرچکے اوس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کے کھلے کھلے نشان ظاہر ہوئے تب انہوں نے کہا کہ اب قبول کرنے سے مرنا بہتر ہے غرض نظر دقیق سے صادق کے صدق کو شناخت کرنا سعیدوں کا کام ہے اور نشان طلب کرنا نہایت منحوس طریق اور اشقیاء کا شیوہ ہے جسکی وجہ سے کروڑہا منکر ہیزم جہنم ہوچکے ہیں۔ خدا تعالیٰ اپنی سنت کو نہیں بدلتا وہ جیسا کہ اوس نے فرما دیا ہے اُنہی کے ایمان کو ایمان سمجھتا ہے جو زیادہ ضد نہیں کرتے اور قراین مرجحہ کو دیکھ کر اور علامات صدق پاکر صادق کو قبول کر لیتے ہیں اور صادق کا کلام صادق کی راستبازی صادق کی استقامت اور خود صادق کا مونہہ اُن کے نزدیک اسکے صدق پر گواہ ہوتا ہے مبارک وہ جن کو مردم شناسی کی عقل دی جاتی ہے۔

مسیح موعود کا دعویٰ

ماسوا اسکے جو شخص نبی متبوع علیہ السلام کا متبع ہے اور اُس کے فرمودہ پر اور کتاب اللہ پر ایمان لاتا ہے اور اُس کی آزمائش انبیاء کی آزمائش کی طرح کرنا ایک قسم کی ناسمجھی ہے۔ کیونکہ انبیاء اس لئے آتے ہیں کہ تا ایک دین سے دوسرے دین میں داخل کریں۔ اور ایک قبلہ سے دوسرا قبلہ مقرر کرا دیں اور بعض احکام کو منسوخ کریں اور بعض نئے احکام لادیں۔ لیکن اس جگہ تو ایسے انقلاب کا دعویٰ نہیں ہے وہی اسلام ہے جو پہلے تھا۔ وہی نمازیں ہیں جو پہلے تھیں۔ وہی رسُول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ہے جو پہلے تھا اور وہی کتاب کریم ہے جو پہلے تھی اصل دین میں سے کوئی ایسی بات چھوڑنی نہیں پڑی جس سے اس قدر حیرانی ہو۔ مسیح موعود کا دعویٰ اُس حالت میں گران اور قابل احتیاط ہوتا کہ جبکہ اُس دعویٰ کے ساتھ نعوذ باللہ کچھ دین کے احکام کی کمی بیشی ہوتی اور ہماری عملی حالت دوسرے مُسلمانوں سے کچھ فرق رکھتی اب جبکہ ان باتوں میں سے کوئی بھی نہیں صرف مابہ النزاع حیات مسیح اور وفات مسیح ہے اور مسیح موعود کا دعویٰ اس مسئلہ کی درحقیقت ایک فرع ہے اور اُس دعویٰ سے مراد کوئی عملی انقلاب نہیں اور نہ اسلامی اعتقادات پر اسکا کچھ مخالفانہ اثر ہے تو کیا اس دعوے کے تسلیم کرنیکے لئے کسی بڑے معجزہ یا کرامت کی حاجت ہے جسکا مانگنا رسالت کے دعویٰ میں عوام کا قدیم شیوہ ہے ایک مسلمان جیسے تائید اسلام کے لئے خدا تعالیٰ نے بھیجا جس کے مقاصد یہ ہیں کہ تا دین اسلام کی خوبیاں لوگوں پر ظاہر کرے اور آجکل کے فلسفی وغیرہ الزاموں سے اسلام کا پاک ہونا ثابت کردیوے اور مسلمانوں کو اللہ اور رسُول کی محبّت کی طرف رجوع دلا دے۔ کیا اوس [illegible] ایک منصف مزاج اور خدا ترس آدمی پر کوئی مشکل امر ہے؟۔

مولوی کرم دین کی نگرانی نامنظور

خدا کے پاک لوگوں کو خدا سے نصرۃ آتی ہے
جب آتی ہے تو پھر عالم کو اک عالم دکھاتی ہے

مولوی کرم دین نے ان مقدمات کی جو (جناب رائے سنسار چند صاحب مجسٹریٹ درجہ اول ضلع جہلم کی عدالت سے پہلی ہی پیشی پر خارج ہو کر اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ رسول مسیح موعود کی پیشگوئیوں کو پورا کرنے والے ٹھیرے تھے) نگرانی جناب سشن جج صاحب بہادر جہلم کی عدالت میں دائر کی ہوئی تھی۔ اور اس نگرانی کے متعلق وہ قبل از وقت بڑی بڑی لاف زنیاں کر رہا تھا کہ اب مرزا صاحب اور آپ کے مریدوں کو معلوم ہوگا کہ کس کی فتح ہوئی اور سلسلہ عالیہ کے بعض مخالف اخباروں نے بھی اس نگرانی کے دائر ہونے پر بڑی خوشی کا اظہار کیا تھا۔

اس نگرانی کے متعلق ۱۵ مئی ۱۹۰۳ء کو بمقام جہلم وکلاء فریقین کی تقریریں ہو کر آخر مئی ۱۹۰۳ء کو سشن جج صاحب بہادر نے حکم سنانے کا حکم دیا تھا۔ چنانچہ ۹ مئی ۱۹۰۳ء کو وہ حکم سنا دیا گیا اور **مولوی کرم دین کی نگرانی نامنظور ہوئی** اور اسطرح پھر خدا تعالیٰ کے مسیح موعود کی پیشگوئیوں کی عظمت کا دوبارہ **اظہار ہوا۔ جیسا کہ البدر نمبر ۱۹ صفحہ ۱۴۴ کالم ۱ میں بھی ایک پیشگوئی کا ذکر ہے* اے خدا کے جری تجھے سلام اور تیرے سلسلہ کو مبارک ہو**

ہم سلسلہ عالیہ احمدیہ کو اس مبارک تقریب پر مبارکباد دیتے ہیں خصوصاً اپنے محترم مخدوم جناب خواجہ کمال الدین صاحب پلیڈر سلسلہ بہت ہی مبارکباد کے مستحق ہیں جن کے ذریعہ خدا تعالیٰ نے اپنی فتح اور نصرت کے نشانوں کو ظاہر کیا۔ ایسا ہی جناب مولوی محمد علی صاحب ایم اے۔ اور جناب شیخ رحمت اللہ صاحب بھی مبارکباد کے مستحق ہیں جنھوں نے اس مقدمہ کی پیروی میں بہت بڑا حصہ لیا

اور ہم بھی اپنے آپ کو مبارکباد کے قابل نہیں سمجھتے کیونکہ خدا تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے اپنے سید و مولیٰ **امام علیہ السلام** کے طفیل اور برکت سے ان مشکلات سے محفوظ رکھا جو اس قسم کے مقدمات سے عائد حال ہوا کرتے ہیں۔ بہر حال مولوی کرم دین صاحب اور ان کے رفقا کو جو ان مقدمات میں ہر طرح سے انکی مدد کر رہے تھے اس وقت سخت ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔

اور یہ ایک بیّن ثبوت ہے حضرۃ حجۃ اللہ **مسیح موعود** کی صداقت کا۔ ان امور کو انشاء اللہ آیات اللہ کے رنگ میں ہم دوسرے وقت پر دکھلانے کا ارادہ رکھتے ہیں بہر حال یہ عظیم الشان خوشخبری ہے جو ہم اپنی قوم کو پہونچاتے ہیں۔ نقل کے لیے درخواست دی گئی ہے۔ جو الحکم میں انشاء اللہ تعالیٰ شائع ہوگی

کیا پیر گولڑی شہادت کے لئے نہ آئے گا؟

راولپنڈی سے افواہاً معلوم ہوا کہ اگرچہ **پیر صاحب** نے اس سمن کی تعمیل کر دی ہے جو حکیم فضل الدین بنام مولوی کرم الدین کے مقدمہ میں ان کو گورداسپور سے ادائے شہادۃ کے لیے آیا تھا۔ مگر وہ ادائے شہادۃ کے لیے نہ آئیں گے بلکہ طبی سرٹیفکٹ پیش کرنے کی تجویز ہوئی؟ ہم اس افواہ پر یقین کرنے کے لیے طیار نہیں ہیں کیونکہ **پیر صاحب کی صحت** اسوقت تک بہت اچھی ہے اور ابھی وہ دورہ کر کے واپس آئے ہیں جس سے انکی صحت کی عمدہ ہونے کی شہادت ملتی ہے اور ہم چاہتے ہیں کہ وہ ۲۲-۲۳-۲۴ جون تک بالکل تندرست ہیں جو لوگ ان کے ساتھ باوجود اپنے تعلقات کا اظہار کر کے بھی ایسی افواہیں اڑاتے ہیں وہ در پردہ پیر صاحب کے نادان دوست ہیں راولپنڈی کے ڈاکٹروں کی نسبت ہم کبھی یہ یقین نہیں کر سکتے کہ وہ اپنے فرائض اور ذمہ داریوں کو نگاہ نہ رکھیں اور تندرست آدمی کو مریض کا سرٹیفکٹ دیدیں اور پیر صاحب کی شان سے بھی یہ امر بعید ہے کہ وہ اپنی شان **پیری کو نگاہ نہ رکھیں اور کتمان شہادۃ** کے گناہ عظیم کا خیال نہ کریں جس کے لیے قرآن شریف میں بڑے زور و شور سے اور متصوفین میں نہایت شرح و بسط سے وعید پر وعید آئی ہے چنانچہ قرآن شریف میں ہے لَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ۚ وَمَنْ يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُ **آثِمٌ قَلْبُهُ** ۗ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ ۞ گواہی کو نہ چھپاؤ اور جو کوئی اسے چھپاتا ہے تو بیشک گنہگار ہے **دل اسکا** دل ہی تو اک شے ہے جس کا تعلق رحمٰن سے ہے اور اہل تصوف و مشائخ میں اسی کے صاف اور پاک کرنے کی تعلیم دیجاتی ہے۔

پس ہم کبھی یہ تسلیم نہیں کر سکتے کہ پیر صاحب اسکو فراموش کر جائیں۔ ہم تو یہاں تک امید کرتے ہیں کہ اگر خدانخواستہ پیر صاحب بیمار بھی ہوں تب بھی ادائے شہادۃ کی ذمہ داریوں کو سمجھتے ہوئے ضرور حاضر ہونا اپنا فرض سمجھیں گے۔ بہر حال ہم اس افواہ کے ماننے کو طیار نہیں ہیں۔ اور راولپنڈی کے مشہور ڈاکٹروں سے امید کرتے ہیں کہ وہ بھی اپنی جگہ اپنے معمول کے موافق طبی سرٹیفکٹ کی طلب کے وقت دیانت سے کام لیں گے اور اپنی ذمہ داریوں کا خیال رکھیں گے۔

اس افواہ کو قبل از وقت شائع کرنا اسی غرض سے ہے کہ تا **پیر صاحب** عوام کے مشورہ سے پرہیز کریں اور لائق ڈاکٹر بھی مصنوعی بیماری کے پیش کرنے کے وقت متنبہ رہیں اور نیز حکام عالیمقام کو بھی ثانی الحال یہ تحریر کام آوے۔

منارۃ المسیح

ہم جیسا کہ گذشتہ اخبار الحکم مورخہ ۳۱ مئی ۱۹۰۳ء میں وعدہ کر چکے ہیں۔ ناظرین کی آگاہی کے لیے ذیل میں نقل فیصلہ صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر ضلع گورداسپور درج کرتے ہیں جو انھوں نے دربارہ تعمیر منارۃ المسیح صادر فرمایا ہے

وہو ہذا

نقل حکم اجلاسی سی ایم ڈالس صاحب بہادر ڈپٹی کمشنر بہادر ضلع گورداسپور مرجوعہ ۱۴ اپریل ۱۹۰۳ء

فیصلہ — نمبر مقدمہ $\frac{1}{4}$

۱۴ مئی سنہ ۱۹۰۳ء

کاغذات در بارہ تیاری منارۃ المسیح قادیان وعذرات برخلاف چند اہالیان قادیان..... فی الحال کوئی امر ایسا نہیں ہے کہ جس سے نقض امن کا احتمال ہو۔ جن لوگوں کو عذر ہے وہ بذریعہ عدالت دیوانی اپنی دادرسی کر سکتے ہیں۔ ہیجانب فی الحال دست اندازی نہیں کرتے کاغذات داخل دفتر ہوں

دستخط حاکم۔

عربی قصائد کا اردو ترجمہ

حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے کل عربی قصائد معہ اردو ترجمہ حضرت اقدس کی کتابوں کی تقطیع پر چھپ رہا ہے یہ ترجمہ مولانا مولوی عبد الکریم صاحب نے بڑی محنت اور کوشش سے کیا ہے۔ یہ تالیف پہلے مدرسہ کی منتظمہ کمیٹی نے چھاپنی چاہی تھی اور اس کمیٹی ہی نے اسکو مرتب کیا تھا اور ترجمہ بھی کیا تھا لیکن پھر مدرسہ کی انتظامی حالت کی تبدیلی کی وجہ سے ڈائرکٹر صاحب مدرسہ نے یہ کام دفتر الحکم کے سپرد کر دیا جو کہ اب حکیم فضل الدین صاحب کے اہتمام میں ہو رہا ہے درخواستیں حکیم صاحب موصوف کے نام آنی چاہییں۔

آمد جیوش انسکلوپیڈیا ماہ مئی سنہ ۱۹۰۳ء

نصیر الدین صاحب بساطی مکندپور	۱۴؍
مولوی عزیز بخش صاحب ڈیرہ غازیخاں	۴؍
چودھری نذر محمد صاحب "	۴؍
جماعت پٹیالہ	۱۴؍
سید مہدی حسن صاحب	۲؍
محمد فاضل صاحب بالوالہ	۱۲؍
منشی رستم علی صاحب انبالہ بار دوم	عہ
خانصاحب محمد علی خانصاحب	سے
ڈاکٹر محمد اسمٰعیل صاحب اسٹیل راولپنڈی	ھہ

میزان

میزان آمد لغایت ۳۰ اپریل سنہ ۱۹۰۳ء

میزان آمد لغایت ۳۱ مئی سنہ ۱۹۰۳ء

خرچ ماہ مئی معرفت مفتی محمد صادق صاحب

چوتھی جلد کی قیمت	۱۴؍
فیس منی آرڈر	۶؍
متفرق	۱۳؍
الماری	۵

میزان

میزان خرچ لغایت ۳۰ اپریل

میزان خرچ لغایت

بقایا موجودہ یکم جون سنہ ۱۹۰۳ء

عیسویت کا ظہور

اب غور سے اس معرفت کے دقیقہ کو سنو کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو دو مرتبہ یہ موقع پیش آیا کہ انکی روحانیت نے قائمقام طلب کیا اول جب کہ ان کے فوت ہونے پر چھ سو برس گذر گئے اور یہودیوں نے اسبات پر حد سے زیادہ اصرار کیا کہ وہ نعوذ باللہ مکار اور کاذب تھا اور اس کا ناجائز طور پر تولد تھا اسی لیے وہ مصلوب ہوا اور عیسائیوں نے اسبات پر غلو کیا کہ وہ خدا تھا اور خدا کا بیٹا تھا اور دنیا کو نجات دینے کے لیے اسنے صلیب پر جان دی پس جبکہ مسیح علیہ السلام کی بابرکت شان میں نابکار یہودیوں نے نہایت خلاف تہذیب جرح کی اور بموجب توریت کی اس آیت کے جو کتاب استثنا میں ہے کہ جو شخص صلیب پر کھینچا جائے وہ لعنتی ہوتا ہے نعوذ باللہ حضرت مسیح علیہ السلام کو لعنتی قرار دیا مفتری اور کاذب اور ناپاک پیدائش والا ٹھہرایا اور عیسائیوں نے ان کی مدح میں اطراء کرکے ان کو خدا ہی بنا دیا اور ان پر یہ تہمت لگائی کہ یہ تعلیم انھیں کی ہے تب یہ اعلام الٰہی مسیح کی روحانیت جوش میں آئی اور اس نے ان تمام الزاموں سے اپنی بریت چاہی اور خدا تعالیٰ سے اپنا قائم مقام چاہا تب ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوے جنکی بعثت کی اغراض کثیرہ میں سے ایک یہ بھی غرض تھی کہ ان تمام بیجا الزاموں سے مسیح کا دامن پاک ثابت کریں اور اسکے حق میں صداقت کی گواہی دیں یہی وجہ ہے کہ خود مسیح نے یوحنا کی انجیل کے ۱۶ باب میں کہا ہے کہ

میں تمھیں سچ کہتا ہوں کہ تمھارے لیے میرا جانا ہی فائدہ مند ہے کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو تسلی دینے والا (یعنی محمد صلے اللہ علیہ وسلم) تم پاس نہ آئے گا پھر اگر میں جاؤں تو اسے تم پاس بھیجدونگا اور وہ آکر دنیا کو گناہ سے اور راستی سے اور عدالت سے تقصیروار ٹھہرائے گا گناہ سے اسلیے کہ وہ مجھپر ایمان نہیں لائے راستی سے اسلیے کہ میں اپنے باپ پاس جاتا ہوں اور تم مجھے پھر نہ دیکھو گے۔ عدالت سے اسلیے کہ اس جہان کے سردار پر حکم کیا گیا ہے۔ جب وہ روح حق آئیگی تو تمھیں ساری سچائی کی راہ بتا دیگی وہ روح حق میری بزرگی کرے گی اس لیے کہ وہ میری چیزوں سے پائے گی۔ ۱۴۔ وہ تسلی دینے والا جسے باپ میرے نام سے بھیجیگا وہی تمھیں سب چیزیں سکھائے گا۔ لوقا ۱۴۔ میں تمھیں سچ کہتا ہوں کہ مجھکو نہ دیکھوگے اسوقت تک کہ تم کہوگے مبارک ہے وہ جو خداوند کے نام پر (یعنی مسیح علیہ السلام کے نام پر) آتا ہے۔

ان آیات میں مسیح کا یہ فقرہ کہ میں اسے تمپاس بھیجدونگا اسبات پر صاف دلالت کرتا ہے کہ مسیح کی روحانیت اسکے آنے کے لیے تقاضا کریگی اور یہ فقرہ کہ باپ اسکو میرے نام سے بھیجیگا اسبات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ آنیوالا مسیح کی تمام روحانیت پائے گا اور اپنے کمالات کی ایک شاخ کے رو سے وہ مسیح ہوگا جیسا کہ ایک شاخ کی رو سے وہ موسیٰ ہے۔ بات یہ ہے کہ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم تمام انبیا کے نام اپنے اندر جمع رکھتے ہیں کیونکہ وہ وجود پاک جامع کمالات متفرقہ ہے پس وہ موسیٰ بھی ہے اور عیسیٰ بھی اور آدم بھی اور ابراہیم بھی اور یوسف بھی اور یعقوب بھی۔ اسی کیطرف اللہ جل شانہ فرماتا ہے **فبھدٰھم اقتدہ** یعنی اے رسول اللہ تو ان تمام ہدایات متفرقہ کو اپنے وجود میں جمع کر لے جو ہر یک نبی خاص طور پر اپنے ساتھ رکھتا تھا پس اس سے ثابت ہے کہ تمام انبیا کی شانیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں شامل تھیں اور درحقیقت **محمد** کا نام صلے اللہ علیہ وسلم اسی کیطرف اشارہ کرتا ہے کیونکہ محمد کے یہ معنی ہیں کہ بغایت تعریف کیا گیا اور غایت درجہ کی تعریف تبھی متصور ہو سکتی ہے کہ جب انبیا کے تمام کمالات متفرقہ اور صفات خاصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں جمع ہوں چنانچہ قرآن کریم کی بہت سی آیتیں جنکا اسوقت لکھنا موجب طوالت ہے

یہ دلیل وجعلنکم شعوبا وقبائل لتعارفوا میں موجود ہے یعنی قومیت اور خاندان سے محض شناخت کی آسانی ہوتی ہے حقیقی شرافت و نجابت کو اس سے کوئی تعلق نہیں بلکہ وہ اپنے اپنے اعمال و اخلاق پر منحصر ہے چنانچہ یہ تشریح مفصلہ ذیل الفاظ میں پوری پوری زور اور کامل وضاحت کے ساتھ موجود ہے

انما اکرمکم عند اللہ اتقاکم

یہی مسئلہ عام تجربہ اور مشاہدہ سے بھی صاف ظاہر ہے کہ ہر ایک قوم اور خاندان میں نیک پیدا ہوتے ہیں کسی قوم کے ساتھ خصوصیت نہیں کہ انہیں سب کے سب خدا ترس نیک اخلاق لوگ پیدا ہوں اور دوسری میں بیباک بدچلن لوگ۔ ایک طرف ان قوموں میں جو عالی اور شریف کہلاتے ہیں بعض لوگ پرلے درجہ کے بدکار فاسق فاجر ظالم چور اور ڈاکو پیدا ہو جاتے ہیں اور دوسری طرف ان قوموں میں جو کم درجہ کے اور ذلیل شمار ہوتے ہیں نہایت نیک طینت اور صالح لوگ پیدا ہوتے ہیں الغرض حقیقی شرافت اور نجابت ظاہر نظر میں بھی کسی قوم یا خاندان کی نسبت مخصوص نہیں ہے۔

۱۴۔ تقویٰ تمام عبادات کی روح ہے مثلاً ایک شخص نماز کے واسطے جاتا ہے مگر خدا کا خوف ساتھ نہیں تو ضرور ہے راستہ میں بدنظری کے موقعے پیش آئیں یا دل میں برے وسوسے پیدا ہوں یا نیت بدی کی راغب یا مرتکب ہو سوائے خوف خدا کے وہ کونسی طاقت ہے جو اس قسم کی لغزشوں سے اسکو بچائے اگر خوف خدا ساتھ نہیں تو ضرور ہے کہ نماز کے وقت بھی شرارت کے خیال اسکو محو رکھیں اور واپسی کے وقت بھی وہی شیطان ساتھ چمٹے رہیں اسطرح جو نماز کا مقصود ہے یعنی فحش اور منہیات سے بچانا مطلق مفقود رہے فی الحقیقت جبتک خدا کا خوف ساتھ نہیں اسوقت تک انسان شیطانی وساوس اور ارادوں اور فعلوں سے کسی طرح نہیں بچ سکتا۔ نہ اُس کی دعا میں اور توبہ میں عجز و نیاز پیدا ہو سکتے ہیں نہ اُس کے ذکر و فکر میں خلوص اور گرمی ظاہر ہو سکتی ہے اور نہ اسکی نظر اپنے گناہوں اور خداوند عالم کے جاہ و جلال پر قائم رہ سکتی ہے۔ تمثیلات کے طور پر قرآن مجید حج قربانی اور لباس کے بیان میں تقویٰ کی حقیقت بیان فرماتا ہے

وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى وَاتَّقُوْنِ يَا اُولِي الْاَلْبَابِ۔

(حج کے واسطے) زاد راہ لو بیشک تحقیق تقویٰ بہتر زاد راہ ہے اور اے ارباب دانش مجھ ہی سے ڈرتے رہو۔ اس آیت میں زاد راہ لینے کا حکم فرما کر یہ تشریح فرما دی ہے کہ بہتر زاد راہ تقویٰ ہے یعنی اگر تقویٰ ساتھ ہے تو سمجھ لو کہ بہتر زاد راہ تمھارے ساتھ ہے کیونکہ اول تو متقی کے رزق و عزۃ کا کفیل خود رب العالمین ہو جاتا ہے دوئم جب تقویٰ ساتھ نہیں تو سمجھ لو کہ حج کے واسطے جو بہتر سامان تھا وہی موجود نہیں پھر اہل دانش کو مخاطب کر کے اور تاکیدی حکم فرمایا ہے کہ تم مجھ سے ڈرتے رہو گویا حج کی تمام حکمت اور دانائی اسی ایک بات پر منحصر ہے کہ انسان تقوےٰ ساتھ لیکر حج کے واسطے چلے چونکہ اصل حقیقت کا سمجھنا داناؤں کا کام ہوتا ہے اسلیے حج کی اصل حقیقت سمجھانے کے لیے مخاطب ہی اہل دانش کو فرمایا ہے پھر قربانی کے بیان میں ارشاد ہے لن ینال اللہ لحومہا ولا دماؤھا ولکن ینالہ التقوی منکم۔ اللہ تک قربانیوں کے گوشت اور خون نہیں پہنچتے بلکہ تم میں سے تقویٰ کی روح اوس تک پہنچتی ہے گویا کہ قربانیاں بذات خود انسان کو خدا تک پہنچانے والی نہیں بلکہ وہ تقویٰ جو قربانیوں کے فعل اور نظارہ سے مقصود ہے خدا تک پہنچتا اور موجب وصال ہوتا ہے۔ لباس کی نسبت حکم ہے۔

یٰبنی ادم قد انزلنا علیکم لباسًا یواری سواٰتکم وریشًا ولباس التقوی ذالک خیر۔

اے بنی آدم ہم نے تم پر لباس نازل کیا جو تمھارے واسطے ستر اور زینت ہے اور جو لباس تقویٰ ہے بہتر تو یہی ہے حقیقت میں انسان کی اصل پردہ پوشی تقویٰ سے ہے کیونکہ پارچات کا لباس انسان کو بیحیائی کے کاموں سے نہیں بچا سکتا جب بدارادہ ہو اور بدی کا موقعہ ہو تو کپڑے نہیں روک سکتے بلکہ تقویٰ روک سکتا ہے۔ ایسا ہی اصل زیب و زینت تقویٰ سے ہے اگر تقویٰ ساتھ نہیں تو ظاہری کپڑے ریا اور نمایش میں داخل ہو جاتے ہیں اور وہ نور جو متقیوں کے چہرہ کو فاجروں کے چہرہ سے ممیز کر دکھاتا ہے نمایاں نہیں ہوتا گویا جس لباس سے انسان کی زیادہ پردہ پوشی ہو اور نہ زیادہ زیبایش ہو وہ تقویٰ ہی ہے یہی وجہ ہے کہ متقی لوگ بناؤ سنگار کی کچھ پروا نہیں کرتے بلکہ عموماً سادگی پسند ہوتے ہیں اور برعکس اُن کے دنیا پرست بیدین لوگ نمایش اور آرایش کے ہی مفتون رہتے ہیں اندرون پر انکی کوئی نظر نہیں فقط ظاہر بیں اور ظاہر پرست ہوتے ہیں کپڑوں کے پجاری اور نمایش مشتاق آیت پر غور کریں۔ فی زمانہ یہ بیہودہ چیز ریاکاری کو انتہا تک پہنچا رہی اور بے شمار مصائب کا موجب بن رہی ہے کم حیثیت لوگوں کا روپیہ جو اولاد کی تربیت اور دیگر مفید کاموں میں صرف ہو سکتا تھا وہ بیجا نمایش اور ریاکاری پر قربان ہو رہا ہے۔ اصل یہ ہے۔ مال حرام بجائے حرام۔ بیدینوں کی کمائی جو عموماً حرام ہوتی ہے اسی وجہ سے فضول رسموں اور واہیات عادتوں میں صرف ہوتی ہے اور یوں ہی برباد ہو جاتی ہے متقی لوگوں کی کمائی نیک ہوتی ہے اسی وجہ سے نیک اور مفید کاموں میں خرچ ہوتی ہے۔

علامات ظہور مہدی مسعود

۱۔ چودھویں صدی میں سے چودہ برس گذر گئے جس کے سر پر ایک مجدد کا پیدا ہونا ضروری تھا

۲۔ صلیبی حملے معہ تحشنگوئی اسلام پر نہایت زور سے ہوئے جو کسر صلیب کرنے والے مسیح موعود کو چاہتے تھے

۳۔ ان حملوں کے کمال جوش کے وقت میں ایک شخص ظاہر ہوا جسنے کہا کہ میں مسیح موعود ہوں

۴۔ آسمان پر حدیث کیموافق ماہ رمضان میں سورج اور چاند کا کسوف و خسوف ہوا۔

۵۔ ستارہ ذوالسنین نے طلوع کیا۔ وہی ستارہ جو حضرت عیسیٰ کے وقت میں نکلا تھا جس کی نسبت حدیثوں میں پیشگوئی کہ وہ آخر زمان یعنی مسیح موعود کے وقت میں نکلے گا

۶۔ ملک میں طاعون پیدا ہوا ابھی معلوم نہیں کیا انجام ہو۔ یہ بھی حدیثوں میں تھا کہ آخر میں مسیح موعود کے زمانہ میں طاعون پھوٹے گی۔

۷۔ حج بند کیا گیا۔ یہ بھی حدیثوں میں تھا کہ آخر زمان یعنی مسیح زمانہ میں لوگ حج نہیں کر سکیں گے۔ کوئی روک واقع ہو گی۔

۸۔ ریل کی سواری پیدا ہو گئی یہ بھی حدیثوں میں تھا کہ مسیح موعود کے زمانہ میں ایک نئی سواری پیدا ہو گی جو صبح اور شام اور کسی وقت چلیگی اور تمام ...

۹۔ ...

الانوار احمدیہ پریس قادیان میں شیخ یعقوب علی تراب احمدی کے اہتمام سے چھپکر شائع ہوا

...دلالت کرتی بلکہ بصراحت بتلاتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک باعتبار اپنی صفات اور کمالات کے مجموعہ انبیا تھی اور ہر ایک نبی نے اپنے وجود کے ساتھ مناسبت پاکر یہی خیال کیا کہ میرے نام پر وہ آنے والا ہے اور قرآن کریم ایک جگہ فرماتا ہے کہ سب سے زیادہ ابراہیم سے مناسبت رکھنے والا یہ نبی ہے اور بخاری میں ایک حدیث ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میری مسیح سے بشدت مناسبت ہے اور اس کے وجود سے میرا وجود ملا ہوا ہے پس اس حدیث میں حضرت مسیح کے اُس فقرہ کی تصدیق ہے کہ وہ نبی میرے نام پر آئے گا سو ایسا ہی ہوا کہ ہمارا مسیح صلی اللہ علیہ وسلم جب آیا تو اُس نے مسیح ناصری کے ناتمام کاموں کو پورا کیا اور اُسکی صداقت کے لیے گواہی دی اور اُن تہمتوں سے اُسکو بری قرار دیا جو یہود اور نصاریٰ نے اسپر لگائی تھیں اور مسیح کی روح کو خوشی پہونچائی۔ یہ مسیح ناصری کی روحانیت کا پہلا جوش تھا جو ہمارے سید و مولیٰ مسیح خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور سے اپنی مراد کو پہونچا فالحمد للّٰہ

پھر دوسری مرتبہ مسیح کی روحانیت اُس وقت جوش میں آئی کہ جب نصاریٰ میں دجالیت کی صفت اتم اور اکمل طور پر آگئی اور جیسا کہ لکھا ہے کہ دجال نبوت کا بھی دعویٰ کرے گا اور خدائی کا بھی ایسا ہی انھوں نے کیا۔ نبوت کا دعویٰ اس طرح پر کیا کہ کلام الٰہی میں اپنی طرف سے وہ دخل دیا وہ قواعد مرتب کیے اور وہ ترمیم و تنسیخ کی جو ایک نبی کا کام تھا جس حکم کو چاہا قائم کر دیا اور اپنی طرف سے عقائد نامے اور عبادت کے طریق گھڑ لیے اور ایسی آزادی سے مداخلت بیجا کی کہ گویا ان باتوں کے لیے وحی الٰہی اُنپر نازل ہو گئی سو الٰہی کتابوں میں اسقدر بیجا دخل دوسرے رنگ میں نبوت کا دعویٰ ہے۔ اور خدائی کا دعویٰ اسطرح پر کہ اُن کے فلسفہ دانوں نے یہ ارادہ کیا کہ کسی طرح تمام کام خدائی کے ہمارے قبضہ میں آ جائیں جیسا کہ اُن کے خیالات اس ارادہ پر شاہد ہیں کہ وہ دن رات ان فکروں میں پڑے ہوئے ہیں کہ کسی طرح ہم ہی مینہ برسائیں اور نطفہ کو کسی آلہ میں رکھکر اور رحم عورت میں پہنچا کر بچے بھی پیدا کریں اور اُن کا عقیدہ ہے کہ خدا کی تقدیر کچھ چیز نہیں بلکہ ناکامی ہماری بوجہ غلطی تدبیر تقدیر ہو جاتی ہے اور جو کچھ دنیا میں خدا تعالیٰ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے وہ صرف اس وجہ سے ہے کہ پہلے زمانہ کے لوگوں کو ہر ایک چیز کے طبعی اسباب معلوم نہیں تھے اور اپنے تھک جانے کی حد انتہا کا نام خدا اور خدا کی تقدیر رکھا تھا اب علل طبعیہ کا سلسلہ جب بکلی لوگو تمکو معلوم ہو جائے گا تو یہ خام خیالات خود بخود دور ہو جائیں گے پس دیکھنا چاہیے کہ یورپ اور امریکہ کے فلاسفروں کے یہ اقوال خدائی کا دعویٰ ہے یا کچھ اور ہے اسیوجہ سے ان فکروں میں پڑے ہوئے ہیں کہ کسی طرح مُردے بھی زندہ ہو جائیں اور امریکہ میں ایک گروہ عیسائی فلاسفروں کا انھیں باتوں کا تجربہ کر رہا ہے اور مینہ برسانے کا کارخانہ تو شروع ہو گیا اور انکا منشا ہے کہ بجائے اس کے کہ لوگ مینہ کے لیے خدا تعالیٰ سے دعا کریں یا استسقا کی نماز پڑھیں گورنمنٹ میں ایک عرضی دیدیں کہ فلاں کھیت میں مینہ برسایا جائے اور یورپ میں یہ کوشش ہو رہی ہے کہ نطفہ رحم میں ٹھہرانے کے لیے کوئی کل ایجاد ہو اور نیز یہ بھی کہ جب چاہیں لڑکا پیدا کریں اور جب چاہیں لڑکی اور ایک مرد کا نطفہ لیکر اور کسی پچکاری میں رکھکر کسی عورت کے رحم میں چڑھاویں اور اس تدبیر سے اسکو حمل کر دیں اب دیکھنا چاہیے کہ یہ خدائی پر قبضہ کرنیکی فکر ہے یا کچھ اور ہے اور یہ جو حدیثوں میں آیا ہے کہ دجال اول نبوت کا دعویٰ کرے گا پھر خدائی کا اگر اس کے یہ معنے لیے جاویں کہ چند روز تو نبوت کا دعویٰ کرکے پھر خدا بننے کا دعویٰ کرے گا تو یہ معنی صریح باطل ہیں .... کیونکہ جو شخص نبوت کا دعویٰ کرے گا اُس دعویٰ میں ضرور ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کی ہستی کا اقرار کرے اور نیز یہ بھی کہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے میرے پر وحی نازل ہوتی ہے اور نیز خلق اللہ کو وہ کلام سناوے جو اُسپر خدا کی طرف سے نازل ہوا ہے اور ایک اُمت بناوے جو اُسکو نبی سمجھتی اور اُس کی کتاب کو کتاب اللہ جانتی ہے۔ اب سمجھنا چاہیے کہ ایسا دعویٰ کرنے والا اُسی اُمت کے روبرو خدائی کا دعویٰ کیونکر کر سکتا ہے کیونکہ وہ لوگ کہہ سکتے ہیں کہ تو بڑا مفتری ہے پہلے تو خدا تعالیٰ کا اقرار کرتا تھا اور خدا تعالیٰ کا کلام ہمکو سناتا تھا اور اب اس سے انکار کر کے اور اب آپ خدا بنتا ہے پھر جب اول دفعہ تیرے ہی اقرار سے تیرا جھوٹھ ثابت ہو گیا تو دوسرا دعویٰ کیونکر سچا سمجھا جائے جسنے پہلے خدا تعالیٰ کی ہستی کا اقرار کر لیا اور اپنے تئیں بندہ قرار دیا اور بہت سا الہام اپنا لوگوں میں شائع کر دیا کہ یہ خدا تعالیٰ کا کلام ہے وہ کیونکر ان تمام اقرارات سے انحراف کرکے خدا ٹھہر سکتا ہے اور ایسے کذاب کو کون قبول کر سکتا ہے سو یہ معنے جو ہمارے علما لیتے ہیں بالکل فاسد ہیں صحیح معنی یہی ہیں کہ نبوت کے دعویٰ سے مراد دخل در امور نبوت اور خدائی کے دعویٰ سے مراد دخل در امور خدائی ہے جیسا کہ آجکل عیسائیوں سے یہ حرکات ظہور میں آ رہی ہیں ایک فرقہ اُن میں سے انجیل کو ایسا توڑ مروڑ رہا ہے کہ گویا وہ نبی ہے اور اُسپر آیتیں نازل ہو رہی ہیں اور ایک فرقہ خدائی کے کاموں میں اسقدر دخل دے رہا ہے کہ گویا وہ خدائی کو اپنے قبضہ میں کرنا چاہتا ہے۔

حقیقی شرافت و نجابت

تقوے کی کمی بیشی پر ہی انسان کی حقیقی شرافت و نجابت کا حساب ہے کیونکہ یہی انسان کو ہر قسم کی شرارت اور بدی سے محفوظ رکھتا اور پاک دین و عمدہ اخلاق حاصل کرنے کا موجب ہوتا ہے شرارت سے بچنے اور نیک بننے کا نام ہی شرافت ہے چنانچہ قرآن کریم فرماتا ہے

یٰۤاَیُّہَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقۡنٰکُمۡ مِّنۡ ذَکَرٍ وَّ اُنۡثٰی وَ جَعَلۡنٰکُمۡ شُعُوۡبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوۡا ؕ اِنَّ اَکۡرَمَکُمۡ عِنۡدَ اللّٰہِ اَتۡقٰکُمۡ۔

اے لوگو ہمنے تمکو مرد و عورت سے پیدا کیا اور ان آپس کی شناخت کے لیے تمھاری قوم اور خاندان بنائے۔ مگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں سے شریف تر وہی ہے جو زیادہ متقی ہے پس قومیت یا خاندان کا فخر کرنا اور اعمال اور اخلاق پر نظر نہ رکھنا سراسر حمق اور بدعت ہے اس بیہودہ خیال کی تردید قرآن مجید کئی دلائل کے ساتھ فرماتا ہے

اول تو یہ کہ کسی انسان کی پیدایش اپنی حرکت یا کوشش کا نتیجہ نہیں بلکہ محض ربانی فعل ہے جسمیں اُسکو شیخی مارنے کا کوئی حق نہیں چنانچہ **انا خلقنکم** میں یہ دلیل موجود ہے

دوم ہر ایک انسان کی پیدایش ایک مرد و عورت سے ہی ہوتی ہے اور اگر انتہا تک یہ سلسلہ لیجاؤ تو ایک ہی آدم اور عورت کی نسل ثابت ہونگے پھر اپنے خاندان کو آدم سے علحدہ کرنا کیسا بیہودہ خیال ہے چنانچہ من ذکر و انثی میں یہ دلیل موجود ہے پھر علحدہ علحدہ قوم اور خاندان ہونے سے آپس کی شناخت کے واسطے ایک امتیاز پیدا ہوتا ہے اور یہ بھی خدا کا فعل ہے کیونکہ کسی شخص کی نسل کا اسقدر بڑھنا اور اُسکو یہ عزت حاصل ہونا کہ دنیا میں اُس کے نام سے ایک قوم قائم ہو جائے خداوند عالم کے ہی ہاتھ میں ہے چنانچہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رجسٹرڈ ایل نمبر ۷۷

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

إِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ

انی اٰوی القریۃ

الحکم

دار الامان حضرۃ قادیان

چہ گویم با تو گر آئی چہا در قادیان بینی

دوا بینی شفا بینی غرض دار الامان بینی

ایڈیٹر شیخ یعقوب علی تراب احمدی

نمبر ۲۲ | مورخہ ۱۷ جون سنہ ۱۹۰۳ء مطابق ۲۰ ربیع الاول سنہ ۱۳۲۱ھجری روز چہارشنبہ | جلد ۷

کلمات طیبات حضرت امام الزمان سلمہ الرحمٰن

گذشتہ اشاعت سے آگے

جاننا چاہیئے کہ عالم آخرت درحقیقت دنیوی عالم کا ایک عکس ہے اور جو کچھ دنیا میں روحانی طور پر ایمان اور ایمان کے نتائج اور کفر اور کفر کے نتائج ظاہر ہوتے ہیں وہ عالم آخرت میں جسمانی طور پر ظاہر ہو جائینگے۔ اللہ جلشانہ فرماتا ہے من کان فی ھذہ اعمٰی فھو فی الاخرۃ اعمٰی یعنی جو اس جہان میں اندہا ہے وہ اُس جہان میں بھی اندہا ہی ہوگا۔ ایسا اُس تمثلی وجود کو کچھ عجیب نہیں کرنا چاہیئے اور ذرا سوچنا چاہیئے کہ کیونکر روحانی امور عالم رویا میں متمثل ہو کر نظر آجاتے ہیں اور عالم کشف تو اس سے بھی عجیب تر ہے کہ وجود عدم غیبت حس اور بیداری کے روحانی امور طرح طرح کے جسمانی اشکال میں انہیں آنکھوں سے دکھائی دیتے ہیں جیساکہ بسا اوقات عین بیداری میں ان روحوں سے ملاقات ہوتی ہے جو اس دنیا سے گذر چکے ہیں اور وہ اسی دنیوی زندگی کے طور پر اپنے اصلی جسم میں اسی دنیا کے کپڑوں میں سے ایک پوشاک پہنے ہوئے نظر آتے ہیں اور باتیں کرتے ہیں اور بسا اوقات ان میں سے مقدس لوگ باذنہ تعالےٰ آئندہ کی خبریں دیتے ہیں اور وہ خبریں مطابق واقعہ نکلتی ہیں۔ بسا اوقات عین بیداری میں ایک شربت یا کسی قسم کا میوہ عالم کشف سے ہاتھ میں آتا ہے اور وہ کھانے میں نہایت لذیذ ہوتا ہے اور ان سب امور میں یہ عاجز خود صاحب تجربہ ہے کشف کی اعلیٰ قسموں میں سے یہ ایک قسم ہے کہ بالکل بیداری میں واقع ہوتی ہے اور یہاں تک اپنے ذاتی تجربہ سے دیکھا گیا ہے کہ ایک شیریں طعام یا کسی قسم کا میوہ یا شربت غیب سے نظر کے سامنے آگیا ہے اور وہ ایک غیبی ہاتھ سے مُنہ میں پڑتا جاتا ہے اور زبان کی قوت ذائقہ اُس کے لذیذ طعم سے لذت اوٹھاتی جاتی ہے اور دوسرے لوگوں سے باتوں کا سلسلہ بھی جاری ہے اور حواس ظاہری بخوبی اپنا اپنا کام دے رہے ہیں اور یہہ شربت یا میوہ بھی کھایا جا رہا ہے اور اسکی لذت اور حلاوت بھی ایسی ہی کہلی کہلی طور پر معلوم ہوتی ہے بلکہ وہ لذت اُس لذت سے نہایت الطف ہوتی ہے اور یہ ہرگز نہیں کہ وہ وہم ہوتا ہے یا صرف بے بنیاد تخیلات ہوتے ہیں۔ بلکہ واقعی طور پر وہ خدا جس کی شان بکل خلق علیم ہے ایک قسم کے خلق کا تماشا دکھا دیتا ہے پس جبکہ اس قسم کے خلق اور پیدائش کا دُنیا میں ہی نمونہ دکھائی دیتا ہے اور ہر یک زمانہ کے عارف اس کے بارے میں گواہی دیتے چلے آئے ہیں تو پھر وہ تمثلی خلق اور پیدائش جو آخرت میں ہوگی اور میزان اعمال نظر آئیگی اور پلصراط نظر آئیگا اور ایسا ہی بہت سے اور امور روحانی جسمانی تشکل کے ساتھ نظر آئینگے اُس سے کیوں عقلمند تعجب کرے کیا جس نے یہ سلسلہ تمثلی خلق اور پیدائش کا دُنیا میں ہی عارفوں کو دکھا دیا ہے۔ اُس کی قدرت سے یہ بعید ہے کہ وہ آخرت میں بھی دکھاوے بلکہ ان تمثلات کو عالم آخرت سے نہایت مناسبت ہے کیونکہ جس حالت میں اس عالم میں جو کمال انقطاع کا تجلی گاہ نہیں یہ تمثلی پیدائش تزکیہ یافتہ لوگوں پر ظاہر ہو جاتی ہے تو پھر عالم آخرت میں اکمل اور اتم انقطاع کا مقام ہے۔ کیوں نظر نہ آوے۔

یہہ بات بخوبی یاد رکھنی چاہیئے کہ انسان عارف پر اسی دُنیا میں وہ تمام عجائبات کشفی رنگوں میں کھلجاتے ہیں کہ جو ایک محجوب آدمی قصہ کے طور پر قرآن کریم کی اون آیات میں پڑھتا ہے جو معاد کے بارے میں خبر دیتی ہیں سو جس کی نظر حقیقت تک نہیں پہنچتی وہ ان بیانات سے تعجب میں پڑجاتا ہے بلکہ بسا اوقات اوس کے دل میں اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کا عدالت کے دن تخت پر بیٹھنا اور ملائک کا صف باندھے کھڑے ہونا اور ترازو میں عملوں کا تلنا اور لوگوں کا پلصراط پر چلنا اور سزا جزا کے بعد موت کو بکرے کیطرح ذبح کر دینا اور ایسا ہی اَ

موجودہ عیسائیت

عیسائیوں کا موجودہ دین و مذہب جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب کیا جاتا ہے اوس کا کوئی بھی ایسا پہلو نہیں ہے جو حق کے طالب کو اس سے کچھ تسلی مل سکے۔ اگر تعلیم کی طرف دیکھیں تو وہ ناقص ہے اور اگر اون نشانوں کو دیکھیں جو انجیل میں سچے مسیحی کی علامت ٹھہرائے گئے ہیں تو کسی عیسائی میں اون کا پتہ نہیں ملتا۔ اور اگر مسیح کے کام دیکھیں تو بجز قصوں کہانیوں کے رویت کے طور پر کسی کا ثبوت نہیں۔ اور اگر ان پیشگوئیوں کو غور سے پڑھیں جن کے رُو سے مسیح کا خدا ہونا سمجھا جاتا ہے تو کوئی بھی ایسی پیشگوئی نہیں جس سے یہ مدعا ثابت ہو سکے۔ اور خود ظاہر ہے کہ اگر توریت اور دوسرے نبیوں کی کتابوں میں کسی خدا کے پیدا ہونیکا وعدہ دیا جاتا تو یہود اس وعدہ کے موافق ضرور یہ عقیدہ رکھتے کہ کسی وقت خدا اون کی مدد کرنیکے لئے مجسم ہو کر کسی عورت کے پیٹ میں سے پیدا ہوگا۔ اور ہر ایک سمجھ سکتا ہے کہ یہود توریت اور دوسرے عہد عتیق کے صحیفوں سے برگشتہ نہ تھے تا ایسے خدا سے منکر رہتے۔ اور اگر حضرت مسیح کی خدائی کو قبول نہیں کیا تھا تو کیا وجہ تھی کہ اصل پیشگوئی سے منکر ہو جاتے۔ ان کو بہر حال یہ کہنا چاہئے تھا کہ ایسا جسمانی خدا اگرچہ ابتک نہیں آیا مگر ضرور آئے گا۔ لیکن تم یہود کو پوچھکر دیکھو کہ وہ ایسے عقائد سے سخت بیزار اور اوس کو کفر اور شرک قرار دیتے ہیں اور اس بات کے ہرگز منتظر نہیں ہیں کہ کسی وقت خدا انسانی جسم میں جنم لے گا یا یہ کہ عقیدہ تثلیث برحق ہے۔ بلکہ وہ صاف کہتے ہیں کہ ایسے عقاید رکھنے والا کافر ہے اور ہرگز نجات نہیں پائیگا۔ حالانکہ یہود وہ لوگ ہیں جن کے درمیان برابر نبی آتے رہے۔ یہ بالکل قرین قیاس نہیں کہ یہود باوجود مسلسل تعلیم انبیاء کے سرے سے ایسے خدا کے منکر ہو جاتے جس کے پیدا ہونے کی کسی پیشگوئی میں اون کو امید دی جاتی۔ ہاں ممکن تھا کہ اس جسمانی خدا کا مصداق حضرت مسیح کو نہ ٹھہراتے مگر یہ تو کہتے کہ وہ جسمانی خدا کوئی اور ہے جو بعد میں آئیگا۔ ہم نے اس زمانہ کے بہت سے فاضل یہودیوں سے دریافت کیا۔ انہوں نے یہ جواب لکھا ہے۔ کہ کبھی کسی نبی نے یہودیوں کو ایسے جسمانی خدا کے ظاہر ہونے کی امید نہیں دلائی۔ اور ایسا اعتقاد صریح شرک اور کفر اور توریت کی تعلیم کے مخالف ہے

الہام الٰہی و الہام شیطانی میں تمیز

اکثر جاہلوں کو یہ معلوم نہیں ہے کہ الہام شیطانی بھی ہوا کرتے ہیں۔ امت کے تمام اکابر اس عقیدہ پر متفق ہیں۔ پس ہر ایک شخص کا الہام جو نرے الفاظ ہوں اور کوئی خوق العادت امر اُن میں نہ ہو خدا تعالےٰ کی طرف سے نہیں ہو سکتا۔ اور کوئی الہام ہرگز قابل پذیرائی نہیں جبتک کہ اسمیں الٰہی شوکت نہ ہو اور الٰہی شوکت یہ ہے کہ خوق العادت اور عظیم الشان پیشگوئیاں جو الوہیت کی قدرت اور علم سے بھری ہوئی ہوں اُس الہام میں پائی جائیں یا دوسرے الہاموں میں جو اوسی شخص کے مُنہ سے نکلے ہوں ہستی باری تعالیٰ پر محکم دلیل۔ قرآن شریف نے خدا تعالیٰ کا علت العلل ہونا قرار دیا ہے۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے۔ وان الی ربک المنتھٰی۔ یعنی تمام سلسلہ علل و معلومات تیرے رب پر ختم ہو جاتا ہے۔ تفصیل اس دلیل کی یہ ہے کہ نظر تعمیق سے معلوم ہوگا کہ یہ تمام موجودات علل و معلول کے سلسلہ میں موجود ہے اور اسی وجہ سے دنیا میں طرح طرح کے علوم پیدا ہوگئے ہیں۔ کیونکہ کوئی حصہ مخلوقات کا انتظام سے باہر نہیں۔ بعض بعض کے لئے بطور اصول اور بعض بطور فروع کے ہیں اور یہ تو ظاہر ہے کہ علت یا تو خود اپنی ذات سے قایم ہوگی اور یا اوسکا وجود کسی دوسرے علت کے وجود پر منحصر ہوگا اور پھر یہ دوسری علت کسی اور علت پر۔ و علیٰ ہٰذا القیاس اور یہ تو جایز نہیں کہ اس محدود دنیا میں علل و معلول کا سلسلہ کہیں جاکر ختم نہ ہو اور غیر متناہی ہو تو بالضرورت ماننا پڑا کہ یہ سلسلہ ضرور کسی اخیر علت پر جاکر ختم ہو جاتا ہے پس جس پر اس تمام سلسلہ کا انتہا ہے وہی خدا ہے آنکھ کھول کر دیکھو کہ آیت وان الی ربک المنتھٰی اپنے مختصر لفظوں میں اسی دلیل مذکورہ بالا کو بیان فرما رہی ہے۔ جس کے یہ معنے ہیں کہ انتہا تمام سلسلہ کا تیرے رب تک ہے

ولایت کیلئے خاندان کی ضرورت

ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں کہ اکثر اولیاء اللہ جو مامور نہیں ہوتے یعنے نبی یا رسول یا محدث نہیں ہوتے اور اونمیں سے نہیں ہوتے جو دُنیا کو خدا کے حکم اور الہام سے خدا کی طرف بلاتے ہیں۔ ایسے ولیوں کو کسی اعلےٰ خاندان یا اعلیٰ قوم کی ضرورت نہیں کیونکہ اون کا سب معاملہ اپنی ذات تک محدود ہوتا ہے۔ لیکن ان کے مقابل پر ایک دوسری قسم کے ولی ہیں جو رسُول یا نبی یا محدث کہلاتے ہیں اور وہ خدا تعالیٰ کیطرف سے ایک منصب حکومت اور قضا کا لیکر آتے ہیں اور لوگوں کو حکم ہوتا ہے کہ ان کو اپنا امام یا سردار اور پیشوا سمجھ لیں۔ اور جیسا کہ وہ خدا تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہیں۔ اس کے بعد خدا کے اُن نائبوں کی اطاعت کریں اس منصب کے بزرگوں کے متعلق قدیم سے خدا تعالیٰ کی یہی عادت ہے کہ اون کو اعلیٰ درجہ کی قوم اور خاندان میں سے پیدا کرتا ہے تا اون کے قبول کرنے اور اُن کی اطاعت کا جوا اوٹھانے میں کسی کو کراہت نہ ہو اور چونکہ خدا نہایت رحیم و کریم ہے اس لئے نہیں چاہتا کہ لوگ ٹھوکر کھاویں اور اون کو ایسا ابتلا پیش آوے جو اون کو اس سعادت عظمیٰ سے محرُوم رکھے کہ وہ ایسے مامور کے قبول کرنے سے اس طرح پر رک جائیں کہ اس شخص کی نیچ قوم کے لحاظ سے ننگ اور عار اُن پر غالب ہو اور وہ دلی نفرت کے ساتھ اس بات سے کراہت کریں کہ اوس کے تابعدار بنیں اور اوسکو اپنا بزرگ قرار دیں اور انسانی جذبات اور تصورات پر نظر کرکے یہ بات خوب ظاہر ہے کہ یہ ٹھوکر طبعاً نوع انسان کو پیش آجاتی ہے۔ مثلاً ایک شخص جو قوم کا چوہڑہ یعنے بھنگی ہے اور ایک گاؤں کے شریف مسلمانوں کی تیس چالیس سال سے یہ خدمت کرتا ہے کہ دو وقت ان کے گھروں کی گندی نالیوں کو صاف کرنے آتا ہے اور اون کے پاخانوں کی نجاست اوٹھاتا ہے اور ایک دو دفعہ چوری میں بھی پکڑا گیا ہے اور چند دفعہ زنا میں بھی گرفتار ہو کر اُس کی رسوائی ہو چکی ہے اور چند سال جیلخانہ میں قید بھی رہ چکا ہے اور چند دفعہ ایسے بُرے کاموں پر گاؤں کے نمبرداروں نے اُسکو جوتے بھی مارے ہیں اور اوس کی ماں اور دادیاں اور نانیاں ہمیشہ سے ایسے ہی نجس کام میں مشغول رہی ہیں اور سب مردار کھاتے اور گوہ اوٹھاتے ہیں اب خدا تعالیٰ کی قدرت پر خیال کرکے ممکن تو ہے کہ وہ اپنے کاموں سے تائب ہو کر مسلمان ہو جائے اور پھر یہ بھی ممکن ہے کہ خدا تعالیٰ کا ایسا فضل اوس پر ہو کہ وہ رسول اور نبی بھی بن جائے اور اُسی گاؤں کے شریف لوگوں کی طرف دعوت کا پیغام لیکر آوے اور کہے کہ جو شخص تم میں سے میری اطاعت نہیں کرے گا خدا اوسے جہنم میں ڈالے گا۔ لیکن باوجود اس امکان کے جب سے کہ دُنیا پیدا ہوئی ہے۔ کبھی خدا نے ایسا نہیں کیا کیونکہ ایسا کرنا اوس کی حکمت اور مصلحت کے خلاف ہے۔

التماس

ہمارے معزز خریدار الحکم و تفسیر القرآن جب کبھی مطبع سے کسی طرح کی خط و کتابت کریں براہ کرم علاوہ اپنا نام مع پتہ خوشخط لکھنے کے نمبر خریداری بھی لکھا کریں جو کہ ہمنے حال میں ہی ہر ایک خریدار کیلئے مطبوعہ چٹھیوں پر چھپوا دیا ہے ورنہ عدم تعمیل کی شکایت بیجا ہوگی۔ دیکھا گیا ہے کہ بسا اوقات بہت سا حصہ عزیز وقت کا محض نام کی تلاش میں فضول ضایع ہو جاتا ہے۔ اسطرح سے کلرک مطبع کا حرج ہوتا ہے اور تعمیل خطوط میں بیجا دیر واقع ہوتی ہے امید ہے کہ ہمارے مکرم معزز خریدار کارخانہ کی تکلیف پر نظر کرکے

مذہبی انقلاب

ایک وہ زمانہ تھا کہ انجیل کے واعظ بازاروں اور گلیوں اور کوچوں میں نہائت دریدہ دہانی سے اور سراسر افترا سے ہمارے سید و مولیٰ خاتم الانبیاء اور افضل الرسل والاصفیاء اور سید المعصومین والاتقیاء حضرت محبوب جناب احدیت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت یہ قابل شرم جھوٹ بولا کرتے تھے کہ گویا آنجناب سے کوئی پیشگوئی یا معجزہ ظہور میں نہیں آیا اور اب یہ زمانہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے علاوہ ان ہزارہا معجزات کے جو ہمارے سرور و مولیٰ شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن شریف اور احادیث میں اس کثرت سے مذکور ہیں جو اعلیٰ درجہ کے تواتر پر ہیں تازہ بتازہ صدہا نشان ایسے ظاہر فرمائے ہیں کہ کسی مخالف اور منکر کو ان کے مقابلہ کی طاقت نہیں ہم نہایت نرمی اور انکسار سے ہر ایک عیسائی صاحب اور دوسرے مخالفوں کو کہتے رہے ہیں اور اب بھی کہتے ہیں کہ درحقیقت یہ بات سچ ہے کہ ہر ایک مذہب جو خدا تعالیٰ کی طرف سے ہو کر اپنی سچائی پر قائم ہوتا ہے۔ اسکے لئے ضرور ہے کہ ہمیشہ اس میں ایسے انسان پیدا ہوتے رہیں کہ جو اپنے پیشوا اور ہادی اور رسول کے نائب ہو کر یہ ثابت کریں کہ وہ نبی اپنے روحانی برکات کے لحاظ سے زندہ ہے فوت نہیں ہوا کیونکہ ضرور ہے کہ وہ نبی جس کی پیروی کی جاوے جس کو شفیع اور منجی سمجھا جائے وہ اپنے روحانی برکات کے لحاظ سے ہمیشہ زندہ ہو اور عزت اور رفعت اور جلال کے آسمان پر اپنے چمکتے ہوئے چہرہ کے ساتھ ایسا ہی طور پر مقیم ہو اور خدائے ازلی ابدی حی قیوم ذوالاقتدار کے دائیں طرف بیٹھنا اوس کا ایسے پر زور الٰہی نوروں سے ثابت ہو کہ اس سے کامل محبت رکھنا اور اسکی پیروی کرنا لازمی طور پر اس نتیجہ کو پیدا کرتا ہو کہ پیروی کرنے والا روح القدس اور آسمانی برکات کا انعام پائے اور اپنے پیارے نبی کے نوروں سے نور حاصل کر کے اپنے زمانہ کی تاریکی کو دور کرے اور مستعد لوگوں کو خدا کی ہستی پر وہ پختہ اور کامل اور درخشان اور تابان یقین بخشے جس سے گناہ کی تمام خواہشیں اور سفلی زندگی کے تمام جذبات جل جاتے ہیں۔ یہی ثبوت اس بات کا ہے کہ وہ نبی زندہ اور آسمان پر ہے۔ سو ہم اپنے خدائے پاک ذوالجلال کا کیا شکر کریں کہ اس نے اپنے پیارے نبی محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور پیروی کی توفیق دے کر اور پھر اس محبت اور پیروی کے روحانی فیضوں سے جو سچی تقویٰ اور سچے آسمانی نشان ہیں کامل حصہ عطا فرما کر ہم پر ثابت کر دیا کہ وہ ہمارا پیارا برگزیدہ نبی فوت نہیں ہوا بلکہ وہ بلند تر آسمان پر اپنے ملیک مقتدر کے دائیں طرف بزرگی اور جلال کے تخت پر بیٹھا ہے اللھم صل علیہ وبارک وسلم۔ ان اللہ وملٰئکتہ یصلون علی النبی یاایھاالذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما

اب ہمیں کوئی جواب دے کہ روئے زمین پر یہ زندگی کس نبی کے لئے بجز ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ثابت ہے؟ کیا حضرت موسےٰ کیلئے! ہرگز نہیں۔ کیا حضرت مسیح علیہ السلام کے لئے؟ ہرگز نہیں۔ کیا راجہ رامچندر یا راجہ کرشن کے لئے؟ ہرگز نہیں۔ کیا وید کے اون رشیوں کے لئے جنکی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ اون کے دلوں پر وید کا پرکاش ہوا تھا؟ ہرگز نہیں۔ جسمانی زندگی کا ذکر بے سود ہے اور حقیقی اور روحانی اور فیض رساں زندگی وہ ہے جو خدا تعالیٰ کی زندگی کے مشابہ ہو کر نور اور یقین کے کرشمے نازل کرتی ہو ورنہ جسمانی وجود کے ساتھ ایک لمبی عمر پانا اگر فرض بھی کر لیں اور فرض کے طور پر ان بھی لیں کہ ایسی عمر کسی کو دی گئی ہے۔ تو کچھ بھی جائے فخر نہیں۔ مصر کی بعض پورانی عمارتیں ہزارہا برس سے چلی آتی ہیں اور بابل کے کھنڈرات ابتک موجود ہیں جن میں الو بولتے ہیں اور اس ملک میں اجودھیا اور بندرا بن بھی پرانے زمانہ کے آباد ہیں۔ اور اٹلی اور یونان میں بھی ایسی قدیم عمارتیں پائی جاتی ہیں۔ تو کیا اس جسمانی طور پر لمبی عمر پا سکنے سے یہ تمام چیزیں اوس جلال اور بزرگی سے حصہ لے سکتی ہیں۔ جو روحانی زندگی کی وجہ سے خدا کے مقدس لوگوں کو حاصل ہوتی ہے ✤

دقیقہ معرفت

نمبر ۱

عالم معاد میں ترقیات غیر متناہی ہونگی اسمیں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ والذین امنوا معہ نورھم یسعٰی بین ایدیھم وبایمانھم یقولون ربنا اتمم لنا نورنا واغفرلنا انک علی کل شیءٍ قدیر یعنے جو لوگ دنیا میں ایمان کا نور رکھتے ہیں ان کا نور قیامت کو اون کے آگے اور اون کی دہنی طرف دوڑتا ہوگا وہ ہمیشہ یہی کہتے رہیں گے کہ اے خدا ہمارے نور کو کمال تک پہنچا اور اپنی مغفرت کے اندر ہمیں لے لے تو ہر چیز پر قادر ہے اس آئت میں یہ جو فرمایا کہ وہ ہمیشہ یہی کہتے رہیں گے کہ ہمارے نور کو کمال تک پہنچا یہ ترقیات غیر متناہیہ کی طرف اشارہ ہے یعنے ایک کمال نورانیت کا انہیں حاصل ہوگا پھر دوسرا کمال نظر آئے گا۔ اس کو دیکھ کر پہلے کمال کو ناقص پائیں گے پس کمال ثانی کے حصول کیلئے التجا کریں گے اور جب وہ حاصل ہوگا تو ایک تیسرا مرتبہ کمال کا اون پر ظاہر ہوگا۔ پھر اوسکو دیکھکر پہلے کمالات کو ہیچ سمجھیں گے اور اوس کی خواہش کریں گے یہی ترقیات کی خواہش ہے۔ جو اتمم کے الفاظ سے سمجھی جاتی ہے۔

غرض اسی طرح غیر متناہی سلسلہ ترقیات کا چلا جائیگا تنزل کبھی نہیں ہوگا۔ اور نہ کبھی بہشت سے نکالے جائیں گے۔ بلکہ ہر روز آگے بڑھیں گے نہ پیچھے کو۔

اور یہ جو فرمایا کہ وہ ہمیشہ اپنی مغفرت چاہیں گے اس جگہ سوال یہ ہے کہ جب بہشت میں داخل ہو گئے تو پھر مغفرت میں کیا کسر رہ گئی۔ اور جب گناہ بخشے گئے تو پھر استغفار کی طرف کونسی حاجت رہی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مغفرت کے اصل معنے یہ ہیں نالائق اور ناقص حالت کو نیچے دبانا اور ڈھانکنا سو بہشتی اس بات کی خواہش کرینگے کہ کمال تام حاصل کریں اور سراسر نور میں غرق ہو جائیں۔ ۔۔ دوسری حالت کو دیکھ کر پہلی حالت کو ناقص پائیں گے۔ پس چاہینگے کہ پہلی حالت نیچے دبائی جائے۔ پھر تیسرے کمال کو دیکھ کر یہ آرزو کرینگے کہ دوسرے کمال کی نسبت مغفرت ہو یعنی وہ حالت ناقصہ نیچے دبائی جائے اور مخفی کی جائے اسی طرح غیر متناہی مغفرت کے خواہشمند رہیں گے۔ یہ وہی لفظ مغفرت اور استغفار کا ہے جو بعض نادان بطور اعتراض ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت پیش کیا کرتے ہیں۔ سو ناظرین نے اس جگہ سے سمجھ لیا کہ یہی خواہش استغفار فخر انسان ہے۔ جو شخص کسی عورت کے پیٹ سے پیدا ہوا۔ اور پھر ہمیشہ کے لئے استغفار اپنی عادت نہیں پکڑتا وہ کیڑا ہے نہ انسان اور اندھا ہے نہ سوجاکھا اور ناپاک ہے اور نہ طیب اب خلاصہ کلام یہ ہے کہ قرآن شریف کی رو سے دوزخ اور بہشت دونوں اصل میں انسان کی زندگی کے اظلال و آثار ہیں کوئی ایسی نئی جسمانی چیز نہیں ہے کہ جو دوسری جگہ سے آوے یہ سچ ہے کہ وہ دونوں جسمانی طور سے متشکل ہونگے مگر وہ روحانی حالتوں کے اظلال و آثار ہونگے ہم لوگ ایسی بہشت کے قائل نہیں ہیں کہ صرف جسمانی طور پر ایک زمین میں درخت لگائے گئے ہوں اور نہ ایسی دوزخ کے ہم قائل ہیں جس میں درحقیقت گندھک کے پتھر ہیں بلکہ اسلامی عقیدہ کے موافق بہشت و دوزخ انہیں اعمال کے انعکاسات ہیں جو دنیا میں انسان کرتا ہے ✤

الوہیت یسوع کے بطلان کی دلیل۔

تعجب کی بات ہے ایک شخص انسانی جامہ میں ہو اور انسانی لوازم اور عوارض کے ماتحت ہو کس دلیل سے فوق العادۃ انسان اس کو مانا جاسکتا ہے ؟ صورت شکل سے یہ پہچاننا کہ وہ خدا ہے یہ تو سراسر خیال باطل اور محال ہے اور نصاریٰ بھی اس کے قائل نہیں ہونگے تو اب بجز اس کے کہ یہ دکھایا جائے کہ اس کے یہ حال اور اعمال تھے جو انسانی طاقتوں سے بڑھ کر ہیں اور جو اسے خدائی کا منصب دلاتے ہیں اور کوئی مضبوط دلیل اس کی الوہیت کی ہو نہیں سکتی۔ اور یہ خیال خام ہے۔ اسلام آجتک ڈنکے کی چوٹ سے پکار رہا ہے ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل آدم یعنے اللہ کے نزدیک جو حقیقی الوہیت کا حقدار ہے اس لئے کہ جامع جمیع صفات کاملہ اور ہر قسم کے بشری ضعفوں اور مخلوقی عوارض و لوازم سے منزہ ہے۔ ہاں اللہ تعالیٰ کے نزدیک عیسیٰ آدمی سے کچھ بھی زیادہ نہیں یعنے اس میں سارے وہ لوازم اور عوارض موجود ہیں جو آدمی میں پائے جاتے ہیں۔ جو شخص اسکی الوہیت کا مدعی ہے وہ معمولی آدمی سے بڑھ کر خاص باتیں دکھائے۔ یہ بڑا بھاری قرضہ نصاریٰ کی گردن پر ہے اور تیرہ سو برس سے برابر چلا آتا ہے۔ ان کی غیرت کا اگر ان میں ہوتی یہ مقتضاء ہونا چاہیے تھا کہ اس خطرناک الزام سے بری ہوتے مگر یہ کہ وہ ایک شخص کو خدا اور الٰہ مانیگا ہیں اور کہاں یہ کہ اسلام مٹی سے بنے ہوئے آدمی کو کسی طرح بھی بڑھ کر اُسے نہ ماننے اور نہ ماننے دے۔

محبّت کامل

الٰہی محبت کا درجہ وہ ہے جسمیں ایک نہائیت افروختہ شعلہ محبّت الٰہی کا انسانی محبت کے مستعد فتیلہ پر پڑ کر اُس کو افروختہ کر دیتا ہے اور اُس کے تمام اجزا اور تمام رگ و ریشہ پر استیلا پکڑ کر اپنے وجود کا اتم اور اکمل مظہر اُسکو بنا دیتا ہے۔ اور اس حالت میں آتش محبت الٰہی لوح قلب انسان کو نہ صرف ایک چمک بخشتی ہے۔ بلکہ معاً اُس چمک کے ساتھ تمام وجود بھڑک اُٹھتا ہے اور اس کی لوئیں اور شعلے اردگرد کے روز روشن کی طرح روشن کر دیتی ہیں اور کسی قسم کی تاریکی باقی نہیں رہتی اور پورے طور پر اور تمام صفات کاملہ کے ساتھ وہ سارا وجود آگ ہی آگ ہوجاتا ہے۔ اور یہ کیفیت جو ایک آتش افروختہ کی صورت پر دونوں محبتوں کے جوڑ سے پیدا ہو جاتی ہے اُس کو روح امین کے نام سے بولتے ہیں کیونکہ یہ ہر یک تاریکی سے امن بخشتی ہے اور ہر یک غبار سے خالی ہے اور اوس کا نام شدید القویٰ بھی ہے۔ کیونکہ یہ اعلیٰ درجہ کی طاقت وحی ہے جس سے قوی تر وحی متصور نہیں اور اس کا نام ذوالافق الاعلیٰ بھی ہے کیونکہ یہ وحی الٰہی کے انتہائی درجہ کی تجلّی ہے اور اسکو رائے ما رائے کے نام سے بھی پکارا جاتا ہے۔ کیونکہ اس کیفیت کا اندازہ تمام مخلوقات کے قیاس اور گمان اور وہم سے باہر ہے اور یہ کیفیت صرف دُنیا میں ایک ہی انسان کو ملی ہے جو انسان کامل ہے جسپر تمام سلسلہ انسانیہ کا ختم ہوگیا ہے۔ اور دائرہ استعدادات بشریہ کا کمال کو پہنچتا ہے اور وہ درحقیقت پیدائش الٰہی کے خط ممتد کی اعلیٰ طرف کا آخری نقطہ ہے جو ارتفاع کے تمام مراتب کا انتہا ہے۔ حکمت الٰہی کے ہاتھ نے ادنیٰ سی ادنیٰ خلقت سے اور اسفل سے اسفل مخلوق سے سلسلہ پیدائش کا شروع کرکے اُس اعلیٰ درجہ کے نقطہ تک پہنچا دیا ہے جس کا نام دوسرے لفظوں محمد ہے صلی اللہ علیہ وسلم جس کے معنے یہ ہیں کہ نہائیت تعریف کیا گیا یعنی کمالات تامہ کا مظہر سو جیسا کہ فطرت کے رو سے اس نبی کا اعلیٰ اور ارفع مقام تھا۔ ایسا ہی خارجی طور پر بھی اعلیٰ وارفع مرتبہ وحی کا اُس کو عطا ہوا اور اعلیٰ وارفع مقام محبت کا ملا۔

ملائیکہ

اب پھر میں ملائک کے ذکر کی طرف عود کرکے کہتا ہوں کہ قرآن شریف نے جس طرز سے ملائک کا حال بیان کیا ہے وہ نہائیت سیدھی اور قریب قیاس راہ ہے اور بجز اوس کے ماننے کے انسان کو کچھ بن نہیں پڑتا قرآن شریف پر بدیدہ تعمق غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان بلکہ جمیع کائنات الارض کی تربیت ظاہری و باطنی کے لئے بعض وسائط کا ہونا ضروری ہے اور بعض بعض اشارات قرآنیہ سے نہائیت صفائی سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض وہ نفوس طیبہ جو ملائک سے موسوم ہیں اُن کے تعلقات طبقات سماویہ سے الگ الگ ہیں۔ بعض اپنی تاثیرات خاصہ سے ہوا کے چلانے والے اور بعض مینہ کے برسانے والے اور بعض بعض اور تاثیرات کو زمین پر اوتارنے والے ہیں۔ پس اسمیں کچھ شک نہیں کہ بوجہ مناسبت نوری وہ نفوس طیبہ اُن روشن اور نورانی ستاروں سے تعلق رکھتے ہونگے کہ جو آسمانوں میں پائے جاتے ہیں مگر اس تعلق کو ایسا نہیں سمجھنا چاہیے کہ جیسے زمین کا ہر یک جاندار اپنے اندر جان رکھتا ہے۔ بلکہ اون نفوس طیبہ کو بوجہ مناسبت اپنی نورانیت اور روشنی کے جو روحانی طور پر اونہیں حاصل ہے روشن ستاروں کے ساتھ ایک مجہول الکنہ تعلق ہے اور ایسا شدید تعلق ہے کہ اگر اُن نفوس طیبہ کا اُن ستاروں سے الگ ہونا فرض کر لیا جائے تو پھر اون کے تمام قویٰ میں فرق پڑ جائیگا۔ انہیں نفوس کے پوشیدہ ہاتھ کے زور سے تمام ستارے اپنے اپنے کام میں مصروف ہیں اور جیسے خدا تعالیٰ تمام عالم کے لئے بطور جان کے ہے ایسا ہی مگر اس جگہ تشبیہ کامل مراد نہیں وہ نفوس نورانیہ کواکب اور سیارات کے لئے جان کا ہی حکم رکھتے ہیں اور اون کے جدا ہوجانے سے اون کی حالت وجود یہ میں بکلی فساد راہ پا جانا لازمی و ضروری امر ہے اور آجتک کسی نے اس امر میں اختلاف نہیں کیا کہ جسقدر آسمانوں میں سیارات اور کواکب پائے جاتے ہیں وہ کائنات الارض کی تکمیل و تربیت کے لئے ہمیشہ کام میں مشغول ہیں غرض یہ نہائیت سچی ہوئی اور ثبوت کے چرخ پر چڑھی ہوئی صداقت ہے کہ تمام نباتات اور جمادات اور حیوانات پر آسمانی کواکب کا دن رات اثر پڑ رہا ہے اور جاہل سے جاہل ایک دہقان بھی اسقدر تو ضرور یقین رکھتا ہوگا کہ چاند کی روشنی پھلوں کے موٹا کرنے کے لئے اور سورج کی دھوپ اون کو پکانے اور شیریں کرنے کیلئے اور بعض ہوائیں بکثرت پھل لانے کے لئے بلاشبہ موثر ہیں۔ اب جبکہ ظاہری سلسلہ کائنات کا ان چیزوں کی تاثیرات مختلفہ سے تربیت پا رہا ہے۔ تو اس میں کیا شک ہوسکتا ہے کہ باطنی سلسلہ پر بھی باذنہ تعالیٰ وہ نفوس نورانیہ اثر کر رہی ہیں جنکا اجرام نورانیہ سے ایسا شدید تعلق ہے کہ جیسے جان کو جسم سے ہوتا ہے۔

طالب حق کے لئے ضرور ہے کہ پہلے ہی سے اپنے روحانی طبیب کے ساتھ ظاہری علائق و وسائط کی جانب درصورت عدم یا وجود قطع نظر کرے۔ اور اُس کے توسط سے دنیاوی مدارج اور ظاہری برکات کے استحصال کا خیال نہ رکھے تا اوس کی روحانی ترقی کے لئے مانع اور حاجب نہ ہو۔ بالکل باطنی فیضان اور روحانی لمعان کے اکتساب کے لئے اپنے آرزومند دل کو وقف سمجھے۔ محض دینی خدمات میں بہم پہنچانے والے اسباب کے حصول کی غرض سے اپنی مستعار حیات کے حامل جسم کو اُس ہادی کی سپرد کر دیوے جیسے صحابہ کرام علیہم الرضوان نے اپنے مالی حالی جانی مکانی ہر قسم کے سرمایہ کو رسول اکرم نبی معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا کا قربان کرکے سچے مولا کے قرب و عزت کے عالیہ مراتب کا اخذ حاصل کیا پھر اسی برکت سے اُنہیں ظاہری کمالات اور دنیوی مدارج بھی حاصل ہوئے۔

حفظ صحت اور اسلام

نمبر ۷

۱- جو شخص تذکرہ قرآنی اور آیات الٰہی سے مُنہ پھیرتا ہے۔ وہ بڑا ظالم اور خدا کا مجرم ہے اللہ تعالیٰ اوس کو دُنیا میں ذلیل و خوار کرتا ہے۔ اور آخرت میں بھی کریگا چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے ومن اظلم ممن ذکر بآیات ربہ فاعرض عنھا انا من المجرمین منتقمون اوس شخص سے زیادہ کون ظالم ہے جس کو اُس کے رب کی آیتوں سے یاد دہانی کرائی گئی پر اوس نے مُنہ پھیر لیا ہم تو ایسے مجرموں سے انتقام لینے والے ہیں ومن یعرض عن ذکر ربہ یسلکہ عذابا صعدا ۔ اور جو شخص اپنے رب کے ذکر سے مُنہ پھیرے اللہ اوسکو سخت عذاب میں ڈالے گا ومن اعرض عن ذکری فان لہ معیشۃ ضنکا ونحشرہ یوم القیمۃ اعمیٰ اور جس نے میرے ذکر سے مُنہ پھیر لیا تحقیق اس کے واسطے گذران تنگ ہے اور قیامت کے دن ہم اوسکو اندھا اوٹھا دیں گے۔ چنانچہ تاریخ بتلاتی اور زمانہ حال گواہی دیتا ہے کہ قرآن مجید سے غافل رہنے کا دنیا میں تو یہ نتیجہ ہے کہ روز بروز ذلت و خواری بڑھتی جا رہی ہے کسب علوم و فنون اور تجارت میں بہت پیچھے گر گئے ہیں محنت کی عادت نہیں رہی جو تمام کامیابیوں کی بنیاد ہے آرام طلبی۔ آوارہ گردی۔ تماش بینی اور لغو کھیل دلوں میں ایسے بیٹھے ہیں کہ اون کا اخراج محال ہو گیا ہے۔ کتب اخلاقی و اسرار کار الٰہی اور تذکرہ قرآنی کا کوئی ذوق و شوق نہیں۔ مگر واہیات قصوں اور عشقیہ مضامین کا ہے۔ دین کا یہ حال ہو گیا ہے کہ اوّل تو نمازوں سے متنفر اور تمام احکام الٰہی کے خلاف ساعی ہیں جو برائے نام نمازی ہیں وہ رسمی طور سے ادا کر جاتے ہیں۔ تسبیح و تحمید اور تکبیر کے عمدہ نتائج مترتب نہیں ہوتے دعاؤں اور عجز و نیاز کے ثمرات حاصل نہیں ہوتے یہ تمام نتیجہ رسمی طور پر ادا کرنے کا ہے وعظ و نصیحت سے کوئی دلچسپی نہیں الغرض یہ صاف طور پر ظاہر ہے کہ مسلمانوں نے قرآن کو چھوڑ دیا پس اللہ نے مسلمانوں کو چھوڑ دیا اب انکی دُنیا بھی خراب ہے اور دین بھی۔

۲- غفلت میں انسان اعمال کے نتائج سے عبرت حاصل نہیں کر سکتا بلکہ بے خبر بدمست اور بدکاری میں غرق رہتا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے اقترب للناس حسابھم وھم فی غفلۃ معرضون۔ لوگوں کے واسطے اون کا حساب قریب ہو گیا۔ پھر وہ غفلت میں مُنہ پھیرے ہوئے ہیں یا ویلنا قد کنا فی غفلۃ من ھذا بل کنا ظلمین۔ ہائے ہماری کمبختی کہ ہم تو حقیقتاً اس حال سے غفلت میں تھے بلکہ ظالم بنے رہے چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ شامت اعمال سے ہم تباہ ہوتے جا رہے ہیں پر کچھ عبرت نہیں پکڑتے بلکہ روز بروز واہیات عادات اور واہیات شغلوں کی ترقی ہے۔

۳- غفلت سے انسان حیوان لایعقل بنجاتا اور ایسی حالت کو پہنچ جاتا ہے کہ اوس کی اصلاح غیر ممکن ہوجاتی اور سمجھ و صلاحیت کے قویٰ مارے جاتے ہیں بلکہ نصیحت کی بات اور ذکر الٰہی سے بدکتا اور متنفر رہتا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے ارایت من اتخذ الٰھہ ھواہ افانت تکون علیہ وکیلا ام تحسب ان اکثرھم یسمعون او یعقلون ان ھم الا کالانعام بل ھم اضل سبیلا کیا تو نے اوس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنا لیا کیا تو اوس کی وکالت کر سکتا ہے کیا تو گمان کرتا ہے کہ اکثر اون میں سے سنتے یا سمجھتے ہیں نہیں نہیں وہ تو چوپایوں کے مشابہ ہیں۔ بلکہ اون سے بھی زیادہ بیراہ فما لھم عن التذکرۃ معرضین کانھم حمر مستنفرۃ فرت من قسورۃ پس اون کو کیا ہوا کہ تذکرہ قرآنی سے مُنہ پھیرتے ہیں گویا کہ وہ بھاگ جانے والے گدھے ہیں کہ شیر سے بھاگ جاتے ہیں۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ احکام الٰہی کے مخالف اور نفسانی اغراض کی متابعت سے عموماً مسلمانوں کا یہ حال ہو گیا ہے کہ قرآنی احکام کو سن نہیں سکتے اور نہ اوس پر عمل کر سکتے ہیں بلکہ ایسے شخص کے پاس جو قرآنی اذکار کرتا ہو بیٹھ بھی نہیں سکتے اور فوراً بھاگ جاتے ہیں۔

ایک پیرزادہ صاحب سے میں نے کہا کہ آپ عرسوں کو موقعہ پر جو مسجد میں قوالی اور ناچ کرواتے ہیں یہ نہایت ہی دہشتناک گناہ ہے۔ مساجد جو عبادت الٰہی کے واسطے مخصوص کی گئی ہیں اوس میں بیٹھکر ناچ دیکھنا اور قوالی سُننا بڑا ہی سخت گناہ ہے اور میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ آپ دین سے بالکل بیخبر یا قرآن کے مخالف ہیں۔ غفلت نے آپکو بے خبر بنا رکھا اور آپکی دینی سمجھ اور غیرت کو مار دیا ہے آپ بزرگوں کی اولاد کہلاتے ہیں۔ آپ کو ایسا واہیات نمونہ پیش کرنا ہرگز مناسب نہیں اُس نے اس تمام تقریر کا یہ جواب دیا کہ بزرگوں سے یہی رسم چلی آتی ہے۔ پھر میں نے کہا جن لوگوں نے یہ رسم چلائی یا اوس رسم میں شریک ہوئے اور کوئی جہاد اُس کے خلاف نہ کیا۔ آپ اُنکو بزرگ کہتے ہیں آپکی اس سمجھ پر افسوس کرتا ہوں کہ جو خلاف شرع رسوم کے بانی ہوئے یا اون میں شریک ہوتے رہے آپ اون کو بزرگ کے نام سے یاد کریں ایسا کہنے میں خدا اور رسول کی توہین ہوتی ہے پھر اوس نے جواب دیا کہ اس موقعہ پر بہت سے بھوکوں کو کھلایا جاتا ہے اور حمدیہ اور نعتیہ شعر بھی پڑھے جاتے ہیں میں نے کہا کہ پانی جو پاک کرنے والی چیز ہے اگر اوس میں گند ملایا جاوے یا ایک کوئیں میں مردار کتا پڑ جاوے تو وہ تمام غلیظ ہو جاتا ہے اور جسقدر لوگ اوس پانی سے وضو کریں یا نہادیں تمام ناپاک رہتے ہیں۔ پھر کیا سبب آپ ان ظاہری باتوں کو مانتے ہیں پر باطنی طہارت کی طرف کچھ خیال نہیں بندہ ناچ رنڈیوں کے مُنہ کیطرف دیکھنا اور اون سے حمدیہ نعتیہ اشعار سُننا کیسی جرأت اور شوخی ہے خدا کے کلام کی ایسی بے ادبی اگر قرآن مجید کو آپ ایک گند کے ڈھیر میں ڈالدیں تو کیا ثواب ہوگا اُس نے جوابدیا کہ ثواب کیا بلکہ سخت گناہ اور بے ادبی ہے میں نے کہا یہی حال آپ کے ان عُرسوں کا ہے کہ مساجد کے اندر فاحشہ عورتوں سے ناچ کرواتے اور راگ سُنتے ہو۔ تمہاری تمام خیرات بھی حرام ہے کیونکہ حرام نیت سے ہے خدا واسطے نہیں اگر خدا واسطے ہو تو فروسائش کا خوف کرو اور اوس کے حکموں کو مانو آپ بزرگوں کو بدنام نہ کیجئے بلکہ بدکاروں بدفہموں اور بیدینوں کی یہ رسمیں ایجاد کردہ ہیں جس شخص میں ایک ذرہ بھی دینی حیا یا اسلامی سمجھ ہو وہ کبھی ایسی واہیات رسمیں ایجاد کرنا تو درکنار شامل بھی نہیں ہو سکتا پھر دو ایک صاحبوں کے نام لئے جو اپنی اوقات کو تسبیح اور وظائف میں خرچ کرتے اور عُرسوں میں شریک ہوتے تھے میں نے کہا وہ عجب بدفہم اور بے دین تھے کہ اونکو مساجد کے اندر خلاف شرع رسومات ہوتے دیکھکر کبھی جوش پیدا نہ ہوا کم از کم اتنا تو کر سکتے تھے کہ خود شریک نہ ہوا کرتے اور متنفر رہتے تاکہ اون کے واسطے اون کی شراکت حجت نہ ہو جاتی اب آپ لوگ اونکو ایسے واہیات بدفہم اور بیدین لوگوں کے نمونے نے اللہ اور رسُول کے خلاف پر جمار کھا ہے میرا تو یہی مسئلہ ہے کہ جو شخص عمداً احکام الٰہی کی خلاف ورزی کرتا ہے وہ شیطان ہے اوس سے پناہ مانگنی چاہئے جب قرآن دُنیا میں موجود ہے تو پھر آپ اوسکو کیوں حکم نہیں بنا لیتے اور کیوں اس میزان پر بُری یا بھلی باتوں کا موازنہ نہیں کر لیتے۔ اوس نے جواب دیا کہ جیسا قرآن کو ہمارے بزرگوں نے سمجھا ہم نہیں سمجھ سکتے اُنہوں نے اُس کو سمجھ کر عمل کیا ہے بھلا خلاف کب کر سکتے تھے۔ میں نے کہا کہ جن الفاظ سے اونھوں نے رنڈیوں کا ناچ مساجد کے اندر جائز قرار دیا ہے وہ الفاظ تو مجھے سنا دو اوس نے جواب دیا کہ اگر اسقدر ہمکو سمجھ ہوتی تو پھر ہم پہلے ہی آپ کو قائل کر دیتے۔ میں نے کہا کیا قرآن کے الفاظ ایسے ہیں کہ ظاہراً معنے کچھ اور ہوں معما و چیستاں کے طور پر ظاہر کے خلاف معنے اور ہوں اوس نے کہا اسمیں کیا شک ہے۔ قرآن کو ہر ایک شخص تھوڑا ہی سمجھ سکتا ہے اسی واسطے تو اوسکا بامعنے پڑھنا اور پڑھانا متروک ہو گیا بزرگوں نے اوسکو سمجھکر رنڈیوں کا ناچ جائز قرار دیا اور رائج کیا اور آپ ظاہری لفظوں کو پکڑ کر اون پر اعتراض کرتے ہیں اور یہ اسرار ہیں اور آپ اون کو کیا سمجھ سکتے ہیں۔ پھر میں نے کہا تو شاید شراب خوری اور رنڈی بازی بھی جائز ہو اوس نے جواب دیا کہ ہمارے بزرگوں نے ایسا ہی کیا ہے۔ (باقی آیندہ)

موعظۃ الحسنۃ

گذشتہ اشاعت سے آگے

سو یہ ایک نعمت ہے کہ ولیوں کو خدا کے فرشتے نظر آتے ہیں آیندہ کی زندگی محض ایمانی ہے۔ لیکن ایک متقی کو آیندہ کی زندگی یہیں دکھلائی جاتی ہے انہیں اسی زندگی میں خدا ملتا ہے نظر آتا ہے اون سے باتیں کرتا ہے۔ سو اگر ایسی صورت کسی کو نصیب نہیں تو اوس کا مرنا اور یہاں سے چلے جانا نہایت خراب ہے۔ ایک ولی کا قول ہے کہ جسکو ایک خواب عمر میں نصیب نہیں ہوا اوس کا خاتمہ خطرناک ہے جیسے کہ قرآن مومن کیلئے یہہ نشان ٹھہراتا ہے۔ سنو جس میں نشان نہیں اوس میں تقویٰ نہیں سنو ہم سب کی یہہ دعا چاہئے کہ یہہ شرط ہم میں پوری ہو اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام۔ خواب۔ مکاشفات کا فیضان ہو کیونکہ یہ مومن کا خاصہ ہے سو یہہ ہونا چاہیئے۔ بہت سی اور بھی برکات ہیں جو متقی کو ملتی ہیں۔ مثلاً سورۂ فاتحہ میں جو قرآن کے شروع میں ہی ہے اللہ تعالیٰ مومن کو ہدایت کرتا ہے کہ وہ دعا مانگیں اھدنا الصراط المستقیم۔ صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین پ۱ ع۱۔ یعنے ہمیں وہ راہ سیدھی بتلا اون لوگوں کی جن پر تیرا انعام و فضل ہے یہ اس لئے سکھائی گئی ہے کہ انسان عالی ہمت ہو کر اس سے خالق کا منشاء سمجھے اور وہ یہہ ہے کہ یہہ امت بہائم کی طرح زندگی بسر نہ کرے۔ بلکہ اوس کے تمام پردے کھل جاویں جیسے شیعوں کا عقیدہ ہے کہ ولائیت بارہ اماموں کے بعد ختم ہو گئی برخلاف اس کے اس دعا سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ خدا نے پہلے سے ارادہ کر رکھا ہے کہ جو متقی ہو اور خدا کی منشاء کے مطابق ہے تو وہ ان مراتب کو حاصل کر سکے جو انبیاء اور اصفیاء کو حاصل ہوتے ہیں اس سے یہہ بھی پایا جاتا ہے کہ انسان کو بہت سے قویٰ ملے ہیں جنہوں نے نشو و نما پاتا ہے۔ اور بہت ترقی کرتا ہے ہاں ایک بکرا چونکہ انسان نہیں اوس کے قویٰ ترقی نہیں کر سکتے۔ عالی ہمت انسان جب رسولوں اور انبیاء کے حالات سنتا ہے تو چاہتا ہے کہ وہ انعامات جو اس پاک جماعت کو حاصل ہوئے۔ اُسپر نہ صرف ایمان ہی ہو بلکہ اوسے بتدریج اُن نعماء کا علم الیقین۔ عین الیقین اور حق الیقین ہو جاوے۔

علم کے تین مدارج ہیں علم الیقین۔ عین الیقین حق الیقین۔ مثلاً ایک جگہ سے دھواں نکلتا دیکھ کر آگ کا یقین کر لینا علم الیقین ہے۔ لیکن خود آنکھ سے آگ کا دیکھنا عین الیقین ہے اون سے بڑھ کر درجہ حق الیقین کا ہے یعنے آگ میں ہاتھ ڈال کر جلن اور حرقت سے یقین کر لینا کہ آگ موجود ہے پس کیسا وہ شخص بدقسمت ہے جس کو تینوں میں سے کوئی حصہ حاصل نہیں۔ اس آیت کے مطابق جسپر اللہ کا فضل نہیں وہ کورانہ تقلید میں پھنسا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا پ۲۱ جو ہمارے راہ میں مجاہدہ کریگا۔ ہم اوس کو اپنی راہیں دکھاویں گے یہ تو وعدہ ہے اور ادھر یہ دعا ہے کہ اھدنا الصراط المستقیم۔ سو انسان کو چاہئے کہ اس کو مد نظر رکھکر نماز میں بالحاح دعا کرے اور تمنا رکھے کہ وہ بھی اون لوگوں میں سے ہو جاوے جو ترقی اور بصیرت حاصل کر چکے ہیں ایسا نہ ہو کہ اس جہان سے بے بصیرت اور اندھا اوٹھایا جاوے۔ چنانچہ فرمایا من کان فی ھذہ اعمیٰ فھو فی الاخرۃ اعمیٰ۔ الآیہ پ۱۵ کہ جو اس جہان میں اندھا ہے وہ اُس جہان میں بھی اندھا ہے جس کی منشا یہہ ہے کہ اُس جہان کے مشاہدہ کے لئے اسی جہان سے ہمکو آنکھیں لیجانی ہیں۔ آئیندہ جہان کو محسوس کرنے کیلئے حواس کی طیاری اسی جہان میں ہو گی۔ پس کیا یہ گمان ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ وعدہ کرے اور پورا نہ کرے اندھے سے مراد وہ ہے جو روحانی معارف اور روحانی لذات سے خالی ہے۔ ایک شخص کورانہ تقلید سے کہ مسلمانوں کے گھر پیدا ہو گیا مسلمان کہلاتا ہے دوسری طرف اسیطرح ایک عیسائی عیسائیوں کے ہاں پیدا ہو کر عیسائی ہو گیا۔ یہی وجہ ہے کہ ایسے شخص کو خدا رسول اور قرآن کی کوئی عزت نہیں ہوتی۔ اسکی دین سے محبت بھی قابل اعتراض ہے خدا اور رسول کی ہتک کرنیوالوں میں سے اُس کا گذر ہوتا ہے اسکی وجہ صرف یہہ ہے کہ ایسے شخص کی روحانی آنکھ نہیں اُسمیں محبت دین نہیں۔ ورنہ محبت والا اپنے محبوب کے برخلاف کیا کچھ پسند کرتا ہے۔ غرض اللہ تعالیٰ نے سکھلایا ہے کہ میں تو دینے کو طیار ہوں اگر تو لینے کو طیار ہے۔ پس یہہ دعا کرنا ہی اُس ہدایت کو لینے کی طیاری ہے اس دعا کے بعد سورۂ بقرہ کے شروع میں ہی جو ھدًی للمتقین کہا گیا تو گویا خدا تعالیٰ نے دینے کی طیاری کی۔ یعنے یہہ کتاب متقی کو کمال تک پہنچانے کا وعدہ کرتی ہے۔ سو اس کے معنے یہہ ہیں کہ یہ کتاب اون کے لئے نافع ہے جو پرہیز کرنے اور نصیحت سننے کو طیار ہو۔ اس درجہ کا متقی وہ ہے جو مخلا بالطبع ہو کر حق کی بات سننے کو طیار ہو جیسے جب کوئی مسلمان ہوتا ہے تو وہ متقی بنتا ہے۔ جب کسی غیر مذہب کے اچھے دن آئے تو اوس میں اتقا پیدا ہوا۔ عجب۔ غرور۔ پندار دور ہوا۔ یہ تمام روکیں تھیں جو دور ہو گئیں۔ ان کے دور ہونے سے تاریک گھر کی کھڑکی کھل گئی اور شعاعیں اندر داخل ہو گئیں۔ یہہ جو فرمایا کہ یہ کتاب متقین کی ہدایت ہے۔ یعنے ھدًی للمتقین۔ تو اتقا جو افتعال کے باب یہہ ہے اور یہ باب تکلف کے لئے آیا کرتا ہے۔ یعنے اسمیں اشارہ ہے کہ جسقدر یہاں ہم تقویٰ چاہتے ہیں وہ تکلف سے خالی نہیں جس کی حفاظت کیلئے اس کتاب میں ہدایات ہیں۔ گویا متقی کو نیکی کرنے میں تکلیف سے کام لینا پڑتا ہے۔ جب یہ درجہ گذر جاتا ہے تو سالک عبد صالح ہو جاتا ہے گویا تکلیف کا رنگ دور ہو گیا۔ اور صالح نے طبعًا و فطرتًا نیکی شروع کی وہ ایک قسم کے دار الامان میں ہے جسکو کوئی خطرہ نہیں اب کل جنگ اپنے نفسانی جذبات کے برخلاف ختم ہو چکے اور وہ امن میں آ گیا۔ اور ہر ایک قسم کے خطرات سے پاک ہو گیا۔ اسی امر کی طرف ہمارے ہادی کامل نے اشارہ کیا ہے۔ فرمایا کہ ہر ایک کے ساتھ شیطان ہوتا ہے لیکن میرا شیطان مسلم ہو گیا ہے۔ سو متقی کو ہمیشہ شیطان کے مقابل جنگ ہے لیکن جب وہ صالح ہو جاتا ہے تو کل جنگیں بھی ختم ہو جاتی ہیں مثلاً ایک ریا ہی ہے جس سے اوسے آٹھوں پہر جنگ ہے متقی ایک ایسے میدان میں ہے جہاں ہر وقت لڑائی ہے۔ اللہ کے فضل کا ہاتھ اُسکے ساتھ ہو۔ تو اُسے فتح ہو۔ جیسے ریا جسکی چال ایک چیونٹی کی طرح ہے۔ بعض وقت انسان بے سمجھے لیکن موقعہ پر ریا کو دل میں پیدا ہونیکا موقعہ دیدیتا ہے مثلاً ایک کا چاقو گم ہو جاوے۔ اور وہ دوسرے سے دریافت کرے تو اس موقعہ پر ایک متقی کا جنگ شیطان سے شروع ہو جاتا ہے جو اوسے سکھاتا ہے کہ مالک چاقو کا اسیطرح دریافت کرنا ایک قسم کی بے عزتی ہے جس سے اوس کے افروختہ ہونیکا احتمال ہوتا ہے اور ممکن ہے کہ آپسمیں لڑائی بھی ہو جاوے اسموقعہ پر ایک متقی کو اپنے نفس کی بدخواہش سے جنگ ہے اگر اس شخص میں محض للہ دیانت موجود ہو۔ تو غصہ کرنے کی اسمیں ضرورت ہی کیا ہے۔ کیونکہ دیانت جسقدر مخفی رکھی جاوے اوسی قدر بہتر ہو۔ مثلاً ایک جواہری کو راستہ میں چند چور مل جاویں اور چور آپسمیں اُسکے متعلق مشورہ کریں۔ بعض اوسے دولتمند بتلاویں اور بعض کہیں کہ وہ کنگال ہے۔ اب مقابلتہً یہ جواہری اونہیں کو پسند کریگا جو اُسے کنگال ظاہر کرینگے۔ اسیطرح یہہ دنیا کیا ہے۔ ایک قسم کی دار الابتلا ہے وہی اچھا ہے جو ہر ایک امر خفیہ رکھے اور ریا سے بچے وہ لوگ جن کے اعمال الٰہی ہوتے ہیں۔ وہ کبھی بھی اپنے اعمال کو ظاہر ہونے نہیں دیتے۔ یہی لوگ متقی ہیں۔ میں نے تذکرۃ الاولیاء میں دیکھا ہے۔ کہ مجمع میں ایک بزرگ نے سوال کیا۔ کہ اُسکو کچھ روپیہ کی ضرورت ہے کوئی اوس کی مدد کرے ایک نے صالح سمجھ کر اُسکو ایک ہزار روپیہ دیا اُنہوں نے روپیہ لیکر اُسکی سخاوت اور فیاضی کی تعریف کی۔ اس بات پر وہ رنجیدہ ہوا۔ کہ جب یہاں ہی تعریف ہو گئی تو شاید ثواب آخرت سے محرومیت ہو۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ آیا۔ اور کہا کہ وہ روپیہ اُس کی والدہ کا تھا جو دینا نہیں چاہتی چنانچہ وہ روپیہ واپس دیا گیا۔ جسپر ہر ایک نے لعنت کی اور کہا کہ جھوٹا ہے اصل میں یہہ روپیہ دینا نہیں چاہتا جب شام کے وقت وہ بزرگ گھر گیا تو وہ شخص ہزار روپیہ

دربار شام

۲۵ - مئی - ۱۹۰۳ء

تزکیہ نفس ایک استفسار کے جواب میں کہ آجکل کے پیر اور گدی نشین وظائف وغیرہ مختلف قسم کے اوراد بتاتے ہیں آپ کا کیا ارشاد ہے فرمایا کہ مومن جو بات سچے یقین سے کہے وہ ضرور موثر ہوتی ہے کیونکہ مومن کا مطہر قلب اسرار الٰہی کا خزینہ ہے جو کچھ اس پاک لوح انسانی پر منقش ہوتا ہے وہ آئینہ خدا نما ہے مگر انسان جب ضعف بشریت سے سہو و گناہ کر بیٹھتا ہے اور پھر ذرا بھی اس کی پرواہ نہیں کرتا تو دل پر سیاہ زنگ بیٹھ جاتا اور رفتہ رفتہ قلب انسانی کہ خشیت الٰہی سے گداز اور شفاف تھا سخت اور سیاہ ہوتا جاتا ہے۔ مگر جونہی انسان اپنی مرض قلب کو معلوم کر کے اس کی اصلاح کے درپے ہوتا ہے اور شب و روز نماز میں دعائیں استغفار و زاری و قلق جاری رکھتا ہے اور اُسکی دُعائیں انتہا کو پہنچتی ہیں تو تجلیات الٰہی اپنے فضل کے پانی سے اس ناپاکی کو دھو ڈالتی ہیں اور انسان بشرطیکہ ثابت قدم رہے ایک قلب لیکر نئی زندگی کا جامہ پہن لیتا ہے گویا کہ اوس کا تولد ثانی ہوتا ہے۔ دو زبردست لشکر ہیں جن کے درمیان انسان چلتا ہے ایک لشکر رحمٰن کا دوسرا شیطان کا اگر یہہ لشکر رحمٰن کی طرف جُھک جاوے اور اس سے مدد طلب کرے، تو اس سے بحکم الٰہی مدد دی جاتی ہے۔ اور اگر شیطان کیطرف رجوع کیا تو گناہوں اور معصیتوں میں مبتلا ہو جاتا ہے پس انسان کو چاہیئے کہ گناہ کی زہریلی ہوا سے بچنے کیلئے رحمٰن کی حفاظت میں ہو جاوے وہ چیز جو انسان اور رحمٰن میں دوری اور تفرقہ ڈالتی ہے وہ فقط گناہ ہی ہے جو اس سے بچ گیا اُس نے اللہ تعالیٰ کی گود میں پناہ لی۔ دراصل گناہ سے بچنے کے لئے دو ہی طریق ہیں اول یہ کہ انسان خود کوشش کرے دوسرے اللہ تعالیٰ سے جو زبردست مالک و قادر ہے استقامت طلب کرے یہانتک کہ اوسے پاک زندگی میسر آوے اور یہی تزکیہ نفس کہلاتا ہے اور بندوں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو انعامات و اکرامات ہوتے ہیں وہ محض اللہ پاک کے فضل و کرم سے ہی ہوتے ہیں۔ پیروں فقیروں صوفیوں گدی نشینوں کے خود تراشیدہ ورد و وظائف طریق و رسومات سب فضول بدعات ہیں جو ہرگز ہرگز ماننے کے قابل نہیں۔ اگر یہ لوگ کل معاملات دنیوی و دینی کو ان خود ساختہ بدعات سے ہی درست کر سکتے ہیں تو یہ ذرہ ذرہ سی باتوں پر کیوں تکرار کرتے لڑتے جھگڑتے حتیٰ کہ سرکاری عدالتوں میں جائز و ناجائز حرکات کے مرتکب ہوتے ہیں۔ یہہ سب باتیں دراصل وقت کا ضایع کرنا اور خداداد و دماغی استعدادوں کا تباہ کرنا ہے۔ انسان اس لئے نہیں بنایا گیا کہ لمبی تسبیح لے کر صبح و شام تمام لوازمات و حقوق کو تلف کر کے بیتوجگی سے سبحان اللہ میں لگا رہے اپنا اوقات گرامی بھی تباہ کرے اور خود اپنے قویٰ کو تباہ کرے اور اوروں کے تباہ کرنے کے لئے شب و روز کوشاں رہے اللہ تعالیٰ ایسی معصیت سے بچاوے الغرض یہہ سب باتیں سنت نبوی صلعم کو چھوڑنے سے پیدا ہوئیں یہہ حالت ایسی ہے جیسے پھوڑا کہ اندر سے تو پیپ سے بھرا ہوا ہے اور باہر سے شیشے کی طرح چمکتا ہے زبان سے تو ورد و وظایف کرتے ہیں اور اندرونے بدکاری و گناہ سے سیاہ ہوئے ہوئے ہیں۔ انسان کو چاہیئے کہ سب کچھ خدا سے طلب کرے جب وہ کسی کو کچھ دیدیتا ہے تو اسکی بلند شان کے خلاف ہے کہ واپس لے تزکیہ وہی ہے جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ دنیا میں سکھایا گیا پیدا کیا گیا یہہ لوگ اس سے بہت دور ہیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ میں سارے دن میں چار دفعہ دم لیتا ہوں۔ بعض فقط ایک یا دو دفعہ اس سے لوگ اونکو ولی سمجھ بیٹھتے ہیں اور ایسے واہیات دم کشی کو باعث فخر سمجھتے ہیں۔ حالانکہ فخر کے قابل یہہ بات ہے کہ انسان مرضیات الٰہی پر چلکر اپنے پیغمبر نبی کریم سے صلح و آشتی پیدا کرے جس سے کہ وہ انبیاء کا وارث کہلائے اور صلحا و ابدال میں داخل ہو۔ اسی توحید کو پکڑے اور اس پر ثابت قدم رہے اللہ تعالیٰ اپنا غلبہ و عظمت اس کے دل پر بٹھا دیگا

وظیفوں کے ہم قایل نہیں یہ سب منتر جنتر ہیں جو ہمارے ملک کے جوگی ہندو سنیاسی کرتے ہیں جو شیطان کی غلامی میں پڑے ہوئے ہیں البتہ دعا کرنی چاہیئے خواہ اپنی ہی زبان میں ہو سچے اضطراب اور سچی تڑپ سے جناب الٰہی میں گداز ہوا ہو ایسا کہ وہ قادر الحی القیوم دیکھ رہا ہے۔ جب یہ حالت ہو گی تو گناہ پر دلیری نہ کرے گا جس طرح انسان آگ یا اور ہلاک کرنیوالی اشیاء سے ڈرتا ہے ویسے ہی اُسکو گناہ کی سوزش سے ڈرنا چاہیئے گناہگار زندگی انسان کے لئے دُنیا میں مجسم دوزخ ہے جس پر غضب الٰہی کی سموم چلتی اور اُس کو ہلاک کر دیتی جس طرح آگ سے انسان ڈرتا ہے اُسی طرح گناہ سے ڈرنا چاہیئے کیونکہ یہ بھی ایک قسم کی آگ ہے۔ ہمارا مذہب یہی ہے کہ نماز میں رو رو کر دعائیں مانگو تا اللہ تعالیٰ تم پر اپنے فضل کی نسیم چلائے۔ دیکھو شیعہ لوگ کیسے راہ راست سے بھٹکے ہوئے ہیں۔ حسین حسین رضؓ کرتے۔ مگر احکام الٰہی کی بے حرمتی کرتے ہیں حالانکہ حسین کو بھی بلکہ تمام رسولوں کو استغفار کی ایسی سخت ضرورت تھی جیسے ہم کو۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین کا فعل اوس پر شاہد ہے۔ کون ہے جو آپ سے بڑھکر نمونہ بن سکتا ہے

مختلف واقعات

ہندوستان کا ویسرائے

ہمعصر ہندوستانی ناقل ہے۔ یہاں کے اخبارات میں آجکل یہہ بحث چھڑی ہوئی ہے کہ لارڈ کرزن کے بعد کون صاحب ہندوستان کے ویسرائے ہونگے۔ ویسرائے صاحب بہادر کے مقاصد کی نسبت جسقدر آزادی کے ساتھ بحث کی جاتی ہے اوس کو پڑھ کر آپ نہائیت خوش ہونگے۔" اخبار ٹائمز آف انڈیا (؟) نے چارشنبہ کے پرچہ میں یہانتک رائے زنی کی ہے کہ لارڈ کرزن صاحب کی میعاد گورنر جنرلی میں دو سال اور توسیع ہونے والی ہے۔ اخبار مذکور لکھتا ہے کہ قبل توسیع ملازمت شروع ہونے کے لارڈ کرزن بہادر کو تین ماہ کی رخصت دی جائیگی۔ اور اس درمیان میں انکا قصد ہے کہ ولائت تشریف لاویں " اگر ایسا ہونے والا ہے تو یہ مسٹر بالفور کو لازم ہے کہ اس مسودہ کے پیش ہونے کا اعلان کریں جس کے ذریعہ سے ویسرائے صاحب کو تا لوٹنا ولائیت آنے کی اجازت ملنی ضروری ہے۔ ورنہ استعفا معمولی بات ہو گی اور ایسی حالت میں آپ پھر اپنے کار منصبی پر واپس آنا چاہینگے تو بعد رخصت ختم ہونے کے آپ کا تقرر از سر نو عمل میں آئے گا۔ لیکن ایسا ہونا مشکل معلوم ہوتا ہے۔ اصلیت یہ ہے کہ کوئی شخص یہ نہیں جانتا کہ کیا کارروائی ہونیوالی ہے قرینہ غالب یہ ہے کہ اس باب میں اسوقت تک کچھ تصفیہ نہیں ہوا ہے یہ صرف اخبار والوں کی گپ بازی ہے حال میں ایک اخبار نے اپنے قایم مقام کو انڈیا آفس میں غرض بھیجا تھا کہ وہ وہاں دریافت کرے کہ لارڈ کرزن صاحب بہادر کی توسیع ملازمت کے متعلق جو خبریں شایع ہوئی ہیں اون کی اصلیت کیا ہے۔ انڈیا آفس نے نہ تو اس خبر کی تردید ہی کی اور نہ اوس کی صحت کا اقبال کیا لیکن اُس کو یہ واقع یاد دلایا گیا کہ جب کسی ویسرائے کی میعاد تقرری ختم ہونے کو ہوتی ہے تو ایسی خبریں ضرور شایع ہوا کرتی ہیں قایم مقام مذکور سے یہ بھی بیان کیا گیا۔ کہ اس قسم کی غیر معتبر خبریں مختلف مقامات میں عرصہ سے شایع ہو رہی ہیں۔ دوسرا فرقہ گپ بازوں کا وہ ہے جسکو یہ توقع نہیں ہے کہ لارڈ کرزن صاحب بہادر کو معمولی مدت سے زیادہ توسیع عنائیت ہو گی۔

ارل منٹو موجودہ گورنر جنرل کناڈا کو ہندوستان بھیجا جاتا ہے یہ تقرری ٹھیک نہ ہو گی کیونکہ لارڈ منٹو میں وہ مادہ صفات نہیں ہیں جنہوں نے آج لارڈ کرزن صاحب کو ممتاز بنایا ہے۔ خیر فی الحال اس امر کی ضرورت نہیں ہے کہ بحث کیجاوے کہ لارڈ منٹو صاحب اس عہدہ کے قابل ہیں یا نہیں کیونکہ جبتک یہ خبر بھی شایع نہ ہوں کہ جسوقت لارڈ کرزن صاحب کی مدت تقرر ختم ہو گی اسوقت لارڈ منٹو صاحب کی مدت ملازمت ختم ہو گی۔

اُس کے پاس لایا۔ اور کہاکہ آپنے سرعام میری تعریف کرکے مجھے محروم ثواب آخرت کیا نہ دس نیئے میں لئے یہہ بہانہ کیا۔ اب یہہ روپیہ آپکا ہے۔ لیکن آپ کسی کے آگے نام نہ لیں بزرگ رو پڑا اور کہاکہ اب تو تیا مت تک مورد لعن طعن ہوا۔ کیونکہ کل کا واقعہ سب کو معلوم ہے۔ اور یہہ کسی کو معلوم نہیں کہ تونے مجھے روپیہ واپس دے دیا ہے۔

ایک متقی تو اپنے نفس امارہ کے برخلاف جنگ کرکے اپنے خیال کو چھپاتا ہے اور خفیہ رکھتا ہے لیکن اللہ تعالےٰ اُس خفیہ خیال کو ہمیشہ ظاہر کردیتا ہے۔ جیسا ایک بدمعاش کسی بدچلنی کا مرتکب ہوکر خفیہ رہنا چاہتا ہے۔ اسی طرح ایک متقی چھپکر نماز پڑھتا ہے اور ڈرتا ہے کہ کوئی اُس کو دیکھ نے۔ سچا متقی ایک قسم کا ستر چاہتا ہے۔ تقویٰ کے مراتب بہت ہیں۔ لیکن بہرحال تقویٰ کیلئے تکلیف ہے اور متقی حالت جنگ میں ہے اور صالح اُس جنگ سے باہر ہے جیسے کہ میں نے مثال کے طور پر اوپر ریا کا ذکر کیا۔ جس سے متقی کو آٹھوں پہر جنگ ہے

بسا اوقات ریا اور حلم کا جنگ ہوجاتا ہے۔ کبھی انسان کا غصہ کتاب اللہ کے برخلاف ہوتا ہے۔ گالی سنکر اوسکا نفس جوش مارتا ہے۔ تقویٰ تو اُس کو سکھلاتا ہے۔ کہ وہ غصہ ہونیسے باز رہے جیسے قرآن کہتا ہے واذا مروا باللغو مروا کراما ﴿س ۱۹﴾ ایسا ہی بیصبری کے ساتھ اُسے اکثر جنگ کرنا پڑتا ہے۔ بیصبری سے مراد یہہ ہے کہ اسکو راہ تقویٰ میں اسقدر دقتوں کا مقابلہ ہے کہ مشکل سے وہ منزل مقصود پہ پہنچتا ہے اس لئے بیصبر ہوجاتا ہے مثلاً ایک کنواں پچاس ہاتھ تک کھودتا ہے۔ اگر دو چار ہاتھ کے بعد کھودنا چھوڑ دیا جاوے۔ تو محض یہہ ایک بدظنی ہے۔ اب تقویٰ کی شرط یہہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ نے احکام دئیے۔ اُس کو اخیر تک پہنچائے اور بیصبر نہ ہوجاوے راہ سلوک میں مبارک قدم دو گروہ ہیں ایک وہ بین النجات والے جو موٹی موٹی باتوں پر قدم مارتے ہیں۔ مثلاً احکام شرعیت کے پابند ہوگئے اور نجات پاگئے۔ دوسرے وہ جنہوں نے آگے قدم مارا۔ ہرگز نہ تھکے اور چلتے گئے۔ حتی کہ منزل مقصود تک پہنچ گئے۔ لیکن نامراد۔ وہ فرقہ ہے کہ وین العجائز سے تو قدم آگے رکھا۔ لیکن منزل سلوک کو طے نہ کیا وہ مرتد ہوجاتے ہیں جیسے بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم تو نمازیں بھی پڑھتے رہے۔ چلہ کشیاں بھی کیں۔ لیکن فائدہ کچھ نہ ہوا۔ جیسے ایک شخص منصور مسیح نے بیان کیا۔ کہ اوس کی عیسائیت کا باعث یہی تھا۔ کہ وہ مرشدوں کے پاس گیا چلہ کشی کرتا رہا۔ لیکن کچھہ فائدہ نہ ہوا بدظن ہوکر عیسائی ہوگیا۔ سو جو لوگ بیصبری کرتے ہیں۔ وہ شیطان کے قبضہ میں آجاتے ہیں۔ سو متقی کو بیصبری کے ساتھ بھی جنگ ہے۔ بوستاں میں ایک عابد کا ذکر کیا گیا ہے۔ کہ جب کبھی وہ عبادت کرتا تو ہاتف یہی آواز دیتا کہ تو مردود و مخذول ہے۔ ایک دفعہ ایک مرید نے یہہ آواز سن لی اور کہاکہ اب تو فیصلہ ہوگیا۔ اب تکریں ہارنے سے کیا فائدہ ہوگا۔ وہ بہت رویا اور کہاکہ میں اُس جناب کو چھوڑ کر کہاں جاؤں اگر ملعون ہوں تو ملعون ہی سہی۔ غنیمت ہے کہ مجھکو ملعون تو کہا جاتا ہے ابھی یہ باتیں مرید سے ہو ہی رہی تھیں۔ کہ آواز آئی کہ تو مقبول ہے۔ سو یہ سب صدق و صبر کا نتیجہ تھا۔ جو متقی میں ہونا شرط ہے۔ یہہ جو فرمایا کہ والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا ﴿س ۲۱﴾ یعنے ہمارے راہ کے مجاہد راستہ پاویں گے اس کے معنے یہہ ہیں کہ اس راہ میں پیمبر کے ساتھ ملکر جد جہد کرنا ہوگا۔ ایک دو گھنٹہ کے بعد بھاگ جانا مجاہد کا کام نہیں۔ بلکہ جان دینے کے لئے طیار رہنا ایسکا کام ہے۔ سو متقی کی نشانی استقامت ہے۔ جیسے کہ فرمایا ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا الخ یعنے جنہوں نے کہاکہ رب ہمارا اللہ ہے۔ اور استقامت دکھائی اور ہر طرف سے مُنہ پھیر کر اللہ کو ڈھونڈا۔ مطلب یہہ کہ کامیابی استقامت پر موقوف ہے۔ اور وہ اللہ کو پہچاننا اور کسی ابتلا اور زلازل اور امتحان سے نہ ڈرنا ہے۔

ضرور اس کا نتیجہ یہہ ہوگا کہ مورد مخاطبہ و مکالمہ الٰہی۔ انبیاء کی طرح ہوگا۔ بہت سے لوگ یہاں آتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ پھونک مارکر عرش پر پہنچائے۔ اور واصلین سے ہوجاویں۔ ایسے لوگ ٹھٹھہ کرتے ہیں۔ وہ انبیاء کے حالات کو دیکھیں۔ یہہ غلطی ہے جو کہا جاتا ہے کہ کسی ولی کے پاس جاکر صدہا ولی فی الفور بن گئے اللہ تعالیٰ تو یہ فرماتا ہے۔ کہ۔ احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا آمنا وھم لا یفتنون ﴿س ۲۰﴾ جب تک انسان آزمایا نہ جاوے۔ فتن میں نہ ڈالا جاوے وہ کب ولی بن سکتا ہے۔ ایک مجلس میں بایزید وعظ فرما رہے تھے۔ وہاں ایک مشائخ زادہ بھی تھا۔ جو ایک لمبا سلسلہ رکھتا تھا۔ اوس کو آپ سے اندرونی بغض تھا۔ اللہ تعالیٰ کا یہ خاصہ ہے کہ پرانے خاندان کو چھوڑ کر کسی اور کو لے لیتا ہے۔ جیسے بنی اسرائیل کو چھوڑ کر بنی اسماعیل کو لے لیا۔ کیونکہ وہ لوگ عیش و عشرت میں پڑ کر خدا کو بھول گئے ہوئے تھے۔ وتلک الایام نداولھا بین الناس۔ ﴿س ۴﴾ سو اُس شیخ زادے کو خیال آیا کہ یہ ایک معمولی خاندان کا آدمی ہے۔ کہاں سے ایسا صاحب خوارق آگیا۔ لوگ اس طرف جھکتے ہیں اور ہماری طرف نہیں آتے۔ یہ باتیں خدا تعالیٰ نے بایزید پر ظاہر کیں۔ انہوں نے ایک قصہ کے رنگ میں یہہ بیان شروع کیا۔ کہ ایک جگہ مجلس میں رات کیوقت ایک لیمپ بھی جل رہا تھا۔ تیل اور پانی میں بحث ہوئی۔ پانی نے تیل کو کہاکہ تو کثیف اور گندہ ہے۔ اور باوجود کثافت کے میرے اوپر آتا ہے۔ میں ایک مصفا چیز ہوں اور طہارت کے لئے استعمال کیا جاتا ہوں لیکن نیچے ہوں۔ اس کا باعث کیا ہے۔ تیل نے کہاکہ جس قدر صعوبتیں میں نے کھینچی ہیں۔ تو نے کہاں وہ جھیلی ہیں جس کے باعث یہ بلندی مجھے نصیب ہوئی۔ ایک زمانہ تھا جب میں بویا گیا۔ زمین میں مخفی رہا۔ خاکسار ہوا پھر خدا کے ارادہ سے بڑہا۔ بڑھنے نہ پایا۔ کہ کاٹا گیا پھر طرح طرح کی مشقتوں کے بعد صاف کیا گیا کولھو میں پیسا گیا پھر تیل بنا اور آگ لگائی گئی۔ کیا ان مصائب کے بعد بھی میں بلندی حاصل نہ کرتا۔ یہہ ایک مثال ہے۔ کہ اہل اللہ مصائب شدائد کے بعد درجات پاتے ہیں۔ لوگوں کا یہہ خیال خام ہے۔ کہ فلاں شخص فلاں کے پاس جاکر بلا مجاہدہ و تزکیہ ایک دم میں صدیقین میں داخل ہوگیا۔ قرآن کو دیکھو کہ خدا کسطرح تیرراضی ہوجبتک نبیوں کی طرح تیرے مصائب و زلازل نہ آویں جنہوں نے بعض وقت تنگ آکر یہہ بھی کہدیا۔ حتی یقول الرسول والذین آمنوا معہ متی نصر اللہ قریب ﴿س ۲﴾ اللہ کے بندے ہمیشہ بلاؤں میں ڈالے گئے پھر خدا نے انکو قبول کیا۔

صوفیوں نے ترقیات کی دو راہیں لکھی ہیں۔ ایک سلوک دوسرا جذب۔ سلوک وہ ہے۔ جو لوگ آپ عقلمندی سے سوچ کر اللہ و رسول کا راہ اختیار کرتے ہیں جیسے فرمایا۔ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ﴿س ۳﴾ یعنے اگر تم اللہ کے پیارے بننے چاہتے ہو تو رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیروی کرو۔ وہ ہادی کامل وہی رسول ہیں جنہوں نے وہ مصائب اوٹھائی۔ کہ دنیا اپنے اندر نظیر نہیں رکھتی ایک دن بھی آرام نہ پایا۔ اب پیروی کرنے والے بھی حقیقی طور سے وہی ہونگے۔ جو اپنے متبوع کے ہر قول و فعل کی پیروی پورے جد وجہد سے کریں۔ متبع وہی ہے۔ جو سب طرح پیروی کریگا سہل انگار اور سخت گذار کو اللہ پسند نہیں کرتا۔ بلکہ وہ تو اللہ تعالیٰ کے غضب میں آوے گا۔ یہاں جو اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم کی پیروی کا حکم دیا۔ تو سالک کا کام یہہ ہوگا کہ اول رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کل تاریخ دیکھے۔ اور پھر پیروی کرے اسی کا نام سلوک ہے۔ اس راہ میں بہت مصائب و شدائد ہوتے ہیں۔ ان سب کو اوٹھانے کے بعد ہی انسان سالک ہوتا ہے۔

اہل جذبہ کا درجہ سالکوں سے بڑھا ہوا ہے۔ اللہ تعالےٰ اونہیں سلوک پر ہی نہیں رکھتا۔ بلکہ خود اون کو مصائب میں ڈالتا اور جاذبہ ازلی سے اپنی طرف کھینچتا ہے۔ کل انبیاء مجذوب ہی تھے۔ جسوقت انسانی روح کو مصائب کا مقابلہ ہوتا ہے۔ اُن سے فرسودہ کار اور تجربہ کار ہوکر روح چمک اوٹھتی ہے۔ جیسے لوہا۔ یا شیشہ اگرچہ چمک کا مادہ اپنے اندر رکھتا ہے۔ لیکن صیقلوں کے بعد ہی مجلا ہوتا ہے۔ حتی کہ اوسمیں مُنہ دیکھنے والے کا نظر آجاتا ہے۔ مجاہدات بھی صیقل کا کام کرتے ہیں۔ دل کا صیقل یہاں تک ہونا چاہئے کہ اوس میں سے بھی مُنہ نظر آجاوے۔ مُنہ کا نظر آنا کیا ہے تخلقوا باخلاق اللہ کا مصداق ہونا سالک کا دل آئینہ ہے۔ (باقی آئندہ)

اسلام اور خداشناسی

اس مذہب کی خداشناسی نہایت صاف صاف اور انسانی فطرت کے مطابق ہے۔ اگر تمام مذہبوں کی کتابیں نابود ہو کر اُن کی ساری تعلیمی خیالات اور تصوّرات بھی محو ہو جائیں تب بھی وہ خدا جسکی طرف قرآن رہنمائی کرتا ہے آئینہ قانون قدرت میں صاف صاف نظر آئے گا اور اُس کی قدرت اور حکمت سے بھری ہوئی صورت ہر یک ذرّہ میں چمکتی ہوئی دکھائی دیگی۔ غرض وہ خدا جس کا پتہ قرآن شریف بتلاتا ہے اپنی موجودات پر فقط قہری حکومت نہیں کہتا بلکہ موافق آیۃ کریمہ الست بربکم قالوا بلیٰ کے ہر یک ذرہ ذرہ اپنی طبیعت اور روحانیّت سے اُس کا حکم بردار ہے۔ اسکی طرف جھکنے کیلئے ہر یک طبیعت میں ایک کشش پائی جاتی ہے اس کشش سے ایک ذرہ بھی خالی نہیں اور یہہ ایک بڑی دلیل اس بات پر ہے کہ وہ ہر یک چیز کا خالق ہے کیونکہ نورِ قلب اس بات کو مانتا ہے کہ وہ کشش جو اُسکی طرف جھکنے کے لئے تمام چیزوں میں پائی جاتی ہے وہ بلاشبہ اُسی کیطرف سے ہے جیساکہ قرآن شریف نے اس آیت میں اسی بات کیطرف اشارہ کیا ہے کہ ان من شیٍٔ الا یسبح بحمدہٖ یعنی ہر ایک چیز اُسکی پاکی اور اُسکے محامد بیان کر رہی ہے اگر خدا ان چیزوں کا خالق نہیں تھا تو اُن چیزوں میں خدا کی طرف کشش کیوں پائی جاتی ہے۔ ایک غور کرنے والا انسان ضرور اس بات کو قبول کر لیگا کہ کسی مخفی تعلق کیوجہ سے یہ کشش ہے پس اگر وہ تعلق خدا کا خالق ہونا نہیں تو کوئی آریہ وغیرہ اسبات کا جواب دیں کہ اُس تعلق کی وید وغیرہ میں کیا ماہیّت لکھی ہے اور اُس کا کیا نام ہے کیا یہی سچ ہے کہ خدا صرف زبردستی ہر یک چیز پر حکومت کر رہا ہے اور ان چیزوں میں کوئی طبعی قوت اور شوق خداتعالیٰ کیطرف جھکنے کا نہیں ہے معاذ اللہ ہرگز ایسا نہیں بلکہ ایسا خیال کرنا نہ صرف حماقت بلکہ پرلے درجہ کی خباثت بھی ہے مگر افسوس کہ آریوں کے وید نے خداتعالیٰ کی خالقیت سے انکار کر کے اس روحانی تعلق کو قبول نہیں کیا جس پر طبعی اطاعت ہر یک چیز کی موقوف ہے اور چونکہ دقیق معرفت اور دقیق گیان سے وہ ہزاروں کوس دور تھے لہذا یہہ سچا فلسفہ اُن سے پوشیدہ رہا ہے کہ ضرور تمام اجسام اور ارواح کو ایک فطرتی تعلق اُس ذات قدیم سے پڑا ہوا ہے اور خدا کی حکومت صرف بناوٹ اور زبردستی کی حکومت نہیں بلکہ ہر یک چیز اپنی روح سے اُسکو سجدہ کر رہی ہے۔ کیونکہ ذرہ ذرہ اُسکی بے انتہا احسانوں میں مستغرق اور اُس کے ہاتھ سے نکلا ہوا ہے مگر افسوس کہ تمام مخالف مذہب والوں نے خداتعالیٰ کے وسیع دریائے قدرت اور رحمت اور تقدس کو اپنی تنگدلی کی وجہ سے زبردستی روکنا چاہا ہے۔ اور انہیں وجوہ سے اُن کے فرضی خداؤں پر کمزوری اور ناپاکی اور بناوٹ اور بے جا غضب اور بیجا حکومت کے طرح طرح کے داغ لگ گئے ہیں لیکن اسلام نے خداتعالیٰ کی صفات کاملہ کی تیز رو دریاؤں کو کہیں نہیں روکا آریوں کیطرح اس عقیدہ کی تعلیم نہیں دیتا کہ زمین و آسمان کی روحیں اور ذرات اجسام اپنے وجود کے آپ ہی خدا ہیں اور جسکا پرمیشر نام ہے وہ کسی نامعلوم سبب سے محض ایک راجہ کے طور پر اُن پر حکمران ہے اور نہ عیسائی مذہب کیطرح یہہ سکھلاتا ہے کہ خدا نے انسان کی طرح ایک عورت کے پیٹ سے جنم لیا اور نہ صرف نو مہینہ تک خون حیض کھا کر ایک گنہگار جسم سے جو بنت سبع اور تمر اور راحاب جیسی حرامکار عورتوں کے خمیر سے اپنی فطرت میں ابنیّت کا حصّہ رکھتا تھا خون اور ہڈی اور گوشت کو حاصل کیا بلکہ بچپن کے زمانہ میں جو جو بیماریوں کی صعوبتیں ہیں جیسے خسرہ چیچک دانتوں کی تکالیف وغیرہ تکلیفیں وہ سب اُٹھائیں اور بہت سا حصّہ عمر کا معمولی انسانوں کیطرح کھو کر آخر موت کے قریب پہنچکر خدائی یاد آگئی۔ مگر چونکہ صرف دعوےٰ ہی دعوےٰ تھا۔ اور خدائی طاقتیں ساتھ نہیں تھیں اس لئے دعوےٰ کے ساتھ ہی پکڑا گیا بلکہ اسلام ان سب نقصانوں اور ناپاک حالتوں سے خدائے حقیقی ذوالجلال کو منزہ اور پاک سمجھتا ہے اور اس وحشیانہ غضب سے بھی اُسکی ذات کو برتر قرار دیتا ہے کہ جبتک کسی کے گلے میں پھانسی کا رسہ نہ ڈالے تب تک اپنے بندوں کے بخشنے کیلئے کوئی سبیل اُس کو یاد نہ آوے۔

نشانات الٰہی سے کون مستفیض ہوتے ہیں

یہ بھی ایک سنت اللہ ہے کہ وہ اپنی پیشگوئیوں اور نشانوں کو اس طور سے ظہور میں لاتا ہے۔ کہ وہ ایک خاص ایسے طائفہ کیلئے مفید ہوں جو اُس کے کاموں میں تدبر کرنے والے اور سوچنے والے اور اُس کی حکمتوں اور مصالح کی تہ تک پہنچنے والے اور عقلمند اور پاکیزہ طبع اور لطیف الفہم اور زیرک اور متقی اور اپنی فطرت سے سعید اور شریف اور نجیب ہوں اور اس طائفہ کو وہ باہر رکھتا ہے جو سفلہ مزاج اور جلد باز اور سطحی خیالات والے۔ اور حق شناسی سے عاجز اور سوءظن کیطرف جلد جھکنے والے اور فطرتی شقاوت کا اپنے پر داغ رکھتے ہیں وہ نافہموں کے دلوں پر حبس ڈال دیتا ہے یعنی کچھ پردہ رکھ دیتا ہے تب اون کو نور ایک تاریکی دکھائی دیتا ہے اور اپنی آرزوؤں کی پیروی کرتے ہیں اور ان کو چاہتے ہیں اور سوچنے کا مادہ نہیں رکھتے اور خداتعالیٰ کی اس فعل سے یہ غرض ہوتی ہے کہ تا خبیث کو طیّب کے ساتھ شامل نہ ہونے دے اور اپنے نشانوں پر ایسے پردے ڈال دے جو ناپاک طبع کو پاکوں کے ساتھ شامل ہونے سے روک دیں اور پاک طبع لوگوں کا ایمان زیادہ کریں اور علم زیادہ کریں اور معرفت زیادہ کریں۔ اور صدق اور ثبات میں ترقی دیں اور اونکی زیرکی اور حقائق شناسی دُنیا پر ظاہر کریں اور اون کو اس کسر شان اور بےعزتی سے محفوظ رکھیں جو اس حالت پر متصور ہے کہ جب ایک کج طبع اور سفلہ خیال اور نفس پرست اور نادان اُن کی جماعت میں شامل ہو جائے اور اون کے ہم پہلو جگہ لے اور چونکہ خداتعالیٰ کا ارادہ ہوتا ہے جو اس کی جماعت کے آب زلال کے ساتھ کوئی پلید مادہ نہ ملجائے اس لئے وہ ایسی خصوصیت کے ساتھ اپنے نشانوں کو ظاہر کرتا ہے کہ جس خصوصیت سے غبی اور ناپاک طبع لوگ حصہ نہیں لے سکتے اور صرف اس رفیع الشان نشان کو رفیع الشان لوگ دریافت کرتے ہیں اور اپنے ایمان کو اس سے زیادہ کرتے ہیں اور خداتعالیٰ قادر تھا کہ کوئی ایسا نشان دکھاتا کہ تمام موٹی عقل کے آدمی اور پست فطرت انسان جو صدہا نفسانی زنجیروں میں مبتلا ہیں بدیہی طور پر اپنی نفسانی خواہشوں کے مطابق اُس کو مشاہدہ کر لیتے مگر درحقیقت نہ کبھی ایسا ہوا اور نہ ہوگا۔ اور اگر کبھی ایسا ہوتا اور ہر ایک کج فطرت اپنی خواہشوں کے مطابق نشان دیکھ کر تسلی پا لیتے تو گو خداتعالیٰ تو ایسا نشان دکھانے پر قادر تھا اور اسباب پر قدرت رکھتا تھا کہ تمام گردنیں اس نشان کیطرف جھک جائیں اور ہر ایک نوع کی فطرت اُسکو دیکھکر سجدہ کرے۔ مگر اوس دُنیا میں جو ایمان بالغیب پر اپنی بنا رکھتی ہے اور تمام مدار نجات پانیکا ایمان بالغیب پر ہے۔ وہ نشان حامی ایمان نہیں ہو سکتا تھا بلکہ ربانی وجود کا سارا پردہ کھولکر ایمانی انتظام کو بکلی برباد کر دیتا اور کسی کو اس لائق نہ رکھتا کہ وہ خداتعالیٰ پر ایمان لا کر ثواب پانیکا مستحق رہے کیونکہ بدیہیات کا ماننا ثواب کا موجب نہیں ہو سکتا اور جب ایک ایسا کھلا کھلا نشان دیکھکر تمام نالائق اور پست فطرت اور سفلی خیال کے آدمی اور بدچلن انسان ایک جا ہو کر جماعت میں داخل ہو جاتے تو اون کا داخل ہونا پاک جماعت کیلئے ننگ اور عار ہو جاتا اور نیز خلق اللہ کا یکدفعہ رجوع کرنا اور کئی قسم کے فتنے پیدا کرتا انسانی گورنمنٹوں میں بھی ایک تھلکا مچاتا۔ اس لئے خداتعالیٰ کی حکمت اور مصلحت نے ابتدا سے نہ چاہا کہ نشان نمائی میں عوام کا شور و غوغا ہو جس سے اسکی باتیں ٹل نہیں سکتیں

نیوگ اور طلاق

ہمارے معزز ناظرین اخبار سے یہہ امر پوشیدہ نہیں کہ آج کل لاہور کے آرین کس زور شور سے مسئلہ نیوگ اور طلاق پر بحث کر رہے ہیں اور مسلمانوں کو مقابلہ کے لئے بلا رہے ہیں۔ اگرچہ بارہا لکھا جا چکا ہے مگر تاہم ہم بمصداق خیر الکلام ما قل و دل و کلام الامام امام الکلام حضرت مرزا صاحب مسیح موعود کی تحریر دلپذیر بطور فیصلہ کلیہ ذیل میں درج کرتے ہیں تاکہ راستی کے طلبگار معرفت و انکشاف تک پہنچیں وھو ھذا۔ ایڈیٹر

آریہ لوگ جب اُس اعتراض کے وقت جو نیوگ پر وارد ہوتا ہے بالکل لاجواب اور عاجز ہو جاتے ہیں تو پھر انصاف اور خدا ترسی کی قوت سے کام نہیں لیتے بلکہ اسلام کے مقابل پر نہائیت مکروہ اور بیجا افتراؤں پر آ جاتے ہیں چنانچہ بعض تو مسئلہ طلاق کو ہی پیش کرتے ہیں حالانکہ خوب جانتے ہیں کہ قدرتی طور پر ایسی آفات ہر یک قوم کیلئے ہمیشہ ممکن الظہور ہیں جن سے بچنا بجز طلاق کے متصور نہیں مثلاً اگر کوئی عورت زانیہ ہو تو کس طرح اس کی خاوند کی غیرت اُس کو اجازت دے سکتی ہے کہ وہ عورت اسکی بیوی کہلا کر پھر دن رات زناکاری کی حالت میں مشغول رہے ایسا ہی اگر کسی کی جورو اسقدر دشمنی میں ترقی کرے کہ اوس کی جان کی دشمن ہو جاوے اور اُس کے مارنے کے فکر میں لگی رہے تو کیا وہ ایسی عورت سے امن کے ساتھ زندگی بسر کر سکتا ہے بلکہ ایک غیرتمند انسان جب اپنی عورت میں اس قدر خرابی بھی دیکھے کہ اجنبی شہوت پرست اُسکو پکڑتے ہیں اور اوسکا بوسہ لیتے ہیں اور اس سے ہم بغل ہوتے ہیں اور وہ خوشی سے یہہ سب کام کراتی ہے تو گو تحقیق کے رو سے ابھی زنا تک نوبت نہ پہنچی ہو بلکہ وہ فاسقہ موقع کے انتظار میں ہو تاہم کوئی غیرت مند ایسے ناپاک خیال عورت سے نکاح کا تعلق رکھنا نہیں چاہتا اگر آریہ کہیں کہ کیا حرج ہے کچھ مضائقہ نہیں تو ہم اون سے بحث کرنا نہیں چاہتے ہمارے مخاطب صرف وہ شریف ہیں جن کی فطرت میں خدا تعالی نے غیرت اور حیا کا مادہ رکھا ہے اور وہ اس بات کو سمجھتے ہیں کہ عورت کا جوڑا اپنے خاوند سے پاکدامنی اور فرمانبرداری اور باہم رضامندی پر موقوف ہے اور اگر ان تین باتوں میں سے کسی ایک بات بھی فرق آ جاوے تو پھر یہہ جوڑ قائم رہنا محالات میں سے ہو جاتا ہے انسان کی بیوی اس کے اعضاء کی طرح ہیں۔ پس اگر کوئی عضو سڑ گل جائے یا ہڈی ایسی ٹوٹ جائے کہ قابل پیوند نہ ہو تو پھر بجز کاٹنے کے اور کیا علاج ہے اپنے عضو کو اپنے ہاتھ سے کاٹنا کوئی نہیں چاہتا۔ کوئی بڑی مصیبت پڑتی ہے تب کاٹا جاتا ہے۔ پس جس حکیم مطلق نے انسان کے مصالح کیلئے نکاح تجویز کیا ہے اور چاہا ہے کہ مرد اور عورت ایک ہو جائیں اوسی نے مفاسد ظاہر ہونے کیوقت اجازت دی ہے کہ اگر آرام اوسمیں متصور ہو کہ کرم خوردہ دانت یا سڑے ہوئے عضو یا ٹوٹی ہوئی ہڈی کی طرح موذی کو علیحدہ کر دیا جائے تو اس طرح کاربند ہو کر اپنے تئیں فوق الطاقت آفت سے بچا لیں۔ کیونکہ جس جوڑ سے وہ فواید مترتب نہیں ہو سکتے کہ جو اس جوڑ کی علت غائی ہیں۔ بلکہ ان کی ضد پیدا ہوتی ہے تو وہ جوڑ درحقیقت جوڑ نہیں ہے۔

اور بعض آریہ عذر معقول سے عاجز آ کر یہہ جواب دیا کرتے ہیں کہ مسلمانوں میں **حلالہ** کی رسم نیوگ سے مشابہ ہے یعنے جو مسلمان اپنی جورو کو طلاق دے وہ اپنی جورو کو اپنے پر حلال کرنے کے لئے دوسرے سے ایک رات ہم بستر کراتا ہے تب آپ اُس کو اپنے نکاح میں لے آتا ہے۔ سو ہم اس افترا کا جواب بجز لعنة الله علی الکاذبین اور کیا دے سکتے ہیں ناظرین پر واضح رہے کہ اسلام سے پہلے عرب میں حلالہ کی رسم تھی لیکر اسلام نے اس ناپاک رسم کو قطعًا حرام کر دیا اور رسول الله صلی الله علیہ وسلم نے ایسے لوگوں پر لعنت بھیجی ہے جو حلالہ کے پابند ہوں۔ چنانچہ ابن عمر سے مروی ہے کہ حلالہ زنا میں داخل ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روائیت ہے کہ حلالہ کرنے کرانیوالے سنگسار کیے جاویں۔ اگر کوئی مطلقہ سے نکاح کرے تو نکاح تب درست ہوگا کہ جب واقعی طور پر اوسکو اپنی جورو بنالے اور اگر دل میں یہہ خیال ہو کہ وہ اس حیلہ کیلئے اُسکو جورو بناتا ہے کہ تا اوس کی طلاق کے بعد دوسرے پر حلال ہو جائے تو ایسا نکاح ہرگز درست نہیں اور ایسا نکاح کرنیوالا اوس عورت سے زنا کرتا ہے اور جو ایسے فعل کی ترغیب دے وہ اس سے زنا کرواتا ہے۔ غرض حلالہ علماء اسلام کے اتفاق سے حرام ہے۔ اور ائمہ اور علماء سلف جیسے حضرت قتادہ۔ عطا اور امام حسن اور ابراہیم نخعی اور حسن بصری اور مجاہد اور شعبی۔ اور سعید بن مسیب اور امام مالک۔ لیث۔ ثوری۔ امام احمد بن حنبل وغیرہ صحابہ اور تابعیں اور تبع تابعیں اور سب محققیں علماء اسکی حرمت کے قائل ہیں اور شریعت اسلام اور نیز **لغت عرب** میں بھی زوج اسکو کہتے ہیں کہ کسی عورت کو فی الحقیقت اپنی جورو بنانے کیلئے تمام حقوق کو مدنظر رکھکر اپنے نکاح میں لاوے اور نکاح کا معاہدہ حقیقی اور واقعی ہو نہ کہ کسی دوسرے کیلئے ایک حیلہ ہو اور قرآن شریف میں جو آیا ہے **حتی تنکح زوجا غیرہ** اس کے یہی معنے ہیں۔ کہ جیسی دنیا میں نیک نیتی کے ساتھ اپنے نفس کی اغراض کے لئے نکاح ہوتے ہیں ایسا ہی جبتک ایک مطلقہ کے ساتھ کسی کا نکاح نہ ہوا ور وہ پھر اپنی مرضی سے اُس کو طلاق نہ دے تب تک پہلے طلاق دینے والے سے دوبارہ اوس کا نکاح نہیں ہو سکتا پس آئیت کا یہہ منشاء نہیں ہے کہ جورو کرنیوالا پہلے خاوند کے لئے ایک راہ بنا دے اور آپ نکاح کرنے کیلئے سچی نیت نہ رکھتا ہو بلکہ نکاح صرف اوس صورت میں ہوگا کہ اپنے پختہ اور مستقل ارادے سے اپنے صحیح اغراض کو مدنظر رکھکر نکاح کرے ورنہ اگر کسی حیلہ کی غرض سے نکاح کریگا تو عند الشرع وہ نکاح ہرگز درست نہیں ہوگا اور زنا کے حکم میں ہوگا۔ لہذا ایسا شخص جو اسلام پر حلالہ کی تہمت لگانا چاہتا ہے اُسکو یاد رکھنا چاہیئے کہ اسلام کا یہہ مذہب نہیں ہے اور قرآن اور صحیح بخاری اور مسلم اور دیگر احادیث صحیحہ کی رو سے حلالہ قطعی حرام ہے اور مرتکب اوس کا زانی کی طرح مستوجب سزا ہے۔

اور بعض آریہ نیوگ کے مقابل پر اسلام پر یہہ الزام لگانا چاہتے ہیں کہ اسلام میں متعہ یعنی نکاح موقت جائز رکھا گیا ہے جس میں ایک مدت تک نکاح کی میعاد ہوتی ہے اور پھر عورت کو طلاق دیجاتی ہے لیکن ایسے معترضوں کو اس بات سے شرم کرنی چاہیئے تھی کہ نیوگ کے مقابل پر متعہ کا ذکر کریں۔ اول تو متعہ صرف اُس نکاح کا نام ہے جو ایک خاص عرصہ تک محدود کر دیا گیا ہو پھر ماسوا اسکے متعہ اوائل اسلام میں یعنی اوسوقت میں جبکہ مسلمان بہت تھوڑے تھے صرف تین دن کیلئے جائز ہوا تھا اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ وہ جواز اس قسم کا تھا جیسا کہ تین دن کے بھوکے کیلئے مردار کھانا نہایت بیقراری کی حالت میں جائز ہو جاتا ہے اور پھر متعہ ایسا حرام ہو گیا جیسے سؤر کا گوشت اور شراب حرام ہے اور نکاح کے احکام نے متعہ کیلئے قدم رکھنے کی جگہ باقی نہیں رکھی۔ قرآن شریف میں **نکاح کے بیان** میں مردوں کے حق عورتوں پر اور عورتوں کے حق مردوں پر قایم کیے گئے ہیں اور متعہ کے مسایل کا کہیں ذکر بھی نہیں۔ اگر اسلام میں متعہ ہوتا تو قرآن میں نکاح کے مسائل کی طرح متعہ کے مسائل بھی بسط و تفصیل سے لکھے جاتے لیکن کسی محقق پر پوشیدہ نہیں کہ نہ تو قرآن میں اور نہ احادیث میں متعہ کے مسائل کا نام و نشان ہے لیکن نکاح کی مسائل بسط اور تفصیل سے .... بیان کیے جاتے ہیں مثلاً نیوگ جو ہندوؤں میں ایک امر واجب العمل ہے تو اون کی کتابوں میں اُس کی تفصیل بھی بیان کی گئی ہے۔ مثلاً لکھا گیا ہے کہ نیوگ تین قسم پر ہے (۱) اول بیوہ عورتوں کا نیوگ کیونکر بیوہ کو وید کے رو سے نکاح کی اجازت نہیں اور یہہ بھی وید کا مسئلہ ہے کہ نجات کیلئے اولاد کا حاصل کرنا ضروری ہے اس لیئے بیوہ کو نیوگ کی اجازت دی گئی اس طرح پر کہ

وہ اپنے دیو۔ یا کسی برہمن سے ہمبستر ہو کر اولاد حاصل کرے (۲) دوسری قسم نیوگ کی یہہ ہے کہ اگر کسی مرد کے گھر میں اولاد نہ ہو اور نہ اولاد ہونیکے آثار پائے جائیں تو اُسے چاہیئے کہ اپنی عورت کو اولاد حاصل کرنیکے لئے دوسرے سے ہمبستر کرا دے اور اس طرح سے اولاد حاصل کرے (۳) تیسری قسم نیوگ کی یہہ ہے کہ اگر مثلاً مرد کہیں باہر نوکری پر گیا ہو اور اسکو رخصت نہ مل سکے تو عورت کو روا ہے کہ دوسرے سے ہمبستر ہو کر اپنی شہوت کو فرو کرے اور ان تینوں قسموں کے متعلق احکام بھی ہیں مثلاً۔

ایک یہہ کہ عورت زندہ خاوند والی اولاد کے لئے دوسرے سے ہمبستر ہو اُسکو چاہیئے کہ اپنے خاوند کو بھی خدمت سے محروم نہ رکھے اور اوس کی خدمت کے لئے بھی جایا کرے۔

دوسرے وید مقدس کا یہہ حکم ہے کہ جو عورت کسی دوسرے سے ہمبستر ہو وہ اُس آشنا کے گھر میں جا کر اُس سے ہمبستر نہ ہو بلکہ چاہیئے کہ اوس آشنا کو اپنے خاوند کے گھر میں بلاوے اور اُسی گھر میں اُس سے ہمبستر ہو۔

تیسرے یہہ بھی لکھا ہے کہ مرد نیوگ کرنیوالا اپنے بدان کو تیل مل لے یعنے عضو تناسل کو۔

چوتھے پنڈت دیانند ویدکی رو سے یہہ بھی تاکید کی ہے کہ نیوگ میں سخت محبت نہ ہو۔

پانچویں یہہ قواید بھی مقرر کر دیئے گئے ہیں کہ اتنے عرصہ میں اتنی مرتبہ صحبت ہو اس سے کم نہ ہو نہ اس سے زیادہ ہو اور اتنے بچے لئے جائیں اس سے زیادہ نہ ہوں۔

چھٹے یہہ بھی حکم ہے کہ جو بچہ نیوگ سے پیدا ہوگا وہ اسی مرد کا ہوگا جس نے اپنی عورت کو اولاد کی خواہش سے کسی دوسرے سے ہمبستر کرایا ہے اُس مرد کا ہرگز نہیں ہوگا جس کے نطفہ سے وہ پیدا ہوا ہے۔

ساتویں یہہ بھی حکم ہے کہ وہ بیٹا جو بیرج داتا یعنے نیوگ کرنیوالے کے نطفہ سے پیدا ہوا ہے وہ اُسی مرد کا وارث ہوگا جس نے اپنی عورت کو اولاد کی خواہش سے دوسرے سے ہمبستر کرایا ہے۔ اور بیرج داتا یعنے جس کا نطفہ عورت کے اندر گیا ہے کچھ حق اُس لڑکے پر نہیں رکھیگا اور کوئی ادب اور لحاظ اوس کا حق کے طور پر نہیں ہوگا اور لڑکا اوس کے مال کا وارث نہیں ہوگا بلکہ اوسی مرد کا وارث ہوگا جس نے اپنی پاکدامن عورت کو اولاد کی خواہش سے دوسرے سے ہمبستر کرایا ہے اسی طرح اور بھی احکام نیوگ کے ہیں جو ہم لکھ چکے ہیں۔ لیکن قرآن اور حدیث۔ کے دیکھنے والوں پر ظاہر ہوگا کہ اسلام میں متعہ کے احکام ہرگز مذکور نہیں نہ قرآن میں اور نہ احادیث میں۔ اب ظاہر ہے کہ اگر متعہ شریعت اسلام کے احکام میں سے ایک حکم ہوتا تو اُس کے احکام بھی ضرور لکھے جاتے اور وارث کے قواعد میں اس کا بھی کچھہ ذکر ہوتا۔ پس اس سے ظاہر ہے کہ متعہ اسلامی مسائل میں سے کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ اگر بعض حادیثوں پر اعتبار کیا جائے تو صرف اسقدر معلوم ہوتا ہے کہ جب بعض صحابہ اپنے وطنوں اور اپنی جوروؤں سے دور تھے تو ایک دفعہ اونکی سخت ضرورت کیوجہ سے تین دن تک متعہ اُن کے لئے جائز رکھا گیا تھا اور پھر بعد اوس کے ایسا ہی حرام ہو گیا جیسا کہ اسلام میں خنزیر و شراب وغیرہ حرام ہے اور چونکہ اضطراری حکم جسکی ابدیت شارع کا مقصود نہیں شریعت میں داخل نہیں ہوتے اس لئے متعہ کے احکام قرآن اور احادیث میں درج نہیں ہوئے اصل حقیقت یہ ہے کہ اسلام سے پہلے متعہ عرب میں نہ صرف جائز بلکہ عام رواج رکھتا تھا اور شریعت اسلامی نے آہستہ آہستہ عرب کے رسُوم کی تبدیلی کی ہے جسوقت بعض صحابہ متعہ کے لئے بیقرار ہوئے سو اوسوقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انتظامی اور اجتہادی طور پر اُس رسم کے موافق بعض صحابہ کو اجازت دیدی کیونکہ قرآن میں ابھی اس رسم کے بارے میں کوئی ممانعت نہیں آئی تھی پھر ساتھ ہی چند روز کے بعد نکاح کی مفصل اور مبسوط ہدائتیں قرآن میں نازل ہوئیں جو متعہ کے مخالف اور متضاد تھیں اس لئے ان آیات سے متعہ کی قطعی طور پر حرمت ثابت ہو گئی۔ یہ بات یاد رکھنے کے لائق ہے کہ گو متعہ صرف تین دن تک تھا مگر وحی اور الہام نے اُس کے جواز کا دروازہ نہیں کھولا بلکہ وہ پہلے سے ہی عرب میں عام طور پر رائج تھا اور صحابہ کو بیوطنی کی حالت میں اس کی ضرورت پڑی تو آنحضرتؐ نے دیکھا کہ متعہ ایک نکاح موقت ہے کوئی حرامکاری اس میں نہیں کوئی ایسی بات نہیں کہ جیسی خاوند والی عورت دوسرے سے ہمبستر ہو جاوے بلکہ درحقیقت بیوہ یا باکرہ سے ایک نکاح ہے جو ایک وقت تک مقرر کیا جاتا ہے۔ تو آپ نے اس خیال سے کہ نفس متعہ میں کوئی بات خلاف نکاح نہیں اجتہادی طور پر پہلی رسم کے لحاظ سے اجازت دیدی لیکن خدا تعالیٰ کا یہ ارادہ تھا کہ جیسا کہ اور صدہا عرب کے بیہودہ رسمیں دُور کر دی گئیں ایسا ہی متعہ کی رسم کو بھی عرب میں سے اوٹھا دیا جاوے سو خدا نے قیامت تک متعہ کو حرام کر دیا۔ ماسوا اس کے یہہ بھی سوچنا چاہیئے کہ نیوگ کو متعہ سے کیا مناسبت ہے۔ نیوگ پر تو ہمارا یہہ اعتراض ہے کہ اوسمیں خاوند والی عورت باوجود زندہ ہونے خاوند کے دوسرے سے ہمبستر کرائی جاتی ہے لیکن متعہ کی عورت تو کسی دوسرے کی نکاح میں نہیں ہوتی بلکہ ایک باکرہ یا بیوہ ہوتی ہے جسکا ایک مقرری وقت تک ایک شخص سے نکاح پڑھا جاتا ہے سو خود سوچ لو کہ متعہ کو نیوگ سے کیا نسبت ہے اور نیوگ کو متعہ سے کیا مناسبت۔

پھر ماسوا اس کے ہم یہہ کہتے ہیں کہ درحقیقت یہ اسلام ہی میں خوبی ہے کہ اُس میں ایک موقت نکاح بھی حرام کر دیا گیا ہے ورنہ دوسری قوموں پر نظر ڈال کر معلوم ہوتا ہے کہ اونہوں نے ادنی ادنی ضرورتوں کے لئے بھی زناکاری کو بھی جائز رکھا ہے بھلا ایک دانشمند نیوگ کے مسئلہ پر ہی غور کرے کہ صرف اولاد کی لالچ کے وجہ سے اپنی پاکدامن عورت کو نامحرم کے بستر پر لٹا دیا جاتا ہے حالانکہ نہ اوس عورت کو طلاق دی گئی نہ خاوند کے تعلقات اُس سے ٹوٹے ہیں بلکہ وہ خاوند کی سچی خیرخواہ بنکر اس کے لئے اولاد پیدا کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ ایسا ہی عیسائیوں میں کوئی ایسی تعلیم نہیں جو ایک نوجوان عورت کو دوسرے نوجوان اجنبی مرد سے ہم بغل ہونے سے روکے اور مرد کو اس عورت کا بوسہ لینے سے منع کرے بلکہ یورپ میں یہ تمام مکروہ باتیں نہائت بے تکلفی سے رائج ہیں اور پردہ پوشی کیلئے ان کاموں کے نام پاک محبّت رکھا جاتا ہے سو یہ ناقص تعلیم کے بدنتایج ہیں۔ اسلام میں یہہ دستور تھا کہ اگر کوئی ایسے سفر میں جاتا جسمیں کئی سال کی توقف ہوتی تو وہ عورت کو ساتھ لیجاتا یا اگر عورت ساتھ جانا نہ چاہتی تو وہ ایک دوسرا نکاح اُس ملک میں کر لیتا لیکن عیسائی مذہب میں چونکہ اشد ضرورتوں کے وقت میں بھی دوسرا نکاح ناجائز ہے اسلیئے بڑے بڑے مدبر عیسائی قوم کے جب ان مشکلات میں آپڑتے ہیں تو نکاح کی طرف اُن کو ہرگز توجہ نہیں ہوتی اور بڑے شوق سے حرامکاری میں مبتلا ہو جاتے ہیں جن لوگوں نے ایکٹ چھاونی ہائے نمبر ۱۳ ۱۸۸۹ء پڑھا ہوگا وہ اس بات کی شہادت دے سکتے ہیں کہ عیسائی مذہب کی پابندی کیوجہ سے ہماری مدبر گورنمنٹ کو بھی یہی مشکلات پیش آگئیں ناظرین جانتے ہیں کہ یہہ گورنمنٹ کس قدر دانا اور دوراندیش اور اپنے تمام کاموں میں بااحتیاط ہے اور کیسی کیسی عمدہ تدابیر رفاہ عام کے لئے اوس کے ہاتھ سے نکلتی ہیں اور کیسے کیسے حکما اور فلاسفر یورپ میں اُسکے زیر سایہ رہتے ہیں مگر تاہم یہ دانا گورنمنٹ مذہبی روکونکی وجہ سے اس کام میں احسن تدابیر پیدا کرنے سے ناکام رہی ہے یوں تو اس گورنمنٹ نے اپنی تدابیر اور حکمت اور ایجادات سے یونانیوں کے علوم کو بھی خاک میں ملا دیا مگر جس انتظام میں مذہب کی روک واقع ہوئی اس کی درست کرنے اور ناقابل اعتراض بنانے میں گورنمنٹ قادر نہ ہوسکی اس بات کے سمجھنے کیلئے وہی نمونہ ایکٹ نمبر ۱۳ ۱۸۸۹ء کافی ہے کہ جب گوروں کو اس ملک میں نکاح کی ضرورت ہوئی تو مذہبی روکوں کی وجہ سے نکاح کا انتظام نہ ہوسکا اور نہ گورنمنٹ اس فطرتی قانون کو تبدیل کر سکی جو جذبات شہوت کے متعلق ہے آخر یہہ قبول کیا گیا کہ گوروں کا بازاری عورتوں سے ناجائز تعلق ہو کاش اگر اسکی جگہ

مسیح موعود کا غیروں سے خطاب

اے سفہاء الوادر اندھو مجھ سے پہلے کون صادق ضائع ہوا جو میں ضائع ہو جاؤں گا۔ کس سچے وفادار کو خدا نے ذلت کے ساتھ ہلاک کر دیا جو مجھے ہلاک کریگا یقیناً یاد رکھو اور کان کھولکر سنو کہ میری روح ہلاک ہونیوالی روح نہیں اور میری سرشت میں ناکامی کا خمیر نہیں مجھے وہ ہمت اور صدق بخشا گیا ہے جس کے آگے پہاڑ ہیچ ہیں۔ میں کسی کی پروا نہیں رکھتا۔ میں اکیلا تھا اور اکیلا رہنے پر ناراض نہیں کیا خدا مجھے چھوڑ دیگا کبھی نہیں چھوڑیگا کیا وہ مجھے ضایع کر دیگا۔ کبھی نہیں ضائع کرے گا۔ دشمن ذلیل ہونگے اور حاسد شرمندہ اور خدا اپنے بندہ کو ہر میدان میں فتح دیگا۔ میں اسکے ساتھ وہ میرے ساتھ ہے کوئی چیز ہمارا پیوند توڑ نہیں سکتی اور مجھے اسکی عزت اور جلال کی قسم ہے کہ مجھے دنیا اور آخرت میں اس سے زیادہ کوئی چیز بھی پیاری نہیں کہ اس کے دین کی عظمت ظاہر ہو اس کا جلال چمکے اور اوسکا بول بولا ہو کسی ابتلا سے اس کے فضل کے ساتھ مجھے خوف نہیں اگرچہ ایک ابتلا نہیں کروڑ ابتلا ہو۔ ابتلاؤں کے میدان اور دکھوں کے جنگل میں مجھے طاقت دیگئی ہے ؎

من نہ آنستم کہ روز جنگ بینی پشت من
آن منم کاندر میان خاک و خون بینی سرے

اپنوں سے خطاب

پس اگر کوئی میرے قدم پر چلنا نہیں چاہتا تو مجھ سے الگ ہو جائے مجھے کیا معلوم ہے کہ ابھی کون کونسے ہولناک جنگل اور پرخار بادیہ درپیش ہیں جن کو میں نے طے کرنا ہے پس جن لوگوں کے نازک پیر ہیں وہ کیوں میرے ساتھ مصیبت اوٹھاتے ہیں جو میرے ہیں وہ مجھ سے جدا نہیں ہو سکتے نہ مصیبت سے نہ لوگوں کے سب و شتم سے نہ آسمانی ابتلاؤں اور آزمائشوں سے اور میرے نہیں وہ عبث دوستی کا دم مارتے ہیں۔ کیونکہ وہ عنقریب الگ کئے جاینگے اور اون کا پچھلا حال اون کے پہلے سے بدتر ہوگا کیا ہم زلزلوں سے ڈر سکتے ہیں کیا ہم خدا تعالیٰ کے راہ میں ابتلاؤں سے خوفناک ہو جائیں گے۔ کیا ہم اپنے پیارے خدا کی کسی آزمائش سے جدا ہو سکتے ہیں۔ ہرگز نہیں ہو سکتے۔ مگر محض اوس کے فضل اور رحمت سے۔ پس جو جدا ہونے والے ہیں جدا ہو جائیں اون کو وداع کا سلام۔ لیکن یاد رکھیں کہ بدظنی اور قطع تعلق کے بعد اگر پھر کسیوقت جھکیں تو اس جھکنے کی عنداللہ ایسی عزت نہیں ہوگی جو وفادار لوگ عزت پاتے ہیں کیونکہ بدظنی اور غداری کا داغ بہت ہی بڑا داغ ہے ؎

اکنوں ہزار عذر بیاری گناہ را
مرشوئے کردہ را نبود زیب دختری

عیسائیوں میں کثرت ازدواج

ناظرین کی دلچسپی کے لئے ہم ذیل میں مخدوم مکرم جناب مفتی محمد صادق صاحب کا عنایت کردہ مضمون درج کرتے ہیں جو اونکو فرقہ مارمن کے پریزیڈنٹ نے کھلی چھٹی کے نام سے اشاعت کے لئے بھیجا ہے اور وہ یہ ہے۔ ایڈیٹر

سی آر سگے نائیڈ چرچ کے پریزیڈنٹ اور اخبار سینٹس ہیرلڈ سے ایڈیٹر مسٹر جوزف سمتھ کی نام کھلی چھٹی۔

جناب من اخبار ہیرلڈ مورخہ ۱۲۔ مارچ کے صفحہ ۲۰۲ پر میں نے ذیل کے ریمارکس اپنے حق میں پڑھے ہیں۔ "اپنی اولاد پر مغرور" اور اخبار **ملی نیل سٹار** مورخہ ۲۱۔ فروری ۱۹۰۱ء میں یوں رقمطراز ہے۔ "ایلڈر اے۔ ایم سمتھ سکنہ شہر سالٹ لیک (واقعہ ملک امریکہ) ملازم ہسٹوریل آفس جو اسوقت ۷۱ سال کی عمر کا ہے۔ اور اور معاملات پر قلم اوٹھاتا ہوا بعض وقت قدیم زمانہ کے دلچسپ حالات بھی شایع کرتا ہے۔ جنکو کہ ہم اپنے اخبار **سٹار** میں درج کرتے ہیں۔ امید ہے کہ ہمارا دوست یہ جرات معاف فرمائینگے +

"بحرالکاہل کے جزائر میں میرے چار مشنری رہتے ہیں میرے بیٹے بھی مشنری کا کام کرتے ہیں جس سے مجھے بہت خوشی ہوتی ہے۔ میری تین مختلف بیویوں میں سے پچھلے سال دو پوتے ایک پوتی پیدا ہوئی ایک کے پینکا میں ایک فلپ نوس اور ایک یوٹ میں یوٹہ کے لوگوں نے غالباً کثرت ازدواجی کی رسم کو ترک کر دیا ہے اور اون کے نزدیک یہ رسم ایک لاوارث چھٹی کی طرح ہے ایسی ایسی باتوں سے جو وقتاً فوقتاً شایع ہوتی ہیں زیادہ تر یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ ازسرنو اپنی اون ناپاک رسومات کو اختیار کرنیکے لئے موقع کی تلاش میں ہے"

آپ کی یہہ سخت نکتہ چینی مجھے یہہ کہنے پر مجبور کرتی ہے کہ کثرت ازدواجی کا اشارہ جو میری طرف کیا جاتا ہے۔ یہ سراسر بے موقعہ اور بے بنیاد ہے۔ میرے تینوں پوتوں کی تینوں دادیوں میں سے ایک چند سال ہوئے فوت ہو چکی ہے اور دوسری دو اسوقت معمر ہیں جن کے سب سے چھوٹے بچے ۱۵۔ سال کی عمر کے ہیں۔ میں اب ۷۱ سال کا ہو لچا ہوں پس اس سے آپ فوراً دیکھ سکتے ہیں کہ جہاں تک میرا اور میرے عیال کا تعلق ہے ہم کسی طرح بھی اسکی قرارداد کثرت ازدواج کی ناپاک رسومات کو ازسرنو اختیار کرنے کے لیے موقعہ کی تلاش نہیں کر سکتے۔

"افسوس کہ آپ اسے ناپاک رسم کہتے ہیں۔ اے سینٹ جوزف آپ کبتک اس جہالت میں پھنسے رہوگے کیا تم اسے ناپاک رسم کہتے ہو اور ہم لوگوں کو بڑی گستاخی سے عیاش کا خطاب دیتے ہو۔ آپ اور آپ کے بزرگ مجنونانہ طور سے کثرت ازدواج کے مسئلہ پر نفرت آمیز کلمات کا اظہار کرتے ہیں۔ حالانکہ مجھے خوب معلوم ہے کہ یہ طریق تمہارے **غیر فانی خدا** وند نے جاری کیا اور تمہارے ہی **ہائیرم** اور دوسرے بزرگوں نے اس کو عملی طور پر کارتھج کے کشت و خون سے پہلے کر کے دکھایا اور یہ بات کہ عیسائی بزرگ باوجود ہر طرح کی تنگی اور ترشی کے اپنے عیال اور بچوں کی تعلیم و تربیت کا سامان بہم پہنچانے میں انکار نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن یہ کہ ہم کثرت ازدواج کی رسم کو جاری کرنے کا موقعہ ڈھونڈتے ہیں۔ سراسر کمینہ اور وحشیانہ حملہ ہے جو آپ جیسے شریف آدمی کی شان سے بعید ہے۔

رہا یہہ امر کہ کثرت ازدواج کی ناپاک رسم جیسا کہ آپ اسے کہتے ہیں کہ یسوع مسیح کے کلیسا کے بزرگوں نے کثرت ازدواجی کی ناپاک عمل کی متعلق جیسا کہ آپ یسوع مسیح کے کلیسا کے بزرگوں سے بیان کرو اتنے میں ہیرلیڈ کے ناظرین کے لئے چند واقعات دلائل اور نظائر جو اون تحریکات و جذبات کے متعلق ہیں اور جو اس پاک شادی کے رسوم کے تحت ہیں جس سے دنیا بلکلی جاہل ہے بیان کرتا ہوں۔ ہم مانتے ہیں اور صریح اقرار کرتے ہیں کہ زناکاری اور حرامکاری اور بے حیائی خواہ کسی قسم کی ہو۔ ہماری روحوں کی ہر ایک حس اوسے مکروہ جانتی ہے اور زنا کا گناہ ہمارے نزدیک قتل کے برابر ہے تمام ہمارے قوانین ضوابط اور فیصلے دینی یا دنیوی حیثیت سے کلیسا کے ابتدا سے اتبک اسی طرح تسلیم کئے گئے ہیں زنا کا جرم سخت سے سخت سزا کا مستوجب ہے اور ایسا آدمی ہرگز کسی گرجے کی ممبری کے لائق نہیں اور نہ وہ آسمانی بادشاہت میں داخل ہو سکتا ہے اور نہ خداوند کی مقدس ہیکل میں باریابی حاصل کر سکتا ہے۔ چنانچہ بڑے بڑے محققوں اور مذہبی مناددں نے اپنے خطبوں اور وعظوں میں بڑی استحکام کے ساتھ اس بات کو بیان کیا ہے۔ فرقہ مارمن کا مخالف گروہ بزرگان دین کے طریق عمل کو اپنے اعمال کے ترازو میں وزن کرتا ہے۔ اس لئے وہ اس مقدس اصول تک رسائی حاصل نہیں کر سکتا۔ جس کے لئے ہم کہتے ہیں کہ ہماری غائت اور مقصود کثرت ازدواج سے اولاد کا حاصل کرنا ہے اور یہ نعمت خداداد ہے ہمارے بچے ابد تک ہمارے ساتھ رہیں گے۔ اور اگر وہ اور ہم خدا کے فضل کے مستحق ہوئے تو

جنت میں ایکدوسرے کی رفاقت کا لطف اٹھائینگے ہم دنیا دی اشیاء سے کوئی اشیاء قبر کے ورے اپنے ساتھ نہیں لیجا سکتے لیکن ہم اپنے بچوں کو ساتھ لیجا سکتے ہیں جو ہماری ابدی میراث ہے۔

تمام عہد عتیق و جدید میں اولاد والی عورت ایک الہی برکت و نعمت سمجھی گئی ہے اور بانجھ عورت قاعدہ کے موافق خدا تعالیٰ کی نارضامندی کا نشانہ ہے۔ مارمن لوگ یا دوسرے محض ایک بیوی والوں کا گروہ ہوگا اگر وہ کسی ناپاک اور بری رسومات کی پیروی کریں جیسا کہ آپ ایک مقدس رسم شادی کو جو پاکیزہ کرنے والی ہے بری ٹھہراتے ہیں۔ گویا یہ رسم ناپاک جذبات کی سیری کیلئے ہے۔ باوجودیکہ سخت سے سخت تکلیفیں پہنچتی ہیں اور قتل و جرمانہ و قید کی دھمکیں دیجاتی ہیں۔ املاک ضبط کیجاتی ہیں بچے اور عورتیں ستائے جاتے ہیں گھر بنے منہدم کئے جاتے ہیں۔ مگر ایں ہمہ یہہ سب تکالیف فقط اس کثرت ازدواج جیسی بری رسم کے قبول کرنے سے اپنے اور اپنے بچوں کے سر پر ہمکو لینی پڑتی ہیں۔ بھلا کہ اگر ہم ایک ہی عورت رکھتے جیسا کہ یورپ میں رواج ہے تو کیا عیسائی دنیا میں آگے کیا کم بدکاری تھی جس سے ہمکو زیادہ فکر ہوتا جب ایک عورت رکھنے سے بھی تمام عیسائی دنیا بدکاری اور حرامکاری میں مستغرق ہے تو ہمکو اگر کثرت ازدواج عیاشی کی خاطر تھا تو یہی بات سد راہ ہوتی۔ ہمارے لئے تو ایک لعنت تھی کہ عیالداری کا بوجھ کبھی نہ اٹھانا پڑتا بچوں اور ان کی تعلیم کے لئے بار نہ اٹھانا پڑتا اور عیاشی بھی ہوجاتی الغرض یہہ ایک کمینہ خیال ہے جو کمینہ دل سے پیدا ہوتا ہے۔

مارمن لوگ پاک امن۔ محنتی۔ معتدل مزاج صفائی پسند۔ کفایت شعار اور بہادر ہیں اور ہر ایک آدمی جو ان کو جانتا ہے واقف ہے کہ وہ ہر ایک بدکاری سے سخت متنفر ہیں اور ہر ایک کلیسا کے بدنام کرنیوالی شرارت سے مجتنب چنانچہ تمام اونکی کتابیں اور خطبات اُن کے اس حال کے مصدق یعنی جب آپ کے بڑے اور اعلیٰ بزرگ نے شادی کا پیغام حاصل کیا اس نے کہا تھا کہ اگر یہہ رسم قائم کیجاوے تو یہہ تمام قوموں کو تندرست کر دیگی اور اون کے گناہ کا خدام جاتا رہے گا تو کیا اب تو ہیں اس آسمانی نسخہ کی طاقت نہیں کہ وہ قومی امراض کے دور کرنے کے لئے اس کی خواستگار نہیں۔

جناب نے کبھی عیسائی دنیا کے بدمعاشوں حرامکاروں۔ زانیوں۔ چوروں . . . . . . وغیرہ وغیرہ اشخاص کا بھی خیال کیا ہے۔ اور بچہ کشوں طلاق دینے والوں وطرح طرح کے بدمعاشوں کا بھی جن سے عیسائی دنیا بدنام ہے امریکہ اور یورپ کے کتنے شہر ہیں جو میدانوں کے شہروں سے (یعنے سدوم و گمورا) زیادہ پاک و صاف ہیں حالانکہ وہ آسمانی آگ نے ہلاک کئے گئے جب میں واشنگٹن شہر میں تھا مجھے ایک مدبر نے جو ہماری نیک عادات سے واقف تھا نہایت سنجیدہ مزاجی سے بتایا کہ کانگرس کے اجلاس میں کوئی ایک عورت سوائے آزادی کی دیوی کے جو دار الخلافہ کے گنبد پر لوگوں کی دستبرد سے محفوظ تھی بیجا حملہ سے بچ نہ سکی۔

مسیح کی جلالی انجیل تو بیشک شادی کی رسم کو پاک اور معزز بنانا چاہتی ہے اگر اسکے موافق عمل کیا جاوے تو دنیا ہی بہشت ہوجاوے اور یہی مرد اور عورت ایک آرام کی زندگی بسر کریں اور نیک مادر زمین بھی اپنے کمینہ اور گرے ہوئے بچوں کی تکلیف سے چھوٹ جاوے اگر قومیں اپنی مریضی حالت سے چنگی ہوجاویں اور بے انت فریب خوردہ میگلین سرشت کے انسانوں کے قویٰ اوس ذریعہ سے سدھر جاویں تو دنیا خالی خیال اور پاک باطن انسانوں سے بھرجاویگی حتیٰ کہ خدا کا مظہر بن جاوے گی اور دنیا میں کیسی باقاعدگی اور انتظام کے اصول قائم ہوجاویں گے اور دنیا خوشی کے جوش سے ہوشعنا پکار اٹھیگی

یہہ دلیل جو معترضین کیطرف سے پیش کیجاتی ہے کہ دنیا میں مرد اور عورت کی تعداد برابر ہے اگر ایک آدمی کئی شادیں کرلیوے تو دوسرے بے جورو رہ جاویں گے بالکل بودی اور سراسر گستاخانہ ہے آپ جانتے ہیں کہ دنیا میں ایک تہائی اشخاص ایسے ہیں جو شادی کرنا پسند ہی نہیں کرتے اور دوسرے ایک تہائی وہ لوگ ہیں قریبا فیصدی پر جو بچوں اور عورتوں کی رفاقت کے لائق نہیں اور باقی ایسے رہ گئے جو بچوں اور عیال کی پرواہ کرتے ہیں بچہ کشی اور خوفناک اسقاط وغیرہ کے کیس چھوڑ کر ایسے لوگ بھی ہیں جو روپیہ پیسہ کی خاطر شادی کرتے ہیں۔

لیکن مردوں کے علاوہ عورتوں کے ساتھ یہہ حالت نہیں چنانچہ مستورات کے بڑے مربی مسٹر ہملٹن صاحب نے اس طرح بیان کیا ہے "لاکھوں میں سے کوئی بھی عورت ایسی نہیں جسکو جب موقع لگے شادی کرنے کے لئے رضامند نہ ہو میں یہ بات ایسی پختہ طور پر جانتا ہوں جیسے کہ آسمان پر ستاروں کو دیکھتا ہوں گو کہ سورج کی روشنی ہی ہو تب بھی میں ستاروں کے چمکنے کا قائل ہوں۔

عقلمند ہو یا بیوقوف خوبصورت ہو یا بدصورت اگر تمام شادی کو اس کے جائز اصول پر کریں اور اس کے متعلق فرائض و ہدایات کی پابندی کریں تو دنیا اون کے لئے باغ ارم ہوجاوے گی دنیا کی کوئی حالت اس پاک اور محبوب کی آگ کو جو خاندان کے چولہے میں جلتی ہے ایسے دلچسپ اور محبوب ترین حالت میں کبھی بدل نہیں سکتی اور بغیر زناشوئی اور مادرانہ محبت کے اس کی طبیعت کی خوبیاں مخفی رہتی ہیں اور محبت کا چشمہ بند رہتا ہے"

آپ کی بے عیب بعض انصاف پسندی سے ایسی اکتائی ہوئی ہے کہ آپ بار بار اصرار کر رہے ہیں۔ کہ ایک آدمی کو ایک سے زیادہ بیویاں کرنی نہ چاہئیں تا نہ ہو کہ دوسرا شخص مجبور تجرد اختیار کرے۔ بھلا آپ کی فرضی مثال اور دل خوش کن خیال ایک بیوی کا کیا حقیقت رکھتا ہے۔ جبکہ بیشمار اشخاص ایک بیوی رکھکر بھی دوسرے ناپاک ذریعہ سے عملی طور پر کثرت ازدواج کی ضرورت کو ثابت کرتے ہیں

میں خوب جانتا ہوں کہ آپ تین عورتیں رکھ چکے ہو جنکے بطن سے تین لڑکے لڑکیاں پیدا ہوئیں اور تم بڑھاپے کو پہنچ چکے ہو۔

کیا تم اسوقت ان بوڑھی عورتوں کی پرواہ نہ کروگے یا دو عورتیں چھوڑ کر ایک کی ہوکر رہوگے اس لحاظ سے تم نے اول اپنے دو آدمی شادی سے محروم کئے اور پھر کسی دو اور کو محروم کروگے اور دوسری بات یہہ ہے کہ تمکو اس زندگی پر تین عورتوں پر کیا حق حاصل ہے حالانکہ تمہارے ایسا کرنے سے دو اور آدمی مجرد رہے اور یہ آپکی نفس پرستی کیا نہیں الزام آپ ہم پر یہ نہیں لگاتے کیا اس قسم کے اعتراض جیسے ایک بیوی والے کرتے ہیں کثرت ازدواج والے نہیں کر سکتے۔ مردم شماری کے بارے میں جو آپ نے اشارہ کیا ہے کہ وہاں مردوں کا شمار عورتوں کی نسبت زیادہ ہے اور جسکو آپ قانون قدرت کے لحاظ سے مطابق کرنا چاہتے ہیں مگر افسوس ہے کہ ایک بات آپ کے بیان سے رہ گئی ہے وہ یہہ کہ اس مردم شماری میں ایک تہائی آبادی حبشی اور چینی عورتوں کی ہے تو اس صورت میں جبتک ایک عورت کئی خاوند نہ کرے ممکن نہیں کہ تنے آدمی بے زن نہ رہ سکیں

میرے جو دوست یہ کہتے ہیں کہ عورتوں کی تعداد مردوں کی نسبت کہیں زیادہ ہے اس صورت میں جبتک آدمی زیادہ بیویاں نہ کرے ممکن نہیں عورتیں بے خاوند نہ رہجائیں۔ اور یہ بھی قانون قدرت کے عین موافق ہے اس تمام قضیئے میں جو فریق مخالف کثرت ازدواج کیطرف سے قائم کیا جاتا ہے اس میں عورتوں اور بچوں

کے جائز اور مستحسن مدعا کو بالکل ذلیل کیا گیا ہے میں نہایت ادب اور سنجیدگی سے عرض کرتا ہوں کہ بھلا اس پاک رسم کثرت ازدواجی کو چھوڑ کر سوسائٹی کسقدر نقصانات کی متحمل ہوگی۔ اگر یہی معاملہ کسی دانشمند کے سامنے پیش کیا جائے تو یہہ ایک بچوں اور عورتوں نے جائز حقوق کا عیاشی کے خلاف مقدمہ ہوگا جس پر ترقی و تنزل بنی نوع انسان موقوف ہے۔ کیسے وہ لوگ قابل قدر ہیں جو اولاد کی خاطر کثرت ازدواجی کو رواج دیتے ہیں اور اپنی ذمہ واریوں کو خدا کی منشاء کے موافق بڑھاتے ہیں۔ یا وہ اپنے نفس کی خواہش کے موافق ہر ایک جذبات کے غلام بننا پسند کرتے ہیں۔ انسان کو اللہ تعالیٰ نے ایسی ایک قوت عطا کی ہے جو بقائے نسل کی غرض سے اوس میں ودیعت کی گئی ہے۔ اس لئے قدرتی طور پر اس الہی منشاء کو محدود کرنے کے لئے کوئی قدرتی سامان مقرر نہیں کیا گیا۔ مرد کو بے تعداد بچوں کا باپ بننیکا وصف عطا کیا ہوا ہے۔ مگر عورت کو یہہ وصف نہیں دیا بلکہ خاص حد کے بعد وہ اولاد کے قابل نہیں رہتی۔ زبور کے حامل حضرت داؤد علیہ السلام کامل طور پر اس خدمت کو منشاء الہی تو سمجھتے تھے۔ اون کی کتاب زبور کو غور سے پڑھو انسان کے فرائض کے متعلق کیسی مدح سرائی کی ہے۔

"دیکھو بیٹے خداوند کی میراث ہیں اور
رحم کا پھل انسان کا اجر ہے جیسا تیر تیر انداز
کے ہاتھ میں ہے ویسا ہی جوانی کے بچے ہیں۔
خوش ہے وہ انسان جس کی ترکش بھری
ہوئی ہے ایسے لوگ شرمندگی نہیں
اوٹھائیں گے بلکہ دشمن کا مقابلہ عین شہر
کے پھاٹک پر کریں گے"

اب میں جملہ معترضہ کے طور پر پوچھتا ہوں۔ کہ کیا داؤد کثرت اولاد پر ناز نہیں کرتا تھا۔ اور کیا انسان کے لئے ذلیل ترین و مہلک امراض مثل سوزاک آتشک کوڑھ وغیرہ سے جسمیں تمام عیسائی دنیا کثرت سے مبتلا ہے بچنا ضروری نہیں۔

اور یہ بات آپ سے پوشیدہ نہیں کہ مہذب دنیا (یعنے عیسائی دنیا) میں لاکھوں ایسی بیکس عورتیں ہیں۔ جنکو اون کے ظالم خاوندوں نے دھتکار کر نکال دیا ہے یا وہ جو بانجھ ہیں پس کیسے نادان بے رحم قانون قدرت کے خلاف کرنے والے سفاک آدمی وہ ہیں جو عظیم الشان انسانوں کے طریق و روش کو بھلا دیتے ہیں جنہوں نے بانجھ عورت کے نقصانات اور صاحب اولاد عورت کے فوائد کو بسط سے بیان کیا ہے۔ سونا اور چاندی اکٹھا کر لینا اور بڑے بڑے کارخانوں کا مالک بن جانا یا ایک مشہور تاجر ہونا بڑے بھارے بھیڑوں اور مویشیوں کے گلوں کا مالک ہونا کونسی فخر کی بات ہے جبتک

انسان ایسی عورت حاصل کرنے کی کوشش نہ کرے جو اوس کے لئے اولاد پیدا کرے یہی وہ مدعا ہے جسکی تڑپ ہر ایک انسان میں اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہے اور جس کے لئے وہ دعائیں مانگتا ہے تا اوس کا کوئی نام لینے والا ابد تک باقی رہے جو ایک اجر دوام کا باعث ہے آپ میرے حق میں فرماتے ہیں کہ میں اپنی کثرت اولاد پر فخر کرنیوالا ہوں واقعی یہہ نعمت خدا داد ہے۔ وہی خدا ہمارا مددگار رہے۔ اوس اولاد کی رانی مائیں دل سے چاہتی ہیں کہ ہمارے بارہ لڑکے طاقت اور شوکت کا مجموعہ ہو جاویں اور انسانی نسل میں مادی اور روحانی فوائد نشو و نما کرنے میں ہمیشہ تک ساعی رہیں + ہمارے دو نو لڑکے شہر منیلا میں اپنے قومی جھنڈے کی حفاظت پر ہیں۔ یوٹہ کی مشہور مورچہ بندی پر والنٹیر تھے۔ یہہ بیان کرنا خالی از لطف نہ ہوگا کہ ہمارے مورث اعلیٰ حضرت یعقوب کے بارہ فرزند چار بیویوں سے پیدا ہوئے تھے آپ کی اون کے بارے میں کیا رائے ہے کیا میرے جیسا غریب آدمی اگر بارہ لڑکے چار بیویوں سے حاصل کرے اور نئی یروشلم میں اوس کے بیچے داخل ہو جس کے مقدس دروازے پر اوس کے بارہ لڑکوں کا غیر فانی نام کندہ ہے جو اوس کے لئے اوس کی چار بیویوں سے پیدا ہوئے تو آپ نے ہمارے اس معزز رشتہ کو جو یعقوب کے ساتھ بلحاظ کثرت ازدواج و کثرت اولاد ہے۔ کیونکہ قابل طعن و تشنیع سمجھتے ہیں آپ کی تمام عمر اس پاک رسم کی تردید میں گزر گئی جس کے سبب سے حضرت یعقوب ابد تک مشہور رہو گئے تو کیا آپ یا آپ کا نامہ نگار اس مقدس انسان کو قابل تقلید سمجھتا ہے یا نہیں۔ کیا یہہ ضروری نہیں کہ ایسے عظیم الشان انسان کی اولاد اپنے جد امجد کی نقش قدم پر چلے جس پر چلنا اون کے لئے فخر کا باعث ہے۔ کیسے افسوس کی بات ہوگی اتنے بڑے پیغمبر کی اولاد اوسکی پیروی نہ کرے۔

میں آپ کے والدین کو خوب جانتا ہوں وہ جب ہم کونیسی میں رہتے تھے ہمارے ہی پاس آکر ٹھہرا کرتے تھے۔ اگرچہ یہ خط معمول سے زیادہ لمبا ہو گیا ہے مگر میں آپ کی انصاف پسند طبیعت سے توقع رکھتا ہوں کہ آپ اس کی اشاعت کے ضرور حامی ہونگے۔ نیز یہ آپ کی طعن و تشنیع کے خط سے زیادہ طول نہ ہوگا۔ والسلام

بڑے ادب سے وغیرہ وغیرہ
اپنی کثرت اولاد پر فخر کرنیوالا اور دعا کرنے والا
کہ زمانہ دراز تک خدا اوس کو جنگل کے شاہ بلوط
کے درخت کیطرح کثرت سے پھیلنے والا کرے
(ایلٹن مسٹر)

رؤیا صادقہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ ۴ مئی سنہ ۱۹۰۳ء کی رات کو سوتے ہوئے یہہ الفاظ میری زبان پر آئے جیسا کہ کسی کا پتہ بتایا جاتا ہے۔ آصف آباد مسجد سلطان روم نظام الدین محمد زیرک خان آخری نام اب ایسا ہی یاد پڑتا ہے کہ پہلے نظام الدین تھا پھر چند سیکنڈ کا وقفہ ہوا اور پھر دوسرا نام ہوا۔ اسواسطے مجھے کچھ نام میں شبہ سا رہا مگر اغلب ایسا ہی تھا جیسا کہ لکھا گیا ہے صبح کو میں نے یہ خواب کئی دوستوں کے سامنے ذکر کی۔ پھر حضرت مسیح کی مجلس میں بھی عرض کیا گیا آپ نے فرمایا کہ اس سے اس کا کچھ تعلق ہوگا (ٹھیک الفاظ تو یاد نہیں ہے۔ ایسا ہی مطلب تھا۔ اب میں حیران تھا کہ الہی یہہ کیا ماجرا؟ اخبار الحکم نمبر ۱۸ جلد ۷ مورخہ ۱۷ مئی میں بطور استفسار کے یہ خواب شائع کیا گیا۔ بعض دوستوں کی رائے سے یہ قرار پایا کہ ایک کارڈ اس پتہ پر بھیج دیں شاید کسی کو ملے اور کچھ راز معلوم ہو۔ جغرافیوں اور ڈاکخانوں کی کتابوں میں کہیں آصف آباد کا پتہ نہ چلا مگر توکلاً علی اللہ اسیدن ایک جوابی کارڈ لکھکر اس پتہ پر روانہ کیا گیا۔ کارڈ کا مضمون صرف اتنا تھا۔ کہ اگر آپکو یہ کارڈ ملے تو جواب سے جلد سرفراز فرماویں اس میں کچھ راز ہے مفصل حالات پر پھر اطلاع ہوگی دوسرے دن یعنی ۵ مئی کو ایک اور کارڈ جوابی نہ تھا ڈاک میں ڈالا گیا۔ مگر اس ڈاک میں میں نے اپنا خواب بھی لکھ دیا تا کہ مکتوب الیہ نامعلوم کو اس ناگہانی خط و کتابت کا سبب بھی معلوم ہو۔ ایک ماہ تک ان دونو کارڈوں کا کچھ پتہ نہ آیا اور نہ اخبار کا کوئی جواب ہمکو لا۔ لیکن اور بعض او دوست اس خیال میں تھے کہ اس نام کا شہر ایران یا روم میں ہوگا۔

چنانچہ ایران میں ایک دوست عبد المعرب کے نام بھی ایک خط لکھا گیا۔ ۸ جون کو دوسرا کارڈ جسمیں خواب درج تھا مختلف مقامات سے ہو کر میرے پاس واپس آیا کہ مکتوب الیہ کا پتہ نہیں ملتا۔ اس کارڈ پر ڈاکخانہ کی مہریں لگی ہوئی ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل ڈاکخانہ نے مکتوب الیہ اور اوس کے شہر کی تلاش میں بہت کوشش کی مگر پتہ نہیں ملا تب یہ خیال پختہ ہو گیا کہ یہ شہر آصف آباد ہندوستان میں نہیں ہے کہیں اور تلاش کرنا چاہئے۔ مگر دس جون سنہ ۱۹۰۳ء کو پہلا کارڈ جس میں خواب درج نہ تھا۔ اسکا جواب حیدرآباد سے ایک

صاحب محمد نظام الدین ساکن آصف نگر نے دیا کہ آپ کا کارڈ ملا ہے بسبب ملالت طبع جواب نہیں دے سکا اس کے بعد تیسرے دن یعنے ۱۲ جون کو انہیں صاحب کی طرف سے ایک ملفوف ملا جس سے معلوم ہوا کہ یہ آصف نگر کے رہنے والے اور حال میں سیف آباد میں مقیم ہیں غالباً ان کے اصلی وطن اور موجودہ مقام پر دو کا پتہ آصف آباد کے لفظ میں مجھے بتایا گیا اور وہ مسجد قطب شاہی میں شب باش تھے جب میں نے خواب دیکھی جو کہ مجھے مسجد سلطان روم کے نام سے بتلائی گئی ہے انکا اصلی نام نظام الدین ہے اور محمد زیرک خاں غالباً اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہونگے۔ بعض خوبیوں کا اظہار ہے۔ اس کا خط بعینہٖ نیچے درج کرتا ہوں۔ کیونکہ مجھے جو القا ہے اور اون کا خواب ہر دو ایک ہی رات یعنے ۴ مئی کی تھی اور میں اون سے اور وہ مجھ سے محض ناواقف تھے۔ یہ سارا معاملہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب علیہ الصلوات والسلام کی مسیحیت اور مہدیت اور خلافت کے واسطے ایک عجیب دلیل اور نشان ہے اور خواب کی حقیقت پر منکرین کے واسطے سوچنے اور غور کرنے کا مقام ہے۔

عاجز محمد صادق ہیڈ ماسٹر مدرسہ تعلیم الاسلام (قادیان)

مکرم مخدوم جناب مفتی محمد صادق صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں اپنے پاک پروردگار اور اوس کے برگزیدہ نبی محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی قسم کھا کر۔ آپکی گرامی خدمتمیں رویاء صادقہ تحریر کرتا ہوں اور امید رکھتا ہوں کہ آپ مراسلہ کو اخبار میں درج فرماوینگے فقط۔ راقم محمد نظام الدین ساکن کوچہ پٹو مونٹ اردد مدراس۔ حال مقیم حیدر آباد دکن ساکن سیف آباد

بتاریخ چار مئی ۱۹۰۳ء رات کے دو بجے بعد تہجد ادا کرنے کے مسجد قطب شاہی واقعہ آصف آباد میں میں سو رہا تھا اور یہ رویاء صادقہ مجھے ظاہر ہوا مسجد کے ممبر پر حضرت رسول خدا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں اور بہت سے پیغمبرین اور اولیاءِ عظام دست بستہ استادہ ہیں۔ رسول خدا کی زبان مبارک سے کچھ آیات عربی سنائے گئے اور تمامی سامعین نے مرحبا یا رسول اللہ کہنا شروع کیا۔ پس حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نیچے تشریف فرما کر اور ایک شخص کا ہاتھ پکڑ کر ارشاد فرما ہوئے۔

اے ناظرین تم اس شخص کو جانتے ہو۔ تمامی پیغمبران اور اولیاء کرام نے عرض کی یا رسول اللہ یہ خدا کا فرستادہ ہے اور مسیح موعود کے نام سے منجانب اللہ مقرر ہوا ہے۔ ہم لوگ اس کے تمامی احکام کے مقتدی ہیں اتنے میں حضرت رسول خدا آواز بلند یوں ارشاد فرماتے ہوئے کہ میرا باطنی وجود مرزا غلام احمد مسیح مسعود کے رنگ میں ظاہر ہوا۔ یعنے جو آگے دنیا میں ظاہر ہوا تھا۔ پوشیدگی طور سے ہوا تھا۔ اب جو ظاہر ہوا ہوں یہی میرا اصلی وجود ہے۔ رسالت کے ختم ہونے کی کنجی مرزا غلام احمد کے مسیح موعود کے ہاتھ میں دیدی ہے۔ جو شخص اوس پر ایمان لایا گویا وہ گذشتہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا جو شخص اوس پر ایمان نہیں لایا قیامت میں میں اوس کا شافعی نہیں ہونگا۔ مرزا غلام احمد مسیح موعود نے دست بستہ رسول مقبول سے یوں عرض کرنا شروع کیا۔ یا نبی اللہ۔ میں نے آپ کی پیشین گوئیوں کو پورا کیا اور خدا تعالیٰ کا کلام سنایا۔ لیکن مشرکین نے انکار کیا۔ بلکہ ایذا رسانی کے دیے ہوئے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کیا تم نہیں جانتے۔ جو ہم دنیا میں ان مشرکین اور منافقین سے کسقدر صدمے سہتے تھے اتنے میں تمامی لوگ گریہ وزاری کرنے لگے اور مرزا صاحب نے دست مبارک رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے سر پر رکھ کر یہ اشعار باواز بلند پڑھنے شروع کئے۔

جانم فدا شود برہِ دین مصطفےٰ
این است کام دل اگر آید میسّرم
ہر تار بود من بسراید بعشق او
از خود تہی واز غم آں لستان پرم

رویاءِ صادقہ حضرت مسیح موعود ع

۴ - جون ۱۹۰۳ء

خواب فرمایا ۲ یا ۳ بجے رات کو میں نے ایک خواب دیکھا کہ ایک جگہ پر معہ چند ایک دوستوں کے گیا ہوں وہ دوست وہی ہیں جو رات دن پاس رہتے ہیں ایک ان میں مخالف بھی معلوم ہوتا ہے اس کا سیاہ رنگ لمبا قد اور کپڑے چرکین ہیں۔ آگے جاتے ہوئے تین قبریں نظر آئی ہیں۔ ایک قبر کو دیکھ کر میں نے خیال کیا کہ والد صاحب کی قبر ہے اور دوسری قبریں سامنے نظر آئیں میں انکی طرف چلا اس قبر سے کچھ فاصلہ پر گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ صاحب قبر جسے میں نے والد کی قبر سمجھا تھا زندہ ہو کر قبر پر بیٹھا ہوا ہے۔ غور سے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ اور شکل ہے۔ والد صاحب کی شکل نہیں مگر خوب گورا رنگ پتلا بدن فربہ چہرہ ہے میں نے سمجھا کہ اس قبر میں یہی تھا۔ اتنے میں اس نے آگے ہاتھ بڑھایا کہ مصافحہ کرے میں نے مصافحہ کیا اور نام پوچھا تو اس نے کہا نظام الدین پھر ہم وہاں سے چلے آئے۔ آتے ہوئے میں نے اسی مقام دیا کہ پیغمبر خدا صلعم اور والد صاحب کو السلام علیکم کہہ چھوڑنا۔ راستہ میں میں نے اس مخالف سے پوچھا کہ آج جو ہم نے عظیم الشان معجزہ دیکھا کیا اب بھی نہ مانوگے تو اس نے جواب دیا کہ اب تو حد ہوگئی اب بھی نہ مانوں تو کب مانوں۔ مردہ زندہ ہوگیا ہے اس کے بعد الہام ہوا سلیمٌ... امہ مستبشرا کچھ حصہ الہام کا یاد نہیں رہا۔

والد کا زندہ ہونا یا کسی اور مردہ کا زندہ ہونا کسی مردہ امر کا زندہ ہونا ہے میں نے اس سے یہ بھی سمجھا کہ ہمارا کام والدین کے رفع درجات کا بھی موجب ہے۔

حضرت امام الملۃ حجۃ اللہ کے مکتوبات

حضرت حکیم الامۃ کے نام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

مخدومی مکرمی اخویم مولوی نورالدین صاحب سلمہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ عنایت نامہ پہنچا اس عاجز نے جو آپ کی طرف لکھا تھا وہ صرف دوستانہ طور پر بعض اسرار الہامیہ پر مطلع کرنیکی غرض سے لکھا گیا تھا۔ کیونکہ اس عاجز کی یہ عادت ہے کہ اپنے احباب کو اُنکی قوت ایمانی بڑھانے کی غرض سے کچھ کچھ امور غیبیہ بتلا دیتا ہے اور اصل حال اس عاجز کا یہ ہے کہ جب سے اس تیسرے نکاح کے لئے اشارہ غیبی ہوا ہے تب سے خود طبیعت متفکر و متردد ہے اور حکم الٰہی سے گریز کی جگہ نہیں مگر بالطبع طبیعت کارہ ہے اور ہر چند اول اول یہ چاہا کہ یہ امر غیبی موقوف رہے لیکن متواتر الہامات و کشوف اس بات پر دلالت کر رہے ہیں کہ یہ تقدیر مبرم ہے۔ بہرحال عاجز نے یہ عہد کر لیا ہے کہ کیسا ہی موقعہ پیش آوے جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے صریح حکم سے اس کیلئے مجبور نہ کیا جاؤں تب تک کنارہ کش رہوں کیونکہ تعدادِ ازدواج کے بوجھ اور مکروہات ازحد زیادہ ہیں اور اسمیں خرابیاں بہت ہیں اور وہی لوگ اِن خرابیوں سے بچے رہتے ہیں جنکو اللہ جلشانہ اپنے ارادہ خاص سے اور اپنی کسی خاص مصلحت سے اور اپنے خاص اعلام و الہام سے اس بار گران کے اوٹھانے کے لئے مامور کرتا ہے تب اس میں بجائے مکروہات کے سراسر برکات ہوتے ہیں آپ کے نوکری چھوڑنے سے بظاہر دل کو رنج ہے مگر آپ نے کوئی

مصلحت سوچ لی ہو گی والسلام باقی خیریت ہے
والسلام خاکسار غلام احمد عفی عنہ ۲۰ جون ۱۸۸۶ء

نوٹ - جو لوگ حضرت حجۃ اللہ امام الملت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پاک ذات پر یہ اعتراض کیا کرتے ہیں کہ تیسرا نکاح جو عظیم پیشگوئی پر مبنی ہے نفسانیت کی وجہ سے ہے وہ اس کرامت نامہ کو خوب غور سے پڑھیں - اور سوچیں کہ آپ امر الٰہی کی کسقدر تعظیم کرتے ہیں اور اپنے افعال کو کس حد تک اللہ تعالیٰ کے اعلام والہام کے ماتحت رکھتے ہیں - (ایڈیٹر)

ایضاً

(اسی مضمون کے متعلق پہلا خط جسکا حوالہ دیا گیا ہے)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم - نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

مخدومی مکرمی اخویم مولوی نور الدین صاحب سلمہ تعالیٰ
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ - اسوقت ایک اشتہار دربارہ ازالہ اوہام مخالفین آپکی خدمت میں مرسل ہے چونکہ آپ تشبہ فاروقی کے مدعی ہیں اور یہ عاجز بھی نہایت درجہ آپ پر حسن ظن رکھتا ہے - اور اپنا مخلص اور دوست جانتا ہے اس لئے آپ کی طرف تعلق خاطر رہتا ہے جو عنایات خداوند کریم جلشانہٗ کی اس عاجز کے شامل حال ہیں ان کے بارے میں ہمیشہ یہی دل چاہتا ہے جو اپنے دوستوں سے کچھ اسمیں سے بیان کرتا رہوں اور بحکم واما بنعمۃ ربک فحدث تحدیث نعمت کا ثواب حاصل کروں سو آج آپ سے بھی جو میرے مخلص دوست ہیں - ایک واقعہ پیشگوئی کا بیان کرتا ہوں شائد چار ماہ کا عرصہ ہوا کہ اس عاجز پر ظاہر کیا گیا تھا کہ ایک فرزند قوی الطاقتین کامل الظاہر والباطن تمکو عطا کیا جاویگا اس کا نام بشیر ہوگا سو ابتک میرا قیاسی طور پر خیال تھا کہ شائد وہ فرزند مبارک اسی اہلیہ سے ہوگا اب زیادہ تر الہام اسبات میں ہو رہے ہیں کہ عنقریب ایک اور نکاح تمہیں کرنا پڑے گا اور جناب الٰہی میں یہ بات قرار پا چکی ہے کہ ایک پارسا طبع اور نیک سیرت اہلیہ تمہیں عطا ہوگی وہ صاحب اولاد ہوگی - اسمیں تعجب کی بات یہ ہے کہ جب یہ الہام ہوا تو ایک کشفی عالم میں چار پھل مجھکو دئے گئے تین ان میں سے آم کے پھل تھے مگر ایک پھل سبز رنگ بہت بڑا تھا وہ اس جہان کے پھلوں سے مشابہ نہیں تھا اگرچہ ابھی یہ الہامی بات نہیں مگر میرے دل میں یہ پڑتا ہے کہ وہ پھل جو اس جہان کے پھلوں میں سے نہیں ہے وہی مبارک لڑکا ہے کیونکہ کچھ شک نہیں کہ پھلوں سے مراد اولاد ہے اور جبکہ ایک طرف پارسا طبع اہلیہ کی بشارت دی گئی ہے اور ساتھ ہی کشفی طور پر چار پھل دئے گئے جن میں سے ایک پھل الگ وضع کا ہے سو یہی سمجھا جاتا ہے واللہ اعلم بالصواب ان دنوں میں اتفاقاً تیسری شادی کے لئے دو شخص نے تحریک کی تھی مگر جب ان کی نسبت استخارہ کیا گیا تو ایک عورت کی نسبت جواب ملا کہ اسکی قسمت میں ذلت و محتاجگی و بے عزتی ہے اور اس لائق نہیں کہ تمہاری اہلیہ ہو اور دوسری کی نسبت اشارہ ہوا کہ اس کی شکل اچھی نہیں - گویا یہ اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ صاحب صورت و صاحب سیرت لڑکا جسکی بشارت دی گئی وہ برعایت مناسبت ظاہری اہلیہ جمیلہ و پارسا طبع سے پیدا ہو سکتا ہے واللہ اعلم بالصواب - اب مخالفین آنکھوں کے اندھے اعتراض کرتے ہیں کہ کیوں اب کی دفعہ لڑکا پیدا نہیں ہوا - ان کے ابطال میں ایک دوست نے اشتہارات شائع کئے ہیں مگر میری دانست میں اس لڑکے کے تولد سے پہلے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ یہ تیسری شادی ہو جائے کیونکہ اس تیسری شادی میں اولاد ہونے کے اشارات پائے جاتے ہیں بہرحال اس تیسری شادی کا وقت نزدیک ہے اب دیکھیں کہ کس جگہ ارادہ ازلی نے اسکا ظہور مقدر کر رکھا ہے الہامات اس بارہ میں ... کثرت سے ہو رہے ہیں اور ربانی ارادہ میں کچھ جوش سا پایا جاتا ہے واللہ یفعل ما یشاء وھو علی کل شیء قدیر اپنی خیر و عافیت سے اطلاع بخشیں والسلام خاکسار غلام احمد عفی عنہ
از قادیان - ۸ - جون ۱۸۸۶ء -

نوٹ - اس مکتوب کو پڑھتے وقت حضرت حجۃ اللہ کے قیاس اور کشفی امور میں باہم تفریق کا پورا لحاظ رکھا جاوے اور خوب سوچ لیا جاوے کہ فرزند موعود کے لئے آپ نے یہ ہرگز نہیں ٹھہرایا کہ وہ تیسرے ہی نکاح سے ہوگا - ہاں یہ امر دیگر ہے کہ تیسرے نکاح سے بھی وجیہ اولاد پیدا ہو جو لوگ حضرت حجۃ اللہ کی تازہ تصانیف سے واقف ہیں انکو خوب معلوم ہے کہ حضرت حجۃ اللہ کے ہاں چار موعود بیٹے پیدا ہو چکے ہیں یعنے انمیں سے ہر ایک جدا پیشگوئی کے موافق پیدا ہوا ہے - اور پانچویں کی بھی بشارت ملی ہے - ایڈیٹر

ایضاً

مخدومی مکرمی اخویم مولوی حکیم نور الدین صاحب سلمہ تعالیٰ - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
آپکا عنایت نامہ پہنچا یہ بات عین منشاء اس خبر کے مطابق ہوئی کہ آپ کا استعفا منظور نہیں ہوا - انشاء اللہ کسی موقع پر ترقی بھی ہو جائیگی امید ہے کہ ہمیشہ حالات خیریت آیات سے مطلع فرماتے رہیں والسلام خاکسار غلام احمد عفی عنہ
۱۷ جولائی ۱۸۸۶ء

ایضاً

مخدومی مکرمی اخویم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
اگرچہ آنمکرم کی طبیعت میں عجز و نیاز اور انکسار کامل طور پر ہے اور یہی ضروری شرط عبودیت کی ہے لیکن بحکم آیۃ کریمہ واما بنعمۃ ربک فحدث نعماء الٰہی کا اظہار بھی ازبس ضروری ہے اللہ جلشانہٗ نے آپ کو علم دین بخشا ہے عقل سلیم عطا کی ہے انشراح صدر جو ایک خاص نعمت ہے عطا فرمایا ہے اپنی طرف توجہ دی ہے - یہ تمام نعمتیں شکر کے لائق ہیں - عنایت نامہ پہنچا معلوم نہیں کب تک آپ جموں میں تشریف لانے والے ہیں - اللہ جلشانہ آپ کو بخیر و عافیت اپنے سایۂ رحمت میں رکھے اور سفر اور حضر میں اسکا فضل و احسان آپ کے شامل حال رہے اسجگہ سب طرح سے خیریت ہے - والسلام خاکسار غلام احمد عفی عنہ
۲۲ - جون ۱۸۸۵ء -

اطلاع

نسیم دعوت اور سناتن دھرم انگریزی کی ۲۶ [illegible] کاپیاں مفت تقسیم کرنے کے لئے طبع کرائی گئی تھیں - یہ ایں لحاظ کہ اس کا بوجھ انجمن اشاعت اسلام پر نہ پڑے - مولوی عبد الکریم صاحب کی تحریک پر منیجنگ کمیٹی نے یہ تجویز کی کہ ہمارے دوست [illegible] فی کاپی کے حساب سے خرید کر منیجر کو اطلاع دیں کہ وہ اس کو مفت تقسیم کر دیں - کل [illegible] روپیہ مذکورہ بالا کاپیوں کے طبع کرانے پر خرچ ہوا ہے جس میں سے فقط [illegible] روپیہ وصول ہوئے ہیں اس لئے باقی احباب کی خدمت میں درخواست ہے کہ اس ضروری امر کی طرف توجہ فرما کر باقی رقم کو پورا کر دیں
محمد علی منیجر ریویو آف ریلیجنز - قادیان ضلع گورداسپور

التماس ہمارے معزز خریدار الحکم و تفسیر القرآن جب کبھی مطبع سے کسی طرح کی خط و کتابت کریں براہ کرم علاوہ اپنا نام معہ پتہ خوشخط لکھنے کے نمبر خریداری بھی لکھا کریں جو ہر حال میں ہر ایک خریدار کیلئے مطبوعہ چٹھیوں پر چھپوا دیا گیا ہے ورنہ عدم تعمیل کی شکایت بیجا ہوگی دیکھا گیا ہے کہ بسا اوقات بہت حصہ سا عزیز وقت کا محض نام کی تلاش میں فضول ضائع ہو جاتا اسیطرح سے کلرک مطبع کا حرج ہوتا ہے اور تعمیل خطوط میں بیجا دیر واقع ہوتی ہے - امید ہے کہ ہمارے کرمفرما اس بیجا ضائع کی تکلیف پر نظر کر کے ہماری التماس کو نظر انداز نہ کرینگے - ایڈیٹر

نوٹ - فرقہ مارمن کے متعلق اپریل ۱۹۰۳ء کی آخری اشاعت میں ہم نے ایک نوٹ اس چٹھی سے بہت عرصہ پہلے اس مضمون پر شائع کیا تھا جو مذہبی دنیا نظر کے عنوان کے نیچے درج ہے - پڑھا جاوے - ایڈیٹر

ماسٹر نبی بخش احمدی مالک کارخانہ گبرون بکمہ گوجرانوالہ نے پنجاب نمونجات گبرون و جنتری معہ فہرست دیگر مال مفت عام تقسیم کرتے ہیں ✦

دربار شام

۲۸ مئی ۱۹۰۳ء

مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے۔ نے حضور کی خدمت میں عرض کیا کہ عیسائیوں کی طرف سے بھی ایک میگزین ماہی رسالہ نکلنا شروع ہوا ہے اس میں پادری صاحب نے لکھا ہے کہ مسلمان عیسائیت اس لیے قبول نہیں کرتے کہ ان کے دل سخت اور گناہ آلودہ ہیں۔ **فرمایا** کہ جب انسان تعصب اور فاسقانہ زندگی سے اندھا ہو جاتا ہے تو اُسے حق اور باطل میں فرق نظر نہیں آتا ہر ایک حلال کو حرام اور ہر ایک حرام کو حلال سمجھتا ہے اور نیکی کے ترک کرنے میں ذرا دریغ نہیں کرتا شراب جو ام الخبائث ہے عیسائیوں میں حلال سمجھی جاتی ہے مگر ہماری شریعت میں اسکو قطعاً منع کیا گیا ہے اور اسکو رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ کہا گیا ہے کیا کوئی پادری ہے جو دکھا دے کہ انجیل میں حرمت شراب کی لکھی ہے بلکہ شراب ایسی متبرک خیال کی گئی ہے کہ پہلا معجزہ مسیح کا شراب کا ہی تھا تو پھر دلیری کیوں نہ ہو جو بڑا پرہیزگار ان میں ہوگا وہ کم از کم ایک بوتل برانڈی کی ضرور استعمال کرتا ہوگا چنانچہ کثرت شراب نے ولایت میں آئے دن نئے نئے جرائم کو ایجاد کر دیا ہے اور پادری کے اس قول پر کہ اہل اسلام گناہ میں ڈوبے ہوئے ہیں سخت تعجب آتا ہے کہ کس حوصلہ اور دلیری سے یہ بات کہدی۔ بھلا اگر زمانہ دراز کی بات ہوتی تو ممکن تھا کہ ان کے ایسے بہتان سے عیسائیوں کی نیک چلنی کا کسی کو گمان ہوتا مگر جب یہ دونوں قومیں ہمارے سامنے اپنے اعمال کے دفتر کھولے بیٹھی ہیں تو پھر کسی کی شیخی اور تعلّی سے کیا فائدہ روشن ضمیر پبلک خود روز روشن میں دیکھ سکتی ہے ولایت کے جیلخانوں میں ہندوستان کے جیلخانوں کی نسبت جرائم پیشہ لوگوں کی کس فیصدی سے زیادتی ہے جن اصولوں کو عیسائی قوم مانتی ہے وہ اصول خود جرائم مثل زنا قمار بازی کی محرک ہیں اُنکی اصطلاح سے تو اب گناہ گناہ نہ رہنے چاہییں گویا گناہ سے وہ ایسے ہی بے پروا ہو گئے جیسے شاکت مت والے۔ حضرت حکیم الامۃ نے ایک قصہ سُنایا کہ جب انھوں نے ایک شاکت مت والے سے پوچھا کہ یہ کیا بُرائی ہے کہ تم لوگ بدیوں سے ذرا بھی نہیں رُکتے تو اُس نے جواب دیا کہ بدی کیا ہے تمھارے قرآن میں یہ شکتی کہاں ہے کہ ماں اور بہن اور بیٹی وغیرہ صلبی رشتے حلال کرے ہمارے مذہب میں تو یہ سب باتیں ملے کی ہوئی ہیں حکیم صاحب اس پنڈت کے جاہلانہ جواب سے حیران رہ گئے۔ حضرت اقدس نے پھر اپنی تقریر کو شروع کیا اور فرمایا کہ یہ قاعدہ کی بات ہے کہ ایک شریف آدمی جب خلاف واقعہ بات سُنتا ہے اور پھر اُس پر اصرار کرتا ہے تو دل میں سخت رنجیدہ ہوتا ہے ہمارا سوال تو یہ ہے کہ پادری صاحب سے پوچھا جاوے کہ گناہ سے تمھاری کیا مراد ہے آیا زنا چوری فریب قتل قماربازی۔ شراب نوشی تمھارے نزدیک گناہ میں داخل ہیں یا نہیں اگر ہیں تو کیا یورپ کی حالت اسلامی ممالک کی حالت سے بہتر ہے یا ابتر یا مساوی صغائر کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے مثلاً ایک شخص بدنظری میں مبتلا ہے ممکن ہے کہ اُس عورت کو خبر ہی نہ ہو جس پر بدنظری کرتا ہے لیکن ایک شخص جو زنا کرتا شراب پیتا ہے اُسکی خبر ایک دنیا کو ہوگی ان جرائم کا اسقدر زور ہے کہ چھپائے سے چھپ سکتا ہی نہیں قماربازی میں اتلاف حقوق ہوتا ہے شراب نوشی کے ساتھ دوسرے گناہ مثل زنا قتل وغیرہ لازمی پڑے ہوئے ہیں جہانتک ہمیں مجرموں کے حالات سے شہادت ملتی ہے وہ یہ ہے کہ شراب کو زنا ترقی کرتا ہے چنانچہ شراب نوشی میں اسوقت یورپ اول درجہ پر ہے اور زنا میں بھی اول نمبر پر۔

اب دیکھیے کہ پردہ کی رسم ہے ہمیں کچھ شک نہیں کہ جیسا کتاب اللہ نے بنایا ہے اور تجارب نے اس کی تصدیق کی ہے سچا تزکیہ نفس جو مجاہدات سے پیدا ہوتا ہے وہ پردہ سے ہی حاصل ہوتا ہے۔ مومنوں کے تین طبقے ہیں ایک وہ جو ٹھوکر کھانے کے لائق ہوتے ہیں دوسرے وہ جو میانہ رو کسی ٹھوکر سے بچتے اور ڈرتے رہتے ہیں تیسرے وہ جو ہر ایک ٹھوکر سے ایسے بچکر نکلجاتے ہیں جیسے کہ سانپ اپنی کینچلی وہ ہر ایک خیر کے لیے دوڑتے اور ہر ایک شر سے بھاگتے ہیں۔ جن لوگوں نے اپنے تزکیہ کا خیال نہیں کیا وہ بالضرور بے پردگی سے ٹھوکر کھا سکتے ہیں عورتوں کو اُن سے پردہ کرنا چاہیے مثل مشہور ہے کہ خربستہ بہ گرچہ دزد آشنا ست قسم اوّل ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ دوم مُقْتَصِدٌ سوم سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ۔ ان مختلف مدارج ومراتب کے اشخاص کس طرح یکساں سلوک کے لائق ہیں کیا عیسائی بتا سکتے ہیں کہ ان میں سب پاکباز ہیں شرابی نہیں زانی نہیں اگر پردہ ہوتا تو ان جرائم کی نوبت کیوں آتی ہزار ہا ولد الحرام کیوں پیدا ہوتے تجربہ بتارہا ہے اول قسم کے لوگ بکثرت ہیں اس لیے الشرعیۃ الوسیع پردہ کرنے کے لیے شریعت نے مجبور کیا کہ پردہ کی رسم ہو شرابی آدمی کو نہ طعن وتشنیع کا فکر ہے نہ ڈنڈے کا خوف اس لیے عیسائیوں کا اسلام پذیر ہونا محالات سے ہے۔

دربار شام

۲۹ مئی ۱۹۰۳ء

آج حضرت اقدس نے بہت سے احباب کی بیعت کے بعد تقریر فرمائی فرمایا کہ اب تم لوگ جو بیعت میں داخل ہوئے ہو تو سمجھ لینا چاہیے کہ تم نے عہد کیا ہے کہ ہم دین کو دنیا پر مقدم کرینگے سو یاد رکھنا چاہیے کہ یہ عہد تمھارا اللہ کے ساتھ ہے جہاں تک ممکن ہو اس عہد پر مضبوط رہنا چاہیے نماز و روزہ حج و زکوٰۃ امور شرعی کا پابند رہنا چاہیے اور ہر ایک بُرائی اور شائبہ گناہ سے اجتناب کرنا چاہیے ہماری جماعت کو ایک پاک نمونہ بنکر دکھانا چاہیے زبانی لاف وگزاف سے کچھ نہیں بنتا جبتک انسان کچھ کرکے نہ دکھائے تم دیکھتے ہو کہ طاعون سے کسقدر لوگ ہلاک ہو رہے ہیں گھروں کے گھر برباد ہو رہے ہیں اور ابھی تک معلوم نہیں کہ یہ تباہی کب تک جاری رہے طاعون لوگوں کی بد اعمالی کے سبب غضب الٰہی کی صورت میں بھیجی جاتی ہے یہ بھی ایک طرح کی رسول ہے جو اس کام کو کر رہی ہے ہزاروں ہیں جو اپنے سامنے ہلاک شدہ لوگوں کے پشتے پر پشتے دیکھتے ہیں خاندان کے خاندان تباہ ہو گئے ہزاروں لاکھوں بچے بے پدر لاکھوں خاندان بے ٹھکانہ ہو گئے جہاں یہ پڑی ہے نام ونشان اُس جگہ کو کر دیا بعض گھر ومیں کیا محلوں اور گانوں میں کوئی آباد ہونے والا نہیں رہا انسانوں سے گذر کر حیوانوں کو تباہ کیا گویا یہ بات کہ انسان کے گناہ سے تمام زمین لعنتی ہو گئی اب گویا اہل زمین کیا چرند کیا پرند انسان کی بدکاری کے بدلے پکڑے جا رہے ہیں لوگوں میں باوجود اس کے کہ سخت سے سخت عذاب میں مبتلا ہیں مگر ویسے ہی رعونت وکبر سے مخمور پھرتے ہیں موت کا خوف دل سے اُٹھ گیا اللہ تعالیٰ کی عزت کا پاس دل میں نہیں رہا عوام تو عوام خواص کا یہ حال ہے کہ دنیا پرستی میں سخت جکڑے ہوئے ہیں

خدا کا نام فقط زبان پر ہی ہے اندر ونہ بالکل اللہ تعالیٰ کی محبت وخشیت سے خالی ہے۔

مسیح کی وفات کا کیا معاملہ تھا اسد تعالیٰ فرماتا ہے

فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي بخاری میں مُتَوَفِّيكَ کے معنے صاف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زبانی مُمِيتُكَ آیا۔ حدیث کے فرمودہ کے مطابق چودھویں صدی کے سر پر مجدد آیا مگر انھوں نے مقبول نہ کیا ہزاروں طرح کے حیلے دینا نے کیے طرح طرح کی شرارتیں و منصوبے تجویز کیے مگر اللہ تعالیٰ کا جیسا کہ وعدہ تھا اپنے رسول اور حملوں کی سچائی ظاہر کرتا رہا۔

عیسائی لوگ زہرناک کیڑے کیطرح اسلام کے درخت کی جڑ کو کاٹ رہے ہیں مگر علماء کو ذرا بھی خیال نہیں بلکہ اپنے خیالات سے کہ مسیح زندہ آسمان پر ہے اور دوبارہ قیامت سے پہلے آئے گا مدد دے رہے ہیں انکی لگاتار کوشش یہی ہے کہ اسلام کا نام تک مٹ جائے۔ اور یہ اپنے فاسد عقائد سے ان کو مدد دے رہے ہیں۔

دیکھو کہ پادریوں نے شہر شہر گاؤں گاؤں مکر و تزویر کا جال پھیلایا ہوا ہے عورتوں اور بچوں تک کمر بستہ ہیں کہ کسی طرح ایک عاجزہ کے بیٹے کو خدا بنا کر منوا دیں کئی کروڑ کتابیں رد اسلام میں بنا کر مفت تقسیم کریں اسپر بھی مسلمانوں کو غیرت نہ آئی کیا وہ خدا جو کہتا ہے اِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ۔ کیا وہ غلط کہتا ہے کیا اسلام کی وہ ابھی حالت نہیں ہوئی جو کسی مصلح و مجدد کی ضرورت پیدا کرے طرح طرح کے زمینی و آسمانی نشان پورے ہوچکے مگر وہ اب تک منکر ہیں۔ آجتک ۲۹ لاکھ مسلمان مرتد ہوگئے ہیں ایک وہ زمانہ تھا کہ اگر ایک شخص مرتد ہوجاتا تھا تو قیامت برپا ہوجاتی تھی جس قدر مسلمان باقی ہیں وہ بھی عیسائیت کے قریب قریب ہی ہیں اگر سو سال تک ایسی ہی حالت رہتی تو اسلام کا نام و نشان زمین سے مٹ جاتا...... لیکن خدا تعالیٰ کا شکر اور احسان ہے کہ اُس نے عین ضرورۃ کیوقت مجھے مسیح موعود کرکے بھیجا یہ بات کوئی بناوٹی نہیں صدہا نشان خرق عادت کے طور پر آسمان و زمین پر میری تصدیق کے لیے ظاہر ہوئے اور ہو رہے ہیں چنانچہ طاعون بھی ایک نشان ہے جسکی بابت کل انبیاء خبر دیتے رہے چنانچہ قرآن شریف میں لکھا ہے اِنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا اَوْ مُعَذِّبُوْهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ کوئی بستی اور کوئی گاؤں ایسا نہ ہوگا کہ جس سے ہم قیامت سے پہلے خطرناک عذاب میں مبتلا نہ کریںگے یا ہلاک نہ کریںگے غرض کہ یہ منذر نشان ہے کسوف و خسوف کا نشان لوگوں نے ہنستے ہوئے دیکھا اور طاعون کا نشان روتے ہوئے۔

بعض نادان اعتراض کرتے ہیں کہ ہمارے آدمی کیوں مرتے ہیں۔ ان نادانوں کو اتنا معلوم نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں بھی جب لوگ عذاب کا معجزہ مانگتے تھے تو انکو تلوار کا معجزہ ملا اور یہ بھی ایک قسم کا عذاب تھا چنانچہ کئی صحابہ بھی تلوار سے شہید ہوئے مگر کیا ابو بکر و عمر جیسے بھی ہلاک ہوئے۔

اللہ تعالیٰ نے جس جس انسان کے دماغ یا ہاتھ سے کوئی اپنا کام لینا ہے وہ تو بچ ہی رہے اور بالمقابل جتنے رئیس کفار تھے ان سب کا ٹھکانہ جہنم ہوا اور ان کے صغیر و کبیر سب کے سب ہلاک ہوگئے اگر ایک شخص کا ایک پیسہ چوری ہوگیا ہے اور دوسرے کا تمام گھر بار لوٹا گیا ہے تو کیا وہ آدمی جس کا تمام گھر بار لوٹا گیا پیسہ والے کو کہہ سکتا ہے کہ تم اور ہم برابر ہیں۔ بھلا سوچو تو سہی اگر ۷۰ برس تک ہمارا کوئی آدمی ہلاک نہ ہو تو ایسا کوئی آدمی ہے جو ہمارے سلسلہ میں داخل ہونے سے رکا رہے مگر اللہ تعالیٰ کو یہ امر منظور نہیں ہے اور نہ کبھی ایسا ہوا ایمان کی حالت ہی کا پوشیدہ ہونا ضروری ہے جبتک ہماری جماعت تقویٰ اختیار نہ کرے نجات نہیں پاسکتی خدا تعالیٰ اپنی حفاظت میں نہ لے گا یہی سبب ہے کہ بعض اُن صحابہ میں سے جن جن کو بڑے بڑے کام لینے تھے وہ سب سخت سے سخت خطروں میں بھی بچائے گئے دوسروں کو خدا نے جلد اٹھا کر بہشت میں داخل کیا۔ جاہل کو حقیقت معلوم نہیں ہوتی جو بات منہ میں آئی کہہ دی ہر ایک نبی کے ساتھ ایسا ہوتا رہا ہے جہاں کفار مرتے تھے وہاں صحابہ میں سے بھی کوئی نہ کوئی مر جاتا تھا اگر خدا تعالیٰ نے کھلا کھلا نشان مثلاً سوٹے کا سانپ کردے تو نیک و بد میں فرق کیا رہے گا تمام یورپ و امریکہ داخل اسلام ہو جاوینگے مگر خدا تعالیٰ نے ہمیشہ امتیاز رکھا ہے

صحابہ کرام کو خدا تعالیٰ نے توحید پھیلانے کیلئے پیدا کیا اور انھوں نے توحید پھیلائی اب بھی خدا تعالیٰ کا ارادہ ہے کہ توحید پھیلے جو آوے گا وہ خدا کی رحمت سے محروم نہ رہیگا مگر چاہیے کہ اپنے وجود کو وہ مفید بناوے اللہ تعالیٰ خود اُسکی حفاظت کریگا۔

زبان سے خدا خدا کہنا مگر عمل سے خدا سے بیگانگی ایک طرح کا دہریہ پن ہے

گھر کو ذکر اللہ سے معمور کرو صدقہ و خیرات دوگنا ہوتا ہے بچو اللہ رحم کرے جو لوگ بیعت کرکے چلے جاتے ہیں اور پھر شکل ہی نہیں دکھلاتے اُنکے لیے دعا کیا ہو جب ہم رفع بار یک ہی نہیں رہتی۔ بار بار ملو اور تعلق محبت بڑھاؤ جو بار بار آتا ہے اُسکی ذرا سی تکلیف سے دعا کا خیال لگا جاتا ہے مگر جو لوگ دنیا کے معاملات میں مستغرق رہتے ہیں وہ ایسی ہی ہیں گویا انہوں نے

مختصر نوٹ و نکات

چونکہ انسان کی فطرت آج بھی وہی ہے جو پہلے تھی اس لیے راستبازوں اور خدا تعالیٰ کے ماموروں سے جس قسم کے معاملات پہلے پیش آئے ضرور ہے کہ آج بھی وہی ظہور میں آتے ہیں پس جب ہم اپنے صادق اور برگزیدہ امام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی مخالفت کرنے والوں کے حالات پر نظر کرتے ہیں تو ہمیں آپ کی صداقت میں کوئی شبہ نہیں رہتا ہر ایک شخص جو اس سوال پر غور کرنا چاہے اسکا فرض ہے کہ وہ پہلے راستبازوں اور اُنکے مخالفوں کے حالات پر نظر کرے۔

انجیل کی ساری تعلیم کی خوبیوں میں مسیح کا پہاڑی وعظ پیش کیا جاتا ہے۔ جنمیں لکھا ہے کہ مبارک وہ جو دل کے غریب ہیں یا حلیم ہیں وغیرہ وغیرہ مگر ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ محض یہ امور کہ جو ایک نااہل اور نجات کے سرچشمہ سے ناآشنا بلکہ بعض جانوروں کو بھی حاصل ہیں خدا پرستی کا ذریعہ یا خداشناسی اور معرفت تامہ الٰہیہ کا نشان کیسے سمجھے جاسکتے ہیں کیونکہ واقعات خارجیہ بتلاتے ہیں کہ جانوروں اور دہریہ مزاج اور اوباش طبع لوگوں میں بھی انمیں سے اکثر یا بعض باتیں پائی جاتی ہیں + ہم نہیں چاہتے کہ انجیل کی اس تعلیم کو ملحوظ خاطر رکھکر خدا تعالیٰ کے برگزیدہ رسول مسیح ابن مریم (جنکا ذکر قرآن میں آیا ہے) کی عدم معرفت و بصیرت پر استدلال کریں لیکن ہمیں کچھ شک نہیں کہ انجیل جس یسوع کا ذکر کرتی ہے اُسنے اگر یہ تعلیم دی ہے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ باوجود خدائی کا بیہودہ اور ناسزا دعوی کرنے کے انسان کی طبعی حالتوں اور اخلاقی تقاضوں میں کچھ بھی فرق نہیں کرسکتا۔

ہندوؤں اور عیسائیوں میں انسان یا جانوروں کو خدا بنانے کی ایک مماثلت پائی جاتی ہے لیکن ہندوؤں نے یہ کبھی تجویز نہیں کیا کہ نجات کے لیے ان کے خدا کو ملعون بننا پڑا۔ یہ ایجاد صرف حضرات عیسائیوں کی ہی ہے۔ علاوہ بریں ایک اور قابل غور امر ہے ہندو بیل گنٹھیا گائے کو مثلاً متبرک سمجھتے ہیں انکو وہ خدا نہیں مانتے

لیکن وہ باایں ہمہ انکی اسقدر رکھشا کرتے ہیں کہ انکا مارنا اور انکو ستانا حرام سمجھتے ہیں اور بعض اوقات گائو کُشی پر کُشت و خون ہوگئے ہیں لیکن ہمیں عیسائیوں پر تعجب آتا ہے کہ وہ کبوتر کو (کیونکہ روح القدس اسی شکل میں اُترا) اپنے خدا کا تیسرا اقنوم تسلیم کرتے ہیں اسپر بھی کثرت کے ساتھ اسکا شکار کیا جاتا اور اسے کھایا جاتا ہے حالانکہ روح القدس (کبوتر) کے حق میں بُرا کہنا بھی معاف نہیں ہوگا شاید جیسے مسیح کا گوشت اور خون کھانا (جیسا کہ عشاء ربانی میں ہوتا ہے) وسیلہ نجاۃ سمجھا جاتا ہے اسی طرح صید کبوتر بھی ہوگا لیکن یہ نکتہ بہرحال عیسائی اخبارات کے بیان کرنے کا ہے۔

انسانی خطاکاریاں اگر توبہ کے ساتھ ختم ہوں تو وہ انسان کو فرشتوں سے بہت اچھا بنا سکتی ہیں کیونکہ فرشتوں میں ترقی کرنے کا مادہ نہیں انسان کے گناہ توبہ سے بخشے جاتے ہیں اور حکمت الٰہی نے بعض افراد میں سلسلہ خطا کاریوں کا باقی رکھا تا وہ گناہ کرکے اپنی کمزوری پر اطلاع پاویں اور پھر توبہ کرکے بخشے جاویں یہی قانون ہے جو انسان کے لیے مقرر کیا گیا ہے اور اسیکو انسانی فطرت چاہتی ہے۔

حقیقی نجات وہ ہے جو اس دنیا میں اسکی حقیقی نجات یا بندہ کو محسوس ہو جاوے اور وہ اسطرح ہے کہ نجات یا بندہ کو اللہ تعالٰی کی طرف سے یہ توفیق عطا ہو جاوے کہ وہ اپنا تمام وجود خدا تعالٰی کی راہ میں وقف کردے اسطرح پر کہ اسکا مرنا اور جینا اور اس کے تمام اعمال خدا تعالٰی کے لیے ہو جاویں اور اپنے نفس سے وہ بالکل کھویا جاوے اور اُس کی مرضی خدا تعالٰی کی مرضی ہو جاوے اور پھر نہ صرف دل کے عزم تک یہ بات محدود رہے بلکہ اس کے تمام جوارح اور اسکے تمام قویٰ اور اسکی عقل اور اسکا فکر اور اسکی تمام طاقتیں اسی راہ میں لگ جائیں تب اسکو کہا جائیگا کہ وہ محسن ہے یعنی خدمتگاری کا اور فرمانبرداری کا حق بجا لایا جہانتک اسکی بشریت سے ہو سکتا تھا سو ایسا شخص نجات یاب ہے اسی کی طرف اشارہ ہے قُلْ اِنَّ صَلوٰتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ یعنی کہدو میری نماز اور میری قربانیاں اور میری زندگی اور میرا مرنا اللہ ہی کے واسطے جو رب العٰلمین ہے جس کا کوئی شریک نہیں اور اسی درجہ کے حاصل کرنے کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور میں اول درجہ کا مسلمان ہوں۔

انسان کی عملی اور اعتقادی غلطیاں ہی دراصل عذاب کی جڑ ہیں اور وہی درحقیقت خدا تعالٰی کے غضب سے آگ کی صورت پر متمثل ہوجائینگی اور جسطرح پتھر پر سخت ضرب لگنے سے آگ نکلتی ہے اسی طرح غضب الٰہی کی ضرب انھیں بداعتقادیوں اور بدعملیوں سے آگ کے شعلے نکالے گی اور وہی...... بداعتقادوں اور بدکاروں کو کھا جائے گا جیسا کہ تم دیکھتے ہو کہ بجلی کی آگ کے ساتھ خود انسان کی اندرونی آگ شامل ہو جاتی ہے تب دونوں ملکر اسکو بھسم کر دیتی ہیں اسی طرح جب غضب الٰہی کی آگ بداعتقادی اور بدعملی کی آگ کے ساتھ ترکیب پاکر انسان کو جلا دے گی + پس نجات وہی پائے گا جو بداعتقادی اور بدعملی کی آگ سے دور رہے گا سو جو لوگ ایسے طور کی زندگی بسر کرتے ہیں کہ نہ تو بوجہ خدا شناسی کی وجہ سے ان کے عقائد درست ہیں اور نہ وہ بداعمالیوں سے باز رہتے ہیں بلکہ ایک جھوٹے کفارہ پر بھروسہ کرکے دلیری سے گناہ کرتے ہیں انکو علم ہی نہیں کہ دراصل ہر انسان ہی کے اندر دوزخ کا شعلہ اور اندر ہی نجات کا چشمہ ہے دوزخ کا چشمہ فرو ہونے سے خود نجات کا چشمہ جوش مارتا ہے لیکن یہ علوم حاصل نہیں ہو سکتے جبتک انسان حقیقی طور پر اسلام میں داخل نہ ہو اور اس معلم کی پاک صحبت سے فیض نہ اُٹھائے جو کہ ان آسمانی علوم کو لیکر آیا ہے۔

اگر کفارہ کا مسئلہ سچ ہے اور یہی درست ہے کہ تمام دنیا کے گناہ غریب یسوع پر ڈالے گئے اور گناہ کی لعنت اور تاریکی گنہگاروں سے لی گئی اور یسوع کے دل پر رکھی گئی تو اس سے لازم آتا ہے کہ اس کارروائی کے بعد یسوع کے سوا ہر ایک کو پاک زندگی اور خدا کی معرفت حاصل ہو گئی ہے مگر نعوذ باللہ یسوع ایک ایسی لعنت کے نیچے دبایا گیا جو کہ دُھا لعنتوں کا مجموعہ تھی لیکن جبکہ ہم دیکھتے ہیں کہ ہر ایک انسان کے گناہ اس کے ساتھ ہیں اور فطرۃ نے جسقدر کسیکو کسی جذبہ نفسانی یا افراط اور تفریط کا حصہ دیا ہے وہ اس کے وجود میں محسوس ہو رہا ہے گو وہ یسوع کو مانتا ہے یا نہیں تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جیسا کہ لعنتی زندگی والوں کی لعنتی زندگی ان سے علیحدہ نہیں ہو سکتی ایسا ہی وہ یسوع پر بھی نہیں پڑ سکی کیونکہ جب لعنت اپنے محل پر خوب چسپاں ہے تو وہ یسوع کی طرف کیونکر منتقل ہو سکے گی اور یہ عجیب ظلم ہے کہ ہر ایک خبیث اور ملعون جو یسوع پر ایمان لاوے تو اُسکی لعنت یسوع پر پڑے اور اس شخص کو بری اور پاک دامن سمجھا جاوے پس ایسا غیر منقطع سلسلہ لعنتوں کا جو قیامت تک ہو گا اگر وہ ہمیشہ تازہ طور پر غریب یسوع پر ڈالا جاوے تو کس زمانہ میں اسکو لعنتوں سے سبکدوشی ہوگی کیونکہ جب وہ ایک گروہ کی لعنتوں سے اپنے تئیں سبکدوش کرے گا تو پھر نیا آنے والا گروہ جو خبیث وجود کے ساتھ نئی لعنتیں رکھتا ہے وہ اپنی تمام لعنتیں اسپر ڈالدے گا علی ہذا القیاس اس کے بعد دوسرا اگروہ دوسری لعنتوں کے ساتھ آئے گا تو پھر ان مسلسل لعنتوں سے فرصت کیونکر ہوگی؟ اس سے تو ماننا پڑتا ہے کہ یسوع کے لیے وہ دن پھر کبھی نہیں آئیں گے جو اسکو خدا کی محبت اور معرفت کے نور کے سایہ میں رکھنے والے ہوں بلکہ ایسے عقیدہ سے اگر کچھ ثابت ہوا تو وہ یہی ہے کہ ان لوگوں نے خدا تعالٰی کے ایک مقدس کو ایک غیر منقطع ناپاکی میں ڈالنے کا ارادہ کیا ہے اور بدقسمتی سے اس اصل بات کو چھوڑ دیا ہے جس سے گناہ دور ہوتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ وہ آنکھ پیدا کرنا جو خدا کی عظمت کو دیکھے اور وہ یقین حاصل کرنا جو گناہ کی تاریکی سے چھڑا دے۔

انعامات الٰہیہ کی تکمیل ہمیشہ اسی طرح ہوا کرتی ہے کہ احباب کامیاب مظفر و منصور ہوں اور اعدا ناکام و نامراد رہیں۔

اطلاع

۱۰ جون کے الحکم میں مضامین کی ترتیب میں کسی قدر بے ترتیبی واقع ہوئی ہے۔ کلمات طیبات کے تحت میں بصفحہ اول جو مضمون لکھا گیا ہے اسکا سلسلہ ۱۰ جون والے اخبار سے نہیں ملتا بلکہ یہ ایک الگ مضمون ہے۔ حفظ صحت اور اسلام نمبر ۲ کے ماتحت جو مضمون لکھا گیا ہے وہ دراصل مختصر نوٹ اور نکات کے عنوان کے نیچے ہے۔ - ایڈیٹر

تفسیر القرآن

میری غیر حاضری کی وجہ سے نمبر ۳ شائع نہیں ہوا اسلیے نمبر ۳ - ۴ ایک جلد میں اور ۵ - ۶ ایک جلد میں شائع کرکے سلسلہ برابر کر دینے کی کوشش کر رہا ہوں انشاء اللہ جلد انتظام ہو جائے گا (ایڈیٹر)

حضرة حکیم الامت کے ارشادات

ایمان کے سوا نجات نہیں اور حب الٰہی کے سوا اسکی ترقی نہیں پس اللہ تعالیٰ نے ان دونوں قوتوں کے بڑھانے کے واسطے اسباب بنائے ہیں جنمیں سے اول یہ ہے کہ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت عظمت اور جبروت کا اظہار کیا ہے تاکہ اس سے ایمان بڑھے اور پھر انعامات جتاتا ہے تاکہ ان کے مطالعہ سے محبت ترقی کرے خلاصہ یہ ہے کہ علم کامل اور قدرت کاملہ کے مطالعہ سے ایمان اور انعامات و احسانات کے مطالعہ سے الٰہی محبت ترقی کرتی ہے۔

پرانی باتوں پر سوائے کافی ثبوت کے اپنی رائے زنی نہ کرو۔ کیونکہ اس کے متعلق سوال ہوگا۔ اور جب اللہ تعالےٰ کے فرمان سے کوئی بات قاطع دلائل کے ساتھ ثابت ہو جاوے تو اس کے سامنے سر جھکا دینا چاہیے۔

رخصت رخصت قانون قدرة میں لازمی ہے مثلاً دن کے بعد رات ہی آجاتی ہے جو آرام کرنے کا وقت ہے رخصت میں اُستاد لڑکوں کو کام دیکر تمیز کر لیتا ہے کہ کون بڑا محنتی اور شوقین ہے اور کون بے شوق

رُخصت میں طالب علم کو خود اپنے آپ کے امتحان کا موقع ملتا ہے کہ جب اسپر کوئی نگران نہیں اس وقت وہ اپنے نفس پر حکومت کر سکتا ہے یا نہیں۔

یہ ایک عام قاعدہ ہے کہ جس چیز سے تعلق رہے اس سے پیار اور جس سے بے تعلقی ہو اُس سے کوئی دلچسپی نہیں رہتی۔ اسیطرح جب طالب علم و دیتا سے مدة تک الگ رہتا ہے تو ان کے تعلق میں فتور آنے لگتا ہے رخصتوں میں ان تعلقات کی زیادہ تازہ کرنے کا موقع ملتا ہے اور پھر ایک نیا تعلق شروع ہوتا ہے اور والدین کو معلوم ہو جاتا ہے کہ سکول کا اثر ان کے بچوں پر کیا ہوا۔ ؟

مدرسہ کی پابندی کی وجہ سے تم انسانوں کی نماز پڑھتے ہو یا محض خدا کی یہ پتہ بھی ان رخصتوں میں ملتا ہے والدین اگر بے نماز ہوں یا سُست ہوں تو انکو اپنی نماز کی پابندی کا نمونہ دکھا کر ہوشیار کرنے کا موقع ملتا ہے اور اگر ہوشیار ہیں تو انکو خوش کرنے کا اور ان سے بڑھنے کی خواہش پیدا ہوتی ہے۔

نوٹ یہ مختصر نصائح حضرت حکیم الامت نے مدرسہ تعلیم الاسلام کے طلبہ کو سالانہ موسمی تعطیلات کی تقریب پر کی تھیں۔ ہم نے اس مضمون کے اشارات لکھے ہوئے ہیں انشاء اللہ تعالےٰ اگر خدا نے توفیق دی تو رخصت پر ایک مضمون لکھنے کا ارادہ ہے۔ ایڈیٹر

اَزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ غَيْرَ بَعِيْدٍ یعنی متقی کے ہر حال اور ہر وقت میں جنت قریب ہوتی ہے اس کے واسطے دنیا میں جنت ہوتا ہے قبر میں حشر میں نشر میں صراط میں ہر جگہ جنت ہوتی ہے یہانتک کہ اس کے واسطے جہنم بھی جنت ہوتا ہے اسکی مثال ایسی ہے کہ جیسے ایک دارو غہ جیل جیل میں جاکر چوروں کو نکالتا ہے وہ خود زندانی نہیں ہوتا۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی دوزخیوں سے بعض کو نکالیں گے تو آپ کے واسطے وہ بھی جنت ہی ہوگا۔ جنت کے مستحق اوّاب اور حفیظ ہوتے ہیں اوّاب وہ ہوتے ہیں جو رجوع الی اللہ کرنے والے ہوتے ہیں اور حفیظ وہ ہوتے ہیں جو اس رجوع پر مستقل مزاج ہوتے ہیں۔

سنۃ اللہ اسی طرح پر جاری ہے کہ انبیا علیہم السلام اور مامور ان الٰہی کے ساتھ شروع میں بڑے لوگ شامل نہیں ہوتے بلکہ انکی طرف غریب اور کمزور لوگوں کا رجوع ہوتا ہے۔ اس میں ایک عظیم الشان سر ہے اور وہ یہ ہے کہ چونکہ خدا تعالیٰ کے مامور کامیاب اور بامراد ہونیوالے ہوتے ہیں اس لیے اگر ان کے ساتھ بڑے آدمی اول اول شریک ہو جائیں تو ان کے ایمان کمزور رہیں اور انکا تکبر بڑھ جاوے وہ یہ کہیں کہ اسکی کامیابیاں ہمارے ہی سبب اور ہمارے ہی رسوخ سے ہوئی ہیں اس لیے اللہ تعالےٰ انکو اولاً شریک نہیں کرتا تا وہ اُس کے مامور پر اپنا احسان نہ جتانا شروع کر دیں پس چھوٹے درجے کے لوگ اول اول توجہ کرتے ہیں اور پھر خدا تعالےٰ انکو کامیاب اور بامراد کرتا ہے جس سے انکا ایمان بڑھتا ہے اور وہ احسانات الٰہی کا اقرار کرتے ہیں اور یہ کامیابیاں دنیا کے واسطے عظیم الشان معجزہ ٹھہرتے ہیں کیونکہ وہ لوگ جو کمزور اور زبردست نظر آتے تھے وہ طاقتور اور بڑے آدمی بنجاتے ہیں اور متکبر کا فرتباہ ہو جاتے ہیں جس سے اللہ تعالیٰ کی قدرة کا ملہ نظر آتا ہے۔

پیری اور مریدی کے تعلق کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ

شنیدہ بدیدہ مبدل گردد و سمعی کشفی گردد۔

کشفی امور اور شنیدہ باتیں دید میں آجاتی ہیں

(یہ ایک لطیف نکتہ ہے ناظرین اسپر غور کریں۔ ایڈیٹر

شفاعت کا مدار ایمان پر ہے اسی وقت سے اسکے واسطے شفاعت شروع ہو جاتی ہے اور رسول تو جب سے رسالت لیکر آتا ہے اُسوقت سے ہی شفاعت کی اجازت ہو جاتی ہے جو انکی دعاؤں کا رنگ اختیار کرتی ہے یہ سچ ہے کہ وہ شفاعت اُسی وقت کرتے ہیں جب انکو اذن ہوتا ہے۔ اذن کے بغیر انکی روح میں شفاعت کا جوش ہی نہیں پیدا ہوتا۔

نیکی کر دریا میں ڈال۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ نیکی کسی حال میں ضائع نہیں ہوتی۔ پس مت خیال کرو کہ فلاں نیک کام اگر ہم کریں گے تو وہ اکارت جائے گا یا اسکا کوئی نتیجہ ظاہر نہ ہوگا۔

میں اُن لوگوں کو جو میرے درس قرآن میں آتے ہیں نصیحت کرتا ہوں کہ وہ مسائل سوچنے چاہییں جن سے دینی یا کم از کم دنیوی فائدہ ہی مقصود ہو۔ بیجا بحثوں سے اجتناب کرو۔ اللہ تعالیٰ اسکو پسند نہیں کرتا۔ اخلاقی طاقتیں اور روحانی قوتیں جو حقائق اور معارف کے لینے والی خدا تعالیٰ نے رکھی ہیں وہ کمزور ہو جاتی ہیں

ہمارے مخالف الرائے مسلمانوں کی کیسی بدقسمتی ہے کہ اپنی قوم کو یہودیوں کا وارث تو مان لیتے ہیں مگر کہتے ہیں کہ مسیح صدیق شہید امتی سے نہیں ہو سکتے وہ مانتے ہیں کہ آنحضرت صلعم کی حدیث کے موافق ہماری قوم یہود تو ہو گئی مگر ان کی اصلاح کے لیے جو مسیح آئے گا وہ اس امت میں سے نہ ہوگا۔ وہ دوسری قوم یہود سے ہوگا۔ ؟ ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

مخلوق دو قسم کی ہوتی ہے ایک وہ جو دوسروں پر طعن اور اعتراض کرتی ہے مگر اپنے مذہب قوم اور ذات کے فضائل کچھ بھی بیان نہیں کر سکتے۔ اس قسم کی مخلوق کے ماتحت وہ مذہب ہیں جو اسلام کی مخالفت کرتے ہیں مثلاً کل عیسائی کل انبیاء علیہم السلام اور کل راستبازوں اور صدیقوں کے متعلق اعتراض کرتے ہیں لیکن اپنی کوئی خوبی اور فضیلت بیان نہیں کر سکتے۔ ایسا ہی آریہ سماج والے بھی کرتے ہیں یہ لوگ چھینتے ہیں مگر دیتے کچھ بھی نہیں۔ اسلیے انکا علاج ہے استغفار کرنا۔ دعا کرنا۔ اور خدا تعالےٰ کا فضل مانگنا۔ مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ ایسے ہی لوگوں کے واسطے ہے۔

دوسری وہ مخلوق ہے جو اپنے فضائل کو پیش کرتی ہے اور دوسروں کے رزائل کو دور کر کے انکو اُن کا وارث بناتی ہے یہ اسلام کا خاصہ ہے کہ اول البدل۔ خوبی اور عمدگی پیش کرتا ہے اور پھر
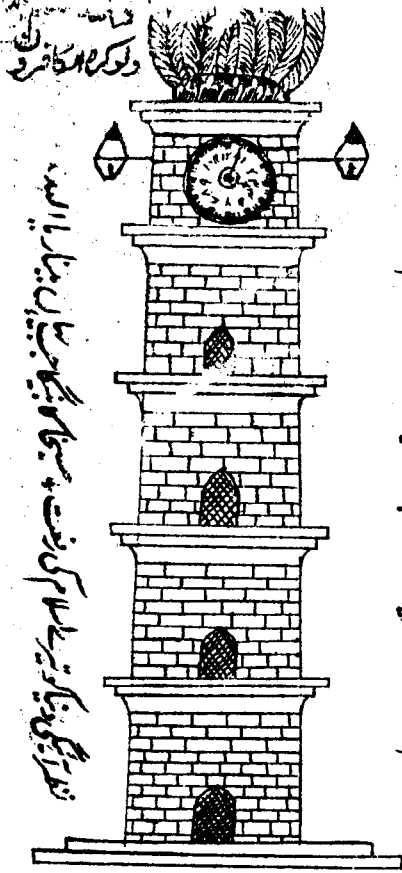
[illegible]

مطبع انوار احمدیہ پریس قادیان [illegible] کے اہتمام سے چھپ کر شائع ہوا

نمبر ۲۳ | مورخہ ۲۴- جون سنہ ۱۹۰۳ء مطابق ۲۷- ربیع الاوّل سنہ ۱۹۰۳ء | جلد ۷

کلماتِ طیبات حضرت امام الزماں سلمہ الرحمٰن

نمبر ۲۱ مورخہ ۱۰- جون سنہ ۱۹۰۳ء میں جو تقریر ہم نے درج کرنی چاہی تھی وہ کسی قدر سہل انگاری اور میری غیر حاضری کی وجہ سے بے ترتیب ہوگئی۔ اس لئے اسکو مسلسل طور پر درج کرنیکے لئے پھر یہاں درج کرتے ہیں۔ - - - ایڈیٹر۔

ایمان کیونکر پیدا ہوتا ہے

قرآن شریف سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ جب تک انسان کی فطرت میں سعادت اور ایک مناسبت نہ ہو ایمان پیدا نہیں ہوتا خدا تعالیٰ کے مامور اور مرسل اگرچہ کھلے کھلے نشان لے کر آتے ہیں مگر اسمیں بھی کوئی شبہ نہیں کہ ان نشانوں میں ابتلا اور خفا کے پہلو بھی ضرور ہوتے ہیں سعید جو باریک بین اور دور بین نگاہ رکھتے ہیں۔ اپنی سعادت اور مناسبت فطرت سے ان امور کو جو دوسروں کی نگاہ میں مخفی ہوتے ہیں دیکھ لیتے ہیں اور ایمان لے آتے ہیں لیکن جو سطحی خیال کے لوگ ہوتے ہیں اور جنکی فطرت کو سعادت اور رشد سے کوئی مناسبت اور حصہ نہیں ہوتا وہ انکار کرتے ہیں اور تکذیب پر آمادہ ہوجاتے ہیں جسکا بُرا نتیجہ ان کو برداشت کرنا پڑتا ہے۔

دیکھو مکہ معظمہ میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہوا۔ تو ابوجہل بھی مکہ ہی میں تھا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی مکہ ہی کے تھے لیکن ابوبکر رضؓ کی فطرت کو سچائی کے قبول کرنے کیساتھ کچھ ایسی مناسبت تھی کہ ابھی آپ شہر میں بھی داخل نہیں ہوئے تھے۔ راستہ ہی میں جب ایک شخص سے پوچھا کہ کوئی نئی خبر سناؤ اور اس نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے تو اسی جگہ ایمان لے آئے + اور کوئی معجزہ اور نشان نہیں مانگا۔ اگرچہ بعد میں بے انتہا معجزات آپنے دیکھے اور خود ایک آیت ٹھہرے + لیکن ابوجہل نے باوجودیکہ ہزاروں ہزار نشان دیکھے لیکن وہ مخالفت اور انکار سے باز نہ آیا اور تکذیب ہی کرتا رہا۔

اس میں کیا سر تھا پیدائش دونوں کی ایک ہی جگہ کی تھی ایک صدیق ٹھہرتا ہے اور دوسرا جو ابوالحکم کہلاتا تھا وہ ابوجہل بنتا ہے اس میں یہی راز تھا کہ اس کی فطرت کو سچائی کے ساتھ کوئی مناسبت ہی نہ تھی غرض ایمانی امور مناسبت پر ہی منحصر ہیں۔ جب مناسبت ہوتی ہے تو وہ خود معلم بن جاتی ہے اور امور حقہ کی تعلیم دیتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ اہل مناسبت کا وجود بھی ایک نشان ہوتا ہے۔

میں بصیرت اور یقین کے ساتھ کہتا ہوں اور میں وہ قوت اپنی آنکھوں سے دیکھتا اور مشاہدہ کرتا ہوں۔ مگر افسوس میں اس دنیا کے فرزندوں کو کیونکر دکھا سکوں کہ وہ دیکھتے ہوئے نہیں دیکھتے اور سنتے ہوئے نہیں سنتے ہیں کہ وہ وقت قریب آتا ہے کہ خدائے تعالیٰ سب کی آنکھ کھول دیگا اور میری سچائی روز روشن کی طرح دنیا پر کھل جائیگی لیکن وہ وقت وہ ہوگا کہ توبہ کا دروازہ بند ہوجاویگا اور پھر کوئی ایمان سودمند نہ ہوسکیگا میرے پاس وہی آتا ہے جسکی فطرت میں حق سے محبت اور اہل حق کی عظمت ہوتی ہے جسکی فطرت سلیم ہے وہ دور سے اس خوشبو کو جو سچائی کی میرے ساتھ ہے سونگھتا ہے اور اسی کشش کے ذریعہ سے جو خدا تعالیٰ اپنے ماموروں کو عطا کرتا ہے میری طرف اس طرح کھچے چلے آتے ہیں جیسے لوہا مقناطیس کی طرف جاتا ہے لیکن جس کی فطرت میں سلامت روی نہیں۔ اور جو مردہ طبیعت کے ہیں اُن کو میری باتیں مردہ نہیں معلوم ہوتی ہیں وہ ابتلا میں پڑتے ہیں اور

انکار پر انکار اور تکذیب پر تکذیب کرکے اپنی عاقبت کو خراب کرتے ہیں اور اس بات کی ذرا بھی پروا نہیں کرتے کہ اون کا انجام کیا ہونیوالا ہے۔ میری مخالفت کرنے والے کیا نفع اوٹھائیں گے کیا مجھ سے پہلے آنیوالے صادقوں کی مخالفت کرنے والوں نے کوئی فائدہ کبھی اوٹھایا ہے؟ اگر وہ نامراد اور خاسر رہ کر اس دنیا سے اوٹھے ہیں تو میرا مخالف اپنے ایسے ہی انجام سے ڈرجاوے کیونکہ میں **خدا تعالیٰ کی** قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں صادق ہوں میرا انکار اچھے ثمرات نہیں پیدا کریگا۔ مبارک وہی ہیں جو انکار کی لعنت سے بچتے ہیں اور اپنے ایمان کی فکر کرتے ہیں۔

جو حسن ظنی سے کام لیتے ہیں اور خدا تعالیٰ کے ماموروں کی صحبت سے فائدہ اوٹھاتے ہیں۔ ان کا ایمان انکو ضائع نہیں کرتا بلکہ برومند کرتا ہے + میں کہتا ہوں کہ صادق کی شناخت کیلئے بہت مشکلات نہیں ہیں ہر ایک آدمی اگر انصاف اور عقل کو ہاتھ سے نہ دے اور خدا کا خوف مدنظر رکھ کر صادق کو پرکھے تو وہ غلطی سے بچالیا جاتا ہے۔ لیکن جو تکبر کرتا ہے اور آیات اللہ کی تکذیب اور ہنسی کرتا ہے اس کو یہ دولت نصیب نہیں ہوتی ہے۔ یہ زمانہ کیسا مبارک زمانہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے ان پر آشوب دنوں میں محض اپنے فضل سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کے اظہار کیلئے یہ مبارک ارادہ فرمایا کہ غیب سے اسلام کی نصرت کا انتظام فرمایا اور ایک سلسلہ کو قائم کیا میں ان لوگوں سے پوچھنا چاہتا ہوں جو اپنے دل میں اسلام کے لئے ایک درد رکھتے ہیں اور اوس کی عزت اور وقعت اون کے دلوں میں ہے وہ بتائیں کہ کیا کوئی زمانہ اس زمانہ سے بڑھ کر اسلام پر گذرا ہے جس میں اسقدر سب و شتم اور توہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی گئی ہو اور قرآن شریف کی ہتک ہوئی ہو؟ پھر مجھے مسلمانوں کی حالت پر سخت افسوس اور دلی رنج ہوتا ہے اور بعض وقت میں اس درد سے بیقرار ہو جاتا ہوں کہ ان میں اتنی حس بھی باقی نہ رہی کہ اس بے عزتی کو محسوس کرلیں کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کچھ بھی عزت اللہ تعالیٰ کو منظور نہ تھی جو اس قدر سب و شتم پر بھی وہ کوئی آسمانی سلسلہ قائم نہ کرتا۔ اور اون مخالفین اسلام کے منہ بند کرکے آپ کی عظمت اور پاکیزگی کو دنیا میں پھیلاتا۔ جب کہ خود اللہ تعالیٰ اور اوس کے ملائکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں تو اس توہین کے وقت اس صلوٰۃ کا اظہار کسقدر ضروری ہے + اور اس کا ظہور اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ کی صورت میں کیا ہے۔ مجھے بھیجا گیا ہے تاکہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کھوئی ہوئی عظمت کو پھر قائم کروں اور قرآن شریف کی سچائیوں کو دنیا کو دکھاؤں

اور یہ سب کام ہو رہا ہے۔ لیکن جن کی آنکھوں پر پٹی ہے وہ اوس کو دیکھ نہیں سکتے حالانکہ اب یہ سلسلہ سورج کیطرح روشن ہوگیا ہے اور اسکی آیات اور نشانات کے اسقدر لوگ گواہ ہیں۔ کہ اگر ان کو ایک جگہ جمع کیا جاوے تو ان کی تعداد اسقدر ہو کہ روئے زمین پر کسی بادشاہ کی بھی اتنی فوج نہیں ہے۔

اسقدر صورتیں اس سلسلہ کی سچائی کی موجود ہیں کہ ان سب کو بیان کرنا بھی آسان نہیں۔ چونکہ اسلام کی سخت توہین کی گئی تھی اس لئے اللہ تعالیٰ نے اسی توہین کے لحاظ سے اس سلسلہ کی عظمت کو دکھایا ہے۔ کم فہم لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ میں اپنے مدارج کو حد سے بڑھاتا ہوں میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میری طبیعت اور فطرت میں ہی یہ بات نہیں کہ میں اپنے لئے کسی تعریف کا خواہشمند باؤں اور اپنی عظمت کے اظہار سے خوش ہوں میں ہمیشہ انکساری اور گمنامی کی زندگی پسند کرتا رہا لیکن یہ میرے اختیار اور طاقت سے باہر تھا کہ خدا تعالیٰ نے خود مجھے باہر نکالا۔ اور جسقدر میری تعریف اور بزرگی کا اظہار اوس نے اپنے پاک کلام میں جو مجھ پر نازل کیا گیا ہے کیا ہے یہ ساری تعریف اور بزرگی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ہے احمق اس بات کو نہیں سمجھ سکتا۔ مگر سلیم الفطرت اور باریک نگاہ سے دیکھنے والا دانشمند خوب سوچ سکتا ہے کہ اسوقت واقعی ضروری تھا کہ جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اسقدر ہتک کی گئی ہے اور عیسائی مذہب کے واعظوں اور منادوں نے اپنی تحریروں اور تقریروں کے ذریعہ اس سید المومنین کی شان میں گستاخیاں کی ہیں اور ایک عاجز مریم کے بچے کو خدا کی کرسی پر جا بٹھایا ہے اللہ تعالیٰ کی غیرت نے آپ کا جلال ظاہر کرنے کے لئے یہ مقدر کیا تھا کہ آپ کی ایک ادنیٰ غلام کو مسیح ابن مریم بنا کے دکھا دیا جب آپ کی امت کا ایک فرد اتنے بڑے مدارج حاصل کرسکتا ہے + تو اس سے آپ کی شان کا پتہ لگ سکتا ہے پس یہاں خدا تعالیٰ نے جسقدر عظمت اس سلسلہ کی دکھائی ہے اور جو کچھ تعریف کی ہے یہ درحقیقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی عظمت اور جلال کیلئے ہے مگر احمق ان باتوں سے فائدہ نہیں اوٹھا سکتے۔

اسوقت صدی میں سے بیس سال گذر رہے کو ہیں اور آخری زمانہ ہے چودھویں صدی ہے کہ جسکی بابت تمام اہل کشف نے کہا کہ مسیح موعود چودھویں صدی میں آئیگا وہ تمام علامات اور نشانات جو مسیح موعود کی آمد کے متعلق پہلے سے بتائے گئے [illegible] ظاہر ہوگئے۔ آسمان نے کسوف خسوف سے اور زمین نے طاعون سے شہادت دی ہے۔ اور بہت سے سعادتمندوں نے ان نشانات کو دیکھ کر مجھے قبول کیا اور پھر اور بھی بہت سے نشانات ان کی ایمانی قوت کو بڑھانے کیواسطے خدا تعالیٰ نے ظاہر کئے اور اسیطرح پر یہ جماعت دن بدن بڑھ رہی ہے

اس مقام تک حضرت اقدس ابھی پہنچے تھے کہ خان عجب خانصاحب جو رقت قلب کے ساتھ چشم پُر آب تھے اپنے پرجوش لہجہ میں بول اوٹھے کہ

وجود جناب خود شہادت است ایڈیٹر

کوئی ایک بات ہوتی تو شک کرنیکا مقام ہوسکتا تھا۔ مگر یہاں تو خدا تعالیٰ نے ان کو نشان پر نشان دکھائے + اور ہر طرح سے اطمینان اور تسلی کی راہیں دکھائیں لیکن بہت ہی کم سمجھنے والے نکلے۔ میں حیران ہوتا ہوں کہ کیوں یہ لوگ جو میرا انکار کرتے ہیں ان ضرورتوں پر نظر نہیں کرتے جو اسوقت ایک مصلح کے وجود کی داعی ہیں۔؟ وہ دیکھیں کہ روئے زمین پر مسلمانوں کی کیا حالت ہے؟ کیا کسی پہلو سے بھی کوئی قابل اطمینان صورت دکھائی دیتی ہے شان و شوکت کی حالت تو سلطنت کی صورت میں نظر آسکتی ہے مسلمانوں کی سب سے بڑی سلطنت اسوقت روم کی سلطنت ہے لیکن اس کی حالت کو دیکھ لو وہ بتیس دانتوں میں زبان ہو رہی ہے اور آئے دن کسی نہ کسی خرخشہ اور مخمصہ میں مبتلا رہتی ہے علمی حالت کے لحاظ سے سب رو رہے ہیں کہ مسلمان پیچھے رہے ہوئے ہیں اور نت نئی مجلسیں اور کمیٹیاں قائم ہوتی ہیں کہ مسلمانوں کی علمی حالت کی اصلاح کی جاوے + دنیوی لحاظ سے تو یہ حالت اور دینی پہلو کے لحاظ سے تو بہت ہی گری ہوئی حالت ہے کوئی بدعت اور فعل شنیع نہیں ہے جس کے مرتکب مسلمان نہ پائے جاتے ہوں اعمال صالحہ کی بجائے چند رسوم باقی رہ گئے ہیں جیلخانوں کو جاکر دیکھو تو زیادہ مجرم مسلمان دکھائی دیں گے کس کس بات کا ذکر کیا جاوے مسلمانوں کی حالت اسوقت بہت ہی گری ہوئی ہے اور اون پر آفات پر آفات نازل ہو رہی ہیں مگر کیا مسلمان ابھی چاہتے ہیں کہ وہ اور پیتے جاویں اس سے بڑھ کر اون کی ذلیل حالت کیا ہوگی کہ وہ پاک دین جو بے نظیر دولت اون کے پاس تھی اور ایمان جیسی نعمت وہ کھو بیٹھے ہیں اور مسلمانوں کے گھروں میں پیدا ہونے والے عیسائی ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرتے اور اسلام کا مضحکہ اوڑاتے ہیں اور یا اگر کھلے طور پر عیسائی نہیں ہوئے تو عیسائیوں کو علوم فلسفہ و طبعی سے متاثر ہو کر مذہب کو ایک بے ضرورت اور بے فائدہ شے سمجھنے لگ گئے ہیں یہ آفتیں ہیں جو اسلام پر آرہی ہیں اور میں نہایت

الحمد للہ والمنۃ کہ خدا وند کریم و رحیم نے آپ کو شفا بخشی نہایت خوشی ہوئی۔ تیسری کتاب میں منجانب اللہ ایسی روکیں اور ایسے موانع پیش آتے رہے ہیں کہ جنکی وجہ سے آج تک طبع حصہ پنجم و دیگر رسائل معرض توقف میں ہوتا گیا۔ مگر یہہ حکمت الٰہی ہے دیر آید درست آید امید رکھتا ہوں کہ اللہ جلشانہ اپنے فضل و کرم سے خود تمام کام انجام پذیر کردیگا کہ سب کام اس کے ہاتھ میں ہے ایک اشتہار ارسال خدمت ہے اسکو جہانتک ممکن ہو شایع کردیں زیادہ خیریت ہے۔ والسلام خاکسار غلام احمد از قادیان۔

۷-جنوری ۱۸۸۶ء

ایضاً

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ ونصلی۔ مکرمی اخویم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ عنایت نامہ پہنچا مولوی صدیق حسن صاحب کے لئے جیساکہ اشارہ ہوا تھا۔ اس عاجز نے دعا مغفرت کی تھی۔ امید کی جاتی ہے کہ اون کے حق میں بہتر ہے انشاء اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنے حالات سے مطلع و مطمئن فرماتے رہیں زیادہ خیریت ہے والسلام۔

خاکسار غلام احمد عفی عنہ ۲۷-مارچ ۱۸۹۰ء

ایضاً

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم مشفقی محبی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اخلاص نامہ آنمکرم پہونچکر بدریافت خیر و عافیت خوشی ہوئی۔ یہ عاجز اب بفضلہ تعالیٰ تندرست ہے مگر اس عاجز کے لڑکے کی طبیعت کسی قدر علیل ہے چونکہ ڈاکٹر کا علاج مناسب تھا اس لئے بٹالہ ضلع گورداسپور میں مع عیال یہ عاجز آ گیا ہے اور علاج ہوتا ہے ابھی کوئی حصہ چھپنا شروع نہیں ہوا۔ دن رات اسی فکر میں ہوں کہ یہہ کام جلد انجام پذیر ہو جاوے۔ خدا تعالیٰ آپ کو اپنی محبت عطا فرماوے آمین ثم آمین

خاکسار غلام احمد عفی عنہ

اس خط پر بھی کوئی تاریخ ثبت نہیں البتہ ڈاکخانہ بٹالہ کی مہر ۱۰-اکتوبر ۱۸۹۰ء کی اور بھوپال کی ۱۲-اکتوبر ۱۸۹۰ء کی ہے .... ایڈیٹر۔

ملفوظات احمدیہ

رومن کیتھولک اور پراٹسٹنٹ در اصل دونوں ایک ہی ہیں آدم زاد کی پرستش کرنے میں کوئی ایک دوسرے سے ممتاز نہیں ہے ایک بیٹے کی پرستش کرتا ہے تو دوسرا ماں کو بھی خدا بناتا ہے اور اس معاملہ میں وہ عقلمندی سے کام لیتا ہے جب بیٹا خدا ہے تو ماں تو ضرور خدا ہونی چاہیئے مگر اب وقت آگیا ہے کہ انسان پرستی کا شہتیر ٹوٹ جاوے (۹/۲ ۰۳)

مفتی محمد صادق صاحب کو فرمایا جبکہ اونہوں نے مسٹر وب کا ایک خط سنایا کہ انکو لکھدو کہ عمر گذری جاتی ہے جو کرنا ہے اب کر لو دنیا ان قویٰ کمزور ہوتے جاتے ہیں دس برس پہلے جو قویٰ تھے وہ آج کہاں ہیں گذشتہ کا حساب کچھہ نہیں آئیندہ کا اعتبار نہیں جو کچھہ کرنا ہو آدمی کو موجودہ وقت کو غنیمت سمجھکر کرنا چاہیئے۔ اب اسلام کی خدمت کرلو۔ اول واقفیت پیدا کرو کہ ٹھیک اسلام کیا ہے؟ اسلام کی خدمت جو شخص دلیری اور قناعت سے کرتا ہے وہ ایک معجزہ اور نشان ہوجاتا ہے جو جمعیت کے ساتھہ کرتا ہے اس کا مزہ نہیں آتا۔ کیونکہ توکل علی اللہ کا پورا لطف نہیں رہتا اور جب توکل پر کام کیا جاوے تو خدا مدد کرتا ہے۔ اور یہہ باتیں روحانیت سے پیدا ہوتی ہیں جب روحانیت انسان کے اندر پیدا ہو تو وہ وضع بدل دیتا ہے۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کس طرح پر صحابہ کی وضع بدل دی یہ سارا کام اس شخص نے کیا جو صادق کے اندر ہوتی ہے یہہ خیالات باطل ہیں کہ کئی لاکھ روپیہ ہو تو کام چلے خدا تعالیٰ پر توکل کرکے جب ایک کام شروع کیا جاوے اور اصل غرض اس کے دین کی خدمت ہو تو وہ خود مددگار ہوجاتا ہے اور سارے سامان اور اسباب بہم پہنچا دیتا ہے (")

جناب خواجہ کمال الدین صاحب کے ذکر پر فرمایا کہ بڑے سعید اور مخلص ہیں اور حقیقت میں مردانگی یہی ہے کہ جب تعلق پکڑے تو آخر تک نبھاوے یک در گیر و محکم گیر۔ (")

یہہ مجلس خود اللہ تعالیٰ نے پیدا کر دی ہے جس میں بیٹھ کر خدا نظر آتا ہے جو راستہ ہم صاف کرتے ہیں مشرق۔ مغرب میں کہیں چلے جاؤ کسی جگہ وہ بات نہیں ملیگی کوئی ہفتہ نہیں ایسا گذرتا۔

جب ایک یا دو باتیں اسلام کی تائید میں پیدا نہ ہوتی ہوں۔ (")

جو لوگ سچے مذہب کے پیرو ہوتے ہیں خدا تعالیٰ ان ہی کے ساتھہ ہوتا ہے اون کے اور اون کے غیروں میں ایک امتیاز ہوتا ہے جو تائید وہ اسلام کی کرتا ہے وہ دوسروں کی نہیں کرتا اسلام کا خدا اپنے کلام کے ساتھہ ایک شرف عطا کرتا ہے جو اور کسی کو نہیں ملتا اور اس طرح پر وہ قدرت کے نشان دکھاتا ہے اور کوئی اون کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ ہاں باتیں بنانے والے بہت ہوجاتے ہیں خدا تعالیٰ کی یہ عادت نہیں کہ انسان کے تابع ہو بلکہ چاہتا ہے کہ لوگ اس کے تابع ہوں۔

آج ہمیں کوئی دکھائے کہ اسلام کے سوا کونسا مذہب ہے جو اللہ اور اس کی مخلوق کے لئے پاک ہدایت کرتا ہو۔

دُنیا ایسی ہے کہ یہ آرام کی جگہ نہیں بلکہ ایک خارستان ہے خوشی کی جگہ نہیں اس کے ساتھہ الام و اسقام لگے ہوئے ہیں ہمارے خاندان میں پچاس کے قریب آدمی تھے وہ قریباً سب کے سب خاک کے نیچے چلے گئے۔ بچوں بیویوں میں ابتلا آتے ہیں اس سے بھی انسان کو سبق ملتا ہے اس پر دُنیا کی بے ثباتی اور حقیقت منکشف ہوجاتی ہے۔ انسان چونکہ دو محبتوں کا مجموعہ ہے کیونکہ انسان اصل میں انسان ہے اس لئے اوس میں انس۔ شفقت کا مادہ زیادہ ہے اگر اس میں یہ قوتیں نہ ہوتیں تو پھر بچوں اور دوسرے کمزور لوگوں کی پرورش کیونکر کرتا حقوق کا ادا کرنا دوستی کے تعلقات یہہ سب انس کو چاہتے ہیں۔ آج میں دیکھتا ہوں کہ جسقدر یہ سلسلہ بڑھتا جاتا ہے اسقدر میرے تعلقات بڑھتے جاتے ہیں اور متعلقین کا غم اور فکر بڑھ رہا ہے اور ہر روز کسی نہ کسی عزیز یا دوست کی تکلیف کی کوئی نہ کوئی خبر آجاتی ہے تو میں اس سے سخت کرب اور بے آرامی میں رہتا ہوں اور بعض وقت تو یہانتک حالت ہوتی ہے کہ نیند بھی نہیں آتی یہ سچی بات ہے کہ جسقدر تعلقات بڑھتے ہیں اوسی قدر غم اور فکر بڑھتا ہے حضرت عیسے علیہ السلام کا حال لکھتے ہیں کہ وہ کہتے ہیں کہ میں بڑا آزاد ہوں۔ کیونکہ بے تعلق ہوں۔ مگر یہہ کوئی فضیلت اور خوبی نہیں ہے۔ اس سے اخلاق کے سارے شعبے مکمل نہیں ہوتے۔ یہ نقص کی بات ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گیارہ بچے مرے تھے آپ نے جو ثبات قدم اور رضا بالقضا کا کامل نمونہ دکھایا کسی اور کی زندگی میں کہاں ملتا ہے

لقابا دار اپنے اپنے حساب صاف کریں

حضرت حکیم الامت کے ارشادات

تمام صداقتیں جو پہلی کتابوں میں پائی جاتی ہیں وہ قرآن شریف میں موجود ہیں مگر زبر الاولین اور کتاب اللہ میں اتنا فرق ہے کہ پہلی کتابوں میں وہ صداقتیں مدلل اور مبرہن نہیں ہیں اور قرآن شریف اون کو مدلل اور مبرہن ..... کرکے بیان کرتا ہے۔

قرآن شریف کی تلاوت کرو مگر عمل کیلئے اور اگر قرآن شریف میں کوئی آیت ایسی باوجود بہر معلوم ہو اور ایسا نظر آوے کہ اوس پر عمل نہیں ہو سکتا تو یا وہ کبھو ایسا خیال سخت خطرناک ہے اسی وقت استغفار کرو۔ کیونکہ یہ حالت شیطان کی ہوتی ہے جو قرآن شریف اُس کے لئے باعث راحت نہیں ہے۔ پس تم ایک ڈائیری بناؤ اور اسمیں وہ تمام باتیں جو تم سنو پڑھو درج کرو۔ اور انہیں غور کرو۔ کہ کیا تمہیں قرآن کریم سے لذت آتی ہے یا کسی اور کے کلام سے۔ پھر تمہیں پتہ لگ جاوے گا کہ تم کون ہو۔

قرآن شریف نے دلائل قیامت بیان کرتے ہوئے ایک لطیف دلیل دی اور وہ یہ ہے قل سیروا فی الارض کہدو کہ ان ملکوں کی سیر کرو جہاں انبیاء علیہم السلام جو مصدق قیامت تھے آئے تھے۔ فانظروا کیف کان عاقبۃ المجرمین۔ پس تم دیکھو کہ خدا تعالیٰ اور اس کے رسولوں سے قطع کرنے والوں کا انجام کیا ہوا۔ یعنے جو لوگ مکذب و منکر قیامت تھے اون کے انجام پر نظر کرو۔ قیامت کا منکر جب قیامت کے قایل کے سامنے بشکل مخالف کھڑا ہوتا ہے اور مقابلہ کرتا ہے تو منکر ہلاک ہو جاتا ہے جس سے مصدق قیامت کے ساتھ تائید الٰہی ثابت ہوتی ہے اور یہی قیامت کی بین دلیل ہے۔

المودۃ فی القربیٰ اس کے معنے کرتے ہوئے حضرت حکیم الامت نے فرمایا۔

قربیٰ۔ (۱) وہ باتیں جن سے تم مقرب باللہ بنجاؤ (میں چاہتا ہوں کہ یہ معنے سب سے مقدم ہوں نور الدین)

(۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس کے یہہ معنے کئے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام قریش قریبی رشتہ دار تھے اور ان تمام میں باہم ہمیشہ جنگ و جدال رہتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم سے کچھ نہیں چاہتا۔ سوائے اسکے تم باہم کی لڑائیاں چھوڑ دو اور آپسمیں محبت کرو

(۳) تمام مقربان خدا کے ساتھ محبت کرو۔ المقربین السابقون الاولون من المہاجرین والانصار الآیۃ۔

(۴) القربیٰ جمیع الاقارب۔ کنتم بنعمتہ اخواناً۔

اطاعت تین طرح سے ہوتی ہے۔ اوّل محبت اطاعت کا ذریعہ ہے۔ محبوب کے حکموں کی فرمانبرداری کی جاتی ہے اور سب سے بڑھ کر محبوب خدا ہی ہے۔ دوم۔ خوف بھی ذریعہ اطاعت ہے سب سے زیادہ احکم الحاکمین کا خوف رکھنا چاہیئے۔ اور وہ اللہ جلشانہ ہے۔ سوم۔ اپنا حاجت روا جو ہو۔ ہر حاجت کو پورا کرنیوالا جاجتو پر پوری خبر رکھنے والا اور حاجتوں کے پورا کرنے پر قادر وہ صرف خدا ہی ہے۔

گناہ سے بچنے کے دو بڑے نسخے ہمیشہ یاد رکھو اول ہر وقت دل میں یقین کرو کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اعمال دیکھتا اور جانتا ہے

دوم۔ اللہ تعالیٰ کی اس صفت پر ایمان لاؤ۔ واللّٰہ مخرج ما کنتم تکتمون۔ یعنے جو گناہ ہم پوشیدہ ہوکر کریں گے اللہ تعالیٰ اوسے ظاہر کردیگا۔

شیطان کبھی کبھی نیکی کے رنگ میں بھی انسان کو ہلاکت میں ڈال دیتا ہے ایسے اوراد اور وظائف بتائے جاتے ہیں کہ انسان با جماعت نماز سے بچایا ہے پس انسان کو اپنی نیکیوں کا گمان اور غرور نہیں کرنا چاہیئے اور چونکہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے مختلف قویٰ دئیے ہیں اس لئے جو بات اسکو نہیں دی گئی اس کو چاہیئے کہ دوسروں سے لیکر اسکا فائدہ اُٹھاوے اور اسمیں اپنی کسر شان نہ سمجھے اس لئے فرمایا ہے فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون۔

انما اموالکم و اولادکم فتنۃ فتنہ کے میں یہ معنے کیا کرتا ہوں کہ تمہارا مال اور تمہاری اولاد تمہیں کندن بنا دیتی ہے خدا تعالیٰ کا کوئی فعل عبث اور بیہودہ نہیں ہوتا بلکہ انسان ہی کی بہتری اور بہبودی کے واسطے ہوتا ہے اس لئے اولاد اور مال بھی انسان کو کندن بنا دیتا ہے ان کی خبرگیری۔ احتیاط۔ سلوک وغیرہ سے اس کی اخلاقی قوتوں کا نشو و نما ہوتا ہے لیکن جس شخص کو ایسا موقع حاصل نہیں وہ ان اخلاق فاضلہ کو کیسے سیکھ سکتا ہے

اخوۃ

حضرت مولانا مولوی عبدالکریم صاحب سلمہ تعالیٰ کے ایک خطبہ کا ماحصل

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ

سب مومن آپس میں بھائی ہیں۔ پس تم اپنے بھائیوں کے درمیان صلح۔ محبت اور نیکی پھیلانے کی کوشش کرو اور اللہ سے ڈرو تاکہ تمپر رحم کرے ایمان والو! کوئی مرد کسی مرد سے ٹھٹھا نہ کرے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ جسکو ٹھٹھا کیا جاوے وہ ٹھٹھا کرنے والوں سے اچھا ہو اور باہم بھائیوں میں ایک دوسرے کو عیب نہ لگاؤ اور ایکدوسرے کا چڑ کا نام نہ رکھو کیونکہ ایمان لانے کے بعد ایسا مناسب نہیں ہے۔ اب بھی جو شخص توبہ نہ کرے اور گندی عادتوں کو نہ چھوڑے اللہ کے نزدیک وہ ظالم ہے

ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے ان صفات مذمیمہ سے اجتناب کی ہدایت کی ہے جن کو چھوڑنے کے بغیر کوئی قوم قوم نہیں بن سکتی اور نہ وہ سچی محبت اور حقیقی اخوت قائم ہو سکتی ہے جو اسلام پیدا کرنی چاہتا ہے اور جس کی نظیر دنیا کی کسی قوم اور مذہب میں نہیں پائی جاتی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے عربوں کا یہ حال تھا کہ اُن میں کا ہر فرد واحد اپنے آپ کو فخر سے دیکھتا تھا اور دوسروں کو نہایت ہی حقارت کی نظر سے دیکھتا تھا اور ایک دوسرے کے ایسے نام رکھتے جو اوس کی تذلیل کا موجب ہوتے اور اُس کو چڑاتے یا اوس کی کسی خلقی نقص کو ظاہر کرتے۔ یہہ بد عادت اسوقت بھی ہمارے ملک میں پھیلی ہوئی ہے اور کشمیر میں تو خصوصیت کے ساتھ بہت ہے میں نے دیکھا ہے کہ وہاں اصل نام سے بہت ہی کم پکارتے ہیں بلکہ کوئی نہ کوئی اور برا نام جو خواہ اس کے قد کے لحاظ سے ہو یا زبان یا کسی اور عضو کے لحاظ سے مگر چڑانے والا ہوتا ہے۔ اسی سے پکارتے ہیں۔

ان باتوں کا نتیجہ ہمیشہ دیکھا گیا ہے کہ جھگڑے کینے۔ دشمنی۔ عداوت اور مقدمات ہوتے ہیں جیسا کہ میں نے ابھی کہا ہے ایسی باتیں عربوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پیشتر تھیں

لیکن آپ کی قوت قدسی اور قرآن کریم کی پاک تاثیر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو ان عیبوں سے نجات دی اور یہاں تک اون کی حالت بدل گئی کہ اگر کوئی شخص آکر یہہ بھی کہدے کہ فلان شخص نے یہہ گناہ کیا ہے تو دوسرا ہرگز ہرگز یقین نہیں کر سکتا تھا وہ باہم ایسی سینہ صاف جماعت ہو گئی تھی کہ خود اللہ تعالیٰ نے اُن کی نسبت فرمایا ونزعنا ما فی صدورہم من غل کسی قسم کی دشمنی اور کھوٹ ان کے سینوں میں رہا ہی نہیں وہ باتیں جن سے حقد و حسد اور غیظ و غضب عصہ اور عداوت پیدا ہوتی ہے ان کا مادہ ہی انکے سینوں میں باقی نہیں رہا تھا وہ دنیا میں بھائیوں کیطرح بسر کرتے تھے۔ جیسے فرمایا ہے۔ اخوانا علی سرر متقابلین

اسی آیت پر (جو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی صفائی باطن و یگانگت اور اخوت کی روشن دلیل اور زبردست شاہد ہے) غور کرنے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسی اور آپ کی تاثیر صحبت کا زبردست ثبوت ملتا ہے کہ آپ نے انہیں کیسی تبدیلی پیدا کر دی۔ حقیقت میں یہہ چھوٹی سی بات نہیں۔ بڑی عظیم الشان تبدیلی ہے جس کا نمونہ کسی نبی کی امت اور قوم میں یقیناً نظر نہیں آتا۔ کیا مسیح کے حواریوں میں یہہ مثال ملسکتی ہے؟ کبھی نہیں!

اخوانا علی سرر متقابلین میں غور کرنے سے عجب مزا آتا ہے۔ دُنیا میں اگر ایسی مجلس ہو تو کسی غریب کو جوتیوں پر بیٹھنا پڑتا ہے اور امیر ہو تو اُسے خاص جگہ پر بٹھلاتے ہیں۔ غرض حسب مراتب نشست کا انتظام ہوتا ہے اور سردار مجلس سے اوپر بیٹھتا ہے۔ مگر برخلاف اس کے یہہ نظارہ ہی اور ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دو جہان کے شاہنشاہ تھے جن کے برابر کوئی بادشاہ نہ ہوا ہے اور نہ ہوگا۔ آپ باوجود اسقدر عظمت و عزت کے جو آپ کو حاصل تھی اپنے خدام کے زمرہ میں جب بیٹھتے تھے تو کوئی امتیاز اور فرق نہ ہوتا تھا اور بسا اوقات ایک اجنبی کو آکر پوچھنا پڑتا تھا۔ ایکم محمد تم میں سے محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم کون ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی تخت یا مسند اپنے لئے الگ نہیں بنائی ہوئی تھی جیسا کہ عام دُنیا کے فرزندوں میں رواج ہے یہ پہلا عملی سبق تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو سچی اخوت قائم کرنیکے لئے پڑہایا تھا جب سید الکونین کا یہہ حال ہے کہ وہ درویشوں کے ساتھ مٹی پر بیٹھتا ہے تو اس کے اصحاب کب اپنے آپ کو ایکدوسرے پر فضیلت دے سکتے تھے؟

علی سرر متقابلین کا لفظ بھی صاف بتا رہا ہے کہ وہ برابر کے درجوں میں ہیں اگرچہ وہ کھجور کے تپڑ یا مٹی پر بیٹھے ہوں بلکہ بارش کے دنوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد (جو جھونپڑی تھی اور جسکی چھت بھی مضبوط نہ تھی بلکہ کھجور کی لکڑیاں اور پتیاں تھیں) ٹپک پڑتا تھی اور حضور کا روئے مبارک کیچڑ سے بھر جاتا تھا۔ اب بظاہر گو ایسی جگہ ہے لیکن خدا تعالیٰ نے ایسا کمال دیا ہے کہ وہ سب کے سب تختوں پر بیٹھے ہوئے ہیں

الغرض میں ذوق کلام میں دور نکل گیا۔ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے سچی اخوۃ کی تعلیم دی ہے اور جو باتیں اس پاک رشتہ کی راہ میں روک ہو سکتی ہیں ان سے بچنے کی ہدائیت فرمائی۔ مگر اب دیکھنا یہہ ہے کہ یہہ تو صرف حکم ہے۔ یہ کس طرح معلوم ہو کہ اوس پر چلا بھی؟ اور اس اخوۃ کا کبھی کوئی وجود قائم بھی ہوا؟ میں اس کے جواب میں کہونگا کہ قرآن شریف کا خدا کی کتاب ہونا اسی سے ثابت ہوتا ہے کہ اُس کے احکام پر عمل ہوا اور اوس کے نتائج اور ثمرات دکہائے گئے۔ جیسا کہ میں نے ونزعنا ما فی صدورہم من غل کی آیت پیش کر کے دکہائی ہے۔ یہ آیت ثبوت ہے اس حکم کی تعمیل کا۔ یعنے ہمنے ان انتڑیوں کو دھو ڈالا ہے جن میں کینہ ہوتا ہے۔ کینہ میں ایک دوسرے کی طرف پیٹھ کر دیتا ہے باہم بولتے نہیں مگر اس آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا رسول اور اس کے اصحاب ایک دوسرے کیطرف مُنہ کر کے بیٹھتے ہیں اور گویا ماں جائے بھائیوں کی طرح ایکدوسرے کو دیکھکر خوش ہوتے ہیں۔

یہ عظمت اور یہ جلال اور مبارکی قرآن شریف ہی کی شان کے شایاں ہے کہ جو حکم وہ پیش کرتا ہے اس کی تعمیل اور اُس کے ثمرات اور نتائج کا ثبوت بھی ساتھ ہی دیتا ہے کہ کسی تعلیم کی نسبت یہ کہنے کا موقع نہ ملے کہ وہ ناقابل عمل ہے انجیل ایک گال پر طمانچہ کہا کر دوسری پھیر دینے کی تعلیم تو دیتی ہے۔ لیکن کوئی پادری اور مشنری اور بشپ ہمیں بتائے کہ کس وقت یہہ تعلیم زیر عمل آئی ہے کسی زمانہ میں بھی اسپر عمل نہیں ہوا اور نہ ہو سکتا ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ کے فضل سے قرآن کریم کو ہاتھ میں لیکر دنیا بھر کی کتابوں کو جھٹلا سکتے ہیں۔ اسلئے کہ انمیں یہہ ثبوت نہیں ہے تورات انجیل اپنی تعلیمات کا کوئی اثر اور نتیجہ ہرگز نہیں دکھا سکتی ہیں۔ ہمنے دیکھا ہے کہ وید کے اندر بڑی بڑی دعائیں مانگی گئی ہیں کہ ہمارے دشمنوں کو ذلیل تباہ کر اور ہمیں یوں برومند کر مگر ویدکی ان دعاؤں کی ناکامی اور نامرادی عملی طور پر ظاہر ہو گئی ہے کہ ہمیشہ سے یہہ لوگ دوسروں کے ماتحت ہی رہے اور وہ غلامی کا رسن جو اون کے گلے میں ڈالا گیا ابتک نہیں کھلا مگر قرآن شریف نے جہان ایک طرف وانصرنا علی القوم الکافرین کی دعا سکھائی دوسری طرف غالب کر کے دکہا دیا اور ملکوں کے ملک عربوں کے زیرنگین ہوتے چلے گئے یہ ایک بین ثبوت ہے قرآن مجید کی حقانیت اور سچائی کا اور دوسری کتابوں کی ناکامی اور نامرادی ہی اُن کے ابطال کیلئے بس ہے۔

جو لوگ چاہتے ہیں کہ قرآن کریم کی تعلیمات کے اثر اور نتائج کو مشاہدہ کریں اون کو واجب ہے کہ وہ پہلے عربوں کی اس حالت پر اطلاع پیدا کریں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے تھی اور پھر دیکھیں کہ آپ کے آنے کے بعد اُسکی حالت میں کیا تبدیلی ہوئی؟ وہ جاہل تھے عالم بن گئے۔ سراسر تاریکی تھی نور کے فرزند بن گئے۔ بالکل نادار اور درویش تھے۔ دُنیا کے فاتح اور شاہنشاہ بن گئے اُن کے رہنے کو مکان اور پاؤں میں جوتا تک نہ تھا۔ لیکن قرآن کریم کی برکت سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے۔ ایران۔ شام۔ روم اور ہندوستان۔ چین۔ سپین۔ اور دوسری ولایتوں کے خزانے زمین نے ان کی سامنے اگل دئے۔ میرے دوستو! یہ چھوٹی سی بات نہیں۔ ایک قوم ایسی ذلیل۔ کس مپرس۔ گمنام۔ مگر محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل سے قرآن کریم کے سبب سے اُن کو ایسا درجہ ملا کہ وہ ساری دنیا کے معلم کہلائے۔

دوستو! عزیزو! غور کرنے کا مقام ہے کہ وہ کیا بات تھی جس کے اختیار کرنے سے اُن کو یہ عزت اور دولت ملی وہ یہی پاک تعلیم تھی جس کی ہدایتوں نے اون کو پاک کر دیا وہ پہلے بدکاریاں کرتے تھے۔ مگر قرآن کریم کے ماتحت ہو کر پاکباز ہو گئے ایک دوسرے کو بُرے ناموں سے یاد کرتے تھے۔ مگر ایمان لانیکے بعد ایک کی عزت دوسرے کی عزت تھی بلکہ ہر ایک اپنی عزت سے زیادہ دوسرے کی عزت کا پاس کرتا تھا۔ یہ کلید اون کو دی گئی تھی جس سے سارے مسدودوں کے قفل کھل گئے۔

اگر میں اسوقت خطبہ پڑھنے کے لئے کھڑا نہ ہوتا جس میں مضمون کو بہت ہی مختصر کرنا پڑتا ہے تو میں اس اخوۃ کے نمونے آپ کو صحابہ کی سیرۃ میں دکھاتا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک صحبت اور قرآن کریم کی پاکیزہ ہدایتوں نے قائم کی تھی۔ میں جب اسلامی تاریخ کو پڑھتا ہوں اور اسی میں صحابہ کی سیرۃ کو دیکھتا ہوں تو بعض اوقات بے اختیار ہو کر وجد کی سی حالت مجھ پر طاری ہو جاتی ہے اور میں کثرت سے درود شریف پڑھنے لگتا ہوں کہ یہ کیسا عظیم الشان انسان ہے اور اس کے پاک انفاس میں کیسی تاثیر ہے کہ ایسی اکھڑ قوم میں یہ حیرت انگیز تبدیلی پیدا کر دی میرے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسا اعجاز ہے کہ مادہ پرست قوم کو بھی تسلیم کے سوا چارہ نہیں رہتا ایسے انقلاب

عظیم الشان کی کوئی مثال دُنیا میں پیش کرے اگر وہ اس کے ماننے کے لئے طیار نہیں۔

اس زمانہ میں بھی بھائی بننے کا زور دیا گیا ہے۔ اور برادرہڈ کی تعلیم دی جاتی اور اس قسم کی سوسائیٹیاں اور مجلسیں بنائی جاتی ہیں۔ جنکے اغراض اخوۃ کا بڑھانا ہے۔ مگر ان انسانی تجویزوں کا نتیجہ کچھ نہیں اس لئے کہ اونمیں وہ روح اور نمونہ نہیں جو اپنی پاک تاثیروں سے اثر ڈال سکے یہ فخر قرآن اور صرف قرآن شریف ہی کو حاصل ہے کہ اُس نے سب سے پہلے اس مسئلہ کو دُنیا میں پھیلایا اور نہ صرف تعلیم دی بلکہ بناکر دکھا دیا اور پھر بطور امتنان ظاہر کیا۔

کنتم اعداء فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمته اخوانا۔

دنیا میں سچی اخوۃ قرآن شریف نے قایم کی اور پھر جب قایم ہوگی تو قرآن شریف کے ہی ذریعہ ہوگی اور آج پھر خدا تعالیٰ نے چاہا ہے کہ دُنیا میں سچّی برادری قایم ہو اور اُس کے لئے اُس نے اپنا برگزیدہ امام بھیجا ہے جو اپنے طرز عمل اور پاک نمونہ سے اسی رشتہ کو مضبوط کر رہا ہے اسوقت بھی دیکھ لو۔ کہ اس کی نشست کے لئے کوئی خاص امتیاز نہیں کیا گیا۔ اگرچہ وہ سب سے نرالا اور ممتاز ہے اور وہ ہر جگہ درخشاں ہے مگر وہ تکلف اور تصنع جو دنیوی مجلسوں میں ہوتا ہے نہیں ہے ایک ہی چٹائی پر آپ اور ایک معمولی آدمی آپ کے پاس بیٹھتا ہے اور میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ اگر سلطان روم یا خاقان چین بھی ہو تو بھی ایسا ہی ہو غرض یہ اپنے پاک نمونے سے دکھاتا ہے کہ تمکو کیا کرنا چاہئے۔ پس میں آج پکار کر کہتا ہوں **انما المومنون اخوة** مومن بھائی بھائی ہیں۔ تم یاد رکھو کہ یہ آیت گویا اسوقت پھر اتر رہی ہے۔ خدا کا برگزیدہ رسول تم میں موجود ہے۔ اس کے بعد تم میں باہم کوئی عداوت اور کینہ نہ ہو۔ تم میں سے کوئی جو اعلی النسب رکھتا ہے اپنے بھائی کو جسے یہ شرف حاصل نہیں حقارت کی نگاہ سے نہ دیکھے اور استہزا نہ کرے۔ عالم جاہل کو ذلیل نہ سمجھے۔ دولتمند غریب پر نہ ہنسے۔ بڑا چھوٹے پر ظلم نہ کرے۔ غرض تم میں سے ہر ایک ایکدوسرے کی عزت کو اپنی عزت اور اُس کی ذلت کو اپنی ذلت سمجھنے والا ہو۔ کسی کا کوئی بدنام نہ رکھو کسی کے عیب سننے کے لئے طیار نہ ہو۔ جب یہ حالت تم میں پیدا ہوگی تو وہ اخوۃ جو خدا کا برگزیدہ بندہ قایم کرنی چاہتا ہے تم میں پیدا ہوگی۔ ہر وقت دعاؤں میں لگے رہو اور خدا تعالیٰ سے فضل اور توفیق کو مانگو کیونکہ اُس کے فضل کے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا یہ ایک مجرب نسخہ ہے جس سے قوم قوم بنتی ہے تم چاہتے ہو کہ قوم بنو پھر کیا وجہ ہے کہ ان اصولوں کو ترک کرو جو قوم بننے کے لئے ضروری ہیں۔ خدا تعالیٰ ہم سبکو توفیق دے کہ ہم ان ہدایتوں پر عمل کریں۔ اور ہم میں سچّی برادری قایم ہو۔ آمین۔

واقفیت بڑہانیوالی خبریں

سائنس کے ذریعہ یہ بھی ممکن ہوگیا کہ بہرے آدمی بھی سن سکتے ہیں امریکہ کے ایک ڈاکٹر ہچنسن نے ایک ایجاد کی ہے جو ٹیلیفون کے ضروری اصول پر مبنی ہے اس ایجاد کے ذریعہ آواز کی لہروں میں اسقدر تیزی پیدا ہوجاتی ہے کہ وہ اون لوگوں کے کانوں میں بھی اثر کر جاتی ہے جنہوں نے آواز کبھی سُنی ہی نہ تھی۔ موجد نے گذشتہ سال انگلستان میں گونگوں اور بہروں کے مدرسوں میں اپنی ایجاد کا تجربہ کرایا۔

برلن کے باغ حیوانات میں ایک قسم کا بندر ہے جسے گریلا کہتے ہیں اُسے ایک سیاح ہراسکلنک افریقہ سے لایا تھا یہ بندر ہر رات جنگلوں میں جاگتے رہتے ہیں منڈلی باندہ کر گاتے ہیں۔ اگرچہ راگ زیادہ بسرا نہیں ہوتا تاہم جو لوگ پہلے پہل سنتے ہیں انپر ایک جادو کا سا اثر کرتا ہے +

انڈے کی سفیدی پنیر کی آمیزش سے ایک ایسا سریش بنجاتا ہے جسپر خشک ہونے کے بعد آگ اور پانی کا اثر نہیں ہوتا چمڑے کی بیٹھکوں اور جلدو نپر انڈے کی سفیدی ملنے سے چمک اور پائداری آجاتی ہے۔

عرق لیمو اور نمک سے کپڑوں پر سے پھپھوندی اور زنگ کے داغ دور ہو جاتے ہیں اور کپڑے کو ذرا بھی ضرر نہیں پہنچتا۔ دونوں چیزوں کو ملا کر دھبوں پر لگا دو اور دھوپ میں رکھدو دو تین بار لگانے سے داغ بالکل اُڑ جائینگے +

کناڈا میں ایک شخص اسبسٹاس (ایک معدنی شے) سے ایک لباس بنایا ہے جس میں دستانے۔ ٹوپی۔ بوٹ اور نقاب بھی شامل ہیں۔ اس لباس کو پہنکر آدمی ایسے مکان میں رہ سکتا ہے جس میں آگ لگ رہی ہو اور اُسے ذرا بھی تکلیف اور نقصان نہیں ہوتا۔ نقاب میں ایک آلہ لگا ہے جس کے ذریعہ سے آدمی سانس لے سکتا ہے۔ مگر مضر ہوائیں سانس میں داخل نہیں ہو سکتیں +

فرانس کی بحری فوج کے ایک افسر نے ایک ایسا جہاز ایجاد کیا ہے جسمیں انسان سمندر میں جی متلانے کی سخت آفت سے بچا رہتا ہے۔ جہاز میں دو حصے ہیں نیچے کا کشتی نما حصہ پانی کے بارہ فٹ اندر ڈوبا رہتا ہے۔ اُسمیں انجن اور جہاز چلانے کے آلات ہیں اوپر کے حصہ میں جو پانی سے ۳۰ فٹ اوپر رہتا ہے مسافروں کے لئے کوٹھریاں ہیں دونوں حصوں میں آمد رفت کیلئے دو گھرنائیاں ہیں +

انگلستان میں مسٹر جے ارسمتھ ریلوے انسپکٹر کے اوپر ایک نہائت دشوار عمل جراحی کیا گیا۔ اُس کے دماغ میں انڈے کے برابر ایک رسولی پیدا ہوگئی تھی جسے کاٹ کر نکالا گیا اگرچہ دماغ میں انڈے کے برابر ایک غار ہوگیا لیکن مریض کو صحت ہوتی جاتی ہے اور یقین کیا جاتا ہے کہ اس عمل کا آئندہ اسکی صحت پر کوئی اثر نہ ہوگا۔ اسی طرح اٹلی میں ڈاکٹر سیونی نے ایک شخص گیکلو نامی کے دماغ میں سے اتنی ہی بڑی رسولی نکالی۔ گیاکلو دس سال سے بیمار تھا یہاں تک کہ رسولی کے باعث وہ دونوں آنکھوں سے نابینا ہوگیا اور اس کی عقل بالکل جاتی رہی اُسکے رشتہ داروں نے تنگ آکر اُسے قید کر دیا۔

اوزون (ایک لطیف ہوا) جو ایک قسم کا آکسیجن ہے اُس سے پانی خوب صاف ہو جاتا ہے۔ اسمیں اجرام کے ہلاک کرنیکی صفات موجود ہیں۔ جنسے یوروپ و امریکہ کے کیمیا ساز اور ماہرین علم الاجرام خوب واقف ہیں جرمنی کے شہر شچرسٹین میں ذخیرہ آبرسانی کا پانی اس سے صاف کیا جاتا ہے وہاں ایک عمدہ کارخانہ ہے جو بجلی کے ذریعہ ہوا میں سے اوزون کو پیدا کرتا ہے۔ جسے پانی صاف کرنے کے کام میں لایا جاتا ہے۔

مرض گٹھیا کے لئے سانپ کا تیل مفید ہے۔ ممالک متحدہ امریکہ کے مقام میری لینڈ میں کوئی نصف ایکڑ اراضی میں پہاڑی ٹیلے ہیں جسپر گھنی جھاڑیاں اور گھاس اُگی ہوئی ہے۔ وہاں سہ سہ فٹ لمبے کوئی ۲۰ ہزار سانپ پائے جاتے ہیں جن کے کاٹے میں زہر نہیں ہوتا تیل نکالنے کی غرض سے اونہیں پکڑ کر کھال اوتاری جاتی ہے اور پھر اون کا قیمہ سؤر کی چربی کیطرح تلا جاتا ہے جس میں سے تیل نکل آتا ہے۔ ہر سال میں ایک پیپا تیل وہاں کے سانپوں سے حاصل ہوتا ہے +

ساری مرضوں کے اجرام کو خاک پرورش کرتی مگر آفتاب کی شعاعیں فنا کرتی ہیں پیرس کی میڈیکل سوسائیٹی کی تحقیقات سے واضح ہوتا ہے کہ سڑکوں کو جھاڑو سے جھاڑنے کی نسبت پانی سے دہونا بہتر ہے کیونکہ اجرام خاک کے ذریعہ ایک مقام سے دوسرے مقام پر پہنچ کر بربادی پھیلاتے ہیں +

ایک شخص کوپر ہیوٹ نے ایک برقی لمپ ایجاد کیا ہے جو پارے کی بھاپ سے روشن ہوتا ہے۔ اسمیں سُرخ شعاعیں نہیں ہوتیں۔ اُسکی آنکھوں کو کم تکلیف ہوتی ہے مگر سُرخ شعاعوں کے نہ ہونے سے وہ رنگ جن میں سُرخی ہوتی ہے مٹیالے یا ہلکے بنفشئی معلوم ہوتے ہیں اور کمرے میں لکڑی کا جسقدر سامان ہوتا ہر سبزی مائل نظر آتا ہے۔ اور آدمیوں کی صورتیں سبز اور کہیں کہیں سُرخی کے دھبے سے ہوئے معلوم ہوتے ہیں اسکا ایک یہ بھی فائدہ ہے کہ وہ نکسیر (ناک سے خون بہنے) کو روکتی ہے۔ ڈاکٹر اتچ ویلز نے ایک مریض کی ناک میں ایک حصہ اڈرینیلین

مضمون دعا کی تفہیم

۱۔ دعاؤں کی قبولیت کا ایمان ہر ایک انسان کی فطرت میں موجود ہے۔ سعید دل میں یہہ ایمان زندہ رہتا اور ہر ایک چھوٹی بڑی ضرورت کے وقت اُن کو کامل یقین کے ساتھ خدا کی طرف جھکاتا ہے برعکس اس کے سعید مومن کی یہ ایک بڑی پہچان ہے کہ وہ ہر حال میں اپنے خدا کی نصرت مغفرت اور رحمت کا طالب بنا رہے۔ جسقدر انسان دنیا پرست غافل اور جناب الٰہی سے دور ہوتا جاتا ہے اُسی قدر یہہ ایمان ضعیف اور بیجان ہوتا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ پرلے درجہ کے بدبخت لوگوں میں بلا انتہا درجہ کے دُکھ اور مصیبت کے ظاہر نہیں ہوتا۔

چنانچہ یہ ایمان نیک و بد لوگوں میں مختلف درجوں پر ہم شب و روز خود مشاہدہ کرتے ہیں کوئی قوم تو کیا کوئی فرد بشر بھی ایسا نہیں جو ایک نہ ایکوقت اپنے خدا سے امداد و مشکلکشائی کا خواستگار نہ ہوتا ہو اس کی تمثیلات سے قرآن مجید بھرا ہوا ہے ایک طرف انبیاء علیہم السلام اور اون کے سچے تابعین کا گروہ ہے جو بات بات میں اپنے رب سے دعائیں مانگتا ہے۔

حاملان عرش پکارتے ہیں ربنا وسعت کل شیئاً رحمۃ وعلماہ اے ہمارے رب تیری رحمت اور تیرا علم ہر ایک شے میں پھیلا ہوا ہے آدم علیہ السلام کی دعا ہے ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفر لنا وترحمنا لنکونن من الخاسرین اے ہمارے رب ہمنے اپنے نفسوں پر ظلم کیا اور اگر تو ہماری مغفرت نہ کرے اور ہم پر رحم نہ کرے تو ہم ضرور تباہ ہوجاویں نوح علیہ السلام دعا کرتے ہیں۔ رب لاتذر علی الارض من الکافرین دیارا۔ اے میرے رب تو زمین پر کافروں کا کوئی تنک نہ رہنے دے۔ ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہے رب اجعل ھذا البلد امنا وارزق اھلہ من الثمرات من امن منھم باللہ والیوم الاخر ۔ اے میرے رب تو اس شہر مکہ کو باامن بنا اور اُس کے رہنے والوں میں سے جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھیں ان کو پھلوں کا رزق دے۔ شعیب علیہ السلام کی دُعا ہے ربنا افتح بیننا وبین قومنا بالحق اے ہمارے رب تو ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان حق حق فیصلہ کردے صالح کی دعا ہے ربنا ھب لنا من ازواجنا وذریاتنا قرۃ اعین اے ہمارے رب تو ہماری بیبیوں اور ہماری اولاد میں سے قرۃ العین عطا کر۔ یونس کہتے ہیں رب الی ظلمت نفسی اے میرے رب تحقیق مینے ہی اپنے نفس پر ظلم کیا حضرت سلیمان ع کی دعا ہے رب اغفر لی وھب لی ملکا لاینبغی لاحد من بعدی۔ اے میرے رب تو میری مغفرت کر اور مجھکو ایسا ملک عطا کر جو میرے بعد کسی کو نہ پہنچ سکے حضرت مسیح علیہ السلام کی دعا ہے ربنا انزل لنا علینا مائدۃ اے ہمارے رب تو ہم پر ایک خوان نازل کر۔ اصحاب کہف کی دعا ہے ربنا اتنا من لدنک رحمۃ اے ہمارے رب تو ہم پر اپنی جناب سے رحمت بھیج۔ ان کے علاوہ اور ہزارہا متفرق دعائیں ہیں جیسے ربنا انت ولینا فاغفر لنا وارحمنا ربنا لا تواخذنا ان نسینا او اخطانا ربنا ولا تحمل علینا اصراً کما حملتہ علی الذین من قبلنا ربنا ولا تحملنا مالا طاقت لنا بہ واعف عنا واغفر لنا وارحمنا انت مولینا فانصرنا علی القوم الکافرین۔ ربنا اغفر لنا ذنوبنا واسرافنا فی امرنا وثبت اقدامنا الغرض ربنا اور ربی کی پکار سے تمام قرآن بھرا ہوا ہے دوسری طرف دنیا پرستوں بدکاروں اور ملحدوں کا گروہ ہے جس کی مثال فرعون اور اُس کا گروہ ہے۔ شدت مصیبت کے وقت وہ بھی موسےٰ علیہ السلام سے دعا کے خواستگار ہوتے ہیں .... پھر ایک عام مثال کے طور پر قرآن مجید فرماتا ہے اذا رکبوا فی الفلک دعوا اللہ مخلصین لہ الدین فلما نجھم الی البر اذا ھم یشرکون جب کشتی میں سوار ہوتے ہیں تب اللہ کو دینی اخلاص کے ساتھ پکارتے ہیں مگر جب ہم اون کو صحیح سلامت خشکی پر پہنچا دیتے ہیں تب فوراً شرک کرنے لگتے ہیں۔

۲۔ دعاؤں کی قبولیت سے معرفت ترقی پکڑتی اور ایمانی اصول یقینی صورت میں متبدل ہوجاتے ہیں۔

جب ایک مومن بندہ اپنے رب کو کسی ضرورت یا کسی مشکل کے وقت پکارتا ہے تب ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی سن رہا ہے پھر اور زیادہ امید خلوص اور عجز کے ساتھ پکارتا ہے تب پیاسا احساس اور بھی تیز ہوجاتا اور اسکو اپنی دعاؤں میں زیادہ پرجوش بنا دیتا ہے آخر کار رب العالمین جو ارحم الراحمین ہے کمال فضل اور رحمت کیساتھ اُس کو خواب یا الہام کے ذریعہ سے جواب دیتا ہے یہہ جواب ایسا تسلی بخش ہوتا ہے کہ سائل کو ایسا یقین کامل ہو جاتا ہے جیساکہ حواس ظاہری کے احساس پر۔ یعنی جسقدر آنکھوں سے دیکھی ہوئی شے یا کانوں سے سُنی ہوئی آواز کے واقعی وجود پر پورا یقین ہوتا ہے ویسا ہی اس باطنی اطلاع کی صداقت پر کامل بھروسہ ہوتا ہے۔ جب بار بار اپنی دعاؤں کے جواب میں یقینی امور مشاہدہ کرتا ہے تب باری تعالیٰ کی صفت رحمانیت کے عجیب عجیب خواص اُسکو معلوم ہوتے جاتے ہیں۔ اپنے تجربہ سے وہ دیکھتا ہے کہ کن کن باتوں سے خدا خوشنود ہوتا اور کن کن باتوں سے ناراض ہوتا ہے۔ کن حالتوں میں اس کی دعا کو جلد تر قبولیت حاصل ہوتی ہے اور کن حالتوں میں دیر میں اور حالتوں میں کوئی جواب نہیں ملتا اس طرح پر تمام اصول شریعت اور حقیقت واقعی طور پر معلوم ہوتی جاتی ہے۔ صفائی علوم کے ساتھ اخلاص محبت وفا صبر شکر رضا اور تسلیم کی قوتیں بھی ترقی پکڑتی ہیں اور وہ خوب سمجھتا ہے کہ ایک وقت خدا تعالیٰ سے مانگنے کا ہے اور ایک وقت اُس کی رضا پر صبر و شکر کرنے کا ایک وقت اُس کے انعامات سے مسرور اور ممتاز ہونے کا ہے اور ایکوقت ابتلاؤں میں وفاداری اور تسلیم ظاہر کرنے کا۔ الغرض ایسا مومن اپنے خدا سے بار بار ملتا ہمکلام ہوتا اور دین کے راستوں میں بیناؤں کیطرح چلتا ہے برعکس اُسکے جو مقبول نہیں وہ خدا سے دور ہے اور دین کے راستوں میں اندھوں کی طرح چلتا ہے۔ اسطرح یہ دعاؤں کا سلسلہ حصول رشد و سعادت کا موجب ہوتا ہے چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے واذا سالک عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان فلیستجیبوا لی ولیومنوا بی لعلھم یرشدون ○ اگر میرے بندے تجھ سے میری بابت سوال کریں پس ان کو جواب دے کہ میں قریب ہوں۔ دعا کرنیوالا جب مجھے پکارے میں اس کو قبول کرتا یا جواب دیتا ہوں پس میرے بندوں کو چاہیے کہ مجھسے دعائیں مانگا کریں اور مجھپر ایمان رکھیں تاکہ وہ رشد حاصل کریں۔ یہ یاد رہے جیساکہ ہم تمہید میں بیان کر آئے ہیں کہ قبولیت دعا کے واسطے صحت ایمان استغفار توبہ صبر اور عجز و نیاز ضروری ہیں۔ چنانچہ اس آئت میں اللہ تعالیٰ لفظ عبادی سے اپنے بندوں کو مخاطب کرکے اپنے قریب اور مجیب ہونیکا اظہار فرماتا ہے اور دعا کرنیوالے کو لفظ الداع سے عام نہیں رہنے دیا بلکہ الف لام نے مخصوص کر دیا ہے اور آیات قرآنی اس مسئلہ کو اور زیادہ واضح کرتی ہیں چنانچہ ارشاد ہوتا ہے فاستغفروہ ثم توبوا الیہ ط ان ربی قریب مجیب ○ خدا سے استغفار کرو اور اُس کی طرف جھک جاؤ کہ تحقیق میرا رب قریب اور مجیب ہے ایک اور مقام پر ارشاد ہے یا ایھا الذین امنوا استعینوا بالصبر والصلوۃ ط ان اللہ مع الصابرین۔ اے مومنوں اللہ سے صبر اور نماز کے ساتھ مدد چاہا کرو کہ تحقیق اللہ صابرین کے ساتھ ہے +

۳۔ صفات باری تعالےٰ میں سے اجابت دعا ایک ایسی صفت ہے جو غفور رحیم اور مغفرت کا مظہر بنتی اور اولیاء کرام کی زندگی میں عجیب در عجیب کرشمے دکھلاتی

امام الوقت مسیح موعود و مہدی مسعود اپنے رسالہ برکات الدعا میں فرماتے ہیں "اور دعا کی ماہیت یہ ہے کہ ایک سعید بندہ اور اس کے رب میں ایک تعلق مجاذبہ ہے یعنی پہلے خدا تعالےٰ کی رحمانیت بندہ کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔ پھر بندہ کے صدق کی کششوں سے خدا تعالیٰ اُس سے نزدیک ہو جاتا ہے اور دعا کی حالت میں وہ تعلق ایک خاص مقام پر پہنچکر اپنے خواص عجیبہ پیدا کرتا ہے سو جس وقت بندہ کسی سخت مشکل میں مبتلا ہو کر خدا تعالیٰ کی طرف کامل یقین اور کامل امید اور کامل محبت اور کامل وفاداری اور کامل ہمت کے ساتھ جھکتا ہے اور نہایت درجہ کا بیدار ہو کر غفلت کے پردوں کو چیرتا ہُوا فنا کے میدانوں میں آگے سے آگے نکل جاتا ہے پھر آگے کیا دیکھتا ہے کہ بارگاہ الوہیت ہے اور اُسکے ساتھ کوئی شریک نہیں تب اُس کی رُوح آستانہ پر سر رکھدیتی ہے اور قوت جذب جو اُس کے اندر رکھی گئی ہے وہ خدا تعالیٰ کی عنایات کو اپنی طرف کھینچتی ہے تب اللہ جلشانہ اُس کام کے پورا کرنے کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اس دعا کا اثر اُن تمام مبادی اسباب پر ڈالتا ہے جن سے ایسے اسباب پیدا ہوتے ہیں جو اُس مطلب کے حاصل ہونیکے لئے ضروری ہیں مثلاً اگر بارش کے لئے دعا ہے تو بعد استجابت دعا کے وہ اسباب طبعیہ جو بارش کیلئے ضروری ہوتے ہیں اُس دعا کے اثر سے پیدا کئے جاتے ہیں اور اگر قحط کیلئے بددعا ہے تو قادر مطلق مخالفانہ اسباب کو پیدا کر دیتا ہے۔ اسی وجہ سے یہ بات ارباب کشف اور کمال کے نزدیک بڑے بڑے تجارب سے ثابت ہو چکی ہے۔ کہ کامل کی دعا میں ایک قوت تکوین پیدا ہو جاتی ہے یعنی باذنہ تعالیٰ وہ دعا عالم سفلی اور علوی میں تصرف کرتی ہے اور عناصر اور اجرام فلکی اور انسانوں کے دلوں کو اُس طرف لے آتی ہے جو طرف موید مطلوب ہے خدا تعالیٰ کی پاک کتابوں میں اس کی نظیریں کچھ کم نہیں ہیں۔ بلکہ اعجاز کے بعض اقسام کی حقیقت بھی دراصل استجابت دعا ہی ہے اور جسقدر ہزاروں معجزات انبیاء سے ظہور میں آئے ہیں یا جو کچھ کہ اولیائے کرام ان دنوں تک عجائب کرامات دکھلا رہے انکا اصل اور منبع یہی دعا ہے اور اکثر دعاؤں کی اثر سے ہی طرح طرح کے خوارق قدرت قادر کا تماشا دکھلا رہے ہیں وہ جو عرب کے بیابانی ملک میں ایک عجیب ماجرا گذرا کہ لاکھوں مردے تھوڑے دنوں میں زندہ ہوگئے اور پشتوں کے بگڑے ہوئے الٰہی رنگ پکڑ گئے اور آنکھوں کے اندھے بینا ہوئے اور گونگوں کی زبان پر الٰہی معارف جاری ہوئے اور دُنیا میں یکدفعہ ایک ایسا انقلاب پیدا ہُوا کہ نہ پہلے اُس سے کسی آنکھ نے دیکھا اور کسی کان نے سُنا کچھ جانتے ہو وہ کیا تھا؟۔

وہ ایک فانی فی اللہ کی اندھیری راتوں کی دعائیں ہی تھیں جنہوں نے دنیا میں شور مچا دیا۔ اور وہ عجائبات باتیں دکھلائیں جو اُس امی بیکس سے محالات کی طرح نظر آتی تھیں۔ اللھم صل وسلم وبارک علیہ وآلہ بعدد ھمہ وغمہ وحزنہ لھذہ الامتہ وانزل علیہ انوار رحمتک الی الابد "

قرآن مجید سے تاثیرات دعا کی بابت یہاں تک ثابت ہوتا ہے کہ جب کوئی شخص مصائب میں گرفتار ہوتا ہے یا کوئی قوم خراب حال ہو جاتی ہے اس مصیبت اور تباہی کے وقت جو دعائیں نار زار اور بے اختیار اون کے موہوں سے نکلتی ہیں وہ ایک نہ ایک وقت ضرور اپنا اثر کرتی اور زمانہ کا تخت اُلٹ دیتی ہیں یہی سلسلہ دعا ہے جو مغلوب کو غالب اور زیردست کو زبردست بنا دیتا ہے۔ اور عروج اور غلبہ کے وقت میں عموماً لوگ لاپرواہ متکبر سرکش اور ظالم بن جاتے ہیں اس لئے دعائیں اون سے چھوٹ جاتی اور یہہ لاپرواہی اُن کے زوال کا موجب بنتی ہے برعکس اس کے جو لوگ تباہی اور مظلومیت کی حالت میں ہوتے ہیں وہ عموماً کثرت سے اپنے خدا کو پکارتے ہیں اس لئے آخرکار اُن کی آہ و زاری مقبول ہو کر عروج کا باعث بن جاتی ہے یہہ سلسلہ عروج و زوال کا کنبوں خاندانوں اور قوموں میں اس کثرت سے دیکھا جاتا ہے کہ یہہ بات ضرب المثل ہوگئی ہے "ہر بات کا انت ہے" یعنی انتہائے زوال کے بعد عروج اور انتہائے عروج کے بعد زوال شروع ہو جاتا ہے اصل راز اس شخصی اور قومی عروج و زوال کا دعا اور غنا ہے کسی بزرگ کا شعر ہے۔

بترس از آہ مظلوماں کہ ہنگام دعا کردن
اجابت از در حق بہر استقبال مے آید

قرآن مجید ان تصرفات الٰہیہ کی نسبت اس طرح پر فرماتا ہے۔

امن یجیب المضطر اذا دعاہ ویکشف السوء ویجعلکم خلفاء الارض ءالٰہ مع اللہ ۔ بھلا کون ہے جو بیقرار کی سُنتا ہے جس وقت وہ اُس کو پکارتا ہے اور مصیبت کو دور کر دیتا اور تمکو زمین کے خلیفہ بناتا ہے کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ مصیبت کا دور ہونا اور زمین میں عروج پانا اضطراری دعاؤں سے شروع ہوتا ہے یہ تمام قدرت اللہ کو ہے جس کے سوائے اور کوئی معبود نہیں اور یہہ مسئلہ بھی ایک صاف اور بدیہی کہ ہر ایک انسان اپنے دل سے سوال کرکے اس نتیجہ کو پہنچ سکتا ہے اسی واسطے یہ تمام حقیقت سوال کی صورت میں بیان فرمائی گئی ہے تاکہ ہر ایک سمجھدار آدمی خود سوچے اور سمجھے۔

(۴) جو لوگ دعائیں نہیں مانگتے وہ سخت غافل بیدین اور بدکار ہو جاتے اور اون کو تعلقات باطنی سے محروم رہجاتے ہیں جو مومن بندہ کے واسطے رفع الی اللہ اور ازدیاد تقرب کا موجب ہوتے ہیں۔

جو شخص خدا سے کچھہ نہیں مانگتا وہ عبودیت کی حقیقت اور رب العالمین کی رحمت و فضل سے ناآشنا محض ہے انسان کی کیا حقیقت ہے جو اپنے رب سے لاپرواہ بنا رہے ہم ظاہری سلسلوں میں بھی جو باطنی قواعد کا نمونہ ہیں یہی دستور دیکھتے ہیں کہ جو ماتحت اپنے افسر کو حقیر یا بے اختیار یا بخیل یا موذی خیال کرکے اُس سے کسی قسم کے فیض کی امید نہ رکھے اور نہ کبھی اُس سے کوئی سوال کرے بلکہ سوال کو لاحاصل ہتک خیال کرتا رہے وہ کبھی اپنے افسر کی خوشنودی حاصل نہیں کر سکتا اور ان تمام فیوض سے محروم رہجاتا ہے جو اُسکی نسبت حسن ظن رکھنے اچھی خدمات کرنے اور دلجوئی کرنے سے حاصل ہو سکتے تھے اور عموماً لاپروائی بڑھتے بڑھتے تنفر کو پہنچ جاتی ہے جو مخالفت اور نقصانات کا موجب ہوتی ہے پھر جب ایک ناچیز انسان اپنی لیاقتوں اور قوتوں پر متکبر اور سرکش بنا رہے اور رب العالمین کی کچھہ حقیقت نہ سمجھے نہ اُس سے دعاؤں کی قبولیت کا یقین کرے اور نہ اُس سے فیوض و انعامات کی توقع رکھے تو پھر اوس کا کیا دین اور کیا ایمان ہے اور خداوند عالم کو اُسکی کیا پرواہ ہے عموماً دنیا پرستوں جاہلوں غافلوں متکبروں اور بدکاروں کا یہی حال ہوتا ہے کہ اپنی کمائی پرست عیش و تنعم میں غرق اور دنیاوی شغلوں میں خدا سے بیخبر رہتے ہیں پھر رب العالمین کو کچھہ نہیں سمجھتے اور محض حیوانی زندگی بسر کرتے ہیں کہ گاؤ خر کی طرح سوائے شکم سیری کے کچھہ خیال اُن کو نہیں آتا بلکہ حیوانوں سے بھی برے ہو جاتے ہیں قرآن مجید میں نوح علیہ السلام ایسے غافلوں اور بدکاروں کو مخاطب کرکے فرماتے ہیں مالکم لاترجون للہ وقارا تمھیں کیا ہو گیا کہ اللہ سے بڑی بڑی امیدیں نہیں رکھتے ایک اور جگہ پر اللہ جلشانہ فرماتے ہیں۔ قل ما یعبأ بکم ربی لولا دعاؤکم لوگو اگر تم دعائیں نہ کرو تو میرے رب کو تمہاری کیا پرواہ ہے۔ پھر ایک اور جگہ پر قرآن کریم فرماتا ہے انلزمکموھا وانتم لھا کارھون کیا ہم تمہارے شامل حال وہ انعامات اور برکات کر دیں جن سے تم کراہیت کرتے ہو۔

تعلیم الاسلام کالج کا افتتاح

جیسا کہ پہلے سے اعلان ہو چکا تھا ۱۵ مئی ۱۹۰۳ء تعلیم الاسلام کالج کے افتتاح کے لئے مقرر کیگئی تھی لیکن چونکہ اس کے افتتاحی جلسہ میں اعلیٰ حضرت حجۃ اللہ علی الارض مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شرکت بغرض برکت ضروری تھا اور تاریخ مقررہ کے قریب بندگان عالی کی طبیعت بقضیب اعدا ناساز تھی ڈائرکٹر صاحب نے ضروری سمجھا کہ کالج کی افتتاحی تاریخ کو ۲۸ مئی ۱۹۰۳ء تک ملتوی کر دیں چنانچہ افتتاحی جلسہ کے لئے یہ تاریخ مقرر کی گئی +

قبل ازیں کہ ہم ناظرین کو افتتاحی جلسہ کی روئیداد سے آگاہ کریں ہم اس امر کا اظہار ضروری سمجھتے ہیں کہ افسوس ہے ہم اس روز دارالامان میں موجود نہ تھے۔ بلکہ اپنے مجوزہ سفر پر تھے۔ اس لئے ہم جو کچھ لکھتے ہیں یہ ان نوٹوں کی بنا پر ہے جو ہمارے سپیشل رپورٹر نے کئے یا ہمارے بعض معتبر احباب نے مفصل بیان کئے

افتتاحی جلسہ کی خصوصیات

تعلیم الاسلام کالج کے افتتاحی جلسہ کا اعلان پڑھ کر ممکن ہے ہمارے ناظرین کے دل میں یہ خیال پیدا ہو کہ ہمارے کالج کا افتتاح بھی اسی قسم کی ایک رسم ہوگی جو عام طور پر آج دُنیا میں پھیلی ہوئی ہے کہ ایسے جلسوں میں بڑے دُنیا دار اور دُنیوی ترقی کے خواستگار جمع ہوتے ہیں اور کسی بڑے مقامی افسر کو جلسہ میں بلایا جاتا ہے اور زمانہ کی عرفی طریق کے موافق (قطع نظر اسکے کہ وہ طریق مذہبی قوانین اور ہدایات کے مخالف ہے یا موافق) چند خاص رسوم ادا کی جاتی ہیں اور بعض مختصر سی تقریروں اور من ترا حاجی بگویم تو مرا حاجی بگو پر عمل کرنے والے ریز ولیوشنز کے بعد تفریحی امور کیطرف توجہ کیجاتی اور کچھ کھا پی کر جلسہ برخاست ہو جاتا ہے۔ مگر ہم نہایت ہی خوشی کے ساتھ ظاہر کرتے ہیں کہ یقیناً کل ہندوستان بھر بلکہ کل دنیا میں اسوقت یہ پہلا کالج کھلا ہے جو عرفی رسومات افتتاحی سے بالکل منزہ سمجھنا چاہیئے +

برٹش گورنمنٹ کے بیدار مغز حکام اگرچہ ایسے جلسوں میں نہایت خوشی اور فخر کے ساتھ شریک ہوتے اور ہر طرح سے اپنی رعایا کو نیک کاموں میں مدد دینے کے لئے آمادہ پائے جاتے ہیں اور اگر ہم اپنے کالج کے افتتاح پر اپنے معزز حکام کو دعوت دیتے تو وہ تکلیف اٹھا کر بھی ضرور شریک ہوتے لیکن ایک قومی اور مذہبی کالج کے افتتاح پر جسکی اعلیٰ و اوّل غرض اسلام کی عظمت کو پھیلانا اور مذہبی تعلیم کی عام اشاعت ہے (مقامی حکام کی شمولیت محض تکلف اور بناوٹ سمجھی جاتی اور فی الحقیقت ایک حد تک ایسا ہی ہوتا ہے اس لئے ہم نے ضروری نہیں سمجھا کہ ظاہرداری کے رسومات کو ادا کر دیا جاوے پس اس جلسہ کے خصوصیات میں سے پہلی خصوصیات یہ بھی کہ اسمیں نمائشی اور تکلف کی کوئی کارروائی نہیں کی گئی۔ نہ اسمیں دعوت کے کارڈ جاری ہوئے نہ اس میں کسی پارٹی کا اہتمام کیا گیا بلکہ سیدھے سادے طریق محض دعا کے لئے ایک جلسہ کیا گیا۔ یہ افتتاحی جلسہ دراصل دعا کا جلسہ تھا۔ طالبعلموں پروفیسروں اور دوسرے کارکنوں کو ہدایت کا جلسہ تھا۔

جلسہ کا مکان اور اُس کا سامان۔

۲۸ مئی ۱۹۰۳ء کو جو افتتاح کالج کی تاریخ مقرر ہوئی تھی ساڑھے چھ بجے کے بعد احاطہ سکول میں بورڈنگ ہوس اور اس کے درمیانی میدان میں ایک شامیانے کے نیچے جلسہ کا انتظام کیا گیا تھا اور یہ انتظام ہمارے مکرم بھائی مفتی محمد صادق صاحب سپرنٹنڈنٹ مدرسہ کی زیر نگرانی مدرسہ کے اوستادوں اور طالب علموں کی متفقہ کوشش سے کیا گیا تھا۔ شمالی جانب ایک عارضی چبوترہ بنایا گیا تھا جسپر اراکین مدرسہ اور دوسرے معزز احباب کیلئے کرسیاں بچھائی گئی تھیں اور جنوب کی طرف ایک میز رکھی گئی تھی جسپر دائیں طرف قرآنکریم اور بائیں جانب کرۂ ارض رکھا گیا تھا۔ میز کے سامنے طالب علموں کی ورزش کیلئے ایک ستون کھڑا تھا اور اوپر شامیانہ تھا۔

اس نظارہ کا تصور کر کے ہمیں جسقدر خوشی ہوئی ہے اُسے ہم الفاظ میں ادا نہیں کر سکتے اور پھر یہ خوشی اور بھی دوبالا ہو گئی جب حضرت حکیم الامت کی تقریر کا موضوع یا محرک یہی نظارہ پایا۔ یہ تو اردو تھا جو ہم کو حضرت حکیم الامت سے ہوا

قرآن کریم اور کرہ ارض سے سبق۔

اس نظارہ کے متعلق حضرت حکیم الامت نے جو کچھ فرمایا وہ آپکی تقریر میں ملاحظہ کریں گے لیکن میز پر کے قرآن کریم اور کرۂ ارض سے جو سبق آپ تقریری زبان میں دیا گیا۔ اس کو ہم ضرور پیش کرنا چاہتے ہیں معزز ناظرین! اس سے وہ مقصد ثابت ہوتا ہے جو ہمارے اس کالج کے پیش نظر ہے اور اس کے ہر طالب علم اور پروفیسر کا ہونا چاہیئے اور وہ یہ ہے کہ قرآن کریم کی عظمت کو روئے زمین پر قائم کرو۔ اور یہ صاف ظاہر ہے کہ اس عظمت کو ہم قرآنی تعلیم کی علمی اور عملی اشاعت سے کر سکتے ہیں ہم نہیں جانتے کہ کسقدر لوگ اس نتیجہ پر پہنچے ہونگے مگر اس میں کوئی کلام نہیں کہ اصل غرض یہی تھی اور ہے

اعلیٰ حضرت کی شمولیت کا سوال۔

اس جلسہ کی اصل غرض تو صرف یہ تھی کہ اعلیٰ حضرت حجۃ اللہ علی الارض حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام قدم رنجہ فرما کر دعا کریں اور اگر ممکن ہو تو حسب حال کچھ زبان فیض ترجمان سے ارشاد بھی فرماویں۔ اور حضرت اقدس اس جلسہ میں بڑی خوشی کے ساتھ شریک ہونے کے لئے طیار بھی تھے۔ مگر آج جلسہ کے وقت بقضیب اعدا آپ کی طبیعت ناساز ہو گئی اور آپ تشریف نہ لاسکے چنانچہ آپ نے نیابتاً حضرت مولانا مولوی عبدالکریم صاحب سلمہ ربہ کو بھیجا اور آپ نے عین اس انتظار میں جبکہ سب کی نظریں دروازے کی طرف اپنے محبوب و مولا آقا کے استقبال کیلئے لگی ہوئی تھیں آکر مندرجہ ذیل پیغام دیا اگرچہ اراکین مدرسہ اور احباب حاضرین جلسہ کو اس لحاظ سے کہ ان کا سید و مولا امام اونمیں اس تقریب پر شریک نہیں ہو سکا اور وہ بھی ناسازی طبیعت کی وجہ سے اضطراب اور افسوس ہوا۔ مگر اس پیغام کو سنکر وہ اذلبس محظوظ ہوئے کہ جو آپکی شمولیت سے مقصود تھی اس کے پورا ہونیکی یہہ بہترین راہ ہے بہرحال حضرت مولانا مولوی عبدالکریم صاحب نے کھڑے ہو کر اعلیٰ حضرت کا پیغام سُنایا اور یہی تقریر اس جلسہ کی افتتاحی تقریر کہنی چاہیئے۔

فرمایا حضرت اقدس نے مجھے ایک پیغام دیکر روانہ کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ میں نے اسوقت حضرت خلیفۃ اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حضور اس جلسہ میں تشریف آوری کیلئے عرض کیا تھا آپ نے فرمایا ہے کہ اسوقت بیمار ہوں حتی کہ چلنے سے بھی معذور ہوں لیکن وہاں حاضر ہونے سے بہت بہتر کام یہاں کر سکتا ہوں کہ ادھر جسوقت افتتاح کا جلسہ شروع ہوگا میں بیت الدعا میں جاکر دعا کروں گا،،

یہ کلمہ اور وعدہ حضرت خلیفۃ اللہ علیہ السلام کا بہت ہی خوش کن اور امید دلانے والا ہے اگر آپ خود تشریف لاتے تو بھی باعث برکت تھا اور اگر آپ نہیں لائے تو دعا فرماوینگے اور یہ بھی خیر و برکت کا موجب ہوگی"

اسقدر تقریر کے بعد حضرت مولانا مولوی عبدالکریم صاحب کرسی پر بیٹھ گئے۔

صدر مجلس

حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تشریف نہ لانے کی وجہ سے حضرت حکیم الامت صدر مجلس قرار دئے گئے اور پھر باضابطہ کارروائی شروع ہوئی۔

حضرت مولانا مولوی عبدالکریم صاحب کی پیام رسانی کے بعد عالیجناب نواب محمد علیخان صاحب رئیس اعظم مالیرکوٹلہ ڈائرکٹر تعلیم الاسلام کالج نے کھڑے ہو کر مندرجہ ذیل تقریر فرمائی۔

ڈائرکٹر صاحب مدرسہ کی تقریر۔

جناب میر مجلس و حضار جلسہ! میں اسوقت کالج کے افتتاح کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں مگر علالت طبع کے باعث زیادہ دیر نہ بول سکوں گا۔

سب سے اوّل ہم خدا تعالیٰ کا شکر کرتے ہیں کہ جسکا ہمپر

احسان ہے اور جس کے محض فضل سے سب کام چل رہے ہیں یہ اسی کا فضل ہے کہ ہمیں اس سلسلہ میں داخل ہونے کی ہدایت ہوئی اور اس آخری زمانے کے آخری امام یعنے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شناخت کی توفیق دی اور پھر اُس کے ساتھ جماعت میں ہمیں جگہ دی۔ خدا کرے کہ ہم کامل طور پر آخرین منہم میں سے ہو جاویں۔ (آمین)

اس کالج کی غرض عام طور پر یہہ نہیں ہے کہ مروجہ علوم دنیاوی کی تعلیم ہو اور اسے صرف ذریعہ معاش بنایا جاوے یا سمجھا جاوے بلکہ اصل غرض یہ ہے کہ ایک عالم اس پاک سلسلہ کی تعلیم سے مستفید ہو جو کہ خدا نے قایم کیا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ مروجہ علوم دنیا کا کچھ حصہ اس میں ضرور ہے مگر اس سے بھی یہی غرض ہے کہ وہ مروجہ علوم دینی علوم کے حاصل کرنے میں بطور خادم ٹھیریں اور اسطرح پر اللہ تعالےٰ کی معرفت میں مدد ملے۔ ورنہ اصل غرض دین اور صرف دین ہی کی تعلیم ہے جو علمی اور عملی طور پر دنیا مقصود ہے۔ یہہ تو کالج کی عام غرض ہے جس سے ہم ایک قوم بنانا چاہتے ہیں اور ایک قومی غرض بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ اپنی احمدی جماعت کے کم سن بچے ابتدا سے دینی علوم سے واقفیت پیدا کر سکیں اور عملی حصہ میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فیضان صحبت سے فائدہ اٹھاویں اور بڑے ہو کر اس پاک چشمہ سے ایک عالم کو سیراب کرنے کا ذریعہ بنیں جس سے وہ خود سیراب ہو چکے ہیں۔

میں یہہ بھی عرض کرتا ہوں کہ کالج کی موجودہ حالت سب احباب پر بخوبی ظاہر ہے۔ آجتک اس کے کارکنوں نے اسکی بہتری اور بہبودی کیلئے جو کچھ کیا ہے اور جو مفید نتائج اور ترقیاں نمودار ہوئی ہیں وہ کسی انسانی [illegible] کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ سب کچھ محض خدا تعالےٰ کے فضل سے ہوا ہے [illegible] کو کھلے ہوئے یا خیال [illegible] ۱۸۹۸ء کو پرائمری سکول کھلا تھا اسکے [illegible] ۱۹۰۰ء کو مڈل تک ترقی [illegible] ۱۹۰۱ء میں ہائی سکول ہوا۔ اب اس امر کے اظہار کی خوشی ہے کہ آج وہ دن ہے کہ ہم اسے کالج بنا رہے ہیں یہ ایک فوق العادۃ ترقی ہے جو حضرت مسیح موعود کی دعاؤں کا نتیجہ ہے۔

علیگڈھ کالج ہندوستان میں بڑا کالج ہے۔ مگر اُس نے ابھی اسطرح ترقی نہیں کی۔ ہم اپنے کالج کی آئندہ ترقیوں کی بھی اسی سرعت سے امید رکھتے ہیں [illegible] خدا کے فضل سے ہوئی ہیں کیونکہ جیسا کہ حضرت مولانا مولوی عبدالکریم صاحب نے ذکر کیا حضرت اقدس نے دعاؤں کا وعدہ کیا ہے اور خدا تعالیٰ کی ذات سے [illegible] امید ہے کہ وہ اپنے مسیح موعود کی دعاؤں کو سنے گا جیسا کہ اُس نے وعدہ کیا ہوا ہے۔ ہم خدا کے فضل سے امید کرتے ہیں کہ یہہ کالج بہت جلد ایک یونیورسٹی ہوگا اور کل دنیا اور احمدی جماعت کے لئے خصوصاً مفید دار العلوم ثابت ہوگا۔

اگرچہ سب کام اللہ تعالیٰ ہی کے ہیں اور وہی انکو چلا رہا ہے۔ مگر تاہم ظاہری اسباب کے لحاظ سے طلباء اور اون کے والدین کو اسطرف بہت متوجہ ہونا چاہئے اور اس ثواب کے موقع کو ہاتھ سے نہ دینا چاہیے گو کہ یہہ کالج خدا کے فضل سے چلیگا اور خدا کے صادق بندے مسیح موعود کی دعاؤں سے نشو ونما پائے گا مگر تاہم بدیں خیال کہ ہر ایک اس کار خیر کے ثواب میں حصہ لیوے کہا جاتا ہے کہ وہ مالی امداد دیں۔

اسقدر تقریر فرما کر جناب ڈائرکٹر صاحب اپنی جگہ پر بیٹھ گئے اور عالیجناب حضرت حکیم الامت مولانا مولوی نور الدین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ نے کھڑے ہو کر مندرجہ ذیل تقریر فرمائی۔

حضرت حکیم الامت کی تقریر

اشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشہد ان محمداً عبدہ ورسولہ

امابعد ہم تو ہر روز تمکو وعظ سناتے ہیں اور سارا دن اسی میں صرف ہو جاتا ہے قرآن شریف کا وعظ بھی خدا کے فضل سے مستقل طور پر جاری ہے مگر اس وقت خصوصیت سے مجھے ارشاد ملا ہے کہ کچھ سناؤں تمہید کی ضرورت نہیں ہے اسوقت یہہ نظارہ سامنے موجود ہے۔ ایک طرف قرآن شریف اور دوسری طرف کرۂ ارض پڑا ہوا ہے پھر اوپر سائبان ہے۔ اور ایک طرف وہ لمبی لکڑی ہے۔ یہی مضمون کافی ہے۔ انسان کو خدا نے بنایا ہے۔ اور اس کے اندر اس قسم کی اشیا رکھی ہیں کہ اگر ان سب کا نشو ونما نہ ہو تو پھر وہ انسان انسان نہیں رہتا ایک ذلیل مخلوق ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر ان خدا کی عطا کردہ قوتوں کا عمدہ نشو ونما ہو تو وہی انسان خدا کا مقرب بن سکتا ہے اور اُس کے یہی ذرائع ہیں جو تمہارے سامنے ہیں (قرآن کریم کی طرف اشارہ کر کے) یہ پاک کتاب جب نازل ہوئی اسوقت ساری دنیا میں اندھیر تھا۔ عرب خصوصیت سے ایسی حالت میں تھا کہ کل دنیا کا بد ترین ہو جانا آسان مگر اس کا سدھرنا مشکل سمجھا جاتا تھا یرمیا نبی کے نوحہ میں یہہ ایک فقرہ موجود ہے جس میں وہ اپنی قوم کو نصیحت کرتا ہے کہ تمنے سچے خدا کو چھوڑ دیا۔ دیکھو تمہارے پاس عرب موجود ہیں وہ جھوٹے خداؤں کو نہیں چھوڑ سکتے لیکن یہ ایک کتاب ہے جس نے ان عربوں کو ایسا بنایا اور وہ فرشتہ خو کہ وہ دنیا کے ہادی۔ مصلح۔ نور اور ہدایت بنگئے اس کا ذریعہ صرف قرآن کریم ہی تھا جو ان کے واسطے شفا۔ نور۔ اور رحمت ہوا ✦

قرآن کریم کا دائیں جانب ہونا تمہارے لئے خوش قسمتی کی فال ہے اور یہ وہی کتاب ہے جو کہ دائیں جانب ہونی چاہئے اس سے یہ تفاول ہے کہ تمہارے دائیں ہاتھ میں ہو دکرۂ ارض کی طرف اشارہ کر کے) دوسری طرف یہ ہے جسپر زندگی چل رہی ہے۔ کتاب اللہ میں بھی اس کی ترتیب اسی طرح سے ہے کہ اول آسمان کا ذکر ہے تو پھر زمین کا موجودہ ضرورت کے لحاظ سے تمکو اس قرب الٰہی کے حاصل کرنیکی ضرورت ہے۔ جس سے عرب کی نابود ہستی بود ہو کر نظر آئی وہ ذریعہ قرآن کریم ہے کہ جس سے اس کرہ پر انکو حکمرانی حاصل ہوئی تھی۔ اسوقت اوس کے بڑے حصہ ایشیا اور افریقہ اور یورپ ہی تھے جنکو مخلوق جانتی تھی اور اس قرآن کی بدولت ان معلوم حصص پر ان کی حکمرانی ہوئی مگر اس کے ساتھ ہی اصلی جڑ فضل الٰہی کا سائبان بھی اپنر تھا۔ ورنہ قرآن تو وہی موجود ہے اور اسوقت اہل اسلام کی تعداد بھی اسوقت سے اضعاف مضاعفہ ہے۔ آنحضرت صلعم کے زمانہ میں پڑھے لکھوں کی تعداد ۳۰ سے زیادہ ہرگز نہ تھی۔ خطرناک قوم کے مقابلہ پر سخت جنگ کیحالت میں ۳۱۳ سے زیادہ سپاہی نہ تھے۔ غزوۂ خندق میں ۷۰۰ تھے اب باوجود اس کے کہ اسوقت سے بہت بہت زیادہ تعداد موجود ہے مگر وہ بات نہیں ہے نہ وہ عزت نہ آبرو نہ اندرونی خوشی نہ بیرونی تو اس بات کی جڑ یہ ہے کہ اوس زمانہ میں جسوقت قرآن نازل ہوا اسکی قدر کی گئی اسکو دستور العمل بنایا گیا نتیجہ یہ ہوا کہ اہل عرب جو اوّل کچھہ نہ تھے پھر سب کچھ بن گئے۔ قرآن شریف کے ابتدائی الفاظ میں لکھا ہے ذالک الکتاب لا ریب فیہ نبی کریم صلعم نے اس کتاب کا ادب اس طرح سے کیا کہ آپ کے زمانہ میں سوائے قرآن کے اور کوئی کتاب نہ لکھی گئی اسوقت بھی خوش قسمتی سے وہی کتاب موجود ہے۔ اگر کوئی اور بھی اسوقت کی لکھی ہوئی ہوتی تو پھر یہ جوش نہ ہوتا یا خدا اور کوئی راہ کھول دیتا۔ غرضیکہ اس کتاب کی عزت سے فضل الٰہی کا وہ سایہ قایم ہوا۔ جیسے اسوقت تم لوگ آسائش سے بیٹھے ہو سائبان تمپر ہے دھوپ کی تپش سے محفوظ ہو۔ اس طرح وہ لوگ جو کہ جنگلوں میں اور دور دراز بلاد میں رہتے تھے۔

وہ اس کے ذریعہ سے امن کی زندگی بسر کرنے لگے۔ تمام ترقیوں عزت اور حقیقی خوشی کی جڑ یہ کتاب ہے اور اسی کے ذریعہ سے ہم اس کرۂ ارض پر حکمرانی کرتے ہیں اور اسی کے ذریعہ سے فضل الٰہی کا سایہ ہم پر پڑ سکتا ہے۔ یہ نہ خیال کرو کہ ایرانی سلطنت ایسی راحت میں ہے ہرگز نہیں۔ جسقدر وہ اس کتاب سے دور ہے اسی قدر اسمیں گند ہے۔ مگر تمکو ابھی تو کچھ علم نہیں ہے۔ بڑے بڑے لائق۔ چالاک اور پھرتی سے بات کرنیوالوں کے ساتھ تاجپوشی کیحالت میں میرا سامنا ہوا ہے مگر اس قرآن کے ہتیار سے جب میں نے اُنسے بات کی ہے تو ان کے چہروں پر ہوائیاں اڑنے لگ گئیں ایک انسان جو کہ بیماریوں میں مبتلا ہو بظاہر تم اسے خندہ اور خوش دیکھ سکتے ہو مگر اندر سے دکھ اسے ملامت سا غشانہ بنا رہے ہیں یاد رکھو خوشی کا چشمہ قلب پھر عقل پھر حواس ہیں اس کے بعد جسم میں خوشی ہوتی ہے مگر جو لوگ غموں میں مبتلا ہوں ان کو حقیقی خوشی نہیں ہوا کرتی۔

میں تم کو ایک بچہ کا قصہ سناتا ہوں کیونکہ تم بھی بچے ہو مگر وہ عمر میں تم سب سے چھوٹا تھا اُس کا نام یوسف تھا جسوقت بھائیوں نے اسے باپ سے مانگا اور چاہا کہ اسے باپ سے الگ کر دیں اور جنگل میں جا کر ایک کوئیں میں اوتار دیا اب تم سمجھ سکتے ہو کہ اس کی کیا عمر تھی۔ اگرچہ وہ چھوٹا تھا اور ناواقف تھا مگر پھر بھی بچوں کی طرح باپ سے الگ ہونے اور نکالے جانے کا اسے علم تھا اور یہ جانتا تھا کہ اُس سے دکھ ملتا ہے ذرا سوچو تو جب ایک بچہ کو اُسکی ماں سے الگ کیا جاتا ہے تو بچہ کا کیا حال ہوتا ہے۔ پھر بچے ہوئے کے نام سے دب جاتے ہیں۔ سہم جاتے ہیں اور اوس کو وہ تاریک کوآں دکھایا گیا جس میں اسے اوتارا گیا نہ اوسوقت کوئی یار نہ آشنا نہ ماں اور نہ باپ اگر ہوتے بھی تو اسے وہ بات نہ بتلا سکتے جو خدا نے بتائی اور اُنکو کیا علم تھا کہ اسکا انجام کیا ہوگا مگر خدا کا سایہ اسپر تھا۔ خدا نے اسے بتلایا لتنبئنھم بامرھم ھذا وھم لا یشعرون کہ اے یوسف دیکھ تجھے باپ سے الگ کیا تیری زمین سے تجھے الگ کیا اور اندھیرے کوئیں میں ڈالا۔ مگر میں تیرے ساتھ ہونگا اور اس علیحدگی کی تعبیر کو تو بھائیوں کے سامنے بیان کرے گا اور اُن کو اس بات کا شعور نہیں ہے دیکھو یہ باتیں باپ نہیں کرسکتا نہ وعدہ دے سکتا ہے کہ یوں ہوگا۔ یا جاہ و جلال کے وقت تک یہ تندرستی بھی ہوگی ایک باپ بچے سے پیار تو کرسکتا ہے مگر وہ اس کے آئندہ کی حالت کا کیا اندازہ لگا سکتا ہے۔ ان باتوں کو جمع کرکے دیکھو اگر کوئی انسان تسلی دیتا تو بچہ کو پیار کرتا گلے میں ہاتھ ڈالتا اور اسے کہتا کہ ہم چیجی دیویں گے۔ مگر خدا کی ذات کیا رحیم ہے وہ فرماتا ہے لتنبئنھم بامرھم ھذا ہم وہ عروج دیویں گے کہ تو ان احمقوں کو بتلا دیگا

یہ حقیقت ہے اُس سایہ کی جسے میں چاہتا ہوں تمپر ہو

علوم کی تحصیل آسان ہے مگر خدا کے فضل کے نیچے اسے تحصیل کرنا یہ مشکل ہے

ہے۔ کالج کی اصل غرض یہی ہے کہ یہاں دینی تربیت ہو مگر اول فضل کا سایہ ہو پھر کتاب پر عمل ہو اس کے بعد دیکھو کہ کیا کامیابی ہوتی ہے فضل الٰہی کے لئے پہلی بشارت پیارے عبدالکریم نے دیکھی ہے وہ کیا ہے۔ حضرت صاحب کی دعائیں ہیں میں ان دعاؤں کو کیا سمجھتا ہوں یہ بہت بڑی بات ہے اور یقیناً تمہارے ادراک سے بالاتر ہوگی مگر میں کچھ بتلاتا ہوں۔

مخالفوں سے انسان ناکامیاب ہوتا ہے گھبراتا ہے ایک لڑکا ماسٹر کی مخالفت کرے تو اسے مدرسہ چھوڑنا پڑتا ہے جسقدر ہیتیم مدرسہ کے ہیں اگر وہ سب مخالفت میں آویں تو زندگی بسر کرنی مشکل ہو اگرچہ افسر بھی لڑکوں کے محتاج ہیں مگر ایک ذرہ سے نقطہ سے ان کے بورڈنگ میں رہنا مشکل ہو جاتا ہے اب اسپر اندازہ کرو کہ ایک کی مخالفت انسان کو کیسے مشکلات میں ڈالتی ہے۔ لیکن ہمارے امام کی ساری برادری مخالف ہے رات دن یہی طاق ہے کہ اسے دکھ پہنچے پھر گاؤں والے مخالف حالانکہ اون کو نفع پہنچتا ہے میں نے ایک شریر سے پوچھا کہ مرزا صاحب کے طفیل تمہاری کتنی آمدنی ہوگئی ہے تو کہا بیس روپے ماہوار زیادہ ملتے ہیں علی ہذا القیاس ان گدہے والوں اور مزدوروں سب سے دریافت کرو تو یقین ہوگا کہ ان کے واسطے ہمارا یہاں رہنا کیسا بابرکت ہے مگر ان سب کے دلوں میں ایک آگ بھی ہماری طرف سے ہے باوجود ہم سو منع ہونے کے پھر بھی ان کے اندر ایک کپکپی ہے کہ یہ یہاں کیوں آگئے ابھی ایک مینار بن رہا ہے۔ اگر کوئی میرے جیسا خلیق ہوتا تو راستہ کو توڑ کر مینار ایک کونہ میں بناتا مگر اس مجسم رحم انسان (مرزا غلام احمد) نے اسے مسجد کے اندر بنایا کہ لوگوں کو تکلیف نہ ہو ان لوگوں کو غیرت نہیں آتی کہ کیا ان دور دراز سے آنیوالوں کی عقل ماری گئی ہے کہ دوڑے چلے آرہے ہیں یہ کہاں کے فلاسفر ہوئے جو ایسی بات کرتے ہیں کیا ان کے تجارب ہم سے زیادہ ہیں یا معلومات میں ہم سے بڑھ کر ہیں شرم کے مارے کچھ جواب تو نہیں دے سکتے یہ کہتے ہیں کہ ان لوگوں کی مت ماری گئی ہے کہ روپیہ اپنا کہاتے ہیں اور یہاں رہتے ہیں۔ یہ حال تو گاؤں کی مخالفت کا ہے پھر سب مولوی مخالف گدی نشین مخالف شیعہ مخالف سُنی مخالف۔ آریہ مخالف مشنری مخالف۔ دہریوں کا کوئی مذہب نہیں ہوتا مگر وہ بھی مخالف اور نہایت خطرناک دشمن اس سلسلہ کے ہیں ان تمام مشکلات کے مقابلہ میں دیکھو وہ (حضرت مرزا صاحب) کیسے کامیاب ہے کیا تمہارا دل نہیں چاہتا کہ تم اسطرح کامیاب ہو۔ یہاں ہمارا رہنا تمہارا رہنا سب اوسی کے نظارہ ہیں کہ باوجود اسقدر مخالفت کے پھر پروانہ وار اُسپر گرتے ہیں اس کا باعث یہی ہے کہ وہ کتاب اللہ کا سچا حامی ہے اور رات دن دعاؤں میں لگا ہوا ہے۔ اُس لڑکے سے بڑھ کر کوئی خوش قسمت نہیں ہے۔ جس کیلئے یہ دعائیں ہوں۔ مگر ان باتوں کو وہی سمجھتا ہے جس کی آنکھ بینا اور کان شنوا ہو۔ لتنبئنھم بامرھم ھذا کی صدا یوسف کے کان میں پڑی اس سے سوچو کہ جبکہ اس کا فضل ساتھ ہوتا ہے تو کوئی دشمن ایذا نہیں پہنچا سکتا کس طرح سے جاہ و جلال اور بحالی یوسف علیہ السلام کو ملی اور سب سے عجیب بات یہ کہ ان بھائیوں کو آخر کہنا پڑا انا کنا خاطئین اس کا جواب یوسف نے دیا لا تثریب علیکم الیوم یغفر اللہ لکم ﴿

یہ سب کچھ اللہ پر یقین کا نتیجہ تھا تم بھی اللہ پر کامل یقین کرو اور ان دعاؤں کے ذریعہ جو کہ دنیا کی مخالفت میں پیہم ہیں مکمل جا ہو کتاب اللہ کو دستور العمل بناؤ تاکہ تمکو عزت حاصل ہو باتوں سے نہیں بلکہ کاموں سے اپنے آپ کو اس کتاب کے تابع ثابت کرو ہنسی تمسخر ٹھٹھا ایذا گالی یہ سب اس کتاب کی تعلیم کے برخلاف ہے۔ جھوٹ سے لعنت سے تکلیف اور ایذا دینے سے مخالفت اور لغو سے بچنا اس کتاب کا ارشاد ہے صوم اور صلوٰۃ اور ذکر شغل الٰہی کی پابندی اس کا اصول ہے۔

تمہاری تربیت کی ابتدائی حالت ہے اگرچہ تربیت کرنیوالے اس قابل نہیں ہیں کہ تمکو اعلیٰ منازل تک پہنچا ئیں مگر کوئی کمزوری اور نقص اگر انتظام میں ہے تو اس کی اصلاح تمہارے ہی ہاتھ میں ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وکذالک نولی بعض الظالمین بعضا بما کانوا یکسبون یعنے اسطرح ہم ظالموں پر ظالموں کو والی کرتے ہیں تاکہ اپنے اعمال کا نتیجہ بھوگیں پھر فرماتا ہے ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسھم پس اپنی اصلاح میں لگو کہ مصلح تمہارا مستولی ہو اللہ تعالیٰ تم کو توفیق دے کہ فضل خدا کا سایہ تمپر ہو اُس کی کتاب تمہارا دستور العمل ہو کرۂ زمین پر عزت سے زندگی بسر کرو دنیا کے لئے نمک نور اور ہدایت ہو جاؤ اپنی کمزوریوں کیلئے دعا کرو اپنے حکمرانوں کیلئے دعا کرو اور کوشش کرو کہ یوسف علیہ السلام کی طرح بن جاؤ۔

آمین۔

حضرت حکیم الامت اس تقریر کے بعد کرسی صدارت پر تشریف فرما ہوئے اور پھر مولوی ابو یوسف مبارک علی صاحب اور مولوی عبداللہ صاحب نے اپنی اپنی نظمیں پڑھیں ازاں بعد جناب ڈاکٹر مرزا صاحب نے کھڑے ہوکر فرمایا کہ خدا کے فضل و احسان سے افتتاح کالج کی رسم ادا ہو چکی اور اس خوشی میں آج مدرسہ کو رخصت دی جاتی ہے۔ اُسکے بعد دعا کی گئی اور جلسہ برخاست ہوا ✦

قوم کی خدمت میں التماس

افتتاح کالج کی روئیداد ناظرین الحکم کے سامنے پیش کرنے کے بعد ہم اپنی قوم کی خدمت [illegible] اس کے کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ اس وقت تک تعلیم الاسلام ہائی سکول نے جس قدر ترقی کی اس کو انتہا تک اسباب [illegible] سے تعلق ہے وہ قوم کی سرپرستی اور اعانت سے ہوئی ہے اگرچہ ان ساری ترقیوں کی جڑ حضرت اقدس کی دعائیں ہیں جو خداتعالیٰ کے فضل اور رحمت کو جذب کرتی ہیں اور آئندہ جو کچھ ترقی ہوگی وہ بھی محض خدا ہی کے فضل سے اور حضرت مسیح موعود کی دعاؤں کی برکت سے لیکن ہماری قوم کا فرض ہے کہ بلحاظ اسباب کالج کی ہر قسم کی اعانت کے لئے فیاضی سے کام لیں حضرت حجۃ اللہ کالج کی بہتری اور ترقی کے لئے تو یہاں تک خواہشمند ہیں کہ آپ نے لنگر خانہ کے چندہ سے وضع کر کے مدرسہ کو چندہ دینے کی بھی تاکید کر دی تھی جس سے بڑھ کر اور کوئی طریق اس ہمدردی اور دلچسپی کے اظہار کا نہیں ہو سکتا تھا جو آپ کو مدرسہ کے ساتھ ہے گویا لنگر خانہ کے پہلو بہ پہلو حضور مدرسہ کی ضروریات کو محسوس کرتے ہیں تو قوم خود سمجھ سکتی ہے کہ اسکو کس درجہ تک سمجھنا چاہیئے۔ اب ہم اس روئیداد کو اس بات پر ختم کر دیتے ہیں کہ کالج کی پروفیسروں میں حضرت حکیم الامت دینیات کے پروفیسر حضرت مولانا مولوی عبدالکریم صاحب ادب عربی کے پروفیسر اور حضرت مولوی محمد علی صاحب ایم اے ریاضی کے پروفیسر ہیں جو آنریری طور پر محض خدا کے لئے کام کرتے ہیں جنکی جزا اللہ تعالیٰ ہی اون کو دے گا۔ اس سے ثابت ہو سکتا ہے کہ اعلیٰ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توجہ کے ساتھ بزرگان ملت بھی اسی جوش اور ہمت کے ساتھ اس کام میں لگے ہوئے ہیں جس کالج کے پروفیسر ایسے ایسے بزرگان ملت ہوں اس کے طلبا کی اخلاقی اور عملی حالت کس پایہ اور درجہ کی ہوگی اب قوم کا فرض ہے کہ وہ ہر طرح سے اپنے اس قومی کالج کی بہتری اور بجالی کے لئے دامے اور سب سے بڑھ کر دعاؤں سے مدد کریں ہم کافر ٹھیریں گے اگر اس آرٹیکل کو ختم کرتے ہوئے جناب ڈائرکٹر صاحب کی سعی اور جانفشانی کا جو وہ کالج کیلئے کرتے رہتے ہیں شکریہ ادا نہ کریں نواب صاحب کا قریباً سارا وقت ان تجاویز اور امور کے سوچنے میں صرف ہوتا ہے جو کالج کے لئے مفید ہو سکتے ہیں۔ اور قطع نظر اس کے جو گرانقدر عطیے آپ کالج کے لئے دیتے ہیں وہ ناظرین سے مخفی نہیں اور پھر بھی کالج کی بہت سی ضروریات کا تکفل آپ کرتے ہیں۔ ہماری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کا اجر عظیم دے اور سرگرم رہنے کی اس سے بھی بڑھ کر توفیق دے اور آپکے ارادوں میں استقامت اور اپنے مقاصد میں کامیابی پیدا کرے [illegible]۔

ریاست سے فراغت پاکر عالیجناب نواب صاحب قبلہ نے اعلیٰ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حضور افتتاح کالج کی اطلاع کی عریضہ لکھا جسکو مع جواب حضرت اقدس ہم ذیل میں درج کرتے ہیں۔

ڈائرکٹر صاحب کا عریضہ

سیدی و مولائی حبیب رحمانی سلمکم اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مولانا مولوی عبدالکریم صاحب کی زبانی معلوم ہوا کہ حضور کی طبیعت نا[illegible] اعلیل تھی اس لئے حضور تشریف نہیں لا سکے گو کہ اس سے ایک گونہ افسوس ہوا مگر کلمات جو مولانا موصوف نے بتا فرمائے ان سے روح تازہ ہو گئی اور خداوند تعالیٰ کے فضل اور حضور کی دعاؤں کے بھروسہ پر کارروائی شروع کی گئی جلسہ نہایت کامیابی سے تمام ہوا اور کالج کی رسم افتتاح ہو گئی۔ اطلاعاً گذارش ہے خداوند تعالیٰ حضور کو صحت عطا فرمائے حضور نے ... دعا فرمائی ہوگی اب بھی استدعائے دعا ہے۔ راقم محمد علی خاں۔

حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم + نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

محبی عزیزی اخویم نواب صاحب سلمہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ رات سے مجھ کو دل کے مقام پر درد ہوتی تھی اس لئے حاضر نہیں ہو سکا لیکن میں نے اسی حالت میں بیت الدعا میں نماز میں اس کالج کے لئے بہت دعا کی غالباً آپ کا وہ وقت اور میرے دعاؤں کا وقت ایک ہی ہوگا۔ خداتعالیٰ قبول فرماوے۔

آمین ثم آمین۔ والسلام۔

خاکسار مرزا غلام احمد عفی عنہ

اطلاع۔ ایڈیٹر الحکم ایک دینی اور قومی خدمت کیلئے اپنے ہیڈکوارٹر سے باہر ہے۔ ناظرین اخبار کی ترتیب یا اسکی اشاعت کے توقف یا تعویق کیلئے اسکو معذور سمجھیں۔ ایڈیٹر

الحکم کے گذشتہ سالوں کے فایل

اکثر احباب الحکم کے گذشتہ سالوں کے فائل طلب کرتے ہیں اور بہت سا وقت محض خط و کتابت میں صرف ہو جاتا ہے اس لئے عام اطلاع کیخاطر شایع کیا جاتا ہے کہ گذشتہ سالوں کے بہت تھوڑے فائل موجود ہیں جن کی قیمت حسب ذیل ہے +

سال		قیمت
۱۸۹۷ء صرف ۹ نمبر		۸/
۱۸۹۸ء	....	۷/
۱۸۹۹ء	....	۷/
۱۹۰۰ء	....	۷/
۱۹۰۱ء	....	۸/
۱۹۰۲ء	....	۸/

محصول ڈاک ذمہ دفتر ہوگا۔ یہ قیمت [illegible] ہے۔ اور دسمبر ۱۹۰۳ء کے بعد غالباً سہ چند قیمت پر بھی نہ مل سکیں گے۔

متفرق نمبر ہر فی نمبر کے حساب سے ملے گا۔ ان فائلوں کی کمی قیمت کے متعلق کوئی خط و کتابت نہ کی جاوے + کیونکہ بہت ہی تھوڑے فائل موجود ہیں اور ان گراں بہا موتیوں کی وجہ سے جن کے یہ امین ہیں ان کی یہ قیمت کچھ بھی نہیں اور صرف قدردان ہی ان گذشتہ فائلوں کو خرید سکتے ہیں +

التماس

ہمارے معزز خریداران الحکم وتفسیر القرآن جب کبھی مطبع سے کسی طرح کی خط و کتابت کریں براہ کرم علاوہ اپنا نام مع پتہ خوشخط لکھنے کے نمبر خریداری بھی لکھا کریں جو ہم نے حال میں ہی ہر ایک خریدار کے لئے [illegible] چٹوں پر چھپوا دیا ہے ورنہ عدم تعمیل کی شکایت پیدا ہوتی دیکھا گیا ہے کہ بسا اوقات بہت سا معزز وقت محض نام کی تلاش میں فضول ضایع ہو جاتا ہے۔ اسطرح سے کلرک مطبع کا حرج ہوتا ہے اور تعمیل خطوط میں بیجا دیر واقع ہوتی ہے امید ہے کہ ہمارے کرمفرما کارخانہ کی تکلیف پر نظر کر کے ہماری التماس کو نظرانداز نہ کرینگے۔ ایڈیٹر

وہ شریعت کے اسرار ہوتے ہیں جس کی کنہ دریافت کو معلوم کرنا انسان کا کام نہیں۔ جبتک نہ وہ علام الغیوب اپنے فضل وکرم سے خود مطلع کرے حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مثنوی میں ایک طبیب کا قصہ حسب حال خوب لکھا ہے کہ اس نے ایک کنیزک کو مسہل دے دیکر ہلاک کردیا حالانکہ وہ خود واجب القتل نہ ٹھیرا اور نہ قصاص لازم آیا اس لئے کہ وہ مامور تھا اس نے اپنے نفس سے اس کو قتل نہ کیا بلکہ امر سے کیا اسیطرح ملک الموت خدا جانے کس کس طرح ہر روز جانیں نکال رہا ہے مگر اس پر کوئی قتل یا خون کا مقدمہ چل نہیں سکتا وہ تو مامور ہے۔ ابدال بھی ملائکہ کے رنگ میں ہوتے ہیں۔ خدا اون سے کئی خدمات لیتا ہے پیمانہ شریعت ظاہری سے ہر ایک امر کو ماپنا غلطی ہوتی ہے۔

بیعت

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ وَ

انتہی امر الزمان الینا الیس

ھذا بالحق

(نام) مقام - ضلع

اشتیاب وامام الدین) ولد فتح الدین - خانپور - پٹیالہ
یوسف ولد بھولا - بی بی حلیمہ زوجہ یوسف - " - "
تین لڑکے یوسف کے - اعظم ولد بھولا - " - "
بوٹا - بی بی بنوں والدہ بوٹا - مولابخش - " - "
زوجہ شادی - زوجہ مولابخش - ابن " - " - "
ابن ویک دختر مولابخش - " - "
عبدالرحمن ولد مولابخش - ٹالوں - برہما
کاکا نمبردار - کاکووال - لودہانہ
امام الدین صاحب - باغبانپورہ - لاہور
غلام محی الدین مارکر - فتووال - گورداسپور
منشی اللہ دین صاحب - رندھیر - گوجرات
شریف اللہ خانصاحب - پشاور - پشاور
رحمت اللہ خانصاحب - ہوشیارپور - ہوشیارپور
غلام محمد و محمد ولد صاحب دین - کوٹرہ جھنگ
صاحب بی بی زوجہ صاحب دین - عالم خاتون - " - "
بھاگاں زوجہ مراد - مراد - دلی - ولیداد - " - "
شلی - احمد - بخشی - بھاگ بی بی - فاطمہ - " - "
فتح بی بی - برخوردار - محمد - اللہ یار - " - "
بخت بی بی - علی محمد - شلی - مراد - مراد - " - "

ولیداد - محمد احمد - ولی داد - محمد یار - کوٹرہ جھنگ
احمد یار - مراد - بی بی بھاگ - محمد کہرا - " - "
احمد - مولوی مولابخش صاحب - " - "
محمد الدین - اسماعیل - ابراہیم - " - "
مسماۃ ست بھرائی - نور محمد صاحب - " - "
میاں محمد حسین - میاں علی محمد - سعداللہ پور - گجرات
اللہ جوایا - گل محمد - امام الدین - " - "
جوائی - امام بی بی کرم الدین - " - "
امام الدین - غلام محمد - محمد عالم - " - "
فضل احمد - اہلیہ نظام الدین - " - "
فضل بی بی زوجہ امام الدین - " - "
امام الدین حسن بی بی - حسن دین - کیمنی - لاہور
مہرالدین - مہر بی بی - " - "
نبی بخش - محمد بخش - احمد دین - چک گلان - "
سلطان احمد - محمد دین - سید بیگم - محلہ ستھان - "
محمد اشرف - ابنہ بی بی - " - "
فضل النسا اہلیہ مرزا فتح بیگ صاحب - پٹی - "
حافظ محمد لیسین صاحب ولد چراغدین - بھیرہ - شاہپور
مولوی سید محمد محبوب صاحب - جھنگ - جھنگ
صوبہ صاحب - اہلیہ صوبہ صاحب - موریدروازہ - لاہور
اطفال صوبہ صاحب - " - "
محمد الدین صاحب - شاہدرہ - "
جیون ولد شمس دین صاحب - سیالکوٹ - سیالکوٹ
چوہدری غلام حیدر خان ولد حسین بخش - بدوملی - "
محمد علی صاحب - انبالہ - انبالہ
مسماۃ بخت بھری - بستی بنڈی بخیرہ - جھنگ
وزیر محمد گلگو - گنج - لاہور
محمد حیات صاحب - بٹہری - شاہ رحمن - گوجرانوالہ
اللہ دیا ولد وزیر - کلیر - انبالہ
قطب الدین ولد حاکو - رام گڑھ - جالندہر
سید احمد ولد عبداللہ - فیروز والہ - گوجرانوالہ
مولاداد - احمد خان - علی محمد - فتح محمد - " - "
سردار خانصاحب - غلام قادر صاحب - " - "
داد علی صاحب - " - "
اللہ یار - غلام قادر - گوندروالہ - سیالکوٹ
شیر احمد خانصاحب - ریاست مالیرکوٹلہ
محمد علی خان صاحب - بیگووالہ - سیالکوٹ
غلام احمد صاحب - چک ۱۲۷
عطا محمد صاحب - نبو نگہ - کپورتھلہ
شہاب الدین صاحب - پنڈوری - ہوشیارپور
اہلیہ شہاب الدین - " - "
مسماۃ راتی بنت شہاب الدین - " - "
امین الدین - امیر الدین - " - "
نور محمد صاحب - بی بی زینب - " - "
چراغ الدین صاحب - " - "
میاں محمد بخش صاحب - سیالکوٹ - سیالکوٹ

عبداللہ صاحب - شاہدرہ - لاہور
غلام علی نمبردار - چک ۲۳۲ - جھنگ
لبھو - اللہ بخش صاحب - اکبوال - گورداسپور
اہلیہ عبدالمجید - والدہ عبدالمجید - جہلم - جہلم
حیات - حافظ غلام محمد صاحب - چوہان - گجرات
ہاشم علی - عطاالہی - چک ۱۶۲ - جنڈ انوالہ - جھنگ
امداد الہی - عطا محمد - " - "
عطا محی الدین صاحب - " - "
غلام محی الدین صاحب - " - "
علی محمد - طفیل محمد - " - "
شیر محمد صاحب - احمد بخش - ننگانوالے - گجرات
بھاگاں زوجہ شیر محمد صاحب - " - "
امیر بی بی ہمشیرہ عطاالہی - چک نمبر ۱۶۲ - جھنگ
اروڑا - جلال آباد - ملتان
قاضی شیخ احمد صاحب - سیری - گوجرانوالہ
اہلیہ شیخ احمد صاحب - " - "
اہلیہ فضل الدین - حسین محمد - جھنیس دکان - "
محسن صاحب - سوہناں - صالح محمد - " - "
بخشا - حسنا - سجادہ - اللہ دین صاحب - " - "
نظام الدین صاحب - نواب - مراد - " - "
حافظ محمد صاحب - اہلیہ حافظ محمد - کوٹ ہرا - "
الہی بخش صاحب - محمد علی صاحب - " - "
غلام محمد واہلیہ غلام محمد - جالندھر - جالندھر
عبدالکریم صاحب - جہلم - جہلم
حکیم ابوعبدالغنی صاحب - ڈپلی والہ - گوجرانوالہ
رحمن - بہادر والے - "
قاضی فخرالدین صاحب پٹواری - " - "
محمد اکبر ملازم پولیس - گلگت - کشمیر
مولوی محمد ابراہیم صاحب - ابدال - گجرات
عیال مولوی محمد ابراہیم - " - "
مولوی احمد دین صاحب ہیڈ پوسٹماسٹر - دان - "
مولوی نور عالم صاحب واعظ - " - "
میاں چراغدین وغلام محمد
علی محمد - عبدالرحمن - چک ۲۳۲ - جھنگ
عبداللہ صاحب - غلام فاطمہ - " - "
عبدالواحد صاحب - پسرور - سیالکوٹ
قمرالدین صاحب - علی محمد صاحب - " - "
خدابخش صاحب - امرتسر - امرتسر
حافظ احمد دین صاحب - چک سکندر - گجرات
محمد اسماعیل صاحب - نورواله - لدہانہ
نبی بخش صاحب - لودہانہ - لودہانہ
محمد حیات ملازم نہر - حاکم بی بی - شاہپور - شاہپور
میاں اللہ دیا صاحب - قادر بخش - بنوڑ - پٹیالہ
خدابخش - یوسف - حافظ مولابخش - " - "
فقیر محمد - محمد اکبر - محمد اکرم - محمد افضل - محمد قاسم - غلام جنت - سیمونی - نور اسمعیل
بخت بہری - والدہ فقیر محمد - اہلیہ فقیر محمد - بخت بہری - میاں عمر صاحب - " - "
عمرالدین معہ عیال - مراد - کپورتھلہ

انوار احمدیہ پریس قادیان میں باہتمام شیخ یعقوب علی تراب احمدی

بسم اللہ الرحمن الرحیم — بسم دال نمبر — نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوۡمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوۡا مَا بِاَنۡفُسِہِمۡ

انی الاری القادیان

الحکم

دار الامان حضرت قادیان

چہ گویم با تو گر آئی بہا در قادیان بینی

دوا بینی شفا بینی غرض دار الامان بینی

ایڈیٹر یعقوب علی تراب احمدی

جلد ۷	مورخہ ۳۰ جون ۱۹۰۳ء مطابق ۴ ربیع الاول ۱۳۲۱ھ بروز سہ شنبہ	نمبر ۲۴

اِنَّمَا الۡاَعۡمَالُ بِالنِّیَّات

میں اس عنوان کے تحت میں مختصراً اس تقصیر کا عذر کرنا چاہتا ہوں۔ جو دو تین ہفتہ سے متواتر الحکم کی اشاعت میں تعویق یا اس کی ترتیب میں بے ترتیبی کا باعث ہو رہی ہے۔ اگرچہ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ میری ان اطلاعوں کو پڑھ کر ناظرین کم از کم اس سے ضرور آگاہ اور آشنا ہیں کہ میں مقدمہ کی مصروفیت اور اُس کے متعلق بعض ضروری امور کی تحقیقات کے لئے ہیڈکوارٹر سے باہر رہا ہوں۔ لیکن پھر بھی آٹھ سو کے قریب خریداروں میں سے دو تین خطوط اس قسم کے پہنچے ہیں جن میں اشاعت الحکم کے توقف اور تعویق کے سوال پر توجہ دلائی گئی ہے۔ یہ تعداد اسقدر کثیر تعداد میں کیسے ہی قلیل اور ناقابل التفات کیوں نہ کہی جاوے لیکن میں اُس کو بھی محسوس کرتا ہوں اور یہی وجہ ہے کہ مجھے یہ چند سطور لکھنے کی ضرورت پیش آئی۔ اور چاہتا ہوں اگر اللہ تعالیٰ مجھے توفیق اور فرصت دے تو ناظرین کی اطلاع کے لئے ایڈیٹری کی مشکلات پر ایک الگ مضمون لکھدوں۔ تاکہ ہر شخص کو کم از کم اندازہ کرنے کا موقع مل جاوے کہ یہ کام اتنا سہل اور آسان نہیں ہے جتنا کہ ہر شخص اپنی جگہ سمجھ لیتا ہے بہر حال میں تسلیم کرتا ہوں کہ جون ۱۹۰۳ء میں الحکم کی اشاعت میں توقف اور اوس کی ترتیب میں کسی قدر بے ترتیبی ضرور واقع ہوئی ہے لیکن اس قوم کے لئے جس میں قدر شناسی اور شکر گذاری کی روح نفخ ہو رہی ہے۔ یہ امور سراسر چشم پوشی کے قابل ہیں خصوصاً ایسی حالت میں . . . . . . کہ ان کا ناچیز خدمتگذار اپنے ذاتی نہیں بلکہ قومی اور پھر دینوی نہیں بلکہ دینی کام میں مصروف ہے۔ گو مقدمہ کا تعلق میری اپنی ذات سے ہے لیکن اس کے نتائج اور ثمرات کا اثر ساری قوم پر پڑتا ہے اس لئے میں اس کو قومی کام سمجھتا ہوں۔

الحکم بجائے خود چونکہ قوم کی پاک خدمت کا بہترین ذریعہ ہے اور یہ مقدمہ الحکم ہی کی قعت و اور حیثیت کی حفاظت کے لئے کیا گیا ہے اسلئے یہ کہدینا کہ یہ کام اسی غرض کے ماتحت ہے۔ جو الحکم کے اجرا سے ہے کوئی بعید از عقل بات نہیں ہے۔

اس لحاظ سے میں اس بے ترتیبی یا تعویق میں غفلت کا الزام کا مرتکب نہیں سمجھا جا سکتا بلکہ مجبور کہا جا سکتا ہوں میں اپنی جگہ الحکم کو قوم کے لئے ہر پہلو سے مفید اور موثر بنانیکی فکر میں رہتا ہوں اور جہانتک میرا بس چلتا ہے میں کوشش کرتا ہوں لیکن الحکم کو پورے معنوں میں مفید اور کارآمد چیز بنانے میں تنہا میری ہی سعی مفید اور کارگر نہیں ہو سکتی بلکہ اس میں خود قوم کی بہت بڑی توجہ اور کوشش بکار ہے + اور وہ یہی ہے کہ اس کا ہر فرد جو الحکم پڑھ سکتا ہے اسکے خریدنے کی کوشش کرے اور اسکو اپنا قومی اور ذاتی فرض سمجھ کر خریدے دوسروں کو خریدنے کی تحریک کرے خود وقت پر قیمت ادا کرے دوسروں سے دلائے جس سے الحکم کی مالی حالت کی بہتری اور اس کے استقلال اور پابجائی کے لئے جہانتک اسباب کا تعلق ہے صورت پیدا ہو۔ اور پھر ایسی حالت میں الحکم کی اشاعت یا اُس کی ترتیب کا انحصار میری اپنی ہی ذات تک محدود نہ رہے اسوقت تک الحکم کی ایڈیٹری مطبع کی سپرنٹنڈنٹی وغیرہ بہت سے کام قریباً مجھکو ہی کرنے پڑتے ہیں جو اپنی جگہ ایک الگ الگ آدمی چاہتے ہیں اور ابھی مالی حالت اس امر کی مقتضی نہیں کہ کم از کم ساٹھ ستر روپیہ ماہوار کا مزید خرچ مطبع پر ڈالا جاوے جو پہلے ہی سے زیر بار ہے + اخبار کے ایڈیٹوریل سٹاف میں جب تک کم از کم دو آدمی نہوں ایسے مشکلات پیش آتے رہنا قرین قیاس ہے اور الساعی ... مطبع کے منیجر کا الگ ہونا بھی ضروریات میں سے ہے لیکن میں دیکھتا ہوں کہ اسقدر گنجائش بھی نہیں ہے کہ اسسٹنٹ ایڈیٹر ہی رکھا جاوے۔ ان امور ہی کو مدنظر رکھکر میں نے توسیع اشاعت الحکم کی تحریک کی تھی جس پر چند احباب نے توجہ فرمائی اور باقیوں میں سے ہر ایک نے شاید یہ سمجھ لیا کہ اگر میں نے خریداروں کی بہم رسانی میں سعی نہ کی تو کیا حرج ہوگا۔

غرض یہ داستان لمبی ہے اور اسوقت اوس کو مفصل بیان کرنے کی گنجائش نہیں ہے لیکن میں ارادہ کرتا ہوں کہ انشاء اللہ ایڈیٹری کے مشکلات والے مضمون میں اس پر روشنی ... بعض احباب نے کہا ہے کہ مقدمہ کے حالات کی تفصیل کیوں درج نہیں کئے جاتے؟ ایسے بزرگوں کی خدمت ...

موعظۃ الحسنہ

گذشتہ اشاعت سے آگے

جس کو مصائب شدائد اس قدر صیقل کر دیتی
ہیں کہ اخلاق الہٰی اسمیں منعکس ہو جاتے ہیں اور
یہ اسوقت ہوتا ہے جب بہت مجاہدات اور
تزکیوں کے بعد اس کے اندر کسی قسم کی کدورت یا
کثافت نہ رہے۔ تب یہ درجہ نصیب ہوتا ہے
ہر ایک مومن کو ایک حد تک ایسی صفائی کی ضرورت
ہے کوئی مومن بلا آئینہ ہونیکے نجات نہ پائے گا
سلوک والا خود یہ صیقل کرتا ہے۔ اپنے کام مصائب
اٹھاتا ہے۔ لیکن جذبہ والا مصائب میں ڈالا جاتا
ہے خدا خود اس کا مصقل ہوتا ہے اور طرح طرح
کے مصائب شدائد سے صیقل کر کے اس کو آئینہ
کا درجہ عطا کر دیتا ہے۔ دراصل سالک و مجذوب
دونوں کا ایک ہی نتیجہ ہے سو متقی کے دو حصے ہیں
سلوک وجذبہ تقویٰ جیسے کہ میں بیان کر آیا ہوں
کسیقدر تکلف کو چاہتا ہے۔ اسی لئے تو فرمایا
کہ ھدی للمتقین الذین یومنون بالغیب
س۔ اس میں ایک تکلف ہے مشاہدہ کے مقابل
ایمان بالغیب لانا ایک قسم کے تکلف کو چاہتا
ہے۔ سو متقی کیلئے ایک حد تک تکلف ہے کیونکہ
جب وہ صالح کا درجہ حاصل کرتا ہے۔ تو پھر
غیب اس کے لئے غیب نہیں رہتا کیونکہ صالح
کے اندر سے ایک نہر نکلتی ہے جو اسمیں سے نکلکر
خدا تک پہنچتی ہے۔ وہ خدا اور اس کی محبت کو
اپنی آنکھ سے دیکھتا ہے۔ کہ من کان فی ھذہٖ
اعمٰی فھو فی الاٰخرۃ اعمٰی۔ اسی سے ظاہر ہوتا
ہے کہ جب تک انسان پوری روشنی اسی جہان
میں نہ حاصل کرے وہ کبھی خدا کا منہ نہ دیکھیگا
سو متقی کا کام یہی ہے۔ کہ وہ ہمیشہ ایسے سرمے
طیار کرتا رہے جس سے اس کا روحانی
نزول الماء دور ہو جاوے۔ اب اس سے
ظاہر ہے کہ متقی شروع میں اندھا ہوتا ہے مختلف
کوششوں اور تزکیوں سے وہ نور حاصل کرتا
ہے۔ سو جب سوجاکھا ہو گیا۔ اور صالح بن گیا
پھر ایمان بالغیب نہ رہا۔ اور تکلف بھی ختم
ہو گیا۔ جیسے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
کو برائے العین اسی عالم میں بہشت دوزخ وغیرہ
سب کچھ مشاہدہ کرایا گیا۔ جو متقی کو ایک ایمان
بالغیب کے رنگ میں ماننا پڑتا ہے وہ تمام اپکے
مشاہدہ میں آگیا۔ سو اس آیت میں اشارہ ہے
کہ متقی اگرچہ اندھا ہے اور تکلیف کے تکلف میں
ہے۔ لیکن صالح ایک دارالامان میں آگیا ہے اور
اس کا نفس نفس مطمئنہ ہو گیا ہے۔ متقی اپنے
اندر ایمان بالغیب کی کیفیت رکھتا ہے۔
وہ اندھا دھند طریق سے چلتا ہے اس کو کچھ
خبر نہیں۔ ہر ایک بات پر اس کا ایمان بالغیب
ہے۔ یہی اوس کا صدق ہے۔ اور اس صدق
کے مقابل خدا کا وعدہ ہے۔ کہ وہ فلاح
پائیگا اولئک ھم المفلحون۔

اس کے بعد متقی کی شان میں آیا ہے۔
ویقیمون الصلوٰۃ یعنے وہ نماز کو کھڑی
کرتا ہے۔ یہاں لفظ کھڑی کرنے کا آیا ہے۔ یہ
بھی اس تکلیف کیطرف اشارہ کرتا ہے۔ جو
متقی کا خاصہ ہے۔ یعنے جب وہ نماز شروع
کرتا ہے تو طرح طرح کے وساوس کا اُسے
مقابلہ ہے۔ جن کے باعث اس کی نماز گویا بار بار
گرتی پڑتی ہے۔ جس کو اس نے کھڑا کرنا ہے
جب اس نے اللہ اکبر کہا۔ تو ایک ہجوم وساوس
ہے جو اس کے حضور قلب میں تفرقہ ڈال رہا
ہے۔ وہ اُن سے کہیں کا کہیں پہنچ جاتا ہے
پریشان ہوتا ہے۔ ہر چند حضور و ذوق کے
لئے لڑتا مرتا ہے۔ لیکن نماز جو گری پڑتی ہو
بڑی جانکنی سے اوسے کھڑا کرنے کے فکر میں ہر
بار بار ایاک نعبد وایاک نستعین
کہکر نماز کے قائم کرنے کے لئے دعا مانگتا ہے اور
.... الصراط المستقیم کی ہدایت چاہتا ہے
جس سے اس کی نماز کھڑی ہو جاوے۔ ان
وساوس کے مقابلے میں متقی ایک بچہ کی طرح
ہے جو خدا کے آگے گڑگڑاتا ہے۔ روتا ہے۔ اور
کہتا ہے۔ کہ میں اخلد الی الارض ہو رہا
ہوں۔ سو یہی وہ جنگ ہے جو متقی کو نماز میں
نفس کے ساتھ کرنا ہے اور اسی پر ثواب
مترتب ہوگا۔

بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جو نماز میں وساوس
کو فی الفور دور کرنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ یقیمون
الصلوٰۃ کی منشاء کچھ اور ہے۔ کیا خدا نہیں
جانتا۔ حضرت شیخ عبدالقادر گیلانی کا قول
ہے کہ ثواب اسوقت تک ہے۔ جب تک
مجاہدات ہیں اور جب مجاہدات ختم ہوئے۔ تو
ثواب ساقط ہو جاتا ہے۔ گویا صوم وصلوٰۃ
اس وقت تک اعمال ہیں جب تک ایک جدو
جہد سے وساوس کا مقابلہ ہے لیکن جب
ان میں ایک اعلیٰ درجہ پیدا ہو گیا اور صاحب
صوم وصلوٰۃ تردد کے تکلف سے بچ کر صلاحیت
سے رنگین ہو گیا تو اب صوم وصلوٰۃ اعمال
نہیں رہے اسمپر تو یہ اُنہوں نے سوال کیا کہ
کہ کیا اب نماز معاف ہو جاتی ہے کیونکہ ثواب
تو اسوقت تک تھا جسوقت تک تکلف کرنا پڑتا
تھا۔ سو بات یہ ہے کہ نماز عمل نہیں بلکہ ایک
انعام ہے۔ یہ نماز اس کی ایک غذا ہے۔ اسکے
لئے قرۃ العین ہے۔ یہ گویا نقد بہشت
ہے۔

مقابل میں وہ لوگ جو مجاہدات میں ہیں وہ کشتی
کر رہے ہیں اور یہ نجات پاچکا ہے سو اس کا
مطلب یہ ہے کہ انسان کا سلوک جب ختم ہوا
تو اس کے مصائب بھی ختم ہو گئے۔ مثلاً ایک
مخنث اگر کہے کہ وہ کبھی کسی عورت کیطرف نظر
اوٹھا کر نہیں دیکھتا تو وہ کونسی نعمت یا ثواب
کا مستحق ہے اسمیں تو صفت بدنظری ہے ہی
نہیں۔ لیکن ایک مرد صاحب رجولیت اگر ایسا
کرے تو ثواب پاوے گا۔ اسی طرح انسان کو
ہزاروں مقامات طے کرنے پڑتے ہیں بعض
بعض امور میں اس کی مشاقی اس کو قادر کر دیتی
ہے۔ نفس کے ساتھ اس کی مصالحت ہو گئی اب
وہ ایک بہشت میں ہے۔ لیکن وہ پہلا سا ثواب
نہیں رہے گا۔ وہ ایک تجارت کر چکا ہے جسکا
اب وہ نفع اوٹھا رہا ہے۔ لیکن پہلا رنگ نہ رہیگا
انسان میں ایک فعل تکلف سے کرتے کرتے اس
میں طبیعت کا رنگ پیدا ہو جاتا ہے۔ ایک شخص
جو طبعی طور سے لذت پاتا ہے۔ وہ اس قابل نہیں
رہتا کہ اس کام سے ہٹایا جاوے۔ وہ طبعاً یہاں
سے ہٹ نہیں سکتا۔ سو اتقاء اور تقوے
کی حد تک پورا انکشاف نہیں ہوتا وہ ایک قسم
کا دعویٰ ہوتا ہے۔

اس کے بعد متقی کی شان میں ومما رزقناھم
ینفقون۔ آیا ہے۔ یہاں متقی کے لئے مما کا
لفظ استعمال کیا کیونکہ اسوقت وہ ایک اعمٰی کی
حالت میں ہے۔ اس لئے کہ جو کچھ خدا نے اسکو
دیا اسمیں سے کچھ خدا کے نام کا دیا۔ حق یہ ہے
کہ اگر وہ آنکھ رکھتا۔ تو دیکھ لیتا کہ اوس کا کچھ
بھی نہیں۔ سب خدا کا ہی ہے۔ یہ ایک حجاب
تھا جو اتقا میں لازمی ہے۔ اس حالت اتقا
کے تقاضے نے متقی سے خدا کے دئے میں سے
کچھ دلوایا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
نے حضرت عائشہ سے ایام وفات میں دریافت
فرمایا کہ گھر میں کچھ ہے۔ معلوم ہوا کہ ایک دینار
تھا۔ فرمایا کہ یہ سیرت یگانگت سے بعید ہے
کہ ایک چیز بھی اپنے پاس رکھی جاوے۔
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اتقاء کے درجہ
سے گذر کر صلاحیت تک پہنچ چکے تھے۔ اس لئے
مما اون کی شان میں نہ آیا۔ کیونکہ وہ اندھا ہے
جس نے کچھ اپنے پاس رکھا اور کچھ خدا کو دیا۔ لیکن

یہ لازمہ متقی تھا۔ کیونکہ خدا کے راہ دینے میں بھی اُسے نفس کے ساتھ جنگ تھا۔ جس کا نتیجہ یہ تھا کہ کچھ دیا اور کچھ رکھا۔ وہاں رسول اکرم نے سب خدا کو دیا۔ اور اپنے لئے کچھ نہ رکھا۔

جیسے دھرم مہوتسو کے مضمون میں انسان کی تین حالتیں ذکر کی گئیں ہیں۔ جو انسان پر ابتدا سے انتہا تک وارد ہوتی ہیں۔ اسی طرح یہاں بھی قرآن نے جو انسان کو تمام مراحل ترقی کے طے کرانے آیا۔ اتقا سے شروع کیا۔ یہ ایک تکلف کا راستہ ہے۔ یہہ ایک خطرناک میدان ہے اُس کے ہاتھ میں تلوار ہے اور مقابل بھی تلوار ہے۔ اگر بچگیا تو نجات پاگیا والا اسفل السافلین میں پڑگیا۔ چنانچہ یہاں متقی کی صفات میں یہ نہیں فرمایا کہ جو کچھ ہم دیتے ہیں۔ اُسے سب کا سب خرچ کر دیتا ہے۔ متقی میں ابھی اسقدر ایمانی طاقت نہیں جو نبی کی شان ہوتی ہے۔ کہ وہ ہمارے ہادی کامل کی طرح کل کا کل دیا ہوا خدا کا خدا کو دیدے۔ اسی لئے پہلے مختصر سا ٹیکس لگایا گیا تاکہ چاشنی چکھکر زیادہ کے لئے طیار ہوجاوے وممارزقنا ہم ینفقون۔ رزق سے مراد صرف مال نہیں۔ بلکہ جو کچھ اُن کو عطا ہوا۔ علم۔ حکمت طبابت یہ کچھ رزق میں ہی شامل ہے۔ اُس کو اُسی میں سے خدا کی راہ میں بھی خرچ کرتا ہے۔ انسان نے اس راہ میں بتدریج اور زینہ بزینہ ترقی کرنا ہے۔ اگر انجیل کیطرح یہہ تعلیم ہوتی کہ گال پر ایک طمانچہ کہا کر دوسرے طمانچہ کے لئے گال آگے رکھ دی جاوے۔ یا سب کچھ دے دیا جاوے۔ تو اُس کا نتیجہ یہہ ہوتا کہ مسلمان بھی عیسائیوں کی طرح تعلیم کے ناممکن التعمیل ہونے کے باعث ثواب سے محروم رہتے لیکن قرآن تو حسب فطرت انسانی آہستہ آہستہ ترقی کراتا ہے انجیل کی مثال تو اُس لڑکے کی ہے جو مکتب میں داخل ہوتے ہی بڑی مشکل کتب کی کتاب پڑھنے کیلئے مجبور کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ حکیم ہے اس کی حکمت کا یہی تقاضا ہونا چاہئے تھا کہ تدریج کے ساتھ تعلیم کی تکمیل ہو۔

اس کے بعد متقی کے لئے فرمایا والذین یومنون بما انزل الیك وما انزل من قبلك وبالاخرۃ ھم یوقنون یعنے متقی وہ ہوتے ہیں جو پہلے نازل شدہ کتب پر اور بجہہ پر جو کتاب نازل ہوئی اس پہ اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ یہ امر بھی تکلف سے خالی نہیں۔ ابھی تک ایمان ایک محجوبیت کے رنگ میں ہے۔ متقی کی آنکھ معرفت اور بصیرت کی نہیں۔ اُس نے تقوی سے شیطان کا مقابلہ کرکے ابھی ایک بات کو مان لیا ہے۔ یہی حال اسوقت ہماری جماعت کا ہے۔ انہوں نے بھی تقوے سے مانا ہے اور ابھی وہ نہیں جانتے کہ یہہ جماعت کہاں تک نشو ونما الہٰی ہاتھوں سے پانیوالی ہے یہو یہہ ایک ایمان ہے۔ جو بالآخر فائیدہ رساں ہوگا

یقین کا لفظ عام طور پر جب استعمال ہو تو اس سے مراد اس کا ادنیٰ درجہ ہوتا ہے۔ یعنے علم کے تین مدارج میں سے ادنی درجہ کا علم یعنے علم الیقین اس درجہ پر اتقا والا ہوتا ہے مگر بعد اس کے عین الیقین اس درجہ پہ اتقا والا ہوتا ہے۔ مگر بعد اس کے عین الیقین اور حق الیقین کا مرتبہ بھی تقوے کے مراحل طے کرنے کے بعد حاصل کرلیتا ہے۔

تقوے کوئی چھوٹی چیز نہیں۔ اس کے ذریعہ ان تمام شیطانوں کا مقابلہ کرنا ہوتا ہے۔ جو انسان کے ہر ایک اندرونی طاقت و قوت پر غلبہ پائی ہوئی ہیں۔ یہہ تمام قوتیں نفس امارہ کی حالت میں انسان کے اندر شیطان ہیں۔ اگر اصلاح نہ پائیں گے تو انسان کو غلام کرلیں گے۔ علم و عقل ہی بُرے طور پر استعمال ہوکر شیطان ہوجاتے ہیں۔ متقی کا کام ان کی اور ایسا ہی اور کل قویٰ کی تعدیل کرنا ہے۔ ایسا ہی جو لوگ انتقام۔ غضب یا نکاح کو ہر حال میں بُرا جانتے ہیں۔ وہ بھی صحیفہ قدرت کے مخالف ہیں اور قویٰ انسانی کا مقابلہ کرتے ہیں۔ سچا مذہب وہی ہے جو انسانی قوے کا مربی ہو نہ کہ ان کا استیصال کرے رجولیت یا غضب جو خدا تعالیٰ کی طرف سے فطرت انسانی میں رکھے گئے ہیں اُن کو چھوڑنا خدا کا مقابلہ کرنا ہے جیسے تارک الدنیا ہونا۔ یا راہب بن جانا۔ یہ تمام حق العباد کو تلف کرنے والے ہیں اگر یہہ امر ایسا ہی ہوتا۔ تو گویا اُس خدا پر اعتراض ہے جس نے یہ قویٰ ہم میں پیدا کئے۔ سو ایسی تعلیمیں جو انجیل میں ہیں۔ اور جن سے قوے کا استیصال لازم آتا ہے۔ ضلالت تک پہونچاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ تو اس کی تعدیل کا حکم دیتا ہے ضائع کرنا پسند نہیں کرتا۔ جیسے فرمایا ان اللہ یامر بالعدل والاحسان الخ۔ عدل ایک ایسی چیز ہے جس سے سب کو فائدہ اٹھانا چاہئے۔ مسیح کا یہہ تعلیم دینا۔ کہ اگر تو بُری آنکھ سے دیکھے تو آنکھ نکال ڈال اس میں اور قویٰ کا استیصال ہے کیونکہ تعلیم ایسی نہ کی کہ تو غیر محرم عورت کو ہرگز نہ دیکھ۔ اجازت دی کہ دیکھ کر غور بعد دیکھنے کے دیکھنا چاہئے۔ کہ اُس کے قویٰ پر کیا اثر ہوگا۔ کیوں نہ قرآن کی طرح آنکھ کو ٹھوکر والی چیز ہی کے دیکھنے سے روکا اور آنکھ جیسی مفید اور قیمتی چیز کو ضائع کردینے کا افسوس لگایا۔

آجکل پردہ پر حملے کئے جاتے ہیں۔ لیکن یہ لوگ جانتے نہیں کہ اسلامی پردہ سے مراد زندان نہیں بلکہ ایک قسم کی روک ہے۔ کہ غیر مرد اور عورت ایک دوسرے کو نہ دیکھ سکے۔ جب پردہ ہوگا ٹھوکر سے بچیں گے ایک منصف مزاج کہہ سکتا ہے۔ کہ ایسے لوگوں میں جہاں غیر مرد و عورت اکٹھے بلاتامل اور بے حجاب مل سکیں۔ سیریں کریں۔ کیونکہ جذبات نفس سے اضطراراً ٹھوکر نہ کھائیں گے۔ بسا اتفاقات سننے دیکھنے میں آیا ہے۔ کہ ایسی قومیں غیر مرد عورت کو ایک مکان میں تنہا رہنے کو حالانکہ دروازہ بھی بند ہو کوئی عیب نہیں سمجھتے۔ یہ گویا تہذیب ہے۔ انہی بد نتائج کو روکنے کے لئے شارع اسلام نے وہ باتیں کرنے ہی کی اجازت نہ دی جو کسی کی ٹھوکر کا باعث ہو۔ ایسے موقع میں یہ کہنا کہ جہاں اسطرح دو غیر محرم مرد و عورت جمع ہوں تیسرا اون میں شیطان ہوتا ہے۔ اون ناپاک نتائج پر غور کرو۔ جو یورپ اس خلیع الرسن تعلیم سے بھگت رہا ہے۔ بعض جگہ بالکل قابل شرم طوائفانہ زندگی بسر کی جا رہی ہے یہ انہی تعلیموں کا نتیجہ ہے اگر کسی چیز کو خیانت سے بچانا چاہتے ہو تو حفاظت کرو۔ لیکن اگر حفاظت نہ کرو اور یہ سمجھ رکھو کہ بھلے مانس آدمی ہیں تو یاد رکھو کہ وہ ضرور چیز تباہ ہوگی اسلامی تعلیم کیا پاک تعلیم ہے کہ جس نے مرد و عورت کو الگ رکھکر ٹھوکر سے بچایا اور انسان کی زندگی حرام اور تلخ نہیں کی جس سے یورپ نے آئے دن کی خانہ جنگیاں اور خودکشیاں دیکھیں۔ بعض شریف عورتوں کا طوائفانہ زندگی بسر کرنا۔ ایک عملی نتیجہ اُس اجازت کا ہے جو غیر عورت کو دیکھنے کے لئے دی گئی۔ اللہ تعالےٰ جسقدر قوے عطا فرمائے وہ ضائع کرنے کے لئے نہیں دئے گئے۔ ان کی تعدیل اور جائز استعمال کرنا ہی اون کی نشو و نما ہے۔ اسواسطے اسلام نے قوئے رجولیت یا آنکھ کے نکالنے کی تعلیم نہیں دی بلکہ اون کا جائز استعمال اور تزکیہ نفس کیا۔ جیسے فرمایا۔ قد افلح المومنون اور ایسے یہاں بھی کہا متقی کی زندگی کا نقشہ کھینچکر آخر میں بطور نتیجہ یہہ کہا۔ واولئك ھم المفلحون یعنے وہ لوگ جو تقویٰ پر قدم مارتے ہیں ایمان بالغیب لاتے ہیں۔ نماز و گمگاتی ہے۔ پھر اُسے کھڑا کرتے ہیں۔ خدا کے دئے سے دیتے ہیں۔ باوجود خطرات نفس بلا سوچے گذشتہ اور موجودہ کتابوں پر ایمان لاتے ہیں۔ اور آخر کار وہ یقین تک پہنچ جاتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو ہدایت کے سر پر ہیں۔ وہ ایک ایسی سڑک پر ہیں جو برابر آگے کو جا رہی ہے۔ اور جس سے آدمی فلاح تک پہنچتا ہے۔ پس یہی لوگ فلاح یاب ہیں جو منزل مقصود تک پہنچ جاوینگے (باقی آئندہ)

آریہ دھرم

وید کی تعلیم کے رُو سے کہ ارواح اور مادہ خود بخود ہیں۔ پرمیشر کے وجود کی کچھ ضرورت معلوم نہیں ہوتی اور ہر ایک دانا سمجھ سکتا ہے کہ جب یہ تمام قویٰ جو روحوں اور ذرّات میں موجود ہیں کسی موجد کی محتاج نہیں۔ اور ان کا وجود کسی صانع کے وجود پر موقوف نہیں تو پھر صرف روح اور جسم کو جوڑنے کی صنعت جو ادنیٰ درجہ کی صنعت ہے کیونکر کسی صانع کی محتاج ہوسکتی ہے۔ غرض یہ خیال کہ پرمیشر نے بعض اجزا کو بعض سے جوڑا ہے اور روح کو جو قدیم سے خود بخود موجود ہے۔ اُن قدیم اجسام میں داخل کیا ہے۔ یہ نہایت کمزور خیال ہے اور اُس کو صانع کے وجود پر دلیل سمجھنا سراسر ناسمجھی ہے کیونکہ جب کہ یہ تمام چیزیں قدیم سے علیحدہ علیحدہ خود بخود موجود ہیں اور اپنے وجود اور بقا میں دوسرے کی محتاج نہیں تو پھر ان چیزوں کے باہمی اتصال یا انفصال کے لئے کیوں پرمیشر کی حاجت ہے۔ اگر پرمیشر کی ذات ایسی واقع نہیں جو اُسی سے تمام چیزوں کا ظہور ہو اور اُسی سے تمام چیزوں کی بقا رہو اور اُسی سے ہر ایک چیز کو فیض پہنچے تو خود اس کا وجود فضول ہوگا اور اس کے وجود پر کسی چیز کی دلالت کاملہ نہیں ہوگی۔ ہندوؤں کا یہہ خیال کہ نیستی سے ہستی نہیں ہوسکتی۔ صاف بتلا رہا ہے کہ خدا تعالیٰ اور اُس کی ذات اور صفات کی معرفت کی سچّی کتابیں ہرگز اُن کو نہیں ملیں لہٰذا اُنہوں نے اپنے پرمیشر کے افعال اور اُس کی قوّت اور شکتی کو صرف انسان کی قوت اور شکتی پر قیاس کرلیا ہے۔ اُن کو یہہ بھی معلوم نہیں کہ کیونکر انسان کی سچّی خوابوں اور واقعی کشفوں میں ہزارہا ایسی چیزیں وجود پذیر ہوجاتی ہیں کہ ابھی وہ بکلّی پردہ نیستی میں مخفی ہوتی ہیں اور سالہائے دراز کے بعد ان کا ظہور ہوتا ہے۔ پھر اگر خدا تعالیٰ نیستی سے ہستی نہیں کرسکتا تو کشفوں اور خوابوں میں ایسی ہستی کیوں ظہور میں آجاتی ہے جس کا خارج میں کوئی نام و نشان نہیں۔ مثلاً اگر کسی کے گھر میں بیس سال کے بعد بیٹا پیدا ہونا ہو تو کبھی کبھی ایسا عجیب کشف یا عجیب خواب اُس کو دکھلائی جاتی ہے کہ جو بیٹا پیدا ہونے سے پہلے بلکہ اُس بیٹے کی ماں کے وجود سے بھی پہلے وہ اپنے اس بیٹے کو خواب کی حالت میں یا کشف کی حالت میں بعینہٖ دیکھ لیتا ہے۔ بلکہ بسا اوقات اُس سے باتیں کرلیتا ہے اور بسا اوقات وہ بیٹا ایسے راز اس کو بتلاتا ہے کہ جو مدتہائے دراز کے بعد اور تحصیل علم کے بعد وہ طاقت بیٹے میں پیدا ہوتی ہے۔ پس اگر خدا تعالےٰ انسان کی طرح مادہ اور پرکرتی کا محتاج ہے۔ تو مثلاً وہ بیٹا جو خواب میں یا کشف میں حاضر کیا جاتا ہے۔ جس کی ابھی ماں بھی ... پیدا نہیں ہوئی وہ کس مادہ یا پرمانو سے بنایا جاتا ہے۔ پس جبکہ وہ قادر اس قسم کی بناوٹ بھی جانتا ہے کہ اُس حالت میں کسی انسان کا نشان ظاہر کردیتا ہے اور مجسم طور پر عین بیداری میں اُس کو دکھا دیتا ہے جبکہ وہ بکلّی بے نشان ہوتا ہے تو پھر اس سے زیادہ اور کونسی حماقت ہوگی کہ اُس قادر کو مادہ کا محتاج سمجھا جائے اگر ایسا ہی پرمیشر ہے تو افسوس پر آئندہ کی دائمی خوشیوں کے لئے کوئی امید نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ وہ آپ ہمیشہ مادہ اور روح کا محتاج ہے اور ایسی چیزوں کے سہارے سے اُس کی خدائی چل رہی ہے جو اس کے ہاتھ سے نکلی نہیں اور نہ نکل سکتی ہے۔ پس ہندوؤں کے ویدوں کی یہہ صریح غلطی ہے کہ وہ خدائی طاقت اور انسانی طاقت کو برابر درجہ پر سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کسی اتفاق سے جس کا بھید معلوم نہیں اس قدر روحیں اور مادے موجود چلے آتے ہیں جو پرمیشر کی اپنی پیدا کردہ نہیں اور انہی پر تمام کارخانہ پرمیشر گری کا چل رہا ہے اور اگر فرض کریں کہ وہ آئندہ کو کسی وقت معدوم ہوجائیں گی تو ساتھ ہی فرض کرنا پڑے گا کہ پرمیشر بھی آئندہ کو خالی ہاتھ بیٹھے گا۔ پس سوچنے کا مقام ہے کہ کیا خدائے حیّ و قیوم کی یہی صفات ہونی چاہییں اور کیا اُس کی خدائی کی حقیقت اور اصلیت اسی قدر ہے کہ اس کی بادشاہت اُن چیزوں پر چلتی ہو جو اس کی اپنی ملکیت نہیں۔ غرض میں نے ان کتابوں میں ثابت کیا ہے کہ ہندو مذہب کا گیان اور معرفت پرمیشر کی نسبت جو کچھ ہے یہی ہے کہ وہ اُس کو قدیم سے معطل اور صفت خالقیت سے محروم قرار دیتے ہیں اور انسانی پاکیزگی کی نسبت وید کی تعلیم جسکو پنڈت دیانند نے آریوں کو سکھلایا ہے بطور نمونہ یہہ ہے کہ ایک آریہ اولاد کے لئے اپنی پیاری بیوی کو اپنی زندگی اور جوانی کی حالت میں دوسرے سے ہم بستر کرا سکتا ہے تاکسی طرح اولاد پیدا ہوجائے اس عمل کو ہندوؤں کے مذہب میں نیوگ کہتے ہیں پس جس مذہب کا خدا تعالیٰ کی نسبت یہہ خیال ہو کہ وہ قدیم سے عاجز اور کمزور اور پیدا کرنے کی صفت سے بے نصیب ہے اور جس مذہب نے مخلوق کی پاکیزگی کا اسقدر خون کردیا ہے کہ خاوند جو فطرتاً انسانی غیرت کا جوش اپنی بیوی کے معاملہ میں اسقدر اپنے اندر رکھتا ہے کہ روا نہیں رکھتا کہ کسی غیر کی آواز کی طرف بھی وہ کان لگا وے اسکو یہ ہدائیت کیجاتی ہے کہ اولاد کی ضرورت کے لئے نہ ایک دفعہ بلکہ کئی دفعہ اپنی جورو کو غیر انسان سے ہمبستر کراوے ایسے مذہب سے کس بہتری کی اُمید ہوسکتی ہے

حضرت حجۃ اللّٰہ کا خط

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

از عاجز عاید باللہ الصمد غلام احمدؐ

بخدمت اخویم مکرم مولوی محمد بشیر صاحب۔

بعد السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ عنائیت نامہ جس کا لفظ لفظ اخلاص و تقوے سے بھرا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ لودہیانہ میں مجھ کو ملا مگر چونکہ میں اتفاقاً ضلع علگیڈہ کی طرف چلا گیا تھا اور پھر واپس آکر ۱۹۔ اپریل ۱۸۸۹ء کو قادیان کی طرف چلا آیا اسلئے جواب لکھنے سے مجبور رہا۔ جو کچھ آپ نے لکھا ہے بالکل سچ لکھا ہے جس سے خلوص اور طلب حق کی بو آتی ہے اللہ جلشانہ نے قرآن مجید میں اولیاء اللہ کی پانچ علامتیں لکھی ہیں۔ جبتک وہ پانچوں علامتیں کسی میں نہ پائی جائیں تب تک وہ ولی اللہ نہیں ہوسکتا اور قبل اس کے جو کسی کی ولائیت کو شناخت کیا جائے اوس سے بیعت کرنا جائز نہیں لیکن اولیاء اللہ کو شناخت کرنا ہر ایک آنکھ کا کام نہیں۔ اکثر ایسے ہی ہوتے ہیں کہ ینظرون الیک وھم لا یبصرون کچھ شک نہیں کہ اولیاء اللہ میں خوارق و آیات بینات پائی جاتی ہیں۔ لیکن جبتک خدا تعالیٰ نہ چاہے وہ موجب ہدائیت نہیں ہوسکتے۔ ہاں جو شخص یہہ چاہتا ہے کہ کسی ولی کے خوارق و آیات پر اطلاع پاوے اُسپر لازم ہے کہ دو طریقوں میں سے ایک طریق اختیار کرے۔

(۱) یا یہہ کہ نہائیت درجہ کا دوست بن جاوے۔

(۲) یا یہہ۔ کہ نہائیت درجہ کا دشمن۔ بن جاوے

کیونکہ جبتک دوستی یا دشمنی انتہا تک نہ پہنچے تب تک اس قوم کے خواص معلوم نہیں ہوسکتے۔ آپ جو طالب صادق ہیں اُمید ہے کہ دوستی میں ترقی کرینگے خدا تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو اور اپنی طرف سے قوت و بصیرت بخشے آمین ثم آمین

والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ

خاکسار غلام احمدؐ عفی عنہ

۲۴۔ اپریل

سنہ ۱۸۸۹ء

غفلت

نمبر ۲

۱۔ غفلت بدفہمی بے ایمانی۔ دنیا پرستی اور استغناء عن اللہ کا نتیجہ ہے۔ چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السَّیِّاٰتِ اَنْ یَّسْبِقُوْنَا کیا بدکاروں کا یہ گمان ہے کہ وہ ہم پر سبقت لے جائیں گے وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا عَمَّآ اُنْذِرُوْا مُعْرِضُوْنَ کفار کا تو یہ حال ہے کہ تنبیہ و نصیحت سے منہ پھیرتے ہیں یَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ دنیا کی ظاہری باتوں کو جانتے ہیں پر آخرت سے وہ غافل ہیں۔ صاف ظاہر ہے کہ جس شخص کی فطرت سلیم اور عقل درست ہے وہ کیسے چند روزہ لذائذ میں مبتلا ہو کر اپنے رب کریم سے غافل اور کیسے اپنی ناچیز طاقتوں اور قابلیتوں کو اپنے واسطے کافی سمجھ کر مولائے حقیقی کی عبادت اور استعانت سے لاپرواہ اور کیسے ہزار در ہزارہا ظاہری عبرتوں اور آسمانی نصیحتوں کے درمیان بے خبر اور جاہل رہ سکتا ہے۔ یہ تمام بدمستی اور غفلت اوسی بدفہمی کا نتیجہ ہے۔ جس کو رب العلمین بدکاروں کی نسبت اس طرح ظاہر فرماتا ہے اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السَّیِّاٰتِ اَنْ یَّسْبِقُوْنَا۔ کیا بدکاروں کا یہ گمان ہے کہ وہ ہم پر سبقت لے جائیں گے۔

اگر انسان بدفہم ہو تو ایمانی اصول سے اوسکی اصلاح ہو سکتی ہے جو شخص خداوند عالم کو اپنا سچا مولےٰ سچا مددگار۔ سچا خیرخواہ سچا ہادی اور حساب اعمال کو واقعی و صحیح مانتا ہے وہ اس ایمان کے نیچے نامعلوم طور پر بہت کچھ ترقیات کر سکتا ہے بشرطیکہ اپنے اعمال کو ایمانیات کے مطابق بنائے رکھے اور پوری امید اور یقین کے ساتھ خداوند عالم کی رہبری اور مدد کا طالب بنا رہے۔ ایسا شخص احکام الٰہی سنکر فوراً بشاش اور روشن ضمیر ہو جاتا ہے۔ پس بے ایمانی کی علامت ہے کہ انسان کو آیات الٰہی سنائی جاویں پر وہ اون سے محفوظ نہ ہو بلکہ لاپرواہ یا متنفر رہے چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا عَمَّآ اُنْذِرُوْا مُعْرِضُوْنَ کفار لوگ نصیحت سے منہ پھیر لینے والے ہیں۔ دنیا پرستی ایک ایسا اندھیرا ہے کہ انسان کی روح کو مردہ بنا کر اوس کے دینی اور اخلاقی طاقتوں کو برباد کر دیتی ہے۔ پھر اس کو اپنے حساب و کتاب اور جزا و سزا کا کچھ خیال نہیں رہتا چنانچہ ظاہر ابھی ہم دیکھتے ہیں کہ جو امیر فوری عدالتوں اور جیلخانوں کی موجودگی میں چور۔ ڈاکو کچھ کم ہے نمائی۔ راشی۔ ایسے بے باکانہ طور پر اپنی شرارتوں میں مشغول رہتے ہیں کہ کچھ پرواہ نہیں کرتے اور جسقدر زیادہ کوئی مشاق ہو اوسیقدر زیادہ بیخوف ہو جاتا ہے ایسا ہی دینی مجرموں کا حال ہے کہ نفس پرستی میں پڑ کر حساب آخرت سے بالکل غافل ہو جاتے ہیں بلکہ دنیاوی بلاؤں اور ذلتوں کی بھی کچھ حقیقت نہیں سمجھتے محض ظاہری اور موجودہ باتوں پر نظر رہجاتی ہے۔ سچ ہے یَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ دنیاوی زندگانی میں سے ظاہر باتوں کو جانتے ہیں پر آخرت سے وہ غافل ہیں۔

۲۔ غفلت میں انسان کا دل غیر مستقل رہتا ہے اور آخر کار دینی و دنیاوی خرابیوں کا باعث بنجاتا ہے چنانچہ قرآن کریم فرماتا ہے وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ فَاِنْ اَصَابَهٗ خَیْرُ اطْمَاَنَّ بِهٖ وَاِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ انْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ خَسِرَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةَ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِیْنُ لوگوں میں سے ایک ایسا ہے کہ کنارہ پر اللہ کی عبادت کرتا ہے پس اگر بھلائی اس کو پہنچے تو اس سے مطمئن ہو جاتا ہے اور اگر کوئی فتنہ پہنچے تو جدھر سے آیا تھا اودھر ہی کو لوٹ جاتا ہے دنیا کا بھی خسارہ اور آخرت کا بھی۔ یہی تو صریح بربادی ہے۔ غفلت میں انسان کی حالت گھاس پھوس کے مشابہ ہو جاتی ہے جس طرف کی ہوا چلی اسی طرف کو ہلنے لگتا ہے۔ ایسا ہی غافل آدمی جس قسم کی بات سنتا جس قسم کی صحبت میں بیٹھتا ہے ویسا ہی بن جاتا ہے۔ اپنی عقل اور تمیز کچھ خرچ نہیں کرتا یہ نہیں دیکھتا کہ یہ فعل حلال ہے یا حرام جائز ہے یا ناجائز مفید ہے یا مضر۔ اور چونکہ عموماً صحبتیں خراب ہیں اس لئے زیادہ تر خراب محرکات پیش آتے رہتے اور اس کو برباد کرکے چھوڑتے ہیں چنانچہ اسی طرح یہ لوگ راست روی اور دین کو چھوڑ کر آوارہ گرد۔ شطرنج باز۔ مرغباز۔ تماش بین۔ بھنگی۔ چرسی۔ افیونی۔ زانی۔ ریاکار اور حرامکار بنجاتے ہیں۔ فی زمانہ ایک اور سخت بلا ہے کہ یورپین خیالات اور عادات سے متاثر ہو کر خداپرستی اور دینداری سے اکثر غافل ہوتے جاتے ہیں۔ ظاہری بناوٹ اور نمائش میں ایسا پھنسے ہیں کہ اپنا قوم کا کچھ خیال نہیں رکھتے۔ ظاہر پرستوں کا تو یہ حال ہوتا ہے کہ یورپ کی محنت کشی قدردانی و قناعت اور جہد فی العلم کو تو پکڑتے نہیں بلکہ لباس میں تمام نقالی محدود رہجاتی ہے۔ طرز لباس بذات خود دین کا کوئی جزو نہیں ہے مگر دین سے غفلت اور اسلامی شعار سے دوری بیشک قابل افسوس ہے حالانکہ تمام علوم اسلام کے ممد اور ریاکاری کے مخالف ہیں مگر غفلت اور بدفہمی سے ریا کو رہی ہیں زیادہ ترقی کرتے ہیں جسکا نام تہذیب اور نئی روشنی رکھا گیا ہے فی الحقیقت نئی روشنی ایک عمدہ روشنی ہے جس نے لغویات ہزلیات اور کذب کو بہت کچھ صاف کیا ہے۔ مگر ریاکاری کا نام نئی روشنی یا تہذیب رکھنا سخت غلطی ہے۔ جو چاہے دیکھ لے قرآن مجید ایسے لوگوں کا کیسا کامل نقشہ کھینچکر فرماتا ہے وَاِذَا تُتْلٰى عَلَیْهِ اٰیٰتُنَا وَلّٰى مُسْتَكْبِرًا كَاَنَّ فِیْٓ اُذُنَیْهِ وَقْرًا فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ اور جب اس کو ہماری آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو متکبرانہ منہ پھیر کر چلدیتا ہے گویا کہ اوس نے اون کو سنا ہی نہیں گویا کہ اوس کے دونوں کانوں میں ڈاٹ ہیں پس اے محمدؐ ایسے شخصوں کو دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دو۔

۳۔ واہیات قصے نامعلوم طور پر انسان کو بے دین بنا دیتے ہیں مگر وہ آیات الٰہی کو ہنسی سمجھنے لگ جاتا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْتَرِیْ لَهْوَ الْحَدِیْثِ لِیُضِلَّ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِغَیْرِ عِلْمٍ وَّیَتَّخِذَهَا هُزُوًا اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ اور لوگوں میں کوئی کوئی ایسا بھی ہے جو واہیات قصے مول لیتا ہے تاکہ بے سمجھے بوجھے راہ خدا سے بہکاوے اور آیات الٰہی کی ہنسی بنائے ایسے لوگوں کے واسطے رسوا کرنیوالا عذاب ہے۔ اس آیت کی شان نزول کی نسبت مفسرین نے لکھا ہے کہ کفار مکہ میں سے ایک شخص تھا نضر بن حارث نام وہ فارس کی داستانیں لوگوں کو سنایا کرتا تاکہ لوگ اون قصوں میں مبتلا ہو کر قرآن سے متنفر ہو جائیں اور کہا کرتا کہ محمد تمکو عاد و ثمود کے قصے سناتا ہے اور میں رستم و اسفندیار کے کارنامے سناتا ہوں اگر اس زمانہ پر غور کیا جائے تو ایک نضر بن حارث کیا لاکھوں اور کروڑوں مسلمانوں کا یہی حال ہے کہ واہیات قصے مطالعہ کرکے لوگوں کو سناتے اور خود تصنیف کرتے ہیں قصے اگر ہیں تب سراسر کذب اور افترا ہیں مرثیے ہیں تب سراسر لغو اور باطل ہیں غزلیں ہیں تب محض بکواس اور خرافات ہیں دیوان ہیں تب دیوانہ وار بہک اور ہزلیات ہیں بیہودہ فسانوں اور ناولوں کا تو کچھ حد و حساب ہی نہیں۔ اگر کسی مطبع یا کتب فروش کی فہرست ملاحظہ کرو تو نصف سے زیادہ غزلیات۔ دیوان۔ فسانے اور ناولز ہی ہونگے خلوت میں کیا اور جلوت میں کیا عشقیہ مضامین اور جھوٹے قصوں کا خوب رواج اور چرچا ہے مولویوں کے وعظوں میں بیٹھکر دیکھو تو اون کے فسانوں نے سب کے ہی کان کتر ڈالے جس کا نام شاعری اور عبارت آرائی ہے یہ اعلیٰ سے اعلیٰ جھوٹ اور افتراؤں کا اکھاڑہ ہے۔ اس تمام کا نتیجہ کیا ہوا کہ لوگوں کے دلوں میں مبالغہ اور افترا نے ایسا گھر کر لیا کہ صاف صاف اور سیدھی بات سے کچھ مذاق ہی نہیں رہا۔ بلکہ دینیات میں بھی مبالغہ آمیز مسئلے اور افترائی قصے داخل ہوئے قرآن کا مذاق کلیۃً دور ہو گیا۔ باقی دارد

نصرت المومنین

وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ لِلَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِرَبِّهِمُ الْحُسْنَىٰ

یعنے

مومنوں کی مدد کرنا ہمارا فرض ہے جن لوگوں نے اپنے رب کا حکم مانا اُن کے لئے بہتری ہی بہتری ہے ✦

اول ۔ اللہ تعالےٰ پر جو بندوں کے حقوق بہ تقاضائے عدل و رحم ہیں اُن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ مقابلہ کے وقت اپنے پاک بندوں کی خاص مدد کرے اُن کے رزق اور عزت کا حامی ہو اور اون کا ہادی اور والی اور نگہبان رہے ۔ چنانچہ وہ خود فرماتا ہے وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ مومنوں کی مدد کرنا ہمارا فرض ہے" پھر فرماتا ہے اِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيمٌ "وتحقیق جو لوگ اللہ کو مانتے اور عمل صالح کرتے ہیں اون کے واسطے مغفرت اور عزت والا رزق ہے" پھر فرماتا ہے اِنَّ اللّٰهَ لَهَادِ الَّذِينَ آمَنُوا "تحقیق اللہ تعالیٰ مومنوں کا ہادی ہے" اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِينَ آمَنُوا "اللہ مومنوں کا والی ہے" اِنَّ اللّٰهَ يُدَافِعُ عَنِ الَّذِينَ آمَنُوا "اللہ مومنوں کی بلاؤں کو دفع کرتا ہے" وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهُ "اللہ ضرور ضرور اُس شخص کی مدد کرتا ہے جو اُس کی خدمت کرتا ہے" وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُونَ "جو اللہ سے اور اُس کے رسول سے اور مومنوں سے محبت کرتا ہے پس اللہ کا ہی گروہ غالب رہتا ہے"

ان آیات بینات سے صاف ظاہر ہے کہ ایماندروں کا اللہ حامی ۔ ناصر ۔ والی ۔ حافظ اور ہادی ہے ۔ اون سے محبت کرتا اون کے گناہوں کو بخشتا عزت کا رزق دیتا ۔ بلاؤں کو اُن سے دور رکھتا اور مقابلہ کے وقت اُن کو غلبہ دیتا ہے ۔ علم حیوانات میں یہ مانا ہوا مسئلہ ہے ۔ مدت ... [illegible] ... بھی شاہد ہے کہ تمام مخلوقات میں اپنے اپنے غلبہ اور قیام کے واسطے ہمیشہ کشمکش رہتی ہے جو قابل ترین ہے ۔ وہ غالب اور قایم رہتے ۔ جو ناقص ترین ہیں وہ مغلوب اور نابود ہوتے جاتے ہیں ۔ عدالت اور راستی ایمانداری کے اعلیٰ اور ضروری اجزا ہیں جس قوم میں یہ نہیں اس کا کوئی ایمان نہیں جو شخص ظلم کرتا اور جھوٹھ بولتا ہے اور ساتھ مومنیت کا دعویٰ رکھتا ہے وہ فی الحقیقت جھوٹا اور بے ایمان ہے ۔ تمام عالم اس کے کذب پر شہادت دیگا اور اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے اُسکو باطل ثابت کریگا ۔ چنانچہ وہ خود فرماتا ہے يَمْحُ اللّٰهُ الْبَاطِلَ وَيُحِقُّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ ۔ "اللہ اپنے کلمات سے باطل کو مٹاتا اور حق کو حق ثابت کرکے دکھاتا ہے" جھوٹا دعوےٰ کوئی چیز نہیں سچے مومن بنو اور عملاً راستی اور عدالت سے اسکی سچائی ظاہر کرو ۔ پھر دیکھو کہ قدرت الٰہی کس کس طرح پر مدد کرتی اور بے ایمانوں کے مقابلہ پر تمہارا کیسا غلبہ ظاہر کرتی ہے خداوند عالم کے ہاتھ میں ایک میزان ہے جس میں تمام شخصوں اور قوموں کے ایمان اور اعمال کا موازنہ ہوتا رہتا ہے اور ان اعمال کے مطابق ہی قومیں زیروزبر ہوتی رہتی ہیں چنانچہ وہ خود فرماتا ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوا مَا بِاَنْفُسِهِمْ "تحقیق اللہ کسی قوم کی حالت کو نہیں بدلتا جب تک وہ اپنے نفسوں کی حالت کو نہ بدل لے"

دوم ۔ جس قوم پر خدا کا رسول کلام الٰہی کے ساتھ نازل ہوا اوس کا عروج احکام الٰہی کی اطاعت پر منحصر رہا اور رہے گا ۔ چنانچہ اللہ کریم فرماتا ہے لِلَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِرَبِّهِمُ الْحُسْنٰى جن لوگوں نے اپنے رب کا حکم مانا اون کے واسطے بہتری ہی بہتری ہے لِلَّذِينَ اَحْسَنُوا فِي هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ۔ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ "جو لوگ بھلائی کرتے ہیں اون کے واسطے اس دُنیا میں بھی بھلائی ہے ۔ اور آخرت کا گھر تو بہتر ہے" جناب نوح علیہ السلام جو اپنی قوم کو ایک آنے والے عذاب کی خبر دیتے اور اس سے ڈرانے کے واسطے مامور ہوئے تھے اپنی قوم کو خفیہ اور علانیہ طور پر فرداً اور مجمعوں میں سمجھاتے رہے مگر کسی نے نہ مانا ۔ آخرکار فرماتے ہیں ۔ فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۙ يُّرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ۙ وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا ۙ مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا ۚ "پس میں نے کہا اپنے رب سے استغفار کرو تحقیق وہ تم پر پانی برسانے والا آسمان سے بھیجے گا ۔ تمہارے مالوں اور اولاد کو بڑھائے گا ۔ اور تمہارے لئے باغ اُگائیگا اور نہریں جاری کریگا ۔ تمہیں کیا ہو گیا کہ اللہ سے بڑی بڑی امیدیں نہیں رکھتے" ایسا ہی سیدنا ہود علیہ السلام اپنی قوم عاد سے فرماتے ہیں وَيٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُوا اِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا وَّيَزِدْكُمْ قُوَّةً اِلٰى قُوَّتِكُمْ وَلَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِيْنَ ۔ "اے میری قوم اپنے رب سے استغفار کرو ۔ پھر اوس کی طرف جھک جاؤ ۔ وہ پانی برساتا ہوا آسمان تمہاری طرف بھیجے گا اور تمہاری موجودہ قوت کو اور ترقی دیگا اور سرکشی کرکے مجرم مت بنو" ۔ ایسا ہی شعیب علیہ السلام اپنی قوم مدین سے فرماتے ہیں وَيٰقَوْمِ اَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَاءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ۝ بَقِيَّتُ اللّٰهِ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ "اے میری قوم اپنے پیمانہ اور ترازو کو انصاف کے ساتھ پورا کرو اور لوگوں کو اون کی چیزیں کم نہ دیا کرو اور زمین میں فساد پھیلاتے مت پھرو اگر تم مومن ہو تو تمہارے واسطے بقیۃ اللہ بہتر ہے" یعنی جو ایمانداری سے بچے رہے بہتر ہے" ایسا ہی ایک اور جگہ پر قرآن کریم وَاَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ۝ "اور جب ناپ کر دو تو پورا ناپ کرو اور سچی ترازو سے تولو یہ بہتر ہے اور اسکا انجام اچھا ہے" قرآن مجید اہل تورات و انجیل کی نسبت فرماتا ہے وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَا اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ ۔ "اگر یہ لوگ تورات و انجیل کو اور نیز اون صحیفوں کو جو اُن کی طرف اون کے رب کی طرف سے نازل ہوئے قایم رکھتے تو ضرور سروں کے اوپر اور پاؤں کے تلے سے رزق حاصل کرتے یعنی ایسی برکتیں ہوتی کہ اوپر سے بھی رزق برستا اور نیچے سے بھی اوبلتا" چنانچہ اہل تورات و انجیل نے اپنی کتابوں کو قایم کیا تمام دُنیا کی زبانوں میں اون کے ترجمہ شایع کئے اور واعظ بھیجے اب اُس کی حد میں بافراغت رزق کھا رہے ہیں جو فی الحقیقت سروں کی طرف سے بھی برس رہا ہے ۔ اور پاؤں کے نیچے سے بھی اوبل رہا ہے ۔ یہ ایک زبردست پیشگوئی تھی جس کا ظہور اسوقت تمام عالم میں مشاہدہ ہو رہا ہے ایسا ہی ایک اور جگہ پر قرآن مجید فرماتا ہے وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ "اگر ان بستیوں کے رہنے والے خدا کو مانتے اور خدا ترس بنتے تو ہم آسمان اور زمین سے برکتوں کے دروازہ

اُن پر ضرور کھول دیتے مگر ونہوں نے تکذیب کی اس لئے ہمنے اون کرتوتوں کی سزا میں جو وہ کرتے تھے اونہیں پکڑ لیا اسی طرح پر جناب آنحضرت سید المرسلین حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم قرآن مجید کی نسبت سورۂ ھود میں فرماتے ہے وَأَنِ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ يُمَتِّعْكُم مَّتَاعًا حَسَنًا إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى وَيُؤْتِ كُلَّ ذِي فَضْلٍ فَضْلَهُ ۖ وَإِن تَوَلَّوْا فَإِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ كَبِيرٍ "اور یہ کہ اپنے رب سے استغفار کرو اور اوس کی طرف جھک جاؤ وہ تمہیں ایک وقت مقرر تک اچھے سامان عطا کریگا اور ہر ایک اہل فضل پر اپنا فضل کریگا اور اگر سرکشی کروگے تو مجھے کو تمہاری نسبت ایک بڑے دن کے عذاب کا اندیشہ ہے"

سوم۔ ہر ایک ربانی کلام اور رسول کے ساتھ عذاب الٰہی بھی ضرور ہوتا ہے تاکہ پاک اور ناپاک لوگ اسی طرح پر اوس کی طرف متوجہ ہوں بالجبر بدکار قوم کو روئے زمین برباد کرنا چاہتا ہے پہلے اوس کے مرفہ الحال لوگوں کی طرف احکام بھیجتا ہے۔ پس جب وہ نافرمانی کرلیتے ہیں تب عذاب کے مستحق ٹھہر جاتے اور ہلاک کردیئے جاتے ہیں چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے۔ وَمَا أَرْسَلْنَا فِي قَرْيَةٍ مِّن نَّبِيٍّ إِلَّا أَخَذْنَا أَهْلَهَا بِالْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ لَعَلَّهُمْ يَضَّرَّعُونَ۔ ہمنے جس کسی گاؤں میں کوئی نبی بھیجا۔ ساتھ ہی اسکے باشندوں پر مصیبتیں بھی ڈالی اور نقصانات بھی پہنچائے۔ تاکہ وہ گڑگڑائیں پس اس آیت کریمہ سے صاف ظاہر ہے کہ ہر ایک نبی کے ساتھ ایک تنگی اور مصیبت بھی ضرور آتی ہے تاکہ اون کے دل گداز ہوکر خدا کی طرف جلدی جھکیں اور نبی کی تعلیم کو سنیں کیونکہ عموماً کوئی نبی ایسے ہی وقت میں آتا ہے جبکہ غفلت۔ بے خوفی۔ اور بدکاری انتہا درجہ کو پہنچ جاتی ہے اور بلا سخت مصیبتوں کے لوگ خدا کی طرف مائل نہیں ہوسکتے۔ برعکس اس کے قرآن مجید یہ بھی فرماتا ہے کہ اللہ تعالٰی کسی فرد یا قوم پر عذاب نازل نہیں فرماتا جب تک رسول مبعوث نہ فرمائے وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّىٰ نَبْعَثَ رَسُولًا "اور ہم عذاب کرنے والے نہیں ہیں جب تک کسی رسول کو نہ بھیج لیں" ایک اور جگہ فرماتا ہے وَإِذَا أَرَدْنَا أَن نُّهْلِكَ قَرْيَةً أَمَرْنَا مُتْرَفِيهَا فَفَسَقُوا فِيهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنَاهَا تَدْمِيرًا۔ اور جب کبھی ہم یہ ارادہ کرتے ہیں کہ کسی بستی کو برباد کردیں تب اوس کے مرفہ الحال لوگوں کی طرف احکام بھیجتے ہیں۔ پس وہ نافرمانی کرتے ہیں تب اون پر قول عذاب حق ہوجاتا ہے۔ پس اوس کو مارکر تباہ کردیتے ہیں۔

چہارم۔ جو قوم کسی رسول یا کلام الٰہی کی مخالفت کرتی ہے اوس پر دنیا میں بھی عذاب نازل ہوتا ہے اور آخرت میں بھی۔ جسقدر زیادہ کوئی قوم اوس کی مخالفت کرتی ہے اوسی قدر جلدی ہلاک کردی جاتی ہے۔ چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے۔ وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا يَمَسُّهُمُ الْعَذَابُ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ "یہ جو لوگ ہماری آیتوں کی تکذیب کرتے ہیں اون پر نافرمانیوں کی سزا میں عذاب نازل ہوتا ہے" پھر کلیہ قاعدہ کے طور پر فرماتا ہے كُلَّ مَا جَاءَ أُمَّةً رَّسُولُهَا كَذَّبُوهُ ۚ فَأَتْبَعْنَا بَعْضَهُم بَعْضًا وَجَعَلْنَاهُمْ أَحَادِيثَ ۚ فَبُعْدًا لِّقَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُونَ "جب کبھی کسی امت کی طرف اوس کا رسول آیا اوس نے اس کی تکذیب کی اس لئے ہم نے بھی ایک کو ایک کے پیچھے ہلاک کیا اور اون کے افسانے بنادیئے پس بے ایمان لوگوں پر لعنت ہے" پھر ایک جگہ بہ تفصیلات سے قرآن مجید اس مسئلہ کو اسیطرح پر واضح فرماتا ہے "اور ہمنے موسٰے کو کتاب توریت دی اور اون کے بھائی ہارون کو وزیر کے طور پر اس کے ساتھ کیا پھر اون کو حکم دیا کہ اون لوگوں کی طرف جاؤ جو ہمارے نشانیوں کو جھٹلاتے ہیں (پس وہ گئے اور سمجھایا مگر اونہوں نے نہ مانا بلکہ مقابلہ پر آمادہ ہوئے) اس لئے ہم نے اون کا کھوج تک مٹا دیا اور قوم نوح نے بھی جب ہمارے رسولوں کو جھٹلایا تب ہمنے اون کو غرق کردیا اور اون کو لوگوں کے واسطے ایک عبرت کا نشان بنادیا اور ہمنے ظالموں کے واسطے عذاب دردناک تیار کر رکھا ہے اور اسی طرح عاد اور ثمود اور خندق والوں اور اون کے درمیان میں اور بہت سی امتوں کو ہمنے ہلاک کردیا اور سمجھانے کو ہمنے اون لوگوں کی مثالیں دے دیکر سمجھایا مگر کسی نے نہ سمجھا۔ اس لئے ہمنے سب کا ستیاناس کردیا اور یہ لوگ ضرور اوس بستی پر بھی ہوکر گذرے ہیں جس پر بری طرح پتھر برسائے گئے ہیں تو کیا اونہوں نے اوس کو دیکھا ہوگا۔ مگر اصل یہ ہے کہ اون لوگوں کو مرنے کے بعد جی اٹھنے کا یقین نہیں اور اے پیغمبر جب کبھی یہ لوگ تمکو دیکھتے ہیں تمسے ہنسی کرتے اور کہتے ہیں کیا اسی کو اللہ نے رسول کرکے بھیجا ہے۔" وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ وَجَعَلْنَا مَعَهُ أَخَاهُ هَارُونَ وَزِيرًا فَقُلْنَا اذْهَبَا إِلَى الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا فَدَمَّرْنَاهُمْ تَدْمِيرًا وَقَوْمَ نُوحٍ لَّمَّا كَذَّبُوا الرُّسُلَ أَغْرَقْنَاهُمْ وَجَعَلْنَاهُمْ لِلنَّاسِ آيَةً ۖ وَأَعْتَدْنَا لِلظَّالِمِينَ عَذَابًا أَلِيمًا وَعَادًا وَثَمُودَ وَأَصْحَابَ الرَّسِّ وَقُرُونًا بَيْنَ ذَٰلِكَ كَثِيرًا وَكُلًّا ضَرَبْنَا لَهُ الْأَمْثَالَ ۖ وَكُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِيرًا وَلَقَدْ أَتَوْا عَلَى الْقَرْيَةِ الَّتِي أُمْطِرَتْ مَطَرَ السَّوْءِ ۚ أَفَلَمْ يَكُونُوا يَرَوْنَهَا ۚ بَلْ كَانُوا لَا يَرْجُونَ نُشُورًا وَإِذَا رَأَوْكَ إِن يَتَّخِذُونَكَ إِلَّا هُزُوًا أَهَٰذَا الَّذِي بَعَثَ اللَّهُ رَسُولًا ۔

(نظم جو افتتاح کالج کے موقع پر مولوی مبارک علی صاحب و مولوی عبداللہ صاحب نے پڑھیں۔ ناظرین کے لئے ذیل میں درج کرتے ہیں ——— ایڈیٹر)

نظم

(از مولوی مبارک علی صاحب)

مرا سزد کہ بنازم بہ بخت بیدارم
کہ آفریدہ مسلماں مرا خدائے جہان
دریں زمانہ بہ بخشید خلعت ہستی
کہ دارد آں شرف بعثت مسیح زمان
فزوں تر از ہمہ جود و عطا ہمیں کرمے
کہ پیش روئے مسیحم شگفتہ دل خنداں
نہ از لیاقت من این است و نے زخوبی من
کہ دست حکمت ایزد کشیدم از احسان
بپائے بوسی آں دلستاں مرا آورد
بعز معرفت حق نواختم شاداں
برآستانۂ دولت سراسر افگندم
چو دیدم از سر طارم خوریدری رخشاں
عطا نمود مرا منصبے بمدرسہ اش
نشاند بر سر کرسی بجملہ استاداں
مبارک است پئے افتتاح ایں کالج
کہ برگشاد خدائش میان دار امان
سزد کہ گوئمش اکنوں کمال گاہ علوم
بجا است گر شمرم جنتش پئے صبیان
ہزار رفعت و برکت نصیب او بادا
کہ ہست بانی و حامیش مرسل یزداں
خجستہ منزل و فرخ نژاد و خوش محضر
جناب خان معظم امیر ذی الاشان
باہتمام و نظامش بعزم دل پرداخت
فزود رونق و رنگ و بہار ایں بستان
چو فکر از پئے سال کشادنش کردم
بگفت ہاتف غیبم بگوش دل غفران
۱۳۲۱

(از مولوی عبداللہ صاحب)

وقت بہار موسم شادی فرا رسید
از روئے پاک میرزا صبح صفا دمید
روئے جہاں تیرہ منور شدہ از و
در باغ ما ز کوئے او باد صبا وزید
از قسمت فرخندہ وز سعادت ازل
صد شکر حق کہ اینچنیں نوبت بما رسید
اے دل بگو کہ اینچنیں ایام و این امام
بر روئے ایں جہان عیاں جز ما بگو کہ دید
چوں ایں مہ صداقت اسلام شد عیاں
پس جان ما ز پنجۂ ابلیس ہم رہید
از چشمہائے خویش نور حق بدیدہ ایم
ایں گوشہائے ما ندائے ایزدی شنید
پس صد سلام بر تو باد اے امام ما
آنکس چہ دید در جہان کہ روئے تو ندید
صد آفریں جماعت دار العلوم را
کو پردۂ جہالت عالم عیاں درید
ایں کالج و جماعت مہدی چو گلشنے
بر سطح ایں زمین عیاں باغ ارم دمید
کسر صلیب و کشتن دجال کینہ ور
زیر سپہر نیلگو آمد از و پدید
یا رب چناں بکن کہ این دار العلوم ما
باشد نشان حق تعالے ز بہر دید
ایں فوج نو بتاج شرع و کمال دین
باشد بزیر آسماں جماعت سعید

شیطانی تسلّط کی تجدید

یہ اس مضمون کا عنوان ہے جو کونٹ ٹالسٹائی نے فرانس کے ایک سر بر آوردہ ماہوار رسالہ میں پچھلے دنوں شائع کرایا تھا۔ کونٹ مذکور یورپ کے مشاہیر میں سے ہے دیار مغرب میں طفل مکتب بھی اس سے ناواقف نہیں۔ ہندوستان کی اخبار خوان جماعت بھی اس کے نام سے بیخبر نہیں رہی لیکن چونکہ اس کے حالات بشرح و بسط غالباً زیادہ کو معلوم نہ ہونگے اس لئے اس کے مضمون کا لب لباب دینے سے پہلے مجمل طور پر اسکے کچھ حالات بیان کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے یہ شخص روسی نژاد اور وہاں کا ایک نامور امیر ابن امیر ہے اسوقت اس کی عمر ۷۵ برس کی ہے۔ مگر جسمانی قوت اور دماغی طاقت میں جوانوں کو مات کرتا ہے اوائل عمر میں فوج میں داخل ہوا۔ اور ابھی اسی عہدہ میں تھا کہ اس کی پہلی کتاب شائع ہوئی جسے دیکھ کر مبصر تاڑ گئے کہ یہ نوجوان ایکدن میدان سخن کا نامور شہسوار ہو کر رہے گا۔ طبیعت میں علمی مذاق غالب تھا۔ چنانچہ کریمیا کے بعد نوکری چھوڑ دی اور اپنے علاقہ میں جاکر تالیف و تصنیف میں مشغول ہوگیا۔ ناول نویسی میں اس کا نام روسی ادیبوں کی فہرست میں چوٹی پر ہے اس کی تاریخی تصنیفات میں بھی کچھ کم پایہ کی نہیں۔ اسے نامور بنانے کے لئے یہی امر کافی نہ تھا لیکن اسی پر اکتفا نہ ہوا۔ فطرت نے اسے سخنوری کے دوش بدوش انسانی محبّت و درد۔ اخلاقی جرأت مردانہ آزادی۔ اور راست بیانی سے بھی بہرہ وافر عطا فرما دیا تھا۔ ہمدردی نے اسے سب سے اوّل اپنے ملک کے بے زبان کاشتکاروں کی حمائت پر کمر بستہ کیا روس میں سنہ ۱۸۶۱ء تک کاشتکار اپنے امیر مالکان اراضی کے واقعی غلام قانوناً تصوّر ہوتے اور اُن کو غلاموں کا سا ہی برتاؤ ہوتا تھا۔ کاشتکاروں کو آزادی ملنے سے امرا کی مطلق العنانی میں بہت فرق آتا تھا اور وہ طبعاً اس کے مخالف تھے مگر کونٹ ٹالسٹائے کی آرزو جلد پوری ہو گئی۔ اور زار نے فرمان آزادی صادر کر دیا۔ اس دن سے روس کے تمام کاشتکار اپنے ظالموں کی جماعت کے اس ایک فرد امیر ابن امیر ہی ٹالسٹائے کے نام پر جان دیتے ہیں۔ اس کی آزادانہ تحریر اور سوشل خرابیوں کی اصلاح کی مسائل سے روسی حکومت اس سے خوش نہیں مگر اس ہر دلعزیزی کی وجہ سے وہ اس سے معترض ہونے کی جرأت نہیں کر سکتے اور یہی ہر دلعزیزی ہے جس نے روس کے کمال جابر مذہبی محکمہ سے بھی ٹالسٹائے کو کچھ گزند نہیں پہنچنے دیا روسی مسیحی مذہب کے فرقہ یونانی کلیسیا کے تابع ہیں۔ جو بلحاظ عقاید و عمل توحید کی بجائے رومن کیتھولک فرقہ سے بھی کچھ بڑھ کر ما سوے اللہ کی پرستش اور اولیاء پرستی کی طرف مایل ہے اور یہ اس پر مستزاد ہے کہ سرکاری مذہب بھی یہی ہے اور حکومت بزور جاکمانہ اس مذہب کے عقاید و اعمال کی حامی اور معاون ہے کسی کو اسپر اعتراض کرنے کا یارا نہیں۔ بنا بریں روس میں پادریوں کا تسلط اس بیسویں صدی میں بھی قدیم بھی پوپلی زمانہ سے بھی کچھ بڑھا چڑھا ہوا ہے چند برسوں سے ٹالسٹائے توہمات اور مذہبی جبر کا ماننا کے اس قلعہ کی بیخکنی کے درپے ہو رہا ہے اور اصلی و حقیقی مسیحی مذہب کی درست کیفیت واضح کر کے اپنے ہموطنوں کو کورانہ تقلید۔ مذہبی جکڑ بند اور نیم مشرکانہ اعمال و اعتقادات سے مخلصی دلانیکی کوشش کر رہا ہے۔ حتی کہ مذہبی محکمہ نے اسکی پے درپے یورشوں سے کمال برافروختہ ہو کر سنہ ۱۹۰۱ء میں اسے بیدین و ملحد قرار دیدیا۔ اور کلیسا سے خارج کر دیا یہ فیصلہ کسی اور کے حق میں صادر ہوتا تو اس کا چند دن بعد ہی دنیا میں کچھ وجود نہ رہ جاتا۔ مگر ٹالسٹائے کی ہر دلعزیزی۔ ثابت قدمی اور نیک نیتی اس نازک موقعہ پر بھی آڑے آگئی۔ اور اصدار فتوی کے سوا یہ صیغہ جس سے حکومت بھی ڈرتی ہے کونٹ کا کچھ نہ بگاڑ سکا۔ مذہب کے بعد اب موجودہ مغربی تہذیب اور اس کے جدید لوازمات کی باری آئی ہے اسی تہذیب کو وہ شیطانی تسلط سے تعبیر کرتا ہے جس کے متعلق اس آزاد و نڈر رند خلاسفر کے خیالات ناظرین کی دلچسپی۔ افادہ اور آگاہی کے لئے ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔ جن امور و ایجادات کو ہم ترقی کے ثبوت سمجھتے ہیں۔ اس کی نظر میں وہ شیطانی ہتھکنڈے اور چالیں ہیں۔ جن کے ذریعہ وہ دُنیا کو پھر اپنے تسلط میں لے رہا ہے وہ اس خیال کو ایک داستان کے پیرایہ میں بیان کرتا ہے اس کہانی کا ملخص یہ ہے:۔

شیطان اپنی جہنمی علاقہ میں اداس بیٹھا ہے کیونکہ دُنیا کی بادشاہی اس کے ہاتھ سے چھن گئی ہے۔ انبیاء نے خلقت خدا کو سیدھے راستہ پر لگا دیا دوزخ کے دروازے بند ہوگئے۔ شیطان بےبس و بیچارہ ہو کر اپنے مسکن میں گویا جکڑا بیٹھا ہے۔ کوئی نیا شکار ہی دوزخ کا ایندھن نہیں بن رہا۔ بلکہ پرانے خطا کار بھی کافی سزا بھگت لینے پر عفو رحمانی سے مستفید ہو رہے ہیں اور جہنم سے رہائی پا رہے ہیں کئی سو برس اسی طرح گذر گئے اور شیطان کو گم کردہ اقتدار کے واپس پانیکی کچھ امید نہ رہ گئی۔ لیکن اس کے چیلے چانٹے بیکار نہ رہے تھے۔ ایک دن اپنے مغموم و متفکر آقائے نعمت کو اُنہوں نے ناگہاں دنیا کی فتح کر رکھا مژدہ آسنایا شیطان کی باچھیں کھل گئیں۔ اور پوچھا۔ یہ کیسے ہوا؟ اس پر پہلے خناس نے جواب دیا۔ ”جب میں دنیا میں گیا تو لوگوں کو بالکل مطمئن و خوش پایا۔ میں نے ان کے ایمان غارت کرنے کے لئے (چرچ) کلیسا (یعنی مذہبی معاملات کی منصرم جماعت) کو ایجاد کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ آج خدا کے کلام پر کسی کا ایمان نہیں بلکہ میری ایجاد پر دل و جان سے فدا ہیں۔ میں نے اعتقادی مسائل پر لوگوں میں کچھ کچھ اختلاف پایا۔ اور ان کو پٹی پڑھا دی کہ یہ اختلاف نہایت اہم ہے اور کہ تم راستی پر ہو۔ پھر کیا تھا سب آپس میں گتھم گتھا ہوگئے۔ یہ جادو چل گیا۔ اور نزاع باستحکام قائم ہو گئی لیکن کچھ عرصہ بعد مجھے خوف لاحق ہوا۔ کہ کہیں ان پر میرا فریب نہ کھلجائے۔ اس کی روک کے لئے میں نے کلیسا کا شاخسانہ کھڑا کر دیا۔ اور لوگ خدا کو چھوڑ کر اسی کے شیدا ہوگئے اور اس دن سے مجھے بیتکری ہوگئی“ شیطان ایک چیلہ کو اپنے سے زیادہ ذہین پاکر کچھ سٹ پٹایا۔ اور اس سے پوچھا۔ یہ کلیسا کیا بلا ہے؟ جواب ملا کلیسا اس کا نام ہے کہ جب انسان جھوٹ بولیں اور ان کو معلوم ہو کہ ان کی بات پر اعتبار نہیں کیا گیا تو خدا کو بطور گواہ درمیان میں لائیں کلیسا کا یہی کاروبار ہے نہیں۔ مذہبی اختلافات کی بنا پر انسانوں کو عقوبت پہنچانے کے دستور کا بانی مبانی بھی وہی ہے“ یہ سنکر شیطان اور بھی حیران

ہوًا۔ اور پوچھا کہ آخر بر خود پسندی بر دیگران ہم پسند کی تعلیم کیا ہوئی۔ چیلے نے اس کے جواب میں یہ کہانی سنائی ایک بدکن جادوگر ایک شخص کے درپے آزار ہوا۔ ایک اور صالح جادوگر کو رحم آیا۔ اور اس نے انسان کو اسکو شر سے بچانے کے لئے سرسوں کا دانہ بنا دیا یہ دیکھکر بدکن نے فوراً مرغ کی شکل اختیار کرلی اور قریب تھا کہ دانہ کو نگل جائے۔ کہ نیک نہاد ساحر نے اس دانے پر سرسوں کا ایک ڈھیر لگا دیا۔ کہ بدکن نہ سارے کو کھا سکے۔ نہ اس ایک دانے کو پہچان سکے۔ یہی تدبیر میں نے اختیار کی۔ میری صلاح پر انسان نے ایک کتاب اللہ کے علاوہ سینکڑوں اور کتابوں کو مقدس مان لیا۔ اور سمجھنے لگے۔ کہ ان کا بھی لفظ لفظ کلام الٰہی ہے۔ مصنوعی پاک کلاموں کے اس تودہ میں وہ سچی اور سادہ تعلیم ایسی مل جل گئی کہ نہ اب وہ ان سب کلاموں پر عمل کر سکتے ہیں۔ اور نہ اس ایک کو جسکی انسان کو اشد ضرورت ہے پا سکتے ہیں۔

یہ سنکر شیطان نے شاگرد کو شاباش دی۔ کل اعیان کے ساتھ ملکر خوب ہنسا اور بولا معلوم ہوگیا کہ حضرت انسان بدستور ویسے ہی چور بدمعاش اور لقے اٹھائے گیرے ہیں۔ ان کی کچھ اصلاح نہیں ہوئی۔ اب ایک اور دیو قامت جسکی پیشانی پر دو سینگ تھے اور پاؤں مڑے ہوئے تھے۔ سامنے آیا۔ اور عرض کیا کہ ہاں حضور انسان بدستور چور اُچکے ہی ہیں میں نے ان کو اس بدی پر قایم رکھنے کے لئے وہی تدبیر اختیار کی جسے ہمارے باپ اور خداوند نعمت یعنے حضور والا طالوت کے بادشاہ منتخب ہونے کے موقع پر عمل میں لائے تھے۔ میں نے ان کے کان میں پھونکا کہ ایک دوسرے کی لوٹ مار کو بند کرنیکی بجائے یہ بہتر ہوگا کہ ایک شخص کو کامل اختیارات دیکر اس ایک کو لوٹنے دیا جائے۔ یہ مشورہ مان لیا گیا۔ انہوں نے آئین و ضوابط مرتب کرلئے اور حکومتیں قایم کی گئیں۔ جن کی طفیل معدود چند ملک کی باقیماندہ جفاکش اور محنتی آبادی کو کھلے بندوں جب چاہیں۔ لوٹ سکتے ہیں۔

یہ سن کر شیطان پھر حیران ہوا۔ کہ جس دنیا کو اپنے دشمنوں سے پیار کرنے کی تلقین کی گئی ہو۔ اس میں یہ خون خرابہ پھر کس طرح قایم ہو سکتا ہے۔ شاگرد بولا جناب یہ تو کچھ مشکل معمہ نہیں۔ میں نے لوگوں کے دل میں ڈال دی۔ کہ دنیا میں بہتر جاتم ہی ہو۔ جرمن ہوا تو اُسے کہا۔ دنیا میں بہشت جرمنی ہی ہے۔ فرانس۔ انگلستان اور روس میں تو نرے وحشی بستے ہیں وقس علیٰ ذالک سبکے دماغ میں جب یہی خبط سما گیا تو ان میں ایکدوسرے سے نفرت اور خوف پیدا ہوگیا اور جملہ اقوام نے اپنی ہمسایہ اقوام کے برخلاف وہی روش اختیار کرلی۔ جو چوروں اور قاتلوں کی ہوتی ہے۔ شیطان نے خوشی کی آہ بھری۔ اور چند منٹ ساکت رہ کر اس شاگرد کی ذہانت کی بھی تعریف کی۔ مذہبی اختلاف وانتظام اور حکومت وحب الملک کے بعد موجودہ تہذیب کے ذریعہ انسان کو جو ترنخ کا کندہ بنانے والے شیاطین کے اظہار رہ گئے انمیں سے ایک بولا میں نے علم مدن ایجاد کرکے انسان کی زندگی تلخ کردی ہے اس علم کے ذریعہ وہ قدماء کی بدروشیوں کے مختلف انواع و اسلوب مطالعہ کرتے ہیں۔ شیطان کی تسلی ان تینوں کے ہی بیانات سے ہوگئی اور اس نے انعام کا وعدہ کرکے سبکو رخصت کرنا چاہا مگر باقی ماندہ خبیث چلا اٹھے ہماری بھی تو سنئے۔ شیطان نے کہا۔ اچھا تم بھی سناؤ۔ یہ سنکر سب بول اوٹھے۔ میں ترقی کا عفریت ہوں میں تقسیم محنت کا ہوں۔ میں سڑکوں اور ریلوں کا ہوں۔ میں چھپائی کے فن کا ہوں۔ میں فنوں کا ہوں۔ اسی طرح تعلیم۔ تربیت۔ طب۔ درستی اخلاق خیرات۔ مسکرات۔ سوشلزم اور حامی نسوان کے عفاریت سب نے اپنی اپنی تعریف کرکے سب سے اوّل شیطان کے حضور پہنچنے کی کوشش کی۔ یہ بدتہذیبی دیکھکر شیطان نے ڈانٹا کہ باری باری سے بولو۔ اور زیادہ وقت نہ لو جسپر انہوں نے نوبت بہ نوبت اپنی اپنی رپورٹیں پیش کرنی شروع کیں صنعتی ترقی کا جن بولا میں نے لوگوں کو یہ پٹی پڑھائی ہے کہ جسقدر زیادہ چیزیں اور جسقدر جلد وہ بنائیں اُن کی حق میں بہتر ہوگا چنانچہ اب وہ اشیاء کے بنانے میں خون پسینہ ایک کررہے ہیں لیکن وہ ایسی بن رہی ہیں کہ خریدار ایک دن بھی فائدہ نہیں اوٹھا سکتا۔ اور بنانے والے اون کے خریدنے کی استطاعت نہیں رکھتے۔ تقسیم محنت کے جن نے کہا۔ کہ میں نے انسانوں کو انسانیت سے گرا کر بے جان کلیں بنا دیا ہے۔ شوارع و طرق کے جن نے کہا۔ میں نے انسانوں کو سکھایا ہے کہ علی التواتر اور بسرعت تمام نقل مکان کرتے رہنا ان کے لئے بہت مفید ہے۔ چنانچہ اب وہ جہاں رہتے ہوں اس جگہ اپنی حالت سنوارنے کی کوشش کرنے کی بجائے دربدر خاک بسر ہوتے پھرتے ہیں اور فخریہ کہتے ہیں کہ ہم ایک گھنٹہ میں ۵۰ میل طے کرتے ہیں۔ فن چھپائی کے خناس نے کہا دنیا میں جسقدر بیہودگیاں اور سیہ کاریاں ہوتی ہیں۔ میں انکو کروڑہا لوگوں تک پہنچا دیتا ہوں۔ فنون لطیفہ کے موکل نے کہا کہ میں پاکیزہ جذبات اور اعلیٰ خیالات ابھارنے کے پردہ میں برائی کو دلفریب پیرایہ و شکل میں دکھا کر برائی کے شوق کو انسان میں بڑھاتا رہتا ہوں۔ طب کے عفریت نے کہا کہ میں نے انسان کو اپنے جسم کی حفاظت کا ایسا شیدا کردیا ہے کہ وہ نہ صرف اوروں کی بلکہ اپنی زندگی کو بھی فراموش کردیتا ہے۔ تعلیم کے جن نے کہا میں نے یہ کمال کیا ہے کہ جو لوگ بُری زندگی بسر کررہے ہیں اور اچھی زندگی اور نیک روشی کا مطلب تک نہیں سمجھتے۔ میرے جال میں آکر وہ یقین رکھتے ہیں کہ وہ بچوں کو نیک زندگی بسر کرنے کی تعلیم دے سکتے ہیں۔ درستی اخلاق کے جن کا دعویٰ ہے کہ اس نے بدچلن لوگوں میں یہ یقین پیدا کردیا ہے کہ وہ اوروں کی بُرائیوں کی اصلاح کرسکتے ہیں۔ مسکرات کے جن نے کہا کہ میں نے لوگوں کو یہ پٹی پڑھادی ہے کہ بدروشی سے پیدا شدہ مصائب و آلام سے بچنے کے لئے نیک روشی اختیار کرنے کی بجائے یہ زیادہ مفید ہے کہ شراب۔ افیون و چانڈو وغیرہ سے غم غلط کریں۔ خیرات کے جن نے کہا۔ میں نے لوگوں کو تلقین کی ہے کہ اگر وہ خلقت کی جیب سے اشرفیاں چرائیں۔ اور مال مسروقہ سے چند پیسے لوٹا دیا کریں تو وہ بہت ہی صالح اور متقی شخص ہیں مزید اصلاح کی اُن کو کچھ ضرورت نہیں۔ سوشلزم کے جن نے کہا کہ بہتر معاشرت کی خواہش کے پردہ میں میں نے فرقہ فرقہ کو باہم دشمن بنا دیا ہے۔ حامی نسوان کے جن نے عرض کیا۔ میں نے فرقوں میں ہی نہیں بلکہ بنی نوع انسان کی دونوں جنسوں میں بھی جنگی بیزار کرادی ہے۔ علم وفضل کے عفریت نے فخریہ کہا کہ میں نے انسان کو خود ستائی کا مجسم پتلا بنا دیا ہے ✦

مالیر کوٹلہ میں ایک احمدی خاتون کی تبلیغ

کوئی بیس روز یہاں ہمارے مکرم بھائی خواجہ کرمداد احمدی وظیفہ خوار ریاست جموں و کشمیر تشریف لائے ہوئے ہیں اُنکا بچہ اور ان کی بیوی ساتھ ہیں ہمیں پہلے تو خواجہ صاحب سے نیاز حاصل نہ تھا صرف روشناسی تھی اب یہاں ملنے اور بیٹھنے سے دل کھول کر باتیں ہوگئیں اور حد درجہ کا اختلاط اور محبت جیسی دینی بھائیوں میں ہونی چاہیئے بڑھ گئی اور سوچتے سوچتے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی دعوت کی تبلیغ کا مسئلہ چھڑ گیا کہ کن کن وسائل سے یہ اہم کام بسہولت انجام پذیر ہوسکتا ہے اثنائے تقریر میں معلوم ہوا کہ خواجہ صاحب کی بیوی صاحبہ سلسلہ کے مقاصد بتانے اور قرآن کریم کے حقائق و معارف کے بیان کرنے میں پوری بصیرت رکھتی ہیں۔ ان کو خدا نے ایسا ملکہ دیا ہے کہ وہ پہلو سے مستورات میں اپنا اثر علم و عمل دونوں سے ڈال سکتی ہیں اور اپنی خداداد طاقت اور لیاقت سے مخالفوں کا دم بند کرسکتی ہیں۔ وہ حضرت حکیم الامت کی شاگرد خاص ہیں۔ مدتوں تک انکے آستانے پر گری رہیں اور قرآن سیکھتی رہیں یہ معلوم کرکے مجھے از حد مسرت ہوئی ہمت بڑھ گئی دل میں قوت پیدا ہوگئی اور خیال آیا کہ کوٹلہ کی پردہ نشین شریف عورتوں کو بوجوہ چند قرآن کریم کی معارف و حقائق کے سننے کا موقع بہت کم

کرتا ہے اور ملتا ہے۔ اگر ہماری قوم کی معزز اور مقتدر مستورات اس ہماری لائق بہن کی وعظ پر اثر تقریر۔ دلگداز بیان اور دلکش طرز ادا کو سُننا پسند کریں تو نہائت ہی مبارک ہو۔ یہ بات دل میں ٹھان لی اور لے کے خدا کا نام تحریک شروع کی پس پھر کیا تھا مدتوں کے بھوکوں کو گویا آسمان سے مائدہ نازل ہوا چاروں طرف سے الجوع العطش کی آواز گونجنے لگی۔

ہم کن الفاظ میں خدا تعالیٰ کا شکر ادا کریں کہ کس خلوص دلی اور خوش اسلوبی سے خواتین کوٹلہ نے قرآن کریم کے حقائق و معارف کا خیر مقدم کیا کسی نے سر پہ رکھا اور کسی نے آنکھوں سے لگایا اور آخر سب نے سویدائے قلب میں جگہ دی۔ مخالف اندھوں نے اس نور کو بجھانے میں کوشش اور اپنی شپر سیرتی سے آنکھیں بند کیں اور دوسروں کو جو اس نور تبلیغ سے دلکو روشن کرنا چاہتے تھے۔ اپنی طرح اندھا کرنا چاہا مگر وہ قادر اور مقتدر خدا جو اپنے بندوں کی نصرت کرتا اور ظلمات سے نور کی طرف رہنمائی فرماتا اور اُن کے دشمنوں کو پامال کرتا ہے وہ ہمارے ساتھ تھا اور اُن کی تائید کی مشعل ہر تیرہ و تاریک کوچہ میں ہمارے ساتھ تھی آخر دن روشن کی طرح یہ بات جگمگا اُٹھی کہ قرآن ہر اور نور ہے شعلہ ہے جسے لوگوں نے دیکھنا چھوڑ دیا ہے خواجہ صاحب کی بیوی نے جو ہر دلعزیزی کوٹلہ کی **مستورات میں صرف قرآن کریم کی پاک** آیتیں پڑھ کر اور حضرت اقدس علیہ السلام کے دعوے کی تبلیغ کر کے حاصل کی ہے یہ حقیقت میں حضرت اقدس ع کا معجزہ اور حضرت حکیم الامت مولانا مولوی نورالدین صاحب کی کرامت ہے۔

احمدی سلسلہ میں ایسی قرآن دان۔ اور قرآن فہم للقرآن اور فی القرآن خاتون ہم نے ابھی تک نہ دیکھی نہ سنی ✠

اے خدا تعالیٰ کے سچے مسیح تیری دعا ہائے نیم شبی و سحری سے خدا تعالیٰ ہماری عورتوں میں وہ نفخ روح کرے کہ ہر ایک مریم بنے اور پھر ان کی اولاد۔ پارسائی اور نیکی اور پاکدامنی میں ابن مریم ہو۔ ✠

اے مسیحا! یہ تیری ہی انفاس طیبہ کا اثر ہے کہ کوٹلہ کی مستورات میں خواجہ کی بیوی (مریم) کی قرآن خوانی سے تازہ روح آگئی اور ہم امید کرتے ہیں کہ اور بہت سی مردہ روحیں حیات جاوید پائیں گی ✠

ہم آخر میں احمدیہ سلسلہ کے اصحاب کی خدمت میں تحریک پیش کرتے ہیں کہ جب تک خدا کے فضل و کرم سے ہماری مستورات میں بہت سی ایسی خواتین پیدا ہوں جو اپنی دینی بہنوں کو اپنے اچھے نمونے اخلاق و آداب محمدیہ فضائل و اطوار احمدیہ کے ذریعے خواب غفلت سے بیدار کر سکیں اور قرآن کے ترجمے اور تفسیر سے فائدہ پہنچائیں اور خدا تعالیٰ کے سچے مامور مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم اور ہدایت پر عملدرآمد کرنے کی تلقین اور تحریص دلائیں ہر ایک شہر کی احمدیہ جماعت کو سرگرم احباب خواجہ صاحب کی فاضل بیوی کو ضرور موقع دیں کہ ان کی بیویاں بہو بیٹیاں ان کی وعظ نصیحت سے فائدہ اُٹھائیں اور اس عمدہ اور مُبارک نمونہ پر چلیں اور اپنے مردوں کو سلسلہ عالیہ احمدیہ کے مقاصد میں کامیاب ہونے میں ذریعہ بنیں ✠

ظاہری خود آرائی۔ خودستائی۔ خودنمائی کے زیور کو اُتار کر پھینک دیں اور تقویٰ۔ طہارت اور عفت کے چمکدار اور بیش بہا زیور سے اپنی روحانی حسن و جمال کو مالا مال کریں۔ ہم اُمید کرتے ہیں کہ قوم احمدی اس تحریک کی دل سے تائید کرے گی اور اس کام کو عملی طور سے شروع کرنے کے لئے خواجہ صاحب سے بمقام جموں خط و کتابت کرے گی کیونکہ وہ ہر مقام میں تبلیغ کرنے کیلئے مستعد اور طیار ہیں۔

(نواب **محمد خان** ثاقب از مالیر کوٹلہ)

دربار شام

۱۴ جون ۱۹۰۳ء

ارشاد۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے زمانہ کو اگر دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ بڑے سیدھے سادے تھے جیسے کہ ایک برتن قلعی کرا کر صاف اور ستھرا ہو جاتا ہے۔ ایسے ہی اُن لوگوں کے دل تھے جو کلام الٰہی کے انوار سے روشن اور کدورات نفسانی کے زنگ سے بالکل صاف تھے گویا آیت **قد افلح من زکٰھا** کے سچے مصداق تھے۔ مجھے خوب معلوم ہے کہ ابھی تک ہماری جماعت میں کثرت سے ایسے لوگ بھی ہیں جو خیال کرتے ہیں کہ اگر ہماری دنیا کو کسی طرح سے کوئی جنبش آئی تو ہم کدھر جاویں گے مگر تعجب تو یہ ہے کہ ایک طرف تو ہمارے ہاتھ پر اقرار کرتے ہیں کہ ہم دُنیا پر دین کو مقدم سمجھیں گے اور دوسری طرف دنیا اور ما فیہا میں ایسے پھنسے ہوئے ہیں کہ دُنیا کی خاطر ہر ایک دینی نقصان برداشت کرنا گوارا کرتے ہیں ذرا سا کوئی کنبہ میں بیمار ہو جاوے یا بیل بکری ہی مر جاوے تو جھٹ بول اُٹھتے ہیں کہ ہیں یہہ کیا ہوا ہم تو مرزا صاحب کے مرید تھے ہمارے ساتھ کیوں یہ حادثہ واقعہ ہوا۔ حالانکہ یہہ خیال اُن کا خام ہے وہ اس سچے رشتے سے جو اللہ تعالیٰ سے باندھنا چاہیئے ناواقف ہیں برکات الٰہی انسان پر اس وقت نازل ہوتے ہیں۔ جب خدا سے مضبوط رشتہ باندھا جاوے جیسے رشتہ داروں کو آپس میں رشتہ کا پاس ہوتا ہے ویسا ہی اللہ تعالیٰ کو اپنے بندہ کے رشتہ کا جو وہ اس پاک ذات کے ساتھ ہے سخت پاس ہوتا ہے وہ مولا کریم اس کیلئے غیرت کھاتا ہے۔ اور اگر کوئی دُکھ یا مصیبت اُسکو پہنچتا ہے تو وہ بندہ اپنے لئے راحت جانتا ہے۔ الغرض کوئی دُکھ اس رشتہ کو توڑتا نہیں اور نہ کوئی رنج اوس کو دوبالا کرتا ہے ایک سچا تعلق و حقیقی عشق عبد و معبود میں قایم ہو جاتا ہے۔ اگر ہماری جماعت میں چالیس آدمی بھی ایسے مضبوط رشتہ کے جو رنج و راحت عسر و یسر میں خدا تعالےٰ کی رضا کو مقدم کریں۔ تو ہم جان لیں کہ ہم جس مطلب کے لئے آئے تھے وہ پورا ہو چکا اور جو کچھ کرنا تھا وہ کر لیا۔ کیسی سوچنے کی بات ہے کہ صحابہ کرام رض کے تعلقات بھی تو آخر دُنیا سے تھے ہی جائیدادیں تھیں مال تھا زر تھا۔ مگر اون کی زندگی پر کسقدر انقلاب آیا کہ سب کے سب ایک ہی دفعہ دستبردار ہو گئے اور فیصلہ کر لیا کہ **ان صلٰوتی و نسکی و محیای و مماتی للہ رب العٰلمین** ہمارا سب کچھ اللہ ہی کے لئے ہے۔ اگر اس قسم کے لوگ ہم میں ہو جاویں تو کونسی آسمانی برکت اس سے بزرگ تر ہے۔

بیعت کرنا صرف زبانی اقرار ہی نہیں بلکہ یہ تو اپنے آپ کو فروخت کر دینا ہے۔ خواہ ذلت و نقصان ہو کچھ ہی کیوں نہ ہو کسی کی پرواہ نہ کی جاوے مگر دیکھو اب کسقدر ایسے لوگ ہیں جو اپنے اقرار کو پورا کرتے ہیں بلکہ خدا تعالیٰ کو آزمانا چاہتے ہیں۔ بس یہی سمجھ رکھا ہے کہ اب ہمیں مطلقاً کسی قسم کی تکلیف نہیں ہونی چاہیئے اور ایک پر امن زندگی بسر ہو حالانکہ انبیاؤں قطبوں پر مصائب آئے اور وہ ثابت قدم رہے مگر یہ ہیں کہ ہر ایک تکلیف سے محفوظ رہنا چاہتے ہیں۔ بیعت کیا ہوئی گویا خدا تعالیٰ کو رشوت دینی ہوئی۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا اٰمنا وھم لا یفتنون**۔ یعنے کیا یہ لوگ گمان کرتے ہیں کہ یہ فقط کلمہ پڑھ لینے پر ہی چھوڑ دئے جاویں گے اور اُن کو ابتلاؤں میں نہیں ڈالا جاویگا پھر یہ لوگ بلاؤں سے کیسے بچ سکتے ہیں ہر ایک شخص کو جو ہمارے ہاتھ پر بیعت کرتا ہے جان لینا چاہیئے کہ جبتک آخرت کے سرمایہ کا فکر نہ کیا جاوے کچھ نہ بنے گا اور یہ ٹھیکہ کرنا کہ ملک الموت میرے پاس سے نہ پھٹکے میرے کنبے کا نقصان نہ ہو۔ میرے مال کا بال بیکار نہ ہو ٹھیک نہیں ہے خود شرط وفا دکھلاوے اور ثابت قدمی و صدق سے مستقل رہے اللہ تعالیٰ مخفی راہوں سے اس کی رعایت کریگا اور ہر ایک قدم پہ اوس کا مددگار بن جاوے گا۔

انسان کو صرف پنجگانہ نماز اور روزوں وغیرہ وغیرہ احکام کی ظاہری بجا آوری پر ہی ناز نہیں کرنا چاہئے۔ نماز پڑھنی تھی پڑھ لی۔ روزے رکھنے تھے رکھ لئے۔ زکوٰۃ دینی بھی دیدی وغیرہ وغیرہ مگر نوافل ہمیشہ نیک اعمال کی متمم و تکمیل ہوتی ہے اور یہی ترقیات کا موجب ہوتا ہے۔ مومن کی تعریف یہ ہے کہ خیرات و صدقہ وغیرہ جو خدا نے اس پر فرض ٹھہرایا ہے بجالاوے اور ہر ایک کار خیر کے کرنے میں اس کو ذاتی محبت ہو اور کسی تصنع و نمائش و ریا کو اسمیں دخل نہ ہو یہ حالت مومن کی اس کے سچے اخلاص اور تعلق کو ظاہر کرتی ہے اور ایک سچا اور مضبوط رشتہ اوس کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ پیدا کر دیتی ہے۔ اسوقت اللہ تعالیٰ اُسکی زبان ہوجاتا ہے جس سے وہ بولتا ہے اور اُس کی کان ہوجاتا ہے جس سے وہ سنتا ہے اور اُس کے ہاتھ ہو جاتا ہے جس سے وہ کام کرتا ہے الغرض ہر ایک فعل اس کا اور ہر ایک حرکت و سکون اُس کا اللہ ہی کا ہوتا ہے۔ اسوقت جو اس سے دشمنی کرتا ہے وہ خدا سے دشمنی کرتا ہے اور پھر فرماتا ہے کہ میں کسی بات میں اسقدر تردد نہیں کرتا جسقدر کہ اسکی موت میں قرآن شریف میں لکھا ہے کہ مومن اور غیر مومن میں ہمیشہ فرق رکھدیا جاتا ہے۔ غلام کو چاہیئے کہ ہر وقت رضاء الٰہی کو مانے اور ہر ایک رضاء کے سامنے سر تسلیم خم کرے نہیں وریغ نہ کرے کون ہے جو عبودیت سے انکار کر کے خدا کو اپنا محکوم بنانا چاہتا ہے۔

تعلقات الٰہی ہمیشہ پاک بندوں سے ہوا کرتے ہیں جیسا کہ فرمایا ہے۔ ابراہیم الذی وفی لوگوں پر جو احسان کرے ہرگز نہ جتلاوے۔ جو ابراہیم کے صفات رکھتا ہے ابراہیم بن سکتا ہے ہر ایک گناہ بخشنے کے قابل ہے مگر اللہ تعالیٰ کے سوا اور کو معبود و کارساز جاننا ایک ناقابل عفو گناہ ہے ان الشرک لظلم عظیم لا یغفران یشرک بہ یہاں شرک سے یہی مراد نہیں کہ پتھروں وغیرہ کی پرستش کی جاوے بلکہ یہ ایک شرک ہے کہ اسباب کی پرستش کی جاوے اور معبودات دنیا پر زور دیا جاوے اسی کا نام ہی شرک ہے اور معاصی کی مثال تو حقہ کی سی ہے کہ اُسکے چھوڑ دینے سے کوئی دقت و مشکل کی بات نظر نہیں آتی مگر شرک کی مثال افیم کی ہے کہ وہ عادت ہوجاتی ہے جسکا چھوڑنا محال ہے۔ بعض کا یہ خیال بھی ہوگا کہ انقطاع الی اللہ کر کے تباہ ہوجاویں مگر یہ سراسر شیطانی وسوسہ ہے۔ اللہ کی راہ میں برباد ہونا آباد ہونا ہے۔ اسکی راہ میں مارا جانا زندہ ہونا ہے گیا دُنیا میں ایسی کم مثالیں اور نظیریں ہیں کہ جو لوگ اُس کی راہ میں قتل کیئے گیئے ہلاک کئے گئے اُسکے زندہ جاوید ہونیکا ثبوت ذرہ ذرہ زمین میں ملتا ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ہی دیکھ لو کہ سب سے زیادہ اللہ کی راہ میں برباد کیا اور سب سے زیادہ دیا گیا چنانچہ تاریخ اسلام میں پہلا خلیفہ حضرت ابوبکر بھی ہوا۔

ایک بدزبان لاہوری پادری

لارڈ بشپ لاہور ہندوستانی ٹیکس دہندگان کی بدولت ہندوستان میں آرام سے بیٹھے ہوئے اپنے عیسائی بھائیوں کی روحانی بہتری میں معروف ہیں۔ اُنھیں کا نمک کھاتے ہیں اور انہیں کو بد معاش کہتے ہیں۔ آپ کو تامل نہیں ہے۔ آپ کی نظر میں تمام ہندوستان مکاروں سے بھرا ہوا ہے اور اگر آج آپ کو اختیار ہو تو ایسے ملک میں رہنا ترک کریں جس میں چاروں طرف جھوٹ دغابازی اور بے اعتباری کا بازار گرم ہے اور ایک شخص دوسرے شخص کا اعتبار نہیں کرتا بد اخلاقی کی یہ کیفیت ہے کہ چاروں جانب سے بے اعتباری پھیلی ہوئی ہے۔ پادری صاحب ثبوت شہادت میں چند حکام کی نظریں پیش کرتے ہیں جنہوں نے آپ سے بیان کیا کہ عدالت میں ایک نامی شخص نے جھوٹ بولنے میں تامل نہیں کیا اور اپنی حرکت ناشائستہ پر افسوس تک ظاہر نہیں کیا۔ مگر پادری صاحب کو تو یہ خیال کرنا چاہئے کہ تمام ہندوستان کے باشندے عدالتوں میں نہیں آتے ہیں پس عدالتوں کی مکاری جھوٹ اور فریب کی کارروائیوں سے تمام اہالیان ملک کے اخلاق کا اندازہ نہیں کیا جاسکتا ہے پھر یہ بھی تو سمجھنا چاہیئے کہ پادری صاحب کو چند نہیں بلکہ لکھوکھا بد اخلاق لوگوں کی موجودگی سے یہ نتیجہ اخذ کرنے کا کب اختیار ہے کہ تمام باشندے بد اخلاق ہیں۔ آج لیجئے تمام دُنیا کی آنکھیں معاملات بلقان کی طرف لگی ہوئی ہیں۔ خود یورو پین اہل مالوائے کہہ رہے ہیں کہ ایک طاقت دوسری طاقت کو دہوکا دینے کی فکر میں ہے جو کارروائیاں روس اور آسٹریا سے عمل میں آرہی ہیں۔ اسکے دیکھتے اس کے کہنے میں تامل نہیں ہے کہ وہ چالبازیاں ہورہی ہیں جن سے جو لوگ اوسمیں شریک ہیں سخت بد اخلاق و مکار ظاہر ہوتے ہیں ایسے کیا نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ تمام اہل الرائے یوروپ ایک دوسرے پر نہ اعتبار کرنے والے اور مکار ہیں۔ یہ نتیجہ ویسا ہی غلط ثابت ہوگا جیسا پادری صاحب کا یہ کہنا کہ ہندوستانی جھوٹے ہیں کہ عدالت میں چند گواہوں نے اگر جھوٹی شہادت دی پادری صاحب ہندوستان آئے ہیں تو لوگوں کو روحانی فیض پہنچا لے اور ان کا اخلاق درست کرنے اور حرکات آپ کی یہ ہیں کہ انہیں لوگوں سے نفرت کرتے ہیں جنکی اصلاح پر آپ کمر بستہ ہیں حضرت مسیحؑ کے اس قول کو کہ دشمنوں سے بھی پیار کرو جھٹلانے والے یہی پادری صاحب ہیں +

انجام مقدمات کی نسبت پیشگوئی

رات کے وقت جو ۲۸۔ جون ۱۹۰۳ء کے دن کے بعد رات تھی۔ یعنی وہ رات

جس کے بعد پیر کا دن تھا اور ۲۹۔ جون ۱۹۰۳ء میرے خیال پر یہ کشش غالب ہوئی کہ یہ مقدمات جو کرم دین کیطرف سے میرے پر ہیں انکا انجام کیا ہوگا سو اس غلبہ کشش کے وقت میری حالت وحی الٰہی کی طرف منتقل کی گئی اور خدا کا یہ کلام میرے پر نازل ہوا۔

ان اللہ مع الذین اتقوا والذین ہم محسنون فیہ ایات للسائلین اس کے معنے یہ مجھے سمجھائے گئے کہ ان دونوں فریقوں میں سے خدا اس فریق کیساتھ ہوگا اوسکو فتح اور نصرت نصیب کریگا جو پرہیزگار ہے یعنے جھوٹھ نہیں بولتا ظلم نہیں کرتا تہمت نہیں لگاتا دروغ اور فریب اور خیانت سے ناحق خدا کی بندوں کو نہیں ستاتا اور ہر ایک بدی سے بچتا اور راستبازی اور انصاف کو اختیار کرتا ہے اور خدا سے ڈر کر اُسکی بندوں کے ساتھ ہمدردی اور خیر خواہی اور نیکی کیساتھ پیش آتا ہے اور بنی نوع کا وہ سچا خیر خواہ ہے اسمیں نیکی اور ظلم اور بدی کا جوش نہیں بلکہ عام طور پر ہر ایک کیساتھ نیکی کرنیکے لئے طیار ہے سو انجام یہ ہے کہ انکے حق میں فیصلہ ہوگا تب وہ لوگ جو پوچھا کرتے ہیں جو ان دو فریق میں سے حق پر کون ہے ان کے لئے یہ ایک نشان بلکہ کئی نشان ظاہر ہونگے والسلام علی من اتبع الھدیٰ

الراقم خاکسار مرزا غلام احمد از قادیان ۲۹ جون ۱۹۰۳ء

طبری اور عرب کے دوسرے قدیم مؤرخین

ترجمہ از انسائیکلو پیڈیا برٹانکا جلد ۲۳ حرف T طبع نہم صفحہ (۱) معہ حواشی مترجم۔

مترجمہ سید علی محمد صاحب گنتوری ملازم کتب خانہ آصفیہ

مسٹر گوجی پروفیسر علوم مشرقیہ نے ان سائکلو پیڈیا برٹانکا میں ایک نہایت اعلیٰ درجہ کا مضمون طبری کے عنوان سے عرب مورخوں پر لکھا ہے۔ جو ہم ذیل میں ناظرین الحکم کی دلچسپی کے لئے اخبار چودھویں صدی سے نقل کر کے درج کرتے ہیں۔ مضمون واقعی قابل توجہ ہے۔ خصوصاً تاریخ کے شائق بہت کچھ تاریخی معلومات حاصل کر سکتے ہیں۔ ایسے مضامین جو اسلامی تاریخ پر مشتمل ہوں ہندوستانی اردو اخبارات میں بہت کم نظر آتے ہیں اور مسلمانوں پر ایسے واقعات کا پوشیدہ رہنا حیف کی بات ہے۔

"عرب مورخوں کا خاص طرز تحریر دوسرے مورخوں سے بالکل علیحدہ ہے۔

ہر واقعہ کی خبر اُسی شخص کے الفاظ میں جس نے اُس واقعہ کا مشاہدہ کیا ہو۔ یا ایسے شخص کے ہمعصر کے الفاظ میں (اسناداً) سلسلہ بہ سلسلہ اخیر راوی تک پہنچتی ہے۔ بسا اوقات ایک ہی واقعہ جزئی اختلاف کے سبب سے دو طریقوں سے بیان کیا جاتا ہے جو اخیر راوی کو مختلف سلسلۂ روات سے (اسناد) پہونچتا ہے۔ اکثر ایسا بھی ہوتا ہے۔ کہ ایک ہی واقعہ کا بیان یا ضروری تفصیل مختلف طریق سے معدد ہمعصر روات کے اقوال کی بناپر (اسناد) کی جاتی ہے جو مختلف وسائل اخبار سے آخر راوی کو پہنچتا ہے۔ ان وجوہ سے مورخ مطلق تنقید نہیں کر سکتا۔ البتہ ماخذ کے انتخاب میں اسے حق حاصل ہے (کہ ایک قول کو دوسرے پر ترجیح دے) چونکہ وہ اُن اقوال کی نفی کر سکتا جس کا پہلا یا درمیان کا کوئی راوی غیر معتبر معلوم ہو بعض اوقات مورخین اُن اقوال کی صراحت کرتے ہیں جو اون کے نزدیک اصح ہوتے ہیں جدید عہد کی رائیں ایسے انتخاب کو ہمیشہ قبول نہیں کرتیں بعض اقوال کو جنہیں مسلمان بہت ہی عزیز رکھتے ہیں۔ یوروپین علما تسلیم کے قابل نہیں سمجھتے۔ اور اوس کے برعکس مسلمان بھی ویسا ہی سمجھتے ہیں۔ خوش قسمتی سے مورخین واقعات کا بیان ہمیشہ یکساں نہیں لکھتے جس سے ایک کی کمی دوسرے سے پوری ہو جاتی ہے۔

عربوں میں دوسرا طریقہ تاریخ نویسی کا یہ ہے کہ ایک واقعہ کے متعلق کل اقوال کو ملاکر مسلسل عبارت میں بیان کیا جاتا ہے۔ لیکن مورخ شروع میں اپنے ماخذ کو بتا دیتا ہے اور یہ لکھدیتا ہے کہ وہ زیادہ تر کس کا تتبع کرتا ہے اس صورت میں پہلے طریقہ کا استعمال جس کا ذکر اوپر آچکا ہے صرف اونہیں مقام پر کیا جاتا ہے جہاں واقعات ایک دوسرے کے بیان سے مختلف پائے جاتے ہیں۔

تیسرا طریقہ یہ ہے کہ اسمیں قدیم طرز سے بالکل کام نہیں لیا جاتا۔ اور صرف مسلسل عبارت میں واقعات لکھے جاتے ہیں اور کسی خاص موقع پر (اسناد) کا حوالہ دیا جاتا ہے کلیہ یہ ہے کہ جو واقعہ ایک دفعہ اچھی طرح بیان کیا جا چکا ہو پھر اس واقعہ کو دوسرے الفاظ میں نہ بیان کرنا چاہیئے جہاں تک ممکن ہوتا ہے۔ مورخ اپنے ماخذ سے الگ جادہ اختیار نہیں کرتا۔ اور بجنسہ وہی الفاظ نقل کر دیتا ہے۔ اسطرح سے گویا جدید سے جدید مورخ اکثر پہلے مورخ کے لفظوں کو دوبارہ تحریر کرتا ہے + عربوں کو بہت قدیم زمانہ سے شعر و سخن و محاورات کا مذاق تھا عربی زبان کی ترقی پر بلاشبہ اس سے بہت بڑا اثر پڑا۔ قبائل عرب کی لڑائیوں کے کارنامے گھوڑوں اونٹوں کے تعریفی قصائد۔ شکارنامے اور عشقیہ مضامین اور بعض اوقات غیروں کے مقابلہ میں شجاعت آزمائی اور بعض اوقات شاہان عجم و ترکی کے مال و دولت کے تذکرے قدیم زمانہ کے قصہ گو اور مغنیوں کا موضوع تھا۔ حضرت محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) رسول اللہ کا بڑے بھارے تغیرات کے ساتھ ظاہر ہونا اور عربوں کے فتوحات جن کے باعث وہ نصف مہذب دنیا کے حاکم ہوگئے تھے جو اس کے قبل حقارت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔ ایک نیا تاریخی مواد تھا جس کے سماعت اور تذکرہ سے لوگ کبھی عاجز نہیں ہوتے تھے۔

لوگوں کی خواہش رسول اللہ کے بارے میں ہر طرح کی واقفیت حاصل کرنے کی تھی۔ رسول اللہ کا اثر ان کے عہد میں اسقدر بڑا ہوا تھا۔ کہ انہوں نے ناممکن باتوں کو ممکن کر دکھایا اور قوم عرب میں دلیری اور اعتماد کی روح پھونکدی جس کے سبب سے وہ یورپنیہ اور بیزنطینیہ فرقوں سے بھی زیادہ قوی ہوگئے۔

ہر شخص سے جس نے آنحضرت کی زیارت کی تھی یا آپ سے واقف تھا آنحضرت کے حالات دریافت کئے جاتے تھے۔ اور وہ شوق سے بیان کرتا تھا اس سے بڑھ کر ایک یہ بات تھی۔ کہ قرآن میں کلام خدا کے بہت سے ممکن مسایل تصفیہ طلب رہ گئے تھے۔ اور اسو جہ سے یہ معلوم کرنے کی سخت ضرورت تھی۔ کہ آنحضرت نے مختلف صورتوں میں کس طرح عمل کیا تھا اور ان کے بارہ میں کیا ارشاد فرمایا تھا۔ مدینہ سے بڑھ کر اور کہاں اس بارے میں واقفیت ہو سکتی تھی جہاں آنحضرت نے اپنی زندگی کا بہت بڑا حصہ گذارا اور یہاں آنحضرت کے اکثر اصحاب نے اپنی بقیہ عمر گذاری تھی لہذا مدینہ میں رفتہ رفتہ ایک مدرسہ قائم ہو گیا جس میں زیادہ تر حدیث نبوی کے درس اور آنکے پہلے جانشینوں کے اخبار کی تعلیم نے کم و بیش ایک مستقل صورت اختیار کی۔

تھوڑے ہی عرصہ میں تجسس کرنیوالے اسلام کے بزرگ اپنی یادداشت نویسی سے حافظہ کو مدد پہنچانے لگے۔ ان کے شاگردوں نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ جو کچھ اپنے اُستادوں سے سماعت کرتے تھے لکھ لیتے تھے اور گھر آتے وقت اُن نوشتوں کو اپنے ہمراہ لے آتے تھے۔ اس ذریعہ سے پہلی صدی کے اور آخر میں بہت سے اقوال شائع ہوگئے تھے مثلاً حسن بصری (المتوفی فی سنہ ۱۱۰ھ مطابق ۷۲۸ء) کے پاس ایسی یادداشتوں کی تعداد کثیر تھی اور بعض اوقات اوس پر یہ الزام لگایا گیا کہ اُس نے ان اقوال کو جو در اصل کتب سے اخذ کئے گئے تھے یہ سلسلے بیان کیا کہ وہ اسے اسناداً پہونچے ہیں کہ اس زمانہ تک صرف زبانی روائتیں معتبر سمجھی جاتی تھیں۔ اور بعض متقدمین کی نسبت اور خود حسن بصری کی نسبت یہ کہا جاتا ہے۔ کہ اُس نے اپنے مرنے کیوقت یہ حکم دیا کہ اُس کی تمام کتابیں جلادی جائیں ان کتب سے ایک قسم کی مدد ملتی تھی اور اول علماء نے جو کچھ معلوم کیا تھا۔ دوسروں سے زبانی بیان کیا۔ اس زمانہ کے بعد ایک مدت تک جبکہ لوگ کتابوں سے اخذ کرتے تھے۔ پرانا طریقہ رائج رہا مثلاً طبری دوسروں کی کتابوں سے پڑھ کر اس طرح نقل کرتا ہے۔ کہ گویا اس نے اس شخص سے سنا جس کی وہ سماعت کرتا تھا یا جسکی کتاب سے وہ نقل کر رہا ہے چنانچہ اس طریقہ کو اس طرح سے ظاہر کر دیتا ہے۔ اخبرنا کذا احمد بن شیبہ فی کتابہ فی تاریخ البصرہ +

طبری سے متقدم مورخین

قانون فطرت کے موافق پہلی صدی ہجری کی کوئی مستقل کتاب ہم تک نہیں پہنچی۔ لیکن دوسری صدی ہجری میں اصلی کتابوں کی تصنیف شروع ہوئی۔ اولاً زبانی روایتوں سے ثانیاً علماء کی نوشتوں سے۔ ثالثاً عہد نامون۔

خطوں۔ شعروں اور نسب ناموں سے مواد مہیا ہوا۔

نسب ناموں کی تحقیق حضرت عمرؓ کی گورنمنٹ میں لازمی گردانی گئی تھی۔ کیونکہ اُن کے لحاظ سے چند لوگوں کو آنحضرت کی قرابت کے مراتب یا اون کے عمدہ کاموں کی رعائیت سے وظائف مقرر کئے جاتے تھے۔ اس شعبہ کی طرف پہلی صدی ہجری میں بھی توجہ کی گئی لیکن اوّل اوّل دوسری صدی میں اس کے متعلق کتابیں لکھی گئیں۔ ان کتابوں میں سب سے زیادہ مشہور کتابیں ابن الکلبی (متوفی ۱۴۶ھ ہجری) اور اُس کے بیٹے ہشام کی اور الشرقی ابن قطامی (متوفی ۱۵۰ھ) کی ہیں۔

علم الانساب نے جس کی ضرورت توضیح النسب کے لئے پڑی تھی۔ تاریخ کے لئے راستہ کر دیا۔ بلاذری کی اعلیٰ کتاب انساب الاشراف عربوں کی تاریخ نسبی ہے۔ سب سے پرانی تاریخ سیرۃ ابن اسحق (متوفی ۱۵۰ھ) کی ہے۔ یہ کتاب علی العموم قابل اعتبار ہے۔ اسمیں شک نہیں۔ کہ آنحضرت کے حالات قبل بعثت اور آپ کے اجداد کی حالت میں بہت سی حکائتیں جنکی تکمیل اشعار موضوع سے ہوتی ہے گئے ہیں۔ لیکن ابن اسحق کے زمانہ میں یہ حکائیتیں مثل تاریخ کے مانی جاتی تھیں۔ کیونکہ اسی سے پہلے ایسی حکائیتیں آنحضرت [illegible] نے بیان کی ہیں۔ اور فی الواقعی زاہدانہ اشعار کو آنحضرت کے آباؤ اجداد کی طرف منسوب کرنے کو معیوب نہیں سمجھا جاتا تھا۔ الفہرست صفحہ ۹۲ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان اشعار کے بارہ میں جنہیں ابن اسحق نے درج کیا ہے۔ دوسرے لوگوں نے ابن اسحق کو دہوکہ دیا۔ آنحضرت کی سوانح عمری مصنفہ ابن عقبہ انہیں کی بنیاد دو بڑے معتبر شخصوں عروہ بن زبیر متوفی ۹۴ھ اور الزہری متوفی ۱۲۴ھ کے بیان پر ہے۔ اتنا معلوم ہوتا ہے کہ بالکل نابود و مفقود ہو گئی ہے۔ ڈاکٹر اسپرنگر نے اس کی ایک نقل حاصل کرنے کی حتی الامکان کوشش کی اور کچھ نتیجہ برآمد نہ ہوا۔ یہ کتاب چودہویں صدی تک شام کے درسگاہوں میں عام طور سے پڑھائی جاتی تھی۔

لیکن خوش قسمتی سے ہمارے پاس مغازی الرسول واقدی متوفی ۲۰۷ھ کی اور اُسکے شاگرد ابن سعد کی کتاب طبقات بھی ہمارے پاس موجود ہے۔

الواقدی میں سیرۃ ابن اسحق سے زیادہ مواد ہے۔ لیکن اس کا طرز تحریر زیادہ تر عزیز ہے اور بعض اوقات ہمیں اُس سے اُن اقوال کو ماننے میں مدد ملتی ہے جن میں ابن اسحق نے کسی غائیت سے تبدیلی کی تھی۔

واقدی نے ابن اسحق سے زیادہ تفصیلی حالات لکھے ہیں۔ اور مختلف واقعات کو آئینہ کر دیا ہے۔ واقدی کی بڑی خوبیاں اس کے روات حدیث کے متعلق علم حاصل کرنے سے ظاہر ہیں۔ جس کے نتایج اس کے شاگرد سعد نے درج کئے ہیں۔ اور اس کی خود اپنی کتاب میں بھی جس کا اکثر حصہ نہائت ہی عمدہ ہے پائے جاتے ہیں۔ فتح شام کے حالات کے متعلق ڈی گوزی نے ۱۸۶۴ء میں خاص طور سے اشدی کی اور اس نے یہ نتیجہ نکالا۔ کہ واقدی کی تاریخ اہم واقعات کے لحاظ سے صحیح ہے۔ مابعد کے مورخوں نے اس کا تتبع نہ کرنیکی وجہ سے مغالطہ کہایا ہے۔ واقدی کی تصدیق ان اعلانوں سے ہوتی ہے جنہیں ۱۸۷۴ء میں نولڈکے نے شامی خط میں لکھے ہوئے برٹش میوزیم میں محفوظ پائے ہیں واقدی کی سچائی اس سے بھی ظاہر ہے۔ کہ ابن اسحق نے جو تین بڑے واقعات کے لکھے ہیں وہی واقدی نے بھی لکھے ہیں واقدی نے دس سال کی تاریخ قبل ہجرت میں بہت زور لگایا ہے۔ چونکہ اس مدت کی تاریخ ناقص ہے اس سبب سے بہت سی واقعات جو اس نے لکھے ہیں مشتبہ ہیں۔ (یقینی نہیں ہیں)

اگرچہ انہیں مشتبہ سمجھنے کے لئے بہت سی قوی اسباب ہیں۔ لیکن اور کوئی اس سے بہتر نہیں لکھ سکتا ہے۔ واقدی کے مدنظر بہت بڑا کتبخانہ تہا بیان کیا جاتا ہے کہ اس کے پاس چہ سو صندوق کتابیں تھیں۔ جسمیں اکثر اُس نے ہاتھ کی لکھی ہوئی یا لکھوائی ہوئی تھیں۔ جسکا ایک حصہ ابو مخنف (متوفی ۱۵۷ھ) اور ابن اسحق رجس سے واقدی نے اخذ کیا ہے۔ لیکن نام نہیں بتایا) اور عوانہ متوفی ۱۴۷ھ اور دیگر مصنفین کی اصلی کتابوں کا تھا ابو مخنف نے آنحضرت کی وفات سے خلیفہ ولید ثانی تک کے حالات میں متعدد مفرد مضامین کے رسائل تصانیف کئے۔ مابعد کے مورخوں نے ان رسائل سے بہت کچھ اخذ کیا ہے۔ ان رسائل کے منتخبات تو ہمارے پاس بہت سے موجود ہیں۔ لیکن کوئی اصل رسالہ نہیں ہے سوائے ایک افسانہ شہادت حضرت امام حسینؑ کے جسکی بنیاد اس کے اقوال پر ہے۔ اس کے کچھ حصہ کا ترجمہ وسٹن فیلڈ نے لاطینی زبان میں شائع کیا ہے حاصل کرتا تاریخ عراق تو اس کا حصہ ہو گئی ہے عراق کی تاریخ اس نے سب سے بہتر لکھی ہے اس موضوع میں اسکی تاریخ طبری کا بڑا ماخذ ہے۔ واقدی کو اس بارے میں دوسروں پر ترجیح دیجاتی ہے جیساکہ اس کے ہمعصر میدانی کو جو سن میں اس سے چھوٹا تھا خراسان کی مورخوں میں ترجیح دی جاتی ہے۔

میدانی کی تاریخ الخلفاء جو طبری سے پہلے شایع ہوئی تھی۔ سب سے بہتر ہے اگرچہ سب سے پرانی نہیں ہے۔ یہ کتاب اب بالکل مفقود ہو گئی ہے۔ اس کا وجود صرف ان منتخب عبارتوں سے پایا جاتا ہے جنہیں مابعد کے مورخوں نے علی الخصوص طبری اور بلاذری نے اپنی کتابوں میں درج کیا ہے ان انتخابوں سے اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ کہ اس کی قوت بیانیہ کسقدر بڑھی ہوئی تھی اور اس کے معلومات کیسے روشن اور صحیح تھے لہٰذا ایک نقاد مورخ ہونے کے اسکو اعلیٰ درجہ کے مورخوں میں شمار کرنا چاہئے اس کا سیاق یہہ تھا کہ مختلف واقعات کو تنقید کرنے کے بعد درج کرتا تھا بہرحال بعض اوقات بہت سے اقوال کو مسلسل عبارت میں بیان کیا ہے مورخین کی قدر و منزلت کا اندازہ ہوشیاری سے وسیع پیمانہ پر مقابلہ کرنے سے کیا جا سکتا ہے اس کی آزمائش برن نونے کی ہے۔ جب کہ وہ خارجیوں کی تحقیق کر رہا تھا۔ اس نے اپنے ایک رسالہ میں کامل مبرد کے بیان اور میدانی کے خلاصوں کا جنہیں بلاذری نے نقل کیا ہے اور نیز ابو مخنف کے خلاصوں کا جنہیں طبری نے نقل کیا ہے۔ مقابلہ کیا ہے اور یہ نتیجہ نکالا ہے۔ کہ میدانی اور ابو مخنف کے معلومات اچھے ہیں۔ اور دونوں غیر متعصب ہیں۔

واقدی اور میدانی کے ہمعصروں میں ابن خداش (متوفی ۲۲۳ھ) بنو مہلب کا مورخ ہے۔ کامل مبرد کا خارجیوں کے بیان میں منجملہ اور ماخذوں کے ایک ماخذ ہے۔

اس کا ہمعصر ابن ہیثم بن عدی متوفی ۲۰۶ھ ہے۔ اسکی تصانیف اگرچہ گم ہو گئی ہیں۔ مگر اس کے اقتباسات (اکثر کتب میں) پائے جاتے ہیں۔ اسکا ہمعصر سیف بن عمر تمیمی ہے جس کی کتاب ہے اس کتاب سے طبری نے بہت کچھ اخذ کیا ہے۔ بلاذری نے بھی گاہے گاہے اس سے اقتباس کیا ہے اس مصنف کے حالات سوانح عمری عربی زبان میں کہیں نہیں پائے جاتے ہیں اور نہ اوس کے ماخذ کا پتہ چلتا ہے الفہرست میں اس کا بہت [illegible] ہے الفہرست کے مصنف نے اس بارے میں دہوکہ کہایا ہے۔ کہ اس کے شاگرد شعیب کو اسکا اوستاد بتایا ہے۔ حاجی خلیفہ کو سوائے نام کے اور اُس کا کچھ حال نہیں معلوم ہوا۔

اس نے تفصیلی حالات لکھے ہیں۔ لیکن اس کی کتاب میں افسانے بھرے ہوئے ہیں۔ صحت کے لحاظ سے واقدی سے اس کا ترجمہ کم ہے۔

(واقدی کے ہمعصروں میں)

مذکورہ بالا مورخوں کے علاوہ ابو عبیدہ

(متوفی سنہ ۲۰۷ھ) کا بھی نام لینا ضرور ہے - ابوعبیدہ نے بہت سے تاریخی رسایل جدا جدا موضوع پر تصنیف کئے - ان رسالوں سے اکثر اقتباس کیا گیا ہے - اس کے ساتھ ازرقی کا نام لینا بھی ضروری ہے جس کی اعلیٰ کتاب تاریخ مکہ اس کی وفات واقع سنہ ۲۲۳ھ کے بعد اُس کے پوتے نے شائع کی +

مذکورہ بالا مورخوں کا زمانہ تیسری صدی ہجری میں داخل ہے - لیکن ہمیں دوسری صدی ہجری کا ایک ضروری پائنٹ بتانا باقی ہے - وہ یہہ کہ علماء فارس نے عرب کی تاریخ نویسی میں حصہ لینا شروع کیا - ابن مقفع نے عظیم الشان کتاب ملوک العجم کا ترجمہ کیا اور دیگر اشخاص نے اس کا تتبع کیا طبری اور اُس کے ہمعصر چھوٹے بڑے مثل ابن قتیبہ و یعقوبی و دینوری ہمیں تاریخ ایران سے بہت کچھہ آگاہ کرتے ہیں - یہاں کی تاریخ کا مواد ان لوگوں نے ترجمہ کے ذریعہ سے حاصل کیا جو زیادہ قابل لحاظ اثر مترتب ہؤا وہ یہ تھا کہ عربی زبان کو علم ادب اور سیاق انشاء پر بہت بڑا اثر پڑا اس زمانہ سے پچاس، برس بعد عربی میں بواسطہ زبان سرک یا بلاواسطہ یونانی زبان سے ترجمے ہونے لگے یہ ترجمہ زیادہ تر علم فلسفہ کے تھے -

لیکن عربوں نے تھوڑی بہت قدیم تاریخ کی اعلیٰ تعلیم حاصل کی - تیسری صدی ہجری میں دوسری صدی سے بہت زیادہ کتابیں تصنیف وتالیف ہوئیں - ابوعبیدہ کی جگہ اس کے بعد ابن الولی متوفی سنہ ۲۳۱ھ نے لی - اسنے بھی مثل ابوعبیدہ کے فن لغت میں شہرت حاصل کی - اس نے ایام جہالت کے قصائد اور لڑائیوں پر لکھا - اس کی تصنیف کے بڑے حصہ کا اقتباس تبریزی کی شرح حماسہ میں درج ہے - اس سے بڑھ کر الریاشی کے حل اشعار (یا اہم جہاں کا حماسہ (شرح) میں کیا گیا ہے -

ابن حبیب متوفی سنہ ۲۴۵ھ کو نسابوں میں خاص طرح کی شہرت حاصل ہے - ہمارے پاس اس کی ایک چھوٹی سی کتاب جسمیں قبائل عرب کے اسماء پر بحث کی گئی ہے موجود ہے - اس کتاب کو وسٹنفیلڈ نے سنہ ۱۸۵۰ء میں طبع کر دیا ہے +

فیتھی جس نے تاریخ مکہ سنہ ۲۷۲ھ میں لکھی اور عمر بن شیبہ (ابو زید الراوی) جس نے بصرہ کی تاریخ نہائت عمدہ لکھی ہے اور اب اقتباس پائے جاتے ہیں - ازسلی کے قائم مقایم ہوئے - زبیر بن بکر متوفی سنہ ۲۵۶ھ کی تصنیفات سے ایک ٹکڑا کتب خانہ کوپرولو مقام قسطنطنیہ میں اور ایک گاٹین جن کے کتب خانہ میں موجود ہے - اس کے ایک حصہ کو وسٹن فیلڈ نے شائع کیا ہے - زبیر بن بکر منجملہ طبری کا استاد ون کے تھا - یہ شخص علم تاریخ اور علم الانساب کا فاضل تھا مابعد کے مورخوں نے کثرت سے اوس کی تصانیف سے اقتباس کیا ہے - یعقوبی ابن نصح نے ایک عام بیش بہا تاریخ لکھی - اس کتاب کے ہاؤتسما نے لیڈن میں سنہ ۱۸۸۳ء میں اشاعت کر دی ہے - ہندوستان کے متعلق اس کی معلومات اپنے قبل اور بعد زمانہ بیرونی تک کے مورخوں سے بہتر ہے +

ابن خورداذبہ کی تاریخ اب بالکل مفقود ہوگئی ہے - ابن حکم متوفی سنہ ۲۵۷ھ نے فتح مصر و مغرب کے حالات لکھے ہیں اس کتاب سے ڈی سلین نے اپنی کتاب تاریخ بربر میں انتخاب کیا ہے اس کے علاوہ کاربی اور جونس نے بھی کیا ہے ان انتخابوں کے مشاہدہ سے ہم یہ قیاس کر سکتے ہیں کہ اُس کی لکھی ہوئی روائتیں اور افسانے مجموعی حالت سے صحیح ہیں +

ابن حکم کو ابن اندلسی کے درجہ میں تاریخ نویسوں میں جس کا پایہ کسیقدر اس سے بڑھا ہؤا تھا شمار کرنا چاہیے +

ابن قتیبہ کو اعلیٰ درجہ کے مورخوں میں شمار کرنا چاہئیے - اس شخص نے جیسا کہ روذن نے بخوبی بتایا ہے - بہت سے رسالے کاتبوں (اعلیٰ درجہ کے انشاء پرداز منشی جو خلفا و سلاطین کے میر منشی یا پرائیویٹ سکرٹری ہوتے تھے) کی لیاقت علمی بڑھانے کی غرض سے تصنیف کئے - ان مفید رسائل میں رسالہ فی التاریخ اور عیون الاخبار شامل ہیں اگرچہ آخر الذکر بلحاظ ترتیب کے علم ادب سے زیادہ تر تعلق رکھتی ہے -

بلاذری متوفی سنہ ۲۷۹ھ کا درجہ بہت ارفع ہے بلاذری کی کتاب فتوحات عرب (ڈی گوزی نے سنہ ۱۸۶۵-۶۶ء میں طبع کرادیا ہے) اس خاص تعریف کی سزاوار ہے جو مسعودی نے کی ہے - اُسکی بڑی کتاب انساب الاشراف کا ایک ٹکڑا پیرس میں اور اسکی فر کے قیمتی کتب خانہ میں موجود ہے - اس کے دوسرے حصہ کو آلورڈ نے سنہ ۱۸۸۴ء میں طبع کرادیا ہے - اس کے ہمعصر ابی طاہر تیفور نے خلفاء عباسیہ کی تاریخ لکھی اس سے طبری نے اقتباس کیا ہے - اسکی تصنیف کا چھٹا حصہ برٹش میوزیم میں موجود ہے -

دینوری کی اخبار الطوال گرگاس کے اہتمام سے سنہ ۱۸۸۸ء زیر طبع ہے +

طبری

مذکورہ بالا مورخوں کو کم و بیش طبری کے عظیم الشان تصنیف نے بھلا دیا ہے - طبری کی شہرت پاس کے زمانہ سے ہمارے زمانہ تک کبھی زوال نہیں آیا - طبری بخوبی اسکے لائق تھا کہ طبری کے عنوان سے عرب کے قدیم مورخوں پر مضمون لکھا جائے +

ابوجعفر محمد بن جریر الطبری بلند قامت اور نحیف الجسم تھا - اس کی آنکھیں بڑی بڑی تھیں اس کا رنگ گندمی تھا - اس کے بال مرتے دم تک کالے رہے - یہ بلا کا علم رکھتا تھا - ایسے بہت ہی کم لوگ تھے جو اس کے سامنے زبان کھول سکتے ہوں -

طبری بمقام آمل طبرستان میں پیدا ہؤا جوانی کے وقت بغداد میں آیا - یہاں مشاہیر زمانہ سے سماعت کی طبری نے مصر و شام کا سفر کیا جہاں وہ سنہ ۲۶۳ھ میں تھا - اور آخر عمر میں بغداد کی سکونت پر قناعت کی اور تا حیات سنہ ۳۱۰ھ تک بغداد میں رہا +

طبری ہمیشہ اپنے کام میں مشغول رہتا تھا - اور ہر وقت اُس کو شاگرد گھیرے رہتے تھے - بیان کیا جاتا ہے کہ طبری چالیس برس روزانہ چالیس ورق تک لکھتا رہا بلاشبہ یہ قول مبالغہ سے خالی نہیں لیکن یہہ بات یقینی ہے کہ وہ ہمیشہ مشغول رہتا تھا اس کی بڑی تصنیف تفسیر القرآن اور تاریخ الرسل والملوک ہے - حکائت کیجاتی ہے کہ اس کی دونوں کتابیں تیس تیس ہزار صفحات کی تھیں - اس مقدار کو طبری کے تلامذہ نے کتابت کیلئے حد سے زیادہ پایا بنابریں اس نے ٹھان لی کہ ان کا خلاصہ اصل مقدار کے دسویں حصہ میں کردے - خدا سے دعا کی اور کہا انا للہ ماتت الھمم

نقل

عن الحسن بن ابی بکر عن احمد بن کامل ان توفی ابوجعفر بن جریر الطبری فی وقت المغرب من عشیۃ الاحد لیومین بقیا من شوال سنۃ ۳۱۰ھ ودفن فی بیتہ وقد اضحی النھار من یوم الاثنین غد ذلک الیوم فی دارہ برحبۃ یعقوب ولم یغیر شیبہ وکان السواد فی شعر راسہ ولحیتہ کثیرا واخبرنی ان مولدہ فی اول سنۃ ۲۲۴ھ او اخر سنۃ ۲۲۵ھ وکان اسمر الی الادمۃ اعین نحیف الجسم مدید القامۃ فصیح اللسان ولم یؤذن بہ احد واجتمع علیہ من لا یحصیھم عددا الا اللہ قال بعضھم ان مولدہ بآمل سنۃ ۲۲۴ھ

(تاریخ دمشق ابن عساکر)

ذکر ابو محمد الفرغانی فی صلتہ التاریخ ان قوما من تلامذۃ محمد بن جریر حسبوا لابی جعفر منذ بلغ الحلم الی ان مات ثم قسموا علی تلک المدۃ اوراق مصنفاتہ فصار لکل یوم

اربعین الف ورقة وقلت هذا الایما
فی کلام السمانی لانه منذ بلغ لا ابدان
ویکون له ستین سنة لا یخفا اخبرنا
القاضی عمر عبید الله بن احمد السمار
وابو القاسم بن عقیل الوراق ان اباجعفر الطبری
قال لاصحابه اتنشطون لتفسیر القرآن
قالوا کم یکون قدره فقال ثلثون
الف ورقة فقالوا هذا مما یفنی الاعمار
قبل تمامه مختصره فی نحو ثلاثة الف
ورقة ثم قال هل تنشطون لتاریخ العالم
من آدم الی وقتنا وهذا قالوا کم قدره
فذکر نحوا ماذکر فی التفسیر فاجابوه
بمثل ذلک فقال انا لله ماتت الهمم

یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ یہ روایت کہاں تک صحیح ہے لیکن اسمیں شک نہیں کہ اس کی تاریخ موجودہ مقدار سے کی گئی تھی۔ جہاں کہیں تفسیر اور تاریخ میں ایک ہی مضمون پر بحث کی گئی ہے تو ایسے موقعہ پر مختلف اسناد درج کئے گئے ہیں۔ تفسیر طبری بھی اسی طرح فن تفسیر منحصر علیہ ہے جس طرح سے فن تاریخ میں طبری منحصر علیہ ہے۔

تفسیر طبری کا استعمال علی العموم بغوی کے خلاصہ کیوا سطے سے ہوا۔ بغوی نے اسکا خلاصہ چھٹی صدی ہجری کی ابتدا میں کیا۔ اس سے پہلے اصل کتاب کثرت سے پڑھائے جانیکے لئے حد سے زیادہ بڑی تھی۔

یہ عظیم الشان تفسیر* خدیوی کتب خانہ مصر میں تمام و کمال موجود ہے۔ اس کو فوراً شائع کر دینا چاہیئے۔ تاریخ طبری عالم کی تاریخ ہے۔ خلق دنیا سے ۳۰۲ھ تک کے واقعات ہیں۔ لنڈن میں یہ کتاب زیر طبع ہے غالباً سات ہزار یا ساڑھے سات ہزار صفحہ میں آویگی مطبوعہ ڈیڑھ صفحہ ایک صفحہ قلمی کے برابر ہوگا طبری نے اپنے ماخذ کو مذیل کیا ہے۔ یہ ذیل مطبوعہ تاریخ طبری میں چھاپ دیا جائیگا اس ذیل میں رواۃ کے تراجم آنحضرت کے اصحاب اور تابعین کے تراجم دوسری صدی ہجری تک کے شامل ہیں۔ طبری کی دیگر تصانیف کا مفصل ذکر مقدمہ تاریخ طبری مطبوعہ لنڈن میں کیا جاوے گا۔

تفسیر اور تاریخ میں کامیابی کا باعث سب باتوں سے بڑھ کر مصنف کا ذاتی اثر تھا طبری کے ہمعصر جیسا کچھ اس کا ادب آداب کرتے تھے۔ ان حکایات سے ظاہر ہے جو اُس کے ترجمہ میں پائے جاتے ہیں طبری کے تلامذہ حد سے زیادہ اس کے علم کے معترف تھے جو کچھ طبری اُن سے کہتا تھا۔ اون کے نزدیک اُس سے بہتر اور نہیں کہا جا سکتا۔

صحیح تو یہ ہے کہ اس کی دونوں بڑی تصنیفات خاصکر تفسیر جس کا مثل کالم ہونے میں اور ازراہ علمیت و بے لوثی و انصاف کے غیر متعصب ناقدین ناقدین کی رائے میں نہ قبل ہوا تھا۔ نہ بعد ہوا ہے۔

ایک ہمعصر کہتا ہے "وہ اس کتاب کے حاصل کرنیکے لئے چین کا سفر جائز ہے۔"

یہ خیال ایسا عام تھا کہ طبری کی رائے نص شرح مانی جاتی تھی۔

تاریخ طبری بلحاظ ادب و انشا پردازی کے کسی قدر کم رتبہ رکھتی ہے۔ اور اس کی وجوہ یہ ہیں۔ اوّل کسیقدر مصنف کی عمر کی کمی و جہ سے۔ دوم۔ کسی قدر اس کے ماخذ اور روایتوں کے غیر معتدل ہونیکی وجہ سے اس طور سے کہ کسی مقام پر کثرت سے زیادہ اور کہیں بالکل کم ہیں۔ سوم۔ اور کسی قدر اصل کتاب کے خلاصہ کرنے میں تعجیل کے سبب سے تاہم اس کتاب کی قدر و منزلت بہت کیجاتی ہے مصنف کا انتخاب (اقوال) زیادہ تر اچھا ہے۔ وہ اس بڑے امتیاز کا مستحق ہے جو اسے ابتدا سے حاصل ہے۔ چونکہ وہ اہم واقعات بہت تفصیل کے ساتھ لکھتا ہے۔ اس کی شہرت جیسا چاہیئے تھا ویسی ہی بڑھتی گئی۔ عزیز جو اواخر چوتھی صدی ہجری میں تھا) خلیفہ فاطمی کے کتب خانہ مصر میں اس کے بیس نسخے موجود تھے (جسمیں ایک خود طبری کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا) جب صلاح الدین عزیز مصر ہوا تو اس وقت شاہی کتب خانہ میں طبری کے بارہ سو نسخے موجود تھے۔ صرف شہزادے اور امراء اس کتاب کو رکھ سکتے تھے ہمیں معلوم ہے کہ یہ کتاب اکثر دیگر ممالک کے کتب خانوں میں موجود ہے۔ چونکہ اکثر ملکوں میں یہ متداول تھی یہ بات کہ اب اس کا پورا نسخہ کہیں سے نہیں ملسکتا۔ اور یہ کہ لیڈن ایڈیشن کا دارومدار صرف اُن شاذ اجزاء پر ہے جو مختلف جگہوں سے ملے ہیں ہمارے سامنے اس خمیازہ کی تصویر کھینچ دیتی ہے جو اہل مشرق نے جہالت کی باعث اوٹھایا ہے

تھوڑے ہی عرصہ کے بعد تاریخ طبری مختلف شکلوں میں ظاہر ہونے لگی اس کی اشاعت اسماء رواۃ و اشعار مندرجہ کو خارج کر کے اختصار کی صورت میں ہوئی۔ بہت سی منتخب عبارتیں جنہیں مورخین نے اپنی کتابوں میں درج کی تھیں۔ طبری مطبوعہ لنڈن میں نہیں پائی جاتیں۔ بہت سے تداخل عمل میں آئے ایکدفعہ خود مصنف کے عہد میں اور خود اُسی کے ہاتھوں۔ نیز طبری کے بہت سے ذیل لکھے گئے۔ مثلاً فرغانی (مفقود ہے) اور ہمدانی کا ذیل (پیرس میں کچھ حصہ اس کا موجود ہے۔) عریب قرطبی نے طبری کا خلاصہ کیا اور اسمیں مغرب کی تاریخ اور ۳۶۵ھ تک کے حالات اضافہ کئے (الف)

(ب) ابن مسکویہ نے خلق عالم سے ۳۶۹ھ تک کی تاریخ اس غرض سے لکھی کہ تاریخ سے سبق اخذ کرکے لکھے سو جہاں تک اس کی کتاب کا حال معلوم ہے وہ پورے طور سے مقتدر سے پہلے کے حالات میں طبری کا تتبع کرتا ہے اور بہت ہی شاذ کسی دوسرے مورخ سے لیتا ہے طبری کے بعد کے حالات خود اس نے مستقل طور سے لکھے ہیں۔ اس کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے بہت مشقت اوٹھا کر تاریخ لکھی۔ ۳۵۲ھ میں طبری کے خلاصہ کا ترجمہ بلعمی نے فارسی میں کیا بہ کیف اس نے بہت سی روایتیں گڈ مڈ کر دی ہیں + ابن اثیر متوفی ۶۳۰ھ نے طبری کی پوری تاریخ کا خلاصہ کیا ہے۔ اکثر انصاف کی نظر سے انتخاب کیا ہے لیکن بعض جگہ بہت ہی تعجیل کے ساتھ انتخاب کیا ہے۔ ابن اثیر نے بھی ۳۰۲ھ تک کے حالات بڑھائے ہیں۔ گو کہ ابن اثیر کو کہیں کہیں خفیف سے دقتیں جھیلنی پڑی ہیں۔ تاہم اس کی تاریخ طبری کے اصل کا اندازہ کرنے میں کار آمد ہے مابعد کے مورخوں نے زیادہ تر طبری سے اقتباس کیا ہے۔ لیکن خوش قسمتی سے بعض اوقات دوسرے ماخذوں سے بھی استفادہ حاصل کیا ہے۔ خاصکر ابن الجوزی متوفی ۵۹۷ھ نے ضروری تفصیل کا اضافہ کیا ہے۔ ان مابعد کے مورخوں کو مشاہیر کے تراجم اور مختلف ملکوں اور شہروں اور خاندانوں اور شاہزادوں کی تاریخوں سے قیمتی مدد ملی ہے اس موضوع پر چوتھی صدی سے مابعد تک بہت محنت اُٹھائی گئی ہے۔

* خوشی قسمتی سے یہ تفسیر مصر میں چھپنا شروع ہوگئی ہے ہر پارہ کی تفسیر ایک جلد میں ہے نصف سے زیادہ چھپ چکی ہے۔ باقی زیر طبع ہے۔ اسکی مجموعی قیمت ۲۲ روپیہ ۲ کلدار ہے۔ یہ کتاب ابن سال میں عرب تاجر کتب حیدرآباد سے قیمتاً مل سکتی ہے۔ ۵ دیکھو مقدمہ جلد اوّل +

۵

خط و کتابت

بخدمت کونٹ ٹالسٹائے صاحب ملک روس

از قادیان- مورخہ ۲۸- اپریل ۱۹۰۳ء

جناب- میں نے آپ کے مذہبی خیالات کتاب برٹش انسائکلوپیڈیا کے جلد ۳۳ میں پڑھے ہیں جوکہ انہیں دنوں میں انگلستان میں طبع ہوئی ہے اور اس بات کے معلوم کرنے سے مجھے بہت خوشی ہوئی ہے کہ یورپ اور امریکہ کے ممالک پر جو تاریکی تثلیث نے ڈال رکھی ہے۔ اُس کے درمیان کہیں کہیں خالص موتی بھی پائے جاتے ہیں چونکہ خدائے قادر ازلی ابدی ایک سچے معبود کے جلال کے اظہار کے لئے چمک رہے ہیں۔ سچی خوشحالی اور دعا کے متعلق آپکے خیالات بالکل ایسے ہیں جیسے کہ ایک مومن مسلمان کے ہونے چاہئیں۔ میں آپ کے ساتھ ان باتوں میں بالکل متفق ہوں کہ عیسٰے مسیح ایک روحانی معلم تھا اور کہ اُس کو خدا سمجھنا یا خدا سمجھ کر پرستش کرنا سب سے بڑا کفر ہے- علاوہ ازیں میں آپکو اس امر سے بھی بخوشی اطلاع دیتا ہوں کہ حضرت عیسٰے کی قبر کے مل جانے سے کافی طور پر ثابت ہوگیا ہے یہ قبر کشمیر میں ملی ہے اور اس تحقیقات کا اشتہار حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے کیا ہے جوکہ توحید الٰہی کے سب سے بڑھ کر محافظ ہیں اور جنکو خدائے قادر کی طرف سے مسیح موعود کا خطاب عطا کیا گیا کیونکہ ایک سچے خدا کی سچی محبت میں وہ کامل پائے گئے ہیں۔ وہ اس زمانہ میں منجانب اللہ ملہم مصلح اور خدا کے سچے رسول ہیں- وہ سب جو اس مسیح پر ایمان لائیں گے- خدا کی طرف سے برکتیں پائیں گے پر جو کوئی انکار کریگا اُس پر غیور خدا کا غضب پڑیگا- میں آپکو ایک علیحدہ پیکٹ میں خدا کے اس مقدس بندے کی تصویر معہ یسوع کی قبر کی تصویر کے روانہ کرتا ہوں- آپ کا جواب آنے پر میں بخوشی اور کتابیں آپ کو ارسال کروں گا-

میں ہوں آپ کا سچا خیر خواہ

مفتی محمد صادق- از قادیان

اس خط کے جواب میں ۲۹- جون کو مفصلہ ذیل خط کونٹ ٹالسٹائے کیطرف سے آیا ہے

بخدمت مفتی محمد صادق صاحب

پیارے جناب

آپ کا خط معہ مرزا غلام احمد صاحب کی تصویر اور میگزین ریویو آف ریلیجن کے ایک نمونے کے پرچے کے مجھے ملا- وفات عیسٰے کے ثبوت اور اُس کی قبر کی تحقیقات میں مشغول ہونا بالکل بے فائدہ کوشش ہے- کیونکہ عقلمند انسان حیات عیسٰے کا قائل کبھی ہو نہیں سکتا....... ہمیں معقول مذہبی تعلیم کی ضرورت ہے اور اگر مرزا احمد صاحب کوئی نیا معقول مسئلہ پیش کریں تو میں بڑی خوشی سے اُس سے فائدہ اٹھانے کے لئے طیار ہوں...... میگزین کے نمونے کے پرچے میں مجھے دو مضمون بہت ہی پسند آئے ہیں- یعنی گناہ سے کس طرح آزادی ہو سکتی ہے اور آئندہ زندگی کے مضامین خصوصاً دوسرا مضمون مجھے بہت پسند آیا ہے- نہایت ہی شاندار اور صداقت سے بھرے ہوئے خیالات ان مضامین میں ظاہر کئے گئے ہیں- میں آپ کا نہایت ہی شکر گذار ہوں کہ آپ نے مجھے یہ پرچہ بھیجا اور آپ کی چٹھی کے سبب بھی میں آپ کا بہت ہی شکر گذار ہوں-

میں ہوں آپ کا مخلص ٹالسٹائے

از ملک روس- ۵- جون ۱۹۰۳ء

ایک افسوسناک کارروائی اور حسد کا کامل نمونہ

چند روز سے ایک اخبار زمیندار نامی جناب منشی سراج الدین احمد صاحب کی ایڈیٹری میں لاہور سے شائع ہونا شروع ہوا ہے چونکہ ہمارے منشی محبوب عالم صاحب ایڈیٹر پیسہ اخبار کو کسی ہمعصر کا فروغ یا اشاعت عادتاً مرغوب نہیں ہوتی اسلئے آپ کو اخبار زمیندار اچھا نہیں معلوم ہوا آپ نے فوراً ایک نوٹس صاحب اخبار کے نام تانا اور یہ لکھا کہ" اسی نام اور اسی مقصد کے ایک رسالہ کا میں بھی مالک و ایڈیٹر ہوں- اسواسطے کہ جس نام کو میں نے بہت سا روپیہ اور محنت خرچ کرکے مشہور کیا ہے آپ کو اس کے اختیار کر لینے سے میرے نقصان کا یقین ہے وغیرہ وغیرہ" پھر منشی صاحب نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ پوسٹ ماسٹر صاحب لاہور کو بھی ایک رجسٹری شدہ خط بھیجا جسکا مضمون غالباً یہ ہوگا کہ" فلاں شخص نے میرے رسالہ کا نام رکھ لیا ہے اس کی خط و کتابت تا فیصلہ عدالت روک لیجائے" خدا معلوم پوسٹ ماسٹر صاحب نے اُس کو کیسا سنگین معاملہ سمجھا کہ بیچارے ایڈیٹر اخبار زمیندار کے خطوں کو لکافت روک دیا پھر اُس کے بعد ایڈیٹر زمیندار نے بہت کچھ واویلا مچائی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پوسٹ ماسٹر صاحب بہادر لاہور اور ٹون انسپکٹر صاحب نے بذات خود اس معاملہ کی تحقیق کرکے پوسٹ ماسٹر جنرل کی خدمت میں یہ رپورٹ بھیجی-

" کہ مسٹر محبوب عالم کا کوئی حق نہیں کہ وہ منیجر و مالک موجودہ زمیندار کی خط و کتابت کا دعویٰ کر سکے یہ امر اس کی اپنی چٹھی سے ثابت ہے جسمیں یہ لکھا ہے کہ" وہ اپنا زمیندار ایک بار پھر زندہ کرنے کی خواہش رکھتا ہے اور پیسہ اخبار مورخہ ۱۳- اگست ۱۹۰۱ء میں اس بارہ میں اشتہار بھی ہے" اس فقرہ سے صاف ثابت ہے کہ جس زمیندار کی ایڈیٹری کا پیسہ اخبار دعویٰ کرتا ہے اس کا اب کوئی وجود نہیں اور اس لئے اُسے اس نام کی خط و کتابت کا کوئی حق نہیں پیسہ اخبار کا دعوےٰ محض شرارت پر مبنی ہے جو ایک نئے اخبار کو نقصان پہنچانے کے لئے کیا گیا ہے"

منشی محبوب عالم تمہیں شرم کرنی چاہئے کہ تم نے اپنے ایک غریب ہمعصر سے حسد اور بیدردی کا برتاؤ کرکے نہ صرف خود ذلت اٹھائی بلکہ دیسی پریس کو بدنام کیا تم دوسروں پر تو جھٹ اعتراض اور رد و قدح کرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہو مگر تمہیں اپنی خبر نہیں تمام حملوں اور افترا پردازیوں کی جو" دوسروں پر کیا کرتے ہو خداوند تعالیٰ نے تمہیں یہ سزا دی کہ تمہاری نسبت ایک سرکاری ملازم کی قلم سے یہ الفاظ نکلے "کہ پیسہ اخبار کا دعوےٰ محض شرارت پر مبنی ہے جو ایک نئے اخبار کو نقصان پہنچانے کے لئے کیا گیا ہے"

افسوس

صد افسوس- از گورنمنٹ گزٹ

مطبع انوار احمدیہ پریس قادیان میں باہتمام شیخ یعقوب علی چھپکر شائع ہوتا ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ

انا اوی القریۃ

الحکم

دار الامان حضرت قادیاں

چہ گویم با تو گر آئی چہا در قادیاں بینی
دوا بینی شفا بینی غرض دار الامان بینی

ایڈیٹر شیخ یعقوب علی تراب احمدی

نمبر ۲۵ | مورخہ ۱۰ جولائی سنہ ۱۹۰۳ء مطابق ۱۱ ربیع الثانی سنہ ۱۳۲۱ ہجری روز شنبہ | جلد ۷

ڈایری حضرت امام الزمان سلمہ الرحمن

یکم جولائی سنہ ۱۹۰۳ء

دربار شام

مسئلہ ایک لڑکی کے دو بھائی تھے اور ایک والدہ۔ ایک بھائی اور والدہ ایک لڑکے کیساتھ اس لڑکی کے نکاح کے لئے راضی تھے مگر ایک بھائی مخالف تھا وہ اور جگہ رشتہ پسند کرتا تھا اور لڑکی بھی بالغ تھی اسکی نسبت مسئلہ دریافت کیا گیا کہ اس لڑکی کا نکاح کہاں کیا جاوے حضرت اقدس نے دریافت کیا کہ وہ لڑکی کس بھائی کی رائے سے اتفاق کرتی ہے۔ جواب دیا گیا کہ اپنے اس بھائی کے ساتھ جس کیساتھ والدہ بھی متفق ہے۔ فرمایا کہ پھر وہاں ہی اسکا رشتہ ہو جہاں لڑکی اور اسکا بھائی دونو متفق ہیں۔

پھر نکاحوں پر ذکر چل پڑا کہ آنحضرت صلعم نے اپنی لڑکیوں کے رشتے ابولہب سے کر دئے تھے حالانکہ وہ مشرک تھا مگر اسوقت تک نکاح کے متعلق وحی کا نزول نہ ہوا تھا چونکہ پیغمبر خدا صلعم پر توحید غالب تھی اسلئے دخل نہ دیتے تھے اور قومیت کے لحاظ سے بعض امور کو سر انجام دیتے اس لئے ابولہب کو لڑکی دیدی تھی۔

رسول عالم الغیب ہوتا ہے کہ نہیں اسپر فرمایا کہ اگر آنحضرت صلعم کو علم غیب ہوتا تو آپ زینب کا نکاح زید سے نہ کرتے کیونکہ بعد کو جدائی نہ ہوتی اور اسی طرح ابولہب سے بھی رشتہ نہ کرتے۔

موہبت الٰہی

میں ایک دیکھ رہا ہوں کہ خدا میرے ساتھ گفتگو کرتا ہے اور اپنے خاص خزانہ سے مجھے تعلیم دیتا ہے اور اپنی ادب سے میری تادیب فرماتا ہے وہ اپنی وحی مجھپر بھیجتا ہے تب اسکی وحی کی پیروی کرتا ہوں ایسی صورت میں مجھے کونسی ایسی ضرورت ہے کہ میں اسکی راہ کو ترک کرکے دوسری متفرق راہیں اختیار کروں جو کچھ آجتک میں نے کہا ہے اسی کے امر سے کہا ہے اپنی طرف سے کچھ بھی نہیں ملایا اور نہ اپنے خدا پر میں نے کوئی افترا باندہا ہے مفتری کا انجام ہلاکت ہے پس اس کاروبار پر تعجب کرنیکا کونسا مقام ہے اس قادر مطلق خدا کے کاروبار پر تعجب نہ کرو کیونکہ اسنے تو زمین و آسمان کو پیدا کر دیا جو کچھ چاہتا ہے کرتا ہے اور کسیکو مجال نہیں کہ اس سے پوچھے کہ یہ کیا کیا میرے پاس خدا تعالیٰ کی بہت سی شہادتیں ہیں اس نے میرے لئے بڑے بڑے نشان دکھلائے ہیں۔ اور اسکی وحی کردہ عجیب خبروں میں سے اسنے مجھے وہ ایسے ایسے راز بتائے ہیں کہ انسان کی عقل کو ان تک رسائی نہیں ہے پس اسلئے چاہیے کہ طاعون کے باب میں ہمارے ساتھ جھگڑا نہ کریں اور اس شخص کی طرح نہ ہو دیں جسکے دل کو خدا نے غافل کر دیا اور اس نے اپنے اسباب کو اپنا خدا قرار دے لیا

اسباب پرستی کا رد

کیا ان کو اس بات کی خبر نہیں ہے کہ ہر ایک سبب کا انتہا آخر کار ہمارے خدا تک ہی ہے اور تھوڑی دور تک چلکر اسباب کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے اور صرف امر خالق کا مرتبہ رہ جاتا ہے کہ جسکو کسیطرح ہم سبب کی طرف منسوب نہیں کر سکتے اور صرف خدا تعالیٰ کی قدرت ہی باقی رہجاتی ہے اور اسباب بالکل منقطع ہو جاتے ہیں اسباب تو صرف چند قدموں تک ساتھ دیتا ہے اسکے بعد خدا تعالیٰ کی غیر مدرک اور پوشیدہ قدرت ہوتی ہے یہ ایک ایسا پوشیدہ خزانہ ہے کہ جسکی حد اور انتہا ہی نہیں ہے اور ایسا دریا ہے کہ جسکا کوئی کنارہ نہیں ہے اور ایک ایسا دشت ہے کہ جسکے طے ہونے میں نہیں آتا یہ کہنا کہ قدرت خالص اللہ تعالیٰ کی بیکار ہو جاتی ہے اور صرف اسباب رہجاتے ہیں بڑی بے انصافی ہے کیا تمکو اسبات کا علم نہیں ہے کہ خدا نے آدم اور عیسیٰ کو کیسے پیدا کیا تھا اور موسیٰ کیلئے کسطرح دریا کو پھاڑ دیا کہ جس سے موسیٰ تو دریا سے سلامت گذر گئے اور فرعون غرق ہو گیا۔ اب تم ہی جواب دو کہ وہ کونسی کشتی تھی جسپر بیٹھکر موسیٰ دریا سے گذرے خدا تعالیٰ نے اس قصہ کو قرآن کریم میں بے فایدہ نہیں ذکر کیا ہے بلکہ اسمیں بڑے بڑے معارف اور حقائق ہیں تا کہ تمکو اسبات کا علم ہو کہ اس پاک ذات اللہ تعالیٰ کی قدرت اسباب میں مقید نہیں ہے اور تمہارے ایمان ترقی کریں آنکھیں کھلیں اور شکوک و شبہات رفع ہوں اور تمکو یہ شناخت حاصل ہو کہ تمہارا خدا الباقی ذو الجلال ہے کہ اسپر کسی قسم کا کوئی دائرہ مسدود نہیں ہے اسکی قدرتوں کی کوئی انتہا نہیں ہے جو شخص اسکی وسعت قدرت سے منکر ہو کر اسباب کے احاطہ میں اسے مقید کرتا ہے تو سمجھو کہ صدق کے مقام سے وہ گر پڑا پس اگر کوئی شخص تم کو خدا تعالیٰ کے اسباب کو ترک کرتا ہے تم اسے برا مت کہو اور خدا تعالیٰ کے قانون کو ایک تنگ دائرہ

موعظۃ الحسنہ

اور راہ کے خطرات سے نجات پا چکے ہیں اسلئے شروع میں ہی اللہ تعالےٰ نے ہمکو تقویٰ کی تعلیم کر کے ایک ایسی کتاب ہم کو عنایت کی جسمیں تقوےٰ کے وصایا بھی دئے۔

سو ہماری جماعت یہ غم کل دنیوی غموں سے بڑھکر اپنی جان پر لگائیں۔ کہ انمیں تقوےٰ ہے یا نہیں اہل تقوےٰ کے لئے یہ شرط تھی کہ وہ غربت اور مسکینی میں اپنی زندگی بسر کرے۔ یہ ایک تقوےٰ کی شاخ ہے جس کے ذریعہ ہمیں ناجائز کا مقابلہ کرنا ہے۔ بڑے بڑے عارف اور صدیقوں کے لئے آخری اور کڑی منزل غضب سے ہی بچنا ہے۔ عجب و پندار غضب سے پیدا ہوتا ہی اور ایسا ہی کبھی خود غضب عجب و پندار کا نتیجہ ہوتا ہے۔ کیونکہ غضب اسوقت ہوگا۔ جب انسان اپنے نفس کو دوسرے پر ترجیح دیتا ہے میں نہیں چاہتا۔ کہ میری جماعت والے آپسمیں ایک دوسرے کو چھوٹا یا بڑا سمجھیں یا ایک دوسرے پر غرور کریں یا نظر استخفاف سے دیکھیں۔ خدا جانتا ہے کہ بڑا کون ہے۔ یا چھوٹا کون ہے۔ یہ ایک قسم کی تحقیر ہے اور جس کے اندر حقارت ہے۔ ڈر ہے۔ کہ یہ حقارت بیج کی طرح بڑھے اور اوس کی ہلاکت باعث ہو جاوے بعض آدمی بڑوں کو ملکر بڑے ادب سے پیش آتے ہیں لیکن بڑا وہ ہے۔ جو مسکین کی بات کو مسکینی سے سنے۔ اوس کی دلجوئی کرے۔ اُس کی بات کی عزت کرے۔ کوئی چڑ کی بات مُنہ پر نہ لاوے کہ جس سے دکھ پہنچے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ ولا تنابزوا بالالقاب بئس الاسم الفسوق بعد الایمان۔ ومن لم یتب فاولئک ہم الظالمون۔ س ۲۶۔ تم ایک دوسرے کی چڑ کے نام نہ ڈالو یہ فعل فساق و فجار کا ہے۔ جو شخص کسی کو چڑاتا ہے۔ وہ نہ مریگا۔ جب تک وہ خود اسی طرح مبتلا نہ ہوگا۔ اپنے بھائیوں کو حقیر نہ سمجھو۔ جب کل ایک ہی چشمہ سے پانی پیتے ہو تو کون جانتا ہے کہ کس کی قسمت میں زیادہ پانی پینا ہے۔ مکرم و معظم کوئی دنیاوی اصولوں سے نہیں ہو سکتا خدا کے نزدیک بڑا وہ ہے۔ جو متقی ہے۔ ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم ان اللہ علیم خبیر۔ س ۲۶۔ یہ جو مختلف ذاتیں ہیں۔ یہہ کوئی وجہ شرافت نہیں خدا تعالیٰ نے محض عرف کے لئے یہ ذاتیں بنائیں اور آجکل تو صرف بعد چار پشتوں کے حقیقی پتہ لگانا ہی مشکل ہے۔ متقی کی شان نہیں کہ ذاتوں کے جھگڑے میں پڑے جب اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کر دیا کہ میرے نزدیک ذات کوئی سند نہیں۔ حقیقی مکرمت اور عظمت کا باعث فقط تقویٰ ہے۔ خدا کے کلام سے پایا جاتا ہے کہ متقی وہ ہوتے ہیں جو حلیمی اور مسکینی سے چلتے ہیں۔ وہ مغرورانہ گفتگو نہیں کرتے۔ اُن کی گفتگو ایسی ہوتی ہے جیسے چھوٹا بڑے سے گفتگو کرے۔ ہم کو ہر حال میں وہ کرنا چاہیئے جس سے ہماری فلاح ہو اللہ تعالیٰ کسی کا اجارہ دار نہیں وہ خالص تقوےٰ کو چاہتا ہے۔ جو تقوےٰ کرے گا وہ مقام اعلیٰ کو پہنچے گا۔ آنحضرت یا حضرت ابراہیمؑ نے کسی وراثت سے تو عزت نہیں پائی گو ہمارا ایمان ہے۔ کہ آنحضرتؐ کے والد ماجد عبد اللہ مشرک نہ تھے۔ لیکن اُس نے نبوت تو نہیں دی۔ یہ تو فضل الہٰی تھا۔ اُن صدقو کے باعث جو اون کی فطرت میں تھی۔ یہی فضل کے محرک تھے حضرت ابراہیمؑ جو ابو الانبیاء تھے انہوں نے اپنی صدق و تقوےٰ سے ہی بیٹے کو قربان کرنے میں دریغ نہ کیا خود آگ میں ڈالے گئے۔ ہمارے سید و مولیٰ حضرت محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی صدق و وفا دیکھئے آپ نے ہر ایک قسم کی بدتحریک کا مقابلہ کیا طرح طرح کے مصائب و تکالیف اوٹھائے لیکن پروا نہ کی۔ یہی صدق و وفا تھا جس کے باعث اللہ تعالیٰ نے فضل کیا اس لئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ان اللہ وملئکتہ یصلون علی النبی۔ یاایہا الذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما۔ س ۲۲ ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ اور اوس کے تمام فرشتے رسُول پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو تم درود و سلام بھیجو نبی پر + اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ رسول اکرم کے اعمال ایسے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اون کی تعریف یا اوصاف کی تحدید کرنے کے لئے کوئی لفظ خاص نہ فرمایا۔ لفظ تو مل سکتے تھے لیکن خود استعمال نہ کئے یعنے آپ کے اعمال صالح کی تعریف تحدید سے بیرون تھی۔ اس قسم کی آیت کسی اور نبی کی شان میں استعمال نہ کی۔ آپ کی روح میں وہ صدق و صفا تھا اور آپ کے اعمال خدا کی نگاہ میں اسقدر پسندیدہ تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ کے لئے یہ حکم دیا کہ آیندہ لوگ شکرگذاری کے طور پر درود بھیجیں اُن کی ہمت و صدق وہ تھا۔ کہ اگر ہم اوپر یا نیچے نگاہ کریں تو اُسکی نظیر نہیں ملتی۔ خود مسیح کے وقت کو دیکھ لیا جاوے۔ کہ اون کی ہمت یا روحانی صدق و صفا کا کہاں تک اثر اون کے پیروں پر ہوا ہر ایک سمجھ سکتا ہے کہ ایک بدپرورش کو درست کرنا کسقدر مشکل ہے۔ عادات راسخہ کا گنوانا۔ کیسا محالات سے ہے۔ لیکن ہمارے مقدس نبی نے تو ہزاروں انسانوں کو درست کیا جو حیوانوں سے بدتر تھے بعض ماؤں اور بہنوں میں حیوانات کی طرح فرق نہ کرتے تھے۔ یتیموں کا مال کھاتے مردوں کا مال کھاتے۔ بعض ستارہ پرست بعض دہریہ بعض عناصر پرست تھے۔ جزیرہ عرب کیا تھا ایک مجموعہ مذاہب اپنے اندر رکھتا تھا۔ اس سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ قرآن کریم ہر ایک قسم کی تعلیم اپنے اندر رکھتا ہے ہر ایک غلط عقیدہ یا بڑی تعلیم جو دُنیا میں ممکن ہے اُس کے استیصال کے لئے کافی تعلیم اس میں موجود ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی عمیق حکمت و تصرف ہے۔

چونکہ کامل کتاب نے آکر کامل اصلاح کرنی تھی ضرور تھا کہ اُس کے نزول کے وقت اُس کی جائے نزول میں بیماری بھی کامل طور پر ہوتا کہ ہر ایک بیماری کا علاج کامل کیا جاوے۔ سو اس جزیرہ میں کامل طور سے بیمار تھے اور جن میں وہ تمام بیماریاں روحانی موجود تھیں۔ جو اس وقت یا اُس سے بعد آئیندہ نسلوں کو لاحق ہونے والی تھیں۔ یہی وجہ تھی کہ قرآن نے کل شریعت کی تکمیل کی اور کتابوں کے نازل ہونے کے وقت نہ یہ ضرورت تھی نہ اون میں ایسی کامل تعلیم ہے۔

ہمارے نبی اکمل کی برکات جسقدر ظہور میں آئے۔ اگر تمام خوارق کو الگ کر دیا جاوے تو آپ کی اصلاح ہی ایک عظیم الشان معجزہ ہے۔ اگر کوئی اس حالت پر غور کرے جب آپ آئے۔ پھر اوس حالت کو دیکھے۔ جو آپ چھوڑ گئے۔ تو اس کو ماننا پڑیگا کہ یہ حالت بذات خود ایک اعجاز تھا۔ اگرچہ کل انبیاء عزت کے قابل ہیں۔ لیکن ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء

اگر آنحضرت تشریف نہ لاتے تو نبوت تو درکنار خدائی کا ثبوت بھی اس طرح نہ ملتا آپ کی تعلیم سے پتہ قل ھو اللہ احد۔ اللہ الصمد لم یلد ولم یولد۔ ولم یکن لہ کفوًا احد کا لگتا۔ اگر توریت میں کوئی ایسی تعلیم ہوتی۔ اور قرآن صرف اُس کی تحریص ہی کرتا تو نصاری کا وجود ہی کیوں ہوتا۔

غرض قرآن نے جس قدر تقوےٰ کی راہیں اختیار کیں اور ہر طرح کے انسانوں اور مختلف قوموں کی پرورش کرنے کے طریق سکھلائے۔ ایک جاہل عالم۔ اور فلسفی کی پرورش کے

راستہ ہر طبقے کے سوالات کا جواب غرض کہ کوئی فرقہ نہ چھوڑا۔ جس کی اصلاح کے طریق نہ بتائے۔ یہ ایک دقیقہ وقت تھا۔ جیسے کہ فرمایا فیہا کتب قیمہ۔ س ۳۰۔ یعنی یہ وہ صحیفہ ہیں جس میں کل سچائیاں ہیں سو یہ کیسی کتاب مبارک ہے کہ اس میں سب سامان اعلیٰ درجہ درجہ تک پہنچنے کے موجود ہیں۔ لیکن افسوس ہے۔ جیسے کہ حدیث میں آیا ایک درمیانی زمانہ آوے گا جو فیج اعوج ہے۔ یعنے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ایک میرا زمانہ برکت والا ہے۔ ایک اینوالا مسیح و مہدی کا۔ مسیح و مہدی کوئی دو الگ اشخاص نہیں ان سے مراد ایک ہی ہے۔ مہدی ہدایت یافتہ سے مراد ہے کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ مسیح مہدی نہیں۔ مہدی مسیح ہو یا نہ ہو۔ لیکن مسیح کے مہدی ہونے سے انکار کرنا مسلمان کا کام نہیں۔ اصل میں اللہ تعالیٰ نے یہ دو الفاظ سب وشتم کے مقابل بطور ذب کے رکھی ہیں۔ کہ وہ کافر ضال مضل نہیں بلکہ مہدی ہے۔

چونکہ اس کے علم میں تھا کہ آنیوالے مسیح کو مہدی دجال و گمراہ کہا جائے گا۔ اس لئے اسے مسیح و مہدی کہا گیا۔ دجال کا تعلق اخلد الی الارض سے تھا۔ اور مسیح کو رفع آسمانی ہونا تھا۔ سو جو کچھ اللہ تعالیٰ نے چاہا تھا اس کی تکمیل دو ہی زمانوں میں ہونی تھی ایک آپ کا زمانہ اور ایک آخری مسیح و مہدی کا زمانہ یعنے ایک زمانہ میں تو قرآن اور سچی تعلیم نازل ہوئی لیکن اس تعلیم پر فیج اعوج کے زمانہ نے پردہ ڈال دیا جس پردہ کا اوٹھایا جانا مسیح کے زمانہ میں مقدر تھا جیسے کہ فرمایا کہ رسول اکرم نے ایک تو موجودہ جماعت یعنے جماعت صحابہ کرام کا تزکیہ کیا۔ اور ایک آنیوالی جماعت کا جس کی شان میں لما یلحقوا بھم آیا ہے۔ سو یہ ظاہر ہے کہ خدا نے بشارت دی کہ ضلالت کے وقت اللہ تعالیٰ اس دین کو ضائع نہ کرے گا۔ بلکہ آنے والے زمانہ میں خدا حقائق قرآنیہ کو کھول دیگا۔ آثار میں ہے کہ آنیوالے مسیح کی ایک یہ فضیلت ہوگی کہ وہ قرآنی فہم اور معارف کا صاحب ہوگا۔ اور صرف قرآن سے استنباط کر کے لوگوں کو اون غلطیوں سے متنبہ کرے گا جو حقائق قرآن کی ناواقفیت سے لوگوں میں پیدا ہو گئی ہوں۔

قرآن میں رسول اکرم کو مثیل موسےٰ قرار دے کر فرمایا۔ انا ارسلنا الیکم رسولاً شاہداً علیکم کما ارسلنا الے فرعون رسولاً س ۲۹۔ یعنے ہم نے ایک رسول بھیجا۔ جیسے موسیٰ کو فرعون کی طرف بھیجا تھا۔ ہمارا رسول مثیل موسےٰ۔ ایک اور جگہ فرمایا۔ وعد اللہ الذین آمنوا منکم وعملوا الصلحت لیستخلفنہم فی الارض کما استخلف الذین من قبلہم الخ س ۱۸۔ اس مثیل موسیٰ کے خلفا بھی اسی سلسلہ سے ہونگے۔ جیسے کہ موسےٰ کے خلفا سلسلہ وار آئے اس سلسلہ کی میعاد چودہ سو برس تک ہی۔ برابر خلفا آتے رہے۔ یہ ایک اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیشگوئی تھی کہ جس طرح سے پہلے سلسلہ کا آغاز ہوا ویسے ہی اس سلسلہ کا آغاز ہوگا۔ یعنے جس طرح موسےٰ نے ابتدا میں جلالی نشان دکھلائے اور فرعون سے چھڑایا۔ اسی طرح آنیوالا نبی بھی موسےٰ کی طرح ہوگا۔ فکیف تتقون ان کفرتم یوماً یجعل الولدان شیبا السماء منفطر بہ کان وعدہ مفعولا س ۲۹۔ یعنے جس طرح ہم نے موسیٰ کو بھیجا تھا۔ سو رسول اکرم کے وقت کفار عرب بھی فرعونیت سے بھرے ہوئے تھے۔ وہ بھی فرعون کی طرح باز نہ آتے۔ جب تک اونہوں نے جلالی نشان نہ دیکھ لیا سو آنحضرت کے کام موسےٰ کے کام کے سے تھے اس موسےٰ کے کام قابل پذیرائی نہ تھے۔ لیکن قرآن نے منوایا۔ موسےٰ کے زمانہ میں گو فرعون کے ہاتھ سے نجات اسرائیل کو ملی۔ لیکن گناہوں سے نجات نہ پائی۔ وہ لڑے اور بجدل ہوئے اور موسےٰ پر حملہ آور ہوئے۔ لیکن ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری پوری نجات دی رسول اکرم صلعم اگر طاقت شوکت سلطنت اسلام کو نہ دیتے تو مسلمان مظلوم رہتے۔ اور نجات کفار کے ہاتھ سے نہ پاتے۔ سو اللہ تعالیٰ نے ایک تو یہ نجات دی کہ مستقل اسلامی سلطنت قائم ہو گئی۔ دوسرا یہ کہ گناہوں سے ان کو نجات ملی۔ خداوند تعالیٰ نے خود ہر دو نقشے کھینچے ہیں۔ کہ عرب پہلے کیا تھے۔ اور پھر کیا ہوئے اگر دونوں نقشے اکٹھے کئے جائیں۔ تو ان کی پہلی حالت کا اندازہ لگ جاوے گا سو اللہ تعالیٰ نے دو نجاتیں دیں۔ شیطان سے بھی نجات دی اور طاغوت سے بھی۔

جو صدق وصفا آپ نے آپ کے صحابہ کرام [illegible] دکھایا۔ اس کی نظیر کہیں نہیں۔ جان دینے تک دریغ نہ کیا۔ حضرت عیسےٰ کو کوئی مشکل کام نہ تھا اور نہ مفید ہی کوئی الہام تھا۔ چند بلاوری کے لوگوں کو سمجھانا کونسا بڑا کام ہے۔ یہودی تو توریت پڑھے ہی ہوئے تھے۔ ایمان لانے والے تھے۔ خدا کو وحدہ لاشریک جانتے ہی تھے تو بعض وقت یہ خیال آجاتا ہے۔ کہ مسیح کرنے ہی کیا آئے تھے۔ یہودیوں میں تو توحید کے لئے اب بھی غیرت پائی جاتی ہے۔ نہایت کار یہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ شائد اخلاقی نقص سے تھے۔ لیکن تعلیم تو توریت میں موجود ہی تھی۔ باوجود اس سہولت کے کہ قوم اس کتاب کو مانتی تھی۔ مسیح نے وہ کتاب سبقاً سبقاً استاد سے پڑھی تھی۔ اس کے مقابل ہمارے سید و مولےٰ ہادی کامل امی تھے۔ ان کا کوئی استاد بھی نہ تھا۔ اور یہ ایک ایسا واقعہ ہے۔ کہ مخالف بھی اس امر سے انکار نہ کر سکے۔ سو حضرت عیسےٰ کے لئے دو آسانیاں تھیں۔ ایک تو برادری کے لوگ تھے جو بھاری بات منوا لی تھی۔ وہ پہلے ہی مان چکے تھے۔ ہاں کچھ اخلاقی نقص۔ لیکن باوجود اتنی سہولت کے حواری درست نہ ہوئے لالچی رہے۔ حضرت عیسےٰ اپنے پاس روپیہ رکھتے تھے۔ بعض چوریاں بھی کر لیتا۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ مجھے رکھنے کی جگہ نہیں۔ لیکن ہم حیران ہیں۔ کہ اس کے کیا معنے ہیں۔ جب گھر بھی ہو۔ اور مکان بھی ہو اور مال میں گنجائش اسقدر ہو کہ چوری کیجاوے تو پتہ بھی نہ لگے۔ خیر یہ تو ایک جملہ معترضہ تھا۔ دیکھنا یہ منظور ہے۔ کہ باوجود ان تمام سہولت کے کوئی اصلاح نہ ہو سکے۔ پطرس کو بہشت کی کنجیاں تو مل جاویں۔ لیکن اپنے استاد کو لعنت دینے سے نہ رک سکے۔ اب مقابلہ میں اتفاقاً دیکھا جاوے۔ کہ ہمارے ہادی اکمل کے صحابہؓ نے اپنے خدا اور رسول کے لئے کیا کیا۔ جان نثاریاں کیں۔ جلا وطن ہوئے۔ ظلم اٹھائے طرح طرح کے مصائب اوٹھائے۔ جانیں دیدیں۔ لیکن صدق وفا کے ساتھ قدم مارتے ہی گئے۔ پس وہ کیا بات تھی کہ جس نے انہیں ایسا جان نثار بنا دیا۔ وہ سچی الٰہی محبت کا جوش تھا جس کی شعاع ان کے دل میں پڑ چکی تھی۔ سو خواہ کسی نبی کے ساتھ مقابلہ کر لیا جاوے آپ کی تعلیم تزکیہ نفس۔ پیرووں کو دنیا سے متنفر کرا دینا۔ شجاعت کے ساتھ صداقت کے لئے خون بہا دینا۔ اس کی نظیر کہیں نہ ملیگی سو یہ مقام حضرت کے صحابہ کا ہے۔ ان میں جو آپس میں تالیف ومحبت تھی۔ اس کا نقشہ دو فقروں میں بیان کیا ہے۔ والف بین قلوبھم لو انفقت ما فی الارض جمیعاً ما الفت بین قلوبھم الآیۃ س ۱۰۔ یعنے جو تالیف ان میں ہے وہ ہرگز پیدا نہ ہوتی۔ خواہ سونے کا پہاڑ بھی دیا جاتا۔ اب ایک اور جماعت مسیح موعود کی ہے۔ جس نے اپنے اندر صحابہ کا رنگ پیدا کرنا ہے۔ صحابہ کی تو وہ پاک جماعت تھی۔ جس کی تعریف میں قرآن بھرا پڑا ہے۔ کیا آپ لوگ ایسے ہیں۔ جب خدا کہتا ہے کہ مسیح کے ساتھ وہ لوگ ہوں گے جو صحابہ کے دوش بدوش ہونگے۔

قرآن کی ہوتے کسی اور کتاب کی ضرورت

۲۳-اپریل ۱۹۰۳ء کو ایک صاحب نے حضرت حکیم الامت حکیم نورالدین صاحب پر چند ایک سوال کئے تھے چونکہ وہ سوال اور ان کے جواب ہر ایک دیندار کے لئے زیادتی ایمان کا موجب ہیں۔ اس لئے ہم ان کو درج کرتے ہیں +

سوال- اگر قرآن کے سوا اور کوئی کتاب نہ مانی جاوے تو کیا قباحت لازم آتی ہے اور اصول دین کونسی ضرورت باقی ہے +

جواب- اگر انسان میں ضد نہ ہو اور غور وفکر کرے تو قرآن کافی کتاب ہے۔ قرآن نور ہے ہدایت ہے رحمت ہے شفا ہے اور ہر ایک قسم کے اختلاف مٹانے کے واسطے آیا ہے۔ اولم یکفھم انا انزلنا علیک الکتاب یتلی علیھم ان فی ذلک لرحمۃ وذکرےٰ لقوم یومنون + اور یہی راہ ایمان کی ہے۔ مگر سوال کے یہ معنے کہ اب دین کیواسطے ہمیں کسی اور کتاب کی ضرورت نہیں ہے یہ ایک نفس کا دہوکہ ہے انسان کے منہ سے بعض وقت ایسا لفظ نکلتا ہے جو خود ہی اس کے لئے مشکلات کا موجب ہوتا ہے + قرآن کریم فرماتا ہے کہ میں عربی زبان میں ہوں تو اب عربی زبان کے سمجھنے کے واسطے دوسری کتاب کی ضرورت پڑی ورنہ کوئی بتلائے کہ بسم اللہ۔ رحمن رحیم۔ اب ان سب کے معنے قرآن شریف میں کہاں لکھے ہیں۔ آخر جواب یہ ہوگا کہ عربی سمجھنے کے واسطے اور کتاب کی ضرورت ہے تو پھر نتیجہ یہ نکلا کہ قرآن کافی نہ رہا۔ اس سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ سائل نے غور اور فکر ہرگز نہیں کی اور جس دعوے کو خود ثابت نہیں کر سکتا اسے دوسرے کے آگے پیش کیا جاتا ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ قرآن شریف تو اپنی ذات میں کافی ہے مگر یہ ہماری اپنی کمزوری ہے کہ سوائے عربی زبان دانی کے ہم دینی ضرورت کو انجام نہیں دے سکتے شاید اسپر یہ سوال ہو کہ اس جواب کا تعلق عجم سے ہے۔ عرب لوگوں کو یہ ضرورت نہیں ہے تو یہ بھی غلط ہے خود مکہ اور مدینہ میں اب وہ بولی نہیں ہے جو کہ قرآن شریف کی زبان ہے انجام کار یہ بات ماننی پڑتی ہے کہ خاص قرآن کی بولی جاننے کے واسطے ایک اور کتاب کی ضرورت پڑی +

اب یہ اعتراض رہا کہ جس کو قرآن کے معانی بدوں کسی کتاب کے آتے ہیں اسے کسی دوسری کتاب کی ضرورت نہیں ہے ہم کہتے ہیں کہ آنحضرت صلعم کی ذات پاک ایسی تھی کہ انکو قرآن کے فہم کے واسطے تو کسی کتاب کی ضرورت نہ تھی۔ مگر تاہم قرآن کو کلام الٰہی اور جو کچھ قرآن کریم پیش کرتا ہے اس کی تصدیق کے واسطے پھر بھی اور کتاب کی تو ضرورت تھی اور خود قرآن بتلاتا ہے کہ اور کتاب کی ضرورت ہے۔ **فاتوا بالتورات فاتلوھا ان کنتم صٰدقین**۔ آنحضرت صلعم کو اپنی صداقت ثابت کرنیکے واسطے قرآن میں فرماتا ہے کہ ایک اور کتاب میں دیکھو۔ پھر لکھا ہے مکتوبا عندھم **فی التورات فاتلوھا ان کنتم صٰدقین** آنحضرت صلعم کو اپنی صداقت ثابت کرنیکے واسطے قرآن میں فرماتا ہے کہ اور کتاب میں دیکھو پھر لکھا ہے **مکتوبا عندھم فی التورات والانجیل** گویا دو کتابوں کی ضرورت پڑی اس تقریر سے یہ بات ثابت ہوئی کہ آنحضرت صلعم کو بھی پیشگوئیوں وغیرہ اور اپنے دعاوی اور نیز قرآن کی تصدیق کے واسطے دوسری کتابوں کی ضرورت پڑتی رہی اور ادہر ہمکو بھی پڑی۔ کیونکہ ہماری زبان عربی نہیں ہے +

اِس لئے خوب یاد رکھو کہ قرآن تو اپنی ذات میں ایک کامل کتاب ہے مگر اس کے کمال کو جاننے کے لئے ہم اور کتابوں کے محتاج ہیں کبھی لغت کے کبھی دوسرے علوم کی کتب کے اگر کہو کہ اصول دین کو اس سے کیا تعلق ہے۔ تو ہم کہتے ہیں قرآن شریف کی تصدیق کرنی بھی تو اصول دین ہے۔ کامل ذات خود کسی کی محتاج نہیں ہوا کرتی مگر دوسرے اس کو کامل جاننے کے واسطے محتاج ہوتے ہیں دیکھو خدا اپنی ذات میں کامل ہے اور اس کو دلائل کی ضرورت نہیں مگر چونکہ ہم دلائل کے محتاج ہیں اس لئے مصنوعات وغیرہ کے دلائل ہمکو دینے پڑے۔

سوال- محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ مانکر کیا انسان مسلمان ہو سکتا ہے یا نہیں

جواب- آنحضرت صلعم کے نہ ماننے میں وہ تمام انبیاء اور امتیں بھی داخل ہیں جو کہ آپ کی بعثت سے پیشتر گذر چکیں۔ مثلاً آدم نے آنحضرت صلعم کو کب دیکھے مانا ہے جیسے کہ ہم مان رہے ہیں مگر اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ اگر آدم کو ماننے کی ضرورت پیش نہ آئی تو ہم بھی نہ مانیں غلط ہے۔ دیکھو آدم نے تو آپ کو نہ مانا۔ مگر وہ مُسلمان تھا۔ اور ادُہر ابوجہل نے نہ مانا تو وہ کافر ہوا کیا اب دونوں کا نہ ماننا ایک جیسا ہے اصل میں اسلام نام ہے فرمانبرداری کا کہ جب فرمان نازل ہوا سے اُسی وقت مان لے سکھوں کے وقت جب گورنمنٹ انگلشیہ آئی تو اوس وقت یہ قوانین نہ تھے جو کہ اب ہیں۔ مگر اسوقت جس قسم کے قوانین تھے ان کو اسوقت کے ماننے والے فرمانبردار کہلاتے تھے اور ادن کے منکر باغی۔ پھر اس کے بعد جب قانون کی صورت بدلی تو پھر اس متبدل شدہ صورت کو ماننے والے فرمانبردار ہوئے اور دوسرے باغی۔ اسی طرح اب جو قانون ہے یہ اور ہی ہے اب اسی کو ماننے والے فرمانبردار کہلاتے ہیں غرضیکہ جب فرمان کے وقت نافرمانی کی جاوے تو پھر اسلام کا مفہوم نہیں رہتا۔ قرآن بھی یہی کہتا ہے۔ **وعد اللہ الذین آمنوا منکم وعملوا الصٰلحٰت لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم ومن کفر بعد ذلک فاولئک ھم الفاسقون** - یہاں بھی ان خلفاء کے منکروں پر لفظ کفر کا ہی آیا ہے کیونکہ وہ تو حکم الٰہی ہے جس رنگ میں ہو جو اس سے نافرمانی کرے گا وہ نافرمان ہوگا میں اس چھت کے نیچے بیٹھا ہوں اگر مجھے اللہ تعالی ابھی حکم دے کہ اوٹھ جاؤ اور میں نہ اوٹھوں تو میں نافرمان ہونگا اگر یہ چھت گرے اور میں مرجاؤں تو اس نافرمانی کی سزا ہوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو کیا میں تو کہتا ہوں کہ خدا کے کسی ایک حکم اور آپ کے جانشینوں کی کسی ایک نافرمانی سے انسان کافر ہوجاتا ہے +

سوال- الہامات میں اختلاف ہوتا ہے کہ نہیں۔

جواب- الہامات میں اختلاف نہیں ہوتا ہاں بعض مشکلات ہوتی ہیں لوگ ان کے فہم میں غلطی کرتے ہیں۔ قرآن میں بھی لوگوں نے اختلاف مانا ہے اور سخت غلطی کھائی ہے جب ہی تو ناسخ منسوخ مان بیٹھے اصل بات یہ ہے کہ فہم انسان میں اختلاف ہوتا ہے۔ نفس الہام میں اختلاف نہیں ہوتا +

اوپر میں نے چھت کی مثال دی ہے کہ خدا حکم دیوے کہ اوٹھ جاؤ یہ چھت گرنیوالی ہے مگر میری دعا اور تضرع سے اگر خدا اسے نہ گرنے دیوے اور پھر حکم دیوے کہ اب نہ اوٹھو اور نہ نکلو تو کیا اسے اختلاف فی الاحکام کہو گے ہرگز نہیں۔ تو بات یہی ہے کہ الہامات میں اختلاف نہیں ہوا کرتے +

تقویٰ

ان اللہ مع الذین اتقوا والذین ھم محسنون

تحقیق اللہ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو متقی ہیں اور جو محسن ہیں +

کانپتے رہو اور گناہ نہ کرو۔ اپنے بستر پر پڑے ہوئے اپنے ہی دلوں میں سوچ کرو۔ {زبور ۴} خداوند کا خوف پاک ہے کہ اسکو ابد تک پائیداری ہے۔ {زبور ۱۹} وہ کونسا انسان ہے جو خداوند سے ڈرتا ہے وہ اسکو وہی راہ جو اس کو پسند ہے بتلاوے گا۔ اسکا جی چین سے رہے گا۔ اور اس کی نسل زمین کی وارث ہوگی۔ خداوند کا بھید اس پاس ہے جو اس سے ڈرتا ہے۔ وہ ان کو اپنے عہد کی شناسائی عنایت کرے گا۔ {زبور ۲۵} ساری زمین خداوند سے ڈرتی رہے اور جہان کی ساری آبادی اس کا خوف مانے کہ اس نے کہا اور وہ ہوگیا۔ {زبور ۳۳}

مبارک ہے وہ آدمی جس کا بھروسہ اس پر ہے۔ اے اس کے مقدس لوگو خداوند سے ڈرو کیونکہ جو اس سے ڈرتے ہیں انہیں کچھ کمی نہیں۔ شیر ببر کے بچے حاجتمند ہوتے اور بھوکے رہتے ہیں۔ پر جو خداوند کے طالب ہیں انھیں کسی نعمت کی کمی نہیں {زبور ۳۴}

۱۔ تقوےٰ ایک فطرتی امر ہے جو ہر ایک انسان کے اندر بدی کے وقت ظاہر ہوتا ہے۔ متواتر سرکشیوں اور بدکاریوں کے ساتھ یہ خوف زائل ہوجاتا اور خدا پرستی و نکوکاری کے ساتھ یہ خوف بڑھتا ہے۔

چنانچہ یہہ عام مشاہدہ کی باتیں ہیں۔ کہ جو جرم انسان نے پہلے کبھی نہیں کیا جب اوّل بار اس کے کرنے کا ارادہ کرے تو طرح طرح سے اس کا نور قلب اس کو ڈراتا اور سمجھاتا ہے۔ بار بار وہی ارادہ کرنے سے یہ خوف کم ہوتا جاتا ہے۔ یہانتک کہ آخر کار ارتکاب کر بیٹھتا ہے کچھ مدت تک وہ خوف باقی رہتا مگر بار بار کے ارتکاب سے مطلق زائل ہوجاتا ہے۔ یہی تقوےٰ ہے جو ہر ایک انسان کو شروع میں چوری چکاری قتل لوٹ اور ہر قسم کی بدی سے بچاتا ہے اسی تقویٰ کا طفیل ہے کہ کروڑہا انسان جرایم پیشہ بننے سے بچے ہوئے ہیں۔ ہاں جو اپنے اندرونی واعظ کی مخالفت بار بار کرتے اور باغی بنے رہیں وہ ضرور جرایم پیشہ بن جاتے ہیں۔ قرآن مجید فرماتا ہے ونفس وّما سوّاھا فالھمھا فجورھا وتقواھا قد افلح من زکھا وقد خاب من دسّھا۔ قسم ہے نفس کی اور اس ذات کی جسنے اس کو ایسا درست کیا پھر اس کے اندر فجور اور تقوے کا علم ڈالا تحقیق جس نے اس کو پاک کیا وہ فلاح یافتہ ہوا اور جس نے اسے ناپاک کیا وہ برباد ہوا۔

۲۔ تقوے پر تمام ہدایت اور انسانی کامیابیوں کا دارومدار ہے کیونکہ جو متقی ہے اسی کیواسطے نصیحت کارگر ہوتی اور وہی اسپر چلتا ہے جو خدا سے ڈرتا ہے۔ وہی نصیحت کی بات کو سنتا اور قبول کرسکتا ہے۔ مگر جو بے باک ہے وہ لاپرواہ متکبر اور سرکش بنا رہتا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم فرماتا ہے انہٗ لتذکرۃ للمتقین تحقیق قرآن متقیوں کے واسطے ضرور تذکرہ ہے۔ یعنے اس سے متقی لوگ ضرور متنبہ اور نصیحت پذیر ہوتے ہیں۔ ان ھوالا ذکر وقرآن مبین ۝ لینذر من کان حیا ویحق القول علی الکافرین ۝ یہ تو محض ایک نصیحت اور صاف صاف بیان کرنیوالا قرآن ہے تاکہ وہ شخص جو زندہ ہے عبرت زدہ ہو اور کافروں پر حجت پوری ہوکر عذاب کا حکم حق ہوجائے۔ اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ کوئی نصیحت کیسی ہی صاف اور دلوں میں گھر کرنیوالی ہو وہ اسی کے دل میں اثر کرتی ہے جو متقی ہے مگر بدکار اور سرکش کے واسطے قطع محبت سے زیادہ کوئی کام نہیں دیتی قرآن مجید جو اپنے ہر ایک مسئلہ کو طرح طرح کے پیرایوں اور تمثیلات سے صاف کرتا اور ہر ایک حقیقت کو کامل روشنی تک پہنچانا چاہتا ہے اور الفاظ میں اس مسئلہ کو اس طرح بیان فرماتا ہے اللہ نزل احسن الحدیث کتابا متشابھا مثانی تقشعر منہ جلود الذین یخشون ربھم ثم تلین جلودھم وقلوبھم الی ذکر اللہ۔ اللہ نے احسن حدیث کی کتاب اتاری ہے جس کی باتیں ایک دوسرے سے مشابہ اور بار بار دھرائی گئی ہیں جو لوگ اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں ان کی جلد کا رُواں کھڑا ہوجاتا ہے۔ پھر ان کی جلدیں اور قلوب نرم ہوکر ذکر الٰہی کی طرف مائل ہوجاتے ہیں۔ پھر جو صادق ہے وہ خود جھوٹ ریا فریب مبالغہ اور افترا سے پاک صاف ہوتا ہے اس لئے خود سچ بولتا اور سچائی کو فوراً پہچان کر قبول کرلیتا ہے۔ چنانچہ متقیوں کی بابت قرآن کریم فرماتا ہے والذین جاء بالصدق وصدق بہ اولئک ھم المتقون جو سچ لاتا اور سچ کی تصدیق کرتا ہے یہی لوگ تو متقی ہیں۔

انسان خواہ کیسا ہی متکبر ظالم اور غلیظ القلب کیوں نہ ہو جبتک اس میں کوئی شمہ ایمان اور حیات روحانی کا باقی ہے اسوقت تک ذکر قرآن اسمیں کپکپی ڈالدیتا اور جسم کے ذرہ ذرہ کو ہلا دیتا ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسے عاسد عضلہ یا اعصاب جبتک ان کا کوئی ریشہ بھی اصلی حالت پر ہے اسوقت تک بجلی ان میں حرکت پیدا کرسکتی ہے۔ اسی طرح پر جبتک انسان میں کوئی بھی رگ دین و ایمان کی باقی ہے اسوقت تک قرآن کا ذکر اس کو حرکت دے سکتا ہے۔ مثال کے طور پر قرآن مجید فرماتا ہے ولو انزلنا ھذا القرآن علی جبل لرایتہ خاشعا متصدعا من خشیۃ اللہ وتلک الامثال نضربھا للناس لعلھم یتفکرون۔ سوائے انسان کے تمام مخلوقات کیا شجر کیا جماد اور کیا حیوان سب کے سب اپنے اسلام پر قائم ہیں۔ چنانچہ ہر ایک شئے اور ہر ایک حیوان نے اپنی اپنی فطرت کے تقاضاؤں اور قاعدوں پر عمل کیا ہے کوئی حکم الٰہی سے باہر نہیں یہی ان کا اسلام ہے۔ ایسا ہی پہاڑ جو ظاہر ادیکھنے میں نہایت سخت ہیں مگر حکم خدا سے ذرہ برابر باہر نہیں پس جو تعلیم اور قانون انسان کے واسطے قرآن مجید پیش کرتا ہے اگر وہی پہاڑوں پر اوتارا جائے تو وہ خوف خدا سے ہر وقت زلزلے ہوئے نظر آتے کیونکہ پورے فرمانبردار ہیں اور قرآنی تعلیم کا لب لباب بھی یہی ہے کہ اس کا محکوم ربّ عالم کے جاہ و جلال سے ہر وقت ہراساں و ترساں رہے پر اے انسان تو نہایت ہی سخت اور پہاڑوں سے بھی زیادہ سخت ہے جو قرآن کے ہوتے ہوئے بالکل خوف نہیں کھاتا! ذرہ بھر نہیں کانپتا۔ بلکہ بے باک زندگی بسر کررہا ہے یہ تمثیلات غور و فکر کے واسطے ہیں پر بہت ہی کم ہیں جو سمجھتے ہیں کیسے مبارک ہیں وہ لوگ جو خدا سے ڈرتے۔ اللہ تعالیٰ انکی ہدایت حمایت اور مغفرت کے وعدہ فرماتا ہے وہ ان کے رزق عزت اور مشکلات کا کفیل بنتا ہے چنانچہ وہ خود فرماتا ہے ان اللہ مع الذین اتقوا والذین ھم محسنون۔ تحقیق اللہ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو متقی اور محسن ہیں انما تنذر من اتبع الذکر وخشی الرحمٰن بالغیب فبشرہ بمغفرۃ واجر کریم ۝ اے محمد تیرے سمجھانے سے وہی سمجھ سکتا ہے جو نصیحت پر عمل کرے۔

اور در پردہ رحمٰن سے ڈرتا ہو پس ایسے شخص کو مغفرت اور اجرعظیم کی خوشخبری سنادے ولو ان اھل القریٰ اٰمنوا واتقوا لفتحنا علیھم برکات من السماء والارض۔ اگر بستیوں کے لوگ خدا کو مانتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو ہم ان پر برکتوں کے دروازے آسمانوں سے اور زمین سے کھول دیتے۔ واتقوا اللہ لعلکم تفلحون اللہ سے ڈرو تاکہ تم فلاح پاؤ ان العاقبۃ للمتقین۔ تحقیق آخر فلاح کیواسطے ہے۔ ھٰذا بیان للناس وھدی وموعظۃ للمتقین یہ قرآن لوگوں کے واسطے ایک بیان اور خدا ترسوں کے واسطے ہدایت نصیحت ہے پس اے پاک بند و خدا سے ڈرو۔ اسی سے خدا کی رحمت ملے گی۔ اسی سے خدا کی نصیحتیں تمہارے دلوں میں گھر کرینگی اسی سے آسمانی اور زمینی برکتوں کے دروازے تم پر کھل جائیں گے۔ اسی سے تمہاری تمام مشکلات حل ہونگی۔ اسی سے تمہارے تمام خوف دور ہونگے اسی سے تمہاری عزت و دولت دنیا میں بڑھے گی اور اسی سے آخرت میں۔ اسی سے خداوند عالم تمہارا حامی و مددگار اور غمگسار بن جائیگا اسی سے تم خدا کے پیارے اور ولی اللہ ہونگے۔ اسی سے تمہاری نسلیں زمین میں پھیلینگی عروج پائیں گی اور زمین کی وارث بنینگی بباک شریروں کی نسلیں تمہارے مقابلہ پر ذلیل و خوار اور ہلاک کر دی جائینگی۔ اسی سے تم خدا کی برکات اور امتیازی آیات حاصل کروگے اسی سے تمہاری بہشتی زندگی اس دنیا میں شروع ہوکر تا ابد رہیگی۔ یہی وعدے او رفرمان تمام آسمانی کتب کے ہیں یہی توریت و انجیل کے اور یہی فرقان کے۔ قرآن مجید کے وعدوں اور فرمانوں کی نسبت کچھ تو سن چکے کچھ اور سن لو ومن یتق اللہ یجعل لہٗ من امرہٖ یسرا جو اللہ سے ڈرتا ہے وہ اپنے حکم سے اس کے واسطے ہر بات میں آسانی کر دیتا ہے ومن یتق اللہ یجعل لہٗ مخرجا و یرزقہ من حیث لا یحتسب جو اللہ سے ڈرتا ہے وہ اس کے واسطے مخلصی کے رستے بنا دیتا اور ایسے ایسے طریق سے رزق پہنچاتا ہے کہ وہ گمان نہیں کرسکتا۔ یاایھا الذین اٰمنوا ان تتقوا اللہ یجعل لکم فرقانا ویکفر عنکم سیئاتکم ویغفر لکم واللہ ذو الفضل العظیم اے مومنو اگر تم اللہ سے ڈرتے رہو وہ تمہارے واسطے فرقان پیدا کرے گا۔ تمہاری بدیوں کو دور کرے گا اور تمہیں اور تمہارے گناہوں کو بخشے گا۔ کیونکہ اللہ بڑے فضل والا ہے۔ فرقان کے معنے ہیں علیحدگی امتیاز اور فیصلہ۔ پس آیت

شریف کا یہ مطلب ہوا کہ اے مومنو اگر تم متقی بنوگے تو اللہ تعالیٰ تمہاری ذات میں ایسے ایسے نشانات برکتیں اور کرامتیں رکھدیگا جو تمکو اور لوگوں سے علیحدہ کر دکھائینگے اور تم صاف طور پر خاصان خدا نظر آؤ گے اور نیز تم میں نیکی بدی کے امتیاز کے واسطے قوت فیصلہ پیدا ہو جاوے گی گویا کہ جیسے قرآن مجید تمام کتب ہائے سماوی میں بالاتر اور حق و باطل میں صاف جدائی کرنیوالا ہے ویسے ہی تم بھی ہو جاؤ گے تمہاری کرامتیں تمکو اوروں سے علیحدہ کردینگی اور تمہاری قوت فیصلہ تمام حق و باطل میں صاف امتیاز کریگی اور تم دیکھوگے کہ اللہ کریم کے کتنے بڑے فضل و کرم ہیں ان اللہ یحب المتقین۔ تحقیق اللہ متقیوں سے محبت کرتا ہے۔ الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون الذین اٰمنوا وکانوا یتقون۔ آگاہ ہو کہ اولیاء اللہ کو نہ تو کچھ خوف ہوتا ہے اور نہ وہ غمناک ہوتے ہیں وہ وہی تو ہیں جو خدا کو مانتے اور اس سے ڈرتے ہیں ولمن خاف مقام ربہٖ جنتان جو اپنے رب کے جلال سے ڈرتا ہے اس کے واسطے دو بہشت ہیں واما من خاف مقام ربہٖ ونھی النفس عن الھویٰ فان الجنۃ ھی الماویٰ پس جو شخص اپنے رب کے جلال سے ڈرتا اور اپنے نفس کو ہوا و ہوس سے روکتا ہے اسکا دار القرار جنت ہے من خشی الرحمٰن بالغیب وجاء بقلب منیب ادخلوھا بسلام ذالک یوم الخلود لھم ما یشاءون فیھا ولدینا مزید جو در پردہ رحمٰن سے ڈرتا اور توبہ کرنیوالے دل کے ساتھ حاضر ہوتا ہے اس کی نسبت کہا جائیگا کہ اسکو سلامتی کیساتھ بہشت میں داخل کرو۔ یہ ہمیشگی کا دن ہے اُن کے واسطے یہاں پر جو کچھ چاہیں حاضر ہے اور ہمارے پاس اور بڑھ کر ہے یعنی وہ نعمتیں اور راحتیں موجود ہیں جنکا وہ خیال نہیں کرسکتے۔

۳۔ تقویٰ ہی ایک ایسا محافظ ہے جو انسان کو بد ارادوں اور بدعملیوں کے وقت فوراً متنبہ کر دیتا اور ضلالت سے بچالیتا ہے۔

جب انسان علیحدگی یا خودمختاری کے وقت کوئی بُرا ارادہ کرتا اور اس کی تکمیل کے واسطے تدابیر سوچتا ہے اسوقت کونسا اتالیق یا اُستاد ہے جو انسان کو ڈراسمجھا کر بدی سے بچا سکے ایسی حالت میں سوائے خوف الٰہی کے اور کوئی واعظ یا محافظ نہیں ہوسکتا۔ ہر ایک

بد عادت عموماً اس طرح پر قائم ہوتی ہے کہ شروع میں خفیہ طور پر اس کا ارادہ ہوتا مگر نور قلب اوس کو دھمکاتا اور منع کرتا ہے۔ بدتعلیموں اور بدصحبتوں سے یہ ارادہ بار بار اوٹھتا اور نور قلب کا مقابلہ کرتا ہے ہوتے ہوتے نیم دلی اور کمزوری کی تدابیر شروع ہوجاتی ہیں اس کشمکش میں نور قلب کمزور ہوتا جاتا اور بُرا ارادہ زور پکڑتا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ اوس کی تکمیل میں کچھ تدبیر کر بیٹھتا ہے۔ مگر پہلی تدبیر کے بعد عموماً انسان پچھتاتا اور توبہ کرتا ہے۔ بُری صحبتیں اور نفسانی جذبات پھر شیطان بنکر اُس کی طبیعت کو بغاوت کی طرف لے جاتے ہیں یہانتک کہ آخرکار نور قلب کے ساتھ سرکشی کر بیٹھتا اور گناہ کا مرتکب ہوتا ہے۔ گر بہت سے خطرات پیش آتے ہیں ایک دفعہ کے ارتکاب کے بعد سخت ندامت ہوتی اور خوف غالب ہوتا ہے خوش نصیب ہے وہ جو اب بھی سنبھل جائے اور آئیندہ کو باز آجائے ایک دفعہ کی بغاوت آئیندہ کے واسطے اندرونی خوف اور فہمائیش کو کسیقدر کمزور کر دیتی ہے اور اصلاح پر آنا مشکل ہوجاتا ہے اسی طرح جب دوبارہ وہی فعل کر بیٹھا پھر تب یہ نور قلب اور بھی ناقص ہوجاتا ہے آخرکار خوف اور حیا کی جگہ طغیان اور بیحیائی غالب ہوجاتی ہیں جو تمام بدکاریوں کی بنیاد ہیں۔

متقی لوگوں میں فطرتی خوف و حیا اس قدر زور پر ہوتی ہیں کہ ارادہ کے ساتھ ہی اُن کا دل تھرتھرانا شروع ہوجاتا اور ارتکاب سے بچ جاتے ہیں اس اندرونی طاقت کی نسبت قرآن کریم فرماتا ہے ان الذین اتقوا اذا مسھم طائف من الشیطان تذکروا فاذا ھم مبصرون۔ تحقیق جو لوگ خدا سے ڈرتے ہیں جب ان کو شیطانی وسوسہ چھوتا ہے تب وہ متنبہ ہوجاتے اور فوراً دیکھنے لگتے ہیں۔ مبارک ہیں وہ لوگ جو شیطانی وسوسہ کے مساس کے ساتھ ہی آگاہ ہوجائیں اور بدارادہ سے باز آجائیں یہی لوگ ہیں جو ہر قسم کی شرارت سے بچ سکتے اور اللہ کی خاص رحمت کے نیچے آجاتے ہیں۔ یہ خدا کے واسطے اور خدا انکے واسطے ہوجاتا ہے۔

۴۔ بدی سے فطرتی تقویٰ زائل ہوجاتا اور نیکی سے ترقی پکڑتا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے۔ ذالکم وصّٰکم بہٖ لعلکم تتقون۔ اللہ تعالیٰ تمکو اس قرآن سے نصیحتیں کرتا ہے۔ تاکہ تم متقی بنے رہو یا بچاؤ یعنی اس قرآن کی تعلیم سے تین قسم کے نتائج پیدا ہوتے ہیں۔ اوّل تو جن لوگوں میں تقویٰ باقی ہے اُن کو اسپر قائم رکھتا ہے اور ترقیات غیر محدود بخشتا ہے۔ دویم جن لوگوں میں یہ روح

زایل ہوچکی اُن کو از سرِنو زندہ کرکے خدا ترس بناتا ہے۔ سوئم جو لوگ شدت کفر اور طغیان سے بالکل مردار ہوچکے اُنپر محض حجت قطع کرتا ہے جیساکہ بارش سے موجودہ نباتات پرورش پاتے اور بڑھتے ہیں اور جو تخم شک ہوکر مردہ کی مثال ہوگئے تھے وہ زندہ ہوجاتے ہیں پھر وہ بھی پرورش پاکر ترقی کرتے ہیں پر جو تخم مردار ہوکر فاسد ہوچکے اُنکو بارش سے کچھہ فایدہ نہیں ہوتا۔

کیا باوا نانک تناسخ کا قایل تھا؟

بعض کا یہہ اعتراض ہے کہ باوا نانک صاحب گرنتھ میں تناسخ کے قایل ہیں پھر کیونکر ان کا مذہب اسلام ہوسکتا ہے سو واضح ہو کہ ہمیں باوا صاحب کے کلمات کا بخوبی علم ہے اور ہمنے قریباً تیس برس تک یہ شغل رکھا ہے باوا صاحب اُس تناسخ کے ہرگز قایل نہیں جس کے آریہ قایل ہیں۔ جیساکہ وہ آپ فرماتے ہیں۔

اول اللہ نور اُپایا قدرت کے سب بندے اکنور سے سب جگ اُپجا کون بھلے کون مندے یعنے خدا نے پہلے نور پیدا کیا اور پھر اُسی نور سے تمام دُنیا کو پیدا کیا پس یہہ تفرقہ کیونکر ہو کہ پیدایش کی رُو سے کوئی بھلا اور کوئی بُرا ہے یعنے یہہ کہنا کہ کوئی جزا کے طور پہ پیدا ہوا اور کوئی سزا کے طور پر یہہ سراسر غلطی ہے کیونکہ سب نور سے پیدا ہوئے ہیں یہ شعر باوا صاحب کا اواگون یعنے تناسخ کے رد میں ہے کیونکہ تناسخ میں یہ کہنا پڑتا ہے کہ نیک عمل والوں کو اچھا جنم ملا اور بدعملوں والوں کو بُرا جنم ملا لیکن حق بات یہہ ہے جو باوا صاحب نے فرمائی کہ روحوں میں پیدایش کی رُو سے نیک بد کی تقسیم نہیں ہوسکتی ہاں اعلیٰ اور ادنیٰ کی تقسیم ہوسکتی ہے جیسے مثلاً کپڑے ایک ہی رنگ سے رنگے جائیں کوئی ہلکا رنگ اور کوئی بہت شوخ تو یہ غلطی ہوگی کہ رنگ کے لحاظ سے انمیں وہ مقابلہ ثابت کریں جو ضدوں میں ہوتا ہے لیکن مراتب کے لحاظ سے اونمیں باہم تفاوت ہوسکتا ہے یعنی ایک بہت شوخ رنگ ہے اور ایک کم اور ایک اُس سے کم یہاں تک کہ ایک اُس ادنیٰ مرتبہ پر ہے جس نے رنگ میں سے بہت ہی کم حصہ لیا ہے سو ایسا شخص جو ربانی فیض کے رنگ سے کم حصہ رکھتا ہے اسی کو قرآنی اصلاح میں شقی کہتے ہیں اور جس نے کامل حصہ لیا اس کا نام سعید ہے خدا تعالیٰ نے اپنی پاک کلام میں مخلوقات کو سعادت اور شقاوت کے دو حصوں پر تقسیم کردیا ہے مگر اون کو حُسن اور قبح کی دو حصوں پر تقسیم نہیں کیا اسمیں حکمت یہ ہے کہ جو خدا تعالیٰ سے صادر ہوا اس کو بُرا تو نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ اُس نے جو کچھہ بنایا وہ سب اچھا ہے۔ ہاں اچھوں میں مراتب ہیں پس جو شخص اچھا ہونیکے رنگ میں نہایت ہی کم حصہ رکھتا ہے وہ حکمی طور پر بُرا ہے اور حقیقی طور پر کوئی بھی بُرا نہیں۔ خدا فرماتا ہے کہ میری مخلوق کو دیکھہ کیا تو اوسمیں کوئی بدی پاتا ہے سو کوئی تاریکی خدا تعالیٰ سے صادر نہیں ہوئی بلکہ جو نور سے دُور جا پڑا وہ مجازاً تاریکی کے حکم میں ہوگیا۔ باوا صاحب کے گرنتھ میں اسکا بہت بیان ہے اور ہر ایک بیان قرآن سے لیا گیا ہے مگر اس طرح نہیں کہ خشک تقلید کے لوگ لیتے ہیں بلکہ سچی باتوں کو سنکر باوا صاحب کی رُوح بول اُوٹھی کہ یہہ سچ ہے پھر اس تحریک سے فطرت نے جوش مارا اور کسی پیرایہ میں بیان کردیا۔ غرض باوا صاحب تناسخ کے ہرگز قایل نہ تھے اور اگر قایل ہوتے تو ہرگز نہ کہتے کہ ہر ایک چیز خدا سے پیدا ہوئی اور کوئی بھی چیز نہیں جو اُس کے نور سے پیدا نہیں ہوئی اور یاد رہے کہ باوا صاحب نے اپنے اس قول میں بھی قرآنی آیت کی طرف اشارہ کیا ہے اور وہ یہہ ہے اللہ نور السمٰوٰت والارض یعنی خدا ہی کے نور سے زمین و آسمان۔۔۔ نکلے ہیں اور اوسی کے نور کے ساتھ قایم ہیں یہی مذہب حق ہے جس سے توحید کامل ہوتی ہے اور خداشناسی کے وسایل میں خلل نہیں ہوتا۔ مگر جو شخص کہتا ہے کہ خدا خالق نہیں وہ گویا یہ کہتا ہے کہ خدا نہیں کیونکہ عام عقلیں خدا کو خدا کے کاموں سے پہچانتی ہیں پھر اگر خدا ارواح اور ذرات عالم کا خالق نہیں تو وسایل معرفت مفقود ہوجائیں گے یا ناقص ہوکر بے فایدہ ٹھہریں گے۔ لیکن جس نے خدا کو خالق الارواح ہونا مان لیا وہ تناسخ کے مسئلہ کو کسیطرح مان نہیں سکتا۔ کیونکہ جس خدا نے خالق ہونے کی حیثیت سے پہلی دُنیا کو کمی بیشی کیساتھ پیدا کیا یعنی کسیکو انسان بنایا کسی کو گھوڑا وغیرہ اور اوسوقت یعنے ابتدا میں گذشتہ اعمال کا وجود نہ تھا۔ کیونکہ خود روحیں نہ تھیں تو پھر اعمال کہاں سے ہوتے تو اس صورت میں وہ خدا جو اپنے اختیار سے برابر مخلوقات میں کمی بیشی کرتا آیا اب کیونکر وہ اعمال کے سوا کمی بیشی نہیں کرسکتا لہٰذا جو لوگ تناسخ یعنی اواگون کو مانتے ہیں وہ جبتک تمام روحوں کو انادی اور غیر مخلوق قرار نہ دیں تب تک ممکن نہیں کہ تناسخ کا خیال بھی ان کے دلوں میں آسکے کیونکہ جبکہ اون کا یہ مذہب ہے کہ ہر ایک روح اور ہر ایک جسم مخلوق ہے تو اس صورت میں اونہوں نے مان لیا کہ کمی بیشی خدا کے ارادہ سے ہے نہ کہ کسی گذشتہ عمل کیوجہ سے تو تناسخ جاتا رہا اور یہ بھی یاد رہے کہ تناسخ ماننے والے کسی طرح موحد نہیں ہوسکتے کیونکہ اون کا تناسخ کا مسئلہ تبہی چلتا ہے جب ذرہ ذرہ کو قدیم اور غیر مخلوق۔ اور اناوی اور اپنے وجود کا آپ ہی خدا قرار دیں مگر کیا ایسا مذہب اس شخص کی طرف منسوب کرسکتے ہیں جو توحید کے دریا میں بڑے زور سے تیر رہا ہے اور کسی چیز کا وجود بجز وسیلہ قدرت کے خود بخود نہیں سمجھتا گیا وہ بزرگ جس کے چولے پر لکھا ہوا ہے کہ خدا تمام ارواح اور تمام موجودات کا خالق ہے۔ اس کی نسبت ایک سیکنڈ کے لئے بھی ہم گمان کرسکتے ہیں کہ نعوذ باللہ وہ اس گندے اعتقاد کو پسند کرتا تھا دوسری یہ کہ اواگون کے لئے شرط ہے کہ کسی کو کبھی جاودانی مکتی نہ ہو اور ہمیشہ خواہ مخواہ مقدس لوگ بھی جونوں میں پھنسے رہیں یہانتک کہ ایسا شخص بھی جو مثلاً ایک زمانہ میں ایک بڑا اوتار ہوچکا ہے اس اعتقاد کے رو سے ممکن ہے کہ وہ کسی دوسرے زمانہ میں اواگون کے چکر میں آکر نجاست کا کیڑا بن جائے اور یہ اعتقاد باوا نانک صاحب کا ہرگز نہیں بلکہ وہ جاودانی مکتی کے قایل ہیں اور اُن کا اعتقاد ایسا نہیں کہ پرمیشر ایک شخص کو قرب کی عزت دیکر اور اسی پر اس کی وفات کرکے پھر اوس کو ذلیل کرے۔ تیسری یہ کہ باوا صاحب اس بات کے قایل ہیں کہ خدا کریم اور رحیم ہے اور توبہ قبول کرنیوالا اور گناہ بخشنے والا اور پروردگار ہے اور یہ سب باتیں اواگون کے عقیدہ کے مخالف ہیں اور باوا صاحب نے صرف ان کو اپنے گرنتھ میں ہی بیان نہیں کیا بلکہ چولا صاحب میں قرآنی آیات کے حوالہ سے بار بار لکھدیا ہے کہ خدا غفور اور رحیم اور تواب اور اپنے بندوں کو بخشنے والا ہے اور ہم باوا صاحب کے گرنتھ میں سے یہ مقامات نہ ایک جگہ بلکہ صدہا جگہ پیش کرسکتے ہیں اور تمام عقلمند جانتے ہیں اور آریوں کو بھی اس بات کا اقرار ہے کہ جو شخص یہ تینوں اسلامی عقیدے رکھتا ہو وہ ہرگز اواگون کا قایل نہیں ہوسکتا مگر اس صورت میں کہ دیوانہ یا پرلے درجہ کا جاہل ہو یہ بھی یاد رہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی بے ادبی نہیں ہوگی کہ نعوذ باللہ اواگون کو باوا صاحب کا عقیدہ ٹھہرا دیا جاوے کیونکہ خدا کو خالق مان کر اور نجات کو ابدی سمجھہ کر اور یہ اعتقاد رکھکر کہ خدا گنہ بخش دیتا ہے۔ پھر تناسخ کا قایل ہونا اُسی شخص کا کام ہے جو پرلے درجہ کا جاہل ہو جو اپنے کلام میں متناقض بیانوں کو جمع کرے اور اسپر اطلاع نہ رکھے۔ اسوقت گرنتھ

ہمارے پاس موجود ہے اور نہ آج سے بلکہ تیس برس سے ہم باوا صاحب کے اصل عقائد کا پتہ لگانے کیلئے جہاں تک انسانی طاقت ہے خوض کر رہے ہیں اور ہماری کامل تحقیقات نے یہی فیصلہ دیا کہ باوا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سچے مسلمان اور ایسے صادق تھے کہ اسلام کے انوار حاصل کرنیکے لئے ساری زندگی بسر کردی ہریک شخص اپنے مُنہ سے تو کہتا ہے کہ میں مسلمان ہوں مگر سچ تو یہ ہے کہ باوا صاحب جیسا نمونہ دکھلانا مشکل ہے وہ انہیں سے تھے جنکو خدا اپنے ہاتھ سے صاف کرتا رہا ہے۔ خدا اُن کو دُور سے کھینچ لایا اور پھر دُور تک آگے لے گیا۔ تیس برس کا عرصہ ہوا کہ مجھے صاف صاف مکاشفات کے ذریعہ سے اُن کے حالات دریافت ہوئے تھے اگر میں جزئاً کہوں تو شاید غلطی ہو مگر میں نے اُسی زمانہ میں ایکدفعہ عالم کشف میں اُنسے ملاقات کی ہاں کوئی صورتیں تھیں جو ملاقات سے مشابہ تھیں چونکہ زمانہ بہت گذر گیا ہے۔ اسلئے اصل صورت اس کشف کی میرے ذہن سے فرو ہو گئی ہے۔ غرض باوا صاحب تناسخ کے قائل ہرگز نہیں تھے اور کوئی اس بات سے دھوکا نہ کھاوے کہ اُن کے بعض اشعار میں ایسے اشارات پائے جاتے ہیں کیونکہ اگر فرض کے طور پر چند اشعار پائے جائیں جنکی ہم تاویل نہ کرسکیں تو پھر ہم اون کے ان بہت سے اشعار کو جو قریباً اون کا سارا گرنتھ ہے کہاں پھینکدیں جو تناسخ کے اصولوں سے مخالف ہیں اسلئے یا تو ہم اونکی تاویل کرینگے اور یا الحاقی ماننا پڑیگا۔ کیونکہ بزرگوں کی کلام میں تناقض روا نہیں ہمنے بہت دیکھا ہے اور تحقیق سے یہ فیصلہ لکھا ہی چاہئیے کہ کوئی جلدی سے انکار نہ کرے یہی سچ ہے اور ماننا پڑیگا۔ پھر یہ بھی یاد رہے کہ صوفی لوگ اسی زندگی میں ایک قسم کے اواگون کے قائل ہیں اور ہر ایک آن کو وہ ایک عالم سمجھتے ہیں اور نیز کہتے ہیں کہ انسان جب تک کمال تک نہیں پہنچتا وہ طرح طرح کے حیوانوں سے مشابہ ہوتا ہے اسی لئے اہل کشف کبھی انسان کو کتے کی صورت میں دیکھتے ہیں اور پھر دوسرے وقت میں بیل کی صورت پر اس کو پاتے ہیں ایسا ہی صدہا صورتیں بدلتی رہتی ہیں اور مدت کے بعد انسان بنتا ہے تب جنموں کی پہانسے ٹوٹتی ہے

پس کیا تعجب کہ باوا صاحب
کی بھی یہی مراد ہو ورنہ
آریوں کے تناسخ
سے باوا صاحب
صریح منکر (حضرت مسیح موعود)
ہیں۔

دربار شام

۵۔ جولائی ۱۹۰۳ء

اپنے الفاظ میں

احمدی کون ہے

حضور علیہ السلام معمول کے موافق شہ نشین پر جلوس فرما ہوئے اور ذیل کی تقریر فرمائی

کہ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ ہماری جماعت میں چندہ دینے والے بہت تھوڑے ہیں آئے دن صدہا آدمی بیعت کرکے چلے جاتے ہیں لیکن دریافت کرنے پر بہت ہی کم تعداد ایسے اشخاص کی ہے جو متواتر ماہ بماہ چندہ دیتے ہیں جو شخص اپنی حیثیت و توفیق کے موافق اس سلسلہ کی چند پیسوں سے امداد نہیں کرتا اس سے اور کیا توقع ہو سکتی ہے اور اس سلسلہ کو اُس کے وجود سے کیا فائدہ ایک معمولی انسان بھی خواہ کتنی ہی شکستہ حالت کا کیوں نہ ہو جب بازار جاتا ہے تو اپنی قدر کے موافق اپنے لئے اور اپنے بچوں کے لئے کچھ نہ کچھ لاتا ہے تو پھر کیا یہ سلسلہ جو اپنی عظیم الشان اغراض کے لئے اللہ تعالےٰ نے قائم کیا ہے اس لائق بھی نہیں کہ وہ اُس کے لئے چند پیسے بھی قربان کرسکے دنیا میں آجکل کونسا سلسلہ ہوا ہے یا ہے جو خواہ دنیوی حیثیت سے ہے یا دینی بغیر مال چل سکتا ہے اللہ تعالیٰ نے دُنیا میں ہر ایک کام اس لئے کہ عالم اسباب میں ہے اسباب سے ہی چلایا جاتا ہے پر کس قدر بخیل و ممسک وہ شخص ہے کہ جو ایسے عالی مقصد کے کامیابی کے لئے ادنی چیز مثل چند پیسے خرچ نہیں کرسکتا ایک وہ زمانہ تھا کہ الہی دین پر لوگ اپنی جانوں کو بھیڑ و بکری کی طرح نثار کرتے تھے مالوں کا تو کیا ذکر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے ایک سے زیادہ دفعہ اپنا کل گھر بار نثار کیا حتی کہ سوئی تک بھی گھر میں نہ رکھا اور ایسا ہی حضرت عمر رضہ نے اپنی بساط و انشراح کے موافق اور عثمان رضہ نے اپنی طاقت و حیثیت کے موافق علیٰ ہذا القیاس علیٰ قدر مراتب تمام صحابہ اپنی جانوں اور مالوں سمیت اس دین الہی پر قربان کرنیکے لئے طیار ہوگئے ایک وہ ہیں کہ بیعت تو کر جاتے ہیں اور اقرار بھی کر جاتے ہیں کہ ہم دنیا پر دین کو مقدم کریں گے مگر مدد و امداد کے موقع پر اپنے جیبوں کو دبا کر پکڑ رکھتے ہیں بھلا ایسی محبت دُنیا سے کوئی دینی مقصد پا سکتا ہے اور کیا ایسے لوگوں کا وجود کچھ بھی نفع رساں ہو سکتا ہے ہرگز نہیں ہرگز نہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لن تنالوا البر حتیٰ تنفقوا مما تحبون جبتک تم اپنے عزیز ترین اشیاء اللہ جلشانہ کے راہ میں خرچ نہ کرو تب تک تم نیکی کو نہیں پا سکتے اسوقت ہماری جماعت قریباً تین لاکھ کے ہے اگر ایک ایک پیسہ ہی اس سلسلہ کی امداد مثل لنگر و مدرسہ وغیرہ امداد میں دیں تو لاکھوں پیسے ہو سکتے ہیں قطرہ قطرہ بہم شود دریا ایک ایک بوند پانی سے دریا بن جاتا ہے تو کیا ایک ایک پیسے سے ہزارہا روپیہ نہیں بن سکتا اور کیا سلسلہ کے ضروریات پوری نہیں ہو سکتیں اگر ایک شخص چار روٹیاں کھاتا ہے آدھی بھی اگر روٹی بچالے تو بھی اس عہد سے عہدہ برآ ہو سکتا ہے۔

البتہ یہ بات بھی قرین قیاس ہے کہ اکثر لوگوں کو اب تک کہا بھی نہیں جاتا کہ ہمارے سلسلہ کے لئے کسی چندہ کی ضرورت ہے بہت سے لوگ روبرو کر بیعت کرکے جاتے ہیں اگر اُن کو کہا جاوے تو ضرور وہ چندہ دیویں مگر ترغیب دینا ضروری ہے پس میں تم میں سے ہر ایک کو جو حاضر یا غائب ہے تاکید کرتا ہوا کہ اپنے بھائیوں کو چندہ سے باخبر کرو اور ہر ایک کمزور بھائی کو بھی چندہ میں شامل کرو یہہ موقع ہاتھ آنیکا نہیں کیسا یہہ زمانہ برکت کا ہے کہ کسی سے جانیں مانگی نہیں جاتیں اور یہ زمانہ جانوں کے دینے کا نہیں بلکہ فقط مالوں کے بقدر استطاعت خرچ کرنے کا ہے اس لئے ہر ایک شخص تھوڑا تھوڑا جو وہ لنگر اور مدرسہ اور دیگر ضروری مدّوں میں دے سکتا ہے دے۔ وہ آدمی جو تھوڑا تھوڑا چندہ دے مگر باقاعدہ اس سے بہتر ہے جو زیادہ دے مگر کاہل کر رہے ناظرین الحکم خوب جانتے ہونگے کہ کتنی دفعہ چندہ کے لئے لکھا گیا اور کسقدر زور دار الفاظ میں حضرت اقدس علیہ السلام نے یا حضرت مولوی حکیم نور الدین صاحب و حضرت مولوی عبد الکریم صاحب و دیگر اصحاب مثل شیخ عبد الرحمن صاحب وغیرہ نے وقتاً فوقتاً الحکم کے ذریعہ برادران کو آگاہ کیا اب ہر ایک احمدی بھائی کا فرض ہے سلسلہ کی روز افزوں اخراجات کا خیال کرکے حتی الوسع امداد دینے میں خود کوشش کرے اور دوسروں کو ترغیب دے چاہیئے کہ کوئی احمدی مرد ہو یا عورت امدادی چندہ سے محروم نہ رہے خواہ ایک پیسہ ہی کیوں نہ ہو۔ بکوشید اے جوانان تا بدیں قوت شود پیدا۔ بہار و رونق اندر

حضرت مرزا صاحب کی محبّت کا اثر

دنیا میں جب غور کرتے ہیں اور تاریخ عالم کی ورق گردانی کرتے ہیں تو یہ امر بسا اوقات دیکھا جاتا ہے کہ ایسے جو فروش گندم نمار مکار اور متفنی آدمی بہت ہوئے ہیں کہ بظاہر عمدہ عمدہ تعلیم پیش کرتے اور مذہب بھی اپنا راستبازوں کا مذہب ظاہر کرتے رہے ہیں اور انکی ظاہری دعاوی کو دیکھکر لوگ اون کے گرویدہ بھی ہو جاتے رہے ہیں لیکن انمیں وہ صداقت اور نور نہیں ہوتا تھا جو مردہ دلوں کو تازگی اور راحت بخشتا ہو جس سے انسان صراط مستقیم پر چلکر ابدی زندگی کا وارث ہو سکے بلکہ اُن کے اعمال خلاف شرح ہوتے ہیں مگر اس امام ہمام کی تعلیم اس قسم کی چوڑی چپڑی نہیں بلکہ فی الحقیقت وہ اُس نور سے مملو ہے جو راستبازوں اور خدا کے مرسلوں کو آسمان سے عطا ہوتا ہے اور جس کا پرتوہ آسپاس کے لوگوں اور ارادتمندوں پر پڑکر ایک عجیب اثر ڈالتا ہے اور جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اون کے طبائع میں فطرتاً گناہوں سے نفرت اور بدافعال سے کنارہ کشی اُن کی عادت ہو جاتی ہے مگر صرف اُنہی لوگوں پر اس نور کا اثر پڑتا ہے جو فطرت قابلہ رکھتے ہوں اور بغیر فطرت قابلہ کے وہ کسی طور سے نور کے پرتوہ سے بہرہ ور نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ ہم اس جسمانی دُنیا میں دیکھتے ہیں کہ آفتاب ایک بڑا نیر روشن اجرام سماویہ میں سے ہے اس کی روشنی اور اس کے شعاعوں سے وہی آنکھیں مستفید ہو سکتی ہیں جو فطرتاً بینائی کا مادہ رکھتی ہوں۔ مثلاً اگر کوئی مادرزاد اندھا کہے کہ مجھے تو آفتاب کی روشنی سے کچھہ نور نہیں ملتا میں کیونکر جانوں کہ آفتاب روشن ہے تو اس کا یہ بات کہنا اُس کی حماقت کی دلیل ہوگی۔ کیونکہ جب اس کی آنکھوں میں روشنی قبول کرنے کا مادہ ہی نہیں تو آفتاب کا کیا قصور ہے وہ تو تمام عالم کو یکساں اپنی شعاعوں سے منور کر رہا ہے۔ جب خود ہی کسی کی آنکھیں نہ ہوں یا اگر ہوں تو اپنی کوٹھڑی کا دروازہ بند کر کے یا کسی تنگ و تاریک غار میں چھپکر بیٹھے تو آفتاب کا اسمیں کیا قصور ہے اسی طرح جو لوگ روحانی نور کے حاصل کرنیکی فطرت قابلہ نہیں رکھتے اور اگر رکھتے ہیں تو دل پر اُس نور کے انوار سے مستفیض ہونا نہیں چاہتے وہ کیونکر روحانی انوار سے بہرہ یاب ہو سکتے ہیں سنت اللہ تو کسی صورت میں بدل نہیں سکتی ولن تجد لسنت اللہ تبدیلا اس کی شاہد ناطق ہے پس ہر حالت میں فطرۃ قابلہ کا ہونا شرط ہے۔ بعض ایسے بھی لوگ ہوتے ہیں کہ ایسے بزرگ کی صحبت میں مدتوں رہتے ہیں مگر اُنکے اخلاق میں بہت تھوڑی تبدیلی ہوتی ہے سو اس کی وجہ یہی ہے کہ جیسے اس قانون قدرت میں ہم دیکھتے ہیں کہ ایک گیلی لکڑی جو خشک نہیں ہوتی بلکہ سخت گیلی ہوتی ہے یا ایسی لکڑی جسمیں مٹی اس کثرت سے بھری ہوئی ہے کہ آگ کا اثر جلد قبول نہیں کر سکتی بلکہ بڑی دیر کے بعد جاکر آگ کا اثر قبول کرتی ہے اسی طرح اس روحانی قانون میں یہی عادت جاری ہے کہ جو مستعد اور غریب دل لے کر بزرگ امام کے پاس آتے ہیں تو جلد تر باطنی نور سے منور ہو جاتے ہیں اور اُس نور کی جھلک صرف اُس کے اخلاق تک ہی محدود نہیں ہوتی بلکہ اُس کے تمام جوارح اور اعضاء سے بھی نور کی جھلک نمودار ہوتی ہے لیکن جو لوگ گیلی لکڑی کی طرح سخت ضعیف الایمان یا مٹی خوردہ لکڑی کی طرح ان کے اخلاق فاضلہ تکبر جلی یا خفی یا کسی اور پوشیدہ یا ظاہر امعاصی سے دب کر اُن کی رُوح نیم مردہ سا ہو گئی ہو وہ مدت مدید کے بعد اُس بزرگ کی صحبت میں رہ کر آہستہ آہستہ پاک ہو سکتے ہیں اور انکے روحانی جذام کے دفعیہ کے لئے جو مدتوں کی بداخلاقیوں اور بداطواریوں کے گندے مادہ سے متعفن ہو کر اور پھوٹ کر بہنے لگتا ہے۔ ان کے لئے بزرگ امام کی انفاس طیبہ اور دعائے سحرگانہ مرہم کا کام دیتی ہیں اور اس طرح سے ردی اور بدبودار مواد رفتہ رفتہ خشک ہوتے جاتے ہیں اور اگر صبر اور تحمل سے اس امام برحق کے گرد و جوار میں مقیم رہیں تو ضرور بر ضرور اُن کے امراض مہلکہ یک قلم موقوف ہو جائیں اور وہ اس طرح دکھلائی دیں کہ گویا انمیں کوئی مرض بھی نہیں تھی یہ باتیں کوئی خیالی اور قیاسی نہیں بلکہ ہمارا ذاتی مشاہدہ ہے کہ خواہ کیسے ہی روحانی امراض میں لوگ گرفتار ہوں اگر وہ پاک اخلاص لیکر اس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں رہیں تو وہ اپنے اعتقاد اور اخلاص کے بموجب ان امراض سے جلد یا دیر میں نجات پا جاتے ہیں۔ سینکڑوں نظیریں موجود ہیں لوگ خود حضرت اقدس کے مرید ہیں میری اس بات کی تصدیق ہر جگہ مشاہدہ کر سکتے ہیں۔ لیکن ہم بھی کسیقدر ظاہر کرتے ہیں کہ لوگوں پر اس وقت تک حضرت اقدس کی صحبت کا کیا اثر ہوا ہے کان کھول کر سنو۔

ہم دیکھتے ہیں کہ لوگ گناہوں سے متنفر ہوتے جاتے ہیں۔ نیکیوں کی طرف زیادہ مائل ہوتے جاتے ہیں تمام بدعادات کو چھوڑ کر بجائے اون کے عمدہ اور پسندیدہ عادات اختیار کرتے جاتے ہیں کینہ اور بغض اور حسد کو دلوں سے دور کر کے باہمی محبت و الفت و یگانگت پیدا کرتے جاتے ہیں خدا اور رسُول کی محبت اون کے رگ و ریشہ میں سرائت کر رہی ہے عبادات میں ان کو لذت اور سرور ہونے لگا ہے اُن کے چہروں سے رشد اور سعادت کے آثار نمودار ہیں وہ اپنے جان و مال کو خدا اور رسُول کے رستہ پر نثار کرنے کو ہر وقت طیار ہیں بخل اور پست فطرتی اُن کے اندر سے مفقود ہو رہی ہے حق اللہ و حق العباد کی پاسداری گویا اون کے مزاجوں کا خمیر بن رہی ہے ہمدردی بنی نوع کو وہ رضائے الٰہی کا باعث سمجھتے ہیں اور اپنے محسنوں کے احسانوں کی بڑی قدر کرتے اور گورنمنٹ وقت کی فرمانبرداری کو جو اون کے جان و مال اور مذہب کی محافظ ہے اپنے لئے فخر اور عزّت کا موجب سمجھتے ہیں انکو قرآن حمید سے ایک خاص عشق اور حدیث رسُولؐ سے ایک بڑا لگاؤ پیدا ہو جاتا ہے اُن کے دل گناہوں اور دُنیا کی آلودگی سے پاک اور صاف ہو کر اس کے لئے مکاشفات و رویا صادقہ و الہامات کا دروازہ کھلتا جاتا ہے اور خداوند تعالیٰ سے ایک خاص تعلق پیدا ہوتا جاتا ہے کہ جس کی وجہ سے وہ اس دنیاء دنی کے تعلقات اور رسم و رواج غیر مسنون کے تعلقات کو توڑنے لگ گئے ہیں غرض ہر طرح سے ان لوگوں کے بشروں سے نور کے آثار بین طور سے ظاہر و باہر ہیں اور دیگر لوگوں سے جو ابتک اس امام برحق کے عتبہ عالیہ سے دور ہیں ان کے ہر فعل و قول اور اون کے تمام حرکات و سکنات میں ایک کھلا کھلا امتیاز اور بین فرق پاؤ گے ✦

ریویو

شاہ مظفر الدین قاچار

منشی محبوب عالم صاحب ایڈیٹر پیسہ اخبار لاہور نے زمانہ موجودہ کے نامور اشخاص کے تذکرات کے سلسلہ میں شاہ ایران کے حالات

ئے گئے ہیں اور موقع بموقع مختلف طرز وضع
ساویر بھی دی ہیں۔ مثلاً عالم شہزادگی وزمانہ
، وغیرہ وغیرہ ایام کی۔ شاہ ناصرالدین قاچار
ں شاہ کے قاتل کی بھی تصویر دی ہے شاہ کے
دستخط کا نمونہ بھی دیا گیا ہے غرض باالاختصار
روری حالات مندرج ہیں کتاب کی ضخامت
اوپر سو صفحہ ہے۔ اس کتاب کے طیار کرنے
واقعی منشی صاحب موصوف نے معمول سے
دہ محنت کی ہے اور اردو دان پبلک پر
ی ہے کہ ایسے اشخاص کی قدر کریں اور اس
ب کی خرید میں مدد دیں۔

فاطمہ علیہ خانم

لمہ علیہ خانم قسطنطنیہ کے مشہور جودت
ا مرحوم کی بیٹی ہیں جنہوں نے سلطنت عثمانیہ
، اپنی تبحر علم کے سبب بہت ناموری پیدا کی ہے
خاتون نامور مدحت افندی کے ارشد تلامذہ
ے ہیں اور اس استاد کو اپنی نیک و لائق
گرد سے اسقدر انس و محبت ہے کہ اُس کے
لات زندگی خود لکھکر آپ نے اس خاتون
، نام پہ یہ کئے ہیں یہ کتاب در اصل ترکی زبان
ں تھی۔ مگر منشی صاحب نے اس کو اردو زبان
ں ترجمہ کر دیا ہے۔ اگرچہ یہ کتاب اس قابل
ہے نہیں کہ اسے سوانح کہا جائے۔ مگر تاہم
ستورات کے لئے مفید ثابت ہوگی۔
کتاب بھی کم و بیش ۱۰۰ صفحہ کی ہے اور عمدہ
اغذ پر چھپی ہے۔ کارخانہ پیسہ اخبار سے ملسکتی ہے

اطاعت خالق و ہمدردی مخلوق

خالق کی اطاعت اس طرح سے کہ اسکی
عزت و جلال اور یگانگت ظاہر کرنے کے لئے
بیعزتی اور ذلت قبول کرنے کے لئے مستعد
ہو اور اُس کی واحدانیت کا نام زندہ کرنے
کے لئے ہزاروں موتوں کے قبول کرنے کے
لئے طیار ہو اور اُس کی فرمانبرداری میں ایک
ہاتھ دوسرے ہاتھ کو بخوشی خاطر کاٹ سکے اور
اُس کے احکام کی عظمت کا پیار اور اس کی رضا
جوئی کی پیاس گناہ سے ایسی نفرت دلاوے
کہ گویا وہ کہا جانیوالی ایک آگ ہے یا ہلاک
کرنیوالی ایک زہر ہے یا بھسم کر دینیوالی
ایک تجلی ہے جس سے اپنی تمام قوتوں کیساتھ
بھاگنا چاہیے۔ غرض اوس کی مرضی ماننے کے
لئے اپنے نفس کی سب مرضیات چھوڑ دے اور
اُس کے پیوند کے لئے جانکاہ زخموں سے
مجروح ہونا قبول کرلے اور اس کے تعلق کا
ثبوت دینے کے لئے سب نفسانی تعلقات
توڑ دے۔ اور خلق اللہ کی خدمت اس
طرح سے کہ جس قدر خلقت کی حاجات ہیں
اور جس قدر مختلف وجوہ اور طرق کی راہ سے
قسام ازل نے بعض کو بعض کا محتاج کر رکھا ہے
ان تمام امور میں محض للہ اپنی حقیقی اور بے غرضانہ
اور سچی ہمدردی سے جو اپنے وجود سے صادر
ہوسکتی ہے انکو نفع پہنچاوے اور ہر یک مدد
کے محتاج کو اپنی خداداد قوت سے مدد دے
اور اون کی دنیا و آخرت دونوں کی اصلاح
کے لئے زور لگاوے
مگر یہہ للہی وقف محض اُس صورت
میں اسم بامسمی ہوگی کہ جب تمام اعضاء
للہی طاعت کے رنگ سے ایسے رنگ پذیر ہو جائیں
کہ گویا وہ ایک الٰہی آلہ ہیں جن کے ذریعے سے
وقتاً فوقتاً افعال الٰہیہ ظہور پذیر ہوتے ہیں۔
یا ایک مصفا آئینہ ہیں جس میں تمام مرضیات
الٰہیہ بصفائے تام عکسی طور پر ظہور پکڑتی رہتی
ہیں۔ اور جب اس درجہ کاملہ پر للہی طاعات
و خدمات پہنچ جائیں تو اس صبغۃ اللہ کی برکت
سے اس وصف کے انسان کی قوے اور جوارح
کی نسبت وحدت شہودی کے طور پر یہ کہنا
صحیح ہوتا ہے کہ مثلاً یہ آنکھیں خدا تعالےٰ کی
آنکھیں اور یہ زبان خدا تعالیٰ کی زبان اور
یہ ہاتھ خدا تعالیٰ کے ہاتھ اور یہ کان خدا تعالیٰ
کے کان اور یہ پاؤں خدا تعالیٰ کے پاؤں
ہیں۔ کیونکہ وہ تمام اعضاء اور قوتیں للہی
راہوں میں خدا تعالیٰ کے ارادوں سے پُر ہوکر
اور اوس کی خواہشوں کی تصویر بنکر اس
لائق ہو جاتے ہیں کہ اون کو اُسی کا روپ
کہا جاوے وجہ یہہ کہ جیسے ایک شخص کے
اعضاء پورے طور پر اس کی مرضی اور ارادہ
کے تابع ہوتے ہیں ایسا ہی کامل انسان اُس
درجہ پر پہنچکر خدا تعالیٰ کی مرضیات و ارادت
سے موافقت تامہ پیدا کرلیتا ہے اور خدا تعالیٰ
کی عظمت اور وحدانیت اور مالکیت اور
معبودیت اور اس کی ہر یک مرضی اور خواہش
کی بات ایسی ہی۔ اُس کو پیاری معلوم ہوتی
ہے کہ جیسے خود خدا تعالیٰ کو۔ سو یہ عظیم الشان
للہی طاعت و خدمت جو پیار اور محبت سے
ملی ہوئی اور خلوص اور حنفیت تامہ سے بھری
ہوئی ہے یہی اسلام اور اسلام کی حقیقت اور
اسلام کا لب لباب ہے جو نفس اور خلق اور ہوا
اور ارادہ سے موت حاصل کرنیکے بعد ملتا ہے۔

سچا طالب

واضح ہو کہ جب کوئی اپنے مولا کا سچا طالب
کامل طور پر اسلام پر قایم ہو جائے اور نہ
کسی تکلف اور بناوٹ سے بلکہ طبعی طور پر
خدا تعالیٰ کی راہوں میں ہر ایک قوت اُس
کے کام میں لگ جاوے تو آخری نتیجہ اُس کی
اس حالت کا یہ ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی الٰہیت
کے اعلیٰ تجلیات تمام حجبت سے مبرا ہوکر اُس
کی طرف رخ کرتے ہیں اور طرح طرح کے
برکات اس پر نازل ہوتے ہیں اور وہ احکام
اور وہ عقائد جو محض ایمان اور سماع کے طور
پر قبول کئے گئے رہتے اب بذریعہ مکاشفات صحیحہ
اور الہامات یقینیہ قطعیہ مشہود اور محسوس طور
پر کھولے جاتے ہیں اور مغلقات شرع اور
دین کے اور اسرار سربستہ ملت حنیفیہ کے اُس پر
منکشف ہو جاتے ہیں اور ملکوت الٰہی کا اسکو
سیر کرایا جاتا ہے تا وہ یقین اور معرفت میں
مرتبہ کامل حاصل کرے۔ اور اُس کی زبان
اور اُس کے بیان اور تمام افعال اور اقوال
اور حرکات سکنات میں ایک برکت رکھی جاتی
ہے اور ایک فوق العادت شجاعت اور استقامت
اور ہمت اُس کو عطا کی جاتی ہے اور شرح صدر
کا ایک اعلیٰ مقام اُس کو عنایت کیا جاتا ہے
اور بشریت کے حجابوں کی تنگدلی اور خست
اور بخل اور بار بار کی لغزش اور تنگ چشمی
اور غلامی شہوات اور ردائت اخلاق اور
ہر ایک قسم کی نفسانی تاریکی بکلی اُس سے
دور کرکے اُس کی جگہ ربانی اخلاق کا نور
بھر دیا جاتا ہے۔ تب وہ بکلی مبدل ہوکر ایک
نئی پیدائش کا پیرایہ پہن لیتا ہے اور خدا تعالیٰ
سے سنتا اور خدائے تعالیٰ سے دیکھتا اور
خدا تعالیٰ کے ساتھ حرکت کرتا اور خدا تعالیٰ
کے ساتھ ٹھہرتا ہے اور اُس کا غضب خدا تعالیٰ
کا غضب اور اُس کا رحم خدا تعالیٰ کا رحم ہو جاتا
ہے اور اس درجہ میں اُس کی دعائیں بطور

اصطفا رکے منظور ہوتی ہیں نہ بطور ابتلا کے
اور وہ زمین پر حجت اللہ اور امام اللہ ہوتا ہے
اور آسمان پر اس کے وجود سے خوشی کی جاتی ہے
اور اعلیٰ سے اعلیٰ محیط جو اوس کو عطا ہوتا ہے
مکالمات الہیہ اور مخاطبات حضرت یزدانی
ہیں جو بغیر شک اور شبہ اور کسی غبار کے چاند
کے نور کی طرح اس کے دل پر نازل ہوتے رہتے
ہیں اور ایک شدید الاثر لذت اپنے ساتھ رکھتے
ہیں اور طمانیت اور تسلی اور سکینت بخشتے ہیں
اور اس کلام اور الہام میں فرق یہ ہے کہ الہام
کا چشمہ تو گویا ہر وقت مقرب لوگوں میں بہتا ہے
اور وہ روح القدس کے بلائے بولتے اور روح القدس
کے دکھائے دیکھتے اور روح القدس کے سنائے
سنتے اور اون کے تمام ارادے روح القدس
کے نفخ سے ہی پیدا ہوتے ہیں اور یہ بات سچ اور
بالکل سچ ہے کہ وہ ظلی طور پر اس آیت کے مصداق
ہوتے ہیں **وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی** لیکن مکالمہ الہیہ ایک
الگ امر ہے اور وہ یہ ہے کہ وحی متلو کی طرح
خدا تعالیٰ کا کلام اُن پر نازل ہوتا ہے اور وہ
اپنے سوالات کا خدا تعالیٰ سے ایسا جواب پاتے
ہیں کہ جیسا ایک دوست دوست کو جواب
دیتا ہے اور اُس کلام کی اگر ہم تعریف کریں تو
صرف اسقدر کر سکتے ہیں کہ وہ اللہ جلشانہ کی ایک
تجلی خاص کا نام ہے جو بذریعہ اس کے مقرب
فرشتہ کے ظہور میں آتی ہے اور اُس سے غرض
یہ ہوتی ہے کہ تا دعا کے قبول ہونے سے اطلاع
دی جاوے یا کوئی نئی اور مخفی بات بتائی جائے
یا آئندہ کی خبروں پر آگاہی دیجاوے یا کسی
امر میں خدا تعالیٰ کی مرضی اور عدم مرضی پر مطلع
کیا جائے یا کسی اور قسم کے واقعات میں یقین
اور معرفت کے مرتبہ تک پہنچایا جاوے بہرحال یہ
وحی ایک الٰہی آواز ہے جو معرفت اور اطمینان
سے رنگین کرنے کے لئے منجانب اللہ پیرایہ مکالمہ
و مخاطبہ میں ظہور پذیر ہوتی ہے اور اس سے
بڑھکر اُس کی کیفیت بیان کرنا غیر ممکن ہے کہ
وہ صرف الٰہی تحریک اور ربانی نفخ سے بغیر کسی قسم
کے فکر اور تدبر اور خوض اور غور اور اپنے نفس
کی دخل کی خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک قدرتی
ندا ہے جو لذیذ اور پر برکت
الفاظ میں محسوس ہوتی
ہے۔ اور اپنے اندر ایک
ربانی تجلی اور الٰہی
سہولت رکھتی
ہے

اسلام

یہ بھی عرض کر دینے کے لائق ہے کہ اسلامی
تعلیم کے رُو سے دین اسلام کے حصے صرف دو
ہیں۔ یا یوں کہہ سکتے ہیں کہ یہ تعلیم دو بڑے
مقاصد پر مشتمل ہے **اوّل**۔ ایک خدا کو جاننا
جیسا کہ وہ فی الواقعہ موجود ہے اور اُس سے
محبت کرنا اور اوسکی سچی اطاعت میں اپنے
وجود کو لگانا جیسا کہ شرط اطاعت و محبت ہے
دوسرا مقصد یہ ہے کہ اون کے بندوں
کی خدمت اور ہمدردی میں اپنے تمام قویٰ
کو خرچ کرنا اور بادشاہ سے لیکر ادنیٰ انسان
تک احسان کرنیوالا ہو شکر گزاری اور احسان
کے ساتھ معاوضہ کرنا اسی لئے ایک سچا مسلمان
جو اپنے دین سے واقعی خبر رکھتا ہو اُس گورنمنٹ
کی نسبت جسکی ظلّ عاطفت کے نیچے امن کے
ساتھ زندگی بسر کرتا ہے ہمیشہ اخلاص اور
اطاعت کا خیال رکھتا ہے اور مذہب کا اختلاف
اوس کو سچی اطاعت اور فرمانبرداری سے
نہیں روکتا لیکن پادریوں نے اس مقام
میں بھی بڑا دہوکہ کھایا ہے اور ایسا سمجھ
لیا ہے کہ گویا اسلام ایک ایسا مذہب ہے
جس کا پابند دوسری قوموں کا بدخواہ اور
بداندیش بلکہ اون کے خون کا پیاسا ہوتا ہے
ہاں یہ قبول کر سکتے ہیں کہ بعض مسلمانوں کی
عملی حالتیں اچھی نہیں ہیں۔ اور جیسا کہ ہر ایک
مذہب کے بعض لوگ غلط خیالات میں مبتلا
ہوکر نالائق حرکات کے مرتکب ہوجاتے ہیں
اسی قماش کے بعض مسلمان بھی پائے
جاتے ہیں۔ مگر جیسا کہ میں نے ابھی بیان کیا ہے
یہہ خدائی تعلیم کا قصور نہیں ہے۔ بلکہ اون
لوگوں کی سمجھ کا قصور ہے جو خدا کی کلام
میں تدبر نہیں کرتے اور اپنے نفس کے جذبات
کے تابع رہتے ہیں۔ خاص کر جہاد کا مسئلہ
جو بڑے نازک شرائط سے وابستہ تھا۔ بعض
نادانوں اور کم عقلوں نے ایسا اولٹا سمجھ لیا
ہے کہ اسلامی تعلیم سے بہت ہی دور جا پڑے
ہیں اسلام ہمیں ہرگز یہ نہیں سکھلاتا کہ ہم ایک
غیر قوم اور غیر مذہب والے بادشاہ کی رعایا ہوکر
اور اوس کی زیر سایہ رہکر ایک دشمن سے امن
میں رہ کر پھر اُسی کی نسبت بداندیشی اور
بغاوت کا خیال دل میں لاویں۔ بلکہ وہ ہمیں
یہ تعلیم دیتا ہے کہ اگر تم اُس بادشاہ کا شکر نہ
کرو جس کے زیر سایہ تم امن میں رہتے ہو تو پھر
تم نے خدا کا شکر بھی نہیں کیا۔ اسلام کی تعلیم
نہایت پر حکمت تعلیم ہے اور وہ اُسی نیکی
کو حقیقی نیکی قرار دیتا ہے جو اپنے موقعہ پر
چسپاں ہو وہ صرف رحم کو پسند نہیں کرتا۔
جبتک اُس کا ضروری نتیجہ رحم نہ ہو۔ اسمیں
کچھ شک نہیں کہ قرآن نے اُن باریک پہلوؤں
کا لحاظ کیا ہے جو انجیل نے نہیں کیا۔ ......
...... قرآن نے ان باریک پہلوؤں کا
لحاظ کیا ہے جو انجیل نے نہیں کیا۔ انجیل کی تعلیم ہے
کہ ایک گال پر طمانچہ کھا کر دوسری بھی پھیر دیجائے
مگر قرآن کہتا ہے:- **جزاء سیئة سیئة مثلھا فمن عفا واصلح فاجرہ علی اللہ**۔
یعنے اصول انصاف یہی ہے کہ جس کو دُکھ پہنچایا
گیا ہے وہ اسی قدر دُکھ پہنچانے کا حق رکھتا
ہے۔ لیکن اگر کوئی معاف کر دے اور معاف
کرنا بے محل نہ ہو بلکہ اُس سے کوئی اصلاح پیدا
ہوتی ہو تو ایسا شخص خدا سے اجر پائے گا۔
ایسا ہی انجیل کہتی ہے کہ کسی نامحرم کی طرف شہوت
سے مت دیکھ" مگر قرآن کہتا ہے کہ نامحرم کی
طرف ہرگز مت دیکھ نہ شہوت سے اور نہ غیر
شہوت سے۔ کیونکہ پاک دل رہنے کے لئے
اس سے عمدہ تر کوئی ذریعہ نہیں ہے۔
اسی طرح قرآن عمیق حکمتوں سے
پُر ہے اور ہر ایک تعلیم میں انجیل کی نسبت
حقیقی نیکی کے سکھلانے کے لئے آگے قدم رکھتا ہے
بالخصوص سچے اور غیر متغیر خدا کے دیکھنے کا چراغ
تو قرآن ہی کے ہاتھ میں ہے **اگر وہ دنیا میں نہ آیا ہوتا** تو خدا جانے دُنیا میں مخلوق
پرستی کا عدد کس نمبر تک پہنچ جاتا۔ سو
شکر کا مقام ہے کہ خدا کی وحدانیت جو زمین
سے گم ہوگئی تھی دوبارہ قائم ہوگئی +

خُلق

سو جاننا چاہیے کہ خلق خا کے
فتح سے ظاہری پیدائش کا نام ہے اور خُلق
خا کے ضمہ سے باطنی پیدائش کا نام ہے اور چونکہ
باطنی پیدائش اخلاق سے ہی کمال کو پہنچتی ہے
نہ صرف طبعی جذبات سے اسلئے اخلاق پر ہی
یہ لفظ بولا گیا ہے طبعی جذبات پر نہیں بولا گیا
اور پھر یہ بات بھی بیان کر دینے کے لائق ہے
کہ جیسا کہ عوام الناس خیال کرتے ہیں کہ خلق صرف

حلیمی اور نرمی اور انکساری کا نام ہے۔ یہ اون کی غلطی ہے۔ بلکہ جو کچھہ بمقابلہ ظاہری اعضاء کے باطن میں انسانی کمالات کی کیفیتیں رکھی گئیں ہیں ان سب کیفیتوں کا نام خلق ہے۔ مثلاً انسان آنکھہ سے روتا ہے اور اس کے مقابل پر دل میں ایک قوت رقت ہے جو جب بذریعہ عقل خداداد کے اپنے محل پر مستعمل ہو تو ایک خلق ہے۔ ایسا ہی انسان ہاتھوں سے دشمن کا مقابلہ کرتا ہے۔ اور اس حرکت کے مقابل پر دل میں ایک قوت ہے جسکو شجاعت کہتے ہیں۔ پس جب انسان محل اور موقعہ کے لحاظ سے اس قوت کو استعمال میں لاتا ہے تو اس کا نام بھی خلق ہے اور ایسا ہی انسان کبھی ہاتھوں کے ذریعہ سے مظلوموں کو ظالموں سے بچانا چاہتا ہے یا ناداروں اور بھوکھوں کو کچھہ دینا چاہتا ہے یا کسی اور طور سے بنی نوع کی خدمت کرنا چاہتا ہے اور اس حرکت کے مقابل پر دل میں ایک قوت ہے جسکو رحم بولتے ہیں اور کبھی انسان اپنے ہاتھوں کے ذریعہ سے ظالم کو سزا دیتا ہے اور اس حرکت کے مقابل پر دل میں ایک قوت ہے۔ جس کو عفو اور صبر کہتے ہیں اور کبھی انسان بنی نوع کو فائدہ پہنچانے کے لئے اپنے ہاتھوں سے کام لیتا ہے یا پیروں سے یا دل اور دماغ سے اور اون کی بہبودی کے لئے اپنا سرمایہ خرچ کرتا ہے اور اس حرکت کے مقابل پر دل میں ایک قوت ہے جسکو سخاوت کہتے ہیں۔ پس جب انسان ان تمام قوتوں کو موقعہ اور محل کے لحاظ سے استعمال کرتا ہے تو اسوقت اون کا نام خلق رکھا جاتا ہے اللہ جلشانہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرکے فرماتا ہے انک لعلی خلق عظیم یعنے تو ایک بزرگ خلق پر قایم ہے سو اسی تشریح کے مطابق اس کے معنے ہیں۔ یعنے یہہ کہ تمام قسمیں اخلاق کی سخاوت۔ شجاعت۔ عدل۔ رحم۔ احسان۔ صدق۔ حوصلہ وغیرہ تجھہ میں جمع ہیں۔ غرض جس قدر انسان کے دل میں قوتیں پائی جاتی ہیں جیساکہ۔ ادب۔ حیا۔ دیانت۔ مروت۔ غیرت۔ استقامت۔ عفت۔ زہادت۔ اعتدال۔ مواسات یعنے ہمدردی ایسا ہی شجاعت۔ سخاوت۔ عفو۔ صبر۔ احسان۔ صدق۔ وفا وغیرہ جب یہہ تمام طبعی حالتیں عقل اور تدبر کے مشورہ سے اپنے اپنے محل اور موقعہ پر ظاہر کئے جائیں گے تو سب کا نام اخلاق ہوگا اور یہ تمام اخلاق درحقیقت انسان کی طبعی حالتیں اور طبعی جذبات ہیں اور صرف اسوقت اخلاق کے نام سے موسوم ہوتے ہیں کہ جب محل اور موقعہ کے لحاظ سے بالارادہ اُنکو استعمال کیا جاوے چونکہ انسان کے طبعی خواص میں سے ایک یہ بھی خاصہ ہے کہ وہ ترقی پذیر جاندار ہے اس لئے وہ سچے مذہب کی پیروی اور نیک صحبتوں اور نیک تعلیموں سے ایسی طبعی جذبات کو اخلاق کے رنگ میں لے آتا ہے اور یہ امر کسی اور جاندار کے لئے نصیب نہیں۔

اور منجملہ انسان کے طبعی امور کے جو اُسکی طبیعت کے لازم حال ہیں ہمدردی خلق کا ایک جوش ہے قومی حمایت کا جوش بالطبع ہر ایک مذہب کے لوگوں میں پایا جاتا ہے اور اکثر لوگ طبعی جوش سے اپنی قوم کی ہمدردی کے لئے دوسروں پر ظلم کر دیتے ہیں گویا انہیں انسان نہیں سمجھتے سو اسحالت کو خلق نہیں کہہ سکتے یہ فقط ایک طبعی جوش ہے اور اگر غور سے دیکھا جائے تو یہہ حالت طبعی کوّوں وغیرہ پرندوں میں بھی پائی جاتی ہے کہ ایک کوّے کے مرنے پر ہزارہا کوّے جمع ہو جاتے ہیں لیکن یہ عادت انسانی اخلاق میں اسوقت داخل ہوگی جبکہ یہہ ہمدردی انصاف اور عدل کی رعایت سے محل اور موقعہ پر ہو اسوقت یہہ ایک عظیم الشان خلق ہوگا جس کا نام عربی میں مواسات اور فارسی میں ہمدردی ہے اسی کی طرف اللہ جلشانہ قرآن شریف میں اشارہ فرماتا ہے تعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان ۵ ولا تھنوا فی ابتغاء القوم ولا تکن للخائنین خصیما ولا تجادل عن الذین یختانون انفسھم ان اللہ لا یحب من کان خوانا اثیما یعنے اپنی قوم کی ہمدردی اور اعانت فقط نیکی کے کاموں میں کرنی چاہئے اور ظلم اور زیادتی کے کاموں میں ان کی اعانت ہرگز نہیں کرنی چاہئے اور قوم کی ہمدردی میں سرگرم رہو لیکن مت اور خیانت کرنیوالوں کی طرف سے مت جھگڑو جو خیانت کرنے سے باز نہیں آتے خدا تعالیٰ خیانت پیشہ لوگوں کو دوست نہیں رکھتا + منجملہ انسان کی طبعی حالتوں کے جو اس کی فطرت کو لازم پڑی ہوئی ہیں ایک اُس برتر ہستی کی تلاش ہے جس کے لئے اندر ہی انسان کے دل میں ایک کشش موجود ہے اور اس تلاش کا اثر اسی وقت سے محسوس ہونے لگتا ہے جبکہ بچہ ماں کے رحم سے باہر آتا ہے کیونکہ بچہ پیدا ہوتے ہی پہلے روحانی خاصیت اپنی ماں کی محبت کی رکھتا ہے اور پھر جیسے جیسے حواس اُس کے کھلتے جاتے ہیں اور شگوفہ فطرۃ اس کا کھلتا جاتا ہے یہ کشش محبت جو اُس کے اندر چھپی ہوئی تھی اپنا رنگ و روپ نمایاں طور پر دکھاتی چلی جاتی ہے۔ پھر تو یہ ہوتا ہے کہ بجز اپنی ماں کی گود کے کسیجگہ آرام نہیں پاتا اور پورا آرام اس کا اسی کے کنار عاطفت میں ہوتا ہے اور اگر ماں سے علیحدہ کر دیا جائے اور دور ڈال دیا جائے تو تمام عیش اُس کا تلخ ہو جاتا ہے۔ اور اگرچہ اس کے آگے نعمتوں کا ایک ڈھیر ڈالدیا جائے تب بھی وہ اپنی سچی خوشحالی ماں کی گود میں ہی دیکھتا ہے اور اُس کے بغیر کسی طرح آرام نہیں پاتا سو وہ کشش محبت جو اوس کو اپنی ماں کی طرف پیدا ہوتی ہے وہ کیا چیز ہے !! درحقیقت یہ وہی کشش ہے جو معبود حقیقی کے لئے بچہ کی فطرۃ میں رکھی گئی ہے بلکہ ہر ایک جگہ جو انسان تعلق محبت پیدا کرتا ہے درحقیقت وہی کشش کام کر رہی ہے اور ہر ایک جگہ جو یہ عاشقانہ جوش دکھلاتا ہے درحقیقت اسی محبت کا وہ ایک عکس ہے گویا دوسری چیزوں کو اوٹھا اوٹھا کر ایک گم شدہ چیز کو تلاش کر رہا ہے جسکا اب نام بھول گیا ہے سو انسان کا مال یا اولاد یا بیوی سے محبت کرنا یا کسی خوش آواز کے گیت کی طرف اس کی روح کا کھینچے جانا درحقیقت اسی گم شدہ محبوب کی تلاش ہے اور چونکہ انسان اوس دقیق در دقیق ہستی کو جو آگ کی طرح ہر ایک میں مخفی اور سب پر پوشیدہ ہے۔ اپنی جسمانی آنکھوں سے دیکھہ نہیں سکتا اور نہ اپنی ناتمام عقل سے اُس کو پا سکتا ہے اس لئے اس کی معرفت کے بارہ میں انسان کو بڑی بڑی غلطی لگی ہیں اور سہو کاریوں سے اس کا حق دوسرے کو دیا گیا ہے۔ خدا نے قرآن شریف میں یہ خوب مثال دی ہے کہ دنیا ایک ایسی شیش محل کی طرح ہے جس کی زمین کا فرش نہایت مصفا شیشوں سے کیا گیا اور پھر اون شیشوں کے نیچے پانی چھوڑا گیا جو نہایت تیزی سے چل رہا ہے اب ہر ایک نظر جو شیشوں پر پڑتی ہے وہ اپنی غلطی سے ان شیشوں کو بھی پانی سمجھہ لیتی ہے اور پھر انسان ان شیشوں پر چلنے سے ایسا ڈرتا ہے جیساکہ پانی سے ڈرنا چاہیے حالانکہ وہ درحقیقت شیشے ہیں مگر صاف اور شفاف سو یہ بڑے بڑے اجرام جو نظر آتے ہیں جیسے آفتاب و مہتاب یہ وہی صاف شیشے ہیں۔ جن کی غلطی سے پرستش کی گئی اور اون کے نیچے ایک اعلی طاقت کام کر رہی ہے جو ان شیشوں کے پردہ میں پانی کی طرح بڑی تیزی سے چل رہی ہے اور مخلوق پرستوں کی نظر کی یہ غلطی ہے کہ انہیں شیشوں کی طرف اس کام کو منسوب کر رہے ہیں جو انکے نیچے کی طاقت دکھلا رہی ہے یہی تفسیر اس آیت کریمہ کی جو انہ صرح ممرد من قواریر ہے غرض کہ چونکہ خدا تعالیٰ کی ذات

حضرت اقدس کا ایک تازہ خط

مندرجہ ذیل خط حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے ایک پُرانے ہندو دوست کے خط کے جواب میں لکھا ہے جس نے اپنے خط میں اپنا یہ مذہب ظاہر کیا تھا کہ سب مذہب خدا ہی کی طرف سے ہیں اس لئے ہر ایک مذہب پر چل کر انسان خدا کو پا سکتا ہے۔ اس کے جواب میں مندرجہ ذیل خط حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لکھا ہے جو ناظرین کے فائدہ کے لئے ہم درج کرتے ہیں۔

آپ نے اپنے خط میں کچھ مذہبی رنگ میں بھی نصائح تحریر فرمائی تھیں مجھکو اس بات سے بہت خوشی ہوئی کہ آپ کو اس عظیم الشان پہلو سے بھی دلچسپی ہے۔ درحقیقت چونکہ دنیا ایک مسافرخانہ ہے اور تھوڑی دیر کے بعد ہم سب لوگ اصلی گھر کی طرف واپس کئے جائیں گے اس لئے ہر ایک کا یہی فرض ہونا چاہئے کہ دین اور مذہب کے عقاید کے معاملہ میں پورے غور سے سوچے پھر جس طریق کو خدا تعالیٰ کی رضامندی کے موافق پاوے اُس کے اختیار کرنے میں کسی ذلت اور بدنامی سے نہ ڈرے اور نہ اہل و عیال اور خویشوں اور فرزندوں کی پرواہ رکھے ہمیشہ صادقوں نے ایسا ہی کیا ہے اور سچائی کے اختیار کرنے میں اُنہوں نے بڑے بڑے دکھ اُٹھائے۔

یہ تو ظاہر ہے کہ خواہ عقائد ہوں یا اعمال دو حال سے خالی نہیں یا سچے ہوتے ہیں یا جھوٹے۔ پھر جھوٹے کو اختیار کرنا درست نہیں ہے مثلاً وید کی طرف یہ ہدایت منسوب کیجاتی ہے کہ اگر کسی عورت کے چند سال تک بیٹا نہ ہو یا بیٹیاں ہی ہوں تو اس کا خاوند اپنی اُس عورت کو دوسرے سے ہمبستر کرا سکتا ہے اور ایسا سلسلہ اُس وقت تک جاری رہ سکتا ہے۔ جب تک ایک بیگانہ مرد کے نطفہ سے گیارہ فرزند نرینہ پیدا ہو جائیں اور شاکت مت میں جو وید کی طرف ہی اپنے تئیں منسوب کرتے ہیں۔ یہ ہدایت ہے کہ اُن کے خاص مذہبی میلوں میں ماں اور بہن سے بھی جماع درست ہے اور ایک شخص دوسرے شخص کی عورت سے زنا کر سکتا ہے اسی طرح دنیا میں ہزارہا ایسے مذہب ہیں کہ اگر انکا ذکر کیا جاوے تو آپ انگشت بدنداں رہیں گے پھر کیونکر ممکن ہے کہ انسان صلح کاری اختیار کر کے ان لوگوں کی ہاں سے ہاں ملاوے ایسا ہی عقائد کا حال ہے بعض لوگ دریاؤں کی پوجا کرتے ہیں بعض لوگ آگ کی بعض سورج کی بعض چاند کی بعض درختوں کی بعض سانپوں اور بلیوں کی اور بعض انسانوں کو درحقیقت خدا سمجھتے ہیں۔ تو کیا ممکن ہے کہ ان سبکو راستباز سمجھا جاوے۔

جو لوگ دنیا کی اصلاح کے لئے آتے ہیں اونکا فرض ہوتا ہے کہ سچائی کو زمین پر پھیلا دیں اور جھوٹ کی بیخکنی کریں وہ سچائی کے دوست اور جھوٹ کے دشمن ہوتے ہیں مثلاً اگر کسی راستباز کو چند ڈاکو یا چکے یا چور یہ ترغیب دیں کہ بذریعہ ڈاکہ یا کیسہ بُری یا نقب زنی کے کوئی مال حاصل کرنا چاہیئے تو کیا جائز ہوگا کہ وہ راستباز اُنکے ساتھ ہو کر ایسے جرائم کا ارتکاب کرے۔ پس مذہب کس چیز کا نام ہے اسی بات کا نام تو مذہب ہے کہ جو عقائد یا اعمال بُرے اور گندے اور ناپاک ہوں اُن سے پرہیز کیا جاوے اور ایسی کتابیں جو ناپاک عقائد یا اعمال سکھلاتی ہیں اُن کو اپنا پیشوا اور رہبر نہ بنایا جاوے میں اس بات کو کسی طرح سمجھ نہیں سکتا کہ ہر ایک مذہب سے صلح رکھی جاوے اور اون کی ہاں میں ہاں ملائی جائے۔ کیونکہ اگر ایسا کیا جاوے تو دُنیا میں کوئی بدی بدی نہیں رہے گی اور ہر قسم کے بدعقائد اور بداعمالیاں نیکیوں میں داخل ہو جائینگی حالانکہ جو شخص ایک نظر دُنیا کے مذاہب پر ڈالے تو اوس کو معلوم ہو جائیگا کہ خداشناسی کے بارے میں ہی کئی عقائد ہیں بعض ناستک مت یعنی دہریہ ہیں وہ خدا کے قائل نہیں ہیں اور بعض انسانوں یا حیوانوں یا اجرام سماوی یا عناصر کو خدا بناتے ہیں خاص آریہ سماجی جو اپنے تئیں ویدوں کے وارث ٹھیراتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ خدا نے ایک ذرہ بھی پیدا نہ کیا اور نہ ارواح پیدا کئے بلکہ یہ تمام چیزیں اور اونکی تمام قوتیں خود بخود ہیں پرمیشر کا امیں کچھ بھی دخل نہیں۔ مگر مجھے اِن حکمان باتوں کو بیان کرنے سے صرف یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ ایک راستباز کے لئے ممکن نہیں کہ ان تمام متناقض امور کو مان لے اور اُنپر ایمان لے آوے جن لوگوں نے خدا تعالیٰ کی عظمت اور توحید اور قدرت کاملہ پر داغ لگایا ہے یا بدکاری کو جائز رکھا ہے میں اسجگہ اون کی نسبت اور اونکی کتاب کی نسبت کچھ نہیں کہتا صرف آپ کو یاد دلاتا ہوں کہ انسان کے لئے ممکن نہیں کہ ناپاک کو بھی ایسا ہی تسلیم کرے جیسا کہ پاک کو کرتا ہے یہ سچ ہے کہ پاک ہونے سے خدا ملتا ہے لیکن ایسے طریقوں سے جو ناپاک عقائد اور ناپاک اعمال پر مشتمل ہیں کیونکر خدا مل سکتا ہے۔ یہ سچ ہے کہ خدا تعالیٰ سے محبت کرنا بہشتی زندگی تک پہنچاتا ہے لیکن جو شخص راجہ رامچندر یا راجہ کرشن یا حضرت عیسیٰ کو خدا سمجھتا ہے یا خدائے قیوم کو ایسا عاجز اور ناقص خیال کرتا ہے کہ ایک ذرہ یا ایک روح کے پیدا کرنے پر بھی قادر نہیں۔ وہ کیونکر اس پاک ذوالجلال کی حقیقی محبت سے حصہ لے سکتا ہے۔ حقیقی اور سچے خدا کو اُس کی پاک اور کامل صفات کے ساتھ جاننا اور اُس کی پاک راہوں کے مطابق چلنا ہی حقیقی نجات ہے اور اس حقیقی نجات کے مخالف جو طریق ہیں وہ سب گمراہی کے طریق ہیں پھر کیونکر ان طریقوں میں پھنسے رہنے سے انسان حقیقی نجات پا سکتا ہے۔

دُنیا میں اکثر یہ واقعہ مشہود ہے کہ ہر ایک شخص اُن خیالات پر بہت بھروسہ رکھتا ہے۔ جن خیالات میں اُس نے پرورش پائی ہے۔ یا جن کو سننے کا اُس کو بہت موقعہ ملا ہے۔ چنانچہ ایک عیسائی بے تکلف کہدیتا ہے کہ عیسیٰ ہی خدا ہے اور ایک ہندو اس بات کے بیان کرنے سے کچھ شرم نہیں کرتا کہ رامچندر اور کرشن درحقیقت خدا ہیں یا دریائے گنگ اپنے پرستاروں کو مرادیں دیتا ہے یا اون کا ایک ایسا خدا ہے جس نے کچھ بھی پیدا نہیں کیا صرف موجودہ اجسام اور ارواح کو جو کسی اتفاق سے خود بخود اور قدیم سے چلے آتے ہیں جوڑتا اس کا کام ہے لیکن یہ تمام بھروسے بے اصل ہیں ان کے ساتھ کوئی دلیل نہیں زندہ خدا کو تلاش کرنا نجات کے طالب کا اصول ہونا چاہئے۔ دنیا رسوم اور عادات کی قید میں ہے ہر ایک شخص جو کسی مذہب میں پیدا ہوتا ہے اکثر بہرحال اُسی کی حمایت کرتا ہے۔ لیکن یہ طریق صحیح نہیں ہے بلکہ صحیح یہ بات ہے کہ جس مذہب کے رو سے زندہ خدا کا پتہ مل سکے اور بڑے بڑے نشانوں اور معجزات سے ثابت ہو کہ وہی خدا ہے اس مذہب کو اختیار کرنا چاہئے کیونکہ اگر درحقیقت خدا موجود ہے اور اُس کی ذات کی قسم کہ درحقیقت وہ موجود ہے تو یہ اسکا کام ہے کہ بندوں پر اپنے تئیں ظاہر کرے۔ اور انسان جو محض اپنی اٹکلوں سے خیال کرتا ہے کہ اس جہان کا ایک خدا ہے وہ اٹکلیں سچی تسلی دینے کے لئے کافی نہیں اور جیسا کہ ایک محجوب اُن روپیوں پر بھروسہ کرتا ہے جو اُس کے صندوق میں بند ہیں اور اُس زمین پر جو اُس کے قبضہ میں ہے اور ان باغات پر جو ہمیشہ صدہا روپیہ کی آمدنی نکالتے ہیں اور اُن لائق بیٹوں پر جو بڑے بڑے عہدوں پر سرفراز ہیں اور ماہ بماہ اپنے باپ کو ہزارہا روپیہ سے مدد کرتے ہیں وہ محجوب ایسا بھروسہ خدا تعالیٰ پر ہرگز نہیں کر سکتا اس کا کیا سبب ہے۔ یہی سبب ہے کہ اوس پر حقیقی ایمان نہیں۔ ایسا ہی ایک غافل جیسا کہ طاعون سے ڈرتا ہے۔

اور اُس گاؤں میں داخل نہیں ہوتا جو طاعون سے ہلاک ہو رہا ہے اور جیسا کہ وہ سانپ سے ڈرتا ہے اور اُس سوراخ میں ہاتھ نہیں ڈالتا جس میں سانپ ہو یا سانپ ہونیکا گمان ہو اور جیسا کہ وہ شیر سے ڈرتا ہے اور اس بَن میں داخل نہیں ہوتا جس میں شیر ہو۔ ایسا ہی وہ خدا سے نہیں ڈرتا اور دلیری کر گناہ کرتا ہے اس کا سبب یہی ہے کہ وہ اگرچہ زبان سے کہتا ہے مگر در اصل خدا تعالیٰ سے غافل اور بہت دُور ہے۔ خدا تعالیٰ پر ایمان لانا کوئی امر سہل نہیں ہے بلکہ جبتک خدا تعالیٰ کے کھلے کھلے نشان ظاہر نہ ہوں اسوقت تک انسان سمجھ بھی نہیں سکتا کہ خدا بھی ہے۔ گو تمام دُنیا اپنی زبان سے کہتی ہے کہ ہم خدا پر ایمان لائے مگر اُن کے اعمال گواہی دے رہے ہیں کہ وہ ایمان نہیں لائے۔ سچا ایمان تجربہ کے بعد حاصل ہوتا ہے مثلاً جب انسان بار بار کے تجربہ سے معلوم کرلیتا ہے کہ سم الفار ایک زہر ہے جو نہایت قلیل مقدار اُسکی قاتل ہے تو وہ سم الفار کہانے سے پرہیز کرتا ہے۔ تب اُس وقت کہہ سکتے ہیں کہ وہ سم الفار کے قاتل ہونے پر ایمان لایا۔ سو جو شخص کسی پہلو سے گناہ میں گرفتار ہے وہ ہنوز خدا پر ایمان ہرگز نہیں لایا اور نہ اس کو شناخت کیا۔

دُنیا بہت سی فضولیوں سے بھری ہوئی ہے اور لوگ ایک جھوٹھی منطق پر راضی ہو رہے ہیں۔ مذہب وہی ہے جو خدا تعالیٰ کو دکہلاتا ہے اور خدا سے ایسا قریب کر دیتا ہے کہ گویا انسان خدا کو دیکھتا ہے اور جب انسان یقین سے بھر جاتا ہے تو خدا تعالیٰ سے اس کا ایک خاص تعلق ہو جاتا ہے وہ گناہ سے اور ہر ایک ناپاکی سے خلاصی پاتا ہے اور اس کا سہارا صرف خدا ہو جاتا ہے اور خدا تعالیٰ اپنے خاص نشانوں سے اور اپنی خاص تجلی سے اور اپنے خاص کلام سے اس پر ظاہر کر دیتا ہے کہ میں موجود ہوں۔ تب اس روز سے وہ جانتا ہے کہ **خدا ہے** اور اسی روز سے وہ پاک کیا جاتا ہے اور اندرونی آلائشیں دور کی جاتی ہیں یہی معرفت ہے جو بہشت کی کنجی ہے مگر بغیر اسلام کے اور کسی کو بھی میسر نہیں آتی۔ یہی خدا تعالیٰ کا ابتدا سے وعدہ ہے جو وہ اُنہی پر ظاہر ہوتا ہے جو اُس کے پاک کلام کی پیروی کرتے ہیں تجربہ سے زیادہ کوئی گواہ نہیں پس جبکہ تجربہ سے ہم دیکھتے ہیں کہ خدا اپنے تئیں بجز اسلام کے کسی پر ظاہر نہیں کرتا۔ اور کسی سے ہمکلام نہیں ہوتا اور کسی کی اپنے زبردست معجزات سے مدد نہیں کرتا تو ہم کیونکر مان لیں کہ دوسرے مذہب میں ایسا ہو سکتا ہے۔

ابھی تھوڑے دن کی بات ہے کہ لیکھرام نامی ایک برہمن جو آریہ تھا قادیان میں میرے پاس آیا اور کہا کہ وید خدا کا کلام ہے قرآن شریف خدا کا کلام نہیں ہے۔ میں نے اُس کو کہا کہ چونکہ تمہارا دعوے ہے کہ وید خدا کا کلام ہے مگر میں اُسکو اُس کی موجودہ حیثیت کے لحاظ سے خدا کا کلام نہیں جانتا کیونکہ اسمیں شرک کی تعلیم ہے اور کئی اور ناپاک تعلیمیں ہیں۔ مگر میں قرآن شریف کو خدا کا کلام جانتا ہوں کیونکہ اسمیں نہ شرک کی تعلیم ہے اور نہ کوئی اور ناپاک تعلیم ہے اور اُس کی پیروی سے زندہ خدا کا چہرہ نظر آجاتا ہے اور معجزات ظاہر ہوتی ہے پس بہت سہل طریق یہ ہے کہ تم وید والے خدا سے میری نسبت کوئی پیشگوئی کرو اور میں قرآن شریف والے خدا سے وحی پاکر کوئی پیشگوئی کرونگا۔ پس اُسنے میری نسبت یہ پیشگوئی کی کہ یہ شخص تین برس تک ہیضہ کی بیماری سے مر جائیگا اور میرے خدا نے یہ ظاہر کیا کہ چھ برس تک لیکھرام بذریعہ قتل نابود ہو جائیگا کیونکہ وہ خدا کے پاک نبی کی بے ادبی میں حد سے گذر گیا۔ اور میرے پر ظاہر کیا گیا کہ اس کے مرنیکے تھوڑی مدت کے بعد پنجاب میں طاعون پھیل جائیگی یہ تمام پیشگوئیاں میں نے اپنی کتابوں میں بار بار شائع کر دی اور یہ بھی شائع کر دیا کہ اگر وید در حقیقت خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے تو اب آریہ سماج والوں کو چاہیئے کہ لیکھرام کی نسبت اپنے پرمیشر سے بہت دعا کریں تا وہ اُس کو بچالے کیونکہ میرے پر ظاہر کیا گیا ہے ان کا پرمیشر اسکو بچا نہیں سکیگا اور ایسا ہی لیکھرام نے بھی میرے نسبت اپنی کتاب میں شائع کر دیا کہ یہ شخص تین برس میں ہیضہ کی بیماری سے فوت ہو جائیگا۔ آخر لیکھرام اپنے قتل ہو جانے سے گواہی دے گیا کہ وید خدا کی طرف سے نہیں ہے۔

اسی طرح نہ ایک نشان بلکہ ہزارہا نشان ظاہر ہوئے جو انسان کی طاقت سے بالاتر ہیں جن سے روز روشن کی طرح کھلگیا کہ دین اسلام ہی دنیا میں سچا مذہب ہے اور سب انسانوں کے اختراع ہیں اور یا کسیوقت سچے تھے اور بعد میں وہ کتابیں بگڑ گئیں۔ اے عزیز ہم آپ کی باتوں کو جو کوئی روشن دلیل ساتھ نہیں رکھتیں کیونکر مان لیں آپ نے جو کچھ لکہا ہے وہ صرف دعوے ہے جس کے ساتھ کوئی دلیل نہیں دُنیا میں ایک ادنیٰ مقدمہ بھی جب کسی عدالت میں پیش ہوتا ہے تو ثبوت کے سوائے کسی حاکم کے نزدیک قابل سماعت نہیں ہوتا اور ایسا مدعی ڈگری حاصل نہیں کرسکتا تو پھر نہ معلوم آپ ان خیالات پر کیونکر بھروسہ رکھتے ہیں جو بے ثبوت ہیں خدا ایک ہے اور اُس کی مرضی ایک ہے پھر وہ کیونکر متناقض امور کا مصداق ہوسکتا ہے اور کیونکر ہم ان سب باتوں کو سچی مان سکتے ہیں کہ عیسےٰ خدا ہے اور رامچندر خدا ہے اور کرشن خدا ہے اور یا کہ خدا ایسا عاجز ہے کہ ایک ذرہ بھی اُس نے پیدا نہیں کیا۔ وہ مذہب قبولیت کے لائق ہے جو ثبوت کا روشن چراغ اپنے ساتھ رکھتا ہے اور وہ اسلام ہے اگر آپ یہ کہیں کہ جو زبردست نشان اور معجزات اسلام میں ظاہر ہوتے ہیں وہ کسی دوسرے مذہب میں بھی ہوتے ہیں تو ہم آپ کی اس بات کو بشوق سنیں گے بشرطیکہ آپ اس کا ثبوت دیں مگر یاد رکھیں کہ یہ آپ کے لئے ہرگز ممکن نہیں ہوگا کہ اس زمانہ میں کوئی ایسا زندہ شخص بھی دکھلا سکیں کہ وہ برکات اور آسمانی نشان جو مجھے ملے ہیں ان وہ مقابلہ کر کے دکھلاوے اب میں آپ کے بعض خیالات کی غلطی کو رفع کرتا ہوں۔

قول آں عزیز خدا نے کافر اور مومن کو اس دُنیا میں یکساں حصہ بخشا ہے **اقول** چونکہ خدا نے ہر ایک کو اپنی طرف بلایا ہے اسلیے سبکو ایسی قوتیں بخشی ہیں کہ اگر وہ ان قوتوں کو ٹھیک طور پر استعمال کریں تو منزل مقصود تک پہنچ جائیں مگر تجربہ سے ثابت ہے کہ بجز اس کے کہ کوئی اسلام پر قدم مارے ہر ایک شخص ان قوتوں کو بے اعتدالی سے استعمال میں لاتا ہے اور منزل مقصود تک نہیں پہنچتا **قول آنعزیز** بہت مشکل ہے کہ تمام لوگ ایک ہی مذہب پر چلیں **اقول** سچے طالب کے لئے ہر ایک مشکل سہل کی جاتی ہے

قول آنعزیز۔ اگرچہ ریل پر چلنے والے بہت آرام پاتے ہیں لیکن اگر کوئی پیادہ پا سفر اختیار کرے تو ریل والے اس کو کافر نہیں کہتے **اقول**۔ یہ قول دینی معاملہ پر چسپاں نہیں ہے اور قیاس مع الفارق ہے خدا کے ملنے کی ایک خاص راہ ہے۔ یعنی معجزات اور نشانوں سے یقین حاصل ہونا اسی پر تزکیہ نفس موقوف ہے اور یقین کے اسباب بجز اسلام کے کسی مذہب میں نہیں۔

قول آنعزیز۔ خدا بے انت ہے سو ہم بے انت کو اسی وقت محسوس کر سکتے ہیں جب پابندی شرع سے باہر ہو جائیں۔ **اقول** شرع عربی لفظ ہے۔ جس کے معنے ہیں راہ یعنے خدا کے پانے کی راہ پس آپ کے کلام کا خلاصہ یہ ہوا کہ جب ہم خدا کے پانے کی راہ چھوڑ دیں تب ہمیں خدا ملیگا اب آپ خود سوچ لیں کہ یہ کیسا مقولہ ہے۔

قول آنعزیز ذات پات نہ پوچھے کو

ہر کو بھیجے سو ہرکا ہو ۲ اقول یہ سچ بات ہے
اس سے اسلام بحث نہیں کرتا کہ کس قوم اور
کس ذات کا آدمی ہے جو شخص راہ راست طلب
کرے گا خواہ وہ کسی قوم کا ہو خدا اسے ملے گا مگر
یہ نہیں کہہ سکتے کہ خواہ کسی مذہب کا پابند ہو خدا
کو مل سکتا ہے کیونکہ جبتک پاک مذہب اختیار
نہیں کرے گا تب تک خدا ہرگز نہیں پائے گا
مذہب اور چیز ہے اور قوم اور چیز

قول آن عزیز یہی وجہ ہے کہ پیروان وید
نے کسی شخص کی پیروی نجات کے لئے محصور نہیں
رکھی۔ اقول ہر شخص کے نزدیک وید کے مؤلف
کی پیروی نجات کے لئے محصور نہیں وہ وید کا
مکذب ہے آپ خود بتلائیں کہ مثلاً ایک شخص
وید کے اصولوں اور تعلیموں کو نہیں مانتا نہ
نیوگ کو مانتا ہے نہ اس بات پر راضی ہوتا ہے
کہ اولاد کی خواہش کے لئے اپنی زندگی میں اپنی
جورو کو ہمبستر کراوے اور یا وہ اس بات کو
نہیں مانتا کہ پرمیشر نے کچھ بھی پیدا نہیں کیا۔
اور تمام روحیں اپنے اپنے وجود کی آپ ہی خدا
ہیں اور یا وہ اگنی وایو سورج وغیرہ کی پرستش
کو نہیں مانتا غرض وہ ہر طرح وید کو ردی کی
طرح خیال کرتا ہے۔ یہاں تک کہ جس پرمیشر کو وید
نے پیش کیا ہے اس کو پرمیشر ہی نہیں جانتا تو کیا ایسے
آدمی کے لئے نجات ہے یا نہیں۔ اگر نجات ہے تو
آپ وید سے ایسی شرتی پیش کریں جو ان مضمون پر
مشتمل ہو اور اگر نجات نہیں تو پھر آپ کا یہ قول
صحیح نہ ہوا کیونکہ ہم لوگ بھی تو صرف اسقدر
کہتے ہیں کہ جو شخص قرآن شریف کی تعلیموں کو
نہیں مانتا اس کو ہرگز نجات نہیں اور اس جہان
میں وہ اندھے کی طرح بسر کرے گا جیسا کہ اللہ
تعالیٰ فرماتا ہے ومن یبتغ غیر الاسلام
دینا فلن یقبل منہ وھو فی الاٰخرۃ
من الخاسرین۔ یعنی قرآن نے جو دین اسلام
پیش کیا ہے جو شخص قرآنی تعلیم کو قبول نہیں
کرے گا وہ مقبول خدا ہرگز نہ ہوگا اور مرنے کے
بعد وہ زیانکاروں میں ہوگا یہ کہنا کہ کسی شخص
کی پیروی وید کے رو سے درست نہیں یہ غلط
ہے جب اس کی کتاب کی پیروی کی تو خود اس
کی پیروی ہو گئی اگر ہندو صاحبان وید کی پیروی
نہیں کرتے تو پھر وید کو پیش کیوں کرتے ہیں۔

قول آن عزیز۔ ہر ملت اور مذہب میں
صاحب کمال گذرے ہیں۔ اقول زمانہ موجودہ میں
بطور ثبوت کے کسی صاحب کمال کو پیش کرنا چاہئے
کیا آپ کے نزدیک پنڈت لیکھرام صاحب کمال تھا
یا نہیں جس کو آج تک آریہ سماجی لوگ روتے
ہیں۔

میں نے آں محب کی دلجوئی کے لئے باوجود کم فرصتی
کے یہ چند سطریں لکھی ہیں۔ امید کہ اس پر غور
فرمائیں گے۔

خاکسار غلام احمد از قادیان

۱۴- جون ۱۹۰۳ء

حضرت امام الزمان کی ڈائری

۲۶- جون ۱۹۰۳ء

دربار شام بوقت ۶ بجے

ایمان کے ساتھ عمل ضروری ہے

فرمایا اسلام کا دعویٰ کرنا اور میرے ہاتھ
پر بیعت توبہ کرنا
کوئی آسان کام نہیں
ہے۔ کیونکہ جبتک ایمان کے ساتھ عمل نہ ہو کچھ نہیں
منہ سے دعوے کرنا اور عمل سے اس کا ثبوت نہ دینا
خدا تعالیٰ کے غضب کو بھڑکاتا ہے اور اس آیت کا
مصداق ہو جاتا ہے۔
یا ایھا الذین آمنوا لم تقولون مالا
تفعلون۔ کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا
مالا تفعلون۔ یعنے اے ایمان والو تم وہ
بات کیوں کہتے ہو جو تم نہیں کرتے ہو۔ یہ امر
کہ تم وہ باتیں کہو جنپر تم عمل نہیں کرتے خدا تعالیٰ
کے نزدیک بڑے غضب کا موجب ہیں۔
پس انسان جس کو اسلام کا دعوے ہے یا
جو میرے ہاتھ پر توبہ کرتا ہے اگر وہ اپنے آپ
کو اس دعوے کے موافق نہیں بناتا اور اس کے
اندر کھوٹ رہتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے بڑے
غضب کے نیچے آ جاتا ہے اس سے بچنا لازم ہے

شرعی اور کونی اوامر

فرمایا اوامر کی دو قسمیں
ہوتی ہیں ایک امر شرعی
ہوتا ہے جس کے بخلاف
انسان کر سکتا ہے دوسرے
اوامر کونی ہوتے ہیں جس کا خلاف ہو ہی نہیں
سکتا جیسا کہ فرمایا قلنا یا نار کونی بردا وسلما
علی ابراھیم۔ اسمیں کوئی خلاف نہیں کر سکتا
چنانچہ آگ اس حکم کے خلاف ہرگز نہ کر سکتی تھی
انسان کو جو حکم اللہ تعالیٰ نے شریعت کے رنگ
میں دئے ہیں جیسے اقیموا الصلوٰۃ نماز کو قائم
رکھو یا فرمایا واستعینوا بالصبر والصلوٰۃ
ان پر جب وہ ایک عرصہ تک قائم رہتا ہے تو یہ
احکام ہی شرعی رنگ سے نکلکر کونی رنگ اختیار
کر لیتے ہیں اور پھر وہ ان احکام کی خلاف ورزی
کر ہی نہیں سکتا۔

دربار شام

۲۸- جون ۱۹۰۳ء

آدم کی خلافت کسی قوم پر تھی یا نہیں۔

ایک شخص کے
اس سوال پر
کہ آدم علیہ السلام
جو خلیفہ بنائے گئے
تھے تو اس وقت کوئی ۔۔۔۔ قوم موجود تھی تو
پھر حوا کی نئی پیدائش کی ضرورت نہ تھی
اسی موجودہ قوم سے نکاح کر سکتے تھے فرمایا
حدیث شریف میں آیا ہے ومن حسن الاسلام
ترک مالا یعنیہ یعنے ہیچ در ہیچ غیر مفید امور
کو ترک کر دینا بھی اسلام کی خوبی ہے قرآن شریف
میں جو فرمایا گیا ہے انی جاعل فی الارض خلیفۃ
اس سے مستنبط ہوتا ہے کہ پہلے سے اسوقت
کوئی قوم موجود ہو اور دوسری جگہ اللہ تعالیٰ
فرماتا ہے والجان خلقنہ من قبل من
نار السموم ایک قوم جان بھی آدم علیہ الصلوٰۃ
والسلام سے پہلے موجود تھی۔ اور ایسا ہی بخاری
میں ایک حدیث ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ
اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے خالق ہے۔ اور حق بھی یہی
ہے کیونکہ اگر اس کو ہمیشہ سے خالق نہ مانیں تو پھر
نعوذ باللہ اس کی ذات پر حرف آتا ہے اور یہ
ماننا پڑے گا کہ آدم سے پہلے وہ معطل تھا اور
قرآن شریف میں جو ترکیب ہے وہ اللہ تعالیٰ
کی صفات کے استمرار پر دلالت کرتی ہے اور
اگر آدم سے پہلے خلق نہ ہوتی تو یہ ترکیب ہوتی
پس آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پہلے مخلوق تو
تھی۔
سوال کے دوسرے حصہ کی بابت یاد رکھنا چاہئے
کہ ممکن ہے جس مقام پر آدم علیہ السلام کی پیدائش
ہوئی ہو وہاں کے لوگ کسی عذاب الٰہی سے ایسے
تباہ ہو گئے ہوں کہ کوئی آدمی نہ بچا ہو اور دنیا
میں اس قسم کا سلسلہ دیکھا جاتا ہے کوئی سلطنت کل
تباہ ہو جاتا ہے اور کوئی غیر آباد آباد ہو جاتا ہے

چنانچہ یہی وجہ ہے کہ اہل یوروپ اب تک قطب شمالی میں کسی آبادی کی تلاش کر رہے ہیں تا یہ معلوم کریں کہ اوّل کون سے قطعات زمین آباد تھے مگر ایسی مشکلات میں پڑنے کی کچھ ضرورت نہیں ہے۔ ایمان لانا چاہیئے کہ خدا تعالےٰ رب رحمٰن۔ رحیم۔ مالک یوم الدین ہے اور ہمیشہ سے ہر جاندار کی پیدائش ایک تکوں سے ہوتی ہے اور ایک تکوین کو ممکن ہے کہ آدم کے وقت اور مخلوق ہو اور اسکی جنس سے نہ ہو یا اگر ہو بھی تو اس میں کیا حرج ہے کہ قدرت نمائی کے لئے آدم کی پسلی سے حوّا کو پیدا کر دیا ہے۔

انسان کو بیعت کر کے سب امر و نہی ماننے چاہئیں اور اللہ تعالیٰ کی قدرتوں پر ایمان لانا چاہیئے وہ ہر چیز پر قادر ہے ممکن ہے کہ ایک قوم موجود ہو اور وہ اُس کے ہوتے ہوئے ایک اور قوم پیدا کر دے یا اسے ہلاک کر کے دوسری قوم پیدا کرے حضرت موسےٰ علیہ السلام کے قصہ میں بھی ایک جگہ ایسا واقعہ بیان ہوا ہے۔

یہ بھی یاد رکھو کہ خلیفہ کے لئے ضروری نہیں ہے کہ ایک قوم ضرور ہی پہلے سے موجود ہو ایسا ہو سکتا ہے کہ اور قوم پیدا کر کے پہلی قوم کا اسے خلیفہ بنا یا جاوے اور آدم اور اس کے مورث اعلی ہوں۔ انسان چونکہ ازلی ابدی نہیں اس پر تغیرات آتے ہیں۔ مگر خدا تعالیٰ پر نہیں آتے۔ یہی وجہ ہے کہ مجھے بھی آدم کہا گیا ہے اس کا سر یہ ہے کہ جب روحانیت پر موت آجاتی ہے اور اصل انسانیت فوت ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ ایک شخص کو بطور آدم پیدا کرتا ہے اور اسی طرح یہ سلسلہ جاری رہتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی عادت ہے کہ بعض فرقوں کو ہلاک کر دیتا ہے جیسے نوحؑ کے وقت بھی کیا اور پھر ایک نئی پیدائش کی اگر یہ سلسلہ ہلاکت نہ ہو تو پھر زمین پر اسقدر آبادی ہو کہ رہنا محال ہو جاوے ان قبروں نے ہی پردہ پوشی کی ہوئی ہے +

ہمارے معزز خریداران الحکم۔ ازراہ عنایت اپنا اپنا بقایا و چندہ سال رواں جلد ارسال فرماویں مطبع کو مالی مشکلات کے سبب سخت تکلیف اُٹھانی پڑتی ہے۔ وقت پر برادران کی توجہ دربارہ ترسیل زر باعث شکر گذاری ہوگی

بیعت

از اجاء نصر الله والفتح وانتهى

امر الزمان الینا الیس ھذا

بالحق

موالابخش ولد کریم بخش ۔ گورداس ننگل۔ گورداسپور
عبد الغفار ولد رحیم بخش۔ پسرور ۔ سیالکوٹ
حافظ محمد اسمٰعیل ولد اللہ بندہ ۔ سید والہ ۔ منٹگمری
عبد الرحمٰن " - " - "
روشنائی بی بی زوجہ حلیم " - " - "
عائشہ بی بی ولد حلیم ... " - "
صاحب بی بی }
جنت بی بی } " ... " - "
بوڑا .... " - "
علم دین طالبعلم ولد حیات ۔ مصطفےٰ ۔ لاہور
بہادر .... ہکہ حاجی ۔ منٹگمری
والدہ مولوی نور الدین ۔ دہرکوٹ بگہ ۔ گورداسپور
شاہو ۔ نتھو ۔ فضل حق ۔ " - "
غلام محمد ۔ اسمٰعیل ۔ زینب بی بی ۔ " - "
مسماۃ اللہ رکھی .... " - "
جیون ۔ فضل الدین ۔ راجیکی ۔ گجرات
سید لعل شاہ صاحب برق ۔ نوشہرہ ۔ پشاور
اہلیہ سید لعل شاہ صاحب " - "
پیر بخش ۔ خاص در شہر ڈیرہ غازیخان
غلام رسول ولد غلام حیدر + محمد صدیق ولد احمد جیو
حسن طالع ولد محمد صدیق } نور محمد ولد سلطان
غلام فاطمہ ۔ " } احمد ولد نور محمد
مسماۃ خاتون زوجہ " } اہلیہ نور محمد
محمد اسحاق ۔ محمد رفیق ولد غلام حیدر
محمد ولد نور محمد + مسماۃ بھاگاں ۔
چوہدری شنانان ولد ہمت ۔ قصور ۔ لاہور
بہادر ولد " + فتح دین ۔ " - "
سکندر ولد بہادر + سردار ولد کالو ۔ " - "
محمد ولد کالو + بہرام ولد سردا ۔ " - "
چوغطہ ۔ جمال الدین ولد نہمادا ۔ " - "
نکھا ۔ ستار دین ۔ " - "
نواب ولد عمر + نور ماہی ولد خدا بخش " - "
دینا ۔ اہلیہ دینا ۔ نواب ..... " - "
اللہ دین و قادر بخش ولد نور احمد ۔ " - "
حکیم حاجی رحمت اللہ صاحب ۔ راہوں ۔ جالندہر
زوجہ " - " - "
محمد ابراہیم " - " - "

خیر بی بی دختر حاجی رحمت اللہ صاحب ۔ راہوں ۔ جالندہر
برکت بی بی ۔ فاطمہ بی بی ۔ " - "
حاکم ولد غلام محمد + میاں علی محمد ولد جان محمد ۔ خوشاب ۔ شاہپور
سید پیر شاہ صاحب ۔ دہار روال ۔ گجرات
نور محمد صاحب واعظ ۔ شوحین ۔ بہاملک
امام الدین ولد رستم گنگو ۔ پاپیر کوٹ ۔ گوجرانوالہ
پیر محمد ۔ نور محمد ۔ محمد اسحاق ولد امام الدین ۔ " - "
سماعیل ولد احمد یار ۔ گکھڑی غوث ۔ "
اللہ دین ولد قادر بخش }
سردار ولد اللہ دین } " - "
غلام محمد ولد " }
مرزا ولد اللہ دین ۔ پیرکوٹ ۔ گوجرانوالہ
کرم بی بی زوجہ اللہ دین ۔ " - "
سید ولد بالی ۔ " - "
غلام ولد امام الدین " - "
امام الدین ولد عظمت " - "
امام بی بی زوجہ امام الدین ۔ " - "
حیات ولد امام الدین ۔ " - "
مراد و سردار ۔ " - "
بخت بہری دختر " - "
غلام علی ولد فضلدین ۔ " - "
کرم بی بی زوجہ فضلدین ۔ " - "
محمد علی ولد فضل الدین ۔ " - "
امیر بی بی دختر " - "
قطب الدین ولد احمد یار " - "
روشنائی زوجہ قطب الدین ۔ " - "
غوث محمد ۔ علی محمد ۔ " - "
رحمت بی بی دختر " - "
خان بی بی زوجہ احمد یار ۔ " - "
لال ولد امام بخش ۔ " - "
روشنائی زوجہ لال ۔ " - "
مراد بی بی دختر لال " - "
فتح دین ولد امام بخش تہابل ۔ "
مریم بی بی زوجہ فتح دین " - "
زینب بی بی دختر " " - "
ملا ولد شہزادہ ۔ " - "
ست بھرائی زوجہ ملا ۔ " - "
اللہ دین ولد حسن ۔ " - "
اللہ جوائی زوجہ اللہ دین ۔ " - "
مہتاب دین ولد مولوی جلال الدین ۔ پیرکوٹ ۔ "
مراد بخش ولد مہتاب الدین ۔ " - "
چوہڑ ولد فتح دین ۔ مانگٹ ۔ "
حیات ولد چوہڑ ۔ " - "
حسن بی بی دختر " - "
محمد بی بی زوجہ " - "
روشن ولد عمر بخش " - "
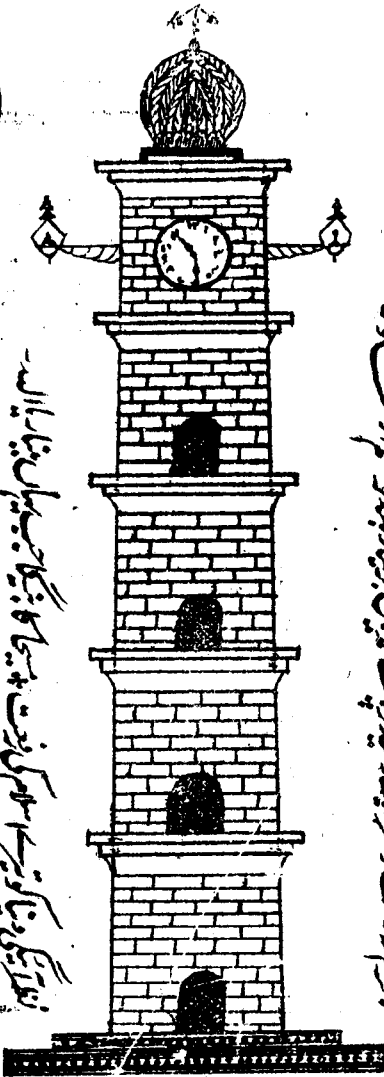
انوار احمدیہ پریس قادیان میں باہتمام شیخ یعقوب علی ایڈیٹر و مالک مطبع کے چھپکر شائع ہوا

رجسٹرڈ ایل نمبر ۷۸

ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسہم

انا الحکم

الحکم

حضرت قادیان دارالامان سے

چہ گویم با تو گر آئی چہا در قادیان بینی

دوا بینی شفا بینی غرض دار الامان بینی

شیخ یعقوب علی تراب ایڈیٹر

جلد ۷ | نمبر ۲۶ | مورخہ ۱۷ - جولائی ۱۹۰۳ء مطابق ۲۱ - ربیع الثانی سنہ ۱۳۲۱ھ روز جمعہ

کلمات طیبات حضرت امام الزمان سلمہ الرحمٰن

خان عجب خانصاحب - ایک بار میں پادریوں کے اعتراضوں سے بہت ہی تنگ ہو گیا - وہ میرے لڑکپن کا زمانہ تھا اس وقت میں نے دعا کی کہ اے اللہ اسلام کو غالب کر - خدا کا شکر ہے کہ وہ وقت اب آ گیا مگر مجھے افسوس ہے کہ اس نصرت کے وقت لوگ مخالفت کرتے ہیں ۔

حضرت اقدس - یہ بالکل سچ ہے عیسائیوں نے اسلام کی نیست و نابود کرنے کے لئے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا جس جس طرح سے ان کا قابو چلا اونہوں نے اسلام کے شجر پر تبر چلایا ہے - لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ آپ اس کا محافظ اور ناصر تھا اس لئے وہ اپنے ارادوں میں مایوس اور نامراد ہوئے ۔ اور یہ مسلمانوں کی بدقسمتی ہے کہ اسوقت جب ایسی حالت ہو رہی تھی اور یہ اسلام کی اس قدر مخالفت کی جاتی تھی اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے یہ سلسلہ عظمت رسوم کو قایم کرنے کے واسطے کھڑا کیا اور اس کی تائید اور نصرت ہر ایک پہلو سے کی ، وہ بجائے اس کے کہ اس سلسلہ کی قدر کرتے اور اس پیاسے کی طرح جس کو ٹھنڈے اور برفاب پانی کا پیالہ ملجاوے شکر کرتے اونہوں نے مخالفت شروع کی اور اسی طریق پر جو ہمیشہ سے سنت اللہ چلی آتی ہے ہنسی اور استہزا سے کام لیا - خدا تعالیٰ کے نشانوں کو حقارت کی نظر سے دیکھا اور ان سے منہ پھیر لیا مجھے ان لوگوں کی حالت پر رحم اور افسوس آتا ہے کہ یہ کیوں غور نہیں کرتے اور منہاج نبوت پر اس سلسلے کی سچائی کو نہیں سمجھتے ۔

وہ دیکھتے کہ اسقدر نصرتیں اور تائیدیں جو اللہ تعالیٰ کر رہا ہے کیا یہ کسی مفتری اور کذاب کو بھی مل سکتی ہیں ؟ ہرگز نہیں کوئی شخص نصرت الہی کے بغیر اسقدر دعوی کب کر سکتا ہے ؛ کیا وہ تھکتا نہیں ؟ اور پھر اللہ تعالیٰ مفتری کیلئے اسقدر غیرت نہیں دکھاتا کہ اسے ہلاک کرے بلکہ اوس کو مہلت دیتا جاتا ہے اور نہ صرف مہلت بلکہ اسکی پیشگوئیوں کو بھی سچا کر دیتا ہے اور سعید لوگوں کے مقابلے میں جو اس کی مخالفت کرتے ہیں - اسی کی تائید کرتا ہے اور اسیکو فتح دیتا ہے انسانی حکومت کے مقابلہ میں اگر کوئی شخص افترا کرتا ہے اور جھوٹی حالت بنا کر کہے کہ میں عہدہ دار ہوں تو وہ پکڑا جاتا ہے اور اسکو سخت سزا دیجاتی ہے لیکن کیا یہ تعجب کی بات نہیں کہ ایک مفتری اللہ تعالیٰ پر افترا کرتا جاوے اور پھر نشان بھی دکھاتا جاوے اور اسے کوئی نہ پکڑے ۔

براہین احمدیہ کی اشاعت کو بیس برس کے قریب ہوئے یہ وہ زمانہ تھا جبکہ گاؤں میں بھی ہم کو کوئی شناخت نہیں کرتا تھا گاؤں والے موجود ہیں خود مولوی محمد حسین جس نے اس کتاب پر ریویو لکھا ہے زندہ موجود ہے - اس سے پوچھو کہ اسوقت کیا حال تھا ایسے وقت خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ فوج در فوج لوگ تیرے

پاس آئیں گے یاتون من کل فج عمیق دور دراز سے تیرے پاس لوگ آئیں گے اور تحائف آئیں گے اور پھر یہ بھی کہا کہ لوگوں سے تھکنا مت اب کوئی سوچے اور دیکھے کہ خدا تعالیٰ کے یہ وعدے کسطرح پورے ہوئے ہیں + ان فہرستوں کو گورنمنٹ کے پاس دیکھے جو آنے والے مہمانوں کی مرتب ہوکر ہفتہ وار جاتی ہیں اور ڈاکخانہ اور ریل کے رجسٹروں کی پڑتال کرے جس سے پتہ لگے گا کہاں کہاں سے تحائف اور روپیہ آرہا ہے اور قادیان میں بیٹھ کر دیکھے کہ کسقدر ہجوم اور انبوہ مخلوق کا ہوتا ہے اگر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اُس کی طرف سے بشارت اور قوت نہ ملے تو انسان تھک جاوے۔

اور ملاقاتوں سے گھبرا اُٹھے مگر جیسے اوس نے یہ الہام کیا کہ گھبرانا نہ ویسے ہی قوت بھی عطا کی کہ گھبراہٹ ہوتی ہی نہیں۔ اور ایسا ہی انگریزی اردو عربی عبرانی میں بہت سے الہامات ہوئے جو اسوقت سے چھپے ہوئے موجود ہیں اور پورے ہو رہے ہیں اب خدا ترس دل لیکر میرے معاملہ پر غور کرتے تو ایک نور ان کی رہبری کرتا اور خدا کی روح اُنپر سکینت اور اطمینان کی راہیں کھول دیتی وہ دیکھتے کہ کیا یہ انسانی طاقت کے اندر ہے جو اس قسم کی پیشگوئی کرے انسان کو اپنی زندگی کے ایک دم کا بھروسہ نہیں ہوسکتا تو یہ کسطرح کرسکتا ہے کہ تیرے پاس دور دراز سے مخلوق آئیگی اور ایسے زمانے میں خبر دیتا ہے جبکہ وہ محجوب ہے اور اُس کو کوئی اپنے گاؤں میں بھی شناخت نہیں کرتا۔ پھر وہ پیشگوئی پوری ہوتی ہے اسکی مخالفت میں ناخنوں تک زور لگایا جاتا ہے اور اُس کے تباہ کرنے اور معدوم کرنے میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی جاتی مگر اللہ تعالیٰ اس کو برومند کرتا اور ہر نئی مخالفت پر اسکو عظیم الشان ترقی بخشتا ہے کیا یہ خدا کے کام ہیں؟ یا انسانی منصوبوں کے نتیجے؟ اصل یہی ہے کہ یہ خدا تعالیٰ کے کام ہیں اور لوگوں کی نظروں میں عجیب

مولویوں نے مخالفت کے لئے جہلا کو کہ بھڑکایا اور عوام کو جوش دلایا۔ قتل کے فتوے دئے۔ کفر کے فتوے شائع کئے اور ہر طرح سے عام لوگوں کو مخالفت کے لئے آمادہ کیا؟ مگر کیا ہوا۔ اللہ تعالیٰ کی نصرتیں اور تائیدیں اور بھی زور کے ساتھ ہوئیں اسی کے موافق جو اُس نے کہا تھا کہ دُنیا میں ایک نذیر آیا پر دُنیا نے اُس کو قبول نہ کیا۔ مگر خدا تعالیٰ اُسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اُس کی سچائی ظاہر کرے گا + جو مولوی مخالفت کے لئے شور مچاتے اور لوگوں کو بھڑکاتے ہیں۔ یہی پہلے منبروں پر چڑھ کر رو رو کر دعائیں کیا کرتے اور کہا کرتے تھے کہ اب مہدی کا وقت آگیا لیکن جب آنیوالا مہدی آیا تو یہی شور مچانے والے ٹھیرے اور اسی مہدی کو مضل اور ضال و دجال کہا اور یہاں تک مخالفت کی کہ اپنے خیال میں عدالتوں تک پہنچا کر اس سلسلہ کو بند کرنا چاہا مگر کیا وہ جو خدا کی طرف سے آیا ہے وہ ان لوگوں کی مخالفت سے رک سکتا ہے اور بند ہوسکتا ہے کیا یہ خدا تعالیٰ کا نشان نہیں اگر یہ اب بھی نہیں مانتے تو آدم سے لے کر اسوقت تک کوئی نظیر دو۔ کہ اسطرح پر بیس برس پہلے ایک آنیوالے زمانہ کی خبر دی اور پھر ایسی حالت میں کہ لوگوں نے اس پیشگوئی کو روکنے کی بہت کوشش کی وہ پیشگوئی پوری ہوگئی اور لوگوں کا کثرت کے ساتھ رجوع ہوا۔ کیا یہ نشان کم ہے؟ اوسکی نظیر دکھاؤ۔ پھر احادیث میں پڑھتے تھے کہ مہدی کے زمانہ میں رمضان کے مہینے میں کسوف خسوف ہوگا اور جب تک نشان پورا نہیں ہوا تھا اوسوقت تک شور مچاتے تھے کہ یہ نشان پورا نہیں ہوا۔

لیکن اب ساری دنیا قریباً گواہ ہے کہ یہ نشان پورا ہوا۔ یہاں تک کہ امریکہ میں بھی ہوا اور دوسرے ممالک میں بھی پورا ہوا۔ اور اب وہی جو اس نشان کو آیات مہدی میں سے ٹھہراتے تھے اس کے پورا ہونے پر اپنے ہی منہ سے اس کی تکذیب کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ حدیث ہی قابل اعتبار نہیں۔ اللہ تعالیٰ اون کی حالت پر رحم کرے۔ میری مخالفت کی یہ لعنت پڑی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کی بھی تکذیب کر بیٹھے ہیں۔

پھر مسیح موعود کے وقت کا ایک نشان طاعون کا تھا انجیل توریت میں بھی یہ نشان موجود تھا اور قرآن شریف سے بھی ا[illegible] معلوم ہوتا ہے کہ یہ نشان مسیح موعود کا خدا تعالیٰ نے ٹھیرایا تھا چنانچہ فرمایا۔ وان من قریۃ الا نحن مھلکوھا

یہ باتیں معمولی نہیں ہیں بلکہ غور سے سمجھنے کے لائق ہیں اور اب دیکھ لو کہ کیا طاعون ملک میں پھیلی ہوئی ہے یا نہیں! اسے کوئی بھی انکار نہیں کرسکتا۔ میں نے جب طاعون کے پھیلنے کی پیشگوئی کی تو ملک میں اس کی ہنسی کیگئی اور اس پر ٹھٹھا کیا گیا لیکن اب ملک کی حالت اور طاعونی اموات کے نقشوں کو پڑھ کر بتائیں کہ کیا یہ پیشگوئی پوری ہوئی ہے یا نہیں۔

یہ وہ باتیں ہیں جو سمجھنے کے لائق ہیں اور اُنپر غور کرنے کی ضرورت ہے۔ ایسا اعتراض کرنا کہ ہم اسوقت تسلیم کرینگے جب مغرب کی طرف سے آفتاب نکل آوے گا اس قسم کے اعتراض تو کفار ہمیشہ سے نبیوں پر کرتے آئے ہیں اور اللہ تعالیٰ اسکے ماموروں کو ایسی باتیں مخالفوں سے سننی پڑی تھیں۔ اصل بات یہ ہے کہ اگر اس قسم کی باتیں ہو کا تو نہ ہو جاوے اور اس دنیا کو وہ نہیں چاہتا ایمان بالغیب بھی کوئی چیز ہے! اور ایسا ہوا تو ہو تو پھر ایمان ایمان نہیں رہتا مثلاً اگر کوئی شخص سورج پر ایمان لاوے تو بتاؤ یہ ایمان اس کو کیا نفع دیگا۔ ایمان ہمیشہ اسی صورت اور حالت میں مفید اور نتیجہ خیز ہوتا ہے جب اسمیں کوئی پہلو خفا کا بھی ہو۔ لیکن جب کھلی بات ہو تو پھر وہ مفید نہیں ہوتا۔

دیکھو اگر کوئی شخص پہلی رات کے چاند کو دیکھ کر بتاوے تو اُس کی تیز نظری کی تو تعریف ہوگی لیکن اگر چودھویں رات کے چاند کو جو بدر ہوتا ہے دیکھ کر شور مچاوے کہ میں نے چاند کو دیکھ لیا ہے تو اوس کو سوائے مجنوں کے اور کوئی خطاب نہیں ملیگا۔ اسی طرح پر ایمان میں فراست اور تقویٰ سے کام لینا چاہئے اور قرائن قویہ کو دیکھ کر تسلیم کرلینا مومن کا کام ہے۔ ورنہ جب بالکل پردہ برانداز معاملہ ہوگیا ہے اور سارے گوشے کھل گئے اوسوقت ایک خبیث سے خبیث انسان کو بھی اعتراف کرنا پڑے گا میں اس سوال پر بار بار اس لئے زور دیتا ہوں کہ لوگوں کو معلوم نہیں کہ نشانوں کی فلاسفی کیا ہے۔!

یہ یاد رکھنا چاہئے جیسا میں نے ابھی کہا ہے خدا تعالیٰ کبھی قیامت کا نظارہ یہاں قائم نہیں کرتا اور وہ غلطی کرتے ہیں جو ایسے نشان دیکھنے چاہتے ہیں یہ محرومی کے لچھن ہوتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بعض لوگوں نے اعتراض کیا کہ آپ آسمان پر چڑھ جائیں اور کتاب لے آئیں تو آپ نے یہی جواب دیا قل ماکنت الا بشراً رسولا

پورے انکشاف کے بعد ایمان لاکر کسی ثواب کی امید رکھنا غلطی ہے اگر کوئی مٹھی کھول دیجاوے اور پھر کوئی بتاوے کہ اس میں فلاں چیز ہے تو اس کی کوئی قدر نہ ہوگی۔

پس پہلے تقویٰ سے تو کام لو۔ اور قرائن کو دیکھو کہ ثواب اسی میں ہے جب ساری باتیں کھل گئیں تو پھر کیا! جو اس انتظار میں رہے کہ یہ دیکھ لوں اور وہ دیکھوں وہ ہمیشہ ایمان اور ثواب کے دائرہ سے خارج رہے ہیں۔

دیکھو اللہ تعالیٰ نے بعض کا نام سابق۔ مہاجر اور انصار رکھا ہے اور ان کو رضی اللہ عنہ و رضوا عنہ میں داخل کیا ہے یہ وہ لوگ تھے جو سب سے پہلے ایمان لائے اور جو بعد میں ایمان لائے اون کا نام صرف ناس رکھا ہے۔ جیسا فرمایا اذا جاء نصر اللہ والفتح ورأیت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجا۔

یہ لوگ جو اسلام میں داخل ہوئے اگرچہ وہ مسلمان

ب نہیں ملے جو پہلے لوگوں کو

... مہاجرین کی عزت سب سے زیادہ تھی کیونکہ وہ لوگ اسوقت ایمان لائے جب اون کو کچھہ معلوم نہ تھا کہ کامیابی ہوگی یا نہیں بلکہ ہر طرف سے مصائب اور مشکلات کا ایک طوفان آیا ہوا تھا اور کفر کا ایک دریا بہتا تھا خاص کر میں مخالفت کی آگ بھڑک رہی تھی اور مسلمان ہونے والوں کو سخت اذیتیں اور تکلیفیں دیجاتی تھیں مگر اونہوں نے ایسے وقت میں قبول کیا اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اون کی بڑی بڑی تعریفیں کیں اور بڑے بڑے انعامات اور فضلوں کا وارث اُن کو بنایا۔ پس ہر ایک کو یاد رکھنا چاہئے کہ جو اسبات کا انتظار کرتا ہے کہ فلاں وقت آئیگا اور انکشاف ہوگا تو مان لیں گے وہ کسی ثواب کی امید نہ کہیں ایسا تو ضرور ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اسب حجاب دور کر دیگا اور اس معاملہ کو آفتاب کی طرح کہول کر دکہا دیگا مگر اسوقت ماننے والوں کو کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ پیغمبروں کو ماننے والوں میں ثواب اولوں کو سب سے بڑھ کر ملا ہے اور انکشاف کا زمانہ تو ضرور آتا ہے۔ لیکن آخر اون کا نام ناس ہی ہوتا ہے۔

(اس مقام پر مولانا مولوی سید محمد احسن صاحب امروہی نے عرض کیا کہ متی ھذا الفتح کے جواب میں یہی کہا کہ تمہارا ایمان اس دن فائدہ نہ دیگا) فرمایا بے شک اسبات کو سمجھنا سعادت ہے، جس نے اول زمانہ میں نہیں پایا اس کی کوئی قابلیت اور خوبی نہیں لیکن جب خدا نے کہولدیا اسوقت تو پتھر اور درخت بھی بولتے ہیں زیادہ قابل قدر وہ شخص ہے جو اول قبول کرتا ہے جیسے حضرت ابو بکر رضؓ نے قبول کیا آپ نے کوئی معجزہ نہیں مانگا اور آپ کے مُنہ سے ابھی نہیں سنا تھا کہ ایمان لے آئے۔ لکھا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ اپنی تجارت پر گئے ہوئے تھے اور جب سفر سے واپس آئے تو ابھی مکہ میں نہیں پہنچے تھے کہ راستہ میں کوئی ایک شخص آپ کو ملا اور اس سے مکہ کے حالات پوچھے اُس نے کہا کہ اور تو کوئی تازہ خبر نہیں۔ سب سے بڑھ کر تازہ خبر یہی ہے کہ تمہارے دوست نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق نے یہ سُنکر کہا کہ اگر اوس نے نبوت کا دعوےٰ کیا ہے۔ تو وہ سچا ہے۔

اب غور سے دیکھو کہ حضرت ابو بکرؓ نے اسوقت کوئی نشان یا معجزہ نہیں مانگا۔ بلکہ سنتے ہی ایمان لے آئے اور دعویٰ خود آنحضرت صلعم کے مُنہ سے بھی نہیں سُنا بلکہ ایک اور شخص کی زبانی سُنا ہے اور فوراً تسلیم کر لیا یہ کیسا زبردست ایمان ہے، روایت بھی آنحضرت صلعم کے نام سے سُنکر اسمیں جھوٹ کا احتمال نہیں سمجھا (باقی آئندہ)

حضرت حکیم الامت کے ارشادات

حم عسق کے معنے حکیم الامت نے یوں فرمائے ہیں

ح - اللہ کے وہ اسمار جو حا سے شروع ہوتے ہیں

م - اللہ کے وہ اسماء جو م سے شروع ہوتے ہیں۔

ع - اللہ کے وہ اسما جو عین سے شروع ہوتے ہیں

س - اللہ کے وہ اسمار جو سین سے شروع ہوتے ہیں۔

ق - اللہ کے وہ اسماء جو قاف سے شروع ہوتے ہیں۔

ح - جیسے حکیم - حمید - حلیم - حفیظ -

م - الملک - المومن - المہیمن - متکبر - مذل معز - مجید - محی - ممیت - مقیت - ماجد - مجیب -

ع - علیم - عالم الغیب - العلی - عظیم - عزیز

س - سلام

ق - قاہر - قہار - قابض - قادر - قدیر - قیوم

(ایک نکتہ)

دو قسم کے کافر ہوتے ہیں ایک معمولی کافر دوسرے دہریہ موخر الذکر بڑے سخت کافر ہوتے ہیں۔ جہاں دہریہ کافروں کا ذکر قرآن کریم کرتا ہے۔ وہاں اللہ تعالیٰ نے ختم قلوب کے متعلق سمع کو مقدم کیا ہے۔ کیونکہ دہریہ کا قلب نہیں ہوتا بلکہ وہ سماعی امور پر زیادہ زور دیتے ہیں اور کہتے سماعی باتوں کو نہیں مانتے اس لئے فرمایا ہے - ختم علیٰ سمعہ وقلبہ لیکن جہاں عام کفار کا ذکر ہے وہاں فرمایا ختم اللہ علیٰ قلوبہم۔

آج کل کے خطرات

مُسلمان آجکل جن خطرات میں مبتلا ہیں اور جو اون کے زوال کا باعث ہوئے ہیں وہ یہ ہیں

۱۔ قرآن شریف کا ترک

۲۔ نفاق۔

۳۔ مسلمانوں میں کبر بہت ہوگیا ہے۔

۴۔ جھوٹ بڑھ گیا ہے

۵۔ فضول خرچی کی عادت ہوگئی ہے۔

۶۔ دینی معاملات میں کسل آگیا ہے۔

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے معنے

ہر عمل صالح کی تکمیل کے دو پہلو ہیں جب تک وہ دونو پہلو پورے نہ ہوں کچھہ نہیں ہوتا بلکہ اگر کوئی ایک پہلو رہجاوے تو وہ عمل فاسد ہوجاتا ہے -
ایک انمیں سے اخلاص ہے یعنے اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہو دوسرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز عمل کے موافق ہو جو صواب کہلاتا ہے - یہی معنے ہیں - لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے لا الٰہ الا اللہ اخلاص کی تعلیم دیتا ہے اور محمد رسول اللہ صواب کے -

عبرت

ہر ایک شخص کے لئے ایک زندہ مثال عبرت کی ہر جا موجود ہوتی ہے - ہر نئے آباد شدہ شہر کے ساتھ اجڑا ہوا شہر ہوتا ہے - ہر نئے امیر کے پاس اُجڑے ہوئے امیر کا گھر ہوتا ہے - پس وہ برباد شدہ شئے اس کے لئے واعظ ہوتی ہے -

بڑا ہی بدبخت کون ہے؟

تین قسم کے لوگ بڑے ہی بدقسمت اور بدبخت ہوتے ہیں - اللہ تعالیٰ سے پناہ اور دعا مانگنی چاہئے کہ انمیں داخل ہونیسے بچاوے

اوّل وہ شخص بڑا ہی بدبخت ہے جسکو علم ہو اور عمل نہ ہو یہ قرآن شریف کی اصطلاح میں ضال کہلاتا ہے -

دوم وہ شخص بڑا ہی بدقسمت ہے جو اپنے گناہوں اور بدکاریوں کو اچھا سمجھتا ہے (زین لہ سوء عملہ)

سوم جو گری ہوئی خواہشوں کا تبع ہو (اتبعوا اہواءھم)

پس مومن کو کیا چاہیئے؟

مومن کو چاہئے کہ بڑا بلند پرواز ہو کہ اللہ کی رضا حاصل ہو کیونکہ ساری بلند پروازگیوں کی انتہا اللہ کی رضا ہے - بلند پروازگی کے بالمقابل مومن کا ایک نزول بھی ہوتا ہے اور یہ نزول قرآن شریف میں شفقت علیٰ خلق اللہ کہلاتا ہے - اس نزول

میں بھی ایک بلند پروازگی ہوتی ہے اور مومن بڑا ہی مستقل مزاج ہوتا ہے

تمام بدکاریونکی جڑ

تمام مذاہب باطلہ اور اثام اور بدکاریوں کی جڑ قرآن شریف نے یہ بتائی ہے انظانین باللہ ظن السوء۔ یعنے تمام بدیوں اور بدکاریوں کی جڑ اللہ تعالیٰ پر بدظنی ہے مثلاً سارق اللہ تعالیٰ پر بدظن رہتا ہے کہ اس کو بجز چوری کے رزق نہیں مل سکتا۔ اسطرح پر تمام مذاہب باطلہ اور بدیوں کا حال ہے

ایک عیسائی کے چند سوالونکا جواب

(از حضرت حجۃ اللہ المسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام)

سوال

اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیغمبر ہوتے تو اس وقت کے سوالوں کے جواب میں لاچار ہوکر یہ نہ کہتے کہ خدا کو معلوم یعنی مجھ کو معلوم نہیں اور اصحاب کہف کی بابت اُن کی تعداد میں غلط بیانی نہ کرتے اور یہ نہ کہتے کہ سورج چشمہ دلدل میں چھپتا یا غرق ہوتا ہے۔ حالانکہ سورج زمین سے تو کروڑ گنا بڑا ہے۔ وہ کیسطرح دلدل میں چھپ سکتا ہے؟

جواب

پوشیدہ نہ رہے کہ ان دونوں آیتوں سے معترض کا مدعا جو استدلال برنفی معجزات ہے ہرگز ثابت نہیں ہوتا بلکہ برخلاف اس کے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ضرور ایسے معجزات ظہور پذیر ہوتے رہے ہیں کہ جو ایک صادق وکامل نبی سے ہونے چاہئیں چنانچہ تصریح اس کی نیچے کے بیانات سے بخوبی ہو جائے گی +

پہلی آیت جس کا ترجمہ معترض نے اپنے دعوے کی تائید کے لئے عبارات متعلقہ سے کاٹ کر پیش کر دیا ہے مع اُس ساتھ کی دوسری آیتوں کے جن سے مطلب کھلتا ہے یہ ہے وقالوا لولا انزل علیہ ایٰت من ربہ قل انما الاٰیٰت عند اللہ وانما انا نذیر مبین ۰ اولم یکفھم انا انزلنا علیک الکتٰب یتلیٰ علیھم ان فی ذٰلک لرحمۃ وذکریٰ لقوم یؤمنون ۰ ویستعجلونک بالعذاب ولولا اجل مسمی لجاءھم العذاب ولیاتینھم بغتۃ وھم لا یشعرون ۰۔ یعنی کہتے ہیں کیوں نہ اتریں اس پر نشانیاں کہ وہ نشانیاں (جو تم مانگتے ہو یعنے عذاب کی نشانیاں) وہ تو خدا تعالیٰ کے پاس اور خاص اوس کے اختیار میں ہیں اور میں تو صرف ڈرانے والا ہوں۔ یعنی میرا کام فقط یہ ہے کہ عذاب کے دن سے ڈراؤں نہ یہ کہ اپنی طرف سے عذاب نازل کروں اور پھر فرمایا کہ ان لوگوں کے لئے (جو اپنے پر کوئی عذاب کی نشانی وارد کرانی چاہتے ہیں) یہ رحمت کی نشانی کافی نہیں جو ہم نے تجھپر (اے رسول امی) وہ کتاب (جو جامع کمالات ہے) نازل کی جو اُن پر پڑھی جاتی ہے یعنی قرآن شریف جو ایک رحمت کا نشان ہے جس سے درحقیقت وہی مطلب نکلتا ہے جو کفار عذاب کے نشانوں سے پورا کرنا چاہتے ہیں کیونکہ کفار مکہ اس غرض سے عذاب کا نشان مانگتے تھے کہ تا وہ اُنپر وارد ہوکر اُنہیں حق الیقین تک پہنچا دے صرف دیکھنے کی چیز نہ رہے کیونکہ مجرد رویت کے نشانوں میں اون کو دھوکے کا احتمال تھا اور چشم بندی وغیرہ کا خیال سو اس وہم اور اضطراب کے دور کرنے کے لئے فرمایا کہ ایسا ہی نشان چاہتے ہو جو تمہارے وجودوں پر وارد ہو جائے تو پھر عذاب کے نشان کی کیا حاجت ہے کیا اس مدعا کے حاصل کرنیکے لئے رحمت کا نشان کافی نہیں یعنی قرآن شریف جو تمہاری آنکھوں کو اپنے پرنور اور تیز شعاعوں سے خیرہ کر رہا ہے اور اپنی ذاتی خوبیاں اور اپنے حقائق اور معارف اور اپنی فوق العادت خواص اس قدر دکھلا رہا ہے۔ جس کے مقابلہ و معارضہ سے تم عاجز رہ گئے ہو اور تم پر اور تمہاری قوم پر ایک خارق عادت اثر ڈال رہا ہے ※ اور دلوں پر وارد ہوکر عجیب در عجیب تبدیلیاں دکھلا رہا ہے۔ مدتہائے دراز کے مردے اس سے زندہ ہوتے چلے جاتے ہیں اور مادر زاد اندھے جو بے پشتوں سے اندھے ہی چلے آتے تھے آنکھیں کھول رہے ہیں اور کفر اور الحاد کی طرح طرح کی بیماریاں اُس سے رفع ہوتی چلی جاتی ہیں اور تعصب کے سخت جذامی اس سے صاف ہوتے جاتے ہیں اُس سے نور ملتا ہے اور ظلمت دور ہوتی ہے اور وصل الٰہی میسر آتا ہے اور اس کے علامات پیدا ہوتے ہیں سو تم کیوں اس رحمت کے نشان کو چھوڑ کر جو ہمیشہ کی زندگی بخشتا ہے عذاب اور موت کا نشان مانگتے ہو پھر بعد اس کے فرمایا کہ یہ قوم تو جلدی سے عذاب ہی مانگتی ہے رحمت کے نشانوں سے فائدہ اوٹھانا نہیں چاہتی اون کو کہدے کہ اگر یہ بات نہ ہوتی کہ عذاب کی نشانیاں وابستہ باوقات ہوتی ہیں تو یہ عذابی نشانیاں کبھی کی نازل ہو گئی ہوتیں اور عذاب ضرور آئے گا اور ایسے وقت میں آئیگا کہ اون کو خبر بھی نہیں ہوگی۔

※ یہ تمام خارق عادت خاصیتیں قرآن شریف کی جن کی رو سے وہ معجزہ کہلاتا ہے ان مفصلہ ذیل سورتوں میں بہ تفصیل ذیل کہتے ہیں سورۃ البقر۔ سورۃ ال عمران۔ سورۃ النساء۔ سورۃ المائدہ۔ سورۃ الانعام۔ سورۃ الاعراف۔ سورۃ الانفال سورۃ التوبہ۔ سورۃ یونس۔ سورۃ ہود سورۃ الرعد۔ سورۃ ابراہیم۔ سورۃ الحجر۔ سورۃ الواقعہ۔ سورۃ النمل۔ سورۃ الحج۔ سورۃ البنیہ۔ سورۃ المتجادلہ۔ چنانچہ بطور نمونہ چند آیات یہ ہیں عزوجل یھدی بہ اللہ من اتبع رضوانہ

تتمہ بقیہ حاشیہ صفحہ ۴ کالم دوسرا

سبل السلام ویخرجھم من الظلمات الی النور شفاء لما فی الصدور انزل من السماء ماء فاحیا بہ الارض بعد موتھا انزل من السماء ماء فسالت اودیۃ بقدرھا۔ انزل من السماء ماء فتصبح الارض مخضرۃ تقشعر منہ جلود الذین یخشون ربھم ثم تلین جلودھم وقلوبھم الی ذکر اللہ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب اولئک کتب فی قلوبھم الایمان وایدھم بروح منہ قل نزلہ روح القدس من ربک لیثبت الذین اٰمنوا وھدی وبشریٰ للمسلمین انا نحن نزلنا وانا لہ لحافظون فیھا کتب قیمۃ قل لئن اجتمعت الانس والجن علیٰ ان یاتوا بمثل ھٰذا القرآن لا یاتون بمثلہ ولو کان بعضھم لبعض ظھیرا ۰۔ یعنی قرآن کے ذریعے سے سلامتی کے راہوں کی ہدایت ملتی ہے اور لوگ ظلمت سے نور کی طرف نکالے جاتے ہیں وہ ہر ایک اندرونی بیماری کو اچھا کرتا ہے خدا نے ایک ایسا پانی اوتارا ہے جس سے مردہ زمین زندہ ہو رہی ہے۔ ایسا پانی اوتارا جس سے ہر ایک وادی بقدر اپنی وسعت کے

(باقی آئندہ)

غلام محمد

با جواب خط

بخدمت مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علی رسولہ الکریم

بعد عرض السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ و ادائے واجبات خدمت عالی معروض آنکہ نوازشنامہ متضمن سوالات بر وجوہات عدم تکفیر اہل تاویل آں والا سعید شرف ورود لایا باعث کمال مسرت وشادمانی ہوا حسب ارشاد جوابات گذارش خدمت بابرکت ہوتی ہیں الامر فوق الادب گو درحقیقت یہ عاجز مورد ایسے خطاب عتاب کا نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وجوہات مندرجہ نیاز نامہ سائلانہ تحقیق طلبی کی غرض سے عرض کئے گئے ہیں۔ اور وہ بھی اس لئے کہ آنجناب نے بار بار تحریر فرمایا کہ مجھکو تیرے ملنے کی ضرورت ہے اور تجھکو کادیانی کی نسبت کچھ کچھ شبہات ہوگئی ہیں وغیرہ وغیرہ ورنہ اس عاجز کی یہ مرضی نہیں کہ آنجناب کے رُو برو گستاخی سے پیش آوے۔

جوابات اصول موضوعہ ذیل میں درج ہوتی ہیں۔

جواب اصل اول (۱) میری نیازمندی وجوہات معلومہ کا موقوف علیہ کیونکر ہو سکتی ہے۔ (۲) عدم ذکر شے اوس کی ارتفاع وجود کو کیوں مستلزم ہے (۳) بیسیوں اپنی بہت سی اساتذہ کرام کا مقالم نہ اہیں ذکر نہیں کیا

جواب اصل دویم (۲) مجکو مضامین مندرجہ رسالہ سے رجوع نہیں۔ ہاں میں اس قسم کی اہل تاویل کے تکفیر میں شروع سے تردد رکھتا ہوں چنانچہ اس لئے میں نے اپنی طرف سے کوئی اقرار صریح ایسے اہل تاویل کے تکفیر کا رسالہ میں درج نہیں کیا جس سے مجکو رجوع کا الزام لگے علمائے اسلام کا اون کو زندقہ الحاد کی طرف نسبت کرنا نقل کیا ہے نقل کفر سے کفر کا اقرار عاید نہیں ہو سکتا۔

جواب اصل سوم۔ مذاہب مختلفہ سلف و خلف سے آپ کے مراد اگر وہ مذاہب ہیں جو قرآن وحدیث سے مستنبط ہیں تو اُن سے مجکو بیزاری نہیں اور نہ یہ بات میری اُستاد کی اشعار سے نکلتی ہے اور اگر ایسا مذہب مراد ہے جو کتاب و سنت سے مستنبط نہیں تو کل اہل حق کو اُس سے نفرت ہونی چاہیئے۔ فیدشتی سے مذاہب متنوعہ فرقہا ئے ناصبی۔ رافضی۔ جبری۔ قدری۔ وغیرہ ذٰلک مراد ہیں اور نیز قائلاں تقلید شخصی مطلق تقلید کی لفظ کو میں اصطلاح شریعت خیال نہیں کرتا ہاں اتباع و اطاعت رسول کو پہنچانتا ہوں جس سے مجھکو انکار نہیں۔ بلکہ صرف تقلید شخصی سے جو شرک فی الرسالت میں داخل ہے۔ منکر ہوں۔

جواب اصل چہارم۔ منافقین زمانہ آنحضرتؐ عموم احادیث مذکورہ میں مستثنیٰ ہونیکی وجہ سے کافر نہیں قرار دیے گئے بلکہ بوجہ اطلاع بواسطہ وحی علی ہذا رئیس المنافقین عبد اللہ بن ابی کا جنازہ آنحضرتؐ نے پڑھا اور اون احادیث کی عموم سے مستثنے نہ کیا۔ زمانہ صحابہؓ بوجہ شہادت آنحضرت ملحق بزمانہ وحی ہے ازاں بعد کسی کے تکفیر کا پختہ یقین نہیں کرسکتے ممکن ہے کہ مکفرین خطا پر ہوں چنانچہ بعض کا فر مقرر کردہ کی نسبت تجربہ بھی ہوچکا ہے مگر ایسے لوگوں کی اسلام میں نظیر نہیں پائی جاتی کہ جملہ ارکان اسلام بجالاتے ہوں۔ اور بحکم خدا و رسول کافر مقرر کئے گئے ہوں اگر آپ کو معلوم ہو تو نشان دیں۔

جواب اصل پنجم بالفرض تسلیم کیا کہ بعض تاویل حد کفر تک پہنچاتی ہے۔ لیکن میں اون اہل تاویل کی نسبت بحث کرتا ہوں جو آپ کے نزدیک ولی مسلّم ہیں اور اون کی کلام میں وہی تاویل پائی جاتی ہے جس سے آپ کو نفرت ہے تفصیل اسکی جواب اصل ششم میں مذکور ہے۔

جواب اصل ششم۔ نواب صدیق حسن خانصاحب مرحوم نے خطیرۃ القدس میں وحدۃ وجود کا مسئلہ اسطرح ذکر فرمایا ہے اور یہی مذہب شیخ اکبر وغیرہ کے طرف نسبت کیا ہے (۱) جمعی کثیر ایں اشارات را بر حقیقت حمل کردہ قائل شد بانکہ وجود واحد در جمیع مراتب وجوب و امکان و قدیم و حادث و مجرد و مادی و مومن و کافر و طاہر و نجس ظاہر ست لیکن ہر مظہر حکم جدا دارد (الی قولہ) و ہمیں مذہب جمع جم از حضرت صوفیہ و علمائے نامدار اختیار کردہ اند۔ و در یں باب رسائل و کتب نوشتہ عمدہ ایشاں از قائدیہ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی و شیخ صدر الدین قونوی و شیخ عبد الکریم جیلی و شیخ عبد الرزاق جھنجانوی و شیخ امان اللہ پانی پتی و از کبرویہ شیخ جلال الدین رومی و شیخ شمس الدین تبریزی و از سہروردیہ شیخ فرید الدین عطار و از چشتیہ سید محمد گیسودراز و سید جعفر بلکی + و از نقشبندیہ خواجہ عبید اللہ احرار + و ملا نور الدین جامی و ملا عبد الغفور۔ و حضرت خواجہ باقی باللہ کابلی و شیخ عبد الرزاق کاشی و شمس الدین فناری۔ و قیصری۔ و سعید الدین فرغانی و غیر ایشاں گذشتہ اند و تصانیف این بزرگواران موجود و مشہور است انتہے (۲) بعض اون میں سے عینیت صفات کے قایل ہیں (۳) کل عالم کو عرض جانتے ہیں نہ جوہر (۴) حقائق اشیا سے منکر ہیں چنانچہ آگے ملاجامے میں بیان اس کا مفصل ہے (۵) قبول ایمان یاس کی قابل ہیں۔ چنانچہ فصوص الحکم میں لکھا ہے فقبضہ (یعنے الفرعون) طاہرًا و مطہرًا لیس فیہ شئ من الخبث خدا یتعالی نے فرعون کو پاک پاکیزہ کر کے قبض کیا اوس میں کسی طرح کا خبث نہ تھا اور جلال الدین دوانی نے اثبات ایمان فرعون میں ایک رسالہ تصنیف کیا ہے (۶) قدم عالم کی قایل ہیں (۷) خدا کی علم بالجزئیات کی منکر ہیں (۸) حقیقت بعثت اجسام کی منکر ہیں (۹) جنبی اور حائض کے آنے کو مسجد میں مباح جانتی ہیں۔ کما قالہا الشیخ محی الدین العربی فی الفصوص حالانکہ علمائے ظاہر ان امور کو کفر اور زندقہ خیال کرتے ہیں۔ چنانچہ امام ابن نور الدین نے رد فصوص میں کتاب لکھی ہے اور کشف الظلمت عن ہذہ الامۃ نام رکھا ہے۔ امام ذہبی نے سیر میں لکھا ہے لاریب آن اکثر عباراتہا لہا تاویل الا کتاب الفصوص حضرت محمد گیسودراز نے شیخ اکبر کی حق میں فرمایا ہے کہ وے یوح و سخن او یوچ اور شیخ الاسلام نور الدین علی بن عبد الکافی السبکی اور حافظ زین الدین عراقی۔ اور امام نور الدین نے فرمایا ہے کہ ابن عربی اور اس کے تابعین گمراہ ہیں اور طریق اسلام سے خارج ہیں اور حافظ مفتی ابو زرعہ احمد بن عراقی۔ اور شیخ الاسلام سراج الدین بلقینی اور امام رضی الدین۔ ابوبکر بن محمد بن صالح اور قاضی شہاب الدین وغیرہم نے شیخ اکبر کی تکفیر اور فصوص کی شمول کفریات پر تصریح فرمائی ہے۔ اور ابن مقری نے کہا ہے

× اب مولوی نور احمد صاحب۔ حضرت حجۃ اللہ کے مخلص مرید ہیں اور اپنے مخالفانہ رسالہ سے تائب۔ ایڈیٹر

کہ جو کوئی یہود و نصاریٰ اور ابن عربی کی جماعت کی کفر میں شک کرے وہ بلا نزاع کافر ہے اور علامہ محقق علاؤ الدین ابو الحسن قونوی شافعی نے فرمایا ہے کہ لاریب ان الکلام الذی فی الفصوص کفر وضلال الیٰ آخر انتہیٰ اور دوسرے فاضلوں نے مثل شیخ القراء والمحدثین حافظ شمس الدین ابن الجوزی اور قاضی بدرالدین مالکی اور بدرالدین عینی اور قاضی شرف الدین مدلی نے شیخ اکبر اور اوسکی جماعت کی تکفیر میں تصریح کی - اس بیان سے شیخ اکبر کا مسئلہ وحدت کی نسبت اعتقاد اور اس کی تکفیر میں علماء کا رائے دینا دونوں امر ظاہر ہوگئے ہیں - باقی رہا یہ امر کہ میں نے مسئلہ وحدۃ وجود کو کیا سمجھا ہے سو معروض ہے کہ میں اتحاد خلق کا خالق کے ساتھ قائل نہیں ہوں ورنہ یہود و نصاریٰ کا کیا خطا ہے - میں خدا کو خالق اور کائینات کو اوس کا مخلوق یقین کرتا ہوں

جواب اصل ہفتم میں نے کب کہا ہے کہ گروہ اہل حدیث کی کلمات جنپر اہل مذاہب اربعہ نے کفر کے فتوے دئے ہیں یا دیتے ہیں اون کی نسبت میں بھی ایسا ہی اعتقاد رکہتا ہوں - یاد رکھنا چاہیئے میرا انشاء صرف یہ ہے کہ علماء کا باہمی یکدگر کو کافر مقرر کرنا پایۂ اعتبار سے ساقط ہوتا ہے - ورنہ جملہ اہل حدیث زمانہ ہذا حسب فتاوائے متعلدین کافر مقرر ہو چکے ہیں اور کافر بھی ایسے کہ اگر مسجد میں داخل ہوں تو مسجد ہی پلید ہو جائے گر اہل حق اُس کو کب معتبر سمجھتے ہیں - عن ابن عباس انہ قال استمعوا علی العلماء ولا تصدقوا بعضھم علی بعض فوالذی نفسی بیدہ لہم اشد تغائراً من التیوس فی ذربہا - وعن مالک بن دینار یؤخذ بقول العلماء والقراء فی کل شیئ الا قول بعضھم فی بعض اور ذہبی اور فرجہی فرماتے ہیں ان قول الاقران بعضھم فی بعض غیر مقبول کیا امام ابوحنیفہؒ مالکؒ شافعیؒ احمد حنبلؒ اور شیخ ابن تیمیہؒ اور امام ابن القیمؒ پر جرح نہیں کی گئی اور امام بخاری کے انتقل کو غیر معتبر نہیں سمجھا گیا شاہ ولی اللہ صاحب کو خارجی اور شاہ اسمٰعیل شہید کو وہابی اور شاہ اسحاق صاحب کو شکستہ مسائل اور کل اہل حدیث کا لامذھب نام نہیں رکہا گیا - پس جسطرح پر بعض کلمات اہل حدیث کی جو موہم معانی کفر متعلدین کو معلوم ہوتے تھے اور علمائے اہل حدیث نے اون معانی کی شرح کرکے اصطلاحات شریعت اور اطلاقات علماء اسلام کے مطابق کرکے اون کی غلطی واضح کردی ہے -

ایسا ہی مرزا صاحب کے اعتبارات و اقتباس آیات اصطلاحات شریعت اور اعتبارات صوفیہ کرام کے موافق ہو سکتے ہیں - مثلاً یہ کہ (۱) خدا نے ان کو نبی کہا (۲) یا وہ احمد رسول ہے (۳) یا ملائکہ کا انبیاء کے پاس اصلی وجود سے آنے کا منکر ہے - ان کے جواب میں کہ سکتے ہیں کہ یہ سب تحکم کی باتیں ہیں جو اوس کے ذمہ لگائی جاتی ہیں یا نافہمی سے اوس کا تعاقب کیا جاتا ہے پہلی بات کا جواب یہ ہے کہ اُس نے کسی جگہ نہیں کہا کہ میں نبی ہوکر آیا ہوں اوس نے جو کہا ہے آنجناب اُس سے ناواقف نہیں وہ کہتا ہے کہ محدث ایک معنے سے نبی ہوتا ہے کیونکہ حدیث میں آیا ہے لم یبق من النبوۃ الا المبشرات کہ نبوت کی انواع میں سے بجز مبشرات اور کچھہ باقی نہیں رہا - انصاف فرماویں کہ آنحضرت نے اس حدیث میں رؤیا صالحہ پر نبوت کا لفظ اطلاق نہیں فرمایا جب فرمایا ہے تو آپ کے لئے وجہ انکار کیا ہے آنحضرت نے عمر بن خطاب کے نسبت فرمایا لوکان بعدی نبی لکان عمر بن الخطاب - اور حضرت علی کو فرمایا انت منی بمنزلت ھارون کیا یہ الفاظ آنحضرت نے بے معنے فرمائے ہیں یا آں ممدوح الذکر بزرگوں میں کچھہ خواص نبوت پائے بھی جاتے ہیں ذی علم کی شان تو یہ نہیں کہ آنحضرتؐ کے واسطے تجویز کرے کہ بغیر کسی مناسبت کے کسیکو کسی لفظ کا مصداق آنحضرتؐ نے ٹھہرادیا ہے اور اگر بعض خواص کے لحاظ سے کہا ہے تو ایک معنے نبوت کے اون میں پائے گئے جس کے لحاظ سے یہ لفظ اطلاق فرمایا ہے اور یہ اطلاق علماء گذشتہ صوفیہ کرام کے بھی خلاف نہیں - رسالہ منصب امامت شاہ اسمعیل شہید کو ملاحظہ فرماویں - وہ فرماتے ہیں واین ولائیت مذکور کہ رنگیں باشد برنگ عبودیت وعصمت آنرا ولایت میگویند پس ولایت النبوۃ غیر منصب نبوۃ است چہ منصب نبوۃ مخصوص ست بانبیاء وایں ولائیت النبوۃ اگرچہ بالاصالت در انبیاء یافتہ مے شود فاما بعضے اکابر اولیاء را ہم بہ تبعیت انبیاء ازاں نصیبے بدست مے آید حضرت من اگر یہ بات مرزا صاحب نے کہدی تو کیا غضب آگیا بایزید بسطامی نے کہا ہے میں آدم ہوں (الی قولہ) میں ہی محمد ہوں شاہ ولی اللہ صاحب نے فرمایا ہے بسرم سرا وندکہ

این سخن را بمردم برساں لالی بر نوح طوفان شد سبب نفر من بودم آنچہ بر ابراہیم گلزار گشت تورات موسےٰ من بودم احیاء عیسےٰ میت را من بودم قرآن مصطفےٰ من بودم و والحمد للہ رب العٰلمین - کیا یہ الفاظ مرزا صاحب کے الفاظ سے کم ہیں -

شاہ اسمٰعیل شہید نے اور بات اوس کے لگ بھگ کہی ہے وہ یہ کہ صدیق من وجہ مقلد انبیاء مے باشد ومن وجہ محقق در شرائع (الی قولہ) پس علوم کلیہ اور ابد دو واسطہ مے رسد بوساطت نور جبلی و بوساطت انبیاء اور آنجناب نے بھی اشاعۃ السنۃ میں اس کے موافق بات کہی ہے کہ دونوں الہاموں کا حال و اصول ایک ہے بلکہ سچ پوچھو تو وہ دونوں ایک ہی چشمہ یا منبع کی دو نہریں ہیں پس جس حال میں وہ دونوں ایک ہی چشمہ کی دو نہریں ہیں تو بوجہ تغلیب یا مشاکلت ایک کا نام دوسری پر وارد کر دینا کیوں نا جائز ہے حضرت من جب اصل میں شراکت ہے تو نام وارد کر دینے کیا ہو جاتا ہے - جب الہام کو وحی اعلام آپ کے نزدیک کہدینا درست ہے تو محدث کو بوجہ تغلیب یا یا مشاکلت نبی ناتمام یا حصہ دار نبی تام کہدینا کیوں ناجائز ہے قل ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین - دوسری بات کا جواب بالکل آسان ہے کہ اگر مرزا صاحب کی یہ مراد ہے کہ اس آیت میں ومبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد میری نسبت پیشگوئی ہے اور احمد کے لفظ سے میں مراد ہوں تو اوس کا جواب وہی ہے جو آپ نے رسالہ اشاعۃ السنۃ میں باقی آیات مخصوصہ انبیاء کی نسبت دیا ہے جس سے مرزا صاحب مخاطب کئے گئے ہیں وہ یہ کہ قرآن مجید میں تو احمد سے مراد محمد الرسول اللہ ہیں اور جب اللہ تعالےٰ نے مرزا صاحب کو اس سے مخاطب فرمایا تو اس خطاب میں (نہ قرآن میں) وہ اپنے آپ کو مراد رکھتے اور مخاطب سمجھتے ہیں - اور رسول کے لفظ سے لغوی معنے مراد لیتے ہیں نہ اصطلاحی اس قسم کی شمولیت کی مثال نواب صدیق خانصاحب کے کلام میں ہی پائی جاتی ہے - جنکو آنجناب مجدد الوقت مقرر کر چکے ہیں اُنہوں نے زیر حدیث لاینبغی لصدیق ان یکون لعاناً اور اوسی کے باقی روایات کے زیر نقل فرمایا ہے

بھموم خود اگرچہ شامل جبلۂ
اما در دو نام محر نسطور رانہا
ر وار شادے آخر دار دانستے دیکھیے

نواب صاحب مرحوم صدیق کے لفظ میں بمناسبت اسمی اپنا شمول سمجھتے ہیں اور اس پر خوش ہوتے ہیں تیسرے بات کی تحقیق یہ ہے کہ اصلی وجود جبرئیل علیہ السلام کا تو وہ ہے جو آنحضرت صلعم نے پہلے افق اعلے اور دوبارہ سدرۃ المنتہے پر دیکھا ہے لیکن سوا اس کے بعض اوقات جو آنحضرت کے پاس چھوٹے جسم میں نمودار ہوتے تھے ۔ چنانچہ ایک دفعہ اعرابی کی صورت میں یا واقعہ بدر میں اسپ سوار صحابہ کو دکھائی دئے اُس کی نسبت علمائے حدیث کے دو تین مذہب ہیں چنانچہ فتح الباری شرح صحیح بخاری میں تیمثل لی الملک رجلاً کی شرح میں لکھا ہے کہ امام الحرمین نے کہا ہے تمثل جبرئیل اسطرح پر ہے کہ اوس کے خلقت میں جو زیادتی ہے خدا تعالی اوس کو فنا یا دور کر دیتا ہے پھر اوس کو دوبارہ دیدیتا ہے ابن عبد السلام نے دور کر دینے پر یقین کر لیا ہے اور شیخ السلام نے کہا ہے جبرئیل کا حال صرف اسی میں منحصر نہیں بلکہ ہوسکتا ہے کہ جبرئیل اصلی شکل میں آتا ہو مگر سمٹ کر آدمی کی قدر رہجاتا ہو اگر سمٹنا چھوڑ دے تو پھر اتنا ہی ہوجاتا ہے جیسے روئی دھنکے ہوئے ہاتھ سے دبائی جائے تو چھوٹی ہو جاتی ہے امام ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں کہ حق یہ ہے کہ فرشتے کا آدمی بن جانا ان معنے کا نہیں کہ وہ ملکیت چھوڑ کر انسانیت کی طرف انقلاب کر لیتا ہے ۔ بلکہ یہ کہ وہ مانوس کرنے کو اس صورت پر ظاہر ہو جاتا ہے ۔ انتہی مترجماً ملخصاً ۔ آنحضرت غور فرماویں کہ علماء اسلام نے تمثل ملک کی تاویل میں کسقدر طبع آزمائی کی ہے ان اقوال کی نقل کرنے سے یہ غرض ہے کہ علماء اسلام جو معنے چاہیں اختیار کریں مگر اسمیں اصلی وجود کے آنیکا انکار ہے کیونکہ اصلی وجود اوس کا تو وہ ہے جسکا اللہ تعالی نے بڑے مہیب الفاظ میں ذکر کیا ہے ۔ اور حدیث میں اوس کا چھ سو بازو بیان کیا گیا ہے جس نے افق کو مسدود کر دیا تھا ۔ وغیرہ وغیرہ وغیرہ اس چل چلاؤ میں اگر مرزا صاحب نے کہدیا کہ تمثل کے معنے ملائکہ کی عکسی تصویر ہی ہیاںتک صحیح کی جو دیکھنے والے کے خیال میں متمثل ہو جاتے ہیں تو کیا غضب آگیا وہ عکسی تصویر ہے تو جبرئیل کے کسی غیر کی تو نہیں جیسے آئینہ میں دیکھنے والے کی تصویر متمثل ہو جاتے اور وہ اسکے تصویر ہوتی ہے نہ غیر کی اسمیں ملائکہ کے اصلی وجود سے انکار نہیں جو موجب کفر ہو بلکہ اون کی کیفیت نزول میں دخل دیا گیا ہے اور اون کا نزول بالکنہ شریعت میں منصوص نہیں والآ نہ علمائے اسلام کو اُس کے معنے و تاویل میں کیوں اسقدر تشویش ہوتی غیر منصوص امر کی کیفیت میں دخل دینے سے کس کس کو کافر بناویں گے ۔

علمائے متکلمین نے جنات کی تمثل کی نسبت کہا ہے کہ وہ محض تخیل ہے چنانچہ فتح الباری میں ہے تواردت الاخبار بتطورهم فی الصور واختلف اهل الکلام فقیل هو تخیل فقط ولا ینتقل احد عن صورته الاصلیة وقیل بل ینتقلون لکن لا باقتدارهم علے ذلک بل بضرب من الفعل اذا فعله انتقل کالساحر وهذا قد یرجع الی الاول وفیه اثر عن عمر اخرجه ابن ابی شیبة باسناد صحیح ان الغیلان ذکروا عند عمر فقال ان احدًا لا یستطیع ان یتحول عن صورته التی خلقه الله علیها ولکنهم لهم سحرة کسحرتکم فاذا رایتم ذلک فاذنوا انتهی ۔ دیکھیے کہ اہل کلام بھی جنات کی تطور کو محض تخیل قرار دیتے ہیں پھر آپ کتنے لوگوں کو کافر کافر کہیں گے اور حضرت عمرؓ نے تو ایک اصل مقرر کر دیا ہے کہ کسی کو طاقت نہیں کہ جس صورت پر خدا نے اُس کو پیدا کیا ہے اوس کو بدل کرے الغرض تمثل ملائکہ کی نسبت یہ بھی ایک قول ہے آپ اُس کو ضعیف مذہب قرار دے لیں کیا عذاب قبر کی نسبت اور حیات عقارب قبر کی نسبت تین مذہب نہیں تیسرا یہ کہ عذاب قبر کو خواب کے وقائع کی مانند خیال کیا جاتا ہے چنانچہ امام غزالی سے شاہ ولی اللہ صاحب نے حجۃ اللہ البالغہ میں نقل فرمایا ہے شاید مرزا صاحب نے یہ مسلک اسواسطے اختیار کیا ہے کہ مسائل شرعیہ کے تقریب اذہان فلسفہ والوں کی طرف کریں وانما لکل امرءٍ مانوی ۔ علی هذا القیاس جتنے امور موافق قرار داد سلف صالحین ہو سکتے ہیں کریں اور جو نہیں ہو سکتے اون کو اجتہادی خطا سمجھیں ۔ سہ

میاں جی چناں کن برائے صواب
کہ ہم سیخ بر جا بود ہم کباب

مگر یاد رہے کہ مرزا صاحب اس تخیل سے ایسا تخیل مراد نہیں رکھتی جو امور وہمیہ کی حد تک پہنچا ہوا ہو بلکہ مثالی اجسام کا تخیل مراد رکھتی ہے چنانچہ رسالہ توضیح مرام میں اثناء کلام میں صریح الفاظ کہہ چکے ہیں کہ یہی نفوس نورانیہ کامل بندوں پر بشکل جسمانی متشکل ہو کر ظاہر ہو جاتے ہیں اور بشری صورت سے متمثل دکھائی دیتے ہیں اس طرح کے خیالی و مثالی عالم کی کل صوفیۂ کرام قائل ہیں چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب نے حجۃ اللہ البالغہ میں ایک باب عالم مثال کا باندھا ہے اور کتاب و سنت سے اُس کو مدلل فرمایا ہے باب ذکر عالم مثال اعلم انه دلت احادیث کثیرة علی ان فی الموجود عالما غیر عنصری یتمثل فیه المعانی باجسام مناسبة لها فی الصفة وتحقق هنالک الاشیاء قبل وجودها فی الارض نحوا من التحقق فاذا وجدت کانت هی هی بمعنے من معانی هو هو وان کثیرا من الاشیاء مما لا جسم لها عندا لعامة تنتقل وتنزل ولا یراها جمیع الناس انتہی ۔

جواب اصل ہشتم مسیح نہ ماننے پر ہلاکت کا ڈر نہیں سنایا جاتا بلکہ ایذا رسانی کی وجہ یا احتمال سے سہ

چو کردے باکلوخ انداز پیکار
چناں داں کاندرا ماجش تشستی

جواب اصل نہم کفر اعتقادے کی نسبت مزید اہتمام اس امر کو مستلزم نہیں کہ کفر عملی کی مرتکب خاص اشخاص کو کبھی عمر بھر میں ایکدفعہ بھی خارج از اسلام نکیا جاوے جیسا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی نے مانعین زکوۃ کو اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے مخلفین غزوہ تبوک کو کیا تھا باوجودیکہ کفر عملی ضرر کی رو سے کفر اعتقادی سے سخت زیادہ ہے اگر کوئی شخص سو برس چوری کرنیکا یا ناحق خون کرنیکا اعتقاد رکھے تو اوس سے ایسا ضرر متصور نہیں جیسا انکی ارتکاب سے ضرر نمایاں ہوتا ہے مثلاً یزید پلید نے جبتک حضرت امامین کو شہید نہ کروایا تھا تو اوس کی سلطنت سے کیا ضرر متصور تھا اور جب اس جرم کا مرتکب ہوا تو کیا مصیبت پیش آئی مگر افسوس کہ علماء یزید کو کافر کہنا بجائے خود اوس پر لعنت کرنا روا نہیں رکھتی حالانکہ وہ ظالم زانی شرابی دائمی مخمور

فاسق محارب اللہ ورسول کا تہا لیکن ایک شخص حامی اسلام کو خود کافر کہتی اور بیچارے عوام لوگوں کو تکفیر پر مجبور کرتے ہیں۔

جواب ؂ اصل دہم اس جرح و تکفیر سے وہ جرح و تکفیر مراد ہے جو ارکان اسلام بجالانے والونکی نسبت کیا جاتا ہے مرزا صاحب کی اسمیں خصوصیت نہیں یا یوں کہئے کہ شطحیات صوفیہ کے نسبت کلام ہے ایک جم غفیر علماء حنفیہ سے اسمیں خلاف رکھتا ہے مجدد الوقت نواب صدیق حسن خانصاحب مسئلہ وحدۃ الوجود کی تحقیق کے بعد فرماتے ہیں۔ و بر کفر تا دیل آشا رے از علم نیست اور امام شوکانی سے نقل فرماتے ہیں کہ انہوں نے بعد از چہل سال کامل شیخ اکبر کے تکفیر سے رجوع فرمایا کیا آپ کی مکفرین میں سے کوئی شخص ایسا ہے جو نواب صاحب مرحوم کا اور علامہ شوکان کا ہم پلہ ہوا ور شیخ مولانا مولوی صاحب غلام علی صاحب مرحوم ان امور سے بری ہیں کیونکہ وہ باوجود تقاضائے حال اور باوصف تکفیر مولوی عبدالرحمن صاحب ساکن لکہو کے مرزا صاحب کو کافر نہیں کہتے تھے اور خود بدولت آنجناب کو اس بات کا اشاعۃ السنہ میں اقرار ہے ہاتھ کنگن کو آرسی کیا۔

جواب ؂ اصل یازدہم اشاعۃ السنہ کی ایک ایک لفظ سے مرزا صاحب کا ملہم ہونا ٹپک رہا ہے آنجناب نے دن کو رات تو کہدیا ہے مگر سورج کو کہاں چھپا سکتے ہیں یادداشت کے طور پر دو مقام کی نقل کرتا ہوں انصاف فرمائیگا آنجناب ۶ اشاعۃ السنۃ جلد ہفتم براہین احمدیہ کے ریویو میں فرماتی ہیں۔ ہماری رائے میں یہ کتاب اس زمانہ میں اور موجودہ حالت کی نظر سے ایسی کتاب ہے جس کے نظیر آجتک اسلام میں تالیف نہیں ہوئے اور آئیندہ کی خبر نہیں لعل اللہ یحدث بعد ذٰلک امرًا اور اس کا مولف بھی اسلام کی مالی وجانی وقلمی ولسانی وحالی و قالی نصرت میں ایسا ثابت قدم نکلا ہے جسکی نظیر پہلی مسلمانوں میں بہت ہے کم پائی جاتی ہے ہماری ان الفاظ کو کوئی ایشیائی مبالغہ سمجھی تو ہم کو کم سے کم ایک کتاب بتادے جس میں جملہ فرقہ ہائے مخالفیں اسلام خصوصًا فرقہ آریہ و برہم سماج سے اس زور شور سے مقابلہ پایا جاتا ہے اور دو چار ایسے اشخاص انصار اسلام کے نشان دہی کرے جنہوں نے اسلام کے نصرت مالی وجانی وقلمی ولسانی کی علاوہ نصرت حالی کا بھی بیڑا اوٹھایا ہو اور مخالفین اسلام اور منکرین الہام کے مقابلہ میں مردانہ تحدی کے ساتھ یہ دعوٰے کیا ہو کہ جس کو وجود الہام کا شک ہو وہ ہمارے پاس آنکر اوس کا تجربہ ومشاہدہ کر لے اور اس تجربہ ومشاہدہ کا اقوام غیر کو مزا بھی چکھا دیا ہو۔ مگر افسوس صد افسوس کہ سب سے پہلے اس کتاب کی خوبی اور بحق اسلام نفع رسانی سے بعض مسلمانوں نے انکار کیا ہے اور برطبق اتجعلون رزقکم انکم تکذبون اس احسان مؤلف کے مقابلہ میں کفران کرکے دکہا دیا اون کی اس انکار وکفران کا مورد و موجب مؤلف کتاب کے وے الہامات ہیں جو اس کتاب کے اخص برکات سے ہیں انتہے حضرت من کیا اپنی کوئی جگہ تاویل کرنے کے چہوڑی ہے ہرگز نہیں عبارت ہذا میں بعض مسلمانوں سی مولوی غلام علی صاحب اور اون کے تابعدار اور مولوی عبدالعزیز اور مولوی محمد پسران مولوی عبدالقادر صاحب مرحوم لودھیانوی کے پیرو کار مراد ہیں جو پہلے مرزا صاحب کے الہام کے مخالف نکلے۔ جو آپ کے نزدیک اخص برکات سے ہی کیا آپ بھی ان دونوں منکروں میں داخل تھے۔ اگر اس شق کو قبول فرماتے ہیں تو ان مولویوں پر تو آنجناب صد افسوس کرتے ہیں آپ پر ہزار افسوس کرنا چاہیئے۔ کہ یہ بات کہنے کو تھی کرنے کو نہ تھی اور اگر آپ اُسوقت مرزا صاحب کے الہام کے قائل تھے تو میرے مدعا کا آنجناب نے خود بدولت اقرار کیا۔ پھر اسوقت انکار کی کیا وجہ ہے یہ لفظ کہ اقوام غیر کو مزا بھی چکھا دیا ہو اس سے بڑھ کر ہے اسی سے تو صاف ثابت ہوا کہ آریہ سماج ساکنان قادیاں کو ان الہامات کا تجربہ ومشاہدہ ہوچکا ہے جس کی آپ تصدیق کرتے ہیں پھر چشم دید ماجرا کے گنجائش کہاں رہی اگر اشاعۃ السنۃ میں اس بحث کو جگہ دینی کا ارادہ ہو تو وہ ساری عبارت نقل فرمائیگا پبلک خود فیصلہ کرے گی۔ اب دوسرا مقام نقل کیا جاتا ہے ہرچند قبل تسلیم الہام مؤلف یہ الہامات انگریزی زبان اون لوگوں پر حجت نہیں ہوسکتے مگر جب وہ انصاف سے کام لینگے اور ایسی بات کو کہ مؤلف براہین احمدیہ انگریزی کا ایک حرف نہیں جانتا اے۔ بی۔ سی کی صورت تک نہیں پہچانتا متواتر شہادت سے محقق کرینگے اور ان الہامات کے مضامین مشتمل اخبار غیب کو جو خبر کو خود قادر نہیں ہے انصاف کی نظر سے دیکھیں گے تو انصاف اون کو ان الہامات تسلیم پر مجبور کر دیگا۔ اسوقت اون کو اس مسئلہ قدیمہ شریعت محمدیہ کا باقتضاء الہام سے ثبوت ملیگا انتہے۔

آنحضرت پر روشن ہو کہ جس حال میں مرزا صاحب کا الہام انگریزی نیچریوں اور فلسفیوں کو مجبور کرتا ہے اور انپر حجت ہوتا ہے باوجودیکہ وہ ایسی باتوں سے ذرہ بھی مانوس نہیں۔ تو آنجناب کو جو ان امور کے تہ دل سے ایماندار اور قلم اور زبان سے مرزا کے مددگار ہیں آپ کو مجبور نہیں کرتا اور آپ پر حجت نہیں ہوتا اور یہ لفظ کہ مشتمل اخبار غیب کو جنپر کوئی بشر بذات خود قادر نہیں پہلے سے بمراتب زیادہ ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ الہامات قطعا یا قیاسا تہامہا کا درجہ رکھتے ہیں۔ فرمائیے کہ اب وہ اخبار غیبیہ پوشیدہ ہوگئی ہیں جو آنحضرت نے اوسکا انکار فرمایا ہے خدا کو حاضر ناظر جانکر انصاف سے جواب دیجئے گا باقی رہی یہ بات کہ اشاعۃ السنۃ میں کہا گیا ہے کہ ہم نہیں جانتے کہ واقعی وہ ولی یا ملہم ہے یا نہیں ولی را ولی مے شناسد ہم ولی نہیں کہ اوس کے ولی ہونے کی شہادت دیں بالکل بوڈا عذر ہے (۱) ولی سے آپ کی کیا مراد ہے قرآن مجید میں بحکم ان اولیاءہ الا المتقون جس میں اتقا کی صفت پائی جاوے اوس کو ولی کہہ سکتے ہیں کیا آنحضرت اوسکو اوسوقت متقی نہ جانتے تھے اگر متقی نہیں تو ایسے شخص کی حمایت میں کیوں آپ نے اوقات کا اور لوگوں کے اعتقاد کا خون کیا اور اگر متقی جانتے تھے تو ناشناسی کا عذر کیوں کرتے ہیں (۲) ولی سے مراد اگر کوئی اور معنے ہیں جو معنے مذکور سے اپنے اندر شئے زائد رکہتے ہیں تو فرمائیے کہ اب آپنے وہ رتبہ ولایت کا حاصل کرلیا ہے۔ جو اوس کو کافر کا فر کہہ اوٹھے ہیں اب بھی وہی بات رہنے دیں ولی را ولی مے شناسد مردوں کے بول پورے ہونے چاہئیں جب آنحضرت اعانت اور اقرار کی حالت میں نہیں پہچان سکے تو اب مخالفت و انکار کی حالت میں کسطرح پہچان سکتے ہیں۔ کیا اب آپکو الہام کا ذاتی تجربہ ہوگیا ہے (۳) اگر ولی کو ولی پہچان لیتا ہے تو اوسوقت آپ نے مولوی عبدالرحمن صاحب صوفی صافی اور مولانا مولوی عبدالجبار صاحب غزنوی اور اخی فی اللہ مولوی عبدالحق صاحب

...غزنوی اور باقی اہل ولایت و تصوف اولاد امجاد و اتباع مولوی عبد اللہ صاحب مرحوم کا کیوں کہا نہ مانا یہ سب ولی و صوفی اسوقت اذان و اعلان دے رہے تھے کہ یہ شخص کافر اور مخالف شریعت محمدی ہے آخر وہی آپ نے مانا جو اونہوں نے پہلے فرمایا تھا ایک کامل ولی اللہ مولوی غلام علی صاحب فراست ایمان سے اس کے دعاوی مخاوی پر محققانہ گفتگو کر رہے تھے اون کا بھی آپنے قدر نہ جانا اقرار انکار کی حالت میں اپنی فصاحت کے اونکو نشان گلہ و بنا رکھا ہے اناللہ و انا الیہ راجعون۔

جواب۱۲ اصل دوازدہم میرے کلام نفی اثبات میں دائر ہے جو آپ کی حاجت غرضیا بی غرض ہونے پر نص نہیں ہاں ایک تنک جناب کی تسلیم سے منصوص ہو سکتے ہیں سوا آپکے کلام سے کار روائی کا بے غرض ہونا مفہوم و مترشح ہے اسواسطے وہ قابل پذیرائی ہے اور اس بات کو جو آنحضرت نے بدگمان ٹھہرایا ہے یہ آپ کا تحکم ہے کیا حضرت عمرؓ بن خطاب نے حالت اضطراب ملی المت رسول اللہ نہیں کہدیا تھا۔کون کہتا ہے کہ اونہوں نے یہ بدگمانی کی راہ سے کہا تھا اون کی مرضی ولی تحقیق حق و حقیقت اوس امر کے تھی سو یہی نیت اس عاجز کی ہے انما الاعمال بالنیات۔

جواب۱۳ سیزدہم پچھلی کار روائی پہلے کی ضد ہے کیونکہ پہلے اوس کو ایک بے نظیر مسلمان صاحب وحی تسلیم کیا گیا ہے اور پچھلی اشاعت میں کافر غیر ملہم یہ دو صفتیں متضاد وہ یکدیگر ایک شخص واحد میں بحالت واحدہ یعنے اقرار ایمان و اسلام و ادائے اعمال شریعت خیر الانام بعض اختلافات الہام مقبول جناب یا اجتہادیہ کی وجہ سے کیونکر جمع ہو سکتے ہیں۔ رہی یہ بات کہ اب وہ کافر مرتد ہے اور اسلام کا درپردہ دشمن ہے یہ عین مدعا زیر بحث ہے جس کی نسبت وجوہات معلومہ تحریر خدمت عالی ہوئے ہیں یہ عین مدعا اس اصل موضوع کے جز کیونکر بن سکتا ہے اور اوس کا موقوف علیہ کیونکر ہو سکتا ہے درپردہ دشمنے اوس کی آپ کو کسطرح معلوم ہو گئی ہے اگر بشہادت مفاہیم اس کے عبارات کی ایسا خیال کر لیا ہے تو منطوق اقرار تصدیق ایمان بخدا و رسول کے مقابلہ سے یہ خیال قابل اعتماد و اعتبار نہیں اس سے بڑھ کر عملی کفر والوں کے بد اعمال آنحضرت رات دن مشاہدہ کر رہے ہیں۔ تسپر قلم اور زبان کو کیوں روک رکھا ہے لازم ہے کہ باتفاق رائے علمائے عرب و عجم ایک ایک کو خارج از اسلام کر لیں عملی کفر والوں کی اعمال کی تو کوئی تاویل بھی نہیں ہو سکتی مرزا کی تاویلات تو پھر بھی اپنا محل پیدا کر سکتے ہیں۔ پھر ایسی پچھلی کار روائی میں کیوں سرگرمی انکار ہے گویہ ہی ثابت ہو جائے کہ سابق حمایت کے وقت اوس نے جو کچھ کہا ہے اب صرف اس کی شرح و تفصیل کر رہا ہے کیا براہین میں یا عیسے انی متوفیک و رافعک الی موجود نہیں اگر فرما دیں کہ اوس کے روباہ بازیونکی اُس وقت سمجھ نہیں آئی تھی تو حضرت من اسوقت آپکا اوس کو دجال کہنا زیبا نہیں جیسے نہ صرف آپ کو بلکہ ہندوستان بھر کے علماء کو دہوکہ دیدیا وہ بالفرد اسرار الٰہیہ میں سے مظہر لطیفہ ربانی ہوگا

جواب۱۴ اصل چہاردہم مرزا جی کی عمدہ کار روائی وہ ہے جو آپ نے اشاعۃ السنہ میں باقرار خود بھی بلے غرضانہ حالت میں ذکر کی ہے یعنے تصنیف براہین احمدیہ جس کی نظیر باقرار جناب آج تک تالیف نہیں ہوئی اور آئندہ کی خبر نہیں جس میں اوس نے اسلام کی نصرت مالی و جانی و قلمی و لسانی کی علاوہ نصرت حالی کا بیڑہ اوٹھالیا ہے اس سے بڑہ کر اور کیا کار روائی ہوگی جسکا آپ کو اقرار ہے والفضل ما شہدت بہ الاعداء

جواب۱۵ اصل پانزدہم برخلاف اس کے اوس کی کار روائی جس کو آپ بحق اسلام مضر سمجھتے ہیں اور اس جیسے کار پہلے صوفیہ کرام نے نہیں کی تو مذکور فرما دیں تا کہ اُس سے استفادہ کیا جاوے اگر یہی عقائد ہیں جو بظاہر خلاف شریعت معلوم ہوتے ہیں تو پہلے صوفیہ کرام سے بنبران کا کم ہے آمیں مرزا صاحب کے خصوصیت ہے کیا بحق اسلام مضر ٹھہریں گے نہ صرف مرزا صاحب اور اگر کوئی اور ایسے چند امور ہیں جو اونکا اعمال حمایت اسلام تک نہیں پہنچ سکتا اور آنجناب اون کو خلاف شریعت سمجھتے ہیں تو پھر اس روایت حقیہ پر نظر ڈالیں جو آپنے سندًا یا الزامًا اشاعۃ السنہ میں درج کی ہے کہ جب تک کے کلام کے معنے موافق ہو سکتے ہوں اوس کے قایل کی تکفیر بعض معانی کفر کے نظر سے جائز نہیں حتی کہ بعض کتابوں میں یہ بھی لکہا ہے کہ اگر ایک کلام کے ننانوے وجوہ کفر ہوں اور ایک وجہ اسلام تو به نظر اس وجہ اسلام اوس کے قایل کو مسلمان کہنا لازم ہے۔ بہ نظر اون وجوہ کفر کے کافر بنانا جائز نہیں انتہے۔

میرے خیال ناقص میں کچھ چند امور متعلقہ دجال و نزول مسیح و وفات و حیات مسیح بہمہ وجوہ خلاف قرارداد سلف صالحین معلوم ہوتے ہیں مگر یہ خلاف فی بصورت عدم تسلیم اون کے ملہم ہونیکے ناشئے از اجتہاد ہوگا اور مجتہد مخطی مسلمان ہوتا ہے نہ کافر بلکہ مستحق ایک حصہ اجر دلواب کا اور آنجناب تو اوس کو ملہم مان چکے ہیں۔ اور الہام آپکے اور بعض محدث صوفیوں کی نزدیک اجتہاد سے بڑہ کر مرتبہ رکھتا ہے بلکہ اوس کے ذریعہ سے تصحیح احادیث ہو سکتے ہیں بہتیری حدیثیں محدثین کے نزدیک موضوع یا ضعیف تو کیا مرزا صاحب کے الہام سے ایک روایت جس کے سبب توفی کو قبض کے معنے پر محمول کیا جاتا ہے (اگر وہ پہلے سے صحیح ہے) تو ضعیف یا موضوع قرار نہیں دے سکتے جائے انصاف اور غور کا مقام ہے پھر اشاعۃ السنۃ تو اسکا فتویٰ دیتی ہے اب آپ اُس سے رجوع کر لیں تو علیحدہ بات ہے۔حضرت اقدس اس زمانہ میں عارف کامل ہونے کا درجہ رکھتے ہیں کسی عارف نے سبحانی ما اعظم شانی کہدیا ہوا ہے۔ اگر اونہوں نے انا المسیح زمانی کہدیا تو کیا قباحت ہوگی۔ فقط والسلام۔

خاکسار نور احمد از نگل ۱۱ ماہ ستمبر ۹۳ سنہ

دربار شام

۹۔ جولائی ۱۹۰۳ء

قبر مسیح اور عیسائیوں کا اقرار بعض عیسائی اخباروں نے مسیح کی قبر واقعہ کشمیر کے متعلق ظاہر کیا ہے کہ یہ قبر مسیح کی نہیں بلکہ ان کے کسی حواری کی ہے اس تذکرہ پر آپ نے فرمایا کہ اب تو ان لوگوں نے خود اقرار کر لیا ہے کہ اس قبر کے ساتھ مسیح کا تعلق ضرور ہے وہ یہ کہتے ہیں کہ یہ اون کے کسی حواری کی ہے اور ہم کہتے ہیں کہ مسیح کی ہے اب اس قبر کے متعلق یہ تاریخی صحیح شہادت ہے کہ وہ شخص جو اس میں مدفون ہے وہ شہزادہ نبی تھا اور قریبًا انیس سو برس سے مدفون ہے۔ عیسائی کہتے ہیں کہ یہ شخص مسیح کا حواری تھا اب ان پر یہی سوال ہوتا ہے اور اونکا فرض ہے کہ وہ ثابت کریں کہ مسیح کا کوئی حواری شہزادہ نبی کے نام سے بھی مشہور تھا۔ اور وہ اسطرف آیا تھا۔ اور یہ یقینًا ثابت نہیں ہو سکتا پس اس صورت میں بجز اس بات کے ماننے کہ یہ مسیح علیہ السلام کی ہی قبر ہے اور کوئی چارہ نہیں۔

دربار شام

۴ - جولائی ۱۹۰۳ء

استفسار تعویذ کا باندھنا یا دم وغیرہ کرانا کیسا ہے۔ بجواب حضرت اقدس نے حضرت مولوی حکیم نورالدین کیطرف مخاطب ہوکر پوچھا کہ آپ نے احادیث میں اس کے متعلق کچھہ پڑہا ہے عرض کیا کہ حضرت خالد بن ولیدؓ جب کبھی جنگوں میں جایا کرتے تھے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک پگڑی یا ٹوپی میں رکھہ لیا کرتے تھے اور آگے کی طرف لٹکا لیتے اور جب ایک دفعہ آنحضرت نے سر منڈوایا تو آدہے سر کے کٹے ہوئے بال ایک شخص کو دیدئے اور آدہے دوسرے حصہ کے باقی اصحاب کو بانٹ دئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بعض اوقات جُبّہ شریف دہوکر مریضوں کو بھی پلایا کرتے تھے اور وہ شفایاب ہوجایا کرتے تھے ایسا ہی ایکدفعہ ایک عورت نے آپکا پسینہ بھی جمع کیا۔

یہ سب سنکر حضرت مسیح موعود نے فرمایا کہ ان تعویذ و دموں کی اصل کچھہ نہ کچھہ ضرور ہے جو خالی از فایدہ نہیں۔

میرے الہام میں جو ہے کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈہونڈینگے اس سے بھی تو معلوم ہوتا ہے کہ کچھہ تو ہوگا جو بادشاہ ایسا کرینگے اصل بات یہ ہے کہ ان باتوں کی بنا محبت و اخلاص پر ہے۔

صادقوں کی نکتہ چینی کرنیوالوں کے متعلق فرمایا کہ بزرگوں کے صغائر پر نظر کرنے سے سلب ایمان کا اندیشہ ہے

۶ - جولائی ۱۹۰۳ء

نکتہ۔ مسیح موعود وہ ہے جو لفظ منکم میں وعدہ دیا گیا ہے جیسے وعد اللہ الذین آمنوا منکم وعملوا الصالحات۔

۸ - جولائی ۱۹۰۳ء

مرزا امام الدین جو اپنے آپ کو ہدایت کنندہ قوم لال بیگیاں مشہور کرتا اور حضرت مسیح موعود کے سخت ترین دشمنوں سے تھا ۶ - جولائی کو فوت ہوگیا چنانچہ اسکے جنازہ پر یکی طور پر ہمارے معزز و مکرم دوست سید محمد علی شاہ صاحب بھی چلے گئے اور جنازہ پڑہ لینے کے پیچھے آپ کو اپنے اس عمل پر تاسف ہؤا اور آپ نے ذیل کا توبہ نامہ شائع کیا جو ہم ناظرین الحکم کی دلچسپی کے لیے درج کرتے ہیں۔

کہ میں بذریعہ توبہ نامہ ہذا اس امر کو شایع کرتا ہوں کہ میں نے سخت غلطی کی ہے اور وہ یہ کہ میں نے غلطی سے مرزا امام الدین کا جو ۶ - جولائی کو فوت ہؤا ہے اور جس نے اپنی کتابوں میں ارتداد کیا ہے جنازہ پڑہا پس میں بذریعہ اشتہار ہذا یہہ توبہ نامہ شایع کرتا ہوں اور ظاہر کرتا ہوں کہ میں امام الدین اور ان لوگوں سے بیزار ہوں جو اوس کے جنازہ میں شامل ہوئے اور بالآخر نماز جنازہ واپس لیتا ہوں اور خدا تعالی سے اپنے اس گناہ کی مغفرت چاہتا ہوں خاکسار محمد علی شاہ ....

....

اسپر فرمایا کہ کوئی شخص کسی بات پر ناز نہ کرے فطرت انسان سے الگ نہیں ہؤا کرتی جس فطرت پر انسان اول قدم مارتا ہے پھر وہ اس سے الگ نہیں ہوتا یہ بڑے خوف کا مقام ہے حسن خاتمہ کے لیے ہر ایک کو دعا کرنی چاہیے۔

عمر کا اعتبار نہیں ہر شے پر اپنے دین کو مقدم رکھو زمانہ ایسا آگیا ہے کہ پہلے تو خیالی طور پر اندازہ عمر کا لگایا جاتا تھا مگر اب تو یہ بھی مشکل ہے دانشمند کو چاہیئے کہ ضرور موت کا انتظام کرے۔

میں اتنی دیر سے اپنی برادری سے الگ ہوں، میرا کسی نے کیا بگاڑ دیا خدا تعالی کے مقابل پر کسی کو معبود بنانا نہیں چاہیئے ایک غیر مومن کی پیرا پرستی اور ماتم پرستی تو حسن اخلاق کا نتیجہ ہے لیکن اوس کے واسطے کسی شعائر اسلام کو بجالانا گناہ ہے مومن کا حق کافر کو دینا نہیں چاہیے اور نہ منافقانہ ڈھنگ اختیار کرنا چاہیئے خدا تعالی کی ذات گو مخفی ہے مگر اس کے انوار ظاہر ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ مخفی نہیں کامیابی اور خوشی کی موت تمام نبیوں سے بڑہ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے موسے بھی کامیاب ہوئے لیکن موت نے اُن کو بھی سفر میں ہی آگہیرا دل میں تمنا ہوگی کہ اُس سرزمین میں پہنچوں مگر وہ پوری نہ ہوئی مسیح کی موت پر خیال کیا جاوے تو اُس میں نہایت درجہ کی ناکامی ہے کل ۱۲ حواری تھے کسی کو بہشت کی کُنجیاں ملنے کا وعدہ تھا وہ نہ ملیں ایک نے تیس روپیہ نقد دے کر گرفتار کروا دیا دوسرے نے لعنت بھیجی اگر یہ مان بھی لیں حضرت عیسے آسمان پر ہی چڑہ ہی گئے ہونگے خوشی اور کامیابی کی موت تو نصیب ہوئی لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دُنیا میں آنا اور پھر وہاں سے رخصت ہونا قطعی دلیل آپ کی نبوت پر ہے آئے آپ اسوقت جبکہ زمانہ ظہر الفساد فی البر والبحر کا مصداق تھا! اور ضرورت ایک نبی کی تھی ضرورت پر آنا بھی ایک دلیل ہے اور آپ اسوقت دنیا سے رخصت ہوئے

جب اذا جاء نصر اللہ کا آوازہ دیا گیا اسمیں اللہ تعالی نے بتایا ہے کہ آپ کس قدر عظیم الشان کامیابی کے ساتھ دُنیا سے رخصت ہوئے خدا تعالی فرماتا ہے کہ تو نے اپنی آنکھ سے دیکھہ لیا کہ فوج در فوج لوگ داخل ہو رہے ہیں فسبح بحمد ربک یعنی وہ رب جس نے اسقدر کامیابی دکھلائی اس کی تسبیح و تحمید کر اور اور انبیاء پر جو نعامات پوشیدہ تھے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کھول دئے گئے اور رحمت کے تمام امور اجلی کر دیے کوئی بھی مخفی نہ رکھا اس حمد کا ثبوت اس آخری وقت پر آکر دیا احمد کے معنے بھی حمد کرنیوالا دنیا میں کوئی آدمی بھی ایسا نہیں آیا جو اتنی بڑی کامیابی اپنے ساتھ رکھتا ہو لذت و سرور کی موت اگر ہوئی ہے تو فقط آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی ہوئی ہے اور دوسرے کسی نبی کو بھی میسر نہیں ہوئی یہ خدا کا فضل ہے اسلئے آپ کی عصمت کا یہ ایک بڑا ثبوت ملتا ہے۔

جیسے طبیب اسے کہتے ہیں جو علاج کرکے مریض کو اچھا کرکے دکھلا دیوے ویسے ہی لا الہ الا اللہ سے ہر ایک روحانی مرض کا علاج کرکے آپ نے دکھلایا اور اس لئے دوسری تمام نبوتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ بھی معلوم ہوتی ہیں۔

ایک جگہ اللہ تعالی فرماتا ہے الیوم یئس الذین کفروا آج کافر کی امید ہوگئی گویا آپکو کامیابی کے اس اعلی النقطہ تک پہنچا دیا کہ کافر نامراد ہوگئے کیا انجیل میں اس کے مقابل کوئی آیت ہے ہرگز نہیں مسیح علیہ السلام کو تو فقط ایک یہود یوں کی اصلاح سپرد تھی اور یہ کوئی مشکل کام نہ تہا مگر ضعف کی بات ہے کہ کوئی بات بھی پوری نہ ہوئی اول اسکو بادشاہت کا وعدہ دیا تو پھر کہدیا کہ وہ آسمانی بادشاہت ہے ایلیا کی بات پیش کی تو وہ ایسی کہ خود یحیی نے ایلیا ہونے سے انکار کیا

پھر دیکھئے کہ مسیح کی گرفتاری کے لئے آدمی آگئے دو گھنٹہ کے اندر ہی اندر اسکو گرفتار کرلیا اور

گا ہے اپنے دل سے یہ فتویٰ نہیں پاتا کہ وہ لوگ اس کاربراری کا ذریعہ ہو سکیں کیونکہ قریباً اکثر لوگ اُن میں سقیم الحال اور مسکین اور تنگدست اور تنگ حال ہیں اور بعض شائد ادنیٰ درجہ کے وسعت رکھتے ہوں مگر ان کے لئے یہ سوال ابتلا اور آزمائش ہوگا جس سے اون کی حالت کے بگڑ جانے کا اندیشہ ہے۔ کیونکہ آجکل کی طبیعتوں میں سوء ظن بہت ہے۔ جنہوں نے بیعت کی ہے بالفعل اون کی اسم نویسی ہو گئی ہے ابھی میرے پر نہیں کھلا کہ اون میں سے واقعی طور پر سچا معتقد اور مخلص کون ہے اور پھسلنے والا اور لغزش کھانیوالا کون ہے۔ البتہ اگر خدا تعالیٰ نے چاہا دو تین برس تک ایسے آدمیوں کا گروہ پیدا ہو جاوے گا جو سچا اخلاص رکھتے ہوں تب وہ اسلام اور مسلمانوں کے کام آویں گے ابھی ان کچے حالات والوں کو ٹٹولنا فراست ایمانی سے بعید ہے میرا دل صاف شہادت دے رہا ہے کہ ابھی یہ لوگ کوئی کام نہیں کر سکتے مجھے آپ کے کام میں دل و جان سے دریغ نہیں۔ گر چہ طریق ہو ہنار نظر نہیں آتا بلکہ اوسمیں فساد دکھلائی دیتا ہے اوس کا اختیار کرنا آپ کے لئے کچھ مفید نہیں لوگ ابھی نہایت کچے ہیں اور ادنیٰ خیال سے بگڑنے پر مستعد اور نیز روحانی تعارف مجھ سے نہیں رکھتے بہت باتیں ایسی بھی ہیں جو اس خط میں قابل تحریر نہیں اگر آپ روبرو ہوں تو آپ پر ظاہر کیجائیں۔ اس لئے بالفعل یہ راہ مسدود ہے اگر خدا تعالیٰ نے چاہا تو کسوقت کھل جائیگا۔ خدائے واحد جلشانہ شاہد ہے کہ اس عاجز کو آپ کی نسبت نہایت دل سوزی و ہمدردی ہے مگر آپ پر یہ آزمائش کا وقت ہے کہ کامیابی کی راہ میں مشکلات ہیں آپ سب طرف سے یاس کلی کر کے خدا تعالیٰ پر بھروسہ رکھیں اور استغفار بہت پڑھیں مجھے کبھی کبھی اپنے حالات سے اطلاع دیتے رہیں اگرچہ وہ ہندو و مسلمان ہونے پر کیسا ہی مستعد معلوم ہو مگر میری رائے میں بہتر ہے کہ اُس سے بھی قطع امید کر کے اپنے مولا غفور الرحیم پر نظر رکھیں تا وہ کوئی راہ پیدا کرے میں آپکے لئے سوچ میں رہتا ہوں خدا تعالیٰ چاہے گا تو کوئی راہ پیدا کرے گا اس پریشانی سے جو آپ لاہور میں گذارتے ہیں اگر آپ میرے پاس رہتے تو بہتر تھا مجھے آپ کے بارے میں دل میں درد اور فکر ہے مگر ایمانی غیر تمندی کی وجہ سے ایسے لوگوں کی طرف دامن سوال پھیلانے سے کارہ ہوں جن کی صحت خلوص و اعتقاد میں مجھے کمال درجے کا شک اور ان کے بگڑ جانے کا قریب قریب یقین کے گمان ہے خصوص ان دنوں میں جو ہر طرف سے فتنے اور سوء ظن کی آوازیں سنتا ہوں مگر یقین رکھتا ہوں کہ خدا تعالیٰ جلد ایسے لوگ میرے گروہ میں داخل کرےگا کہ جو اسلام اور مسلمانوں کے کام آویں گے آخر اس دعا پر ختم کرتا ہوں کہ یا الٰہ العالمین اپنے عاجز بندے خدا بخش پر بخشش اور رحمت فرما کہ آخر تیرا ہی رحم ہے جو مصیبتوں سے نجات دیتا ہے آمین ثم آمین۔

خاکسار غلام احمد عفی عنہ
۱۷ - مئی ۱۸۸۹ء

اخویم مولوی حکیم نور الدین صاحب ان دنوں میں کشمیر میں ہیں ایک خط سے معلوم ہوا تھا کہ اون کی والدہ صاحبہ فوت ہو گئے ہیں جہاں تک مجھے اُن کے ذاتی امور کا بہت علم تھا میں نے زبانی آپ سے بیان کر دیا تھا۔ بندہ کے بارے میں انشاء اللہ العادون کی خدمت میں تحریر کر دوں گا مگر میرے نزدیک بہتر تھا کہ جسوقت وہ جموں آئیں تو آپ تحریری تاکید میری طرف سے لیجاتے اب اگر آپ کا یہی منشا رہے تو آپ مجھے اطلاع دیں تو میں خط لکھکر آپ کے پاس بھیجدونگا آپ اس خط کو پڑھ کر خود روانہ کر دیں مگر آپ کے اطلاع دینے کے بعد یہ خط تحریر کیا جائیگا ہے۔ فقط۔

خلافت راشدہ کا تیسرا اڈیشن

خلافت راشدہ وہ مشہور و معروف کتاب ہے جو رافضی قوم کے معتقدات کے رد کے لئے فیصلہ کن ہے۔ ہم کو اس کے متعلق زیادہ کہنے کی کچھ ضرورت نہیں کیونکہ اس کتاب کے فاضل اور عارف مصنف حضرت مولانا مولوی عبد الکریم صاحب کا نام لکھدینا کافی ہے اس کتاب کا دوسرا اڈیشن دست بدست فروخت ہو گیا تھا اور اب ہمیں یہ معلوم کر کے ازبس خوشی ہوئی ہے کہ یہ کتاب ہمارے مکرم دوست شیخ نور احمد صاحب مالک ریاض ہند پریس کے اہتمام میں تیسری مرتبہ شایع ہونے والی ہے۔ یہ کتاب کوئی دو جزو سے زیادہ لکھی جا چکی ہے شیخ نور احمد صاحب جو چھاپنے کے فن میں مشہور اوستاد ہیں اپنے ہاتھ سے اس کتاب کو چھاپیں گے جس سے اس کی خوبی اور بھی بڑھ جائیگی۔

دربار شام

۱۱ - جولائی ۱۹۰۳ء

عیب بے جملہ بگفتی ہنرش نیز بگو۔ تمباکو کے مضرات پر ایک مختصر مضمون پڑھا گیا۔ جس میں کل امراض کو تمباکو کا نتیجہ قرار دیا گیا تھا۔ اور تمباکو کی مذمت میں بہت مبالغہ کیا گیا تھا۔ اس کو سن کر حضرت حجۃ اللہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی کلام اور مخلوق کی کلام میں کسقدر فرق ہوتا ہے۔ شراب کے مضار اگر بیان کئے ہیں تو اس کا نفع بھی بتا دیا ہے اور پھر اس کو روکنے کے لئے یہ فیصلہ کر دیا کہ اس کا ضرر نفع سے بڑھ کر ہے۔ دراصل کوئی چیز ایسی نہیں ہے جس میں کوئی نہ کوئی نفع نہ ہو۔ مگر مخلوق کے کلام کی یہی حالت ہوتی ہے اب دیکھو تو اُس نے اُسکے مضرات ہی مضرات بتائے ہیں کسی ایک نفع کا بھی ذکر نہیں کیا۔

تمباکو اور شریعت تمباکو کے بارے میں اگرچہ شریعت نے کچھ نہیں بتایا۔ لیکن ہم اُسکو مکروہ جانتے ہیں اور ہم یقین کرتے ہیں کہ اگر یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں ہوتا تو آپ نہ اپنے لئے اور نہ اپنے صحابہ کیلئے کبھی اس کو تجویز نہ کرتے۔ بلکہ منع کرتے۔

غریبوں کا حصہ دین میں فرمایا کہ غرباء نے دین کا بہت بڑا حصہ لیا ہے۔ بہت ساری باتیں ایسی ہوتی ہیں جنسے امرا محروم رہجاتے ہیں وہ پہلے تو فسق و فجور اور ظلم میں مبتلا ہوتے ہیں اور اُس کے مقابلہ میں صلاحیت تقویٰ اور نیازمندی غرباء کے حصہ میں ہوتی ہے پس غرباء کے گروہ کو بد قسمت خیال نہیں کرنا چاہیئے بلکہ سعادت اور خدا کے فضل کا بہت بڑا حصہ اوس کو ملتا ہے۔ یاد رکھو حقوق کی دو قسمیں ہیں ایک حق اللہ دوسرے حق العباد۔

حق اللہ میں بھی امرا کو وقت پیش آتی ہے اور تکبر اور خود پسندی اون کو محروم کر دیتی ہے۔ مثلاً نماز کے وقت ایک غریب کے پاس کھڑا ہونا بر اسعلوم ہے انکو اپنے پاس بٹھا نہیں سکتے اور اسطرح پر وہ حق اللہ سے محروم رہجاتے ہیں کیونکہ مساجد تو دراصل بیت المساکین ہوتے ہیں اور وہ انمیں جانا اپنی شان کے خلاف سمجھتے ہیں اور اسی طرح وہ حق العباد میں خاص خاص خدمتوں میں حصہ نہیں لے سکتے۔ غریب آدمی تو ہر ایک قسم کی خدمت کے لئے تیار رہتا ہے وہ پاؤں دبا سکتا ہے پانی لا سکتا ہے کپڑے دھو سکتا ہے۔ یہاں تک کہ اُس کو اگر نجاست پھینکنے کا موقع ملے تو اوس میں بھی اسے دریغ نہیں ہوتا۔ لیکن امرا ایسے کاموں میں ننگ و عار سمجھتے ہیں۔ اور اس طرح پر اس سے بھی محروم رہتے ہیں غرض امارت بھی بہت سی نیکیوں کے حاصل کرنے سے روک دیتی ہے۔ (الا ما شاء اللہ ایڈیٹر) یہی وجہ ہے جو حدیث میں آیا ہے کہ مساکین پانسو برس اول جنت میں جاوینگے

گرفتار کرنیوالوں کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی گرفتاری کے لئے کسریٰ کے سپاہی آئے تو آنحضرت نے اُن کے سامنے اسلام پیش کیا اور پھر دوسرے دن صبح کو آپ اون کے جواب دیتے ہیں کہ آج تمہارا خداوند مارا گیا اور میرے خدا نے اُس کے لئے شیرویہ کو اوس پر مسلط کر دیا اب دونوں نبیوں کا مقابلہ کرلو جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے کسریٰ ہلاک ہوگیا۔ اس طرح سے لازم تھا کہ مسیح کی گرفتاری کے وقت کم از کم موٹے موٹے چھ سات آدمی مارے جاتے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتدا سے خدا کا ارادہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا رعب جمایا جاوے گا۔

ایک آدمی کے دو خدمتگار ہوں کہ ایک تو رات دن خدمت کرتا ہے اور تنخواہ بھی لیتا ہے مگر گالی گلوچ بھی کھاتا رہے اور اور مکروہات بھی دیکھتا ہے ایک اور ہے کہ بظاہر کام تو نہیں کرتا لیکن قرب اوسکا بہت ہے ہر وقت آقا رحمت کی نگاہ سے دیکھتا ہے تو اس سے اسکے اور آقا کے اندرونی تعلقات کا پتہ لگتا ہے کہ کسقدر بڑھے ہوئے ہیں یہی حال مسیح کا ہے کہ اُن کی زندگی کیسی تلخی سے گذری ہے گالی وغیرہ آپ کھاتے رہے اور نصرت و فتح آنحضرت کے شامل حال ہونا صداقت کی بڑی بھاری دلیل ہے۔

مسیح کی قوم یہود تو آپ کے بھائی ہی تھے مسیح بھی توریت کو مانتے تھے مگر پھر بھی ذرا سی بات پر اسقدر مخالفت ہوئی کہ اونہوں نے سولی پر چڑھایا اور ادہر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جہاں دشمن اور ہر کامیابی پر کامیابی ملی حتیٰ کہ آپ کے خلفاء کو بھی کامیابی ہوئی

حضرت امام الملتہ حجتہ اللہ کے مکتوبات

حضرت حکیم الامت کے نام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

مخدومی مکرمی اخویم

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

دو روز سے میں نے شخص معلوم کے لئے توجہ کرنا شروع کیا تھا مگر افسوس کہ اس عرصہ میں میرے گھر کے لوگ یکدفعہ سخت علیل ہوگئے یعنے تیز تپ ہوگیا جس کی وجہ سے مجھے ان کی طرف توجہ کرنی پڑی کل ارادہ ہے کہ اون کو مسہل دوں بعد اون کی صحت کے پھر توجہ میں مصروف ہونگا اب مجھے محض آپ کے لئے اسطرف بشدت خیال ہے اگرچہ مجھے صحت کامل نہیں تاہم افاقہ ہیں آپ نے جو فتح محمد کے ہاتھ دوا بھیجی تھی وہی کھاتا رہا ہوں معلوم ہوتا ہے واللہ اعلم کہ اس دوا نے کچھ فائدہ پہنچایا ہر پیراندتا کے ہاتھ کوئی دوا نہیں پہنچی اور پیراندتا کہتا ہے کہ مجھے مولویصاحب موصوف نے کوئی دوا نہیں دی یعنے اس عاجز کے لئے آپ نے جو کچھ لکھا تھا کہ پیراندتا کے ہاتھ دوا بھیجی ہے شاید یہ غلطی سے لکھا گیا ہو میر عباس علی شاہ صاحب قادیان میں آپ کے دوا کی منتظر ہیں۔ براہ مہربانی فرو توجہ فرما کر دوا بھیجدیں۔ آپ کو یہ عاجز دعا میں یاد رکھتا ہے اور امید وار اثر ہے گو کسیقدر دیر کے بعد ہو انسان کے دل پر از مائش کے طور پر کئی قسم کی حالتیں وارد ہوتی رہتی ہیں آخر خدا تعالیٰ سعید روح کی کمزوری کو دور کر دیتا ہے اور پاکیزگی اور نیکی کے قوت بطور موہبت عطا فرما دیتا ہے پھر اس کی نظر میں وہ سب باتیں مکروہ ہو جاتے ہیں جو خدا تعالیٰ کی نظر میں مکروہ ہیں اور وہ سب راہیں پیاری ہو جاتی ہیں جو خدا تعالیٰ کو پیاری ہیں تب اسکو ایک ایسی طاقت ملتی ہے جس کے بعد ضعف نہیں اور ایک ایسا جوش عطا ہوتا ہے جس کے بعد کسل نہیں اور ایسے تقویٰ دیجاتی ہے جسکے بعد معصیت نہیں اور رب کریم ایسا راضی ہوجاتا ہے جس کے بعد سخط نہیں مگر یہ نعمت دیر کے بعد عطا ہوتی ہے اول اول انسان اپنی کمزوریوں سے بہت سی ٹھوکریں کھاتا ہے اور اسفل کیطرف گرتا ہے مگر آخر اوس کو صادق پا کر طاقت بالا کھینچ لیتی ہے اسی کی طرف اشارہ ہیں جو اللہ جلشانہ فرماتا ہے والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا یعنے نثبتنھم علی التقویٰ والایمان ولنھدینھم سبل المحبت والعرفان وسنیسرھم لفعل الخیرات وترک العصیان۔

کتاب خطبات احمدیہ پیراندتا کے ہاتھ پہنچ گئے بعض ادویہ بھی مگر اس عاجز کے لئے کوئی دوا نہیں پہنچی۔ زیادہ خیریت ہے والسلام

خاکسار غلام احمد از قادیان

ضلع گورداسپور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

مخدومی مکرمی اخویم مولوی حکیم نورالدین صاحب سلمہ تعالیٰ۔ السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

کل کی ڈاک میں عنائت نامہ پہنچا جو کچھ پرچہ تکمیل تبلیغ میں تاریخ لکھی گئی ہے وہ فقط انتظامی امر ہے تا ایسی تقریب میں اگر ممکن ہو تو بعض اخوان مومنین کا بعض سے تعارف ہو جاوے کوئی ضروری امر نہیں ہے آپ کے لئے اجازت ہے کہ جب فرصت ہو اور کسی طرح کا ہرج نہ ہو تو اس رسم کے پورا کرنے کے لئے تشریف لے آویں بلکہ تقریب شادی پر جو آپ تشریف لاویں گے وہ نہائت عمدہ موقع ہے اور شرائط پر پابند ہونا باعتبار استطاعت ہے لا یکلف اللہ نفساً الا وسعہا میرے دوسرے خط کے جواب سے جلد مطلع فرما دیں تا لود ہیانہ میں اطلاع دیجائے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ شاید آپ بماہ مارچ کشمیر کی طرف روانہ ہوں۔ پس اگر یہی صورت ہو تو بماہ فروری کار و بار شادی بخیر و عافیت اہتمام پذیر ہونا چاہیئے منشی عبدالحق صاحب و بابو الٰہی بخش صاحب لاہور سے تشریف لائے تھے منشی عبدالحق صاحب نے تقریر کی تھی کہ رد تکذیب کو عام پسند بنانے کے لئے یہ بات نہایت ضروری ہے کہ دیباچہ کتاب میں کھول کر لکھا جائے کہ ہمارا ایمان تو خدا تعالیٰ کی قدرتوں پر ایسا قوی اور وسیع ہے کہ جسطرح اہل سنت و جماعت تسلیم کرتے ہیں مگر بعض نا درطور کے جواب صرف مخاطبین کی تنگدلی اور قلت معرفت کے لحاظ سے اونکے مذاق کے موافق لکھے گئے ہیں تا انہیں معلوم ہو کہ قرآن شریف پر اعتراض کرنے سے کسی معقولی و منقولی کو مجال نہیں اس عاجز کی دانست میں بھی ایسا لکھنا نہائت ضروری ہے تا عوام الناس فتنہ سے بچ جائیں زیادہ خیریت ہے والسلام

خاکسار غلام احمد از قادیان

۳۰ جنوری سنہ ۱۸۸۹ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

مکرمی اخویم مولوی خدابخش صاحب سلمہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کا عنائت نامہ پہنچا۔ مجھے نہائت افسوس ہے کہ میں اس جماعت پر نظر ڈال کر جنہوں نے مجھ سے بیعت

تربیت و تعلیم

چھوٹے لڑکوں کی تعلیم مسائل تعلیم میں اہم ترین مسئلہ ہے

معزز ہمعصر ثمرات الفنون بیروت نے مندرجہ بالا عنوان سے ایک قابل قدر مضمون لکھا ہے ابناء ملک کی آگاہی و افادہ کے لئے اس کا ترجمہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ چھوٹے لڑکوں اور مبتدیوں کی تعلیم کے لئے مسئلہ پر غور و فکر کرنے میں وہ لوگ مشغول ہوئے ہیں جنہیں حالات اقوام و ملل کے ساتھ خاص طور پر دلچسپی ہے۔ اس لئے کہ مطابق قول مشہور بچپن کا علم مثل نقش فی الحجر کے ہوتا ہے۔ انکی تعلیم کا جو طریقہ اسوقت جاری ہے اس میں علمی یا نظری تعلیم دیجاتی ہے مثلاً جسوقت بچے کو ورد (گلاب کا پھول) کا لفظ سکھاتے ہیں تو ایک (گلاب کا) پھول اس کے سامنے پیش کرتے ہیں اور اس کو اسکا نام اور اس کے کل وصاف بتلاتے ہیں اس کے بعد مختصر و آسان طریقہ پر اسکی تصویرکشی بھی سکھاتے ہیں۔ جس سے بچہ کے دماغ میں اس چیز کی ہیئت کے متعلق سوچ بچار کی عادت پیدا ہوجاتی ہے اسی طرح اور چیزوں کی بھی تعلیم ہوتی ہے لڑکے کے دماغ کو ایسے اسماء واقوال سے پُر کرنا جس کے معنے وہ نہیں سمجھتا مفر ہے کیونکہ اس کے معنے یہ نہیں کہ ذاکرہ (قوت حافظہ) میں بیکار و بیفائدہ چیزیں بھردیجائیں۔

کسی مدرسہ انگلستان کے ہیڈماسٹر کا بیان ہے کہ میں ایک دن ایک مدرسہ دیکھنے گیا۔ مگر مدرسے میں داخل ہونے سے پہلے ہی مجھے لڑکوں کا اس روز کا سبق معلوم ہوگیا۔ وہ اسطرح پر کہ میں نے ہر ایک لڑکے کے ہاتھ میں ایک ایک سیب دیکھا جس سے معلوم ہوگیا۔ کہ معلم نے سیب کا سبق پڑھانیکے لئے ہر لڑکے سے ایک ایک پھل منگوایا۔ سیب کی شکل اور اس کے اوصاف کی نسبت خوب تفصیل اور باریکی کے ساتھ سبق پڑھایا گیا۔ اسے کاٹ کر اس کے اندر کی چیز دکھائیں اور اسکے بعد تصویرکشی کی نوبت آئی - اس قابل معلم نے سیب کی تصویرکشی کا سبق بھی پڑھایا۔ اور ان سے اسکا نقشہ کھینچوایا۔ اور اس طرح سیب کے متعلق تمام باتیں لڑکوں کے ذہن میں مرتسم ہوگئیں۔

تھوڑے دنوں کے بعد وہ اس مدرسہ میں پھر گیا اس مرتبہ ہر لڑکے کو ایک چھوٹا سا جانور لئے ہوئے دیکھا جسے وہ اپنے اپنے گھروں سے اس کے حالات اور کل متعلقات سیکھنے کے لئے لائے تھے۔ دوسری مرتبہ وہ مینڈک لائے تاکہ اوس کے ہاتھ پاؤں کی ترکیب کی کیفیت اور اس کی رفتار کی حالت ملاحظہ کریں۔ اسکے بعد وہ ایکدن چڑیا لائے

اس طرح بچپن ہی سے امور طبعیہ کو پڑھتے اور ملاحظہ کرتے رہنے سے حالات مخلوقات میں اون کو درک ہوجاتا ہے۔ جس کیوجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اسکی قدرت سے واقف ہوجاتے ہیں پس اس کے بعد جملہ اشیاء اور مناظر طبعیہ کے نظارہ سے انہیں لذت حاصل ہوتی ہے اور ان کے متعلق جو کچھ پڑھا پڑھایا تھا سب یاد آجاتا ہے۔ یہ سب نتیجہ ہے اُس کی صغرسنی کی ایسی تربیت کا جس سے امور طبعیہ کی محبت اور ان کی خوبیوں پر فریفتگی پیدا ہوئی۔

پس ایسی حالت میں بچوں کی تعلیم میں طبعیات کا درس سب سے زیادہ ضروری ہے لیکن یہ درس عملی ہونا چاہیئے۔ جیساکہ بیان ہوا اور جب شیر و چیتا و ہمچوں قسم دیگر حیوانات کا درس اسوجہ سے غیرممکن ہوگا یہ مدرسہ میں لائے نہیں جا سکتے۔ تو یہ تو ممکن ہے کہ ایک گھنٹہ کے لئے مدرسہ کے لڑکوں کو ہی باغ حیوانات میں لیجایا جاوے یا ان حیوانات کے عوض انکی صورتوں سے کام نکالا جائے۔

بعض مدارس میں معلمہ یا معلم یا تو خود غلہ بوتا ہے اور یا لڑکوں ہی سے بوآتا ہے اور وہ ان کی روزانہ بالیدگی کو ملاحظہ کرتے کرتے اس کی کیفیت اور دیگر حالات مخصوصہ سے واقف ہوجاتے ہیں۔ چھوٹے لڑکوں کے لئے کوئی اور چیز ایسی لذت بخش اور مفید نہیں ہے جیسی کہ تعلیم ہے جس سے وہ کائنات اور مخلوقات کی حقیقت سمجھکر بچپن ہی میں فلاسفر ہوجاتے ہیں بیشک یہ طریقہ تعلیم بدرجہا زیادہ مفید اور اہم ہے۔ اس طریقہ سے کہ اولاً اونکو متعارف درسی کتابوں میں نوشت و خواند سکھائی جائے۔ کیونکہ یہ فرض ہے کہ جبتک لڑکے ان کتابوں کے ذریعہ بسہولت تعلیم حاصل کرنیکے قابل نہ ہوجائیں۔ اسوقت تک ان کی عقل ان کتابوں میں مقید نہ کردیجائے۔ ہماری دانست میں لڑکوں کی عقل و جسم کے لئے جو کچھ مضر ہے اس میں ہے کہ بچپن ہی سے ان پر ان دشوار درسوں کا بارگراں ڈالدیا جائے ویسا کسی اور امر میں نہیں ہے۔ اور بیشک سچ کہا جس نے یہ کہا۔ کہ جب کبھی مجھے کوئی اوستاد چیختا چلاتا اور اپنے صغیرالسن طالب علم کو اسوجہ سے جھڑکتا ہوا نظر آیا۔ کہ اُس نے اپنا سبق نہیں سمجھا۔ تو مجھے یہی اندیشہ ہوا۔ کہ اسکا باعث استاد ہی ہے اور اس معاملہ میں وہی خطاکار ہے۔ ہماری تمنا یہ ہے۔ کہ بچوں کے مدارس میں اس امر کیطرف توجہ کیجائے اور ہم یہ چاہتے ہیں۔ کہ یہ مدارج بجائے اس امر پر فخر کرنے کے۔ کہ وہاں کا صغیرالسن لڑکا گو نو برس سے زیادہ عمر کا نہیں ہے تاہم ۵ یا ۷ کتابیں پڑھتا ہے اس امر پر فخر کریں کہ وہاں کے چھوٹے لڑکے جو کچھ پڑھتے ہیں۔ وہ سمجھتے بھی ہیں۔ اور ان پر اُن کی مقدرت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالا جاتا۔ مگر افسوس تو یہ ہے کہ ان لڑکوں کے اولیاء پہلے ہی امر کو اپنے لڑکوں کے حق میں مفید خیال کرتے ہیں۔ اور اس سے بہت ہی مسرور ہوتے ہیں۔ حالانکہ فی الواقعہ اس سے لڑکے کی صحت کی بنیاد منہدم ہوجاتی ہے اور اس کی عقل پر ایسا دباؤ پڑتا ہے۔ جس کا اثر اسپر زمانۂ آئندہ ہوتا ہے۔ اور بسا اوقات اس کی عقل و جسم کی طبعی بالیدگی میں حرج اور سست رفتاری پیدا ہوجاتی ہے۔

ہماری یہ رائے ہے کہ جب تک ناصحین اصلاح کرتے اور اس نقصان کی تلافی کی طرف اشارہ کرتے رہنے پر اکتفا کرینگے۔ اسوقت تک وہ صورا رہے بنے رہیں گے لہذا ہماری یہ خواہش ہے کہ مدارس میں اسکی طرف اچھی طرح توجہ کیجائے۔ ممالک غرب کے مدارس جب یہ جان گئے کہ اطفال مدارس کی تربیت و درستی حالت کو اوستادوں سے کوئی خصوصیت نہیں ہے۔ کیونکہ اس عمر کے چھوٹے لڑکے بہ نسبت اوستادوں کے زیادہ تر ماؤں کے محتاج ہوتے ہیں جو اونہیں نرمی اور محبت کا دودھ پلاتی ہیں تو اس وجہ سے وہ مدارس ذکور میں بھی استانیاں مقرر کرنے لگے جنہیں بچوں کے حال پر عموماً عنایت ہوتی ہے۔ پس جو لڑکا اپنی ماں سے جدا ہوکر مکان سے نکلتا ہے اسے مدرسے میں ایک دوسری ماں ملجاتی ہے جو اسکی حقیقی ماں کی طرح نرم دل اور بچوں کی غلطیوں پر بہت کچھ صبر کرنیوالی ہوتی ہے۔

پس اس بنا پر صغرسنی سے لڑکوں کو تعلیم دینے میں جو امر ضروری ہے وہ اون کو کتابیں پڑھا دینا نہیں ہے۔ بلکہ یہ ہے کہ انہیں ایک عظیم الشان روح پھونک دیجائے جو نور الٰہی خداوند تعالیٰ نے اون کے اندر رکھدیا ہے وہ مشتعل کردیا جاوے۔ یہ چھوٹا سا نفس بیدار کیا جاوے اور اس کو تھوڑا تھوڑا بڑھایا جاوے جب ہم اس بزرگ و رفیع مقصد کا مقابلہ حافظ

عیسائیت کا ابطال اونکے اپنے ہاتھوں سے

حضرت مسیح موعود کے ہاتھ پر ازل سے مقدر ہو چکا تھا کہ کسر صلیب ہو اور مردہ پرستی کا بت پاش پاش کیا جاوے۔ آپ نے اس مقصد اعظم کے پورا کرنے میں جو کچھ کیا ہے وہ اس مختصر نوٹ میں نہیں آسکتا لیکن آپ کے انفاس طیبہ کی برکت سے خود عیسائی دُنیا میں حیرت انگیز انقلاب پیدا ہو رہا ہے اور اپنے ہاتھ سے وہ عیسائی مذہب کے کنگروں کو گرا رہے ہیں اور یخربون بیوتهم بايديهم کے مصداق بن رہے ہیں چنانچہ ذیل میں بمبئی کے بشپ صاحب کی رائے بائیبل کے متعلق جو کرسچن پیٹریٹ مدارس مورخہ ۳۰۔ مئی ۱۹۰۳ء میں شائع ہوئی ہے غور سے پڑھنے کے قابل ہے۔

اخبار مذکور لکھتا ہے کہ بمبئی کے بشپ نے مہابلشور میں بائبل پر بہت سے لیکچر دیئے ہیں اور ان تمام لیکچروں میں بائبل کے الہامی ہونے پر گفتگو ہوتی رہی ہے آخر لیکچر میں بشپ صاحب نے یہ فرمایا کہ میرا ارادہ ہے کہ اسبات پر غور کیجاوے کہ جب ہم یہ کہتے ہیں کہ بائبل الہامی ہے تو اس سے ہماری کیا مراد ہوتی ہے اور بائبل کی غلط اور صحیح تصویریوں میں امتیاز کی جاوے +

ڈاکٹر مکارتھر نے ڈین برگن کی تعریف کو بائبل کے حق میں اس طرح نقل کیا ہے کہ سوا اس کے نہیں کہ بائبل اس ہستی کی آواز ہے جو کہ تختیوں پر جلوہ گر ہوئی اس کی ہر ایک کتاب اوس کا ہر ایک باب اسکی ہر ایک آیت اس کے ہر ایک حصہ لفظ اور اسکا ہر ایک حرف براہ راست اس ہستی کی کلام ہے جو کہ سب سے اعلیٰ اور ہر ایک عیب سے مبرا ہے۔ مگر اس خیال پر بشپ صاحب نے یہ رائے ظاہر کی کہ اس قسم کی باتوں نے بہت نقصان پہنچایا ہے اور الہام کے ماتحت رکھکر جن غلط خیالات کا بائیبل کی نسبت دعوٰی کیا گیا ہے اس سے خطرناک حملے اسپر ہوتے ہیں۔ ان تصویریوں سے چرچ کی حقیقت ظاہر نہیں ہوتی اور نہ ان کو کسی اعتقاد یا اقرار یا مستند تعلیموں میں جمع کیا گیا ہے پھر عیسوئیت کے عالموں اور فاضلوں نے اپنے خیالات انکے برخلاف ظاہر فرمائے ہیں۔ ناظرین سمجھ سکتے ہیں کہ ڈاکٹر مکارتھر نے جو حسن عقیدت بائیبل سے ظاہر کی تھی بشپ صاحب نے اس کی سخت مخالفت کی ہے اس کے بعد بشپ صاحب نے فرمایا کہ جب یہ حالت ہے تو دیکھنا چاہیے کہ نوشتوں پر لفظ الہام کن معنوں میں اطلاق پاتا ہے +

(الف) اس کے معنے یہ نہیں ہوسکتے کہ جیسے ملٹن پیرا ڈائز لاسٹ یا ٹینسن ینگر مس پراگرس کا مصنّف گذرا ہے ایسے ہی خدا تعالیٰ بائبل کا مصنّف ہے۔ ہر ایک پر یہ امر ظاہر ہے کہ اس کی عبارت میں کوئی اتحاد نہیں ہے (یعنے جابجا اختلاف ہے) اور مصنفوں کے اختلافات سے جو خصوصیت اور اختلاف عبارتوں میں ہوا کرتا ہے وہ اسمیں موجود ہے

(ب) اس کے یہ معنے بھی نہیں ہیں کہ بائبل کے مصنفوں کو خدا نے ان غلطیوں سے بچایا ہوا تھا جو کہ دُنیادی مضامین میں واقع ہوا کرتی ہیں کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ بائیبل میں غلطیاں ہیں +

(ج) اس کے یہ معنے بھی نہیں ہیں کہ اخلاقی اور روحانی تعلیم ہمیشہ کامل ہے کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ اخلاقی حالتیں آہستہ آہستہ ترقی کرتی ہیں اور خود مسیح کے حواری بھی اسکی تعلیم کو اپنی زندگی میں نہ سمجھ سکے +

(د) اس کے یہ معنے بھی نہیں ہیں کہ بائبل میں خود خدا نے املا کروائی تو اب الہام کے کیا معنے ہوئے ہم یقیناً کہہ سکتے ہیں کہ الہام سے مراد ان خاص طاقتوں کا عطاء کرنا ہے یا کم از کم طبعی قوٰے کو ایک خاص تیزی عطا کرنی کہ تاکہ خدا کا دُنیا میں شناخت کیا جانا کا منشا پورا ہو جاوے اور بائیبل کے الہامی ہونیسے دوسری مراد ہماری یہ ہوتی ہے کہ بائیبل میں کچھ ایسی چیز ضرور ہے جو کہ خصوصیت سے انسانی روح کو اپنی طرف کھینچتی ہے اور ایک آخری معنے ہم یہ بھی سمجھتے ہیں کہ بائیبل خدا کے وجود پر ایک صاف اور متواتر گواہی ہے۔

غرضیکہ یہ خیالات ہیں جو کہ عیسائی مذہب کی ایک بڑے رُکن یعنے بشپ صاحب نے بائیبل کے بارے میں اظہار کئے ہیں آخری دو دلائل تو ایسے ہیں کہ جنکو ہر ایک مذہب اپنے پر چسپان کر سکتا ہے اور اسمیں کوئی خصوصیت بائیبل کی نہیں ہے +

سپرچولزم کی ایک سوسائیٹی کی رائے قبر مسیح کے متعلق

(ایک چٹھی کے ذریعہ)

ڈیئر سر

آپ کی چٹھی اور دوسرے کاغذات وصول ہوئے۔ اس اپنی چٹھی کے ساتھ ایک علیحدہ پیکٹ میں وزنی کے دو لکچر ارسال کرتا ہوں جہانتک میں خیال کرتا ہوں مسیح علیہ السلام کی نسبت جسقدر بیانات درج کاغذات ہیں۔ ہماری روحانی تعلیم کے لحاظ سے وہ بالکل ٹھیک ہیں کسی دوسرے حلقہ میں ڈی ایل ٹوڈی ڈیوٹ ٹال سوگا سے میں پھر دریافت کرونگا۔ میرا خیال ہے کہ بعض اعلیٰ درجہ کی روحوں نے بھی ہمیں تبلایا ہے کہ مسیح واقعہ صلیب سے ۱۲ سال بعد فوت ہوا ہے اور یہ بھی خبر دی ہے کہ کچھ عرصہ کے بعد ایک پیتل کی تختی ملیگی جو کہ اسوقت ریت میں دبی ہوئی ہے جبپر مسیح کی موت کے متعلق تمام ضروری باتیں پائی جاویں گی +

روحوں کی ہدائت کے مطابق ہم عنقریب پہاڑوں میں جانیوالے ہیں۔ جہاں ہمیں عمدہ ہوا عمدہ پانی ملے گا عالم ارواح نے ہمیں تبلایا ہے کہ وہ ہم میں ہوکر لکچر دیویں گے گیت گاوینگے اور ہر ایک باجے کو بجادیں گے۔ اور ہمارے دوگروہ ہر ایک قسم کے بیماروں کو شفا بخشینگے اور ہمیں ایسے ذرائع ملینگے کہ جن کے وسیلہ سے ہم سچے روحانی کاموں کی اشاعت کرسکیں۔ بالکل وہ لٹریچر ہوگی جو کہ عالم ارواح سے ہمیں تبلائی جاوے گی اور ہمیں سب سے اعلیٰ وہ مقام دیا جاوے گا جو کہ فانی عالم کو دیا جاسکتا ہے +

میں بیس سال تک پادری کا کام کرتا رہا ہوں۔ میں اتفاقیہ اس کام میں ایک خصوصیت سے یقین دلانے والے ذریعہ سے راہ نمائی کیا گیا کہ میں اس کی حقیقت سے انکار کر ہی نہ سکا۔ مجھے اس علم کے خطرات کا بھی علم ہے + روحیں تبلاتی ہیں کہ ایک نیک روح کی جگہ ۷۔ بد یا وحشی روحیں ہوا کرتی ہیں اور اسلئے جو شخص صرف نیکی اور روحوں کی تعلیم چاہتا ہے ان کو چاہیئے کہ حرف بحرف انکی ہدایتوں پر عمل کرے +

ہمیں سوائے مرغی کے چوزوں اور مچھلی کے کسی اور شے کے کھانے کی اجازت نہیں ہے ہمیں اپنے جسموں کو پاک صاف رکھنا پڑتا ہے اور جو جسم تمباکو۔ شراب یا مارفیا سے آلودہ ہو اعلیٰ درجہ کی روحوں کی اوس سے ملاقات نہیں ہوتی۔ میرے نزدیک یہ ایک عظیم الشان اور پاکیزہ کام ہے +

ہمیں بہت خوشی ہوگی اگر آپ اپنے کام اور تجارب کی نسبت زیادہ اطلاع دیویں گے اور اگر آپ لکھینگے تو ہم

کو نوشت و خواند سے پر کر دینے کے مقصد سے کریں گے۔ اسوقت ہمکو ان دونوں تربیتوں کا فرق معلوم ہوگا ایک تربیت تو وہ ہے جو نفس کو رفیع المرتبت اور انسان کو انسان بناتی ہے اور ایک وہ تربیت جو نفس کو بیکار بناتی اور لڑکے کو ایسے الفاظ و اصطلاحات اور قوائد کا مخزن قرار دیتی ہے جنہیں وہ کچھ بھی نہیں سمجھتا۔

مستورات کو تبلیغ

کچھ دنوں سے حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بعض نیکدل۔ دیندار عفت مآب خاتونوں کی درخواست و التجا پر بعد نماز عصر عورتوں کو تبلیغ اور وعظ کہنے کا سلسلہ شروع فرمایا ہوا ہے۔ پہلے یہ وعظ ہر روز فرمایا کرتے تھے اب ایکدن چھوڑ کر آپ وعظ فرماتے ہیں۔ اور اسطرح پر فرقہ مستورات کی اصلاح کی طرف آپ نے توجہ فرمائی ہے۔ یہ وعظوں کا سلسلہ اگرچہ اس قابل تھا کہ ہم خود قلمبند کرتے مگر ہماری غیر حاضری کی وجہ سے ایسا نہو سکا۔ اب ہمنے ارادہ کر لیا ہے کہ اللہ تعالیٰ توفیق دے تو خود پس پردہ بیٹھ کر اون کو قلمبند کر لیا کریں چنانچہ حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اجازت بھی دیدی ہے اور بہت جلد ناظرین ہمارے اپنے ہاتھ کا قلمبند کیا ہوا وعظ الحکم میں پڑھیں گے۔ فی الحال ہمکو جو وعظ بالواسطہ پہنچا ہے اسے ناظرین کے فائدہ کیلئے یہاں درج کرتے ہیں الحکم کے معزز ناظرین میں بعض عفت مآب خاتونیں بھی ہیں جنکی دلچسپی کے لئے الحکم کے تقسیم مضامین میں عورتوں کا صفحہ بھی رکھا ہوا ہے اور ناظرین جانتے ہیں کہ ایک معزز و ذی علم خاتون کے مضامین بھی اس صفحہ میں درج ہوتے رہے تھے۔

ہم امید کرتے ہیں کہ یہ سلسلہ مواعظ کا اون کے لئے بہت ہی عزیز اور مفید ہوگا۔ اور جو خاتونیں نہیں پڑھ سکتیں اون کے خاوند اس سلسلہ وعظ کو اپنے گھر میں سناویں گے۔ اور اسطرح پر ان مقاصد اور اغراض کو پورا کرینگے جو حضرت اقدس نے اس سلسلۂ وعظ سے مدنظر رکھے ہیں۔ ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمکو اور ہمارے پڑھنے والوں کو توفیق دے کہ ہم ان نصائح اور ہدایتوں کو جو خدا تعالیٰ کے مامور اور برگزیدہ رسول کے منہ سے نکلی ہیں اپنا دستور العمل بنائیں اور ہمارے گھروں میں انپر پورا عمل ہو آمین۔ (ایڈیٹر)

اگرچہ آنحضرت صلعم کی بیویوں سے بڑھ کر کوئی نہیں ہو سکتا مگر تاہم آپ کی بیویاں سب کام کر لیا کرتی تھیں۔ جھاڑو بھی دے لیا کرتی تھیں اور ساتھ اس کے عبادت بھی کرتی تھیں۔ چنانچہ ایک بیوی نے اپنی حفاظت کے واسطے ایک رسہ لٹکا رکھا تھا کہ عبادت میں اونگھ نہ آوے عورتوں کیلئے ایک ٹکڑا عبادت کا خاوندوں کا حق ادا کرنا ہے اور ایک ٹکڑا عبادت کا خدا کا شکر بجا لانا ہے۔ خدا کا شکر کرنا اور خدا کی تعریف کرنی یہ بھی عبادت ہے دوسرا ٹکڑا عبادت کا نماز کو ادا کرنا ہے۔ کوئی شخص نواب تھا۔ صبح کو نماز کے لئے نہیں اوٹھتا تھا ایک مولوی نے اُسے وعظ سنایا اسپر نواب نے اپنے خادم کو کہا کہ مجھکو صبح کو اوٹھا دینا خادم نے دو تین مرتبہ اوس کو جگایا۔ جب ایک مرتبہ جگایا تو اوس نے دوسری طرف کروٹ بدل لی جب دوبارہ اسطرف ہوکر جگایا پھر اور طرف ہوگیا جب تیسری مرتبہ جگایا تو اُس نے اوٹھکر اوس کو خوب مارا اور کہا کمبخت جب ایک مرتبہ نہیں اوٹھا تو تجھے معلوم نہ ہوا۔ کہ ابھی نہ اوٹھونگا پھر کیوں جگایا اور اتنا مارا کہ وہ بیچارہ بیہوش ہوگیا آپ ہی تو مولوی سے وعظ سنکر اوس کو کہا تھا کہ مجھکو اوٹھا دینا پھر جب اوس نے جگایا تو اس بیچارے کی شامت آئی اس کی وجہ یہ ہے کہ جس کے پاس بہت سا حصہ جاگیر کا ہوتا وہ ایسے غافل ہو جاتے ہیں کہ حق اللہ کا اون کو خیال نہیں آتا۔ امرا میں بہت سا حصہ تکبر کا ہوتا ہے جس کی وجہ سے عبادت نہیں کر سکتے اور نہ دوسرا حصہ خلقت کی خدمت کا ان سے ادا ہوتا ہے۔ خلقت کی خدمت کا یہ حال ہے کہ اگر کوئی غریب آدمی سلام کرتا ہے تو بھی برا مناتے ہیں۔ ایسا ہی عورتوں کا حال ہے کوئی چھوٹی عورت آوے تو چاہیئے کہ بڑی کو سلام کرے۔ یہ دو ٹکڑے شریعت کے ہیں حق اللہ اور حق العباد۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھو کہ کسقدر خدمات میں عمر کو گذارا اور حضرت علیؓ کی حالت کو کہ اتنے پیوند لگائے کہ جگہ نہ رہی حضرت ابوبکر نے ایک بڑھیا کو ہمیشہ حلوا کھلانا وظیفہ کر رکھا تھا۔ غور کرو کہ یہ کسقدر التزام تھا کہ جب آپ فوت ہوگئے تو اس بڑھیا نے کہا کہ آج ابوبکر فوت ہوگیا اس کے پڑوسیوں نے کہا کہ کیا تجھکو الہام ہوا یا وحی ہوئی تو اس نے کہا نہیں آج حلوا لیکر نہیں آیا اسواسطے معلوم ہوا کہ فوت ہوگیا یعنے زندگی میں ممکن نہیں تھا کہ کسی حالت میں بھی حلوا نہ پہنچے۔ دیکھو کسقدر خدمت تھی ایسا ہی سب کو چاہیئے کہ خدمت خلق کرے۔ ایک بادشاہ اپنا گذارہ قرآن شریف لکھکر

کیا کرتا تھا۔ اگر کسی کو کسی سے کراہت ہووے اگرچہ کپڑے سے ہو یا کسی اور چیز سے ہو تو چاہیئے کہ وہ اُس سے الگ ہو جاوے مگر روبرو ذکر نہ کرے کہ یہ دل شکنی ہے اور دل کا شکستہ کرنا گناہ ہے۔ اگر کھانا کھانیکو کسی کے ساتھ جی نہیں کرتا تو کسی اور بہانہ سے الگ ہو جاوے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ لاجناح علیکم ان تاکلوا جمیعا او اشتاتا ط مگر اظہار نہ کرے یہ اچھا نہیں اگر اللہ تعالیٰ کو تلاش کرنا ہے تو مسکینوں کے دل کے پاس تلاش کرو اسی لئے پیغمبروں نے مسکینی کا جامہ ہی پہن لیا تھا۔ اسی طرح چاہیئے کہ بڑی قوم کے لوگ چھوٹی قوم کو ہنسی نہ کریں اور نہ کوئی یہ کہے کہ میرا خاندان بڑا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم میرے پاس جو آؤگے تو یہ سوال نہ کرونگا کہ تمہاری قوم کیا ہے بلکہ سوال یہ ہوگا کہ تمہارا عمل کیا ہے اسی طرح پیغمبر خدا نے فرمایا ہے اپنی بیٹی سے کہ اے فاطمہؓ خدا ذات کو نہیں پوچھیگا اگر تم کوئی برا کام کروگی تو خدا تمسے اسواسطے درگذر نہ کرے گا کہ تم رسول کی بیٹی ہو۔ پس چاہیئے کہ تم ہر وقت اپنا کام دیکھکر کیا کرو اگر کوئی چوہڑا اچھا کام کرے گا تو وہ بخشا جاوے گا اور اگر سید ہوکر کوئی برا کام کرے گا تو وہ دوزخ میں ڈالا جاویگا حضرت ابراہیم نے اپنے باپ کیواسطے دعا کی وہ منظور نہ ہوئی۔ حدیث میں آیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام قیامت کو کہیں گے کہ اے اللہ تعالیٰ میں اپنے باپ کو اس حالت میں دیکھ نہیں سکتا مگر اوس کو پھر بھی رسہ ڈالکر دوزخ کی طرف گھسیٹکر ذلت کے ساتھ لیجاویں گے ریہ عمل نہ ہونے کیوجہ سے ہے کہ پیغمبر کی سفارش بھی کارگر نہ ہوگی) کیونکہ اس نے تکبر کیا تھا۔ پیغمبروں نے غریبی کو اختیار کیا جو شخص غریبی کو اختیار کریگا وہ سب سے اچھا رہے گا۔ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے غریبی کو اختیار کریگا۔ وہ سب سے اچھا رہیگا ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے غریبی کو اختیار کیا۔ کوئی شخص عیسائی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ حضرت نے اسکی بہت سی تواضع خاطرداری کی وہ بہت بھوکا تھا حضرت نے اسکو خوب کھلایا کہ اسکا پیٹ بہت بھر گیا رات کو اپنی رضائی عنایت فرمائی جب وہ سو گیا تو اس کو بہت زور سے دست آیا کہ وہ روک نہ سکا اور رضائی میں ہی کر دیا جب صبح ہوئی تو اُس نے سوچا کہ میری حالت کو دیکھکر کراہت کرینگے۔ شرم کے مارے وہ نکل کر چلا گیا۔ جب لوگوں نے دیکھا تو حضرت سے عرض کی کہ جو نصرانی عیسائی تھا وہ رضائی کو خراب کر گیا ہے اس میں دست بھرا ہوا ہے حضرت نے فرمایا کہ وہ مجھے دو تاکہ

میں صاف کروں لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت آپ کیوں تکلیف اوٹھاتے ہیں ہم جو حاضر ہیں ہم صاف کردیں گے۔ حضرت نے فرمایا کہ وہ میرا مہمان تھا۔ اس لئے میرا ہی کام ہے اور اوٹھکر پانی منگا کر خود ہی صاف کرنے لگے۔ وہ عیسائی جبکہ ایک کوس نکل گیا تو اوس کو یاد آیا کہ اس کے پاس جو سونے کی صلیب تھی وہ چارپائی پر بھول آیا ہوں اس لئے وہ واپس آیا تو دیکھا کہ حضرت اُس کے پاخانہ کو رضائی پر سے خود صاف کر رہے ہیں اس کو ندامت آئی اور کہا کہ اگر میرے پاس یہ ہوتی تو میں کبھی اوس کو نہ دہوتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایسا شخص کہ جس میں اتنی بےنفسی ہے وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے پھر وہ مسلمان ہوگیا۔

کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب لڑکوں کی طرف راستہ میں دیکھا کرتے تھے تو اتنی شفقت کیا کرتے تھے کہ وہ لڑکے سمجھا کرتے کہ یہ ہمارا باپ ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے کہ جو عورتیں کسی ہو قسم کی ہوں انکو دوسری عورتیں حقارت کی نظر سے نہ دیکھیں اور نہ مرد ایسا کریں کیونکہ یہ دل دکھانے والی بات ہے، ورنہ اللہ تعالیٰ اُس سے مواخذہ کریگا یہ بہت بری خصلت ہے یہ ٹھٹھا کرنا اللہ تعالیٰ کو بہت بُرا معلوم ہوتا ہے۔ لیکن اگر کوئی ایسی بات ہو جس سے دل نہ دکھے وہ بات جائز رکھی ہے جہانتک ہوسکے ان باتوں سے پرہیز کرے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ عمل والے کو میں کسطرح جزا دوں گا۔

فامّا من طغٰی و آثر الحیوۃ الدنیا فان الجحیم ھی الماوٰی، جو شخص میرے حکم کو نہیں مانیگا۔ میں اوسکو بہت بری طرح سے جہنم میں ڈالوں گا اور ایسا ہوگا کہ آخر جہنم اسکی جگہ ہوگی۔ واما من خاف مقام ربہ ونہی النفس عن الھوٰی فان الجنۃ ھی الماوٰی اور جو شخص میری عدالت کے تخت کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرے گا اور خیال رکھیگا تو خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اوس کا ٹھکانا جنت میں کروں گا قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ عبس و تولّٰی ان جاءہ الاعمٰی وما یدریک لعلہ یزکّٰی او یذکّر فتنفعہ الذکرٰی۔ اس سورۃ کے نازل ہونیکی وجہ یہ تھی کہ حضرت کے پاس چند قریش کے بڑے بڑے آدمی بیٹھے تھے آپ اون کو نصیحت کر رہے تھے کہ ایک اندھا آگیا اس نے کہا کہ مجھکو دین کے مسائل بتلادو حضرت نے فرمایا کہ صبر کرو اسپر خدا نے بہت غصہ کیا آخر آپ اُس کے گھر گئے اور اسے بلا کر لائے

اور چادر بچھادی اور کہا کہ تو بیٹھ اس اندھے نے کہا کہ میں آپ کی چادر پر کیسے بیٹھوں آپنے وہ چادر کیوں بچھائی تھی اسواسطے کہ خدا کو راضی کریں تکبر اور شرارت بُری بات ہے ایک ذراسی بات سے ستر برس کے عمل ضائع ہوجاتے ہیں۔ لکھا ہے کہ ایک شخص عابد تھا وہ پہاڑ پر رہاکرتا تھا اور مدت سے وہاں بارش نہ ہوئی تھی ایک روز بارش ہوئی تو پتھروں پر اور روڑیوں پر بھی ہوئی تو اُسکے دل میں اعتراض پیدا ہوا کہ ضرورت تو بارش کی کھیتوں اور باغات کیواسطے ہے۔ یہ کیا بات ہے کہ پتھروں پر ہوئی۔ یہی بارش کھیتوں پر ہوتی تو کیا اچھا ہوتا اس پر خدا نے اُس کا سارا ولی پنا چھین لیا آخر وہ بہت سا غمگین ہوا اور کسی اور بزرگ سے استمداد کی تو آخر اوسکو پیغام آیا کہ تو نے اعتراض کیوں کیا تھا تیری اس خطا پر عتاب ہوا ہے۔ اس نے کسی سے کہا کہ ایسا کر کہ میری ٹانگ میں رسہ ڈال کر پتھروں پر گھسیٹتا پھر اوس نے کہا کہ ایسا کیوں کروں اس عابد نے کہا کہ جسطرح میں کہتا ہوں اسی طرح کر و آخر اُس نے ایسا ہی کیا یہانتک کہ اس کی دونوں ٹانگیں پتھروں پر گھسیٹنے سے چھل گئیں تب خدا نے فرمایا کہ بس کر اب معاف کردیا اب دیکھو کہ لوگ کتنے اعتراض کرتے ہیں ذرا زیادہ بارش ہوجاوے تو کہتے ہیں کہ ہمکو ڈبونے لگ گیا ہے اور ذرا توقف بارش میں ہو تو کہتے ہیں کہ اب ہمکو مارنے لگا ہے۔ یہ اعتراض کیسے بُرے ہوتے ہیں دیکھو تقوے کیسے کم ہوگیا ہے اگر ایک دو آنہ رستے میں ملجاویں تو جلدی سے اوٹھا لیتا ہے اور پھر اوسکو کسی سے نہیں کہتا۔ حالانکہ تقوے کا کام یہ تھا کہ اسکو سب کو سناتا اور جس کے ہوتے اس کے حوالہ کرتا۔ پھر کہتے ہیں کہ بارش نہیں ہوتی بارش کیسے ہو اللہ تعالیٰ بہت سے گناہ تو معاف ہی کردیتا ہے۔ اگر زیادہ بارش ہو تو دہائی دیتے ہیں۔ اگر دہوپ زیادہ ہو تو بھی دہائی دیتے ہیں ان سب حالتوں میں انسان تقوٰی سے خالی ہوتا ہے۔ پس چاہیئے کہ صبر کرے اگر صبر نہ کرے تو پھر کافر ہوکر تو روٹی کھانی حرام ہے انسان کو چاہیئے کہ کبھی خدا پر اعتراض نہ کرے دیکھو ہمارے پیغمبر خدا کے ہاں ۱۲ لڑکیاں ہوئیں آپ نے کبھی نہیں کہا کہ لڑکا کیوں نہ ہوا۔ اور جب کوئی غم ہوتا تو انا اللہ ہی کہتے رہے۔ اب اگر کسی کا لڑکا مرجاوے تو برس برس تک روتے ہیں اگر اللہ تعالیٰ کشائیش دیوے تو تعریف کرتے ہیں مگر ذرا سختی آجاوے

تو فوراً پھر جاتے ہیں۔ ایک شخص کی یہاں بیوی فوت ہوگئی وہ فوراً دہریہ ہوگیا انسان کو چاہیے کہ علاقہ خدا کے ساتھ ایسا رکھے کہ کبھی سختی آوے تو توڑنا نہ پڑے گویا کبھی نہیں آئی۔

حضرت ایوب ع کتنے صابر تھے کہ خدا تعالےٰ نے شیطان سے کہا کہ میرا بندہ کتنا صابر ہے اس نے کہا کہ کیوں نہ ہوں بکریاں بہت ہیں آرام سے کھاتا پیتا ہے۔ خدا نے فرمایا کہ میں نے تجھکو اس کی بکریوں پر مسلط کیا اس نے سب کو فنا کردیا اور حضرت ایوب کے خادم نے خبر پہنچائی کہ تمہاری بکریاں سب مرگئیں آپنے فرمایا کہ تو یوں کیوں کہتا ہے کہ میری بکریاں مرگئیں وہ تو خدا کی تھیں اس نے اپنی امانت واپس لے لی پھر شیطان سے خدا نے فرمایا کہ دیکھو میرا بندہ ایوب ع کیسا صابر ہے اس نے کہا کہ ہاں اسکو یہ خیال ہے کہ اونٹ بہت سے ہیں بکریاں فنا ہوگئیں تو کیا ہوگیا ان سے سب طرح کے کام چل سکتے ہیں۔ خدا نے فرمایا کہ میں نے تجھکو اونٹوں پر بھی مسلط کیا پھر سب اونٹ فنا ہوگئے اور اسی طرح خادم نے خبر دی تو حضرت ایوب ع نے وہی کہا کہ میرے نہیں تھے یہ تو خدا نے دئے تھے اس نے واپس لے لئے پھر کیا افسوس ہے۔ پھر شیطان سے خدا نے فرمایا کہ دیکھا میرا بندہ کیسا صابر ہے اس نے کہا کہ اسکے دل میں تقویت ہے کہ گائیاں بہتری ہیں ان سے سب کچھ حاصل ہوسکتا ہے آخر انپر بھی اسی طرح شیطان کو مسلط کیا گیا۔ وہ بھی فنا ہوگئیں۔ اور حضرت ایوب ع نے صبر کیا۔ پھر خدا نے فرمایا تو شیطان نے جواب دیا کہ اسکے پاس فرزند بہتیرے ہیں۔ دل میں جانتا ہے کہ کیا ہوا یہ جیتے ہیں تو پھر بہت سا مال اکٹھا ہوجاوے گا خدا نے اُس کے فرزندوں کو بھی وفات دیدی۔ پھر شیطان نے کہا کہ خدایا اس کی تندرستی بہت ہے اسکو اس کی بدولت سب کچھ مل سکتا ہے آخر یہ ہوا کہ نہایت بیمار ہوگئے اور تندرستی بھی جاتی رہی مگر صبر کیا۔ پھر خدا نے شیطان سے کہا کہ دیکھا میرا بندہ کیسا صابر ہے۔ شیطان چپ سا ہوگیا مگر ان کی بیوی جو ہمیشہ کھانا پکایا کرتی تھی شیطان اسکو راستہ میں ملا اور ایک بڈھی کی شکل میں اس سے کہا کہ تیرا خاوند ایسا ہی ایسا ہے تو اس کی کیوں خدمت کرتی ہے۔ اس نے یہ بات حضرت ایوب سے کہی اونہوں نے کہا کہ وہ تو شیطان تھا تو نے اس کی بات کیوں سنی میرے پاس کہی میں اچھا ہوکر تجھکو سو بید ماروں گا۔ پھر خدا کی رحمت ہوئی تو ایوب علیہ السلام کے پاس فرشتہ آیا اور اپنے پاؤں مار کر ایک چشمہ نکالا اس میں نہانے کیواسطے کہا حضرت ایوب ع اسمیں نہا کر

باتیں ہیں ان پر عمل کرنا چاہیئے غریب آدمی کے ساتھ تکبر کے ساتھ پیش نہیں آنا چاہیئے۔

(کاتب خاکسار محمد اکبر)

(انوار احمدیہ پریس قادیان میں باہتمام مالک و ایڈیٹر کے چھپکر شائع ہوا)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِھِمْ

اِنَّہٗ اٰوِی الْقَرْیَۃَ

الحکم

دار الامان قادیان

چہ گویم باتو گر آئی چہا در قادیاں بینی
دوا بینی شفا بینی غرض دار الاماں بینی

ایڈیٹر شیخ یعقوب علی تراب احمدی
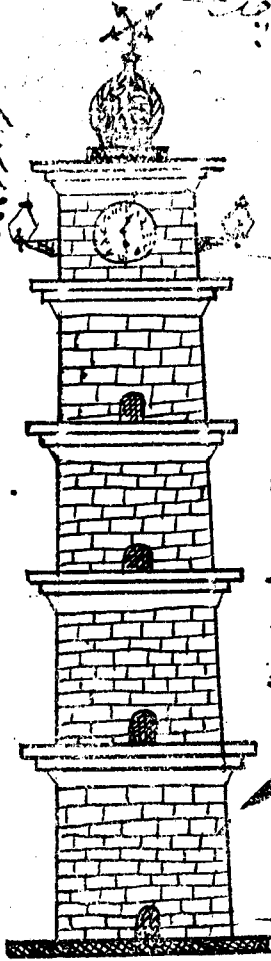
نمبر ۲۹	مورخہ ۱۰-اگست سنہ ۱۹۰۳ء مطابق ۱۶-جمادی الاول سنہ ۱۳۲۱ھ روز دوشنبہ	جلد ۷

کلماتِ طیبات امام الزمان سلمہ الرحمٰن

سلسلہ کے لیے دیکھو الحکم نمبر ۲۶ -

دیکھو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کوئی نشان نہیں مانگا یہی وجہ تھی کہ آپ کا نام **صدیق** ہوا۔ سچائی سے بھرا ہوا صرف مُنہ دیکھکر ہی پہچان لیا کہ یہ جھوٹا نہیں ہے۔ پس **صادقوں** کی شناخت اور انکا تسلیم کرنا کچھ مشکل امر تو نہیں ہوتا ان کے نشانات ظاہر ہوتے ہیں لیکن کور باطن اپنے آپ کو شبہات اور خطرات میں مبتلا کر لیتے ہیں یہی وہ لوگ بڑے ہی بدقسمت ہوتے ہیں جو انتظار میں اپنی عمر گذار دیتے ہیں اور پردہ برانداز ثبوت چاہتے ہیں انکو معلوم نہیں کہ جیسا خود اللہ تعالیٰ نے فرمادیا ہے انکشاف کے بعد ایمان نفع نہیں دیتا

نفع میں وہی لوگ ہوتے ہیں اور سعادتمند وہی ہیں جو مخفی ہونے کی حالت میں شناخت کرتے ہیں۔

دیکھو جب تک لڑائی جاری ہوتی ہے اس وقت تک فوجوں کو تمغے ملتے ہیں اور خطاب ملتے ہیں لیکن جب امن ہو جاوے اُسوقت اگر کوئی فوج چڑھائی کرے تو یہی کہا جائے گا کہ یہ لوٹنے کو آئے ہیں۔

یہ زمانہ بھی روحانی لڑائی کا ہے شیطان کے ساتھ جنگ شروع ہے شیطان اپنے تمام ہتھیاروں اور مکروں کو لیکر اسلام کے قلعہ پر حملہ آور ہو رہا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ اسلام کو شکست دے۔ مگر خدا تعالیٰ نے اسوقت شیطان کی آخری جنگ میں اسکو ہمیشہ کے لیے شکست دینے کے لیے اس سلسلہ کو قائم کیا ہے مبارک وہ جو اسکو شناخت کرتا ہے۔ اب تھوڑا زمانہ ہے ابھی ثواب ملیگا لیکن عنقریب وقت آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سلسلہ کی سچائی کو آفتاب سے بھی زیادہ روشن کر دکھلائے گا وہ وقت ہوگا کہ ایمان ثواب کا موجب نہ ہوگا اور توبہ کا دروازہ بند ہونے کا مصداق ہوگا اس وقت میرے قبول کرنیوالے کو بظاہر ایک عظیم الشان جنگ اپنے نفس سے کرنی پڑتی ہے وہ دیکھیگا کہ بعض اوقات اُسکو برادری سے الگ ہونا پڑیگا اس کے دنیوی کاروبار میں روک ڈالنے کی کوشش کیجاویگی اُسکو گالیاں سُننی پڑینگی۔ لعنتیں سُنے گا۔ مگر ان ساری باتوں کا اجر اللہ تعالیٰ کے ہاں سے ملے گا

لیکن جب دوسرا وقت آیا اور اس زور کے ساتھ دنیا کا رجوع ہوا جیسے ایک بلند ٹیلہ سے پانی نیچے گرتا ہے اور کوئی انکار کرنے والا ہی نظر نہ آیا اُس وقت اقرار کس پایہ کا ہوگا۔ اُسوقت ماننا شجاعت کا کام نہیں ثواب ہمیشہ دُکھ ہی کے زمانہ میں ہوتا ہے۔

حضرت **ابو بکر** رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو قبول کر کے اگر مکہ کی نمبرداری چھوڑ دی تو اللہ تعالیٰ نے تو اللہ تعالیٰ نے اسکو ایک دنیا کی بادشاہی دی۔ پھر حضرت **عمر** رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی کمبل پہن لیا اور ہرچہ بادا باد ما کشتی در آب انداختیم کے مصداق ہو کر آپ کو قبول کیا تو کیا اللہ تعالیٰ نے انکے اجر کا کوئی حصہ باقی رکھ لیا؟ ہرگز نہیں جو خدا تعالیٰ کے لیے ذرا بھی حرکت کرتا ہے وہ نہیں مرتا جب تک اسکا اجر نہ پالے۔ حرکت شرط ہے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ اگر کوئی اللہ تعالیٰ کی طرف معمولی رفتار سے آتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسکی طرف دوڑ کر آتا ہے۔

اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَاءِ

ایمان یہ ہے کہ جو کچھ مخفی ہو تو مان لے جو ہلال کو دیکھ لیتا ہے تیز نظر کہلاتا ہے لیکن چودھویں رات کے چاند کو دیکھکر شور مچانے والا دیوانہ کہلائیگا۔

اس موقع پر ملا مولوی عبد اللطیف صاحب کابلی نے عرض کی کہ حضور! میں نے ہمیشہ آپ کو سورج ہی کیطرح دیکھا ہے کوئی امر مخفی یا مشکوک مجھے نظر نہیں آیا۔ پھر مجھے کوئی ثواب ہوگا یا نہیں۔

فرمایا

آپ نے اُسوقت دیکھا جب کوئی نہ دیکھ سکتا تھا آپ نے اپنے آپ کو نشانہ ابتلا بنا دیا اور ایک طرح سے جنگ کے لیے طیار کر دیا اب بچ جانا خدا کا فضل ہے ایک شخص جو جنگ میں جاتا ہے اُس کی شجاعت میں تو کوئی شبہ نہیں اگر وہ بچ جاتا ہے اور اُسے کوئی گزند نہیں پہونچتا تو یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اسی طرح آپ نے اپنے آپکو خطرات میں ڈالدیا اور ہر ایک دکھ اور ہر مصیبت کو اس راہ میں اُٹھانے کے لیے طیار ہو گئے اسلیے اللہ تعالیٰ آپ کے اجر کو ضائع نہیں کرے گا

خان عجب خان صاحب۔ حضور پشاور میں بہت سے مخالف لوگ جمع ہوئے اور انھوں نے میرے والد سے کہا کہ اسکو منع کر دو میں نے انکو یہی جواب دیا کہ میں نے جس صداقت کو دیکھ لیا ہے اور خدا کے فضل سے سمجھ لیا ہے اسے سچائی سمجھکر میں کیونکر چھوڑ سکتا ہوں۔ اگر اب چھوڑوں تو مجھ سے بڑھکر خطاکار اور گنہگار کون ہوگا کیونکہ مجھپر حجت پوری ہو چکی ہے۔ اسپر انھوں نے اور تو کچھ نہ کہا صرف یہ کہکر ٹالدیا کہ وہ جادوگر ہے

فرمایا

جادوگر کہلانا قدیم سے انبیاء علیہم السلام کی سنت چلی آتی ہے۔ ہمکو اگر کسی نے جادوگر کہا تو اسی سنت کو پورا کیا

مگر یاد رکھنا چاہیے کہ ہم تو قرآن شریف پیش کرتے ہیں جس سے جادو بھاگتا ہے + اس کے بالمقابل کوئی باطل اور سحر ٹھہر نہیں سکتا ہمارے مخالفوں کے ہاتھ میں کیا ہے جسکو وہ لیے پھرتے ہیں یقیناً یاد رکھو کہ قرآن شریف وہ عظیم الشان حربہ ہے کہ اسکے سامنے کسی باطل کو قائم رہنے کی ہمت ہی نہیں ہو سکتی یہی وجہ ہے کہ کوئی باطل پرست ہمارے سامنے اور ہماری جماعت کے سامنے نہیں ٹھیرتا اور گفتگو سے انکار کر دیتا ہے یہ آسمانی ہتھیار ہے جو کبھی کُند نہیں ہو سکتا ہمارے اندرونی مخالف اس کو چھوڑ کر الگ ہو گئے ہیں ورنہ اگر قرآن شریف کی رو سے یہ فیصلہ کرنا چاہتے تو انکو اسقدر مصیبتیں پیش نہ آتیں + ہم خدا تعالیٰ کا پیارا اور یقینی کلام قرآن شریف پیش کرتے ہیں اور وہ اس کے جواب میں قرآن سے استدلال نہیں کرتے۔ ہمارا مذہب یہی ہے کہ خدا تعالیٰ کے کلام کو مقدم کرو۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔ جو قرآن شریف کے خلاف ہو ہم نہیں مان سکتے خواہ وہ کسیکا کلام ہو اللہ تعالیٰ کے کلام پر ہم کسیکی بات کو ترجیح کس طرح دیں ہم **احادیث** کی عزت کرتے ہیں اور اپنے مخالفوں سے بھی بڑھ کر احادیث کو واجب العمل سمجھتے ہیں لیکن یہ سچ ہے کہ ہم دیکھیں گے کہ وہ حدیث قرآن شریف کے کسی بیان کے متعارض یا مخالف نہ ہو اور محدثین کی اپنی وضع کردہ اصولوں کی بنا پر اگر کوئی حدیث موضوع بھی ٹھہرتی ہو لیکن قرآن شریف کے مخالف نہ ہو بلکہ اس سے قرآن کی عظمت کا اظہار ہوتا ہو تب بھی ہم اسکو واجب العمل سمجھتے ہیں اور اس امر کا پاس کریں گے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہے۔

لیکن اگر کوئی حدیث ایسی پیش کیجاوے جو قرآن شریف کے مخالف ہو تو ہم کوشش کرینگے کہ اسکی تاویل کرکے اس مخالفت کو دور کریں لیکن اگر وہ مخالفت دور نہیں ہو سکتی تو پھر ہمکو وہ حدیث بہرحال چھوڑنی پڑیگی کیونکہ ہم اسپر قرآن کو ... چھوڑ نہیں سکتے۔

اسپر بھی ہم دعویٰ سے کہتے ہیں کہ وہ تمام احادیث جو اس معیار پر صحیح ہیں وہ ہمارے ساتھ ہیں بخاری اور مسلم میرے دعویٰ کی تائید اور تصدیق کرتے ہیں جیسے قرآن شریف نے فرمایا کہ مسیح مر گئے اسی طرح بخاری اور مسلم نے تصدیق کی اور انی متوفیک کے معنے انی ممیتک کیے جیسے قرآن شریف سے یہ ثابت ہے کہ بنی اسمعیل کو اسی طرح شرف عطا ہوا جیسے بنی اسرائیل کو بزرگی دی تھی ویسے ہی احادیث سے یہ پایا جاتا ہے۔

ان لوگوں پر جو انکار کرتے ہیں افسوس ہے انکو رسم اور عادت نے خراب کر دیا ہے۔ ورنہ یہ میرا معاملہ ایسا مشکل اور پیچیدہ نہ تھا جو سمجھ میں نہ آتا + قرآن شریف سے ثابت احادیث سے ثابت دلائل عقلیہ سے ثابت اور پھر تائیدات سماویہ اسکی مصدق اور ضرورت زمانہ اسکی مؤید باوجود اس کے بھی یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ سلسلہ حق پر نہیں۔

غور کرکے دیکھو کہ جب یہ لوگ خلاف قرآن وسنت کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ زندہ آسمان پر بیٹھے ہیں تو یادریوں کو نکتہ چینی کا موقع ملتا ہے اور وہ جھٹ پٹ کہہ اُٹھتے ہیں کہ تمھارا پیغمبر مر گیا اور معاذ اللہ وہ زمینی ہے حضرت عیسیٰ زندہ اور آسمانی ہے اور اسکے ساتھ ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرکے کہتے ہیں کہ وہ مردہ ہے سوچکر بتاؤ کہ وہ پیغمبر جو افضل الرسل اور خاتم الانبیاء ہے ایسا اعتقاد کرکے اُنکی فضیلت اور خصوصیت کو یہ لوگ بٹہ نہیں لگاتے؟ ضرور لگاتے ہیں اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کا ارتکاب کرتے ہیں۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ پادریوں سے جسقدر توہین ان لوگوں نے اسلام کی کرائی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مردہ کہلایا ہے اسی کی سزائیں یہ نکبت اور بدبختی ان کے شامل حال ہو رہی ہے ایکطرف تو مسلمان کہتے ہیں کہ وہ افضل الانبیاء ہے اور دوسری طرف یہ اقرار کرلیتے ہیں کہ ۶۳ سال کے بعد مر گئے اور مسیح ابتک زندہ ہے اور نہیں مرا حالانکہ اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتا ہے وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا پھر کیا یہ ارشاد الٰہی غلط ہے؟ نہیں یہ بالکل درست اور صحیح ہے وہ جھوٹے ہیں جو کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مردہ ہیں۔ اس سے بڑھ کر کوئی کلمہ توہین کا نہیں ہو سکتا + حقیقت یہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں ایسی فضیلت ہے جو کسی نبی میں نہیں ہے میں اسکو عزیز رکھتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات کو جو شخص بیان نہیں کرتا وہ میرے نزدیک کافر ہے۔

کس قدر افسوس کی بات ہے کہ جس نبی کی اُمت کہلاتے ہیں اُسی کو معاذ اللہ مردہ کہتے ہیں اور اس نبی کو جس کی اُمت کا خاتمہ ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ پر ہوا ہے۔ اُسکو زندہ کہا جاتا ہے۔ حضرت عیسیٰ کی قوم یہود تھی اور اُسکی نسبت خدا تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ اب قیامت تک انکو عزت نہ ملیگی۔ اب اگر حضرت عیسیٰ پھر آگئے تو پھر گویا انکی کھوئی ہوئی عزت بحال ہو گئی اور قرآن شریف کا یہ حکم باطل ہو گیا جس پہلو اور حیثیت سے دیکھو جو کچھ یہ مانتے ہیں اس پہلو سے قرآن کریم کا ابطال اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین لازم آتی ہے۔ پھر تعجب ہے کہ یہ لوگ مسلمان کہلا کر ایسے اعتقادات رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تو یہود کے لیے فتویٰ دیتا ہے کہ ان میں نبوت کا سلسلہ ختم ہو گیا اور وہ ذلیل ہو گئے پھر ان میں زندہ نبی کیسے آسکتا ہے؟ ایک مسلمان کے لیے تو اتنا ہی کافی ہے کہ جب اُسکے سامنے قرآن شریف پیش کیا جاوے تو وہ انکار

کے لیے لب کشائی نہ کرے + مگر یہ قرآن سنتے ہیں اور پڑھتے ہیں وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں جاتا ورنہ کیا یہ کافی نہ تھا کہ قرآن شریف میں صاف فرمایا ہے یٰعِیْسٰۤی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ وَ رَافِعُكَ اِلَیَّ۔ اور اس سے بڑھ کر خود حضرت مسیح کا اپنا اقرار موجود ہے فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِیْبَ عَلَیْهِمْ ۔ اور یہ قیامت کا واقعہ ہے جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے سوال ہوگا کہ کیا تو نے کہا تھا کہ مجکو اور میری ماں کو خدا بناؤ۔ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسکا جواب دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ جب تک میں انمیں زندہ تھا میں نے تو نہیں کہا اور میں وہی تعلیم دیتا رہا جو تو نے مجھے دی تھی لیکن جب تو نے مجھے وفات دیدی اُسوقت تو ہی انکا نگہبان تھا۔ اب یہ کیسی صاف بات ہے۔

اگر یہ عقیدہ صحیح ہوتا کہ حضرت مسیح کو دنیا میں قیامت سے پہلے آنا تھا تو پھر یہ جواب انکا کسطرح صحیح ہو سکتا ہے؟ انکو تو کہنا چاہیے تھا کہ میں دنیا میں جب دوبارہ گیا تو اُسوقت صلیب پرستی کا زور تھا اور میری الوہیت اور ابنیت پر بھی شور مچا ہوا تھا مگر میں نے جا کر صلیبوں کو توڑا اور خنزیر و نکو قتل کیا اور تیری توحید کو پھیلایا نہ یہ جواب دیتے کہ جب تو نے مجھے وفات دیدی اُسوقت تو خود نگہبان تھا۔

کیا قیامت کے دن حضرت مسیح جھوٹھ بولیں گے؟ ان عقائد کی شناعت کہانتک بیان کی جاوے جس پہلو اور مقام سے دیکھو قرآن شریف کی مخالفت نظر آوے گی۔

پھر یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ دیکھا جاوے حضرت مسیح آسمان پر جا کر کہاں بیٹھے ہیں؟ تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ وہاں جا کر یحییٰ علیہ السلام کے پاس بیٹھے ہیں اور یحییٰ علیہ السلام بالاتفاق وفات یافتہ ہیں۔ پھر مردوں میں زندہ کا کیا کام ہے؟

غرض کہانتک بیان کروں ایک غلطی ہو تو آدمی بیان کرے یہاں تو غلطیاں ہی غلطیاں بھری پڑی ہیں باوجود ان غلطیوں کے تعصب اور ضد بڑھی ہوئی ہے اور اس ضد کے سبب سچ کے قبول کرنے میں عذر کر رہے ہیں ہاں جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے مقدر کیا ہوا ہے اور اسکے حصہ میں سعادت ہے وہ سمجھ رہا ہے اور اسطرف آتا جاتا ہے۔

حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کیلئے نیکی چاہتا ہے اُسکے دل میں واعظ پیدا کر دیتا ہے جبتک دل میں واعظ نہ ہو کچھ نہیں ہوتا اگر خدا کے قول کے خلاف کوئی قول ہو تو خدا کو اس خلاف قول کے ماننے میں کیا جواب دیگا احادیث کے متعلق خود تسلیم کر چکے ہیں خصوصًا مولوی محمد حسین اپنے رسالہ میں شائع کر چکا ہے کہ اہل کشف احادیث کی صحت بذریعہ کشف کر لیتے ہیں اور اگر کوئی حدیث محدثین کے اصولوں کے موافق صحیح بھی ہو تو اہل کشف اسے موضوع قرار دے سکتے ہیں اور موضوع کو صحیح ٹھہرا سکتے ہیں۔

ایک عیسائی کے چند سوالوں کا جواب

مرقومہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

سلسلہ کے لیے دیکھو الحکم نمبر ۲۶ صفحہ ۲۔

اب انصاف سے دیکھو کہ اس آیت میں کہاں معجزات کا انکار پایا جاتا ہے یہ آیتیں تو باواز بلند پکار رہی ہیں کہ کفار نے ہلاکت اور عذاب کا نشان مانگا تھا سو اول انھیں کہا گیا کہ دیکھو تم میں زندگی بخش نشان موجود ہے یعنی قرآن جو تمپر وارد ہو کر تمھیں ہلاک کرنا نہیں چاہتا بلکہ ہمیشہ کی حیات بخشتا ہے مگر جب عذاب کا نشان تمپر وارد ہوا تو وہ تمھیں ہلاک کرے گا پس کیوں ناحق اپنا مرنا ہی چاہتے ہو اور اگر تم عذاب ہی مانگتے ہو تو یاد رکھو کہ وہ بھی جلد آئے گا پس اللہ جل شانہ نے ان آیات میں عذاب کے نشان کا وعدہ دیا اور قرآن شریف میں جو رحمت کے نشان ہیں اور دلوں پر وارد ہو کر اپنا خارق عادت اثر اُنپر ظاہر کرتے ہیں اُنکی طرف توجہ دلائی پر معترض کا یہ گمان کہ اس آیۃ میں لا نافیہ جنس معجزات کی نفی پر دلالت کرتا ہے جس سے کل معجزات کی نفی لازم آتی ہے محض صرف ونحو سے ناواقفیت کی وجہ سے ہے یاد رکھنا چاہیے کہ نفی کا اثر اُسی حد تک محدود ہوتا ہے جو متکلم کے ارادہ میں متعین ہوتی ہے خواہ وہ ارادہ تصریحًا بیان کیا گیا ہو یا اشارۃً مثلاً کوئی کہے کہ اب سردی کا نام و نشان باقی نہیں رہا تو ظاہر ہے کہ اُس نے اپنے بلدہ کی حالت موجودہ کے موافق کہا ہے اور گو اُس نے بظاہر اپنے شہر کا نام بھی نہیں لیا مگر اُسکے کلام سے یہ سمجھنا کہ اُسکا یہ دعویٰ ہے کہ کل کوہستانی ملکوں سے بھی سردی جاتی رہی اور سب جگہ سخت اور تیز دھوپ پڑنے لگی اور اسکی دلیل یہ پیش کرنا کہ جس لا کو اُس نے استعمال کیا ہے وہ نفی جنس کا لا ہے جس کا تمام جہان پر اثر پڑنا چاہیے درست نہیں۔ مکہ کے مغلوب بت پرست جنہوں نے آخر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور آنجناب کے معجزات کو معجزہ کر کے مان لیا اور جو کفر کے زمانہ میں بھی صرف خشک منکر نہیں تھے بلکہ روم اور ایران میں بھی جا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو منجمانہ خیال سے ساحر مشہور کرتے تھے اور گو بیجا پیرایوں میں ہی سہی مگر نشانوں کا اقرار کر لیا کرتے تھے جن کے اقرار قرآن شریف میں موجود ہیں وہ اپنے ضعیف اور کمزور کلام میں جو اقرار ساطعہ نبوۃ محمدیہ کے نیچے دبے ہوئے تھے کیوں لا نافیہ استعمال کرنے لگے اگر اُن کو ایسا ہی لمبا چوڑا انکار ہوتا تو وہ بالآخر نہایت درجہ کے یقین سے جو اُنھوں نے اپنے خونوں کے بہانے اور اپنی جانوں کے فدا کرنے سے ثابت کر دیا تھا مشرف بالاسلام کیوں ہو جاتے اور کفر کے ایام میں جو اُن کے بارہا کلمات قرآن شریف میں درج ہیں وہ یہی ہیں کہ وہ اپنی کوتہ بینی کے دھوکہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ساحر رکھتے تھے جیسا کہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ یعنی جب کوئی نشان دیکھتے ہیں تو منہ پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ پکا جادو ہے پھر دوسری جگہ فرماتا ہے وَعَجِبُوْۤا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ وَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا سٰحِرٌ كَذَّابٌ یعنی اُنھوں نے اس بات سے تعجب کیا کہ انھیں میں سے ایک شخص انکی طرف بھیجا گیا اور بے ایمانوں نے کہا کہ یہ تو جادوگر کذاب ہے۔ اب ظاہر ہے کہ جبکہ وہ نشانوں کو دیکھکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جادوگر کہتے تھے اور پھر اسکے بعد انھیں نشانوں کو معجزہ کر کے مان بھی لیا اور جزیرہ کا جزیرہ مسلمان ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک معجزات کا ہمیشہ کے لیے سچے گواہ بنگیا تو پھر ایسی لوگوں سے کیونکر ممکن ہے کہ وہ عام طور پر نشانوں سے صاف منکر ہو جاتے اور انکار معجزات میں ایسا لا نافیہ استعمال کرتے جو اُن کی حد حوصلہ سے باہر اور انکی مستمر رائے سے بعید تھا بلکہ قرائن سے آفتاب کی طرح ظاہر ہے کہ جس جس جگہ پر قرآن شریف میں کفار کیطرف سے یہ اعتراض لکھا گیا ہے کہ کیوں اس پیغمبر پر کوئی نشانی نہیں اتری ساتھ ہی یہ بھی بتلا دیا گیا ہے کہ ان کا مطلب یہ ہے کہ عذاب

یہ نکلا ہے ایسا پانی اُتارا جس سے لگی سڑی ہوئی زمین سرسبز ہو گئی۔ اُس سے خدا کے خوف سے بندوں کی جلدیں کانپتی ہیں پھر اُن کی جلدیں اور اُن کے دل ذکر الٰہی کے لیے نرم ہو جاتے ہیں یاد رکھو کہ قرآن سے دل اطمینان پکڑتے ہیں جو لوگ قرآن کے تابع ہو جائیں اُن کے دلوں میں ایمان لکھا جاتا ہے اور روح القدس انھیں ملتا ہے روح القدس نے ہی قرآن کو اُتارا تا قرآن ایمانداروں کے دلونکو مضبوط کرے اور مسلمین کے لیے ہدایت اور بشارت کا نشان ہو ہمنے قرآن کو اُتارا ہے اور ہم ہی اسکی حفاظت کرنیوالے ہیں یعنی کیا صورۃ کے لحاظ سے اور کیا خاصیت کے لحاظ سے ہمیشہ قرآن اپنی اصلی حالت پر رہے گا اور الٰہی ام

نشانیاں ہم مانگتے ہیں اُنمیں سے کوئی نشانی کبھی نہیں اُترے گی ✻ اب قصہ کوتاہ یہ کہ آپ نے آیت متذکرہ بالا کے لَا نافیہ کو قرآن کی حد سے زیادہ کھینچ دیا ہے۔ ایسا لَا نافیہ عربوں کے کبھی خواب میں بھی نہیں آیا ہوگا اُن کے دل تو اسلام کی حقیقت سے بے خبر ہوئے تھے تب ہی تو سب کے سب بجز معدودے چند (کہ جو اُس عذاب کو پہنچ گئے تھے جس کا اُن کو وعدہ دیا گیا تھا) بالآخر مشرف باسلام ہوگئے تھے اور ایسا ہی کا لَا نافیہ حضرت مسیح کے کلام میں بھی پایا جاتا ہے اور وہ یہ ہے۔ فریسیوں نے مسیح کے نشانات طلب کیے اُس نے آہ کھینچکر کہا کہ اس زمانہ کے لوگ کیوں نشان چاہتے ہیں میں تم سے سچ کہتا ہوں اس زمانہ کے لوگوں کو کوئی نشان دیا نہیں جائے گا دیکھو مرقس ۸ باب ۱۱۔

اب دیکھو کیسا حضرت مسیح نے صفائی سے انکار کر دیا ہے اگر غور فرمائیں تو آپ کا اعتراض اس اعتراض کے آگے کچھ بھی چیز نہیں کیونکہ آپ نے فقط کفار کا انکار پیش کیا اور وہ بھی نہ عام بلکہ خاص نشانات کے بارہ میں اور ظاہر ہے کہ دشمن کا انکار کلی قابل اطمینان نہیں ہوتا کیونکہ دشمن خلاف واقعہ بھی کہہ جاتا ہے مگر حضرت مسیح تو آپ اپنے منہ سے معجزات دکھلانے سے انکار کر رہے ہیں اور نفی صدور معجزات کو زمانہ کے ساتھ متعلق کر دیا ہے اور فرماتے ہیں کہ اس زمانہ کے لوگوں کو کوئی نشان دیا نہ جائے گا بس اس سے بڑھ کر انکار معجزات کے بارہ میں اور کونسا بیان واضح ہو سکتا ہے اور اس لَا نافیہ سے بڑھ کر اور کونسا لَا نافیہ ہوگا۔

پھر دوسری آیت کا ترجمہ پیش کیا گیا ہے جس میں بھی سیاق سباق کی آیتوں سے بالکل الگ کر کے اُس پر اعتراض وارد کر دیا ہے مگر اصل آیت اور اُس کے متعلقات پر نظر ڈالنے سے ہر ایک منصف بصیر سمجھ سکتا ہے کہ آیت میں ایک بھی ایسا لفظ نہیں ہے کہ جو انکار معجزات پر دلالت کرتا ہو بلکہ تمام الفاظ صاف بتلا رہے ہیں کہ ضرور معجزات ظہور میں آئے چنانچہ وہ آیت معہ اُسکے دیگر آیات متعلقہ کے یہ ہے وَاِنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اَوْ مُعَذِّبُوْهَا عَذَابًا شَدِيْدًا ؕ كَانَ ذٰلِكَ فِى الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ۝ وَمَا مَنَعَنَاۤ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ اِلَّاۤ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ ؕ وَاٰتَيْنَا ثَمُوْدَ النَّاقَةَ مُبْصِرَةً فَظَلَمُوْا بِهَا ؕ وَمَا نُرْسِلُ بِالْاٰيٰتِ اِلَّا تَخْوِيْفًا ۝ فرماتا ہے عزوجل کہ یوں قیامت سے پہلے ہر ایک بستی کو ہم نے ہی ہلاک کرنا ہے یا عذاب شدید نازل کرنا ہے یہی کتاب میں مندرج ہو چکا ہے مگر اُس وقت ہم بعض اُن گذشتہ قہری نشانوں کو (جو عذاب کی صورت میں پہلی اُمتوں پر نازل ہو چکے ہیں) اس لیے نہیں بھیجتے جو پہلی اُمتوں کے لوگ اسکی تکذیب کر چکے ہیں چنانچہ ہم نے ثمود کو بطور نشان کے جو مقدمہ عذاب کا تھا ناقہ دیا جو حق کا نشان تھا (جس پر اُنھوں نے ظلم کیا یعنی وہ ناقہ جسکی بسیار خوری اور بسیار نوشی کی وجہ سے شہر حجر کے باشندوں کے لیے جو قوم ثمود میں تھے۔ پانی تالاب وغیرہ کا پینے کے لیے نہ باقی رہتا تھا اور نہ اُن کے مویشی کے لیے کوئی چراگاہ رہی تھی اور ایک سخت تکلیف اور رنج اور بلا میں گرفتار ہوگئی تھی) اور قہری نشانوں کے نازل کرنے سے ہماری غرض یہی ہوتی ہے کہ لوگ اُن سے ڈریں ✦ باقی آئندہ

✻ واضح ہو کہ قرآن شریف میں نشان مانگنے کے سوالات کفار کی طرف سے ایک دو جگہ نہیں بلکہ کئی مقامات میں یہی سوال کیا گیا ہے اور ان سب مقامات کو بنظر یکجائی دیکھنے سے ثابت ہوتا ہے کہ کفار مکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تین قسم کے نشانات مانگا کرتے تھے۔

(۱) وہ نشان جو عذاب کی صورت میں فقط اپنے اقتراح سے کفار مکہ نے طلب کیے تھے

(۲) دوسرے وہ نشان جو عذاب کی صورت میں یا مقدمہ عذاب کی صورت میں، پہلی اُمتوں پر وارد کیے گئے تھے۔

(۳) تیسرے وہ نشان جس سے پردہ غیبی بکلی اُٹھ جائے جسکا اُٹھ جانا ایمان بالغیب کے بکلی برخلاف ہے سو عذاب کے نشان ظاہر ہونے کے لیے جو سوال کیے گئے ہیں انکا جواب تو قرآن شریف میں بھی دیا گیا ہے کہ تم منتظر رہو عذاب نازل ہوگا ہاں ایسی صورت کا عذاب نازل کرنے سے انکار کیا گیا ہے جسکی پہلی تکذیب ہو چکی ہے تاہم عذاب نازل ہونے کا وعدہ دیا گیا ہے جو آخر غزوات کے ذریعہ سے پورا ہو گیا لیکن تیسری قسم کا نشان دکھلانے سے بکلی انکار کیا گیا ہے اور خود ظاہر ہے کہ کہ ایسے سوال کا جواب انکار ہی تھا نہ اور کچھ کیونکہ کفار کہتے تھے کہ ہم تب ایمان لائینگے کہ جب ہم ایسا نشان دیکھیں کہ زمین سے آسمان تک ایک نردبان رکھی جائے اور تو ہمارے دیکھتے دیکھتے اُس نردبان کے ذریعہ سے زمین سے آسمان پر چڑھ جائے اور فقط تیرا آسمان پر چڑھنا ہم ہرگز قبول نہیں کرینگے جبتک آسمان سے ایک کتاب نہ لاوے جسکو ہم پڑھ لیں اور پڑھیں بھی اپنے ہاتھ میں لیکر یا تو ایسا کر کہ مکہ کی زمین میں جو ہمیشہ پانی کی تکلیف رہتی ہے شام اور عراق کے ملک کی طرح نہریں جاری ہو جائیں اور جسقدر ابتداء دنیا سے آجتک ہمارے بزرگ مر چکے ہیں سب زندہ ہو کر آجائیں اور اُن میں قصیّ بن کلاب بھی ہو کیونکہ وہ بڈھا ہمیشہ سچ بولتا تھا اُس سے ہم پوچھیں گے کہ تیرا دعویٰ حق ہے یا باطل یہ سخت سخت خود تراشیدہ نشان تھے جو وہ مانگتے تھے اور پھر بھی نہ صاف طور پر بلکہ شرط بر شرط لگانے سے جنکا ذکر جابجا قرآن شریف میں آیا ہے پس سوچنے والے کے لیے عرب کے شریروں کی ایسی درخواستیں ہمارے سید و مولیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات ظاہرہ و آیات بینہ و سولانہ ہیئت پر صاف اور کھلی کھلی دلیل ہے خدا جانے ان دل کے اندھوں کو ہمارے مولیٰ و آقا محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے انوار صداقت نے کسقدر حد تک عاجز و تنگ کر رکھا تھا اور کیا کچھ آسمانی تائیدات و برکات کی بارشیں ہو رہی تھیں کہ جنسے خیرہ ہو کر اور جنکی ہیبت سے منہ پھیر کر سراسر ٹالنے اور بھاگنے کی غرض سے ایسی دور از صواب درخواستیں پیش کرتے تھے ظاہر ہے کہ اس قسم کے معجزات کا دکھلانا ایمان بالغیب کی حد سے باہر ہے یوں تو اللہ جل شانہ قادر ہے کہ زمین سے آسمان تک زینہ رکھدیوے جسکو سب لوگ دیکھ لیویں اور دو چار ہزار کیا دو چار کروڑ آدمیوں کو زندہ کر کے اُن کے منہ سے اُن کی اولاد کے سامنے صدق نبوت کی گواہی دلا دیوے یہ سب کچھ وہ کر سکتا ہے مگر ذرا سوچکر دیکھو کہ اس انکشاف تام سے ایمان بالغیب جو مدار ثواب اور اجر ہے دور ہو جاتا ہے اور دنیا نمونہ محشر ہو جاتی ہے پس جسطرح قیامت کے میدان میں جو انکشاف تام کا وقت ہوگا ایمان کام نہیں آتا اسی طرح اس انکشاف تام سے بھی ایمان لانا کچھ مفید نہیں بلکہ ایمان اسی حد تک ایمان کہلاتا ہے کہ جب کچھ خفا بھی باقی ہے جب سارے پردے کھل گئے تو پھر ایمان ایمان نہیں رہتا اسی وجہ سے سارے نبی ایمان بالغیب کی رعایت سے معجزے دکھلاتے رہے ہیں کبھی کسی نبی نے ایسا نہیں کیا کہ ایک شہر کا شہر زندہ کر کے اُن سے اپنی نبوت کی گواہی دلا دے یا آسمان تک نردبان رکھکر اور سب کے روبرو چڑھ کر تمام دنیا کو تماشا دکھلاوے — منہ

عیسویت کا انحطاط اُسکے اپنے ہاتھوں

ایک پادری کا وعظ

کسرِ صلیب

یہ ترجمہ ہمارے مکرم دوست منشی عبدالحکیم صاحب ہوشیارپوری نے کیا ہے۔ جزاہ اللہ احسن الجزا
ایڈیٹر

چودھویں صدی کے پرفتن زمانہ میں جبکہ ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ کا ہیبت ناک نظارہ ہر جگہ ہر وقت مشاہدہ میں آرہا ہے۔ اور کفر اور شرک اور بدکاری کی گھٹا ٹوپ آندھیاں بڑے زور سے چل رہی ہیں مامور الٰہی (ایّدہ اللہ بنصرہٖ) کا عظیم الشان کام کسر صلیب ٹھیرایا گیا ہے۔ گویا سب سے زیادہ ظلمت اور تاریکی کا گڑھا صلیب پرستی ہے جہاں ایک عالم ٹھوکریں کھا کھا کر گر رہا ہے۔ اس مقصد عظیم کو پورا کرنے کے لیے ایکطرف تو آسمانی پہلوان نے (خدا کی نصرتیں اور تائیدیں اسکے شامل حال رہیں) اپنے آسمانی تیز اور کاری **حربے** چلائے ہیں اور یسوع ناصری کی موت ثابت کرکے عیسویت کی رگ جان کاٹ دی ہے اور دوسری طرف اسکے انفاس طیبہ کے اثر سے خود صلیب کے پرستاروں میں ایسے اسباب و مواد پیدا ہو گئے ہیں کہ وہ اس گندی تعلیم یعنی صلیب پرستی اور عیسائی مذہب سے بیزار ہوتے جاتے ہیں اور یہ تنفر صرف اسی صدی کا خاصہ ہے۔ الحمد للہ یہ کامیابی اور تائید ایزدی !!! ایکطرف اللہ جل شانہ نے اس جَرِيُّ اللّٰهِ فِي حُلَلِ الْأَنْبِيَاءِ کو ایسے تیز اور کبھی کند نہ ہونے والے اور باطل کش ہتھیار دیے ہیں کہ بڑی آسانی سے دجال کا مقابلہ ہوسکے اور دوسری طرف مامور الٰہی کے وقت نزول ملائکہ کا مسئلہ سمجھانے کے لیے خود انہیں ایسے اسباب پیدا کر دیے ہیں کہ وہ اسلام کے نزدیک ہو رہے ہیں چنانچہ یورپ جو عیسویت کا سرچشمہ ہے اب پکار اُٹھا ہے کہ مسیح پرستی سے بڑھ کر اور کوئی گمراہی نہیں اور یسوع میں خدائی کی کوئی علامت نہیں بلکہ وہ ایک عاجز انسان ہے اور عیسائی مذہب تمام برکتوں سے تہیدست ہے۔ قادیان میں بیٹھکر ایسی خبریں سُننا اور یہ دلخوش کن نظارہ دیکھنا بخدا ایک مومن کی دلچسپی اور ازدیاد ایمان کا موجب ہے۔ اس تمہید کو مختصر کرکے اپنی کلام کی تائید میں ایک عیسائی پادری کے بڑے دن کے وعظ کا ترجمہ پیش خدمت کرتا ہوں اُمید ہے کہ ناظرین کی دلچسپی کا موجب ہو گا۔ خصوصًا ہندوستان کے عیسائی دنیا کے لیے۔

(پیدائش مسیح پر لیکچر)

میرا مضمون انجیل متی کے پہلے باب کی اٹھارہویں آیۃ ہے جہاں لکھا ہے کہ "اب یسوع کی پیدایش یوں ہوئی" گذشتہ ہفتہ میں نے جیمس رسل لوئل صاحب کے چند اقوال پیش کیے تھے انہیں سے ہی آج اپنے لیکچر کی ابتدا کرتا ہوں۔ وہ فرماتے ہیں کہ "ہمارے ملک کی روحانی خرابی مذہب کو بغیر سچے یقین کے ماننے کے اور ان دلائل کے نہ سمجھنے کے باعث جن پر مذہب کی بنیا دہے" اور ایک اور جگہ کہتے ہیں کہ "جب انسان میں مذہب کی اندرونی خوبصورتی و خوبی دریافت کرنے کے لیے روحانیت نہیں ہوتی تو وہ اسکی بیرونی حالت کو ملمع کرکے اور طرح طرح کی آرائیشوں سے سجا کر دکھاتا ہے" اگر میں حالات زمانہ سے ناواقف نہیں تو میں یہ کہنے کو طیار ہوں کہ لوئل صاحب کے یہ فقرات ہمارے زمانہ کا خاصہ اور اسکی حالت کا آئینہ ہیں مذہبی معاملات پر غور اور دینی امور میں احتیاط تو بجائے خود رہے ہم خیال تک کرنیکی برداشت نہیں کرتے۔ لوگوں کی عادۃ ہے کہ کسی شے کی فرضی خوبیاں تصور کرکے اپنی عجائب پسندی کی قوت کو تحریک دیکر اسکے شیفتہ ہو جاتے ہیں اور ذوق و وجدان تک نوبت پہنچا دیتے ہیں مگر اُسکی تہ تک پہنچنے اور اصلیت دریافت کرنے کے لیے غور کرنا حرام سمجھتے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ آج آپ ایک ایسے معاملہ پر جو ہمارے مذہب کی بُنیا دہے تھوڑا سا غور کریں اور یہ بات صرف خیالی طور سے ہی ضروری نہیں بلکہ ضروری العمل بھی ہے۔ اگر آپ میں سے کوئی شخص غور کرنے کی رغبت دل میں نہیں پاتا یا اس معاملہ میں میرا ہمدرد و ہم نوا نہیں تو میں اس سے ایک اور بات کی درخواست کرتا ہوں کہ وہ جبتک میں اپنا مضمون تمام نہ کرلوں اور جبتک اسکے قابل عمل ماحصل کو بیان نہ کرلوں مجھپر کوئی فتویٰ نہ دے اور کوئی رائے قائم نہ کرے

دنیا میں یسوع کی آمد کیونکر ہوئی؟ جب میں اپنا مضمون بیان کرچکونگا تو آپکو معلوم ہوگا کہ یہ معاملہ کسقدر قابل غور ہے اور اسکا تعلق صرف یسوع کی ذات تک ہی محدود نہیں بلکہ ہمارے ان خیالات پر کہ جو ہم خدا کی نسبت اور اُسکے کائنات کے انتظام پر اور انسان کی فطرت اور خلق خدا کی قسمت پر رکھتے ہیں اس کا اثر ہے اور ان سب کے ساتھ بڑا گہرا تعلق ہے اسلیے کہ ہم فی الحقیقۃ اس عالم میں ایک ہی قسم کی مخلوق جو بلا باپ یا کنواری سے پیدا ہو مگر میں آپ سے اس امر کو پیش نظر رکھنے کی درخواست کرتا ہوں کہ یہ سوال ہمارے ایمانیات اور محبت الٰہی کا جزو نہیں اور نہ ہی یہ سوال بائبل کے انکار و تسلیم کے متعلق ہے نہ اس سوال کا تعلق یسوع کی محبت اور اُسکا اپنا مذہبی پیشوا ماننے سے ہے اور نہ یہ سوال عملی پاکیزگی اور رحم کے متعلق ہے بلکہ میرا تو یہ ایمان ہے کہ راستی ہی نہایت گہرے اور بلند تقویٰ کی طرف انسان کی رہنمائی کرسکتی ہے۔

میں ایک دفعہ پھر عرض کرتا ہوں کہ یہ امر کہ یسوع کی پیدایش کسطرح ہوئی کوئی مذہبی سوال نہیں اور نہ ہی فی الحقیقت ایسے سوالات کا مذہب سے کوئی تعلق ہوسکتا ہے بلکہ یہ صاف اور سادہ طور سے ایک تاریخی سوال ہے۔ اور اس کا ثبوت محض شہادتوں پر مبنی ہے۔ ہمیں کوئی حق نہیں پہونچتا کہ ان معاملات کا اپنے ہی محسوسات اور خواہشوں سے انکو غلط نام سے موسوم کرکے فیصلہ کریں۔

میں آپ سے التجا کرتا ہوں جو کچھ اس معاملہ کی نسبت عہد نامہ جدید میں لکھا گیا ہے آپ اسپر غور فرماویں اور پھر پہلی تین صدیوں کے کلیسیائی بزرگوں کی مختصر عام شہادتوں پر نگاہ ڈالیں تو پھر میں بڑے زور سے ثابت کر دونگا کہ میرے نزدیک مذہب کے یقینی قابل عمل کونسے امور ہیں اور یہی آخری بات ہے جو میں بیان کرنی چاہتا ہوں

ذرا عہد نامہ جدید پر غور کیجیے اور دیکھیے کہ یسوع کی پیدایش کی بابت کیا کہتا ہے ایک نہایت ہی بصیرت کا راہ یہ ہوگا کہ ہم کتب عہد نامہ جدید کو اسی ترتیب سے پڑھیں جس ترتیب سے کہ وہ مرتب ہوئی ہیں اور جس ترتیب سے کہ موجودہ اناجیل شائع کی گئی ہیں وہ تاریخی ترتیب کے لحاظ سے بالکل ساقط الاعتبار ہے۔ نئے عہد نامہ میں سب سے پہلی کتابیں پولوس کے خط ہیں اور پولوس قریبًا سنہ ۶۴ء میں نیرو کے مظالم کے وقت اٹلی کے شہر روم میں قتل ہوا تھا۔ اب اس تاریخ کو ذہن میں رکھیں۔

چونکہ مسیح موجودہ سن کے اجرا سے چار برس پہلے پیدا ہوا تھا اور وہ قریباً ۳۰ء میں مرگیا اس سے ثابت ہوا کہ پولوس یسوع سے قریباً ۳۶ سال بعد مرا۔ ہاں تو کیا کبھی آپ نے یہ خیال نہیں کیا۔ اس کے خطوط میں اس امر کی بابت کہیں اشارہ تک بھی تو نہیں پایا جاتا اور نہ ہی یہ ثابت ہوتا ہے کہ اسکو اسبات کا علم تھا اور یہ بھی بالکل ناممکن ہے کہ یہ کہانی یسوع کی صلیب اور پولوس کی موت کے درمیانی ۳۶ سالہ زمانہ میں عام طور سے مروج ہو اناجیل موجودہ میں سے سب سے پہلے مرقس کی انجیل ہے جو ۶۰ء میں لکھی گئی۔ کیا آپ نے کبھی غور نہیں کیا کہ مرقس نے کنواری سے بچہ پیدا ہونے کا ذکر تک نہیں کیا ؟؟؟ اُس نے تو یہ بات ظاہرا طور سے سُنی بھی نہ ہوگی۔ اور اسبات کا اظہار بھی کچھہ کم تعجب خیز نہیں کہ انجیل یوحنا میں بھی اس امر کا حوالہ نہیں دیا گیا اور یہی وہ انجیل ہے جسکو عام طور سے یسوع کی سکھانے والی اور اسکی بعثت کی غرض اور اسکے مراتب و حالات پر مشتمل تسلیم کیا گیا ہے۔ یوحنا کی انجیل کے مصنف کو تو کوئی جانتا ہی نہیں۔ یہ انجیل قریباً دوسری صدی کے وسط میں لکھی گئی۔ اور اسکے مصنف نے کیا تو بے باپ کے پیدائش کی کہانی کو اب اس ملک میں جہاں وہ رہتا تھا سنا ہی نہیں یا اسکو غیر ضروری سمجھکر اس کا کچھہ ذکر کرنا نہیں چاہتا۔

اب ہم ان دونوں اناجیل کی طرف توجہ کرتے ہیں جنہوں نے اس امر کا تذکرہ کیا ہے وہ متی اور لوقا کی اناجیل ہیں ۔ وہ کب تصنیف ہوئیں ؟؟ انکی تصنیف کا زمانہ پہلی صدی کے اختتام کے قریب کا زمانہ ہے۔ لیکن کیا آپ نے کبھی خیال کیا (افسوس کہ لوگ عموماً بڑی بے احتیاطی سے ان کتابوں کو پڑھتے ہیں) کہ متی اور لوقا کی کہانیاں بالکل مختلف اور ناقابل اعتبار ہیں۔ اور ان کی تطبیق ایک خیال موہوم ہے۔ میں انکا اقتباس آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ آپ غور سے دیکھیں۔

انجیل متی سے مریم اور یوسف کا وطن بیت لحم ثابت ہوتا ہے۔ اور پھر ایک مشرقی مجوسی دانا کی کہانی ہے جو ایک ستارہ کی رہنمائی سے یسوع کی پیدائش کی جگہ پہونچا کیونکہ وہاں ستارہ ٹھہر گیا اور متی نے لکھا ہے کہ یسوع کی پیدائش کی جگہ یوسف اور مریم کا اپنا گھر ہے۔ اور اس نے اصطبل یا کھُرلی اور سرائے کے مالک کا کچھ ذکر تک نہیں کیا۔ پھر ہیرودیس اور تمام اہل یروشلم کا اسکی پیدائش کی خبر سُنکر چونک پڑنے اور مصر کو بھاگ جانے اور معصوم بچوں کے قتل کیے جانے کی کہانی ہے

لیکن تاریخ سے ثابت ہے کہ ہیرودیس ہی سال میں مرگیا تھا جس میں کہ یسوع پیدا ہوا اور اسقدر بکیس اور معصوم بچوں کے قتل کے کہانی والی آیت بالکل بے بنیاد ہے۔ مانا کہ ہیرودیس ایک ظالم اور بد اخلاق تھا مگر خواہ مخواہ بلا ثبوت ایک ایسا سخت جرم اسکی طرف کیوں منسوب کیا جاوے ؟ جسکا وہ مرتکب نہیں پھر لکھا ہے کہ یوسف اور مریم بچہ کو لیکر (یعنی یسوع کو) ہیرودیس کی وفات کے بعد مصر سے لوٹے اور چونکہ وہ بیت لحم میں جانے سے ڈرتے تھے اسلیے انھوں نے شمال کیطرف ناصرت میں رہایش اختیار کرلی یہاں تک تو متی کی کہانی ہے ۔ اب میں آپکو دکھلاتا ہوں کہ لوقا میں کیا لکھا ہے ۔ انجیل لوقا سے یوسف کا اصلی وطن ناصرت معلوم ہوتا ہے نہ کہ بیت لحم جیسا کہ متی میں لکھا ہے۔ پھر لکھا ہے کہ بادشاہ نے ایک فرمان جاری کیا کہ تمام ملک کی مردم شماری کی جاوے اور کہانی کے مفہوم کے مطابق اس کا یہ مطلب ہے کہ سب لوگ اپنے اپنے زاد بوم میں جاویں تاکہ وہاں انکا شمار کیا جاوے ۔ لیکن کہانی کا تاریخی ثبوت کچھہ بھی نہیں رومی سلطنت کے قوانین کے مطابق ایسی مردم شماری کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ اور خیال تو فرمائیے کہ اس سے فائدہ ہی کیا تھا کہ مردم شماری کی خاطر فلسطین کے تمام لوگ اپنی اپنی جائے پیدایش کو جاویں خواہ وہ کہیں رہتے ہوں اور کہیں پیدا ہوکر ہوں۔ ؟؟؟

پھر لکھا ہے کہ مریم نے یسوع کی پیدایش سے ایک قلیل عرصہ پہلے ایک پرصعوبت اور دور و دراز پہاڑی سفر کیا اور ۸۰ میل تک خچر پر سوار ہوکر بیت لحم تک گئی۔ وہاں پہنچکر دیکھا کہ سرائے میں ان کے لیے کوئی کمرہ خالی نہیں اور اسکے بچہ (یسوع) کھُرلی میں پیدا ہوا۔!!! پھر فرشتوں اور گڈریے کے کہانی ہے۔ اور بچہ کو (یسوع) یروشلم لے جانے اور ہیکل پر چڑھانے کا ذکر ہے۔ لیکن اسمیں ہیرودیس کے معصوم بچوں کو قتل کرنے کا کوئی تذکرہ نہیں کیا گیا۔ اور نہ اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ یوسف و مریم ہیرودیس سے ڈر گئے تھے۔ ہاں یہ لکھا ہے کہ بچہ ہونے کے بعد اپنے اصلی وطن یعنی ناصرت کو چلے گئے۔

بس ایسی قصہ کہانیاں متی اور لوقا کی اناجیل میں پائی جاتی ہیں۔ اس امر کے ثبوت کے لیے کہ یہ میرے اکیلے ہی کے رائے نہیں میں پادری ڈاکٹر فریمنٹل کا Rev. Dr. Freemantle صاحب جو کلیسیا انگلستان کے معزز رکن اور قابل شخص ہیں آپ کو قول سناتا ہوں۔ ابھی ایک دو

ماہ کا عرصہ ہوتا ہے کہ انھوں نے چرچ کانگریس (کلیسیائی سالانہ جلسہ) کے ایک جلسہ میں حاضرین جلسہ کو یہ کہکر حیران کر دیا کہ ہمارے پاس کوئی دلیل نہیں کہ متی اور لوقا کے ابتدائی الفاظ کے سوا انکے باقی بیانات کو بھی صحیح تسلیم کیا جاوے اور نہ ہی مسیح کی پیدایش کی کہانی نئے عہدنامہ کی تعلیم ہے۔

اب آپ نسب ناموں کی طرف توجہ کریں۔ کیا کبھی کسی نے لوقا اور متی کی اناجیل میں انکو پڑھا ہے ؟ آپ انکو کسی وقت مخلی بالطبع ہوکر پڑھیں اور دیکھیں کہ دونوں نے یوسف ہی کا نسب نامہ بیان کیا ہے۔ اور مریم کا نسب نامہ مطلقاً کسی نے نہیں دیا اور جبتک یوسف کو یسوع کا باپ نہ مانا جاوے ان نسب ناموں کا یسوع سے یوحنا اور پطرس کی نسبت زیادہ تعلق ثابت نہیں ہوتا ۔ یہ نسب نامے بظاہر اسلیے لکھے گئے تھے کہ لوگ ابتک یوسف کو یسوع کا باپ تسلیم کرتے ہیں اور اسی لیے وہ اناجیل مروجہ میں شامل کیے گئے اور مذہبی طور سے ایسے مقدس خیال کیے گئے ہیں کہ مصنفان انجیل نے انکو ترک کرنا گوارا نہیں کیا اور نہ ہی انکے کسی اختلاف کا ذکر کیا گیا ہے۔

تمام اناجیل کو پڑھ کر چند ایک ایسی شہادتیں پائی جاتی ہیں جن سے بے ساختگی اور بیخبری ٹپکتی ہے اور محض اسوجہ سے کہ مصنفان انجیل نے انکو سادہ لوحی اور بیخبری سے پہلے لکھا ہے وہ زیادہ مضبوط اور قابل اعتبار ہیں۔ انہیں سے ایک دو آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں جان John فلپ Philip اور نینتھنیل Nanthanael کے اقوال کے مطابق اناجیل کے ابتدائی حصص مسیح کی نسبت تذکرات ہیں انہیں سے ایک دو آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں فلپ نینتھنیل ...... سے کہتا ہے کہ "ہم نے اس مسیح موعود کو پا لیا ہے جسکی موسی اور دوسرے نبیوں نے خبر دی ہے" اس کے جواب میں نینتھنیل کہتا ہے کہ "کیا ناصرت سے کوئی عمدہ بات نکل سکتی ہے ؟" اب فلپ کا جواب سُنیے اگر اسکو یہ معلوم ہوتا کہ یسوع بیت لحم میں پیدا ہوا ہے تو وہ یقیناً یہی جواب دیتا اور یہی جواب ہو سکتا ہے کہ "وہ ناصرت میں پیدا نہیں ہوا وہ بیت لحم میں پیدا ہوا ہے"۔ لیکن وہ جواب دیتا ہے کہ "آؤ اور دیکھو"

اناجیل میں ایک اور شہادت ہے جو بیخبری سے لکھی ہے وہ یہ ہے کہ یسوع کے بھائی اس پر ایمان نہیں لائے ۔ کیا آپ کے نزدیک یہ ممکن ہو سکتا ہے کہ اگر مریم اور یوسف کا ایسا ایمان تھا اور [illegible] نے ناصرت میں تیس سال تک یسوع کے ساتھ [illegible] پائی اور اکٹھے رہے۔ اور یہ تعجب خیز بات ہے کہ یسوع [illegible]

مساکین طلبا

اللہ تبارک و تعالیٰ کی سنت کچھ ایسی ہی واقع ہوئی ہے کہ وہ غربا سے پیار کرنے اور ضعفا کو بلند درجات عطا کرنے میں اپنی قدرت اور حکمت کے کرشمے دنیا کو دکھایا کرتا ہے۔ چنانچہ بنی اسرائیل کو جب فرعون اور اسکی قوم نے ایسا ذلیل کر دیا کہ اینٹیں بنانے کا کام ان سے لینے لگے اور اُن کی قوت کو گھٹانے کے لیے اُن کے لڑکوں کو قتل کر دیتے اور لڑکیوں کو زندہ رہنے دیتے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ونرید ان نمن علی الذین استضعفوا فی الارض ونجعلھم ائمة ونجعلھم الوارثین ونمکن لھم فی الارض یعنی ہم نے ارادہ کیا کہ ہم اُن لوگوں پر احسان کریں جو اُس ملک میں کمزور اور غریب کر دیے گئے تھے انکو لیڈر بنائیں اور انکو روحانی اور جسمانی سلطنتوں کا وارث بنائیں اور انکی قوت کو زمین میں جما دیں۔ یہ تو پہلا سلسلہ موسی کا ذکر ہے جو چودہ سو سال کا عرصہ گذرا ہے اور بالآخر عیسی ناصری پر ختم ہوا تم اس اُمت کے سردار کو دیکھو جسکو قیامت تک رہنا ہے کہ جب اللہ حکیم خبیر نے چاہا کہ انسانی کمال کے انتہائی نقطہ کو پیدا کرے جب اُس رحمن رب کے رحم نے جوش مارا کہ اپنی مخلوق کو اپنا پاک کلام سناوے جب ابراہیمی دعاؤں کے پورا ہونے کا وقت آ گیا جب زمین آسمان میں شور برپا ہوا کہ سرور انبیا اور خاتم النبیین کے پیدائش کا زمانہ ہے تو اُس رحمة للعالمین کو کہاں سے منتخب کیا گیا۔ اس کے جواب میں خدا ہی کا کلام سنو الم یجدک یتیما فاوی ووجدک ضالا فھدی ووجدک عائلا فاغنی۔ اس امر کو دیکھ کہ تو یتیم تھا اور ہم نے تجھے اپنی پرورش اور حفاظت میں لیا اور تو ہدایت اور راستی کے لیے حیران اور سرگردان تھا پس ہم نے تجھے ہدایت یافتہ بنا دیا تو بے سروسامان تھا پس ہم نے تجھے اپنے فضل کے ساتھ غنی کر دیا۔ اللھم صل علی سیدنا محمد وعلی ال سیدنا محمد وبارک وسلم انک حمید مجید۔

ایسے امور کو مدنظر رکھکر ہمارے مدرسہ تعلیم الاسلام کے سرپرست اور ناظمان نے ہمیشہ ایک فنڈ یتامی و مساکین اپنے مدرسہ میں قائم اور جاری رکھا ہے۔ اگرچہ کچھ مدت تک وہ فنڈ بالکل ایک علیحدہ رہا ہے تاہم اُس فنڈ کے نام کافی رقم ہمیشہ نہ ہونے کی وجہ سے منتظم کمیٹی جنرل فنڈ میں سے بھی اور مساکین کو وظائف اور خوراک اور کتب وغیرہ سے مدد دیتی رہی ہے یہ سلسلہ اب تک بدستور جاری ہے چنانچہ اس سال قریبًا دو سو روپیہ کی کتب اس مدرسہ کے مساکین طلبا کو دی گئی ہیں اور قریبًا ساڑھے چار سو روپیہ غریب طلبا کو خرچ خوراک وغیرہ کے لیے بطور وظیفہ کے دیا گیا ہے اور علاوہ ازیں قریبًا نصف طلبا کی فیس اس مدرسہ میں بالکل معاف ہے۔ غرض ہر طرح سے اس امر کی کوشش کی جاتی ہے کہ جس طرح ہو سکے غربا کی مدد کی جاوے کیونکہ یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ نسبتًا غریب طلبا محنتی اور دل لگا کر پڑھنے والے ہوتے ہیں اور اُستاد کی محنت کو کارآمد کر دکھاتے ہیں کیونکہ اگر طلبا تعلیم میں توجہ کرنے اور اُستاد کے پڑھائے ہوئے کو ضبط کرنے والے نہ ہوں تو اُستاد کو اپنی محنت کے ضائع جانے کا بڑا رنج اُٹھانا پڑتا ہے۔ اسوقت مجھے ایک دوست کی بات یاد آئی ہے کہ جب میں ایکدفعہ مدرسہ کی ملازمت کو چھوڑ کر ایک دفتر سرکاری میں ملازم ہوا تو اُس دوست نے میری اس تبدیلی پر خوشی کا اظہار ان الفاظ میں کیا کہ مدرسہ کی ملازمت کیا شے ہے جہاں اپنی مونچھ غیر کے ہاتھ میں ہے دفتر میں جو کچھ آدمی کرتا ہے اُسپر تو تشفی ہو جاتی ہے کہ افسر اُسکو بے شک دیکھ لیں۔ مجھے اس امر میں اُسکے ساتھ اتفاق نہیں کیونکہ میرے نزدیک دفتر ہو یا مدرسہ تجارت ہو یا زراعت انجنیری ہو یا ماتحتی۔ اُستادی ہو یا شاگردی ہر جگہ صرف اللہ تعالیٰ کا فضل اور رحم کام آتا ہے ورنہ کوئی مقام بھی انسان کے واسطے بے خطر نہیں ہے تاہم یہ صحیح ہے کہ نیک ہوشیار محنتی باادب شاگردوں کا میسر آ جانا ایک بڑی نعمت ہے اور ایسے شاگرد عمومًا غربا میں سے پیدا ہوتے ہیں۔ چنانچہ علیگڈھ کے بانی کو بھی اپنے مدرسة العلوم میں غربا کے لیے کچھ بورڈنگ ہوس اور وظائف کا انتظام کرنا ہی پڑا تھا غرض یہ نہایت ضروری امر ہے کہ غریب طلبا کو وظائف کے ساتھ مدد دیکر انکو اس مدرسہ کی تعلیم اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے پاک حاشیہ نشینان کی مقدس صحبت سے موقعہ دیا جاوے تاکہ آئندہ نسلوں کے واسطے ایک ہرا بھرا باغ طیار ہو جاوے۔ مگر یہ کام روپیہ سے ہوتا ہے اور یہاں بمشکل اتنا چندہ جمع ہوتا ہے کہ اُستادوں کی تنخواہیں معمولی سامان اور عمارت کے لیے کافی ہو یا کافی سے بھی کچھ کم ہو تو **نواب محمد علی خان** صاحب اپنے خزانہ سے اُسمیں کچھ ڈالتے رہا کریں جب سے مکرمی مخدومی نواب صاحب یہاں تشریف لائے ہیں میں دیکھتا ہوں کہ وہ اکثر کتب سامان تجارت عملہ میں اسقدر مدد دے رہے ہیں کہ اگر اس مدرسہ کے بانی حضرت امام علیہ السلام اور اس کا مقصد خدمت دین نہ ہوتا تو کہا جا سکتا تھا کہ انکی مدد کے بغیر مدرسہ شاید بڑی ابتری کی حالت میں ہوتا چہ جائیکہ کالج تک ترقی کر کے اس قابل ہو جائے کہ علامۂ دہر واجب التعظیم ہر خورد و کلاں ماہر علوم دینیہ و دنیویہ حضرت مولوی حکیم نور الدین صاحب اور مسلمانوں کے لیڈر حضرت مولوی عبد الکریم صاحب اور حضرت مولوی محمد علی صاحب ایم اے ایل ایل بی پلیڈر ایڈیٹر و مینیجر میگزین ریویو آف ریلیجنز۔ ایسے ایسے بزرگ اس کالج کے طلبا کی تعلیم اپنے ذمہ لیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ نواب صاحب نے علاوہ مالی امداد اور ظاہری تدبیر و تفکر کے اندر ہی اندر اپنی کوٹھڑی کے دروازے بند کر کے اللہ تعالیٰ کے آگے دست دعا کچھ ایسے انداز سے پھیلائے ہیں کہ ہاتھ خالی نہیں پھرا ورنہ بغیر فضل الٰہی یہ ترقی محال ہے۔

شاید اصل مطلب سے دور چلا گیا ہوں یا اصل مطلب کیطرف دور چلا گیا ہوں بہرحال پھر وظائف مساکین کیطرف اپنے کلام کا رخ پھیرتا ہوں۔ کالج کے فنڈ کی حالت کچھ ہو مجھے اسوقت اسکے متعلق کچھ کہنا مقصود نہیں بلکہ میں نے اس غرض کے واسطے قلم اُٹھایا ہے وما توفیقی الا باللہ کہ مساکین طلبا کے واسطے وظائف کا ایک جدا فنڈ ہونا چاہیے اور اسکی صورت یہ ہے کہ ہر ایک شہر کے احباب باہم ملکر کم از کم ایک اور زیادہ سے زیادہ حسب توفیق ماہوار وظائف قادیان کے مسکین طلبا کے واسطے مقرر فرماویں ایک وظیفہ کی مقدار کم از کم ۳ اور زیادہ سے زیادہ ۵ ماہوار فی الحال ہونی چاہیے یہ وظائف ماہ بماہ امین مدرسہ یا سپرنٹنڈنٹ کالج کے پاس بھیجتے رہیں۔ تو اسطرح بہت سے غریب طلبا کی پرورش ہو سکتی ہے۔ اور گویا احباب کے لیے ایک بڑے ثواب کا کام ہوگا کہ انکی طرف سے اُن کے خرچ پر ایک آدمی قادیان میں رہے اور اسطرح انکے لیے بھی قادیان میں رہنے کا ثواب حاصل ہو۔ کیونکہ جو حج کے لیے کسیکو زاد راہ مہیا کرتا ہے اُسکے لیے حج کا ثواب ہے اسجگہ مجھے تین بزرگوں کا شکریہ کے ساتھ ذکر کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ ایک تو حضرت مولانا مولوی نور الدین صاحب جو کئی طلبہ کو وقتًا فوقتًا ماہواری اور یکمشت مدد دیا کرتے ہیں دوم مخدومی نواب محمد علی خان صاحب جو اپنی جیب خاص سے مدرسہ کے چار طلبا کو ماہواری معقول وظیفہ دیتے ہیں اور تیسرے جناب نواب فتح نواز جنگ مولوی مہدی حسن صاحب بیرسٹر لا لکھنو نے کالج کے واسطے ایک مستقل وظیفہ مبلغ ۲ ماہوار کا مقرر کر دیا ہے جزاہم اللہ احسن الجزا فی الدنیا والآخرة۔

احباب کو اختیار ہے کہ اُس وظیفہ کو کسی خاص شرط کے مشروط کریں مثلًا یہ کہ وہ وظیفہ کیواسطے اُن کے شہر یا ضلع کے کسی طالب علم کو بہ نسبت کسی اور کے زیادہ حق ہوگا جو غریب طلبا اور خود مدرسہ اور بلکہ خود سلسلہ احمدیہ

قادیان میں ایک ہسپتال کی ضرورت ہے

قابل توجہ صاحب ڈپٹی کمشنر صاحب بہادر گورداسپور و صاحب کمشنر حفظان صحت

قادیان دارالامان کی مقامی ضرورتیں اسکی آبادی کے ساتھ ساتھ یوماً فیوماً بڑھ رہی ہیں اور ہمکو بعض اوقات ان ضرورتوں کی طرف اپنے ضلع کے بیدار مغز ڈپٹی کمشنر میجر سی ایم ڈالس صاحب بہادر کو توجہ دلانے کا اتفاق ہوا ہے اور بعض امور پر جزوی توجہ کی بھی گئی ہے۔ لیکن ہم سر دست اسکو ایسا ہی سمجھتے ہیں کہ اس کا عدم وجود برابر ہے تاہم ان پر توجہ کرنا انکا چونکہ صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر یا دوسرے ذمہ دار حکام کے ہاتھ میں ہے اس لیئے ہم

حافظ وظیفہ تو دعا گفتن است وبس
در بند آں مباش کہ نشنید یا شنید

پر عمل کرتے ہیں اور جو جو ضرورتیں محسوس ہوتی ہیں وہ گوش گذار کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔

آج جس ضرورت پر ہم بحث کرنا چاہتے ہیں یہ ایک اہم ضرورت ہے جو انسانی زندگی اور اس کی صحت کے لیے ازبس ضروری ہے۔ گورنمنٹ نے اس ضرورت کو محسوس کر کے ایک الگ اور مستقل **محکمہ حفظان صحت** کا قائم کر رکھا ہے اور جا بجا ہسپتال کھولے ہوئے ہیں اسلیے اگر ہم قادیان میں کسی ہسپتال کے کھولے جانے کی درخواست کریں تو یہ کوئی بیجا درخواست نہیں ہے قادیان کے نواح میں بٹالہ یا سری گوبندپور سے ورے کوئی ہسپتال نہیں ہے جس کی وجہ سے بعض اوقات لوگ بڑی بڑی دقتوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور بعض قیمتی جانیں معمولی فروگذاشت یا عدم نگہداشت کی وجہ سے ضائع ہو جاتی ہیں اگرچہ قادیان اور اس کے نواح کے لوگوں کی بڑی ہی خوش قسمتی ہے کہ انکو حضرت حکیم الامۃ مولانا مولوی **نور الدین** صاحب سابق طبیب شاہی خاندان ریاست جموں و کشمیر کی طبی خدمات مفت ملی ہوئی ہیں مولوی صاحب نے اپنے ذاتی خرچ سے ایک شفاخانہ جاری کر رکھا ہے جس میں صدہا مریض ہر روز آتے ہیں اور جہاں سے دوا بھی عموماً مفت دیجاتی ہے ان آنے والے مریضوں کی تعداد ہمارے اپنے قیاس کے موافق تیس پینتیس ہزار سالانہ سے کم نہیں ہے + اور یہ تعداد روز بروز بڑھ رہی ہے۔ تاہم قادیان چونکہ ایک گاؤں ہے بعض اوقات سرجیکل اوپریشن کے لیے اوزار یا طبی ہدایتوں کے موافق خاص کمروں اور سامان کے نہ ہونے کی وجہ سے مشکلات پیش آسکتی ہیں + اور بعض اوقات ضروری ادویات بھی نہیں مل سکتی ہیں۔ اسلیے اگر قادیان کی ضرورتوں اور ارد گرد کے باشندوں کی بہتری اور آسایش کے سوال پر غور کر کے قادیان میں ہسپتال کھولنے کی تجویز پر سوچا جاوے تو یہ ضرورت اہم ضرورت نظر آئیگی۔ اور فی الحقیقت یہ ضرورت بہت بڑی ضرورت ہے اگر محکمہ **حفظان صحت** ہماری اس درخواست پر توجہ فرمائے اور صاحب ڈپٹی کمشنر صاحب بہادر ضلع گورداسپور اسکی سفارش کریں تو یہ کام کچھ مشکل نہیں رہ جاتا۔ البتہ ایک سوال قابل حل رہ جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ ہسپتال کے **اخراجات** کا انتظام کیونکر ہو؟ اس کے متعلق ہم ایک **تجویز** پیش کرتے ہیں جس پر عمل کرنے سے بہت ہی کم خرچ رہ جاتا ہے اور ایک باقاعدہ ہسپتال کھل سکتا ہے وہ تجویز یہ ہے کہ اگر صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر قادیان کے مجوزہ ہسپتال کے لیے صرف دوائی کا سالانہ خرچ اور اوزاروں اور مکان کے بہم پہونچانے کا انتظام سرکاری طور پر کر دیں تو ہم **عالیجناب حضرۃ اقدس مرزا غلام احمد صاحب رئیس اعظم قادیان** کی ذات بابرکات سے اُمید کرتے ہیں کہ آپ ایک ڈاکٹر کی خدمات اس ہسپتال کے لیے ضرور عطا فرما دینگے اور یہ آپ کے لیے بالکل آسان امر ہے۔ اسوقت آپکے خدام میں کئی اسسٹنٹ سرجن اور ہاسپٹل اسسٹنٹ موجود ہیں۔ آپ اگر تین تین مہینے کے لیے بھی سال بھر میں ایک ڈاکٹر کی ڈیوٹی مقرر کر دینگے تو وہ بڑی خوشی سے قادیان میں رہ کر اس خدمت کو سر انجام دیگا۔ اس انتظام سے ہسپتال کے معمولات میں کوئی فرق نہیں آئے گا یعنی ان کے رجسٹر اور نقشہ جات باقاعدہ طیار ہوتے رہیں گے اور افسران معائنہ کنندہ بھی اسے ملاحظہ کرینگے اور وہ باضابطہ سرکاری ہسپتال ہوگا۔ اس ہسپتال کے ہونے سے قادیان کی صفائی اور اشیاء خوردنی و نوشیدنی کی دیکھ بھال بھی ہوجایا کرے گی جس کے نہ ہونیکی وجہ سے اسوقت سخت تکلیف ہوتی ہے۔ ڈاکٹروں کی خدمات کے علاوہ ہم کچھ اور بھی اُمید کرتے ہیں کہ ہمارے سلسلہ کی طرف سے امداد پہونچے ممکن ہے کہ تعلیم الاسلام کالج کی ڈسپنسری کو اسکے متعلق کر دیا جاوے۔

اسوقت قادیان میں ایک تعلیم الاسلام کالج ہے جس کے ساتھ ایک ہائی سکول ہے دو ہفتہ وار اور تین ماہوار اخباروں اور رسالوں کے دفتر ہیں تین مستقل پریس ہیں اور اسکے علاوہ ضروریات زندگی کے بڑھنے کی وجہ سے تجارت میں ترقی ہو رہی ہے تین ہزار کے قریب آبادی ہے۔

غرض بہت سی ضرورتیں اس امر کی داعی ہیں کہ یہاں ایک ہسپتال کھولا جاوے ہم اُمید کرتے ہیں کہ ہمارے بیدار مغز صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر اور سول سرجن صاحب ضلع گورداسپور اس ضرورت پر غور کرینگے اور اپنی غریب اور کمزور رعایا کی زندگیوں کی حفاظت کے مسئلہ کو حل کرینگے۔

میجر ڈالس کو رفاہ عام کاموں سے ہمیشہ دلچسپی اور خاص توجہ رہی ہے۔ اسلیے اگر وہ اپنے زمانہ ڈپٹی کمشنری ضلع گورداسپور میں یہ یادگار چھوڑینگے تو وہ ایک بہترین یادگار ہوگی۔ ہم اس سوال پر وقتاً فوقتاً بحث کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

ریمارک

دفتر الحکم میں چند کتابیں اور بعض جدید پرچے بغرض اظہار رائے ہوئے ہیں ہم کسی اگلی اشاعت میں انپر اپنی ناچیز رائے کا اظہار کرینگے ان جدید پرچوں میں سے انتخاب روزگار۔ زمیندار۔ پبلک۔ آصف الاخبار پر پہلے اظہار رائے ہوگا۔ ان شاء اللہ

اطلاع

آج کا اخبار ۲۰ صفحوں پر شائع کیا جاتا ہے تاکہ وہ کمی جو دو پرچوں کی ہے پوری ہو جاوے یہ حجم اسوقت تک رہیگا جبتک کمی پوری ہو ۲۴۔ اگست ۱۹۰۳ء کا اخبار اگر خدا نے چاہا تو ایک خاص پرچہ ہوگا۔

ایڈیٹر

وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ

ذیل میں ہم عالی جناب **خان صاحب نواب محمد علی خان صاحب** ٹرسٹی تعلیم الاسلام کالج رئیس مالیر کوٹلہ کا ایک گرامی نامہ درج کرتے ہیں جو آپ نے بطور تبلیغ اپنی محترم بہن کے ایک خط کے جواب میں لکھا ہے۔ بظاہر یہ خط اس محترمہ ...... کے نام ہے اور دراصل اپنے دوسرے اقارب کو بھی تبلیغ ہے + اور یہی وجہ ہے کہ ہم اس گرامی نامہ کو عام لوگوں کے فائدہ کے لیے درج کرتے ہیں۔ اور دعا کرتے ہیں کہ ہمارے مخدوم نے جس نیت اور غرض کے لیے اسکو لکھا ہے اللہ تعالیٰ اسے پورا کرے اور اس خط کے اصل مخاطبوں کو توفیق دے کہ وہ ان باتوں پر جو سچے اخلاص اور دلی جوش سے لکھی گئی ہیں پورا غور کریں اور ان سے فائدہ اٹھاویں۔ (ایڈیٹر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دارالامان قادیان ۲۰ جون ۱۹۰۳ء

اس خط کو بھائی صاحب خان صاحب عنایت علی خان صاحب بھی ضرور ملاحظہ فرمائیں اور تمام خط کو مہربانی سے آپ اور وہ پڑھیں

خواہر محترمہ سلمکم اللہ تعالیٰ

السلام علیکم۔ یوں تو میں ہمیشہ دائم المرض رہتا ہوں کبھی کم کبھی زیادہ مگر اب دونوں موسم میرے لیے قریباً یکساں رہتے ہیں۔ جاڑہ میں نزلہ و زکام و غیرہ اور گرما میں سر میں چکر رہتے ہیں یعنی امراض کا ایک سلسلہ ہے جو ختم ہونے میں نہیں آتا اور اس سے آپ واقف ہیں۔ علاج برابر جاری ہے۔ آجکل کسی قدر میں ذرا اچھا ہوں مگر یکساں حالت ہمیشہ نہیں رہتی بظاہر دیکھنے میں ایک اجنبی کو میں بیمار نہیں معلوم ہوتا۔ آپ خوب جانتی ہیں کہ اٹھارہ سال سے دوا کا سلسلہ مجکو نہیں ہٹا۔ ڈاکٹروں طبیبوں سب سے علاج کرایا ہے اور گویا معالجہ کے معاملہ میں میں دوسروں کی نسبت بہت تجربہ کار ہو گیا ہوں گو آپ بھی علیل رہتی ہیں اور آپ کو بھی تجربہ اس امر کا ہے لیکن ایک مرد اور ایک عورت کے تجربہ میں جو فرق ہوتا ہے وہ میرے اور آپ کے تجربہ میں ہے لیکن میں ہمت نہیں ہارتا برابر علاج کراتا ہوں اور خدا اگر خدا تعالیٰ چاہے گا تو ایک دن صحت ہو جائے گی یہاں تک مجکو تجربہ ہوا ہے اُس سے قادیان میں علاج میں بڑے فوائد ہیں۔ علاج یونانی یہاں موجود ہے۔ علاج بیدک یہاں ہے ڈاکٹری علاج یہاں پر میسر ہے۔ علاج روحانی بھی یہاں ہے دعا کے لیے موقع حاصل دعا کے لیے میں مختصر عرض کرتا ہوں کہ دعا کرنے کرانے کا قاعدہ لوگ بالکل نہیں جانتے دعا کرنے کے لیے تو چاہیے صبر اور استقلال۔ اس طرح دعا مانگے جسطرح فقیر لوگوں سے مانگتے ہیں فقیر دو طرح کے ہوتے ہیں ایک خرگدا جو اڑ کر لیتے ہیں جبتک انکو دیا نہ جائے ٹلتے نہیں ایک ہوتے ہیں سگ گدا جو صدا کی اور چلدیے تو دعا کرنے والے کو خرگدا بننا چاہیے یعنی اس طرح دعا کرے اور یہانتک کرے کہ مراد حاصل ہو جائے اور اس دعا کرنے والے کو خواہ جان ہی کیوں نہ نکل جائے دعا کرتا رہے کیونکہ بعض دعائیں دیر میں منظور ہوتی ہیں اور بعض دعائیں ایسی ہوتی ہیں کہ جس کام کے لیے کی جاتی ہیں وہ کام دعا کرنیوالے کے لیے مضر ہوتا ہے پس خدا تعالیٰ دعا کرنے والے کی منشا کے بموجب ایسی حالت میں منظور نہیں کرتا بلکہ کسی اور رنگ میں جو اُس کے لیے مفید ہوتا ہے پورا کر دیتا ہے پس انسان کو مرتے دم تک دعا کرنی چاہیے اور دعا سے تھکنا نہیں چاہیے ؎

یا تن رسد بجاناں یا جاں زتن برآید

یعنی یا تو مطلوب تک انسان پہنچ جائے اور مطلب حاصل ہو جائے یا جان تن سے نکل جائے۔ اب رہا دعا کرانا اسکے لیے ضرورت ہے کہ خدا تعالیٰ سے صلح کرے جس سے دعا کرائی جائے اُس سے گہرا تعلق پیدا کیا جائے اور صبر اور استقلال سے کام کرے تو دعا کرانی چاہیے۔ بلا تعلق ابتدا سے کبھی دعا کم نکلتی ہے۔ چنانچہ حضرت اسحٰق کا قصہ ہے کہ انکو اپنا ایک لڑکا زیادہ پیارا تھا مگر کوئی خصوصیت نہ کر سکتے تھے آخر انھوں نے فرمایا کہ میں تمھارے لیے دعا کرنا چاہتا ہوں تم میرے لیے کچھ کھانے کے لیے لاؤ تا کہ تعلق اور خصوصیت پیدا ہو کر دعا کی تحریک کا سبب ہو۔ چنانچہ اُس بیٹے نے یہ کیا کہ فوراً شکار کو چلا گیا تا کہ وہ باپ کے لیے کوئی عمدہ شکار لائے حضرۃ اسحٰق کے دوسرے بیٹے حضرت یعقوب کی والدہ یہ کل معاملہ سن رہی تھیں انھوں نے فوراً ایک دنبہ نہایت موٹا حلال کر کے اور عمدہ پکا کے حضرت یعقوب کو دیا کہ اپنے والد کے پاس لیجائیں۔ حضرۃ یعقوب جب اپنے والد کے پاس یہ کھانا لے گئے تو انھوں نے دعا کی اب بعد میں وہ پہلے بیٹے آئے تو اُسوقت حضرۃ اسحٰق نے فرمایا کہ وقت ہاتھ سے نکل گیا چنانچہ اس دعا کا یہ اثر ہوا کہ حضرت یعقوب خود نبی ہوئے اور اُنکی اولاد میں نبوت کا سلسلہ قائم ہو گیا جو آخر حضرت عیسیٰ پر ختم ہوا اور دینی اور دنیاوی جو برکات خدا وند تعالیٰ نے اُنکی اولاد پر نازل کیں وہ ایسی تھیں کہ ان سے پہلے شاید ہی کسی قوم پر ہوئی ہوں۔ اسی طرح ایک بزرگ کا قصہ ہے کہ اُن کے پاس ایک شخص دعا کے لیے آیا مطلب اُس کا یہ تھا کہ اسکو کسی سے روپے لینے تھے اُسکا تمسک کھویا گیا تھا یا اُس کے مکان کا قبالہ گم ہو گیا تھا اور اسکو اُس کاغذ کی بڑی ضرورت تھی اُس بزرگ نے فرمایا کہ تو مجھکو کچھ کھلا تا کہ تعلق پیدا ہو۔ وہ شخص حلوائی کے ہاں حلوا خریدنے گیا اور حلوائی نے کاغذ پر حلوا رکھکر اُس شخص کو دیا۔ شخص مذکور اس بات کو دیکھکر سخت حیران ہوا کہ وہ کاغذ وہی تھا جس کی اُسکو تلاش تھی۔ اب جو بزرگ کے پاس آیا تو انھوں نے فرمایا مجکو تو صرف دعا کی تحریک کے لیے ضرورۃ تھی اب تو یہ حلوا اپنے عیال و اطفال میں تقسیم کر دے میرے کسی کام کا نہیں۔ پس دعا کے لیے تعلق کا پیدا کرنا ضروری ہے کیونکہ دعا اپنے اختیار میں نہیں ہوتی اس کے لیے بھی وقت اور تحریک کی ضرورت ہوتی ہے۔ پس پاس رہنے سے تحریکیں ہوتی رہتی ہیں اکثر حضرت اقدس کا قاعدہ ہے کہ کوئی شخص معمول پر اگر حاضر نہیں ہوا تو دریافت فرماتے ہیں کہ فلاں کیوں نہیں آیا اگر وہ بیماری کی وجہ سے حاضر نہیں ہوا تو انکو تحریک ہوتی ہے یا اگر اور ذرائع سے معلوم ہوا کہ فلاں شخص بیمار ہے تو آپ جسطرح ایک بہت ہی محبت کرنیوالی ماں بے چین ہوتی ہے اُس سے کہیں بڑھ کر بے چین ہوتے ہیں اور اس لیے تحریک پیدا ہوتی ہے یا کسی وقت دعا کا عمدہ وقت ملگیا تو جن کے نام یاد ہوتے ہیں نام لے لے کر دعا فرماتے ہیں اب جو دور رہے ممکن ہے کہ اُسکا نام بھولجائے پس جو ہر وقت سامنے رہتے ہیں اُن کے لیے دعاؤں کا زیادہ موقع ملتا ہے۔ اس لیے یہاں کے علاج میں بڑا فائدہ ہے جو دوسری جگہ حاصل نہیں ہو سکتا۔

عبادۃ کے بارہ میں آپ نے فرمایا ہے کہ کیا دوسری

جگہ نہیں ہو سکتی ہے۔ مسجد او شد ہمہ روئے زمیں۔ آپ کو شاید یہ علم نہیں کہ نبی اور رسول جو آتے ہیں یہ اس دنیا سے علم نہیں سیکھتے بلکہ خود خداوند تعالیٰ سے علم پاتے ہیں چنانچہ حضرت رسول کریم محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم یہ دنیاوی علوم نہیں جانتے تھے لیکن خداوند تعالیٰ نے انکو ایسا معلم بنایا کہ دین اور دنیا دونوں اکٹھے کر دیئے پس انبیاء کو جو علم حاصل ہوتا ہے تو وہ ہمیشہ ہر ایک علم کیطرح بڑھتا رہتا ہے پس اس علم سے اُسی کو حصہ ملتا ہے جو اُن کے پاس زیادہ رہے اور زیادہ بیٹھے۔ دوسرے ان کے علم... کا بڑا حصہ عمل ہوتا ہے وہ بلا صحبت حاصل ہو ہی نہیں... سکتا چنانچہ حضرت رسول کریم کے حالات اُنھیں لوگوں سے زیادہ مل سکے ہیں جو زیادہ قریب رہے ہیں۔ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم پھر فرماتا ہے ولکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ ایکطرف اللہ تعالیٰ نے اپنی اور رسول کریم اور اولی الامر کی اطاعت کا حکم دیا اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ تمھارے لیے اللہ کے رسول کا عمدہ نمونہ ہے اُس نمونہ کی بموجب اپنے اعمال بناؤ۔ اسلیے مسلمانوں کو رسول کریم کے افعال اعمال اور ہر قسم کے نمونہ کے علم کی ضرورت ہے اسی لیے صحابہ نے حضرت رسول کریم کے پوشیدہ سے پوشیدہ امور کو دریافت کیا۔ اور [illegible] والوں نے جہانتک اُنکی طاقت تھی حضرت رسول کریم کے دیکھنے والے یاد رکھنے والوں کے دیکھنے والوں سے اسی طرح سلسلہ سے حضرت رسول کریم کے قول اور فعل کو اکٹھا کیا تاکہ حضرت رسول کریم کا نمونہ ہاتھ آئے یہ ہمیشہ سے قاعدہ ہے کہ کوئی کاریگر جب کوئی چیز نمونہ کے بموجب بناتا ہے تو نمونہ آگے رکھ لیتا ہے اسلیے صحابہ کے لیے حضرت رسول کریم نمونہ تھے۔ اور وہ حضرت رسول کریم کو دیکھکر اُن کے قدم بقدم چلکر کامیاب ہوئے اسی طرح قرآن شریف ایک کتاب ہے اور اُسکے لیے چاہیئے علم اور یہ تو کبھی نہیں ہوا کہ طالب علم کہیں ہو اور معلم کہیں طالب علم بھی وہی فیض اور علم زیادہ حاصل کر سکتا ہے جو اُستاد کے پاس ہو۔ ورنہ مدارس اور کالجوں اور معلموں کی ضرورت ہی کیا تھی کتابیں دنیا میں موجود تھیں ہر ایک پڑھ سکتا تھا اسی طرح نبیوں کی بھی ضرورت نہ تھی پس حضرت رسول کریم نے قرآن کو پڑھا لوگوں کو پڑھ کر سنایا اور اُسکی حکمتیں اور معارف ظاہر فرمائے اور پڑھایا اور معارف سکھلائے اور پھر اُس پر عملدرآمد کر کے دکھلایا اور کرایا یہ مطلب ہے یعلمھم الکتب والحکمۃ ویزکیھم کا۔ پس آپ خود خیال فرما سکتے ہیں کہ بلا معلم اور نمونہ کے پاس رہنے کے کسطرح طریق عبادت اور خدا کی رضا کے راہیں انسان کو مل سکتی ہیں۔ یہ قاعدہ کی بات ہے کہ ایک معلم کے دیکھنے والے سو برس کے اندر اندر تمام ہو جاتے ہیں اور اگر کوئی اکا دکا رہ بھی گیا تو وہ بھی ارذل عمر کو پہنچکر لکیلا یعلم بعد علم شیئا۔ میں داخل ہو جاتا ہے۔ اسلیے خداوند تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے اس اُمۃ مرحومہ کے لیے یہ کیا ہے کہ ہر صدی پر ایک مجدد آئے کہ وہ نمونہ بنکر تعلیم احکام الٰہی کرے اور جن عبادات اور اعمال اور افعال میں سستی آگئی ہے یا اُن میں کوئی خرابی پڑ گئی ہے اسکی اصلاح کرے اسی لیے تھا کہ بارہ خلیفے اس اُمۃ مرحومہ میں سے آئیں گے۔ چنانچہ پہلی صدی کے تو خود حضرۃ رسول کریم اور پھر بارہ صدیوں تک بارہ مجدد ہوئے اور آخری خلیفہ چودھواں حضرۃ مسیح اور مہدی کو قرار دیا تھا چنانچہ اسکی شان میں فرمایا اور پہلی صحابہ ہی کو مخاطب کیا ہے کہ تمھارا کیا حال ہوگا جبکہ تم میں ابن مریم نازل ہوگا جو تمھارا امام تم ہی میں سے ہوگا اور وہ حکم اور عدل ہوگا۔ مطلب اس سے صاف ہے کہ اے صحابہ اگر تمھارے زمانہ میں ابن مریم آیا جو تمھارا امام تم ہی میں سے ہوگا تو تم اُس وقت کیا کرو گے۔ یہاں صحابہ کا امام ابن مریم کو قرار دیا اور یہ بھی فرمایا ہے کہ تم ہی میں سے ہوگا یعنی وہ مسلمان ہوگا کوئی دوسرا نبی یا غیر مسلم نہ ہوگا۔ اور وہ اسی قرآن کی شریعت کا مطیع ہوگا۔ اور یہ بھی فرمایا کہ اسکو میرا سلام کہنا قرآن شریف میں بھی آیا ہے کہ وہ بعض اختلافوں کو مٹائے گا۔ پس جبکہ ایسی اعلیٰ شان مسیح موعود کی ہے تو پھر اسکی صحبت میں رہنا اور قریب رہنا کتنا بڑا عظیم الشان ہے۔ گھر سے مسجد میں نماز کا زیادہ ثواب ہے اور پھر مسجد نبوی اور مکہ معظمہ میں اور زیادہ ثواب ہے اور اماکن متبرکہ میں عبادت پر اثر پڑتا ہے تو کیا خدا کے مقدس کے حضور میں رہنے اور اس کے قریب رہ کر اور اُسکے متبرک دار اور مقام میں رہ کر بڑا اثر عبادت نہ پڑے گا؟ ضرور پڑیگا اس لیے یہاں کی عبادت دوسری جگہ میں عبادت سے بڑی فوقیت رکھتی ہے دوسری جگہ کی عبادت کو یہاں کی عبادت سے کوئی نسبت نہیں۔

تیسری بات آپ نے یہ لکھی تھی کہ کیا میں جون بدلنے یعنی تناسخ کا قائل ہو گیا ہے کہ زید مر گیا اور پھر وہ دوسرا شخص زید بنکر آ گیا۔ آپکو شاید معلوم نہیں کہ تناسخ کے ہم سخت مخالف ہیں اور جو شخص اسلام رکھتا ہے اور قرآن شریف پر اُسکا عملدرآمد ہے اور قرآن شریف پڑھتا ہے خلاصہ یہ کہ جو مسلمان ہے وہ تناسخ کا قائل کبھی ہو ہی نہیں ہو سکتا۔ چونکہ اللہ کے فضل سے ہم مسلمان ہیں اور پھر بڑھ کر یہ فضل کہ ہمکو امام عطا فرمایا اور امام بھی وہ جو مسیح موعود اور مہدی معہود ہے اور امام آخر الزمان ہے پھر ہم کسطرح تناسخ کے قائل ہو سکتے ہیں ہاں ابتدائے نبوۃ کے سلسلہ سے ایک سچا مسئلہ بروز کا چلا آتا ہے جو قرآن شریف میں اور کتب سابقہ میں موجود ہے اُس کے ہم قائل ہیں۔ تناسخ اور بروز میں بڑا فرق ہے۔ تناسخ کے تو یہ معنے ہیں کہ ایک کی روح دوسرے جسم میں چلی جاتی ہے یعنی آج انسان کل مرنے کے بعد گدھا ہو گیا اور گدھے سے پھر آدمی بنا آج ظالم کل مر کر مظلوم بنا وغیرہ وغیرہ۔ اور بروز یہ ہے کہ ایک انسان کی مثل دوسرا انسان اُن بعض اوصاف کو لیکر آتا ہے جو پہلے میں تھے۔ چنانچہ بہت سے لوگ شکل میں مشابہ ہوتے ہیں طبائع میں مشابہت ہوتی ہے اسی طرح روحانی سلسلہ میں مشابہت ہوتی ہے۔ اسمیں یہ نہیں ہوتا کہ وہی پہلا شخص عین بعین آ جائے بلکہ اُس کے بعض صفات اس شخص میں ہوتے ہیں اور یہ پہلے شخص کا مثیل ہوتا ہے۔ مشابہت کے لیے ضروری نہیں کہ سب صفات وہی ہوں جو پہلے میں تھے جب کسیکی کسی سے مشابہت دیجاتی ہے تو اُس سے چند صفات ہی مراد ہوتی ہیں۔ مثلاً ایک بہادر کو کہتے ہیں کہ یہ شیر ہے اسمیں مشابہت صرف بہادری میں ہوتی ہے یہ نہیں ہوتا کہ اُسکے دم بھی لگ جائے اور وہ کچا گوشت لوگوں کا پھاڑ کر کھائے۔ پس نبوت کے سلسلہ میں مشابہت بھی بعض خصائل اور اوصاف میں ہوتی ہے مثلاً قرآن شریف میں آیا ہے انا ارسلنا الیکم رسولا شاھدا علیکم کما ارسلنا الی فرعون رسولا۔ یعنی ہمنے تمھاری طرف اسیطرح رسول نگران حال بھیجا جسطرح فرعون کیطرف ہمنے رسول بھیجا تھا یعنی جسطرح موسیٰ آئے تھے اُسی طرح حضرت رسول کریم آئے تھے اور حضرت رسول کریم حضرت موسیٰ کے مثیل تھے۔ اور پھر دوسری جگہ فرمایا ہے کہ ہم تمکو اسیطرح خلیفہ بنائیں گے جسطرح تم سے پہلوں کو خلیفہ بنایا تھا اور حدیثوں سے بھی حضرت موسیٰ اور حضرت رسول کریم اور اُمت موسیٰ اور اُمت محمدی کی مماثلت پائی جاتی ہے۔ چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ میری اُمت کی مثال موسیٰ کی اُمت کی طرح ہے اگر وہ چوہے کے بل میں گئے ہیں تو میری اُمت بھی جو ہو کر

کے مل میں گھسے گی۔ اسی طرح تورات و انجیل سے ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ تورات میں تھا کہ حضرت عیسیٰ سے پہلے حضرت الیاس آئیں گے چنانچہ جبکہ حضرت عیسیٰ آئے تو یہودیوں نے اُن سے سوال کیا کہ تم سے پہلے الیاس نے آنا تھا تو بتاؤ الیاس کہاں ہے تو آپ نے اپنے پیر حضرت یحییٰ کے متعلق کہا کہ وہی الیاس ہیں اگر ماننا ہو تو مانو۔ اب جائے غور ہے کہ بروز نہ ہوتا تو حضرت یحییٰ کو الیاس نہ کہا جاتا۔ حالانکہ یہود نے جب حضرت یحییٰ سے دریافت کیا کہ تو الیاس ہے تو انھوں نے انکار کیا۔ اسکی مطابقت اسطرح ہوئی کہ حضرت عیسیٰ نے یحییٰ کو بروزی طور سے الیاس کہا تھا اور حضرت یحییٰ کا انکار اصل الیاس ہونے سے تھا۔ پس قرآن شریف نے بروز کا سلسلہ جاری رکھا جیسا کہ میں نے اوپر لکھا کہ "ہم اسی طرح تمکو خلیفہ بنائیں گے جس طرح تم سے پہلوں کو خلیفہ بنایا تھا" پھر عُلَمَاءُ أُمَّتِي كَأَنْبِيَاءِ بَنِي إِسْرَائِيلَ سے ظاہر ہے اس سے بنی اسرائیل کا بروز اس اُمت کو قرار دیا بلکہ سورۂ جمعہ میں صحابہ کا آخری زمانہ کے لوگوں کو بھی بروز بنایا چنانچہ وَآخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ سے ظاہر ہے یعنی اُمت محمدیہ میں ایکی آخری لوگ جبکہ وہ اعمال و افعال میں صحابہ سے ملجائیں اور چونکہ حضرت رسول کریم جامع کمالات نبوۃ تھے حضرت کے صحابہ بھی اتنے ہی تھے جتنے سابقہ انبیا تھے گویا ہر ایک صحابی ایک ایک نبی کا بروز تھا پس جب اسقدر مماثلت حضرت رسول کریم اور حضرت موسیٰ میں ہے اور بنی اسرائیل اور اُمت محمدی میں ہے تو پھر کیا وجہ کہ مسیح کے بارہ میں وہی مماثلت نہ ہو۔ چنانچہ بارہ خلیفوں والی حدیث بھی قابل غور ہے جس میں فرمایا ہے کہ کلھم من قریش۔

آگے اس حدیث میں بارہ کی تعداد لگائی اور تیرہ کی نہ لگائی۔

ورنہ کہہ دیا کہ کلھم من قریش اس سے معلوم ہوا کہ تیرھواں مجدد من قریش نہیں ہے اب غور کرنے کی بات ہے کہ استخلاف کا وعدہ خدا تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کی اُمت کیطرح فرمایا تھا چنانچہ حضرت موسیٰ کا سلسلہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کر شروع ہوا اور چودھویں صدی میں حضرت عیسیٰ پر ختم ہوا۔ اسیطرح سلسلہ حضرت محمد مصطفی صلے اللہ علیہ وسلم بھی چودھویں صدی میں ختم ہونا تھا بارہ خلیفے تو تیرھویں صدی میں ختم ہوگئے اور چودھویں صدی میں چودھواں مجدد بشریعت حضرت رسول کریم یعنی تیرھویں مجدد کے بعد رسول کریم اس لحاظ سے مثیل عیسیٰ ہونا چاہیئے تھا چنانچہ اسی مماثلت کے سبب سے حضرۃ رسول کریم نے آخری امام مسیح موعود کو قرار دیا

پھر جسطرح حضرت عیسیٰ بن باپ ہونیکی وجہ سے یہودیت سے خارج ہوگئے تھے اور محض ماں کی طرف سے یہودی تھے اسی طرح مسیح موعود بھی قریش سے نہیں آیا بلکہ غیر قریش سے آیا ماں کی طرف سے وہ بھی قریش سے ہے یعنی **ہمارے مسیح موعود کی** دو دادیاں سیدانیاں .. ہیں۔

اور جسطرح حضرت عیسیٰ مطیع شریعت موسوی تھے اسی طرح مسیح موعود بھی مطیع شریعت محمدی ہوا۔ یہ عجب بات ہے کہ یہودی بننے کے لیے تو مسلمان اور عیسیٰ بننے کے لیے پھر یہودی ہی ہوں کیا اس میں بڑی ہتک حضرت رسول کریم اور اسلام کی نہیں ہے؟ کہ ایسی ردی اُمت کہ جن میں سے کوئی مکرم پیدا ہی نہیں ہو سکتا اور بنے تو کیا ہے یہودی جنکی بابت ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَاءُوا بِغَضَبٍ مِنَ اللَّهِ کہا گیا ہے اور کہا جاتا ہے کہ حضرت رسول کریم جامع کمالات نبوۃ تھے اور افضل الرسل تھے اور اسی لیے یہ اُمت بھی افضل الامم ہے۔ مگر اگر خیر و افضل الامم سے تو یہودی پیدا ہوئے اور جو اکرم بننے کا موقع تھا یعنی مسیح بننا اُسکے لیے پھر یہودی تلاش کرنے پڑے جنکی تعریف آیت بالا سے ظاہر ہوتی ہے۔ معلوم نہیں کہ مسلمانوں کی عقلوں پر کیا پتھر پڑ گئے کہ انکو اتنی بات بھی سمجھ میں نہیں آتی۔ اور پھر اور لو قرآن شریف جگہ جگہ انبیا کے قصص بیان فرماتا ہے اور وہ اس لیے تا کہ معلوم ہو کہ پہلے انبیا کا طریق تھا انسے ایسا سلوک ہوا اور انکے مکذبین کو عذاب۔ اور انکے مصدقوں کو نجات ملی اور کامیاب ہوئے۔ اور دکھلایا کہ سنت اللہ نبوۃ کے بارہ میں یہ ہے اور اُسی کے بموجب اے محمد تجکو بھیجا گیا تو اب جائے غور ہے کہ جو سنت اللہ اللہ تعالیٰ نے نبوت کے لیے قائم کی ہے اسپر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جب سے سلسلہ نبوۃ جاری ہوا کبھی بھی کوئی مر کر زندہ نہیں ہوا یا ایک نبی کے سلسلہ کا نبی دوسرے سلسلہ کے نبی کے بعد آیا ہو یا کوئی نبی آسمان پر زندہ بجسد عنصری اُٹھایا گیا اور پھر اسیطرح بجسد عنصری ہی کا وہی واپس آیا ہو تو جبکہ تجربہ سابقہ ظاہر کرتا ہے کہ ایسا کبھی نہیں ہوا تو پھر محض ایک اکیلی نظیر حضرت عیسیٰ کی کسطرح قابل پذیرائی ہو اور تماشا یہ کہ جن نبیوں کی موت کے لوگ قائل ہیں اُنکی موت کا صاف طور سے کہیں قرآن شریف میں تذکرہ نہیں اور حضرت عیسیٰ کی موت کا تذکرہ صاف صاف درج ہے قرآن شریف میں صاف وارد ہے کہ إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ یعنی میں تجکو

ماروں گا اور تیرا رفع کروں گا۔ قرآن شریف میں یا حدیث میں یا عرب میں کسی جگہ اسبات کا پتہ نہیں چلتا کہ توفی کا صیغہ باب تفعل کا ہو اور خدا وند تعالیٰ فاعل اور مخلوق ذی روح مفعول ہو اور اسکے معنے سوائے موت کے دوسرے ہوں چنانچہ قاموس اور دیگر کتب لغت قرآن اور حدیث شیعہ و سنی میں توفی کے معنی موت کے لکھے ہیں یعنی قبض روح اور امام مالک اور امام بخاری بھی حضرت عیسیٰ کی موت کے قائل ہیں اور حضرت عیسیٰ کا قیامت کے روز یہ کہنا کہ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتَ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ صاف دلالت کرتا ہے کہ حضرت عیسےٰ مرگئے اور اُس وقت کے مرے ہوئے قیامت تک واپس نہ آئے کیونکہ آیت موصوفہ سے ظاہر ہے کہ جبکہ خداوند اُن سے سوال کرے گا کہ کیا تو نے اپنی اُمت کو کہا ہے کہ مجکو اور میری ماں کو دو خدا بنانا تو اُسکے جواب میں حضرت عیسیٰ عرض کرینگے کہ اے خدا جب تک میں اُن میں رہا میں نے وہی بتایا جو تو نے حکم دیا۔ ہاں جب تو نے مجکو مار ڈالا تو پھر تو نگہبان تھا۔ تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ اگر حضرت عیسیٰ قیامت سے پہلے دنیا میں آئے تھے اور وہ قیامت تک زندہ تھے اور انھوں نے دنیا میں آکر لوگوں کو مسلمان بنایا تھا اور سوروں کو قتل کیا تھا اور صلیبوں کو توڑا تھا تو پھر اُن کا جواب مذکورہ غلط اور دروغ ہوتا ہے بلکہ یہ جواب ہونا چاہیئے تھا کہ اے خدا میں نے تو انکو وہی سکھلایا جو تو نے حکم دیا اور چنانچہ میرے آسمان پر اُٹھانے کے بعد جن لوگوں نے شرارت کی تھی اور مجکو اور میری ماں کو خدا بنایا تھا انکو میں نے پھر واپس جا کر خوب دبایا اور اُنکو ہلاک کیا اور سوروں کو قتل کیا اور صلیبوں کو توڑا اور پھر تیرا دین قائم کیا اب یہ سوال مجھ سے کیوں کیا جاتا ہے۔ مگر حضرت عیسیٰ نے یہ نہیں کہا بلکہ یہ کہا کہ جب میں مرگیا تو تو نگہبان تھا اور اسکی تصدیق حضرت رسول کریم کے قول سے بھی ہوتی ہے کہ حضرت رسول کریم بھی فرماتے ہیں کہ جب مجھ سے میری اُمت کی بابت سوال ہوگا تو میں بھی یہی کہونگا جو حضرت عیسیٰ نے کہا تھا۔

حضرت عیسیٰ کی موت خود قرآن و حدیث سے ثابت ہوگئی ہے خدا کے کلام اور رسول کریم کے فعل سے ثابت ہے۔ قرآن انکو مرا ہوا بتلاتا ہے اور حضرۃ رسول کریم نے معراج کے دن انکو مردوں میں دیکھا اور پھر خود مر کر دکھلا دیا کہ کوئی نفس زندہ نہیں رہ سکتا جبکہ جامع کمالات کا یہ حال تو دوسرے کا کیا ہوگا۔ چنانچہ صحابہ بھی اسپر متفق تھے کہ مسیح علیہ السلام اسرائیلی مرگیا چنانچہ جب حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ

کا انتقال ہوا تو حضرت عمرؓ کو نہایت رنج ہوا اور
اس رنج میں اُن کے حواس پراگندہ ہوگئے اور
اُنھوں نے فرمایا کہ جو شخص حضرت رسول کریم کو
مرا ہوا کہے گا میں اسکو قتل کردوں گا۔ جب اسکی
خبر حضرت ابوبکرؓ کو پہونچی تو آپ تشریف لائے
اور یہ آیت پڑھی **ما محمد الا رسول قد
خلت من قبله الرسل افان مات
او قتل انقلبتم علی اعقابکم** سوائے
اس کے نہیں کہ محمدؐ ایک رسول ہے اور اس سے
قبل جتنے رسول تھے وہ گذر گئے ہیں اگر یہ بھی
مرجائے یا قتل ہوجائے تو کیا تم پھر جاؤگے تو
جب یہ آیت صحابہ نے سنی تو فوراً تمام خاموش
ہوگئے اور حضرت عمرؓ نے بھی مان لیا کہ حضرت رسول
کریم کا انتقال ہوگیا۔ جائے غور ہے کہ اگر ان کے
ذہن میں حضرت عیسیٰ کا زندہ ہونا ہوتا تو صاف
کہدیتے کہ حضرت عیسیٰ زندہ ہیں اسی طرح
حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم بھی زندہ
ہیں مگر انکا اس آیت کو سنکر حضرت رسول
کریم کا وفات پانا مان لینا اس بات کی دلیل ہے
کہ وہ اس بات کے قائل تھے کہ حضرت عیسیٰ وفات
پاگئے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ اگر عیسےٰ اور موسیٰ
زندہ ہوتے تو انکو میرا اتباع کرنا پڑتا۔ ایک
جگہ قرآن شریف میں یہ بھی ہے **ما المسیح عیسیٰ
ابن مریم الا رسول قد خلت من
قبله الرسل** یعنی مسیح ابن مریم بھی ایک رسول
تھا اور اس سے پہلے رسول گذر گئے اس سے صاف
ظاہر ہے کہ مسیح سے پہلے جتنے نبی ہوئے سب مرگئے
اور **ما محمد الا رسول** الخ کی آیت سے
یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت رسول کریم سے پہلے
جتنے نبی تھے وہ سب مرگئے جنہیں حضرت مسیح
بھی شامل ہیں تو معلوم ہوا کہ خداوند تعالیٰ نے
کسی نبی کو موت سے خالی نہیں رکھا اور وہ سب
حضرت رسول کریم سے پہلے وفات پاچکے۔ ایک
جگہ قرآن شریف میں خداوند تعالےٰ فرماتا ہے کہ
حضرت عیسیٰ اور حضرت مریم تو کھانے پینے تھے
تو پھر انکو انسانیت کے درجے سے نکالکر انکو خدا
کیوں بنایا جاتا ہے۔ اسی طرح جبکہ وہ کھانے پینے
تھے تو انکو اور ضروریات بھی ہوتی تھیں اور
لوازم انسانیت کے ساتھ بول و براز بھی تھے
پس آسمان میں ایسے امور کے لیے کسطرح ضروریات
پوری ہوسکتی ہیں تو ماننا پڑے گا کہ اب تک
کھانے پینے اور دیگر ضروریات کے بغیر حضرت
عیسےٰ زندہ ہیں حالانکہ کوئی شخص بھی اسطرح زندہ
چند دن بھی نہیں رہ سکتا چہ جائیکہ دو ہزار
برس اور پھر آسمان پر بجسد عنصری جانا یہ بھی
خلاف سنۃ اللہ ہے۔ کیونکہ حضرت رسول کریم کو

جبکہ کفار نے یہ کہا کہ تو آسمان پر جاکر ہمارے لیے
کتاب لا تو خداوند تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر تو انکی
خواہش پوری کرنی چاہتا ہے تو اگر تجھ سے
چڑھا جاتا ہے تو سیڑھی لگا اور آسمان پر چڑھ
جا۔ جائے غور ہے کہ حضرت رسول کریم نہیں
جاسکے تو حضرت عیسیٰ کسطرح چلے گئے اور یہ
اسی سنۃ اللہ سے ہیں ہر پہلو سے ثابت ہوتا ہے
کہ حضرت عیسیٰ مرگئے۔ اور جو مرگئے انکی بابت
خود قرآن شاہد ہے کہ **انهم لا یرجعون**۔
یعنی جو مرجاتے ہیں وہ واپس نہیں آتے۔ اور
تجربہ بھی اسکا شاہد ہے چنانچہ اگر خداوند تعالیٰ
کا یہ فعل ہوتا کہ مردے زندہ ہوتے اور دوبارہ
دنیا میں آکر کاروبار کرتے اور معاشرت میں حصہ
لیتے تو ضروری تھا کہ خدا کے کلام میں احیاء
موتی کا تذکرہ ہوتا اور اُن کے لیے احکام ہوتے
اور حدیث و فقہ میں بھی ایسے مردوں کے لیے
جو زندہ ہوکر آتے ہیں مسائل ہوتے کہ وراثت کا
ایسی حالت میں کیا حال ہوگا عورتوں کی عدت
اور اُن کے نکاح و طلاق کے مسائل موجودہ
صورت سے دوسری صورت پر ہوتے جب ہم
ایسے احکام خداوند تعالیٰ کے کلام اور حدیث
اور فقہ میں نہیں دیکھتے تو معلوم ہوا کہ ایسا
اللہ تعالےٰ کا فعل نہیں۔ پس جبکہ ثابت ہوا
کہ حضرت عیسیٰ مرگئے اور زندہ ہوکر واپس
بھی نہیں آسکتے تو لامحالہ قرآن اور حدیث میں مسیح
موعود کی جو خبر ہے اُس سے یہ ماننا پڑتا ہے
کہ مسیح موعود اسی اُمت میں ہوگا نہ کہ عیسیٰ نبی
اسرائیلی آئے گا۔ پس یہ بات بھی قائم ہوگئی کہ مسیح
موعود اسی اُمت سے آئے گا جیسا کہ میں نے اوپر
ثابت کیا ہے تو اب یہ دیکھنا باقی ہے کہ آیا وہ
زمانہ ہے یا نہیں کہ جسمیں مسیح موعود کو آنا تھا
اور اگر زمانہ ہے تو کوئی شخص ایسا ہے کہ جو آیا
ہے اگر کوئی آیا ہے تو کیا وہ نشانات جو مسیح
موعود کے لیے مقرر ہیں ظاہر ہوگئے کہ نہیں
ان سوالوں کا جواب آسان ہے کہ جیسا کہ میں نے
اوپر ظاہر کیا کہ مسیح موعود کو چودھویں صدی
میں آنا چاہیے تھا اور یہ کشفات صوفیائے کرام
سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے اور یہ زمانہ کی حالت
بھی ظاہر ہے کیونکہ اس زمانہ میں حد درجہ کی
خرابی آگئی ہے اور یہ حالت اسبات کی دلیل ہے
کہ زمانہ ایک بڑے بھاری مصلح کو چاہتا ہے
جبکہ زمانہ کی حالت سے یہی ثابت ہوا اور
ایک مرد خدا نے دعویٰ بھی کیا ہے کہ میں مسیح موعود
ہوں اور اسی اُمت مرحومہ ہی میں سے ہے اور
دوسرے کسی شخص نے دعویٰ نہیں کیا اور پھر
نشانات مثل قحط کا پڑنا حج کا بند ہونا ایک ہی

رمضان میں چاند گرہن خسوف کی پہلی تاریخوں اور
سورج گرہن کسوف کے درمیانی تاریخ میں
اکٹھے ہونا۔ طاعون کا پھوٹنا۔ ریل کا چلنا۔
اونٹنیوں کا بیکار ہوجانا وغیرہ وغیرہ بڑے موٹے
ثبوت اسبات کے ہیں کہ مسیح موعود آگیا۔ باقی
رہی یہ بات کہ **مرزا غلام احمد صاحب** ہی
مسیح موعود ہیں کیا وجہ کہ دوسرا نہیں ہوسکتا ممکن
ہے کہ دوسرا شخص ہو اور یہ اُسی کے لیے نشان ہوں
اس کا جواب یہی ہے کہ اول تو اہل اسلام میں سے
کسی نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ سوائے حضرت
اقدس مرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان کے
نہیں کیا اور اگر کیا ہے تو سامنے آئے پس جو پہلے
مرجائے وہی کاذب ہے۔ اس وقت حضرت
اقدس کے دعویٰ کو چوبیس برس گذر گئے ہیں
اور ہر روز قدم آگے ہے کیا ایک مفتری اتنا
عرصہ زندہ رہ سکتا ہے جس کی بابت خداوند تعالیٰ فرماتا
ہے کہ جو شخص مجھپر افترا کرے گا میں اسکو شہ
رگ سے کاٹ دوں گا یعنی مہلت نہ پائے گا
اور ہلاک ہوگا۔ **الحمد للہ** کہ خداوند تعالیٰ
نے ہمکو مسیح موعود کے سایہ کے نیچے لا بٹھایا اور اُسکے
ذریعہ سے قرآن سکھایا سمجھایا محمد رسول اللہ جو ایک
کہانی ہوگئے تھے انکو دکھلایا اور پھر خود خدا کو دکھلایا
اگر یہ نہ آتے پھر اسلام قرآن اور حضرت محمد مصطفیٰ اور خدا
ایک کہانی ہوگئے تھے یہ اللہ کا بڑا فضل ہے کہ خداوند
تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے مسیح موعود کا خادم ہمکو بنایا
پس جنکی آنکھیں بینا ہوں دیکھے اور جس کے کان شنوا
ہوں سنے **مسیح موعود آگیا** اور نشانات
پورے ہوگئے اور جس طرح خداوند تعالیٰ نے اسکو
بشارت دی تھی کہ دنیا میں **ایک نذیر آیا**
پر دنیا نے اُسے قبول نہ کیا لیکن خدا اُسے
قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں
سے اسکی سچائی ظاہر کردے گا۔ اسی طرح
خداوند تعالیٰ نے اسکو ہر میدان میں جتایا اور خوب بڑھایا
اور اُسکی مسیحائی کو بڑے نشانوں سے ظاہر کیا۔
اے میری **پیاری بہن** افسوس کہ یہ خط بھی
آپ کی سمجھ سے باہر ہے اور لمبا ہوگیا آپ دعا
کریں تاکہ آپکو بھی خدا ہدایت دے اور آپ اس
امام زمان اور مرسل من اللہ کی خادم بنجائیں
یہ خط لمبا ہے اور لیے بھی لکھا ہے کہ آپ کے سوالات
آپ کی سمجھ سے زیادہ تھے وہ غالباً بھائی صاحب خان
صاحب عنایت علیخان صاحب کے سوالات تھے پس میں نے
اسقدر طول انکے لیے خصوصیت سے دیا ہے انکو آپ یہ خط
کو ضرور دکھلائیں۔ میرا اس سے زیادہ طول دینا پسند نہیں تھا
ورنہ باتیں بہت تھیں۔ اگر کوئی شبہ رہ جائے گو شرح
کی حق کی طلب ہو تو میں پھر بشرط فرصت حاضر ہوں۔
(راقم محمد علی خان)

حضرت امام الزمان کے مکتوبات

فاضل امروہی کے نام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی

از عاجز عائذ باللہ الصمد غلام احمد بخدمت اخویم مکرم مولوی سید محمد احسن صاحب۔

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ مدت کے بعد عنایت نامہ پہنچا کبھی کبھی اپنے حالات خیریت آیات سے مطلع فرماتے رہیں گو اس عاجز کی طرف سے بوجہ کم فرصتی جواب بھیجنے میں کچھ تاخیر بھی ہو جایا کرے مولوی محمد بشیر صاحب بلاشبہ اُن لوگوں میں سے ہیں جو اخلاص سے خدا تعالیٰ کا راہ طلب کرتے ہیں مگر انسان بعض شبہات کے پیدا ہونے سے مجبور ہو جاتا ہے ہر یک دل اللہ جل شانہ کے دست تصرف میں ہے جسطرف چاہتا ہے پھیر تا ہے یہ عاجز اگر وقت ملتفق ہوا اور اللہ جل شانہ نے ارادہ فرمایا تو کسی وقت مولوی صاحب موصوف کے لیے دعا کرے گا خدا تعالیٰ طالب صادق کو ضائع نہیں کرتا اور با استعداد آدمی کو محجوب رہنے نہیں دیتا خدا تعالیٰ نے اس سلسلہ کو ایک مصلحت عظیمہ کے لیے برپا کیا ہے اور صادقین اور متقین کو اسمیں داخل کرنا چاہتا ہے سو وہ خود اپنے قوی ہاتھ سے اپنے لوگوں کو اسطرف کھینچ لائے گا اگر کوئی راست باز آدمی کچھ مدۃ تک بعض خدشات کی وجہ سے متخالف رہے تو یہ کچھ اندیشہ کی بات نہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے مخلص قوی الایمان چار برس کے بعد ایمان لائے مجھ قریب قریب لیقین کے معلوم ہوتا ہے کہ کسی وقت خدا تعالےٰ مولوی محمد بشیر صاحب کو اطمینان بخشے گا وھو علیٰ کلشیٔ قدیر۔

مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب نے چند خط در باب الہامات ضرور لکھے تھے مگر چونکہ یہ عاجز بدل ایسی باتوں سے متنفر ہے کہ اپنے ہم مشرب بھائیوں سے جو تعلق محبت بھی رکھتے ہیں ظاہری جھگڑوں اور مناظرات میں الجھا رہے اسلیے ایکدن بھی وہ خط بحفاظت نہیں رکھے گئے کیونکہ اُن کے کسی آخری نتیجہ سے کچھ غرض نہیں تھی مولوی صاحب کو نرمی سے سمجھایا گیا تھا کہ آپ اس رائے میں غلطی پر ہیں اگر خدا تعالےٰ چاہتا تو مولوی صاحب اُن وجوہات کو جو پیش کی گئی تھیں سمجھ لیتے وہ میرے ایک پُرانے دوست ہیں اور اُنکی نسبت میرا نیک ظن ہے اور گو وہ اپنے خیال میں اب بہت دور جا پڑے ہیں مگر مجھے اس تصور سے بغایت درجہ دل دردمند ہے کہ ایسا دوست محروموں اور محجوبوں کی طرح ہو جائے میرے دل میں پختہ ارادہ ہے کہ ان کے لیے غائبانہ کوشش کروں اور اُس قادر مطلق سے جسپر میرا بھروسہ ہے اُنکی رہائی چاہوں ظاہری بحثوں اور مناظرات سے دل نرم نہیں ہو سکتا بلکہ جہانتک میرا تجربہ ہے میں دیکھتا ہوں کہ آجکل کے مباحثات و مناظرات مخالفت و کینہ و بخل کو بڑھانے والے ہیں اور انکا ضرر انکے فائدہ سے بہت زیادہ ہے یہ بھی دیکھا ہے کہ مجرد مشاہدہ خوارق اور کرامات کا کسیکی ہدایت کیلیے کافی نہیں بلکہ ہدایت امر منجانب اللہ ہے جو سعید روحیں ہیں بہرحال اُسکو پا لیتی ہیں یاد پڑتا ہے کہ ایک مرتبہ مولوی محمد حسین صاحب نے کچھ عرصہ قادیان میں رہنے کے لیے مجھے لکھا تھا اُسوقت مینے اُسوقت کے مصالح کے موافق بھی مناسب سمجھا تھا کہ ابھی وہ اپنے مکان میں اپنے کام میں لگے رہیں لیکن میری دانست میں اسوقت کی حالت قرب کو چاہتی ہے مولوی صاحب کے دل میں طرح طرح کے شکوک و شبہات ہیں اور میری دانست میں جو کچھ ان کے دل میں ہے وہ بہت زیادہ اُس سے ہے کہ جو اُنکی زبان سے نکلتا ہے مگر بوجہ منطقی طبع ہونے اور نیز بباعث علاقہ دوستی و محبت کے وہ اپنے دل کے پورے شبہات و بخارات کو ظاہر نہیں فرما سکتے کیونکہ وہ ایسا فعل برخلاف طریق و اتقا و اخلاص کے خیال کرتے ہیں لیکن اگر انھیں الہامات اور اُن انوار الہیہ میں تامل ہے کہ جو اس عاجز پر نازل ہو رہے ہیں تو اس سے بہتر کوئی طریق نہیں کہ مولوی صاحب اپنی پہلی درخواست کے موافق تین چار ماہ تک درویشانہ حالت میں اس عاجز کے پاس گوشہ گزین ہوں اور یہ عاجز وعدہ کرتا ہے کہ اگر مولوی صاحب قادیان میں اسقدر مدۃ تک رہیں تو جہانتک طاقت ہے اُنکے لیے دعا کروں گا اور خدا تعالیٰ سے اُنکی تفہیم چاہوں گا اللہ جل شانہ کے اختیار میں ہے کہ جو چاہے ظہور میں لاوے لیکن اگر کچھ آثار نہ ہوں تو کم سے کم مولوی صاحب کے ہاتھ میں یہ بات تو ضرور آجائیگی کہ یہ شخص مقبولین میں سے نہیں ہے کیونکہ مقبولین جب جوش دل سے اضطرار کے وقت میں اپنے رب جلیل سے کچھ مانگتے ہیں تو بے شک وہ اُنکی سنتا ہے اور جب ایسی حالت میں وہ تضرع کرتے ہیں تو بلاشبہ امدادات الہیہ اُنکی طرف توجہ کرتی ہیں کیونکہ وہ خدا تعالیٰ کے پیارے بندے اور مخلص ہیں جن کے لیے وہ بڑے بڑے کام کر دکھاتا ہے اور یہ جو میں نے کہا کہ مولوی صاحب تین چار ماہ تک اسجگہ رہیں یہ اپنے جوش کے لیے ایک حیلہ سوچتا ہوں کیونکہ جوش تضرع میرے اختیار میں نہیں مولوی محمد حسین صاحب جیسے ایک جید فاضل میرے دروازہ پر ہوں گے تا امتحان کریں تو یہ جوش پیدا کرنے کے لیے بڑے موثر ہوں گی

خاکسار مرزا غلام احمد

ولہ ایضاً

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی

مکرمی محبی السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔

عنایت نامہ پہونچکر موجب فرحت و مسرت ہوا آپ کی عاجزانہ باتوں کے دریافت سے بہت خوش ہوا کہ آپکو خدا تعالیٰ نے حسن ظن و ذہن سلیم بخشا ہوا ہے خدا تعالےٰ آپکو اسپر استقامت بخشے رسالہ ازالہ اوہام چھپ رہا ہے شاید ایک ماہ تک چھپکر شائع ہو جائے گا باقی دونوں رسالے فتح اسلام و توضیح مرام آپ دیکھ چکے ہیں لیکن ازالہ اوہام انشاء اللہ القدیر تمام امور کا فیصلہ کرنے والا ہے بفضل اللہ تعالےٰ قریب بیس جزو کے ہوگا انشاء اللہ القدیر تمام مخالفین شکست کھائیں گے اور حق غالب ہوگا کتب اللہ لاغلبن انا و رسلی یہ عاجز چند روز سے لدھیانہ میں آگیا ہے شاید تین چار ماہ اسی جگہ رہوں ہمیشہ اپنے حالات خیریت آیات سے مطلع فرماتے رہیں والسلام

خاکسار غلام احمد از لدھیانہ محلہ اقبال گنج ۸ مارچ ۱۸۹۱ء

ولہٗ ایضاً

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی

مکرمی محبی اخویم السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔

عنایت نامہ پہونچکر آپ کی محبت اور اخلاص اور اعتقاد پر اس امتحان کے وقت میں خبر پا کر نہایت درجہ کی خوشی ہوئی خدا تعالیٰ آپکو اس سے بھی بڑھ کر استقامت بخشے مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی بار بار اپنے خطوط میں اپنی مخالفت کا اظہار کر رہے ہیں مینے مولوی صاحب کو لکھا تھا کہ آپ اول ایک جلسہ عام علماء وغیرہ کا کرکے بعض شکوک اپنے تحریری طور پر پیش کیجیے اور اسی جلسہ میں تحریری طور پر آپ کو جواب دیا جاے گا اور وہ دونوں تحریریں عام لوگوں کو سنا دی جائینگی

اگر یہ طریق شافی وکافی نہیں ہوگا تو پھر آپ اشاعۃ السنہ میں درج کریں بالمواجہ گفتگو میں ایک خاص برکات ہوتے ہیں جو اس مخالفانہ تحریر میں ایک رباقی الہام کا مخالف ہرگز نہیں پا سکتا جو ایک گوشہ میں بیٹھکر کوسے کیطرف تحریر کرنا چاہتا ہے لیکن مولوی محمد حسین صاحب ایسے جلسہ کو قبول نہیں کرتے لیکن اپنے طور پر اپنی مخالفت عام طور پر یہ مشہور کر رہے ہیں اور اب اشاعۃ السنہ میں اپنے خیالات کو تحریر کرنا چاہتے ہیں اس عاجز نے محض للہ بہت سمجھایا کہ آپ بمقام امرتسر علماء کے جلسہ میں تحریری طور پر مجھ سے گفتگو کریں شاید خدا تعالے آپ کے دل کو راستی کیطرف پھیر دیوے کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے لیکن اب تک انھوں نے قبول نہیں کیا آج پھر اس عاجز نے خط لکھا ہے رسالہ ازالہ اوہام شاید بیس دن تک چھپ جاوے بیس جزو کے قریب ہوگا انشاء اللہ القدیر چھپنے کے بعد آپ کی خدمت میں بھیجوں گا اگر آنمکرم کے پاس وہ کاغذات پہونچے ہوں جو مولوی عبد الجبار صاحب اور مولوی محمد اسمٰعیل صاحب نے لکھے ہیں تو مہربانی فرماکر ارسال فرماویں والسلام

خاکسار غلام احمد عفی عنہ ۱۴ اپریل ۱۸۹۱ء

وَلَهُ اَيْضًا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نحمدہ ونصلی

مخدومی مکرمی اخویم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ عنایت نامہ اور کارڈ بھی پہونچا جزاکم اللہ خیرًا من ینصرالله ینصرہ آپ کے رسالہ اعلام الناس کا انتظار ہے معلوم نہیں کہ قول فصیح مؤلفہ مولوی عبد الکریم صاحب آپ کی خدمت میں پہونچگیا یا نہیں اگر نہیں پہونچا تو یہ عاجز بھیجدیوے کارڈ واپس ارسال خدمت ہے۔ مولوی محمد حسین صاحب نے تار بھیجکر مباحثہ چاہا جب اسطرف سے طیاری ہوئی تو پھر بحث کرنے سے انکار کر دیا اور یہ کہ مباہلہ کے اشتہارات آپ کی خدمت میں پہونچ گئے ہونگے باقی سب خیریت ہے والسلام

خاکسار غلام احمد از لدھیانہ محلہ اقبال گنج ۲۰ اپریل ۱۸۹۱ء

حضرۃ حکیم الامۃ کے ارشاد

اللہ تعالے سے غافل کرنے والے امور کا نام قرآن شریف میں لھو ہے پس مومن کا کام یہ ہے کہ جس کام سے جن مکانات میں جس لباس سے جس خوراک سے جس مجلس میں بیٹھنے سے انسان کو اللہ تعالی سے غفلت پیدا ہو اس سے ہجرۃ کرے اور یہی اُسکا علاج ہے۔

ایک دوزخ رزائل اخلاق سے پیدا ہوتا ہے اس سے بچنے کی تدبیر اخلاق فاضلہ کا اختیار کرنا ہے اور رذائل کا ترک۔

ایک دوزخ امور معاشرت میں بے اعتدالی اور قصور سے پیدا ہوتا ہے اصلاح معاشرت اس سے بچالیتی ہے۔

ایک دوزخ انسان کی تمدنی حالت کے نقائص اور کمزوریوں سے پیدا ہوتا ہے اور اسکی اصلاح اس دوزخ سے بچا لیتی ہے

خویش واقارب سے بدسلوکی کا دوزخ صلہ رحمی سے دور ہو جاتا ہے حکام وقت کے احکام کی نافرمانی ایک دوزخ پیدا کرتی ہے جو اصول سیاست کی ماتحتی سے ہٹ جاتا ہے۔

اور سب سے بڑھکر دوزخ ہے جو اللہ تعالی کے احکام کی اطاعت نہ کرنے سے پیدا ہوتا ہے اور اسکا علاج اوامر ونواہی الٰہی کی پابندی ہے۔

پس جس جس قسم کی دوزخ میں انسان ہو اسکی اصلاح اس سے دوزخ سے بچالیتی ہے

فریق مخالف کے مُنہ سے امر حق کے نکلوانے کا یہ طریق یاد رکھو کہ اسکے دعوے کو بار بار اسکی زبان سے دہراؤ۔ آخر کبھی اُسکے مُنہ سے امر حق نکل آئیگا۔

دلائل کے اقسام تین قسم ہیں استقرا۔ مثال۔ برہان۔ قرآن شریف اگرچہ ان اقسام دلائل سے کام لیتا ہے لیکن زیادہ تر قرآن کریم استدلال بالاَّنی سے کام لیتا ہے جو سب سے بڑھکر اور روشن طریق دلائل کا ہے مثلاً شرک کے رد میں فرماتا ہے وَهُوَ فَضَّلَكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ اب صاف ظاہر ہے کہ خادم تو مخدوم بھی نہیں ہو سکتا پھر معبود کسطرح ہو سکتا ہے۔

کسیکی حالت بد کو دیکھکر اُسکو حقیر کی نظر سے نہ دیکھو بلکہ دعا کرو کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ عَافَانِیْ مِمَّا

اِبْتَلَاكَ بِهٖ وَفَضَّلَنِیْ عَلٰی کَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ تَفْضِيْلًا ورنہ یاد رکھو کہ انسان نہیں مرتا جب تک اس مصیبت میں خود مبتلا نہ ہولے۔

علاج اور تعلیم دو قسم کی ہوتی ہے ایک تو ایجاد ہوتی ہے اس کے مجرب ہونے پر کوئی قطعی دلیل نہیں ہوتی کبھی مفید اور اکثر مضر ثابت ہوتی ہے لیکن جو مجرب ہو وہ یقینًا مفید ہوتی ہے اسی طرح بعض لوگوں نے خود ساختہ تعلیمات مقرر کرلی ہیں اور وہ مضر ہیں۔ سچی تعلیم وہی ہے جو مجرب اور آزمودہ ہو اور اسے قرآن شریف نے پیش کیا ہے۔

رضاء الٰہی حاصل کرنے کا ایک نسخہ میں بتاتا ہوں اول زبان عرب سے آگاہی پیدا کرو تاکہ قرآن شریف کی سمجھ حاصل ہو۔ پھر قرآن شریف کے احکام کے سمجھنے کے واسطے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے آگاہی حاصل کرنا۔ بعد ازاں کسی مزکی کے پاس رہنا کونوا مع الصّٰدقین پر عمل کرنا۔

عام طور پر مشاہدہ سے اس امر کا ثبوت ملتا ہے کہ ذاکرین ہمیشہ فضول گو لوگوں کی نسبت مضبوط ہوتے ہیں۔

قربانیاں کیوں ہوتی ہیں؟ تاکہ اللہ تعالی کی وحدۃ پر انسان کو یقین ہو جاوے اور ہر طرح سے عزیز سے عزیز چیز کی قربانی کرکے ثابت ہو جاوے کہ ان سب سے پیارا اور مقصود بالذات خدا ہی ہے اسپر اپنا سب کچھ قربان کرکے دکھا دینا ہی سچی بہادری اور صداقت ہے۔

باطل وہ امر ہوتا ہے جسپر نہ کچھ عذاب ہو اور نہ ثواب نہ وہ امر مفید ہو نہ مضر نہ اس سے آرام ہو نہ تکلیف پس ہر ایک کام میں اسکو بطور میزان بنا لو

گناہ سے مراد ہر وہ امر ہے جو عام مجالس میں کرتے ہوئے مضائقہ کیا جاوے جو کام لوگوں کی نظر سے پوشیدہ کرکے کیا جاوے اور پھر اُن کے کرنے سے کنارہ کشی کوئی پڑے۔

تلافی مافات

کے لئے ۳ جون ۱۰ و ۱۷ جولائی کا الحکم یکجا روانہ ہوا ہے سلسلہ جبتک کمی پوری نہ ہو الحکم ۲ صفحہ کا شایع ہوگا

ایڈیٹر

ایک سکھ صاحب نے آریہ مذہب کیسے چھوڑا

(انہی اپنی تحریر کے موافق)

جناب ایڈیٹر صاحب کرمفرمائے بندہ - آداب نیاز مندانہ۔ ذیل مضمون کو اپنے پرچہ الحکم میں رقم فرما کر مشکور فرماویں۔

میں بچپن سے سکھ مذہب کا پیرو کار تھا اور میرے والدین بھی سکھ ہیں۔ جب میں نے ہوش سنبھالا اور گھر کی چار دیواری سے پاؤں باہر نکالا تو مجھے آریہ مذہب کا شوق دامنگیر ہوا میرے شوق نے مجھے مجبوراً سماجی بنا دیا۔ بعد ازاں میں ٹریننگ کالج لاہور میں تعلیم پانے گیا لاہور چونکہ آریہ مت کا مرکز ہے اسواسطے یہاں مجھے بہت عمدہ موقع آریہ سماج کے اصولوں پر عمل کرنے کا ملا۔ چنانچہ میں اس کے بعد برابر تین سال تک صدق دل سے آریہ سماج کے اصولوں کا پابند رہا اور چندہ وغیرہ بھی دیتا رہا۔ بلکہ ایک دو سماجوں کا ممبر بھی رہا۔ اس اثنا میں مجھے معلوم ہوا کہ آریہ صاحبان کے اقوال و افعال میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ از انجملہ **مسئلہ نیوگ** ہے جسکی صداقت معلوم کرنے کے لیے میں نے متواتر دو سال کوشش کی۔ اور کئی آریہ بھائیوں سے اس امر کا تذکرہ بھی ہوتا رہا لیکن کہیں سے تشفی دہ جواب نہ ملا۔ اکثروں نے انکار کیا۔ بعض نے غلط بیانی سے ٹال دیا۔ اب میرے شبہات بوجہ مذکورہ امور کے اور بھی قوی ہو گئے۔ میں نے معلوم کیا ہے کہ دنیا کے مذاہب نے کوئی اصول اس قسم کا نہیں رکھا۔ جس پر اہل مذہب عملدرآمد نہ کرتے ہوں سوائے آریوں کے **مسئلہ نیوگ** کے۔ کیونکہ مشاہدہ سے معلوم ہوا ہے کہ بہت سے آریہ صاحبان اولاد نرینہ کو ترستے ترستے چونڈا سفید کر بیٹھے۔ اور کئی بے اولاد دائم المریض ہیں۔ کئی عرصہ دراز تک پردیس میں گذار دیتے ہیں لیکن **مسئلہ نیوگ** پر بالکل عمل نہیں کرتے شاید شرم کیوجہ سے۔ کیونکہ اگر عورت کو کہیں کہ نیوگ کراؤ تو وہ با عصمت بیوی اپنی شرم و حیا کو مدنظر رکھکر اپنے خاوند کو صلواتیں سناتی ہے اور آریہ بھائی اپنا سا منہ لیکر رہ جاتے ہیں۔ اب یہاں پر تو ستیارتھ پرکاش کا نوشتہ کام نہ آیا۔ اس سے تو بہتر ہے کہ **آریہ مت کو ہی ڈنڈوت کیا جاوے۔**

صاحبان۔ جب مجھے آریہ لیکچراروں کا مسئلہ **نیوگ** کی فلاسفی کو بڑے زور سے بیان کرنا یاد آتا ہے تو بے اختیار ہنسی آجاتی ہے اور کہنا پڑتا ہے کہ یہ مسئلہ ہاتھی کے کھانیکے دانت اور دکھانے کے اور کا مصداق ہے۔

میں آریہ بھائیوں سے استفسار کرتا ہوں کہ آپ صاحبوں میں سے کسی نے سوامی جی کی اس ہدایت پر عملدرآمد کیا بھی ہے یا نہیں۔ اگر کیا ہے تو مہربانی کر کے **نیوگ کنندگان و کنانندگان اور نیوگ زادگان اور نیز نیوگ کرانے کے خواہشمندوں کی ایک مکمل فہرست** ست دھرم پرچارک یا آریہ مسافر میگزین میں مشتہر فرمائی جاوے کیونکہ **سوامی جی** کا فرمان ہے کہ جیسے بیاہ علانیہ ہوتا ہے ویسے ہی **نیوگ** بھی علانیہ ہونا چاہیے۔ اور یہ بھی تحریر ہے کہ **نیوگ کا روکنا بڑا گناہ ہے** اور آجکل آریہ صاحبان کو نیوگ کی مذکورہ وجوہات کے سبب ضرورت بھی اشد معلوم ہوتی ہے۔ اگر یہ مسئلہ قابل نہیں ہے تو بہتر ہے کہ ستیارتھ پرکاش کی جہاں اتنی دفعہ ترمیم ہو چکی ہے ایک دفعہ اور بھی از سرنو ترمیم فرما کر اس کلنک کے ٹیکہ کو پیشانی سے مٹایا جاوے کیونکہ یہ خاردار اور بے ثمر جھاڑی سوائے عزت و ناموس کے کپڑوں کو پھاڑنے کے اور کوئی پھل نہ دے گی۔ یاد رہے کہ جبتک اس عزت کش مسئلہ کو آریہ مت سے نکالا نہ جائیگا کبھی آریوں کا مخالفوں کے سامنے خم ٹھوک کر کھڑے ہونے کی جرأت نہ ہوگی۔ ہاں اگر ڈھیٹھ یا بدبو پر عمل ہے تو آپ کی مرضی۔

ہمارا کام سمجھانا ہے یارو
تم آگے چاہے مانو یا نہ مانو

(باقی آیندہ)

نوٹ اس سے پیشتر میرے ایک احمدی دوست نے میرے ہی مشورہ سے ایڈیٹر صاحب آریہ مسافر میگزین سے اسی مضمون کا استفسار کیا تھا۔ جس کا جواب آجتک نہ آیا۔ اسلیے بذریعہ پرچہ الحکم یہ مضمون شائع کر کے آریہ صاحبان سے بادب ابیات کا استفسار کیا جاتا ہے امید ہے کہ جواب سے ممنون فرماوینگے۔ میں حلفاً عرض کرتا ہوں کہ میں آریہ خیالات کا ہوں لیکن مسئلہ نیوگ اور روح اور مادہ کی انادیت کا قائل نہیں ہوں - **الراقم** ایک آریہ تجربہ کار نامہ نگار

سوہن سنگھ از قلعہ دیدار سنگھ

دعاء کامل کی شناخت

اس خطبہ کا خلاصہ ایڈیٹر کے الفاظ میں جو ۲۴ جولائی سنہ ۱۹۰۶ء کو حضرت مولانا مولوی عبدالکریم صاحب نے پڑھا۔

اللہ تعالیٰ نے بڑی عظیم الشان دعا جو ہمکو سکھائی ہے اسکی نظیر کسی دین اور مذہب میں پائی نہیں جاتی۔ دنیا کے مختلف مذاہب کے ہادیوں اور بانیوں نے اپنی اپنی جگہ اپنی قوم کو جو دعائیں سکھائی ہیں وہ اس دعا کے مقابل جو ہمارے ہادی کامل صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ہمیں ملی ہے کوئی ہستی نہیں رکھتی ہیں اور ان دعاؤں کا تو ذکر ہی کیا ہے جو لوگوں نے خود بنائی ہیں۔

وہ دعا جو ہمکو سکھائی گئی ہے وہ سورہ فاتحہ کی دعا ہے۔ اس دعا کا دوسری ساری دعاؤں سے مقابلہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی دعا بجز اسکے انسان کی عبودیت کاملہ اور اللہ تعالیٰ کی الوہیت کے حقیقی اور واقعی منشاء کے اظہار کے لیے کافی نہیں ہے۔

دعا کی خوبی اور اسکا کمال یہ ہے کہ اس میں تین باتیں ہوں اول اللہ تعالیٰ کی وہ حمد و ثنا کی جاوے جو اسکی شان کے شایاں اور سزاوار ہے اور پھر مدح و ثنا ایسی ہو کہ عبودیت کے ساتھ اسکا کامل تعلق ہو جو کچھ انسان منہ سے نکالے وہ ایسے الفاظ ہوں کہ مادح کے دل پر پورا اثر ڈالنے والے ہوں اور ایسا گہرا نقش پیدا کریں کہ اسوقت وہی بیدی [illegible] کا موجب ہو سکیں۔ دوسرا مقصد کامل دعا کا یہ ہوتا ہے کہ وہ تمام منافع اور مفاد کی چیزوں کو اللہ تعالیٰ سے مانگے۔

اور سوم اس دعا میں تمام ضرورتوں پر پہنچنے کی التجا ہو جو دنیا اور آخرۃ میں پہنچ سکتے ہیں۔

اور اس دعا میں ان تینوں باتوں کو جمع کر لیا ہے۔ الحمد للہ سے لیکر مالک یوم الدین تک اللہ تعالیٰ کی ایسی تعریف کی ہے کہ اس سے بہتر تو کیا مانند بھی نہیں کر سکتا۔ پھر اھدنا الصراط المستقیم سے لیکر صراط الذین انعمت علیہم تک وہ کل مانگی ہے جس پر چلکر ہر قسم کی دینی اور دنیوی بھلائیاں اور مفاد حاصل ہوتے ہیں یہ وہ راہ ہے جس پر چلکر ایک قوم برگزیدہ ہو گئی۔ یہ وہ راہ ہے جو تجربہ شدہ ہے جسنے ایک قوم کو منزل مقصود پر پہنچا دیا — صراط الذین انعمت علیہم سے ہوتا ہے کہ جسقدر راستباز دنیا میں

پہلے گئے ہیں وہ اسی راہ پر چلنے والے تھے اور وہ کامیاب ہوئے۔

غرض خدا کی حمد و ثنا کی کاملیت اور مفاد طلبی کی جامعیت اسمیں موجود ہے اور پھر تیسرا حصہ کامل دعا کا یہ ہوتا ہے کہ سارے نقصانوں سے بچنے کی خواہش ہو۔ وہ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین سے پورا ہوتا ہے۔
یعنی ان تمام ضرروں روکوں اور رکاوٹوں سے پناہ مانگتے ہیں جو سچائی کی راہ میں پیدا ہو سکتی ہیں۔

میرا مقصد اسوقت ان تمام باتوں پر بالتفصیل گفتگو کرنے کا نہیں ہے کیونکہ خطبہ اسکا متحمل نہیں ہو سکتا بلکہ ایک امر کا تحدیث بالنعمۃ کے طور پر ذکر کرنا ہے۔

یاد رکھو انسان کبھی کسی کام کے کرنیکی جرأت نہیں کر سکتا جبتک یقیناً اسے معلوم نہ ہو کہ اسمیں یہ منفعت ہے۔ لیکن جب یقینی طور پر معلوم ہو جاوے کہ یہ سڑک ثابت شدہ حقیقت ہے اور اسپر چلنے والے کامیاب ہوئے ہیں تو اس سے بڑھ کر ترغیب دینے والی بات کیا ہو گی۔ چنانچہ دیکھلو کہ جس قدر راستباز دنیا میں آئے ہیں ان سب کی یہی راہ تھی اور وہ کامیاب اور بامراد ہوئے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جب دعا سکھائی تو دکھا دیا کہ آدم سے لیکر مجھ تک جس قدر نبی دنیا میں آئے ہیں وہ اس راہ پر چلکر مظفر و منصور ہوئے ہیں اور میرا کامیاب ہونا اور میرے دشمنوں کا نامراد رہنا اس راہ کی حقیقت پر گواہ ہو گا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ کہ آپ کے دشمن ناکام اور آپ کامیاب ہوئے یہی وجہ تھی کہ آپ کے دو نام اللہ تعالیٰ نے رکھے ایک بشیر دوسرا نذیر۔ بشیر خوشخبری دینے والا ان لوگوں کو جو آپ کے متبع تھے اور نذیر مخالفوں کو ڈرانے والا۔
تاریخ گواہ ہے کہ یہ نام کیسی چمک دمک سے ظاہر ہوئے۔ جو دشمن آپ کے بالمقابل ہوئے خواہ وہ مکہ کے کفار تھے یا عسان کے عیسائی خواہ ایرانی خواہ رومی۔ غرض یہودی بت پرست جو مقابلہ کے لیے آیا اسکو سخت ذلت اٹھانی پڑی۔ اور وہ لوگ جو صرف مذہب کے لیے ستائے گئے تھے باوجود بے نوا۔ بے سامان ہونے کے ان سرزمینوں اور املاک کے مالک ہوئے جو قیصر و کسریٰ کے قبضہ میں تھیں کیا کوئی کہہ سکتا تھا کہ غریب ابوبکر۔ عمر۔ عثمان۔ رضوان اللہ علیہم اجمعین جو چھوٹی چھوٹی تجارت پر گذارہ کرنے تھے ایسے بامراد ہونگے؟ کہ قیصر و کسریٰ کے تختوں کو تختہ بنا دینگے اور باغات کے مالک ہونگے اور مکہ کی سرزمین اُنکے پاؤں کی جوتی ہو گی؟ مگر اب اس کو کون جھٹلا سکتا ہے۔؟

مجھے افسوس آتا ہے کہ کاش یورپ کے عیسائی قومیں + یہ تنقیح نکالیں کہ خلیفۃ اللہ کے نشان کیا ہوتے ہیں؟ تو اُنکو صاف نظر آجاوے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خدا تعالیٰ کے خلیفہ برحق اور سچے مظہر ہیں۔

دیکھو اس وقت لارڈ کرزن وائسرائے ہند اور وہ قیصر ہند کا نائب ہے کیا کوئی اسکی بے ادبی کر سکتا ہے؟ ہرگز نہیں یا اس کا نام ہتک سے لے سکتا ہے؟ ہرگز نہیں فی الفور اسکو سزا دیجاوے کیونکہ جس کا وہ نائب اور خلیفہ ہے وہ ایک مقتدر شاہنشاہ ہے وہ انعام دیسکتا ہے اور عذاب دیسکتا ہے۔

پھر جو اللہ تعالےٰ کا مظہر اور خلیفہ ہو اسکی شناخت میں کیا مشکلات ہو سکتی ہیں۔ یاد رکھو خدا کا مظہر خلیفۃ اللہ ہوتا ہے وہ بشیر و نذیر ہوتے ہیں اور ان میں اعدام و وجود کی صفات کا ظہور ہوتا ہے وہ ایک قوم کو نابود کرتے ہیں اور ایک کو نابود کرتے ہیں۔ یہ صفات اعلیٰ اور اکمل طور پر آنحضرت صلعم میں جلوہ گر ہوئی تھیں اور آپکی نبوت کے ثبوت کا ایک بیّن نشان تھیں جس نے دوسرے نبیوں کی نبوتوں کو بھی ثابت کر دیا ہے۔ اس زمانہ میں خدا نے آنحضرت صلعم کے طفیل سے یہ نعمت اور فضل حضرت مسیح موعود پر کیا ہے اور اسکو بشیر و نذیر ناموں کے ساتھ بھیجا جیسے فرمایا دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اسے قبول نہ کیا لیکن خدا اُسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اسکی سچائی ظاہر کر دیگا۔ اور اسکا اظہار ہو رہا ہے

غرض کامل دعا کے صفات سورۂ فاتحہ میں پائے جاتے ہیں اور اسکا زندہ ثبوت اسوقت موجود ہے جو ہماری ترغیب کے لیے کافی ہے اسلیے ہمکو چاہیے کہ منعم علیہم کی راہ اختیار کریں وہ راہ جو آدم سے لیکر آنحضرت صلعم اور آپ سے لیکر حضرت مسیح موعود علیہ السلام تک تجربہ شدہ راہ ہے۔ اور جسپر چلکر ایک قوم پیدا اور دوسری اسے چھوڑ کر نابود ہوتی ہے ہماری جماعت جسپر خدا تعالیٰ نے ظہور کیا ہے اسکو چاہیے کہ اس نعمت کی قدر کرے وہ اسکو اسیطرح جیسے موسیٰ کی قوم کو کہا یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اذْکُرُوْا نِعْمَتِیَ الَّتِیْٓ الآیہ کہتا ہے کہ اے احمدیو کیسے انعام تمپر ہیں دنیا میں تم اپنی راستبازی اور تقویٰ و طہارۃ میں ایک نمونہ دکھاؤ۔
خدا تعالےٰ ہمکو اور تمکو سبکو توفیق دے
(آمین)

بیعت

اہلیہ نعمت خان صاحب وٹیزی۔ چھاؤنی پشاور
سید نادر علی شاہ صاحب نمبردار چیچی۔ ضلع گورداسپور
سید رفیق الدین صاحب۔ کٹک
سید نظام الدین صاحب "
سید رئیس الدین صاحب "
چراغ الدین صاحب۔ رسیدن ضلع جھنگ
والدہ احمد الدین صاحب۔ بینڈی چری۔ منٹگمری
فتح بی بی ہمشیرہ " " " "
مسماۃ روشنائی دختر " " " "
بی بی کرم بھری " " " "
اہلیہ " " " " "
روشن دین صاحب " " "
حسین بخش صاحب جمعدار ریلوے کانٹین صدر بازار میانمیر۔
نظام الدین صاحب۔ دھرمکوٹ رندادہ ضلع گورداسپور۔
عبد اللہ خانصاحب لکڑی فروش صدر بازار سیالکوٹ
نبی بخش صاحب۔ ٹبہ معماران سیالکوٹ
محمد یاسین صاحب۔ بینڈی چری۔ منٹگمری
محمد یمین صاحب "
بی بی اللہ بخشائی دختر محمد یمین صاحب
چودھری بوٹا خان صاحب دفعدار سنبھو کے ضلع سیالکوٹ
حافظ محمد بہاء الدینصاحب مدرس بیدنگر حیدر آباد
معراج الدین صاحب نڑگڑہی ڈاکخانہ
محمد اسمعیل صاحب۔ میانی گھارڑو
جمن خان صاحب ہاسپٹل سسٹنٹ گلاڑی سمالی لینڈ۔
محمد نذیر صاحب " " " " "
نصیر احمد صاحب ولد محمد یوسف صاحب ہیلڈ دار کمسریٹ کوہ چکروتہ
عبد الکریم صاحب طالب العلم بورڈ سکول سیالکوٹ
اللہ رکھا صاحب طالب العلم " "
عبد القیوم صاحب پٹواری نہر
گل محمد صاحب چوکیدار گرجا گھر کوہ مری
مولوی نیاز محمد صاحب مدرس میانمیر لاہور
غلام رسول صاحب گڑاہ شنکر ضلع ہوشیارپور
الٰہی بخش صاحب۔ ڈنگہ ضلع گجرات
رحمت اللہ صاحب۔ راہوں " جالندھر
عبد اللہ صاحب " "
محمد حیات صاحب۔ بھڑی شاہ رحمٰن " گوجرانوالہ
غلام محمد صاحب نکیانہ " گجرات

غلام مولا

انوار احمدیہ پریس قادیان دار الامان میں باہتمام شیخ یعقوب علی تراب احمدی چھپکر شائع ہوا

مذہبی دنیا پر سرسری نظر

وید۔ بدھ۔ وام مارگ اور نیوگ

لاہور کی کلچرڈ آریہ سماج کا آرگن آریہ گزٹ اپنے ایک ریمارک میں لکھتا ہے کہ "آریہ ورت کے زمانہ تنزل کے مشہور ریفارمروں میں سے مہاتما بدھ ایک مشہور ریفارمر ہوئے ہیں جنہوں نے وام مارگ کی مہان اندھیاری راتری (شب تار) میں جنم لیکر ایک غیر معمولی تپ کے نتیجات اپنے خیالات کے پرچار کا کام آرمبھ کیا اور وام مارگ کی نہایت درجہ کی فحش اور غلط تعلیم کے اثر سے بھارت نواسیوں کو بچا کر انکو نفس کشی اور پاکیزہ زندگی بسر کرنے کی ہدایت کی اور چونکہ اس سمے وام مارگ کی ناپاک تعلیم کو ویدوں سے منسوب کیا جاتا تھا اسلیے مہاتما بدھ نے مصلحت وقت دیکھکر یہ مناسب سمجھا کہ جب تک ان لوگوں کو **ویدوں سے علیحدہ نہیں کیا جاوے گا اس سمے تک میری اصلاح کا کام ہرگز مکمل نہیں ہو سکتا اور نہ ہی یہ لوگ ویدوں کو اپنا پستک مانتے ہوئے میری تعلیم پر عمل کرنے کے لیے آمادہ ہوں گے۔"**

آریہ گزٹ کوشش کرتا ہے کہ کسی طرح وید کے ماتھے پر سے اس کلنک کے ٹیکہ کو دور کرے جو وام مارگ کی ناپاک تعلیم کا لگا ہوا ہے۔ مگر یہ کوشش بیسود اور محض بیہودہ ہے دراصل بودھ کو اس امر کی پرتال اور تحقیقات کا خوب موقعہ حاصل تھا کہ وہ دریافت کرے کہ آیا یہ ناپاک اور فحش تعلیم ویدوں سے نکلی ہے یا نہیں؟ اور اس نے تحقیق کر لیا تھا کہ یہ گندی تعلیم فی الحقیقت ویدوں ہی کی تعلیم کا کرشمہ ہے

ورنہ وہ کبھی یہ نہ کہتا

کہ جبتک ان لوگوں کو ویدوں سے علیحدہ نہیں کیا جاویگا۔ اس سمے تک میری اصلاح کا کام ہرگز مکمل نہیں ہو سکتا

آریہ گزٹ وام مارگ کی تعلیم کو تو کہتا ہے کہ ویدوں میں نہیں حالانکہ **مہاتما بدھ** اسی نتیجہ پر پہونچا ہوا تھا۔ مگر ہم آریہ گزٹ سے پوچھتے ہیں کہ کیا **نیوگ کی تعلیم** بھی ویدوں میں نہیں؟ اور اگر خدانخواستہ اس تعلیم پر عملدرآمد شروع ہو جاوے تو وہ زمانہ **وام مارگ کی شب تار سے بھی بڑھ کر خطرناک تاریک ہوگا۔**

اُسوقت معلوم ہوگا کہ کیا اس تاریکی سے نجات بجز ویدوں کے چھوڑنے کے ممکن ہو سکتی ہے؟ حقیقت میں نیوگ جیسے حیاسوز اور غیرت کُش مسئلہ کے ہوتے ہوئے آریہ سماج اخلاقی تعلیم دینے سے بالکل قاصر ٹھہرتا ہے اور جب جب لوگ ویدوں کو پڑھنے لگیں گے تو وہ خود بخود انھیں نتائج پر پہونچیں گے جن پر **مہاتما بدھ** پہونچا تھا اور یہ آریہ سماج کے لیے ایک سرٹیفکیٹ ہے۔

کیا آریہ سماج میں واقعی نیوگ ہونے لگا ہے

آریہ گزٹ اور پنجاب سماچار میں مندرجہ ذیل خبر نہایت تعجب اور حیرت سے پڑھی گئی ہے۔

آریہ سماج میں نیوگ کی پہلی عملی مثال

آریہ سماج پر اعتراض کیا جاتا تھا کہ وہ نیوگ کی تعلیم دیتا ہے۔ لیکن اسکی تعمیل کی جراءت اسے خود کبھی نہیں ہوتی ہے۔ آیندہ اُمید ہے کہ یہ اعتراض نہیں کیا جائے گا۔ کیونکہ ایبٹ آباد آریہ سماج میں ایک بال بدھوا کا نیوگ ہوا۔ لالہ ہر بھگوان کپور کتب فروش ایبٹ آباد نے آریہ سماج کے پردھان سیٹھ جیرٹر لعل جی سے آکر کہا کہ میری بھاوج کا منشا نیوگ کرنے کا ہے جسپر دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ یہ استری بیشک اپنی خوشی سے اپنے دیور کے ساتھ بموجب ویدک رتی نیوگ واسطے اولاد اُتپتی کے لیے کرنے کو تیار ہے اور نیوگ کے نیم جو اسکو بتلائے گئے پالن کرنے کو سوئیکار کرتی ہے لڑکی کی عمر قریباً ۲۲ برس اور لڑکے کی عمر ۲۹ سال ہے۔ لڑکی کو بیوہ ہوئے قریباً آٹھ برس ہو چکے ہیں۔ اُسوقت شہر میں نوٹس دیا گیا اور آریہ سماج مندر میں ہون ہونے لگا اتنے میں لڑکا اور لڑکی آپہونچے اور لوگ جوق جوق سماج مندر میں آنے شروع ہوئے۔ لڑکی کو سماج مندر کے اوپر بٹھایا گیا جہاں بہت سی استریاں بیٹھی ہوئی تھیں۔ ٹھیک ۳ بجے کارروائی ہون شروع ہوئی اور پنڈت فقیر چند جی اور رائے شونا تھ جی اگزکٹو انجنیر شامل سنسکار ہوئے۔ رائے صاحب نے سنسکار کرانے میں پنڈت فقیر چند کو مدد دی۔ اور لڑکی اور لڑکے کو نیم پالن کرنیکی ہدایت کی کارروائی جلسہ تقریباً ۵½ بجے ختم ہوئی۔ ڈاکٹر شنکر داس نے لڑکی اور لڑکے کو اپدیش کیا۔ اور کہا اس اتم سنسکار کے نہ ہونے سے ہمارے دیش کی ہانی ہو رہی ہے۔ سب لوگ جو شامل سنسکار ہوئے تھے انکا حلوے سے سنسکار کیا گیا۔

ہم اس مضمون کا عنوان پڑھ کر بہت خوش ہوئے تھے کہ آریہ سماج نے آخر نیوگ کے رواج کرانے کی مہر تو توڑی اور سلسلہ نیوگ تو شروع کیا لیکن جب کل مضمون پڑھا تو معلوم ہوا کہ یہ تو پہاڑ کے حل سے چوہا پیدا ہوئی۔ نیوگ کی مثال عملی تو ایسی نظیر سے شروع ہونی چاہیے تھی جبکہ ایک خاوند اپنی استری کو کسی دوسرے آدمی سے اولاد لینے کی اجازت دیتا + ہاں اُمید کی جاتی ہے کہ اگر آریہ سماج کی کوشش اور محنت کا سلسلہ برابر جاری رہا تو بہت جلد کوئی ایسی نظیر بھی پبلک کے سامنے آہی جاوے گی اور جب تک ہر قسم کے نیوگ کی جو ستیارتھ پرکاش میں درج ہے ایک ایک عملی مثال نہ ہو کچھ فائدہ نہیں اور آریہ سماج مبارک باد کے قابل نہیں ہو سکتی۔ بلکہ یہ تو گونہ افسوسناک بات ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ یہ نیوگ جو مشتہر کیا گیا ہے اس کے ذریعہ کتنی اولادیں لینی مقصود ہیں؟ کیا ایک یا ایک سے زیادہ اور کسقدر عرصہ تک اولاد کے لیے انتظار کیا جاوے گا؟ اور اگر خدانخواستہ ایک یا دو سال تک جیسی صورت ہو اولاد نہ ہوئی تو پھر کسی اور سے نیوگ کرایا جاویگا یا نہیں؟ اور یہ تعلق نیوگ کا کسی خاص وقت تک ہے یا دوامی؟ ہم کچھ اور سوالات بھی آریہ سماج سے اسی نیوگ کے متعلق پوچھنا چاہتے ہیں مگر ان سوالوں کے جواب ملجانے پر اس سلسلہ کو وسیع طور پر لکھ سکیں گے ہم اُمید کرتے ہیں کہ آریہ سماج ان سوالات کا جواب دینے میں کسی قسم کی شرم محسوس نہ کریگی بلکہ آزادی اور دلیری سے جواب دے گی مثل مشہور ہے کہ شرع میں شرم کیسی۔

مسٹر مکالف اور سکھ دھرم

مسٹر مکالف (جنھوں نے گرنتھ صاحب کا ترجمہ انگریزی میں کیا ہے اور جو خالصہ قوم کے بڑے سرگرم محب اور خیر خواہ ہیں اور خالصہ کمیونٹی بھی انکو عزت کی نگاہ سے دیکھتی ہے) نے شملہ پر ہز آنر جناب لفٹنٹ گورنر سر چارلس ریواز کی سرپرستی میں سکھ ازم پر ایک لیکچر دیا ہے جس میں انھوں نے بیان کیا کہ "میں اس مضمون پر ایک اور عام غلطی کی طرف اشارہ کرتا ہوں عام طور پر یقین کیا جاتا ہے کہ سکھ لوگوں کو گائے کے گوشت سے پرہیز کرنا لازمی ہے سکھوں کے دونوں گرنتھ اور ان کے دیگر دھرم پستک اس مضمون پر بالکل خاموش ہیں سکھوں نے بہت سے ہندو رواجوں کو اختیار کر لیا **اور گائے کے گوشت کی ممانعت بھی ان میں ہی شامل ہے** یہ گویا کہ دھرم کا ایک پکا سدھانت بنگیا جو کہ سکھوں کی ایک گھڑی ہوئی شاخ ہیں آپ میں سے کتنوں کو یاد ہوگا کہ اسی غلط خیال کے سبب سے کوکوں نے امرت سر میں کئی بوچڑوں کو قتل کر ڈالا تھا سکھوں کو کسی قسم کے گوشت سے پرہیز **کرنا لازمی نہیں سوائے اسکے جو کھانے کے لائق نہ ہو**" مسٹر مکالف کی اس تقریر نے آریہ سماج کو حیران کیا ہے سکھوں نے جو اس مجمع میں موجود تھے جہانتک اخبارات سے پتہ ملتا ہے مسٹر مکالف کے اس بیان کی غالباً کوئی تردید نہیں کی اور چونکہ مسٹر مکالف نے گرنتھ صاحب اور سکھ ازم کی مذہبی کتابوں کی بنا پر اپنے لیکچر میں یہ راز کھولا ہے اسلیے ممکن نہیں کہ انکی کوئی تردید ہو سکے یہ ترقی کا زمانہ ہے اور سائنس اور آزادی کا وقت - مذاہب کی حقیقت کھل رہی ہے اور انکو اپنی کرکٹر لا رہی ہے۔

آریہ گزٹ کا ایڈیٹر لیکچر کے ان فقرات پر بدحواس ہو کر سکھوں کو ابھارتا اور جوش دلاتا ہے کہ وہ گئو ماتا کے لیے پر الانکو مخفوں پر لیے کھڑے ہیں۔ سکھ اپنے گرنتھ صاحب اور مذہب کو آریہ گزٹ کی بیہودہ خوشامد کے لیے نہیں چھوڑ سکتے - اور اگر مسٹر مکالف کی رائے جیسا وہ بیان کرتے ہیں گرنتھ صاحب اور سکھ ازم کی مذہبی کتابوں پر مبنی ہے تو آریہ گزٹ ساری عمر چلاتا رہے خالصہ قوم اسکی پروا نہ کریگی - لیکن اگر مسٹر مکالف کا بیان صحیح نہیں تو پھر آریہ گزٹ کی خوشامد اور انکو جوش دلانا محض بیہودہ ہے بہرحال سکھوں کا فرض ہوگا کہ اس معاملہ کو اپنی مذہبی کتب کی سند پر صاف کردیں۔

حضرت مسیح موعود کے دعویٰ کی تصدیق کشفی شہادۃ سے

اعلیٰ حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کے دلائل روز روشن کی طرح کھل گئے ہیں اور اب اصل میں کوئی حجاب اور خفا آپ کے دعوے کے متعلق رہا نہیں کور باطنوں کی اپنی بدقسمتی اور شومی اعمال ہے جو انھیں نظر نہیں آتا - حضرت حجۃ اللہ کی تائید اور تصدیق کے مختلف دلائل اور نشان ہیں منجملہ ان کے اہل کشف کے کشوف اور الہامات ہیں ہزاروں آدمی اس قسم کے ہیں جو بذریعہ رویا صالحہ زمرہ احمدیہ میں داخل ہوئے ہیں وقتاً فوقتاً بہت سے رویا صالحہ ہم الحکم میں درج کرتے رہے ہیں - حضرت حجۃ اللہ کو عرصہ دراز گذرا الہام ہوا تھا

يَنْصُرُكَ رِجَالٌ نُوحِي إِلَيْهِم مِنَ السَّمَاءِ

تیری نصرت وہ مردان خدا کریں گے جن کو ہم آسمان سے وحی بھیجیں گے

حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود کی نصرت اس پاک وحی اور اعلام الٰہی کے موافق مختلف رنگوں میں ہو رہی ہے اور یہ بھی ایک صورت نصرت کی ہے جو آپ کی تصدیق بذریعہ کشوف اور الہامات ہو رہی ہے یہانتک کہ بعض بڑے بڑے اکابر آپ کی تصدیق کر چکے ہیں جیسے **پیر صاحب العلم** جو علاقہ گجرات میں ایک کثیر التعداد جماعت کے پیشوا تھے ایسا ہی وہ کشف جو حضرت **گلاب شاہ مجذوب** کا میاں کریم بخش صاحب مرحوم نے بیان کیا تھا اور ایسا ہی **پیر کوٹھہ والے** کی شہادت - غرض بہتیرے ایسے کشوف اور رویائے صالحہ ہیں اب بلوچستان سے ایک کشفی شہادت پہونچی ہے جسکو ہم ذیل میں محض اس لیے درج کرتے ہیں کہ شاید کسی سعید الفطرت کو اس سے فائدہ پہونچے - ایڈیٹر

اور وہ یہ ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی

مخدومنا ومولانا عبد الکریم صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ علاقہ ریاست بھاگ میں حضرت **فقیر صاحب میاں محمود** کے صاحب کشف اور بزرگ ہونیکی نسبت عام شہرہ تھا اور ریاستہائے بلوچستان کے مختلف مقامات کے لوگ اسی وجہ سے آپ کی زیارت کے لیے آیا کرتے ہیں ان کے چند ایک ملنے والوں کی طرف سے خواہش کی گئی کہ میں فقیر صاحب موصوف سے ملاقات کروں - الا کوئی مناسب موقعہ ہاتھ نہیں آتا تھا - حال میں بتقریب دورہ ۱۵ جولائی ۱۹۰۳ء کو جب میں شہر فقیر صاحب سے چند میل کے فاصلہ پر ایک مقام میں پہونچا تو مجھے بتلایا گیا کہ جو ارادہ کیا جائے **فقیر صاحب** بروئے کشف اُس سے اطلاع پاکر خود بخود بتلا دیتے ہیں - مجھے **فقیر صاحب** کی ملاقات کا پیشتر سے اشتیاق تھا مگر میں یہ سوچتا تھا کہ کس مدعا پر آپ کی ملاقات کی جائے - حضور پاک **مسیح موعود** علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت پر تو میں پیشتر سے ہی الحمد للہ علیٰ بصیرۃ ایمان لا چکا ہوں اور اب اُس میں کسی قسم کی کوئی گنجایش باقی نہ تھی اور نہ ہے - اور اس خیال سے کہ اگر ایسے بزرگ اور صاحب کشف کی شہادۃ کشفی حضور ممدوح علیہ السلام کی صداقت دعوے پر مل جائے تو منکرین پر حجت ہونے کے علاوہ کیا تعجب کہ بہتوں کے راہ راست پر آنے کا باعث ہو - میں نے دل میں ٹھانا کہ فقیر صاحب حضور مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ مسیحیت ومہدویت کی نسبت کشفی شہادت سے کیا بتلا سکتے ہیں اور میرا اپنا کیا اعتقاد رکھتے ہیں - اس ارادہ کو بطور سوال دل میں ٹھانے ہوئے جب میں فقیر صاحب کے مہمان خانہ میں پہونچا تو میری آمد کی اطلاع پاکر بزرگ سید اور ملکی مزاج پرسی کے لیے فقیر صاحب نے اپنے بیٹے **صاحبزادہ محمد عبد الغفور** کو جو قریباً سینتیس سال کے ہونگے بھیجدیا - بعد احوال مزاج پرسی میں نے خواہش کی کہ میں خود مکان کے اندر جاکر جہاں کہ فقیر صاحب تشریف رکھتے تھے فقیر صاحب سے شرف ملاقات حاصل کروں لاکن فقیر صاحب نے کہلا بھیجا کہ آپ خود باہر آتے ہیں - چنانچہ ایک ساعت بعد آپ چارپائی پر لیٹے ہوئے جسکو چھ آدمیوں نے کندھوں پر اٹھایا ہوا تھا تشریف لائے - آپکی عمر قریب ایک سو برس کے ہے - بباعث ضعف پیری وتقاضائے عمر آپکے ہاتھ پاؤں رعشہ سے کانپتے تھے - ریش بالکل سفید اور چہرہ نورانی تھا - حواس خمسہ بالکل درست اور بجا تھے اور گفتگو معقولیت سے فرماتے تھے مذہب میں اہل سنت جماعت وفرقہ قادریہ کے پابند ہیں -

اللہ تعالیٰ کی صفات اربعہ کا مظہر کامل

فرمایا سورہ فاتحہ میں جو اللہ تعالیٰ کی صفات اربعہ بیان ہوئی ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان چاروں صفات کے مظہر کامل تھے۔ مثلاً پہلی صفت رَبّ الْعٰلَمِیْنَ ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بھی مظہر ہوئے جبکہ خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ جیسے رب العلمین عام ربوبیت کو چاہتا تھا اسی طرح پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیوض وبرکات اور آپ کی ہدایت و تبلیغ کل دنیا اور کل عالموں کے لیے قرار پائی۔

پھر دوسری صفت رحمٰن کی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس صفت کے بھی کامل مظہر ٹھیرے کیونکہ آپ کے فیوض و برکات کا کوئی بدل اور اجر نہیں مَآ اَسْـَٔلُکُمْ عَلَیْہِ مِنْ اَجْرٍ۔ پھر آپ رحیمیت کے مظہر ہیں آپ نے اور آپ کے صحابہ نے جو محنتیں اسلام کے لیے کیں اور ان خدمات میں جو تکالیف اٹھائیں وہ ضائع نہیں ہوئیں بلکہ ان کا اجر دیا گیا اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن شریف میں رحیم کا لفظ بولا ہی گیا ہے۔

پھر آپ مالکیت یوم الدین کے مظہر بھی ہیں اسکی کامل تجلی فتح مکہ کے دن ہوئی۔ ایسا کامل ظہور اللہ تعالیٰ کی ان صفات اربعہ کا جو ام الصفات ہیں اور کسی نبی میں نہیں ہوا۔

اس کے بعد ایک اخبار کا مضمون پڑھا گیا جس میں اعلیٰ حضرت کی تصویر دی گئی ہے اور اسطرح پر اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے موافق آپ کی تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہونچایا ہے ان اخبارات کے مضامین یکجائی طور پر الحکم میں انشاء اللہ تعالیٰ جلد تر شائع ہونے والے ہیں

۲۴ جولائی ۱۹۰۳ء

استفسار اور اسکا جواب

ایک بھائی نے عرض کی کہ حضور بکرا وغیرہ جانور جو غیر اللہ کے تھانوں اور قبروں پر چڑھائے جاتے ہیں پھر وہ فروخت ہوکر ذبح ہوتے ہیں کیا ان کا گوشت کھانا جائز ہے یا نہیں؟

فرمایا شریعت کی بنا نرمی پر ہے سختی پر نہیں ہے، اصل بات یہ ہے کہ اُهِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ سے یہ مراد ہے کہ جو ان مندروں اور تھانوں پر ذبح کیا جاوے یا غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا جاوے اسکا کھانا تو جائز نہیں ہے لیکن جو جانور بیع و شرا میں آجاتے ہیں اسکی حلت ہی سمجھی جاتی ہے + زیادہ تفتیش کی کیا ضرورت ہوتی ہے دیکھو حلوائی وغیرہ بعض اوقات ایسی حرکات کرتے ہیں کہ ان کا ذکر بھی کراہت اور نفرت پیدا کرتا ہے لیکن انکی بنی ہوئی چیزیں آخر کھاتے ہی ہیں۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ شیرینیاں طیار کرتے ہیں اور میلی کچیلی دھوتی میں بھی ہاتھ مارتے جاتے ہیں اور جب کھانڈ طیار کرتے ہیں تو اسکو پاؤں سے ملتے ہیں چوہڑے چمار گوڑ وغیرہ بناتے ہیں اور بعض اوقات جھوٹے رس وغیرہ ڈال دیتے ہیں اور خدا جانے کیا کیا کرتے ہیں ان سب کو استعمال کیا جاتا ہے اسطرح پر اگر تشدد ہو تو سب حرام ہو جاویں۔ اسلام نے مالایطاق تکلیف نہیں رکھی ہے بلکہ شریعت کی بنا نرمی پر ہے +

اس کے بعد سائل مذکور نے پھر اسی سوال کی اور باریک جزئیات پر سوال شروع کیے فرمایا اللہ تعالیٰ نے لَا تَسْـَٔلُوْا عَنْ اَشْیَآءَ کہہ کر بھی فرمایا ہے بہت کھودنا اچھا نہیں ہوتا۔

اَلطَّیِّبٰتُ لِلطَّیِّبِیْنَ

اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ متقی کو ایسی مشکلات میں نہیں ڈالتا اَلْخَبِیْثٰتُ لِلْخَبِیْثِیْنَ وَالطَّیِّبٰتُ لِلطَّیِّبِیْنَ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ متقیوں کو اللہ تعالیٰ خود پاک چیزیں بہم پہونچاتا ہے اور خبیث چیزیں خبیث لوگوں کے لیے ہیں اگر انسان تقویٰ اختیار کرے اور باطنی طہارت اور پاکیزگی حاصل کرے جو اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں پاکیزگی ہو تو وہ ایسی ابتلاؤں سے بچا لیا جاوے گا ایک بزرگ کی کسی بادشاہ نے دعوت کی اور بکری کا گوشت بھی پکایا اور خنزیر کا بھی اور جب کھانا رکھا گیا تو عمداً سور کا گوشت اس بزرگ کے سامنے رکھدیا اور بکری کا اپنے اور اپنے دوستوں کے آگے۔ جب کھانا رکھا گیا اور کہا کہ شروع کرو تو اللہ تعالیٰ نے اس بزرگ پر بذریعہ کشف اصل حال کھولدیا انھوں نے کہا ٹھہرو یہ تقسیم ٹھیک نہیں اور یہ کہکر اپنے آگے کی رکابیاں انکے آگے اور ان کے آگے کی اپنے آگے رکھنے لگے اور یہ آیت پڑھتے جاتے تھے کہ اَلْخَبِیْثٰتُ لِلْخَبِیْثِیْنَ الآیۃ غرض جب انسان شرعی امور کو ادا کرتا ہے اور تقویٰ اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسکی مدد کرتا ہے اور ہر ایک مکروہ بات سے اسکو بچا لیتا ہے الامام دینے کے یہی معنی ہیں۔

۲۵ جولائی ۱۹۰۳ء

الہام

فرمایا کل مجھے الہام ہوا صفا القنۃ والصلوات۔ فرمایا کہ یہ کیسی مصفا وحی ہے اس میں کسی قسم کے شک وشبہ کی گنجایش نہیں ہوتی انسانی تصرف اور دخل سے بالکل پاک ہوتی ہے اور ایسی وحی تو بہت ہی کم ہوتی ہے جس میں کوئی نہ کوئی پیشگوئی نہ ہو۔

ایمان بدون عمل مردہ ہے اور عملی قوت معرفت سے بڑھتی ہے

فرمایا ایمان کے ساتھ عمل کی ضرورت ہے ورنہ ایمان بدون عمل مردہ ہے اور جبتک عمل نہ ہو وہ ثمرات اور نتائج پیدا نہیں ہوتے جو اعمال کے ساتھ وابستہ ہیں مگر اعمال کی قوت اور توفیق معرفت اور یقین سے پیدا ہوتی ہے جسقدر یہ قوت بڑھتی ہے اُسی قدر اعمال صالحہ کی توفیق ملتی ہے اور وہ برکات حاصل ہوتی ہیں جن کو انسان آسمان کی طرف اٹھایا جاتا ہے اگر یہ یقین نہ ہو تو یقین کے ثمرات پیدا نہیں ہوتے جس قدر انسان شک وشبہ میں اور غفلت میں ہے اسی قدر اُس کا ایمان کمزور ہے اور اس ایمان کے موافق اس کے اعمال کمزور جسقدر امراض عمل کی کمزوری اور تقویٰ کی کمزوری سے پیدا ہوتے ہیں انکی اصل جڑ معرفت کی کمی اور کمزوری ہے ورنہ معرفت تو ایک ایسی لذیذ شے ہے کہ یہ جسقدر بڑھتی ہے اسی قدر عمل کی طاقت ملتی ہے۔ ایک کیڑے کی معرفت بھی ہو تو انسان اس سے ڈرتا ہے اسے علم ہو کہ چیونٹی کے کاٹنے سے درد ہوتا ہے تو اس سے بھی ڈرتا ہے اور اسکے ضرر سے بچتا ہے اگر اللہ تعالیٰ کی معرفت ہو تو کیا وجہ ہو سکتی ہے کہ اس سے نہ ڈرے۔ اصل یہی معرفت ہے جس کے بغیر کوئی خوشی اور برکت حاصل نہیں ہو سکتی۔

انوار احمدیہ پریس قادیان میں شیخ یعقوب علی تراب مالک کے اہتمام سے چھپا

نمبر ۳۰ | مورخہ ۱۷ اگست ۱۹۰۳ء مطابق ۲۳ جمادی الاول ۱۳۲۱ھ روز دو شنبہ | جلد ۷

کلماتِ طیبات حضرت امام الزمان سلمہ الرحمن

(سلسلے کیلئے دیکھو اشاعت گذشتہ)

جس حال میں اہل سنت احادیث کی صحت کو اس معیار سے پاسنہ نہیں جو محدثین نے مقرر کیا ہے بلکہ وہ بذریعہ کشف اون کی صحیح قرار دادہ احادیث کو موضوع ٹہرانے کا حق رکھتے ہیں.. تو پھر جس کو حکم بنایا گیا ہے کیا اوس کو یہ حق حاصل نہیں ہوگا۔ خدا تعالیٰ جو اس کا نام حکم رکھتا ہے یہ نام ہی ظاہر کرتا ہے کہ وہ سارا رطب و یابس جو اوس کے سامنے پیش کیا جاویگا تسلیم نہیں کریگا بلکہ بہت سی باتوں کو رد کر دیگا اور جو صحیح ہونگی اون کے صحیح ہونے کا وہ فیصلہ دیگا ورنہ حکم کے معنے ہی کیا ہوئے جب اوس کی کوئی بات ماننی ہی نہیں تو اوس کے حکم ہونے سے فائدہ کیا؟

حکم کا لفظ صاف ظاہر کرتا ہے کہ اسوقت اختلاف ہوگا اور ۷۳ فرقے موجود ہونگے اور ہر فرقہ اپنے مسلمات کو جو اس نے بنا رکھے ہیں۔ قطع نظر اوس کے کہ وہ جھوٹے ہیں یا خیالی چھوڑنا نہیں چاہتا بلکہ ہر ایک اپنی جگہ یہہ چاہیگا کہ اسی کی بات ہی مانی جاوے اور جو کچھہ وہ پیش کرتا ہے وہ سب تسلیم کر لیا جاوے ایسی صورت میں اس حکم کو کیا کرنا ہوگا۔ کیا وہ سب کی باتیں مان لیگا یا یہہ کہ بعض رد کریگا اور بعض کو تسلیم کرے گا۔

غیر مقلد تو راضی نہیں ہوگا جب تک اس کی پیش کردہ احادیث کا سارا مجموعہ وہ نہ مان لے اور ایسا ہی حنفی معتزلہ۔ شیعہ وغیرہ کل فرقے تو تب ہی اس سے راضی ہو سکتے کہ وہ ہر ایک کی بات تسلیم کرے اور کوئی بھی رد نہ کرے۔ اور یہہ ناممکن ہے اگر یہہ ہو کہ کوٹھڑی میں بیٹھا رہے گا اور اگر شیعہ اس کے پاس جاوے گا تو اندر ہی اندر مخفی طور پر اسے کہدے گا کہ تو سچا ہے اور پھر سنی اوس کے پاس جاویگا اوسکو کہدیگا کہ تو سچا ہے اور اسیطرح پر جو اس کے پاس جاوے گا اوس کو کہدیگا کہ تو سچا ہے۔ تو پھر تو بجائے حکم ہونے کے وہ پکا منافق ہوا اور بجائے وحدت کی روح پھونکنے کے اور سچا اخلاص پیدا کرنے کے وہ نفاق پھیلانے والا ٹھہرا مگر یہہ بالکل غلط ہے آنیوالا موعود حکم واقعی حکم ہوگا۔ اس کا فیصلہ قطعی اور یقینی ہوگا۔ اس کے فیصلہ میں ایک ہے نہیں۔

ایک نقل مشہور ہے کہ کسی عورت کی دو لڑکیاں تھیں ایک بیٹ میں بیاہی ہوئی تھی اور دوسری بانگر پر اور وہ ہمیشہ یہ سوچتی رہتی تھی کہ دو میں سے ایک ہے نہیں۔ اگر بارش زیادہ ہوگئی۔ تو بیٹ والی نہیں ہے اور اگر نہ ہوئی تو بانگر والی نہیں ہے۔

یہی حال حکم کے آنے پر ہونا چاہئیے۔ وہ خود ساختہ اور موضوع باتوں کو رد کر دیگا۔ اور سچ کو لیگا۔ یہی وجہ ہے کہ اس کا نام حکم رکھا گیا ہے۔ اسی لئے آثار میں آیا ہے کہ اس پر کفر کا فتویٰ دیا جاویگا۔ کیونکہ وہ جس فرقہ کی باتوں کو رد کریگا وہی اسپر کفر کا فتویٰ دیگا۔

یہانتک کہا ہے کہ مسیح موعود کے نزول پر ایک شخص اوٹھہ کر کھڑا ہوگا اور منبر پر چڑھ کر کہے گا ان ھذا الرجل غیر دیننا اس شخص نے ہمارے دین کو بدل دیا ہے اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت اس امر کا ہوگا۔ کہ وہ بہت سی باتوں کو رد کریگا۔ جیسا کہ اس کا منصب اوس کو اجازت دیگا

غرض اس بات کو سرسری نظر سے ہرگز نہیں دیکھنا چاہئیے۔ بلکہ غور کرنا چاہئیے کہ حکم عدل کا آنا اور اس کا نام دلالت کرتا ہے کہ وہ اختلاف کے وقت آئیگا اور اس اختلاف کو مٹائیگا۔ ایک کو رد کرے گا اور اندرونی غلطیوں کی اصلاح کریگا۔ وہ اپنے نور فراست اور خدا تعالیٰ کے اعلام و

الہام سے بعض ڈھیروں کے ڈھیر چلا دیگا اور پکی اور محکم باتیں رکھہ لیگا۔ جب یہہ مسلم امر ہے تو پھر مجھہ سے یہہ امید کیوں کی جاتی ہے کہ میں ان کی ہر بات مان لوں قطع نظر اس کے کہ وہ غلط اور بیہودہ ہے۔ اگر میں ان کا سارا رطب و یابس مان لوں تو پھر میں حکم کیسے ٹھہر سکتا ہوں۔ یہ ممکن ہی نہیں۔

افسوس یہ لوگ دل رکھتے ہیں پھر سوچتے نہیں آنکھیں رکھتے ہیں مگر دیکھتے نہیں۔ کان رکھتے ہیں پر سنتے نہیں ان کے لئے بہتر یہ راہ اب یہی ہے کہ وہ رو رو کر دعائیں کریں اور میرے متعلق کشف الحقیقت کے لئے اللہ تعالیٰ ہی سے توفیق چاہیں اور میں یقین رکھتا ہوں کہ اگر کوئی شخص محض احقاق حق کے لئے اللہ تعالیٰ سے مدد مانگیگا وہ میرے معاملہ کی سچائی پر خدا تعالیٰ سے اطلاع پائیگا اور اس کا زنگ دور ہو جائیگا۔ بجز اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جو دلوں کو کھولے اور کشف حقائق کی قوت عطا کرے۔ اسلام اوسوقت مصیبت کی حالت میں ہے اور وہ ایک فنا شدہ قوم کی حالت اختیار کر چکا ہے۔ ایسی حالت اور صورت میں ان لوگوں پر مجھہ رونا آتا ہے جو کہتے ہیں کہ اسلام کی اس تباہ شدہ حالت کی اصلاح کے لئے کسی مصلح کی ضرورت نہیں۔ یہہ لوگ بیمار ہیں اور چاہتے ہیں کہ ہلاک ہو جائیں ایسے بیماروں سے بڑھ کر کون قابل رحم ہو سکتا ہے جو اپنی بیماری کو صحت سمجھے ہیں وہ مرض ہے جسکا لا علاج کہنا چاہیئے اور ان لوگوں پر اور بھی افسوس ہے جو خود حدیثیں پڑھتے اور پڑھاتے تھے کہ ہر صدی کے سر پر مجدد آیا کرتا ہے۔

لیکن اس چودہویں صدی کے مجدد کا انکار کر دیا۔ اور نہ ہمیں بتاتے کہ اس صدی پر جس میں سے بیس سال گذر گئے کوئی مجدد آیا ہے یا نہیں؟ خود پتہ نہیں دیتے اور آنیوالے کا نام دجال رکھتے ہیں۔

کیا اسلام کی اس خستہ حالی کا مداوا اللہ تعالیٰ نے یہی کیا کہ بجائے ایک مصلح اور مرد خدا کے بھیجنے کے ایک کافر اور دجال کو بھیجدیا؟ یہہ لوگ ایسی اعتقاد رکھہ کر خدا تعالیٰ کو اس کی پاک کتاب قرآن مجید اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرتے ہیں۔ خدا اونپر رحم کرے +

اسوقت تقویٰ بالکل اٹھہ گیا ہے اگر ملانوں کے پاس جائیں تو وہ اپنے ذاتی اور نفسانی اغراض کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں مسجدوں کو دوکانوں کا قائم مقام سمجھتے ہیں۔ اگر چار روز روٹیاں بند ہو جائیں تو کچھہ تعجب نہیں کہ نماز پڑھنا پڑھانا ہی چھوڑ دیں۔ اس دین کے دو ہی بڑے حصے تھے ایک تقوے دوسرے **تائیدات سماویہ** مگر اب دیکھا جاتا ہے کہ یہہ باتیں نہیں رہیں۔

عام طور پر تقویٰ نہیں رہا اور تائیدات سماویہ کا یہہ حال ہے کہ خود تسلیم کر بیٹھے ہیں کہ مدت ہوئی انہیں نہ کوئی نشانات ہیں نہ معجزات اور نہ تائیدات سماویہ کا کوئی سلسلہ ہے۔

جلسہ مذاہب میں مولوی محمد حسین نے صاف طور پر اقرار کیا تہا کہ اب معجزات اور نشانات دکہانے والا کوئی نہیں اور یہ ثبوت ہے اس امر کا کہ تقویٰ نہیں رہی کیونکہ نشانات تو متقی کو ملتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ دین کی تائید اور نصرت کرتا ہے مگر وہ نصرت تقویٰ کے بعد آتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نشانات اور معجزات اسی لئے عظیم الشان قوت اور زندگی کے نشانات ہیں کہ آپ سید المتقین تھے آپکی عظمت اور جلال کا خیال کر کے ہی انسان حیران رہ جاتا ہے۔ اب پھر اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہے کہ آپ کا جلال دوبارہ ظاہر ہو اور آپکے اسم احمدؐ کی تجلی دنیا میں پھیلے اور اسی لئے اس نے اس سلسلہ کو قائم کیا ہے۔ یہہ سلسلہ خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے قائم کیا ہے اور اسکی غرض اللہ تعالیٰ کی توحید اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جلال ظاہر کرنا ہے۔ اس لئے کوئی مخالف ہاتھ اسکو گزند نہیں پہنچا سکتا۔

حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی زندگی ماننے سے شرک پیدا ہوتا ہے اور خدا تعالیٰ اسکو پسند نہیں کرتا۔ اور آنحضرت کی عظمت توحید ہی سے ظاہر ہوتی ہے۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے ارادہ کیا ہے کہ وہ **مسیح کی موت** کے پردہ کو اوٹہا دے اور عالم کو دکہا دے کہ درحقیقت حضرت مسیح عام انسانوں کی طرح تھے انمیں کوئی خصوصیت اور الوہیت نہ تھی وہ وفات پا گئے۔

اور جیسے جسمانی طور پر آپ مر گئے روحانی طور پر بھی عیسائی مذہب مر گیا اور اس میں کوئی قبولیت اور شرف کا نشان باقی نہیں ایک بھی عیسائی نہیں جو کھڑا ہو کر دعوے سے کہہ سکے کہ میں اون زندہ آثار اور نشانات سے جو زندہ مذہب کے ہیں اسلام کا مقابلہ کر سکتا ہوں۔

چالیس کروڑ انسان جو مختلف اغراض نفسانی کی بناء پر یا اور وجوہات سے اسکو خدا بنا رہے ہیں وہ وقت آتا ہے کہ اسکی خدائی سے توبہ کریں گے اور اوسکو عام انسانوں میں جگہ دیں گے +

مسلمانوں پر افسوس ہے جنہوں نے عیسائیوں کی ہاں میں ہاں ملائی ہے اور اوس کو خدا بنانے میں مدد دی۔ عیسائی کہلے طور پر خدا مانتے ہیں اور یہہ لوگ خدائی کے صفات دیتے ہیں ان کی ویسی ہی مثال ہے۔ جیسے کوئی شخص کہے کہ فلاں آدمی مر گیا ہے لیکن دوسرا یہہ کہے کہ ابھی مرا تو نہیں مگر بدن سرد ہے اور نبض بھی نہیں چلتی اور حرکت بھی نہیں۔ تو کیا وہ مردہ نہ ہوگا یہی حال حضرت عیسیٰ کی خدائی کے متعلق ہے۔ خدائی کے صفات انمیں تسلیم کرتے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ ہم خدا نہیں مانتے اب غیرتمند مسلمان سوچکر جواب دیں کہ جب حضرت عیسےٰ کو خالق مانا جاتا ہے محی مانا جاتا ہے۔ غیب دان مانا جاتا ہے شافی مانا جاتا ہے حی مانا جاتا ہے تو اور کیا باقی رہا۔

غرض مسلمانوں کی حالت بہت نازک ہوگئی ہے اور وہ سوچتے نہیں۔

اسوقت اگر اور نشانات اور تائیدات ہمارے دعویٰ کی مصدق اور موید نہ ہوتیں۔ تب بھی وقت ایسا تھا کہ وہ زبردست ضرورت بتاتا ہے۔ خدا تعالیٰ ہی ان کی آنکھیں کھولے تو بات بنیگی۔

خمسہ بر غزل حضرۃ اقدس

عم از جناب الیس ایم یوسف صاحب احمدی کیمپ انبالہ

یہ وہ فرقان یزدان ہے دل وجان جس پہ قربان ہے
ہو تکمیل اس کی ہمرتبہ نہیں ہرگز یہہ امکان ہے
نہیں اذمثل نور اس سے نہ تورات اس سے نہ انجیل ہے
جمال و حسن قرآن نور جان ہر مسلمان ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآن ہے۔

جو منکر ہے کلام حق کا وہ سمجھے گا اس کو کیا۔
کہیں خفاش کو بھی ہے بھلا سورج نظر آیا
نہ دیکھا آجتک ہمنے کسی کا بھی کلام ایسا۔
نظیر اس کی نہیں جمتی نظر میں فکر کر دیکھا۔
بھلا کیونکر نہ ہو یکتا کلام پاک رحمان ہے

نہیں ثانی کوئی اسکا فصاحت اور بلاغت میں
گل وحدت کی نکہت آتی ہے اسکی ہر آیت میں
یہی شیریں ثمر لاریب ہے باغ ہدایت میں۔
بہار جاوداں پیدا ہے اوس کی ہر عبارت میں۔
نہ وہ خوبی چمن میں ہے نہ اس سا کوئی بستان ہے

کلام اللہ ہے یہ قول انسانی نہیں ہرگز۔
سمجھنا اس کا ہے دشوار آسانی نہیں ہرگز
بجز اس کے ضیائے دین و ایمانی نہیں ہرگز
اگر لولوے عماں ہے وگر لعل بدخشاں ہو

(باقی آئندہ)

غلام بوکا

حجۃ اللہ حضرت امام الملۃ کے مکتوبات

حضرت حکیم الامت کے نام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

مخدومی مکرمی مولوی حکیم نورالدین صاحب سلمہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ الحمد للہ والمنت کہ کل کے خط سے بخیر و عافیت آپ کے واپس تشریف آوری کی خوشخبری معلوم ہوئی بشیر احمد عرصہ تین ماہ تک برابر بیمار رہا تین چار دفعہ ایسی حالت نازک تک پہنچ گیا جس سے معلوم ہوتا تھا کہ شائد دو چار دم باقی ہیں مگر عجیب قدرت قادر ہے کہ ان سخت خطرناک حالتوں تک پہنچا کر پھر اون سے رہائی بخشتا رہا ہے اب بھی کسیقدر علالت باقی ہے۔ مگر الفضلہ تعالیٰ آثار خطرناک نہیں ہیں بے شک ایسے اوقات بڑی ابتلا کے وقت ہوتے ہیں اور ایسے وقتوں کے دعا بھی عجیب قسم کی دعا ہوتی ہیں سو الحمد للہ والمنت کہ آپ ایسے وقتوں میں یاد آجاتے ہیں۔

والسلام خاکسار غلام احمد از قادیان

۲۰ جولائی ۱۸۸۸ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ نحمدہ و نصلے

بعد السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ یہ عاجز بباعث شدت درد سر جو کئی دن سے لاحق رہے اور آج کچھ تخفیف ہے مگر ضعف بہت ہے تحریر جواب سے قاصر رہا ہے۔ حقیقت میں اللہ تعالیٰ کا آپ پر بہت ہی فضل و کرم ہے جسکا غور سے مطالعہ کرنیکے بعد آپ اوس کا شکر ادا نہیں کرسکیں گے رہی عمر بات نکرد تردد سو وہ بھی کسی بڑی مصلحت کے لئے جس کی حقیقت تک انسان کو رسائی نہیں ایک وقت مقررہ تک لگائے گئے ہیں اور وقت مقررہ کے آنے سے دور بھی ہوجائینگے الم تعلم ان اللہ علی کل شیء قدیر اس احقر ناچیز کے دعا بھی انشاء اللہ منقطع نہیں ہونگے جب تک کشود کار پیدا نہ ہو ولم اکن بدعائک ربّ شقیا اور دینی امور میں اگر کچھ قبض ہو یا اعمال صالحہ میں غبتی تو پھر بھی مقام شکر ہے کہ اوس نقصان حالت کے لئے دل جلتا ہے اور کباب ہوتا ہے یہ بھی تو ایک بڑی نیکی ہے کہ نیکی کے حصول کے لئے دل غمگین رہے۔ ہم لوگ بکلی اپنے اختیار میں نہیں علت العلل ہمیری سر پر ہے جو مدبر و حکیم ہے بمقتضائے مصلحت و حکمت جو چاہتا ہے ہم سے معاملہ کرتا ہے فرض کیا اگر وہ ہمیں دوزخ میں بھی ڈالے تو وہ دوزخ ہمیں بہشت سے اچھا ہے ہم کیسے ہی نالائق ہوں مگر پھر اوس کے ہیں ؎

گر نباشد بدوست رہ بردن ۔

شرط عشق است در طلب مردن

خاکسار غلام احمد از قادیان

۲ مارچ ۱۸۸۷ء

از طرف عاجز عائذ باللہ غلام احمد

بخدمت اخویم مخدوم و مکرم مولوی حکیم نورالدین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ عنایت نامہ پہنچا اور کئی بار میں نے اوس کو غور سے پڑھا جب میں آپ کی ان تکلیفوں کو دیکھتا ہوں اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ کی اون کریمانہ قدرت کو جن کو میں نے بذات خود آزمایا ہے اور جو میرے پر وارد ہوچکی ہیں تو مجھے بالکل اضطراب نہیں ہوتا کیونکہ میں جانتا ہوں کہ خداوند کریم قادر مطلق ہے اور بڑے بڑے مصائب شدائد سے مخلصی بخشتا ہے۔ اور جس کی معرفت زیادہ کرنا چاہتا ہے ضرور اوس پر مصائب نازل کرتا ہے تا اوسے معلوم ہوجاوے کہ کیونکر وہ ناامیدی سے امید پیدا کرسکتا ہے غرض فی الحقیقت وہ نہایت ہی قادر و کریم و رحیم ہے البتہ صبر چاہیے کہ ہر ایک چیز اپنے وقت سے وابستہ ہے جسقدر ضعف دماغ کے عارضے میں یہ عاجز مبتلا ہے مجھے یقین نہیں کہ آپ کو ایسا ہی عارضہ ہو جب میں نے نئی شادی کی تھی تو مدت تک مجھے یہی یقین رہا کہ میں نامرد ہوں آخر میں نے صبر کیا اور دعا کرتا رہا۔ تو اللہ جلشانہ نے اس دعا کو قبول فرمایا اور ضعف قلب تو اب بھی مجھے اسقدر ہے کہ میں بیان ہی نہیں کرسکتا خدا تعالیٰ سے زیادہ تر کامل معالج اور کوئی بھی نہیں ہماری سعادت اسی میں ہے کہ ہم بالکل اپنے تئیں نکما اور بے ہنر سمجھیں اور ہر طرف سے قطع امید کرکے ایک ہی آستانہ کے منتظر رہیں سو اگر آپ مجھے بشرط صبر و شکیب رکھنے کے اجازت دیں تو میں اسی کامل معالج سے آپ کے علاج کی درخواست کرتا رہوں گا بشرطیکہ آپ عجلت نہ کریں ؎

طالب گار باید صبور و حمول ۔ اب مجھے کسی تدبیر ظاہری پر اعتقاد نہیں رہا۔ میں جانتا ہوں کہ تدبیر صائب بھی تبھی سوجھتی ہے کہ جب خود قادر مطلق بند سے رہا کرنا چاہتا ہے۔ مگر میں اس بات سے بہت ہی خوش ہوں۔ اس طرح کہ جسطرح کوئی نہایت راحت بخش نشاط میں ہوتا ہے کہ ہم ایسا قادر و کریم اپنا مولا رکھتے ہیں کہ جو قدرت بھی رکھتا ہے اور رحم بھی۔ آج میں نے چار کتابیں سیالکوٹ میں رجسٹری کرا کر بھیجدی ہیں۔ اطلاعاً لکھا گیا۔

والسلام

خاکسار غلام احمد از قادیان

مورخہ ۲۲ جنوری ۱۸۸۷ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔

نحمدہ و نصلے

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کل عنایت نامہ پہنچا مبلغ سو روپیہ پہلے اس سے پہنچ گیا تھا جزاکم اللہ خیرا اس عاجز کا دماغ نہایت ضعیف ہوگیا ہے ابھی آنجناب کا کام نہیں ہوسکتا ایک خط کا لکھنا مشکل ہے اللہ جلشانہ غیب سے قوت فرما دے۔ مولوی محمد حسین صاحب بہت دور جا پڑے ہیں جو شخص اس دنیا سے دل نہ لگاوے اور اپنی حالت پر نظر کرے اور اپنے قصوروں کا تدارک چاہے خدا تعالیٰ اوسکو بصیرت بخش دیتا ہے ورنہ بل ران علی قلوبہم ما کانوا یکسبون کا مصداق ہوجاتا ہے مولوی محمد حسین ایک مقام اور ایک رائے پر ٹھہر گئے ہیں اور وہ مقام اور وہ رائے اونہیں پسند آگیا ہے لیکن میں سچ کہتا ہوں کہ اگر اسی پر اُن کے موت ہو تو اونہیں اس طبقہ میں جانا پڑے گا جس میں محجوبین جایا کرتے ہیں خدا تعالیٰ صدق اور صادقین کی طلب اُن میں پیدا کرے اور زنگ موجودہ سے اُنہیں نجات دے ورنہ اون کی خطرناک حالت ہے منقولی طور پر معلومات کے وسعت یا معقولی طور پر کچھ قیل و قال کا مادہ ایک ملحد میں بھی پیدا ہوسکتا ہے جائے فخر نہیں اور نہ اس سے وہ قدوس خوش ہوسکتا ہے جس کے دلوں پر نظر ہے سچائی اور راستبازی اور انقطاع الی اللہ میں انسان کی نجات ہے ورنہ علم بھی ہو تو کیا فائدہ ؎

خر بیست بر و کتابے چند ۔ محمد حسین کی حالت نہایت نازک ہے اور انہیں اُس کی خبر نہیں

والسلام علی من اتبع الہدیٰ

خاکسار غلام احمد از قادیان ۷ دسمبر ۱۸۸۹ء

حضرت حکیم الامۃ کا الوداعی وعظ جلسہ کی تقریب پر

صحبت صادقین

یا ایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین

ہر ایک مریض و بیمار کے لئے ضروری ہے کہ اگر وہ اپنی زندگی اور صحت کی کچھ بھی قدر رکھتا ہے تو کسی تجربہ کار طبیب کے حضور حاضر ہو اور اپنی بیماری کے حالات عرض کرے اور پھر صبر اور استقلال کے ساتھ اس کے علاج اور طبی مشورہ سے فایدہ اوٹھائے - گھبرائے نہیں اپنے دل نہ ہو اجلدبازی نہ کرے اور بدپرہیز نہ ہو - طبیب کی رائے میں اپنی رائے کا دخل نہ دے اور نہ کسی دوسرے کی رائے کو اسپر مقدم کرے - اور پوری احتیاط اور ہوشیاری کے ساتھ اس کے تجویز کردہ نسخہ کو استعمال کرے یہ قاعدے اور اصول ہیں جو ہر مریض کو اختیار کرنے چاہیں اگر وہ اپنی جان کی پرواکرتا ہے - ایسا مریض اگر اسکا مرض حد علاج سے باہر نہیں ہوگیا یعنے مرض اسپر پورا پورا اثر کرکے اس کے قویٰ کو مضمحل اور بیکار نہیں کرچکا ضرور ہے کہ اس تجربہ کار طبیب سے فائدہ اُٹھالے - لیکن اگر مریض اوس کو کہاجاتا ہے اور علاج کے لئے کوئی وقت اور موقع باقی نہیں رہا تو گو وہ مریض بچ نہ سکے تاہم کسی نہ کسی حد تک فائدہ اوٹھائیگا لیکن اگر مریض ان قواعد اور اصول کی پیروی نہیں کرتا اور جلد بازی اور عجلت سے کام لیتا ہے تو طبیب اوسکی کیا پرواکریگا - کچھ بھی نہیں - اور وہ شخص جس سے طبی مشورہ لیا جاوے جس کی صحبت میں رہ کر اپنے دکھوں کا علاج کیا جاوے تجربہ کار ہونا ضروری ہے -

اس اصل کو یاد رکھنے کے بعد اب یہہ سمجھنا چاہیئے کہ امراض دو قسم کے ہوتے ہیں ایک تو جسمانی امراض ہوتے ہیں اور دوسرے روحانی جسمانی امراض کا اثر بھی روح پر پڑتا ہے - اس لئے سرور عالم فخر ولد آدم صلی اللہ علیہ وسلم نے علوم کی تقسیم بیان فرماتے ہوئے یہی فرمایا العلم علمان علم الابدان* کو علم الادیان پر مقدم اسی لئے کیا ہے یہہ مسالہ بہت ہی صاف اور واضح ہے کہ جسمانی امور اور حوادث کا اثر روح پر ضرور پڑتا ہے اگر کسی کے سر میں چوٹ لگ جاوے تو اوس کی قوت حافظہ متفکرہ اور دوسرے عقلی قوے میں فتور آجاتا ہے - انسان اگر بیرونی حوادث سے متاثر ہو تو اوس کی روح پر بھی ایک اثر ہوتا ہے اور اُس کے قلب میں رقت پیدا ہو جاتی ہے غرض اس امر کی بہت سی مثالیں ہیں اور اوسپر مجھکو کسی لمبی بحث کی ضرورت نہیں کیونکہ یہ ایک عام مسلم بات ہے -

جسطرح پر جسمانی امراض بے شمار ہیں اسیطرح روحانی امراض بھی کثرت سے ہوتی ہیں اور ہر عضو و قوت کی جدا جدا بیماریاں ہوتی ہیں - بہت سی بیماریاں ایسی ہوتی ہیں کہ انسان اونکو بالکل معمولی باتیں سمجھتا ہے لیکن وہ اندر ہی اندر اپنی باریک رفتار سے بہت ہی روحانی قوتوں کا ستیاناس کردیتی ہیں اور آخر روحانی طور پر انسانکو ہلاک کردیتی ہیں - پس جیسے کسی جسمانی عارضہ کو گو وہ کیسا ہی خفیف کیوں نہ ہو کبھی خفیف نہیں سمجھنا چاہیئے اور تجربہ کار اور حاذق طبیب کی صحبت میں رہ کر اُس کے مشورہ اور ہدایت کے موافق علاج اور پرہیز کے اصول مدنظر رکھکر علاج کرنا ضروری ہے اسی طرح پر روحانی امراض کے علاج کی فکر چاہیئے علاج کرانے کے اصول اس میں بھی وہی ہے جو جسمانی علاج کے ہیں یعنے بدظنی نہو شتابکاری - بدپرہیزی - اور اپنی یا کسی اور کی رائے کا تقدم طبیب کی رائے پر نہ ہو - ایسا مریض فایدہ اوٹھانے کی توقع کرسکتا ہے - اور فائدہ اوٹھاتا ہے - خدا تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے مجھے موقع دیا ہے کہ امراض اور ان کے علاج کا ایک علم اور تجربہ مجھے عطا فرمایا اور ایک فقیر سے لیکر بادشاہ جاہل سے لیکر عالم غرض ہر طبقہ اور عمر کے لوگوں کے امراض اور اون کے طرز علاج کا علم سیکھا - اور چونکہ جسمانی اور روحانی امراض کے اصول ایک ہی ہیں محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے باریک در باریک روحانی امراض کا علم بھی مجھے دیا گیا ہے - اور میں مولیٰ کریم کی حمد کرتا ہوں اور اُس کا شکر گذار ہوں کہ اُسنے جیسے مجھے امراض کا علم عطا کیا اُس کے علاج کی طرف ہی توجہ دلائی اور تمام قسم کے روحانی امراض کا مجرّب نسخہ مینے پالیا وہ مجرّب نسخہ خدا تعالیٰ کی پاک کتاب قرآن شریف ہے جسکا نام رحمۃ - ہدایۃ - شفا - نور - فرقان کتاب منیر وغیرہ وغیرہ ہیں - اور پھر اللہ تعالیٰ نے مجھپر یہہ بھی احسان کیا کہ اس نسخہ کا عشق اور محبت میرے دل میں ڈالدی اور اس رحمۃ اور شفا کتاب کو میرے لئے روحانی غذا بنادیا جسکے بغیر میں سچ کہتا ہوں کہ زندہ نہیں رہ سکتا -

اور پھر اُس کے فضلوں میں سے ایک عظیم الشان فضل مجھپر یہہ بھی ہے کہ اس نسخہ کا سچا عامل اور حاذق طبیب جو اس زمانہ کے مریضوں کے لئے مسیح ہے اس کا مجھے پتہ دیا اور نہ صرف پتہ بلکہ اسکی خدمت میں پہنچاکر مجھے موقعہ اور توفیق دی کہ میں اپنی روحانی امراض کا علاج کروں چنانچہ میں یہ ساری باتیں تحدیث بالنعمۃ کے طور پر ظاہر کرتا ہوں کہ میں نے اس کی صحبت میں رہکر اپنی بہت سی بیماریوں سے خدا کے فضل سے شفا پائی اور بہت سے امراض ہیں جو دور ہو رہے ہیں میں چونکہ اصول علاج سے واقف اور تجربہ کار ہوں اس لئے میں جو کچھ کہونگا وہ خیالی اور فرضی باتیں نہیں ہوسکتیں ہیں - اور میں اس لئے بیان کرتا ہوں کہ شاید کسی کو فائدہ پہنچ جاوے +

قرآن شریف کو غور سے پڑھنے اور اس زمانہ کی حالت پر فکر کرنے کے بعد جبکہ وہ نازل ہوا میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ جسقدر امراض روحانی طور پر ہوسکتے ہیں اور میرا تو یقین ہے کہ جسمانی بھی وہ سب کے سب اس نسخہ کے استعمال سے پیدا ہی نہیں ہوتے اور اگر ہوچکے ہوں تو دور ہو جاتے ہیں - لیکن اس کے لئے ضرورت ہے صدق کی ضرورت ہے استقلال اور صبر کی ضرورت ہے حسن ظن کی یہ ایک عام اصول ہے کہ ہر مریض کو ضروری ہے کہ وہ کسی تجربہ کار طبیب کے حضور حاضر ہو اور اس طبیب کو ضروری ہے کہ تجربہ شدہ نسخہ اس کے علاج کے لئے استعمال کرے - دنیا میں جس قدر امراض اسوقت ہیں یا تاریخ شہادت دیتی ہے کہ ہوچکی ہیں وہ سب کی سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں موجود تھیں سب سے بڑھ کر قابل عزت و عظمت اللہ تعالیٰ کی کتاب ہوسکتی ہے اور ہے - لیکن اس زمانہ میں اللہ کی کتاب ایسی چھوٹ گئی تھی کہ کتاب اللہ کا کچھ پتہ ہی نہیں ملتا تھا چنانچہ طبقات الارض کے محققوں کو بھی باوجود یکہ اونہوں نے زمین کو کھود ڈالا اس کا پتہ نہ ملا بلکہ صرف ترجمہ در ترجمہ در ترجمہ رہ گئے جس سے ایک آدمی جو کچھ بھی سمجھ رکھتا ہو اندازہ کرسکتا ہے کہ وہ لوگ جو اہل کتاب کہلاتے تھے کن مشکلات اور مصایب میں مبتلا تھے وہ قوم جو اپنی عقلوں اور علوم پر آج ناز کرتی ہے - اپنی مصنوعات اور ملمع سازیوں پر اتراتی اور خدائی کے دعوے کرتی ہے - اس کا یہہ حال کہ بغل میں جو کچھ لئے پھرتی ہے اس کے اصل کا ہی پتہ نہیں مذہب کا معاملہ ایمان کا معاملہ ابدی رنج و راحت کا سوال مگر افسوس اس کے حل کرنے کی کلید روحانی امراض کا شفا بخش نسخہ خدا کی کتاب پاس نہیں اور جو پاس ہے وہ ترجمہ در ترجمہ ہے اور اسیکو لے کر خوش ہو رہے ہیں کہ ہمارے ہاتھ میں خدا کی کتاب ہے!!! افسوس اس قوم پر

* و علم الادیان علم الابدان

حضرت حکیم الامۃ کے ارشادات

ان یاکل لحم اخیہ

غیبت کرنیوالے کو قرآن شریف نے اپنے بھائی کا گوشت کھانیوالا قرار دیا ہے۔ اور یہ امر واقعات سے ظاہر ہے کیونکہ جس شخص کی غیبت کیجاوے جب اوس کو معلوم ہوتا ہے کہ فلاں شخص نے اسکی غیبت کی اور اس کی برائی بیان کی تو اسے رنج ہوتا ہے۔ اور سخت صدمہ پہنچتا ہے۔ اس رنج اور صدمہ سے انسان کا خون اور گوشت کم ہو جاتا ہے اسطرح پر وہ کمی اس غیبت کنندہ کی وجہ سے ہوئی۔ پس وہ گوشت جو کم ہوا وہ گویا اس غیبت کرنیوالے نے کھایا ہے۔ اس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا کہ تم کسی کی غیبت نہ کرو +

غیبت کے معنے ہیں ایسی بات جو اگر کسی کے سامنے کیجاوے تو کہنے والا رکے اور شرم کرے +

انسانی بناوٹ میں ہے کہ اپنے سے بڑھ کر طاقت والے کی فرمانبرداری کرتا ہے اور اپنے محسن سے محبت کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بار بار اپنی کبریائی اور عظمت اور اپنے احسانات اور انعامات کو بیان کرتا اور یاد دلاتا ہے تاکہ انسان اللہ تعالیٰ ہی کا سچا فرمانبردار رہے اور اس سے ہی سچی محبت کرے +

خدا تعالیٰ کے کام اور اوامر دو قسم کے ہوتے ہیں ایک کونی دوسرے شرعی۔ کونی اوامر کا کبھی خلاف نہیں ہو سکتا۔ اسمیں انسانی تصرف اور دخل کچھ نہیں ہوتا۔ مگر اوامر شرعی میں انسانی دخل اور تصرف ہوتا ہے وہ چاہے کرے چاہے نکرے مثلاً ایک زبان ہی ہے اسمیں جو قوت ذائقہ رکھی گئی ہے وہ امر کونی کے ماتحت ہے اگر اسے ہم کہدیں کہ تو اس قوت کو بدل دے اور نمکین کو شیریں اور شیریں کو نمکین بتا دے تو وہ کبھی نہیں کر سکتی۔ لیکن اس میں جو قوت گویائی ہے وہ امر شرعی کے ماتحت ہے۔ اس سے اچھی اور نیک باتیں بھی بول سکتے ہیں اور بُری اور ناپاک بھی۔ یہانتک کہ انبیاء رُسل اور راستبازان الٰہی کو گالیاں دینے والے بھی اسی زبان سے کام لیتے ہیں جو انسان شرعی امر کے ماتحت امر و نہی کا لحاظ رکھتا ہے۔ اور اپنی عادت کو اسکا ماتحت بناتا ہے۔ آخری اور انتہائی حالت اسپر بھی پھر اسی قسم کی آجاتی ہے کہ وہ ایک رنگ میں کونی اوامر کے ماتحت ہو جاتا۔ ہے یعنے صدور افعال حسنہ میں اسکو تکلف سے کام نہیں لینا پڑتا بلکہ بے اختیار وہ نیکی [illegible] +

قفنت طبا ہنوالی حین — عام فوائد

بال اُڑانے کی دوائیوں سے ہشیار رہنا چاہیے کیونکہ حال میں ایک انگریزی لیڈی جس نے اپنے ہونٹوں کے بال اوڑانے کے لئے دوائی لگائی تھی ہسپتال میں بیمار پڑی ہے۔ ڈاکٹر بیان کرتے ہیں کہ سنکھیا کے زہر کا اثر ہے +

چیچک کی بابت تجربات سے ثابت ہوا ہے۔ کہ سرخ روشنی اُس کے مریض کے لئے نہایت مفید ہے۔ اور اس سے داغ بھی فی الفور دور ہو جاتے ہیں +

بارش سے نہ صرف ہوا سرد ہو جاتی ہے بلکہ وہ تمام قسم کی غلاظتوں کو صاف کرنیوالی ہے اور اس سے امراض کے مقروب اور جرم مر جاتے ہیں +

امریکہ کے بعض سوداگروں نے چاند کے قرص کو اشتہاروں کے لئے کام میں لانے کا بندوبست کیا ہے جسمیں وہ ایکس شعاع اور بے تار کی تار برقی سے مدد دینگے +

روئی یا ریشمی یا اونی کپڑے سے سیاہی کے دھبے دور کرنے کے لئے اُس حصہ کو تارپین کے سپرٹ میں چند گھنٹہ تک رکھو اور پھر خوب مل ڈالو۔ اس سے رنگ یا ساخت میں مطلقاً فرق نہیں آئے گا۔

تار برقی میں یہاں تک ترقی ہوئی کہ اب بجائے اشارات کے ٹائپ کے حرف خود بخود لکھے جاتے ہیں اور عام آدمی بھی جو اشارات سے واقف نہ ہو پیغام دے سکتا ہے

مائکروفون (باریک آوازیں سننے کا آلہ) میں یہانتک ترقی ہوئی کہ مرتی ہوئی مکھی کی ہچکیاں سنی جا سکتی ہیں +

انڈوں کے محفوظ رکھنے کیلئے ایک پونڈ واٹر گلاس کو ایک گیلن ٹھنڈے پانی میں خوب ملا دو جو ذرا محنت طلب ہے پھر اُسی مٹی کے برتن میں ڈال کر انڈے کو موٹی طرف پور کر کے رکھو اور بالکل ڈوبا رہنا چاہیئے +

مردہ بچے کو ایک ڈاکٹر نے موت سے بیس گھنٹے بعد پھر زندہ کر دکھایا۔ اور اور سینکڑوں صورتوں میں بھی کامیاب ہوا ہے۔ مگر یہ زندگی چند گھنٹے تک رہتی ہے اور آدمی ہوش میں نہیں آتا +

سمندر کا پانی پینا معدہ۔ جگر اور گردے کے لئے نہایت مفید ہے اور سب دوائیوں میں سے بڑھ کر رنگت کی صفائی کے لئے فائدہ دیتا ہے +

ایک انجن ایجاد ہوا ہے جس کے موجد کا دعویٰ ہے کہ اوس میں لکڑی کوئلے یا کسی اور چیز کی جگہ تمام ایندھن ہوا میں سے مفت لیا جایا کرے گا

لائبریری کی کتابوں سے ہشیار رہنا چاہیے کیونکہ اون کے ذریعہ متعدی امراض پھیلنے کا اندیشہ ہے چنانچہ حال ہی میں ایک عورت ایک کتاب کو چھو کر آنکھیں ملنے کے سبب سخت مرض چشم مبتلا ہو گئی۔

ولائت میں ایک مشین ایجاد ہوئی جس میں پیسہ رکھنے سے جس مرض کی دوا چاہو خود بخود مل جاتی ہے

سوڈا واٹر وغیرہ بھی آلائش سے بری نہیں ہے ولائت کے بعض دوکانوں کا پانی بعض گندی اور مخرب صحت اشیاء سے بنایا گیا +

برلن میں رقیق ہوا کا ½ گیلن قریباً ایک روپے کو بکتا ہے۔ جو ایک قسم کی شیشی میں بند ہوتی ہے۔ اور چودہ دن تک اس حالت میں رہ سکتی ہے صرف چند ایک قطرہ گلاس میں ڈالنے سے پانی برف کی طرح جم جاتا ہے +

مرغ کی کلغی اور پروں کی خوبصورتی کے لئے ہفتے میں دو بار رنگی کے بھنے دانے کھلانے نہائت مفید ہیں اس سے انڈے بھی زیادہ دیتے ہیں +

چینی کے برتن جوڑنے کے لئے صمغ عربی اور پلاسٹر اوف پیرس کے ملانے سے ایک نہائت عمدہ مصالح طیار ہو سکتا ہے +

نیند آوری کے لئے ایک نہائت عمدہ دوائی ورونل نامی ایجاد ہوئی ہے جس سے اعضائے رئیسہ کو کچھ بھی نقصان نہیں پہنچتا +

ریڑھ کی ہڈی جو گولی سے شکستہ ہو گئی تھی ایک ڈاکٹر نے باہم پیوست کر کے سی دی جس سے مریض چند ماہ کے عرصے میں صحت یاب ہو گئی اور اُسکے ہوش اور حرکت بالکل بحال ہو گئی +

ناک کٹی ہوئی لگانے یا بگڑی ہوئی صورت کو درست کرنے میں ایک ڈاکٹر چارلس نیلاٹن نامی نے نہائت ترقی کی ہے۔ وہ پسلی کی ہڈی کے نیچے سے ایک ٹکڑہ چمڑہ کاٹ کر بڑی ہشیاری سے ناک کی جگہ چسپاں کر دیتے ہیں جو ایک دو ماہ کے عرصے میں بالکل درست ہو جاتا ہے اور اصلی اور نقلی ناک میں کچھ فرق نہیں معلوم ہوتا +

کوئلے کو کان میں سے کھود کر انجن پر لانے کی بجائے اب یہ تجویز درپیش ہے کہ کان کے پاس ہی ان کوئلوں کے ذریعہ سے بجلی کی طاقت بہم پہنچائی جائے۔ اس سے باربرداری کے اخراجات سے چھٹکارا ہو جائے گا۔ یہ طاقت تار کے ذریعہ جہاں ضرورت ہو بھیجی جا سکے گی +

اہل مقدونیہ میں آجکل ٹھگوں کا بہت زور شور ہے جو جان لینے سے بھی درگذر نہیں کرتے۔

تقوےٰ

نمبر ۲

متقی کے واسطے خداوند عالم خود معلم بنجاتا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم فرماتا ہے۔ واتقوا اللہ ویعلمکم اللہ۔ اللہ سے ڈرو اور اللہ تمہیں تعلیم دیگا یہ تعلیم تین طرح پر ہوتی ہے۔ اول تو اس طرح پر کہ جسقدر کوئی انسان زیادہ خداترس بنتا ہے اوسکا قلب پاک اور نور فراست صاف اور روشن ہوجاتا ہے۔ اسطرح پر وہ طاقت جو نیکی اور بدی میں تمیز کرتی ہے تیز اور درست ہوتی جاتی اور عبادات اور معاملات میں اوس کا فطرتی قیاس صحیح ہوتا جاتا ہے اس فطرتی روشنی پر بعض لوگوں کو اسقدر اعتماد ہوتا ہے کہ اسی کو یقینی اور کافی سمجھکر الہام الہٰی کو ہیچ اور غیر ضروری سمجھنے لگتے ہیں۔ اسمیں کوئی شک نہیں تعلیمات ربانی کا پہلا زینہ یہی اندرونی نور اور صفائی قلبی ہے مگر یہ اکیلا اسقدر تبلاسکتا ہے کہ **ایسا ہونا چاہئیے** یہ یقین پیدا نہیں کرسکتا کہ **ایسا ہے** دوسرے الفاظ میں یہ کہہ سکتے ہیں کہ تمام اندرونی تفہیمات جو خدا اور عاقبت کے متعلق عبد صالح کے اندر پیدا ہوں وہ ظن اور قیاس کا درجہ رکھتی ہیں جبتک اون کے ساتھ واقعات شامل ہنوں تب تک یقینی نہیں ہوسکتی۔ دوئم اسطرح جبکہ متقی انسان کو اسکی خطاؤں اور غلطیوں پر ساتھ کے ساتھ تنبیہ ہوتی رہتی ہے اور ہر بلا کی نسبت وہ صاف طور پر دیکھتا ہے کہ بعض عیوب کو دور کرنے اور بعض کمالات اون کی جگہ پیدا کرنا اُس کا مقصود ہے مثلاً جب ایک متقی انسان خداپرستی میں سستی کرتا تعمیل احکام الہٰی میں غافل ہوتا یا کوئی گناہ کر بیٹھتا ہے تو اُس غفلت یا گناہ کے مطابق کچھ مصیبت اُس پر آتی ہے اگر کثرت دولت کی وجہ سے استغنا پیدا ہوا ہے تو مال کا نقصان ہوتا اگر اولاد کی فرط محبت میں خدا سے غافل ہوا ہے تو اولاد میں بیماری یا موت یا بیراہی کے مصایب سامنے آتی ہیں اگر کہانے پینے کی ہوسوں میں اپنے رب سے بدمست ہوا ہے تو بھوکہ یا بیماری کی بلائیں پیش آتی ہیں الغرض ہر ایک بلا ایک قسم کی تنبیہ ہوتی ہے جو خدا کی طرف سے اُس کے پیارے بندوں کو ہوتی ہے جو بعض عیبوں کے دور ہونے اور بعض کمالات حاصل ہونیکا موجب ہوتی ہے چنانچہ قرآنمجید اپنے مومن بندوں کو مخاطب کرکے فرماتا ہے۔ **لنبلونکم بشیءٍ من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات وبشر الصابرین ۝ الذین اذا اصابتہم مصیبۃ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون اولئک علیہم صلوات من ربھم ورحمۃ قف واولئک ھم المھتدون**

اور البتہ ہم کچھہ خوف اور بھوکھ سے اور مال وجان اور پھلوں کی کمی سے تمہاری اصلاح اور تکمیل کرینگے اور (اے پیغمبر) اون صبر کرنیوالوں کو خوشخبری سُنادو جو مصیبت پڑی پر انا للہ وانا الیہ راجعون کہتے ہیں کہ یہی لوگ ہیں جن پر اُن کے رب کی طرف سے صلوات اور رحمت ہے۔ اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔ یعنی جو لوگ ابتلاؤں کے وقت صبر کرتے خدا سے بیزار ہوکر دینیات کا راستہ نہیں چھوڑتے بلکہ لائق شاگردوں کی طرح اُس حقیقی اوستاد کی سرزنشوں کو برداشت کرتے اور آگے کو زیادہ ہوشیار اور محنتی بنجاتے ہیں۔ وہ اپنے صبر کے صلہ میں رب العالمین کی رحمت کے نیچے آجاتے ہیں اور حقیقت میں یہی لوگ خوش نصیب اور مستحق ہدائیت ہیں۔ جو شاگرد پہلے روز اُستاد کی تنبیہ سے بیزار ہوکر بھاگ جاتا اور سرکشی اختیار کرلیتا ہے وہ کبھی اون نتائج کو نہیں پہنچ سکتا جنکو ایک سعید صبر کرنیوالا شاگرد پہنچتا ہے غفلتوں خطاؤں اور گناہوں پر ساتھ کے ساتھ تادیب اور تنبیہ ہونے سے بہت سے مسائل جو قیاسی اور ظنی ہوتے تھے۔ اب واقعات کی صورت میں پیش آتے جاتے ہیں اور یقین بڑھتا جاتا ہے تب خدا اور اُسکا تصرف گناہ اور اوس کی سزا نیکی اور اُس کی جزا یہ تمام حقائق واقعات کے رنگ میں مشاہدہ ہوجاتے ہیں۔ سوئم اسطرح جبکہ غیبی آوازیں کان میں پڑتی یا تحریریں اور دیگر نظارہ نظر آتے یا ملائکہ بزرگوں کی صورت میں آکر کچھہ تبلاتے ہیں۔ ان حالتوں کو الہام اور کشف کہتے ہیں یہی خداوند عالم کی محبت معیت ہدایت نصرت اور رحمت کے مظہر ہوتے ہیں جو ایک ضعیف البنیان انسان غیر محدود طاقتوں اور قوتوں والا بنادیتے ہیں

پھر وہی آنکھیں جو دیوار میں سے گذر نہیں کرسکتیں پہاڑوں کے پیچھے تک دیکھہ آتی ہیں یہی کان جو معمولی کلام کو ایک خاص فاصلہ سے زیادہ نہیں سن سکتے ہزاروں لاکھوں کوس دور سے سننے لگتے ہیں یہی جسم انسان جو ایک حد سے زیادہ طاقت نہیں رکھتا اور ایک خاص رفتار سے زیادہ چلسکتا نہیں۔ لاانتہا طاقتوں والا ہوجاتا اور غیر متعین رفتار سے چلنے لگتا ہے یہی انسان جو غیبت پر کچھہ دسترس نہیں رکھتا اب اُسکو مرئیات کی طرح دیکھتا ہے۔ مگر یہ حالت دائمی اور اختیاری نہیں ہوتی۔ خاص خاص فیوض ربانی کے وقت اُس کا ظہور ہوتا ہے تب وہ منٹوں میں **ملکوت السمٰوٰت والارض** کی سیر کرسکتا اور سکنڈوں میں ایسی ایسی سیریں کرتا ہے جو اور طرح پر ہونی کسیطرح نصیب نہ ہو سکیں۔ الہامی اور کشفی نظارہ اور تعلیمیں ایسی یقینی اور بعید از شک ہوتی ہیں جیسی کہ ظاہری آنکھوں سے دیکھی ہوئی یا کانوں سے سُنی ہوئی اور یہ کامل یقین الہامی باتوں پر اسی طریق سے پیدا ہوتا ہے جس طرح سے کہ ظاہری نظر اور شنوائی کی باتوں پر بس یہی نظارہ ہیں جو دینیات میں کامل یقین اور معرفت کا موجب بنتے ہیں۔ اس سے پہلے جو کچھہ ہے وہ سماعی اور ظنی ہے جس کے فہم میں ہزارہا شبہات اور غلط فہمیوں کا احتمال رہتا ہے۔ تمام قرآنمجید ان الہامی اور کشفی عجائبات اور نظاروں کی تفصیلات اور تمثیلات سے بھرا ہوا ہے انشاء اللہ کریم اس مضمون کو کسی اور موقعہ پر علیحدہ صورت میں بیان کریں گے **وما توفیقی الا باللہ العزیز الحکیم۔**

ہر ایک انسان کے واسطے متقی بننا فرض ہے قرآنمجید اس حکم کو بڑی تکرار اور طرح طرح کے پیرایوں میں فرماتا ہے واتقوا اللہ لعلکم تفلحون اللہ سے ڈرو تاکہ تم نجات پاؤ۔ یعنی خداترسی ان تمام اصلاحوں اور ترقیات کی بنیاد ہے۔ جو موجب نجات ہوتی ہیں۔ پھر دوسرے پیرایہ میں اس طرح پر فرماتا ہے۔ **واتقوا النار التی اعدت للکافرین۔**

اُس آگ سے ڈرو جو کافروں کے واسطے طیار کی گئی ہے۔ پھر فرماتا ہے۔ **وتعاونوا علی البر والتقوےٰ ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان**

نیکی اور خداترسی کے امور میں ایک دوسرے کی مدد کیا کرو مگر گناہ اور بغاوت پر ایکدوسرے کے معاون مت بنو واتقوا اللہ ان اللہ شدید العقاب۔ اللہ سے ڈرو تحقیق اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔ چونکہ ریا اور خوف خلائق سے خداترسی میں کمی آتی ہے۔ اس لئے قرآن مجید فرماتا ہے۔ **فلا تخشوا الناس واخشون۔** لوگوں سے مت ڈرو۔ بلکہ مجھ سے ہی ڈرو چونکہ عموماً بُری باتوں کی کثرت ہے اسی وجہ سے انسان بُرائی کی طرف زیادہ مائل ہوجاتا ہے عام عادات رسومات خیالات تعلیمیں [illegible] ہیں اور طریق خراب اور ناجائز ہوتے ہیں [illegible] اور ضعیف الایمان لوگ کثرت دیکھہ کر [illegible] مائل ہوجاتے ہیں۔ پھر کچھہ نہیں سوچتے اور دیوانوں کی طرح اون کے پیچھے ہولیتے ہیں [illegible] جنون اور بیہودہ میلان ہے جو عمل کے موقعوں پر نتائج [illegible]

آپ بیتی

ہمارے مکرم مخدوم عالی جناب سیٹھ عبدالرحمٰن صاحب نے حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک عام حکم کے موافق ضرورت امام پر ایک مضمون لکھا تھا جو خاکسار ایڈیٹر الحکم کو اعلیٰحضرت نے عطاء فرمایا تھا اور حکم دیا تھا کہ اوس کو الحکم میں چھاپ دیا جاوے وہ مضمون الحکم میں ایک ہی مرتبہ تھوڑا سا چھپ کر رہ گیا تھا اس لئے اعلیٰحضرت کے ارشاد عالی کی تعمیل اور مضمون کی تکمیل کی خاطر اسے پورا درج کرنے کے ارادہ سے ہم ذیل میں چھاپتے ہیں یہہ مضمون ہمارے ناظرین کی بے حد دلچسپی کا موجب ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ۔

ایڈیٹر

حضور اقدس امام ہمام علیہ السلام ! اس ناچیز... کی ابتدائی عمر ہی سے نیک قسم کے لوگوں سے ملاقات رہی ہے۔ گر جس گروہ نے ساتھ جب ملاقات ہوتی ابتدا تو ایک دلی جوش سے ہوا کرتی تھی اور اس ناچیز کو بڑی محبت اوس سے رہا کرتی۔ لیکن جب کبھی کسی قسم کی کوئی منافقانہ حرکت ایسے ملاقاتی سے مشاہدہ میں آتی تو میرا دل رنج وغم سے بھر جاتا اور نفرت ہو جاتی۔ میری صحبت اور ملاقات زیادہ تر اور خصوصیت کے ساتھ علماء اور صلحاء سے رہتی اور بجائے خود میں تقوے اور طہارت کو بھی فی الجملہ پسند کرتا تھا۔ چنانچہ میری ابتدائی عمر کی ایک کیفیت یہ ہے کہ ایک بزرگ غالباً وہ خراسانی تھے بنگلور کے قریب ایک مقام میں جسکو لالگرہ کہتے ہیں۔ سکونت رکھتے تھے اور اون کا نام وددو میاں تھا چونکہ خراسانی گھوڑوں کے سوداگر وہاں قیام کرتے تھے اور سرکاری گھوڑوں کی خریداری بھی وہاں ہی ہوا کرتی تھی۔ اس لئے اون کا قیام اوسی جگہ رہتا تھا اور کبھی کبھی بنگلور بھی آجایا کرتے تھے۔ ایک تو جوان خوش رو اور دوسرے تقویٰ اور پرہیزگاری میں بھی کامل تھے اور اوسوقت اون کا سن بھی کوئی پچاس کے قریب ہوگا مگر قرأت بہت ہی اچھی پڑھتے تھے اور بڑے ہی خوش الحان تھے۔ جب کبھی اون کا آنا بنگلور میں ہوتا تھا تو جامع مسجد میں آکر فروکش ہوا کرتے تھے اور اس ناچیز کے وقت کا ایک حصہ اوسی مسجد میں گذرتا تھا ایک دفعہ ایسا اتفاق ہوا کہ مولوی وددو میاں صاحب نے نماز عشاء پڑھوائی اور یہ گویا انکی قرأت اور خوش الحانی پر مطلع ہونیکا پہلا اتفاق ہوا جوں جوں نماز پڑھتا تھا ساتھ ساتھ طبیعت کو اون کی طرف میلان ہوتا گیا۔ اور پھر تو میرے وقت کا کچھہ کچھہ حصہ اون کی صحبت میں بھی گذرتا رہا چونکہ وہ بزرگ نہائت درجہ کے متقی۔ پارسا تہجد گذار اور منکسر المزاج تھے اور اون کے پیچھے نماز پڑھنے میں ایک لذت بھی محسوس ہوتی تھی بایں سبب اون پر میرا حسن ظن بڑھتا گیا اور اکثر وہ ہمارے ہاں بھی مہمان رہتے۔ جب تک اون کا قیام ہوتا۔ چونکہ اس ناچیز کے والدین خدا اون کو مغفرت کرے۔ اس بات کو نہائت عزیز رکھتے تھے تو میرے لئے یہ بات بہت آسان ہو جاتی تھی کہ جب کبھی کوئی عالم یا کوئی اور اعلیٰ درجہ کے آدمی وہاں آجاتے تو ہرگز ہمارے مہمان ہوئے بغیر رخصت نہوتے تھے اور یہ اوس زمانہ کا ذکر ہے کہ اس ناچیز کو کاروبار دنیا سے کچھہ معلوم نتھا مسجد اور مدرسہ اور کبھی کبھی اپنے ہم عمر لڑکوں کے ساتھ کھیل تماشہ سیر کرنے میں بھی وقت گذرتا تھا غرض جیسا کہ والدین کی عادت ہوا کرتی تھی بڑے دنوں لیتے مشہور تہوار دن میں لڑکوں کو کچھہ دیدیا کرتے ہیں جیسا کہ عیدین وغیرہ کو اور ایسا ہی بعض دوسرے موقعوں پر اور ہمارے ہاں عموماً یہ بھی عادت ہے کہ دوسرے رشتہ دار بھی ایسے موقعوں پر کچھہ نہ کچھہ نقدی بطور عیدی دیدیا کرتے ہیں تو اس ناچیز کے پاس ایسی تقریبوں کے جمع کئے ہوئے کوئی دس بارہ روپئے تھے اور اوس کو بڑی احتیاط سے اپنے پاس رکھتا تھا یعنے کسی کو اسکی خبر نہ تھی۔ میں خاص اپنے صندوق میں رکھا کرتا تہا۔ غرض ایکوقت مولویصاحب مذکور حسب عادت تشریف لائے اور میں اون کو کہانا کہانے کے واسطے مکان پر لے گیا۔ چونکہ وہ کوئی وقت کھانے کا نہ تھا تاہم میری والدہ نے جھٹ پٹ تھوڑی روٹی اور سالن طیار کرلیا اور بہت جلد مولویصاحب کے روبرو پیش کردیا معلوم ہوتا ہے اوس وقت اون کو اشتہا بھی زیادہ تھی۔ یعنی کھانا کھانے کے بعد دعا خیر معمول سے زیادہ اون سے صادر ہوئی۔ اور اونکی حالت ظاہری سے کچھہ ایسا بھی محسوس ہوتا تھا کہ اون کو کچھہ اور بھی احتیاج ہے اور میں نے وہ مبلغ جو اوس عمر تک جمع کیا ہوا تھا۔ تمام و کمال مولویصاحب کی نذر کر دیا اور شائد آج تک اوس کی کسی کو خبر نہیں ہے۔ اور مجھے یہ واقعہ اب تک اچھی طرح سے یاد ہے۔

اس کے بعد مولوی صاحب بہت ہی محبت اور شفقت فرماتے رہے۔ اور چونکہ ایک صوفی منش بھی تھے۔ کچھہ کچھہ ذکر اور اوراد مجھے سکہلانے لگے اور میں بھی اون کی ہدائت بموجب کرتا رہا۔ چنانچہ اون کی لکھوائی ہوئی ادعیہ میں سے ایک ابھی تک میرا دستور العمل ہے لیکن بعد اوس کے بہت جلد میری شادی ہوئی۔ میری عمر کا شاید چودھواں سال ہوگا۔ جو میری یہ تقریب ہوئی اور میری حالت اوس وقت تک یہہ تھی کہ میں اوس کی غرض وغیرہ سے بالکل ناآشنا تھا۔ یعنے کچھہ بھی خبر نہ تھی کہ شادی سے غرض کیا ہوتی ہے۔ غرض بعد شادی کے بھی مجھے زیادہ انس مسجد اور اچھے لوگوں کی صحبت سے رہی۔ اگرچہ ایک حد تک دوکانداری بعد شادی کے ضروری امر ہوگیا مگر میں اس کے واسطے کچھہ پرواہ نہیں کرتا تھا میری بیوی اسوقت کبھی میرے پاس رہتی تھی کبھی میکے میں گذارتی تہی اکثر عادت ایسی تھی کہ ایک ہفتہ یہاں اور ایک ہفتہ وہاں انکا گذرتا تھا۔ مگر میری یہ حالت رہتی تہی کہ جب وہ میکے میں ہوتی تھیں تو میں بڑا خوش رہتا تھا چونکہ کمرہ خالی ہوتا اور میں مصلے ہی پر صبح کرتا تھا اس لئے مجھے اس تنہائی میں ایک خاص لطف معلوم ہوتا تھا۔ میرے سسرال کو چند روز کیلئے سفر در پیش آیا اور اونہوں نے میری بی بی کو ساتھ لے جانا چاہا اور میرے والدین سے اس امر کی درخواست کی اور اون کو یہ بات ناپسند تھی۔ مگر میری یہ خواہش تھی کہ اگر یہ اجازت دیدیں تو مجھے ایک عرصہ تک تنہائی میسر رہے گی۔ غرض ایسا ہی ہوا اور مجھے تنہائی میسر ہوگئی اور میں اس تنہائی میں اپنے شغل میں لگا رہتا تھا۔ اور کچھہ کچھہ باطنی صفائی بھی مجھے محسوس ہوتی تھی۔ اور اچھے اچھے خواب بھی آتے تھے۔ دیوان حافظ وغیرہ ایسی کتابوں کے ساتھ مجھے خاص رغبت رہتی تھی اور میں وہ دن بڑی خوشی اور ذوق کے ساتھ گذارتا تھا۔ غرض جیسا کہ میں اوپر لکھہ آیا ہوں۔ یعنے دو تین سال میرے اسی طرح گذرے اور اس کے بعد میرے چھوٹے بھائی ذکریا مرحوم کی شادی کی ٹھہری اور میرے والد اس سے بہت محبت کیا کرتے تھے اور اوس کو بہت ہی چاہتے تھے کیونکہ جیسے وہ کمال درجہ کے شکیل تھے ویسے ہی ذکی الطبع بہی تھے پس اون کی شادی اسوقت کے رسم و رواج کے موافق بڑی دہوم دہام سے ہوئی جب اس شادی سے فراغت پا چکے تو اونہوں حج بیت اللہ کا ارادہ فرمایا۔ (باقی آئندہ)

تلافی مافات

یہ نمبر پھر ۲۰ صفحہ پر شائع ہوتا ہے تاکہ گذشتہ کمی کو پورا کیا جاوے۔ (ایڈیٹر)

ایک عیسائی کے چند سوالوں کا جواب

(مرقومہ حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام)

گذشتہ اشاعت سے آگے

یعنی قہری نشان تو صرف تخویف کے لئے دکھائے جاتے ہیں پس ایسے قہری نشانوں کے طلب کرنے سے کیا فائدہ جو پہلی امتوں نے دیکھ کر اونہیں جھٹلا دیا اور اون کے دیکھنے سے کچھ بھی خائف و ہراسان نہ ہوئے۔

اس جگہ واضح ہو کہ نشان دو قسم کے ہوتے ہیں۔

(۱) نشان تخویف و تعذیب جن کو قہری نشان بھی کہہ سکتے ہیں (۲) نشان تبشیر و تسکین جن کو نشان رحمت کر بھی موسوم کر سکتے ہیں۔ تخویف کے نشان سخت کافروں اور کج دلوں اور نافرمانوں اور بے ایمانوں اور فرعونی طبیعت والوں کے لئے ظاہر کئے جاتے ہیں۔ تا وہ ڈریں اور خدا تعالیٰ کی قہری اور جلالی ہیبت اُن کے دلوں پر طاری ہو اور تبشیر کے نشان اون حق کے طالبوں اور مخلص مومنوں اور سچائی کے متلاشیوں کے لئے ظہور پذیر ہوتے ہیں جو دل کی غربت اور فروتنی سے کامل یقین اور زیادت ایمان کے طلبگار اور تبشیر کے نشانوں سے ڈرانا اور دھمکانا مقصود نہیں ہوتا بلکہ اپنے اون مطیع بندوں کو مطمئن کرنا اور ایمانی اور یقینی حالات میں ترقی دینا اور اون کے مضطرب سینہ پر دست شفقت و تسلی رکھنا مقصود ہوتا ہے سو مومن قرآن شریف کے وسیلہ سے ہمیشہ تبشیر کے نشان پاتا رہتا ہے اور ایمان اور یقین میں ترقی کرتا جاتا ہے تبشیر کے نشانوں سے مومن کو تسلی ملتی ہے۔ اور وہ اضطراب جو فطرتاً انسان میں ہے جاتا رہتا ہے اور سکینت دل پر نازل ہوتی ہے۔ مومن بہ برکت اتباع کتاب اللہ اپنی عمر کے آخری دن تک تبشیر کے نشانوں کو پاتا رہتا ہے اور تسکین اور آرام بخشنے والے نشان اوس پر نازل ہوتے رہتے ہیں تا وہ یقین اور معرفت میں بے نہایت ترقیات کرتا جائے اور حق الیقین تک پہنچ جائے اور تبشیر کے نشانوں میں ایک لطف یہ ہوتا ہے کہ جیسے مومن اُن کے نزول سے یقین اور معرفت اور قوت ایمان میں ترقی کرتا ہے ایسا ہی وہ بوجہ مشاہدہ آلاء و نعماء الٰہی و احسانات ظاہرہ و باطنہ و جلیہ و خفیہ حضرت باری عز اسمہٗ جو تبشیر کے نشانوں میں بھرے ہوئے ہوتے ہیں۔ محبت و عشق میں بھی دن بدن بڑھتا جاتا ہے سو حقیقت میں عظیم الشان اور قوی الاثر اور مبارک اور موصل الی المقصود تبشیر کے نشان ہی ہوتے ہیں جو سالک کو معرفت کاملہ اور محبت ذاتیہ کی اُس مقام تک پہنچا دیتے ہیں جو اولیاء اللہ کے لئے منتہی المقامات ہے اور قرآن شریف میں تبشیر کے نشانوں کا بہت کچھ ذکر ہے۔ یہاں تک کہ اُس نے اون نشانوں کو محدود نہیں رکھا بلکہ ایک دائمی وعدہ دیدیا ہے کہ قرآن شریف کے سچے متبع ہمیشہ اون نشانوں کو پاتے رہیں گے۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے لَهُمُ الْبُشْرٰی فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَةِ لَا تَبْدِیْلَ لِکَلِمٰتِ اللّٰهِ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ

یعنی ایماندار لوگ دنیوی زندگی اور آخرت میں بھی تبشیر کے نشان پاتے رہیں گے جن کے ذریعے سے وہ دُنیا اور آخرت میں معرفت اور محبت کے میدانوں میں ناپیدا کنار ترقیاں کرتے جائیں گے یہ خدا کی باتیں ہیں جو کبھی نہیں ٹلیں گی اور تبشیر کے نشانوں کو پالینا یہی فوز عظیم ہے (یعنی یہی ایک امر ہے جو محبت اور معرفت کے منتہی مقام تک پہنچا دیتا ہے) +

اب جاننا چاہیئے کہ خدا تعالیٰ نے اُس آیت میں، جو معترض نے بصورت اعتراض پیش کی ہے صرف تخویف کے نشانوں کا ذکر کیا ہے جیسا کہ آیت وَمَا نُرْسِلُ بِالْاٰیٰتِ اِلَّا تَخْوِیْفًا سے ظاہر ہو رہا ہے کیونکہ اگر خدا تعالیٰ کے کل نشانوں کو قہری نشانوں میں ہی محصور سمجھکر اس آیت کے یہ معنے کئے جائیں کہ ہم تمام نشانوں کو محض تخویف کی غرض سے ہی بھیجا کرتے ہیں اور کوئی دوسری غرض نہیں ہوتی تو یہ معنے بہ بداہت باطل ہیں جیسا کہ ابھی بیان ہو چکا ہے کہ نشان دو غرضوں سے بھیجے جاتے ہیں یا تخویف کی غرض سے یا تبشیر کی غرض سے انہیں دو قسموں کو قرآن شریف اور بائیبل بھی جا بجا ظاہر کر رہی ہے۔ پس جبکہ نشان دو قسم کے ہوئے تو آیت ممدوحہ بالا میں جو لفظ الآیات ہے (جس کے معنے وہ نشانات) بہرحال اسی تاویل پر بصحت منطبق ہوگا کہ نشانوں سے قہری نشان مراد ہیں۔ کیونکہ اگر یہ معنے نہ لئے جائیں تو پھر اس سے یہ لازم آتا ہے کہ تمام نشانات جو تحت قدرت الٰہی داخل ہیں تخویف کے قسم میں ہی محصور ہیں حالانکہ فقط تخویف کی قسم میں ہی سارے نشانوں کا حصر سمجھنا سراسر خلاف واقعہ ہے کہ جو نہ کتاب اللہ کی رو سے اور نہ عقل کی رو سے اور نہ کسی پاک دل کے کانشنس کی رو سے درست ہو سکتا ہے +

اب چونکہ اس بات کا صاف فیصلہ ہو گیا کہ نشانوں کے دو قسموں میں سے صرف تخویف کے نشانوں کا آیات موصوفہ بالا میں ذکر ہے تو یہ دوسرا امر تنقیح طلب باقی رہا کہ کیا اس آیت کے (جو ما منعنا لخ ہے) یہ معنے سمجھنے چاہئیں کہ تخویف کا کوئی نشان خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر ظاہر نہیں کیا یا یہ سمجھنے چاہئیں کہ تخویف کے نشانوں میں سے وہ نشان ظاہر نہیں کئے گئے جو پہلی امتوں کو دکھلائے گئے تھے۔ اور یا یہ تیسرے معنے قابل اعتبار ہیں کہ دونو قسم کے تخویف کے نشان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ سے ظاہر ہوتے رہیں بجز اون خاص قسم کے بعض نشانوں کے جنکو پہلی امتوں نے دیکھ کر جھٹلا دیا تھا اور اون کو معجزہ نہیں سمجھا تھا +

سو واضح ہو کہ آیات متنازعہ فیہا پر نظر ڈالنے سے تمام تر صفائی کھل جاتا ہے کہ پہلے اور دوسرے معنے کسی طرح درست نہیں۔ کیونکہ آیت ممدوحہ بالا کے یہ معنے کرنا کہ تمام انواع و اقسام کے وہ تخویفی نشان جو ہم بھیج سکتے ہیں، اور تمام وہ ڈرانے والے اور تعذیبی نشان جن کے بھیجنے پر غیر محدود طور پر ہم قادر ہیں اس لئے ہم نے نہیں بھیجے کہ پہلی امتیں اوس کی تکذیب کر چکے ہیں + یہ معنے سراسر باطل ہیں۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ پہلی امتوں نے انہیں نشانوں کی تکذیب کی جو انہوں نے دیکھے تھے۔ وجہ یہ کہ تکذیب کے لئے یہ ضرور ہے کہ جس چیز کی تکذیب کیجائے اوّل اوس کا مشاہدہ بھی ہو جائے۔ جس نشان کو ابھی دیکھا ہی نہیں اسکی تکذیب کیسی۔ حالانکہ نادیدہ نشانوں میں سے ایسے اعلیٰ درجہ کے نشان بھی تحت قدرت باری تعالیٰ ہیں جن کی کوئی انسان تکذیب نہ کر سکے اور سب گردنیں اون کی طرف جھک جائیں کیونکہ خدا تعالیٰ ہر ایک رنگ کا نشان دکھلانے پر قادر ہے اور پھر چونکہ نشانہائے قدرت باری غیر محدود اور غیر متناہی ہیں تو پھر یہ کہنا کیونکر درست ہو سکتا ہے کہ محدود زمانہ میں وہ سب دیکھے بھی گئے اور اون کی تکذیب بھی ہو گئی وقت محدود میں تو وہی چیز دیکھی جائے گی جو محدود ہوگی بہرحال اس آیت کے یہی معنے صحیح ہونگے کہ جو بعض نشانات پہلے کفار دیکھ چکے تھے اور اون کی تکذیب کر چکے تھے۔ ان کا دوبارہ بھیجنا عیب سمجھا گیا جیسا کہ قرینہ بھی انہیں معنوں پر دلالت کرتا ہے۔ یعنی اسوقت پر جو ناقہ ثمود کا خدا تعالیٰ نے ذکر کیا وہ ذکر ایک بھاری قرینہ اس بات پر ہے کہ اسجگہ گذشتہ اور رد کردہ نشانات کا ذکر ہے جو تخویف کے نشانوں میں سے تھے اور یہی تیسرے معنے ہیں جو صحیح اور درست ہیں +

پھر اسجگہ ایک اور بات منصفین کے سوچنے کے لائق ہے۔ جس سے اونپر ظاہر ہوگا کہ آیت وَمَا مَنَعَنَا اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰیٰتِ الخ سے ثبوت معجزات ہی پایا جاتا ہے نہ نفی معجزات کیونکہ الآیات کے لفظ پر جو الف لام واقعہ ہے وہ بموجب قواعد نحو کے

دو صورتوں سے خالی نہیں یا کل کے معنے دیگا یا خاص کے اگر کل کے معنے دیگا تو یہہ معنے کئے جائیں گے کہ ہمیں کل معجزات کے بھیجنے سے کوئی امر مانع نہیں ہوا مگر اگلوں کا اُن کو جھٹلانا اور اگر خاص کے معنے دیگا تو یہ معنے ہونگے کہ ہمیں ان خاص نشانوں کے بھیجنے سے (جنہیں منکر طلب کرتے ہیں) کوئی امر مانع نہیں ہوا۔ مگر یہ کہ ان نشانوں کو اگلوں نے جھٹلایا بہرحال ان دونو صورتوں میں نشانوں کا آنا ثابت ہوتا ہے کیونکہ اگر یہ معنے ہوں کہ ہمنے ساری نشانیاں بوجہ تکذیب امم گزشتہ نہیں بھیجیں تو اس سے بعض نشانوں کا بھیجنا ثابت ہوتا ہے۔ جیسے مثلاً اگر کوئی کہے کہ میں نے اپنا سارا مال زید کو نہیں دیا تو اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ اُس نے کچھ حصّہ اپنے مال کا زید کو ضرور دیا ہے اور اگر یہہ معنے لیں کہ بعض خاص نشان ہم نے نہیں بھیجے تو بھی بعض دیگر کا بھیجنا ثابت ہے مثلاً اگر کوئی کہے کہ بعض خاص چیزیں میں نے زید کو نہیں دیں تو اس سے صاف پایا جائیگا کہ بعض دیگر ضرور دی ہیں۔ بہرحال جو شخص اوّل اس آیت کے سیاق و سباق کی آیتوں کو دیکھے گا کہ ان میں دونوں طرف سے عذاب کے نشانوں کا قصہ [illegible] ہی ہیں اور پھر ایک دوسری نظر اور شہادت اندرونی سے کہ کیا یہ معنے صحیح اور قرین قیاس ہیں کہ خدا تعالیٰ کے تمام نشانوں اور عجائب کاموں کی جو اوس کی بے انتہا قدرت سے وقتاً فوقتاً پیدا ہوتے رہتے اور غیر محدود ہیں پہلے لوگ اپنے محدود زمانہ میں تکذیب کر چکے ہوں اور پھر ایک تیسری نظر دوسرا فانہ سے کام لیکر سوچے کہ کیا اسجگہ تخویف کے نشانوں کا ایک خاص بیان ہے یا تبشیر اور رحمت کے نشانوں کا بھی کچھ ذکر ہے اور پھر ذرا ترتیبی نگاہ ان آیات کے آل پر بھی ڈال دیوے کہ وہ کن معنوں کا افادہ کر رہا ہے تو اس پر جلی طور پر نشان ہے بجز اس کے کہ کوئی تعصب کے باعث حق پسندی سے بہت دور جا پڑا ہو۔ ہر ایک شخص اپنے اندر سے نہ ایک شہادت بلکہ ہزاروں شہادتیں پا سکیگا کہ اس جگہ نفی کا حرف صرف نشانوں کے ایک قسم خاص کی نفی کے لئے آیا ہے جسکا دوسرے اقسام پر کچھ اثر نہیں بلکہ اُس سے اونکا متحقق الوجود ہونا ثابت ہو رہا ہے اور ان آیات میں نہایت صفائی سے اللہ جلشانہ بتلا رہا ہے۔ کہ اسوقت تخویفی نشان جن کی یہ لوگ درخواست کر رہے ہیں صرف اس وجہ سے نہیں بھیجے گئے کہ پہلی اُمتیں ان کی تکذیب کر چکی ہیں سو جو نشان پہلے رد کئے گئے اب بار بار انہیں کو نازل کرنا کمزوری کی نشانی ہے اور غیر محدود قدرتوں والے کی شان سے بعید۔ پس ان آیات میں یہ صاف اشارہ ہے کہ عذاب کے نشان ضرور نازل ہونگے مگر اور رنگوں میں یہ کیا ضرورت ہے کہ وہی نشان حضرت موسیٰؑ کے یا وہی نشان حضرت نوحؑ اور قوم لوطؑ اور عاد اور ثمودؑ کے ظاہر کئے جائیں۔ چنانچہ ان آیات کی تفصیل دوسری آیات میں زیادہ تر لگئی ہے جیساکہ اللہ جلشانہ فرماتا ہے۔ وان یروا کل اٰیۃ لا یؤمنوا بھا ط حتیٰ اذا جاءوک یجادلونک واذا جاءتھم اٰیۃ قالوا لن نؤمن حتیٰ نؤتیٰ مثل ما اوتی رسل اللّٰہ اللّٰہ اعلم حیث یجعل رسالتہ ط قل انی علیٰ بینۃ من ربی وکذبتم بہٖ ما عندی ما تستعجلون بہٖ ان الحکم الا للّٰہ یقص الحق وھو خیر الفاصلین قد جاءکم بصائر من ربکم فمن ابصر فلنفسہٖ ومن عمی فعلیھا وما انا علیکم بحفیظ ط ویستعجلونک بالعذاب ط قل ھو القادر علیٰ ان یبعث علیکم عذابا من فوقکم او من تحت ارجلکم او یلبسکم شیعا ویذیق بعضکم باس بعض ط وقل الحمد للّٰہ سیریکم اٰیاتہٖ فتعرفونھا قل لکم میعاد یوم لا تستاخرون ساعۃ ولا تستقدمون ویستنبئونک احق ھو قل ای وربی انہ لحق وما انتم بمعجزین ط سنریھم اٰیاتنا فی الاٰفاق وفی انفسھم حتیٰ یتبین لھم انہ الحق خلق الانسان من عجل ساُریکم اٰیاتی فلا تستعجلون ۝ یعنی یہ لوگ تمام نشانوں کو دیکھکر ایمان نہیں لاتے۔ پھر جب تیرے پاس آتے ہیں تو تجھ سے لڑتے ہیں اور جب کوئی نشان پاتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم کبھی نہیں مانینگے جب تک ہمیں خود ہی وہ باتیں حاصل ہوں جو رسولوں کو ملتے ہیں۔ کہہ میں کامل ثبوت لیکر اپنے رب کی طرف سے آیا ہوں اور تم اس ثبوت کو دیکھتے ہو اور پھر تکذیب کر رہے ہو جس چیز کو تم جلدی سے مانگتے ہو (یعنی عذاب) وہ تو میرے اختیار میں نہیں حکم اخیر صادر کرنا تو خدا ہی کا منصب ہے وہی حق کو کھولدیگا اور وہی خیر الفاصلین ہے جو ایک دن میرا و تمہارا فیصلہ کر دیگا۔ خدا سے میری رسالت پر روشن نشان تمہیں دئے ہیں سو جو اُن کو شناخت کرے اُس نے اپنے ہی نفس کو فائدہ پہنچایا اور جو اندہا ہو جائے اُس کا وبال بھی اُسی پر ہے میں تو تم پر نگہبان نہیں۔ اور تجھ سے عذاب کے لئے جلدی کرتے ہیں۔ کہ وہی پروردگار اس بات پر قادر ہے کہ اوپر سے یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے کوئی عذاب تم پر بھیجے اور چاہے تو تمہیں دو فریق بنا کر ایک فریق کی لڑائی کا دوسرے کو مزہ چکھاوے اور کہہ سب خوبیاں اللہ کے لئے ہیں۔ وہ تمہیں ایسے نشان دکہائیگا جنہیں تم شناخت کرو گے اور کہہ تمہارے لئے ٹھیک ٹھیک ایک برس کی میعاد ہے ✱ نہ اس سے تم تاخیر کر سکوگے نہ تقدیم۔ اور تجھسے پوچھتے ہیں کہ کیا یہ سچ بات۔ کہہ ہاں مجھے قسم ہے اپنے رب کی کہ یہ سچ ہے اور تم خدا تعالیٰ کو اس کے وعدوں سے روک نہیں سکتے۔ ہم عنقریب اُن کو اپنے نشان دکہلائینگے ان کے ملک کے ہر گرد میں اور خود اُن میں بھی یہاں تک کہ اون پر کھل جائیگا کہ یہ نبیؐ سچا ہے انسان کی فطرت میں جلدی ہے میں عنقریب تمہیں اپنے نشان دکہلاؤنگا سو تم مجھسے جلدی تو مت کرو۔

اب دیکھو کہ ان آیات میں نشانات مطلوبہ کے دکہلانے کے بارے میں کیسے صاف اور پختہ وعدے دئے گئے ہیں۔ یہاں تک کہ یہ بھی کہا گیا کہ ایسے کھلے کھلے نشان دکہلائے جائیں گے کہ تم اون کو شناخت کر لوگے اور اگر کوئی کہے کہ یہ تو ہم نے مانا کہ عذاب کے نشانوں کے بارے میں جا بجا قرآن شریف میں وعدے دئے گئے ہیں کہ وہ ضرور کسی دن دکہلائے جائیں گے اور یہ بھی ہم نے تسلیم کیا کہ وہ سب وعدے اُس زمانہ میں پورے بھی ہو گئے کہ جبکہ خدا تعالیٰ نے اپنی خداوندی قدرت دکہلا کر مسلمانوں کی کمزوری اور ناتوانی کو دور کر دیا اور معدودے چند سے ہزارہا تک دن کی نوبت پہنچا دی اور اون کے ذریعہ سے اُن تمام کفار کو تہ تیغ کیا جو کہ اپنی سرکشی اور جور و جفا کے زمانہ میں نہایت تکبر سے عذاب کا نشان مانگا کرتے تھے لیکن اس بات کا ثبوت قرآن شریف سے کہاں ملتا ہے کہ بجز اون نشانوں کے اور بھی نشان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دکہلائے تھے سو واضح ہو کہ نشانوں کے دکہلانے کا ذکر قرآن شریف میں جا بجا آیا ہے۔ بعض جگہ اپنے پہلے نشانوں کا حوالہ بھی دیا ہے۔ دیکھو آیت کما لم یؤمنوا بہٖ اول مرۃ الجزو نمبر ۷ سورۂ انعام بعض جگہ کفار کی ناانصافی کا ذکر کر کے اون کا اس طور کا اقرار درج کیا ہے کہ وہ نشانوں کو دیکھکر کہتے ہیں کہ وہ جادو ہے۔ دیکھو آیت وان یروا اٰیۃ یعرضوا ویقولوا سحر مستمر الجزو نمبر ۲۷ سورۃ القمر۔ بعض جگہ جو نشانوں کے دیکھنے کا صاف اقرار منکرین نے کر دیا ہے۔ وہ شہادتیں اون کی پیش کی ہیں جیساکہ فرماتا ہے وشھدوا ان الرسول حق وجاءھم البینٰت۔ یعنی انہوں نے رسول کے حق ہونے پر گواہی دی اور کھلے کھلے نشان اونکو پہنچ گئے (باقی آئندہ)

✱ یوم سے مراد اس جگہ برس ہے چنانچہ بائیبل میں بھی یہ محاورہ پایا جاتا ہے سو پورے برس کے بعد بدر کی لڑائی کا عذاب مکہ والوں پر نازل ہوا جو پہلی لڑائی تھی ✦

بزم احمد (علیہ الصلوٰۃ والسلام)

۲۶-جولائی سنہ ۱۹۰۳ء

مسیح موعود کے زمانہ میں درازی عمر کا راز

احادیث میں جو آیا ہے کہ مسیح موعود کے زمانہ میں عمریں لمبی ہو جائیں گی۔ اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ موت کا دروازہ بالکل بند ہو جائیگا اور کوئی شخص نہیں مریگا بلکہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ اس کی جماعت نصرت میں اس کے مخلص احباب ہونگے اور خدمت دین میں لگے ہوئے ہونگے ان کی عمریں دراز کر دی جائیں گی اس واسطے کہ وہ لوگ نفع رساں وجود ہونگے اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے واما ما ینفع الناس فیمکث فی الارض۔ یہ امر قانون قدرت کی موافق ہے کہ عمریں دراز کر دیجائیں گی اس زمانہ کو جو دراز کیا ہے یہ بھی اوس کی رحمت ہے اور اسمیں کوئی خاص مصلحت ہے۔

اسپر حضرت حکیم الامت نے عرض کیا۔ کہ مسلمانوں نے سب سے پہلا مجدد عمر بن عبدالعزیز کو تسلیم کیا ہے وہ کل دو برس تک زندہ رہے ہیں) ازاں بعد حضرت حجۃ اللہ نے پھر اپنے سلسلہ کلام میں فرمایا کہ محض خدا تعالیٰ کا فضل ہے کہ اوس نے آجتک ہم کو محفوظ رکھا ہے اور جماعت کو ترقی دے رہا ہے اور اس کے ازدیاد ایمان اور معرفت کے لئے حجج و براہین ظاہر کر رہا ہے یہانتک کہ کوئی پہلو تاریکی میں نہیں رہنے دیا۔

ہمارے سلسلہ کیلئے منہاج نبوت ایک زبردست آئینہ ہے جاہل اسپر اگر اپنی کم سمجھی سے اعتراض کرے تو منہاج نبوت اس کے منہ پر طمانچہ مارتا ہے۔ جو بات ہونہار ہوتی ہے اس کے نشانات اور آثار خود بخود نظر آنے لگتے ہیں جو کام اللہ تعالیٰ نے ہمارے سپرد کیا ہے اسکی تکمیل کی ہوائیں چل رہی ہیں اور دو طرح سے وہ ہو رہا ہے ایک تو یہ کہ اللہ تعالیٰ ہمکو توفیق دے رہا ہے کہ ہماری طرف سے ونیز کوشش جاری ہے اور اشاعت اور تبلیغ کی راہیں کھلتی جاتی ہیں۔ تائیدات الٰہیہ شامل حال ہوتی جاتی ہیں دوسری طرف خود ہمارے مخالفوں کی کوششیں ناکام ہو رہی ہیں اور انہیں میں ایسے لوگ پیدا ہو رہے ہیں جو اپنے مذہب کو چھوڑتے جاتے ہیں اور اسکی برائیاں بیان کر رہے ہیں۔ گویا وہ اپنے مذہب و ملت کی عمارت کو یخربون بیوتہم بایدیہم کے مصداق ہو کر خود ہی مسمار کر رہے ہیں۔

فرمایا

اللہ تعالیٰ جب تک اپنا چہرہ نہ دکھلاوے ہرگز نہیں چھوڑے گا۔ کیونکہ یقین کی ترقی کا سچا ذریعہ یہی ہے۔

لہا سبعۃ ابواب

فرمایا چند روز سے جو مستورات میں وعظ کا سلسلہ جاری ہے۔ ایک روز یہ ذکر آگیا ہے کہ دوزخ کے سات دروازے ہیں اور بہشت کے آٹھ اس کا کیا سِر ہے تو ایکدفعہ ہی میرے دل میں ڈالا گیا کہ اصول جرائم بھی سات ہی ہیں اور نیکیوں کے اصول بھی سات بہشت کا جو آٹھواں دروازہ ہے وہ اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت کا دروازہ ہے۔

دوزخ کے سات دروازوں کے جو اصول جرائم سات ہیں ان میں سے ایک بدظنی ہے۔ بدظنی کے ذریعہ بھی انسان ہلاک ہوتا ہے اور تمام باطل پرست بدظنی سے گمراہ ہوئے ہیں دوسرا اصول۔ "تکبر" ہے تکبر کرنیوالا اہل حق سے الگ رہتا ہے اور اسے سعادتمندوں کی طرح اقرار کی توفیق نہیں ملتی۔

تیسرا اصول۔ جہالت ہے یہ بھی ہلاک کرتی ہے۔ چوتھا اصول اتباع ہوا ہے پانچواں کورانہ تقلید ہے غرض اسی طرح یہ جرائم کے سات اصول ہیں اور یہ سب کے سب قرآن شریف کے مستنبط ہوتے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے ان دروازوں کا علم مجھے دیا ہے جو گناہ کوئی بتائے وہ اُن کے نیچے آجاتا ہے کورانہ تقلید اور اتباع ہوا کے ذیل میں بہت سے گناہ آتے ہیں۔

اسی طرح ایک دن میں نے بیان کیا کہ دوزخیوں کے لئے بیان کیا گیا ہے کہ اون کو زقوم کھانیکو ملے گا اور بہشتیوں کو اُس کے بالمقابل دودھ اور شہد کی نہریں اور قسم قسم کے پھل بیان کئے گئے ہیں اس کا سِر کیا ہے؟

اصل بات یہ ہے کہ یہ دونوں باتیں بالمقابل بیان ہوئی ہیں بہشت کی نعمتوں کا ذکر ایک جگہ کرکے یہ بھی فرمایا ہے کلما رزقوا منہا من ثمرۃ رزقا قالوا ھذا الذی رزقنا من قبل واتوا بہ متشابھا تو اسمیں رزقنا من قبل سے یہ مراد نہیں کہ دنیا کے آم خربوزے اور دوسرے پھل اور دنیا کا دودھ اور شہد ان کو یاد آجائیگا نہیں بلکہ اصل یہ ہے کہ مومن جو اخلاص اور محبت کے ساتھ خدا تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں اور اس ذوق شوق سے جو لذت اون کو محسوس ہوتی ہے تو بہشت کی نعمتوں اور لذتوں کے حاصل ہونے پر وہ لذت اون کو یاد آجائے گی کہ اس قسم کی لذت بخش نعمتیں ہمارے رب سے پہلے بھی ملتی رہی ہیں۔ چونکہ بہشتی زندگی اسی عالم سے شروع ہوتی ہے۔ اس لئے ان نعمتوں کا ملنا بھی یہیں سے شروع ہو جاتا ہے ورنہ بہشت کی نعمتوں کے بارہ میں تو آیا ہے کہ نہ اون کو کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا تو ان دنیوی پہلوؤں سے ان کا رشتہ کیا ہوا؟ ایمان اور اعمال کی مثال قرآن شریف میں درختوں سے دی گئی ہے ایمان کو درخت بتایا ہے اور اعمال اس کی آبپاشی کیلئے بطور نہروں کے ہیں۔ جب تک اعمال سے ایمان کے پودہ کی آبپاشی نہ ہو اوس وقت تک وہ شیریں پھل حاصل نہیں ہوتے بہشتی زندگی والا انسان خدا کی یاد سے ہر وقت لذت پاتا ہے اور جو بدبخت دوزخی زندگی والا ہے تو وہ ہر وقت اس دنیا زقوم کی صورت پر متشکل ہو جائیگی۔ غرض دونوں صورتوں میں باہم رشتہ قائم ہیں۔

نجات صرف فضل سے ہے آریوں کی غلطی

اور دعا

(۲۹-جولائی ظہر سے پہلے)

برادرم ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب پروفیسر میڈیکل کالج لاہور سے آج لاہور کو جاتا تھا انہوں نے لاہور آریہ سماج کے ایک اشتہار کا ذکر کیا جو انہوں نے مسئلہ نجات پر مباحثہ کے لئے شائع کیا ہے۔ اسپر حضرت حجۃ اللہ نے مختصراً نجات کے متعلق یہ تقریر بیان فرمائی اس کا ماحصل یہ ہے۔ (ایڈیٹر)

فرمایا

نجات کے متعلق جو عقیدہ قرآن شریف سے مستنبط ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ نجات نہ تو صوم سے ہے نہ صلوٰۃ سے نہ زکوٰۃ اور صدقات سے بلکہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل پر منحصر ہے جس کو دعا حاصل کرتی ہے اسی لئے اھدنا الصراط المستقیم کی دعا سب سے اوّل تعلیم فرمائی ہے۔ کیونکہ جب یہ دعا قبول ہو جاتی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے فضل کو جذب کرتی ہے جس سے اعمال صالحہ کی توفیق ملتی ہے کیونکہ جب انسان کی دعا جو سچے دل اور خلوص نیت سے ہو۔ قبول ہوتی ہے تو پھر نیکی اور اُس کے شرائط ساتھ

خود ہی مرتب ہو جاتے ہیں +

اگر نجات کو محض اعمال پر منحصر کیا جاوے۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل اور دعا کو محض بے حقیقت سمجھا جاوے جیسا کہ آریہ سماج کا عقیدہ ہے تو یہ ایک باریک شرک ہے کیونکہ اس کا مفہوم دوسرے لفظوں میں یہ ہوگا کہ انسان خود بخود نجات پا سکتا ہے۔ اور اعمال اس کے اپنے اختیار میں ہیں۔ جنکو وہ خود بخود بجا لاتا ہے تو اس صورت میں نجات کی کلید انسان ہی کے اپنے ہاتھ میں ہوئی اور خدا سے نجات کا کچھ تعلق اور واسطہ نہ ہوا۔ گویا وہ خود...کوئی چیز نہ ہوا اور اوس کا عدم وجود برابر ٹھیرا (معاذ اللہ)

مگر نہیں ہمارا یہ مذہب نہیں ہے ہمارا یہی عقیدہ ہے کہ نجات اوس کے فضل سے ملتی ہے اور اُسی کا فضل ہے جو اعمال صالح کی توفیق دیجاتی ہے + اور خدا تعالیٰ کا فضل دعا سے حاصل ہوتا ہے لیکن وہ دعا جو اللہ تعالیٰ کے فضل کو جذب کرتی ہے وہ بھی انسان کے اپنے اختیار میں نہیں ہوتی۔ انسان کا ذاتی اختیار نہیں کہ وہ دعا، کے تمام لوازمات اور شرائط محویت۔ توکل تبتل سوز و گداز وغیرہ کو خود بخود مہیا کر لے۔ جب اس قسم کی دعا کی توفیق کسی کو ملتی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے فضل کی جاذب ہو کر ان تمام شرائط اور لوازم کو حاصل کر لیتی ہے جو اعمال صالحہ کی روح ہیں ہمارا نجات کے متعلق یہی مذہب ہے۔

چونکہ نجات کوئی مصنوعی اور بناوٹی بات نہیں کہ صرف زبان سے کہدینا اس کے لیئے کافی ہو کہ نجات ہو گئی اس لئے اسلام نے نجات کا معیار یہ رکھا ہے کہ اس کے آثار اور علامات اسی دنیا میں شروع ہو جائیں اور بہشتی زندگی حاصل ہو۔ لیکن یہہ صرف اسلام ہی کو حاصل ہے باقی دوسرے مذاہب نے جو کچھ نجات کے متعلق بیان کیا ہے وہ یہی نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کا مبطل ہے بلکہ فطرت انسانی کے خلاف اور عقلی طور پر بھی ایک بیہودہ امر ثابت ہوتا ہے۔ وہ نجات ایسی ہے کہ جسکا کوئی اثر اور نمونہ اس دُنیا میں ظاہر نہیں ہوتا۔ اس کی مثال اس پھوڑے کی سی ہے جو باہر سے چمکتا ہے اور اس کے اندر پیپ ہے نجات یافتہ انسان کی حالت ایسی ہونی چاہیئے کہ اس کی تبدیلی نمایاں طور پر نظر آوے اور دوسرے تسلیم کر لیں کہ واقعی اُس نے نجات پائی ہے اور خدا نے اُس کو قبول کر لیا ہے لیکن کیا کوئی عیسائی جو خون مسیح کو نجات کا اکیلا ذریعہ سمجھتا ہے کہ سکتا ہے کہ اُسنے نجات پالی ہے اور نجات کے آثار و علامات اسمیں پائے جاتے ہیں۔ مسیح کے صلیب ملنے تک تو شائد ان کی حالت کسی قدر اچھی ہو مگر بعد تو پھر دوسرا دن پہلے سے بدتر ہوتا گیا یہانتک کہ اب تو فسق و فجور کے سیلاب کا بند ٹوٹ گیا۔ کیا یہ نجات کے آثار ہیں؟

آریوں کو بھی فضل سے کوئی تعلق نہیں وہ تو دست خود دہاں خود کے مصداق ہیں اور اون کے پرمیشر نے تو ابھی کچھ بھی نہیں کسی کو نجات کامل ہی نہیں سکتی۔ اور وہ تمام نجاست کے کیڑے علاوہ ان کیڑوں مکوڑوں کے جو موجود ہیں سب انسان ہیں جنکو نجات حاصل نہیں ہوئی۔ تو بتاؤ کہ وہ اور کسی کو کب نجات دیگا۔

جب اسقدر کثیر اور بے شمار تعداد ابھی باقی ہے آریوں کی دعا بھی ترمیم کے قابل ہے۔ کیونکہ ان کی مکتی سے مراد جاودانی مکتی نہیں ہوتی بلکہ ایک محدود وقت تک انسان جونوں سے نجات پاتا ہے اور چونکہ روحیں محدود ہیں اور نئی روح پرمیشر پیدا نہیں کر سکتا۔ مجبوراً ان نجات یافتہ کو نکال دیتا ہے۔ پس جب اون کے پرمیشر جاودانی مکتی ہی نہیں دیتی تو دعا بھی ترمیم کر کے یوں مانگنی چاہیئے کہ اے پرمیشر تو جو دائمی مکتی دینے کے قابل نہیں ہے تو ایک خاص وقت تک مجھے نجات دے اور پھر دھکا دیکر اسی دار المحن دنیا میں بھیجدے اور فطرت بھی بدل ڈال کہ ہمیں جاودانی نجات کا تقاضا ہی نہ رہے مجھے تعجب ہے کہ یہہ لوگ اتنا ہی نہیں سمجھتے کہ انسانی فطرت کا تقاضا جاودانی نجات کا ہے نہ عارضی کا اور عارضی نجات والا جسکو یقین ہو کہ وہ پھر انہیں تلخیوں میں بھیجا جاوے گا کب خوشی حاصل کر سکتا ہے۔ ایسے پرمیشر پر انسان کیا بھروسہ اور امید رکھ سکتا ہے بقول شخصے۔

با خویشتن چہ کردی کہ باہ کنی نظیری
حقا کہ واجب آمد از تو احتراز کردن

مراسلات

ایڈیٹر ضمیمہ شحنۂ ہند اور اوس کے نامہ نگاروں کی افترا پردازی کا

عرصہ ہوا کہ کہیں شتاب خان معمار۔ اور مولا بخش حجام ساکنان اٹاوہ محلہ شاہ گدا علی نے بامر اہتمام یہہ خواہش ظاہر کی کہ ہم خط کے ذریعہ حضرت اقدس مرزا صاحب قادیانی سے بیعت کرنا چاہتے ہیں۔ آپ ہمارے بیعت کے خطوط حضرت مرزا صاحب کی خدمت میں قادیان بھیجدیجئے چنانچہ میں نے اون کے کہنے پر حضرت اقدس کی خدمت میں بیعت کے لیے خطوط لکھے اور قادیاں سے منظوری بیعت کی جب اطلاع آگئی تو ان کو اطلاع بھی دیدی گئی اور ان لوگوں کے نام اخبار الحکم و البدر میں بزمرہ مبائعین شائع ہو گئے۔ یہ بات بعض حق پوش مخالفوں کو سخت ناگوار گذری اونہوں نے شرارت و سوسہ اندازی کے کوئی دقیقہ اوٹھا نہ رکھا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ شتاب خاں معمار حضرت اقدس کی طرف سے بدظن ہو گیا اور کلو حجام کو چونکہ اہل حدیث سے مالی فائدہ پہنچتا ہے۔ اس لئے وہ اون کے دباؤ میں آکر ظاہرا بیعت سے انکار کر گیا مگر ایک خواب کی بنا پر دل سے حضرت اقدس کا معتقد بنا رہا اور اب بھی ہے۔ چنانچہ اگر اُس سے لڑکے کی باہنہ پکڑوا کر حلف لیا جاوے۔ تو غالباً وہ اس امر سے انکار نہیں کر سکتا کیونکہ اس واقعہ کے کئی معتبر آدمی گواہ ہیں۔ مولا بخش حجام بدستور حضرت اقدس کا معتقد اور مرید ہے بعض چالاک مخالفوں نے اس موقعہ سے اور بھی فائدہ اوٹھانا چاہا اور آخر اونہوں نے مشورہ کر کے نامبردہ کی طرف سے ضمیمہ شحنۂ ہند میرٹھ مطبوعہ ۱۶۔ جون ۱۹۰۳ء میں وہ مضمون چھپوایا کہ ہم نے کبھی مرزا صاحب کی بیعت ہی نہیں کی ہمارے نام فہرست مبائعین مندرجہ اخبار الحکم و البدر میں جعلی و فرضی طور پر شائع ہوئے ہیں۔ جب یہ ضمیمہ شحنۂ ہند میری نظر سے گذرا تو میں نے ان تینوں شخصوں کو بلا کر اون کے بیانات چند معزز حضرات اہل محلہ کے روبرو قلمبند کرائے اور ان بیانات پر معزز حاضرین کی شہادتیں ثبت کرالیں جو جو اس مضمون کے ساتھ مرسل خدمت عالی ہیں ان بیانات کے دیکھنے سے ناظرین پر ظاہر ہو جائیگا کہ الحکم و البدر میں جو فہرست مبائعین شائع ہوا کرتی ہے وہ سہو و کتابت کی غلطیوں کو نظر انداز کر کے کسقدر صحیح و درست ہے اس کے بعد ہی ایڈیٹر شحنۂ ہند اور اوس کے نامہ نگاروں کی تمام کارروائیاں کیسی فرضی اور مصنوعی اور محض شہرت اور دنیا طلبی پر مبنی ہیں۔

راقم صادق حسین مختار عدالت
و ایڈیٹر و پروپرائٹر اخبار اظہار الحق
۲۰۔ جون ۱۹۰۳ء

بیان مولابخش حجام سکنہ اٹاوہ محلہ شاہ گدا علی

میں نے خود مولوی صادق حسین صاحب مختار سے کہکر اپنی مریدی کا خط بھجوایا تھا یعنے مرزا صاحب کے پاس قادیان خط بھجوایا تھا۔ اور میں اس وقت تک مرزا صاحب کا مرید ہوں ضمیمہ شحنہ ہند مطبوعہ ۱۶ جون ۱۹۰۳ء میں میرے نام سے جو کچھ کسی شخص نے چھپوایا ہے وہ بالکل جھوٹ ہے ۔

۱۹ جون ۱۹۰۳ء

بقلم سید اشفاق حسین ولد سید مشتاق علی منصف مرحوم اٹاوہ

گواہ شد ۔ گواہ شد

بقلم مبارک حسین طالبعلم اٹاوہ ۔ محمد اسمعیل پہلوان

بیان کلو حجام سکنہ اٹاوہ محلہ شاہ گدا علی

میں نے اپنی خوشی سے مولوی صادق حسین صاحب مختار سے کہکر خط بھجوایا تھا یعنے مولوی صاحب مذکور سے لکھواکر مرزا صاحب کے پاس قادیان بھجوایا تھا اب میں مرید نہیں ہوں ضمیمہ شحنہ ہند مورخہ ۱۶ جون ۱۹۰۳ء میں جو یہ چھپا ہے کہ میں نے بیعت مرزا صاحب سے نہیں کی یہ بالکل جھوٹ ہے اور نہ میں نے کوئی خط ایڈیٹر شحنہ ہند کے پاس بھجوایا ہے ۔

مورخہ ۱۹ جون ۱۹۰۳ء

بقلم سید اشفاق حسین ولد سید مشتاق علی منصف مرحوم ۔ سکنہ اٹاوہ ۔

گواہ شد گواہ شد

بقلم مبارک حسین طالبعلم اٹاوہ ۔ محمد اسمعیل پہلوان

عیسویت کا ابطال اسکے اپنے ہاتھوں

(بقلم [illegible] مسیح [illegible])

گذشتہ اشاعت سے آگے

[illegible] ثبوت کے لیے کہ مذہبی دلائل کے وقت نیا عہدنامہ کس طرح نظرانداز کیا جاتا ہے اور دینی تعلیمات کے وقت کیسے بالائے طاق رکھا جاتا ہے میں یہ بات پیش کرتا ہوں کہ آپ لوگ خوب جانتے ہیں کہ کلیسیا صدہا سال سے اپنی تعلیمات میں یسوع کے بھائیوں کے وجود سے منکر چلا آتا ہے۔ اگرچہ عہدنامہ جدید میں ان کا بار بار ذکر آتا ہے اور کلیسیا کا انکار صرف اس لئے ہے کہ مریم کو کنواری ثابت کیا جاوے ۔

میں اسی سلسلہ میں ایک اور چھوٹی سی بات بیان کرنا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ انجیل لوقا میں دو مقام اصلی یونانی زبان سے ذرا بدل کر ترجمہ کئے گئے ہیں اور یہ بات کسی انجیل خوان پر مخفی نہیں ۔ اصلی کتاب میں یسوع کے ماں اور باپ دونوں کی طرف اشارہ ہے مگر اب اسکو یوں بدل دیا گیا ہے "یوسف اور اوس کی ماں" یا کسی ایسے ہی قسم کا فقرہ ہے جس سے کہ مطلب خبط ہو جاوے اور اصلی مفہوم سمجھ میں نہ آسکے (دیکھو کیونکہ لفظ اوسکی کا ضمیر یوسف کی طرف بھی پھر سکتا ہے حالانکہ مطلب یہ ہے کہ یوسف یعنی مسیح کا باپ اور اوس کی یعنی مسیح کی ماں مریم [illegible] مسیح کے متعلق ہے ۔ مترجم)

اور دیکھئے انجیل لوقا میں ایک کہانی ہے کہ یسوع یروشلم کو گیا ۔ گھر کو واپس آتا ہوا راستے میں آدمیوں کی بھیڑ میں گم ہو گیا ۔ [illegible] اس [illegible] وحشت کے بو کھلا گئی اور اسقدر پریشان ہو کر [illegible] کہ بیان سے باہر ہے اب ذرا خیال فرمائیے کہ اگر اوسکو معلوم ہوتا کہ یسوع خدا ہے تو کیا [illegible] (ناصرہ) واپس آتے ہوئے یہ سوچ کر کہ گم ہونے کا ذرا بھی اندیشہ ہوتا [illegible] اور ہرگز نہیں ۔ اب آپکو ان بے ساختہ اور بے خبری سے لکھی ہوئی شہادتوں کی طرف بڑے زور سے توجہ دلاتا ہوں دیکھئے پولوس جیسے اصلی الفاظ کیسے صاف ہیں ۔ وہ کہتا ہے کہ "خدا صرف ایک ہے اور انسان اور خدا کے درمیان ایک ہی شفیع انسان ہے اور وہ شفیع یسوع مسیح ہے" اور یہی نئے عہدنامے کی تعلیم کا لب لباب ہے ۔

اس امر کے ثبوت کے لئے اگر آپ صرف میرے ہی الفاظ پر اکتفا نہ کریں تو میں ایک بڑے مشہور کلیسیائی مورخ میںڈر (Meander) صاحب کا جو ملک جرمنی کے مشہور فاضل ہیں اور جو تعلیم انجیل کی اشاعت میں بالخصوص متعصب مانے گئے ہیں ۔ قول پیش کرتا ہوں وہ فرماتے ہیں کہ "تثلیث کی تعلیم کو عیسائی مذہب کی اصلیت سے کچھ بھی تعلق نہیں ۔ اور اس کا بین ثبوت یہ ہے کہ یہ تعلیم عہدنامہ جدید کے کسی خاص حصہ میں بالوضاحت مندرج نہیں"

اب میں پہلی تین صدیوں کے کلیسیا کے ان بزرگوں کی فہرست پیش کرتا ہوں جنہوں نے بڑی وضاحت سے لکھا ہے اور صاف طور پر تسلیم کیا ہے کہ پہلی تین صدیوں کے ابتدائی کلیسیا کے بزرگ ۔ ممبر اور پادری بالعموم یسوع کی الوہیت کے قائل نہیں تھے انمیں سے بہت مشہور یہ ہیں (Clement) کلیمنٹ پالیکارپ (Polycarp) آیرے نیس (Iranaeus) ٹرٹولین (Tertullian) آریجن (Origen) اور لیک ٹینٹیس (Lactantius) پھر دیکھئے کہ یروشلم کے سب سے پہلے اور پرانے گرجہ کے پیرو جن کا رہنما یسوع کا بھائی جیمس تھا اہل یہود کے تباہی تک اپنے اصلی مذہب یعنی توحید کے قائل رہے اور یہ مانتے رہے کہ یسوع انہیں معنوں میں خدا کا بیٹا ہے جن معنوں میں کہ ہم ہیں اور ہو سکتے ہیں یعنے یہ کہ یسوع خدا کا ....

....

.... ایک رسول تھا اور باپ کی مرضی پوری کرنے کے لئے آیا تھا ۔

جسٹس مارٹر اور بھی وضاحت اور صفائی سے کہتا ہے کہ "خداوند یسوع کا بھی ایک خدا ہے وہ اوس کا باپ اور خدا ہے اور اسی نے اوسکو پیدا کیا ہے" یہ شخص دوسری صدی مسیحی میں ہوا ہے ۔

آگسٹین نے جو پانچویں صدی میں ہوا ہے ۔ [illegible] اقرار کیا ہے اور کہا ہے کہ جب تک میں نے افلاطون کے مضامین کے لاطینی زبان کے ترجمہ میں خدا کے نسبت ولیڈیا [illegible] تعلیم نہیں دیکھی تھی میں بالکل [illegible] میں پڑا ہوا تھا"

پہلی تین صدیوں میں رفتہ رفتہ افلاطونی فلسفہ اور بت پرستی کے خیالات کلیسیا کے مذہب پر غالب اور مستولی ہوتے گئے ۔ اور گریگوری نزی ان زن (Gregory Nazianzen) کا قول ہے کہ جب اتھینیس (Athanasius) پہلے پہل مذہب کے (جو بعد از تعصب سے بدل گیا) حمایت کے لئے اوٹھا تو معدودے چند آدمیوں نے اس کا ساتھ دیا ہو تو معلوم نہیں ورنہ وہ اکیلا ہی تھا اور تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ آریہ لوگ کلیسیا سے جبراً نکالے گئے تھے اور روم (رومی سلطنت کا دارالخلافہ) کے شہزادہ نے ایک مجلس قائم کی اور اس کے ذریعہ وہ مذہب قائم کیا جو آئندہ صدیوں میں مروج ہوا ۔ اور یہی اس مجلس کا بڑا مقصد تھا ۔

یسوع کے خدا ہونے کے متعلق عہدنامہ جدید

بن بھی کوئی آیت نہیں اور کلیسیا کی تاریخ بھی کوئی ثبوت پیش کرنے سے عاجز ہے۔

میرا تو یہ ایمان ہے کہ یسوع ناصرت میں یوسف کے تخم سے اور مریم کے پیٹ سے سن عیسوی سے چار برس پہلے پیدا ہوا اور میں امید کرتا ہوں کہ آپ بھی **اس بات کے یقین کرنے سے انکار نہیں کریں گے** +

کیونکہ مدلل امور پر یقین رکھنا قابلیت پر دال ہے اور اہل علم کی ایک بیغرضانہ خصلت ہے یہ تو کوئی بھی نہیں جانتا کہ کس مہینہ اور کس تاریخ کو مسیح عالم شہود میں جلوہ گر ہوا اور اس شعر کا مصداق ہوا۔

چون رست از چاہ ظلمت ہمچو یوسف شاہد عینا
زد جیب طارم اعلیٰ برآمد بانگ یا بشریٰ

او نہ میرے پاس اتنا وقت ہے کہ میں ۲۵۔ دسمبر کے مقرر ہونیکی وجہ دریافت کروں یا آپ کو ثابت کرکے دکھاؤں کہ یہ تاریخ کیوں اور کسطرح مقرر ہوگئی لیکن اتنی بات ضرور یاد رکھیں کہ یہ تاریخ بڑے بحث و مباحثہ کے بعد مقرر ہوئی اور کلیسیا نے تو چوتھی صدی کے کچھ حصہ تک بھی عام طور پر اس تاریخ کو صحیح تسلیم نہیں کیا۔

شاید یہ امر بھی یاد دلانا ضروری سمجھتا ہوں کہ یسوع کی الوہیت تاریخ عالم میں اسوقت ثبت ہوئی جبکہ ایسی باتیں عام تھیں اور ایک زمانہ توہم پرستی میں ڈوبا ہوا تھا ... روم دار الخلافہ کے شہزادے مرنے کے بعد فی الفور دیوتا بنا دیئے جاتے تھے اور روم کی سلطنت میں آگسٹس کے مقبرے عام طور سے معبد بنے ہوئے تھے۔ ایسی حالت اور اس زمانہ میں یہ بات بالکل ممکن الوقوع اور ضروری اور قرین قیاس تھی کہ اصلی یسوع ہم سے چھینا جاتا اور ایک فرضی اور خیالی تصویر اس کی جگہ لیتی۔ کیونکہ اسوقت قوت متخیلہ کی بلند پروازی کی انتہا ایک انسان کو خدا بنانے تک ہی تھی۔

میرا ایمان ہے کہ یسوع انسان تھا اور میں انسان کو مظہر الوہیت مانتا ہوں۔ اور میں اس بات کا بھی قائل ہوں کہ انسان میں خدا کے بعض صفات کی تجلی اور پرتو ہوتا ہے۔ مگر میں ہرگز اس بات کی تسلیم کرنے کے لئے طیار نہیں کہ انسان اور خدا کے درمیان کوئی مابہ الامتیاز نہیں اور نہ ہی یہ مان سکتا ہوں کہ انسان اور خدا کے درمیان ایک ایسی فارق جہیل ہے جسکا پل قانون قدرت کے خلاف یا وہمی معجزات سے بنا ہو +

اب میں حسب وعدہ اس مضمون کے عملی پہلو پر بحث کرتا ہوں + آپ غور کریں کہ اس بات سے تو آپ لوگ بخوبی آگاہ ہیں کہ مسیح کی الوہیت کی تعلیم ایک ایسے مذہبی عقیدہ کا حصہ ہے جسمیں یہ خیال کیا گیا ہے کہ دنیا اور تاریخ عالم اور خدا کی محبت ہبوط آدم سے شروع ہوئی ہے۔ اور اس کا خاتمہ اکثر بنی آدم کے دائمی بجاہی اور **مصیبت** پر ہے۔ اور یہ مسئلہ (الوہیت مسیح کا) اس لئے تجویز کیا گیا ہے کہ تا انسان کو اس ہبوط کے نتایج بد سے نجات دیجاوے۔ مگر سوال ہوتا ہے کہ ہماری اب کیا حالت ہے؟

ہمیں گذشتہ زمانہ کے کیفیت پر اپنی حالت کا اندازہ کرنے کی ضرورت نہیں۔ اور نہ اس خطرناک خوف (یعنی ہبوط آدم) سے پریشان خاطر ہونے کی حاجت ہے۔ کیونکہ وہ جہالت اور وحشت کا زمانہ تھا ہبوط آدم کا سوال کوئی مذہبی اصول کی تعلیم کا سوال نہیں اس لئے ہم اوس کو بلاوجہ مان لینے کے لئے بھی مکلف نہیں۔ کیا معلوم کہ ہبوط آدم ہوا یا نہیں؟؟

پھر اس بات کی کیا ضرورت ہے کہ خدا دنیا میں **خلاف قانون قدرت** آوے اور **انسان** کو ایسی حالت سے چھڑاوے جس کا کچھ وجود ہی نہ ہو۔ بلکہ صرف توہمات کا نتیجہ ہو آجکل یہ امر مسلمات سے ہے کہ روح فنا نہیں ہوتی۔ اور یہ امر بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ عیسائی مذہب کے واعظ۔ تقدس مآب ریٹائیکل اور ہر ایک قسم کے کلیسیا جو اب تک الوہیت یسوع اور ہبوط آدم وغیرہ خیالات کے قائل ہیں۔

بالعموم یہ تو مانتے ہیں کہ انسان کبھی فنا نہیں ہوتا اور ابد الآباد تک دائمی دوزخ (یعنی ہمیشہ کی آگ) اور ایسے لوگوں کا ایک معتدبہ حصہ تو بالخصوص اس بات کا قائل ہے۔ گویا ہم ایسے خیالات کے پابند ہیں جو موجودہ علمی اور روشنی کے زمانہ میں قابل مضحکہ اور انسان کو ذلیل کرنے والے ہیں +

اب میں ایک اور امر پیش کرتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ میں بڑی بصیرت کے ساتھ کہتا ہوں اور آپ سے بھی درخواست کرتا ہوں کہ مناسب احتیاط سے اس پر غور فرماویں کہ کنواری سے بچہ ہونیکا اصول عورت ذات کے لئے بڑا قابل شرم امر ہے اور پدرانہ غیرت کیلئے ڈوب مرنے کی جگہ ہے۔ اور تصور الوہیت کیلئے ایک داغ ذلت ہے +

عورت کے لئے ہم کفو۔ ہم جنس اور ہم قوم خاوند ہونا ایک ضروری اور دنیا بھر کا مسلمہ اصول ہے + اور جہانتک فہم رسا کام دیتا ہے یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ اصول معاملات زندگی کے نشیب و فراز سمجھانے کے لئے از بس ضروری ہے اور اس سے معلوم ہونا چاہئے کہ حضرت احدیت کی ہستی کی اصلیت کیا ہے۔ اور یہ کہ وہ پاک **لم یلد و لم یولد** ہے اور دنیا کی ہر ایک شے صانع حقیقی کی پر قدرت کا نشان اور پتہ بتلاتی ہے۔ یہ امر کہ ہم جنس مرد و عورت کے رشتہ میں ضرور ضرور کوئی ناپاک شے ہے ایک مشرقی اصول کی فرع ہے جو ایک وسوسہ نفسانی فروغ اور حرص پر مبنی ہے اور ان لوگوں کا ایجاد کردہ ہے۔ جو شہوت پرست اور بد نظری کے عادی ہوتے ہیں +

ہم تو حیران ہیں کہ یہ جو فطرت انسان اور خدا پر ایک مشرقی داغ کلنک تھا مغرب پر کیوں چھا گیا اور کس طرح غالب آگیا؟؟؟

ہم صحیح دل و دماغ رکھنے والے شتو مند مرد و عورت جنکا ایمان ہے کہ موجودہ مخلوقات پیدا کرنے کے وقت خدا علیم تھا۔ کیا کبھی مان سکتے ہیں کہ خلاق عالم نے انسان کو اندر سے گندا عیب دار اور داغ دار بنایا ہے؟؟؟

یہ دو سوال قابل غور ہیں اول یہ کہ کیا بچے ماں اور باپ کی خالص اور سچی اور پاکیزہ محبت سے نہیں پیدا ہوتے ہیں؟ اور (۲) کیا کسی بچہ کو بغیر باپ کے پیدا ہو کر یہ کلنک دور کرنے کے لئے آنا چاہیئے؟؟ لاریب دوسرا سوال پہلے سوال سے پیدا ہوا ہے۔ مگر جائے غور ہے کہ کیا اس عالم اسباب میں کوئی بات اس سے زیادہ شریفانہ اور اصلی ہو سکتی ہے کہ والدہ پہلے پہل سچی محبت اور دلی پیار سے اپنے ننھے بچے کو خدا کا عطیہ سمجھ کر چھاتی سے لگاتی ہے۔ ایک لمحہ کے لئے اندازہ کریں کہ بیچاری لب قریب المرگ ہو کر اور اپنی جان پر کھیل کر اس ننھی سی جان کو حاصل کیا ہے اس لئے کہ آئندہ اس کے کام آوے۔ دنیا میں لاکھوں ہی ماں باپ ہیں جو خوب جانتے ہیں۔ کہ اون کو بچوں سے اور بچوں کو اون سے سچی اور خالص محبت ہوتی ہے +

اس معاملہ میں منتوں وہ عورتیں جو رہبانیت ... کی زندگی بسر کرتی ہیں۔ نن راہبہ کو کہتے ہیں۔ مترجم) اور منکوں (راہبوں) سے جو تاریکی میں پڑے زندگی بسر کر رہے ہیں۔ ہمکو یا خدا کو کچھ سیکھنے کی ضرورت نہیں۔ اور یہ بات جاننے کے لئے کہ کونسا امر دنیا میں سچی خوشی اور اصلی پاکیزگی کا موجب ہے اور دنیاوی کامیابی کس طرح ہوتی ہے۔ ہمیں خدا کے خلاف قانون قدرت پیدائش کی ضرورت نہیں۔

خدا تو کسی کو بھی پیدا نہیں ہوا اور وہ ازلی ہستی ہے مگر کیا آپ نے کبھی خیال کیا کہ اگر ہم ثابت بھی کر سکیں کہ یسوع بغیر باپ کے پیدا ہوا ہے۔

تو اس سے یہ امر کسیطرح بھی پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتا۔ کہ وہ خدا بھی تھا۔ اس سے تو صرف ایک تعجب خیز اور حیرت انگیز بات ظاہر ہوگی وبس۔

میں ایک اور بات کہنی چاہتا ہوں کہ خدا اپنی قدرت کاملہ سے انسان میں کس حد تک حلول کر سکتا ہے؟ کیا وہ خواص الاشیاء میں اس سے کچھ زیادہ بھی تبدیلی پیدا کرتا ہے کہ انسان میں ہوکر اُسکو کامل انسان بنا دیتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ اور اگر وہ انسانی حدود سے تجاوز کرتا ہے تو انسان نہیں رہتا۔ خدا ایک پتھر پر اسی قدر پر تو تجلی ڈالتا ہے۔ جس سے کہ وہ کامل مکمل پتھر بن جاوے مگر خدا پتھر نہیں بنجاتا یا پتھر خدا نہیں ہو جاتا۔ (جیساکہ سورج سے بھی حسب استعداد ہی اشیاء عالم منور ہوتی ہیں۔ مترجم) خدا ایک پھول میں اسیقدر جلوہ آرا ہوگا جسقدر کہ اوس کے کمال کے لئے ضروری ہے اور جس کی خوبصورتی دیکھکر انسان بے اختیار کہہ اوٹھے کہ ؎

جلوۂ حسن بتان کی ہے نمائش ایسی
یارب اس باغ کا ہوگا چمن آرا کیسا؟

نہ اسقدر کہ پھول خدا بنجاوے۔ اور اس کو پھول نہ رہنے دے۔ خدا نے انسان میں بھی اسی قدر ظہور فرمایا جسقدر کہ اوس کو انسان کامل بنانے کے لئے ضروری تھا۔ یہ نہیں کیا کہ اوسکو احاطۂ انسانیت سے خارج کرکے خدا بنا دیا۔

یسوع کی الوہیت کی تعلیم بنی نوع انسان کی پاکیزگی کو ہی داغ نہیں لگاتی بلکہ فطرت انسان کے متعلق کل خیالات کو پست اور محدود کر دیتی ہے۔

کیا ہم مان لیں کہ جب کسی اولوالعزم مصلح کا ظہور ہوتا ہے۔ تو وہ انسان نہیں ہوتا ہے ہے؟ پھر اہل یورپ کے اس ضلالت میں پھنسنے اور ایسی بیدلیل بات تسلیم کرنے کی کیا وجہ ہے؟ یہی تو ہے کہ (زیادہ ہے) وہ صدہا سال سے یہی تعلیم پاتے چلے آئے ہیں کہ انسان یا فطرت انسانی کسی اعلیٰ اور عمدہ جوہر قابلیت کے لائق نہیں اور یہ امر منقوش خاطر ہو گیا ہے کہ انسانی فطرت نہایت ادنیٰ درجہ کی صفات سے متصف ہے

میں علیٰ وجہ البصیرت اس بات کا قائل ہوں کہ یسوع ایک انسان تھا۔ اور چونکہ میرے خیالات خود انسان اور فطرت انسان کے متعلق بہت اعلیٰ و ارفع شریفانہ اور پاکیزہ ہیں۔ اس لئے میں نہایت ہی تعظیم سے اس عجیب ہستی اور عظیم الشان مصلح کے آگے سر تسلیم خم کرتا ہوں ؛

اگر آپ ایک لمحہ کے لئے بھی حقیقت انسان کیطرف خیال کریں اور سوچیں کہ انسان کیسا کمزور۔ بے خبر اور بے پر و بال ہے تو آپ کی قوت متخیلہ انسانی زندگی کی حالتوں کی نسبت غور و خوض کرتے ہوئے آپ کو ایک جنگل کے کنارے لیجائے گی۔ مگر جب آپ اس ناچیز ہستی کے کارناموں پر نگاہ ڈالیں گے تو اس کی عظمت فضیلت اور بزرگی کا آپ کو قائل ہونا پڑے گا اور جسکو بعض اوقات حقارت سے محض انسان کہا جاتا ہے۔ اس کی ممکن الوقوع ترقی آپ کو حیرت میں ڈال دیگی ؛

انسان اور محض انسان تمام اعلیٰ درجہ کے خیالات اور الہامات کا کل حقیقتوں سے آگاہی کا اور سب دریافتوں اور ہر ایک طرح کی ایجادوں اور تمام تعجب خیز کاموں کا اہل ہے جنہوں نے دُنیا کو بدل دیا ہے اور بہشت کو ایک بیش بہا اور فائدہ جگہ بنا دیا ہے باقی رہا یسوع کی ابنیت کا سوال یہ بات کہ انسان خدا کا بیٹا ہے۔ ضرور حیرت انگیز ہوتی۔ اگر عہد نامہ جدید اوسکو یوں صاف نہ کر لیتا کہ "ہم اب خدا کے بیٹے ہیں وہ ظاہر ہوگا الخ"

اب تو یہ عجیب نسل ہر جگہ موجود ہے۔ یسوع بھی اسکا ایک پھل ہے۔ یسوع ہمیں بتاتا ہے کہ انسان کہاں تک بلند پروازی کر سکتا ہے اور انسانی فطرت کس حد تک پاکیزہ ہو سکتی ہے اور ہماری روحانی ترقی کا معراج کیا ہے۔ یسوع کو ہم اپنا رہنما مانتے ہیں۔ اوس کو محبت کرتے ہیں اور اُس کی تعلیم ہم اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ ہم اسکو اپنا مذہبی معلم سمجھتے ہیں اور اس کی پیروی انسانی احتیاط اقتدا کی آواز سمجھتے ہیں۔ غور کیجئے کہ اگر یسوع کو خدا کہا جاوے اور اس سے ہماری مراد انسان سے بالاتر اور اس سے غیر مشابہ کوئی چیز ہو۔ تو وہ کسی پہلو میں بھی ہمارے لئے کوئی عمدہ مثال اور قابل تقلید نمونہ نہیں ہو سکتا۔ بھلا میں اس بات سے کیا فائدہ اوٹھا سکتا ہوں کہ "خدا غصہ کے وقت جوش میں نہ آیا،، (کیونکہ خدا سب کچھ کر سکتا ہے۔ مگر ہم ایک عاجز ہستی ہیں)

مجھے تعجب آتا ہے کہ آپنے عہد نامہ جدید کے اس حصہ پر کبھی کیوں غور نہیں کیا۔ جہاں لکھا ہے کہ "یسوع ہم سب کی طرح تمام باتوں میں آزمایا گیا۔ مگر خدا کی نسبت ایک جگہ بالوضاحت لکھا ہے کہ "خدا آزمایا نہیں جاتا،، لیکن تعجب ہے کہ خدا یسوع آزمایا گیا۔ بھلا پھر اس آزمائش کے کیا معنے ہوئے

اگر یسوع خدا تھا تو پھر اوس کی آزمائش کا ذکر محض ایک لغو تمسخر ہوگا۔ کسی فرد بشر کی یہ آزمائش نہیں ہو سکتی۔ کہ اوس کو کسی ایسے کام کے لئے مجبور کیا جاوے۔ جس کو وہ کرنا نہیں چاہتا۔ بلکہ اس کے دل میں رغبت بھی نہیں۔ آزمائش سے پیشتر انسان میں ضرور ایسی قوت ہونی چاہئے۔ جو اس شئے کی خواہش کرے۔ جس سے کہ وہ روکا جاوے

مجھے تو اس بات میں بھی اعتراض ہے کہ جب تک کسی انسان میں محرک گناہ قوتیں موجود نہ ہوں اوس کو قبل از آزمائش کامل انسان کہدیا جاوے۔

ہمارے لئے یہ تعلیم ہرگز مفید نہیں ہو سکتی کہ "خدا نے بڑے غصہ سے ایک گروہ کا مقابلہ کیا اور ہمت نہ ہاری،، یہ تو بالکل بچوں کی سی باتیں ہیں ہمیں اس امر سے کیا تعلق ہے کہ خدا دنیا میں انسانی جامہ پہنکر آیا اور مغلوب ہوا (یعنی لعنتی موت مؤا) اگر یسوع خدا تھا تو یہ تمام نظارہ یروشلم کے باہر بالکل فرضی۔ خیالی اور بیہودہ ہے خیال تو کیجئے کہ خدا "گتسمنی .... باغ میں کھڑا کانپ رہا ہے اور چیخیں مار رہا ہے۔ اور صلیب پر لٹکنے سے ڈرتا اور جھجکتا ہے۔

حالانکہ اوس کو بخوبی معلوم تھا کہ یہ انہونی بات اور اٹل پیالہ ہے اور وہ خود اس لئے دنیا میں آیا ہے (باقی آئندہ)

تصحیح

معزز ناظرین کچھ میری غلطی سے کچھ جدید کے جلد معمولی کاپی ادیٹ ... وہ نہیں دیکھا گیا جس کے باعث بہت سی غلطیاں رہ گئی ہیں جس سے اصلی مفہوم سمجھ میں نہیں آسکتا اس لئے فہرست اغلاط شامل مضمون کرتا ہوں اپنی اپنی جگہ تصحیح فرما دیں +
(عاجز عبد الحکیم)

صفحہ	کالم	سطر	غلط	صحیح
۵	۲	۲۸	خیال تک کرنے کی برداشت نہیں کرتے	خیال تک کرنیکی تکلیف برداشت نہیں کرتے +
"	۳	۳	خدا کی نسبت اور اس کے	خدا کی نسبت رکھتے ہیں اور اس کے
"	"	۸	ایک ہی قسم کی مخلوق۔ جو بلا باپ	ایک ہی قسم کی مخلوق ہیں مگر اس ایک ہی مسئلہ سے یہ ماننا پڑیگا کہ
"	"	"		ایک تیسری قسم کی انوکھی مخلوق بھی ہے جو بلا باپ +
"	"	۲۶	ان کو غلط مذہب کے نام سے	ان کو غلطی سے مذہب کے نام سے
"	"	۳۹	کیا کہتا ہے	کیا لکھتا ہے
"	"	۴۴	مظالم	مظالم
۶	۱	۵	پانچویں سطر کے لفظ اول "یعنی" کے بعد یہ عبارت چاہیئے کہ "کو پولوس نے کنواری سے بچہ پیدا ہونے کی کہانی کا کہیں ذکر تک نہیں کیا +	

صفحہ	کالم	سطر	غلط	صحیح
۶	۱	۱۰	مروج ہونے کے بعد یہ عبارت ہے	"اور پولوس نے نہ لکھی ہو +
"	"	۱۷	یسوع کی سکھانے والی	یسوع کی تعلیم سکھانیوالی +
"	"	۲۳	کو اب اس ملک میں	کو اس ملک میں +
"	"	۴۴	چونکہ پڑنے اور مصر	چونکہ پڑنے اور ان کے مصر
"	۲	۳۰	اس کے بچہ	اس کو بچہ
"	"	۳۸	بچہ ہونیکے بعد	بچہ پیدا ہونے کے بعد
"	"	۴۴ و ۴۵	فرینٹل کا صاحب	فرینٹل صاحب کا
"	۳	۲۶	انہیں کوایک دو آگے سے پیش کرتا ہے	یہ عبارت زائد ہے
۱۱	"	۲۵	بے خبری سے پہلے لکھا ہے	بے خبری سے لکھا ہے۔

صفحہ ۹ حاشیہ کی سطر ۳ بقایا کالم یسوع خدا کے بھیس میں تھا + اور نہ یہ جانا کہ یسوع خدا کے بھیس میں تھا +

نوٹ ۔ یہ اس کی غلطیاں ہیں جو ۱۰ اگست کے صفحہ ۵ و ۶ پر مضمون ہے

مختصر نوٹ اور نکات

زندگی ایک قوت ہے جس سے جسم مستعد ہو کر حرکات اختیاری اور ارادے سے چیزیں ادراک کرتا ہے۔

جب کہ ہم تمام بنی آدم کے اتفاق سے اس امر کو تسلیم کرتے ہیں کہ اس زندگی کے بعد ایک اور زندگی ہے تو اب ہم پر لازم ہے کہ ایسے مذہب کی تلاش کریں کہ خدا کی پاکیزگی کا عکس ہمارے آئینہ دل میں پڑے تاکہ ہم اس زندگی میں اور آئندہ زندگی میں اللہ تعالیٰ کی عظمت کر سکیں۔

وہ مذہب جو انسان کے دل کو پاکیزگی اور طہارت کی قوت عطا کرے جس سے انسان اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلال کے اظہار کا ذریعہ بنے کیا اس قسم کا ہو سکتا ہے جو ایک عاجز انسان کو خدا بنا کر عظمت الٰہی کا پہلے ہی نام نشان مٹا دے؟ کیا وہ مذہب وہ ہو سکتا ہے جو پاکیزگی اور طہارت کی قوت پیدا کرنے کی بجائے انسان کو یہ تعلیم دے کہ سارے گناہ ایک عاجز انسان اوٹھا کر لے گیا اور وہ کفارہ ہو گیا اب جو چاہو سو کرو؟ کبھی نہیں ایسا مذہب نہ پاکیزگی پیدا کر سکتا ہے اور نہ خدا کی عظمت کا اظہار۔ پھر عیسائی مذہب کی حقیقت اس معیار پر ظلمت انبار ہے۔

فلاسفر ارسطو نے تعلیم کے اثر کو مجسم مورتوں کے بنانے کی تشبیہ میں نہایت خوبصورتی سے بیان کیا ہے کہ موہنی مورت ایک پتھر کے ڈہوکے میں چھپی ہوئی ہوتی ہے۔ مگر آذر صرف اس کو نمود کر دیتا ہے جو نسبت کہ سنگ تراش کو پتھر کے ڈہوکے سے ہے وہی نسبت تعلیم کو انسانی روح سے ہے۔ بڑے بڑے حکیم اور عالم ایک گنوار آدمی کی سی صورت میں چھپے ہوئے ہوتے ہیں مگر عمدہ تعلیم کے ذریعہ سے ان کے دل و دماغ کا کھدرا پن نکل جاتا ہے اور انہیں خوبیاں ظاہر ہوتی ہیں جاہل اور وحشی قوموں میں نیکیاں ہیں مگر ناشائستہ ان میں دلیری اور جرأت ہے۔ مگر خوفناک انہیں استقلال ہے مگر بے ڈہنگا۔ ان میں عقلمندی ہے مگر جانوروں کی طرح مکر و فریب سے ملی ہوئی۔

حکیم ارسطو کی مندرجہ بالا تشریح جو اُسنے تعلیم اور تربیت کے اثر اور نتیجہ کے متعلق کی ہے۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے آنیوالے معلم کی قدر اور ضرورت ثابت کرتی ہے۔ مگر تعجب ہے کہ اس پر بھی نادان کہتے ہیں ہمیں ضرورت نہیں۔

جج کے لئے چار باتیں ضروری ہیں۔ شرافت سے سُننا دانشمندی سے جواب دینا۔ متانت سے پوچھنا اور بے تعصبی سے فیصلہ کرنا۔ لیکن سوال یہہ ہے کہ کتنے جج ہیں جو اس اربعہ عناصر سے صحیح نتیجہ پر پہنچتے ہیں؟

اپنے آپ کو فتح کرنا سب سے اعلیٰ یہی فیروز مندی ہے۔

احمق کھانے اور پینے کیلئے جیتے ہیں اور عقلمند زندگی کے لئے کھاتے اور پیتے ہیں مگر عارف اور خداشناس اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے حصول طاقت کی خاطر کھاتے اور پیتے ہیں۔

سچے دیانتدار جو دنیا میں کہیں کہیں نظر آتے ہیں اُن کی تعریف یہی ہے کہ جب وہ کسی ایسے حق کو ادا کرتے ہیں اون کو کسی طرح کا جبر اپنے نفس پر کرنا پڑتا ہے بلکہ ہر ایک نیک کام کو گونہ اطمینان کے ساتھ کہ ایک خیر ان سے عمل میں آ رہی ہے کرتے ہیں اور اس اثناء میں اگر کوئی چیز انکے مانع ہوتی ہے اور اس اطمینان سے اُن کو محروم کرنا چاہتی ہے تو فی الحقیقت ان کا دل بے چین ہو جاتا ہے۔

بمبئی گارڈن میں چند عجیب و غریب سوال و جواب طبع ہوئے ہیں۔ جنکو ہم اپنے ناظرین کی ضیافت طبع کے لئے پیش کرتے ہیں۔ شکرگذاری کیا ہے؟ دل کا حافظہ ہے؟

امید کیا ہے؟ خوشی کا غنچہ ہے

رغبت اور امید میں کیا فرق ہے؟ رغبت سرسبز درخت ہے امید درخت کا پھول ہے اور خوشی درخت کا پھل۔ ازل کیا ہے؟ بجز آج اور کل کے ہے وہ ازل ہے یعنے خط بے کنار ہے۔

زمانہ کیا ہے؟ خط ہے جس کے دونوں سرے متناہی ہیں۔ یہہ خط جھولے سے شروع ہوتا ہے اور قبر میں ختم ہوتا ہے خدا کیا ہے لابد ہستی ہے ازل کا آفتاب انصاف کی آنکھ موجودات کی جان ہے

اگر ناصح غمگین طبع کا ہے تو وہ ساکت و افسردہ دل ہو کر انسان کی حماقت اور نقصان طبع پر افسوس کرتا ہے اور اگر وہ بدمزاج ہے تو وہ سب لوگوں کو جو اس کے ہم خیال نہیں غصہ سے درشت الفاظ سے یاد کرتا ہے وہ اس قسم کا آزار دہندہ مخلوق ہو جاتا ہے کہ نیکی کرنے کے جوش میں بعض افعال قبیحہ اس سے سرزد ہو جاتے ہیں۔ اس لئے حقیقی ناصح اور معلم وہی ہو سکتا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مامور ہو کر آتا ہے۔ جس کا دل اطمینان اور سکینت سے لبریز ہوتا۔ استقلال اور استقامت اس کا خاصہ ہوتا ہے۔

آدمی جسمانی۔ اور دماغی۔ اور اخلاقی قابلیت اور لیاقت سے مرکب ہے اور ان سب سے بڑھ کر اس میں روحانی قوتیں ہیں جو لاانتہا ترقیاں کر سکتے ہیں۔ اگر جسم کمزور ہے اور جسم میں قوت پھرتی اور چالاکی نہیں ہے تو دماغی اور اخلاقی قابلیت ہی کو وہ اتنا کام میں نہیں لا سکتا جسقدر کہ وہ چاہتا ہے چہ جائیکہ اعلیٰ روحانی مدارج کو حاصل کرے جسم سواری ہے جس پر دماغی اخلاقی اور روحانی قابلیت سوار ہے جب سواری کی کل بگڑ گئی ہے تو ان قابلیتوں کو بہت سی دقتیں پیش آتی ہیں۔ اسلئے اسلام جہاں روحانیات اور اخلاق کی تکمیل کرتا ہے وہاں جسم اور حفظ صحت کی ہدایتوں پر عمل سکھاتا ہے

حقیقی مذہب خدا کا روشن چراغ ہے جسکی روشنی دل کو روشن کرتی ہے مصیبت زدوں کا پناہ گاہ ہے زندگی سے مایوس بیمار کے دل میں امید پیدا کرتا ہے اور اُس کو تسلی دیتا ہے موت کے خوف کو اپنی قوت سے ہٹا دیتا ہے خدا پر توکل کے لئے دل کو اکساتا ہے اور دل کو خوش و خرم رکھتا ہے اور سب سے بڑھ کر انسان کی گناہ کی زندگی پر موت وارد کرتا ہے۔ جو مذہب ان خواص اور ثمرات کا جامع ہو وہ لاریب خدا نما مذہب ہوگا اور منجانب اللہ ہوگا۔ لیکن جس مذہب میں یہ خاصیت نہیں وہ خیالی اور انسانی اختراع ہے۔ اب مقابلہ سہل ہے۔ اسلام کے سوا اور کس مذہب میں یہہ خواص ثابت ہونگے۔

سب انسان فطرت میں مساوی ہیں مگر ایک کو دوسرے سے صرف نیکی بڑا کرتی ہے۔

جو خانہ مذہب صاف نہ ہوگا اور جتنی چیزیں ہماری روحانی پاکیزگی کے لئے درکار ہیں اسمیں ہونگی۔ تو ہماری روحانی اور اخلاقی صحت میں خلل ہوگا اور اخلاق کمزور رہیں گے اور ایک ضعیف سا خیال دلمیں رہیگا کہ ہم مذہب کے گھر میں آباد ہیں اور مذہبی رسوم تا خانہ مذہب میں اور یہ کافی ہیں۔ مگر اسبات کا خیال نہیں کرتے کہ مذہب نے کسقدر ہمارے کو پاک کیا ہے۔

ہمارا قرآن

از منشی احمد حسین خان بی۔اے

بند اوّل

ہم آج ایک اور کرامت دکھائینگے
ہندوستان کو یثرب و بطحا بنائینگے
وہ پھول جس پہ خلد بھی سارا نثار ہو
اُس بے نظیر پھول کی خوشبو سنگھائینگے
تصویر آج کھینچیں گے۔ بہزاد بن کے ہم
یہ صحن آج غار حرا ہم بنائیں گے
وہ چشمہ جو کہ منبع آب حیات ہے
اک جوئے شیر نہر میں اس سے بہائینگے
ہر ایک آج گوہر مقصود ہاتھ میں
سر پہ رکھیں گے آنکھوں سے اُسکو لگائینگے
وہ قند جس سے میٹھی ہیں عذب البیانیاں
وہ آج سب کو مثل تبرک چکھائیں گے
وہ نور جس سے طور کی قسمت چمک گئی
ہر اک اوس سے آج سرِ حرا غان جلائینگے
ہاں میرا ہاتھ شوق سے تحریر جوم سے
ہم آج شان منزل وحدت دکھائینگے
یہ سن کے آج تاب سماعت پھڑک اٹھی
اب خود بخود سمجھ لو کہ ہم کیا سنائیں گے
گر اب بھی کوئی نہ سمجھے نہ میری کلام کو
ہم لاکلام صورت قرآن دکھائینگے
یا رب یہ کس کا نام دہن سے نکل گیا
جبریل عطر خلد مجھے آکے مل گیا۔

بند دوم

اے قوم میں غلام رسالت مآب ہوں
گر خاک ہوں تو خاک درِ بوتراب ہوں
عاشق ہوں میں نبی کا کسی کا رقیب ہوں
کیا خوش نصیب داورِ یوم الحساب ہوں
جس نے نواسے دیدئے اُسکے واسطے
میں اُس کے غم میں صورت ماہی کباب ہوں
قنبر غلام حضرت مولیٰ علیؓ سہی
میں جان و دل سے طالب ام الکتاب ہوں
کہتی ہے سوز باں سے قرآں کی خامشی
لاریب ذات پاک کی سچی کتاب ہوں
بیتاب ہو بلا تیری اے امت رسول
میں ایک نسخۂ دافع صد اضطراب ہوں
اے چشم کفر تیری بصیرت کو کیا ہوا
میں نور حق ہوں روکش صد آفتاب ہوں
ہاں تشنگان راہ حقیقت کے واسطے۔
اے چشم دور بین میں گو یا سحاب ہوں
ہاں کفر میری طلعت پر نور دیکھ کر
اے تیرہ بخت دل میں سمجھ لے حجاب ہوں
مجھ میں بھرے جہان کے علوم و فنون ہیں
قرآن میرا نام ہے ام الکتاب ہوں
قائل نہیں ہے جو تیرا اے مصحف حمید۔
بو جہل و بولہب سے بھی بڑھ کر ہے وہ پلید

بند سوم

وہ شخص تیرے فیض سے جو باریاب ہے۔
خورشید ہے جو دن کو تو شب ماہتاب ہے،
توریت کی زبور کی انجیل کی قسم۔
تو ذالک الکتاب ہے اور لاجواب ہے
تو نونہال علم لدنّی کا ہے ثمر
جس میں بھری حلاوت صد ثواب ہے
خوشبو سے تیری سارا زمانہ مہک گیا
توحید کے ریاض کا کیا تو گلاب ہے
قرآن اے غنچۂ اسلام میں کہوں
تو یادگار لطف رسالت مآب ہے
آیا جو تو۔ تو رحمت باری برس پڑی
اوٹھا خدا کے گھر سے تو بنکر سحاب ہے
قربان تیرے اور تیری شان نزول کو
قائل ہے انقلاب کہ یہ انقلاب ہے
تعویذ ہم کو غیب سے ہے یہ عطا ہوا
اے دل یہ ہول کیسا ہے کیا اضطراب ہے
یوسف کا حسن اور مسیحا کا دم ہے یہ
لاہاتھ اے کلیم یہ کیا انتخاب ہے
شیرازہ بن کے آمرے مصحف کیواسطے
تو ماہ عید کہتے ہیں گردوں رکاب ہے،
گر اس کو تم نہ قبلۂ مقصد بناؤ گے
ایمان جس کا نام ہے اسکو نہ پاؤ گے

بند چہارم

آوارگی میں منزل وحدت دکھائے کون
ہم تشنہ لب ہیں شربت عرفاں پلائے کون
تردامنوں کے سر پہ ہے گاگر گناہ کی
حیران ہیں کہ سر سے ہمارے اوٹھائے کون
کیفیت جہاں ہے سراپا غنودگی۔
اس خمری کے خواب سے ہمکو جگائے کون
اس قلزم جہان میں سیلاب ہے عظیم
کشتی ہماری پار خدارا لگائے کون۔
ہر سو بچھائے کفر نے کانٹے ببول کے
اس کشت نامراد پہ بجلی گرائے کون
گل کر دئے چراغ گھٹا بن کے جہل نے
فرمائیے کہ اون کو دوبارہ جلائے کون
کوئی بتاوے عرصۂ امید و بیم میں۔
ہم بیکسوں کو راہ شفاعت دکھائے کون
اے سالکان راہ طریقت جو یہ نہ ہو
فرمائیے کہ ہم کو خدا سے ملائے کون۔
القصہ تجھ سے پوچھتا ہوں مصحف حمید
گر تو نہ ہو تو ہمکو مسلمان بنائے کون۔
گو سوئے ظن نے جھونکدی آنکھوں میں خاک ہے
صورت پہ تیرے جیسی بنا کر دکھلائے کون
اے قوم تجھکو کہتا ہوں قرآن کیواسطے
اب وقت ہے کہ جاگ اوٹھ جلد خواب سے

بند پنجم

جاگ اے غریب قوم کہ آفت رسیدہ ہے
تو پائے شوق و دست تمنا بریدہ ہے
اغیار ہیں عروس مسرت سے ہمکنار
تو سوگوار ہے لب حسرت گزیدہ ہے
اغیار مثل سرو سہی نونہال ہیں
تو بوستان دہر میں شاخ خمیدہ ہے
اغیار پہ تو خوبئ قسمت ہے مہربان
اے قوم کیا سبب ہے کہ تجھ سے کشیدہ ہے
اے قوم غیر رشک گل نو دمیدہ ہیں
تو موسم بہار میں شاخ بریدہ ہے
اغیار مثل نکہت باد شمال ہیں۔
اور تو مثال غنچہ گریباں دریدہ ہے،
پروانہ پاس شمع کے بلبل ہے گل کے پاس
تو عافیت سے دور ہی خلوت گزیدہ ہے
غیروں کا رنگ جوش مسرت سے لال ہے۔
پر دیکھ تیرے چہرہ کی رنگت پریدہ ہے،
اے میری قوم سن کے مجھے آگ لگ گئی
غیروں نے جب کہا کہ یہ آفت رسیدہ ہے
اس بیکسی کو دیکھ کے کہتی ہے بیکسی۔
غم ہے الم ہے یاس کی لذت چشیدہ ہے۔
گو رسی جل گئی ہے نہیں اوس کا بل گیا
بدلی نہ تو اگرچہ زمانہ بدل گیا۔

بند ششم

یہ تیرا ہی قصور ہے اے قوم نیم جان۔
گر تجھ پہ آج اٹھتی ہیں ہر سمت انگلیاں
کیا خوف تیری ناؤ کو طوفان کے شور میں
احمد ہے ناخدا تیرا۔ قرآن بادبان۔

جب رشک آفتاب نے کی ذرہ پروری
اٹھ جائیگی یہہ کالی گھٹا اور آندھیاں
یہہ عارضی خزاں ہے نہ اوجڑیگا تو کبھی
اے باغ قوم صاحب قرآن ہے باغبان۔
اے گرگ [illegible] یہہ گلہ بی کا ہے۔
اور اس غریب گلہ کا قرآن ہے پاسبان
اے قوم [illegible] دشت سخت ہے پرخطر
پر خوف کیا ہے ناقہ کو جب ہے ساربان
[illegible] دیکھ [illegible] حکومت ستا
[illegible] بنایا ہے آشیان۔
اے [illegible] تیری [illegible] کوہ ہے
[illegible] رہا ہے ڈراتی ہیں بجلیاں۔
جو کچھ [illegible] کا سارا ظہور ہے
[illegible] سخت کی بدلیاں
[illegible] آفتاب کی
[illegible] شباب کی

اسلامی دُنیا (سوڈان وسطی)

اس [illegible] وطن سے [illegible] اقالیم کے عنوان سے ناظرین الحکم کے فائدہ کیلئے درج کیا تھا آج مندرجہ [illegible] سلسلہ مضامین شائع کرتے ہیں [illegible] اسلام کے فائدہ اور وسعت معلومات کی خاطر [illegible] الشام [illegible] زبان سے ترجمہ کیا ہے۔ ایڈیٹر

گرامی قدر معاصر طرابلس الشام کا ایک کمال باخبر نامہ نگار چند سال سے اپنے مسلمان بھائیوں کو افریقہ کی اسلامی ممالک - اقوام اور جدید و قدیم ریاستوں کے حالات اور وہاں کے چشم دید معاملات سے بالتفصیل آگاہی بخشنے کی بیشقدر قومی والشانی خدمت سرانجام دے رہا ہے مغربی افریقہ سے فارغ ہوکر اب اس نے وسطی سوڈان پر جسکے متعلق یورپ والوں کا علم بھی ابھی بہت محدود ہے ایک سلسلۂ مضامین شروع کیا ہے جس کا مطالعہ یقیناً ناظرین کی ازدیاد معلومات کا باعث ہوگا۔ اسلئے وطن اسکا سلسلہ وار ترجمہ شائع کرتا رہیگا۔ ممدوح الوصف نامہ نگار لکھتا ہے :۔ "اگر ہم افریقہ کے نقشہ پر غور کریں - تو ہم کو اس کے وسط میں خط استوا کے اوپر مستطیل شکل کی ایک وسیع اقلیم دکھائی دیگی جو شمالی عرض البلد کے ۶ و ۸ - درجوں کے درمیان مشرق سے مغرب تک پھیلی ہوئی ہے اور جسمیں دریائے نیل کے منابع یعنے سوتے اور اس کا بالائی حصہ جھیل چاڈ اور وہ دریا جو اس میں گرتے ہیں - دریائے نیگر جس کی رفتار میں بہت کچھ انحصار اد رکھی ہے اور دریائے سینیگال کے منابع اور اس کا بالائی حصہ واقع ہیں - اس بڑے ملک بلکہ اس وسیع وشاداب براعظم کو جس میں دریا وجنگل ہموار میدان وپہاڑ اور ایسے ایسے زرخیز علاقے ہیں - جن میں کثیرالانواع اشجار پھل پھول - طیور و پائیں درندہ حیوانات اور مختلف کانیں واقع ہیں - سوڈان کہتے ہیں - وہ تین حصوں میں تقسیم ہے غربی - شرقی اور وسطی ہر حصہ کی ٹھیک ٹھیک حدود بیان کرنا تو دشوار ہے البتہ مجمل طور پر بیان لکھا جاتا ہے :- غربی حصہ فرانسیسیوں کے زیر حکومت ہو گیا ہے اسی وجہ سے وہ فرانسیسی سوڈان کہلاتا ہے اس میں دریائے سینیگال اور نیگر کے منابع اور دونوں کے بالائی حصے ہیں - شرقی وہ ہے جو سوڈان مصری کے نام سے مشہور ہے - اس میں منابع نیل اور اس کے بالائی حصے و معادن دریا دو ہیں - اس کا صدر مقام خرطوم اور اس کے وسیع ولایات نوبہ و کورڈوفان و دارفور و بحرالغزال اور بیسن دلاسن (بعض حصص بالائی دریائے نیل زان جھیلوں تک جنسے وہ نکلتا ہے) داخل ہیں - سوڈان وسطی وہ ہے جو ان دونوں کے درمیان ہے اسمیں جھیل چاڈ اور اسمیں گرنیوالے دریا اور دریائے نیگر کا دہانہ اور وسطی و زیریں حصہ شامل ہے اور مثل وادی و بورنو و سوکوتو و کانو و حصہ و ناستہ و تمائم وغیرہ کی بڑی بڑی ریاستیں واقع ہیں - سوڈان غربی کا حال ان مقالات سے معلوم ہو چکا ہے - جو اسلامی دنیا کے بارہ میں پہلے شائع ہو چکے ہیں خداوند تعالیٰ ان کی اور حوادث وجنگہائے سامنوی (جو سوڈان کا نپولین اور اس زمانہ کا عنترہ ہے) کی تکمیل آسان فرمائے -

سوڈان شرقی کے بارے میں مصری اخبارات نے بہت کچھ لکھا ہے اور فضلا نے جامع اور مطول کتابیں عربی زبان میں اسقدر تالیف کر دی ہیں - کہ اب اس کی کوئی چیز نامعلوم نہیں رہی - سوڈان وسطی کی بابت بھی اب اخبارات نے لکھنا شروع کیا ہے تاکہ دعلی کی نگاہیں اسطرف متوجہ ہوں - اسلئے کہ اب وہ جنگ ٹرانسوال اور مغربی افریقہ میں نوآبادی قایم کرنے کے مثل اہم ترین امور سے فارغ ہوچکے ہیں اور جن دیگر سیاسی مشکلات میں وہ پھنسی ہوئی تھیں - ان سے مخلصی ہوگئی ہے - اہل یورپ کا خیال ہے کہ افریقہ کے وسطی مجہول حصہ کو پہلے پہل ہمارے ہی ریورپی، سیاحوں راہبوں اور واعظوں نے دریافت کیا ہے لہٰذا اس نقطہ رگڑی پڑی چیز جو کسی کو ملجائے اور وہ اوٹھالے) کے حقدار ہم ہی ہیں - نہ کہ غیر - اور یہ کہ اس مجہول وسطی حصہ افریقہ کے رہنے والے انسانوں کی نسبت حیوانات سے زیادہ مشابہ ہیں - لہٰذا اونکو جائز نہیں ہے کہ وہ ان سرسبز وشاداب اراضی بہتے ہوئے دریاؤں اور ذخیرہ خزانہ جات پر قابض ہوں اسلئے کہ وہاں چیزوں سے متمتع اور مستفید ہونے کی کیفیت اور طریقوں سے آگاہ نہیں ہیں - پس آجکل دول یورپ افریقہ کے حصے اور بانٹ اسی طرح سے کر رہی ہیں جسطرح سے کوڑ شکست نزار کا حصہ بانٹا کرتے ہیں اور بلحاظ اور تعیین حدود پر باہم لڑتی جھگڑتی رہتی ہیں کبھی ایسا ہوتا ہے کہ فلاں جہت کے لینے اور فلاں جہت کے ترک کر دینے پر نادم ہوتی ہیں اور بعض جہتوں میں تبادلہ کر لیتی ہیں اور ایک کو بیچ کر دوسری خرید کر لیتی ہیں جیسا کہ وارثان اراضی موروثہ کے ساتھ کرتے ہیں

اگر ہم قدیم ترکی نقشوں میں سے جو اکثر اب تک مکاتب رشدیہ میں محفوظ ہیں - یا قدیم عربی نقشوں میں سے جو بیروت یا مصر میں چھپے ہیں - کوئی ساجغرافیائی نقشہ لے کر اسے دیکھیں، تو معلوم ہوگا کہ انمیں اندرون افریقہ کا بہت بڑا حصہ تشویشناک مجہول کیفیت اور بگڑے ہوئے ناموں کے ساتھ دکھایا گیا ہے اور بجز حصص ساحلی اور بعض اطراف مصر و الجزائر کے اور کسی چیز کی نسبت تحقیقا و ہوشیاری سے کام نہیں لیا گیا اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ نقشے اسی ڈھنگ کے فرانسیسی - جرمن اور انگریزی نقشوں سے نقل کئے گئے ہیں اور نقل کرنیوالوں نے ان عربی کتب تاریخ و جغرافیہ سے جو قسطنطنیہ مصر اور دیگر بلاد اسلامیہ کے کتب خانوں میں محفوظ ہیں مدد نہیں لی جیسا کہ قانون تجارت وغیرہ کی انتظامات ریگولیشنس سے بغیر مطالعہ کتب فقہیہ کے اور کتب طبعیات و کیمیائے جدید کو بلا ملاحظہ کتب کیمیا قدیم اور کتب ادویات مفردہ کے ترجمہ کیا ہے اور اسطرح ہمکو اجنبیوں کے قانون ازدواج کی بحث میں ڈالدیا جو ہمارے ملک در آمد میں نہیں لوگوں کی وجہ سے ہمکو اصلاحات کیمیائے جدید کے سامنے حیرت زدہ کھڑا رہنا پڑا یہاں تک کہ ہم اسکے رموز کو منجملہ رموز علم حروف یا سیمیا یا طلسمات کے خیال کر لینے لگے تھے - یہہ ان ہی کی بدولت ہے کہ ہماری بوڑھی دادیاں اور مائیں تو دوکان عطار کی جڑوں بوٹیوں کے ناموں اور ان کے نفع و ضرر سے واقف تھیں بلکہ ان گھانسوں تک کو پہچانتی تھیں جو خشکی میں اگتی ہیں اور ان کے فوائد و جوش دینے کی کیفیت اور ان کے ذریعہ بچوں کے علاج کرنے کی ترکیب سے بھی آگاہ تھیں - لیکن اب ہماری بیبیوں اور بہنوں کا یہہ حال ہے کہ وہ دوخانوں کی تمام چیزوں سے جو ادویات جدیدہ اور مرکبات کیمیائی پر مشتمل ہیں کلیتہً نابلد ہیں اور ان دواؤں میں زہریلی وغیر زہریلی ادویات کے درمیان فرق کرنا تو درکنار ان کے نئے ناموں اور اصطلاحوں کو بول تک نہیں سکتیں یہی وجہ ہے جو ہم یہ دیکھتے ہیں کہ ماں کا پارۂ جگر تو سخت زہر ہو رہا ہے مگر وہ اس کو تریاق نافع سمجھ کر اپنے بچے کو

دوده بلاتی ہے۔

سوڈان وسطی اور سوڈان غربی میں اسلام داخل ہونے کے بعد اسلامی دُنیا سے اون کی خبریں منقطع نہیں ہوئیں۔ اور نہ مسلمانان ذی حکومت کو انکے حالات کے دریافت کرنے میں کسی وقت بھی دشواری واقع ہوئی۔ تاجروں اور حاجیوں کے قافلے زمانہ قدیم سے اسوقت تک شہر جنّی اور ٹمبکٹو اور کانو سے طرابلس الغرب۔ حجاز۔ شام اور بیت المقدس تک جاتے ہیں اور کانو میں تو ایک بڑی تعداد طرابلسی اور مصری اور عربوں کی ہے۔ سوڈان کے حالات جن لوگوں نے پہلے لکھے ہیں وہ یورپین سیاح اور واعظین نہیں ہیں۔ بلکہ علمائے اسلام ہیں۔ مثلاً شریف ادریسی ابن بطوطہ ابن خلدون۔ عبدالحلیم۔ عبدالرحمن سعدی و دمثل ان کے اور علماء ان کی کتابیں فرانسیسی میں ترجمہ ہوکر یورپ میں چھپی ہیں شریف ادریسی (۴۹۳ و ۵۶۰ھ) کی کتاب نزہتہ المشتاق فی اختراق الآفاق ہم قدیم زمانہ یعنی ۱۵۹۳ء میں روم پایہ تخت اٹلی میں چھاپی گئی تھی۔ اس قدیم اڈیشن (طبع) کے نسخے میں نے استنبول کے کتب خانوں میں دیکھے تھے مگر علماء کہتے ہیں کہ یہہ مطبوعہ کتاب ادریسی کی کتاب کا ایک مختصر انتخاب ہے۔ اصل کتاب تو اس سے کہیں بڑی ہے اور اسمیں ہر ملک اور اس کے حیوانات اور نباتات کی تعریف اور وہاں کے باشندوں کے حالات ہیں اس اصل کتاب کا کوئی نسخہ ابتک کسی کو دستیاب نہیں ہوا۔

نقشہ جات ادریسی جو پیرس کے کتبخانہ ملیہ میں نظر پڑتے ہیں۔ اخیر میں بزبان فرانسیسی ترجمہ ہوکر المس شراور میں طبع ہوئے۔ ان میں جھیل چاڈ جبال القمر۔ دریائے نیل۔ نیگرو۔ سنیگال اور ممالک ملّی و غانہ غانم وغیرہ وغیرہ دکھائے گئے ہیں۔

ابن بطوطہ (۷۰۳ و ۷۸۰ھ) مراکو کے بندرگاہ تنجیر میں پیدا ہوا۔ ۲۲۔ برس کی عمر میں سیاحت کو نکلا۔ اور مصر و شام و عجم (ایران) و جزیرہ نمائے عرب و ترکستان و تاتار۔ ہند۔ سراندیپ اور بقیہ جزایر ہند و چین کے شہروں میں پھرتا پھراتا چین کے دارالسلطنت میں پہنچا۔ پھر ۲۵ برس کی اس طویل سیاحت کے بعد اپنی مولد کو واپس آیا۔ دوسری مرتبہ اندلس اور بقیہ ہسپانیہ اور جنوبی فرانس کی سیاحت کو نکلا۔ پھر تیسری مرتبہ افریقہ کو گیا اور صحرائے اعظم اور سوڈان اور افریقہ کا دورہ کیا۔ اسنے اپنے سفر کے حالات ایک مفصل کتاب میں جمع کئے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ یہہ کتاب فاس (پایہ تخت مراکو) میں محفوظ ہے مگر اب تک اسکا کچھہ حال معلوم نہیں ہوا۔ متوکل علی اللہ امیر فارس کے حکم سے محمد اعرابی البکلی نام ایک مغربی عالم نے اس اصل کتاب کو مختصر کیا تھا۔ اور یہی مختصر غیر زبانوں میں ترجمہ ہوکر بارہا یورپ میں اور آخر مرتبہ مصر میں چھپی ہے۔ پس کیا ہی خوب ہے جو کچھہ کہ سوڈان اور وسط افریقہ کی نسبت اس سفرنامہ میں ہے۔ وہ ٹمبکٹو میں بھی گیا ہے۔ دریائے نیگر کا سفر کیا ہے اور جھیل چاڈ تک پہنچا ہے۔ اگر حسب امید اس کی اصل کتاب کا کوئی نسخہ مغرب اقصےٰ کے کتب خانوں میں باقی ہوگا تو علمائے مغرب ایک نہ ایک دن اسے نکال کر ضرور شایع کرینگے۔ عبدالرحمن سعدی گیارہویں صدی کے قریب زمانہ کے ہیں۔ انکا مولد شہر جنّی ہے جو ٹمبکٹو کے جنوب میں بالائی حصہ دریائے نیگر کے کنارہ پر واقع ہے اونہوں نے سوڈان کی تاریخ لکھی ہے جسمیں اس کی دول اور امراء اور قوموں اور شہروں کے حالات عمدہ عربی عبارت میں تحریر کئے ہیں اور سوڈان کے قضاۃ اور علماء و صلحاء اور ان کی تالیف کردہ کتب و اشعار اور جو جامع مسجدیں انہوں نے تعمیر کرائی ہیں ان کا بھی ذکر کیا ہے + (باقی ایندہ)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰة والسلام کے دعوں کی تصدیق کشفی شہادت سے

حیدرآباد دکن سے مندرجہ ذیل رویا حضرت حجۃ اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعوے کی تصدیق میں پہنچی ہے جسکو ہم سعادتمندوں کے فائدہ کے لئے شایع کرتے ہیں۔ ایڈیٹر

ولا تکتموا الشہادۃ ومن یکتمہا فانہ آثم قلبہ

مکرم مخدوم کریم الحق عمیم الاحسان جناب عبدالکریم صاحب سیالکوٹی زاد مجدکم +

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں اپنے پاک پروردگار اور اُسکے نبی کریم . . . محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی قسم کھاکر کہتا ہوں چونکہ یہہ خاکسار حضرت مسیح موعود مرزا غلام احمد صاحب عم فیوضکم کا نہ مخالف ہے نہ معتقد لیکن آج چار سال سے کئی مرتبہ رسول خدا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے عالم رویہ میں مجکو مرزا صاحب کی بشارت دیچکے ہیں اور میں نے جو کچھہ عالم رویہ میں دیکھا ہے حق حق اپنے پروردگار اور اوس کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت سے کئی مراسلات تحریر کرچکا ہوں چونکہ یہ عجیب رویہ پانچ اگسٹ کا مجھپر ظاہر ہوا آپ کے گرامیخدمت میں تحریر کیا ہوں اور امید رکھتا ہوں کہ مبارک احمد کو نصاحب ہیں اون کے احوال اور خیریت سے بندہ کو ایما فرماویں اور اون کو میرا سلام کہدیں اگر ہوسکے تو یہ مراسلہ اون کو دکہلادیں اور ایک فہرست اسمائے بیعت کنندگان حضرت اقدس و ایک فہرست کتب خانہ حضرت اقدس بنام بندہ روآنہ فرماکر ممنون فرماویں۔ فقط میں آپکا خادم محمد نظام الدین ساکن کوچہ پتھو مونٹ روڈ مدراس

وحال مقیم آصف نگر۔ حیدرآباد دکن +

رویہ

۵- اگست بروز چہارشنبہ ۱۹۰۳ء

شب کے دو بجے بعد تہجد ادا کرنے کے مجھپر یہہ رویہ ظاہر ہوا کہ بہت سے لوگ یہہ کہتے جاتے ہیں کہ آج قادیان شریف میں حضور انور رسول خدا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہونگے ہیں اور میں بھی اون لوگوں کے ہمراہ جارہا ہوں تھوڑی دور چلکر ایک عالیشان مسجد جسکا مینار بہت ہی بلند تہا نظر آئی اور بہت لوگ جسکا شمار نہیں کیا جاتا۔ جوق جوق اس مسجد کی طرف جارہے ہیں اور اسقدر کثرت سے عالم جمع ہے کہ کوسوں زمین نظر نہیں آتی اور میں بڑی مشکل سے مسجد میں داخل ہوا کیا دیکھتا ہوں بہت سے پیغمبر و اولیاء جمع ہیں اور ہر ایک کے زبان مبارک سے مرحبا یا رسول اللہ جاری ہے اور منبر پر حضور انور رسول خدا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم . . . . قرآن شریف دست مبارک میں لئے ہوئے تشریف فرما ہیں۔ اور منبر کے سیدہے بازو ایک صغیر سن لڑکا بیٹھا ہوا ہے اور اوس لڑکے کیطرف حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم . . . مخاطب ہوکر فرما رہے ہیں اے مُبارک احمد تو خلیفۃ المومنین ہوگا تیری پیشانی سے میرے نور العین کے آثار نمایا ہے اور مرزا غلام احمد صاحب دست بستہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو کہڑے ہیں اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم . . . مرزا صاحب کیطرف مخاطب ہوکر ارشاد فرماتے ہیں۔ مرحبا اے مسیح موعود و مہدی آخر الزمان خدا یتعالیٰ . . . ایک عظیم الشان نشان تیرے پر آسمان سے نازل کرنیوالا ہے جس کے سبب تو آسمانی بادشاہت کریگا تو اس دار فنا کے مشرکین و منافقین سے مت رنجیدہ ہو جو سائل تیری بیعت کا طالب اور تیرے دیدار کا مشتاق او

تیرے وسیلہ سے خدا کی محبت ڈھونڈتا ہے تو اسکو محروم مت کر البتہ وہ خبت بن جائے گا۔ اور وہ سائل جو تیری ہدایتوں کا مخالف اور تیرے الہام کا منکر البتہ وہ دجال ہے اور اوس پر دوزخ کی مار ہے وہ ہمیشہ اپنے دجال بھائیوں کے ساتھ دوزخ میں رہیگا اور مرزا صاحب کے سر پر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک رکھکر یہہ شعر پڑھنا شروع کیا۔ ؎

سرے کز تو گردد بلندی گرائے
بافگند کس نیفتند زپا ئے۔

اور تمام سامعین مرحبا یا رسول اللہ کہنا شروع کئے اتنے میں میں خواب سے بیدار ہوگیا۔ فقط۔ اور بھی بہت سی باتیں دیکھی گئیں لیکن فراموشی حاصل ہے۔ اس لئے تحریر نہیں کیا ہوں۔

مرقوم ۹۔ اگست ۱۹۰۳ء

محمد نظام الدین ساکن کوچہ بیتھوسکو مونٹ روڈ مدراس۔ حال مقیم حیدرآباد دکن آصف نگر

ہمارا مقدمہ

ناظرین عرصہ سے ناواقف ہیں کہ مقدمہ کے متعلق کیا کارروائی ہوئی ہے چونکہ ابھی تک کوئی ایسا امر اہم نہیں ہے جسکی اطلاع ضروری ہی باقی اس لئے خاموشی اختیار کی گئی تھی۔ لیکن ناظرین کے خطوط جو مقدمہ کے متعلقہ حالات کے استفسار کیلئے آتے ہیں انکے یکجائی جواب کی خاطر ہم مختصر حالات درج کر دیتے ہیں۔ ناظرین کو اسی حد تک تو علم ہے کہ مولوی کرم الدین کے خلاف تین مقدمے دائر ہیں۔ ایک ایڈیٹر الحکم کی طرف سے ازالہ حیثیت عرفی کا اور دو حکیم فضل الدین صاحب کی طرف سے ایک دغا کا دوسرا سرقہ کتاب نزول المسیح کا۔

دغا کے مقدمہ میں مولوی کرم الدین پر فرد قرارداد جرم لگ چکا ہے اور اس کو شہادت صفائی پیش کرنے کیلئے ۱۹۔ اگست ۱۹۰۳ء کی تاریخ دی ہے اس شہادت صفائی میں مولوی کرم الدین نے اعلیٰ حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی طلب کیا ہے۔ اعلیٰ حضرت ادائے شہادت حقہ کے لئے خدا کے فضل سے طیار ہیں اور آج آپ روانہ ہونگے۔ ناظرین اس سے بھی آپ کی صداقت کی دلیل حاصل کر سکتے ہیں کہ ادائے شہادت کے لئے جانے میں آپ کو کبھی تامل یا مضائقہ نہیں ہوتا۔ اور کسی عذر کی ضرورت نہیں۔

ایڈیٹر الحکم بنام مولوی کرم الدین میں ۱۵ اگست ۱۹۰۳ء کو خاکسار ایڈیٹر کا بیان ہو گیا ہے اور کسی قدر بیان باقی ہے جس کے لئے ۲۴۔ ستمبر تاریخ مقرر ہوئی ہے۔

مقدمہ سرقہ میں ۱۳۔ اگست اور ۱۴ اگست ۱۹۰۳ء کو شہادت استغاثہ اور بیان ملزم مولوی کرم الدین ہو چکا ہے ۱۸۔ اگست ۱۹۰۳ء وکلاء فریقین کی تقریروں کے لئے مقرر ہے۔

اور ۱۸۔ اگست ہی کو وہ مقدمہ بھی پیش ہوگا جو مولوی کرم الدین نے ہمارے مقدمات کے جواب میں حکیم فضل الدین صاحب کی شمولیت اعلیٰ حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کیا ہوا ہے۔ اور جو چیف کورٹ سے منتقل ہو کر گورداسپور آیا ہوا ہے یہہ سب مقدمات ایک ہی عدالت میں دائر ہیں +

سلسلہ عالیہ احمدیہ کی خبریں

ڈومیسٹک

ہم نہایت مسرت اور خوشی کے ساتھ شایع کرتے ہیں کہ ۱۰۔ جولائی ۱۹۰۳ء کو ہمارے معزز بھائی منشی محمد سلیمان صاحب مدرس بہادلہ ضلع لودہانہ کے ہاں بیٹا پیدا ہوا جسکا نام حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اشارہ سے محمد عثمان رکھا گیا۔ اللہ تعالیٰ اس مولود مسعود کو سلسلہ عالیہ احمدیہ کا ایک وفادار خادم اور درخشندہ نمونہ بنا دے اور اس کو قوم اور والدین کے لئے مبارک کرے اور اس طرح وہ نافع الناس ہو کر اللہ تعالیٰ کی برکات اور فیوض کو حاصل کرتا ہوا دراز عمر پاوے۔ آمین۔

نماز جنازہ پڑہی جاوے

سیالکوٹ سے ہمارے مکرم مخدوم جناب حامد شاہ صاحب منشی محمد دین صاحب اپیل نویس کی اہلیہ کے انتقال کی خبر بھیجتے ہیں منشی صاحب موصوف سیالکوٹ کی جماعت کے ایک مستعد اور ہوشیار ممبر ہیں آپ کی اہلیہ کو بھی سلسلہ عالیہ احمدیہ سے بڑی محبت اور دین کی باتوں کے سننے اور اونپر عمل کرنے کا بہت شوق تھا۔ شاہ صاحب موصوف نے خواہش ظاہر کی ہے کہ مرحومہ کا جنازہ ہماری ہر جگہ کی احمدیہ جماعت پڑھے دارالامان میں یہہ جنازہ پڑھا گیا +

دارالامان کا ہفتہ

۱۔ اعلیٰ حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام خدا کے فضل و کرم سے مع اہل بیت بہت خیریت سے ہیں آج آپ گورداسپور بغرض ادائے شہادت تشریف لے جانیوالے ہیں .... وہاں ۱۹۔ اگست تک آپکا قیام ہوگا انشاء اللہ +

۲۔ حضرت حکیم الامۃ اور دیگر بزرگان ملت مولانا مولوی عبدالکریم صاحب اور مولانا مولوی سید محمد احسن صاحب بھی بخیریت ہیں حضرت حکیم الامۃ بھی بغرض ادائے شہادت حضرت حجۃ اللہ کے ہمراہ ہیں۔ مولانا مولوی عبدالکریم صاحب پہلے سے گورداسپور گئے ہوئے ہیں اور ۱۶ اور ۱۷ کو مولوی صاحب موصوف لاہور تشریف لے گئے۔

۳۔ ہفتہ زیر اشاعت میں قادیان میں خوب بارش ہوگئی۔ قادیان ایک جزیرہ بنا ہوا ہے۔

ہمارے قادیانی مخالف

قادیاں کے باشندوں کو باستثنائے بعض ہمارے سلسلہ کے ساتھ خاص دشمنی اور عداوت ہے اور وہ ہمیشہ کوئی نہ کوئی نئی صورت ہمارے سید و مولا امام علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپکی جماعت کو دکھ دینے کی تلاش کرتے رہتے ہیں محض اس لئے کہ وہ جانتے ہیں کہ ان لوگوں کو چونکہ ہر قسم کے شر کے مقابلہ سے روکا گیا ہے اور صبر اور برداشت کی تعلیم دیجاتی ہے۔ اس لئے وہ جو چاہتے ہیں کر گذرتے ہیں۔ لیکن اب ان لوگوں کی مخالفت کا رنگ کوئی اور صورت اختیار کرنا چاہتا ہے۔ اس لئے اگر ہم صاحب ڈپٹی کمشنر صاحب بہادر ضلع گورداسپور کو (جو ایک نہایت بیدار مغز اور مردم شناس حاکم ہیں) اس امر کی طرف توجہ دلائیں کہ وہ قادیاں کے ایسے اشخاص کی ایک فہرست مرتب کرائیں جو ہمارے جماعت کے خلاف ہر معاملہ میں انفرادی اور مجموعی طور پر پارٹ لیتے ہیں اور پہر ان لوگوں کے ذاتی چال چلن کو معلوم کریں تو انپر راز بہت جلد کہل سکتا ہے۔

جناب میجر ڈاس صاحب ضلع کے ذمہ دار حاکم ہونے کی وجہ سے کبھی اس بات سے ناواقف نہیں ہو سکتے کہ عالیجناب مرزا غلام احمد صاحب کی ذاتی خدمات کا جو انہوں نے گورنمنٹ کی

بذریعہ تحریرات کی ہیں) انہیں علم ہوگا ایسی حالت میں ایک وفادار دوست خاندان کے اعلٰی ممبر اور ماس کے خدام کو تنگ کرنے کے منصوبے اس قابل ہیں کہ وہ اوس پر توجہ فرمائیں۔

مراسلہ

فیض احمدی

مکرم بندہ ایڈیٹر صاحب

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک معجزہ عرض کرتا ہوں درج اخبار فرماکر مشکور فرماویں ہمارے گاؤں میں طاعون نمودار ہوئی اول جس محلہ میں آئی جو اسمیں گرفتار ہوا کوئی نہ بچا ایک لڑکا علی محمد راجپوت عمر الف سالہ بیمار ہوا اس کی حالت مجھے بیان کرتے ہوئے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں تب اوسکو قریبًا ایکسو دس درجہ کا تھا اور گلٹی ران میں نمودار تھی اُسکو اپنے وجود کی کچھ خبر نہ تھی بلکہ وہ آدمی کو پہچان نہیں سکتا تھا اور عام لوگ خیال کرتے تھے کہ مرگیا اور سرسام بھی تھا اُسکی والدہ کا بھی قریبًا ویسا ہی حال تھا فرق صرف اتنا تھا کہ اوس کی نظر بدستور قایم تھی باقی ہوش وحواس باختہ تھے لڑکے کی نظر بھی بہت کم ہوگئی تھی جب وہ میرے پاس آئے کہ اسکا کچھ علاج کردیں اور منشی خدابخش احمدی دونوں بیٹھے ہوئے تھے ہمنے کہا کہ ہم حکیم نہیں ہیں صرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ظاہری نشان دکھلاتے ہیں میں جو عید پر حضرت قادیان شریف آیا تھا اوس وقت کا ایک صافہ موجود تھا اسکو پھاڑ کر ہردو مریضان کی گلٹی پر باندھ دیا مریضان کو کچھ خبر نہ تھی اور اون کے گھروالوں کو کہا گیا کہ تم اپنے صدق دل سے خدا کے برگزیدہ مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کرو اونہوں نے مان لیا۔ اور میں نے خدا کے آگے دعا کی کہ اگر ہمارا مسیح سچا ہے تو شفا دے مخالف ہمسے ہنسی کرتے تھے اور اس کے گھر میں چیخنے چلانے کی آوازیں آنے لگیں میں خود وہاں گیا معلوم ہوا کہ یہ کہہ رہا تھا کہ میں قادیان شریف میں ہوں حضرت اقدس کے دربار میں حاضر ہوں حضرت فرماتے ہیں کہ تجھ کو گیارہ دن تک تکلیف ہے اور سبز کدو اپنے دست مبارک سے مجھے دیا ہے کہ اسکا پانی پی چنانچہ کدو کے پانی پینے سے گیارہ روز تک دونوں کو صحت ہوگئی ہے اور ایک عورت پھر بیمار ہوئی اس کو بھی اسی طرح کہا تو وہ راضی ہوگئی جب اس کے گھر والے بیعت سے منکر ہوئے تو وہ پھر بیمار ہوگئی اونہوں نے پھر توبہ کی وہ پھر توبہ کے بعد راضی ہوگئے۔ بندہ فضل محمد خان رئیس بیگووال۔ ریاست کپورتھلہ۔

بیعت

اذا جاء نصر اللہ والفتح وانتہی امر الزمان الینا الیس ھذا بالحق

شادی خاں صاحب۔ مقام سنور ضلع پٹیالہ
مولوی بدرالدین صاحب ملتان۔ ملتان
محمد عابد صاحب ״ ۔ ״
محمد زاہد صاحب ״ ۔ ״
اہلیہ مولوی بدرالدین صاحب ״ ۔ ״
اہلیہ غلام نبی خانصاحب۔ گڑھ شنکر۔ ہوشیارپور
مسماۃ عمدہ بی بی ״ ۔ ״
سلطان بخش صاحب ״ ۔ ״
محمد صاحب۔ چک سکندر۔ گجرات
مہرالدین صاحب ״ ۔ ״
نور احمد صاحب ״ ۔ ״
احمد دین صاحب۔ نوری والہ۔ گوجرانوالہ
محمد امین صاحب۔ چک پتیا۔ گجرات
عبدالعزیز صاحب۔ بھیرہ۔ شاہپور
اہلیہ مستری غلام الٰہی صاحب ״ ۔ ״
״ ״ فضل الٰہی صاحب ״ ۔ ״
شہاب صاحب ״ ۔ ״
عبدالرشید صاحب۔ گوراپور۔ منٹگمری
منشی محمد حسین خانصاحب۔ مانانوالہ۔ سیالکوٹ
راج محمد خانصاحب۔ کشمیر
نظام الدین صاحب۔ جہلم
عبدالحمید صاحب۔ سیالکوٹ
حسن الدین صاحب ״
احمد جان صاحب۔ شملہ
عبدالرحمٰن صاحب کابلی۔ پشاور
زوجہ عبدالغنی صاحب پٹیالہ۔ پٹیالہ
״ رجب علی صاحب ״
قدیرالنساء بی بی ״
محمود النساء بی بی ״
ہمشیرہ و والدہ عبدالغنی خانصاحب ״
اللہ بخش صاحب۔ چک سکندر۔ امرتسر
مولوی احمد دین صاحب مدرس۔ بھیرہ۔ شاہپور
ایضًا ״ ۔ ״ ۔ ״
مولا بخش صاحب۔ بھمیان۔ ہوشیارپور
مسماۃ عمری زوجہ ״ ۔ ״
رحمت بی بی دختر ״ ۔ ״

نبی بخش صاحب۔ بھری بی بی۔ بھمیان۔ ہوشیارپور
ابراہیم صاحب۔ حاجرہ بی بی ״ ۔ ״
وزیر محمد صاحب۔ عمری بی زوجہ وزیر محمد ״ ۔ ״
نور محمد صاحب۔ غلام محمد صاحب ״ ۔ ״
برکت علی صاحب۔ بی بی بھاگن ״ ۔ ״
جیون صاحب۔ سائیں بی بی ״ ۔ ״
محمد بخش صاحب۔ رحمت اللہ صاحب ״ ۔ ״
مہتاب بی بی۔ عمر صاحب ״ ۔ ״
بی بی لبھو۔ بی بی جیامو۔ بی بی جیھو ״ ۔ ״
غلام حسین صاحب۔ رحیم بخش صاحب ״ ۔ ״
بی بی حافو۔ عمر صاحب۔ رحمت اللہ صاحب ״ ۔ ״
بوٹا صاحب۔ مہتاب بی بی زوجہ بوٹا ״ ۔ ״
احمد بخش صاحب۔ بی بی اماسو ״ ۔ ״
قادر بخش صاحب۔ رحمت اللہ صاحب ״ ۔ ״
بی بی ہاجرہ زوجہ ״ ۔ ״
نبی بخش صاحب۔ پیر بخش صاحب ״ ۔ ״
علی محمد صاحب ״ ۔ ״
احمد بخش صاحب ״ ۔ ״
عبداللہ صاحب ״ ۔ ״
شاہ دین صاحب ״ ۔ ״
مسماۃ عمری۔ خیرالدین صاحب ״ ۔ ״
امام الدین صاحب ״ ۔ ״
پیر بخش صاحب ״ ۔ ״
مسماۃ پیکاں عبداللہ صاحب ״ ۔ ״
عمری زوجہ ״ ״ ۔ ״
شہاب الدین صاحب ״ ۔ ״
طفیل محمد صاحب ״ ۔ ״
تھو صاحب ״ ۔ ״
بی بی جیو۔ جیون صاحب ״ ۔ ״
بی بی فاطمہ ״ ۔ ״
فاتح صاحب راجپوت۔ بریال ״
عمر خانصاحب ״ ۔ ״
بی بی جھنڈی ״ ۔ ״
کرتار بخش صاحب ״ ۔ ״
سکندر خانصاحب ״ ۔ ״
سمند خانصاحب ״ ۔ ״
برکت بی بی ״ ۔ ״
میراں بخش صاحب ״ ۔ ״
رحیم بخش صاحب ״ ۔ ״
چنگے خاں صاحب ״ ۔ ״
بی بی دولت۔ سلامت خانصاحب ״ ۔ ״
عطر بی بی۔ جھنڈے خان ״ ۔ ״
بی بی دولت۔ ماکھا خانصاحب ״ ۔ ״
سلطان علی صاحب ״ ۔ ״
بی بی دیمیا ״ ۔ ״

الوار احمدیہ پریس میں باہتمام شیخ یعقوب علی تراب ایڈیٹر کے چھپکر شائع ہوا

جلد | مورخہ ۲۴ - اگست سنہ ۱۹۰۳ء مطابق ۳۰ - جمادی الاول سنہ ۱۳۲۱ ھجری | نمبر ۳۱

کلمات طیبات حضرت حجۃ اللہ علیہ الصلوات والسلام

۳۰ - جولائی سنہ ۱۹۰۳ء
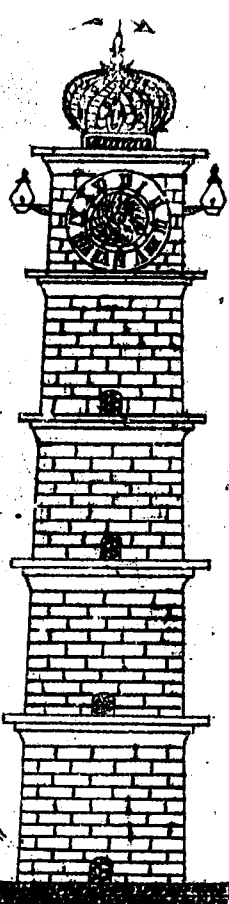
صداقت کا معیار اعدا پر غلبہ ہے۔ فرمایا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے تو کس کو معلوم تھا کہ آپ کے ہاتھ سے اسلام سمندر کی طرح دُنیا میں پھیل جاوے گا جب آپ نے دعویٰ کیا تو وہی تین چار آدمی آپ کے ہمراہ تھے جو کہ مسلمان ہوئے تھے اور ابوجہل وغیرہ آپ کو کیسے حقیر خیال کرتے تھے لیکن اگر اب وہ زندہ ہوں تو اون کو پتہ لگے کہ جسے وہ حقیر اور ذلیل خیال کرتے تھے خدا تعالیٰ نے اوس کی کیا عزت کی ہے۔

اعدا کی ناکامی اور اپنی کامیابی پر فرمایا کہ اس کے متعلق حال میں پیشگوئی جو ہوئی ہے اگرچہ وہ ایک رنگ میں پوری ہو گئی ہے تاہم خدا جانے کامل طور پر اس کے پورا ہونے کے لئے وہ کیا منشاء رکھتا ہے۔ اصل حد ایسی پیشگوئیوں کی وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامۃ ہے جو کہ بہت سے اسباب کو چاہتا ہے۔

دُنیا میں حق پسند بہت تھوڑے ہیں اور اقبال پسند بہت زیادہ ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ آخرکار ذی وجاہت لوگوں کو اپنے برگزیدوں کے ساتھ کر دیا کرتا ہے تاکہ عوام الناس اون کے ذریعہ سے ہدایت پاویں کیونکہ عوام الناس میں حق پسندی اور عمیق عقل کم ہوتی ہے اس لئے وہ بڑے بڑے آدمیوں کو دیکھ کر اون کے ذریعہ داخل ہوتے اور ہدایت پاتے ہیں۔

۳۱ - جولائی سنہ ۱۹۰۳ء

اسم ضال اور ہادی کی تجلی۔ بعض زمانہ میں اللہ تعالیٰ کے اسم ضال کی تجلی ہوتی ہے اور بعض زمانہ میں اسم ہادی کی تجلی۔ نیک اور خدا ترس لوگ جس اسم کی تجلی ہوتی ہے اس کے نیچے آتے ہیں اور اپنے رنگ میں اس سے استفادہ کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ صوفی ابن الوقت ہوتا ہے۔ اسم ضال کی تجلی کا زمانہ گذر چکا۔ اور اب اسم ہادی کی تجلی کا وقت آیا ہے۔ اسی واسطے خود بخود طبیعتوں میں اس کفر اور شرک سے ایک بیزاری پیدا ہو رہی ہے۔ جو عیسائی مذہب نے پھیلایا تھا۔ ہر طرف سے خبریں آرہی ہیں کہ دُنیا میں ایک شور مچ گیا ہے اور وہ وقت آگیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی توحید دُنیا میں پھیلے اور وہ شناخت کیا جاوے اس کی طرف اشارہ کرکے براہین احمدیہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کنت کنزا مخفیا فاحببت ان اعرف اور پھر ایک جگہ فرمایا ہے اردت ان استخلف فخلقت آدم۔ جن لوگوں کو کچھ بھی تعلق نہیں ہے وہ بھی مانتے ہیں کہ یہ زمانہ انقلابات کا زمانہ ہے۔ ہر قسم کے انقلابات ہو رہے ہیں اور یہ سب انقلاب ایک آنیوالے زمانہ کی خبر دیتے ہیں جس میں اللہ تعالیٰ کے عظمت و جلال کامل طور پر ظاہر ہوگا۔

اللہ تعالیٰ جب کسی قوم کو تباہ کرنا چاہتا ہے تو اس قوم میں فسق و فجور پیدا ہو جاتا ہے۔ فاسق چونکہ زنانہ مزاج ہوتے ہیں اور فسق کی بنیاد ریت پر ہوتی ہے اس لئے وہ... جلد تباہ ہوتے ہیں ذرا سا مقابلہ ہو اور سختی پڑے تو برداشت کی طاقت نہیں رکھتے۔

ایک شخص نے سوال کیا کہ براہین احمدیہ میں مسیح کے دوبارہ آنے کا اقرار درج ہے۔ خدا تعالیٰ نے پہلے ہی کیوں ظاہر نہ کر دیا فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے ہمکو بتایا ہم نے ظاہر کر دیا اور یہی ہماری سچائی کی دلیل ہے اگر منصوبہ بازی ہوتی تو ایسا کیوں لکھتے۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی دیکھنا چاہئے کہ اس براہین میں میرا نام عیسیٰ بھی رکھا گیا ہے۔ اس کی بنیاد براہین سے پڑی ہوئی ہے اور علاوہ بریں سنت اللہ اسی طرح

پر ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چالیس سال سے پہلے کیوں نبوت کا دعوے نہ کر دیا اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام مامور ہونے سے پہلے یوسف نجار کے ساتھ بڑھئی کا کام ہی کرتے رہے غرض جبتک حکم نہیں ہوتا...... اعلان نہیں کرتے۔ دیکھو جبتک شراب کی حرمت کا حکم نہیں ہوا تھا اس کی حرمت بیان نہیں کی گئی۔ اسی طرح ہوا کرتا ہے۔ جب خدا تعالیٰ نے ہم پر کھولدیا ہم نے دعوےٰ کر دیا۔ بغیر اس کی اطلاع اور اذن کس طرح ہو سکتا تھا۔

پس یاد رکھو کہ ہر ایک نبی کو جب تک وحی نہ ہو وہ کچھ نہیں کہہ سکتا کیونکہ ہر ایک چیز کی اصل حقیقت تو وحی الہٰی سے ہی کھلتی ہے یہی وجہ تھی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہوا۔ ماکنت تدری ما الکتاب ولا الایمان یعنی تو نہیں جانتا تھا کہ کتاب کیا ہوتی ہے اور ایمان کیا چیز ہے؟ لیکن جب اللہ تعالیٰ کی وحی آپ پر ہوئی تو پھر قل انی امرت وانا اول المؤمنین آپ کو کہنا پڑا اسی طرح آپ کے زمانہ وحی سے پیشتر مکہ میں بُت پرستی اور شرک فسق و فجور ہوتا تھا۔ لیکن کیا کوئی بتا سکتا ہے۔ کہ وحی الہٰی کے آنے سے پہلے بھی آپ نے ان تینوں کے خلاف وعظ کیا اور تبلیغ کی تھی۔ لیکن جب فاصدع بما تؤمر کا حکم ہوا تو پھر ایک سکنڈ کی بھی دیر نہیں کی اور ہزاروں مشکلات اور مصائب کی کچھ بھی پرواہ نہیں کی بات یہی ہے کہ جب کسی امر کے متعلق وحی الہٰی آجاتی ہے تو پھر مامور اس کے پہنچانے میں کسی کی پرواہ نہیں کرتے اور اوس کا چھپانا اسی طرح شرک سمجھتے ہیں جس طرح وحی الہٰی سے اطلاع پانیکے بغیر کسی امر کی اشاعت شرک سمجھتے ہیں۔

اگر وہ اس بات کو جسکی اطلاع وحی الہٰی کے ذریعہ سے نہیں ملی بیان کرتا ہے تو گویا وہ یہہ سمجھتا ہے کہ اسے وہ سوجھتا ہے جو خدا کو بھی نہیں سوجھتا۔ اور اس گستاخی سے وہ مشرک ہو جاتا ہے اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہ تمام باتیں جو قرآن شریف میں درج ہیں قرآن شریف کے نزول سے پہلے ہی بیان کر دیتے تو پھر قرآن شریف کی کیا ضرورت رہ جاتی غرض جو کچھ ہمیں خدا نے کہولا اور جب کہولا ہم نے بیان کر دیا۔

یکم اگست ۱۹۰۳ء

ایک دوست کے تحریری سوال پر کہ اللہ تعالیٰ شرک کو کیوں معاف نہیں کرتا اور گناہ پر مواخذہ کی کیا وجہ ہے۔ فرمایا۔ گناہوں کے مواخذہ کے متعلق یہہ دیکھنا چاہیئے کہ کیا سنت اللہ میں یہہ داخل ہے یا نہیں؟

وہ ہمیشہ سے مواخذہ کرتا آیا ہے گناہ خواہ از قسم صغائر ہوں یا کبائر اسکا مواخذہ ضرور ہوتا ہے اور یہ انسان ہے اور انسان خود اپنی فطرت میں غور کرے کہ کیا وہ اپنے ماتحتوں اور متعلقین سے کوئی مواخذہ کرتا ہے یا نہیں جب اون سے گناہ سرزد ہوتے ہیں اور وہ کوئی خطا کرتے ہیں؟ یہ فطرتی نقش اس بات پر ایک حجت اور گواہ ہے۔

اور یہ بات کہ شرک کو نہیں بخشتا۔ اگر ایک ایک گناہ پر یہ سوال ہو تو پھر بہت بڑی وسعت دیکر اس سوال کو یوں کہنا پڑے گا کہ وہ ہر قسم کے گناہ کیوں معاف نہیں کر دیتا۔ سزا دیتا ہی کیوں ہے؟ یہہ غلطی ہے پہلی امتوں پر گناہوں کے باعث عذاب آئے اور اب بھی اللہ تعالیٰ اسی طرح گناہوں کا مواخذہ کرتا ہے۔

ہاں ہمارا یہہ مذہب ہرگز نہیں ہے کہ گناہ گاروں کو ایسی سزا ابدی ملیگی کہ اس سے پھر کبھی نجات ہی نہ ہوگی بلکہ ہمارا یہ مذہب ہے کہ آخر اللہ تعالیٰ کا فضل اور رحم گناہ گاروں کو بچالیگا اور اسی لئے قرآن شریف میں جہاں عذاب کا ذکر کیا ہے وہاں فعال لما یرید فرمایا ہے۔ گناہ دو قسم کے ہوتے ہیں ایک بندوں کے اور ایک خدا کے جیسے چوری ہے یہ عبد کا گناہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی چوری شرک ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی صفات کو چرا کر دوسرے کو دیتا ہے چونکہ یہ ایک بڑی زبردست ہستی کی چوری ہے اس لئے اسکی سزا بھی بہت ہی بڑی ملتی ہے۔

جو لوگ اس قسم کے سوال کرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کو اپنے قانون اور مرضی کے ماتحت رکھنا چاہتے ہیں کہ جس گناہ کو یہہ چاہیں اسے بخشدے اور جسکو نہ چاہیں اسے نہ بخشے اسطرح پر کیسے ہو سکتا ہے ہم یہاں دنیا میں اسکا نمونہ تمہیں دکھاتے ہیں جیسے کوئی وائسرائے کو لکھدے کہ فلاں مجرم کو سزا نہ دی جاوے اور تعزیرات ہند کو موقوف کر دیا جاوے تو کیا ایسی درخواست منظور ہو سکتی ہے؟ کبھی نہیں +

اس طرح پر تو اباحت کی بنیاد رکھی جاتی ہے کہ جو چاہو سو کرو۔

پھر اسی خط میں ایک دوسرا سوال یہ بھی تھا کہ کیوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماننے کے بغیر نجات نہیں ہو سکتی؟ اس پر فرمایا کہ رسول وہ ہوتا ہے جس پر اللہ تعالیٰ کے انعامات اور احسانات ہوتے ہیں پس جو شخص اس کا انکار کرتا ہے وہ بہت خطرناک جرم کا مرتکب ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ شریعت کے سارے سلسلہ کو باطل کرنا چاہتا ہے اور حلت حرمت کی قیدا وٹھا کر اباحت کا مسئلہ پھیلانا چاہتا ہے اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کیسے نجات کا مانع نہو۔ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو لا انتہا برکات اور فیوض لیکر آیا ہے اسکا انکار ہو اور پھر نجات کی امید اسکا انکار کرنا ساری بدکاریوں اور بدمعاشیوں کو جائز سمجھتا ہے۔ کیونکہ وہ ان کو حرام ٹھہراتا ہے +

۲-اگست ۱۹۰۳ء

درازی عمر کی اصل ہمارے مکرم مخدوم ڈاکٹر سید ستار شاہ صاحب اپنی رخصت کے ختم ہونے پر عرض کی کہ میں صبح جاؤں گا فرمایا خط و کتابت کا سلسلہ قائم رکھنا چاہئے۔ ڈاکٹر صاحب نے عرض کی کہ حضور! میرا ارادہ بھی ہے کہ اگر زندگی باقی رہی تو انشاء اللہ بقیہ حصہ ملازمت پورا کرنے کے بعد مستقل طور پر یہاں ہی رہونگا۔ فرمایا یہ سچی بات ہے کہ اگر انسان توبۃ النصوح کر کے اللہ تعالیٰ کے لئے اپنی زندگی وقف کر دے اور لوگوں کو نفع پہنچاوے تو عمر بڑھتی ہے۔ اعلاء کلمۃ الاسلام کرتا رہے اور اس بات کی آرزو رکھے کہ اللہ تعالیٰ کی توحید پھیلے۔ اس کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ انسان مولوی ہو یا بہت بڑے علم کی ضرورت ہے بلکہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتا رہے یہ ایک اصل ہے جو انسان کو نافع الناس بناتی ہے اور نافع الناس ہونا درازی عمر کا اصل گر ہے +

اپنا الہام فرمایا تیس سال کے قریب گذرے کہ میں ایک بار سخت بیمار ہوا اور اس وقت مجھے الہام ہوا اما ما ینفع الناس فیمکث فی الارض اس وقت مجھے کیا معلوم تھا کہ مجھ سے خلق خدا کو کیا کیا فوائد پہنچنے والے ہیں لیکن اب ظاہر ہوا کہ ان فوائد اور منافع سے کیا مراد تھی غرض جو کوئی اپنی زندگی بڑھانا چاہتا ہے اسے چاہیئے کہ نیک کاموں کی تبلیغ کرے اور مخلوق کو فائدہ پہنچاوے۔

جب اللہ تعالیٰ کسی دل کو ایسا پاتا ہے کہ اس نے مخلوق کی نفع رسانی کا ارادہ کر لیا ہے تو وہ اسے توفیق دیتا اور اوس کی عمر دراز کرتا ہے۔ جسقدر انسان اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے اور اوس کی مخلوق کیساتھ شفقت سے پیش آتا ہے اسیقدر اس کی عمر دراز ہوتی اور اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ہوتا اور اس کی زندگی کی قدر کرتا ہے لیکن جسقدر وہ خدا تعالیٰ سے لاپروا اور لاابالی

ہوتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس کی پروا نہیں کرتا۔ انسان اگر اللہ تعالیٰ کے لئے اپنی زندگی وقف نہ کرے اور اوس کی مخلوق کیلئے نفع رساں نہ ہو تو یہ ایک بیکار اور نکمی ہستی ہو جاتی ہے بھیڑ بکری بھی پھر اس سے اچھی ہے جو انسان کے کام تو آتی ہے لیکن یہ جب اشرف المخلوقات ہو کر اپنی نوع انسان کے کام نہیں آتا تو پھر بدترین مخلوق ہو جاتا ہے اسی کی طرف اشارہ کر کے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ **ان خلقنا الانسان فی احسن تقویم ثم رددناہ اسفل سافلین** میں گرایا جاتا ہے۔ پس یہ سچی بات ہے کہ اگر انسان میں یہ نہیں ہے کہ وہ خدا کے اوامر کی اطاعت کرے اور مخلوق کو نفع پہنچاوے تو وہ جانوروں سے بھی گیا گذرا ہے اور بدترین مخلوق ہے۔

کامیابی کی موت بھی درازی عمر ہے۔ اسجگہ ایک اور سوال پیدا ہوتا ہے کہ بعض لوگ جو نیک اور برگزیدہ ہوتے ہیں چھوٹی عمر میں بھی اس جہان سے رخصت ہوتے ہیں اور اس صورت میں گویا یہ قاعدہ اور اصل ٹوٹ جاتا ہے۔

مگر یہ ایک غلطی اور دھوکا ہے در اصل ایسا نہیں ہوتا یہ قاعدہ کبھی نہیں ٹوٹتا مگر ایک اور صورت پر درازی عمر کا مفہوم پیدا ہو جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ زندگی کا اصل منشا اور درازی عمر کی غائت تو کامیابی اور بامراد ہونا ہے پس جب کوئی شخص اپنے مقاصد میں کامیاب اور بامراد ہو جاوے اور اوس کو کوئی حسرت اور آرزو باقی نہ رہے اور مرتے وقت نہایت اطمینان کے ساتھ اس دنیا سے رخصت ہو تو وہ گویا پوری عمر حاصل کر کے مرا ہے اور درازی عمر کے مقصد کو اُس نے پالیا ہے اس کو چھوٹی عمر میں مرنے والا کہنا سخت غلطی اور نادانی ہے۔

صحابہ میں بعض ایسے تھے جنہوں نے بیس بائیس برس کی عمر پائی مگر چونکہ اون کو مرتے وقت کوئی حسرت اور نامرادی باقی نہ رہتی بلکہ کامیاب ہو کر اُٹھے تھے اس لئے اونہوں نے زندگی کا اصل منشاء حاصل کر لیا تھا۔

انما الاعمال بالنیات اگر انسان نیکی نہ کر سکے تو کم از کم نیکی کی نیت تو رکھے کیونکہ ثمرات عموماً نیتوں کے موافق ملتے ہیں یہی وجہ ہے کہ دنیوی حکام بھی اپنے قوانین میں نیت پر بہت بڑا مدار رکھتے ہیں اور نیت کو دیکھتے ہیں اسی طرح پر دینی امور میں بھی نیت پر ثمرات مرتب ہوتے ہیں پس اگر انسان نیکی کرنے کا مصمم ارادہ رکھے اور ... نیکی نہ کر سکے تب بھی اسے اسکا اجر مل جاویگا اور جو شخص نیکی کی نیت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اوسکو توفیق بھی دیدیتا ہے۔ اور توفیق کا

توفیقِ دعا اور دعا کا اثر

ملنا یہ بھی اللہ تعالیٰ کے فضل پر منحصر ہے دیکھا گیا ہے اور تجربہ سے دیکھا گیا ہے کہ انسان سعی سے کچھ نہیں کر سکتا نہ وہ صلحاء سعداء و شہداء میں داخل ہو سکتا ہے اور نہ اون برکات و فیوض کو پا سکتا ہے۔ غرض

نہ بزور و نہ بزاری نہ بزر مے آید

بلکہ خدا تعالیٰ کے فضل سے یہ گوہر مقصود ملتا ہے اور حصول فضل کا اقرب طریق دعا ہے اور دعا کامل کے لوازمات یہہ ہیں کہ اسمیں رقت ہو اضطراب اور گداز ش ہو جو دعا عاجزی اضطراب اور شکستہ دلی سے بھری ہوئی ہو وہ خدا تعالیٰ کے فضل کو کھینچ لاتی ہے اور قبول ہو کر اصل مقصد تک پہنچاتی ہے۔ مگر مشکل یہ ہے کہ یہ بھی خدا تعالیٰ کے فضل کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی۔ اور پھر اسکا علاج یہی ہے کہ دعا کرتا رہے خواہ کیسی ہی بیدلی اور بے ذوقی ہو لیکن یہ سیر نہ ہو تکلف اور تصنع سے کرتا ہی رہے اصلی اور حقیقی دعا کیواسطے بھی دعا ہی کی ضرورت ہے۔

بہت سے لوگ دعا کرتے ہیں اور ان کا دل سیر ہو جاتا ہے وہ کہہ اوٹھتے ہیں کہ کچھ نہیں بنتا مگر ہماری نصیحت یہ ہے کہ اس خاک بیزی ہی میں برکت ہے کیونکہ آخر گوہر مقصود اسی سے نکل آتا ہے اور ایک دن آجاتا ہے کہ جب اسکا وہ دل زبان کے ساتھ متفق ہو جاتا ہے اور پھر خود ہی وہ عاجزی اور رقت جو دعا کے لوازمات ہیں پیدا ہو جاتے ہیں۔ جو رات کو اُٹھتا ہے خواہ کتنی ہی عدم حضوری اور بے صبری ہو لیکن اگر وہ اس حالت میں بھی دعا کرتا ہے کہ الٰہی دل تیرے ہی قبضہ و تصرف میں ہے تو اس کو صاف کر دے اور عین قبض کی حالت میں اللہ تعالیٰ سے بسط چاہے تو اس قبض میں سے بسط نکل آئیگی اور رقت پیدا ہو جائیگی یہی وہ وقت ہوتا ہے جو قبولیت کی گھڑی کہلاتا ہے وہ دیکھیگا کہ اسوقت روح آستانہ الوہیت پر پانی کی طرح بہتی ہے اور گویا ایک قطرہ ہے جو اوپر سے نیچے کی طرف گرتا ہے۔

دعا اور مسیح میں نے خیال کیا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کا واقعہ بھی عجیب ہے اور وہ حالت دعا کا ایک صحیح نقشہ ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ کی بد قضاء و قدر مقدر تھی اور وہ قبل از وقت اون کو دکھائی گئی تھی اور اُنہوں نے بھی یہی سمجھا تھا کہ اس سے رہائی محال ہے اور پہلے نبیوں نے بھی ایسا ہی سمجھا تھا اور آثار بھی ایسے ہی نظر آتے تھے اسیواسطے اونہوں نے بڑی بیکلی اور اضطراب کے ساتھ دعا کی انجیل میں اس کا نقشہ خوب کھینچ کر دکھایا ہے پس اسی حالتمیں اللہ تعالیٰ نے ان کی قضاء و قدر کو جو موت کے رنگ میں مقدر تھی غشی کے ساتھ بدل دیا۔ اور اونکی دعا سنی گئی چنانچہ انجیل کے مطالعہ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ جہاں لکھا ہے فسمع لتقواہ کہ اسکی دعا اس کے تقوے کے باعث سنی گئی اور خدا نے تقدیر ٹالدی اور موت غشی سے بدل گئی اصل بات یہ ہے کہ اگر عیسائیوں کے کہنے کے موافق مان لیا جاوے کہ مسیح صلیب پر مر گیا تو اس موت کو لعنتی ماننا پڑے گا جسکا کوئی جواب عیسائیوں کے پاس نہیں بلکہ عیسائیوں پر ایک اور مصیبت بھی آتی ہے اور وہ یہ ہے کہ پھر ان کو ماننا پڑیگا کہ مسیح کی یہہ دعا بھی جو اُس نے باغ میں ساری رات رو رو کر کی تھی قبول نہیں ہوئی۔ اور ان میں اور چوروں میں جو ان کے ساتھ صلیب پر لٹکائے گئے تھے کیا فرق ہوا۔ اُنہوں نے بھی تو صلیب پر مرنے سے بچنے کے لئے دعا کی تھی اور اونہوں نے بھی کی نہ اون کی قبول ہوئی اور نہ انکی مگر ہمارا یہ مذہب نہیں ہے جیسے ہمارے نزدیک مسیح کی موت لعنتی موت نہ تھی جیسا کہ عیسائیوں کا عقیدہ ہے ویسے ہی یہ بھی ہمارا اعتقاد ہے کہ ان کی دعا قبول ہوئی اور وہ **صلیب پر سے زندہ اتر آئے**۔

نکتہ اصل بات یہ ہے کہ یہ ایک باریک سر ہوتا ہے جسکو ہر ایک شخص نہیں سمجھ سکتا انبیاء علیہم السلام پر اس قسم کے ابتلا اور قضاء و قدر آیا کرتے ہیں جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر بھی آیا اور دوسرے نبیوں پر بھی کسی نہ کسی رنگ میں آتے ہیں اور یہ ایک تجلی ہوتی ہے جس کو دوسرے لوگ موت سمجھتے ہیں مگر یہہ موت در اصل ایک زندگی کا دروازہ ہوتی ہے۔

باب الموت صوفی کہتے ہیں کہ ہر ایک شخص کو جو خدا تعالیٰ سے ملنا چاہے ضروری ہے کہ وہ باب الموت سے گذرے۔ مثنوی میں اس مقام کے بیان کرنے میں ایک قصہ نقل کیا ہے۔ (یہاں حضرت نے وہ قصہ بیان کیا جسکا منظوم ترجمہ دیکھو صفحہ ۶ میں درج ہے۔)

پس یہ سچی بات ہے کہ نفس امارہ کی تار و بنیں جو یہ جکڑا ہوا ہے اس سے رہائی بغیر موت کے ممکن ہی نہیں۔

واعبد ربک حتیٰ یاتیک الیقین کے معنے اسی موت کی طرف اشارہ کر کے قرآن شریف میں فرمایا ہے **واعبد ربک حتیٰ یاتیک الیقین**۔ اسجگہ یقین سے مراد موت بھی ہے یعنے انسان کی اپنی ہوا و ہوس پر پوری فنا طاری ہو کر اللہ تعالیٰ کی اطاعت رہ جاوے اور وہ یہاں تک ترقی کرے کہ کوئی جنبش اور حرکت اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی نہ ہو۔

سیّد عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب یہ موت انسان پر وارد ہو جاتی ہے تو سب عبادتیں ساقط ہو جاتی ہیں اور پھر خود ہی سوال کرتے ہیں کہ کیا انسان اباحتی ہو جاتا ہے اور سب اعمل ماشئت کچھ اس کے لئے جائز ہو جاتا ہے پھر آپ ہی جواب دیا ہے کہ یہہ بات نہیں کہ وہ اباحتی ہو جاتا ہے۔ بلکہ بات اصل یہ ہے کہ عبادت کے اثقال اس سے دور ہو جاتے ہیں اور پھر تکلف اور تصنع سے کوئی عبادت وہ نہیں کرتا۔ بلکہ عبادت ایک شیریں اور لذیذ غذا کی طرح ہو جاتی ہے اور خدا تعالیٰ کی نافرمانی اور مخالفت اس سے ہو سکتی ہی نہیں اور خدا تعالیٰ کا ذکر اس کے لئے لذت بخش اور آرام دہ ہوتا ہے یہی وہ مقام ہے جہاں کہا جاتا ہے اعملوا ماشئتم۔ اس کے یہ معنے نہیں ہوتے کہ نواہی کی اجازت ہو جاتی ہے نہیں بلکہ وہ خود ہی نہیں کر سکتا۔ اس کی ایسی ہی مثال ہے کہ کوئی خصی ہو اور اوس کو کہا جاوے کہ تو جو مرضی ہے کر وہ کیا کر سکتا ہے۔ اس سے فسق و فجور مراد لینا کمال درجہ کی بے حیائی اور حماقت ہے۔ یہ تو اعلیٰ درجہ کا مقام ہے جہاں کشف حقائق ہوتا ہے۔ صوفی کہتے ہیں اسی کے کمال پر الہام ہوتا ہے اس کی رضا اللہ تعالیٰ کی رضا ہو جاتی ہے اسوقت اسے یہ حکم ملتا ہے۔

پس اثقال عبادت اس سے دور ہو کر عبادت اس کے لئے غذا شیریں کا کام دیتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ ھذا الذی رزقنا من قبل فرمایا گیا ہے

گناہ سے نجات کیسے ہو ✦

فرمایا گناہ سے نجات محض خدا تعالیٰ کے فضل اور تصرّف سے ملتی ہے جب وہ تصرّف کرتا ہے اور دل میں وعظ پیدا ہو جاتا ہے تو پھر ایک نئی قوت انسان کو ملتی ہے جو اس کے دل کو گناہ سے نفرت دلاتی ہے اور نیکیوں کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔

ایمان کیلئے ابتلا ضروری شے ہے

ایک شخص نے اپنی تکالیف اور ابتلاؤں کا ذکر کیا ✦

فرمایا

جب اللہ تعالیٰ کسی آسمانی سلسلہ کو قائم کرتا ہے۔ تو ابتلا اسکی جزو ہوتے ہیں جو اس سلسلہ میں داخل ہوتا ہے ضروری ہوتا ہے کہ اسپر کوئی نہ کوئی ابتلا آوے تاکہ اللہ تعالیٰ سچے اور مستقل مزاجوں میں امتیاز کر دے اور صبر کرنیوالوں کے مدارج میں ترقی ہو۔ ابتلا کا آنا بہت ضروری ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا اٰمنا وھم لا یفتنون۔ کیا لوگ گمان کر بیٹھے ہیں کہ وہ صرف اتنا کہنے پر ہی چھوڑ دیئے جاویں کہ ہم ایمان لائے اور اونپر کوئی ابتلا نہ آوے ایسا کبھی نہیں ہوتا خدا تعالیٰ کو منظور ہوتا ہے کہ وہ غداروں اور کچوں کو الگ کر دے پس ایمان کے بعد ضروری ہے کہ انسان دکھہ اوٹھاوے بغیر اس کے ایمان کا کچھ مزا ہی نہیں ملتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو کیا کیا مشکلات پیش آئیں اور اونہوں نے کیا کیا دُکھہ اوٹھائے۔ آخر اون کے صبر پر اللہ تعالیٰ نے اونکو بڑے بڑے مدارج اور مراتب عالیہ عطا کئے انسان جلد بازی کرتا ہے اور ابتلا آتا ہے تو اوس کو دیکھہ کر گھبرا جاتا ہے جس کا نتیجہ یہہ ہوتا ہے کہ نہ دُنیا ہی رہتی ہے اور نہ دین ہی رہتا ہے مگر جو صبر کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اون کے ساتھ ہوتا ہے اور اُنپر انعام و اکرام کرتا ہے۔ اس لئے کسی ابتلا پر گھبرانا نہیں چاہیئے ابتلا مومن کو اللہ تعالیٰ کے اور بھی قریب کر دیتا ہے اور اوس کی وفاداری کو مستحکم بناتا ہے لیکن کچے اور غدار کو الگ کر دیتا ہے

ایک شخص نے ذکر کیا کہ میرا ایک ساتھی تھا مگر ایسے جماعت میں داخل ہونے کے بعد کچھ تکالیف پہنچیں تو وہ الگ ہو گیا۔

فرمایا

تم شکر کرو کہ اللہ تعالیٰ نے تمکو اس ابتلا سے بچا لیا ایک وہ زمانہ تھا کہ تلواروں سے ڈرایا جاتا تھا اور وہ لوگ اس کے مقابلہ پر کیا کرتے تھے خدا تعالیٰ سے دعائیں مانگتے اور کہتے ربنا افرغ علینا صبرا وثبت اقدامنا وانصرنا علی القوم الکافرین

مگر آجکل تو خدا تعالیٰ کا فضل ہے کہ تلوار سے نہیں ڈرایا جاتا۔ اصل یہ ہے کہ جنکو اللہ تعالیٰ اس سلسلہ میں رہنے کے لائق نہیں پاتا انکو الگ کر دیتا ہے وہ ایمان کے بعد مرتد اس لئے ہوتے ہیں کہ قیامت کو جب وہ اپنے رفیق کو جنت میں دیکھیں تو ان کی حسرت اور بھی بڑھے اسوقت وہ کہیں گے کاش ہم اپنے رفیق کے ساتھ ہوتے ✦ اپنی ہی کمزوری ہے جو ذرا ذرا سی بات پر یہ لوگ گھبرا جاتے ہیں ورنہ اگر اللہ تعالیٰ کو اپنا رازق سمجھہ لیں اور اوسپر ایمان رکھیں تو ایک جرأت اور دلیری پیدا ہو جاتی ہے ✦ پس ساری باتوں کا خلاصہ یہی ہے کہ صبر اور استقلال سے کام لینا چاہیئے اور خدا تعالیٰ سے ثبات قدم کی دعا مانگتے رہو۔

کسی کا مرتد ہو جانا کچھہ میرے سلسلہ کے ساتھ خاص نہیں بلکہ منہاج نبوۃ کے ساتھ یہ بات لازمی ہے نبیوں کے سلسلے میں یہ نظیر ملتی ہیں ہمکو کوئی افسوس نہیں البتہ ایسے لوگوں پر رحم آتا ہے کیونکہ اون کو دو چند عذاب ہوگا اس لئے کہ وہ ایمان لا کر مرتد ہوئے اور پھر بہشت کے پاس پہنچکر واپس ہوئے یہ حسرت کا عذاب ہوگا۔

مشکلات سے مت ڈرو خدا کی راہ میں ہر دکھہ اور مصیبت اور بے عزتی اوٹھانے کے لئے تیار رہو تا خدا تعالیٰ تمہاری مصائب کو دور کرے اور تمہاری آبرو کا خود محافظ ہو۔

مومن وہی ہوتا ہے جو خدا کے ساتھ وفادار ہوتا ہے جب ایمان لے آیا پھر کسی کی دھمکی کی کیا پروا ہے تم نے دین کو دنیا پر مقدم کیا ہے ✦ اور یہ اقرار کر چکے ہو جب انسان خدا کے لئے وطن احباب اور ساری آسائشوں کو چھوڑتا ہے وہ اوس کے لئے سب کچھہ مہیا کرتا ہے اب چاہیئے کہ صادقوں کی طرح ثابت قدم رہے کیونکہ خدا تعالیٰ صادق کا ساتھ دیتا ہے اور اسکو بڑے بڑے درجے عطا کرتا ہے **خدا تعالیٰ اس وقت صادقوں کی جماعت طیار کر رہا ہے جو صادق نہیں وہ آج نہیں کل چلا جائیگا اور اس سلسلہ سے الگ ہو کر رہیگا مگر صادق کو خدا ضائع نہیں کرے گا۔**

نمبر ۳

گذشتہ اشاعت سے آگے

سادہ لوح انسان کو حقہ چرٹ پان تمباکو بھنگ۔ چرس۔ افیون۔ سنکھیے اور دھتورہ کا عادی بنا دیتا۔ لباس اور مکانات کو ریاکاری اور بیہودہ نمائش کا اکھاڑہ بنا دیتا۔ تاش شطرنج مرغبازی اور دیگر ہزلیات کو رواج دیتا بیہودہ بکواس غزلگوئی اور ترنم کی گرمبازاری کرتا ہے۔ تمام عیب اور گناہ ۔۔ کورانہ اطاعت سے پیدا ہوتے ہیں۔ مسلمانوں کو صرف و نحو اور معقول و منقول کا دیوانہ اور قرآن سے متنفر اسی بھیڈ چال نے بنایا۔ یہود کو عیسائیوں کا دشمن اور عیسائیوں کو مسلمانوں کا دشمن اور اسی طرح تمام مذاہب کو ایک دوسرے کا دشمن اسی بیہودہ تقلید نے کر دیا۔ قرآنی تراجم کا رواج اسی نے دور کیا اور بے معنے پڑھنے کا

رواج اسی نے قایم کیا - بچوں - جوانوں اور بوڑھوں کے مذاق کو لغو اور افتراپسندی احمقانہ حال نے بنایا ہر ایک کی فطرتی عقل اور مذاہب کو یہی حماقت بگاڑتی ہے - خداوند کریم کی وحدت و عظمت کی بجائے شرک و کفریات یہی رسم پرستی بھرتی ہے اپنے فلسفیانہ طریق پر قرآن مجید اس احمقانہ پرستش کی تردید اسطرح پر فرماتا ہے قل لا یستوی الخبیث والطیب ولو اعجبك كثرة الخبیث ج فاتقوا الله یا اولی الالباب لعلکم تفلحون ٥ یہ کہو کہ خبیث اور طیب برابر نہیں ہوتے اگرچہ خباثت کی کثرت تجکو اچھی معلوم ہو پس اے اہل دانش لوگو خدا سے ڈرو تاکہ تم فلاح پاؤ پہلا مقولہ ایک توجہ طلب دلیل ہے کہ کثرت قلت ایک علیحدہ امر ہے جو خبیث ہے وہ خبیث ہے خواہ وہ کیسی قدر کثیر کیوں نہ ہو اور جو طیب ہے وہ طیب ہے خواہ کتنا ہی کم کیوں نہ ہو - کثرت کے دباؤ میں نہیں آنا چاہئیے خواہ وہ کثرت کیسی ہی دلکش معلوم ہو بلکہ اے سمجھ والے لوگو خدا سے ہی ڈرو دنیاوی کثرت اور رواج خداوند عالم کی عظمت و جلال کے مقابلہ میں کیا حقیقت رکھتا ہے - یہ سراسر حمق اور جہالت کا کام ہے کہ انسان دنیا کو خوش کرنے کے لئے خدا کو ناراض کرے اور اس کے احکام کا کچھ خیال نہ کرے - اس بشر کا ایمان خدا پر کیسا نکما ایمان ہے جو خدا کو دنیا کی برابر بھی نہیں سمجھتا بلکہ فی الحقیقت وہ مشرک اور بے ایمان ہے - اسی واسطے اگر نجات چاہتے ہو تو خوب سوچ لو اور سمجھ لو کہ نجات کا راستہ سوائے خوف خدا کے اور کوئی نہیں ہو سکتا کیونکہ خدا سے بے خوف اور لاپرواہ ہو کر انسان مخالف راستوں میں پڑ جاتا اور دین سے محروم رہتا ہے - پھر اس مسئلہ کو دوسرے الفاظ میں قرآن مجید اس طرح پر بیان فرماتا ہے فالله احق ان تخشوه ان کنتم مؤمنین اگر تم مومن ہو تو سمجھ لو کہ اللہ اس بات کا زیادہ مستحق ہے کہ اس سے خوف کیا جائے پس اگر خدا کو مانتے ہو تو اس بات کو بھی ساتھ ہی مانو کہ اسکا خوف اور اس کی اطاعت سب سے مقدم ہے جو عملاً ایسا ظاہر نہیں کرتا وہ فی الحقیقت مشرک اور بے ایمان ہے - پھر دوسرے الفاظ میں اس مسئلہ کو یاد دلاتا ہے ویحذرکم الله نفسه والی الله المصیر - اللہ تمکو اپنی ذات سے ڈراتا ہے کیونکہ اللہ کی طرف سب کی بازگشت ہے

۹ - خدا سے ڈرنا حماقت اور رعونت کی دلیل ہے خلقت کا خوف ریا جھوٹ اور بدی کی طرف لے جاتا ہے - خدا کا خوف صفائی - راستی اور نیکی کی طرف - رسم و رواج کا خوف مشرک و احمق بناتا ہے پر خدا کا خوف موحد و دانشمند حکام کا خوف خوشامد - بے وفائی اور حرامخوری کی طرف مائل کرتا ہے مگر خدا کا خوف صدق و وفا اور نمک حلالی کیطرف برادری اور شہرداری کا خوف رسم پرست اور زیاں کار بناتا ہے پر خدا کا خوف خداپرست اور صلاح کار - پھر کیسی نادانی اور جہالت ہے کہ رسم و رواج سے ڈریں مخلوق سے ڈریں حکام اور برادری سے ڈریں پر خدا سے غافل اور بے خوف بنے رہیں - بدیہی نظر میں یہ سراسر نادانی کی بات ہے کہ خالق کے مقابلہ پر اس کی مخلوق کا خوف کیا جاوے رب العالمین کے احکام کے مقابلہ پر رسم و رواج کو مانا جائے احکم الحاکمین کے مقابلہ پر دنیاوی حکام کا خوف کیا جاوے - اے انسان کیا تیرے نزدیک اس رب العالمین کی کچھ حقیقت نہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے جو جس کے رزق کو چاہے کم کر دے اور جس کے رزق کو چاہے زیادہ کر دے جسکو چاہے عزت بخشے اور جس کو چاہے ذلیل کر دے جس کے حکموں میں کوئی دخل نہیں ہو سکتا جو چاہے تو ایک دم میں زمین اور پہاڑوں کی گرد بنا کر اوڑا دے -

الغرض خدا سے نہ ڈرنا ہر پہلو سے حماقت و رعونت میں داخل ہے قرآن مجید اس حمق کی تشریح اپنے فلسفیانہ طریق سے بہت مقامات پر فرماتا ہے ذیل میں تمثیل کے طور پر چند مقامات درج کئے جاتے ہیں افامن اهل القرى ان یاتیهم باسنا بیاتا وهم نائمون ٥ او امن اهل القرى ان یاتیهم باسنا ضحى وهم یلعبون ٥ افامنوا مکر الله فلا یامن مکر الله الا القوم الخاسرون کیا ان بستیوں کے لوگ اس بات سے نڈر ہو گئے کہ انپر ہمارا عذاب راتوں رات آپڑے اور وہ سوئے پڑے ہوں یا ان بستیوں کے رہنے والے اس سے نڈر ہیں کہ انپر ہمارا عذاب دن میں آپڑے اور وہ لہو و لعب میں مشغول ہوں تو کیا اللہ کے نامعلوم فعلوں سے نڈر ہو گئے سو یاد رکھو کہ اللہ کے نامعلوم فعلوں سے وہی نڈر ہوتے ہیں جو برباد ہونے والے ہیں انما یخشى الله من عباده العلماء ٥ اللہ سے تو بس وہی لوگ ڈرتے ہیں جو اس کے بندوں میں سے اہل علم ہیں - مثال کے طور پر ایک احمق و متکبر کے بیان میں قرآن مجید فرماتا ہے - واذا قیل له اتق الله اخذته العزة بالاثم فحسبه جهنم ولبئس المهاد ٥ جب اوس کو کہا جاوے کہ خدا سے ڈر تو رعونت اس کو پکڑ کر گناہ کی طرف مائل کر دیتی ہے پس اس کے واسطے جہنم کافی ہے اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے - پھر ایک اور مقام پر فرماتا ہے - افامن الذین مکروا السیئات ان یخسف الله بهم الارض او یاتیهم العذاب من حیث لا یشعرون ٥ او یاخذهم فی تقلبهم فما هم بمعجزین ٥ او یاخذهم علی تخوف فان ربکم لرؤف الرحیم ٥ تو کیا جو لوگ بدی کے منصوبہ باندھتے ہیں اون کو اس بات کا خوف نہیں کہ خدا اون کو زمین میں دبا مارے یا جدھر سے اون کو خبر بھی نہ ہو عذاب انپر آ نازل ہو یا اون کے چلتے پھرتے خدا اون کو پکڑ لے کہ کسی کی حالت میں پکڑلے مگر اصل یہ ہے کہ تمہارا رب بڑی شفقت و رحمت والا ہے - (یہی وجہ ہے کہ سخت بیباکی کی حالت میں بھی لوگوں پر کوئی عذاب نازل نہیں ہوتا) ایک اور مقام پر فرماتا ہے ءامنتم من فی السماء ان یخسف بکم الارض فاذا هی تمور ٥ ام امنتم من فی السماء ان یرسل علیکم حاصبا ط فستعلمون کیف کان نذیر ٥ کیا تم اس کے غضب سے نہیں ڈرتے کہ کہیں تم پر پتھر برساوے تو عنقریب تم معلوم کرو گے کہ ہمارا ڈرانا کیسا تھا - الغرض خدا سے نہ ڈرنا پرلے درجہ کی حماقت و رعونت اور جہنم کے واسطے برباد ہوجانے کی علامت ہے - ہماری بیباکی اس بات کی متقاضی ہے کہ کوئی سخت عذاب ناگہانی طور پر دن میں یا رات میں ہمپر آپڑے زمین پھٹ جائے اور شریر لوگ اسمیں دھس جائیں یا آسمان کے پتھر برس کر اون کو نیست و نابود کر دیں مگر خدا کا علم اور رحم ہماری پناہ ہے وہی ہمکو بچا رہا ہے - ورنہ ہمارے اعمال ایسے نہیں کہ ہم ایک دم کے واسطے امن سے زندہ چھوڑے جاویں -

۱۰ - شریروں کے درمیان مومنوں کو بھی بے خوف نہیں رہنا چاہئیے بلکہ بہت ڈرنا چاہئیے - جبتک ہم اپنے جان و مال کو وعظ و نصیحت میں صرف نہ کریں اور تبلیغ احکام کا بار جو صریح بے ایمانیوں اور بے دینیوں کے درمیان ہمپر عین فرض ہے سبکدوش نہ ہو جائیں اسوقت تک عذاب الہی سے بری نہیں ہو سکتے - ایسی حالتوں میں جب عذاب الہی نازل ہوتا ہے تو چن چن کر شریروں کو نہیں پکڑتا بیچ میں بہت سے سست اور غافل مومن بھی پکڑے جاتے ہیں چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے واتقوا فتنة لا تصیبن الذین ظلموا منکم خاصة ج واعلموا ان الله شدید العقاب - فتنہ سے ڈرو جو تم میں سے شریروں کو چن چن کر نہیں پکڑے گا اور اس بات کو جانتے رہو کہ تحقیق اللہ سخت عذاب دینے والا ہے -

۱۱ - جو خدا سے نہیں ڈرتا وہ سخت جھگڑالو فسادی اور مشرک اور دین و دنیا میں برباد ہو جاتا ہے - یہہ

مسئلہ اوپر کے بیانات سے صاف ہو چکا ہے کہ تمام نیکی اور دینداری کی بنیاد خدا ترسی ہے اور تمام بدی اور بیدینی کی بنیاد اُس کا خلاف ہے پس جو ڈرتا ہے وہ ہر طرح سے اپنی اصلاح کرتا اور فساد سے بچتا ہے اوس کی آنکھیں روشن اور عقل صاف و صحیح ہو جاتی ہے ہر طرح کے ظلم و فساد سے اُس کی روح کانپتی اور دور رہتی ہے برعکس اُس کے جو بیباک ہے وہ ہمیشہ بدی اور فساد کی طرف مائل رہتا اس کی آنکھیں اندھی اور عقل خراب رہتی ہے ہر طرح کی شرارت اُسکو اچھی معلوم ہوتی ہے - اسطرح پر اوس کا دین برباد ہو جاتا اور ظلم و شرارت کی وجہ سے دُنیا میں جلد تر ذلیل و خوار یا نیست و نابود ہو جاتا ہے - چنانچہ قرآن کریم فرماتا ہے افامنوا مکر اللّٰہ الا القوم الخاسرون کیا اللہ کے نامعلوم فعلوں سے نڈر ہو گئے ....

.... اور اللہ کے

نامعلوم فعلوں سے وہی لوگ نڈر رہتے ہیں - جو برباد ہونیوالے ہیں شرک بھی اسوقت تک انسان کو اچھا معلوم ہوتا ہے جب تک خدا کی طرف سے خوف نہ ہو بلکہ شرک میں مبتلا ہونا اس امر کی دلیل ہے کہ خدا کی عظمت و ہیبت اس کے اندر کچھ نہیں - تبھی ایک انسان یا حیوان یا پتھر یا چاند یا سورج یا ستارہ کو خدا بناتا اور اوس کے آگے جھکتا ہے چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے قال یقوم اعبدوا اللّٰہ مالکم من الہ غیرہ ط افلا تتقون ۝ (ہود علیہ السلام نے) کہا کہ اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو تمھارے واسطے اوس کے سوائے اور کوئی معبود نہیں پس کیا تم خدا سے نہیں ڈرتے ہو (جو اللہ کے شریک ٹھہراتے ہو) واذا قیل لہ اتق اللّٰہ اخذتہ العزۃ بالاثم فحسبہ جہنم ط ولبئس المھاد - جب اوسکو کہا جاتا ہے کہ اللہ سے ڈر تب اس کو عزت کھینچکر گناہ پر آمادہ کر دیتی ہے - پس ایسے شخص کیواسطے جہنم کافی ہے اور وہ بہت بُرا ٹھکانا ہے -

دارالامان کا ہفتہ

۱ - حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مع اہل بیت اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے تندرست ہیں - ۱۷ - اگست سنہ ۱۹۰۳ء کو بعد دوپہر آپ ادائے شہادت کیلئے گورداسپور تشریف لے گئے اور ۱۹ - کی شام کو گورداسپور سے روانہ ہو کر رات کو بٹالہ قیام فرمایا اور ۲۰ - کی صبح کو مع الخیر دارالامان میں وارد ہوئے اس اثنا میں مندرجہ ذیل وحی آپ پر نازل ہوئی +

۱۸ - اگست بعد دوپہر | (۱) ساکرملٹ اکراماً حسنا - (۲) ساکرملٹ اکراماً عجبا - (۳) ان السموات والارض کانتا رتقا ففتقنٰہما (۴) قل اللّٰہ ثم ذرھم فی خوضھم یلعبون (۵) یسئلونک عن شانک قل اللّٰہ ثم ذرھم فی خوضھم یلعبون (۶) ماتری فی خلق الرحمان من تفاوت

۱۹ - اگست | الم تر کیف فعل ربک باصحاب الفیل الم یجعل کیدھم فی تضلیل -

مندرجہ بالا الہامات گورداسپور میں مقدمہ میں پیش ہونے سے بیشتر ہی سب کو سنائے گئے اور انکا ظہور جس رنگ میں ہوا ہوگا وہ ہم بعد میں انشاء اللہ دکھائیں گے

۲۰ - اگست | کتب اللّٰہ لاغلبن انا ورسلی -

۲۲ - اگست | خدا کی پناہ میں عمر گذارو

قادیان میں حضرت اقدس کو ایک الہام یہ بھی ہوا تھا انی اری الرحمٰن حل غضبہ علی الارض - اس کی تشریح حضرت اقدس نے یہ فرمائی ہے کہ میں رحمان کو دیکھتا ہوں یعنی اگرچہ خدا رحمان ہے مگر گناہ حد سے بڑھ گیا ہے جس سے اس کا غضب نازل ہو گیا ہے -

۲ - بزرگان ملت بھی خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے خیریت سے ہیں -

۳ - ہفتہ رواں میں بھی بارش خاصی ہو گئی -

۴ - حضرت اقدس کا سفر گورداسپور ایک جدا مضمون ہے جو کسی وقت انشاء اللہ الحکم میں نکلے گا -

۵ - دارالامان کا تعلیم الاسلام ہائی سکول ۲۰ - اگست سنہ ۱۹۰۳ء سے یکم اکتوبر سنہ ۱۹۰۳ء تک موسمی تعطیلات کے لئے بند کیا گیا بورڈر اپنے گھروں کو رخصت ہوئے +

اطلاع

بعض احباب باوجودیکہ پہلے لکھا گیا تھا کہ نمبر ۲۷ و ۲۸ الحکم اگست اور ستمبر کے اخبارات کے ساتھ ہر ہفتہ چار صفحہ زائد بھیجکر پورے کر دیئے جاویں گے - پھر بھی ان نمبروں کو طلب کرتے ہیں ۱۰ - اگست سے الحکم ۲۰ صفحوں پر اسی لئے شائع ہوتا ہے یہ زائد صفحے اسی تلافی مافات کے لئے ہیں + آئندہ یاد رہے -

منیجر

سلسلہ عالیہ احمدیہ کی خبریں

ایک احمدی گولڑہ میں

ہمارے مکرم مخدوم بھائی جناب بابو شاہدین صاحب سٹیشن ماسٹر گوجرخاں کا تبادلہ گولڑہ ضلع راولپنڈی کے سٹیشن پر ہوا - یہ گولڑہ پیر مہر علی شاہ صاحب کا ہیڈ کوارٹر ہے بعض نادان کہتے ہیں کہ بابو شاہدین صاحب چونکہ ایک سخت مخالف کے علاقہ میں ہیں جہاں اون کے پیروؤں کا (جو سرحدی علاقہ کے پرجوش پٹھان ہیں) زور ہے اور اس لئے وہ امن میں نہ رہ سکیں گے - مگر ہم ایسی باتوں کو نہایت حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں پیر صاحب اپنی ذمہ واریوں کو ضرور سمجھتے ہیں کہ اگر خدا نخواستہ بابو شاہدین صاحب کو کسی قسم کا نقصان بھی پہنچے تو کم از کم پیر صاحب یا اونکی جماعت اس کے لئے نشانہ بن سکتی ہے - ایسی حالت میں بابو شاہدین صاحب کے جان و مال کی بلاواسطہ حفاظت گویا پیر صاحب خود کریں گے + اور ہم امید کرتے ہیں کہ بابو صاحب کو گولڑہ سٹیشن پر کوئی ایسا گزند نہ پہنچیگا جسکا اون کو اندیشہ دلایا جاتا ہے بلکہ پیر صاحب اور اون کی جماعت کو اپنے اخلاق کے ظاہر کرنے کا ایک عمدہ موقع ہاتھ آیا اور ہم امید نہیں کرتے کہ وہ اس موقعہ کو ہاتھ سے جانے دے ہم دیکھیں گے کہ پیر صاحب اور اونکی جماعت بابو شاہدین صاحب سے کس اخلاق سے پیش آتی ہے + محکمہ ریل کے اعلیٰ افسران کو بھی اس امر کا نوٹ ضرور کر رکھنا چاہیئے کہ بابو شاہدین صاحب اس سٹیشن پر ہیں جہاں ان کا ایک سخت مذہبی مخالف اور اس کی ایک جماعت ہے - بابو شاہدین صاحب کے اخلاق اور ان کی نرم خوئی جو سلسلہ عالیہ احمدیہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اون میں پیدا کی ہے ہمکو پورا یقین ہے کہ وہ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی تعلیم کا ایک عمدہ نمونہ اس سٹیشن پر دکھائیں گے - اور صبر - برداشت - رفق اور ملاطفت سے اپنے سید و مولا امام کی تعلیم اپنے نمونہ سے پیش کریں گے

ترقی

ہمارے مکرم و مخدوم بھائی ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب معقول ترقی حاصل کر کے آگرہ میڈیکل کالج میں پروفیسر ہو کر تشریف لے جاتے ہیں

مبارک ہو

نوٹ - میں پھر قادیان سے باہر تھا ۲۲ - کی شام کو واپس آیا اخبار کی دیر کا باعث ہے - ایڈیٹر

ہمارے واجب الاحترام مخدوم خواجہ کمال الدین صاحب وکیل سلسلہ عالیہ آجکل دارالامان میں ہیں مقدمات کے متعلق مناسب طیاری کے علاوہ بعض اور قومی خدمات میں معروف ہیں -

جناب ڈاکٹر قاضی محبوب عالم صاحب احمدی سانبر سے جے پور تبدیل ہوئے سانبر والوں نے ڈاکٹر صاحب کو نہایت اعزاز اور اکرام کے ساتھ رخصت کیا ایسا اعزاز اورکسی ڈاکٹر کا آج تک وہاں نہیں ہوا ہم کسیقدر تفصیل سے پھر لکھینگے

ڈاکٹر ڈوئی کے متعلق عنقریب الحکم میں ایک مبسوط مضمون نکلنے والا ہے +

ہماری مقامی ضرورتیں اور افسران ضلع کی توجہ +

اپنے فرائض کو نگاہ رکھتے ہوئے حکام ضلع گورداسپور کی خدمت میں قادیاں کی مقامی ضرورتوں پر وقتاً فوقتاً ہمکو کچھ نہ کچھ لکھنا پڑتا ہے - آجکل موسمی عوارض کے ایام ہیں - اور قادیان سے قریب ہی مسانیاں تحصیل بٹالہ میں ہیضہ کی شدید واردات ہو رہی ہیں + چونکہ قادیان میں مسانیاں کے ساتھ کی رشتہ داریاں ہیں جن کی وجہ سے آمد و رفت کا سلسلہ بھی بند نہیں ہو سکتا + ایسے موقع پر کسقدر ضروری ہے کہ تین ہزار آبادی کے قصبہ میں اشیائے خوردنی کی نگرانی کیجاوے اگر سول سرجن صاحب گورداسپور (جن کی توجہ اور مستعد طبیعت کے ہم پہلے سے شکر گذار ہیں کیونکہ قادیان کی صفائی کے متعلق انہوں نے ہماری تحریروں پر پوری توجہ کی تھی) اسوقت توجہ کریں اور قادیاں کی اشیائے خوردنی کا ملاحظہ کریں تو پبلک کو مضر صحت اشیا کے ملنے سے نجات ملے اور اگر وہ اپنی توجہ کو ذرا وسیع کر کے کم از کم ستمبر کے اخیر تک اسسٹنٹ سرجن بٹالہ کو ہفتہ میں ایکبار قادیاں آکر عام حالت کے معاینہ کا مشورہ دیں تو اور بھی مفید ہو سکتا ہے - ہم امید کرتے ہیں کہ رائے سوبھا رام صاحب سول سرجن گورداسپور رفاہِ عام کے خیال کو مدنظر رکھکر اس پر نوٹس لیں گے +

مقامی ڈاکخانہ بابو فقیر حسین صاحب پوسٹماسٹر قادیان تبدیل ہو کر پھر کلرکی پر واپس گئے - اُن کی جگہ بابو پرتاب سنگھ صاحب کلرک بٹالہ سب آفس سے سب پوسٹماسٹر ہو کر آئے ہیں معلوم نہیں افسران ڈاکخانہ ایسی جلد جلد تبدیلیوں سے کیا فائدہ سوچتے ہیں بجز اس کے کہ صرف خرچ کا بوجھ ڈاکخانہ پر پڑے - قادیان کے ڈاکخانہ کے متعلق ہماری شکایات ڈاک کی آمد اور روانگی کیلئے بدستور سابق ہیں سپرنٹنڈنٹ صاحب خاص توجہ کر رہے ہیں امید ہے پوسٹماسٹر جنرل قادیان کی کاروباری پبلک کی ضروریات اور مشکلات کو محسوس کریں گے اور جو سکیم پیش کی گئی ہے اسپر نوٹس لیں گے -

قادیان کی سڑک کا سوال ہنوز روز اول کا مصداق ہو رہا ہے - قادیان سے جو لگ ڈنڈی سڑک تک جاتی ہے اس کی حالت ناگفتہ بہ ہے کچھ تو وہ پہلے ہی سے خراب تھی اور اب اسپر طرہ یہ ہوا کہ زمینداروں نے مختلف مقامات پر بند مار کر اس راستہ کو کاٹ کاٹ کر خراب کر دیا ہے - جہاں یکے اولٹتے اور راہ رو گرتے ہیں -
کیا تحصیلدار صاحب بٹالہ تکلیف گوارا کریں گے اور ایک بار اس حصہ کو دیکھ کر اپنی توجہ سے پبلک کو مشکور فرما سکیں گے ؟

قادیاں میں ایک عیسائی آیا

ایک عیسائی گلمحمد نامی جو کہ غالباً دو چار سال سے مذہب عیسوی میں داخل ہیں اور بنوں کے باشندے ہیں اور آجکل لاہور کے ڈیوینیٹی کالج میں قیام پذیر ہیں - مذہبی تحقیقات کی غرض سے ۱۴- اگست ۱۹۰۳ء کو قادیان آکر اُسی دن بعد نماز مغرب حضرۃ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے - حضرۃ اقدس نے پہلے اُن سے معمولی حالات سکونت وغیرہ کے متعلق دریافت کئے جس کے بعد عیسائی صاحب نے اپنے مقصد کا اظہار کیا پھر حضرت نے فرمایا کہ آپ کتنی مدت یہاں ٹھہریں گے اسکا جواب گلمحمد صاحب نے یہ دیا کہ میں تو کل ہی چلا جاؤنگا جسپر حضرۃ اقدس اور سب سامعین کو نہایت حیرانی ہوئی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بڑے زور کیساتھ اصرار سے کہا کہ آپ یہاں دو تین ہفتہ تک ٹھہریں یہ مذہبی معاملہ ہے جسکا نتیجہ کفر یا ایمان ہے اس میں ایسی جلد بازی مناسب نہیں اور نہیں تو آپ کم از کم ایک ہفتہ ہی ٹھہریں اور مذہبی امور دریافت کریں ہم حتی الوسع آپکو سمجھاتے رہیں گے - حضرۃ نے یہاں تک بھی فرمایا کہ ہم ہر طرح سے آپکے مکان - خوراک وغیرہ کا بندوبست کرتے ہیں بلکہ یہاں رہنے میں آپکا کچھ مالی نقصان ہے تو وہ بھی دینے کو طیار رہیں اور اگر آپکی کچھ ملازمت اور تنخواہ ہے تو اس عرصہ کیلئے وہ بھی دیدیں گے مگر گلمحمد نے ایسی نہیں پکڑی کہ کوئی بات منظور کی اور یہی کہا کہ کل میں ضرور چلا جاؤنگا - اسیوقت آپ میرے ساتھ سوال وجواب کر لیں حضرۃ نے اس امر کو نا منظور کیا اور بہت سمجھایا کہ یہ مذہبی معاملہ ہے ہم اسمیں ایسی جلد بازی ہرگز نہیں کر سکتے اور نہ ہم اس امر کی پرواہ رکھتے ہیں کہ آپ باہر جا کر لوگوں کو کیا کچھ کہو گے یا سنائیں گے - اگر آپ کو حق کی طلب ہو تو آپ چند یوم ہمارے پاس ٹھہر جائیں بلکہ یہ بھی فرمایا کہ اگر آپکا حرج ہے تو ہم دو چار روپیہ روز تک بھی دینے کو طیار ہیں مگر گل محمد صاحب نے کوئی بات نہ مانی اور کہا کہ اچھا میں پھر آؤنگا مگر صرف چار دن کے لئے حضرت نے فرمایا کہ کم از کم دس دن ضروری ہیں مگر جب گلمحمد صاحب نے کہا کہ میں چار دن سے زائد بالکل نہیں ٹھہر سکتا تو بالآخر حضرت نے چار دن ہی منظور فرمائے اور گل محمد صاحب کی درخواست پر اسی وقت ایک عہد نامہ تحریر ہوا جو ذیل میں درج کیا جاتا ہے

محمد صادق ۲۲- اگست ۱۹۰۳ء

نقل عہدنامہ منجانب گل محمد عیسائی

گل محمد صاحب کی تحریک کے مطابق جو اجازت ان کو یہاں قادیاں آنے کے لئے شیخ عبدالرحمٰن صاحب نے تحریر کی تھی کہ وہ اپنی مشکلات مذہبی کے حل کرنے کے لئے قادیاں حضرۃ اقدس کے پاس آسکتے ہیں اس کے مطابق وہ یہاں آکر ۱۴- اگست ۱۹۰۳ء کو بعد نماز مغرب حضرت صاحب کے پاس آئے مگر چونکہ اونہوں نے فرمایا کہ مجھے کل ہی واپس جانا ہے اور وہ زیادہ دیر تک نہیں رہ سکتا اور حضرت صاحب بھی گورداسپور جانے کے سبب سے ان کو زیادہ وقت نہیں دے سکتے اسلئے یہ قرار پایا کہ گل محمد صاحب ابتدائی ہفتہ اکتوبر ۱۹۰۳ء کو چار دن کے لئے یہاں آئیں اور اپنا ایک سوال تحریری پیش کریں جسکا جواب حضرۃ مرزا صاحب تحریرکر دیں گے اور اس جواب کے بعد اگر گل محمد صاحب کی تشفی نہ ہو تو اسی سوال کے متعلق کچھ اور دریافت کر سکتے ہیں جس کا جواب حضرت صاحب دیں گے اور یہی سلسلہ چار دن تک رہیگا - اس سوال وجواب کے شرائط یہ ہیں کہ ہر روز پانچ گھنٹہ اسپر خرچ ہونگے یعنی ہر ایک فریق کیلئے اڑہائی گھنٹے اور جس فریق کو اڑہائی گھنٹہ کم وقت ملنے کا موقعہ ملے وہ اتنا ہی وقت دوسرے دن لے سکیگا لیکن چوتھے دن کی شام کو بہرحال یہ امر ختم ہوگا سو لئے اس کے کہ ان چار دنوں کے اندر کوئی فریق کسی وجہ سے جو معمولی حوائج اور ضروریات کے علاوہ ہو پورا وقت نہ دے سکے تو اس کے لئے ضروری ہوگا کہ اس وقت کو چار دن کے بعد پورا کرے اور اگر چار دن کے اندر ہی مثلاً پہلے ہی دن حضرۃ صاحب فرما دیں کہ جو ہمنے کہنا تھا کہہ چکے - اور اب زیادہ اور کچھ نہیں کہنا تو گل محمد صاحب کو اختیار ہوگا کہ اسیوقت چلے جاویں - گل محمد صاحب کی طرف سے صرف ایک ہی سوال پیش ہوگا خواہ وہ کتنا ہی بڑا ہو اور فریقین کو اختیار نہ ہوگا کہ ایکدوسرے کیوقت میں کسی کی بات کو قطع کریں + (دستخط حضرۃ مرزا غلام احمد صاحب)
دوسرے کاغذ پر ہوئے (گل محمد)

نوٹ - صفحہ ۴ پر جس مضمون کے اندراج کا حوالہ صفحہ ۱۴ کا دیا ہے وہ بوجہ تنگئی جگہ اس پرچہ میں درج نہیں ہو سکا + ایڈیٹر

آپ بیتی

(گذشتہ اشاعت سے آگے)

اور اس اثنا میں ہماری دوکان مدراس میں الگ شروع ہوگئی جو اس سے پیشتر چند شرکا کی مَیں چلتی تہی۔ اب سب شرکا نے اپنی اپنی جدا جدا دوکانیں کہول کر مشترک دوکان کو بند کر دیا اس اشترک دوکان میں چار شریک تھے جنکی اب چار دوکانیں ہوگئیں والد مرحوم نے مجہکو اور ذکریا مرحوم کو یہاں چھوڑا اور باقی سب کو ہمراہ لے کر بیت اللہ شریف کو راہی ہوگئے - اور یہاں ہم دو بھائی ہم اور دو ہمارے چچازاد بھائی تہے جو بڑی عمر کے تھے اور معاملہ فہم تہے مگر ہم دو نو بھائی کم سن اور نو آموز- غرض والد صاحب کے تشریف فرما ہونے کے بعد چھوٹا بھائی ذکریا مدراس کو اپنی خاص دوکان پر روانہ ہوگیا چونکہ وہ میرے سے زیادہ معاملہ فہم اور طبیعت کا ہر ایک طرح سے تیز تھا اس لئے میرے بڑے بھائی نے اون کو وہاں روانہ کر دیا اور میرے دوسرے چچازاد بھائی کو الگ دوکان پر بٹھایا۔ اور اپنے تئیں اور مجھے بڑی دوکان کے لئے تجویز فرمایا۔ اور بعد اس کے خود بھی جلد کسی کام پیش آجانے سے مدراس روانہ ہوگئے اور میں اکیلا یہاں دوکان پر رہ گیا اور اسوقت تک میں گویا ایک آزادی زندگی بسر کرتا تھا اور اب پابند ہوگیا اس لئے اب کچھ کچھ بوجھہ معاملہ کا اور خانہ داری کا محسوس ہونے لگا- چونکہ ابتدا سے ہمارے چچازاد بھائیوں کا کہانا پینا الگ ہی تھا صرف معاملہ شرکت کا تھا۔ غرض ہر ایک قسم کی آزمائش ہونے لگی اور بہت جلد طبیعت آئندہ کے لئے ہوشیار ہو چلی تجارت پیشہ میں بھی ایک شمار ہونے لگا- اور کچھہ عزت اور وقار کی نظر سے ابنائے جنس میں دیکھا جانے لگا- اور بمصداق سه

تکیہ برجائے بزرگاں نتواں زد بگزاف
گر اسباب بزرگی ہمہ آمادہ کنی-

ہر ایک موقعہ اور محل کا فہم گویا خدا سے ہی ملنے لگ گیا اور کوئی ایک برس کے بعد مدراس جانے کی نوبت پیش آگئی والد مرحوم کا بعد حج شاید دوسرے یا تیسرے دن مکہ معظمہ میں انتقال ہوگیا اور بڑا سخت صدمہ اس حادثہ سے دل کو پہنچا جسکو یہہ عاجز ابتک نہیں بھولا- غرض اس حادثہ جانکاہ کے بعد میرا بھائی بنگلور آگیا اور مجھے وہاں جانا پڑا بعد پہنچنے کے میرے چچا زاد بڑے بھائی جو وہاں موجود تھے صرف دو یا تین دن رہے اور بنگلور کو روانہ ہوگئے- ان کی اس حرکت سے سخت حیرانی ہوگئی یعنے ایک تو میں بالکل نیا اور پھر ہر ایک طرح سے نو آموز دفتر وغیرہ لکہنے کی بالکل تمیز نہ تھی اور نہ کسی اہل معاملہ سے شناسائی کہ والی اور نہ کچھہ زبان سے کہا اور نہ کیا تو یہ کیا کہ چلنے پر آمادہ ہوگئے اور یہاں مجھے گویا قیامت کا سامنا ہوگیا ہزاروں کا لین دین اور کچھہ بھی خبر نہ دار د- مگر کیا ہو سکتا تھا۔ بجز اسکے کہ قہر درویش بر جان درویش کبھی تو گھبرا کر رو پڑتا تھا اور کبھی دفتروں کو پاس رکھ کر ساری ساری رات غور کیا کرتا تھا اسوقت ایک ایسی مسلمان ہمارے کام میں تھے جنکو کام دکان کا کچھہ تجربہ تھا اون سے مجھے مدد ملتی رہی غرض یہ کہ ان سب باتوں پر میں بہت جلد عادی ہوگیا اور پھر معاملہ کے متعلق بہی شوق ہو چلا-

یا ایام ہمام علیہ الصلوٰۃ والسلام میرا استقدر طوالت کے ساتھ اس مضمون کو بیان کرنے سے مدعا یہ ہے کہ یہہ گویا میری ابتدائی عمر کا ایک ثلث ہے جسکو آج بھی میں یاد کرتا ہوں تو میرے آنسو نکل پڑتے ہیں- وہ کیا ہی مبارک حصہ زندگی کا تھا جس میں ہر ایک قسم کی خیر و خوبی جمع تھی- تجارت ایک محدود دائرہ کے اندر چلتی تھی - اکثر اسباب بمبئی سے آیا کرتا تھا بمبئی سے بنگلور شاید اڑھائی اور تین مہینے کے اندر اسباب پہنچتا تھا اور جب پہنچتا تھا تو ایکدم ہی تیس چالیس گاڑیوں میں کئی تاجروں کا مال آجاتا تھا گویا ایک قافلہ کی حیثیت ہوتی تھی اور پھر اس اسباب کے آنے سے جو رونق بازار کی ہوتی تھی اس کا نقشہ ابھی تک میری آنکھوں کے سامنے ہے غرض بمبئی سے لیکر چالیس فیصدی کے قریب نفع پر وہاں کے چھوٹے چھوٹے بیوپاری مال خرید لیتے تھے اور چار سے چھہ قسط میں روپیہ ادا کرنے کی شرط ہوتی تھی اور اسطرح سال میں بیس ہزار کے قریب قریب ہماری تجارت چلتی تھی اور سال میں آٹھ مہینے راستہ کھلا رہتا تھا اور چار مہینے بند یعنے موسم کے مخالف ہونیکی وجہ سے جہاز رانی موقوف رہتی تھی - یہ گویا معاش کا ذریعہ اور اسوقت کی تجارت کی حالت تھی اب رہا دوسرا پہلو یعنے خانہ داری کا سو ملاحظہ فرمائیے کہ ہمارے والد اور چچا نے زندگی تک رفاقت کی رہائش اور تجارت میں اوسوقت شاید پچیس کے قریب آدمی ہمارے کنبے میں ہونگے جو ایک ہی مکان میں رہتے تھے کوئی تین روپیہ کرایہ ماہوار کا مکان تھا جسمیں اچھی طرح سے اوقات بسری ہوتی تھی میرے چچا شاید تیس روپیہ اور میرے والد پندرہ روپیہ ماہوار خرچ کے لئے اوٹھایا کرتے تھے ہر ایک چیز ارزان تہی گہی کی شاید دو سوا دو روپیہ فی من قیمت تھی اور عمدہ سے عمدہ چاول کی قیمت پونے دو سے دو روپیہ تک فی تستہ تہی علی ہذا القیاس ہر ایک خوردنی چیز کا یہ حال تھا اور اس زمانہ میں جو لذیذ اور لطیف غذاؤں کا استعمال ہوا کرتا تھا آج اسکا نام و نشان بھی نظر نہیں آتا - ہمدردی اپنے اور بیگانے سے ایسی تہی کہ شادی اور غمی دونوں پہلوؤں کا اثر صاحب خانہ کے برابر دوسروں پر ہوتا تھا-

خیراتی کاموں کی نگرانی صدق اور اخلاص اور محبت سے ہوا کرتی تہی بدستور فقرا اور علماء میں حشیمی نظر آتی تھی اور طالب ضرور ایک حد تک مستفیض ہوجاتے تہے- ادنیٰ درجہ کا آدمی یعنی ایک دو روپیہ کا معاش رکھنے والا بھی خورم و خندان نظر آتا تھا مروت - محبت - صدق - اخلاص - حیا - شرم حفظ مراتب ہمدردی ہر ایک قسم کے لوگوں میں پائی جاتی تہی گویا آسمان سے خیر و برکت کی بارش برس رہی تہی علی العموم جمعیت خاطر کے آثار نظر آتے تہے اور ابھی تک گویا وہ منتظر آنکھوں کے سامنے ہے اس کے بعد عمر کا دوسرا ثلث ہے جس کی نسبت جی نہیں چاہتا کہ کچھ لکھوں صرف اس قدر اشارہ کافی سمجھتا ہوں کہ بتدریج اس ابتدائی حصہ کی خوبیاں جن کو میں نمونے کے طور پر لکھہ آیا ہوں رخصت ہوتی گئیں اور آخر حصہ میں وہ سب کی سب کافور ہوگئیں اور ان کی جگہ ناگفتہ باتوں کا مجموعہ اپنے اندر جمع ہوگیا اور صحبت اور مجلس بھی ویسی ہی رہتی تہی - غرض جب تیسرے حصہ کا آغاز ہونے لگا شاید عمر بھی چالیس سے متجاوز ہوگئی تو کچھہ کچھہ آنکھہ کھلنے لگی گو کسی قدر حالات وہی دوسرے حصہ کے باقی اور قائم رہ گئے صرف اتنا فرق پیدا ہوا کہ اپنی حالت کو غور سے دیکھنے لگ گیا اور اچھے اور برے میں تمیز ہونے لگ گئی - والدین وغیرہ تو گویا سرپرست اوٹھ گئے تھے اب نوبت اپنے ہمنشینوں کی آئی جو کسیقدر معمر تھے وہ بھی باری باری اوٹھنے لگے اور عبرت ناک حالات بھی پیش ہونے لگے کچھہ تو اپنی نالائق زندگی کا غم اور کچھہ تغیرات زمانہ کا رنگ دل کو پکڑتا گیا مروت محبت اپنے بیگانے سے اوٹھنے لگی دوست دشمن سے بدتر نظر آنے لگے - گھر کی بات بگڑنے لگی - ہم آٹھ بھائی تھے چھہ حقیقی اور دو چچازاد اور پھر سب باعیال و اطفال بلکہ بھتیجے تک صاحب عیال و اطفال - (باقی آئندہ)

مراسلت

ہماری مخالفوں کی حالت قابل غور ہے

اخویم - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ - پچھلے ہفتہ کے ضمیمہ شحنۂ ہند صفحہ ۶ میں ایک مراسلہ ابو السخا محمد رفعت اللہ خاں صاحب شاہجہانپوری کے نام سے شائع ہوا ہے جس کا عنوان ہے "وہ مرزائیوں کے مکائد" یہ مراسلہ ابو السخا محمد رفعت اللہ خان صاحب کا نہیں ہے بلکہ یہ ایک اور مولوی صاحب کی راست بازی اور صداقت شعاری کا نمونہ ہے جنکا نام نامی و اسم گرامی ابو داؤد مولانا مولوی سید محمد عبد الودود صاحب ہے بات صرف اتنی تھی کہ ڈاکٹر محمد عمر خان صاحب نے (جو کچھ عرصہ ہوا شاہجہانپور تشریف لائے تھے) اثنای گفتگو میں یہ فرمایا تھا کہ مولوی محمد حسین صاحب اب خاموش ہیں اور کچھ نہیں کہتے موجودہ احمدیوں میں سے کسی نے شاید اسکی تائید بھی کی ہو کہ ہاں ایسا ہی ہے - اتنی بات کو مولانا ابو داؤد سید محمد عبد الودود صاحب نے جس پیرایہ میں ادا کیا ہے وہ انھیں کا حصہ ہے - اسطرح پر کہ اپنی طبع نقاد و ذہن وقاد کے نتیجہ کو کسی خاص مصلحت سے ابو السخا محمد رفعت اللہ خاں صاحب سے منسوب کرکے اسکا عنوان قائم فرمایا ہے "مرزائیوں کے مکائد" اخوب!! اور بہت ہی خوب مولانا ہم آپ کو بحث چراغ دار کا مصداق تو کیا کہیں مگر نہایت ادب سے آپ کو آپ کی پاکیزہ کارروائیوں اور پسندیدہ شیلیانیوں کی طرف توجہ دلاکر دردبھرے کانپتے ہوئے دل کے ساتھ اتنا عرض کر دینے پر اکتفا کرتے ہیں - اتق اللہ! اتق اللہ!! اتق اللہ!!

مذکورۂ بالا بیان کی تصدیق کے لیے ذیل میں ہم وہ مضمون بلفظہ درج کرتے ہیں جو ہمکو ابو السخا محمد رفعت اللہ خاں صاحب نے اس مضمون کی تردید میں دیا ہے جو انکے نام سے ضمیمہ شحنۂ ہند میں شائع ہوا ہے

وھو ہذا -

ایک مہربان کی عنایت اور اس کا شکریہ

یکم اگست کے ضمیمہ شحنۂ ہند میں یہ دیکھکر مجھکو سخت تعجب ہوا کہ اس میں میرے نام سے ایک مضمون جو کہ درج ذیل ہے شائع ہوا ہے

"مرزائیوں کے مکائد"

کچھ عرصہ ہوا کہ شاہ جہان پور میں خدا جانے کہاں کا خدائی خوار ایک پنجابی مرزائی آنکلا جس کا بیان تھا کہ میں صرف مرزا صاحب کے مذہب کی اشاعت کے لیے سیر و سیاحت کرتا ہوں پھر کیا تھا یہاں مرزائیوں نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا بڑی آؤ بھگت کی اور مرزائیوں کے گرو گھنٹال نے جنکی بدولت اس شہر میں یہ مذہب جدید جاری ہوا ہے اپنے مکان پر مہمان کیا اور خاطر تواضع کی کچھ نہ پوچھیے - اس سے قبل اہل حدیث کو یہاں کے بعض مرزائی یہ دھوکا دیتے تھے کہ اب عرصہ سے مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی مرزا کی حقانیت کے قائل ہو گئے ہیں اور مرزا کو مسیح موعود تسلیم کرنے لگے ہیں اور عنقریب وہ کھلم کھلا بھی اقرار کرینگے اسیوجہ سے اب انھوں نے بہت عرصہ سے مرزا کے خلاف کچھ نہیں لکھا اور کوئی اور رسالہ وغیرہ انکی تردید میں شائع نہیں کیا اور ان کے اس بیان کی تصدیق بڑے زور شور سے اس نو وارد مرزائی نے بھی کی اور کہا کہ اگر یقین نہ ہو تو ابھی خط بھیجکر دریافت کرلو کہ وہ اب ہرگز مرزا صاحب کے خلاف نہیں اسپر میرے ایک مہربان نے جسنے مولوی صاحب موصوف سے خط کتابت بھی اسبارہ میں استفسار کیا مولوی صاحب موصوف کا جواب بلفظہ درج ذیل کیا جاتا ہے راقم ابو السخا محمد رفعت اللہ خان عفی عنہ شاہجہانپوری -

گرامی نامہ جناب مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نمبر ۳۷۵

محبی سید صاحب - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ۱۷ منی کا محبت نامہ وصول ہوا سنہ ۱۹۰۱ء سے میں مرزا کی ایسی خبر لے رہا ہوں جیسی آگے خبر لیتا تھا اور ایسا ہی گمراہ و خارج از اسلام سمجھتا ہوں جیسا آگے سمجھتا تھا جلد ۱۹ رسالہ اشاعۃ السنہ کے کئی نمبروں میں اسکے رد میں کئی مضامین شائع کر چکا ہوں جو سنہ ۱۹۰۲ء میں شائع ہوئے ہیں اس جلد کی قیمت عہ روپیہ ہے منگا کر ملاحظہ کریں اگر قیمت نہ دیسکیں تو محصولڈاک دو آنے خرچ رجسٹری دو آنے کل چار آنے کے ٹکٹ ارسال کریں بعد ملاحظہ و کاربرآری جلد مذکور اسی طور پر واپس کر دیں میرا یہ خط جسکو چاہیں دکھا دیں مجھے کوئی لحاظ کسی مرزائی کا نہیں ہے ابو سعید محمد حسین بٹالوی مہتمم اشاعۃ السنہ)

حالانکہ مینے اس وقت تک * ضمیمہ میں کوئی مضمون روانہ کیا نہ ایڈیٹر شحنۂ ہند سے کسی قسم کی خط و کتابت کی ممکن تھا کہ مجھکو پوشیدہ عنایت فرما کا پتہ نہ چلتا مگر مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے خط نے مجکو یہ بتلا دیا کہ یہ مضمون ابو داؤد سید عبد الودود صاحب سہسوانی کا ہے کیونکہ یہ خط سید عبد الودود صاحب کے پاس (جب وہ شاہجہانپور میں ابو یحیی مولوی محمد صاحب کے ہاں ٹھہرے تھے) آیا تھا اور جو شائع ہونے سے قبل میری نظر سے گذر چکا تھا اور وہ اب تک انھیں کے پاس موجود ہوگا باوجود یہ سمجھ لینے کے لیے بھی میرا ارادہ تھا میں اسکو ظاہر نہ کروں کہ یہ مضمون میرا نہیں ہے کیونکہ میں مرزا صاحب کی مخالفوں میں ہوں پھر اگر میرے نام سے شائع ہوا تو کیا حرج مگر دو وجہ سے مینے اسکا اظہار مناسب سمجھا اول یہ کہ آیندہ میرے مہربان کسی اور کے یا میرے نام سے مضمون شائع نہ کر سکیں دوسرے یہ کہ مضمون میں اصل قصہ نہیں بیان کیا گیا تھا بلکہ میری جانب سے مرزائیوں پر اتہام لگایا تھا پس یہ دیکھکر میں اصل واقعہ کے اظہار پر مجبور ہو گیا کیونکہ ایسا نہ کرنے میں عام طور پر اور خاصکر ان لوگوں کی نظروں میں جو اصل واقعہ سے باخبر ہیں میں کاذب سمجھا جاتا اور نیز عند اللہ بھی گنہگار رہتا -

* اصل قصہ کا بیان نہ کرتا اور جان بوجھکر اتہام لگانا بہتان کا طوفان اٹھانا کیا ایک سعید نیک طینت انسان کا کام ہو سکتا ہے استغفر اللہ افسوس ایک صادق راست باز کی مخالفت نے ان مدعیان علم و فضل کی کہاں تک نوبت پہونچا دی کہ نہ جھوٹ بولنا انکی نظر میں کوئی عیب ہے نہ کسی پر اتہام لگانا کوئی معصیت آئے دن کی اسی قسم کی چالاکیوں اور مکاریوں سے کام لے رہے ہیں نہ خدا کا خوف ہے نہ مخلوق کی شرم - اڈیٹر

اب اصل واقعہ سنیے وہ صرف اسقدر ہے کہ مجھ سے ایک نوواردہ فیروزپوری مرزائی نے دوران گفتگو میں بیان کیا کہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی بالکل خاموش ہیں اور کچھ نہیں لکھتے اسکی بعض اور مرزائیوں نے بھی جو وہاں موجود تھے تصدیق کی بس اس کا ذکر میں نے سید عبدالودود صاحب سے کیا انھوں نے مولانا مذکور کو خط لکھا جو اوپر نقل کیا گیا اس کے سوا جو کچھ ہے مجھسے کسی مرزائی نے نہیں کہا اور نہ یہ کہا کہ مولوی محمد حسین صاحب نے مرزا صاحب کو مسیح تسلیم کرلیا اور نہ میں نے اسکے طبع ہونے کی اجازت دی اور نہ میں اس سے خبردار ہوں خیر اب میں مولوی سید عبدالودود صاحب کو خبردار کرتا ہوں کہ خلاف واقعہ امور شائع نہ کریں آخر میں یہ بھی بتلاتا ہوں کہ مجھسے اور اڈیٹر شحنہ ہند سے خط وکتابت نہ تھی اسوجہ سے وہ نہ جان سکے کہ فرضی مضمون ہے یا اصلی اور واقعہ کیا ہے کیونکہ اگر وہ واقعہ سے خبردار ہوتے تو ہرگز شائع نہ کرتے اسلیے ان سے کسی قسم کی شکایت نہیں

ابوالسخا محمد رفعت اللہ خان محلہ اٹہ
متصل چوکی پولیس مکان نمبر ۲۴
از شاہجہانپور روہیلکھنڈ

ناظرین یہ ہیں آج کل کے مولوی کہلانے والے حضرات اور یہ ہیں انکی کرتوت کجا کسی مسافر کا یہ قول کہ مولوی محمد حسین صاحب اب خاموش ہیں اور کچھ نہیں کہتے اور کجا یہ بے سروپا طومار اہتمام کہ اس سے قبل اہل حدیث کو یہاں کے بعض مرزائی یہ دھوکا دیتے تھے کہ اب عرصہ سے مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی مرزا صاحب کی حقانیت کے قائل ہوگئے ہیں اور مرزا کو مسیح موعود تسلیم کرنے لگے ہیں اور عنقریب وہ علم کھلا بھی اقرار کرینگے اسوجہ سے کہ انھوں نے بہت عرصہ سے مرزا کے خلاف کچھ نہیں لکھا اور کوئی اشتہار ورسالہ وغیرہ انکی تردید میں شائع نہیں کیا اس بیان کی تصدیق بڑے زور شور سے اس نووارد مرزائی نے بھی کی۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم لیکن اس کارروائی پر کچھ بھی تعجب نہیں کیونکہ ان بیچاروں کے پاس اسی قسم کی چالبازیوں یا گالی گلوچ اور کفر کے فتووں کے اور ہے کیا آخر کسی طرح اپنا دل بھی خوش کریں کہ نہیں اور بالخصوص ابوداؤد مولانا مولوی سید عبدالودود صاحب پر تو اور بھی کوئی وجہ تعجب کی نہیں کیونکہ انجناب کی یہ کوئی نئی ذہانت تو ہے نہیں بلکہ آپ تو اس سے قبل بار بار مختلف لباسوں میں جلوہ فرما کر اس معاملہ میں ایک خاص مشق حاصل فرما چکے ہیں چنانچہ گذشتہ مہینہ کے کسی ضمیمہ میں بھی جناب والا ہی نے کرم فرمایا ہے اور محمد ظہور خان دکاندار بازار بہادرگنج کی طرف سے ایک مضمون شائع کرکے اسی قسم کی چالبازی اور بہتان سازی کو عزت بخشی ہے۔

اور محمد ظہور خان ہیں کہ کانوں پر ہاتھ دھرتے ہیں اور کئی آدمیوں کے سامنے کہچکے ہیں کہ یہ مضمون میرا نہیں بلکہ اسمیں جو جھوٹی باتیں شائع ہوئی ہیں انکے لیے میں ممانعت کرتا رہا لیکن صاحب مضمون نے نہ مانا اور پھر طرہ یہ کہ میرے نام سے مضمون شائع کردیا۔

ہم نے چاہا کہ محمد ظہور خان ہمکو صاحب مضمون کا نام بتادیں مگر اس سے انھوں نے انکار کیا چونکہ جناب مولانا ابوداؤد سید محمد عبدالودود صاحب محمد ظہور خان کے یہاں اکثر نشست برخاست رکھتے تھے اسواسطے گمان غالب یہی ہے کہ یہ تکلیف بھی ہمارے خاطر مولا ہی نے گوارا فرمائی ہے۔ ہمارے مولانا کی نظر توجہ ضمیمہ شحنہ ہند تک ہی محدود نہیں بلکہ بعض اوقات انجناب دور ودراز مقامات کی سیر بھی فرمانے لگتے ہیں۔ چنانچہ مطالعہ ریاض الاخبار مطبوعہ ۸ نومبر ۱۹۰۲ء سے ہمارے بیان کی کماحقہ تصدیق ہوسکتی ہے جس میں زیر عنوان اراکین ندوۃ العلما اور مرزا صاحب قادیانی پورے چار کالم کا ایک لمبا مراسلہ محمد حنیف کے نام سے شائع ہوا ہے۔ جسکا ماحصل یہ ہے کہ وہ کہ جب مرزا صاحب باوجود بار بار بلائے جانے کے ندوۃ العلما امرتسر میں تشریف نہ لے گئے تو چالیس علما وفضلا کی ایک جماعت بغرض تصفیہ امور متنازعہ قادیان پہونچے مگر مرزا صاحب نے اسہال وپیچش کا بہانہ کرکے ملاقات تک نہ کی وغیرۃ الخرافات والہذیانات۔

چونکہ مولانا ابوداؤد سید محمد عبدالودود صاحب کی کارروائیوں کا ہمکو اچھی طرح علم ہوگیا ہے لہذا یہ کہدینے میں ہمکو کیا تامل ہوسکتا ہے کہ غالباً وہ مراسلہ بھی صاحب مصدر الذکر ہی کا ایک ننھا سا کرشمہ تھا۔

حقیقت الامر یہ ہے کہ ہمارے مولانا ابوداؤد سید محمد عبدالودود صاحب ہیں بڑے زندہ دل اور ہنس مکھ انسان وہ لینے دل بہلاتے اور اپنے احباب کو خوش کرنے کی غرض کوئی نہ کوئی چٹکلہ چھوڑ دیتے ہیں حتی کہ اس خیال کی محویت کا دائرہ یہانتک وسیع ہوجاتا ہے اور ایک ایسی استغراقی کیفیت طاری ہوجاتی ہے کہ مولانا کو اچھے برے جھوٹ سچ سفید وسیاہ میں مطلق امتیاز باقی نہیں رہتا۔

ابھی ہمکو مولانا موصوف کی ایک سرباز خط سے جو انھوں نے سہسوان سے ایک اپنے شناسا کے پاس بھیجا ہے معلوم ہوا ہے کہ اب مولانا نے کرزن گزٹ کی طرف توجہ مبذول فرمائی ہے اور مولانا کو اصرار ہے کہ اس ہفتہ کا کرزن گزٹ ضرور دیکھا جائے۔ دیکھیے مولانا وہاں کیا رنگ لاتے ہیں اور کس انداز سے رنگ لاتے اور کس انداز سے جلوہ فرماتے ہیں لیکن مولانا اب کوئی وضع پسند فرمائیں تاڑنے والی نظروں سے پوشیدگی محال ہے۔

بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش
من انداز قدت را می شناسم

خاکسار مختار احمد احمدی شاہجہانپوری
۱۰ اگست ۱۹۰۳ء

سوال

نوع جن نوع انس سے کوئی علحدہ نوع ہے یا انس کی اصناف سے ہی کوئی صنف ہے جیسا کہ رومی شامی ہندی وغیرہ

الجواب

میرے نزدیک نوع جن نوع انس سے ایک علحدہ نوع ہے خواہ حقیقت اور ماہیت اسکی کچھ ہی ہو لیکن انس کی صنف ہونا خلاف لغت ونصوص شرعیہ کے ہے مختار الصحاح میں لکھا ہے الجن ضد الانس قال اللہ تعالیٰ خلقتنی من نار وخلقتہ من طین یعنی پیدا کیا تو نے مجھکو آگ سے اور پیدا کیا تو نے آدم کو مٹی سے اس قول کا رد اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمایا پس معلوم ہوا کہ خلقت جن خلقت انس سے علحدہ ہے۔ ایضاً واذ قلنا للملئکۃ اسجدوا لادم فسجدوا الا ابلیس کان من الجن اس آیت میں ابلیس کو جن میں سے ہونا ارشاد فرمایا نہ انس میں سے ایضاً قال اللہ تعالیٰ وانا لمسنا السماء فوجدناها ملئت حرسا شدیدا وشهبا سورہ جن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اور یہ کہ ٹٹولا ہم نے آسمان کو پس پایا ہمنے اسکو بھرا ہوا چوکیداروں سخت سے اور مشعلوں سے۔ ایضاً قال اللہ تعالیٰ وانا کنا نقعد منها مقاعد للسمع فمن یستمع الآن

عیسائیت کا ابطال اسکے اپنے ہاتھوں سے

پیدائش مسیح پر لیکچر

سلسلہ کے لیے دیکھو نمبر ۳۱ جلد ۱۲ صفحہ ۱۲

اور جب مسیح کو معلوم تھا کہ اسکے اور خدا کے تخت میں صرف ایک لمحہ کا فرق ہے (نہیں نہیں بلکہ وہ تو آسمانی باپ کے تخت سے کبھی علیحدہ ہی نہیں ہوا) تو اسقدر حزن و ملال اور ہم و غم چہ معنی دارد۔ اور اس سے تو یہ امر بھی بخوبی ثابت ہو گیا کہ اس دنیا کا ایک منتظم حقیقی ہے جس کے قبضۂ قدرت میں ہر ایک شئے ہے اور اسبات کا تو گمان بھی نہیں ہو سکتا کہ آسمانی باپ یعنی خدا نے کبھی عارضی طور سے بھی اپنا جلالی تخت چھوڑا ہو۔ !!!

میرے دوستو جائے غور ہے کہ یہ امر ہمارے لیے کسطرح مفید ہو سکتا ہے کہ خدا ان سب امور پر جو خدا و ند یسوع کی طرف منسوب ہیں قادر ہے؟ ہمارا تو پہلے بھی یہی ایمان تھا کہ خدا اور صرف خدا ہر ایک بات پر قادر ہے۔ ہاں تو صرف اسی تعلیم کی ضرورت ہے جس سے کہ ہماری زندگی سدھر سکے اور ہم عالم سفلی سے نکلکر عالم علوی تک پرواز کر سکیں۔

میرے خیال میں یہ باتیں کسی انسان کی نسبت ثابت ہونی محالات سے ہیں۔ کہ آزمایش کے بعد وہ خدا بنگیا ہو اور اسنے بلا خوف و خطر گروہ دشمنان کا مقابلہ کیا ہو۔ اور نرغۂ اعدا میں پھنسکر اپنے صدق میں ثابت قدم رہا ہو۔ اسے کانٹوں کا تاج پہنایا گیا ہو۔ اُسکے مُنہ پر تھوکا گیا ہو اور اُسکے ہاتھوں میں کیل ٹھوکے گئے ہوں۔ مگر اُسکی ثابت قدمی۔ اولوالعزمی اور استقلال میں سرمو فرق نہ آیا ہو۔ اور خوف و ہراس اُسکے دل پر طاری نہ ہوئے ہوں یا اُس نے بلا تکلف اپنے مصلوب ہونے کے آپ خواہش کی ہو۔ اور عارضی طور پر ہی سہی خدا اسی مجبور ہو کر گناہ سے بچا رہا ہو۔ اور موت کا پیالہ بڑی بیباکی اور بیخبری سے پیکر دائمی نجات اور ابدی سکھ حاصل کیا ہو یہ سب باتیں کسیکی نسبت ثابت ہوں بھی تو وہ انسان ہی رہیگا۔ اگرچہ اُسے اعلیٰ درجہ کا انسان کہنا پڑے۔

لاریب یہ بات معلوم کرکے میری روح میں شگفتگی اور تازگی آتی ہے کہ یسوع ہمارا رہنما اور ملہم ہے۔ ہمارا ہادی اور آرام جان و تسکین قلب ہے۔

میرے دوستو میں نے عمر بھر کبھی یسوع ناصری کی اسقدر تعظیم نہیں کی۔ اور اس سے بڑھ کر کبھی اُسکو ہمدرد بنی نوع انسان اور اپنا محبوب و مطلوب نہیں مانا۔

میں نہایت وفا داری اور بڑی خوشی سے اس کے تقدس کو تسلیم کرکے سر نیاز جھکاتا ہوں۔ اور بڑے زور سے مانتا ہوں کہ ابدی اور ازلی خدا کا ہمیں یسوع سے ہی پتہ ملا ہے اور اُسی نے ہی اس کیطرف ہماری رہنمائی کی ہے۔

دنیا کے تمام روشن خیال لوگ اسی راہ کی طرف اشارہ کرتے ہیں اسے پہلے لوگوں نے محض جہالت اور تعصب سے اس دعوی پر دلیل کو کہ یسوع خدا ہے مانا ہے لیکن یاد رہے کہ یہ بات ایکطرف تو حضرت احدیت کی جناب میں گستاخی کا موجب ہے اور دوسری طرف بیچارے انسان ضعیف البنیان کی بے عزتی اور بیحرمتی کا باعث۔

ہم بلا خوف تردید تاریکی سے نکلکر روشنی کی طرف آتے ہیں اور اپنے آقا (یسوع) کی پیروی کرتے ہیں کیونکہ وہ ہمیں آسمانی باپ کی بادشاہت میں داخل کرے گا جو اسکا اور ہمارا ایک ہی واحد خدا ہے

اے ہمارے آسمانی باپ ہم کس مُنہ سے تیرا شکر ادا کریں کہ تو نے ہماری ہدایت کیلیے ہمیشہ اپنے مرسل بھیجے اور اپنی طرف آنیوالوں کو تاریکی سے نکالکر روشنی سے بہرہ ور کیا۔ تو کبھی اپنے ڈھونڈنے والے سے بہت دور نہیں رہا جسنے تیری جستجو کی تجھے پا لیا۔ ہم تیری تقدیس کرتے ہیں کہ تو نے یسوع ناصری ہماری ہدایت کے لیے بھیجا۔ اور تیری حمد گاتے ہیں کہ آج بھی وہ امن کا شہزادہ ہمارے درمیان موجود ہے ہم اُسکو غبار راہ تاریکی سے نکالتے ہیں جس میں کہ اسکا پیارا چہرہ صدہا سال سے چھپا ہوا تھا اور اسے اپنا سچا ہادی ملہم اور رسول تسلیم کرتے ہیں۔ آمین :

حضرات ناظرین اگرچہ ہم اس مسئلہ میں پادری مذکور کے ہم نوا نہیں۔ مگر ہم دکھانا چاہتے ہیں کہ اب عیسویت کا کیا حال ہے وہ خود اپنے ہی حملوں سے ڈائرسیمل کیطرح پھڑک پھڑک کر زبان حال سے کہہ رہی ہے

من از بیگانگاں ہرگز نہ نالم
کہ بامن ہر چہ کرد آں آشنا کرد

العظمۃ للہ یہ انقلاب عظیم۔ کہاں وہ زمانہ کہ ایک عاجز انسان کو خدا بنایا گیا اور یہ عقاد الٰہی بڑے زور سے اسمیں تسلیم کی گئیں نہ صرف یہی بلکہ دنیا بھر کو اس دشمن عقل عقیدہ کے ماننے کے لیے مجبور کیا گیا۔ تلوار۔ فریب لالچ۔ دھوکا۔ جھوٹ۔ بناوٹ غرضیکہ ہر ایک کمینہ ہتھیار اس باطل کی اشاعت کے لیے استعمال کیا گیا۔ اور ناجائز سے ناجائز ذرائع بھی دین عیسوی کے پھیلانے اور ابن مریم کی خدائی منوانے کے لیے استعمال کرنے سے دریغ نہیں کیا گیا زاہد فریب پر پوش اور نیاز مند بھیڑیے بڑی بردباری اور تحمل اور نیاز مندی سے اشاعت مذہب کی خاطر ہر ایک قسم کی ذلت قبول کرنے کے لیے طیار کی گئیں جو مریم مگدلینی سے بھی سبقت لے گئیں۔ اور اس راہ میں بڑے شوق سے قربان ہوئیں اور کہاں آج یہ دن کہ خود اہل یورپ میں یہ بحث چھڑ گئی کہ یسوع خدا کسطرح بنگیا اور اسمیں کون کون سی الٰہی صفات ہیں؟؟ اور یہ معاملہ قابل غور ہو گیا کہ اسکی پیدائش خلاف قانون قدرت تو نہیں۔ ؟؟؟

لاکھوں آدمی دین عیسوی سے بیزار ہو گئے ہیں۔ اور سیکڑوں اخبار۔ بیسیوں رسالے اور پمفلٹ اس تاریک مذہب کی تردید میں شائع ہوئے ہیں۔

کسقدر حسرت کی بات ہے کہ ۱۹۰۰ برس کے باپ والے (مگر بن باپ پیدا ہوئے ہوئے) خدا کو اب خود عیسائی ہی باپ والا یسوع بنا رہے ہیں اور بڑے زور سے ثابت کر رہے ہیں کہ وہ انسان تھا اور محض ایک معمولی نیک انسان تھا۔ لیکچر مندرجہ بالا پڑھ کر معلوم ہوگا کہ پادری صاحب نے جبات کو ہر ایک موقع پر مدنظر رکھا ہے اور جسکو اس لیکچر کا موضوع کہنا چاہیے وہ اسی بات کو ثابت کرنا ہے کہ ابن مریم ایک انسان تھا۔ اور اسکی پیدائش معمولی طریق سے ثابت کرنے سے بھی یسوع کی انسانیت کا اقرار کرنا ہے۔ الغرض یہ ایک عمدہ نظارہ ہے جسے دیکھکر بے اختیار منہ سے نکلتا ہے کہ یا ہائیں شور اشوری یا ہائیں بے نمکینی۔ اے عیسائی قوم

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

خدا نے توفیق دی تو ان شاء اللہ کسی وقت ایک رسالہ کے ذریعہ یا اسی قومی جریدہ کے ذریعہ یورپ کے موجودہ مذہب پر بحث کرونگا اور اسکی فوٹو ناظرین کی خدمت میں پیش کروں گا۔ وما توفیقی الا باللہ وعلیہ توکلت والیہ انیب عاجز عبدالحکیم ہوشیارپوری وارد قادیان۔

کسر صلیب

بائبل کہاں سے آئی

گذشتہ اشاعت سے آگے

متی شاید اس واقعہ کے لکھنے میں درست کہتا ہو کہ گذشتہ میں مسیح کو دیوانے آملے مگر ابیات کے بیان کرنے میں کہ اُن آدمیوں پر جن سوار تھے وہ غلطی پر ہو سکتا ہے کیونکہ یہ اُسکی ذاتی رائے ہے مذکورہ بالا بیانوں سے یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ بائبل کے لکھنے والے اپنے ہمعصروں کے خیالات اور عادات میں اور لوگوں سے علحدہ نہ تھے اسی لیے ہم بائبل میں بہت سی علمی غلطیاں بہت سے اختلافات۔ کثرت سے خدا کی بابت ناقابل پذیرائی باتیں اور توہمات اور بد تہذیبی سے بھرے ہوے گندے اور تاریک خیالات وغیرہ وغیرہ پاتے ہیں ان تمام ادھوری باتوں کو چھوڑ کر جو کہ یہاں اور وہاں کثرت سے پائی جاتی ہیں بائبل میں ایک پوری کتاب ہے جو کہ مذہبی لحاظ سے کسی کام کی نہیں صرف ایک عشقیہ نظم ہے

اب ان تمام باتوں کی پردہ پوشی بیفائدہ ہے اور انکا ذکر نہ کرنا بزدلی کا کام ہے ان سب باتوں کو لوگ اچھی طرح سے جان گئے ہیں (اسکو خارج کر دینا ہی بہتر ہوگا) خدا کا بڑا شکر ہے کہ اُسنے زمانہ گذشتہ کا ایک بیش بہا اور پُر از حکمت عزانہ روحانی زندگی کا (بائبل) ہمارے واسطے محفوظ رکھا مگر ہمکو اُسکی تعظیم میں عقل سے کام لینا چاہیے اور اپنی شکر گذاری میں دیانت دار ہونا چاہیے۔ سچ کو چھپانے میں خدا کی عزت نہیں ہوتی پس بائبل کے موجود ہونے کے واسطے تمکو خدا کا شکر گذار ہونا تو ضرور چاہیے اور اس سے مدد لینی چاہیے مگر یہ نہیں کہ اسکو ایک بُت بناؤ۔ ہاں اس سے محبت کرو مگر ساتھ ہی اسکے جانچ پڑتال بھی کرو اسکی عزت کرو مگر اس سے خوف مت کھاؤ۔ اگر تم اسکی اصل حقیقت سے واقف ہو جاؤگے تو یہ تمھاری اور بھی زیادہ دوست ہوگی۔

اب پھر ہمارا یہ سوال ہے کہ بائبل کہاں سے آئی بعض لوگوں کی باتیں سنکر شاید تم یہ خیال کرو کہ بائبل اسی طرح بابوں اور آیتوں میں تقسیم کی گرائی آسمان سے گر پڑی۔ میں ایسے بہت سے اشخاص کو جانتا ہوں جن کا ایمان ہے کہ یہ باب اور آیتیں بھی الہامی ہیں اور وہ اسبات کو سنکر ہی سخت رنجیدہ ہوے ہیں جبکہ مینے انکو کہا کہ اس تقسیم کو تو بہت ہی تھوڑا عرصہ ہوا ہے۔ بلکہ یہ تو اسی زمانہ کی ہے پہلے پہل اسمیں کسی قسم کے باب اور آیتیں نہ ہوتی تھیں۔ میں دوبارہ کہتا ہوں کہ ہمیں کتاب کی عزت اسمیں اچھے غور و خوض کے بعد کرنی چاہیے۔ اسکی ایک تاریخ ہے جبتک کہ ہم اس تاریخکو نہ سمجھیں ہم اسکو ہرگز دُرستی سے نہیں سمجھ سکتے۔

پہلی حالت میں ایکبات تو ضرور صاف ہے یعنی کہ جب میں اسکو ہاتھ میں لیتا ہوں تو مجھ معلوم ہوتا ہے کہ عام محاورہ کے مطابق تو یہ کتاب نہیں ہے بلکہ کتابوں کا مجموعہ ہے۔ پُرانے عہدنامہ کے لیے تو ہم یہودیوں کے زیر بار ہیں پُرانا عہدنامہ انکی بائبل ہے جو کہ زمانہ بزمانہ ہر طور سے محفوظ رکھی گئی ہے۔ یہانتک کہ ہم اس کا نشان دو ہزار برس تک پورے طور سے لگا سکتے ہیں مسیح سے چار سو سال پیشتر پُرانے عہدنامہ کی کتابیں ایک جز میں اکٹھی کی گئیں اور ہمارے پاس قریبًا ایسی ٹھیک طور سے پہنچ گئی ہیں اور قریبًا دو سال قبل از مسیح اس کا ترجمہ یونانی میں کیا گیا اسی واسطے اس زمانہ تک تو اسکا ٹھیک نشان اور صاف طور سے اسی طرح معلوم ہو سکتا ہے جیسے سیسرو کی اوریشن یا کوئی اور پُرانی کتاب تو اس سے ایکبات تو ضرور اور صاف طور سے ثابت ہوگئی کہ پرانے عہدنامہ کی عمر کم سے کم دو ہزار برس کی ہے۔

اس کے علاوہ ایک اور چیز ہمیں یاد رکھنے کے قابل ہے کہ وہ مختلف کتابیں کہ جنسے نئے اور پُرانے عہدنامہ کا ایک مجموعہ بنتا ہے اکثر کتابوں میں ہر ایک کے لکھنے میں کچھ نہ کچھ سال ضرور صرف ہوے ہونگے دس احکام کے زمانہ سے لیکر جو کہ موسیٰ کے سر پر تھوپے جاتے ہیں اخیر خط تک ۱۵۰۰ برس کا زمانہ ہوتا ہے جو کہ قریبًا اتنا ہی بڑا ہے جتنا کہ ہمارا عیسوی سنہ اور بھی ایک بڑی ضروری بات قابل یاد ہے کہ یہ کتابیں کبھی اس خیال سے نہیں لکھی گئی تھیں کہ ان تمام کو ایک جزو میں باندھ دیا جائیگا اور اس جزو کا نام بائبل کا جزو دیا جائیگا۔ کچھ نبیوں کی کتابیں بھی جنکا ذکر زمانہ ۳۵۰ برس کا ہوتا ہے ۸۰۰ برس قبل از مسیح یعنی آج کے دن سے قبل قریبًا دو ہزار چھ سو برس ہوے۔ قریبًا نویں صدی قبل از مسیح شروع کی گئی اور قریبًا چار سو سال میں ختم ہوئی۔ بادشاہوں اور سموئیل کی کتابیں قریبًا چھٹی صدی قبل از مسیح لکھی گئیں اور کرانیکلز کی کتابیں قریبًا ڈیڑھ سو سال بعد میں لکھی گئیں۔ دانیال کی کتاب اس کے بھی ڈیڑھ سو سال بعد میں لکھی گئی۔ اور رسولوں کے خطوط مکاشفات۔ انجیلیں اور رسولوں کے اعمال پہلی صدی کے آدم سے لیکر دوسری صدی کے نصف حصہ تک اخیری میں لکھی گئیں۔

اب یہ ایک قدرتی بات ہے کہ ایک مجم میں جو کہ اس قدر عرصہ دراز میں لکھا گیا ہو اور اسقدر آدمیوں کی تصنیف ہو کسقدر اختلاف مختلف صورتوں میں پایا جا سکتا ہے اور یہ کسقدر قانون قدرت اور انسانی فطرۃ کے برخلاف ہے کہ تمام بائبل کو ایک ہی جیسا قابل قبول اور مفید ٹھیرایا جاوے۔ آؤ ہم دانائی سے کام لیں اور اس روشنی کے مطابق جو ہمکو عطا کی گئی تمیز کریں اور اسبات کے پہلوؤں پر غور کریں۔ بائبل کی بعض کتابوں میں صرف خونی لڑائیوں کے ذکر اور زندگی بچانے کے واسطے جو جھگڑے بکھیڑے کیے گئے درج ہیں جو کہ صرف ایک قسم کی تاریخ ہے اور دوسرے مقامات پر بیں زمانہ گذشتہ لوگوں کی رائیں بڑے بڑے اہم سوالات کی بابت ہیں۔ مثلاً پیدائش دنیا۔ آدمی کا آغاز۔ برائی کی جڑ وغیرہ وغیرہ صاف ظاہر ہے کہ اصل واقعات کے رو سے یہ کوئی الہامی باتیں نہیں صرف پرانے زمانہ کے دانا لوگوں کی اپنی اپنی رائیں ہیں ان مختلف مضامین کے متعلق۔ بعض کتابوں کو بار ہمیں صرف اپنی ہی خواہشات کو ظاہر کیا گیا ہے یا سریلے گیت میں مثلاً زبور اور دوسری کتابیں اسی طور سے اُن یہودی مصالح اور قومی بہتری کی خواہشوں کے خیالات کے صرف تاریخیں ہیں جیسے کہ ببعیا اور دوسرے نبیوں کی کتابیں اس سے صاف ظاہر ہے کہ بائبل میں پُرانے زمانہ کے دانا اور قابل آدمیوں کی گفتار رفتار اور اعمال درج ہیں جسطرح خدا انکو کہتا رہا وہ کرتے رہے یا بعض دفعہ جسطرح اُنکی اپنی مرضی میں آیا ویسا ہی کرتے رہے ایک اور نکتہ قابل غور ہے کہ ان کتابوں نے کبھی خود الہامی ہونے کا دعویٰ نہیں کیا وہ ہمیشہ اپنے آپکو یہی ظاہر کرتے رہے ہیں جیسے کہ وہ ہیں تاریخ گیت پیشگوئیاں اور کچھ اخلاقی تعلیم (سو وہ بھی ناقص) اسطرح سے تو وہ اپنے اپنے مراتب پر بغیر کسی قسم کے دعویٰ کے موجود ہیں۔ بائبل کا یہ حال ہے کہ وہ مختلف کتابیں ہیں جو کہ مختلف زمانہ میں تصنیف یا تالیف ہوئی۔

سخت ضرورت

مینے ایک رسالہ عجیب طرز کا حضرت اقدس کی تائید میں لکھا ہے جو چھپنا شروع ہو گیا ہے ۱۶ صفحہ تک چھپکر طیار ہے اور ۳۲ صفحہ تک طیار ہے اب

ایک عیسائی کے چند سوالوں کا جواب

مرقومہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

گذشتہ اشاعت سے آگے

اور بعض جگہ بعض معجزات کو بتصریح بیان کردیا ہے جیسے معجزہ شق القمر جو ایک عظیم الشان معجزہ اور خدائی قدرت کا ایک کامل نمونہ ہے جسکی تصریح ہمنے کتاب سرمہ چشم آریہ میں بخوبی کردی ہے جو شخص مفصل دیکھنا چاہے اُس میں دیکھ سکتا ہے اس جگہ یہہ بھی یاد رہے کہ جو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خود تراشیدہ نشان مانگا کرتے تھے اکثر وہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نشانوں کے آخر کار گواہ بھی بن گئے تھے کیونکہ آخر وہی لوگ تو تھے جنہوں نے مشرف باسلام ہو کر دین اسلام کو مشارق ومغارب میں پھیلایا اور نیز معجزات اور پیشگوئیوں کے بارے میں کتب حدیث میں اپنی رویت کی شہادتیں قلمبند کرائیں پس اس زمانہ میں ایک عجیب طرز ہے کہ اُن بزرگان دین کے اُس زمانہ جاہلیت کے انکاروں کو بار بار پیش کرتے ہیں جن سے بالآخر خود وہ دست کش اور تائب ہوگئے تھے لیکن اون کی اون شہادتوں کو نہیں مانتے جو راہ راست پر آنے کے بعد اُنہوں نے پیش کی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات تو چاروں طرف سے چمک رہے ہیں۔ وہ کیونکر چھپ سکتے ہیں صرف معجزات جو صحابہ کی شہادتوں سے ثابت ہیں وہ تین ہزار معجزہ ہے اور پیشگوئیاں تو شاید دس ہزار سے بھی زیادہ ہونگی جو اپنے وقتوں پر پوری ہوگئیں اور ہوتی جاتی ہیں۔ ماسوائے اس کے بعض معجزات وپیشگوئیاں قرآن شریف کی ایسی ہیں کہ وہ ہمارے لئے بھی جو اس زمانہ میں ہیں مشہود ومحسوس کا حکم رکھتی ہیں اور کوئی اون سے انکار نہیں کرسکتا۔ چنانچہ وہ یہہ ہیں (۱) عذابی نشان کا معجزہ جو اوسوقت کے کفار کو دکھلایا گیا تھا یہ ہمارے لئے بھی فی الحقیقت ایسا ہی نشان ہے جسکو چشم دید کہنا چاہئیے وجہ یہہ کہ یہہ نہایت یقینی مقدمات کا ایک ضروری نتیجہ ہے جس سے کوئی موافق اور مخالف کسی صورت سے انکار نہیں کرسکتا۔ اول یہ مقدمہ جو بطور بنیاد معجزہ کے ہے نہایت بدیہی اور مسلم الثبوت ہے کہ یہ عذابی نشان اوسوقت مانگا گیا تھا کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور چند رفیق آنجناب کے مکہ میں عوت حق کی وجہ سے خود صدہا تکالیف اور درد ودکھوں میں مبتلا تھے اور وہ ایام دین اسلام کے لئے ایسے ضعف اور کمزوری کے دن تھے کہ خود کفار مکہ ہنسی اور ٹھٹھے کی راہ سے مسلمانوں کو کہا کرتے تھے کہ اگر تم حق پر ہو تو اسقدر عذاب اور مصیبت اور دُکھ اور درد ہمارے ہاتھ سے کیوں تمہیں پہنچ رہا ہے اور وہ خدا جسپر تم بھروسہ کرتے ہو وہ کیوں تمہاری مدد نہیں کرتا اور کیوں تم ایک قدر قلیل جماعت ہو جو عنقریب نابود ہونے والی ہے اور اگر تم سچے ہو تو کیوں ہمپر عذاب نازل نہیں ہوتا۔ ان سوالات کے جواب میں جو کچھ کفار کو قرآن شریف کے متفرق مقامات میں ایسے زمانہ تنگی وتکالیف میں کہا گیا وہ دوسرا مقدمہ اس پیشگوئی کی عظمت شان سمجھنے کیلئے ہے کیونکہ وہ زمانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اون کے صحابہ پر ایسا نازک زمانہ تھا کہ ہر وقت اپنی جان کا اندیشہ تھا اور چاروں طرف ناکامی مُنہ دکھلا رہی تھی سو ایسے زمانہ میں کفار کو اُن کے عذابی نشان مانگنے کے وقت صاف صاف طور پر یہہ کہا گیا تھا کہ عنقریب تمہیں اسلام کی فتحمندی اور تمہارے سزایاب ہونیکا نشان دکھلایا جائیگا اور اسلام جواب ایک تخم کی طرح نظر آتا ہے کسی دن ایک بزرگ درخت کی مانند اپنے تئیں ظاہر کرے گا اور وہ جو عذاب کا نشان مانگتے ہیں وہ تلوار کی دھار سے قتل کئے جائیں گے اور تمام جزیرہ عرب کفر اور کافروں سے صاف کیا جائیگا۔ اور تمام عرب کی حکومت مومنوں کے ہاتھ میں آجائیگی اور خداتعالیٰ دین اسلام کو عرب کے ملک میں ایسے طور سے جما دیگا کہ پھر بت پرستی کبھی پیدا نہیں ہوگی اور حالت موجودہ جو خوف کی حالت ہے کلّی امن کے ساتھ بدل جائیگی اور اسلام قوت پکڑیگا اور غالب ہوتا چلا جائیگا یہاں تک کہ دوسرے ملکوں پر اپنی فتح اور نصرت کا سایہ ڈالیگا اور دُور دُور تک اوس کی فتوحات پھیل جائینگی اور ایک بڑی بادشاہت قائم ہوجائیگی جسکا اخیر دُنیا تک زوال نہیں ہوگا ✦

اب جو شخص پہلے ان دونوں مقدمات پر نظر ڈالکر معلوم کرلیوے کہ وہ زمانہ جس میں یہہ پیشگوئی کی گئی اسلام کیلئے کیسی تنگی اور ناکامی اور مصیبت کا زمانہ تھا اور جو پیشگوئی کی گئی وہ کسقدر حالت موجودہ سے مخالف اور خیال اور قیاس سے نہایت بعید بلکہ صریح محالات عادیہ سے نظر آتی تھی۔ پھر بعد اس کے اسلام کی تاریخ پر جو دشمنوں اور دوستوں کے ہاتھ میں موجود ہے ایک منصفانہ نظر ڈالے کہ کیسی صفائی سے یہ پیشگوئی پوری ہوگئی اور کسقدر دلوں پر ہیبت ناک اثر اوس کا پڑا اور کیسے مشارق اور مغارب میں تمامتر قوت اور طاقت کے ساتھ اوس کا ظہور ہوا تو اس پیشگوئی کو یقینی اور قطعی طور پر چشم دید معجزہ قرار دیگا جس میں اوس کو ایک ذرہ بھی شک وشبہ نہیں ہوسکتا ✦

پھر دوسرا معجزہ قرآن شریف کا جو ہمارے لئے حکم مشہود ومحسوس کا رکھتا ہے وہ عجیب وغریب تبدیلیاں ہیں جو اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں برکت پیروی قرآن شریف واثر صحبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ظہور میں آئیں جب ہم اس بات کو دیکھتے ہیں کہ وہ لوگ مشرف باسلام ہونے سے پہلے کیسے اور کس طریق اور عادت کے آدمی تھے اور پھر بعد شرف صحبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم واتباع قرآن شریف کس رنگ میں آگئے اور کیسے اخلاق میں عقائد میں چلن میں گفتار میں رفتار میں کردار میں اور اپنی جمیع عادات میں خبیث حالت سے منتقل ہوکر نہایت طیب اور پاک حالت میں داخل کئے گئے تو ہمیں اس تاثیر عظیم کو دیکھ کر جس نے اُن کے زنگ خوردہ وجودوں کو ایک عجیب تازگی اور روشنی اور چمک بخش دی تھی اقرار کرنا پڑتا ہے کہ یہ تصرف ایک خارق عادت تصرف تھا جو خاص خداتعالیٰ کے ہاتھ نے کیا قرآن شریف میں خداتعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے اون کو مردہ پایا اور زندہ کیا اور جہنم کے گڑھے میں گرتے دیکھا تو اُس ہولناک حالت سے چھڑایا بیمار پایا اور اونہیں اچھا کیا اندھیرے میں پایا اونہیں روشنی بخشی اور خداتعالیٰ نے اس اعجاز کے دکھلانے کے لئے قرآن شریف میں ایک طرف عرب کے لوگوں کی وہ خراب حالتیں لکھی ہیں جو اسلام سے پہلے وہ رکھتے تھے اور دوسری طرف اُن کے وہ پاک حالات بیان فرمائے ہیں جو اسلام لانے کے بعد اُن میں پیدا ہوگئے تھے کہ تا جو شخص اُن پہلے حالات کو دیکھے جو کفر کے زمانہ میں تھے اور مقابل اُس کے وہ حالت پڑھے جو اسلام لانے کے بعد ظہور پذیر ہوگئی تو ان دونو طور کے سوانح پر مطلع ہونے سے بہ یقین کامل سمجھ لیویگا کہ یہہ تبدیلی ایک خارق عادت تبدیلی ہے جسکو معجزہ کہنا چاہیئے ✦

پھر تیسرا معجزہ قرآن شریف کا جو ہماری نظروں کے سامنے موجود ہے اُس کے حقایق ومعارف ولطائف ونکات ہیں جو اوس کی بلیغ وفصیح عبارات میں بھرے ہوئے ہیں اس معجزہ کو قرآن شریف میں بڑی شد ومد سے بیان کیا گیا ہے اور فرمایا ہے کہ تمام جن وانس اکٹھے ہوکر اسکی نظیر بنانا چاہیں تو اون کے لئے ممکن نہیں یہ معجزہ اس

دلیل سے ثابت اور متحقق الوجود ہے کہ اس زمانہ تک کہ تیرہ سو برس سے زیادہ گزر رہا ہے باوجودیکہ قرآن شریف کی ندا دنیا کے ہر ایک نواح میں ہو رہی ہے اور بڑے زور سے **هل من معارض** کا نقارہ بجایا جاتا ہے مگر کبھی کسی طرف سے آواز نہیں آئی پس اس سے اس بات کا صریح ثبوت ملتا ہے کہ تمام انسانی قوتیں قرآن شریف کے مقابلہ و معارضہ سے عاجز ہیں بلکہ اگر قرآن شریف کی صدہا خوبیوں میں سے صرف ایک خوبی کو پیش کرکے اُس کی نظیر مانگی جائے تو انسان ضعیف البنیان سے یہ بھی ناممکن ہے کہ اس ایک جزو کی نظیر پیش کر سکے مثلاً قرآن شریف کی خوبیوں میں سے ایک یہ بھی خوبی ہے کہ وہ تمام معارف دینیہ پر مشتمل ہے اور کوئی دینی سچائی جو حق اور حکمت سے تعلق رکھتی ہے۔ ایسی نہیں جو قرآن شریف میں پائی نجاتی ہو مگر ایسا شخص کون ہے کہ کوئی دوسری کتاب ایسی دکھلائے جس میں یہ صفت موجود ہو اور اگر کسی کو اس بات میں شک ہو کہ قرآن شریف جامع تمام حقائق دینیہ ہے تو ایسا مشکک خواہ عیسائی ہو خواہ آریہ اور خواہ برہمو ہو خواہ دہریہ اپنی طرز اور طور پر امتحان کرکے اپنی تسلی کرا سکتا ہے اور ہم تسلی کر دینے کے ذمہ وار ہیں بشرطیکہ کوئی طالب حق ہماری طرف رجوع کرے بائیبل میں جسقدر پاک صداقتیں ہیں یا حکماء کی کتابوں میں جسقدر حق اور حکمت کی باتیں ہیں جنپر ہماری نظر پڑی ہے یا ہندوؤں کے وید وغیرہ میں جو اتفاقاً بعض سچائیاں درج ہوگئی یا باقی رہ گئی ہیں جنکو ہمنے دیکھا ہے یا صوفیوں کی صدہا کتابوں میں جو حکمت و معرفت کے نکتے ہیں جن پر ہمیں اطلاع ہوئی ہے اُن سب کو ہم قرآن شریف میں پاتے ہیں اور اس کامل استقراء سے جو پچیس برس کے عرصہ سے نہایت عمیق اور محیط نظر کے ذریعہ سے ہمکو حاصل ہے۔ نہایت قطع اور یقین سے ہمپر یہ بات کھل گئی ہے کہ کوئی روحانی صداقت جو تکمیل نفس اور دماغی اور دلی قوئی کی تربیت کے لئے اثر رکھتی ہے ایسی نہیں جو قرآن شریف میں درج نہ ہو اور یہ صرف ہمارا ہی تجربہ نہیں بلکہ یہی قرآن شریف کا دعویٰ بھی ہے جس کی آزمائش نہ فقط ہم نے کی بلکہ ہزارہا علماء ابتدا سے کرتے آئے اور اُس کی سچائی کی گواہی دیتے آئے ہیں *

پھر چوتھا معجزہ قرآن شریف کا اُس کے روحانی تاثیرات ہیں جو ہمیشہ اوس میں محفوظ چلے آتے ہیں یعنے یہ کہ اوس کی پیروی کرنے والے قبولیت الہٰی کے مراتب کو پہنچتے ہیں اور مکالمات الہیہ سے مشرف کئے جاتے ہیں خدا تعالیٰ اون کی دعاؤں کو سنتا اور اونہیں محبت اور رحمت کی راہ سے جواب دیتا ہے اور بعض اسرار غیبیہ پر نبیوں کی طرح اون کو مطلع فرماتا ہے اور اپنی تائید اور نصرت کے نشانوں سے دوسرے مخلوقات سے اُنھیں ممتاز کرتا ہے۔ یہ بھی ایسا نشان ہے جو قیامت تک امت محمدیہ میں قائم رہے گا اور ہمیشہ ظاہر ہوتا چلا آیا ہے اور اب بھی موجود اور متحقق الوجود ہے۔ مسلمانوں میں سے ایسے لوگ اب بھی دنیا میں پائے جاتے ہیں کہ جنکو اللہ جلشانہ اپنی تائیدات خاصہ سے موید فرماکر الہامات صحیحہ و صادقہ و مبشرات و مکاشفات غیبیہ سے سرفراز فرماتا ہے۔

اب اے حق کے طالبو! اور سچے نشانوں کی بھوکو اور پیاسو انصاف سے دیکھو اور ذرا پاک نظر سے غور کرو کہ جن نشانوں کا خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں ذکر کیا ہے کس اعلیٰ درجہ کے نشان ہیں اور کیسے ہر زمانے کیلئے مشہود و محسوس کا حکم رکھتے ہیں پہلے نبیوں کے معجزات کا اب نام و نشان باقی نہیں صرف قصے ہیں خدا جانے اون کی اصلیت کہاں تک درست ہے بالخصوص حضرت مسیح کے معجزات جو انجیلوں میں لکھے ہیں۔ باوجود قصوں اور کہانیوں کے رنگ میں ہونیکے اور باوجود بہت سے مبالغات کے جو اون میں پائے جاتے ہیں ایسے شکوک و شبہات اونپر وارد ہوتے ہیں کہ جن سے اونہیں بکلّی صاف و پاک کرکے دکھلانا بہت مشکل ہے۔ اور اگر ہم فرض کے طور پر تسلیم بھی کرلیں کہ جو کچھ اناجیل مروجہ میں حضرت مسیح کی نسبت بیان کیا گیا ہے کہ لولے اور لنگڑے اور مفلوج اور اندھے وغیرہ بیمار اُنکے چھونے سے اچھے ہوجاتے تھے۔ یہ تمام بیان بلا مبالغہ ہے اور ظاہر پر ہی محمول ہے کوئی اور معنے اس کے نہیں تب بھی حضرت مسیح کی ان باتوں سے کوئی بڑی خوبی ثابت نہیں ہوتی اوّل تو اُنہیں دنوں میں ایک تالاب بھی ایسا تھا کہ اسمیں ایک وقت خاص میں غوطہ مارنے سے ایسی سب بیماریاں فی الفور دور ہوجاتی تھیں۔ جیسا کہ خود انجیل میں مذکور ہے پھر ماسوائے اس کے زمانہ دراز کی تحقیقاتوں نے اس بات کو ثابت کر دیا ہے کہ ملکہ سلب امراض منجملہ علوم کے ایک علم ہے جس کے اب بھی بہت لوگ مشاق پائے جاتے ہیں جسمیں شدت توجہ اور دماغی طاقتوں کے خرچ کرنے اور جذبہ خیال کا اثر ڈالنے کی مشق درکار ہے سو اس علم کو نبوت سے کچھ علاقہ نہیں بلکہ مرد صالح ہونا بھی اس کے لئے ضروری نہیں اور قدیم سے یہ علم رائج ہوتا چلا آیا ہے مسلمانوں میں بعض اکابر جیسے حضرت محی الدین عربی صاحب فصوص اور بعض نقشبندیوں کے اکابر اس کام میں مشاق گزرے ہیں ایسے کہ اون کیوقت میں اُن کی نظیر پائی نہیں گئی۔ بلکہ بعض کی نسبت ذکر کیا گیا ہے کہ وہ اپنی کامل توجہ سے باذنہ تعالیٰ تازہ مردوں سے باتیں کرکے دکھلا دیتے تھے* اور دو دو تین تین سو بیماروں کو اپنے دائیں بائیں بٹھلا کر ایک ہی نظر سے تندرست کر دیتے تھے اور بعض جو مشق میں کچھ کمزور تھے وہ ہاتھ لگا کر یا بیمار کے کسی کپڑے کو چھوکر شفا بخشتے تھے۔ اس مشق میں عامل عمل کے وقت میں کچھ ایسا احساس کرتا ہے کہ گویا اوس کے اندر سے بیمار پر اثر ڈالنے کے وقت ایک قوت نکلتی ہے اور بسا اوقات بیمار کو بھی یہ مشہود ہوتا ہے کہ اُس کے اندر سے ایک زہریلا مادہ حرکت کرکے سفلی اعضاء کی طرف اوترتا چلا جاتا ہے یہاں تک کہ بکلی منعدم ہوجاتا ہے۔ اس علم میں اسلام میں بہت سی تالیفیں موجود ہیں اور میں خیال کرتا ہوں کہ ہندوؤں میں بھی اس کی کتابیں ہونگی حال میں جو انگریزوں نے فن مسمریزم نکالا ہے حقیقت میں وہ بھی اسی علم کی ایک شاخ ہے انجیل پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح کو بھی کسی قدر اس علم میں مشق تھی مگر کامل نہیں تھے اُسوقت کے لوگ بہت سادہ اور اس علم سے بے خبر تھے۔ اسی وجہ سے اُس زمانہ میں یہ عمل اپنی حد سے زیادہ قابل تعریف سمجھا گیا تھا مگر پیچھے سے جوں جوں اس علم کی حقیقت کھلتی گئی لوگ اپنے علو اعتقاد سے تنزل کرتے گئے یہاں تک کہ بعضوں نے یہ رائے ظاہر کی کہ ایسی مشقوں سے بیماروں کو چنگا کرنا یا مجنونوں کو شفا بخشنا کچھ بھی کمال کی بات نہیں بلکہ اوس میں ایماندار ہونا بھی ضروری نہیں چہ جائے کہ نبوت یا ولائیت پر یہ دلیل ہو سکے ان کا یہ بھی قول ہے کہ عمل سلب امراض بدنیہ کی کامل مشق اور اسی شغل میں دن رات اپنے تئیں ڈالے رکھنا روحانی ترقی کے لئے سخت مضر ہے اور ایسے شخص کے ہاتھ سے روحانی تربیت کا کام بہت ہی کم ہوتا ہے اور قوت منورہ اُس کے قلب کی بغائیت درجہ گھٹ جاتی ہے۔ خیال ہو سکتا ہے کہ اسی وجہ سے حضرت مسیح علیہ السلام اپنی روحانی تربیت میں بہت کمزور نکلے۔ جیسا کہ پادری ٹیلر صاحب جو باعتبار عہدہ و نیز بوجہ لیاقت ذاتی کے ایک ممتاز آدمی معلوم ہوتے ہیں وہ نہایت افسوس سے لکھتے ہیں کہ مسیح کی روحانی تربیت بہت ضعیف اور کمزور ثابت ہوتی ہے اور اون کے صحبت یافتہ لوگ جو حواریوں کے نام سے موسوم تھے اپنے روحانی تربیت یافتہ ہونے میں اور انسانی قوتوں کی پوری تکمیل سے کوئی اعلیٰ درجہ کا نمونہ دکھلا نہ سکے۔ کاش حضرت مسیح نے اپنے ظاہری شغل سلب امراض کی طرف کم توجہ کی ہوتی اور وہی توجہ اپنے حواریوں کی باطنی کمزوریوں اور بیماریوں پر ڈالتے خاص کر یہودا اسکریوطی پر (۱) اسیجگہ صاحب موصوف یہ بھی فرماتے ہیں کہ اگرچہ عربی

* تازہ مردوں کا عمل توجہ سے چند منٹ یا چند گھنٹوں کیلئے زندہ ہوجانا۔ قانون قدرت کے منافی نہیں جس حالت میں ہم بچشم خود دیکھتے ہیں کہ بعض جاندار کے مرنیکے بعد کسی دوا سے زندہ ہوجاتے ہیں تو پھر انسان کا زندہ ہوجانا کیا مشکل اور کیوں دور از قیاس ہے ** ۱۲

رصلی اللہ علیہ وسلم) کے صحابہ کے مقابلہ پر حواریوں کی روحانی تربیت یابی اور دینی استقامت کا موازنہ کیا جائے تو ہمیں افسوس کے ساتھ اقرار کرنا پڑتا ہے کہ حضرت مسیحؑ کے حواری روحانی طور پر تربیت پذیر ہونے میں نہایت ہی کچے اور پیچھے رہے ہوئے تھے اور اون کے دماغی اور دلی قویٰ کو حضرت مسیحؑ صحبت نے کوئی ایسی توسیع نہیں بخشی تھی جو صحابہ نبی عربی رصلی اللہ علیہ وسلم) کے مقابل پر کچھ قابل تعریف ہو سکے بلکہ حواریوں کے قدم قدم میں بزدلی سست اعتقادی تنگدلی دنیا طلبی بیوفائی ثابت ہوتی تھی مگر صحابہ نبی عربی رصلی اللہ علیہ وسلم) سے وہ صدق و وفا ظہور میں آیا جس کی نظیر کسی دوسرے نبی کے پیرووں میں ملنا مشکل ہے سو یہ اُس روحانی تربیت کا جو کامل طور پر ہوئی تھی اثر تھا جس نے اُنکو بلکلی مبدل کرکے کہیں کا کہیں پہنچا دیا تھا۔ اسی طرح بہت سے دانشمند انگریزوں نے حال میں ایسی کتابیں تالیف کی ہیں کہ جن میں اونہوں نے اقرار کرلیا ہے کہ اگر ہم نبی عربی رصلی اللہ علیہ وسلم) کی حالت رجوع الی اللہ و توکل و استقامت ذاتی و تعلیم کامل و مطہر و القائے تاثیر و اصلاح خلق کثیر از مفسدین و تائیدات ظاہری و باطنی قادر مطلق کو ان معجزات سے الگ کرکے بھی دیکھیں جو بمد منقول ان کی نسبت بیان کی جاتی ہیں تب بھی ہمارا انصاف اس اقرار کے لئے ہمیں مجبور کرتا ہے کہ یہ تمام امور جو ان سے ظہور میں آئے۔ یہ بھی بلاشبہ فوق العادت اور بشری طاقتوں سے بالاتر ہیں اور نبوت صحیحہ صادقہ کے شناخت کرنے کے لئے قوی اور کافی نشان ہیں کوئی انسان جب تک اس کے ساتھ خدا یتعالیٰ نہ ہو کبھی ان سب باتوں میں کامل اور کامیاب نہیں ہوسکتا اور نہ ایسی غیبی تائیدیں اُس کے شامل ہوتی ہیں +

تفسیر القرآن بالقرآن*

یہ ایک بینظیر تفسیر ہے جسکو جناب ڈاکٹر عبد الحکیم خانصاحب ایم۔ بی نے کمال محنت کیساتھ تصنیف فرما کر بغرض اصلاح حضرت مسیح آخر الزمان علیہ السلام اور مولانا مولوی نورالدین صاحب کو نصف سے زیادہ سُنادی تھی مسیح الزمان علیہ السلام نے وقتاً فوقتاً اسکی نسبت یہ ارشادات فرمائے نہایت عمدہ ہے شیریں بیان ہے۔ قرآنی نکات خوب بیان کئے ہیں دل پر اثر کرنیوالی ہے۔ حضرت مسیح الزمان اور مولانا نورالدین صاحب علیہم السلام نے بعض بعض جگہ اصلاح بھی کی تھی اب بفضل ربانی سے چھپکر طیار ہوچکی ہے خریداران الحکم والبدر کو پارہ عم کی تفسیر مفت محض ۰ کے ٹکٹ آنے پر بطور نمونہ بھیجی جا سکتی ہے قیمت بلا جلد ۱۲ر معہ جلد ۔ پارہ ۱ام کی قیمت ۶ر عم کے پارہ کی قیمت ۲ر۔ المشتہر خاکسار فتح محمد خان مینیجر مطبع عزیزی مقام تراوڑی ضلع کرنال ملک پنجاب۔ تمام درخواستیں مشتہر کے نام تراوڑی جانی چاہئیں +

* یہ تفسیر القرآن الحکم والی نہیں ہے +

حضرت حکیم الامۃ کا وعظ

جلسۃ الوداع کی تقریب پر

صحبت صادقین

گذشتہ اشاعت سے آگے

یہ دنیا کی معزز قومیں جیسی اسوقت اپنی کتاب کا پتہ نہ دے سکتی تھیں اور اسطرح پر گواہی دے رہی تھیں کہ ہادی کامل کے آنے کے وقت دنیا کی کیا حالت ہوتی ہے آج بھی باوجود تیرہ سو سال کے ترقیوں کے اسی طرح اپنی کتاب کی اصلیت پیش کرنے سے قاصر اور بے دست و پا ہے۔ میں حیران ہوتا ہوں کہ ایک طرف یہ قوم اس قدر بلند پروازیاں کر رہی ہے کہ خدا تعالےٰ کی قدرتوں پر احاطہ کرنیکے دعوے کرتی اور رموز قدرت میں سے بہت سے امور کو اپنے قبضہ میں کرلینے کی مدعی ہوتی ہے اور دوسری طرف یہ حال کہ اصل کتاب کا پتہ نہیں دے سکتی! یہ صدی لاانتہا نہیں تو کثیر التعداد ترقیوں کی صدی کہلاتی ہے۔ لیکن مذہب کے معاملہ میں کتاب اللہ کی تفتیش اور تحقیق کے متعلق ایسی گری ہوئی صدی ہے کہ پہلے سے بھی زیادہ اس معاملہ کو تاریکی میں گرا دیا ہے۔

آزاد خیال رفری تھنکرز) لوگوں نے کوشش کی ہے کہ یورپ کو مذہب ہی کی قید سے آزاد کریں یہ ایک اور ثبوت ہے کہ اسوقت **ایک ہادی کی ضرورت ہے**۔ غرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت یہ تو پچھلوں کا حال تھا جن کی کتاب کو نازل ہوئے پورے چھ سو سال بھی نہ ہوئے تھے تو ان سے پہلوں کا کیا حال؟ توریت شریف کے محافظ جو انبیاء اللہ اور احبار کہلاتے تھے ان کا یہ حال ہے کہ وہی توریت جو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے منسوب کرتے ہیں اسی میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کا بھی ذکر کیا ہے حالانکہ یہ ناممکن بات ہے۔ کیونکہ وفات کا واقعہ حضرت موسیٰ کے بعد کا ہی ہو سکتا ہے اور پھر قبر کا پتا نہیں یہ بھی اسمیں لکھا ہے۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ایسے واقعات کا اندراج بعد میں ہوُا ہے اور اس سے صاف کھل جاتا ہے کہ اصل توریت کی کیا حالت تھی اور وہ کہاں تک علماء یہود کی دست برد کے نیچے تھی اس میں کمی بیشی کرنے کے لئے وہ کیسے بے باک اور دلیر تھے؟

اپنے مذہبی شعائر سے ایسے ناواقف اور بیخبر کہ بیت اللہ کی تعیین میں ہی اونکو شبہ پڑا ہوُا تھا جیسا کہ انجیل کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے

غرض یہ تو ان دو قوموں کا حال ہے جو اپنے آپ کو صاحب کتاب سمجھتے ہیں اور قرآن شریف کھلے طور پر جنکا مصدق بھی ہے + پھر ان دو سے پہلے جو قومیں گذری ہیں ان کے بقیۃ السلف جو اوسوقت موجود ہونگے ان کی حالت کا اندازہ قیاس کرلو۔ ہمارے اس ملک میں ایک قوم اور بھی ہے جسکو زمانہ کے تازیانہ نے یا ترقی کی ہوا نے بیدار کیا ہے۔ وہ بھی ایک کتاب لے کر میدان میں نکلی ہے اور اپنی طرف سے کوشش کر رہی ہے کہ اس کتاب کو دوسری کتابوں کے بالمقابل کوئی جگہ دے مگر مجھے حیرت آتی ہے جب میں دیکھتا ہوں کہ ان کی کتاب کا پتہ جرمن سے ورے نہیں ملتا + اور اگر اب پائی بھی جاتی ہے تو کہا جاتا ہے کہ اس کے سمجھنے والا ہی کوئی نہیں پہلوں نے جو ترجمے کئے یا حاشیے لکھے ٹیکا کئے وہ بالکل غیر مفید غیر متعلق اور خانہ ساز تھے اصل عبارات سے ان کا کچھ تعلق نہیں ہے۔

میں جب ایسی آوازیں سُنتا ہوں تو میری حیرت اور بھی بڑھ جاتی ہے کہ کتاب کی اصل غرض عمل ہوتی ہے اور عمل کے لئے مطلوب ہے اس کا علم اور واقفیت اور وہ یہاں مفقود ہے پھر اس کتاب کا فائدہ کیا ہے

غرض

جسقدر اس سوال پر مَیں نے سوچا ہے اور میں سچ کہتا ہوں کہ میں نے مدتوں سوچا ہے اور بالکل خالی الذہن ہو کر محض سچائی اور راستی کے لینے کے لئے سوچا ہے اوسی قدر میرا تعجب اور افسوس بڑھا ہے۔ ان قوموں پران کتابوں پر۔ اور شرح صدر ہوُا ہے قرآن کریم کی تعلیمات کی سچائی پر اور اُس کے لانے والے کی صداقت پر اور بے اختیار ہو کر میرے دل سے نکلا ہے۔

اللھم صل علی محمد و علی آل محمد و بارک وسلم

دُنیا کے مختلف مذاہب اور اون کی مذہبی کتابوں اور اون کے ماننے والوں کی عملی حالت نے مجھے **ضرورت قرآن کی طرف بڑی بھاری رہنمائی** کی ہے اور میں یقیناً جانتا ہوں اور اسی لئے دعوی سے کہتا ہوں کہ جو شخص اپنے گوشہ تنہائی میں دل کو صاف کرکے اس تفرقہ مذاہب اور حالت مذاہب پر نظر کریگا اگر اُس کے دل میں کچھ بھی سلامتی اور فطرت میں سعادت سر میں دماغ اور عقل میں قوت فیصلہ ہے تو وہ اس نتیجہ پر بہت جلد پہنچ جاویگا

کہ اسلام ہی ایسا مذہب ہے جو انسان کے روحانی تقاضوں کو پورا کرتا ہے اور قرآن شریف ہی ایک کامل کتاب ہے جو انسان کی زندگی کو مفید اور ان اغراض کے ماتحت کرنیکے لئے اکیلی ہادی ہے جن کے لئے وہ پیدا ہوا ہے

پھر عرب کی حالت اور بھی قابل غور ہے اسکے ارد گرد یہ تینوں قومیں آباد تھیں۔ ہندوستان میں وید کے ماننے والے ایران میں زرتشتی مذہب کے پیرو۔ اور شام میں اور مصر کے حصص میں عیسائی اور یہود۔ لیکن کسقدر تعجب خیز بات ہے کہ انمیں سے کوئی بھی ایسا قوی التاثیر مذہب نہ ہوا کہ عربوں پر اپنا اثر ڈال سکتا۔

تاریخ دنیا کا مصنف جو ہمارے سیّد و مولا امام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک دعا کا نشانہ اور اسلام کی صداقت پر ایک نشان ہے (جس نے بڑی فخر سے اپنے آپ کو براہین احمدیہ کی تکذیب لکھکر مکذّب کہا ہے۔ عرب کو آریوں کا راستہ بتاتا ہے کہ وہ مصر کو اسی راستہ سے جاتے تھے مگر مجھے ہمیشہ ہی تعجب رہا کہ وہ صداقتیں جو ویدیں تھیں یا تو ان آریوں کو بھی معلوم نہ تھیں جو مصر کو عرب کے راستہ جاتے تھے اور یا ایسی کمزور اور بودی تھیں کہ عرب جیسے مشرکوں پر کوئی اثر ہی نہ ڈال سکتی تھیں۔ اسی طرح پر عیسائیوں اور یہودیوں اور زرتشتیوں کے فیضان سے عرب محروم کا محروم ہی رہا۔ مگر یہ کیا معجزہ ہے کہ عرب میں جب فاران کی چوٹیوں اور حرا کے غاروں سے ایک نور نکلا تو اس نے ہند پر اپنا اثر ڈالا۔ ایران پر اپنا اثر ڈالا۔ ایران پر اپنا اثر اور عیسائیوں اور یہودیوں پر اپنا اثر۔ وہ عرب جنپر کسی کا اثر نہ پڑا تھا ان کے اثر سے سب کے سب متاثر ہو گئے اور اس کے نور سے سب نے حصّہ لیا۔

میں تو اس سے یہی نتیجہ نکالتا ہوں کہ یہ لوگ جو کچھ اپنے پاس لئے بیٹھے تھے وہ دراصل ایک کمزور اور بے حقیقت شے تھی جس میں دوسرے پر اثر اندازی اور جذب کی کوئی قوت ہی نہ تھی ورنہ یہ بات بالکل ناممکن ہے کہ وہ اثر کرنے سے رہتی اور حقیقت میں یہ بالکل صحیح ہے جبکہ ابھی میں نے دکھایا ہے کہ ان لوگوں کی مذہبی کتابوں کی یہ حالت تھی۔

جب ایسی حالت اور صورت تھی تو دانشمند بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ دنیا اسوقت کسقدر جہالت کا سامان اکٹھا کر چکی تھی۔

عرب میں تفرقہ اسقدر تھا کہ وحدت کا نام و نشان بھی پایا نہ جاتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن شریف نے تحدیث بالنعمت کے طور پر اس امر کا ذکر کیا ہے کہ

کنتم اعداء فالّف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا

تم آپسمیں دشمن تھے ہم نے تمہارے دلوں میں ایسی محبت ڈالدی کہ اگر رات کو تم دشمن سوئے تھے تو صبح کو بھائی بھائی بنکر اٹھے۔

غرض انمیں وحدت نظر نہ آتی تھی۔ نہ وہ فاتح تھے اور نہ مفتوح جیسے وہ حکمرانی کے قواعد و ضوابط سے ناآشنا محض ویسے ہی رعایا بن کر رہنے کے اصول سے ناواقف نہ مصنف تھے نہ موجد تھے غرض کچھ بھی نہ تھے ایسی حالت میں ان کی عام حالت پکار پکار کر کہہ رہی تھی کہ

مردے از غیب برون آید و کارے بکند

دنیا کی عام حالت کا وہ نظارہ خاص عرب کی یہ حالت

اس سے بڑھ کر اور کیا ضرورت ہو سکتی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی۔

(باقی آئندہ)

حضرت حجۃ اللہ امام الملّت کے مکتوبات

حضرت میر ناصر نواب صاحب کے نام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مکرمی اخویم میر صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عنایت نامہ پہنچا انشاء اللہ القدیر تمام مراتب واقع الوسواس کے حصّہ دوم میں تبفصیل آجائیں گے حصہ اوّل اب قریب الاختتام ہے صرف ایک خط چھپنا باقی ہے جو پیرزادوں اور سجادہ نشینوں کی طرف لکھا گیا ہے۔ اور بلحاظ مشایخ عرب کے وہ عربی میں خط ہے اور فارسی میں مولوی عبدالکریم صاحب نے اوس کا ترجمہ کیا ہے۔

جو آپنے اپنے عملی طریق کے لئے دریافت کیا ہے وہ یہی امر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی اتباع کیطرف رغبت کریں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن اعمال پر نہائت درجہ اپنی محبّت ظاہر فرمائی ہے وہ دو ہیں ایک نماز اور ایک جہاد نماز کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ قرۃ عینی فی الصلوٰۃ یعنی میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے۔ اور جہاد کی نسبت فرماتے ہیں کہ میں آرزو رکھتا ہوں کہ خدا تعالےٰ کی راہ میں قتل کیا جاؤں۔

سو اس زمانہ میں جہاد روحانی صورت کا رنگ پکڑ گیا ہے اور اس زمانہ کا جہاد یہی ہے کہ اعلاء کلمۂ اسلام میں کوشش کریں مخالفوں کے الزامات کا جواب دیں دین متین اسلام کی خوبیاں دنیا میں پھیلا دیں آنحضرت صلعم کی سچائی دنیا پر ظاہر کریں یہی جہاد ہے جبتک خدا تعالیٰ کوئی دوسری صورت دنیا میں ظاہر کرے۔

اور نماز اپنی اُسی پہلی حالت پر ہی چاہیے کہ نماز میں خدا تعالیٰ سے ہدایت چاہیں اور **اھدنا الصراط المستقیم** کا تکرار کریں خواہ گنجائش وقت کے ساتھ وہ تکرار سو مرتبہ تک پہنچ جائے سجدہ میں اکثر **یاحی یاقیوم** الخ بتمام عجز کہا کریں۔ مگر نماز کی قنوت میں عربی عبارتیں ضروری نہیں قنوت اون دعاؤں کو کہتے ہیں جو مختلف وقتوں میں مختلف صورتوں میں پیش آتی ہیں سو بہتر ہے کہ ایسی دعائیں اپنی زبان میں کی جائیں قرآن کریم اور ادعیہ ماثورہ اسیطرح پڑھنی چاہئیں جیسا کہ پڑھی جاتی ہیں مگر جدید مشکلات کی قنوت اگر اپنی زبان میں پڑھیں تو بہتر ہے تا اپنی مادری زبان نماز کی برکت سے بے نصیب نہ رہے قنوت کی دعاؤں کا التزام حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے بعض پانچوقت کے قائل ہیں اور بعض صبح سے مخصوص رکھتے ہیں اور بعض ہمیشہ کے لئے اور بعض کبھی کبھی ترک بھی کر دیتے ہیں مگر اصل بات یہ ہے کہ قنوت مصائب اور حاجات جدیدہ کے وقت یا ناگہانی حوادث کے وقت ہوتا ہے چونکہ مسلمانوں کے لئے یہ دن مصائب اور نوازل کے ہیں اسلئے کم سے کم صبح کی نماز میں قنوت ضروری ہے قنوت کی بعض دعائیں ماثور بھی ہیں مگر مشکلات جدیدہ کیوقت اپنی عبارتیں استعمال کرنی پڑیں گی غرض نماز کو مضروانہ بنانا چاہیے جو دعا اور تسبیح تہلیل سے بھری ہوئی ہو۔

اور دعا اور استغفار اور درود شریف کا التزام رکھنا چاہیے اور ہمیشہ خدا تعالیٰ سے نیک کاموں اور نیک خیالوں اور نیک ارادوں کی توفیق مانگنی چاہیے کہ بجز اوسکی توفیق کے کچھ نہیں ہو سکتا یہ ہستی سخت ناپایدار اور بے بنیاد ہے غفلت اور غافلانہ آسائش کی جگہ نہیں ہر ایک سال بڑے اندر بڑے بڑے انقلاب پوشیدہ رکھتا ہے خدا تعالیٰ سے عافیت مانگنی چاہیے اور ہراساں اور ترساں رہنا چاہیے کہ وہ فدیتوالونپر رحم کرتا ہے اگرچہ وہ گنہگار ہی ہوں اور چالاکوں اور خودپسندوں اور ناز کرنیوالوں پر اُسکا قہر نازل ہوتا ہے اگرچہ وہ کیسے ہی اپنے تئیں نیک سمجھتے ہوں۔ والسلام

خاکسار غلام احمد از قادیان ۲۱ جنوری ۱۸۹۲ء

رفیقۃ الوداد

الکتاب المرقوم فی تفسیر غلبت الروم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً و مصلیاً

محب مکرم حضرت محمد احسان علی صاحب۔
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
محبت نامہ آپ کا آیا اور اُس کے مندرجہ سے آگاہی حاصل ہوئی۔ مسئلہ **مہدی** جو آپنے سوال نمبر ۱ و ۲ میں دریافت فرمایا ہے اُسکی تحقیق کما ینبغی تو ہمارے رسائل میں کی گئی ہے۔ لہذا ضرور ہے کہ جو رسائل مصنفہ احباب میں ہیں اُنکو مطالعہ فرمایئے تاکہ اُنکے دیکھنے سے حقیقت مہدی آپ پر بخوبی واضح ہو جائے بالفعل آپ کے ہر دو سوال کی نسبت کچھ مختصراً چند الفاظ لکھے جاتے ہیں واضح ہو کہ ایک مہدی تو وہ ہے جو صرف لوگوں کے خیال و وہم میں ہے اور قرآن و حدیث میں اس خیالی وہمی مہدی کا کہیں پتہ اور نشان نہیں پایا جاتا۔
اور ثانیاً مہدی آخر الزمان خاتم الخلفا نفس الامری من عند اللہ ہے جس کے دعوی کے ثبوت کے لیے نصوص قرآنیہ وحدیثیہ موجود ہیں اور اُسکی شہادۃ کے لیے تمام آیات و امارات اور صدہا نشان الٰہی بیرونی و اندرونی واقع ہو گئے ہیں جو رسائل مصنفہ میں لکھی گئی ہیں۔

سوال نمبر ۱۔ میں جو آپ نے زوال سلطنت اسلام سلطان روم کا یا اُس کا بیعت یا معیت مہدی میں داخل ہونا یا فتوحات خزائن ارضیہ کا اُس کے ہاتھ میں آجانا اُسکی علامات سے قرار دیا ہے وہ نہ قرآن مجید میں مذکور ہے اور نہ کسی حدیث صحیح میں آیا ہے بعض رسائل اردو آثار محشر وغیرہ میں جو اسباب میں سلطان روم کی نسبت روایات لکھی ہیں مؤلفین رسائل نے اس پیشین گوئی کو بالکل نہیں سمجھا اصل حقیقت اُسکی مختصراً لکھی جاتی ہے۔
واضح ہو کہ مراد روم سے نصاریٰ روم ہیں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں سلطنت نصاریٰ کی نصاریٰ روم میں ایک زبردست سلطنت تھی اور بنیاد سلطنت ملک روم میں نصاریٰ ہی کے ہاتھ سے قائم ہوئے تھے اور یہ استعمال عرب میں ایسا ہی ہے جیسا کہ برطانیہ سے مراد سلطنت برطانیہ اور روس و یورپ وغیرہ سے مراد اہالیے یورپ و اہالیے روس مراد ہوتے ہیں غرضکہ کتب معتبرہ تواریخ سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت میں ملک روم میں سلطنت نصاریٰ ہی کی تھی دیکھو کتب تفاسیر اور شروح حدیث کو۔
اس پیشین گوئی مندرجہ سوال نمبر ایک کی حقیقت یہ ہے کہ اول سورہ روم میں یہ آیت موجود ہے

الٓمّٓ غلبت الروم فی ادنی الارض وھم من بعد غلبھم سیغلبون

یعنی رومی جو نصاریٰ ہیں قریب کی زمین میں مغلوب ہو گئی ہیں لیکن رومی اپنے مغلوب ہوئے پیچھے عنقریب چند سال میں غالب ہو جاوینگی۔ اس آیت میں دو قراوتیں آئی ہیں اول غُلِبَت بصیغہ مجہول اور سَیَغْلِبُوْن بصیغہ معروف اس قراوت کی رو سے جو متواتر ہے وہی قصہ مراد ہے جو روم نصاریٰ اہل کتاب کی شکست خسرو بادشاہ فارس مشرک کے مقابلہ میں ہوئی تھی اور مسلمانوں کو اُس شکست روم سے بوجہ اہل کتاب ہونے اُن کے کسی قدر رنج ہوا تھا اور مشرکین عرب کو بوجہ مشرک ہونے فارس کے خوشی حاصل ہوئی تھی لہذا مسلمانوں کی تشفی کے لیے یہ آیت سورہ روم میں نازل ہوئی جس میں دو پیشین گوئی عظیم الشان بیان فرمائی گئی ہیں ایک تو روم کا غالب ہونا فارس پر میعاد ہشت سال میں جو مفہوم بضع سنین کا ہے جسکی نسبت حضرت صدیق اکبر کا روم کے غالب ہو جانے پر ابی بن خلف سے شرط لگانا روایات صحیحہ میں مذکور ہوا ہے دوسری خوشخبری مسلمانوں کے لیے یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُسی بضع سنین میں نصرت اور فتح عظیم کا حاصل ہونا جس سے مؤمنین کو ایک بڑی خوشی اور فرحت حاصل ہو گی جو آیت ذیل میں بڑے زور شور کے ساتھ بیان فرمائی گئی ہے

ویومئذ یفرح المؤمنون بنصر اللہ ینصر من یشاء وھو العزیز الرحیم

یعنی جب کہ رومی غالب ہوں گے مسلمان اللہ کی مدد سے خوش ہو جائیں گے اللہ تعالیٰ جسکی مدد چاہتا ہے کرتا ہے اور وہی زبردست رحم والا ہے چنانچہ نزول سورہ روم سے ہشت سال میں بایام جنگ بدر یہ دونوں پیشین گوئیاں اپنے پورے مضمون کے ساتھ پوری ہوئیں اور حضرت صدیق اکبر نے اپنی شرط کو فریق ثانی سے وصول کیا و الحمد للہ۔ دیکھو تفصیل اسکی کتب تفاسیر معتبرہ اور شروح احادیث میں۔
دوسری قراوت غَلَبَتْ بصیغہ معروف اور سَیُغْلَبُوْن بصیغہ مجہول آئی ہے چونکہ قراوت غیر متواترہ حکم حدیث صحیح کا رکھتی ہے اسلیے اسکے حکم کا ترک کرنا بھی جائز نہیں کیونکہ علم اصول کا قاعدہ ہے کہ **الاعمال خیر من الاھمال** یعنی عمل کرنا ہی افضل ہے ترک کرنے سے پس اسی قراوت کے بموجب یہ دوسری پیشین گوئی ہوئی کہ روم نصاریٰ پھر ایکمدت میں جو المضاعف پہلی مدت سے ہے یعنی غالب ہونیکے زمانہ سے بضع سنین ہی ہے اہل اسلام کے ہاتھ سے مغلوب ہو جائے گی اور ہم نے اہل اسلام کی شرط اسواسطے لگائی ہے کہ تمام نصوص قرآنیہ اور توراۃ میں نصرت اور فتح اہل اسلام کے لیے لکھی ہوئی ہے۔
قال اللہ تعالیٰ **ولقد کتبنا فی الزبور من بعد الذکر ان الارض یرثھا عبادی الصالحون** یعنی بیشک ہم لکھ چکے ہیں زبور میں بعد پند و نصیحت کے کہ تحقیق زمین مقدس کے وارث میرے نیک بندے ہو جائیں گے چنانچہ حضرت عمر رضؓ کے عہد خلافت سنہ ۱۶ھ میں روم نصاریٰ مسلمانوں کے قبضہ میں آگئی اور یہ زمانہ مغلوب ہونے روم کا اُسکے غالب ہونے سے وہی آٹھ سال ہوتے ہیں جو **بضع سنین** میں داخل ہیں اس صورت میں یہ آیت ذیل بھی بخوبی چسپاں ہو گئی

للہ الامر من قبل ومن بعد ویومئذ یفرح المؤمنون بنصر اللہ ینصر من یشاء وھو العزیز الرحیم یعنی پہلے سب سے اور بعد سب کے حکم اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے اور اُس دن خوش ہوں گے مسلمان ساتھ مدد خدا کے مدد کرتا ہے وہ جسکو چاہتا ہے اور وہی غالب مہربان ہے کیونکہ اُسوقت میں بھی بسبب حصول فتح عظیم کے مؤمنین لشکر اسلام کو بڑی خوشی حاصل ہوئی کہ حضرت عمر رضؓ کے وقت میں

ینصر اللہ العزیز الرحیم

روم فتح ہوئی اور تمام اہل اسلام کو بڑی خوشی اور فرحت حاصل ہوئی والحمد للہ منّۃ اللہ

فللہ الامر من قبل ومن بعدُ

بس معنی کر کر حضرت عمر رضؓ ایک ایسے مہدی ہوے جن کے وقت میں ملک روم فتح ہوا اور تمام خزائن اُس ملک کے اُنکے قبضہ میں آگئی اور چونکہ خلفاء راشدین کی نسبت مہدی فرمایا گیا ہے چنانچہ حدیث صحیح میں ہے۔

علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین من بعدی۔

یعنی لازم پکڑو تم میری سنت کو اور نیز سنت میرے

خلفا کو جو راشد اور مہدی ہیں۔ اس حدیث کے بموجب جو شخص خلیفہ راشد آنحضرۃ کا حامی اسلام ہو اُسکو بھی مہدی کہیں گے لہذا حضرت عمر بھی مہدی ہوے اور اگر اس غالبی اور مغلوبی کی مدت کا علم بضع سنین میں محصور رہ کر رکھا جاوے جیساکہ ان آیات کے آگے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وعد اللہ لا یخلف اللہ وعدہ ولکن اکثر الناس لا یعلمون یعنی اس غالبی اور مغلوبی روم کا وعدہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے نہیں خلاف کرتا اللہ وعدہ اپنا و لیکن اکثر لوگ اُسکا علم نہیں رکھتے یعنی بعض راسخون فی العلم کو اُس مدت کا علم حاصل ہو سکتا ہے جیساکہ شیخ اکبر رح نے اعداد ابجد الٓمٓ سے استنباط کیا ہے اور غلبہ نصاریٰ کی مدت ۴۹۰ نکالی ہے اور مغلوب ہونے کی مدت ۵۸۳ برس تو اس قراءت کے بموجب بضع سنین سے قطع نظر کر کر ایک اور غالبی مغلوبی روم کی مستنبط ہوتی ہے جسکی طرف حدیث ذی مخبر کی جو ابو داؤد سے مشکوۃ شریف میں ہے دلالت کرتی ہے۔

وعن ذی مخبر قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ستصالحون الروم صلحاً امنا فتغزون انتم وھم عدوا من ورائکم فتنصرون وتغنمون وتسلمون ثم ترجعون حتی تنزلوا بمرج ذی تلول فیرفع رجل من اھل النصرانیۃ الصلیب فیقول غلب الصلیب فیغضب رجل من المسلمین فیدقہ فعند ذلک تغدر الروم ویجمع للملحمۃ وزاد بعضھم فیثور المسلمون الی اسلحتھم فیقتلون فیکرم اللہ تلک العصابۃ بالشہادۃ

رواہ ابو داؤد

ترجمہ تشریحی اور روایت ہے ذی مخبر سے کہ خادم ہے حضرت کا اور بھتیجا ہے نجاشی کا کہا کہ سنا میں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے فرماتے تھے نزدیک ہے کہ صلح کروگے تم اے مسلمانو روم سے صلح با امن کہ طرفین فتنہ اور غدر سے نڈر ہوں گے پس جنگ کروگے تم اے مسلمانو اور وہ رومی باہم متفق ہوکر دشمنوں سے کہ سوائے تمہارے ہیں پس نصرت کیے جاؤگے تم یعنی مدد کریگا تمہاری اللہ تعالیٰ اُنپر اور غنیمت پاؤگے اور سلامت رہوگے یعنی زخمی ہونے سے اور مارے جانے سے پھر پھروگے یعنی دشمنوں کے پاس سے یہانتک کہ اُترو گے تم اور اہل روم ایک سبزہ کی جگہ کہ ٹیلے ہوں گے اُسمیں پس بلند کرے گا ایک شخص اہل نصرانیت سے چلیپا ف مراد اہل نصرانیۃ سے روم ہیں اسلیے کہ روم دین نصرانیت پر تھی اور چلیپا ایک لکڑی مربع ہوتی ہے کہ گمان کرتے ہیں نصاریٰ کہ عیسیٰ اُسپر سولی دیکر قتل کیے گئے۔ پس کہے گا وہ شخص کہ غالب آئی چلیپا یعنی غالب آئے ہم بسبب برکت چلیپا کے پس غصہ ہوگا ایک شخص مسلمانوں میں سے یعنی بسبب اسکے کہ نسبت کی غلبہ کی غیر اسلام کی طرف پس توڑ ڈالے گا وہ مسلمان چلیپا پس نزدیک اس قصہ کے عہد توڑینگے رومی اور جمع کرینگے لوگوں کو جنگ کے لیے اور زیادہ کیا بعض راویوں نے اس عبارت کو کہ پس دوڑینگے مسلمان طرف ہتھیاروں اپنی کے پس لڑینگے مسلمان اُن سے پس بزرگی دیگا اللہ تعالیٰ اُس جماعۃ مسلمانوں کو ساتھ شہادۃ کے نقل کی یہ ابو داؤد نے ترجمہ مشکوۃ شریف۔ اس حدیث کے ذیل میں حاشیہ کواکب دریہ اردو میں لکھا ہے کہ حدیث ذی مخبر زبان زد خلائق ہے جسکا انتظار اہل اسلام کر رہے ہیں حالانکہ اُسکے مضمون کی تصدیق زیادہ چھ سو سال ہوے ہو چکی مگر تعجب کہ ہنوز اہل اسلام اُسکے منتظر ہیں کیونکہ بعد صلح ہارون رشید نصاریٰ کے اہل روم نے عذر کیا کہ موضع ذی تلول پر میکائیل ہفتم آیا اور اُسنے کہا کہ آج صلیب کو غلبہ ہے پس طغرل ایک مرد مسلمان کو غصہ آیا اور اُسنے اُسکو نکالوٹی کر ڈالا پھر بنی اصفر اسّی کمپوں سے جس میں دس لاکھ فوج تھی چڑھی اور مسلمانوں کو شہید کر کر بیت المقدس پر اٹھاسی سال تک غالب رہی مگر خوفناک انتہی موضع الحاجۃ۔ اور یہ غلبہ نصاریٰ کا آخر صدی پنجم یعنی ۴۹۰ھ میں بموجب حدیث ذی مخبر کے واقع ہوا اور چونکہ اس غَلَبِہِمْ کے بعد سَیَغْلِبُوْنَ پیشین گوئی موجود ہے لہذا صلاح الدین کے عہد سلطنت میں روم نصاریٰ پھر مغلوب ہوگیا اور صلاح الدین نے ۵۸۳ھ میں روم کو فتح کر لیا دیکھو تواریخ کو اس صورت میں چونکہ صلاح الدین بھی ایک بادشاہ حامی اسلام تھا لہذا بسبب اپنے صلاح و تقوی کے وہ بھی ایک معنی کر کر مہدی یعنی ہدایت یافتہ ہو سکتا ہے مگر یہ پیشین گوئی جو قرآن مجید سے بموجب ایک قراءت غیر متواترہ کے بطور ایک لطیف استنباط کے مستنبط ہوتی ہے متعلق خلافت اور سلطنت کے ہے اس خاتم الخلفاء مہدی آخر الزمان سے جس کی نسبت

لا مہدی الا عیسیٰ

وارد ہے کچھ تعلق نہیں رکھتی کیونکہ ہمارے ادلہ نصوص صریحہ ہیں نہ ایسے خفی اور دقیق اور پھر اس مہدی کی نسبت صحیح بخاری میں

یضع الحرب

وارد ہے۔ الحاصل فتح روم کے متعلق اگر کوئی روایت ہے تو اُسکی اصل حقیقت صرف اسی قدر ہے جو قرآن مجید سے مستنبط ہے اور حدیث ذی مخبر سے مفہوم ہوتی ہے دیگر ہیچ مؤلفین رسائل نے حقیقت اس پیشین گوئی کی بالکل نہیں سمجھی اور اُسپر علاوہ یہ کہ اپنے خیالات کے بموجب جو مہدی کے بارہ میں رکھتے ہیں ان روایات مختلفہ کی شرح کر دی ہے جس سے عوام لوگ دھوکہ میں پڑ گئے ہیں۔ دیگر ہیچ۔

دوسرے سوال کی نسبت مختصر تحریر یہ ہے کہ جبکہ مہدی وسط متعدد ہو سکتے ہیں تو ممکن ہے کہ بنی فاطمہ میں سے بھی کوئی مہدی ہوا ہو بلکہ ہوے بھی ہیں جنھوں نے علاوہ عدل و انصاف کے حمایت اسلام اور رفع حملجات مخالفین اسلام میں جہاد بھی کیے ہیں دیکھو ریاض المستطابہ صفحہ۳ واما الذین قاموا بالامامۃ من الفاطمیین فی بلاد العجم والعراق اکثر من عشرین اماما وتمکن منھم بضعۃ عشر الخ یعنی وہ لوگ کہ جنھوں نے بنی فاطمہ میں سے دعوی امامت و خلافت کیا عراق و عجم کے بلاد میں وہ بیس اماموں سے زیادہ ہیں اور انھیں میں سے دس صاحبوں سے زیادہ نے خلافت اور امامت پر قدرت پائی۔۔ آخر عبارت تک اور انکی خلافت اور امامت میں کامل درجہ پر عدل و انصاف بھی ہوا اور تائید اسلام اور اعلاء کلمۃ اللہ اور جہاد بشر ائط اسلامی بھی واقع ہوا اور بعضوں کی اُنمیں سے مواطاۃ ساتھ نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی پائی جاتی ہے مگر ہمکو ان ائمہ سے کچھ بحث نہیں کیونکہ یہ روایات دربارہ مہدی نہایت مختلف اور متضاد ہیں جنکی تطبیق میں شراح حدیث نہایت درجہ حیران ہیں اگر ہم ان روایات کو تسلیم بھی کریں تو اُنکی تاویل بھی کریں گے کہ قرآن و حدیث میں اکثر جگہ پر مراد اسماء سے وہ صفات ہوتی ہیں جو مدلول اسماء ہیں نہ فقط اسماء مجرد از صفات کیونکہ اسم مجرد از صفت سے کیا کام چل سکتا ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے جسقدر اسماء ہیں وہ سب صفاتی ہیں علی ہذا القیاس خاتم الخلفاء کے اسماء بھی صفاتی ہی ہیں اور پھر اللہ تعالیٰ کے نام بھی سب صفاتی ہی ہیں کما قال اللہ تعالیٰ

وللہ الاسماء الحسنیٰ

کے فتنوں میں پڑے ہوئے ہیں انکو کیا فائدہ حاصل ہوسکتا ہے آپ نہیں دیکھتے امراء اور نوابوں اہل اسلام کو کہ بسبب اپنی امارت اور خزانوں کے کسقدر عیاشی اور فسق وفجور میں پڑے ہوئے ہیں جو ناگفتہ بہ ہے۔

اور آگے رہی حدیث ذوالسُّوَیقتَین کی سو اسکی نسبت شارحین نے خود لکھاہے

وھذا عند قرب الساعۃ حیث کا یبقی قائل اللہ اللہ الی ان قال القرطبی ھذا بعد رفع القرآن من الصدور بعد موت عیسیٰ وھو الصحیح

یعنی اس خانہ کعبہ کا اکھاڑا جانا ذوالسُّوَیقتَین کے ہاتھ سے عین قرب قیامت میں ہوگا جبکہ کوئی شخص اللہ اللہ کہنے والا بھی باقی نہ رہے گا یہانتک کہ کہا قرطبی نے کہ یہ امر بعد موت عیسیٰ موعود کے بوقت اُٹھائے جانے قرآن کے سینوں سے واقع ہوگا اور یہی صحیح ہے۔

اور پھر ایک اور بات یاد رہے کہ اگر یہ پیشین گوئیاں مخبر صادق علیہ السلام کی جس کا مصداق یہ مسیح موعود ہے نہ بھی ہوتیں تب بھی مجدد اسلام اپنی ذات میں ایک ایسا مجمع نشانوں الٰہی کا ہے کہ اُسکی تصدیق کے لیے قرآن و حدیث ہمکو مجبور کررہی ہیں پھر جبکہ پیشین گوئیاں مخبر صادق کی بھی اُسپر صادق آگئی ہیں اور پھر اندرونی اور بیرونی نشانات الٰہی بھی اُسکی ذات میں موجود ہیں تو پھر تو نور علیٰ نور کا مضمون واقع ہوگیا فاین المفر۔

اور پھر ان سب امور پر علاوہ یہ ہے کہ اُسکے حق میں واقع ہے کہ وہ منجانب اللہ حکم ہوکر مبعوث ہوگا تو جو روایات رطب و یابس یا موضوع ہیں اُنکو وہ کیونکر قبول کرسکتا ہے کہ در صورت قبول کرنے کے ایک تو اجتماع اضداد لازم آتا ہے اور حکمیت اُسکی جو مسلم فریقین ہے باطل ہوئی جاتی ہے کیونکہ حکم من اللہ کے معنے تو یہی ہیں کہ جو عقائد فاسدہ اور خیالات کاسدہ حسب روایات موضوعہ اہل اسلام میں رواج پاگئی ہوں گی انہیں وہ حکم ہوکر فیصلہ کردیوے اور یہ امر تو ہرگز خیال میں نہیں آسکتا کہ وہ ایسا حکم ہوکہ تمام فرق مختلفہ اسلامیہ کے خیالات اور اُنکی تمام روایات متضادہ کو بھی تسلیم کرلیوے اور پھر حکم ہی رہے ہذا خلف

اور یہ بھی یاد رہے کہ مہدی بھی تو ایک مجدد ہی ہوگا لاغیر کیونکہ لفظ مجدد کا ایک ایسا عام ہے کہ خلیفہ اول سے لیکر مسیح موعود تک بلکہ قیامت تک جو شخص مصداق ہو۔

ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علیٰ راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا

کا وہی مجدد ہوگا خواہ خلیفہ اول صدیق اکبر ہوں یا مسیح موعود خاتم الخلفا و مہدی مسعود ہو ہاں یہ سب مجددین سب کے سب یکساں اور متساوی فی الدرجہ نہیں ہیں بلکہ بحکم

تلک الرسل فضلنا بعضھم علیٰ بعض

کے اُمت محمدیہ میں بھی یہ حکم فضیلت کا جاری و نافذ ہے اللہ تعالےٰ اکثر جگہ پر بعد ذکر انبیا اور مرسلین کے جابجا فرماتا ہے کہ

وکذالک نجزی المحسنین

یعنی جسطرح ہم مرسلین اور انبیا کو ہم اجر و ثواب اور مدارج عنایت فرماتے ہیں اسی طرح جو لوگ اُنکے متبعین میں سے احسان کا درجہ رکھنے والے ہیں اُنکو بھی مراتب فضیلت دیتے ہیں وفوق کل ذی علم علیم

آپ کی مرض کے لیے دعا کی جاوے گی مگر وقتاً فوقتاً ذریعہ مراسلت کے آپ یاد دلاتے رہیں۔

ہاں یاد رہے کہ آپ نے علاج جسمانی اور اصلاح یا ترقی امور دنیوی کو مقدم رکھا ہے اور علاج روحانی کو مؤخر ڈالا ہے یہ طریقہ مسلک صواب نہیں ہے کیونکہ روحانی علاج دنیاوی امور سے مقدم ہونا چاہیے جبکہ کوئی انسان روحانی اصلاح کیطرف متوجہ ہوتا ہے تب اللہ تعالےٰ کا فضل بالضرور اُسکے شامل حال ہوجاتا ہے اور اُسکی اصلاح دنیاوی بھی ہو جاتی ہے لا عکس ایسی شرط کرنا متقی کا کام نہیں ہے۔ دیکھو اول سورہ بقرکو

الم ذالک الکتٰب لاریب فیہ ھدی للمتقین الذین یومنون بالغیب ویقیمون الصلوٰۃ ومما رزقنٰھم ینفقون والذین یومنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک وبالاٰخرۃ ھم یوقنون اولٰئک علیٰ ھدی من ربھم واولٰئک ھم المفلحون

غور کرو کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے جو اولٰئک ھم المفلحون فرمایا ہے وہ بعد اصلاح روحانی کے ارشاد فرمایا گیا ہے نہ برعکس اور جسجگہ اللہ تعالیٰ نے فتوحات دینی و دنیوی کا بھی وعدہ فرمایا ہے وہ بعد اصلاح روحانی کے ہی فرمایا ہے نہ بالعکس۔ آپ نے جو صدق مقال اور اکل حلال کے لیے اپنی نسبت بیان کیا ہے یہ بڑی ایک صفت عمدہ ہے اگر اس زمانہ میں کسکو میسر ہو تو کبریت احمر ہے بعد اسکے اطمینان حاصل ہوجاوے گا

الا بذکر اللہ تطمئن القلوب۔ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب۔

مورخہ ۱۲ر اگست ۱۹۰۳ء

کتبہ محمد احسن بامر المسیح الموعود

سوال ضروری الحل

قرآن مجید میں رضاعی رشتوں ہفتگانہ میں سے صرف دو رشتے حرام فرمائے گئے ہیں۔ (۱) امہات رضاعی (۲) اور اخوات رضاعی اور باقی اور رشتوں رضاعی کی تفصیل حرمت محل تحریم میں بیان نہیں فرمائی گئی اور آخر آیت میں فرمایا گیا واحل لکم ماوراء ذلکم چونکہ محل بیان و تفصیل میں باقی رشتوں رضاعی کی حرمت سے سکوت فرمایا گیاہے اور ماوراء کی حلت بصراحت بیان فرمائی گئی تو ثابت ہوا کہ رضاعی رشتے صرف دو ہی حرام ہیں جو کہ مذکور فی القرآن ہیں۔

آگے رہی حدیث یحرم من الرضاعۃ ما یحرم من النسب اگرچہ صحیح بلکہ متفق علیہ ہے مگر ۔۔۔ بیان قرآن مجید کے حسب تقریر مذکورہ مخالف ہے تو پھر کیونکر حرمت رضاعت باقی رشتوں کی اُس سے ثابت ہوسکتی ہے۔ علاوہ یہ کہ متعدد رشتے رضاعت کے حدیث مذکورہ سے مستثنیٰ و مخصوص کرکر حلال کیے گئے ہیں کما ثبت فی محلہ پس اگر حدیث مذکور واجب القبول اور حرمت میں منصوص ہے تو پھر تخصیص یا استثنا کس دلیل شرعی سے کیا گیا

اب خلاصہ سوال کا یہ ہے کہ حدیث کی توفیق اول تو قرآن مجید سے کی جائے۔ اور ثانیاً جو رشتے اُس سے مخصوص کرکر حلال کیے گئے ہیں اُن کے لیے کوئی مخصص شرعی بیان کیا جاوے بینوا توجروا۔

آیات الرحمٰن جواب عصای موسیٰ کی پہلے قیمت ۸ تھی پھر ۸ر ہوئی۔ اب مجھے چند نسخے اجرۃ کتابت میں ۸ر فی نسخہ کے حساب سے ملے ہیں میں اب بضرورت ۴ر فی نسخہ دینا چاہتا ہوں جو صاحب چاہیں خریدیں محصول اس قیمت سے علاوہ ہے گویا مع محصول ۵ر

خاکسار سراج الحق نعمانی قادیانی ۔۔۔۔

مطبع انوار احمدیہ قادیان میں شیخ یعقوب علی تراب احمدی کے اہتمام سے طبع ہوکر شائع ہوا۔

یعنی اللہ تعالیٰ کے لیے سب اسماء یعنی سب صفات بہت اچھی ہیں انہیں بصورت مطلب حدیث کا اگر صحیح ہو تو یہ ہے کہ اُسکی صفت میری جیسی صفت ہوگی یعنی تمام کاروبار اُسکا علی منہاج النبوۃ المحمدیہ واقع ہوگا اور اُسکے باپ کی صفت میرے باپ کیسی صفت ہوگی یعنی جسطرح میرے باپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا معلوم نہیں تھا سو اُسکے باپ کو بھی اُسکا مسیح موعود ہونا یا خاتم الخلفا ہونے کا علم نہ ہوگا یا قبل اس دعوے کے اُسکے ماں باپ فوت ہو جائیں گے اگر یہ مراد نہ لی جائے تو صرف مواطاۃ اسم سے کیا نتیجہ حاصل ہو سکتا ہے کہ یہ مواطاۃ اسماء کی تو صدہا جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء کے ساتھ پائی جاتی ہے یا جسطرح کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام محمد انکی ما کی طرف سے رکھا گیا اُس کا نام بھی احمد ہی رکھا جائے گا مگر ایک لطیف نکتہ کے ساتھ یعنی غلام احمد۔ دیکھو تفصیل اسکی رقیمۃ الوداد مندرجہ الحکم نمبر میں۔ اور یہ بات خوب یاد رہے کہ ان خلفا اور سلاطین مذکورہ کو اس مسیح موعود سے کوئی نسبت نہیں ہے کیونکہ اُسکی نسبت تو صحیح بخاری میں

یضع الحرب

آگیا ہے یہ تو مسیح موعود ہے اور خاتم الخلفا اُمت محمدیہ اور مہدی آخر الزمان ہے جس کے لیے آسمان و زمین شہادت دے رہے ہیں۔ کسوف خسوف آسمانی سے لیکر زمینی طاعون تک صدہا نشان اُسکی تصدیق کے لیے موجود ہیں۔

آسمان بارد نشان الوقت میگوید زمیں
این دو شاہد از پئے تصدیق من استادہ اند

اور فی الحقیقت ایسے عظیم الشان مہدی اور مسیح کی تصدیق کے لیے جبتک صدہا نشانہائے الٰہی موجود نہ ہوں تب تک اسکی عظمت شان کیونکر ظاہر ہو سکتی ہے لہذا آپکو چاہیے کہ دو سہ کتاب حضرت اقدس کی یا ہمارے رسائل کا ملاحظہ فرماویں جیساکہ تریاق القلوب و تحفہ گولڑویہ وغیرہ وغیرہ ہیں۔ اور اگر کسی کے خیال میں ناموں مہدی کی نسبت یہی مرکوز ہو کہ وہی ہوبہو نام ہو تو پھر دریافت طلب امر ہے کہ مہدی سوڈان نے بھی شروع ۱۳ صدی میں دعوی مہدویت کیا پھر آپ نے اُس کی سوانح میں دیکھا ہوگا کہ وہ قوم کا سید بھی تھا اور اُسکے باپ کا نام عبداللہ وکذا وکذا اور پھر اُس کا جو کچھ انجام ہوا وہ بھی سبکو معلوم ہے اُسکی کیا وجہ کہ بالآخر وہ کامیاب نہ ہوا

اور یہ مسیح موعود بھی سنہ ۱۳۰۰ ہی سے دعوی ماموریت من اللہ ہونے کا کر رہا ہے اسکی ترقی روز بروز ابتک ہوتی چلی جاتی ہے۔ صادق کے نشانوں کو کوئی نہیں چھپا سکتا اور کاذب صادق کے مقابلہ میں ٹھیر نہیں سکتا اور پھر اسکی کارروائی کی تائید دعاؤں اور الہاموں اور کشفوں کے ذریعہ سے ہو رہی ہے۔ نصوص قرآنی شاہد ہیں کہ مفتری کاذب ہرگز ہرگز کامیاب نہیں ہوگا۔ دیکھو صیانۃ الناس عن وسواس الخناس وغیرہ کو۔ اور جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مہدی اور مسیح موعود کیلیے مشرقی بلاد میں مبعوث ہونا ارشاد فرمادیا ہے چنانچہ صحیح مسلم وغیرہ کی حدیث سے ثابت ہے جو بلفظ **اومأ الی المشرق** فرمایا ہے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر مسیح موعود پر مشرق کی طرف کو اشارہ فرمایا تو دیار عرب میں مبعوث ہونا اس امام آخر الزمان کا کیونکر ثابت ہو سکتا ہے۔ ہاں اُسکی تبلیغ کل دنیا میں پہونچ جاوے گی چنانچہ رفتہ رفتہ کل دنیا میں تبلیغ اُسکی پہونچ رہی ہے پھر عرب میں بھی تبلیغ اُسکی پہونچ رہے گی یہی تبلیغ کا پہونچنا دیار عرب میں عرب کیطرف اُسکا پہونچنا یا مبعوث ہونا ہی جیساکہ الہام میں وارد ہو ہی چکا ہے کہ

وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعٰلمین

یعنی نہیں مبعوث کیا ہے ہمنے تمکو بطور امامت اور مہدویت کے مگر واسطے رحمت تمام جہان کے لوگوں کے دیکھو مصر افریقہ امریکہ یورپ وغیرہ تک ملکوں میں اُسکی تبلیغ پہونچ گئی ہے اور اُسکے مقابلہ سے امریکا کا ڈوئی ابتک فرار ہے اور پگٹ لنڈن کا مفقود الخبر ہو گیا ہے اور پھر آپ انجام کو دیکھیں کہ مخالفین مذکورہ کی نوبت کہانتک پہونچتی ہے۔

اور دروازہ خانہ کعبہ کے اکھاڑے جانے میں جو روایات آئی ہیں وہ ایسی مختلف ہیں کہ شارحین حدیث بھی انکی توفیق و تطبیق میں حیران ہیں ایک حدیث میں تو یہ آیا ہے کہ لا یستخرج کنز الکعبۃ الا ذوالسویقتین من الحبشۃ رواہ ابو داؤد یعنی نہیں اکھاڑے گا خزانہ کعبہ کو مگر ایک حبشی جسکی دونوں پنڈلیاں بہت چھوٹی اور پتلی ہونگی یہ حدیث محل مذمت میں بیان کی گئی ہے دوسری روایت میں آیا ہے کہ ان المہدی یخرج کنز الکعبۃ ھکذا فی اللمعات یعنی بیشک مہدی خزانہ کعبہ کو نکالے گا یہ محل مدحیں بیان کیا گیا ہے پس ان دونوں روایتوں میں تطبیق کیونکر ہو سکتی ہے بجز اسکے کہ کہا جاوے کہ کعبہ سے مراد اسلام ہے اور خزانہ اسلام قرآن ہے اُسکے دروازہ میں وہ قرآن مجید کے معارف اور دقائق ہیں جو اُسکے دروازہ یعنی سورہ فاتحہ میں مخزون ہیں اب ظاہر ہے کہ اس خزانہ معارف قرآنی کو یہ مہدی آخر الزمان تمام مسلمانوں کو تقسیم کر رہا ہے دیکھو اُسکی کتابوں براہین احمدیہ و تفاسیر سورہ فاتحہ وغیرہ کو اور یہ معنی اس روایت کے کچھ بعید الفہم بھی نہیں ہیں حدیث صحیح طواف دجال و طواف مسیح موعود میں کعبہ سے مراد دین اسلام ہے لیا گیا ہے یعنی مسیح موعود کا طواف کعبۂ اسلام کے لیے تو حفاظت اسلام کے لیے ہوگا جیساکہ کوتوال شہر کا حفاظت شہر کی کیا کرتا ہے اور دجال کا طواف ایسا ہوگا جیساکہ چور کسی مکان کی نقب زنی کے لیے طواف کیا کرتا ہے کسی شاعر نے کہا ہے۔

تفاوت است میان شنیدن من و تو
تو بستن در و من فتح باب می شنوم

یعنی دروازہ محبوب سے جو آواز آتی ہے میں اور تو دونوں سنتے ہیں مگر اسمیں بڑا فرق ہے تو تو دروازہ کے بند ہونیکی آواز سنتا ہے اور میں دروازہ محبوب کے کھلنے کی آواز سنتا ہوں۔ ایسا ہی طواف دجال کا اسلام کی بیخکنی کے لیے ہوگا جیساکہ الحال پادریان نصاریٰ سے مشاہدہ ہو رہا ہے اور مسیح موعود کی حفاظت اسلام کے لیے اطراف عالم میں ندیہ کتب و رسائل و اشتہارات ہو رہی ہے لیکن کو ان معنی کا لطف اُسوقت حاصل ہو کہ جب اُن روایتوں کا لحاظ بھی کیا جاوے جن میں قرآن مجید کا اُٹھایا جانا صدور اہل اسلام سے مذکور ہوا ہے۔ اور پھر اس حدیث صحیح کو بھی پیش نظر رکھے کہ

لو کان العلم معلقا بالثریا لنالہ رجل من فارس

یعنی اگر علم دین وعلم قرآن مجید دنیا سے اُٹھ جائے اور ثریا پر چلا جائے تب بھی ایک رجل فارسی النسل اُس علم کو پالیوے گا ان حدیثوں پر غور کرکے پھر اہل زمانہ کا مشاہدہ کرے کہ علوم قرآن سے ابناء زمانہ کسقدر بعید اور دور پڑے ہوئے ہیں بعد غور و تامل کے ان احادیث اور واقعات میں پھر اُسکو لطف ان معنی کا معلوم ہوگا اور پھر غور کرنے کا مقام ہے کہ ایسے زمانہ پر شر و فساد اور فتن کے پھیلے ہوئے وقت میں خزانہ ارضی کا کسی جگہ سے اکھاڑنا اسلام کے لیے کیا مفید ہو سکتا ہے اور اس خزانہ ارضی سے اہل ارض حب الاذاع النزاع
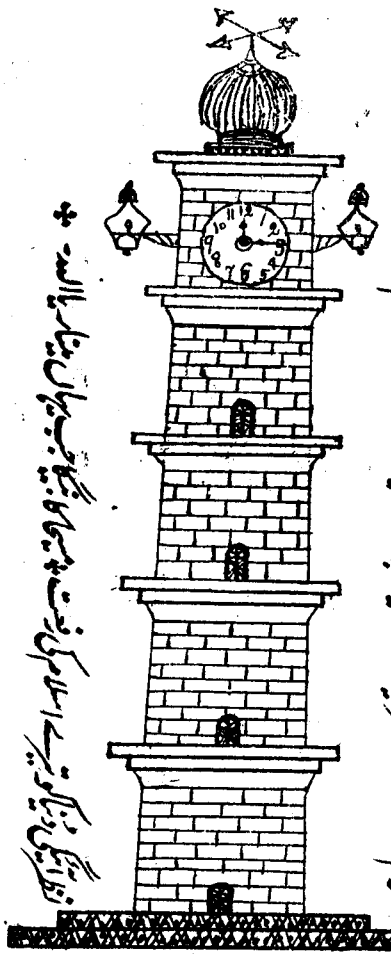
نمبر ۳۲ | مورخہ ۳۱-اگست سنہ ۱۹۰۳ء مطابق ۱۰-جمادی الثانی سنہ ۱۳۲۱ ہجری | جلد ۷

الحکم کس طرح دس ہزار شائع ہو

الحکم سے بڑھ کر کوئی بڑا اور سستا اخبار نہ ہوگا

کسی احمدی کو اس کے خریدنے کا عذر باقی نہ رہیگا

جب سے الحکم جاری ہوا ہے اسے قاعدہ اور دستور کے موافق بہت سے مشکل اور دشوار گذار راستوں سے ہو کر گذرنا پڑا ہے بعض بعض وقت ایسی نازک حالتیں اس پر آئی ہیں کہ یہ سمجھ لیا گیا تھا کہ اب اس کی زندگی کا خاتمہ ہے لیکن قدیر و حکیم خدا کے منشاء کے موافق چونکہ وہ ایک نافع الناس شئے تھی اس لئے اماما ینفع الناس فیمکث فی الارض کے ماتحت وہ ان مشکلات سے نکلکر اپنی قوم اور بنی نوع انسان کی اپنی ہستی اور طاقت کے موافق خدمت کرتا رہا اور کرتا ہے اور کریگا جب تک منشاء الٰہی ہوگا اس اثناء میں مجھے کئی بار اپنی قوم کو جسکا کہ وہ آرگن کہلاتا ہے الحکم کی بہتری اسکی بحالی اور استقلال کے لئے توجہ دلانی پڑی اور میں شکرگذاری کے ساتھ ظاہر کرتا ہوں کہ قوم نے ہر ایسی تحریک پر کسی نہ کسی حد تک میری آواز کو سنا اور الحکم کی مدد کے لئے حتی الوسع کوشش کی۔

جو لوگ شروع سے الحکم کو پڑھنے والے ہیں وہ اس امر سے بھی بخوبی واقف ہیں کہ الحکم کی ترتیب اور اسکے ظاہری مدارج کاغذ کتابت طبع وغیرہ کے متعلق بھی (جہانتک میری مقدرت میں تھا) میں نے کوشش کی ہے کہ ترقی ہو اور وہ ترقی نمایاں طور پر نظر بھی آتی ہے۔ پھر ان گذشتہ چھ سالوں کے درمیان الحکم کے ذریعہ جسقدر خدمت قوم کی گئی ہے اور جسقدر فائدہ اس سے پہنچا ہے اسکا بیان کرنا میرا کام نہیں بلکہ اسکا اعتراف اور اظہار قوم کے ذمہ ہے اور وہ صرف لفظی اور زبانی طور پر ہی مطلوب نہیں بلکہ اسکی کسی عملی صورت کی ضرورت ہے۔

اس میں بھی کوئی کلام نہیں کہ انسانی کام اور انسانی تجویزوں میں کمزوریاں اور سقم ہوتے ہیں اور ان کمزوریوں سے الحکم کا چلانے والا بھی الگ نہیں لیکن یہ افسوس ناک بات ہوگی اگر میری قوم صرف کمزوریوں پر تو نگاہ رکھے اور ان فوائد اور منافع کو جو الحکم سے ان کو پہنچے ہیں یا پہنچ سکتے ہیں بالکل فراموش کر دے خصوصاً ایسی حالت میں کہ ان کمزوریوں اور نقائص کی وہ بھی ایک حد تک ذمہ وار ہو۔ کچھ شک نہیں کہ یہ چند سطور ایک قسم کا قومی شکوہ ہے۔ لیکن ایک ایسی قوم کے سامنے جسمیں حقیقی شکرگذاری کی روح نفخ ہو رہی ہو اگر ذرا سی بھی بے اعتنائی ہو تو ایک دیرینہ خدمت گذار کو حق پہنچتا ہے کہ وہ اس قوم کے سامنے ہی اپنا اپیل کرے الحکم کی کمزوریوں اور نقائص کا دور کرنا قوم کی غرض مشترک ہے یا اسکا تعلق صرف ایک شخص کی ذات سے وابستہ ہے ہم میں صاف طور پر کہونگا کہ الحکم کی امداد یا اس کی توسیع اشاعت یا اس کی خریداری میں اگر کوئی شخص محض اس لئے مضائقہ کرتا ہے کہ وہ الحکم کے ایڈیٹر میں کوئی بات اپنی طبیعت کے خلاف پاتا ہے تو وہ خود اندازہ کرے کہ وہ قومی اغراض مشترکہ کو اپنی خاص طبیعت یا مذاق کے ماتحت کرنا چاہتا ہے یا نہیں ہم اور اس صورت میں اس کی امداد ذاتی اغراض کے نیچے آتی ہے یا نہیں۔ حالانکہ قومی کاموں میں یہ بات نہیں ہوتی.... بلکہ وہاں اصل مقصد وہ کام ہوتا ہے نہ زید و بکر۔

نفس کام کو دیکھو کہ آیا وہ مفید ہے یا نہیں قوم نے اس سے کوئی فائدہ ابتک اٹھایا یا نہیں اگر قوم اسپر زیادہ توجہ کرے تو وہ زیادہ سود مند ہو سکتا ہے یا نہیں یہ امور ہیں جنپر توجہ کی ضرورت ہے نہ یہ کہ ان باتوں کو چھوڑ دیا جاوے اور سیاہی اور کاغذ کی قیمت کے حساب مشخص کرکے ایسی فرد میں طیار کرنے کی فکر کی جاوے کہ فلاں شخص کو سالانہ نفع کسقدر ہوتا ہے۔ میں اسپر پھر پوچھتا ہوں کہ تم آپ ہی غور کرو کہ ان باتوں کے

نتائج کیا ہونگے ؟ کیا یہہ کسی روحانی اصلاح کا موجب
اور ذریعہ ہیں یا اصل مقصد سے دور لیجانے والی باتیں
علاوہ بریں بہت سے لوگ ہیں جو ایڈیٹر کی مشکلات سے
محض ناواقف ہوتے ہیں اُن کو ہرگز معلوم نہیں ہوتا
کہ اس کو کسقدر محنت اور دماغ سوزی سے کام لینا
پڑتا ہے۔ یہ کہدینا بیشک آسان ہے کہ اسمیں کچھہ محنت
نہیں مگر جب کوئی کام کرنا پڑتا ہے تو پھر ان مشکلات
کا اندازہ معلوم ہوتا ہے حضرت **حکیم الامت** نے ایک
مرتبہ ایک بزرگ کا قصہ بیان کیا کہ کسی مخلص نے انکے
سامنے تین یا چار لڈو لاکر رکھے ۔۔۔۔ رکھے اونہوں نے دو
اپنے مخلص دوستوں کو وہیں تقسیم کردے جنہوں نے
فی الفور کہا لئے اور پھر آپ ایک لڈو اوٹھایا اور اُسکے
بنائے جانے کے متعلق امور کو یاد کرکے خدا کا شکر کرنے لگے
کہ کسطرح پر گندم بوئی گئی اور کماد بویا گیا۔ پھر کسطرح
یہاں سے اس لڈو کے اجزا طیار ہوئے ان سب امور
پر گھنٹہ یا دو گھنٹہ تک گفتگو کرتے رہے پھر ذرا سا اس
میں سے کہایا اور اپنے مخلص سے جسکو ایک لڈو دیا تھا
پوچھا تمنے کہا لیا اُسنے کہا جناب وہ تھا ہی کیا اُسی وقت
ہی کہا لیا تھا اس بزرگ پر اس سے رقت طاری ہو گئی
کہ جو چیز اسقدر محنت سے طیار کی گئی ہے اُسکو یہ اسقدر
حقیر سمجھتا ہے۔ پس میرے معزز دوستو الحکم کی قدر و قیمت
آپکے دل میں ممکن ہے بہت زیادہ ہو اور میں اس سے
بیخبر نہیں کہ اکثروں کے دل میں بہت ہی زیادہ ہے لیکن
پھر بھی آپکو ان مشکلات کا اندازہ معلوم نہیں جنمیں
سے ہوکر ایک مسکین ایڈیٹر کو یہ طیار کرنا پڑتا ہے اور
اسپر بھی اُسے سننا پڑتا ہے

کہ کسر رہ گئی

میں یقیناً کہتا ہوں کہ ادنیٰ سے ادنیٰ کاروبار زندگی
میں بھی جو شخص جس کام کو انجام دیتا ہے۔ اس کی ذمہ
واریوں۔ اسکی سختیوں۔ اسکی پیچیدگیوں اور اسکی
مشکلات کو جیسا کچھہ کہ وہ سمجھتا ہے کوئی دوسرا شخص
اُس کو ہرگز ایسا نہیں سمجھہ سکتا جبتک قدرت نے اسکی
چوکی یا عہدہ پر نشست عطا نہ کی ہو۔ بیدرد نکتہ چین
صرف اپنے کسی ایک مفید مطلب پہلو سے یا کسی معاملہ
میں اپنی قائم شدہ رائے کے تعصب سے فی الفور نکتہ
چینی شروع کردیتے ہیں۔ لیکن وہ ان تکلیفوں سے
قدرتی طور پر بے بہرہ ہوتے ہیں جو سوا اسکے اس کام
کو اپنے ہاتھہ میں لینے کے یا اس کام کو انجام دینے کے
ہرگز ہرگز حاصل نہیں ہو سکتے۔ اس خاص معاملہ نکتہ
چینی میں ایڈیٹر سب سے زیادہ مورد الزام ہے۔ نکتہ
چینی کرنیوالوں میں سے تمام نوے فیصدی لوگوں کو مطلق
ان ذمہ داریوں سے اور ان مشکلات سے جو ان حالات
سے آگاہی حاصل نہیں ہوتی ... غریب ایڈیٹر
مخصوص ہوتا ہے ... ادنیٰ سے ادنیٰ لیاقت اور
ادنیٰ سے ادنیٰ قابلیت کا آدمی اس مرض میں
گرفتار ہوتا ہے کہ وہ ایک ایڈیٹر اخبار کی بہ نسبت
ایڈیٹری کے کام کو بہہ وجوہ عمدگی سے سمجھتا ہے
اور اس سے زیادہ خوبی اور خوش اسلوبی سے سرانجام
دے سکتا ہے ان کو کیا خبر ہے کہ غریب ایڈیٹر کی
زندگی کن کاہشوں سے گذر رہی ہے اور یہ نرا قلمی
جنرل اور خیالی معرکوں کا سپہ سالار شب و روز
کسطرح خون در جگر رہتا ہے کن مصیبتوں اور مخالفتوں کا
آماجگاہ اور کن آفتوں کے لئے سینہ سپر رہتا ہے۔
اس کی زندگی کن تفکرات اور ترددات کی زندگی
ہوتی ہے اور جو سچ پوچھو تو وہ اپنے اس کام کے
سرانجام دینے میں ان آسائشوں اور راحتوں
سے بھی محروم رہتا ہے۔ جو ایک ادنیٰ سے ادنیٰ مخلوق
کے لئے بھی اپنا آغوش شفقت کہولے رہتی ہیں
آہ !

توائے کبوتر بام حرم چہ میدانی
طپیدن دل مرغان رشتہ برپارا

اگر ایڈیٹری کی تمام مشکلات کا مرقع کھینچکر دکہایا
جاوے تو غالباً ایڈیٹری کا کام ایسا ... درروزگار
نہ رہے جیسا کہ اب تک دیکھا جاتا ہے اور وہی ایڈیٹر
جسکا ایک دستیانہ صحبت میں سوائے ایک قلم دوات
اور کاغذات کے ایک بنڈل کے اور کسی چیز پر اختیار
نہیں ہوتا اور جسکا دائرہ سلطنت ... خیالات تک
ہی محدود ہوتا ہے بجائے لوگوں کے غصہ اور انتقام
کا مورد ہونے کے ان کے رحم اور ہمدردی کا ایک
موزوں **اوبجکٹ** بن جاوے
یہانتک کے انوار اور دو سرے تیوہاروں کی تعطیلیں
میں بیل کولہو سے اور گہوڑے کو سواری سے بچا
ملتی ہے مگر اس مظلوم کو اس دن بھی اپنے کاروبار
کی تکمیل اور آئندہ اخبار کی طیاری کے کام سے فراغت
نصیب نہیں ہوتی اور یہی وجہ ہے کہ یہ تفکرات اور
ترددات ایڈیٹر کو کبھی بڑی عمر سے متمتع نہیں
ہونے دیتے ان ساری مصیبتوں اور جگر کاویوں
کے صلہ میں اسے اگر کچھہ ملے تو کیا صرف اعلیٰ درجہ
کے اخباروں سے ہمسری اور تبادلہ خیالی تحسین
اور واہ وا ! حضرت بزرگوار یہہ بالکل سچ ہے۔
ایڈیٹر کی تجارت دراصل دل صد پارہ کی تجارت
ہے وہ خالی واہ وا بھی اس کے حصہ میں نہیں آتی۔
کیونکہ اُس کے ناظرین مختلف مذاق اور مختلف خیال
کے لوگ ہوتے ہیں اور جس کے مذاق کی کوئی بات
اخبار میں نہو وہی اخبار کو ردی نامکمل۔ بے ترتیب
قرار دیکر نالائقی کا سارٹیفکٹ ایڈیٹر کو بھیجدیتا ہے
میں پورے طور پر اب اس مرقع کو کھینچنا نہیں چاہتا
جو ناظرین اخبار ایڈیٹر پر اعتراض کرنے کی
صورت میں کھینچتے ہیں مختصر یہہ کہ جتنے منہ اتنی ہی
باتیں ہوتی ہیں جسے دیکھئے اپنے انداز سے اپنی نکتہ چینی
کا اظہار کرتا ہے کوئی اخبار کا حجم بڑہانے کی کوئی گھٹانے
کی صلاح دیتا ہے کوئی کمی قیمت کے لئے کوئی افزونی
کے واسطے مشورہ دیتا ہے کوئی خط کو ... نیا مجلی
کرنے کوئی زیادہ خفی کرنے کی تحریک کرتا ہے ایڈیٹر
بیچارہ ان اونزیری مشیروں کے نرغہ میں حیران
و پریشان رہ جاتا ہے اور اس کے ہوش و حواس بجا
نہیں رہتے کہ کیا کرے کیا نہ کرے اور متضاد طبیعتوں
کے ارمان چند محدود اوراق میں کسطرح نکال سکے
کیونکہ وہ خوب جانتا ہے کہ ان امور کی تکمیل کے لئے
جو مختلف المذاق ناظرین چاہتے ہیں سولہ صفحہ کا
اخبار تو کیا سولہ سو صفحہ کی کتاب بھی مکتفی نہیں
ہو سکتی اس لئے مجبوراً یہ کہکر ؎

غم عالم فراوان است ومن یکغنچہ دل دارم
چسان در شیشہ ساعت کنم ریگ بیابانرا

خاموش ہو رہتا ہے اور ہر ایک طعن پر طعن سنتا
رہتا ہے۔
ہندوستانی اخبارات کے ایڈیٹروں کی حالت
اور بھی ناگفتہ بہہ ہے ان کی حالت انگریزی اخبارات
کے ایڈیٹروں کی سی نہیں کہ اونکو صرف اخبار میں
دو صفحہ کا مضمون اپنے قلم سے لکھنے کی ضرورت پڑتی
ہے باقی اخبار کے کالموں کے پُر کرنے کے لئے اجرتی
کارسپنڈنٹ اور اعلیٰ درجہ کے لکھنے والے قومی ہمدرد
طیار ہیں جو ایڈیٹر سے بھی ہزار درجہ بڑہ کر قابلیت
رکھتے ہیں اخبار کا پروف دیکھنے کیلئے علیحدہ اسٹاف
پرنٹروں کا موجود ہے اخبار کے خریداروں سے خط و
کتابت کرنے اور انتظام مطبع اور حساب کتاب کے
لئے علیحدہ سٹاف ہے چھپائی کے لئے علیحدہ منتظم ہیں
روپیہ صرف کرنے کے لئے متمول پروپرائیٹر کی جیب
کھلی ہے جسکو چند سال کے خسارہ کی بھی پروا نہیں۔
اور خریداروں کی خوش معاملگی کا یہہ عالم ہے کہ قیمت
اخبار کا ادا نہ کرنا پرلے درجہ کا پاجی پن اور ذلت سمجھتے
ہیں اور پھر اخبارات کی قیمتیں بھی ایسی گراں ہیں کہ انکے
ادا کرنے کا وہی لوگ حوصلہ رکھتے ہیں جہاں ایک ہی شخص
تنہا پروپرائیٹری - ایڈیٹری - منیجری - پرنٹری -
محاسبی - محرری - کلرکی کی ڈیوٹی ادا کرتا ہو وہاں اگر
نقائص نہوں کمزوریاں نہوں تو کیا ہو ؟ ایڈیٹر کو
اپنی قابلیت اپنے معلومات بڑہانے کا موقع ملے تو
کیونکر ؟ ایسی حالت میں اپنی استطاعت اور قابلیت
کے مطابق بھلی یا بری جو کچھہ بھی قوم کی خدمت ہو
وہ کافی سمجھی جانی چاہئے۔ خصوصاً ایسی حالت میں کہ
اس کی حوصلہ افزائی کی بجائے حوصلہ شکن امور اسکے
سامنے ہوں۔
مجھے افسوس ہے کہ میں اصل مطلب سے دور چلا گیا
یا اصل مطلب کی طرف دور چلا گیا مگر کیا کروں اپنی
ہی مشکلات کا اظہار رکھتا دل میں درد تھا اس درد
سے بے قرار ہوکر جو دل میں آیا کر گذرا۔ شاید کوئی

اہل درد میری مشکلات کا اندازہ کرنے کے قابل ہو سکے۔

بہرحال

ایڈیٹری مشکلات کے اندر محصور ہے اور اس سے الحکم کا ایڈیٹر بھی بری نہیں ہو سکتا

مگر

سوال یہ ہے کہ الحکم کسطرح قوم اور ملک کیلئے زیادہ مفید ہو سکتا ہے؟ اور ایڈیٹر کی مشکلات کس طرح کم ہو سکتی ہیں؟

اس سوال کا جواب قوم کے اہل الرائے بزرگوں کو دینا چاہیئے اور وہی دینگے۔ میں صرف چند باتیں پیش کرونگا سب سے اوّل یہ کہ آیا نفس الامر میں ہمکو کسی ایسے اخبار کی ضرورت ہے یا نہیں جیسا کہ الحکم ہے؟ میں اس سوال کا جواب دلائل کو چھوڑ کر اثبات میں دونگا کیونکہ تجربہ نے بتا دیا ہے کہ الحکم نے ہماری قوم کے ستہ ضروریہ کو اپنی ایزادی سے سبعہ ضروریہ بنا دیا ہے اور قوم اخبار کے بغیر گذارہ نہیں کر سکتی۔

حقیقت میں اخبار ایک زبردست طاقت ہوتا ہے اور ہو سکتا ہے اگر اس کو اخبار کی حیثیت اور وقعت حاصل ہو جاوے اور وہ اسی صورت میں ہو سکتی ہے کہ قوم اسکو اس حیثیت تک پہنچایا چاہے

پس سلسلہ عالیہ احمدیہ میں شامل ہو کر بننے والی قوم کے سامنے الحکم کی ضرورت کا سوال تحصیل حاصل ہے اور اسکو اخبار کی طاقت حاصل کرنے کے قابل بنانا قوم کا فرض ہے۔ قوم کو قوم بننے کے لئے ضرورت ہے تحریک کی تبلیغ کی قوم بنانیوالے مزکی اور معلم کے انفاس طیبہ کے پہنچانے کی اور یہ باتیں بدوں اخبار عام طور پر حاصل نہیں ہو سکتیں جسقدر کثرت کے ساتھ اخبار کی اشاعت ہو گی اسی قدر یہ تحریک اور تبلیغ عام ہو گی۔ اس لئے ضرورت اس امر کی ہے کہ الحکم کی اشاعت بہت بڑے پیمانہ پر ہو اور اس کیلئے ہر ایک احمدی قومی فرائض [illegible] ذمہ دار ہے خواہ وہ اس ذمہ داری کو سمجھے یا نہ سمجھے۔ اس لئے وسعت اشاعت کا سوال [illegible] ہوتا ہے میں اس [illegible] ایک [illegible] پیش کرتا ہوں اور اس [illegible] سمجھے کہ کسی احمدی کو خواہ وہ [illegible] ضرورت ہی کیوں نہ ہو اخبار [illegible] خریدنے کا عذر [illegible] نہ رہ جاوے گا بلکہ اس [illegible] ہیں اگر وہ نہ خریدیگا تو [illegible] کے ماتحت جواب دہ [illegible]۔

قومی کاموں کی تکمیل محض ضرورت ذاتی پر مبنی نہیں ہو سکتی بلکہ قوم کی اغراض مشترک کی بنا پر ہوتی ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص قومی حیثیت سے محض اس بنا پر کسی قومی انسٹیٹیوشن میں چندہ نہ دے کہ میرا ذاتی فائدہ اس سے کوئی نہیں تو وہ قومی خطاکار ہے اسی طرح پر قوم کے اغراض مشترکہ کی تکمیل کے لئے اخبار کی خریداری محض اس بنا پر نہیں ہونی چاہیئے کہ ہم اس کو پڑھ سکتے ہیں یا نہیں بلکہ محض اس لئے ہو کہ اس سے اخبار کی تکمیل کی صورت نکلتی ہے اور اس کی تکمیل سے کل قوم کو ایک فائدہ پہنچتا ہے جسکا حصّہ انجامکار ہمکو بھی ضرور ملتا ہے

غرض

اوّل تو خود پڑھے ہوئے یا ناخواندہ کے سوال کو اٹھا کر اخبار کو قومی اخبار سمجھ کر خریدنا چاہیئے اور اسکے مفاد و منافع کو ذاتی مفاد و منافع کی مد میں داخل کیا جاوے ایک ضروری فرض اسکو قرار دیا جاوے پھر اگر اخبار مفید اور سودمند ہو تو کم از کم قوم اپنے فرض سے سبکدوش ہو جائیگی۔

اور

وسعت اشاعت کیلئے خریداران کی راہ میں سہولتوں کا بہم پہنچانا یہہ میرا کام ہوگا۔

چنانچہ

میں اعلان دیتا ہوں کہ مندرجہ ذیل شرطوں پر آج کی تاریخ کے بعد خریداری کی درخواست کرنے پر الحکم جاری ہو سکے گا میں چاہتا ہوں کہ دو لاکھ آدمیوں کی جماعت میں اسکا سات سال کا پرانا اخبار کم از کم دس ہزار ہفتہ وار شائع ہو جسکو اگر دس دس آدمی بھی پڑھیں گے تو معتدبہ ایک لاکھ آدمیوں کے درمیان یہہ تبلیغ ہو سکیگی [illegible] ان شرطوں پر اخبار جاری کرانے کے لئے اپنی مالی استعداد اور حالت کا خود اندازہ کر لینا چاہیئے کہ کس شرح پر اخبار خرید سکتے ہو کیونکہ [illegible] شرحیں ایسی ہیں جن میں اخبار کی اصل لاگت بھی وصول نہیں ہوتی ساتھ ہی یہ بھی [illegible] کہ [illegible] شرح ایسی صورت میں [illegible] اگر قوم الحکم کی اشاعت کو بڑہانے [illegible] اور ہر شخص خواہ وہ الحکم کا خریدار ہے [illegible] الحکم [illegible] بہم پہنچانے کی ہمت اور [illegible] تعلق اسا بہتہ [illegible] کرتے ہیں [illegible] دعوے سے کہہ سکتا ہوں [illegible] جیسے [illegible] کسی حد تک مکمل [illegible] ہفتہ وار اخبار ۱۶ صفحہ [illegible] نہیں رہے گا۔

جب اشاعت اس حد تک پہنچ جاوے گی تو ناظرین الحکم دیکھیں گے کہ انشاء اللہ الحکم کے ذریعہ انکو کیا کیا نادرات بہم پہنچائے جاتے ہیں۔ کیونکہ اس صورت میں کمپل شاف کے رکھنے کی گنجائش نکل سکتی ہے اور ایڈیٹر کو اپنے معلومات بڑہانے اور بری بھلی قابلیت کو زیادہ مفید بنانے کا موقع مل سکے گا جبکہ اسکو مینیجری۔ محاسبی اور کلرکی وغیرہ کے امور سے فرصت نکل آئیگی اس کے ساتھ ہی مجھے یہہ بھی عرض کرنا ہے کہ یہ رعایتیں جدید خریداروں کے لئے ہونگی اور جسقدر اشاعت زیادہ ہوگی اس کا ثواب جو چند بیسوں سے بہت بڑھ کر گراں قیمت ہے پرانے خریداروں کو بھی ملے گا۔

غرض

جنوری سنہ ۱۹۰۷ء سے پہلے پہلے مندرجہ ذیل شرطوں پر دس ہزار خریدار بہم پہنچائے جاویں

چار روپیہ سالانہ قیمت دینے والے

دو ہزار

تین روپیہ آٹھ آنہ سالانہ قیمت دینے والے

تین ہزار

دو روپیہ بارہ آنہ قیمت سالانہ دینے والے

چار ہزار

اب کوئی بتلاوے کہ ۱۶ صفحہ کا اخبار جو اعلیٰ درجہ کے کاغذ پر ہفتہ وار دیا جاوے تین روپیہ آٹھ آنہ یا دو روپیہ ۱۲ر سالانہ بھی اسکی کچھ قیمت ہو سکتی ہے اسقدر ارزانی کے ساتھ اگر اشاعت بیس ہزار نہ ہو تو کم از کم دس ہزار تک کیوں نہ پہنچائی جاوے اب یہ کام قوم کا ہے۔ جدید خریداروں کے لئے رجسٹر الگ کھولا جاویگا درخواستیں اس شرط کے ساتھ آنی چاہئیں کہ پہلا پرچہ قیمت طلب بھیجا جاوے بغیر اس کے کوئی درخواست درج رجسٹر نہ ہوگی کیا اس سے بڑھ کر کوئی رعائت کمی قیمت میں ہو سکتی ہے؟ - میں امید کرتا ہوں کہ جیسا میں نے اوپر بیان کیا ہے الحکم کو ایک قومی اخبار بنانے کی غرض سے اسکی ہفت سالہ خدمات کا لحاظ کرکے ہر احمدی سعی کرے گا کہ اس کی اشاعت عام کرو اس کی ترتیب میں جو تبدیلیاں کی جانے والی ہیں وہ میں کسی اگلی اشاعت میں انشاء اللہ ظاہر کرونگا۔

بزرگان ملت اور اہل دل اصحاب کی خدمت میں التماس ہے کہ وہ اس موقع پر اپنے رسوخ اور زور قلم سے کام لیں اور الحکم کی توسیع اشاعت کے

کام میں شریک ہوں۔ الحکم کے قدیم سرپرستوں اور مربیوں کے نام میں ایک علیحدہ چٹھی مع فہرست خریداران الگ بھیجنے والا ہوں میں اون سے یہہ درخواست کرونگا کہ فہرست میں جسقدر نام اون سے چاہے گئے ہیں وہ پورے کرکے بھیجیں۔ امید ہے کہ جن بزرگوں کے پاس میری وہ سرکلر لیٹر پہنچے گی وہ اپنی سعی اور ہمت سے میری اس تحریک میں پوری مدد دیں گے اور بالآخر ساری توفیقیں اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہیں اس لئے اسی سے دعا ہے کہ وہ ایسے نیک کاموں میں ہمیں اخلاص کی توفیق دے آمین

عیسائیوں کی نجات ناممکن

سوال ضروری

عیسائیوں کے عقیدہ میں داخل ہے کہ نجات بدوں اعمال صالح کے صرف ایمان کے ساتھ ہوگی اس عقیدہ کی بنیاد پولوس کے خط رومیوں باب ۳ آیت ۲۸ پر مبنی ہے اور وہ عبارت یہ ہے کیونکہ ہمنے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ آدمی ایمان ہی سے بے اعمال شریعت کے راستباز ٹھہرتا ہے۔ ظاہر ہے کہ راستبازی ہی ذریعہ دخول جنّت کا ہے جو بموجب قول پولوس بدوں اعمال صالحہ مجرّد ایمان سے حاصل ہوسکتی ہے عیسائیوں کے اس عقیدہ کے ابطال پر ہم دو دلیلیں پیش کرتے ہیں منصف مزاج بندگان خدا انصاف سے غور فرمائیں دلیل اول۔ حضرت یعقوب حواری اپنے خط باب ۲ آیت ۲۴ میں فرماتے ہیں پس تم دیکھتے ہو کہ آدمی اعمال سے راستباز ٹہیرایا جاتا ہے اور صرف ایمان سے نہیں ✤ اسی طرح راحب بھی جو فاحشہ تھی جب اوس نے جاسوسوں کی مہمانی کی اور اونہیں دوسرے راہ سے باہر کردیا کیا اعمال سے راستباز نہ ٹھیری پس جیسا بدن بے روح مردہ ہے ویسا ہی ایمان بے اعمال مردہ ہے ✤ اے حضرات ناظرین پولوس بدوں اعمال حسنہ کے صرف ایمان ہی کو نجات کا ذریعہ ٹھیراتا ہے اور برخلاف پولوس کے حضرت یعقوب حواری محض ایمان کو نجات کے لئے کافی نہیں کہتا بلکہ ایمان کے ساتھ اعمال حسنہ شامل کرکے نجات کا حاصل ہونا بیان فرمارہا ہے اور مجرد ایمان کو بدوں اعمال کے مردہ قرار دینا حضرت یعقوب حواری کا بدوں اعمال کے محض ایمان سے نجات نہ ہونے پر ان کے عقیدۂ راسخ پر دلیل ہے اب ایسے صریح اختلاف اور تناقض امر میں عیسائی صاحبان کو لامحالہ ایک قول کی تکذیب کرنی پڑے گی خواہ پولوس کے قول مندرجہ خط رومیوں باب ۳ آیت ۲۸ کو غلط قرار دیں خواہ یعقوب حواری کا فرمانا خط یعقوب باب ۲ دو آیت ۲۴ کا انکار کریں۔ کیونکہ دونوں اقوال مذکورہ بالا میں صریح ضد ہے۔ اور اجتماع ضدین کا ایک جا پر جمع ہونا محال عادی ہے۔ مگر ہمیں امید ہے کہ مفت کی نجات کے شایق حضرات عیسائی بدوں اعمال کے صرف ایمان ہی کو نجات کا ذریعہ ٹھہرائینگے اور یعقوب حواری کے قول کی پرواہ نہ کریں گے کیونکہ متقدمین علمائے عیسوی بھی حضرت یعقوب حواری کے خط پر بہت حملے کرچکے ہیں اور اس کو گماشر بھوس سے نسبتیں دے چکے ہیں۔ سچ ہے پولوس کے مقابل بچارے حضرت یعقوب حواری راستباز کی کب دال گلتی ہے ✤ دلیل دوم۔ عیسائی صاحبان کا بموجب قول پولوس مندرجہ خط رومیوں باب ۳ آیت ۲۸ کے نجات کا دار و مدار صرف ایمان بدوں اعمال صالحہ کے ٹھہرانا حضرت یعقوب حواری اور عہد عتیق کے خلاف ہے اب اس امر کی تحقیق نہایت ضروری ہے کہ نجات کا ذریعہ بدوں اعمال کے مجرّد ایمان کو ٹھیرانے والوں سے اول ایمان کی حقیقت اور اس کے علامات دریافت کریں کیونکہ بدوں علامات کے کسی شے کا وجود متحقق ہونا غیر ممکن ہے حضرات ناظرین سچے ایمان کے علامات اور پہچان اناجیل میں چار جگہ بیان ہوئے ہیں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اول اون علامات مندرجہ اناجیل سے عیسائیوں کے ایمان کی پرتال کیجاوے اگر علامات مقرر کردہ اناجیل عیسائی صاحبان میں وہ سچا ایمان معہ شرائط کے پایا جاوے تو نجات کا حاصل ہونا بدوں اعمال صالحہ صرف کامل ایمان سے کافی ہوسکے۔ ظاہر ہے کہ اگر علامات سچے ایمان مندرجہ اناجیل عیسائیوں میں ثابت ہی نہ ہوں تو عیسائیوں کا ناقص ایمان جسکو حضرت یعقوب حواری بدوں اعمال مردہ ایمان فرماچکے ہیں کیونکہ نجات کا ذریعہ ٹھہر سکتا ہے۔

اب ہم اناجیل موجودہ سے سچے ایمان کے علامات بیان کرتے ہیں۔

اوّل۔ انجیل متی باب ۱۷ آیت ۱۹ میں لکھا ہے تب شاگردوں نے الگ یسوع کے پاس آکے کہا ہم اس کو یعنے دیو کو کیوں نہ نکال سکے یسوع نے اُنہیں کہا اپنی بے ایمانی کے سبب کیونکہ میں تمسے سچ کہتا ہوں کہ اگر تمہیں رائی کے دانے کے برابر ایمان ہوتا تو اگر تم اس پہاڑ کو کہو کہ یہاں سے وہاں چلا جا تو وہ چلا جاتا اور کوئی بات تمہاری ناممکن نہ ہوتی ✤ دیکھئے بموجب قول حضرت مسیح۔ اگر کسی عیسائی میں رائی کے دانے برابر بھی سچا ایمان ہو تو وہ اپنی ایمانی طاقت سے پہاڑوں کو اون کی جگہ سے حکماً ہٹا سکتا ہے۔ ہم عیسائیوں میں یہ سچی ایمانی طاقت نہیں پاتے اور امتحاناً زمانہ حال کے عیسائیوں کے سامنے ایک اینٹ رکھ دیتے ہیں کوئی عیسائی اپنی ایمانی قوت سے اس اینٹ کو جنبش دے کر دکھائے ورنہ سچے ایمان کی جگہ صفر خیال کیا جاوے ✤

دوم۔ انجیل مرقس باب ۱۶ آیت ۱۷ میں لکھا ہے وے جو ایمان لائینگے اون کے ساتھ یہ علامتیں ہونگی کہ وے میرے نام سے دیووں کو نکالیں گے اور نئی زبانیں بولیں گے سانپوں کو اوٹھائینگے اور اگر کوئی ہلاک کرنے والی چیز پئینگے اُنہیں کچھ نقصان نہ ہوگا وے بیماروں پر ہاتھ رکھیں گے تو چنگے ہوجائیں گے عبارت انجیل مرقس سے صریح معلوم ہوتا ہے جو ایمان لاویگا اوس کی یہ علامتیں ہونگی۔ لفظ جو عام ہے ہر ایک ایمان لانے والے پر صادق آتا ہے اور سچے ایماندار کے لئے پانچ علامتیں مقرر فرمائیں ہیں اوّل دیووں کو نکالنا دوم نئی زبانیں بدوں اکتساب کے ایمانی طاقت سے خودبخود بولنا سوم زہریلے سانپوں کو اوٹھا لینا اور اون کا نہ ڈسنا **چہارم**۔ ہلاک کرنیوالی چیز مثلاً سم الفار وغیرہ کا کھانا اور اون کا ضرر نہ ہونا۔ پنجم۔ بیماروں کو بدوں دوا کے ایمانی قوت سے اچھا کرنا۔ کیوں حضرات عیسائی صاحبان ان علامات مذکورہ بالا سے موصوف کوئی سچا ایماندار عیسائی اگر صفحۂ دنیا پر موجود ہے تو براہ مہربانی اس کا نشان دیں ورنہ بدوں علامات کے زبانی ایمانداری کا دعوی نجات کا ذریعہ کیونکر ہوسکتا ہے۔ **سوم**۔ انجیل یوحنا باب ۱۴ آیت ۱۲ میں حضرت مسیح کا قول یوں منقول ہے میں تمسے سچ سچ کہتا ہوں کہ جو مجھپر ایمان لاتا ہے یہ کام یعنے معجزے وغیرہ جو میں کرتا ہوں وہ بھی کرے گا اور ان سے بھی بڑے کام کریگا۔ کیا آجکل یا پہلے کوئی سچا ایماندار عیسائی ہوا ہے جس نے ایمانی طاقت سے حضرت مسیح سے زیادہ معجزے کئے ہوں۔ ہم دعوے سے کہتے ہیں زمانہ حال میں کوئی سچا ایماندار عیسائی نظر نہیں آتا جو زیادہ تو کیا ایک معجزہ مثل حضرت مسیح کے اپنی ایمانی طاقت سے دکھلا سکے پس بدوں علامات کے سچا ایمان نہیں ہوسکتا۔ اس لئے ناقص ایمان نجات کا وسیلہ کیونکر ٹھہر سکتا ہے۔ **چہارم**۔ خط یعقوب باب ۵ آیت ۱۴ میں لکھا ہے اگر کوئی تم میں بیمار پڑے تو کلیسے کے بزرگوں کو پاس بلاوے اور وے خداوند کے نام سے اس پر تیل ڈالکر اُس کے لئے دعا مانگیں اور دعا جو ایمان کے ساتھ ہو اس بیمار کو بچاوے گی اور خداوند اُسکو اوٹھا کھڑا کرے گا اگر گناہ کئے ہوں تو اُسے معافی ہوگی ✤ دیکھئے سچے ایمان کی پہلی علامت بیماروں کو چنگا کرنا ہے کیا وجہ ہے کہ عیسائیوں نے ایمانی طاقت سے ہند و پنجاب میں آجتک کوئی بیمار اچھا نہیں کیا بلکہ مثل فرنگستان کے ملحد ڈاکٹروں کے شفاخانے جابجا جاری کئے مشنری شفاخانوں کا خواہ زنانہ ہوں یا مردانہ اصل منشار ترقی دین عیسویت ہے۔ افسوس اگر سچی ایمانی قوت سے بدوں دوا کے صرف بذریعہ دعا

ایک عیسائی کے چند سوالوں کا جواب

مرقومہ حضرۃ حجۃ اللہ المسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

سوال

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی کبھی کوئی معجزہ نہ ملا۔ جیسا کہ سورہ عنکبوت میں درج ہے (ترجمہ عربی کا) اور کہتے ہیں کیوں نہ اُتریں اس پر کچھ نشانیاں یعنی کوئی ایک بھی کیونکہ لا نافیہ اس آیت میں جو کہ جنسی ہے کل جنس کی نفی کرتا ہے اسکے ربّ سے اور سورہ بنی اسرائیل میں بھی اور ہمنے موقوف کیں نشانیاں بھیجنی کہ اگلوں نے انکو جھٹلایا اس سے صاف ظاہر ہے خدا نے کوئی معجزہ نہیں دیا حقیقت میں اگر کوئی معجزہ ملتا تو وہ نبوۃ اور قرآن پر شکی نہ ہوتے۔

فاما الجواب

جن خیالات کو عیسائی صاحب نے اپنی عبارۃ میں بصورۃ اعتراض پیش کیا ہے وہ درحقیقت اعتراض نہیں ہیں بلکہ وہ تین غلط فہمیاں ہیں جو بوجہ قلت تدبر اُن کے دل میں پیدا ہوگئی ہیں ذیل میں ہم الگ الگ ان غلط فہمیوں کو دور کرتے ہیں۔

پہلی غلط فہمی کی نسبت جواب یہ ہے کہ نبی برحق کی نشانی ہرگز نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرح ہر ایک مخفی بات کا بالاستقلال اُسکو علم بھی ہو بلکہ اپنے ذاتی اقتدار اور اپنی ذاتی خاصیت سے عالم الغیب ہونا خدا تعالےٰ کی ذات کا ہی خاصہ ہے۔ قدیم سے اہل حق حضرت واجب الوجود کے علم غیب کی نسبت وجوب ذاتی کا عقیدہ رکھتے ہیں اور دوسرے تمام ممکنات کی نسبت امتناع ذاتی اور امکان بالواجب عز اسمہ کا عقیدہ ہے یعنی یہ عقیدہ کہ خدا تعالےٰ کی ذات کے لیے عالم الغیب ہونا واجب ہے اور اُس کے ہویت حقہ کی یہ ذاتی خاصیت ہے کہ عالم الغیب ہو مگر ممکنات کے جو ہالکۃ الذات اور باطلۃ الحقیقت ہیں اس صفت میں اور ایسا ہی دوسری صفات میں شراکت بحضرۃ باری عز اسمہ جائز نہیں اور جیسا ذات کے رو سے شریک الباری ممتنع ہے ایسا ہی صفات کی رو سے بھی ممتنع ہے پس ممکنات کے لیے نظراً علیٰ ذاتہم عالم الغیب ہونا ممتنعات میں سے ہے خواہ نبی ہوں یا محدث ہوں یا ولی ہوں ہاں الہام الٰہی سے اسرار غیبیہ کو معلوم کرنا یہ ہمیشہ خاص اور برگزیدہ کو حصہ ملتا رہا ہے اور اب بھی ملتا ہے جسکو ہم صرف تابعین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم میں پاتے ہیں نہ کسی اور میں عادۃ اللہ اسی طرح پر جاری ہے کہ وہ کبھی کبھی اپنے مخصوص بندوں کو اپنے بعض اسرار خاصہ پر مطلع کر دیتا ہے۔ اور اوقات مقررہ اور مقدرہ میں رشح فیض غیب اُنپر ہوتا ہے بلکہ کامل مقرب اللہ اسی سے آزمائے جاتے اور شناخت کیے جاتے ہیں۔ کہ بعض اوقات آیندہ کی پوشیدہ باتیں یا کچھ چھپے اسرار اُنھیں بتلائے جاتے ہیں مگر یہ نہیں کہ اُن کے اختیار اور ارادہ اقتدار سے بلکہ خدا تعالیٰ کے ارادہ اور اختیار اور اقتدار کو یہ سب نعمتیں اُنھیں ملتی ہیں۔

وہ جو اُسکی مرضی پر چلتے ہیں اور اُسی کے ہو رہتے اور اُسی میں کھوئے جاتے ہیں اُس خیر محض کی اُن سے کچھ ایسی ہی عادت ہے کہ اکثر اُن کی سُنتا اور اپنا گذشتہ فعل یا آیندہ کا منشا بسا اوقات اُنپر ظاہر کر دیتا ہے مگر بغیر اعلام الٰہی اُنھیں کچھ بھی معلوم نہیں ہوتا وہ اگرچہ خدا تعالیٰ کے مقرب تو ہوتے ہیں مگر خدا تو نہیں ہوتے سمجھائے سمجھتے ہیں بتلائے جانتے ہیں دکھلائے دیکھتے ہیں بُلائے بولتے ہیں اور اپنی ذات میں کچھ بھی نہیں ہوتے جب طاقت عظمیٰ انھیں اپنے الہام کی تحریک سے بُلاتی ہے تو وہ بولتے ہیں اور جب دکھاتی ہے تو دیکھتے ہیں اور جب سُناتی ہے تو سُنتے ہیں اور جبتک خدا تعالےٰ اُنپر کوئی پوشیدہ بات ظاہر نہیں کرتا تب تک اُنھیں اُسبات کی کچھ بھی خبر نہیں ہوتی تمام نبیوں کے حالات زندگی (لائف) میں اسکی شہادۃ پائی جاتی ہے۔ حضرۃ مسیح علیہ السلام کی طرف ہی دیکھو کہ وہ کیونکر اپنی لاعلمی کا آپ اقرار کر کے کہتے ہیں کہ اُس دن اور اُس گھڑی کی بابت سوا باپ کے نہ تو فرشتے جو آسمان پر ہیں نہ بیٹا کوئی نہیں جانتا باب ۱۳- آیت ۳۲ مرقس۔

اور پھر وہ فرماتے ہیں کہ میں آپ سے کچھ نہیں کرتا (یعنی کچھ نہیں کر سکتا) مگر جو میرے باپ نے سکھلایا وہ باتیں کہتا ہوں کسیکو راستبازوں کے مرتبہ تک پہونچانا میرے اختیار میں نہیں مجھے کیوں نیک کہتا ہے نیک کوئی نہیں مگر ایک یعنی خدا۔ مرقس۔

غرض کسی نبی نے باقتدار یا عالم الغیب ہو کا دعویٰ نہیں کیا دیکھو اُس عاجز بندہ کی طرف جسکو مسیح کر کے پکارا جاتا ہے اور جسے نادان مخلوق پرستوں نے خدا سمجھ رکھا ہے کہ کیسے اُسنے ہر مقام میں اپنے قول اور فعل سے ظاہر کر دیا کہ میں ایک ضعیف اور کمزور اور ناتوان بندہ ہوں اور مجھ میں ذاتی طور پر کوئی بھی خوبی نہیں اور آخری اقرار جسپر اُنکا خاتمہ ہوا کیسا پیارا لفظ ہے چنانچہ انجیل میں لکھا ہے کہ وہ یعنی مسیح (اپنی گرفتاری کی خبر پا کر) گھبرانے اور بہت دلگیر ہونے لگا اور اُن سے (یعنی حواریوں سے) کہا کہ میری جان کا غم موت کا سا ہے اور وہ تھوڑا آگے جا کر زمین پر گر پڑا (یعنی سجدہ کیا) اور دعا مانگی کہ اگر ہو سکے تو یہ گھڑی مجھ سے ٹلجائے اور کہا کہ اے ابّا اے باپ سب کچھ تجھ سے ہو سکتا ہے اس پیالہ کو مجھ سے ٹالدے۔ یعنی تو قادر مطلق ہے اور میں ضعیف ہوں اور عاجز بندہ ہوں تیرے ٹالنے سے یہ بلا ٹل سکتی ہے اور آخر ایلی ایلی لما سبقتنی کہکر جان دی جس کا ترجمہ یہ ہے کہ اے میرے خدا اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔

اب دیکھیں کہ اگرچہ دعا تو قبول نہ ہوئی کیونکہ تقدیر مبرم تھی ایک مسکین مخلوق کی خالق کے قطعی ارادہ کے آگے کیا پیش جاتی تھی مگر حضرت مسیح نے اپنی عاجزی اور بندگی کے اقرار کو نہایت تک پہونچا دیا اس اُمید سے کہ شاید قبول ہوجائے اگر اُنھیں پہلے سے علم ہوتا کہ دعا روکی جائے گی ہرگز قبول نہیں ہوگی تو وہ ساری رات برابر فجر تک اپنے بچاؤ کے لیے کیوں دعا کرتے رہتے اور کیوں اپنے تئیں اور اپنے حواریوں کو بھی تعقید سے اس لاحاصل مشقت میں ڈالتے۔

سو بقول معترض صاحب اُن کے دل میں یہی تھا کہ انجام خدا کو معلوم ہے مجھے معلوم نہیں۔ پھر ایسا ہی حضرۃ مسیح کی بعض پیشگوئیوں کا صحیح نہ نکلنا دراصل اسی وجہ سے تھا کہ بباعث عدم علم بر اسرار مخفیہ اجتہادی طور پر تشریح کرنے میں اُن سے غلطی ہوجاتی تھی جیسا کہ آپنے فرمایا تھا کہ جب نئی خلقت میں ابن آدم اپنے جلال کے تخت پر بیٹھے گا تم بھی (اے میرے بارہ حوارئیو) بارہ تختوں پر بیٹھو گے دیکھو باب ۲۰- آیت ۲۸ متی۔

لیکن اسی انجیل سے ظاہر ہے کہ یہودا اسکریوطی اُس تخت سے بے نصیب رہ گیا اُس نکے کا ترلانے تخت نشینی کی خبر سُن لی مگر تخت پر بیٹھنا اُسے نصیب نہ ہوا اب راستی اور سچائی سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر حضرت مسیح کو اس شخص کے مرتد اور بد عاقبت ہونے کا پہلے سے علم ہوتا تو کیوں اُسکو تخت نشینی کی جھوٹی خبر سُنانے۔ ایسا ہی اکثر تبہ

آپ ایک انجیر کا درخت دور سے دیکھکر انجیر کھانے کی نیت سے اسکی طرف گئے مگر جاکر دیکھا تو معلوم ہوا کہ اُسپر ایک بھی انجیر نہیں تو آپ بہت ناراض ہوئے اور غصہ کی حالت میں اُس انجیر کو بددعا دی جس کا کوئی بداثر انجیر پر ظاہر نہ ہوا - اگر آپ کو کچھ غیب کا علم ہوتا تو بے ثمر درخت کی طرف اُس کا پھل کھانے کے ارادہ سے کیوں جاتے -

ایسا ہی ایک مرتبہ آپ کے دامن کو ایک عورت نے چھوا تھا تو آپ چاروں طرف پوچھنے لگے کہ کس نے میرا دامن چھوا ہے - اگر کچھ علم غیب سے حصہ ہوتا تو دامن چھونے والی کا پتہ معلوم کرنا تو کچھ بڑی بات نہ تھی - اور ایک مرتبہ آپ نے یہ پیشگوئی بھی کی تھی کہ اس زمانہ کے لوگ گذر نہ جائیں گے جبتک یہ سب کچھ (یعنی مسیح کا دوبارہ دنیا میں آنا اور ستاروں کا گرنا وغیرہ) واقع نہ ہوئے لیکن ظاہر ہے کہ نہ اُس زمانہ میں کوئی ستارہ آسمان کا زمین پر گرا اور نہ حضرۃ مسیح عدالت کے لیے دنیا میں آئے اور وہ صدی تو کیا اُسپر اٹھارہ صدیاں اور بھی گذر گئیں اور اُنیسویں گذر رہی کو عنقریب ہے سو حضرت مسیح کے علم غیب سے بے بہرہ ہونیکے لیے یہی چند مثالیں کافی ہیں جو کسی اور کتاب سے نہیں بلکہ چاروں انجیلوں سے دیکھکر ہمنے لکھی ہیں دوسرے اسرائیلی نبیوں کا بھی یہی حال ہے حضرت یعقوب نبی ہی تھے مگر اُنھیں کچھ خبر نہ ہوئی کہ اُسی گاؤں کے بیابان میں میرے بیٹے پر کیا گذر رہا ہے حضرۃ دانیال اُس مدۃ تک کہ خدا تعالے نے بخت النصر کے رویا کی اُنپر تعبیر کھولدی کچھ بھی علم نہیں رکھتے تھے کہ خواب کیا ہے اور اُسکی تعبیر کیا ہے؟

پس اس تمام تحقیق سے ظاہر ہے کہ نبی کا یہ کہنا کہ یہ بات خدا کو معلوم ہے مجھے معلوم نہیں بالکل سچ اور اپنے محل پر چسپاں اور سراسر اُس نبی کا شرف اور اُسکی عبودیت کا فخر ہے بلکہ ان باتوں سے اپنے آقائے کریم کے آگے اُس کی شان بڑھتی ہے نہ یہ کہ اُسکے منصب نبوۃ میں کچھ فتور لازم آتا ہے ہاں اگر یہ تحقیق منظور ہو کہ خدا تعالے کے اعلام سے جو اسرار غیب حاصل ہوتے ہیں وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو کسقدر ہوئے ہیں تو میں ایک بڑا ثبوت الہیات کا پیش کرنے کیلیے تیار ہوں کہ جسقدر توریت و انجیل اور تمام بائبل میں نبیوں کی پیشگوئیاں لکھی ہیں آنحضرۃ صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیاں کماً و کیفاً ہزار حدیث سے بھی زیادہ ہیں جن کی تفصیل احادیث نبویہ کی رو سے جو بڑی تحقیق سے قلم بند کی گئی ہیں معلوم ہوتی ہے اور اجمالی طور پر مگر کافی اور اطمینان بخش اور نہایت مؤثر بیان قرآن شریف میں موجود ہے پھر دیگر اہل مذاہب کی طرح مسلمانوں کے ہاتھ میں صرف قصہ ہی نہیں بلکہ وہ تو ہر صدی میں غیر قوموں کو کہتے رہے ہیں اور اب بھی کہتے ہیں کہ یہ سب برکات اسلام میں ہمیشہ کے لیے موجود ہیں بھائیو آؤ اول آزماؤ پھر قبول کرو مگر اُن آوازوں کو کوئی نہیں سنتا حجت الٰہی اُنپر پوری ہے کہ ہم بلاتے ہیں وہ نہیں آتے اور ہم دکھاتے ہیں وہ نہیں دیکھتے اُنھوں نے آنکھوں اور کانوں کو بکلی ہم سے پھیر لیا تا نہ ہو کہ وہ سُنیں اور دیکھیں اور ہدایت پائیں۔

دوسری غلط فہمی جو معترض نے

پیش کی ہے یعنی یہ کہ اصحاب کہف کی تعداد کی بابت قرآن شریف میں غلط بیان ہے یہ نرا دعوی ہے معترض نے اسبارے میں کچھ نہیں لکھا کہ وہ بیان کیوں غلط ہے اور اسکے مقابل پر صحیح کونسا بیان ہے اور اُسکی صحت پر کونسے دلائل ہیں تا اُس کے دلائل پر غور کیجاتی اور جواب شافی دیا جائے اگر معترض کو قرآنی بیان پر کچھ کلام تھا تو اُسکے وجوہات پیش کرنے چاہییں تھے - بغیر پیش کرنے وجوہات کے یونہی غلط ٹھیرانا منصف مزاج حق کا کام نہیں ہے -

تیسری غلط فہمی معترض کے دل

میں یہ پیدا ہوئی ہے کہ قرآن شریف میں لکھا ہے کہ ایک بادشاہ (جس کی سیر و سیاحت کا ذکر قرآن شریف میں ہے) سیر کرتا کرتا کسی ایسے مقام تک پہونچا جہاں اُسے سورج دلدل میں چھپتا نظر آیا اب عیسائی صاحب مجاز سے حقیقت کی طرف رُخ کرکے یہ اعتراض کرتے ہیں کہ سورج اتنا بڑا ہو کر ایک چھوٹے سے دلدل میں کیونکر چھپ گیا - یہ ایسی بات ہے کہ جیسے کوئی کہے کہ انجیل میں مسیح کو خدا کا برہ لکھا ہے یہ کیونکر ہو سکتا ہے برہ تو وہ ہو سکتا ہے جس کے سر پر سینگ اور بدن پر پشم وغیرہ بھی ہو اور چارپایوں کی طرح سرنگوں چلتا اور وہ چیزیں کھاتا ہو جو برے کھایا کرتے ہیں۔

اے صاحب آپ نے کہاں سے اور کس سے سُن لیا کہ قرآن شریف نے واقعی طور پر سورج کے دلدل میں چھپنے کا دعوی کیا ہے قرآن شریف تو فقط بمنصب نقل خیال اسقدر فرماتا ہے کہ اُس شخص کو اُسکی نگاہ میں دلدل میں سورج چھپتا ہوا نظر آیا سو یہ ایک شخص کی رویت کا حال بیان کیا گیا ہے کہ وہ ایسی جگہ پہونچا جس جگہ سورج کسی پہاڑ یا آبادی یا درختوں کی اوٹ میں چھپتا ہوا نظر آتا تھا جیسا کہ عام دستور ہے بلکہ دلدل میں چھپتا ہوا معلوم دیتا تھا مطلب یہ کہ اُسجگہ کوئی آبادی یا درخت یا پہاڑ نزدیک نہ تھے بلکہ جہانتک نظر وفا کرے اُن چیزوں میں سے کسی چیز کا نشان نظر نہیں آتا تھا فقط ایک دلدل تھا جس میں سورج چھپتا دکھائی دیتا تھا۔

ان آیات کا سیاق سباق دیکھو کہ اسجگہ حکیمانہ تحقیق کا کچھ ذکر بھی ہے فقط ایک شخص کی دور دراز سیاحت کا ذکر ہے اور ان باتوں کے بیان کرنے سے اسی مطلب کا اثبات منظور ہے کہ وہ ایسے غیر آباد مقام پر پہونچا - سو اس جگہ ہیئت کے مسائل لے بیٹھنا بالکل بیجا نہیں تو اور کیا ہے - مثلاً اگر کوئی کہے کہ آج رات بادل وغیرہ سے آسمان خوب صاف ہو گیا تھا اور ستارے آسمان کے نقطوں کیطرح چمکتے ہوے نظر آتے تھے تو اُس سے یہ جھگڑا لے بیٹھیں کہ کیا ستارے نقطوں کی مقدار پر ہیں اور ہیئت کی کتابیں کھولکر پیش کریں تو بلاشبہ یہ حرکت بیخبروں کی سی حرکت ہوگی کیونکہ اُسوقت متکلم کی نیت میں واقعی امر کا بیان کرنا مقصود نہیں وہ تو صرف مجازی طور پر جسطرح ساری دنیا جہان بولتا ہے بات کر رہا ہے - اے وہ لوگو جو عشائے ربانی میں مسیح کا لہو پیتے اور گوشت کھاتے ہو کیا ابھی تک تمھیں مجازات اور استعارات کے استعمال کی نہایت وسیع دروازہ کھلا ہے اور وحی الٰہی اُنھیں محاورات و استعارات کو اختیار کرتی ہے جو سادگی سے عوام الناس نے اپنے روزمرہ کی بات چیت اور بول چال میں اختیار کر رکھی ہیں فلسفہ کی دقیق اصطلاحات کی ہر جگہ اور ہر محل میں پیروی کرنا وحی کی طرز نہیں کیونکہ روئے سخن عوام الناس کی طرف ہے پس ضرور ہے کہ اُن کی سمجھ کے موافق اور اُن کے محاورات کے لحاظ سے بات کی جائے۔ حقائق و دقائق کا بیان کرنا بجائے خود ہے مگر محاورات کا چھوڑنا اور مجازات اور استعارات عادیہ سے کیلخت کنارہ کش ہونا ایسے شخص کے لیے ہرگز روا نہیں جو عوام الناس کے مذاق پر بات کرنا اُسکا فرض منصب ہے تا وہ اُسکی بات کو سمجھیں اور اُنکے دلوں پر اُسکا اثر ہو لہذا یہ مسلّم ہے کہ کوئی ایسی الہامی کتاب نہیں جس میں مجازات اور استعارات سے کنارہ کیا گیا ہو یا کنارہ کرنا جائز ہو کیا کوئی کلام الٰہی دنیا میں ایسا بھی آیا ہے ؟ اگر ہم غور کریں تو ہم خود ہر روزہ بول چال میں صدہا

الکفر یذوب

جناب ایڈیٹر صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ مفصلہ ذیل مضمون کو اپنے اخبار گوہر بار میں جگہ دیکر ممنون فرماویں۔ عبدُالرحمٰن۔ ہیڈ ماسٹر

ناظرین کو معلوم ہو کہ۔ الحمد شریف میں ایک پیشگوئی ہے اور وہ یہ ہے۔ کہ نصاریٰ لفظ ضالین سے بتعبیر کیا گیا ہے اور ضالین کے معنے گم ہوجانے والے اور کھوئے جانے والے ہیں جیسے قرآن شریف میں آیا وَاِذَا ضَلَلْنَا فِی الْاَرْضِ) یہ آیت اُن معنوں کی تصریح کرتی ہے۔

پس وہ وقت قریب آتا جاتا ہے کہ عیسائی مذہب پگھلکر اسلام میں مل جاوے اور نصاریٰ اسلام میں کھوئے جاویں۔ یعنی اسلام کے دلدادہ ہو جاویں۔ اور اس امر کے شواہد اور علامات ظاہر ہو رہے ہیں۔ چنانچہ مفصلہ ذیل مضمون سے ظاہر ہوگا۔ کہ کھوکھا اہل فرنگستان اور اہل امریکہ جنھوں نے کروڑ ہا روپیہ مردہ پرستی کی اشاعت کے لیے پانی کی طرح بہا دیا۔ اب اس مذہب سے روگردانی کر رہے ہیں۔ اور بائبل خدا کا کلام قرار نہیں دیتے۔ اور مریم کے بیٹے کو رب العٰلمین نہیں ملنتے۔ اور وہ مضمون جس کا میں نے اشارہ کیا ہے مفصلہ ذیل ہے۔

بائبل سوسائٹی جس نے اٹھارہ کروڑ بائبل کی اشاعت کی ہے۔ درحقیقت یہ سوسائٹی بے بنیاد توہمات کے پھیلانے میں بے نظیر ثابت ہوئی ہے۔ چونکہ اسٹریلیا کے علاقہ میں اب بھی بہتیرے ایسے ہیں جنکے (دلونیر) سوسائٹی کا غلبہ ہے۔ اسلیے میں بہت جلدی انھیں اطلاع دیتا ہوں۔ کہ ایک نئی کتاب انسکلو پیڈیا بائبلیکا (ولایت میں طبع ہوئی ہے۔ اور اس کے لکھنے والے بڑے پکے عیسائی ہیں۔ اسمیں انھوں نے بائبل کو سخت قصور وار ٹھیرایا ہے مدتوں وہ چپکے بیٹھے رہے اور اب اُن سے صبر نہیں ہو سکتا تھا۔ کہ وہ آیندہ اتنے بیشمار اور صریح شہادتوں کو دیکھکر بھی آنکھیں بند کر رکھیں اور انھوں نے ایسی شہادتیں پیش کی ہیں۔ کہ وہ بائبل سوسائٹی کے اس اکسیر اعظم کو ایک قابل نفرت امر قرار دے رہے ہیں جس کے ذریعہ ہزار ہا جھوٹھ اور بیہودگیاں خداوند کے نام پر بولی جاتی ہیں۔ بعض ایسی صریح اور قابل شرم غلطیاں بائبل میں ہیں۔ کہ ولایت میں چند سال ہوے۔ کہ ایک کمیٹی نے بائبل کا ترمیم ترجمہ شائع کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ اور اگر وہ ترمیم شدہ بائبل چھپ گئی ہے۔ تو وہ بھی کتب مقدسہ منصور ہوگی۔ برٹش اینڈ فارن بائبل سوسائٹی نے صدہا ترجمان رکھے ہوے ہیں اور وہ سر توڑ کوشش سے اسکی تحریف اور تبدیل میں کامل طور سے مصروف ہیں۔ حق یہ ہے کہ اگرچہ سچائی گرجے کے اعلیٰ ارکان نے پالی ہے پھر بھی جھوٹ کو سوچ بچار کر لگا تار پھیلا رکھے ہیں۔ جزائر فجی میں عہد نامہ جدید جو جلایا گیا ہے اس سے محسوس ہوتا ہے کہ مختلف فرقوں میں باہم جنگ اب بھی ہے اور قابل نفرت ہے۔ لیکن اگر اٹھارہ کروڑ بائبل جو بائبل سوسائٹی نے شائع کی ہیں۔ اگر کل ہی جلادی جاویں تو میرے خیال میں علم کم نہیں ہوگا۔ بلکہ علم کی ترقی ہوگی (کیونکہ بائبل سے جہالت ہی بڑھتی ہے) قدم قدم پر جاہل لوگ ملتے ہیں۔ جو اب بھی جاہلانہ شوق سے پرانے خیال پر جمے ہوے ہیں۔ کہ بائبل لفظ بلفظ الہامی ہے۔ اور اندھا دھند اس واقعی امر سے انکار کرتے ہیں۔ کہ مدت ہوئی۔ کہ اس گرجے کے اعلیٰ ارکان بائبل کے لفظ بلفظ ترجمے سے انکار کر چکے ہیں۔ اور یہ تسلیم کر لیا گیا تھا کہ بائبل ساری کی ساری الہامی نہیں ہے۔

تمام روئے زمین پر عیسائی عالم فاضل جنکا یہ فرض منصبی ہے کہ سائنس کے ناقابل جواب حملوں کے برخلاف اپنے مذہب کے ستون کی حفاظت اور ڈیفنس کریں۔ وہ خود بھی ہبوط آدم اور یسوع کی الوہیت کی متعلق بحث کر رہے ہیں اور اناجیل کی صداقت میں انھیں کلام ہے اور رفتہ رفتہ اس شہادہ کے سامنے ہارتے جاتے ہیں جس کا جواب بن نہیں آتا وہ لوگ بڑے جاہل ہیں۔ جو مدتوں سے بائبل کو غیر متبدل سُنتے آئے ہیں حالانکہ پچاس سال کا عرصہ ہوا ہے کہ ذہین اور عقلمند عیسائیوں نے اس خیال کا قلع قمع کر دیا ہے۔ کہ بائبل محرف مبدل نہیں ہے۔ آسٹریلیا کے لوگ یونہی شور مچا رہے ہیں کہ خداوند کا کلام آگ میں جلایا گیا (اسپر شور کیوں نہیں کیا جاتا) جس صورت میں کہ پروفیسر ڈیلسٹر نے جو قیصر جرمنی کے حضور میں اس امر کی صاف طور سے تصدیق کی۔ کہ انسانی قلب اس سے بڑھ کر۔ اور غلطی نہیں کر سکتا کہ یہ عقیدہ رکھا جاوے۔ کہ بائبل بذات خود خدا کا کلام اور الہام ہے۔ پروفیسر مذکور نے جو بائبل کے کھنڈرات سے کتنے پلئے ہیں۔ ... اُن سے صاف معلوم ہوگیا ہے کہ بائبل کے بعض حصے چھ ہزار برس سے بھی پہلے کے ہیں۔ اور یورپ کے بارہ عجائب گھروں میں کتنے اوراق کے ترجمے موجود ہیں۔ جنسے بائبل کی حقیقت خوب کھلتی ہے۔ الغرض عیسائیت کا وہی انجام ہوگا۔ جیسے ایجادی مذہبوں کا ہوا۔ اور وہ نیست و نابود ہوگئے۔ دھندلے اور ایجادی الوہیت کے ڈھانچے ہمارے سامنے سے دور ہوتے جاتے ہیں۔ اور جب وہ دھند اور کہر دور ہوتی ہے۔ تو ہم زیادہ صفائی سے بڑی جلال والی ذات کو محسوس کرتے ہیں۔ اُسکو جسنے تمام ان خداؤں (عیسیٰ وغیرہ) کو بنایا۔ اور اُنکو تباہ کرے گا۔ سڈنی بلنٹن

۲۴ مئی ۱۹۰۳ء فری تھنکر مکحہ ۵

نظم

از عالیجناب منشی نواب خان صاحب ثاقب جاگیردار مالیر کوٹلہ۔

سائل و مجیب

اک محقق نے حق پسندی سے — کسی ملا سے یہ سوال کیا
مرزا صاحب جو قادیانی ہیں — میں ابھی تک نہیں مُرید اُن کا
معتقد اُنکا میں نہیں اتبک — مینے مانا نہیں اُنھیں عیسیٰ
ہاں حیات مسیح میں بیشک — دلمیں کچھ ہو گیا ہے شک پیدا
ماننا ہی نہیں یہ اپنا دل — کہ مسیحا فلک پہ ہیں زندہ
جسم خاکی سے آسمان پہ چڑھے — بنگئے اسطرح وہ زندہ خدا
کئی صدیاں گذر گئیں لیکن — خاتمہ اُنکی عمر کا نہ ہوا
بلکہ اُترینگے جسم خاکی کر — یہ تما دیکھیں گے انکو سب اعدا
مینے سوچا بہت مگر دلمیں — کشمکش ہے بہت ہی اسکا پیدا
مولویصاحب آپ سے ہی عرض — آپ ہی کیجیے یہ عقدہ وا
اک بلا ہے جو آپڑی سر پر — مہربانی سے اسکو دیجے ٹلا
جو دلائل میں قطعی ہو آیت — اُسکو پڑھ دیجیے ذرا تھا
یا حدیث صحیح جسکو آپ — جانیں مرفوع متصل اعلیٰ
ان سے کر دیجیگا یہ ثابت — کہ چڑھے آسمان پہ عیسیٰ
جسم خاکی سے پھر اُتر کر وہ — بول کر دینگے دین کا بالا
ملے گا آپ کو ثواب عظیم — اور ایماں بجا رہے گا مرا
سنکے یہ حق پسند کی باتیں — آگیا جوش میں وہیں ملا
پھاڑ کر پیچھے پڑ گیا پیچھے — آگا دیکھا نہ اُسنے او پچھا
چھوٹتے ہی کہا کہ کافر ہے — اور دجال نار کا کندا
ملحد و مرتد جہنمی ہے — اور زندیق ہے عدو دین کا
خارج اجماع بدعتی اور ضال — واجب القتل اور مضل کہا کیا
دیکھیو لیجیو نہ جانے پائے — وہ بچھاڑا یہ مار ادھ بھاگا
سائل حق پسند حق ہوتے — بے تکا یہ جواب سُن کے کہا
ابھی حضرت وظیفۂ دجال — پڑھ چکا اب تو آ ذرا بہر خدا

مجازات و استعارات بول جاتے ہیں اور کوئی بھی اُن پر اعتراض نہیں کرتا مثلاً کہا جاتا ہے کہ ہلال بال سا باریک ہے اور ستارے نقطہ سے ہیں یا چاند بادل کے اندر چھپ گیا اور سورج ابھی تک جو پہر دن چڑھا ہے نیزہ بھر اوپر آیا ہے یا ہم نے ایک رکابی پلاؤ کی کھائی یا ایک پیالہ شربت کا پی لیا تو ان سب باتوں سے کسی کے دل میں یہ دھڑکا شروع نہیں ہوتا کہ ہلال کیونکر بال سا باریک ہو سکتا ہے اور ستارے کسو جہ سے بقدر نقطوں کے ہو سکتے ہیں یا چاند بادل کے اندر کیونکر سما سکتا ہے اور کیا سورج نے باوجود اپنی اس تیز حرکت کے جس سے وہ ہزار کوس ایک دن میں طے کر لیتا ہے ایک پہر میں فقط بقدر نیزہ کے اتنی مسافت طے کی ہے۔ اور نہ رکابی پلاؤ کی کھانے یا پیالہ شربت کا پینے سے یہ کوئی خیال کر سکتا ہے کہ رکابی اور پیالہ کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے کھا لیا ہوگا بلکہ یہ سمجھیں گے کہ جو اُن کے اندر چاول اور پانی ہے وہی کھایا پیا ہوگا نہایت صاف بات پر اعتراض کرنا کوئی مخالف بھی پسند نہیں کرتا انصاف پسند عیسائیوں سے ہم نے خود سنا ہے کہ ایسے ایسے اعتراض ہم میں سے وہ لوگ کرتے ہیں جو بے خبر یا سخت درجہ کے متعصب ہیں بھلا یہ کیا حق رو کی بات ہے کہ اگر کلام الٰہی میں مجاز یا استعارہ کی صورت پر کچھ وارد ہو تو اس بیان کو حقیقت پر حمل کر کے مورد اعتراض بنایا جاوے اس صورت میں کوئی الہامی کتاب بھی اعتراض سے نہیں بچ نہیں سکتی جہاز میں کشتی والے اور اگنبوٹ پر سوار ہونے والے ہر روز یہ تماشا دیکھتے ہیں کہ سورج پانی میں سے ہی نکلتا ہے اور پانی میں ہی غروب ہوتا ہے اور صدہا مرتبہ آپس میں جیسا کہتے ہیں بول لیتے بھی ہیں کہ وہ نکلا اور غروب ہوا اب ظاہر ہے کہ اس بول چال کے وقت میں علم ہیئت کے دفتر اُن کے آگے کھولنا اور نظام شمسی کا مسئلہ لے بیٹھنا گویا یہ جواب سننا ہے کہ اے پاگل کیا یہ علم تجھے ہی معلوم ہے ہمیں معلوم نہیں۔

عیسائی صاحب نے قرآن شریف پر تو اعتراض کیا مگر انجیل کے وہ مقامات جن پر حقاً و حقیقتاً اعتراض ہوتا ہے بھولے رہے مثلاً بطور نمونہ دیکھو کہ انجیل متی ۲۴ میں لکھا ہے کہ مسیح کی آمد ثانی کے وقت آسمان سے خلق اللہ کی ہدایت کے لیے اُترتا دیکھو گے جب سورج اندھیرا ہو جائیگا اور چاند اپنی روشنی نہیں دے گا اور ستارے آسمان سے گر جائیں گے۔ اب ہیئت کا علم کی یہ اشکال پیش کرتا ہے کہ کیونکر ممکن ہے کہ تمام ستارے زمین پر گر پڑیں اور سب ٹکڑے ٹکڑے ہو کر زمین کے کسی گوشہ میں جا پڑیں اور بنی آدم کو اُن کے گرنے سے کچھ بھی حرج اور تکلیف نہ پہنچے اور سب زندہ اور سلامت رہ جائیں حالانکہ ایک ستارہ کا گرنا بھی سکان الارض کی تباہی کے لیے کافی ہے پھر یہ امر بھی قابل غور ہے کہ جب ستارے زمین پر گر کر زمین والوں کو صفحہ ہستی سے بے نشان و نابود کر دیں گے تو مسیح کا یہ قول کہ تم مجھ بادلوں میں آسمان سے اُترتا دیکھو گے کیونکر درست ہوگا جب لوگ ہزاروں ستاروں کے نیچے دبے ہوئے مرے پڑے ہوں گے تو مسیح کا اُترنا کون دیکھے گا اور زمین جو ستاروں کی کشش سے ثابت و برقرار ہے کیونکر اپنی حالت صحیحہ پر قائم اور ثابت رہیگی اور مسیح کن برگزیدوں کو (جیسا کہ انجیل میں ہے) دور دور سے بلائے گا اور کنکو سرزنش اور تنبیہ کرے گا۔ کیونکہ ستاروں کا گرنا تو بیداہت مستلزم عام فنا اور عام موت بلکہ تختہ زمین کے انقلاب کا موجب ہوگا اب دیکھیں کہ یہ سب بیانات علم ہیئت کے برخلاف ہیں یا نہیں۔ ایسا ہی ایک اور اعتراض علم ہیئت کے رو سے انجیل پر ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ انجیل متی میں دیکھو وہ ستارہ جو انھوں نے (یعنی مجوسیوں نے) پورب میں دیکھا تھا اُن کے آگے آگے چل رہا اور اس جگہ کے اوپر جہاں وہ لڑکا تھا جا کر ٹھہرا باب ۲ آیت ۹ متی۔

اب عیسائی صاحبان براہ مہربانی بتلاویں کہ علم ہیئت کے رو سے اس عجیب ستارہ کا کیا نام ہے جو مجوسیوں کے ہمقدم اور اُن کے ساتھ ساتھ چلا تھا اور یہ کس قسم کی حرکت اور کن قواعد کے رو سے مسلم الثبوت ہے۔ مجھے معلوم نہیں کہ انجیل متی ایسے ستارہ کے بارے میں ہیئت والوں سے کیونکر پیچھا چھڑا سکتی ہے۔ بعض صاحب تنگ آ کر یہ جواب دیتے ہیں کہ یہ مسیح کا قول نہیں متی کا قول ہے۔ متی کے قول کو ہم الہامی نہیں جانتے یہ خوب جواب ہے جس سے انجیل کے الہامی ہونے کی خوب ہی قلعی کھل گئی اور میں بطور تنزل کہتا ہوں کہ گو یہ مسیح کا قول نہیں متی یا کسی اور کا قول ہے مگر مسیح کا قول بھی تو (جسکو الہامی مانا گیا ہے اور جس پر ابھی ہماری طرف سے اعتراض ہو چکا ہے) اسی کا رنگ اور بہت کچھ علم ہیئت سے مطابق کر کے دکھلائیے اور نیز یہ بھی واضح رہے کہ یہ قول الہامی نہیں بلکہ انسان کی طرف سے انجیل میں ملایا گیا ہے تو پھر آپ لوگ ان انجیلوں کو جو آپ کے ہاتھ میں ہیں۔ تمام بیانات کے اعتبار سے الہامی کیوں کہتے ہو صاف طور پر کیوں مشتہر نہیں کر دیتے کہ بجز اُن چند باتوں کے جو حضرت مسیح کے منہ سے نکلی ہیں باقی جو کچھ اناجیل میں لکھا ہے وہ مؤلفین نے صرف اپنے خیال اور اپنی عقل اور فہم کے مطابق لکھا ہے جو غلطیوں سے مبرا متصور نہیں ہو سکتا جیسا کہ پادری صاحبوں کی عام تحریروں سے مجھے معلوم ہوا ہے کہ یہ رائے عام طور پر مشتہر بھی کی گئی ہے یعنی بالاتفاق انجیلوں کے بارے میں یہ تسلیم کر لیا گیا ہے کہ جو کچھ تاریخی طور پر معجزات وغیرہ کا ذکر اُن میں پایا جاتا ہے وہ کوئی الہامی امر نہیں بلکہ انجیل نویسوں نے اپنے قیاس یا سماعت وغیرہ وسائل خارجیہ سے لکھ لیا ہے غرض پادری صاحبوں نے اس اقرار سے اُن بہت سے حملوں سے جو انجیلوں پر ہوتے ہیں اپنا پیچھا چھڑانا چاہا ہے اور ہر ایک انجیل میں تقریباً دس حصے انسان کا کلام اور ایک حصہ خدا تعالیٰ کا کلام مان لیا ہے۔ اور ان اقرارات کی وجہ سے جو جو نقصان اُنھیں اُٹھانے پڑے اُن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ عیسوی معجزات اُن کے ہاتھ سے گئے اور اُنکا کوئی شافی کافی ثبوت اُن کے پاس نہ رہا کیونکہ ہر چند انجیل نویسوں نے تاریخی طور پر فقط اپنی طرف سے مسیح کے معجزات انجیلوں میں لکھے ہیں مگر مسیح کا اپنا خالص بیان جو الہامی کہلاتا ہے حواریوں کے بیان سے صریح مبائن و مخالف معلوم ہوتا ہے بلکہ اُسی کی ضد و نقیض ہے وجہ یہ ہے کہ مسیح نے اپنے بیان میں جسکو الہامی کہا جاتا ہے جا بجا معجزات کے دکھلانے سے انکار ہی کیا ہے اور معجزات کے مانگنے والوں کو صاف جواب دیدیا ہے کہ تمھیں کوئی معجزہ دکھلایا نہیں جائے گا۔ چنانچہ ہیرودیس نے بھی مسیح سے معجزہ مانگا تو اُس نے نہ دکھلایا اور بہت سے لوگوں نے اُسکے نشان دیکھنے چاہے اور نشانوں کے بارے میں اس سے سوال بھی کیا مگر وہ صاف منکر ہو گیا اور کوئی نشان دکھلا نہ سکا بلکہ اُس نے تمام رات جاگ کر خدا تعالیٰ سے یہ نشان مانگا کہ وہ یہودیوں کے ہاتھ سے محفوظ رہے تو یہ نشان بھی اُسکو نہ ملا اور دعا رد کی گئی۔ باقی آئندہ

کوئی آیت حدیث بتلاؤ　جس سے ثابت ہو آپ کا دعویٰ
سنکے سائل سے یہ وہ شعلہ مزاج　ہو گیا آگ اور بھڑک اٹھا
آ گئی جھاگ منہ میں کاٹنے کو　سگ دیوانہ کی طرح لپکا
آنکھیں دکھلا کے نیلی پیلی وہ　رنگ گرگٹ کی طرح سے بدلا
کفر اور دجل کا وظیفہ جو　گا لیوں کا سبق زبانی تھا
سنکے یہ لام و کاف سائل نے　بارگاہ خدا میں عرض کیا
یہ بلا ٹال ایخدائے جلال　پڑ گیا سر دہر سے پالا
پھر متانت سے یہ لگا کہنے　اجی حضرت بتا کے جلنے کا
آپ سے میں حدیث مانگتا ہوں　خیر ہے آپ بکتے ہیں کیا کیا
ایسی قرآن اور حدیث کو آپ　ڈھانپکر اپنے پاس رکھیگا
ہمکو اس اول قول ہی کی بحث　اتنا کہنا تھا اسکا پھر کیا تھا
کفر کا نام سنکے چھینے　دجل کی پھیرنے لگے مالا
لگے پڑھنے زٹلیات کا ورد　لگے رٹنے وظیفہ سمجھا
کھول بیٹھے وہ کفر کا طومار　لگے لکھنے وہ کفر کا فتویٰ
دیکھکر سائل انکی جھاڑ و پھونک　نہ ذرا انکے شیشہ میں اترا
بلکہ کرنے لگے وہ یوں خطاب　کہ یہ کیا بات ہو گئی یا اللہ
کل تک انکی زباں پہ جاری　تذکرہ تھا حدیث و قرآن کا
کبھی آمین بالجہر پر بحث　کبھی تقلید پر بپا جھگڑا
مانگتے تھے سند یہ قرآں سے　چاہتے تھے حدیث کا فتویٰ
آج میں نے حیات عیسیٰ میں　انھیں دو سے جو فیصلہ چاہا
انکو قرآں سے نہیں ہے غرض　نہیں انکو حدیث کی پروا
نہ کبھی مانگتے ہیں یہ　انکو اب تو ہی الحذر سمجھا
سنکے کہنے لگے کہ او کافر　سمجھ گا لیوں کا کچھ چسکا
ارے او ملحد و شقی لعین　تجھے بتلاؤں پوچھنے کا مزا
بند ہو گیا لام و کاف کا کچھ　اگر گیا گا لیوں کا اک تانتا
تھم کے سائل نے یہ کہا آخر　جبکہ یہ بے تکا جواب ملا
میں نے مانا کہ آپکے نزدیک　یہی آیت حدیث ہے اچھا
مگر اس سے ثبوت رفع و نزول　جسم خاکی کا ہو نہیں سکتا
سنکے ملا یہ بات سائل کی　کفر نامہ کو کھول پڑھنے لگا
کبھی دجال اور کبھی کافر　کبھی مرتد زبان پہ جاری تھا
تیر لعنت کا مینہ برسنے لگا　کفر و طغیاں کا بہہ گیا دریا
تو بیٹک بیہودہ لاف سے عنی　سید لیل اور اسپہ یہ دعویٰ
کیا مارا کہ بھاگنے ہی ہی　بہت نرمی دم میں پنڈ گیا اللہ
یہ دلائل سنتے جو سائل نے　لگا کہنے کہ خوب اہا ہا ہا
خوب ثابت حدیث قرآن سے　یہ عقیدہ کیا جز اک اللہ
سنکے ملا نے پھر بھی سائل کو　مزہ یا کوئی بھی جواب اچھا
غصہ وہی گالیاں وہی دشنام　وہی لب انکا اور وہی لہجہ
نہ رہا کوئی حرف بد باقی　نہ چھٹا کوئی لفظ نازیبا
ہو کے بے بس کہا یہ سائل نے　جبکہ ملا بہت ہی چل نکلا
کھل گئی آپکی حقیقت صاف　تھا جو کورہ میں کچھ وہی ٹپکا
لیجیے آپ کے عقیدہ سے　توبہ کرتا ہوں کیونکہ ہو وہ جدا
آپ نے کچھ نہیں تشفی کی　بار گردن آپ کی ہو گا
چلیے رخصت نہ انھیں سمجھا　کہ وہ ہے گمرہ ہو گیا راہ نما
ثاقبا یہ ہیں عالموں کے خلق　عامیوں کے لئے یہ طرز ردا
مسئلہ بھی اگر کوئی پوچھ لیا　کفر کا جڑ دیا وہیں فتویٰ
ایسی سیرت سے ہر خدا کی پناہ　ایسے اخلاق سے معاذ اللہ
سیرۃ مہدی و مسیح زماں　پڑھ کے کوئی ہو اپنے حال سے فدا
اسقدر ہے بلیغ کیا شیریں　واہ واہ ہے بیان کیا میٹھا
کوئی کیسی ہی زہر اگلتا ہو　سامنے انکے ہو وہ شکر خا
کبر سے جو کوئی اکڑتا ہو　روبرو انکے آکے ہو ڈھیلا

ثاقبا خلق کو دکھائیں گے
حُسن کا انکی کھینچکر نقشہ

حضرۃ حکیم الامۃ کا وعظ جلسہ الوداع کی تقریب پر

گذشتہ اشاعت سے آگے

جب ایسی حالت دنیا کی ہو رہی تھی اسوقت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے + اور اسوقت کی موجودہ حالت ہی صاف طور پر بتا رہی تھی کہ ایک مزکی کی ضرورت ہے اور پھر آپ نے جو اصلاح کی اسنے مہر کر دی کہ لاریب آپ حقیقی مصلح تھے۔ عربوں کی اس حالت کو ایسا تبدیل کیا کہ ایسی حیرت انگیز تبدیلی کی نظیر دنیا کی تاریخ میں پائی نہیں جاتی۔

قرآن شریف کی روشنی کے آتے ہی حقوق اللہ اور حقوق العباد میں جو تاریکی اور تیرگی چھائی ہوئی تھی یکدم اٹھ گئی۔ دنیا میں نابود قوم بود ہو گئی۔ وہ دنیا کی فاتح۔ امام۔ مقتدر۔ فخر ٹھیری۔ وہ قوم جو ہزار در ہزار مرض میں مبتلا تھی اسنے جس نسخہ کے ذریعہ شفا حاصل کی وہ نسخہ قرآن کریم ہی کا نسخہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اسکا نام نور۔ رحمۃ۔ شفا اور فضل ہے۔ اس نسخہ کو اپنا معمول بنا کر صحابہ کے سامنے کوئی سمندر یا پہاڑ روک نہوا۔ لیکن جوں جوں قرآن شریف ہی کی اتباع کی برکت سے کامیابی اور فتوحات کے دروازے کھلتے گئے اسی قدر تعیش کے آجانے کی وجہ سے قرآن شریف سے اعراض ہوتا گیا اور دنیوی امور اور آسائشوں کی طرف توجہ بڑھتی گئی نتیجہ یہ ہوا۔ کہ قرآن شریف چھوٹ گیا اور اسکے ساتھ ہی وہ خیر و برکت اٹھنے لگی اختلاف بڑھنے لگا۔ یہانتک

کہ انجام کار نہ دنیا رہی نہ دین

مگر

قرآن شریف اسوقت بھی ایسی کامل اور حکیم کتاب موجود تھی اور ہے کہ اگر اسکی طرف رجوع کیا جاتا اور سارے اختلافات کے مٹانے کا اسکو ہی ذریعہ قرار دیا جاتا تو کوئی مشکل نہ رہتی۔ مگر حکومت اور فتوحات کے ساتھ ساتھ خود رائی اور خود غرضی پیدا ہوتی گئی اور قرآن شریف دستور العمل نہ رہا۔ جسنے وہ دن دکھایا جسکا کبھی خیال بھی مسلمانوں کو نہ آتا ہوگا

لیکن

اصل یہ ہے کہ وہ دن بھی مقدر تھا ضرور تھا کہ اسلام پر ضعف کی حالت آتی جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے پہلے سے اسکی اطلاع دی تھی

كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝

اسوقت پھر وہی موت کی حالت طاری ہے اسلام فی نفسہٖ زندہ اسلام ہے قرآن شریف زندہ کتاب ہے لیکن مسلمانوں کی اپنی کم ہمتی۔ کم توجہی اور قرآن شریف سے اعراض نے انکو مردہ بنا دیا ہے بالاتفاق مسلمانوں نے ایک زبان ہو کر مان لیا ہے کہ انکی قوم مر چکی ہے یہانتک کہ بعض نے جنازہ بھی پڑھ دیا ہے اس قسم کی صدائیں سنکر اسمیں شک نہیں کہ مجھے بعض اوقات سخت گھبراہٹ اور اضطراب ہوا ہے لیکن مجھے خوشی بھی ہوئی ہے اسلیے کہ میں جانتا ہوں اللہ تعالیٰ کے اس وعدہ کے موافق اس موت کے بعد ایک **احیا** بھی ہے اور میں یقیناً سمجھتا ہوں کہ اس احیا کا یہی وقت ہے اور وہ **احیا اللہ تعالیٰ نے ہمارے امام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ کرنا چاہا ہے** یہی وجہ ہے کہ اس کے اور نہ صرف اسکے آنے ہی سے بلکہ اس کے ہی منہ سے **زندہ رسول زندہ مذہب زندہ کتاب اور زندہ خدا** وغیرہ الفاظ سننے میں آئے ہیں یہ اسلیے کہ ہمیں **زندگی بخش قوت ہے** اس امام کے حکم سے میں اس وقت آپ لوگوں کو کچھ سنانا چاہتا ہوں۔ میں نے شروع میں کہا ہے کہ مریض کو اپنے علاج کیلیے جہاں تجربہ کار اور حاذق طبیب کی طرف رجوع کرنا چاہیے وہاں صبر اور استقلال کے ساتھ اسکے بتائے ہوئے علاج اور پرہیز سے فائدہ اٹھانا چاہیے اور ایک مجرب نسخہ استعمال کرنا چاہیے۔

اب اس وقت جو امراض دنیا میں روحانی طور پر پھیلے ہوئے ہیں اس قسم کے امراض اس وقت بھی تھے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہور فرمایا تھا اور ان بیماریوں کا علاج قرآن شریف کے ذریعہ کیا گیا تھا۔ اس وقت بھی جب تک اس مجرب نسخہ کو استعمال نکیا جاے کچھ فائدہ نہ ہوگا + اور اس نسخہ کا استعمال

اسوقت تک ممکن نہیں جب تک حاذق طبیب کی طرف رجوع نہ ہو اور وہ حاذق طبیب کون ہے؟

اس زمانہ کا امام (علیہ السلام)

اسکی صحبت میں رہ کر علاج کے اصول کیموافق فائدہ اُٹھاؤ۔ اور اسی لیے مینے تمھیں یہ آیت سُنائی۔

یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ

ایمان والو! متقی بنجاؤ۔ متقی بننے کی تدبیر ہے کہ صادقوں کے ساتھ ہو جاؤ۔

یہی ایک گُر ہے معزز بننے کا۔ قوم بننے کا۔ یعنی متقی بنجانا اور متقی بننے کے لیے صادق کا ساتھ دینا اسکے ساتھ رہنا ضروری ہے۔

تقوی کیا چیز ہے؟ مختصر الفاظ میں تقوی سے یہ مراد ہے اول سچے عقائد کو حاصل کرنا اور اُنپر ایمان لانا پھر اُسکے موافق زبان کو کرنا اور اپنے اعمال سے اسکا ثبوت دینا۔ وہ اعمال خواہ جسم کے متعلق ہوں یا مال کے غرض ہر طرح سے ان عقائد کے موافق سچی وفاداری اور اخلاص کے ساتھ اپنے اعمال کرکے دکھاوے سچے عقائد کے اصول میں سے پہلی اصل یہ ہے کہ حق سبحانہ تعالے پر ایمان لاوے حق سبحانہ تعالے کا اعتقاد عظیم الشان نیکیوں اور خوبیوں اور مدارج پر پہونچنے کے لیے ضروری اور لابُدی اصل ہے۔ میرا ایمان اور مذہب یہ ہے کہ کوئی شخص نیک چلن اور راست باز ہو ہی نہیں سکتا جب تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ہستی پر ایمان نہ لاوے۔ میں اسبات کا قائل نہیں کہ کوئی دہریہ بھی نیک چلن ہو سکتا ہے حق سبحانہ تعالے کے ماننے میں ایک عظیم الشان بات اور اصل یہ بھی ہے کہ اسکی صفات کو پورے طور پر مانا جاوے۔ صفات الٰہی کا مسئلہ ہی ایک ایسا مسئلہ ہے جس نے جس کے نہ ماننے سے دنیا کا بہت بڑا حصہ ہلاک ہوا ہے مینے اس معاملہ پر بہت غور کی ہے اور مختلف مذاہب کے اعتقادات اور مسائل کو خوب ٹٹولا ہے اور بڑی سوچ اور فکر کے ساتھ میں اس نتیجہ پر پہونچا ہوں کہ جس قدر مذاہب باطلہ موجود ہیں وہ سب کے سب اللہ تعالے کی کسی نہ کسی صفت کے انکار سے پیدا ہوے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک ایسا گُر اور اصل سمجھا دیا ہے کہ سب مذاہب باطلہ کو قرآن شریف کے ایک ایک لفظ کے ساتھ رد کر سکتا ہوں اور **قرآن شریف** کے کمالات اور فضائل میں سے یہ بھی ایک عظیم بالشان امر ہے کہ اس نے **صفات الٰہی** کے مسئلہ کو خوب کھول کھول کر بیان کیا ہے کیونکہ اسی راز کو نہ سمجھنے کی وجہ سے دنیا نے ٹھوکر کھائی ہے اور وہ گمراہ ہوئی ہے اور اس کے علاوہ **صفات الٰہی** کے مسئلہ سے ہی یہ راز بھی خدا کے فضل سے مجھپر کھلا ہے کہ انسان جسقدر بدیوں اور گناہوں میں مبتلا ہوتا ہے اگر صفات الٰہی کے مسئلہ کو سمجھلے اور اسپر پورا ایمان رکھے اور ہر بدی کے ارتکاب کے وقت یہ خیال کرلے کہ اللہ تعالیٰ نگراں ہے تو میں اُمید کرتا ہوں کہ اللہ تعالے اپنے فضل سے اسے بچالے۔

یہ امور اور یہ اصول سمجھ میں آتے ہیں جب انسان قرآن شریف میں تدبر کرے اور فکر کرے قرآن شریف پر تدبر اور فکر کی قوت پیدا ہوتی ہے تقوی سے جیساکہ خدا تعالیٰ نے خود فرمادیا ہے و اتقوا اللہ و یعلمکم اللہ اور یہ مینے ابھی بتایا ہے اور اسکی تفصیل کرونگا کہ تقوی کی حقیقت منکشف نہیں ہوتی سچا متقی انسان بن نہیں سکتا جبتک صادقوں اور راست بازوں کی صحبت میں رہنے کا اسکو موقع نہ ملے۔ اور انکی معیت اختیار نہ کرے کیونکہ تقوی اللہ کی حقیقت منحصر ہے اولاً اللہ تعالے کی ہستی پر کامل یقین پر اور یہ یقین بجز خدا تعالیٰ کے راست بازوں کی صحبت میں رہنے کے پیدا نہیں ہوتا کیونکہ اس صحبت میں رہ کر وہ اللہ تعالیٰ کے عجائبات قدرۃ کو مشاہدہ کرتا ہے اور خارق عادت امور کو دیکھتا ہے جو انسانی طاقتوں اور ارادوں سے بالاتر ہوتے ہیں ان امور اور عجائبات کو دیکھکر اللہ تعالے پر ایمان پیدا ہونے لگتا ہے۔ اور پھر اُسکی صفات پر یقین آتا ہے جس سے تقوی اللہ کی حقیقت اسپر کھلنے لگتی ہے اور وہ متقی بننے لگتا ہے۔

پس سچے عقائد کے اصول میں سے پہلی اصل اللہ تعالے کا ماننا اور اُسکی صفات پر ایمان لانا ہے۔ اور یہ مینے بتایا ہے کہ یہ ایمان پیدا نہیں ہوتا جب تک صادق کی صحبت میں نہ رہے

اب دوسرا امر عقائد کے متعلق یہ ہے کہ وہ ملائکہ پر ایمان لاوے

ضرورت

احمدی سلسلہ کے علماء کی ناموں کی جنہوں نے باقاعدہ علم کی تحصیل کی ہو مجھے اسلیے ضرورت ہے کہ میں ایک رسالہ میں انکو طبع کراؤنگا وہ رسالہ ۳۴ صفحہ تک چھپ چکا ہے

(خاکسار سراج الحق نعمانی) قادیان

آپ بیتی

گذشتہ اشاعت سے آگے

سب مل ملاکر کوئی پچاس آدمی کا مجموعہ تھا مگر سب کے سب ملکر اچھی طرح سے گذارتے تھے کوئی کسی کا بار خاطر نہ تھا اور کسیکو کسی کے لیے خرچ کرنا گراں نہیں گذرتا تھا۔ چچا زاد گویا حقیقی بھائیوں سے زیادہ عزیز تھے مگر اب ان میں بھی فرق آنے لگا اور ایک دوسرے کے درپے ہوگیا اتفاق کی صورت میں فرق آتا گیا گو چندے بات سنبھلی رہی اور اسکی وجہ یہ تھی کہ اس عاجز کا رعب سب گھر والوں پر تھا کسیکو کسی قسم کی سبقت کی جرأت نہ ہوسکتی تھی۔ مگر چونکہ صورت اتفاق میں فرق آگیا تھا اس لیے زندگی بے لطف سی ہوگئی۔ اور پھر علیحدہ ہونے کی نوبت آپہونچی۔ اور سب کے سب یکے بعد دیگرے الگ ہوگئے۔ صرف ایک میرا بھائی زکریا میرے ساتھ رہا۔ اور کارخانہ بھی ہمارے ہی سر پڑا کوئی دس برس کا عرصہ گذرتا ہے کہ میں قسم قسم کی ابتلاؤں میں پڑا۔ اور کوئی پہلو زمانہ کا ایسا نہ رہا جس سے مجھکو سابقہ نہ پڑا ہو۔ اور ہر ایک پہلو پر تغیرات کلی کا اثر محسوس ہونے لگا۔ اور ساتھ اسکے میری زبان پر اس کا شکوہ اور گلہ بھی رہا یہانتک کہ مینے اپنے بعض دوستوں کو بعض کاموں سے روکا جو بظاہر اسوقت انکے لیے مفید تھے مگر درحقیقت میری نظر میں جو اسحالت سے گذر کر خوفناک اثر ہوگئے تھے غرض انھوں نے میری بات نہ سنی اور خرابیوں میں مبتلا ہوگئے۔ اور اکثر اینکہ میں ایسا ہی دیکھتا آیا ہوں یعنی جس پہلو کو کچھ مدت پہلے جیسا مینے تصور کیا تھا آخر وقت پر وہ ویسا ہی ثابت ہوا۔ اور اس سے یہ امر میری طبیعت میں پیدا ہوگیا کہ ایک چھوٹی سی بات پر بھی زیادہ غور کرتا۔ اور ایک ادنیٰ کام کو بھی بے سوچے کرنا میری طبیعت کے خلاف ہوگیا۔ اور ہر ایک پہلو سے زمانہ کو نازک سمجھنے لگ گیا۔ اسی عرصہ میں کچھ نقصان بھی اُٹھایا۔ اور کچھ لوگوں کے حالات کا تجربہ بھی ہوگیا۔ غرض یہ کہ جیساکہ مینے اپنی تفصیل کے ساتھ ابتدائی عمر کے حصہ کو خیر و خوبی کا مجموعہ بتایا ہے۔ اس سے وہ چند سال شر و فساد کا مجموعہ اپنی عمر کے اس آخری حصہ

زمانہ کو میں نے پایا۔ اور اگر اسکی تفصیل لکھنے بیٹھوں تو شاید میرے ذاتی تجارب کی ایک بڑی کتاب بنجاوے اور میں نے ہر ایک پہلو کو نہ فقط اپنے ہی تجربے اور مشاہدہ پر چھوڑا بلکہ ہر ایک پہلو کے پختہ کار لوگوں کی شہادت بھی میں نے لی اور ہمیشہ ایک خوفناک حالت زمانہ میں زندگی بسر کرتا رہا۔ اور خاصکر تجارب کی حالت گذشتہ دس سال سے ایسی نازک ہوتی چلی آئی ہے کہ ہمیشہ زوال عزت و ناموس کی دھڑکا دلکو لگا رہا۔ اور شاید ۱۸۹۱ء اور ۱۸۹۲ء میں دولاکھ روپے کا خسارہ مجھے ایک سال میں مجھے بھگتنا پڑا۔ مگر خدا تعالیٰ نے مجھے ٹھوکر سے بچا لیا الحمد للہ علی ذالک

غرض اسکے بعد میں ہمیشہ تفکرات کے دریا میں ڈوبا رہا۔ اور زندگی گویا تلخ معلوم ہوتی تھی ایکطرف تو معاملہ کی کچھ ایسی حالت دوسری طرف کچھ اپنی سیہ کاریاں اور تیسرا یہ کہ جس پہلو کو ایک راحت کا موجب سمجھکر اختیار کیا جاتا تو وہاں سے بجز نفاق اور بد اندیشی کے کچھ نظر نہ آیا۔ وہ راحت جسکو حاصل کرنا مقصود کرنا وہ تو رہی ایکطرف باقی رنج پہلے سے دو چند ہوگیا۔ غرض میں سچ سچ عرض کرتا ہوں کہ ایسی حالت دیکھکر میں موت کو زندگی پر ترجیح دیتا تھا۔ اور کسی کسی وقت میں اپنی سیہ کاریوں کے قصہ میں رو پڑتا تھا اور اپنے آپ کو بدترین مخلوق سمجھتا تھا۔ اور باقی میری طبیعت میں غیرت کا لحاظ ابتدائے عمر سے چلا آیا ہے۔ وہ اخیر تک رہا کسیکو بھی کسی قسم کا آزار پہنچانا میں خطرناک بُرا سمجھتا تھا اور اللہ تعالےٰ سے اکثر اس امر کی توفیق طلب کرتا تھا کہ وہ مجھے کسی کے آزار کا موجب نہ بنا دے۔ غرض اسی حالت میں میرے بھائی حاجی ایوب فوت ہوگئے۔ جسکا مجھے بہت رنج ہوا اور عبرت بھی ہوئی۔ انکے بعد میرا چھوٹا بھائی زکریا بیمار ہوا۔ وہ بڑے بھائی تو گویا الگ ہو چکے تھے مگر زکریا میرے ساتھ تھے بمبئی میں انکی عزت ہر ایکطرح سے اچھی تھی تجارتی کاروبار میں مالی تائیدان سے ہی ملتی تھی اب انکا بیمار ہونا دوطرح کے رنج کا باعث ہوگیا جس کے سبب سے بڑی پریشانی رہا کرتی تھی اور یہ قریب قریب وہی زمانہ ہے جس میں میں نے دولاکھ روپیے کے خسارہ کا ذکر کیا ہے غرض جب انکی علالت زیادہ ہوگئی تو میں نے بنگلور میں ایک مکان کرایہ پر لیا۔ اور تبدیل آب وہوا کے لیے انکو یہاں لے آیا ہر ہفتہ میں دو دن میں انکے پاس رہتا اور باقی دن مدراس

میں۔

دوسرے انکار کا یوجہ جو اسوقت میرے سر پر تھا اُسکا ذکر میں کچھ نہیں کرتا۔ بس اتنا ہی کافی سمجھتا ہوں کہ میں کہدوں۔

دل من داند و من دانم و داند دل من

غرض ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ میں جمعہ کی شام کو مدراس سے چلکر ہفتہ کی صبحکو بنگلور پہونچا اور بھائی کے پاس بیٹھا ہوا تھا ایک منشی صاحب بھی اسوقت پاس بیٹھے تھے ادھر اُدھر کی بات چیت ہو رہی تھی اور موجودہ زمانہ کی حالت زار کا ذکر ہو رہا تھا۔ اور اسی اثنا میں میرا چھوٹا بھائی محمد صالح جو ایک روز پہلے سے بنگلور آیا ہوا تھا۔ وہاں آگیا اور ایک کتاب بھی ساتھ لایا۔ اور وہ یوں کہنے لگا کہ یہ کتاب مجھے سیالکوٹ (پنجاب) سے منشی غلام قادر فصیح نے بھیجی ہے اور قابل پڑھنے اور سُننے کے ہے یہ کہکر انھوں نے اسکو پڑھنا شروع کیا۔ اور وہ کتاب حضور اقدس کی پہلی کتاب دعویٰ مسیحیت اور مجددیت کے بعد کی تھی جس کا مبارک نام فتح اسلام ہے غرض اس کتاب کے کوئی دو دو ورق پڑھے ہونگے بعد میرے دل پر کس قسم کا اثر ہوا میں اسکو بیان نہیں کر سکتا مگر میرے بیمار بھائی زکریا مرحوم نے اسی وقت ایک جوش کے ساتھ باآواز بلند کہدیا کہ **خدا کی قسم یہ بیشک سچے ہیں اور انکا کلام انکی پوری پوری شہادت دے رہا ہے** غرض انکے اس کہنے پر میں اور وہ منشی صاحب بھی میرے ساتھ ہم آواز ہوگئے کہ بیشک یہ کلام کوئی نرالا اثر دلپر کر رہا ہے اور پھر دیر تک اسکو سُنتے رہے یہانتک کہ اول سے آخر تک اسکو پورا سُن لیا اور مجھے حضور کی طرف پورا پورا یقین ہوگیا۔ مگر مسیحیت کے دعوے پر کچھ تعجب سا رہا اور اس کے ساتھ یہ خیال بھی رہا کہ مسیح کے لیے تو یہ کہا جاتا ہے کہ وہ زندہ آسمان پر موجود ہے اور پھر اپنے وقت پر وہاں سے نزول فرماوینگے۔ اور کسیطرح کا اسمیں اختلاف نہیں غرض اسوقت یہ فیصلہ کیا کہ خواہ کچھ ہی ہو مگر کتابیں تو سب منگواکر دیکھنی چاہییں اور اسطرف مرحوم بھائی کا بار بار یہ کہنا کہ یہ بیشک اپنے قول میں صادق ہیں اور بہت جلد لوگوں پر یہ امر کھل جاویگا۔ حالانکہ انکی بہت ہی کم استعداد تھی مگر جیسا کہ پہلے ذکر کیا ہے بڑے ہی ذکی الطبع تھے

اور انکی طبیعت ملانوں اور پیرزادوں سے ہمیشہ متنفر رہا کرتے تھے یہانتک کہ اگر کبھی انہیں کسی سے ملتے ہوئے دیکھ لیتے تھے تو صاف کہدیتے تھے کہ آپ کو ان مکاروں سے ہمیشہ دور رہنا چاہیے انکی صحبت میں کبھی خیر نہیں لیکن حضور اقدس کی کتاب کو سنتے ہی انکا یقیناً قبول کرلینا انکی کمال فراست کی پوری دلیل تھی غرض میں دوسرے دن مدراس کو روانہ ہوا۔ اور یہاں پہونچکر سب کتابوں کے لیے خط لکھوایا اور جس کسی سے ملاقات ہوتی انسے یہ تذکرہ کرتا۔ اور پھر ساتھ ہی موجودہ وقت کی ہر قسم کی برائیوں کیطرف انکی توجہ دلاتا اور اسوقت تک میری نظر صرف مسلمانوں ہی تک محدود تھی یعنی ہر طبقہ کے مسلمانوں کی ہی حالت پر میری نظر تھی جس کے مشاہدہ سے ہمیشہ دلکو درد پہونچتا تھا۔

باقی آیندہ

مذہبی دنیا پر سرسری نظر

آریہ سماج نے عبدالغفور کو آریہ کیا بنایا اُسے سُرخاب کا پر لگ گیا ہر اخبار اور رسالہ میں اس کا ذکر اور اسکے ذکر کے ضمن میں مقدس اسلام پر حملے کیے جاتے ہیں ہم انشاء اللہ کسی وقت عبدالغفور کے ترک مذہب پر ریویو کریں گے۔ بھارت متر ایک معزز سناتنی اخبار نے ایک زبردست آرٹکل میں عبدالغفور کے آریہ بنائے جانے پر سخت اظہار ناراضی کرتے ہوئے ایک نمکین فقرہ لکھا ہے کہ "جیساکہ آریہ سماج کی تاریخ میں عبدالغفور کا آریہ ہونا نئی بات ہے ویسے ہی ہندوستان کی تاریخ میں سنتنت کرانے کے بعد برہمچاری ہونا نئی بات ہے۔"

چہ خوش! امریکہ کی مذہبی حالت تذبذب اور اضطراب کے تھپیڑوں سے ڈانواں ڈول ہے عیسائی مذہب سے تو اسکا تنفر اسی سے ثابت ہے کہ مشرقی مذاہب کیطرف اسکا رجوع بڑھ رہا ہے اور عیسائیت کے مقابلہ میں وہ وہم پرستی ہی کو ترجیح دیتے ہیں۔ شکاگو شہر اور بھی طرفہ معجون ہو رہا ہے جہاں ڈاکٹر ڈوئی جیسے بوڑھے اپنے پیر وہم پہونچا رہے ہیں وہاں چارلس ویسلی فورڈ صاحب ایک بزرگ نے ایک اخبار جاری کیا ہے جس کے نامہ نگار اسکے اعلان کے موافق روحیں ہیں۔ چنانچہ اخبار کے پہلے نمبر میں حضرت آدم اور حضرت نوح کے مضامین

شائع ہوئے ہیں اور نجمس ذیکلن اور ہورلیس اور گرہلی کے مضامین بھی ہیں یہ اخبار ملکا گو سے نکلا ہے - ایسی اوہام پرستیاں بتا رہی ہیں کہ عیسویت کی وہاں کیا حالت ہے -

---

پچھلے دنوں الہ آباد کے مشہور اخبار پایونیر میں ایک واقعہ چھپا پایا گیا تھا جس سے عیسائی اوہام پرستی کا زبردست ثبوت ملگیا ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک ہندوستانی عیسائی عورت کا لڑکا بیمار ہوا اُسنے پُرانی عادت کے موافق کسی سیانی عورت کو بُلایا اُسنے بہت کچھ تدابیر کیں مگر فائدہ نہ ہوا - آخر اُسنے نام پوچھا - ماں نے کہا کہ اس بچہ کا نام جیکب ہے سیانی بولی میں بھی کہوں بچہ کیوں راضی نہیں ہوتا اس نام پر بھلا کیسے آرام ہو - فوراً نام بدلا گیا بجائے جیکب کے ایسو رکھا گیا - اور فائدہ بھی ہو گیا - ایک عیسائی اس خبر کو شائع کرتا ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ تبدیل مذہب ہمیشہ ضعیف الاعتقادی کو دور نہیں کر سکتا - اور اصل تو یہ ہے کہ عیسائی ہونے پر تبدیل ہو کیونکر جبکہ بھوت پریت اور جادو ٹونے سے بائبل کے اوراق بھی بھرے ہوئے ہیں -

---

ممالک متحدہ امریکہ میں طلاق بڑی آسانی سے حاصل کیا جا سکتا ہے انگریزی صحائف سے معلوم ہوتا ہے کہ گذشتہ بیس برس کے اندر پانچ لاکھ سے زیادہ طلاق ہو چکے ہیں - یہ اسلام کی ہی فتح تھی کہ آخر کار ایسی ضرورتیں لاحق ہوتی ہیں جن سے مسئلہ طلاق سے فائدہ اُٹھانا پڑا - کوئی اعتراف کرے یا نہ کرے لیکن عملی حالت آخر اسلام کی طرف دنیا کو لا رہی ہے -

---

عیسائی فیلالوجی کے رو سے زمین ساکن اور سورج کو اسکے گرد گھومنے والا لکھا ہے اسکے برخلاف گلیلیو نے ثابت کیا کہ زمین گھومتی ہے اسوقت کے پوپ صاحبان نے غریب گلیلیو کو قیدخانہ میں ڈالکر مار دیا لیکن ایک زمانہ آیا کہ گلیلیو کا دعوی صحیح ثابت ہوا - تمام دنیا نے زمین کی گردش کو تسلیم کر لیا - تب عیسائیت پر اعتراض ہوا کہ تمھاری بائبل غلط تعلیم دیتی ہے اس اعتراض سے بچنے کے لیے آجکل کے رومن کیتھولک عیسائی جو عذر پیش کرتے ہیں انکو سُنکر ہنسی آتی ہے کہ ایک رومن کیتھولک سمجھدار آدمی لکھتا ہے کہ خدا نے یہ غلط واقعہ اسلیے بائبل میں لکھا تا کہ پوپ غلطی کھا کر گلیلیو وغیرہ پر ظلم کریں اور اس سے اپنے ثابت ہو جاوے کہ انھیں دینی معاملات کا رہبر بننا چاہیے نہ کہ مادی اور دنیاوی معاملات کا۔ ایک بڑی رومن کیتھولک کا قول ہے کہ قبل اسکے کہ ہم سائنس اور عیسائیت میں سے ایک کو جھوٹا کہیں ضروری ہے کہ حرکت کے معنے دریافت کریں انکی رائے میں ممکن ہے کہ دونوں خیالات بلحاظ اپنی اپنی تعریف لفظ حرکت کی صحیح ہوں - کیا خوب! سیدھے سے یہی لکھدینا کافی تھا کہ جب ابن آدم خدا ہو سکتا ہے تو زمین کے ساکن ہونے پر کیا اعتراض !!!

حضرۃ حجۃ اللہ امام الملۃ کے مکتوبات

حضرۃ نواب محمد علی خان صاحب سلمہ ربہ کے نام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی

محبی اخویم نواب صاحب سلمہ اللہ تعالے

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ - مولوی صاحب کو کل ایک دورہ مرض پھر ہوا بہت دیر تک رہا مالش کرانے سے صورت افاقہ ہوئی مگر بہت ضعف ہے اللہ تعالی شفا بخشے اسجگہ ہماری جماعت کا ایک قافلہ تحقیق الالسنہ کے لیے بہت جوش سے کام کر رہا ہے اور یہ اسلام کی صداقت پر ایک نئی دلیل ہے جو تیرہ سو برس سے آج تک کسی کی اسطرف توجہ نہیں ہوئی اگر مختصر خط میں میں آپ کو سمجھا نہیں سکتا کہ یہ کس پایہ کا کام ہے اگر آپ ایکماہ تک اس خدمت میں مرزا خدا بخش صاحب کو شریک کریں اور وہ قادیان میں رہیں تو میری دانست میں بہت ثواب ہوگا آیندہ جیسا کہ آپکی مرضی ہو دنیا کے کام نہ تو کبھی کسی نے پورے کیے اور نہ کرے گا دنیا دار نہیں سمجھتے کہ ہم کیوں دنیا میں آئے اور کیوں جائیں گے - کون سمجھاوے جبکہ خدا تعالی نے نہ سمجھایا ہو - دنیا کے کام کرنا گناہ نہیں مگر مومن وہ ہے جو درحقیقت دین کو مقدم سمجھے اور جسطرح اس ناچیز اور پلید دنیا کی کامیابیوں کے لیے دن رات سوچتا یہانتک کہ پلنگ پر لیٹے بھی فکر کرتا ہے اور اسکی ناکامی پر سخت رنج اُٹھاتا ہے ایسا ہی دین کی غمخواری میں مشغول ہو دنیا سے دل لگانا بڑا دھوکا ہے موت کا کچھ اعتبار نہیں موت ہر یک آنے سال نئے کرشمے دکھلاتی رہتی ہے دوستوں کو دوستوں سے جدائی کرتی اور لڑکوں کو باپوں سے اور باپوں کو لڑکوں سے علیحدہ کر دیتی ہے مبارک وہ انسان ہے جو اس ضروری سفر کا کچھ بھی فکر نہیں رکھتا خدا تعالے اُس شخص کی عمر کو بڑھا دیتا ہے جو سچ مچ اپنی زندگی کا طریق بدلکر خدا تعالے کا ہی ہو جاتا ہے ورنہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّي لَوْلَا دُعَاؤُكُمْ یعنی انکو کہدو کہ خدا تعالے تمھاری پروا کیا رکھتا ہے اگر تم اُسکی بندگی اور عبادت نہ کرو سو جاگنا چاہیے اور ہوشیار ہونا چاہیے اور غلطی نہیں کھانا چاہیے کہ یہ گھر سخت بے بُنیاد ہے میں نے اسلیے لکھا کہ میں اگر غلطی نہیں کرتا تو مجھے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ان دنوں میں دنیوی ہم و غم میں اعتدال سے زیادہ مصروف ہیں اور دوسرا پلہ ترازو کا کچھ خالی سا معلوم ہوتا ہے میں نہیں جانتا کہ یہ تحریریں آپکے دلپر کیا اثر کریں یا کچھ بھی اثر نہ کریں کیونکہ بقول آپکے وہ اعتقادی امر بھی اب درمیان نہیں جو بظاہر پہلے تھا میں نہیں چاہتا کہ ہماری جماعت میں سے کوئی بھی ہلاک ہو بلکہ چاہتا ہوں کہ خود خدا تعالے قوت بخشے اور زندہ کرے کاش اگر ملاقات کی ہی گرمی آپکے دل میں باقی رہتی تو کبھی کبھی کی ملاقات سے کچھ فائدہ ہو جاتا مگر اب یہ اُمید بھی مشکلات میں پڑ گئی کیونکہ اعتقادی محرک باقی نہیں رہا اگر کوئی لاہور وغیرہ میں کسی انگریز حاکم کا جلسہ ہو جس میں خیالی طور پر داخل ہونا آپ اپنی دنیا کے لیے مفید سمجھتے ہوں تو کوئی دنیا کا کام آپ کو اُس شمولیت سے نہیں روکے گا خدا تعالی قوت بخشے بیچارہ نور الدین جو دنیا کو عمداً لات مار کر اس جنگل قادیان میں آبیٹھا ہے بیشک قابل نمونہ ہے بہتیری تحریکیں ہوئیں کہ آپ لاہور میں رہیں اور امرتسر میں رہیں دنیوی فائدہ طبابت کی رو سے بہت ہوگا مگر کسیکی بات اُنھوں نے قبول نہیں فرمائی میں یقیناً سمجھتا ہوں کہ انھوں نے سچی توبہ کرکے دین کو مقدم رکھ لیا ہے خدا تعالے انکو شفا بخشے اور ہماری جماعت کو توفیق عطا کرے کہ انکے نمونہ پر چلیں کیا آپ بالفعل اسقدر کام کر سکتے ہیں کہ ایک ماہ کے لیے اور کاموں کو پس انداز کرکے مرزا خدا بخش صاحب کو ایکماہ کے لیے بھیجدیں والسلام

خاکسار غلام احمد از قادیان ۲۸ اپریل ۱۸۹۵ء

وَلَہٗ اَیضًا

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نحمدہٗ ونصلّی علٰی رسولہِ الکریم

محبی عزیزی اخویم نواب صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ۔
السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ آنمحب کے چار خط یکے بعد دیگرے پہونچے آپ کے لیے دعا کرنا تو مینے ایک لازمی امر ٹھرا یا ہوا ہے لیکن بیقرار نہیں ہونا چاہیے کہ کیوں اُس کا اثر ظاہر نہیں ہوتا۔ دعاؤں کے لیے تاثیرات ہیں اور ضرور ظاہر ہوتی ہیں ایک جگہ حضرت ابو الحسن خرقانی رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں کہ تیس برس مینے بعض دعائیں کیں جن کا کچھہ بھی اثر ظاہر نہ ہوا اور گمان گذرا کہ قبول نہیں ہوئیں آخر تیس برس کے بعد وہ تمام مقاصد میسر آگئے اور معلوم ہوا کہ تمام دعائیں قبول ہو گئی ہیں جب دیر سے دعا قبول ہوتی ہے تو عمر زیادہ کی جاتی ہے اور جب جلد کوئی مراد مل جاتی ہے تو کمی عمر کا اندیشہ ہے میں اس بات کو دوست رکھتا ہوں کہ ایک مطلب کے حصول کی بشارت خدا تعالیٰ کیطرف سے سُن لوں لیکن وہ مطلب دیر کے بعد حاصل ہونا موجب طول عمر ہو کیونکہ طول عمر اور اعمال صالحہ بڑی نعمت ہے۔ اور آپ نے اپنے گھر کے لوگوں کی نسبت جو کہا تھا کہ بعض امور میں مجھے رنج پیدا ہوتا ہے سو میں آپ کو اطلاع دیتا ہوں کہ میرا یہ مذہب نہیں ہے میں اُس حدیث پر عمل کرنا علامت سعادت سمجھتا ہوں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اور وہ یہ ہے خَیْرُکُمْ خَیْرُکُمْ بِاَھْلِہٖ یعنی تم میں سے اچھا آدمی وہ ہو جو اپنی بیوی کے ساتھ اچھا ہو۔ عورتوں کی طبیعت میں خدا تعالیٰ نے اسقدر کجی رکھی ہے کہ کچھہ تعجب نہیں کہ بعض وقت خدا اور رسول یا اپنے خاوند یا خاوند کے باپ یا مرشد یا ماں یا بہن کو بھی بُرا کہہ بیٹھیں اور اُن کے نیک ارادہ کی مخالفت کریں سو ایسی حالت میں کبھی ایک مناسب رعب کے ساتھ اور کبھی نرمی سے انکو سمجھا دیں اور اُنکی تعلیم میں مشغول رہیں۔ لیکن ان کے ساتھ ہمیشہ نیک سلوک کریں اور مروت اور جوانمردی سے پیش آویں اور اُن کو سمجھاتے رہیں کہ مسلمان کے لیے آخرۃ کا فکر ضروری ہے تا خدا تعالیٰ مصیبتوں سے بچاوے وہ میت ناک چیز جو خاوند اور بیوی اور بچوں اور دوستوں میں جدائی ڈالتی ہے جس کا دوسرے لفظوں میں نام موت ہے دعا کرنا چاہیے کہ وہ بیوقت نہ آوے اور تباہی نہ ڈالے اور دل نرم رکھنا چاہیے اور انکو سمجھا دیں کہ نماز کی پابندی کریں نماز جناب الٰہی میں عرض معروض کا موقعہ دیتی ہے اپنی زبان میں دعا

اور آخرت کے لیے دعائیں کرنا بد تقدیروں سے ڈرتے رہیں خدا تعالیٰ انپر رحم کرتا ہے جو اُن کے وقت میں ڈرتے ہیں۔ اور نیز آپ ان کیلے تواپنے نمازمیں دعائیں کریں یہ نازیبا بات ہوگا ادنے لغزش دیکھکر دل میں قطع تعلق کریں بلکہ وفاداری سے اصلاح کے لیے کوشش کریں اور سچی ہمدردی سے کام لیں۔

اور آپ نے جو پانچہزار روپیہ لکھا ہے میرے نزدیک آپ کا دوسروں کے شامل ہونا عمدہ طریق نہیں بلکہ مناسب یہ ہے کہ آپ علحدہ طور پر اشتہار دیں کہ چونکہ مسلمانوں میں تفرقہ بڑھتا جاتا ہے اور اسطرح قوم میں ضعف پیدا ہوتا جاتا ہے اسلیے مینے یہ تجویز سوچی ہے کہ مولوی محمد حسین بٹالوی جو بانی مبانی اس تفرقہ کے ہیں شخص مدعی سے مباہلہ کرلیں الہام کا مدعی جبکہ ایکسال کی مہلت الہام کی بنا پر پیش کرتا ہے تو وہی مہلت قبول کرلیں اگر اس مدت میں شخص مدعی ہلاک ہوگیا یا کسی اور ذلیل عذاب میں مبتلا ہوگیا تو خود جماعت اُس کی بے اعتقاد ہوکر متفرق ہوجائیگی اور اسطرح پر قوم میں سے فتنہ اُٹھ جائے گا اور اس صورت میں محض نیک نیتی اور ہمدردی قوم کی وجہ سے ہم وعدہ کرتے ہیں کہ مبلغ پانچہزار روپیہ مولوی محمد حسین صاحب کو بطور نذر کے دینگے اور انکی لیے روخوشیاں ہونگی کہ دشمن مارا اور روپیہ ملا لیکن اگر اس سال کے عرصہ میں جو مباہلہ کے دن سے شمار کیا جائے گا کوئی بلا مولوی صاحب پر نازل ہوئی تو پھر سمجھنا چاہیے کہ مولوی صاحب اس جنگ وجدل میں حق پر نہیں ہیں تو اس صورت میں قوم کو شخص مدعی کیطرف بصدق دل رجوع کرنا چاہیے یہ فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے ممکن نہیں کہ بغیر ارادہ الٰہی کے کوئی شخص یونہی مارا جاوے۔ غرض یہ اشتہار آپ کی طرف سے ہونا چاہیے اُمید کہ بڑا موثر ہوگا اگر آپ اشارہ فرماویں تو اسی جگہ چھاپ دیا جائے جلد مطلع فرمایا جاوے۔ اور رسر یعنی سلطان الاشجار کے عرق نکالنے کے لیے پتے اور بیخ کافی نہیں پھول کی ضرورت ہے۔ والسلام

خاکسار غلام احمد از قادیان

۸ نومبر ۱۸۹۸ء

میرے دوسرے حنفی بھائی بھی غور کریں

برادران! السّلام علیکم۔ خاکسار راقم حنفی المذہب ہے ایک اس لیے کہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی وفات مسیح کے قائل ہیں میں حضرۃ اقدس جناب مرزا غلام احمد صاحب کو وہی مسیح موعود اور مہدی مسعود مانتا ہوں جس کا ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان پاک سے وعدہ فرمایا تھا شاید کوئی صاحب مجھے مقلد خیال کریں میں انکی تسلی کے لیے یہ بھی لکھہ دیتا ہوں کہ میں کورانہ تقلید کو بہت بُرا سمجھتا ہوں اور اس معاملہ میں مینے جس قدر تحقیق کی ہے وہ کوئی تھوڑی سی تحقیق نہیں خدا کے فضل سے اب کوئی حاجت نہیں کہ تفسیروں اور محض تحقیقی رائوں کی خاطر قرآن شریف اور احادیث کے اصل معانی اور مفہوم کو ترک کر دیا جائے۔ قرآن مجید میں جہاں جہاں لفظ توفی آیا ہے وہاں بجز قبض روح کے دوسرے کوئی معنی نہیں لیے گئے ہاں ایک سے جو آیات ...... وفیت کل نفس ماکسبت وھم لا یظلمون کے مشابہ ہونگی اُس کے یہی معنی کیے جائینگے جو آیت مذکورہ بالا سے ظاہر ہیں۔ اب اگر لفظ رافع کی نسبت کچھہ اعتراض ہو تو مسیح اور بلعم کے واقعات کا مقابلہ کرکے شک رفع کرلو کیونکہ بلعم کے قصہ میں بھی وہی رفع مذکور ہے جس سے وہ اپنی نافرمانی کی وجہ سے محروم رہا اور مسیح چونکہ ہمیشہ فرمانبردار اور مطیع رہا تھا اس لیے وہ حسب وعدہ ایزدی محل کرامت پر پہونچگیا اور روحانی طور پر دوسرے نبیوں کیطرح وہ بھی زندہ اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کے ساتھہ دوسرے آسمان پر موجود ہے۔

صاحبان عقل سلیم کبھی نہیں چاہتے کہ حضرت مسیح کو اسی خاکی جسم کے ساتھہ آسمان پر زندہ قرار دیا جائے کیونکہ یہی ایک بیہودہ خیال ہے جس سے لاکھوں انسان مرتد ہوگئے اور ناحق ایک عاجز ضعیف کمزور ناتوان انسان کو خدا مان رہے ہیں اور پھر اُسکے مقابل آنحضرت پر جو واقعی سید المعصومین ہیں نہایت ہی بیجا الزام لگائے جاتے ہیں خدا جانے آپ لوگوں کی حمیت کو کیا ہوگیا آپکی سنگدلی پر سوائے افسوس کے اور کیا کیا جائے اب بھی وقت ہے جس قدر جلدی ہوسکے مسیح کی حیات جسمی اور غیر متغیر زندگی کا خیال جس میں نہ وہ کھاتا ہے نہ پیتا ہے بلکہ تمام بشری لوازمات سے خدا کی طرح بے احتیاج سمجھہ لیا گیا ہے دل سے نکالدیں اسلیے کہ قرآن اور احادیث صحیحہ اسکے

مخالف ہیں۔

صحیح بخاری کی اس حدیث کو (لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰى اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَاءِهِمْ مَسَاجِدَ) جو صفحہ ۴۳۹ پر درج ہے غور سے پڑھیں مخبر صادق نے اس حدیث میں یہود کے علاوہ نصاریٰ کی قبر پرستی کی بھی خبر دی ہے اور یہ بھی یاد رہے کہ نصاریٰ کے دوسرے نبیوں میں سے دوسرے کسی نبی کو بھی مسیح کے برابر نہیں مانتے بلکہ بقول انجیل چور اور بٹمار ہی سمجھتے ہیں۔ آپ کے نزدیک اگر مسیح کی کوئی قبر نہیں۔ تو بتائیے حدیث مندرجہ بالا کے کیا معنی ہیں شاید آپ نہ بتا سکیں تو میں بتا دیتا ہوں۔

حضرات! اصل بات یہ ہے کہ ملک شام میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر کی پرستش ہوتی ہے اور یہ وہی قبر ہے جس میں حضرت عیسیٰ آیت وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ کے نیچے آکر بحالت بیہوشی رکھے گئے تھے اور اسی بیہوشی کی وجہ سے انہیں مردہ سمجھ لیا گیا تھا وہ یہی ظن ہے جس کی اب تک پیروی کی جا رہی ہے اگر کسی کا یہ اعتراض ہو کہ ولکن شبہ کا مصداق مسیح نہیں بلکہ کوئی دوسرا شخص تھا تو انکو چاہیئے کہ اثبات کا ثبوت قرآن اور احادیث سے دیں۔ دوسرا شاید کوئی صاحب یہ بھی اعتراض کریں کہ یہ قبر جعلی ہے یہ نہایت ہی ضروری ہے کہ اعتراض کرتے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک شان اور نبوت تامہ کو بھی مدنظر رکھ لیں کیونکہ نبی کی شان سے یہ بہت بعید ہے کہ خلاف واقعہ بات کو واقعات صحیحہ پر استعمال کرے اور پھر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم جو معرفت اور ہر ایک بات میں سب سے بڑھے ہوئے تھے۔ کیا کوئی مسلمان کہہ سکتا ہے کہ آنحضرت کو اس بات کی اطلاع نہیں ہوئی کہ نصاریٰ آیا اصل قبر کی پرستش کرتے ہیں یا محض جعلی اور مصنوعی کی۔ اب میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ وہ کون ہے جو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کا جس قدر کہ انکو دیا گیا تھا واقعی طور پر معترف ہو۔ میں یہ نہیں کہتا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اب تک اس شامی قبر میں مدفون ہیں مگر اتنا تو ضرور کہونگا کہ یہ قبر جعلی نہیں۔ مسیح سے ضرور کچھ نہ کچھ تعلق رکھتی ہے اور جس میں کامل طور پر مدفون ہیں وہ سری نگر کشمیر محلہ خان یار میں ہے جو چاہے جاکر دیکھ سکتا ہے۔ زیادہ والسلام

خاکسار محمد حسین مسافر احمدی ۹ ستمبر ۱۹۰۳ء

مختصر نوٹ اور نکات

اسلام ایک ایسا پاک مذہب ہے کہ اس کے رو سے ہر شخص کبائر اور فواحش سے بچ سکتا ہے اور معمولی لغزشوں سے توبہ کرکے آیندہ کو اپنی حالت درست کر سکتا ہے اور ابدی حیات کا وارث ہو سکتا ہے بحالیکہ آریوں میں ایک گناہ یا سہو بھی معاف نہیں ہو سکتا اور نہ کوئی شخص ابدی نجات حاصل کر سکتا ہے اور ایسا ہی عیسائی مذہب کے رو سے تو انسان کو فطرتی طور پر گنہگار اور شریر قرار دیا ہے۔ ع ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت میں ایک بالاتر ہستی کا اقرار ضرور ودیعت کیا ہے پس اگر خارجی اسباب اسکے مانع نہ ہوں اور صحبت بری نہ ہو جاوے تو ضرور صاحب تمیز ہونیکے بعد اسکے لوح دل پر توحید الٰہی کے نقش مرتسم ہوں اور اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا قایل ہو جاوے یہی وہ فطرتی نقش ہے جسکو عہد الست یا میثاق ازل کہتے ہیں اور یہی وہ پاک راز ہے جو سید ولد آدم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان پاک کلمات میں ہے کل مولود یولد علی فطرۃ الاسلام فابواہ یہودانہ او یمجسانہ او ینصرانہ یعنی ہر ایک بچہ اسلام کو قبول کرنے والی فطرت پر پیدا ہوتا ہے پھر اسکے ماں باپ یا اسے یہودی بنا لیتے ہیں یا مجوسی یا نصاریٰ۔ اور اسی مضمون کو اللہ تعالیٰ نے اپنے پاک کلام میں یوں ادا فرمایا ہے فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیہا لا تبدیل لخلق اللہ ذلک الدین القیم ولکن اکثر الناس لا یعلمون یعنی فطرت اللہ وہی فطرت ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا ہوتا ہے۔ (یعنی اسلام کو قبول کرنے کے لائق اور ربوبیت کا اقرار کرنے والی) اللہ تعالیٰ کی پیدائش میں رد و بدل نہیں ہو سکتا یعنی اگر کسی انسان کی فطرت ایسی نہیں بنائی جو اللہ کی توحید اور اسلام کو قبول کرنے والی نہ ہو یہی فطرت اللہ ہے اور دین القیم ہے مگر اکثر لوگ نہیں جانتے۔

غرض فطرتاً انسان اسلام ہی پر پیدا ہوتا ہے پھر خارجی اسباب اسپر مختلف قسم کے اثر ڈالتے ہیں اسلیے ضروری ہے کہ انسان اپنی صحبت اپنے مطالعہ کتب اور دوسرے اسباب پر نگاہ کرے کہ وہ اسکی فطرت پر کیسا اثر ڈال رہے ہیں

ایک فلاسفر لکھتا ہے کہ جسکی احتیاج نہایت ہی کم ہے اسکو سب سے زیادہ خدا کا قرب حاصل ہے کیونکہ کسی چیز کی حاجت نہ رکھنا ذات باری کی صفت ہے ہم اکثر اپنی ناخوشی کی شکایتیں کرتے ہیں لیکن کیوں؟ صرف اسلیے کہ اپنی واقعی حاجتوں سے زیادہ طلب کرتے ہیں زندگی فی نفسہا ناخوش نہیں مگر ہم اپنی خواہشات کو بڑھا کر اسے ناخوش بنا لیتے ہیں بقول شاعر۔ شعر

حرص قانع نیست بیدل ورنہ اسباب معاش
آنچہ ما درکار داریم اکثرے درکار نیست

بہت سے مصائب اور تکالیف جو ہمکو اپنی زندگی میں سہنے پڑتے ہیں ہمارا اپنا فعل ہے کیونکہ قدرت کے اخلاقی قوانین کو توڑنے سے پیدا ہوتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ولا تلقوا بایدیکم الی التہلکۃ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کا اندازہ کرنا ناممکن ہو جاتا ہے جب انسان اس قوم پر نگاہ کرتا ہے جو آپ نے طیار کی وہ ہر شغل میں دل بیار دست بکار کی مصداق قوم تھی یعنی دل خدا کی طرف اور ہاتھ کام میں لگے ہوئے کوئی تجارت اور دستکاری ذکر اللہ سے انکو غافل نہیں کر سکتی تھی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے بھی اسکی تصدیق کی لا تلہیہم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ۔

پس ہماری آرزو اور پھر آرزو کے ساتھ ہی سعی اور سعی پر دعا یہی ہونی چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ ہمکو بھی ایسی توفیق عطا کرے۔ آمین۔

ہمارے اندر اللہ تعالیٰ نے ایک ہادی نور ہدایت بھی رکھا ہے جو انسان کو برائیوں کے ارتکاب پر متنبہ کرتا ہے اور یہی نہیں کہ وہ برائیوں سے روکتا ہے بلکہ اگر اسکی مخالفت کرو۔ تو دل میں سخت ندامت اور افسوس پیدا ہوتا ہے اور اسکی ہدایت پر کاربند ہونے سے دل میں ایک سرور اور لذت آتی ہے۔ جس جس قدر انسان اس نور ہدایت کی مخالفت کرتا ہے اسی قدر دل کمزور ہوتا چلا جاتا ہے یہاں تک کہ متواتر اسکی مخالفت اور ارتکاب معاصی کچھ ایسا بیحس بنا دیتا ہے کہ دل بالکل ہی مردہ ہو جاتا ہے اور پھر اسکی آواز سنائی نہیں دیتی۔ یہ وہ حالت ہوتی ہے جہاں ختم اللہ علی قلوبہم کا اطلاق ہوتا ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس سے محفوظ رکھے۔

قیاس کن ز گلستان من بہار مرا۔ مشہور بات ہے یورپ اور امریکہ میں جو انقلاب پیدا ہو رہا ہے یہ اس عظیم الشان کامیابی کا پیش خیمہ ہے جو کسر

صلیب کے لفظوں میں رکھی ہوئی ہے۔ حقیقۃً وہ نظارہ بھی کیسا ہی عجیب اور معًا مسرت افزا ہوگا جب مغربی قومیں نیازمندی کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف رجوع کرینگی۔ خدا کرے کہ ہم ان وعدوں کو پورا ہوتے ہوئے دیکھیں۔ آمین۔

پیشگوئیوں کے پورا ہونے کے متعلق جو دن کا لفظ بولا جاتا ہے جس میں ایک روحانی سر ہوتا کر اس سے مراد اللہ تعالےٰ کے نزدیک متناسب حصہ زمانہ کا مراد ہوتا ہے جس کے تمام اجزا متشابہ اور یکساں ہوتے ہیں پھر جب دوسرا زمانہ آتا کر جو پہلے زمانہ سے امتیاز اور اختلاف رکھتا ہے تو کہا جاتا ہے کہ وہ دوسرا دن یا دوسرا ہفتہ یا دوسرا مہینہ ہے مثلاً جیساکہ دن سے مراد وہ وقت محدود ہے جو تغیرات کے بیچ میں ہے یعنی آفتاب کا طلوع اور آفتاب کا غروب ویسا ہی روحانی طور پر اس وقت محدود کا نام دن ہوگا جو دو روحانی تغیرات کے اندر واقع ہے جیساکہ بدر کی فتح کے لیے ایک دن کا وعدہ دیا گیا اور رکھا گیا کہ صرف ایک دن کی میعاد ہے پھر فتح ہوگی حالانکہ اس دن سے مراد برس تھا اور دن سے مناسبت یہ تھی کہ یہ فتح بھی دو تغیروں کے اندر تھی ایک یہ تغیر عظیم کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنے آبائی شہر سے ہجرت کے طور پر نکلے اور اس آفتاب صداقت نے مدینہ کی طرف رجوع کیا دوسرے یہ کہ اس آفتاب کا مدینہ پر طلوع کیا مکہ والوں کے لیے غروب کے حکم میں ہوگیا سو طلوع بھی متحقق ہوگیا اور غروب بھی پس جب وہ آفتاب مکہ سے چھپ گیا اور وہ عاشق الٰہی ان کو چھوڑ کے نکل گیا تو پھر مکہ میں کیا تھا؟ ایک اندھیری رات تھی نہ وہ انوار رہے نہ وہ انوار سے پہلے تو مکہ کو ملائک کی صفوں نے گھیرا ہوا تھا اور پھر شیاطین کی جماعتوں نے گھیر لیا نور جاتا رہا اور ظلمت آگئی اسی کی طرف ہی اشارہ تھا مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ یعنی خدا ایسا نہیں کہ مکہ والوں پر عذاب نازل کرے اور تو ابھی ان میں ہو کیونکہ آپ اور یہ غیر ممکن ہے کہ آفتاب کے ہوتے عذاب کی ظلمت نازل ہو مگر جب اس آفتاب صداقت نے مدینہ میں طلوع کیا تو وہاں دن چڑھ گیا اور مکہ میں علامات غروب کا ظہور اور اسطرح پر دو تغیر عظیم ظہور میں آگئے جن میں دن محدود ہوتا ہے یہ ہے راز دن کے وعدہ میں۔

حضرت حکیم الامت کے ارشادات

نادان اعتراض کرتے ہیں کہ مسلمانوں میں مسئلہ غلامی ہے حالانکہ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جسنے غلاموں کے آزاد کرنے کے لیے مال خرچ کرنیکی ہدایت کی ہے۔

مومن کے کئی کان ہونے چاہییں یعنی اسکو بڑا ہوشیار اور چوکنا ہونا ضروری ہے غفلت مومن کا کام نہیں۔ تم اندازہ کرو کہ کسقدر مستعدی اور ہوشیاری سے کام لیتے ہو۔

قرآن شریف کی تلاوت کا خاص منشا یہ ہے کہ اس پر ایمان لایا جائے اور عمل کیا جائے اسکو سمجھا جائے اوروں کو سمجھایا جائے اور عمل کرنیکی کوشش کی جائے۔

نماز اللہ تعالیٰ کی کبریائی بیان کرتی ہے نماز میں نظافت اور طہارت ہوتی ہے نماز میں اللہ تعالےٰ سے دعا مانگی جاتی ہے جس میں اياك نعبد و اياك نستعين کا شریف انسان کو اقرار کرنا پڑتا ہے مسلمان کو مسلمان ہونیکے لیے دو کام کرنے چاہییں قرآن کی کم ازکم پانچ آیات اور زیادہ سے زیادہ دس آیتیں فکر سے پڑھنی چاہییں اور اس مطلب کے لیے پڑھنی چاہییں جو قرآن شریف کی تلاوت کا اصل منشا ہے دوسرے نماز کو درستی سے پڑھنا چاہیے۔

سب سے بہتر وہ شخص ہے جس میں تین باتیں ہوں

اول۔ دعوۃ الی اللہ۔ اللہ تعالےٰ کی طرف دعوت کرنا۔

دوم۔ عمل صالح۔ دین و دنیا میں سنوار کے کام کرنا۔

سوم۔ اننی من المسلمین۔ اور بلند آواز سے کہدے اور اپنے عمل سے دکھا دے کہ میں بڑا سچا فرمانبردار ہوں۔

دنیا کی کوئی چیز کامل نہیں ہو سکتی جبتک اسکو اسکی تائید نہ ہو جیساکہ ہماری آنکھیں کچھ نہیں دیکھ سکتیں جب تک آسمانی روشنی نہ ملے۔ آسمان اور زمین جب ملجاتے ہیں تو بڑے بڑے نشانات اور نتیجے پیدا ہوتے ہیں آسمان اور زمین کے ملنے کے بغیر جب جسمانی کام نہیں ہوتے تو روحانی کام بھی ان دونوں کے ملنے کے بغیر درست نہیں ہوسکتے۔ آسمان اور زمین کی ملاوٹ مومن کے لیے بڑے بڑے کام کرتی ہے اور یہ وہ صورت ہے جو الہام اور عقل کے باہم ملنے سے پیدا ہوتی ہے اگر آسمانی الہام عقل کے ساتھ نہ ملیں تو زمینی عقل باقی نہیں رہتی اور اگر انسان کی قوتیں ہوں اور الٰہی طاقتوں سے نہ ملیں تو انسانی قوتیں معطل ہو جاتی ہیں اگر الہام الٰہی ایسے لوگوں پر اتریں جنکو ان کے لینے کی عقل نہ ہو تب بھی الہام الٰہی انکو کوئی فائدہ نہیں دے سکتا۔

جلسۃ الوداع کی تقریب پر حضرۃ مولوی عبدالکریم صاحب کا وعظ

الٓمّٓ۔ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ

حضرۃ حکیم الامۃ نے بھی اس آیۃ شریفہ پر اسی موقع اور تقریب پر ایک وعظ فرمایا تھا جو انشاء اللہ تعالےٰ اپنے موقعہ پر الحکم میں درج ہوگا حضرت مولانا مولوی عبدالکریم صاحب نے بھی اسی آیۃ کو اختیار کیا اور تقریر فرمائی۔ جس سے قرآن کریم کے حقائق اور معارف کے بے پایاں سمندر کی لہروں کا پتہ لگتا ہے۔ اور ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر ست کا مضمون صحیح طور پر ثابت ہوتا ہے اپنے ناظرین کے فائدہ کے لیے ہم دونوں تقریریں بحولہ وقوتہ درج کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں انشاء اللہ

(ایڈیٹر)

اس آیت شریف کو میں نے اپنی تقریر کے لیے اختیار کیا ہے کیونکہ میرے پیش نظر کچھ مقاصد اور اغراض ہیں جو میں بعد میں بیان کرونگا۔ اسی آیت شریف پر میرے مخدوم مولانا مولوی حکیم نورالدین صاحب نے بہت کچھ بیان فرمایا ہے اور آپ نے سُنا ہے لیکن چونکہ یہ کلام ربانی وسیع ہے اور کوئی شخص کبھی دعوی نہیں کرسکتا کہ وہ اس پر احاطہ کرسکتا ہے اسلیے میرے لیے میرے رب نے جو کچھ اس پاک کلام کے معارف میں حصہ رکھا ہے میں اسے اپنی طاقت اور ظرفیت کے موافق لونگا۔ اور اپنی استعداد کے

موافق بیان کروں گا۔ مگر محض اسی کے فضل سے اور اسی کی توفیق سے۔

اس رکوع میں **الذین یؤمنون بالغیب** ایک حصہ آیت ہے جسپر عرصہ دراز تک غور کی ہے اور سوچا ہے کہ یہ فقرہ جو قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے رکھا ہے اس سے کیا غرض ہے؟ وہ کیا ضرورت تھی جو اتنی بڑی عظیم الشان کتاب میں اس کا اندراج ہوا قرآن کریم میں اس کے اندراج نے مجھے اس امر کیطرف متوجہ کیا کہ عظیم الشان مقاصد کے بغیر یہ فقرہ اللہ تعالیٰ کے کلام میں نہیں آیا + اس فلاسفی پر غور کرنے سے میں جس نتیجہ پر پہونچا ہوں وہ اسوقت پیش کرتا ہوں۔

مینے معلوم کیا ہے کہ جس قدر ترقیات انسان نے آجتک کی ہیں اور ہمیشہ کرے گا اُن کی جڑ ایمان بالغیب ہے + یہ ایک لذیذ فلسفہ اور لطیف سائنس ہے اگر آپ اس اصل پر غور کریں اور پھر قرآن شریف کی عظمت اور جلال آپ کو معلوم ہوگا اس مجید اور حکیم کتاب کی ترتیب اور ترکیب کیسی محکم اور ابلغ ہے۔

بت پرستی کیوں تمام ترقیات کی حارج ہوتی ہے اور کیوں **بت پرست** کا قلب **علوم حقہ** کا مخالف اور معارف کا دشمن ہوتا ہے؟ اسکی یہی وجہ ہے کہ ایمان بالغیب سے وہ محروم ہوتا ہے اور مخلوق سے ایسی دل بستگی پیدا کرتا ہے اسی کے سمجھانیکے لیے قرآن شریف میں پتھروں کو **حجارہ** کہا کیونکہ اسکے لفظ ہی میں یہ بات موجود ہے کہ **وہ جو** انسان کو ترقی سے روکدیتا ہے۔ روحانی ترقیات کے بلند در بلند جوش اس سے پست ہو جاتے اور رفتہ رفتہ بالکل سلب ہو جاتے ہیں۔ یہ کشش اور **طاقت ایمان بالغیب** میں ہے جو انسانکو ترقیات کے پہاڑوں پر چڑھا دیتا ہے اور دشوار گذار اور خطرناک راستوں کو ایسی آسانی کے ساتھ طے کرا دیتا ہے گویا وہ سیدھی سڑکیں ہیں اس کے مقابلہ میں نامراد بت پرست یہانتک گرتا ہے کہ وہ چیچک کے لیے ہی ایک دیوی اور وبا کے دیوتے مانکر مائی جن کے اصولوں تک کو چھوڑ دیتا ہے۔ اور اسطرح جسمانی صحت اور جسمانی ترقیوں سے بھی محروم ہو جاتا ہے۔ جب جسمانی ترقیوں اور مادی امور میں اسکی یہ حالت ہے تو روحانی امور میں جو عمیق در عمیق اسرار اور نہاں در نہاں راز ہوتے ہیں اسکا لیجانا بالکل ناممکن اور محال ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ بت پرستی ترقیات کی مانع ہے۔

پھر ایک اور امر قابل غور ہے انسانی فطرت میں جب ہم غور کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ انسان پرواز کرنی چاہتا ہے اور ترقیات کے میدان میں آگے سے آگے نکلنا چاہتا ہے جس قدر کوئی امر نہاں اور اسکی رسائی سے پرے ہو اُسیقدر وہ آگے بڑھ کر اس تک پہونچنے کی کوشش کرتا ہے۔ اگر سو کوٹھڑیاں بند کی ہوئی ہوں۔ اگرچہ انمیں بھوسہ کے سوا کچھہ بھی نہ ہو۔ لیکن جب ان کوٹھڑیوں کو تم کھولنا شروع کردو۔ تب ہر ایک کوٹھڑی کے کھلنے پر معًا طبیعت میں ایک بیقراری اور اضطراب دوسری کوٹھڑی کے کھلنے کے لیے ہوگا۔ یہانتک کہ تم ننانوے کوٹھڑیاں کھولدو۔ پھر بھی وہ خواہش فطرت میں بدستور موجود رہیگی جبتک کہ وہ سو ویں کوٹھڑی بھی نہ کھولدی جاوے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ فطرت انسانی تڑپ رکھتی ہے کہ نہاں در نہاں اسباب اس کے سامنے ہوں۔ اس غیب اور مخفیت ہی نے اسکو ہمت اور حوصلہ دلایا کہ وہ لگاتار ان کوٹھڑیوں کے کھولنے کے لیے جہد و کوشش کرتا رہا۔ اگر عیاں ہوتی تو اس میں وہ حرکت اور ہمت ہی پیدا نہ ہوتی۔

جس قدر خواص الاشیا ہیں وہ نہاں در نہاں ہیں اگر یہ ساری چیزیں اور تاثیرات عیاں ہوتیں تو دنیا میں حیوانات اور انسانوں کے درمیان کچھہ بھی مابہ الامتیاز نہ ہوتا۔ لوہے کے اندر جو خواص اور قوتیں ہیں جو منافع اس میں رکھے ہوے ہیں اسی طرح لکڑی اور احجار کے منافع اگر مخفی نہ ہوتے تو اسقدر ترقی یا حیرت انگیز ترقی جسنے دنیا کو حیران کر رکھا ہے اور صنعتوں کا شغلہ ہو رہا ہے نظر نہ آتی + بلکہ جسطرح جانور محدود باتوں پر ٹھیرے ہوے ہیں اسی طرح انسان بھی ہوتا + اب یہ مسئلہ کیسا صاف اور روشن نظر آتا ہے کہ ساری ترقیوں کی جڑ میں **ایمان بالغیب** کا اصول ہی کام کر رہا ہے اس اصل کو مدنظر رکھکر جب میں اسپر سوچتا ہوں ایک عجیب ذوق اور مزہ آتا ہے کہ خدا جو ہمہ علم اور ہمہ امید ہے اسنے جس حیثیت میں اپنے تئیں رکھا ہے وہ یہی ہونی چاہیے تھی کہ جس سے انسان ترقیات کے اعلیٰ مدارج اور معراج کو حاصل کرتا اسکے قویٰ میں جو ہمت اور سعی کا مادہ رکھا گیا وہ اس سے کام لیتا وہ بڑا ہی بدقسمت اور تیرہ اندرون انسان ہے جو اللہ تعالیٰ کو مادی اور مشہودی سمجھتا ہے میں سچ کہتا ہوں کہ اس سے بڑھ کر علوم حقہ کا دشمن اور کوئی شخص نہیں ہوسکتا جو **ایمان بالغیب** کی حقیقت اپنے اندر پیدا نہیں کرتا سب سے بڑھ کر حقائق اور معارف کا دشمن وہ قوم ہے جس نے مریم کے بیٹے کو خدا بنایا ہے اور اپنی فطرۃ کو علوم حقہ کے خلاف بنانے کی کوشش کی ہے۔ سائنس اور فلسفہ کی اسقدر ترقی کے دنوں میں روشنی اور تہذیب کے مدعی ہوکر بھی ابن مریم کا اعتقاد رکھنا سائنس فلسفہ۔ اور تہذیب کی مٹی پلید کرنا ہے + جب ہم ایک محدود القویٰ اور محدود العلم ہستی کو دیکھتے ہیں اسکی بابت کہا جاتا ہے کہ یہی خدا ہے تو ترقیات کی جڑیں اس سے کٹ جاتی ہیں۔ اور سعی اور مجاہدہ کی قوتوں کا استیصال وہیں ہو جاتا ہے اور آگے بڑھ سکتے ہی نہیں۔ میری سمجھ ہی میں نہیں آتا کہ حق کے دشمن علوم کے دشمن اور سچائی اور صداقت کے دشمن ایک عاجز انسان کو خدا مان کر کسطرح کہہ سکتے ہیں کہ ہم روحانی مدارج ترقی کے حاصل کرتے ہیں۔ یا روحانی خوبیاں ہم میں پیدا ہوتی ہیں؟ ہرگز نہیں ایسا دعویٰ نرا دعویٰ ہے جسپر کوئی دلیل نہیں تعجب اور حیرت کا مقام ہے کہ وہ قوم جو اپنے آپکو علوم جدیدہ کی ماہر اور سائنس اور فلسفہ کی معراج پر پہونچی ہوئی سمجھتی ہے اس نے ساری علوم کی مٹی پلید کردی جب میں ان کے اس عقیدہ پر غور کرتا ہوں تو میرا جی چاہتا ہے کہ ان کے علوم اور سائنس کے دعاوی پر تھوک دوں۔ کہاں علوم عالیہ اور کہاں ایک عاجز انسان جو عورت کی پیشاب گاہ سے پیدا ہوتا ہے اسکے خدا بنانے کا اعتقاد!!! معًا جب ہماری نظر اسپر پڑتی ہے تو سر سے پیر تک ہم اسپر محیط ہو جاتے ہیں اور اسکے سارے خال و خط اور تمام حوائج ہمارے ذہن میں سما جاتے ہیں پر کوئی بتائے کہ ہماری روح میں اس محدود اور کمزور اور ناتوان ہستی کو دیکھکر اس میں ترقی کے لیے جوش کیونکر پیدا ہو۔ اس سے دعا مانگنے کے لیے کیا جذبات اور جوش آئے جب خود اسکو دیکھتے ہیں کہ ساری رات چلاتا ہے کہ ای باپ یہ پیالہ مجھہ سے ٹالدے مگر ساری رات کی آہ و زاری اور بیقراری بیفائدہ اور رائگاں جاتی ہیں جب دیکھتے ہیں کہ خدا کی مغضوب اور لعنتی قوم اسکو پکڑکر صلیب پر چڑھا دیتی ہے اور وہ **ایلی ایلی لما سبقتانی** کہتا ہوا جان دیدیتا ہے۔ پھر اسے دیکھتے ہیں کہ پیشاب پاخانہ کے لیے بیقرار ہوتا ہے اور بھوک سے جاں بلب ہوکر انجیر کے درخت کیطرف بھاگتا ہے اور نہیں معلوم کہ یہ موسم اسکے پھل لانے کا ہے یا نہیں۔ باقی آیندہ

تفسیر القرآن بالقرآن

یہ ایک بینظیر تفسیر ہے جسکو جناب ڈاکٹر عبد الحکیم خانصاحب ایم۔ بی۔ نے کمال محنت کے ساتھ تصنیف فرماکر بغرض اصلاح حضرت مسیح آخر الزمان علیہ السلام اور مولانا نورالدین صاحب کو نصف سے زیادہ سنا دی تھی مسیح الزمان علیہ السلام نے وقتاً فوقتاً اسکی نسبت یہ ارشاد فرمائے۔ نہایت عمدہ ہے۔ شیریں بیان ہے۔ قرآنی نکات خوب بیان کیے ہیں۔ دل پر اثر کرنیوالی ہے۔ حضرت مسیح الزمان

صعود مسیح کا ابطال

ایک عیسائی قلم سے

بروئے قانون شہادۃ

کیا مسیح مُردوں میں سے جی اُٹھا تھا

اس عنوان سے ایک مضمون لنڈن کے ایک اخبار بنام کلیرٹن واقعہ ۲۶ جون ۱۹۰۳ء میں نکلا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے مسٹر رابرٹ بلاچفورڈ ڈکیٹری مسیح کے دوبارہ جی اُٹھنے کو عقل اور سائنس کے خلاف ہونے پر اسی اخبار میں متواتر آرٹیکل نکل چکے ہیں جسپر آرک ڈیکن ولسن نامی عیسائی پادری نے راشڈیل پیرس چرچ میں ایک تقریر کی جس میں اُنھوں نے مسیح کے دوبارہ جی اُٹھنے پر کچھ شواہد پیش کر کے مسٹر بلاچفورڈ کے دلائل کی تردید کی اس تقریر کا خلاصہ یہ ہے کہ کیا مسٹر بلاچفورڈ کو آجتک یہ خیال نہیں گذرا ان اٹھارہ سو سال میں کسقدر فلاسفر اور عالم گذرے ہیں جو اس مسئلہ کی صداقت پر مہر لگا گئے ہیں مسٹر بلاچفورڈ میں کونسی ایسی خصوصیت پیدا ہو گئی ہے کہ وہ اٹھارہ سو برس کی بات کو جھٹلاتے ہیں کیا وہ نہیں جانتے کہ ان کی عقل اور قویٰ محدود ہیں کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ غلطی نہیں کر سکتے اور ممکن ہے کہ اس مسئلہ کے بارہ میں غلطی پر ہوں +

ہاں اُن کے دلائل کچھ وقعت رکھ سکتے تھے۔ اگر یہ کسی معمولی آدمی کا ذکر ہوتا مگر یہاں تو معاملہ اور ہے کیونکہ جب ہم پولس وغیرہ کی چٹھیاں اور اسکے دوسرے حالات کو پڑھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے ایسے کارنامے کیے ہیں کہ عقل انسانی کو وہاں تک رسائی ہی نہیں ہے پس اگر پولس وغیرہ ایسے کام کر سکتے تھے تو پھر مسیح تو بدرجہ اولیٰ کر سکتا ہے اسی لیے اُسکا مردوں سے جی اُٹھنا ایک ناممکن امر نہیں ہے کیونکہ پولس کی نسبت مسیح سے ایسی ہے جیسی ایک تارہ کو سورج سے ہوتی ہے مسٹر بلاچفورڈ کا سائنس کو پیش کرنا بے سود ہے کیونکہ سائنس میں خود ابھی تک غلطیاں ہیں اور یہ پایہ تکمیل تک ابھی نہیں پہونچی +

پھر اسپر مسٹر بلاچفورڈ نے اس اخبار میں ایک آرٹیکل دیکر ان تمام ثبوتوں اور شہادتوں پر جو کہ پادری صاحب نے پیش کیے قانونی رنگ میں جرح کی ہے اور استعارہ کے طور پر ایک عدالت میں مسیح کے جی اُٹھنے کے مقدمہ کو پیش کر کے ایک وکیل کی زبانی ان تمام شواہد کو پیش کر کے اس امر کو ثابت کیا ہے کہ جو شہادتیں اور دلائل اس مسئلہ کی صداقت میں پیش کیے جاتے ہیں وہ بالکل بودے اور نکمے ہیں اور انکی روسے عیسائیوں کو کبھی ڈگری نہیں حاصل نہیں ہو سکتی اہل یورپ کے ان خیالات اور کارروائیوں کو دیکھکر ہم حیران ہیں کہ ہندوستان اور دوسرے ممالک میں کیوں یہ پادری لوگ عیسویت کا وعظ کرتے پھرتے ہیں کیا انکو شرم و حیا نہیں آتی کہ جس بات کو ہم اپنے یورپ کے علما و فضلا کو نہیں منوا سکے اُسے دوسرے کے آگے کیوں پیش کریں اور زیادہ تر تعجب کی یہ بات ہے کہ صرف فلاسفر ہی نہیں بلکہ بڑے بڑے پادری اور آرچ بشپ وغیرہ بھی اب بائبل اور دوسرے بعید از عقل اعتقادات سے جو کہ مسیحی مذہب کے بڑے لوازم میں سے ہیں کنارہ کش ہوتے جاتے ہیں اور علانیہ اپنی مخالفت کا اظہار کرتے ہیں۔

حدیث شریف میں ہے کہ دجال خود بخود پگھل کر نیست و نابود ہو جاوے گا۔ سو عیسویت کی موجودہ حالت نے اس حدیث کی بلفظہ تصدیق کر کے آنحضرۃ صلے اللہ علیہ وسلم اور اسلام کی صداقت پر مُہر لگا دی ہے۔

مسٹر رابرٹ بلاچفورڈ صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ اگر عیسائیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ مسیح خدا تھا وہ مردوں سے جی اُٹھا اور آسمان پر چلا گیا تو عیسویت کا ستون بہ حیثیت ایک مذہب ہونے کی یا تو قائم رہے گا اور یا گر کر پاش پاش ہو جائے گا قابل غور امر یہ ہے کہ کیا بنیادی اصول عیسویت کے سچے ہیں یا نہیں اسکے بعد انھوں نے پادری صاحب کی پوری تقریر کو جس کا خلاصہ ہم نے اوپر دیدیا ہے نقل کر کے اسکی تردید کی ہے جسکو ہم ذیل میں درج کرتے ہیں۔

مسٹر بلاچفورڈ تحریر فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے ناظرین کے ملحوظ خاطر یہ بات رہنی چاہیے کہ آرکڈیکن نے کوئی دلیل مسیح کے جی اُٹھنے پر نہیں دی ہے ٹال مٹول کر کے دامن چھڑانا چاہا ہے شہادۃ کے جس طریق پر انھوں نے سند دیا ہے اب ہم دیکھتے ہیں کہ آیا کوئی قانون یا کوئی عدالت اُسے قبول بھی کر سکتی ہے یا نہیں۔

سب سے پہلے یہ سوال ہے کہ وہ کونسی بات ہو جس کے ثبوت کے لیے آپ شہادۃ کی ضرورۃ ہو وہ ایک عجیب معجزہ ہے جس پر کروڑہا مخلوق کے مذہب کا دارومدار ہے اور وہ یہ ہے کہ قریباً دو ہزار برس گذرے کہ خدا انسان بنکر اس دنیا میں آیا اور یسوع مسیح کے نام سے مشہور ہوا صلیب دیا گیا اور اسی پتھر کی قبر میں دفن ہوا اور تیسرے دن پھر جی اُٹھا اور اپنے مزار کو چھوڑ کر آسمان پر جا بیٹھا۔ اب چونکہ یہ بات بذات خود ایک معجزہ اور بڑا اہم مسئلہ ہے اس لیے اسکے ثبوت کی شہادت بھی ایسی ہی مضبوط اور بیّن ہونی چاہیے اور ہمیں اس ثبوت کی شہادۃ کی مضبوطی کی خصوصیت سے اسلیے زیادہ ضرورۃ ہے کہ جو واقعہ آج وقوع میں آئے تو اس ثبوت کی نسبت اس واقعہ کے لیے زیادہ مضبوط ثبوت اور شہادۃ درکار ہوتی ہے جو کہ آج سے کئی ہزار برس پہلے وقوع میں آیا ہوا ہو جیسا کہ مسیح کے جی اُٹھنے کا واقعہ ہے جسکو ۱۹۰۳ برس گذر چکے ہیں پھر اسلیے بھی ضرورۃ ہے کہ جو بات ہر روز تجربہ اور مشاہدہ میں آتی رہی تو اسکی نسبت ایسی بات کے ثبوت کی زیادہ ضرورۃ ہوتی جو کہ تجربہ اور مشاہدہ سے باہر ہو جیسا کہ خدا کا اوتار بننا۔ انسان میں حلول کرنا مرکر جی اُٹھنا یہ ایسی باتیں ہیں جو کہ تجربہ اور مشاہدہ سے باہر ہیں پھر اسلیے بھی ضرورت ہے کہ یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے کہ جس کے سچے یا جھوٹے ہونیکا اثر کسی پر پڑتا ہو بلکہ یہ ایک ایسی بات ہے جس پر کروڑہا آدمیوں کی ڈھارس بندھی ہوئی ہے اور انجام کار اس لیے بھی ہمیں اس کے متعلق ایک بڑے مستحکم اور بیّن ثبوت کی ضرورۃ ہے کہ ہم جانتے ہیں کہ اس مسئلہ کے قائم کرنے والوں کو اپنے نفسانی اغراض کی تکمیل مطلوب بھی اور یہ کوئی ایسا مسئلہ نہ تھا کہ اگر ان کے حق میں فیصلہ ہوتا یا نہ ہوتا تو ان کے اغراض پر اسکا اثر نہ پڑتا۔ پس ان مذکورہ بالا واقعات کی بنا پر ہمیں حق پہونچتا ہے کہ ہم مسیح کے دوبارہ جی اُٹھنے کے ثبوت میں بڑی واضح اور بیّن اور مضبوط شہادتیں طلب کریں کیونکہ جس قدر کوئی عظیم الشان مسئلہ ہوتا ہے اسکے لیے اسی قدر عظیم الشان دلائل کی ضرورت ہوتی ہے۔

مثلاً ایک بڑھیا عورت ہم سے بیان کرے کہ ایک بلی ایک چھوٹے زینہ پر سے کود گئی اور اس واقعات کے بیان کرنے میں اُس نے کسی ذاتی منفعت کو بھی مدنظر نہ رکھا ہو تو ہمیں اس بات کے سرسری طور پر مان لینے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ بلیاں زینوں پر سے کود سکتی ہیں اور کودا کرتی ہیں پھر بڑھیا کے بیان سے ہماری اتفاق رائے کسی دوسرے شخص اذیت کا باعث نہیں ہے۔

لیکن اگر ہمیں اس بات کا علم ہو کہ بڑھیا عورت نے

اس بیان کا خود اسکی ذات یا کسی اور کی ذات پر اثر پڑتا ہے تو بڑھیا کی شہادت بلا دیگر شواہد کے ہرگز کافی نہ سمجھی جاویگی۔

فرض کرو کہ زید نے بکر کے ساتھ یہ شرط لگائی ہے کہ ایک بلی ایک زینہ پر سے ضرور کود کر گر جاوے گی تو اس صورت میں ہرگز ممکن نہیں ہے کہ بکر اس بڑھیا کی شہادت کو بلا دیگر شواہد تو یہ کے تسلیم کرے گا۔ خصوصاً اس حال میں کہ بکر کو علم ہو کہ اس بڑھیا کا زید سے کوئی رشتہ ناطہ بھی ہے۔ بکر ایسی صورت میں ضرور ایسی شہادت طلب کرے گا جس کا زید سے تعلق نہ ہو اور نہ شرط میں اس کا حصہ ہو اور اس نے آنکھوں سے بلی کو کودتے دیکھا ہو۔ لیکن اب یہاں ذرا اور غور سے کام لیجیے کہ بجائے اس کے کہ ایک زینہ پر سے کود گئی اگر ہم سے یہ منوایا جائے کہ ایک گائے ایک چاند پر سے کود گئی اور اس گائے کے مالک کا اس بیان سے کچھ فائدہ منصور ہو یا ایک قوم کی قوم اسکی تائید میں ہو اور اس کے کودنے پر شرط بھی لگی ہوئی ہو تو کیا ہم اس واقعہ کو اسی قسم کے شواہد اور ثبوتوں سے مان لیویں گے جن سے ہم نے ایک بلی کا زینہ کودنا مان لیا تھا ہرگز نہیں کیونکہ گائے کا مالک ایک ایسا فریق ہے جس پر اس واقعہ کے تسلیم یا عدم تسلیم کا اثر پڑتا ہے اور اس پر اس نے یا تو کچھ حاصل کر لینا ہے اور یا گنوا دینا ہے پھر اس کے علاوہ چاند اور زمین کے درمیان ڈھائی لاکھ کوس کا فاصلہ ہے اور بیگائے کو آج تک کسی نے گھاس کی ایک گٹھڑی پر سے بھی کودتے نہیں دیکھا اور نہ کسی زندہ یا مردہ انسان نے ہی دیکھا ہے کہ چاند تو درکنار کسی ایک گرجے پر ہی سے کوئی گائے کود گئی ہو اور اگر وہ گائے چاند پر سے کود بھی ہو اور فی گھنٹہ سو میل اسکی رفتار ہو تو اسے چاند تک آمد و رفت میں چھ ماہ درکار ہوں گے * اور اس تمام عرصہ میں اسے بے آب و دانہ وقت گذارنا ہوا زندگی بسر کرنی ہوگی۔ تو اب دیکھو کہ شرط بدنے والا کس قسم کی شہادت طلب کرے گا۔

ناظرین اگر سیکڑوں سائنس دان بھی اگر شہادت دیویں اور وہ حلف اٹھاویں کہ انھوں نے گائے کو زمین سے چاند تک جاتے اور آتے دیکھا۔ تب بھی وہ شرط باز ہرگز یقین نہ کرے گا بلکہ اگر وہ اپنی آنکھوں سے بھی گائے کو چاند پر سے کودتے دیکھے تو وہ ہرگز باور نہ کرے گا * کیوں صرف اس لیے کہ ایک گائے کے چاند پر سے کودنے کی نسبت یہ بات مان لینی بہت آسان اور قرین عقل ہے کہ وہ انسان دھوکا کھا گیا ہے یا فریب دیا گیا ہے چونکہ ہم دیکھتے اور مشاہدہ کرتے ہیں کہ علم مسمریزم اور ہپناٹیزم کے ذریعہ انسانوں پر ایسے عملیات کیے جاتے ہیں اور لوگوں کو واقعات کے رنگ میں مغالطے لگتے ہیں۔ لیکن آج تک کوئی گائے حقیقتاً کبھی چاند پر سے نہیں کودی ایسے کرتب عقل اور سائنس اور انسانی تجارب کے بالکل برخلاف ہیں۔ اور اگر وہ شرط باز تحقیق کی رو سے اس واقعہ کو ماننا چاہے تو ہرگز باور نہ کریگا۔

اب اس گائے کے مقدمہ میں جو حیثیت اس شرط باز کی ہے وہی حیثیت تمام حق پرستوں اور قوی الاعتقاد دلوں کی معجزات* کے مقابل میں ہے *

* یہاں معجزات سے مراد مسیحی معجزات ہیں جس کا نمونہ اوپر بیان ہوا کہ مسیح مردہ ہو کر زندہ ہو کر آسمان پر جا بیٹھا وغیرہ وغیرہ نہ کہ وہ معجزات جو کہ عقل نقل اور سائنس اور انسانی تجارب سے بھی معجزہ دکھلاتے ہیں اور جنکو قرآن نے صداقت اسلام کے شواہد اور دلائل میں پیش کیا ہے *

* صاحب مضمون کو حضرت ابو ہریرہ کے دفاری [illegible] کی غلطی معلوم ہوتی ہے۔

اب ذرا اس بیان پر بھی غور کیجیے جو کہ

مسیح کے مر کر جی اٹھنے کے قائل دیتے ہیں

ہم سے یہ منوایا جاتا ہے کہ قادر مطلق اور رزاق الغرق خدا تعالیٰ جسنے دو کروڑ سورجوں کو پیدا کیا وہ نیچے زمین پر اترا ایک عورت کے پیٹ سے پیدا ہوا۔ صلیب پر چڑھایا گیا وہیں اسکی جان نکلی تین دن تک قبر میں مدفون رہا اور پھر زندہ ہو کر آسمان پر جا بیٹھا۔ یہ تو دعویٰ ہے اب دیکھا جاتا ہے کہ ہیبت ناک معجزہ کے منوانے میں کس قسم کے شواہد پیش کیے جاتے ہیں کیا کوئی مرد یا عورت ویسی زندہ ہے جس نے خدا تعالیٰ کو دیکھا ہو؟ کوئی نہیں۔ کیا کوئی مرد یا عورت ایسا زندہ ہے جسنے مسیح کو دیکھا ہو؟ کوئی نہیں۔ تو اسوقت کوئی بھی ایسا آدمی زندہ نہیں ہے جو کہ کہہ سکے کہ خدا زندہ موجود ہے * یا مسیح زندہ موجود ہے زیادہ سے زیادہ ان کا یہ قول ہو سکتا ہے کہ ہمارا اعتقاد ہے کہ خداوند اور مسیح زندہ موجود ہیں۔

آج ۱۹۰۰ سو سال گذر گئے لیکن کسی تاریخدان نے یہ نہ بیان کیا کہ کوئی خدا بھی زمین پر دیکھنے میں آیا ہے۔

عیسائی لوگ دوسرے مذاہب کے نفائے ربانی کے اعتقادوں کا انکار کرتے ہیں اور دوسرے مذاہب اور خدا اور مسیح کی نسبت جو اعتقاد عیسائیوں کے ہیں انہیں انکار کرتے ہیں۔

ہمیں کوئی سبب نظر نہیں آتا کہ کیوں خدا کو نیچے زمین پر آنیکی پھر ایک عورت کے پیٹ سے پیدا ہونیکی اور صلیب پر جان دینے کی ضرورت پڑی۔ وہ تو ان باتوں کے بغیر ہی انسانوں کو اپنی ہستی منوا اور انکو اپنا مطیع بنا سکتا تھا۔ صرف اس بات سے اس نے یہ تصرف نوع انسان پر حاصل نہیں کیا ہے دنیا کی آبادی کی ایک تہائی نے بھی عیسویت کو آج تک قبول نہیں کیا اور پھر انہیں سے ۱۰ فیصدی بھی ایسے عیسائی نہیں ہیں جنکو سچا عیسائی اور سچا ایماندار کہا جاوے۔ ان باتوں سے ظاہر ہے کہ مر کر جی اٹھنا بالکل بے سود غیر ضروری ہے اور ایک لغو کام اور انسانی تجارب اور سائنس کے بھی برخلاف ہے۔

اچھا تو اب وہ شہادت جو اس کے بارہ میں پیش کی جاتی ہے کس قسم کی ہے؟ عام خیال یہ ہے کہ ان انجیلوں کو متی مرقس لوقا اور یوحنا نے لکھا ہے اور یہ سب مسیح کے ہمعصر تھے اور ان سب کی زندگی میں ہی انجیلیں لکھی جا کر شائع ہو گئیں لیکن نئے عہد نامہ کے علاوہ اور کوئی ایسی شہادت نہیں جس سے اتنا بھی پتہ لگے کہ ان رسولوں میں سے کبھی کسی کا وجود بھی تھا اور جو کچھ کہ نئے عہد نامہ میں لکھا ہے اسکے سوا ہمیں پولوس پطرس یوحنا مرقس لوقا اور متی کا کچھ حال معلوم نہیں اور نہ اسکے باہر ہمیں کوئی اور تاریخی شہادت مسیح کی الوہیت کنواری کے بچہ جننے۔ اور مسیح کے مردہ سے جی اٹھنے اور آسمان پر چلے جانے کی ملتی ہے۔

اب واقعات کی رو سے قبل اسکے کہ ہمیں یہ ہیبت ناک مسئلہ مردہ سے جی اٹھنے کا منوایا جاوے کیا یہ ضروری نہیں کہ ان نوشتوں کے صحیح اور قابل وثوق ہونے کے بارہ میں کافی شہادت ہمارے روبرو پیش کر دی جاوے۔ پیشتر اسکے کہ تم اس معجزہ کو ثابت کرو کہ یہ مقدمہ عدالت میں ایک جج کے سامنے پیش ہوتا تو اب ہم غور کریں کیا اس کا کیا نتیجہ ہوگا۔

ان نوشتوں کی طرف سے ایک وکیل پیش ہو کر بیان کرتا ہے۔

وکیل۔ جناب عالی پولوس نے یہ بیان کیا ہے کہ خود اس نے اور دوسروں نے معجزات دکھلائے۔

جج۔ کیا تمہارا ارادہ پولوس کو طلب کرانے کا ہے۔

وکیل۔ نہیں حضور وہ تو مر گیا ہوا ہے۔

جج۔ کیا اس نے کوئی حلفی بیان اس کے متعلق دیا ہے۔

وکیل۔ نہیں جناب حلفی بیان تو نہیں لیکن اس کے کچھ خطوط اندنوں شائع ہوئے ہیں اور میں انکو شامل مثل کرانا چاہتا ہوں۔

جج کیا ان خطوط پر اس کا حلفی بیان ہے

وکیل نہیں۔
جج کیا ان پر اسکے دستخط ہیں۔
وکیل۔ نہیں۔
جج کیا وہ پولوس کی اپنے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہیں۔
وکیل نہیں جناب وہ صرف نقول ہیں اور اصلی خط گم ہو گئے ہیں۔
جج۔ اچھا پولوس کون آدمی تھا۔
وکیل وہ غیر یہود اقوام کا رسول تھا۔
جج کیا تم اسے طلب کرنا چاہتے ہو
وکیل نہیں، وہ تو مردہ ہے زندہ نہیں ہے۔
جج تمہارے اس فرضی گواہ پولوس کو فوت ہو کر کتنا عرصہ ہوا۔
وکیل ابھی اُسے دو ہزار برس نہیں ہوئے۔
جج دو ہزار برس کا مردہ۔ کیا تم ایسی شہادت پیش کر سکتے ہو جس سے ثابت ہو کہ اس کا وجود کبھی بھی صفحہ ہستی پہ تھا۔
وکیل صرف واقعات اور قرائن سے کچھ معلوم ہو سکتا ہے
جج میں ایک ایسے گواہ کے بیانات پڑھنے کی ہرگز تمکو اجازت نہیں دیتا جو کہ قریب دو ہزار برس سے مردہ مانا جاتا ہے اور نہ اسکی نامزدہ شخصیوں کو بطور شہادت کے قبول کرتا ہوں۔
وکیل حضور اب میں یہ ظاہر کرانا چاہتا ہوں کہ مسیح کو مردہ سے جی اُٹھتے ہوئے مریم مگدلینی اور ایک رومی سپاہی نے دیکھا!
جج اچھا اسکو بلاؤ۔
وکیل جناب۔ وہ تو مر گیا ہوا ہے۔
جج کوئی اُس کا بیان یا اظہار
وکیل کوئی نہیں۔
جج اسکی گواہی کو خارج کر دو۔ اور مریم مگدلینی کو طلب کرو۔
وکیل وہ بھی مردہ ہے۔ لیکن میں دکھاؤں گا کہ اُس نے مسیح کے حواریوں کو کہا کہ
جج جو کچھ اُسنے حواریوں کو کہا وہ کوئی شہادت نہیں ہے۔
وکیل بہت اچھا حضور۔ اب میں متی مرقس لوقا اور یوحنا وغیرہ کے بیانات پیش کرتا ہوں۔
جج ان لوگوں کے اصل نام کیا کیا ہیں
وکیل مجھے ان کا مطلق علم نہیں ہے
جج۔ کیا تحقیق کر کے بتلاؤ گے
وکیل متی بیان کرتا ہے کہ
جج کیا متی کو طلب کرنا چاہتے ہو
وکیل نہیں جناب۔ وہ تو مر گیا ہوا ہے۔
جج مجھے معلوم ہوتا ہے کہ مسیح کے جی اُٹھنے کو ثابت کرنے کے لیے خود تمکو بھی مر کر جی اُٹھنا پڑیگا کیا مرقس اور یوحنا بھی مر گئے ہوئے ہیں
وکیل ہاں جناب۔

جج وہ کون تھے۔
وکیل مجھے اس کا علم نہیں۔
جج ان کے جن بیانات کا تم حوالہ دینا چاہتے ہو کیا وہ ان کے اپنے دستخطی ہیں
وکیل انھوں نے خود تو انکو نہیں لکھا اور نہ یہ ان کے اپنے بیانات ہیں بلکہ اُن کے بیانات کے مطابق کسی کے بیانات ہیں۔ اور درحقیقت یہ تمام بیانات ترجموں کی نقلوں کی نقلیں ہیں۔
جج ایسی سُنی سنائی شہادت کو کس نے نقل کیا اور پھر بعد ازاں کس نے ترجمہ در ترجمہ اور نقل در نقل کیا۔
وکیل مجھے علم نہیں۔
جج کیوں تمکو کسی بات کا بھی علم نہیں ہے۔
وکیل کیونکہ کوئی شہادت اس امر کی نہیں ملتی کہ قبل اس کے کہ مصنف مر گئے ہوں ان کاغذات کا کسی نے نام بھی سنا ہو۔
جج ایسا مقدمہ آج تک میری سماعت میں نہیں آیا اور میں ان کاغذات کا حوالہ دینے کی ہرگز آپکو اجازت نہیں دیتا اور نہ یہ کسی قسم کی شہادۃ ہے۔ کیا کوئی شہادۃ ہے۔
وکیل نہیں جناب

اس کے بعد مسٹر بلاچفورڈ فرماتے ہیں کہ آرکڈیکن نے جو شہادت مسیح کے جی اُٹھنے کی دی تھی قانونی طور پر اسکی یہ حقیقت ہے جو اوپر دکھلائی ہے اور جس شخص کو شہادتوں کے وزن کرنے کا تھوڑا سا ملکہ بھی ہوگا تو وہ اس بارہ میں دیکھ لے گا۔

اول تو کوئی بیرونی شہادت اس کے بارہ میں مطلق نہیں ہے جو کچھ ہے وہ نئے عہد نامہ میں ہے جو کہ صرف عیسائیوں کے نزدیک ایک مستند کتاب ہے۔ دوسرے کوئی بھی ایسا ثبوت نہیں ہے جس سے یہ ظاہر ہو کہ انجیلیں کسی نے لکھی جاتی دیکھی ہوں۔ تیسرے یہ کہ پولوس کی شہادت بھی کوئی عینی شہادت نہیں۔ چوتھے یہ کہ اگرچہ اس امر کی شہادت ہے کہ بعض انجیلوں کا پتہ اول صدی میں ہی لگ گیا تھا۔ لیکن اس امر کی کوئی شہادت نہیں ہے کہ موجودہ مروجہ انجیلوں کا اس وقت کوئی وجود نہ تھا یا بجز اس اگر ہم یہ مان بھی لیویں کہ موجودہ انجیلوں اور پولوس کے خطوط اصل مسودہ کو ان لوگوں نے ترتیب دی جنھوں نے مسیح کو دیکھا اور یہ آدمی بڑی دیانتدار اور قابل اعتبار بھی ہوں تو بھی یہ اطمینان کیسے حاصل ہو سکتا ہے کہ جو کچھ انھوں نے اُس وقت لکھا تھا وہی بلا کسی تغیر و تبدل کے ہم تک پہونچا ہے۔

حضرۃ اقدس کیطرفسے جماعۃ کو ارشاد

چونکہ ہماری تمام جماعت کو معلوم ہوگا کہ اصل غرض خدا تعالیٰ کی میرے بھیجنے سے یہی ہے کہ جو جو غلطیاں اور گمراہیاں عیسائی مذہب نے پھیلائی ہیں انکو دور کر کے دنیا کے عام لوگوں کو اسلام کی طرف مائل کیا جاوے اور اس غرض مذکورہ بالا کو جسکو دوسرے لفظوں میں احادیث صحیحہ میں کسر صلیب کے نام سے یاد کیا گیا ہے پورا کیا جائے اس لیے اور **انھیں اغراض کے پورا کرنے کے لیے رسالہ انگریزی جاری کیا گیا** ہے جس کا شیوع یعنی شائع ہونا امریکہ اور یورپ کے اکثر حصوں میں بخوبی ثابت ہو چکا ہے اور بہت سے دلوں پر اثر پڑنا شروع ہو گیا ہے بلکہ اُمید سے زیادہ اس رسالہ کی شہرت ہو چکی ہے اور لوگ نہایت سرگرم شوق سے اس رسالہ کے منتظر پائے جاتے ہیں لیکن اب تک اس رسالہ کے شائع کرنے کے لیے سرمایہ کا انتظام کافی نہیں اگر **اگر خدا نہ خواستہ یہ رسالہ کم توجہی اس جماعت سے بند ہو گیا تو یہ واقعہ اس سلسلہ کے لیے ایک ماتم ہوگا** اس لیے میں پورے زور کے ساتھ اپنی جماعت کے مخلص جوان مردوں کو اس طرف توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اس رسالہ کی اعانت اور مالی امداد میں جہاں تک اُنسے ممکن ہے اپنی ہمت دکھلا دیں دنیا جائے گذشتنی گذاشتنی ہے اور جب انسان ایک ضروری وقت میں ایک نیک کام کے بجا لانے میں پوری کوشش نہیں کرتا تو پھر وہ گیا وقت ہاتھ میں نہیں آتا اور خود میں دیکھتا ہوں کہ بہت سا حصہ عمر کا گذار چکا ہوں اور الہام الٰہی اور قیاس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ باقیماندہ تھوڑا سا حصہ ہے **پس جو کوئی میری موجودگی اور میری زندگی میں میرے منشا کے مطابق میری اغراض میں مدد دیگا میں اُمید رکھتا ہوں کہ وہ قیامۃ میں میرے ساتھ ہوگا۔** اور جو شخص ایسی مہمات میں مال خرچ کرے گا میں اُمید نہیں رکھتا ہوں کہ اُس مال کے خرچ سے اُسکے مال میں کچھ کمی آجائے گی بلکہ اُسکے مال میں برکت ہوگی پس چاہیے کہ خدا تعالیٰ پر توکل کر کے

پورے اخلاص اور جوش اور ہمت سے کام لیں کہ یہی وقت خدمتگذاری کا ہے پھر بعد اس کے وہ وقت آجائے گا کہ اگر ایک سونے کا پہاڑ بھی اس راہ میں خرچ کریں اسوقت کے پیسہ کی برابر نہیں ہوگا یہ ایک ایسا مبارک وقت ہے کہ تم میں وہ خدا کا فرستادہ موجود ہے جسکی صدہا سال سے اُمتیں انتظار کر رہی تھیں اور ہر روز خدا تعالیٰ کی تازہ وحی تازہ بشارتوں سے بھری ہوئی نازل ہو رہی ہے اور خدا تعالیٰ نے متواتر ظاہر کر دیا ہے کہ واقعی اور حقیقی طور پر وہی شخص اس جماعت میں داخل سمجھا جائے گا کہ اپنے عزیز مال کو اس راہ میں خرچ کرے گا یہ ظاہر ہے کہ تم دو چیز سے محبت نہیں کر سکتے اور تمھارے لیے ممکن نہیں کہ مال سے بھی محبت کرو اور خدا سے بھی محبت صرف ایک سے محبت کر سکتے ہو پس خوش قسمت وہ شخص ہے کہ خدا سے محبت کرے اور کوئی تم میں سے خدا سے محبت کر کے اسکی راہ میں مال خرچ کرے گا تو میں یقین رکھتا ہوں کہ اُسکے مال میں بھی دوسروں کی نسبت زیادہ برکت دیجائیگی کیونکہ مال خود بخود نہیں آتا بلکہ خدا کے ارادہ سے آتا ہے پس جو شخص خدا کے لیے بعض حصہ مال کا چھوڑتا ہے ضرور اُسے پائے گا لیکن جو شخص مال سے محبت کر کے خدا کے راہ میں وہ خدمت بجا نہیں لاتا جو بجا لانی چاہیے تو وہ ضرور اُس مال کو کھوئے گا یہ مت خیال کرو کہ مال تمھاری کوشش سے آتا ہے بلکہ دراصل خدا کی طرف سے آتا ہے اور یہ مت خیال کرو کہ تم کوئی حصہ مال کا دیکر یا کسی اور رنگ سے کوئی خدمت بجا لاکر خدا تعالیٰ اور اُسکے فرستادہ پر کچھ احسان کرتے ہو بلکہ یہ اُس کا احسان ہے کہ تمھیں اس خدمت کے لیے بلاتا ہے اور میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اگر تم سب کے سب مجھے چھوڑ دو اور خدمت اور امداد سے پہلو تہی کرو تو وہ ایک قوم پیدا کر دے گا کہ اس خدمت کو بجا لائے گی تم یقیناً سمجھو کہ یہ کام آسمان سے ہے اور تمھاری خدمت صرف تمھاری بھلائی کے لیے ہے پس ایسا نہ ہو کہ تم دل میں تکبر کرو اور یا یہ خیال کرو کہ ہم خدمت مالی یا کسی قسم کی خدمت کرتے ہیں میں بار بار تمھیں کہتا ہوں کہ خدا تمھاری خدمتوں کا ذرہ محتاج نہیں ہاں تم پر یہ اُس کا فضل ہے کہ تمکو خدمت کا موقع دیتا ہے تھوڑے دن ہوئے کہ مجھکو خدا تعالیٰ کی طرف سے الہام ہوا تھا کہ اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ

اَنَا فَاتَّخِذْنِیْ وَکِیْلًا یعنی میں ہی ہوں کہ ہر ایک کام میں کارساز ہوں پس تو مجھکو ہی وکیل یعنی کارساز سمجھ لے اور دوسروں کا اپنے کاموں میں کچھ بھی دخل مت سمجھ جب یہ الہام مجھکو ہوا تو میرے دل پر ایک لرزہ پڑا اور مجھے خیال آیا کہ میری جماعت ابھی اس لائق نہیں کہ خدا تعالیٰ اُن کا نام بھی لے اور مجھے اس سے زیادہ کوئی بھی حسرت نہیں کہ میں فوت ہو جاؤں اور جماعت کو ایسی ناتمام اور خام حالت میں چھوڑ جاؤں میں یقیناً سمجھتا ہوں کہ بخل اور ایمان ایک ہی دل میں جمع نہیں ہو سکتے جو شخص سچے دل سے خدا تعالیٰ پر ایمان لاتا ہے وہ اپنا مال صرف اُس مال کو نہیں سمجھتا کہ اُسکے صندوق میں بند ہے بلکہ وہ خدا تعالیٰ کے تمام خزائن کو اپنے خزائن سمجھتا ہے اور امساک اُس سے اسطرح دور ہو جاتا ہے جیسا کہ روشنی سے تاریکی دور ہو جاتی ہے اور یقیناً سمجھو کہ صرف یہی گناہ نہیں کہ میں ایک کام کے لیے کہوں اور کوئی شخص میری جماعت میں سے اُسکی طرف کچھ التفات نہ کرے بلکہ خدا تعالیٰ کے نزدیک یہ بھی گناہ ہے کہ کوئی کسی قسم کی خدمت کر کے یہ خیال کرے کہ میں نے کچھ کیا ہے اگر تم کوئی نیکی کا کام بجا لاؤگے اور اسوقت کوئی خدمت کروگے تو اپنی ایمانداری پر مہر لگا دو گے اور تمھاری عمریں زیادہ ہونگی اور تمھارے مالوں میں برکت دیجائیگی مجھے اس بات کی تصریح کی ضرورت نہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کیا کیا خدمات بجا لائے تھے اب تم سوچکر دیکھو کہ یہ خدمات اُن خدمات کے مقابل پر کیا چیز ہیں میں تم میں بہت دیر تک نہیں رہونگا اور وہ وقت چلا آتا ہے کہ تم پھر مجھے نہیں دیکھوگے اور بہتوں کو حسرت ہوگی کہ کاش ہمنے نظر کے سامنے کوئی قابل قدر کام کیا ہوتا سو اسوقت اُن حسرات کا تدارک کرو جسطرح پہلے نبی رسول اپنی اُمتوں میں نہیں رہے میں بھی نہیں رہوں گا سو اسوقت کی قدر کرو اور اگر تم اسقدر خدمت بجا لاؤ کہ اپنی غیر منقول جائیدادوں کو اس راہ میں بیچ دو پھر بھی ادب سے دور ہوگا کہ تم خیال کرو کہ ہمنے کوئی خدمت کی ہے تمھیں معلوم نہیں کہ اسوقت رحمت الٰہی اس دین کی تائید میں جوش میں ہے اور اُسکے فرشتے دلوں پر نازل ہو رہے ہیں ہر ایک عقل اور فہم کی بات جو تمھارے دلمیں ہے وہ تمھاری طرف سے نہیں بلکہ خدا کی طرف سے ہے آسمان پر عجیب سلسلہ انوار جاری اور نازل ہو رہا ہے پس میں بار بار کہتا ہوں کہ خدمت میں جان توڑ کوشش کرو مگر دل میں مت لاؤ کہ ہمنے کچھ کیا ہے

اگر تم ایسا کروگے ہلاک ہو جاؤگے یہ تمام خیالات ادب سے دور ہیں اور جسقدر بے ادب جلد تر ہلاک ہو جاتا ہے ایسی جلد کوئی ہلاک نہیں ہوتا اور میں یہ بھی کہتا ہوں کہ اس خدمت کے ساتھ دوسری خدمتوں میں بھی سُست مت ہو بہت نادان وہ شخص ہے کہ وہ اگر کوئی نیکی کرتا ہے تو اسطرح پر کہ ایک نیکی میں فتور ڈالکر دوسری نیکی بجا لاتا ہے وہ خدا کے نزدیک کچھ چیز نہیں بلکہ تم اُن نیکیوں اور اُن خدمتوں کو بھی اپنے دستور کے مطابق بجا لاؤ اور یہ نئی خدمت جو بتائی جاتی ہے اسمیں بھی پوری کوشش کا نمونہ دکھاؤ اگر اس رسالہ کی اعانت کے لیے اس جماعت میں دس ہزار خریدار اردو یا انگریزی کا پیدا ہو جائے تو یہ رسالہ خاطر خواہ چل نکلے گا اور میری دانست میں اگر بیعت کرنے والے اپنی بیعت کی حقیقت پر قائم رہ کر اس بارہ میں کوشش کریں تو اسقدر تعداد کچھ بہت نہیں بلکہ جماعت موجودہ کے تعداد کے لحاظ سے یہ تعداد بہت کم ہے سوائے جماعت کے سچے مخلصو خدا تمھارے ساتھ ہو تم اس کام کے لیے ہمت کرو خدا تعالیٰ آپ تمھارے دلوں میں القا کرے کہ یہی وہ وقت ہمت کا ہے اب اس سے زیادہ کیا لکھوں خدا تعالیٰ آپ لوگوں کو توفیق دیوے آمین ثم آمین۔

الراقم خاکسار میرزا غلام احمد از قادیان

حضرۃ اقدس علیہ السلام کی اس تحریک پر ہمارے بعض احباب نے اصل مسودہ کو ہی پڑھکر تعمیل حکم میں بڑی سرگرمی دکھلائی ہے۔ چنانچہ حکیم محمد حسین صاحب قریشی اور خواجہ کمال الدین صاحب اور حکیم فضل الدین صاحب نے اُسیوقت دس دس رسالے اپنے خرچ پر بھجوانے منظور کیے اور ایسا ہی بہت سارے دوسرے احباب نے خود خریداری میگزین منظور کی اور بعض احباب نے آٹھ آٹھ دس دس رسالے غیر احباب کے نام بھجوا کر اُنکو خریدار بنایا اسلیے سب احباب کی خدمت میں التماس ہے کہ حضرت اقدس کا ارشاد جو دس ہزار خریدار میگزین پیدا کرنیکا ہے اسکی تعمیل میں ہر طرح سے کوشش کریں سب احباب خواندہ ہوں یا ناخواندہ اسکو خریدیں اور حسب توفیق اردو یا انگریزی رسالہ کی دو دو چار چار دس دس بیس بیس کاپیاں خود خرید کر باہر بھجوا دیں۔ جو خود رسالہ کی پوری قیمت نہ دے سکتے ہوں وہ ایک دوسرے کے ساتھ ملکر ایک ایک رسالہ خریدیں اور اپنے احمدی احباب کو اور دوسرے دوستوں کو جو مذہب اسلام سے دلچسپی رکھتے ہیں اسکے خرید کرنیکے لیے مجبور کریں کیونکہ یہ رسالہ مذہب اسلام کی صداقت کو دکھاتا اور غیر مذاہب عیسائیوں آریوں وغیرہ کے اعتراضوں کا جواب دیتا ہے اور زبان انگریزی میں ترجمہ ہو کر یورپ امریکہ اور دنیا کے دوسرے حصوں میں جاتا ہے۔ اگر ہماری جماعت میں سے پانچسو آدمی ایسی ہمت پیدا ہو جاوے کہ دس دس رسالے اپنے خرچ پر

بسم اللہ الرحمن الرحیم رجسٹرڈ ایل نمبر ۷۷ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون

ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسہم

انا اٰوی القریۃ

الحکم

قادیاں دارالامان

سنہ ۱۳۲۹

چہ گویم با تو گر آئی بہ ہادر قادیاں بینی

دوا بینی شفا بینی غرض دارالامان بینی

شیخ یعقوب علی تراب ایڈیٹر احمدی

نمبر ۳۶ | مورخہ ۲۴ ستمبر سنہ ۱۹۰۳ء مطابق ۸ رجب المرجب سنہ ۱۳۲۱ء روز چارشنبہ | جلد ۷

امورِ منزلیہ

اللہ تعالیٰ کی حمد و ستائش کرتے ہوئے ہم نہائت خوشی کے ساتھ اپنی قوم کو یہہ مژدہ راحت افزا سُناتے ہیں کہ ۲۲ ستمبر سنہ ۱۹۰۳ء کو حضرت حکیم الامۃ مولانا مولوی نورالدین صاحب سلمہ ربہ کے چھوٹے گھر میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے دوسرا **بیٹا** پیدا ہوا۔ ہماری دلی دعا ہے کہ اس مولود مسعود کی ولادت سلسلہ عالیہ احمدیہ کے لئے برکات کا باعث ہو اور یہہ بچہ جو عزیزی **عبدالحی** سلمہ اللہ تعالیٰ کا چھوٹا بھائی ہے اپنے بھائی کی طرح اپنے رنگ میں اللہ تعالیٰ کا ایک نشان اور حجت ہو۔ اپنے فیض رساں باپ کی طرح ابنائے آدم کے لئے ہر طرح نافع الناس ہو کر **اما ما ینفع الناس فیمکث فی الارض** سے متمتع ہونے والا ٹھیرے۔ وہ اسلام کا سچا خادم ہو اور قوموں کے درمیان قرآن کریم کی تبلیغ اور اشاعت کا ذریعہ ہو۔ غرض وہ ہر پہلو اور ہر رنگ میں اپنی قوم اور ملک کے لئے ایک نافع وجود ہو۔ آمین۔ ہم صدق دل سے اپنے محترم مخدوم کی خدمت میں قوم کی طرف سے مبارکباد عرض کرتے ہیں۔

بچہ کا نام حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عبدالقیوم تجویز فرمایا ہے

اس مولود مسعود کی پیدائش کی خبر سُنکر حضرت حجۃ اللہ نے جو کچھ فرمایا ہے وہ کسی دوسری جگہ درج کرینگے۔ ۲۸ ستمبر کو عقیقہ اور ختنہ بھی کیا گیا۔

کلمات طیبات حضرت امام الزمان سلمہ الرحمن

(حجۃ اللہ حضرت جہلم میں)

۱۷ جنوری ۱۹۰۳ء کو کچہری جانے سے پیشتر اعلیٰ حضرت نے ہمارے مخترم مخدوم جناب خان محمد عجب خان صاحب آف زیدہ کو خطاب کرکے فرمایا کہ آپ نے رخصت لی ہے۔ ہمارے پاس بھی رہنا چاہیئے خانصاحب نے دارالامان آنے کا وعدہ کیا اور تھوڑی دیر کے بعد پوچھا کہ انت منی و انا منک پر یہ لوگ اعتراضات کرتے ہیں اس کا کیا جواب دیا جاوے۔

فرمایا

انت منی تو بالکل صاف ہے اس پر کسی قسم کا اعتراض اور نکتہ چینی نہیں ہو سکتی میرا ظہور محض اللہ تعالیٰ ہی کے فضل سے ہے اور اسی سے ہے۔ دوسرا حصہ اس الہام کا کسیقدر شرح طلب ہے سو یاد رکھنا چاہیئے کہ اصل بات یہہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جیسا قرآن شریف میں بار بار اسکا ذکر ہوا ہے وحدہٗ لاشریک ہے نہ اسکی ذات میں کوئی شریک ہے نہ صفات میں نہ افعال الہیہ میں سچی بات یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی توحید پر ایمان کامل اسوقت تک نہیں ہو سکتا جب تک انسان ہر قسم کے شرک سے پاک ہو توحید تب ہی پوری ہوتی ہے کہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کو کیا باعتبار ذات اور کیا باعتبار صفات اور افعال کے بے مثل مانے نادان میرے اس الہام پر تو اعتراض کرتے ہیں اور سمجھتے نہیں کہ اسکی حقیقت کیا ہے۔ لیکن اپنی زبان سے ایک خدا کا اقرار کرنے کے باوجود بھی اللہ تعالیٰ کی صفات دوسرے کیلئے تجویز کرتے ہیں جیسے حضرت مسیح علیہ السلام کو محی اور ممیت مانتے ہیں۔ عالم الغیب مانتے ہیں حی القیوم مانتے ہیں کیا یہہ شرک ہے یا نہیں؟ یہ خطرناک شرک ہے جس نے عیسائی قوم کو تباہ کیا ہے اور اب مسلمانوں نے اپنی بدقسمتی سے ان کے اس قسم کے اعتقادوں کو اپنے اعتقادات میں داخل کر لیا ہے۔ پس اس قسم کے صفات جو اللہ تعالیٰ کے ہیں کسی دوسرے انسان میں خواہ وہ نبی ہو یا ولی تجویز نہ کرے اور اسیطرح خدا تعالیٰ کے افعال میں بھی کسی دوسرے کو شریک نہ کرے۔ دنیا میں جو اسباب کا سلسلہ جاری ہے بعض لوگ اس حد تک اسباب پرست ہو جاتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کو بھول جاتے ہیں۔ توحید کی اصل حقیقت تو یہ ہے کہ شرک فی الاسباب کا بھی شائبہ باقی نہ رہے خواص الاشیاء کی نسبت کبھی یہ یقین نہ کیا جاوے کہ وہ خواص ان کے ذاتی ہیں بلکہ یہہ ماننا چاہیئے کہ وہ خواص بھی اللہ تعالیٰ نے انہیں دولعیت رکھے ہیں جیسے تربد اسہال لاتی ہے یا سم الفار ہلاک کرتا ہے۔ اب یہ قوتیں اور خواص ان چیزوں کے خود بخود نہیں ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں رکھے ہوئے ہیں اگر وہ نکال لے تو پھر نہ تربد دست آور ہو سکتی ہے اور نہ سنکھیا ہلاک کرنے کی خاصیت رکھ سکتا ہے اور نہ اوسے کھا کر کوئی مر سکتا ہے غرض اسباب کے سلسلہ کو حد اعتدال سے نہ بڑھاوے اور صفات و افعال الہیہ میں کسی کو شریک نہ کرے۔ تو توحید کی حقیقت اسمیں متحقق ہوگی اور اسے موحد کہیں گے لاکن اگر وہ صفات و افعال الہیہ کو کسی دوسرے کے لئے تجویز کرتا ہے تو وہ زبان سے گو کتنا ہی توحید ماننے کا اقرار کرے وہ موحد نہیں کہلا سکتا۔ ایسے موحد تو آریہ بھی ہیں جو اپنی زبان سے کہتے ہیں کہ ہم ایک خدا کو مانتے ہیں لیکن باوجود اس اقرار کے وہ یہہ بھی کہتے ہیں کہ روح اور مادہ کو خدا نے پیدا نہیں کیا۔ وہ اپنے وجود اور قیام میں اللہ تعالیٰ کے محتاج نہیں ہیں گویا اپنی ذات میں ایک مستقل وجود رکھتے ہیں اس سے بڑھ کر اور کیا شرک ہوگا۔ اسی طرح پر بہت سے لوگ ہیں جو شرک اور توحید میں فرق نہیں کر سکتے ایسے افعال اور اعمال انسے سرزد . . . ہوتے ہیں یا وہ اس قسم کے اعتقادات رکھتے ہیں جنمیں صاف طور پر شرک پایا جاتا ہے۔ مثلاً کہدیتے ہیں کہ اگر فلاں شخص نہوتا تو ہم ہلاک ہو جاتے یا فلاں کام درست نہ ہوتا۔ پس انسان کو چاہیئے کہ اسباب کے سلسلہ کو حد اعتدال سے نہ بڑھاوے اور صفت و افعال الہیہ میں کسیکو شریک نہ کرے۔

انسان میں جو قوتیں اور ملکے اللہ تعالیٰ نے رکھے ہیں انمیں وہ حد سے نہیں بڑھ سکتے۔ مثلاً آنکھ اوس نے دیکھنے کے لئے بنائی ہے اور کان سننے کے لئے زبان بولنے اور ذائقہ کے لئے اب یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ وہ کانوں سے بجائے سننے کے دیکھنے کا کام لے اور زبان سے بولنے اور چکھنے کی بجائے سننے کا کام لے۔ ان اعضاء اور قویٰ کے افعال اور خواص محدود ہیں مگر اللہ تعالیٰ کے افعال اور صفات محدود نہیں ہیں اور وہ لیس کمثلہ شئی ہے۔ غرض یہ توحید تب ہی پوری ہوگی جب اللہ تعالیٰ کو ہر طرح سے واحد لاشریک یقین کیا جاوے اور انسان اپنی حقیقت کو ہالکۃ الذات اور باطلۃ الحقیقت سمجھ لے کہ نہ میں اور نہ میری تدابیر اور اسباب کچھ چیز ہیں۔

اس سے ایک شبہ پیدا ہوتا ہے کہ شائد ہم استعمال اسباب سے منع کرتے ہیں یہہ صحیح نہیں ہے ہم اسباب کے استعمال سے ممنع نہیں کرتے بلکہ رعائت اسباب بھی ضروری ہے کیونکہ انسانی بناوٹ بجائے خود اس رعائت کو چاہتی ہے لیکن اسباب کا استعمال اس حد تک نہ کرے کہ اون کو خدا کا شریک بناوے بلکہ اونکو بطور خادم سمجھے جیسے کسی کو بٹالہ جانا ہو تو وہ یکہ یا ٹٹو کرایہ کرتا ہے۔ تو اصل مقصد اوس کا بٹالہ پہنچنا ہے نہ وہ ٹٹو یا یکہ پس اسباب پر کلی بھروسہ نہ کرے یہ سمجھے کہ ان اسباب میں اللہ تعالیٰ نے کچھہ تاثیریں رکھی ہیں اگر اللہ تعالیٰ نہ چاہے تو وہ تاثیریں بے کار ہو جائیں اور کوئی نفع نہ دیں اسی کے موافق ہے جو مجھے الہام ہوا ہے۔

رب کل شئی خادمک

بت پرستوں کا شرک تو موٹا ہوتا ہے کہ پتھر بنا کر پوجا کرتے ہیں یا کسی درخت یا اور شئے کی پرستش کرتے ہیں اس کو تو ہر ایک عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ یہ باطل ہے یہ زمانہ اب اس قسم کی بت پرستی کا نہیں ہے بلکہ اسباب پرستی کا زمانہ ہے اگر کوئی بالکل ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ رہے اور سست ہو جاوے تو اوس پر تو خدا کی لعنت ہوتی ہے لیکن جو اسباب کو خدا بنا لیتا ہے وہ بھی ہلاک ہو جاتا ہے میں سچ کہتا ہوں کہ اسوقت یورپ دو شرکوں میں مبتلا ہے ایک تو مردہ کی پرستش کر رہا ہے اور جو اس سے بچے ہیں اور مذہب سے آزاد ہوگئے ہیں وہ اسباب کی پرستش کر رہے ہیں اور اسطرح پر یہہ اسباب پرستی مرض دق کیطرح لگی ہوئی ہے اور یورپ کی تقلید نے اس ملک کے نوجوانوں اور نوتعلیمیافتہ لوگوں کو بھی ایسی مرض میں مبتلا کر دیا ہے۔ وہ اب سمجھتے ہی نہیں ہیں کہ ہم اسلام سے باہر جا رہے ہیں اور خدا پرستی کو چھوڑ کر اسباب پرستی کے دق میں مبتلا ہو رہے ہیں۔ یہہ دق دور نہیں ہو سکتی اور اسکا کوئی علاج نہیں ہو سکتا جب تک انسان کے دلمیں خدا کی ایک نالی نہو جو اللہ تعالیٰ کے فیض اور اثر کو اس تک پہنچاتی ہے اور یہہ نالی اوسوقت پیدا ہوتی ہے جب انسان ایک منکسر النفس ہو جاوے اور اپنی ہستی کو بالکل فانی سمجھ لے جسکو فنا نظری کہتے ہیں۔

فنا کی دو قسمیں ہیں ایک فنا حقیقی ہوتی ہے جیسے وجودی مانتے ہیں کہ سب خدا ہی ہیں یہ تو بالکل باطل اور غلط ہے۔ اور یہ شرک ہے لیکن دوسری قسم فنا کی فنا نظری ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ایسا شدید اور گہرا تعلق ہو کہ اوس کے بغیر ہم کچھہ چیز ہی نہیں ہیں اللہ تعالیٰ کی ہستی ہی ہستی ہو باقی سب ہیچ اور فانی ہو یہہ فناء اتم کا درجہ توحید کے اعلیٰ مرتبہ پر حاصل ہوتا ہے اور توحید کامل ہی اس درجہ پر ہوتی ہے جو انسان اس درجہ پر پہنچتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں کچھہ ایسا کھویا جاتا ہے کہ اوس کا اپنا وجود بالکل نیست و نابود ہو جاتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے عشق اور محبت میں ایک نئی زندگی حاصل کرتا ہے جیسے ایک لوہے کا ٹکڑہ آگ میں ڈالا جاوے اور وہ اسقدر گرم کیا جاوے کہ سرخ

الحکم دس ہزار کے سطح پر شائع ہو

ہمارا اور آپ کا فرض

ددر دز عمر خود د رکارِ دین کوشید اے یاراں
کہ آخر ساعتِ حُجّت بصد حسرت شود پیدا

مینے الحکم کی کسی گذشتہ اشاعت میں احمدی قوم کو اس امر کی طرف توجہ دلائی ہے کہ وہ کوشش کرے کہ شروع سال سے الحکم کی اشاعت دس ہزار ہو جاوے بظاہر یہہ امر بہت ہی مشکل اور یہ منزل ایک دشوار گذار منزل معلوم ہوتی ہے لیکن اگر ہم سب ملکر الحکم کو اپنی

غرض متحد

سمجھ کر کوشش کریں تو تین مہینے کے اندر دس ہزار خریدار وں کا بہم پہنچانا کوئی مشکل امر نہیں ہے میں نے اس تحریک کو پیش کرتے وقت اپنی مشکلات کا بھی اظہار کیا ہے اور بتایا ہے کہ کسقدر کام ایک شخص کو کرنے پڑتے ہیں پھر ایسی مشکلات اور رکاوٹوں کے باوجود بھی الحکم کے ۱۳ خریدار وں سے سوا آٹھ سو تک پہنچ جانا چھوٹی سی بات نہیں اگرچہ سات سال کے اندر یہہ تعداد کیسی ہی قلیل کیوں نہو لیکن کچھ شک نہیں کہ مذہب کے نام سے متنفر دنیا میں ایک مذہبی جماعت کا قائم کرنا جیسی عظیم الشان کامیابی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہے اسی رنگ اور حیثیت سے اخبار اور اس کے مذاق سے ناآشنا لوگوں میں **اخباری مذاق** کا پیدا کر دینا بھی کوئی چھوٹی سی بات نہیں۔ اور پھر مذہبی اخبار میں اس امور کو کسر نفسی یا حصول کریڈٹ کی بناء پر ہرگز بیان نہیں کرتا بلکہ یہہ واقعات ہیں جنکا اظہار کرنا پڑتا ہے یا اللہ تعالیٰ کا فضل اور نعمت ہے جسکی تحدیث فروری ہے مجھپر نکتہ چینیاں کی جا سکتی ہیں اور کی جاتی ہیں لیکن میں اُن نکتہ چینوں کی اسی حد تک پروا کرتا ہوں جہانتک وہ کوئی حقیقت اپنے اندر رکھتی ہیں لیکن جہاں محض نکتہ چینی ہی ہوتی ہے وہاں میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک قول کہکر تسلی کر لیا کرتا ہوں

نکتہ چینی آسان ہے لیکن نکتہ آفرینی مشکل ہے

اور علاوہ بریں جب تک ایک آدمی پبلک لائف بسر کرتا ہے اور کسی امر مہم کا اہتمام اپنے ہاتھ میں رکھتا ہے۔ اوسوقت تک اگر تیہہ چاہے کہ پبلک کے اعتراضوں سے بچ جاوے یہ ناممکن محض ہے۔ خدا تعالیٰ کے **ماموروں** پر تو اعتراض ہو جاتے اور نکتہ چینیاں کی جاتی ہیں پھر جو خدا کی طرف سے بھی **مامور** نہ ہو اور ایک ذمہ داری کا کام اپنے ہاتھ میں لے وہ نکتہ چینی سے بھی بچنا چاہے اور اس امر خطیر کا ذمہ وار بھی رہے

ایں خیال است و محال است و جنوں

مینے جب اس کام کو شروع کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے قومی ضرورتوں کو مدنظر رکھکر کیا تھا اور ایک خدمت اسکے ذریعہ کرنی چاہی تھی جسکو میں اتبک اپنی نجات کا وسیلہ اور ذریعہ سمجھتا ہوں میرے دلمیں اسوقت یہہ جوش اور تحریک تھی اور خدا تعالیٰ کے لئے تھی یہی وجہ تھی کہ بظاہر اسوقت جو مفاد دُنیا کے میرے سامنے بصورت نقد موجود تھے میں نے ان کی پروا نہیں کی پھر ایسی صورت میں بھی جبکہ زید و عمرو کا خوش کرنا میرا مقصد اور غرض نہ تھی اور نہ اب ہے۔ پھر مجھے کسی کی نکتہ چینی اور ناپسندیدگی کے اظہار پر ناراض نہیں ہونا چاہیے بلکہ اون نکتہ چینوں کو اپنے لئے بیدار کرنے والے ملائکہ اور وسعت معلومات کا سچا ذریعہ سمجھنا چاہیے اسلئے میں چاہتا ہوں کہ الحکم کی بہتری اور بھلائی کے لئے جسقدر نکتہ چینیاں اور مشورے ہو سکتی ہیں آزادی سے کی جاویں اور جہانتک اونکے دُور کرنے کے اسباب اور ذریعے ہیں اون سے بھی اطلاع دی جاوے۔ تاکہ مفید مشوروں اور راؤں کے بعد وہ زیادہ بہتر زیادہ مفید اور دلچسپ اور کامل آرگن ہو سکے۔

ایسا کیوں روا رکھا جاتا ہے کہ میں خود ہی ان تجاویز پر غور کرتا رہوں جو الحکم کی بہتری کی میرے ذہن میں آسکتی ہیں نہیں بلکہ ہر فرد کا فرض ہونا چاہیے کہ جو عمدہ تجویز اس کی عمدگی اور وسعت اشاعت کی اس کے ذہن میں آسکے وہ پیش کرے۔ لیکن وہ اس خیال سے پیش نکرے کہ اس کی تجویز پر خواہ وہ مفید ہو یا غیر مفید ضرور عمل کر لیا جاوے بلکہ محض نیک نیتی سے بھلائی کے لئے پیش کرے۔

الغرض الحکم ہم سب کی ایک غرض مشترک ہے

میں چاہتا ہوں کہ یہہ حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تبلیغ کا ایک سچا ذریعہ ہو اور یہ ساری قوم کا فرض ہے کہ محض اس بناء پر کہ وہ اس کے محبوب و مولا آقا کے وصایا اور کلمات طیبات کے گراں قدر موتیوں کا آمین ہے اور بزرگان ملت کے منہ سے نکلے ہوئے ارشادات عالیہ کی حفاظت کا ذریعہ ہے اس کی پوری پوری قدر کریں ان کی قدردانی مجھے اس قابل بنا دے گی کہ میں اپنے فرائض متعلقہ اخبار کو پوری مستعدی سے ادا کرنے کے قابل ہو سکوں اور وہ اسی طرح پر ممکن ہے کہ اس کی اشاعت کو بہت بڑے وسیع پیمانہ پر بڑھایا جاوے۔ دو لاکھ کی جماعت میں سے **دس ہزار آدمیوں** کا بہم پہنچانا کوئی بڑی بات نہیں ہے +

خصوصاً ایسی حالت میں کہ الحکم کی اشاعت کے لئے ہر قسم کی رعایتیں بھی روا رکھی جاویں۔ میں اس سلسلہ مضامین میں الحکم کی آئیندہ ترتیب مضامین اس کے ایڈیٹوریل چارج کے متعلق بھی بعض باتیں پیش کرنی چاہتا ہوں فی الحال میں اس نوٹ کو ختم کرتا ہوں کہ یہہ وقت پوری ہمت اور سعی سے کل کام کرنے کا ہے جہاں تک جلد ممکن ہو خریداروں کی فہرستیں جلد بھیجی جاویں تاکہ مجھے اندازہ کرنے کا موقعہ مل سکے کہ شاف کو کس انداز سے بڑھایا جاوے +

ضرورت! ضرورت!! ضرورت!!!

دفتر الحکم کے متعلق دو آدمیوں کی ضرورت ہے انمیں سے ایک انگریزی خوان ہو جو کم از کم انٹرنس پاس ہو اور عربی زبان سے بھی کسیقدر واقف ہو کم از کم قرآن شریف کا ترجمہ ہی جانتا ہو۔ اخبار بینی اور مضمون نویسی کا مذاق ہو انگریزی سے اردو ترجمہ کر سکتا ہو۔ . . . . درخواست کے ساتھ انگریزی سے اردو ترجمہ کا نمونہ بھیجنا چاہیے

دوسرا عربی دان ہو باقاعدہ اوس نے علوم عربیہ کی تحصیل کی ہو۔ صحاح ستہ اور تفسیر کا ترجمہ بخوبی کر سکتا ہو اخبار بینی اور اخبار نویسی کا مذاق رکھتا ہو۔ عربی اخبارات کا ترجمہ کرنے کی قابلیت رکھتا ہو۔ آجکل کے عربی علم ادب سے واقف ہو +

انشاء اللہ تعالیٰ تنخواہ اور دیگر امور متعلقہ کا فیصلہ بذریعہ خط و کتابت ہو سکے گا ان دونوں آدمیوں کو اخبار الحکم کے متعلق کام کرنا ہوگا۔ اور یکم جنوری ۱۹۰۴ء سے ان کی خدمات لی جاویں گی۔ درخواستیں ایڈیٹر و مالک الحکم کے نام آنی چاہئیں

الہامات المسیح

خاکسار نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تمام مطبوعہ الہامات کو جو مختلف کتابوں میں شائع ہوئے ہیں یکجا جمع کیا ہے اور عربی الہامات پر اعراب بھی دیدیئے ہیں اور جنکا ترجمہ حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کیا ہوا ہے انکا وہی ترجمہ دیدیا ہے جنکا ترجمہ نہیں ہے اُن کا ترجمہ مکرمی مفتی محمد صادق صاحب نے کیا ہے اور بعض دوسرے ذی علم احباب نے بھی اوس کی صحت اور اصلاح کی ہے اس کے بعد میں نے حضرت حجۃ اللہ سے اجازت طلب کی تھی جسپر آنحضرت نے مندرجہ ذیل ارشاد فرمایا ہے۔

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ تمہیں اس کام کے لئے اجازت ہے لیکن اس معاملہ میں پورا غور اور فکر کر لو اور ان تمام پیشگوئیوں کو جمع کرو جو براہین وغیرہ میں اسوقت لکھی تھیں جبکہ ایک آدمی بھی میرے ساتھ نہ تھا اور کوئی بھی مجھے شناخت نہ کرتا تھا
راقم مرزا غلام احمد عفی عنہ

غرض اس نہج پر یہ مجموعہ الہامات طیار کیا گیا ہے احباب اسکی اشاعت کیلئے مجھے مدد دیں اور ایک روپیہ فی جلد کے حساب سے پیشگی بھیج کر مجھے اس قابل بنا دیں کہ میں یہ الہامات المسیح شائع کر سکوں + خاکسار عبد الحی عرب

حضرت حکیم الامۃ کے ارشادات

کیسی حالت بد کو دیکھکر اوس کو حقارت کی نظر سے مت دیکھو بلکہ دعا کرو کہ الحمد للہ الذی عافنی مما ابتلاک بہ و فضلنی علی کثیر ممن خلق تفضیلا ورنہ یاد رکھو کہ انسان نہیں مرتا جب تک اسی مصیبت میں خود مبتلا نہ ہووے +

ہر انسان چاہتا ہے کہ اس کے واسطے کوئی شغل ہو اُسکو فایدہ پہنچے اور راحت حاصل ہو اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کے حصول کیلئے ایک گُر بتایا ہے **تومنون باللہ**۔
ایمان باللہ ہو ایسا مومن کبھی بیکار نہیں ہو سکتا۔ کہانے میں پینے میں چلنے میں پھرنے میں معاشرت کرنے میں دوستی دشمنی کرنے میں۔ غرض ہر امر میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے نیچے کام کریگا اور یا شفقت علی خلق اللہ میں لگا رہے گا یا تعظیم لامر اللہ میں معروف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرنے کی فکر اور کوشش کرتا رہے گا۔ اس کے نتائج حقیقی راحت اور سچی کامیابی ہیں۔

یوخرکم الی اجل مسمی پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا غضب انسان کو اس کی اجل مسمی سے پہلے ہلاک کر دیتا ہے یعنی قبل از وقت موت آجاتی ہے۔ لیکن اعمال صالحہ سے بلائیں اور دبائیں ٹلجاتی ہیں +

ذکر الٰہی سے قوی مضبوط ہو جاتے ہیں حتیٰ کہ بوڑہے جوان ہو جاتے ہیں اور اس امر کا ثبوت قرآن شریف ہی سے ملتا ہے حضرت زکریا نے اپنی کمزوری کا ذکر کیا تو اللہ تعالیٰ نے اسکا علاج یہی بتایا ہے کہ تم ذکر الٰہی کرو اور تین روز تک کسی سے کلام نہ کرو چنانچہ اونہوں نے اس پر عمل کیا اور خدا نے بیٹی جاگتی اولاد عطا فرمائی۔
حدیث شریف میں ذکر ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک خادمہ مانگی آپ نے فرمایا کہ ہر نماز کے بعد ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ الحمد للہ اور اللہ اکبر پڑھ لیا کرو اور سوتی دفعہ بھی چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور خادمہ کی ضرورت محسوس نہ ہوئی۔

اللہ تعالیٰ کا علم دو قسم کا ہوتا ہے ایک ازلی آبدی دوسرا بعد الوجود اشیاء اسی طرح اللہ تعالیٰ کے افعال بھی دو قسم کے ہوتے ہیں ایک افعال اللہ تعالیٰ کے بلا وساطت غیری ہوتے ہیں اور ایک بالواسطہ جو بلا واسطہ ہوتے ہیں وہاں اللہ تعالیٰ واحد کا صیغہ استعمال فرماتا ہے اور بالواسطہ میں جمع کا صیغہ یہ قرآن شریف کا عام طرز اور ہے +

سبح اسم ربک سے معلوم ہوتا ہے کہ مومن کا کام ہے کہ وہ اپنے رب کے اسماء کی تنزیہ کرتا رہے اور وہ تین طرح سے ہوتی ہے۔
اوّل۔ اللہ تعالیٰ پر بعض لوگ بدظنی کرتے ہیں اور اپنے اوپر نیک ظن کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم نے کوشش تو بہت کی مگر ہماری محنت کا ثمرہ نہ ملا یہ بدظنی چھوڑ دو +
دوم۔ اپنے چال چلن سے خدا تعالیٰ کی صفات کی عزت اور حرمت کرو۔
سوم۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنی پر کوئی اعتراض کرے تو اوس کا جواب دو +

الحکم کے پرانے مضامین سنہ ۱۹۰۳ء میں

ہمارے لئے کسقدر خوشی کا مقام ہے کہ حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وہ تقریریں جو ہم نے سنہ ۱۹۰۱ء میں شائع کی تھیں انمیں سے ایک تقریر جو **باقیات الصالحات** کے عنوان سے ۲۴ ستمبر سنہ ۱۹۰۱ء کے **الحکم** میں بصفحہ ۱۰ شائع ہوئی تھی ہمارے عزیز لوکل ہمعصر نے "پرانی تقریروں میں سے" کچھ کے عنوان سے اوس کو بعینہٖ اپنے اخبار میں چھاپنا شروع کر دیا ہے۔ اور اسطرح پر اگر الحکم کی گذشتہ چھ جلدوں کے مضامین مکرر چھپنے شروع ہوگئے تو ہم امید کرتے ہیں کہ حضرت اقدس کے کلمات طیبات کی ہی مکرر اشاعت نہ ہوگی بلکہ ہمارے لئے **الدال علی الخیر کفاعلہ** کے موافق ثواب کا میدان بھی وسیع ہو جائیگا۔ مگر ان تقریروں کے اندراج کیلئے جو الحکم کی گذشتہ جلدوں سے لی جائیں۔ بہتر ہوگا کہ کم از کم وہ تاریخ ضرور دیدی جایا کرے جس کی وہ تقریر ہو۔
اور اگر ہمارا ہمعصر تاریخ دیگا تو اس سے ہماری وہ غرض بھی پوری ہو جائیگی جو الحکم میں ہمیشہ ملحوظ رہی ہوئی ہے یعنے وہ ایک تاریخ کا کام دے رہا ہے۔ ہماری خوشی اور بھی بڑہ جاتی ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ ہماری زندگی ہی میں الحکم کے پرانے مضامین سنہ ۱۹۰۳ء میں ہی چھپنے شروع ہوگئے ہیں اور گذشتہ پانچ چھ جلدوں کے مضامین کی تجدید کے ساتھ الحکم کی قدر و قیمت اور بھی بڑہ جاویگی اور ہمکو اس کے طبع ثانی کے کام اور خیال سے فرصت مل جاوے گی جسمیں خدا اگر توفیق دے تو کوئی اور کام مفید قوم کرنے کی فکر کر سکیں +

سلسلہ عالیہ احمدیہ عالم اخبار میں

ہمارا معزز ہمعصر **زمیندار** ۱۶۔ اگست سنہ ۱۹۰۳ء کی اشاعت میں ایک دلچسپ خط و کتابت کے عنوان سے کونٹ **ٹالسٹائے** کی چٹھی جو اونہوں نے روس سے مفتی محمد صادق صاحب کے نام ارسال کی تھی۔ درج کرنے کے بعد لکھتا ہے قرآن شریف کی تعلیم تو ساری کی ساری معقول ہے **امید ہے کہ مرزا صاحب اسکی معقولیت کونٹ کے ذہن نشین کرنے میں کامیاب ہونگے** اکثر مسلمان مرزا صاحب کے مکفر یا سخت مخالف ہیں **مگر یہہ عجیب کفر ہے کہ اشاعت اسلام بھی کر رہا ہے!**
حضرت خلیفۃ اللہ کی خدمت اسلام و اشاعت ملت خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اعتراف اب ہمارے نیکدل معاصرین کے طبقہ میں شروع ہوگیا ہے جو ایک مبارک فال ہے **عجیب کفر** کے متعلق ہم اپنے ہمعصر کو حضرۃ اقدس کے دو شعر سنا دینا چاہتے ہیں کیا عجب وہ اُن سے اور زیادہ فایدہ اوٹھا سکے۔ ؎

کافر و ملحد و دجّال ہمیں کہتے ہیں۔
نام کیا کیا **غم ملت** میں رکھایا ہمنے
اور
بعد از خدا بعشق محمد مخمرم ✽ گر کفر این بود بخدا سخت کافرم

عیسائیوں کے رسالہ ترقی میں شہزادہ نبی یوز آسف یعنے حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر کشمیر کے متعلق بے سر و پا مضمون شائع ہو رہا ہے مضمون کے تکمیل ہو چکنے پر ہم ارادہ کرتے ہیں کہ انشاء اللہ اسپر ایک ریویو لکھیں

آریہ گزٹ نے کسی نجومی یا رمّال کی ایک پیشگوئی مقدمات کے متعلق شائع کی تھی کہ حضرت حجۃ اللہ تاریخ پر جا نہ سکیں گے اگر جائیں گے تو عارضہ درد شکم اور پیچش سے بفضل اعداء بیمار ہو جائیں گے آریہ گزٹ اپنے نجومی کو لے کر اپنی اس غلط بیانی کی پاداش خود اپنے لئے تجویز کرے۔ حضرت اقدس دو دفعہ مقررہ تاریخوں پر تشریف لے گئے اور بفضل اللہ تعالیٰ ہر طرح خوش و خرم رہے اور انعامات الٰہیہ سے متمتع ہوتے رہے۔ پہلی مرتبہ بھی اکثر مبشر الہام ہوئے اس مرتبہ بھی ۲۳ ستمبر سنہ ۱۹۰۳ء کو الہام ہوا +

خوش و خورم باش

ہم اس پیشگوئی کو کسی دوسرے وقت درج کریں گے کیونکہ یہہ بھی حضرت حجۃ اللہ کے منجانب اللہ ہونے پر ایک دلیل ٹھہری ہے اسی طرح پر جیسے لیکھرام کی کی ہوئی پیشگوئی غلط ہو کر آپ کی سچائی کا گواہ ہوئی تھی +

حضرت حجۃ اللہ امام الملت کے مکتوبات

حضرت نواب صاحب سلمہ ربہ کے نام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

محبی عزیزی اخویم نواب صاحب سلمہ
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ آج صدمہ عظیم کی تار مجکو ملی انا للہ وانا الیہ راجعون اللہ تعالیٰ آپکو صبر جمیل عطاء فرماوے اور اسکی عوض آپکو کوئی بھاری خوشی بخشے میں اس درد کو محسوس کرتا ہوں جو اس ناگہانی مصیبت سے آپکو پہنچا ہوگا اور میں دعا کرتا ہوں کہ آئندہ خدا تعالیٰ ہر یک بلا سے آپ کو بچاوے اور پردہ غیب سے اسباب راحت آپکے لئے میسر کرے مجھے اسوقت آپ کے درد سے دل دردناک ہے اور سینہ غم سے بھرا ہے خیال آتا ہے کہ دنیا کیسے بے بنیاد ہے ایکدم میں ایسا گھر کہ عزیزوں اور پیاروں سے لاہوا ہو ویران بیابان دکھائی دیتا ہے اللہ تعالیٰ اس مرحومہ عزیزہ رفیق کو غریق رحمت کرے اور اسکی اولاد کو عمر اور اقبال اور سعادت بخشے لازم ہے کہ ہمیشہ انکو دعائے مغفرت سے یاد رکھیں میری یہہ بڑی خواہش تھی کہ آپ اون کو قادیان میں لاتے اور اس خواہش سے مدعا یہہ تھا کہ وہ بھی سلسلہ بیعت میں داخل ہو کر اس گروہ میں شریک ہوجاتی کہ جو خدا تعالیٰ طیار کر رہا ہے مگر افسوس کہ آپ کی بعض مجبوریوں کی وجہ سے یہہ مدعا منشاء ظہور میں نہیں آئی اسکا بھی مجھے افسوس ہے چند روز ہوئے خواب میں آپکی نسبت بلا اور غم کو دیکھا تھا۔ ایسے خوابوں اور الہاموں کو کوئی ظاہر نہیں کر سکتا مجھے اندیشہ تھا آخر اس کا یہہ بیان ظاہر ہوا یہ تقدیر مبرم تھی جو ظہور میں آئی معلوم ہوتا ہے علاج میں بھی غلطی ہوئی یہہ رحم کی بیماری تھی اور باعث کم دنوں میں پیدا ہونیکے زہریلے مواد رحم میں ہوگا اگر خدا تعالیٰ چاہتا تو علاج یہہ تھا کہ اسی وقت سے پچکاری کے ساتھ رحم کی راہ سے آہستہ آہستہ یہہ زہر نکالا جاتا اور تین چار دفعہ اونکی پچکاری ہوتی اور کسٹر ایل سے خفیف سے تیین طبع بھی ہوتی اور عنبر اور مشک وغیرہ سے ہر وقت دل کو قوت دیجاتی اور اگر خون نفاس بند تھا تو کسیقدر روان کیا جاتا اور اگر بہت آتا تھا تو کم کیا جاتا اور ترلیسی اور ہینگ وغیرہ سے تشنج اور غشے سے بچایا جاتا۔ لیکن جبکہ خدا تعالیٰ کا حکم تھا تو ایسا ہونا ممکن نہ تھا۔ دو تاریں ایسے وقت میں پہنچیں کہ میرے گھر کے لوگ سخت بیمار تھے اور اب بھی بیمار ہیں تیسرا مہینہ ہے دست اور مروڑ سے کمزور ہو گئے ہیں بعض وقت ایسی حالت ہو جاتی ہے کہ میں ڈرتا ہوں کہ غشی پڑ گئی اور حاملہ کی غشی گویا موت ہے دعا کرتا ہوں مجھے افسوس ہے کہ آپکے گھر کے لوگوں کے لئے بھی دعا کا موقعہ بھی نہ ملا تاریں بہت بے وقت پہنچیں۔ اب میں یہ خط اس نیت سے لکھتا ہوں کہ آپ پہلے ہی بہت نحیف ہیں میں ڈرتا ہوں کہ بہت غم سے آپ بیمار نہ ہوجائیں آپ اسوقت اب بہادر بنیں اور استقلال دکھلائیں ہم لوگ سب ایکدن نوبت بنوبت قبر میں جانے والے ہیں۔ میں آپ کو نصیحت کرتا ہوں کہ غم کو دل پر غالب ہونے نہ دیں میں تعزیت کیلئے آپکے پاس آتا اگر میری بیوی کی ایسی حالت نہ ہوتی کہ بعض وقت خطرناک حالت ہو جاتی ہے مولوی صاحب کے گھر میں بھی حمل ہے شاید چھٹا یا ساتواں مہینہ ہے وہ بھی آئے دن بیمار رہتی ہے آج مرزا خدا بخش صاحب بھی لاہور سے قادیان آئے۔ شاید اس خط سے پہلے آپکے پاس پہنچیں۔ والسلام

خاکسار مرزا غلام احمد از قادیان

۸۔ نومبر ۹۸ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

محبی عزیزی اخویم نواب صاحب سلمہ
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ عنایت نامہ پہنچا اللہ تعالیٰ آپ کو صبر اور استقامت بخشے اور اس مصیبت کا اجر عطا فرماوے۔ دنیا کی بلائیں ہمیشہ ناگہانی ہوتی ہیں یہہ نہایت ضروری ہے کو جہانتک جلد ممکن ہو آپ دوسری شادی کی تجویز کریں میں ڈرتا ہوں کہ آپ کو اس صدمہ سے دل پر کوئی حادثہ نہ پہنچے جہاں تک ممکن ہو کثرت غم سے پرہیز کریں دنیا کی یہی رسم ہے نبیوں اور رسولوں کے ساتھ بھی ہوتی آئی ہے اللہ تعالےٰ جس سے پیار کرتا ہے اسکو کسی امتحان میں ڈالتا ہے اور جب وہ اپنے امتحان میں پورا نکلتا ہے تو اسکو دنیا اور آخرت میں اجر دیا جاتا ہے۔
ایک آپ کو اطلاع دینے کے لائق ہے کہ آج جو پیر کا دن ہے یہہ رات جو پیر کی گذری ہے اسمیں غالباً تین بجے کے قریب آپ کی نسبت مجھے الہام ہوا تھا اور وہ یہہ ہے۔ **تفاؤل عزیز بعد ما اہنت** ۔۔۔ تو آپ کو مخاطب کر کے کہتا ہے کہ اس حادثہ کے بعد اور کونسا بڑا حادثہ جس سے تم عبرت پکڑو گے اور دنیا کی بے ثباتی کا علم حاصل ہوگا۔ در حقیقت اگرچہ بیٹے بھی پیارے ہوتے ہیں اور بھائی بہن بھی عزیز ہوتی ہیں لیکن میاں بیوی کا علاقہ ایک الگ علاقہ ہے جسکے درمیان اسرار ہوتے ہیں بیوی میاں ایک ہی بدن اور ایک ہی وجود ہو جاتی ہیں انکو صدہا مرتبہ اتفاق ہوتا ہے کہ وہ ایک ہی جگہ سوتے ہیں وہ ایکدوسرے کا عضو ہو جاتے ہیں بسا اوقات انمیں ایک عشق کی سی محبت پیدا ہو جاتی ہے اس محبت اور باہم انس پکڑنے کے زمانہ کو یاد کرکے کونسا دل ہے جو پر آب نہیں ہو سکتا یہی وہ تعلق ہے جو چند ہفتہ باہر رہ کر آخر فی الفور یاد آتا ہے ایسے تعلق کا خدا تعالیٰ نے بار بار ذکر کیا کہ باہم محبت اور انس نہ کرنے کا یہی تعلق ہے بسا اوقات اس تعلق کی برکت سے دینوی تلخیاں فراموش ہو جاتی ہیں یہاں تک کہ انبیاء علیہم السلام بھی اس تعلق کے محتاج تھے جب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم بہت ہی غمگین ہوتے تھے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کی ران پر ہاتھ مارتے تھے اور فرماتے تھے کہ ارحنا یا عائشۃ۔ یعنے یا عائشہ ہمیں خوش کر کہ ہم اسوقت غمگین ہیں اس سے ثابت ہے کہ اپنی پیاری بیوی یار موافق رفیق عزیز ہے جو اولاد کی ہمدردی میں شریک غالب اور غم کو دور کرنیوالی اور خانہ داری کے معاملات کی متولی ہوتی ہے جب وہ یکدفعہ دنیا سے گذر جاوے تو کیسا صدمہ ہے اور کیسی تنہائی کی تاریکی چاروں طرف نظر آتی اور گھر ڈراونا معلوم ہوتا ہے اور دل ٹکڑے ٹکڑے ہوتا ہے سو اس الہام میں خدا تعالیٰ نے یہی یاد دلایا ہے کہ اس صدمہ سے دنیا میں قدم آگے رکھو نماز کے پابند اور سچے مسلمان بنو اگر ایسا کروگے تو خدا جلد اوسکا عوض دیگا اور غم کو بھلا دیگا وہ ہر یک بات پر قادر ہے یہ الہام تھا اور یہ پیغام تھا اس کے بعد آپ ایک تازہ نمونہ دینداری کا دکھلائیں خدا غفور رحیم ہے اور اوس کے حکم پر چلنا تقویٰ سے غموں کو دور کر دیتا ہے۔ والسلام

خاکسار مرزا غلام احمد از قادیان

۲۲۔ نومبر ۹۸ء

پیرس۔ دار الخلافہ ملک فرانس میں ۱۷۸۶ء سے ایک چھوٹی سی توپ پڑی ہے جو سورج کی کرنوں کے عمل سے خود بخود ٹھیک دوپہر کو چل جاتی ہے۔ یہ شاہی باغ میں رکھی ہوئی ہے۔ پرانی دستی کاریگریوں کے نتائج جہاں کہیں ہیں غنیمت ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مسدس دعائیہ

در مدحت اعلیحضرت مرشدنا و امامنا جناب مرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان مسیح موعود مہدی مسعود علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

از

حکیم سید محمد صادق حسین صادق مختار عدالت وایڈیٹر و پروپرائٹر اخبار اظہار الحق و رسالہ صبح صادق وسابق میونسپل کمشنر اٹاوہ۔

یکے از غلامان مسیح موعود

مسلمانوں کے حق میں عین رحمت ہے تو اے احمد
بہار گلشن قومی مسرت ہے تو اے احمد
کلید گنج دانائے وحکمت ہے تو اے احمد
خدائے پاک کی اک خاص قدرت ہے تو اے احمد
بھلا پھر کیوں نہ حیرت بخش تیرے سارے شان ہوں
بجا ہے تجھ پہ گر ہم اپنے جان و دل سے قربان ہوں

ہمارا فرض یہ ہے تجھکو اپنا پیشوا سمجھیں۔
نہیں ہم مقتدی اور تجھکو اپنا مقتدا سمجھیں
جو منزل دین کی ہے اُسکا تجھکو رہنما سمجھیں
غرض ہم قوم کی کشتی کا تجھکو ناخدا سمجھیں
لگائیں زور سب ملکر کہ بیڑا پار ہو اپنا
زمانہ ہو موافق اور مقدر یار ہو اپنا

کریں تیری مدد ہم ہر طرح پر زور سے زر سے
کہ پھر باران علم وفضل وحکمت قوم پر برسے
بچیں ہم اسقدر بدمن ونفاق وفتنۂ و شر سے
کہ احسنتم کا اوٹھے غلغلہ دیوار اور در سے
شمیم خلق سے اپنے رخ عالم کا ہو غازہ۔
خدا خوش ہو رسول پاک کی بھی روح ہو تازہ

فلاح قوم کی مفتاح احمد کو جو پایا ہے۔
دعائیہ مسدس اسلئے صادق سناتا ہے
پرانے ایشیائی طرز میں جدت دکھاتا ہے
سخندانوں کے دلمیں اک نیا سکہ بٹھاتا ہے
سنبھل کر بیٹھ جائیں اب بزرگان صفا آئیں
دعا سنکر بصد اخلاص کہتے جائیں سب آمین

صادق کی دعا اپنے لئے

میری شیریں بیانی سے عیاں معجز نمائی ہو
صریر کلک کو ہر سلک سے عقدہ کشائی ہو
مری زور طبیعت کی جو رفعت آزمائی ہو
بلاغت فکر کو عرش معلیٰ تک رسائی ہو
زبان خلق پر ہو غلغلہ میری فصاحت کا
جہاں میں شور برپا ہو میرے حسن بلاغت کا

مسیح موعود کے حق میں دعاء خیر

جگر اور دل جلانے کو ہوں جبتک شعلہ رو پیدا
تن مہکش ہو گل اور گل سے تا شکل سبو پیدا
جہاں میں تا ہوں نیک و بد متیں وسفلہ خو پیدا
زمین پر ہوں پہاڑ اور ادن سے تا ہو آب جو پیدا
رخ عالم پہ تیرا مہر دولت جلوہ افگن ہو
ہمائے جاہ وصولت کا ترے سر پر نشیمن ہو

نشاط روح کی خاطر ہوں جب تک خوش گلو پیدا
مشام جان میں ہو تا گیسوئے مشکیں سے بو پیدا
زمانہ میں ہوں جبتک فتنہ گر اور صلح جو پیدا
سپہر حسن پر ہوں تا بتان ماہ رو پیدا
چراغ عدل تیرا خانۂ گیتی میں روشن ہو
تیرے بازو پہ تائید خداوندی کا جوشن ہو

رہے عالم خموشی کا لب تصویر پر جب تک
فدا اہل سخن ہوں خوبی تقریر پر جب تک
رہیں جانباز عاشق جوہر شمشیر پر جب تک
گلا کٹتا رہے نخچیر کا تکبیر پر جب تک
جہاں میں تیرا خورشید اقبال نور گستر ہو۔
قمر آسا ترے اقبال کا تابندہ اختر ہو۔

رہے موقوف نظم سلطنت تعزیر پر جب تک
مدار علم وفن ہو صنعت تحریر پر جب تک
زبان شمع جاں دیتی رہے گلگیر پر جب تک
مٹے شیدائے گیسو لذت زنجیر پر جب تک
تیرے راست کا پرچم زیب فرق چرخ اخضر ہو۔
سر بدخواہ ہو اور تیری شمشیر دو پیکر ہو

نظر کور دشمنی حاصل ہو جب تک رنگ کا ہی سے
رہے زینت جہاں بانی کو جب تک تاج شاہی سے
نفاق وبغض کو جب تک رہے نسبت تباہی سے
رہے جب تک حبش والوں کو ہمرنگی سیاہی سے
رہے شیر خدا کا زور اس بازوئے صفدر میں
عدو پانی نہ مانگیں آب ہو وہ تیرے خنجر میں

رہے بادہ کشوں کو شوق جب تک پر گناہی سے
رہے تا کاکل شب رنگ کو نسبت سیاہی سے۔
شرف کعبہ کو جب تک ہو خطاب قبلہ گاہی سے۔
رہے تا سلسلہ بندونکا درگاہ الٰہی سے۔
رہے تو سایۂ لطف نبی وحفظ داور میں۔
تیری ہیبت سے آئے زلزلہ گور سکندر میں۔

رہے پھولا پھلا جسوقت تک یہ گلشن ہستی
رہے نسل بشر تا خاکدان تیرہ پر بستی۔
رہے جب تک شراب عشق سے عالم میں سرمستی
رہے تا جنس ناقص کاملوں کی رائیگاں سستی
تیرے اغیار مقہور و ذلیل و پست ہوں ہر دم
تیرے احباب صہبائے طرب سے مست ہوں ہر دم

رہیں جب تک نمایاں چرخ پر مہر و مہ و اختر
رہے جب تک جبین برق لطف ابر میں مضطر
بچھائے ماہ تا فرش زمین پر چاندنی گھر گھر
رہیں تا رند میکش اور گردش میں رہے ساغر
سدا تجھسے رہے یہ بارور گلشن شریعت کا
چمن تازہ ہو تیری آبیاری سے طریقت کا

رخ گل پر رہیں جب تک عنادل عاشق وشیدا
رہے محو رخ جب تک چشم مست نرگس شہلا
کھلائے غنچۂ دل تا نسیم نشۂ صہبا
مئہ نو تا ہو کشتی اور فلک ہو صورت دریا۔
عدو کی چشم میں خار الم حسرت کی سوزن ہو
ترو تازہ شگفتہ تیرے امیدوں کا گلشن ہو

برودت آب میں اور نار میں جبتک حرارت ہو
رہے تا قند شیریں اور حنظل میں مرارت ہو
جہاں میں تا متاع نیک اور بد کی تجارت ہو
فروغ سلطنت تا دہر میں رسم سفارت ہو
کرے جاری مٹانے کو اوامر اور نواہی کو
نہ ہو رونق زمانہ میں معاصی اور ملاہی کو

مثرہ ہو تا شجر اور اپنے شگوں سے ثمر پیدا
نگاہ ناز سے جب تک دلوں میں ہو اثر پیدا
لبھانے کیلئے ہوں تا بتان عشوہ گر پیدا
جہاں میں نالۂ عاشق سے ہو تا شور و شر پیدا
فروغ مہر عالمتاب تیرا روئے انور ہو
تیرا قد کشیدہ رشک شمشاد و صنوبر ہو

رہے تا عقل کو اسرار یزدانی میں حیرانی
کریں تا دور ظلمات کفر کی انوار قرآنی۔
رہیں تا اہل ایمان مصدر الہام ربانی
ادا کرتے رہیں جب تک سامان رسم قربانی
تیری سب مشکلیں لطف خداوندی سے آساں ہوں
تیری ہیبت سے دشمن ہند کی مانند لرزاں ہوں

رہے تا خلق میں مشہور حسن ماہ کنعانے۔
بنے تا قطرہ گوہر اور گوہر میں ہو تابانے۔
فصاحت ہو سے جب تک جوہر تیغ سعیدانے
گہر سازی بدن ہائے آبرو تا ابر نیسانے۔
تیرے ایوان عالی میں نشاط انگیز ساماں ہو
خداوندان تخت وتاج ولشکر تیرے دربان ہو

کھلے جب تک چمن میں صورت ساغر گل لالہ
فلک پر تا قمر ہو اور ہو گردقمر ہالہ۔
بہے تا ابر سے آب اور آپ سرد سے ژالہ
پڑے جب تک بدن پر آگ کی تاثیر سے چھالہ
خداوند دو عالم تیرا حامی اور نگہبان ہو
سر بدخواہ ہو اور پنجۂ شیر نیستاں ہو

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایک عاجزانہ درخواست

منجانب انجمن فرقانیہ لاہور بحضور فیض گنجور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بنا بر حصول منظوری
گر قبول افتد زہے عز و شرف

مکرمی و معظمی جناب حضرت مولانا صاحب سلمہ اللہ
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کل رات اخویم جناب مرزا خدا بخش صاحب نے سنایا کہ حضور علیہ السلام نے حضرت مولوی عبد اللطیف صاحب شہید کے حالات پر لکھنا شروع کر دیا ہے۔ چونکہ اس تحریر میں نہایت ہی دردناک اور دلوں کو ہلا دینے والے [illegible] کا بیان ہوگا جسکی اشاعت تمام [illegible] انسان میں کیجائیگی جس سے مصارف [illegible] ہیں تمام برادران لاہور کی طرف سے ایک تجویز پیش کرتا ہوں جس کو [illegible] خوشی سے قبول کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ ہم کچھ [illegible] چندہ محض اللہ تعالیٰ کی رضا اور اپنے ہادی برحق کی خوشنودی [illegible] اپنے امام کی خدمت میں ارسال کریں۔ آپ کی خدمت میں نہایت [illegible] ہماری وہ چندہ کو حضور علیہ السلام کی خدمت میں پیش کر کے [illegible] فرما دیں نیز اگر مناسب ہو تو یہ تحریر [illegible] قابل قدر اخبار الحکم میں شائع کرا دیں تاکہ دیگر مقامات کی انجمنیں بھی اس کار خیر میں حصہ لیں والسلام
برادران کی طرف سے السلام علیکم قبول ہو
[illegible] تاج الدین از لاہور

تفسیر القرآن بالقرآن

یہ ایک بے نظیر تفسیر ہے جسکو جناب ڈاکٹر عبد الحکیم خان صاحب ایم بی نے کمال محنت کے ساتھ تصنیف فرما کر بغرض اصلاح حضرت مسیح آخر الزمان علیہ السلام اور مولانا مولوی نور الدین صاحب کو نصف سے زیادہ سنا دی تھی مسیح الزمان علیہ السلام نے وقتاً فوقتاً اسکی نسبت یہ ارشادات فرمائے نہایت عمدہ ہے شیریں بیان ہے قرآنی نکات خوب بیان کئے ہیں دلوں پر اثر کرنیوالا ہے حضرت مسیح الزمان اور مولانا نور الدین صاحب علیہما السلام نے بعض بعض جگہ اصلاح بھی کی تھی اب فضل ربانی سے چھپکر طیار ہو گئی ہے خریداران الحکم و البدر کو [illegible] تفسیر [illegible] قیمت [illegible] معہ جلد [illegible] المشتہر
خاکسار شیخ [illegible] ضلع کرنال
[illegible]

آپ بیتی

گذشتہ اشاعت سے آگے

جب کبھی کوئی عام مفید کام کے لئے جلسہ ہو جاتا تو پھر جو چند حضرات موجود ہو جاتے تھے اونکی صورت اور سیرت طرز گفتگو اور پھر ایکدوسرے کو باہم دیکھا جاتا اوس کی بابت ذکر کروں تو شاید طول ہوتا ہے مگر مختصر الفاظ اوس کے یہہ ہیں کہ پوری پوری یہودیت ثابت ہو جاتی تھی یعنی جس غرض کے لئے جلسہ کیا وہ تو ناتمام اور نا تمام ہو بھی کسطرح جب ایکدوسرے کی رائے کے تابع ہونیکو ایک سبکی اور ذلت کا موجب سمجھا جاتا ہو۔ آخری جو کچھ کہ اس جلسہ سے نتیجہ حاصل ہوتا وہ یہی کہ دو چار صاحبوں میں تو ضرور ہمیشہ کے لئے نفاق پڑجاتا اور باقی بھی ایک دوسرے پر ضرور کچھ نہ کچھ الزام لگائے بغیر خالی نہ رہتے غرض جو صاحب یا صاحبان اوس جلسہ کے بانی ہوتے اون کو بجز خفت کے کچھ حاصل نہ ہوتا اور پھر ہمیشہ کے لئے شاید دلمیں عہد کرلیں کہ آئندہ کبھی ایسی بیجا حرکت نہ کرینگے غرض یہ اس قسم کی مجلسیں تھیں جنہیں ہر قسم کے اور مختلف لوگ جمع ہو جاتے تھے عالم۔ مولوی خاندانی سپاہی نوکری پیشہ زمیندار وغیرہ وغیرہ گویا سب قسم کے لوگوں کا مجموعہ ہوتا تھا اور ہر ایک قسم کی طبیعتوں کا اور اخلاق کا خوب پتا لگجاتا تھا یہ تو عام مفید کاموں کے جلسہ کا حال ہوا اب خاص خاص قسم کے لوگوں کے جلسے اور تقریبات کا حال جسکا مجھے تجربہ ہوا ہے لکھنے بیٹھوں تو بہت طول ہوتا ہے اسلئے صرف ہماری تجارت پیشہ لوگوں کا ہی مختصر حال لکھتا ہوں کہ مجھے ہمیشہ سے یہہ آرزو رہی کہ زیادہ نہیں صرف دو مسلمان تاجروں کے کسی تجارت کے کام میں اتفاق اور ایکدلی سے کام کرتے دیکھوں جس سے وہ نتیجہ جو اتفاق کیلئے لازمی ہے اونکو حاصل ہوا ہو لیکن یہہ میری آرزو نا تمام ہی رہی یوں تو بہتوں کو اتفاق کرتے دیکھا مگر انجام اسکا ایک تھوڑے ہی عرصہ کے بعد بد نظر آیا کہیں تو کورٹ کچہری میں خراب ہوتے دیکھا اور کہیں ہمیشہ کے لئے عداوت اور کہیں ہمیشہ کیلئے آپس میں کمپٹیشن پڑگیا اور دونوں کو خراب کر دیا غرض اسطرح کے بہت تجربے اور مشاہدے کے بعد میرا یہہ دستور ہوگیا تھا کہ جہاں کہیں کسی امر کے متعلق بھی ہو مسلمانوں کی مجلس ہوتی تو پہلے اوس مجلس میں یہ دعوے سے میں کہدیتا تھا کہ مجھے ایک مدت دراز سے یہ آرزو ہے کہ مسلمان اپنی مجلس میں کامیاب ہوتے ہوئے دیکھوں مگر میری یہہ آرزو پوری نہ ہوئی اور میری یہہ عادت مدراس تک ہی محدود نہ تھی جہاں کہیں جانیکا اتفاق ہوتا تھا یعنے بمبئی بنگلور۔ مدراس۔ نیلگری۔ تو موقعہ پر ضرور یہہ میں کہدیتا تھا اور پھر مخاطب میں بھی ہو جاتے تھے۔ غرض مسلمانوں کے حالات اور عادات پر ہمیشہ رنج ہوتا ہی رہتا تھا یورپ کے تو اتحاد اور اتفاق کا کہنا ہی کیا ہے اکثر کام اون کے اتفاق اور شرکت اور یکدلی کی بدولت ترقی کے انتہائی نقطہ تک پہنچے ہوئے ہیں مگر اس صورت میں بھی مسلمانوں کے سوائے دوسری قوموں میں پھر بھی کچھ نظر میں آجاتا یہہ جو ہڑے چمار بھی اپنی بساط کے موافق کبھی نہ کبھی کسی کام میں متفق ہو جاتے ہیں مگر مسلمانوں میں اسکے برخلاف کیا عام کاموں میں اور کیا خاص میں پھر وہ دینی ہو یا دنیوی اور کسی ملک میں بھی یعنے عرب عجم ہند اور سند دکھن اور کوکن جہانتک مجھے علم ہے ایک نمونہ بھی نظر نہیں آتا غرض ہر ایک موقعہ پر مسلمان بہت ہی کم نظر آتے ہیں اور اگر کسی جگہ اتفاق سے کوئی مسلمان سرکاری کام و کاج میں کوئی اعلیٰ مرتبہ پر آجاتا ہے تو گویا اسکے لئے یہہ مثال موزون ہو جاتی ہے کہ مور ہمان بہ کہ نباشد پرش + الا ماشاء اللہ غرض یہہ میرے خیالات اور مشاہدے مجھے پریشان ہی نہیں بلکہ استعجاب میں بھی ڈال دیتے تھے کہ یا اللہ اسلام تو تیرا ہے مگر مسلمانوں کی حالت ایسی زار اور قابل عبرت کیوں ہوگئی ہے کوئی ایک پہلو اونکا یعنے کیا عبادات اور کیا معاملات سیدھا اور حق پر نظر نہیں آتا اور حالت ایسی ہوگئی ہے بجز تیرے فضل کے یعنے مردے از غیب برون آید و کارے بکند کے اور کوئی رستگاری کی صورت نظر نہیں آتی غرض اسی حالت میں حضور کی کتاب فتح اسلام کو میں نے سنا اور اندر کا اندر ہی میں باغ باغ ہو گیا کہ آخر خدا نے ایک کو کھڑا ہی کر دیا اور پھر اوسیکو جسکا زمانہ رسول کے بعد وقتاً فوقتاً انتظار ہوتا رہا اور کئی جھوٹے مدعی بھی اس نام کے زمانہ قرب زمانہ رسول سے ہوتے آئے مگر ابتو کر یہ عین وقت پر اور وہ بھی اشد ضرورت کے وقت ہی آواز آئی ہے سو یا اللہ تو اس آواز کو سچی اور مسلمانوں کے لئے مبارک ثابت فرما آمین یہ میری اندرونی حالت تھی اور میرے مرحوم بھائی نے تو گویا باواز بلند شہادت بھی دیدی اور الحمد اللہ والمنۃ کہ خدا تعالیٰ نے ویسا ہی ثابت

پس اس سے تبنے وآخرین منهم لما یلحقوا بهم الجمعۃ کے مصداق بنتا ہے۔ ہاں جیسے کہ آگے بیان ہو چکا ہے۔ خدا کی حکمت بالغہ نے یہی پسند کیا کہ اسرائیلی اور اسماعیلی دو سلسلے دنیا میں قائم کرے۔ پہلا سلسلہ حضرت موسےٰ سے شروع ہو کر حضرت مسیح تک ختم ہوا اور یہہ چودہ سو برس تک رہا اسی طرح حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے لیکر آج چودہ سو برس پر ایک مسیح کے آنے کا اشارہ ہے۔ عدد چودہ کو خاص نسبت ایک یہ بھی ہے کہ انسان چودہ برس پر بلوغ پالیتا ہے حضرت موسیٰ کو خبر ملی تھی کہ مسیح اوس وقت آوے گا جب یہودیوں میں بہت فرقے ہونگے۔ اُن کے عقائد میں سخت اختلاف ہوگا بعض کو فرشتوں کے وجود سے انکار بعض کو قیامت و حشر اجساد سے انکار۔ غرض جب طرح طرح کی عملی بداعتقادی پھیل جاوے گی تب بطور حکم کے مسیح اون میں آوے گا۔ اسی طرح ہمارے ہادی کامل نے ہمکو اطلاع دی کہ جب تم میں بھی یہودیوں کی طرح کثرت سے فرقے ہو جاویں گے اُن کی طرح مختلف قسم کی بداعتقادیاں اور بدعملیاں شروع ہونگی علمائے یہود کی طرح بعض بعض کے تکفیر ہونگے اسوقت اس امت مرحومہ کا مسیح بھی بطور حکم کے آوے گا جو قرآن سے ہر امر کا فیصلہ کرے گا۔ وہ مسیح کی طرح قوم کے ہاتھ سے ستایا جاوے گا اور کافر قرار دیا جاوے گا۔ اگر ان لوگوں نے کم سمجھی سے اس شخص کو دجال اور کافر کہا تو ضرور تھا کہ ایسا ہوتا کیونکہ حدیث میں آچکا تھا کہ آنیوالا مسیح کافر اور دجال ٹھہرایا جاوے گا۔ لیکن جو عقیدہ آپ کو سکھلایا جاتا ہے۔ وہ بالکل صاف اور اعلیٰ ہے اور محتاج دلائل بھی نہیں۔ براہین قاطع اپنے ساتھ رکھتا ہے۔

پہلا جھگڑا وفات مسیح کا ہے کھلی کھلی آیات اوس کی حمایت میں ہیں۔ یا عیسےٰ انی متوفیک ورافعک الی۔ الآیہ۔ پھر فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیهم الآیہ۔ یہ عذر بالکل جھوٹا ہے کہ توفی کے معنے کچھ اور ہیں۔ ابن عباس اور خود ہادی کامل نے اس کے معنے امات کے دیئے ہیں۔ یہ لوگ بھی جہاں کہیں لفظ توفے استعمال کرتے ہیں تو معنے اماتت اور قبض روح کے مراد لیتے ہیں قرآن نے بھی ہر ایک جگہ اس لفظ کے یہی معنے بیان کئے ہیں۔ سو اس کا ہاتھ تو کہیں پڑا اور جب مسیح ناصری کی وفات ثابت ہے تو آنے والا ضرور ہے کہ امت میں سے کوئی ہو جیسے کہ اماماکم منکم الحدیث اس کی تصریح کرتا ہے وہ لوگ جو نیچری ہیں۔ اون کی خوش قسمتی ہے کہ وہ اس ابتلا سے بچ گئے۔ کیونکہ وفات مسیح کے تو وہ قائل ہی ہیں اور مسیح موعود کا ذکر اسقدر تو

اثر رکھتا ہے کہ جس تواتر سے انکار محال ہے علاوہ ازیں اشارات قرآنی بھی آنے والے کے شاہد ہیں تو عقلمند اس امر سے انکار نہیں کر سکتا کہ مسیح آوے گا۔ ہاں بعض کا حق ہے کہ یہ اعتراض کریں کہ مسیح کو اس زمانہ سے کیا خصوصیت ہے قرآن شریف نے اسرائیلی اور اسماعیلی سلسلوں میں خلافت کی مماثلت کا کھلا کھلا اشارہ کیا ہے۔ جیسے اس آیت سے ظاہر ہے۔ وعد اللہ الذین اٰمنوا منکم وعملوا الصلحٰت لیستخلفنهم فی الارض کما استخلف الذین من قبلهم الآیہ۔ اسرائیلی سلسلہ کا آخری خلیفہ جو چودہویں صدی پر بعد از موسےٰ علیہ السلام آیا۔ وہ مسیح ناصری تھا مقابل میں ضرور تھا کہ اس امت کا مسیح بھی چودہویں صدی کے سر پر آوے علاوہ ازیں اہل کشف نے اسی صدی کو بعثت مسیح کا زمانہ قرار دیا۔ جیسے شاہ ولی اللہ صاحب وغیرہ اہل حدیث کا اتفاق ہو چکا ہے کہ علامات صغرےٰ کل اور علامات کبرےٰ ایک حد تک پوری ہو چکی ہیں لیکن اسمیں کسی قدر اون کی غلطی ہے۔ علامات کل پوری ہو چکیں۔ بڑی بھاری علامت یا نشان جو آنیوالے کا ہے وہ بخاری میں۔ یکسر الصلیب ویقتل الخنزیر الخ لکھا ہے۔ یعنے نزول مسیح کا وقت غلبہ نصاریٰ اور صلیبی پرستش کا زور ہے۔ سو کیا یہہ وقت نہیں ہے کہ جو جو کچھ پادریوں سے پہنچ چکا ہے۔ اسکی نظیر آدم سے لیکر آج تک کہیں ہے ہر ملک میں تفرقہ پڑ گیا کوئی ایسا خاندان اسلامی نہیں کہ جس میں سے ایک آدہ ان کے ہاتھ نہ چلا گیا ہو۔ سو آنیوالے کا وقت صلیب پرستی کا غلبہ ہے۔ اب اس سے زیادہ کیا غلبہ ہوگا۔ کس طرح درندوں کی طرح اسلام پر کینہ وری سے حملہ کئے گئے۔ کوئی گروہ ہے کہ جس نے حضرت رسول اکرم صلعم کو نہایت وحشیانہ الفاظ اور گالیوں سے یاد نہ کیا اب اگر آنیوالے کا یہ وقت نہیں تو بہت جلدی وہ آیا بھی تو سو سال کو آویگا کیونکہ وہ وقت کا مجدد ہے جس کی بعثت کا زمانہ صدی کا سر ہوتا ہے۔ تو کیا اسلام میں اور طاقت ہے کہ ایک صدی تک پادریوں کے روز افزوں غلبہ کا مقابلہ کر سکے۔ غلبہ حد تک پہنچ گیا اور آنیوالا آگیا۔ اب اِن وہ ہلاک دجال کو اتمام حجت سے کرے گا۔ کیونکہ حدیثوں میں آچکا ہے کہ اس کے ہاتھ پر ملتوں کی ہلاکت مقدر ہے۔ نہ لوگوں کی یا اہل ملل کی۔ تو ویسا ہی پورا ہوا۔

ایک یہ بھی نشان آنیوالے کا ہے کہ اُس زمانہ میں رمضان میں کسوف خسوف ہوگا۔ خدا کے نشان سے ٹھٹھا کرنے والا خدا سے ٹھٹھا کرتا ہے کسوف خسوف کا اس کے دعوے کے بعد ہونا یہ ایک ایسا امر تھا۔ جو افترا اور بناوٹ سے بعید تر ہے

اس سے پہلے کوئی کسوف خسوف ایسا نہ ہوا۔ یہ ایک ایسا نشان تھا کہ جس سے اللہ تعالیٰ کو کل دنیا میں آنیوالے کی منادی کرنی تھی۔ چنانچہ اہل عرب نے بھی اس نشان کو دیکھکر اپنی مذاق کے مطابق درست کہا۔ ہمارے اشتہارات بطور منادی جہاں جہاں نہ پہنچ سکتے تھے وہاں وہاں اُس کسوف خسوف نے آنیوالے کے وقت کی منادی کر دی۔ یہ خدا کا نشان تھا جو انسانی منصوبوں سے بالکل پاک تھا۔ خواہ کوئی کیسا ہی فلسفی ہو وہ غور کرے اور سوچے کہ جب مقرر کردہ نشان پورا ہو گیا تو ضرور ہے کہ اوسکا مصداق بھی کہیں ہو۔ یہ امر ایسا نہ تھا جو کسی حساب کی ماتحت ہو۔ جیسے کہ فرمایا تھا۔ کہ یہہ اُس وقت ہوگا۔ جب کوئی مدعی مہدویت ہو چکے گا رسول اکرم نے یہ بھی فرمایا کہ آدم سے لیکر اوس مہدی تک کوئی ایسا واقع نہیں۔ اگر کوئی تاریخ سے ایسا ثابت کر سکے تو ہم مان لیویں گے۔

ایک نشان یہ بھی تھا کہ اوسوقت ذوالسنین ستارہ طلوع کریگا۔ یعنے اون برسوں کا ستارہ جو پہلے گذر چکے ہیں۔ یعنے وہ ستارہ جو مسیح ناصری کے ایام (برسوں) میں طلوع ہوا تھا۔ اب وہ ستارہ بھی چڑھ گیا جس نے یہودیوں کے مسیح کی اطلاع آسمانی طور پر دی تھی۔ اسی طرح قرآن کے دیکھنے سے بھی پتا لگتا ہے واذا العشار عطلت۔ واذا الوحوش حشرت۔ واذا البحار سجرت۔ واذا النفوس زوجت واذا الموءودۃ سئلت بای ذنب قتلت واذا الصحف نشرت۔ الخ یعنے اوس زمانہ میں اونٹنیاں بے کار ہو جاویں گی اعلیٰ درجہ کی سواری اور بار برداری جن سے ایام سابقہ میں ہوا کرتی تھی یعنے اوس زمانہ میں سواری کا انتظام کوئی ایسا پیدا ہوگا کہ یہ سواریاں بے کار ہو جاویں گی۔ اس سے ریل کا زمانہ مراد تھا۔ وہ لوگ جو خیال کرتے ہیں کہ ان آیات کو تعلق قیامت سے ہے وہ نہیں سوچتے کہ قیامت میں اونٹنیاں حمل دار کیسے رہ سکتی ہیں کیونکہ عشار سے مراد حملدار اونٹنیاں ہیں۔ پھر لکھا ہے کہ اُس زمانہ میں چاروں طرف نہریں پھیل جاویں گی اور کتابیں کثرت سے اشاعت پاویں گی۔ غرضکہ یہ سب نشان اسی زمانہ کے متعلق تھے اب رہا مکان کے متعلق سو یاد رہے کہ دجال کا خروج مشرق میں بتلایا گیا جس سے ہمارا ملک مراد ہے۔ چنانچہ صاحب حجج الکرامہ نے لکھا ہے۔ کہ فتن دجال کا ظہور ہندوستان میں ہو رہا ہے۔ ....

.... اور یہ ظاہر ہے۔ کہ نزول مسیح اوسی جگہ ہو۔ جہاں دجال ہو۔ پھر اُس گاؤں کا نام قدعہ قرار دیا ہے۔ جو قادیان کا مخفف ہے۔ یہ ممکن ہے کہ یمن کے علاقہ میں بھی اس

نام کا کوئی گاؤں ہو۔ لیکن یاد رہے کہ یمن حجاز سے مشرق میں نہیں۔ بلکہ جنوب میں ہے۔ آخر اسی پنجاب میں ایک اور قادیاں بھی تو لودھیانہ کے قریب ہے۔

اس کے علاوہ خود قضاء و قدر نے اس عاجز کا نام جو رکھوایا ہے۔ تو وہ بھی ایک لطیف اشارہ اس طرف رکھتا ہے۔ کیونکہ **غلام احمد قادیانی** کے عدد بحساب جمل پورے تیرہ سو نکلتے ہیں۔ یعنے اس نام کا امام چودھویں صدی کے آغاز پر ہوگا غرض آنحضرت کا اشارہ اسی طرف تھا۔ حوادث بھی ایک علامت تھی۔ حوادث سماوی نے قحط طاعون اور ہیضہ کی صورت پکڑلی طاعون وہ خطرناک عذاب ہے کہ اسنے گورنمنٹ تک کو زلزلہ ڈال دیا۔ اگر اسکا قدم بڑھ گیا تو ملک صاف ہوجاوےگا۔ ارضی حوادث لڑائیاں۔ زلازل تھے جنہوں نے ملک کو تباہ کیا مامور من اللہ کے لئے یہ بھی ضرور ہے کہ وہ اپنے ثبوت میں آسمانی نشان دکھاوے ایک لیکھرام کا نشان کیا کچھ کم نشان تھا۔ ایک کشتی کے طور پر کئی سال تک ایک شرط بدھی رہی پانچ سال برابر جنگ ہوتا رہا طرفین نے اشتہار دیئے عام شہرت ہوگئی ایسی شہرت کہ جس کی مثال بھی محال ہو پھر ایسا ہی واقعہ ہوا۔ جیسے کہ کہا گیا تھا کیا اس واقعہ کی کوئی اور نظیر ہے وہرم مہوتسو کے متعلق بھی کئی دن پہلے اعلان کیا کہ ہمکو اللہ تعالیٰ نے اطلاع دی ہے کہ ہمارا مضمون سب پر غالب رہے گا جن لوگوں نے اس عظیم الشان اور پر رعب جلسہ کو دیکھا ہے وہ خود غور کرسکتے ہیں کہ ایسے جلسہ میں غلبہ پانے کی خبر پیش از وقت دیدینی کوئی انکل یا قیاس نہ تھا پھر آخر کار وہی ہوا۔ جیسے کہا گیا۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

(تمام شد)

دنیا میں سب سے زیادہ عمر کا آدمی شہر ماسکو ملک روس میں رہتا ہے اس کا نام ازرائی زدوڈا مسٹی ہے اور اوس کی عمر ۱۳۵ سال کی ہے اسی طرح دنیا میں سب سے زیادہ عمر والی عورت امیریکا کے ایک مقام پر رہتی ہے اور اوس کی عمر ۱۱۷ برس کی ہے ممکن ہے کہ دیگر ممالک میں اس سے بھی زیادہ عمر کے مرد و عورت ہوں لیکن جہاں اخباروں کے نامہ نگار دنکا گذر نہیں وہاں کے عجائبات کو کون ظاہر کرے۔

شہر فلاڈلفیا ملک امیریکا سے ہندوستان کے دیوتوں کی سنگ مرمر کی مورتیاں بن کر آتی ہیں اور لاکھوں روپیہ یہاں سے لیجاتی ہیں اچھے خدا پرست ہیں جو بت پرستوں کو بت پرستی میں زیادہ مضبوط کرتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود کا ایک پرانا مضمون بر عظمت قرآن کریم

ذیل میں اعلیٰحضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک پرانا اور لاجواب مضمون شائع کرتے ہیں جو غالباً پچیس برس سے بھی پہلے کا معلوم ہوتا ہے پنڈت کھڑک سنگھ جسکا اس مضمون میں ذکر ہے آریا تھا جو حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مذہبی مناظرہ کرنے کے لئے قادیان آیا تھا اور یہاں سے لاجواب ہوکر گیا تھا۔ چاہئے تو یہ تھا کہ وہ مسلمان ہوجاتا مگر بدقسمتی اور شرم نے کچھ ایسا چکر میں ڈالا کہ آریہ تو نہ رہا عیسائی ہوگیا۔ ادہر اسی طرز تقریر پر جو پہلے ویدکے ابطال کی متعلق حضرت حجۃ اللہ سے سنی تھی عیسائی ہوکر اوس نے آریہ مذہب اور ویدوں کے ابطال پر کئی رسالے لکھے تھے۔ غرض یہ مضمون اسکے لئے لکھا گیا تھا جو **خوش قسمتی** سے ہمیں خود اعلیٰحضرت ہی کے ہاتھ کا لکھا ہوا مل گیا تھا۔ ہم ناظرین الحکم کے فائدہ اور قرآن کریم کی تعلیم کا بھی کسقدر نمونہ دکھایا گیا ہے۔ امید ہے کہ یہ مضمون . . . اپنی خوبی قدامت اور دوسرے وجوہ سے بہت ہی پسند کیا جاویگا اور بجائے خود الحکم کی تعریف کی ایک لانظیر تلافی ہوگا۔

ایڈیٹر

. . . .

سوال لاجواب کہ جسکے جواب دینے سے اگر پنڈت کھڑک سنگھ صاحب خاموش رہیگا تو اوسکا جھوٹا ہونا ثابت ہوگا

قرآن مجید کی کلام الہیٰ ہونے کی بڑی بھاری نشانی یہ ہے کہ اوس کی ہدایت سب ہدایتوں سے کاملتر ہے اور اس دنیا کی حالت موجودہ میں جو جو خرابیاں پڑی ہوئی ہیں قرآن مجید سب کی اصلاح کرنے والا ہے۔ دوسری نشانی یہ ہے کہ قرآن مجید اور کتابوں کی طرح مثل کتھا کی نہیں ہے بلکہ مدلل طور پر ہر یک امر پر دلیل قائم کرتا ہے اس دوسری نشانی پر پہلے بنام کھڑک سنگھ وغیرہ پانسوؔ روپیہ کا اشتہار بھی دیا تاکوئی پنڈت یہ صفت وید میں ثابت کرکے دکھلادے کہ وید نے کن دلائل سے اپنے عقائد کو ثابت کیا ہے۔ مگر آجتک کسی کو توفیق نہ ہوئی کہ دم بھی مار سکے ہم سچ سچ کہتے ہیں کہ وید میں نہ انجیل میں نہ توریت میں ہرگز طاقت نہیں کہ کسی فرقہ مخالف کا رد مثلاً دہریہ کا رد یا طبعیہ کا رد یا ملحدوں کا رد یا منکر الہام کا رد یا منکر نبوت کا رد یا بت پرست کا رد یا منکر نجات کا رد یا منکر عذاب کا رد یا منکر واحدانیت باری کا رد یا کسی اور منکر کا رد دلائل قطعیہ سے کرکے دکھلادے یہ سب کتابیں تو مثل مردہ کے پڑی ہیں کہ جنمیں جان نہ ہو۔ کھڑک سنگھ جو لڑکوں کو بہکاتا ہے کہ وید میں سب کچھ کہا ہے تو اگر وہ سچا ہے تو ہم اوس کو پانسوؔ روپیہ دینا کرتے ہیں ہم سے نوٹ لکھا لے کسی فرقہ کے رد میں دلائل عقلیہ سے جو وید میں درج ہوں وہ تین جز بمقابلہ فرقان مجید لکھکر دکھاوے یا خدا کی خالقیت سے عاجز ہونے پر یا نجات ابدی دینے سے عاجز ہونے پر بمقابلہ ہمارے دلائل کی وید سے دلائل نکال کر لکھی اور پانسوؔ روپیہ فی الفور ہم سے لیلئے اور وہ جو کہتا ہے کہ فرقان مجید توریت انجیل سے نکالا گیا ہے تو اوسکو چاہئے کہ اگر وید سے کام نہیں بنتا تو توریت یا انجیل سے مدد لی اور اگر توریت یا انجیل وہ دلائل جو فرقان مجید پیش کرتا ہے پیش کردیں گے تو ہم تب بھی کھڑک سنگھ کو پانسوؔ روپیہ نقد دیدینگے ایک تمسوں تعدادی پانسوؔ روپیہ ابھی لکھ کر ہم بھیجدیتے ہیں لیکن اگر اس کے جواب میں خاموش رہی اور کچھ غیرت اور شرم اوس کو نہ آوے تو معلوم کرنا چاہئے کہ بڑا بیحیا اور بے شرم ہے کہ ایسی پاک اور مقدس کتاب کی ہتک کرتا ہے کہ جسکی ثانی حکمت اور فلسفہ میں اور کوئی کتاب نہیں مین ماہ ست. بنام اوس کے بوعدہ انعام پانسو روپیہ ہمارا مضمون چھپ رہا ہے اوس نے آجتک کونسی دلائل وید کے پیش کرے شرم چکی است کہ پیش مردان بیاید

اور پہلی نشانی جو پہلے عنوان اس مضمون میں لکھی ہیں اوس کا مطلب یہ ہے کہ فرقان مجید اپنی احکام میں سب کتابوں سے کاملتر ہیں اور ہماری موجودہ حالت کی عین مطابق ہے اور جسقدر فرقان مجید میں احکام ہدایت حسب حالت موجودہ دنیا کی مندرج ہیں کسی اور کتاب میں ہرگز نہیں اگر کھڑک سنگھ وید میں یا توریت انجیل میں یہ سب احکام نکال دیں تو اسپر بھی ہم پانسو روپیہ دینے کی شرط کرتے ہیں اگر کچھ شرم ہوگی تو ضرور بمقابلہ اوس کے وید سے بحوالہ پتہ و نشان لکھےگا ورنہ خود یہہ لڑکے جنکو بہکا رہا ہے سمجھ جاینگے کہ جھوٹا ہے کون منصف اس عذر کو سن سکتا ہے کہ ایک آدمی کہتا ہے کہ تمہارا وید محض ناقص ہے تم یہ احکام وید سے نکالدو اگر ناقص نہیں تم یہہ جواب دیتے ہو ہمیں فرصت نہیں وید یہاں موجود نہیں بھلا یہ کیا جواب ہے اس جواب سے تو تم جھوٹے ٹھہرتے ہو جس حالت میں ہم پانسوؔ روپیہ نقد دینا کرتے ہیں نوٹ لکھدیتے ہیں رجسٹری کرادیتے ہیں تو پھر اگر تمہارا وید بھی کچھ چیز ہے تو کس دن کے واسطے رکھا ہوا ہے دس بیس روز کی ہمسے مہلت لیلو دیانند کو اپنا مددگار بنالو ہمکو وہ احکام نکالدو جو ہم نیچے فرقان مجید سے نکال کر لکھیں گے یا یہ اقرار کردو کہ یہ احکام ہمارے نزدیک ناجائز ہیں تب پھر اون کے ناجائز ہونیکا ثبوت اپنے وید سے حوالہ دو غرض تم ہمارے ہاتھ سے کہاں بھاگ سکتے ہو اور یہ جو تم محض شرارت سے بارادہ توہین حضرت خاتم الانبیاء کی نسبت بدزبانی کرتے ہو یہ محض تمہاری بداصلی ہے اسے پرچہ میں بھی تمنے ایسی ایسی اہانت سب پیغمبروں کی نسبت لکھی ہے۔ ہمکو خدا نے یہ شرف بخشا ہے کہ ہم سب پیغمبروں کی تعظیم کرتے ہیں اور جیسا کہ خدا نے ہمکو فرمایا ہے نجات سب مخلوقات کی اسلام میں

سمجھتے ہیں۔ تمکو اگر حضرت خاتم الانبیاء پر کچھہ اعتراض ہے تو زبان تہذیب سے وہ اعتراض جو سب سے بڑا ہو تحریر کرکے پیش کرو ہم تمسک لکھدیتے ہیں کہ اگر وہ اعتراض تمہارا صحیح ہؤا تو ہزار روپیہ ہم تمکو دیدینگے اور تم ایک تو تمسک لکھدو کہ اگر وہ اعتراض جھوٹا نکلا تو سو روپیہ بطور جرمانہ تم ہمکو دوگے اور اب اگر ہماری یہ تحریر سنکر چپ ہوجاؤ اور اس شرط پر بحث شروع نہ کرو تو ہر یک منصف سمجھہ جائیگا کہ وہ سب توہین تمنے بے ایمانی سے کی ہے اکثر لوگوں کا اکثر قاعدہ ہے کہ آفتاب پر تھوکتے ہو اور بجھا ہؤا چراغ لئے بیٹھے ہو دُنیا کی بڑی چیز سمجھہ رکھا ہے کہ موت سے ڈرتے نہیں ورنہ ایسے آفتاب کی توہین کرنا جو نور دنیا کا ہے نری بے ایمانی ہے۔ جھوٹے آدمی کی یہ نشانی ہے کہ جاہلوں کے روبرو تو بہت لاف گزاف مارتے ہیں مگر جب کوئی دامن پکڑ کر پوچھے کہ ذرا ثبوت دیکر جاؤ تو حیران ہوجاتے ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اب ہم نیچے وہ احکام فرقان مجید کی لکھتے ہیں کہ جنمیں ہمارا یہہ دعویٰ ہے کہ وید میں یہ تمام احکام ضرور یہ ہرگز موجود نہیں اسلئے وید ناقص تعلیم ہے اور تم کہتے ہو کہ ہیں اور ہم کہتے ہیں کہ ہرگز نہیں اور لعنت اوس شخص پر کہ جھوٹا ہے۔

اوّل خدا کی نسبت جو احکام فرقان مجید کے ہیں خلاصہ آیات کا نیچے لکھتا ہوں

۱۔ تم خدا کو اپنے جسموں اور روحوں کا رب سمجھو جس نے تمہارے جسموں کو بنایا اوسی نے تمہارے روحوں کو بنایا وہی تم سب کا خالق ہے اُس بن کوئی چیز موجود نہیں ہوتی۔

۲۔ آسمان اور زمین اور سورج اور چاند اور جتنی نعمتیں زمین آسمان میں نظر آتی ہیں یہ کسی عمل کنندہ کے عمل کے پاداش نہیں محض خدا کی رحمت ہے کسی کو یہہ دعوے نہیں پہنچتا کہ میری نیکیوں کے عوض میں خدا نے سورج بنایا یا زمین بچھائی یا پانی پیدا کیا۔

۳۔ تو سورج کی پرستش نہ کر تو چاند کی پرستش نہ کر تو آگ کی پرستش مت کر تو پتھر کی پرستش مت کر تو مشتری ستارے کی مت پوجا کر تو کسی آدم زاد یا اور کسی جسمانی چیز کو خدا مت سمجھہ کہ یہہ سب چیزیں تیری ہی نفع کے واسطے بنے پیدا کی ہیں۔

۴۔ بجز خدا کے کسی چیز کی بطور حقیقی تعریف مت کر کہ سب تعریفیں اوسی کی طرف راجع ہیں بجز اوسکے کسی کو اوس کا وسیلہ مت سمجھہ کہ وہ تجھہ سے تیری رگ جان سے بھی زیادہ نزدیک تر ہے

۵۔ تو اوس کو ایک سمجھہ کہ جس کا کوئی ثانی نہیں تو اوس کو قادر سمجھہ جو کسی فعل قابل تعریف سے عاجز نہیں تو اوس کو رحیم اور فیاض سمجھہ کہ جس کی رحم اور فیض پر کسی عامل کے عمل کو سبقت نہیں

دوئم حالت موجودہ دنیا کی مطابق گناہوں کے

نسبت

۱۔ تو سچ بول اور سچی گواہی دے اگرچہ اپنے حقیقی بھائی پر ہو یا باپ پر ہو یا ماں پر یا کسی اور پیارے پر ہو اور حقانی طرف سے الگ مت ہو۔

۲۔ تو خون مت کر کیونکہ جس نے ایک بے گناہ کو مار ڈالا وہ ایسا ہے کہ جیسے اوس نے سارے جہان کو قتل کر دیا۔

۳۔ تو اولادکشی اور دخترکشی مت کر تو اپنے نفس کو آپ قتل مت کر تو کسی قاتل یا ظالم کا مددگار مت ہو تو زنا مت کر۔

۴۔ تو کوئی ایسا فعل نہ کر جو دوسرے کا ناحق باعث آزار ہو۔

۵۔ تو قمار بازی نہ کر تو شراب مت پی تو سود مت لے اور جو اپنے لئے اچھا سمجھتا ہے وہی دوسرے کیلئے کر

۶۔ تو نامحرم پر ہرگز آنکھہ مت ڈال نہ شہوت سے نہ خالی نظر سے کہ یہہ تیرے لئے ٹھوکر کھانے کی جگہ ہے۔

۷۔ تم اپنی عورتوں کو میلوں اور محفلوں میں مت بھیجو اور اون کو ایسے کاموں سے بچاؤ کہ جہاں وہ ننگی نظر آویں تم اپنی عورتوں کو زیور چھنکاتی ہوئی خوش اور پسند لباس کوچوں اور بازاروں اور میلوں کے سیر سے منع کرو اور اونکو نامحرموں کی نظربازی سے بچاتے رہو۔

تم اپنی عورتوں کو تعلیم دو اور دین اور عقل اور خدا ترسی میں اونکو پختہ کرو اور اپنے لڑکوں کو علم پڑہاؤ۔

۸۔ تو جب حاکم ہو کر کوئی مقدمہ کرے تو عدالت کر اور رشوت مت لی اور جب تو گواہ ہو کر پیش ہو تو سچی گواہی دیدے اور جب تیرے نام حاکم کے طرف سے بغرض ادا کسی گواہی کے حکم طلبی کا صادر ہو تو خبردار حاضر ہونے سے انکار مت کیجو اور عدول حکمی مت کریو۔

۹۔ تو خیانت مت کر تو کم وزنی مت کر اور پورا پورا تول تو جنس ناقص کو عمدہ کی جگہ مت بیچ تو جعلی دستاویز مت بنا اور اپنی تحریر میں جعلسازی نہ کر تو کسی پر تہمت مت لگا۔ اور کسی کو الزام نہ دے کہ جس کی تیرے پاس کوئی دلیل نہیں۔

۱۰۔ تو چغلی نہ کر تو گلہ نہ کر تو نمامی مت کر اور جو تیرے دل میں نہیں وہ زبان پر مت لا۔

۱۱۔ تیرے پر تیرے ماں باپ کا حق ہے جنہوں نے تجھے پرورش کیا بھائی کا حق محسن کا حق ہے تجھ دوست کا حق ہے ہمسایہ کا حق ہے ہموطنوں کا حق ہے۔ تمام دُنیا کا حق ہے سب سے رتبہ برتبہ ہمدردی سے پیش آ۔

۱۲۔ سرکار کے ساتھہ بدمعاملگی مت کر یتیموں اور ناقابلوں کے مال کو خورد برد مت کر

۱۳۔ اسقاط حمل مت کر۔ تمام قسموں زنا سے پرہیز کر کسی عورت کی عزت میں خلل ڈالنے کیلئے اوس پر کوئی بہتان مت لگا۔

۱۴۔ رو بخدا ہو اور رو بدنیا نہ ہو کہ دُنیا ایک گذر جانیوالی جگہ ہے اور وہ جہان ابدی جہان ہے بغیر ثبوت کامل کے کسی پر نالائق تہمت مت لگا کہ دلوں اور کانوں اور آنکھوں سے قیامت کے دن مواخذہ ہوگا۔

۱۵۔ کسی سے جبراً کوئی چیز مت چھین اور قرض کو عین وقت پر ادا کر اور اگر تیرا قرضدار نادار ہے تو اوس کو قرض بخشدے اور اگر اتنی طاقت نہیں تو قسطوں سے وصول کر لیکن تب بھی اوس کی وسعت وقت دیکھلے

۱۶۔ کسی کے مال میں لاپرواہی سے نقصان مت پہنچا اور نیک کاموں میں لوگوں کو مدد دو

۱۷۔ اپنے ہمسفر کی خدمت کر اور اپنے مہمان کو تواضع سے پیش آ سوال کرنیوالے کو خالی مت پھیر ہر ایک جاندار ہو کے پیاسے پر رحم کر

۱۸۔ لوگوں کے راز جوئی مت کر اور کسی کے گھر میں بغیر اوس کی اجازت کے اندر مت جا اور کسی شخص کو دہوکہ دینے کی نیت سے کوئی کام مت کر دغا اور فریب اور نفاق سے دور رہ اور ہر یک شخص سے صفادلی سے معاملہ کر اور یتیموں اور ہمسائیوں اور غریبوں خواہ رشتہ دار ہوں خواہ غیر تعلق والے ہوں اور ساتھہ والے مسافروں اور راہ گیروں اور غلاموں پر مہربانی کرو۔

مذہبی دنیا پر سرسری نظر

جنرل بوتھہ لنڈن شہر پر

ہمارے ناظرین جنرل بوتہہ کے نام سے ناآشنا نہونگے یہہ معمر آدمی مکتی فوج کا بانی ہے اُنہوں نے آجکل شہر لنڈن کی زندگی پر ایک حدیث لکھا شایع کی ہے۔ اس میں ظاہر کیا ہے کہ آجکل شراب خواری کا مرض عورتوں میں بڑھتا جاتا ہے اور یہہ شراب خوری ترقی عورتوں کے حقوق کی ایزادی کے باعث ہوئی ہے کیونکہ وے جب اپنے آپ کو دیگر معاملات میں مردوں کے برابر سمجھتی ہیں تو شراب کی بوتلیں مردوں کی طرح لنڈہانے میں اب اُنہیں شرم نہیں معلوم دیتی

جنرل بوتھ در اصل غلط نتیجہ پر پہنچے ہیں۔ مے نوشی اور عیاشی کے سیلاب کا بند کفارہ کے ماننے سے ٹوٹتا ہے اور یہ عملی ثبوت ہے اس امر کا کہ کفارہ انسان کی نجات کا ذریعہ نہیں ہو سکتا اور اس کو نجات سے کوئی تعلق نہیں اور پھر جنرل بوتھ انجیل سے ناواقف معلوم ہوتا ہے جبکہ یسوع صاحب معجزات سے شراب بنایا کرتے تھے تو پھر یسوع کے ماننے والے شراب کی بوتلیں لنڈھا کر ان معجزات کی یادگار کیوں قائم نہ رکھیں! اور پھر جنرل بوتھ کو ایک اور دھوکا ہوا ہے جب خود انکا خداوند یسوع شراب پیتا تھا تو اوروں کے لئے حرام ہونے کی کیا وجہ ہے؟ غالباً یہی وجہ ہے جو جنرل بوتھ نے اپنی ساری کتاب میں شراب کی حرمت پر کوئی دلیل پیش نہیں کی ہے۔ بلکہ اگر اس سے کچھ پایا جاتا ہے تو یہ پایا جاتا ہے کہ عورتوں کو مردوں کے برابر شراب نہیں پینی چاہیئے۔ جس مذہب کا یہ حال ہو اور جس کے ماننے والوں کی یہ حالت کیا وہ انسان کے اندر حقیقی پاکیزگی اور طہارت پیدا کر سکتا ہے؟ کبھی نہیں۔ دنیا کے کل مذاہب موجودہ میں یہ فخر صرف اور صرف اسلام کو حاصل ہے جس نے صاف لفظوں میں شراب کو حرام کیا ہے۔

جنرل بوتھ نے یہ بھی لکھا ہے کہ بد زبانی یعنی ناشائستہ کلامی میں بھی ترقی ہو رہی ہے گلی کوچوں میں نہ صرف مرد و زن بلکہ چھوٹے بچوں تک سخت ناپاک اور گندے الفاظ استعمال کرتے ہوئے سنائی دیتے ہیں تعلیم کے عام ہونے کا نتیجہ تو یہ ہونا چاہیئے تھا کہ گندہ دہنی دور ہوتی نہ بجائے اس کے کلام کی ناپاکی بڑھ جاتی۔ نہ جنرل بوتھ عیسائی ہو کر مکتی فوج کے بانی ہو کر لنڈن کی اس حالت پر مفت اظہار افسوس کرتے ہیں وہ انجیل کو پڑھیں اور یسوع صاحب کی ان تقریروں کو پڑھیں جو آپ یہود کے علماء کے سامنے کرتے ہیں زبان پر پوری حکومت کا سبق بھی صرف اسلام ہی نے دیا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے طرز عمل سے دکھایا ہے۔ جنرل بوتھ کے مندرجہ بالا ریمارک سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ محض ذہنی ترقی اور صنعت و حرفت میں بلند پروازگی دلوں کی ناپاکی اور کدورت کو صاف نہیں کر سکتی بلکہ اس کے لئے ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ہستی پر کامل یقین اور گناہ سوز فطرت کا پیدا ہونا اور یہ ممکن نہیں جب تک اللہ تعالیٰ کی قدرتوں اور طاقتوں کے تازہ بتازہ نمونے سامنے ہوں اور یہ بات اسلام کے سوا کسی دوسرے کو حاصل نہیں چنانچہ اسوقت بھی خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے **حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام** کا وجود باجود ان نشانات کا نمونہ ہے +

ڈیلی نیوز لنڈن کی مذہبی مردم شماری

انگلستان کے ڈیلی نیوز روزانہ اخبار کی طرف سے لنڈن کے خاص خاص معاملات کے متعلق مردم شماری کی گئی۔ اس کے ضمن میں اس نے یہ بھی معلوم کرنے کی کوشش کی کہ کسقدر فیصدی آدمی گرجاگھروں یا دیگر مذہبی جلسوں میں شامل ہوتے ہیں اس مردم شماری کے دوران میں معلوم ہوا کہ مقام چلسی میں جہاں کی آبادی ستر ہزار آدمیوں کی ہے صرف ۳۰۰ آدمی مذہبی جلسوں میں شامل ہوتے ہیں۔

اس سے صاف طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ اسوقت انگلستان کی دینی اور روحانی حالت پستی کی طرف جا رہی ہے اور مصنوعات اور اختراعات کی طرف ساری قوتیں صرف ہو رہی ہیں۔ چرچ آف انگلنڈ دنیا کے مختلف ممالک اور قطعات میں کروڑوں روپیہ عیسائی بنانے کے لئے خرچ کر رہا ہے لیکن اس کے اپنے گھر کی یہ حالت ہے کہ رسمی طور پر بھی ستر ہزار آدمیوں میں تیس آدمی گرجا میں جاتے ہیں یہ ثبوت ہے عیسویت کے تنزل اور ادبار کا اور یہ اثر ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے انفاس قدسیہ کا جو کسر صلیب کے لئے مامور ہو کر آیا ہے۔ اندرونی طور پر عیسائی مذہب کو دو کیڑے لگ چکے ہیں یعنے اول اس میں فلاسفروں اور آزاد خیال لوگوں کا ایک ایسا گروہ پیدا ہو گیا ہے۔ جو اپنی قلم اور زبان سے عیسائی مذہب کے اصولوں کی تکذیب اور تردید کر رہے ہیں دوسرے عیسائی مذہب کے ماننے والوں میں عملی طور پر ماننے والوں کی تعداد دن بدن کم ہو رہی ہے اور یہ سب اس کامیابی کی ٹھنڈی ہوائیں ہیں جو حضرت مسیح موعود کو کسر صلیب میں ہونے والی ہے۔

ریمارک

عرصہ سے چند اخبارات اور بعض کتابیں دفتر الحکم میں بغرض ریمارک پہنچی ہوئی ہیں افسوس ہے کہ ہم ابتک انپر نوٹس نہیں لے سکے اور بعض ابھی تک بھی باقی رہیں گی۔ تاہم بعض جدید ہمعصروں پر مختصر سا ریمارک کیا جاتا ہے۔

النذیر ۔ یہ دو جزو کا ایک ماہواری رسالہ میرٹھ سے شائع ہوا ہے جس کی سالانہ قیمت ۱۲ھ ہے۔ یہ رسالہ آریوں کے ہفتہ وار اخبارات اور رسالجات ماہواری کے اعتراضوں کے جواب دینے کے لئے نکالا گیا ہے اور ہمارے خیال میں جبکہ آریوں کے اخبارات کثرت کے ساتھ مقدس اسلام کی توہین کر کے لوگوں میں بدظنی پھیلانا چاہتے ہیں ان کے ذب اور دفع کے لئے جسقدر رسالے اور اخبار ہوں تھوڑے ہیں۔ اس لئے مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ ایسے رسالوں کی ہر طرح سے مدد کریں۔

مضامین کے پڑھنے سے جہانتک پتہ لگتا ہے۔ ان میں مولوی پنڈت ابو رحمت واعظ کا قلم کام کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے جو سنسکرت کے اچھے عالم ہیں اور آریوں کے گھر کے بھیدی ہیں۔

ست اپدیش۔ لاہور سے سوامی شیوانند صاحب نے ایک پندرہ روزہ اخلاقی پرچہ نکالا ہے سوامی شیوآنند کسی زمانہ میں دیو دھرم آشرم سے متعلق تھے اور ستیانند اگنی ہوتری کے چیلے تھے۔ پھر کچھ عرصہ تک جنرل بوتھ کی مکتی فوج میں رہ کر جنگی پکار نام ایک اخبار کو ایڈٹ کرتے رہے اور پھر جلسہ مذاہب کے بانی شوگن چند کے ساتھ رہے اب آپ نے یہ اخبار نکالا ہے اسمیں کوئی کلام نہیں کہ یہ پرچہ اخلاقی نمونے لئے ہوئے ہوتا ہے اور ملک کی اخلاقی حالت کی اصلاح کے لئے ایسے پرچوں کی ضرورت لیکن ہم خطرناک غلطی کریں گے اگر یہ ظاہر نہ کریں کہ خدا تعالیٰ کے قائم کردہ سلسلہ اور اصولوں کے خلاف چل کر اخلاقی پاکیزگی کا پیدا کرنا ایک خیالی امر ہے۔ حقیقی اخلاق کا پتہ بھی بغیر اس کے نہیں لگ سکتا۔ بہرحال یہ پرچہ اخلاقی پرچہ سالانہ قیمت دو روپیہ ہے۔

نیر اعظم مراد آباد۔ اگرچہ یہ پرانا اخبار ہے اور ۲۴ سال سے جاری ہے مگر منشی ایس ابن علی صاحب کے اہتمام اور ایڈیٹری میں جب سے چھپنا شروع ہوا ہے اس اخبار کی حالت میں زمین آسمان کا فرق ہو گیا ہے اب بڑی متانت اور معقولیت کے ساتھ واقعات حاضرہ پر بحث کی جاتی ہے اور مضامین کے اقتباس اور ترتیب میں خاص اخباری مذاق سے کام لیا جاتا ہے نمونہ کا پرچہ جو مفت ملتا ہے منگوا کر کل باتیں معلوم ہو سکتی ہیں۔

آصف الاخبار۔ یہ پندرہ روزہ اخبار آغا شاعر قزلباش دہلوی نے ملک معظم ایڈورڈ ہفتم کے ہندوستانی دربار تاجپوشی کی یادگار اور سلطان دکن کی اٹھتیسویں سالگرہ کی خوشی میں دہلی سے نکالنا شروع کیا آغا شاعر کی تحریریں اردو زباندانی کے شائقین زبان چٹخارے لے لے کر پڑھتے ہیں اور آصف الاخبار کے مطالعہ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس اخبار کی زبان ٹکسالی ہونے کے علاوہ نہایت سلیس اور صاف ہوتی ہے اخباری مراتب اور مدارج کے لحاظ سے اخبار میں بہت بڑی ترقی کی گنجائش ہے لیکن اردو انشاء پردازی کے لئے یہ اخبار دہلی کے دوسرے اخبارات سے بڑھ چڑھ کر ہے۔ پندرہ روزہ اخبار کے لئے عام قیمت تین روپیہ زیادہ ہے۔ کاغذ۔ کتابت اور چھپائی کا خاص اہتمام کیا جاتا ہے بہرحال ہم اپنے نئے ہمعصر کی کامیابی چاہتے ہیں۔

اور خدا تعالیٰ نے متواتر ظاہر کر دیا ہے کہ واقعی اور حقیقی طور پر وہی شخص اس جماعت میں داخل سمجھا جائے گا کہ اپنے عزیز مال کو اس راہ میں خرچ کرے گا یہہ ظاہر ہے کہ تم دو چیز سے محبت نہیں کرسکتے اور تمہارے لئے ممکن نہیں کہ مال سے بھی محبت کرو اور خدا سے بھی محبت صرف ایک سے محبت کرسکتے ہو پس خوش قسمت وہ شخص ہے کہ خدا سے محبت کرکے اُس کی راہ میں مال خرچ کرے گا تو میں یقین رکھتا ہوں کہ اُس کے مال میں بھی دوسروں کی نسبت زیادہ برکت دیجائیگی کیونکہ مال خود بخود نہیں آتا بلکہ خدا کے ارادہ سے آتا ہے۔ پس جو شخص خدا کے لئے بعض حصّہ مال کا چھوڑتا ہے ضرور اسے پائیگا لیکن جو شخص مال سے محبت کرکے خدا کی راہ میں وہ خدمت بجا نہیں لاتا جو بجا لانی چاہیئے تو وہ ضرور اُس مال کو کھوئے گا یہ مت خیال کرو کہ تم کوئی حصّہ مال کا دیکر یا کسی اور رنگ سے کوئی خدمت بجا لاکر خدا تعالیٰ اور اوس کے فرستادہ پر کچھ احسان کرتے ہو **بلکہ یہہ اوس کا احسان ہے کہ تمھیں اس خدمت کے لئے بلاتا ہے** اور میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اگر تم سب کے سب مجھے چھوڑ دو اور خدمت اور امداد سے پہلو تہی کرو تو وہ ایک قوم پیدا کر دے گا کہ اس خدمت کو بجا لائے گی تم یقیناً سمجھو کہ یہ کام آسمان سے ہے اور تمہاری خدمت صرف تمھاری بھلائی کے لئے ہے پس ایسا نہ ہو کہ تم دل میں تکبر کرو اور یا یہ خیال کرو کہ ہم خدمت مالی یا کسی قسم کی خدمت کرتے ہیں میں بار بار تمہیں کہتا ہوں کہ خدا تمہاری خدمتوں کا ذرّہ محتاج نہیں ہاں تم پر یہہ اوس کا فضل ہے کہ تمکو خدمت کا موقعہ دیتا ہے۔ تھوڑے دن ہوئے کہ بمقام گورداسپور مجھکو الہام ہوا تھا کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا فَاتَّخِذْنِیْ وَکِیْلًا یعنی میں ہی ہوں کہ ہر ایک کام میں مجھے کارساز سمجھ لے اور دوسروں کا اپنے کاموں میں کچھ بھی دخل مت سمجھ جب یہہ الہام مجھ کو ہوا تو میرے دل پر ایک لرزہ پڑا اور مجھے خیال آیا کہ میری جماعت ابھی اس لائق نہیں کہ خدا تعالیٰ اون کا نام بھی لے اور مجھے اس سے زیادہ کوئی بھی حسرت نہیں کہ میں فوت ہو جاؤں اور جماعت کو ایسی ناتمام اور خام حالت میں چھوڑ جاؤں میں یقیناً سمجھتا ہوں کہ بخل اور ایمان ایک ہی دل میں جمع نہیں ہوسکتے جو شخص سچے دل سے خدا تعالیٰ پر ایمان لاتا ہے وہ اپنا مال صرف اوس مال کو نہیں سمجھتا کہ اوس کے صندوق میں بند ہے بلکہ وہ خدا تعالیٰ کے تمام خزائن کو اپنا خزائن سمجھتا ہے اور امساک اوس سے اس طرح دور ہو جاتا ہے جیسا کہ روشنی سے تاریکی دور ہو جاتی ہے اور یقیناً سمجھو کہ صرف یہی گناہ نہیں کہ میں ایک کام کے لئے کہوں اور کوئی شخص میری جماعت میں سے اُس کی طرف کچھ التفات نہ کرے بلکہ خدا تعالیٰ کے نزدیک یہ بھی گناہ ہے کہ کوئی اس کی خدمت کرکے یہہ خیال کرے کہ میں نے کچھ کیا ہے اگر تم کوئی نیکی کا کام بجا لاؤگے اور اوسوقت کوئی خدمت کروگے تو اپنی ایمانداری پر مہر لگادوگے اور تمہاری عمریں زیادہ ہونگی اور تمھارے مالوں میں برکت دیجائیگی مجھے اسکی تصریح کی ضرورت نہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کیا کیا خدمات بجا لائے تھے اب تم سوچ کر دیکھو کہ یہ خدمات اون خدمات کے مقابل پر کیا چیز ہیں میں تمہیں بہت دیر تک نہیں رہونگا اور وہ وقت چلا آتا ہے کہ تم پھر مجھے نہیں دیکھوگے اور بہتوں کو حسرت ہوگی کہ کاش ہمنے نظر کے سامنے کوئی قابل قدر کام کیا ہوتا سو اسوقت اُن حسرات کا تدارک کرو جسطرح پہلے نبی رسول اپنی امت میں نہیں رہے میں بھی نہیں رہونگا سو اسوقت کا قدر کرو اور اگر تم اسقدر خدمت بجالاؤ کہ اپنی غیر منقولہ جائیدادوں کو اس راہ میں بیچدو پھر بھی ادب سے دور ہوگا کہ تم خیال کرو کہ ہمنے کوئی خدمت کی ہے تمہیں معلوم نہیں کہ اسوقت رحمت الٰہی اس دین کی تائید میں جوش میں ہے اور اوس کے فرشتے دلوں پر نازل ہو رہے ہیں ہر یک عقل اور فہم کی بات جو تمہارے دلمیں ہے وہ تمھاری طرف سے نہیں بلکہ خدا کی طرف سے ہے آسمان سے عجیب سلسلہ انوار جاری اور نازل ہو رہا ہے پس میں بار بار کہتا ہوں کہ خدمت میں جان توڑ کر کوشش کرو مگر دل میں مت لاؤ کہ ہمنے کچھ کیا ہے اگر تم ایسا کروگے ہلاک ہو جاؤگے یہہ تمام خیالات ادب سے دور ہیں اور جسقدر بے ادب جلد تر ہلاک ہو جاتا ہے ایسے جلد کوئی ہلاک نہیں ہوتا اور میں یہہ بھی کہتا ہوں کہ اس خدمت کے ساتھ دوسری خدمت میں سُست مت ہو بہت نادان وہ شخص ہے کہ وہ اگر کوئی نیکی کرتا ہے تو اسطرح پر کہ ایک نیکی میں فتور ڈالکر دوسری نیکی بجالاتا ہے وہ خدا کے نزدیک کچھ چیز نہیں بلکہ تم اون نیکیوں اور اون خدمتوں کو بھی اپنے دستور کے مطابق بجا لاؤ اور یہہ نئی خدمت جو بتائی جاتی ہے اسمیں بھی پوری کوشش کا نمونہ دکھاؤ **اگر اس رسالہ کی اعانت کے لئے اس جماعت میں دس ہزار خریدار اردو یا انگریزی کا پیدا ہو جائے تو یہہ رسالہ خاطر خواہ چل نکلے گا اور میری دانست میں اگر بیعت کرنیوالے اپنی بیعت کی حقیقت پر قائم رہ کر اس بارہ میں کوشش کریں تو اسقدر تعداد کچھہ بہت نہیں بلکہ جماعت موجودہ کی تعداد کے لحاظ سے یہ تعداد بہت کم ہے**۔ سوا اے جماعت کے سچے مخلصو خدا تمہارے ساتھ ہو تم اس کام کے لئے ہمت کرو خدا تعالیٰ آپ تمھارے دلوں میں القا کرے کہ یہی وہ وقت ہمت کا ہے اب اس سے زیادہ کیا لکھوں خدا تعالیٰ آپ لوگوں کو توفیق دیوے آمین ثم آمین

الراقم خاکسار مرزا غلام احمد قادیانی

حضرت اقدس علیہ السلام کی اس تحریک پر ہمارے بعض احباب نے اصل مسیح موعود کی ہدایت کی تعمیل حکم میں بڑی سرگرمی دکھلائی ہے چنانچہ حکیم محمد حسین صاحب قریشی اور خواجہ کمال الدین صاحب اور حکیم فضل الدین صاحب نے اوسیوقت دس دس رسالے اپنے خرچ پر بھجوانے منظور کئے اور ایسا ہی بہت سارے دوسرے احباب نے خود خریداری میگزین منظور کی اور بعض احباب نے آٹھ آٹھ دس دس رسالے اپنے احباب کے نام بھجوا کر اون کو خریدار بنایا اس لئے سب احباب کی خدمت میں التماس ہے کہ حضرت اقدس کا ارشاد جو دس ہزار خریدار میگزین پیدا کرنے کا ہے اس کی تعمیل میں ہر طرح سے کوشش کریں سب احباب خواندہ ہوں یا ناخواندہ اوس کو خریدیں اور حسب توفیق اردو یا انگریزی رسالہ کی دو دو چار چار دس دس بیس بیس کاپیاں خود خرید کر باہر بھجوادیں جو خود رسالہ کی پوری قیمت نہ دے سکتے ہوں وہ ایکدوسرے کے ساتھ ملکر ایک ایک رسالہ خریدیں اور اپنے احمدی احباب کو اور دوسرے دوستوں کو جو مذہب اسلام سے دلچسپی رکھتے ہیں اسکے خرید کرنے کے لئے مجبور کریں کیونکہ یہہ رسالہ مذہب اسلام کی صداقت کو دکہاتا اور غیر مذاہب عیسائیوں آریوں وغیرہ کے اعتراضوں کا جواب دیتا ہے اور زبان انگریزی میں ترجمہ ہوکر یورپ امریکہ اور دنیا کے دوسرے حصوں میں جاتا ہے۔ اگر ہماری جماعت میں سے پانسو آدمی ایسے ہمت پیدا ہو جائیں کہ دس دس رسالے اپنے خرچ پر خرید کر باہر بھجوا دیں اور باقی ہزار احمدی اس کے علاوہ ہوں جو ایک ایک رسالہ خریدیں تو باسانی تعداد دس ہزار تک پہنچ جاتی ہے۔ جو احباب رسالہ خریدیں وہ اس امر کا خیال رکھیں کہ بعض مضامین جنوری سے شروع ہوئے ہوئے ہیں اس لئے شروع سال سے خریدنا مفید ہوگا اور ایسا ہی ۱۹۰۲ء کی جلد جو عاریہ دیجاتی ہے اس کو بھی ضرور خریدیں ورنہ پھر اسکا ملنا مشکل ہوگا اردو رسالہ کی قیمت عہ ۲ اور انگریزی کی للعہ (ولایت کیلئے للعہ) سالانہ ہے۔ جملہ درخواستیں اور روپیہ بنام محمد علی ایم اے مینیجر رسالہ ریویو آف ریلیجنز قادیان ضلع گورداسپور آنی چاہئیں +

مراسلت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

جہلم میں احمدی جماعت کے خلاف مسلمانوں کی نوٹس

مکرّم بندہ جناب شیخ صاحب

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ یہہ چند سطور ارسال خدمت کرتا ہوں۔ امید کہ اپنے معزز پرچہ میں جگہ دے کر ممنون فرمادیں گے +

احمدی جماعت کے مخالف مولوی حضرت اقدس مسیح موعود ومہدی مسعود خلیفۃ اللہ علیہ السلام پر فوٹو کھچوانے سے بڑے شدّومد سے فتوے دیتے ہیں۔ حالانکہ یہ لوگ خوب جانتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کا فوٹو کھچوانا محض اعلاء کلمتہ اللہ کی غرض سے ہے۔ مگر حسد اور تعصب نے اون کی آنکھوں کے

شریف :- لاہور سے ایک جدید اخبار شریف نام کے نکالنے کی تجویز کی گئی ہے جس کے ایڈیٹر ہمارے پورانے اور کہنہ مشق ہم عصر میر بشارت علی صاحب جالب دہلوی ہیں۔ جنہوں نے اخبار وکیل اور پنجاب امرتسر اور روزانہ پیسہ اخبار لاہور کی ایڈیٹری کا کام نہایت کامیابی سے کیا ہوا ہے اس اخبار کی اخباری حیثیت اور وقعت کے قایم رکھنے کے لئے جہانتک تجربہ کار۔ متین اور وسیع المعلومات ایڈیٹر کا تعلق ہے اس کے لئے جالب دہلوی کا نام کافی ہے۔ افسوس ہے اس اخبار کی کوئی قیمت نہیں بتائی گئی شاید مفت تقسیم ہو۔ کیونکہ مینیجنگ پروپرائٹر صاحب ایک اشتہاری طبیب ہیں

حضرۃ حکیم الامۃ کا وعظ جلسۃ الوداع کی تقریب پر

گذشتہ اشاعت سے آگے

وجود ملائکہ کے ثبوت کے لئے مجھے کسی فلسفیانہ بحث کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ ملائکہ کے وجود کے انکار سے بڑھ کر کوئی حماقت نہیں ہے۔ دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ جس قدر فیوض اور برکات خواہ جسمانی ہوں یا روحانی انسان اللہ تعالیٰ سے پاتا ہے اس کے لئے کچھ نہ کچھ وسائط ضرور ہیں ان وسائط ہی کو مختلف ناموں سے پکارا گیا ہے۔ اور انہیں سے ملائکہ بھی ایک نام ہے۔ اس صداقت سے انکار۔ ایسا ہی ہے جیسا وجود آفتاب کا انکار۔

ایمان بالملائکہ کی حقیقت اور غرض جو مجھے سمجھ آئی ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے مجھے یہہ راز معلوم ہوا ہے وہ یہہ ہے کہ انسان کے دل میں جب نیکی کی تحریک ہو معاً اس نیکی کے کرنے کے لئے مستعد اور ہوشیار ہو جاوے اور اگر اس میں ذرا بھی سستی اور کاہلی سے کام لیگا تو اس کا نتیجہ یہہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ وہ توفیق اس سے چھین لیگا۔ اور اس کے دل پر ایک حجاب سا چھا جاتا ہے اسی طرح پر ایمان بالکتب ہے اور پھر رسولوں پر ایمان ہے۔

ایمان بالرسل کے تعلق میں یہہ کہنا چاہتا ہوں کہ **ایمان** صرف زبانی اقرار کا نام نہیں بلکہ اس کی حقیقت تب پیدا ہوتی ہے جب کہ اس ایمان کے موافق عمل ہو ورنہ وہ ایمان مردہ ہے اور اسکا کوئی فایدہ نہیں۔ دیکھو اونٹ کتنا بڑا جانور ہے۔ لیکن اگر ایکہزار اونٹ کی بھی ایک لمبی قطار ہو اور ان سب کی مہار ایک بچے کے ہاتھ میں دیدی جاوے تو وہ بڑی آسانی کیساتھ ان سب کو لئے چلا جاویگا۔ لیکن اگر سو آدمی بھی ملکر ایک اونٹ کو کوئیں میں گرانا چاہیں تو وہ گرنا پسند نہیں کریگا اور جہانتک اس سے ممکن ہوگا وہ اس سے بچیگا کیوں؟ وہ جانتا ہے کہ کواں اس کے لئے ہلاکت کا گھر ہے یہہ ایمان کا ایک چھوٹا سا عمل ہے جو حیوان سے ہوتا ہے پھر کسقدر شرم کی بات ہے کہ ہم انسان کہلا کر ان باتوں پر عمل نہ کریں جن کو ہم ایمانیات کی ذیل میں مانتے ہیں

ایمان بالرسل بھی ایک عظیم الشان شعبہ ایمان کا ہے آجکل دنیا میں یہہ ہوا زم بہت پھیلا ہوا ہے ہر ایک شخص اپنی ہی مرضی اور رائے کو پسند کرتا اور اسی پر عمل کرنا چاہتا ہے۔ لیکن میں سچ کہتا ہوں یہہ بات اصلی ترقی کے خلاف اور صریح متضاد ہے۔ جو فیوض اور برکات **قوم** پر بہ حیثیت قوم نازل ہوتے ہیں وہ انفرادی حالت میں نہیں آسکتے لیکن قوم کے لئے قوم بننے کے واسطے شخصی راؤں کو چھوڑکر ایک ہی **امام** کی اتباع ضروری ہوتی ہے۔ پس انبیاء ورسل کی ایک بڑی غرض بعثت کی یہہ بھی ہوتی ہے کہ لوگ اپنی راؤں کو چھوڑدیں اور اس مقتدا اور مطاع کی باتونکو مانیں اور اون پر عمل کریں اس ایک امر سے انسان کے قلب پر بڑے بڑے فیض حاصل ہوتے ہیں اور اخلاق فاضلہ اور بہت سی نیکیوں سے اسے حصہ ملتا ہے۔ خود پسندی خود غرضی۔ تکبر۔ اور انانیت جیسے رزائل سے نجات ملتی ہے۔ جو اوس کو صداقت کے قبول کرنے سے روکنے والے ہوتے ہیں*

انبیاء ورسل اور دوسرے ریفارمروں اور لیڈروں میں ایک عظیم الشان فرق ہوتا ہے جس کو کبھی بھولنا نہیں چاہئیے اور وہ یہہ ہوتا ہے کہ انبیاء ورسل جس امر کی تعلیم دیتے ہیں وہ خود اپنے نمونہ سے دکھا دیتے ہیں اور اوس کے نتایج اور ثمرات کا بھی مشاہدہ کرادیتے ہیں۔ خیالی ریفارمروں اور اصلاح کے مدعیوں میں یہ بات قطعاً نہیں ہوتی۔ غرض ایمان بالرسل بہت بڑی ایمانی جزو ہے **اعمال صالحہ** اعمال صالحہ ہوتے ہی نہیں کیونکہ جو فعل خواہ وہ کیسا ہی نیک کیوں نہ ہو نیک نہیں کہلاتا جب تک انبیاء ورسل کے افعال کے نمونہ پر نہو۔ دنیا اسوقت حضرت امام کے دعویٰ کو سن کر حیران ہو رہی ہے اور آپ کی مسیح ابن مریم کے ساتھ مماثلت کو حیرت کے ساتھ دیکھ رہی ہے لیکن مجھے تعجب ہے کہ یہہ لوگ مسلمان کہلا کر ایمان بالرسل رکھ کر کیوں تسلیم نہیں کرتے۔ کیونکہ اگر انبیاء کی بعثت سے ایک آدمی بھی ان کے رنگ میں رنگین نہیں ہوتا اور نہ ہی خو بو اپنے اندر پیدا نہیں کر سکتا۔ تو اس صورت میں ماننا پڑیگا کہ معاذ اللہ وہ محض ناکام رہا اور یہہ صحیح نہیں ہے۔

غرض ایمان بالرسل بھی عقاید صحیحہ میں سے ایک امر اہم ہے

پھر عقائد میں سے ایک عظیم الشان مسئلہ جزا وسزا پر یقین کرنا ہے اس مسئلہ کے ماننے کے بغیر انسان نیکیوں کیطرف قدم نہیں اوٹھا سکتا۔ یہ مسئلہ حقیقت میں بہت بڑی ترقیوں کا بنیادی پتھر ہے۔ کیونکہ جب انسان مسئلہ جزا وسزا پر یقین رکھتا ہے اور سمجھتا ہے کہ بے فلاں فعل کی جزا یہہ ہوگی اگر وہ بد ہے تو اس سے اجتناب کریگا اور اگر وہ فعل نیک ہے تو اس کے کرنیکے لئے چست اور چالاک ہوگا یہی وجہ ہے کہ اسلام نے اس مسئلہ کو عقائد میں ... اپنے تجربہ سے کہتا ہوں کہ اگر اس مسئلہ کو محکم طور پر دلمیں جگہ دیجاوے اور اوسکی حقیقت کو سمجھ لیا

حضرۃ اقدس کی طرف سے جماعت کو ارشاد

چونکہ ہماری تمام جماعت کو معلوم ہوگا کہ اصل غرض خدا تعالیٰ کی میرے بھیجنے سے یہی ہے کہ جو جو غلطیاں اورگمراہیاں عیسائی مذہب نے پھیلائی ہیں اون کو دور کرکے دنیا کے عام لوگوں کو اسلام کی طرف مایل کیا جاوے اور اس غرض مذکورہ بالا کو جسکو دوسرے لفظوں میں احادیث صحیحہ میں کسر صلیب کے نام سے یاد کیا گیا پورا کیا جائے اس لئے اور دیگر **اغراض کے پورا کرنے کے لئے رسالہ انگریزی جاری کیا گیا ہے** جس کا شیوع یعنی شائع ہونا امریکہ اور یورپ کے اکثر حصوں میں بخوبی ثابت ہو چکا ہے اور بہت سے دلوں پر اثر پڑنا شروع ہو گیا ہے۔ بلکہ امید سے زیادہ اس رسالہ کی شہرت ہو چکی ہے اور لوگ نہایت سرگرم شوق سے اس رسالہ کے منتظر پائے جاتے ہیں لیکن اب تک اس رسالہ کے شایع کرنے کے لئے سرمایہ کا انتظام کافی نہیں اگر خدانخواستہ یہ رسالہ **کم توجہی اس جماعت سے بند ہو گیا تو یہہ واقعہ اس سلسلہ کے لئے ایک ماتم ہوگا** اس لئے میں پورے زور کے ساتھ اپنی جماعت کے مخلص جوان مردوں کو اس طرف توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اس رسالہ کی اعانت اور مالی امداد میں جہاں تک اون سے ممکن ہے اپنی ہمت دکھلادیں دنیا جائے گذشتنی گذاشتنی ہے اور جب انسان ایک ضروری وقت میں ایک نیک کام کے بجالانے میں پوری کوشش نہیں کرتا تو پھر وہ گیا وقت ہاتھ میں نہیں آتا اور خود میں دیکھتا ہوں کہ بہت سا حصہ عمر کا گذار چکا ہوں اور الہام الٰہی اور قیاس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ باقیماندہ تھوڑا سا حصہ ہے **پس جو کوئی میری موجودگی اور میری زندگی میں میرے منشاء کی مطابق میری اغراض میں مدد دیگا میں امید رکھتا ہوں کہ وہ قیامت میں میرے ساتھ ہوگا** اور جو شخص ایسی مہمات میں مال خرچ کرے گا میں امید نہیں رکھتا ہوں کہ اس مال کے خرچ سے اس کے مال میں کچھ کمی آجائیگی بلکہ اس کے مال میں برکت ہوگی پس چاہئیے کہ خدا تعالیٰ پر توکل کرکے پورے اخلاص اور جوش اور ہمت سے کام لیں کہ یہی وقت خدمتگذاری کا ہے۔ پھر بعد اس کے وہ وقت آجائیگا کہ اگر ایک **سونے کا پہاڑ بھی اس راہ میں خرچ کریں اسوقت کے پیسہ کی برابر نہیں ہوگا۔ یہ ایک ایسا مبارک وقت ہے کہ تم میں وہ خدا کا فرستادہ موجود ہے جس کی صدہا سال سے امتیں انتظار کر رہی تھیں** اور ہر روز خدا تعالیٰ کی تازہ وحی تازہ بشارتوں سے بھری ہوئی ...

آگے پردے ڈال دئے ہیں - کان بہرے ہوگئے ہیں اور دل ناسمجھ نہ حق کے شنوا ہیں نہ حق کے بینا ہیں اور نہ حق کو سمجھتے ہیں - اگر حضور علیہ السلام کا ذکر ہو تو تصویر کھچوانا کفر - شرک ظلم غرض تمام گناہوں سے بدتر گناہ ہے - لیکن خود خواہ ایک معمولی سی نفسانی خواہش ہی کیوں نہ ہو سب کچھہ جائز کر لیتے ہیں اور اس آیت کا مصداق بنتے ہیں -

لحاتا۔ ذ لِمَ تقولون مالا تفعلون کبر مقتًا عند اللہ ان تقولوا مالا تفعلون" تھوڑے دن ہوئے جہلم میں مسجد خانساماں کے متعلق کچھ معمولی سا جھگڑا ہوا تو اس مسجد کے متعلقین اور امام مسجد نے بہت سے اور لوگوں کو بھی جمع کر کے مسجد - امام مسجد - ایک دو اور مولوی اور دوسرے مجمع کا فوٹو اتروا کر مقدمہ میں پیش کیا - اب اگر جہلم کے دوسرے مسلمانوں میں غیرت ہے اور جو لوگ ہمیں الزام لگانے اور تصویر اتروانے پر ہمیں برا بھلا کہتے ہیں - کچھ دیانت رکھتے ہیں تو ان لوگوں کے ساتھ بھی جنہوں نے تصویر اتروائی ہے میل ملاپ چھوڑ دیں - اور ان کو بھی اسلام سے خارج سمجھیں اور جسطرح ہمیں برا سمجھیں اور اسطرح اپنی غیرت اور دیانت کا نمونہ دکھائیں ورنہ آئندہ کے لئے احمدی جماعت کو طعن و تشنیع کرنے سے اپنی زبان روکیں اور اوس مالک یوم الدین کا خوف کریں جس کے حضور ایک دن پیش ہونا ہے ہم ذیل میں چند ایک مولویوں کا فتویٰ تصویر کے متعلق لکھکر دیکھتے ہیں کہ کہاں تک یہہ لوگ ان مولویوں کی عزت اور قدر کرتے اور کہاں تک ان فتوؤں کی اُن کے دلوں میں وقعت ہے -

نمبر ۱ (نقل فتویٰ مولوی عبد الجبار امرتسری) عکسی تصویر بنوانا شرعاً منع ہے - جس گھر میں تصویر ہوتا ہے اُس گھر میں فرشتہ رحمت کے نہیں آتے اور یہی وبال کافی ہے تصویر رکھنے والوں کے واسطے کہ ملائک رحمت سے محروم رہے اور حدیث صحیح میں وارد ہے ومن اظلم ممن ذهب يخلق كخلقي فليخلقوا ذرة اس حدیث کی رُو سے تصویر بنانے والا بڑا ظالم ہے -

نمبر ۲ (نقل فتویٰ مولوی ثناء اللہ امرتسری) تصویر اُتارنی اُتروانی منع ہے حدیث شریف میں سخت ممانعت ہے -

نمبر ۳ (نقل فتویٰ مولوی محمد ابراہیم سیالکوٹی) ذی روح کی تصاویر عکسی حرام ہیں بقولہٖ تعالیٰ ما هذه التماثيل التي انتم لها عاكفون اگر درخت مکان وغیرہ کا نقش ہو تو جائز ہے مگر ذی روح کی مطلق حرام ہے اور غیر جاندار کی جائز -

نمبر ۴ (نقل فتویٰ مولوی رشید احمد گنگوہی) مسلمانوں کو اپنی تصویر یا کسی کی تصویر بنانی حرام ہے اور اسمیں گناہ ہے -

نمبر ۵ (نقل فتویٰ پیر مہر علی شاہ گولڑی) تصویر عکسی ہو یا غیر عکسی کوئی جائز نہیں -

نمبر ۶ (نقل فتویٰ مولوی محمد حسین بٹالوی) تصویر ذی روح کی ممانعت اسلام میں وارد ہے - ہاتھ کی تصویر سے مخصوص نہیں فوٹو یا عکسی تصویر بھی اسمیں داخل ہے -

یہہ ہیں نمونہ کے طور پر چند ایک مولویوں کے فتوے درج کیئے ہیں جن کے ہمارے مخالف لوگ بڑے دعوے سے نام لیا کرتے ہیں اب معلوم ہو جائیگا کہ ان مولویوں کی فی الواقعہ یہہ لوگ کتنی عزت کرتے ہیں - اگر ان مولویوں کے اس فتوی پر کوئی عمل نہ کیا گیا تو آئندہ کے لئے کسی کو کوئی حق نہ ہوگا کہ ہمارے مقابل پر ان کا کوئی فتویٰ پیش کیا جاوے - والسلام - خاکسار فقیر اللہ احمدی عفی عنہ از جہلم

رؤیا اور الہام

۳ - ستمبر کو آپ نے فرمایا کہ اسہال آنے سے میری طبیعت میں کچھہ کمزوری پیدا ہوگئی - ایک تھوڑی سی غنودگی میں کیا دیکھتا ہوں کہ میرے دونوں طرف دو آدمی پستولیں لئے کھڑے ہیں اس اثنا میں مجھے الہام ہوا فی حفاظة اللہ

ایک دن بوقت ظہر فرمایا کہ ہیضہ کے لئے ہم تو نہ کوئی دوا بتلاتے ہیں نہ نسخہ صرف یہہ بتلاتے ہیں کہ راتوں کو اوٹھ کر دعا کریں اور اسم اعظم رب کل شیء خادمك رب فاحفظنی وانصرنی وارحمنی - اس کی تکرار نماز کے رکوع سجود وغیرہ میں اور دوسرے وقتوں میں کریں یہہ خدا نے اسم اعظم تبلایا ہے +

وبائی امراض سے حفاظت مورخہ ۹ - ستمبر کو آپ نے فرمایا کہ مجھے الہام ہوا - سلام علیکم طبتم پھر چونکہ بیماری وبائی کا بھی خیال تھا اس کا علاج خدا تعالیٰ نے یہہ بتلایا کہ اس کے ان ناموں کا ورد کیا جاوے -

یا حفیظ - یا عزیز یا رفیق

اللہ تعالیٰ کے اسم رفیق کے استعمال کا یہ جدید اسلوب ہے -

عیسائیوں کی نجات ناممکن

سوال فروری

باقی ماندہ نمبر ۳۲ -

افسوس اگر سچی ایمانی قوت سے بدون دوا کے صرف بذریعہ دعا دس بیس بیمار ہندو پنجاب میں شفایاب ہو جاتے تو آج تک تمام دیس عیسائی ہو گیا ہوتا - مگر سچ یہہ ہے کہ سچا ایمان اس کی تعریف حضرت یعقوب حواری فرما رہے ہیں وہ عیسائیوں میں مطلق نہیں اونیٰ ایمانی طاقت سے دو چار بیماروں کو اچھا کرنا کیا بات ہے + دوسری علامت ایمان کی دعا سے گناہوں کا معاف ہو جانا - میں سچ کہتا ہوں یہ علامت یعنی دعا سے گناہوں کا معاف ہو جانا بموجب اعتقاد حضرات عیسائیوں کے خود ان کے فرضی خدا یسوع کو بھی نصیب نہ تھی - اگر یہ طاقت یعنے دعا سے گناہ معاف ہونے کی یسوع میں ہوتی تو اوس کو عیسائیوں کے گناہ کی خاطر صلیب پر جان دینے کی کیا حاجت تھی صرف دعا ہی سے کام چلا لیتے - ظاہر ہے کہ جو کام زبان سے ہو سکے اس کی خاطر جان ہلاکت میں ڈالنا سراسر بے عقلی ہے + الغرض وہ سچا ایمان جس کی علامات اناجیل میں لکھی ہیں مع علامات وہ ایمان عیسائیوں میں پایا نہیں جاتا اس لئے ناقص ایمان مردہ کا حکم رکھتا ہے مردہ ایمان نجات کا ذریعہ نہیں ہو سکتا زندہ ایمان بدون اعمال صالحہ کے ہو ہی نہیں سکتا - کیونکہ ایمان اور اعمال کی مثال باغ اور پانی کی ہے - بدون پانی کے باغ کا سرسبز ہونا غیر ممکن ہے - اسی طرح زندہ ایمان بدون اعمال حسنہ غیر ممکن ہے - عیسائیوں نے پولوس کے دم میں آکر اعمال سے روگردانی کی بدون اعمال کے ایمان مر گیا - جیسے سوکھے درختکو پھل پھول نہیں لگتے ویسے مردہ ایمان میں علامات مندرجہ اناجیل کیونکر پائی جائیں + افسوس عیسائیوں نے اعمال صالح سے دست بردار ہو کر زندہ ایمان بھی کھو لیا - اب مردے ایمان پر نجات کی امید چہ خوش + عیسائیوں کا مردہ ایمان پر نجات حاصل کرلنے کا خیال خام ایسا ہی ہے جیسے کوئی نادان لڑکا خشک درخت سے پھلوں کا امیدوار ہو ؟ عیسائیو! حضرت یعقوب حواری کی نافرمانی اور پولوس کی تعلیم خلاف انبیاء کرام نے تمہیں کہاں سے کہاں پہنچا دیا - اب بھی آنکھیں کھولو اعمال حسنہ بموجب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بجالاؤ اور نجات دائمی کے وارث بنو ورنہ بدون فرمانبرداری آخری پیغمبر کے جہنم میں ڈالے جاؤ گے - جہاں رونا اور دانت پیسنا ہوگا +

عیسائیوں کا سچا خیر خواہ شیخ الہ دین واعظ انجمن حمایت اسلام لاہور

www.aaiil.org

ایک عیسائی کے چند سوالوں کا جواب

گذشتہ اشاعت سے آگے

پھر مصلوب ہونے کے بعد یہودیوں نے سچے دل سے
کہا کہ اگر وہ اب صلیب پر سے زندہ ہو کر اوتر آوے
تو ہم سب کے سب اوس پر ایمان لائیں گے مگر وہ اتر
بھی نہ سکا پس ان تمام واقعات سے صاف ظاہر ہے
کہ جہاں تک انجیلوں میں الہامی فقرات ہیں۔ وہ مسیح
کو صاحب معجزات ہونے سے صاف جواب دے رہے
ہیں۔ اور اگر کوئی ایسا فقرہ ہے بھی کہ جس میں مسیح کے
صاحب معجزات ہونے کے بارے میں کچھ خیال کر سکیں
تو حقیقت میں وہ فقرہ ذوالوجوہ ہے جس کے اور اور
معنے بھی ہو سکتے ہیں اور کچھ ضروری نہیں معلوم ہوتا
کہ اوس کو ظاہر پر ہی محمول کیا جائے یا خواہ نخواہ کھینچ
تان کر ان معجزات کا ہی مصداق ٹھہرایا جائے جن کا
انجیل نویسوں نے اپنی طرف ذکر کیا ہے۔ اور کوئی فقرہ
خاص حضرت مسیح کی زبان سے نکلا ہوا ایسا نہیں کہ
جو وقوع اور ثبوت معجزات پر صاف طور پر دلالت
کرتا ہو بلکہ مسیح کے خاص اور پر زور کلمات کی اسی امر پر
دلالت پائی جاتی ہے کہ اُن سے ایک بھی معجزہ ظہور میں
نہیں آیا* تعجب کہ عیسائی لوگ کیوں ان باتوں پر
اعتماد و اعتبار نہیں کرتے جو مسیح کا خاص بیان اور الہامی
کہلاتی ہیں اور خاص مسیح کے منہ سے نکلی ہیں اور ایسی
باتوں پر کیوں اعتماد کیا جاتا ہے اور کیوں اون کے
قدر سے زیادہ اون پر زور دیا جاتا ہے جو عیسائیوں
کے اپنے اقرار کے موافق الہامی نہیں ہیں بلکہ تاریخی
طور پر انجیلوں میں داخل ہیں اور الہام کے سلسلہ سے
بکلی خارج ہیں اور الہامی عبارات سے بکلی اُن کا تناقض
پایا جاتا ہے پس جب الہامی اور غیر الہامی عبارات میں
تناقض ہو تو اُس کے دور کرنے کے لیے بجز اوس کے اور
کیا تدبیر ہے کہ جو عبارتیں الہامی نہیں ہیں وہ ناقابل
اعتبار سمجھے جائیں اور مرف انجیل نویسوں کے مبالغات
یقین نہ کئے جائیں چنانچہ جابجا اون کا مبالغہ کرنا ظاہر
بھی ہے جیسا کہ یوحنا کی انجیل کی آخری آیت جس پر
وہ مقدس انجیل ختم کی گئی ہے۔ یہ ہے۔ پر اور بھی بہت

* قرآن شریف میں فقط اس مسیح کے معجزات کی تصدیق
ہے جس نے کبھی خدائی کا دعویٰ نہیں کیا کیونکہ مسیح
کئی ہوئے ہیں اور ہونگے اور پھر قرآنی تصدیق ذوالوجوہ
ہے جو انجیل نویسوں کے بیان کی ہرگز مصداق نہیں
منہ ۱۲

سے کام ہیں جو یسوع نے کئے اور اگر وہ جدا جدا لکھے
جاتے تو میں گمان کرتا ہوں کہ کتابیں جو لکھی جائیں
دنیا میں سما نہ سکتیں۔ دیکھو کسقدر مبالغہ ہے زمین
آسمان کے عجائبات تو دنیا میں سما گئے مگر مسیح کی تین
یا اڑہائی برس کی سوانح دنیا میں سما نہیں سکتے ایسے
مبالغہ کرنے والے لوگوں کی روائیت پر کیوں کر اعتبار
کر لیا جاوے *

ہندوؤں نے بھی اپنے اوتاروں کی نسبت ایسی ہی
کتابیں تالیف کی تھیں اور اسی طرح خوب جوڑ جوڑ
سے ملا کر جھوٹ کا پل باندھا تھا سو اس قوم پر بھی
اس افترا کا نہایت قوی اثر پڑا اور اس سرے سے ملک
کے اُس سرے تک رام رام اور کرشن کرشن دلوں میں
رچ گیا بات یہ ہے کہ مرتب کردہ کتابیں جن میں بہت
سا افترا بھرا ہوا ہو اُن قبروں کی طرح ہوتے ہیں جو
باہر سے خوب سفید کی جائیں اور چمکائی جائیں پر اندر
کچھ ہو۔ اندر کا حال ان بے خبر لوگوں کو کیا معلوم ہو سکتا
ہے جو صدہا برسوں کے بعد پیدا ہوئے اور یہی بنائی کتابیں
اور بے لوث ظاہر کر کے اون کو دی گئیں کہ گویا وہ اسی
صورت اور وضع کے ساتھ آسمان سے اوتری ہیں
سو وہ کیا جانتے ہیں کہ در اصل یہ مجموعہ کس طرح طیار
کیا گیا۔ دنیا میں ایسی تیز نگاہیں جو پردوں کو چیر کر
ہولی اندر گھس جائیں اور اصل حقیقت پر اطلاع
پالیں اور چور کو پکڑ لیں بہت کم ہیں اور افترا کے
جادو سے متاثر ہونیوالی روحیں اسقدر ہیں جنکا
اندازہ کرنا مشکل ہے اسی وجہ سے ایک عالم تباہ
ہو گیا اور ہوتا جاتا ہے نادانوں نے ثبوت یا عدم
ثبوت کے ضروری مسئلہ پر کچھ بھی غور نہیں کی اور انسانی
منصوبوں اور بندشوں کا جو ایک مستمرہ طریقہ اور نیچرلی
امر ہے جو نوع انسان میں قدیم سے چلا آتا ہے اُس سے
چوکس رہنا نہیں چاہا اور یونہی شیطانی دام کو اپنے پر لے
لیا۔ مکاروں نے اوس شریر کیمیاگر کی طرح جو ایک سادہ
لوح سے ہزار روپیہ نقد لے کر دس بیس لاکھ کا سونا
بنا دینے کا وعدہ کرتا ہے۔ سچا اور پاک ایمان نادانوں کا
کھویا اور ایک جھوٹی راستبازی اور جھوٹی برکتوں کا
وعدہ دیا جن کا خارج میں کچھ بھی وجود نہیں اور نہ
کچھ ثبوت۔ آخر شرارتوں مکروں میں دنیاپرستوں
میں نفس امارہ کی پیروی میں اپنے سے بدتر اون کو
کر دیا بالآخر یہ نکتہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اعجازات
اور پیشگوئیوں کے بارے میں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
سے وقوع میں آئیں قرآن شریف کے ایک ذرہ شہادت
انجیلوں کے ایک تودہ عظیم سے جو مسیح کے اعجاز وغیرہ کے
بارے میں ہو ہزارہا درجہ بڑھ کر ہے؟ اوسی وجہ سے
کہ خود باقرار تمام محقق پادریوں کے انجیلوں کا بیان
خود حواریوں کا اپنا ہی کلام ہے اور پھر اپنا چشم دید بھی
نہیں اور نہ کوئی سلسلہ راویوں کا پیش کیا ہے اور نہ کہیں

ذاتی مشاہدہ کا دعوے کیا لیکن قرآن شریف میں اعجاز
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں جو کچھ لکھا گیا ہے
وہ خاص خدائے صادق و قدوس کی پاک شہادت ہے
اگر وہ صرف ایک ہی آیت ہوتی تب بھی کافی ہوتی
مگر الحمد للہ کہ ان شہادتوں سے سارا قرآن شریف
بھرا ہوا ہے اب موازنہ کرنا چاہیے کہ کجا خدا تعالیٰ کی
پاک شہادت جسمیں کذب ممکن نہیں اور
اور مبالغہ آمیز شہادتیں جو نزدیک والے دیدہ و دل
جو سے ہیں بہتر نہ صد تو وہ کل افترائی باتوں پر کیوں تعجب
کرنا چاہیے ایسا بہت کچھ ہوا ہے اور ہوتا ہے۔
عیسائیوں کو آپ اقرار ہے کہ ہم میں سے بہت لوگ
ابتدائی زمانوں میں اپنی طرف سے کتابیں بنا کر اور
بہت کچھ کمالات اپنے بزرگوں کے اُن میں لکھ کر پھر
خدا تعالیٰ کی طرف اون کو منسوب کرتے رہے ہیں اور
دعویٰ کر دیا جاتا تھا کہ وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے
کتابیں ہیں۔ پس جبکہ قدیم عادت عیسائیوں اور
یہودیوں کی یہی جعلسازی چلی آئی ہے تو پھر کوئی
وجہ معلوم نہیں ہوتی کہ متی وغیرہ انجیلوں کو اس عادت
سے کیوں باہر کہا جائے حالانکہ اوس ساہوکار کی طرح
جسکا روزنامچہ اور بہی کھاتہ بوجہ صریح تناقض اور
مشکوکیت کے پوشیدہ حال کو ظاہر کر رہا ہو ہر چہار
انجیلوں سے وہ کارستانی ظاہر ہو رہی ہے جس کو
اونہوں نے چھپانا چاہا تھا اسی وجہ سے یورپ اور
امریکہ میں غور کرنیوالوں کی طبیعتوں میں ایک طوفان
شکوک پیدا ہو گیا اور جس ناقص اور متغیر اور مجسم خدا
کی طرف انجیل رہنمائی کر رہی ہے اوس کے قبول
کرنے سے وہ دہریہ رہنا زیادہ پسند کرتے ہیں چنانچہ
میرے ایک دوست فاضل انگریز نے امریکہ سے بذریعہ
اپنی کئی چٹھیوں کی مجھے خبر دی ہے کہ ان ملکوں میں
دانشمندوں میں سے کوئی بھی ایسا نہیں کہ عیسائی
مذہب کو نقص سے خالی سمجھتا ہو اور اسلام کے قبول
کرنے کے لیے مستعد نہ ہو اور گو عیسائیوں نے قرآن شریف
کے ترجمے محرف اور بدنما کر کے یورپ اور امریکہ کے
ملکوں میں شائع کئے ہیں مگر اون کے اندر جو نور چھپا ہوا
ہے وہ پاکیزہ دلوں پر اپنا کام کر رہا ہے۔ غرض امریکہ
اور یورپ آجکل ایک جوش کی حالت میں ہے۔ اور
انجیل کے عقیدوں نے جو بر خلاف حقیقت ہیں بڑی
گھبراہٹ میں انہیں ڈالدیا ہے یہاں تک کہ بعضوں
نے یہہ رائے ظاہر کی کہ مسیح یا عیسے نام خارج میں کوئی
شخص کبھی پیدا نہیں ہوا بلکہ اوس سے آفتاب
مراد ہے اور ۱۲ حواریوں سے بارہ برج مراد ہیں
اور پھر اس مذہب عیسائی کی حقیقت زیادہ تر اس
بات سے کھلتی ہے کہ جن نشانیوں کو حضرت مسیح ایماندار
کے لئے قرار دے گئے تھے اون میں سے ایک بھی اون
لوگوں میں نہیں پائی جاتی حضرت مسیح نے فرمایا تھا
کہ اگر تم میری پیروی کرو گے تو ہر ایک طرح کی برکت

اور قبولیت میں میرا ہی روپ بن جاؤ گے اور معجزات اور قبولیت کے نشان تمکو دیئے جائیں گے اور تمہارے مومن ہونے کی یہی علامت ہوگی کہ تم طرح طرح کے نشان دکھلا سکو گے اور جو چاہو گے تمہارے لئے وہی ہوگا اور کوئی بات تمہارے لئے ناممکن نہیں ہوگی لیکن عیسائیوں کے ہاتھ میں ان برکتوں میں سے کچھ بھی نہیں وہ اس خدا سے ناآشنا محض ہیں جو اپنے مخصوص بندوں کی دعائیں سنتا ہے اور اونہیں آمنے سامنے شفقت اور رحمت کا جواب دیتا ہے اور عجیب عجیب کام اون کے لئے کر دکھاتا ہے لیکن سچے مسلمان جو اون راستبازوں کے قائمقام اور وارث ہیں جو اون سے پہلے گذر چکے ہیں وہ اس خدا کو پاتے ہیں اور اوسکی رحمت کے نشانوں کو دیکھتے ہیں اور اپنے مخالفوں کے سامنے آفتاب کی طرح جو ظلمت کے مقابل ہو مابہ الامتیاز رکھتے ہیں ہم بار بار لکھ چکے ہیں کہ اس دعوے کو بلادلیل نہیں سمجھنا چاہیئے۔ سچے اور جھوٹے مذہب میں ایک آسمان پر فرق ہے اور ایک زمین پر۔ زمین کے فرق سے مراد وہ فرق ہے جو انسان کی عقل اور انسان کا کانشنس اور قانون قدرت اس عالم کا اُس کی تشریح کرتا ہے۔ سو عیسائی مذہب اور اسلام کو جب اس محک کی رو سے جانچا جائے تو صاف ثابت ہوتا ہے کہ اسلام وہ فطرتی مذہب ہے جس کے اصولوں میں کوئی تصنع اور تکلف نہیں اور جس کے احکام میں کوئی مستحدث اور بناوٹی امر نہیں اور کوئی ایسی بات نہیں جو زبردستی منوانی پڑے۔ اور جیسا کہ خدا تعالیٰ نے جابجا آپ فرمایا ہے قرآن شریف صحیفہ فطرت کے تمام علوم اور اس کی صداقتوں کو یاد دلاتا ہے اور اوس کے اسرار مغلقہ کو کھولتا ہے اور کوئی نئے امور برخلاف اُس کے پیش نہیں کرتا بلکہ درحقیقت اُسی کے معارف دقیقہ ظاہر کرتا ہے برخلاف اس کے عیسائیوں کی تعلیم جسکا انجیل پر تو الزام لگایا جاتا ہے ایک نیا خدا پیش کر رہی ہے جس کی خودکشی پر دنیا کی گناہ اور عذاب سے نجات موقوف اور اُس کے دُکھ اوٹھانے پر خلقت کا آرام موقوف اور اُس کے بے عزت اور ذلیل ہونے پر خلقت کی عزت موقوف خیال کی گئی ہے پھر بیان کیا گیا ہے کہ وہ ایک ایسا عجیب خدا ہے کہ ایک حصہ اُس کی عمر کا تو منزہ عن الجسم وعن عیوب الجسم میں گذرا ہے اور دوسرا حصہ عمر کا (کسی نامعلوم بدبختی کی وجہ سے) ہمیشہ کے تجسم اور تحیز کی قید میں اسیر ہوگیا اور گوشت پوست استخوان وغیرہ سب کے سب اوس کی روح کے لئے لازمی ہوگئے اور اوس تجسم کی وجہ سے کہ اب ہمیشہ اوس کے ساتھ رہے گا انواع و اقسام کے اُس کو دُکھ اٹھانے پڑے آخر دکھوں کے غلبہ سے مرگیا اور پھر زندہ ہوا اور اُسی جسم نے پھر آکر اوس کو پکڑ لیا اور ابدی طور پر اسے پکڑے رہے گا۔ کبھی مخلصی نہیں ہوگی اب دیکھو کہ کیا کوئی فطرت صحیحہ اس اعتقاد کو قبول کر سکتی ہے؟ کیا کوئی پاک کانشنس اسکی شہادت دیسکتا ہے؟ کیا قانون قدرت کا ایک جزو بھی خدائے بےعیب و بے نقص و غیر متغیر کے لئے یہ حوادث و آفات روا رکھ سکتا ہے کہ اوس کو ہمیشہ ہر ایک عالم کے پیدا کرنے اور پھر اوس کو نجات دینے کیلئے ایک مرتبہ مرنا درکار ہے اور بجز خودکشی اپنے کسی افاضۂ خیر کے صفت کو ظاہر نہیں کر سکتا اور نہ کسی قسم کا اپنی مخلوقات کو دُنیا یا آخرت میں آرام پہنچا سکتا ہے۔ ظاہر ہے اگر خدا تعالیٰ کو اپنی رحمت بندوں پر نازل کرنیکے لئے خودکشی کی ضرورت ہے تو اس سے لازم آتا ہے کہ ہمیشہ اوس کو حادثہ موت کا پیش آتا رہے اور پہلے بھی بیشمار موتوں کا مزہ چکھ چکا ہو اور نیز لازم آتا ہے کہ ہندوؤں کے پرمیشر کی طرح معطل الصفات ہو۔ اب خود ہی سوچو کہ کیا ایسا عاجز اور درماندہ خدا ہو سکتا ہے جو بغیر خودکشی کے اپنی مخلوقات کو کبھی اور کسی زمانہ میں کوئی بھلائی پہنچا نہیں سکتا۔ کیا یہ حالت ضعف اور ناتوانی کی خدائے قادر مطلق کے لائق ہے۔ پھر عیسائیوں کے خدا کی موت کا نتیجہ دیکھئے تو کچھ بھی نہیں۔ اون کے خدا کی جان گئی مگر شیطان کے وجود اور اُس کے کارخانہ کا ایک بال بھی بیکا نہ ہوا وہی شیطان اور وہی اوس کے چیلے جو پہلے تھے اب بھی ہیں چوری ڈکیتی۔ زنا قتل دروغ گوئی شراب خواری قمار بازی۔ دنیا پرستی بے ایمانی کفر شرک دہریہ پن اور دوسرے صدہا طرح کے جرائم جو قبل از مصلوبیت مسیح تھے اب بھی اوسی زور شور میں ہیں بلکہ کچھ چڑھ بڑھ کر۔ مثلاً دیکھئے کہ اُس زمانہ میں کہ جب ابھی مسیحیوں کا خدا زندہ تھا عیسائیوں کی حالت اچھی تھی جبھی کہ اُس خدا پر موت آئی جسکو کفارہ کہا جاتا ہے تبھی عجیب طور پر شیطان اس قوم پر سوار ہوگیا اور گناہ اور نافرمانی اور نفس پرستی کے ہزار ہا دروازے کھل گئے چنانچہ عیسائی لوگ خود اس بات کے قائل ہیں۔ اور پادری فنڈر صاحب مصنف میزان الحق فرماتے ہیں۔ کہ عیسائیوں کی کثرت گناہ اور اُن کی اندرونی بدچلنی اور فسق و فجور کے پھیلنے کی وجہ سے ہی محمد صلی اللہ علیہ وسلم بغرض سزادہی اور تنبیہ عیسائیوں کے بھیجے گئے تھے۔ پس ان تقریروں سے ظاہر ہے کہ زیادہ تر گناہ اور معصیت کا طوفان مسیح کے مصلوب ہونے کے بعد ہی عیسائیوں میں اوٹھا ہے اس سے ثابت ہے کہ مسیح کا مرنا اس غرض سے نہیں تھا کہ گناہ کی تیزی اُس کی موت سے بچ رو بکمی ہو جائیگی۔ مثلاً اوس کے مرنے سے پہلے اگر لوگ بہت شراب پیتے تھے یا اگر بکثرت زنا کرتے تھے یا اگر پچے دیندار تھے تو مسیح کے مرنے کے بعد یہ ہر یک قسم کے گناہ دور ہو جائیں گے کیونکہ یہ بات مستغنی عن الثبوت ہے کہ جسقدر اب شراب خوری و دنیا پرستی و زناکاری خاص کر یورپ کے ملکوں میں ترقی پر ہے۔ کوئی دانا ہرگز خیال نہیں کر سکتا کہ مسیح کی موت سے پہلے ہی طوفان فسق و فجور کا برپا ہو رہا تھا بلکہ اس کا ہزارم حصہ بھی ثابت نہیں ہو سکتا اور انجیلوں پر غور کر کے بکمال صفائی کھل جاتا ہے کہ مسیح کو ہرگز منظور نہ تھا کہ یہودیوں کے ہاتھ میں پکڑا جائے اور مارا جائے اور صلیب پر کھینچا جائے کیونکہ اگر یہی منظور ہوتا تو ساری رات اس بلا کے دفعہ کرنے کے لئے کیوں روتا رہتا اور رو رو کر کیوں یہ دعا کرتا کہ اے ابّا! اے باپ! تجھ سے سب کچھ ہو سکتا ہے۔ یہ پیالہ مجھ سے ٹال دے۔ بلکہ سچ یہی ہے کہ مسیح بغیر اپنی مرضی کے ناگہانی طور پر پکڑا گیا اور اُس نے مرتے وقت بھی رو رو کر یہی دعا کی کہ ایلی ایلی لما سبقتنی کہ اے میرے خدا اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا اس سے بوضاحت ثابت ہوتا ہے کہ مسیح زندہ رہنا اور کچھ اور دن دُنیا میں قیام کرنا چاہتا تھا اور اوس کی روح نہایت بےقراری سے تڑپ رہی تھی کہ کسی طرح اوسکی جان بچ جائے لیکن بلامرضی اوس کے یہ سفر اوسکو پیش آگیا تھا اور نیز یہ بھی غور کرنے کی جگہ ہے کہ قوم کے لئے اس طریق پر مرنے سے جیسا کہ عیسائیوں نے تجویز کیا ہے مسیح کو کیا حاصل تھا اور قوم کو اُس سے کیا فائدہ اگر وہ زندہ رہتا تو اپنی قوم میں بڑی بڑی اصلاحیں کرتا بڑے بڑے عیب اون سے دور کر کے دکھاتا مگر اوس کی موت نے کیا کر کے دکھایا بجز اس کے کہ اُسکے بے وقت مرنے سے صدہا فتنے پیدا ہوئے اور ایسی خرابیاں ظہور میں آئیں جن کی وجہ سے ایک عالم ہلاک ہوگیا۔ یہ سچ ہے کہ جوانمرد لوگ قوم کی بھلائی کے لئے اپنی جان بھی فدا کر دیتے ہیں یا قوم کے بچاؤ کے لئے جان کو معرض ہلاکت میں ڈالتے ہیں مگر نہ ایسے لغو اور بیہودہ طور پر جو مسیح کی نسبت بیان کیا جاتا ہے بلکہ جو شخص دانشمندانہ طور سے قوم کے لئے جان دیتا ہے یا جان کو معرض ہلاکت میں ڈالتا ہے وہ تو معقول اور پسندیدہ اور کارآمد اور صریح مفید طریقوں میں سے کوئی سے ایسا اعلیٰ اور بدیہی النفع طریقہ فدا ہونے کا اختیار کرتا ہے جس طریقے کے استعمال سے گو اوس کو تکلیف پہنچ جائے یا جان ہی جائے مگر اُسکی قوم بعض بلاؤں سے واقعی طور پر بچ جائے یہ تو نہیں کہ پھانسی لے کر یا زہر کھا کر یا کسی کوئیں میں گرنے سے خودکشی کا مرتکب ہو اور پھر یہ خیال کرے کہ میری خودکشی قوم کے لئے بہبودی کا موجب ہوگی ایسی حرکت تو دیوانوں کا کام ہے نہ عقلمندوں دینداروں کا بلکہ یہ موت حرام ہے اور بجز سخت جاہل اور سادہ لوح کے کوئی اس کا ارادہ نہیں کرتا۔ میں سچ کہتا ہوں کہ کامل اور اولو العزم آدمی کا مرنا بجز اُس

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

برادر ایڈیٹر صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ - براہ مہربانی اس تحریر کو اخبار میں طبع کرکے ممنون فرماویں میں چاہتا ہوں کہ یہ تجویز بذریعہ اخبار اشاعت پذیر ہو اور دیگر اضلاع کے احباب کو اس پر غور اور عمل درآمد کا موقعہ ملے -

یہہ تجویز ان اصحاب کی خدمت میں پیش کیجاتی ہے جو حضور مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سلسلہ عالیہ میں داخل ہیں اور جس کی حیثیت زمیندار ہے - یعنی جو اپنی آمدنیوں کا ذریعہ صرف زراعت کاری پر رکھتے ہیں چونکہ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے انکو اپنے پاک مسیح موعود کی شناخت عطا فرمائی ہے اور اونہوں نے اپنی سچی عقیدت اور اخلاص مندی سے خدا کے پاک مسیح کے ہاتھ پر ہاتھ رکھکر اس پاک سلسلہ کی خدمت بجالانیکا عہد کیا ہے - اور اون الفاظ میں جو اس پاک سلسلہ کے اصحاب کے جلسہ میں خدا کے مسیح کے روبرو اونہوں نے اقرار اادا کئے ہیں - یہہ اقرار بھی موجود ہے کہ "میں دین کو دنیا پر مقدم رکھونگا" اب ان الفاظ کی صداقت کا وقت آگیا ہے اور حضور امام پاک علیہ السلام نے بڑے زور سے اپنی جماعت کو ایک ارشاد فرمایا ہے - جو قادیان سے طبع ہوکر کثرت سے شایع ہوا ہے - جسکا عنوان ہے

حضرت اقدس کی طرف سے جماعت کو ارشاد

میں جس امر کی طرف اپنی زمیندار برادران کی توجہ مصروف کرنا چاہتا ہوں - اوس کی تحریک دراصل حضور امام پاک علیہ السلام کا یہہ ارشاد ہے - جس کی ایک کاپی میں اس تحریک کے ذریعے بغرض ملاحظہ ساتھ ارسال کرتا ہوں) مجھے اس ضرورت کے متعلق اب زیادہ الفاظ اس تحریر میں بغرض تحریص و ترغیب برادران لکھنے کی ضرورت نہیں - کیونکہ اس ضرورت کو اس پاک اور واجب التعمیل ارشاد نے خوب واضح کردیا ہے - میرا کام صرف یہہ ہے کہ میں اس ارشاد کے عملی اجرائے کے لئے ایک تجویز بخدمت برادران پیش کردوں اور اُن کو وہ راہ بتاؤں جس سے ایک کافی سرمایہ اونکی طرف سے بہ تعمیل ارشاد عالیہ بہم پہنچ جائے -

برادران اللہ تعالیٰ آپ کی محنتوں کو کامیاب کرے اور آپ کی پیداوار کے نتایج آپ کے لئے ہرطرح کی خیرو برکت کا موجب ہوں - میں آپ کے حاصلات ارضی سے جنکو خدا تعالیٰ نے آپ کیلئے اپنی راہ میں لگانے کا موقعہ دے رکہا ہے - ایک حصہ نکالنا چاہتا ہوں برادران ہم زراعت پیشہ جماعت کی یہ ایک فطری خصلت اور عادت ہے کہ اپنے محاصلات میں سے فصل کی پختگی پر خدا کی راہ میں مساکین کی حاجت روائی کرتے ہیں - ہماری خرمن جو محض خدا کے فضل کے سایہ میں پرورش پائے ہوئے ہوتے ہیں - ہمارے بتّوں پر مانگنے والوں کے دامنوں کو خالی نہیں جانے دیتے اور ان خرمنوں میں سے اسوقت خدا کی راہ میں کسی قدر حصہ نکالدینا کچھ گراں نہیں گذرتا - پس میں یہہ چاہتا ہوں کہ ہرایک فصل کے وقت جب خدا کی زمین اپنی پیداوار سے ہمارے گھروں کو بھرے - ہم اس سلسلہ کی امداد کے لئے ایک حصہ پیداوار کا وقف کریں - ہماری یہ امداد ان امدادوں کے علاوہ ہو - جو پہلے دائمی طور پر ہم نے اپنے ذمہ کررکھی ہیں - ہرایک صاحب قدرت بھائی جو دوسرے بھائیوں پر مالکانہ تصرف رکھتا ہو - وہ اپنی ذمہ واری سے اس امدادی حصہ کا جمع کرلینا اپنے اوپر فرض سمجھے - اور پھر جو حصہ مجموعی طور پر حاصل ہو اوسکو فروخت کرکے فوراً اس امدادی فنڈ میں جمع کرادیا جاوے بالفعل یہ تجویز ہمارے اون برادران کے متعلق جو ضلع سیالکوٹ کے کسی حصہ کے رہنے والے ہوں خواہ اون کا کار زراعت اس ضلع میں جاری ہو - یا علاقہ بار وغیرہ میں چونکہ اس رقم کے جمع ہونے کے لئے ایک صدر مقام ضرور ہونا چاہیئے - اس لئے وہ صدر مقام بلحاظ کامل اطمینان سیالکوٹ ہوگا - جو بلحاظ ترتیب طبعی اس ضلع کا صدر مقام ہے - سیالکوٹ کی جماعت چونکہ ایسے کاموں کے حصہ لینے میں زیادہ مستعد ہے یہ رقم بھی اس جماعت کی وساطت سے دارالامان میں پہنچنی چاہیئے - اب فصل خریف ۱۹۰۳ء چونکہ عنقریب پختہ ہونے پر ہے اس لئے ہم سب بھائی اس تجویز کا عملدرآمد اس فصل سے شروع کریں اور ہرایک جگہ کی ایک مقامی فہرست اس امدادی فنڈ کے جو خریف ۱۹۰۳ء کے محاصل کا حصہ ہو خاکسار کے نام پہنچ جانے چاہیئے - ان فہرستوں کو ایک مستقل رجسٹر میں باترتیب درج کرلیا جائیگا اور پھر آئیندہ ہمیشہ خدا کے فضل سے اس امدادی فنڈ کا سلسلہ برابر جاری رہے گا - ہرایک سال میں دو موقعوں پر اس فنڈ کے وصول کرنے کا کام ہوگا - یعنے فصل ربیع اور فصل خریف - اور امید ہے کہ ہرایک صاحب قدرت اور صاحب رسوخ بھائی اس تکلیف چند روزہ کو اپنے ذمہ لے کر اس امدادی فنڈ کو جمع کریگا - خاکسار یہ رقم جمع ہوجانے پر معہ فہرست ہائے متعلقہ کے صدر مقام پر بھیجدیگا اور وہاں سے بعد اندراج رجسٹر دارالامان میں روپیہ ارسال ہوگا - یہ تجویز بالفعل بغرض اجرا [illegible] کی جاتی ہے جو صاحب اسمیں کوئی ترمیم مفید کرنا چاہیں اون کو اختیار ہے اور وہ جلدی اس سے مطلع فرماویں تاکہ قابل عملدرآمد ہوکر اُس کو جلد جاری کیا جائے - ایک نقل اس کی بغرض اشاعت و اطلاع دیگر برادران سلسلہ اخبار الحکم اور البدر میں بھی طبع ہونے کو ارسال کرائی گئی ہے -

نوٹ

میرے باہمت بھائی چوہدری محمد سرفراز خان صاحب کی یہہ تجویز بہت مفید اور قابل توجہ دیگر چودہریان و برادران کے ہے - اور ایک خاص مشورہ کے بعد اوسکو معزز بھائیوں کی خدمت میں پیش کیا گیا ہے - اللہ تعالیٰ توفیق رفیق کرے اور جلدی ایک کافی امداد اس فنڈ میں بہ تعمیل ارشاد عالیہ مسیح موعود بھیجی جائے -

$\frac{9}{03}$ ۲۱ خاکسار حامد شاہ سیالکوٹ

جلسۃ الوداع کی تقریب پر حضرت مولانا مولوی عبدالکریم کا وعظ

گذشتہ اشاعت سے آگے

اب ایسی زندگی اور حالات رکھنے والا ابن آدم اپنے ناتمام علم - ناقص قدرت اور حوایج کے اسیر کو خدا یا ابن خدا کیسے تسلیم کرسکتے ہیں اور اوس کو مان کر روح میں وہ علو ہمتی اور کامل امید جو حقیقی خدا پر ایمان لانے سے پیدا ہوتی ہے - کیونکر پیدا ہوسکتی ہے - اسے کیونکر قادر مطلق سمجھ کر دعاؤں کے لئے تڑپ اور جوش پیدا ہو جوش تو تب ہو جب اوس کی عظیم در عظیم قوتوں اور طاقتوں کا یقین اور تصور ہو لیکن جب ایک محدود القوی ہستی سامنے ہو تو اس سے توقع ہی کیا ہوگی میری روح لذت اور بصیرت کے ساتھ اس امر کو دیکھتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس پوزیشن پر اپنے آپ کو رکھا ہے اور قرآن کریم نے اوسکو بیان کیا ہے - یہی زیبا اور سزاوار ہے جو الغیب کرکے اوسکو پکارا گیا ہے مجھے یہودیوں کی حالت پر سخت افسوس اور پھر عبرت ہوتی ہے کہ اونہوں نے کیسا نامعقول فقرہ مُنہ سے نکالا ارنا اللہ جھرۃ - احمقو! سوچو! یہہ کیسا سوال ہے اس سے روح میں کوئی قوت اور علو ہمتی پیدا ہوتی ہے یا پستی اور سستی کی طرف میلان ہوتا ہے - میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھاکر کہتا ہوں اور انسانی فطرت اس امر کی بیّن دلیل ہے اور یہ خیال القار کی طرح میرے دل میں پیدا ہوا ہے کہ یومنون بالغیب ایک ایسا عجیب اور لذیذ ٹکڑہ ہے جس کے اندر ایک قدرتاً در

میری معذرت

جولائی کے آخر سے الحکم کی اشاعت میں کچھ ایسی غیر معمولی تعویق ہوئی ہے کہ ابتک اس کی اصلاح نہیں ہوئی۔ اور نہ اس کے لئے مجھے وقت اور فرصت مل سکی۔ جن واقعات اور اسباب کی بنا پر یہ نقص پیدا ہوا تھا۔ وہ اسوقت تک بدستور موجود بلکہ ان میں کسیقدر اضافہ ہوا ہے ایسی حالت میں اوسکی موجودہ اشاعت بھی غنیمت سمجھی جانے کے قابل ہے۔ اور قوم نے بھی بہت بڑی حد تک چشم پوشی بھی کی ہے اور وہ میری مصروفیتوں کو معلوم کر چکی ہے۔ لیکن پھر بھی میرا فرض ہے کہ میں ان واقعات سے اطلاع دیدوں اور اوس کی ایک وجہ اور بھی ہے کہ الحکم کے معزز سرپرست اور الحکم کے سچے قدردان یوں تو بجائے خود حضرت مسیح موعود میں ہو کر سب کے سب یا انکا حصہ کثیر اپنے آپ کو ایک قوم سمجھتا ہے مگر الحکم کے تعلق کی وجہ سے وہ مجھے خریداروں کے ساتھ شامل کر کے کل خریداروں کا ایک کنبہ سمجھتے ہیں اور اس لئے ایکدوسرے کے رنج و راحت کو پورے طور پر محسوس کرتے ہیں۔ فی الحقیقت الحکم کے خریداروں کا ۸۰۰ سے زائد آدمیوں کا کنبہ ایک قابل قدر کنبہ ہے غرض اس قسم کے شدید تعلقات کی بنا پر مجھے اس اطلاع کی ضرورت ہوئی ہے۔ مقدمہ کی مصروفیت کے علاوہ ۱۰ ستمبر ۱۹۰۳ء کو بارش کی کثرت اور سیلاب کی طغیانی کی وجہ سے دفتر الحکم کا ایک بڑا حصہ جو دراصل میرے اور میرے بال بچوں کے رہنے کا مکان تھا گر گیا جس کی وجہ سے معقول نقصان ہو گیا انا للہ و انا الیہ راجعون۔ مگر اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ کسی جان کو نقصان نہیں پہنچا۔ میں اس ابتلا کو لنبلونکم بشیء من داخل سمجھ کر خدا تعالیٰ کے کسی فضل عظیم کا پیش خیمہ سمجھتا ہوں اس واقعہ کی اطلاع میں نے اپنے چند مخلص احباب کو دی تھی جنہوں نے ہمدردی سے بھرے ہوئے خطوط روانہ کئے اور چوہدری رستم علی صاحب نے انبالہ سے اور میر مردان علی صاحب نے حیدرآباد دکن سے مجھے اس کی اصلاح اور تعمیر کے قابل بنانے کے لئے مالی مدد بھی دی ہے جس کے لئے میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ انکو جزا خیر دے۔ غرض اس واقعہ کی وجہ سے اور میرے بعض بچوں کی بیماری اس توقف کا باعث ہوگئی ہے اور ۱۰ سے لیکر ۲۴ ستمبر تک کا الحکم شائع نہیں ہو سکا مگر میں وعدہ کرتا ہوں کہ انشاء اللہ ہر ایک نمبر یا تو علیحدہ چھاپ کر بھیجدونگا یا موجودہ صورت میں یہ کمی پوری کردی جاوے گی۔ اسلئے محض عام اطلاع کے لئے یہ لکھا گیا ہے کہ ان نمبروں کے لئے مزید یاددہانی کی ضرورت نہیں رہیگی انشاء اللہ العزیز

ہمارے مقدمات

مقدمات کے متعلق ۲۳ و ۲۴ ستمبر ۱۹۰۳ء کی تاریخیں مقرر تھیں۔ ۲۳ ستمبر کو مولوی کرم الدین کا استغاثہ جو حکیم فضل الدین صاحب کے خلاف ہے پیش ہوا۔ حکیم فضل الدین صاحب نے ایک درخواست اپنے وکلاء کی معرفت پیش کی کہ یہ مقدمہ جب تک مقدمہ زیر دفعہ ۴۲۰ فیصلہ ہو ملتوی رہے۔ کیونکہ اس مقدمہ کا انحصار ایک پہلو سے انہیں واقعات اور دستاویزوں پر ہے وکلاء کی بحث کے بعد مجسٹریٹ نے اس مقدمہ کی تاریخ ۱۷ اکتوبر درخواست مذکورہ نامنظور کر کے مقرر کردی ۲۴ ستمبر کو ایڈیٹر الحکم کا مقدمہ بنام مولوی کرم الدین و ایڈیٹر سراج الاخبار جہلم پیش ہوا۔ ملزم نے شہادت کے موجود ہونے پر مستغیث پر بقایا جرح کرنی چاہی۔ شہادت استغاثہ چونکہ اس تاریخ پر طلب نہیں ہوئی تھی۔ اس لئے ۲۱ اکتوبر ۱۹۰۳ء مکرر اس مقدمہ کی سماعت کیلئے مقرر ہوئی۔

مقدمہ زیر دفعہ ۴۲۰ جسمیں مولوی کرم الدین کی شہادت صفائی گذر رہی ہے۔ اسکے لئے ۲ اکتوبر ۱۹۰۳ء مقرر ہے۔ ۱۷ اکتوبر کیلئے مولوی کرم الدین کو کہا گیا کہ وہ اپنی شہادت استغاثہ بھی طلب کرائے۔

۲۸ ستمبر کو مقدمہ سرقہ کے متعلق وکلاء فریقین کی تقریریں ہونے والی تھیں مگر ملزم کی درخواست پر وہ ۵ اکتوبر ۱۹۰۳ء پر ملتوی ہو گیا۔ اس سے زیادہ مقدمات کی متعلق کوئی اور خبر نہیں ہے۔

دارالامان کا ہفتہ

۱- اعلیٰ حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مع اہل بیت اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بہمہ وجوہ تندرست ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سپرد کئے ہوئے کام میں روز و شب مصروف۔

۲- حضرت حکیم الامت اور مولانا مولوی عبدالکریم صاحب بھی بخیریت ہیں مولانا مولوی نورالدین صاحب درمیان جدید آریہ کے رسالہ ترک اسلام پر کچھ لکھ رہے ہیں بہت عرصہ کے بعد . . . . . . حضرت حکیم الامت کا قلم آریہ سماج کے متعلق اوٹھا ہے اور امید ہے کہ یہ رسالہ آریہ سماج کے ادن اعتراضوں کی پوری حقیقت کھول دیگا جو وہ اسلام پر کرتے ہیں یہ رسالہ بہت کثرت کے ساتھ شائع ہونا ضروری ہے ڈاکٹر حکیم غلام نبی صاحب زبدۃ الحکماء رئیس لاہور نے جنکو احمدی ہونے کا ابھی فخر حاصل نہیں (خدا کرے کہ جلد حاصل ہو آمین) اس بیش قیمت رسالہ کی ایک ہزار جلد اعلیٰ درجہ کے کاغذ پر نہایت خوشخط اور عمدہ طبع کرا کر مفت تقسیم کرانے کا وعدہ کیا ہے۔ حضرت حکیم الامت چاہتے ہیں کہ چار ہزار تقسیم ہو حقیقت میں یہ رسالہ چار ہزار کیا چالیس ہزار بھی تقسیم ہو تو کم ہے۔ لیکن کم از کم پانچ ہزار ضرور ہونا چاہئے۔ ایک غیر احمدی ایک ہزار اپنے خرچ پر طبع کراتا ہے تو کل احمدی جماعت کیا باقی چار ہزار بھی پورا نہ کردیگی

جو صاحب اس کار خیر میں شریک ہونا چاہیں وہ ہمکو اطلاع دیں تاکہ اخبار کے ذریعہ سے اس تعداد کی اشاعت ہوتی رہے جب رسالہ طبع ہونے کے لئے مطبع میں چلا جاویگا اوسوقت اخراجات کا اندازہ کر کے جسقدر جلدوں کا ہمارے احباب وعدہ کریں گے اونکو ارسال روپیہ کے لئے اطلاع دیجاویگی یہ رسالہ اس قابل ہے کہ انجمن حمایت اسلام وغیرہ ساری انجمنیں کثرت کے ساتھ اوس کو شائع کریں۔ کیونکہ دراصل ان کے نام کے لحاظ سے یہ انکا کام ہے کہ وہ مخالفین مذہب کے اعتراضوں کا جواب دیں اور اسلامی دنیا کو دکہائیں کہ وہ کیا کرتے ہیں لیکن اگر وہ جواب نہیں دے سکتے تو پھر اونکا فرض ہے کہ وہ روپیہ جو اس غرض کے لئے مسلمانوں سے لیتے ہیں اس کام کے کرنیوالوں کو دیدیں۔ ہم دیکھیں گے کہ انجمن اس رسالہ کی اشاعت میں کسیقدر حصہ لیتی ہے اور مولانا مولوی نورالدین صاحب کے لکھے ہوئے جوابات کا شائع کرنا انجمن کیواسطے نئی بات نہیں ہے وہ اس سے پہلے حکیم الامت کے جوابات ایک عیسائی کے بالمقابل شائع کر چکی ہے غرض ترک اسلام کا جواب جو حضرت حکیم الامت لکھ رہے ہیں۔ جو ہماری رائے میں بالکل مفت تقسیم ہونا چاہئے اور کثرت کے ساتھ تقسیم ہو۔ ایک ہزار حکیم غلام نبی صاحب تقسیم کریں گے چار ہزار کی اپیل ہم اپنی قوم سے کرتے ہیں باقی مسلمان جسقدر چاہیں اس کار خیر میں شریک ہو جائیں۔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے ممبروں کی خدمت میں یہ تحریک کرتے ہوئے ہم اس تحریک کو عملی طور پر شروع کرتے ہیں اور وعدہ کرتے ہیں کہ انشاء اللہ العزیز ۵۰ جلد کے اخراجات ہم بھی دینے کو طیار ہیں۔ امید ہے کہ احمدی قوم بہت جلد چار ہزار کی تعداد پوری کردیگی

تفسیر القرآن۔

دوسرا پارہ ۱۰۴ صفحہ تک چھپ چکا ہے اس کا باقی حصہ جو قریباً دو جزو کے ہوگا۔ اکتوبر ۱۹۰۳ء میں پورا کر کے انشاء اللہ العزیز خریداروں کے پاس بھیجا جاویگا۔ اور پھر بقایا حصص تفسیر القرآن کی طرف میں توجہ کرنے کی فکر کرونگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ اخیر اکتوبر تک جس صاحب کو بقایا نہ پہنچے وہ اطلاع دے پہلے کوئی نہ لکھے۔ ایڈیٹر الحکم

سٹیم بھرا ہوا ہے۔ جسکی قدرت اور قوت سے وہ خلائق اور بے شمار گاڑیوں کو کھینچ رہا ہے۔ الغرض ایمان بالغیب میں عظیم الشان طاقت ہے جو انسان کو ہر ایک قسم کی ترقی کے لئے کشاں کشاں لے جاتی ہے۔ اسی طرح کہا کہ متقی وہ ہیں جو نمازیں پڑھتے ہیں زکوٰۃ دیتے ہیں قرآن کریم اور جزا و سزا وغیرہ امور کو مانتے ہیں ایمان کے جسقدر یہ شعبے ہیں یہ اپنی جگہ مشکلات سے محدود ہیں اپنے مال سے انفاق کرنا یہہ ایک سخت منزل ہے۔ تعبیر کی کتابوں میں لکھا ہے کہ دانت نکالنا کو مال سے تعبیر کیا گیا ہے۔ زر بسنہ طلبی سخن درین است۔ ایک عام مقولہ ہے۔ ایسا ہی صداقت کے منزلہ پر ایمان لانا بڑا ہی مشکل ہے ایسا ہی واقعات مابعد الموت پر ایمان لانا مشکل ہے غرض ایمان کے جسقدر پہلو آپ دیکھیں گے اور جسقدر شعبے اور شاخیں اس کی دیکھینگے انمیں ایمان بالغیب کا رنگ ضرور موجود ہے جب انسان بیجرل فلاسفی پر غور کرتا ہے تو بے اختیار ہو کر اپنے قرآن کریم اور اوس کے لانیوالے پر قربان ہونے کو جی چاہتا ہے جس نے ایسا عظیم الشان فلسفہ بیان کیا ہے۔ میں سچائی سے کہتا ہوں ہاں دعوے سے کہتا ہوں اور چیلنج کرتا ہوں کہ کوئی مذہبی کتاب رکھنے والا انسان اپنی کتاب میں یہ فقرہ دکھاوے۔ کیا وید میں ہے؟ ہرگز نہیں ہے کیا انجیل میں ہے؟ قطعاً نہیں۔ یہہ فقرہ تمام بلند پروازیوں کی جڑ ہے۔ میں نے اس رکوع کو خاص غرض سے اختیار کیا ہے کیونکہ یہاں میری روح کا یہ منشا ہے کہ اپنے محبوب و مولا مسیح کی سچائی کو ظاہر کرنا ہے اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ اپنی لسانی اور زبان درازی کی تعریف سنکر میں خوش نہیں ہوتا جب تک کہ حضرت مسیح موعود کی ثنا کی تعریف نہ ہو۔ میرا مطلب اسوقت یہہ نہیں ہے کہ ایمان بالغیب کے فوائد تبلاؤں بلکہ میں یہہ بتانا چاہتا ہوں کہ کونسی راہ اور طریق اختیار کریں جس سے یہہ نعمت ایمان بالغیب جو ساری نیکیوں کی کلید ہے حاصل ہو جاوے کیونکہ یہہ ایک اور صرف ایک ہی راہ ہے جس سے انسان روحانی کمالات حاصل کر سکتا ہے۔ یہ بات بھی بھولنے کے قابل نہیں کہ جب خدا تعالیٰ اس حیثیت کا ہے کہ موسیٰ جیسے عظیم الشان انسان کو رب ارنی کے جواب میں لن ترانی کہا گیا۔ اور پھر خر موسیٰ صاعقہ کا نظارہ دکھایا گیا۔ اور دوسری طرف ہم یہہ بھی دیکھتے ہیں کہ انسان جب تک رویت نہیں کر لیتا اسے مزا نہیں آتا۔ ابراہیم نے بھی رویت کا سوال کیا۔ اس سے یہہ فلسفہ سمجھ میں آتا ہے کہ طمانیت قلب رویت پر موقوف ہے اور ادہر ایمان بالغیب ساری ترقیوں کی کلید ہے پھر انمیں باہم توافق کیسے ہو۔ بات یہ ہے کہ ایمان بالغیب ہی ایک ایسی چیز ہے جو رویت یا لقا کے درجہ پر انسان کو پہنچا دیتا ہے۔ غرض میں کہتا ہوں کہ تمام احکام پر ایمان لانا

ایمان بالغیب پر موقوف ہے۔ تو اب اقامت الصلوٰۃ اور انفاق کے نتایج کیا ہونگے۔ آج مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی سنت انبیاء کے موافق جیبوں کو خالی کر دیا ہے۔ تو قابل غور یہہ امر ہے کہ وہ کونسی بات ہے جو یہہ تسلی اور اطمینان بخشتی ہے کہ ہمارا یہہ زر و مال نیک آسمانی میں محفوظ رہیگا؟ اس بات کا مان لینا کہ قیامت کو ہر بات جو آج کیفیت کے رنگ میں ہم مانتے ہیں کمیت کا لباس پہن لیگی کہنا آسان ہے لیکن واقعی اسپر یقین کر لینا کوئی چھوٹی سی بات نہیں۔ بلکہ بہت ہی مشکل ہے۔

ہر فعل کے نتیجے کو واقعی یقین کرنا اور اوس کو مشہود اور محسوس امر کی طرح تسلیم کر لینا کوئی چھوٹی سی بات نہیں ہے اور جب تک یہ نہو یہ حوصلہ اور ہمت پیدا نہیں ہو سکتی کہ انسان مال جیسی عزیز شئے کو قربان کرنیکے لئے طیار ہو جاوے۔ انسان کی فطرت میں یہ بات رکھی ہوئی ہے کہ وہ علت معلول کے سلسلہ پر جبتک نظر نہیں کر لیتا اوسوقت تک وہ کسی فعل کے لئے جرأت نہیں کرتا ہے۔ اب اس سلسلہ میں علت معلول کا پتہ لگانا بہت ہی مشکل ہے یہ کیونکر معلوم ہو کہ اقامت الصلوٰۃ اس دوسرے عالم کی برکات اور خوبیوں کا ایک سبب ہوگی۔ اس قفل کی چابی غور کرنے سے ایمان بالغیب معلوم ہوتی ہے۔ لیکن پھر مشکل یہ ہے کہ یہ چابی بجائے خود ایک قفل ہے۔ میں نے عرصہ دراز تک ان اسرار پر غور کی ہے اور اللہ تعالیٰ نے میری طبیعت کو ذوق پسند بنایا ہے اور میں اللہ تعالیٰ کے کلام کے پاک الفاظ کے فلسفہ پر اور اونکی ترکیب اور اسلوب کی حقیقت اور ماہیت پر غور کرنیوالا دل و دماغ رکھتا ہوں۔ اس لئے میں سوچتا رہا ہوں کہ وہ کیا صورت اور طریق ہو سکتا ہے جس سے یہ راز کھل سکے۔ میں بڑی لذت اور خدا تعالیٰ کے شکر سے بریز سینہ کے ساتھ اس امر کا اظہار کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے ایک ایسی راہ رکھی ہے اور وہ کلید اسکے لئے ٹھیرائی ہے جو غیر مرئی چیزوں کو محسوس و مدرک بنا کر دکھا دیتی ہے۔ اور وہ ہے سلسلہ نبوت۔

خدا تعالیٰ کی صفات کاملہ ہمہ علم ہمہ قدرت ہمہ غیب کا نمونہ ایک عظیم الشان انسان کی صورت میں نظر آتا ہے۔ جو بظاہر ایک بیکس اور بے بس ناتوان اور ضعف کی تصویر ہوتا ہے اور اسکی بے کسی اور بے بسی اور بے سامانی مادہ پرست قوموں اور دنیا کے مدبروں کو اس کی پوری ناکامی اور ہلاکت کا فتویٰ دینے کیلئے مجبور کرتی ہے اور یہہ حالت ہیں کہ ہر شخص اسکو نحیف لاغر سمجھتا ہو اور طرح طرح کے دام اور پھندے اسکے لئے مہیا کئے گئے ہوں اور ہر متنفس اپنی جگہ سمجھتا ہو بلکہ فتویٰ دیتا ہو کہ اسے اب مار لیا۔ وہ بیکس و بے بس [illegible] ہے اور مادی عقل کے پرستاروں کے فتویٰ اور رائے کے خلاف فی الحقیقت

کامیاب ہو جاتا ہے۔ یہہ کیوں؟ قادر مطلق خدا اوسکے ساتھ ہوتا ہے۔ اسمیں اور اس کے غیروں میں یہی ایک امتیاز ہوتا ہے کہ وہ **خداشناس** ہوتا ہے اور خود فراموش لیکن اس کے مخالف **خود شناس** اور **خدا فراموش** وہ خدا پر ایمان نہیں لاتے۔ اور اسپر ایمان لانیکے لئے حتی نری اللہ جہرۃ کہہ اوٹھتے ہیں مگر وہ یؤمنون بالغیب کا سچا اور حقیقی مصداق اور عامل ہوتا ہے۔ پس اس حیثیت اور نوعیت سے اسکا وجود خدانما آئینہ اور اوس کی مجلس

خدانما مجلس

ہوتی ہے۔ اس کی صحبت ان تمام امور کو جو کیفیات کے رنگ میں ہوتے ہیں مادی رنگ میں دکھا دیتی ہے۔

میرے دوستو! یہہ بات نری لاف زنی اور قصہ کہانی نہیں ہے یہہ ایک فیکٹ (امر واقعی) ہے ہاں یہ ایک صداقت ہے جس کا ثبوت آج بھی خدا کے فضل سے موجود ہے۔ یہی غرض تھی یہی میرا منشاء تھا جو میں نے اس آیت کو اختیار کیا۔

میں نے شروع میں کہا ہے کہ تمام ترقیوں کی جڑ تمام بلند پروازیوں کی نردبان ایمان بالغیب ہے اور ایمان بالغیب کے نتایج بجائے خود ایک گورکھ دہندا نظر آتے ہیں کہ جنکے ماننے کے لئے انسان کی اسباب پسند فطرت جلد طیار نہیں ہو سکتی اس لئے اس کے واسطے اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کے سلسلے کو رکھا ہے۔

ضرورت نبوت پر میری معرفت کے دقایق سے مزا لینے والی فطرت نے عجیب عجیب دلائل سوچے ہوئے ہیں مگر میں اسوقت صرف اسی ایک کو بیان کرنا چاہتا تھا جس کا زندہ ثبوت میرے سید و مولا محبوب و آقا حضرت خلیفۃ اللہ مرزا غلام احمد ایدہ اللہ بنفسہٖ ہیں۔ اسوقت جو حالت اسلام کی ہو رہی ہے اور جس طرح مختلف مذاہب اسلام پر حملہ کر رہے ہیں وہ ایسی نہیں کہ کسی سے مخفی ہو ہر ایک اپنی اپنی جگہ اسلام کو پست کر چکا ہے اور سب نے یہہ خیال کر لیا ہے کہ وہ اسلام پر غالب آگئے ہیں اور حقیقت میں ظاہری اسباب کچھ اس قسم کے نظر آتے ہیں کہ مادی عقل والے یہی فتویٰ دے رہے ہیں اسی حالت میں خدا تعالیٰ کے اس برگزیدہ نے یہہ دعویٰ کیا ہے کہ اسلام کو تمام ملل باطلہ پر اسی طرح غالب کریگا جس طرح اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے لیظہرہ علی الدین کلہ فرمایا تھا اسکے مقابلہ پر ساری قومیں آئی ہیں مسلمان کہلانیوالے الگ آریہ الگ۔ عیسائی الگ۔ برہمو جدا غرض ہر مذہب اور ملت کے لوگ اس کے سلسلے کی تکذیب اور مخالفت کے لئے کمر باندہ کر اٹھے ہیں اور اپنی جگہ سمجھتے ہیں کہ ہم اسکو مٹا ڈالیں گے مگر وہ ایسی حالت میں کہ دنیا کے فرزند مادی عقل کے پرستار اسکی تباہی کی پیشگوئیاں کرتے تھے ہر میدان اور ہر مقابلہ میں کامیاب ہوا ہے سال میں ایک یا دو مرتبہ ان مخالفوں کو اپنی منحوس پیشگوئیاں کرنے کی جرأت ہوتی

بسم اللہ الرحمن الرحیم رجسٹرڈ ایل نمبر ۷۷ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسھم

انی اوی القریۃ

الحکم

قادیان دار الامان

چہ گویم با تو گر آئی چہا در قادیاں بینی
دوا بینی شفا بینی غرض دار الاماں بینی۔

شیخ یعقوب علی تراب ایڈیٹر احمدی

نمبر ۳۷ مورخہ ۱۰ - اکتوبر سنہ ۱۹۰۳ء مطابق ۱۸ رجب المرجب سنہ ۱۳۲۱ روز شنبہ جلد ۷

کلمات طیبات حضرت امام الرسل سلطان الرحمن

حضرت حجۃ اللہ علیہ السلام

(گذشتہ اشاعت سے آگے)

اسوقت وہ لوہا آگ ہی کی ہم شکل ہوجاتا ہے اسیطرح پر جب ایک راستباز بندہ اللہ تعالیٰ کی محبت اور دعا کے اعلیٰ درجہ پر پہنچکر فنا فی اللہ ہوجاتا ہے اور کمال درجہ کی نیستی ظہور پاتی ہے اوسوقت وہ ایک نمونہ خدا کا ہوتا ہے اور حقیقی طور پر وہ اُسوقت کہلاتا ہے۔

انت منی

یہ خدا تعالیٰ کا فضل ہے جو دعا سے ملتا ہے یاد رکھو دعا جیسی کوئی چیز نہیں ہے اس لئے مومن کا کام ہے کہ ہمیشہ دعا میں لگا رہے اور اس استقلال اور صبر کے ساتھ دعا کرے کہ اوس کو کمال کے درجہ پر پہنچا دے۔ اپنی طرف سے کوئی کمی اور دقیقہ فروگذاشت نہ کرے اور اسبات کی بھی پروا نہ کرے کہ اسکا نتیجہ کیا ہوگا بلکہ

گر نباشد بدوست رہ بردن
شرط عشق است در طلب مردن

جب انسان اس حد تک دعا کو پہنچاتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ اس دعا کا جواب دیتا ہے۔ جیسا کہ اوس نے وعدہ فرمایا ہے ادعونی استجب لکم یعنی تم مجھے پکارو میں تمہیں جواب دونگا اور تمہاری دعا قبول کرونگا حقیقت میں دعا کرنا بڑا ہی مشکل ہے۔ جبتک انسان پورے صدق و وفا کے ساتھ اور صبر اور استقلال سے دعا میں لگا نہ رہے تو کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔ بہت سے لوگ اس قسم کے ہوتے ہیں جو دعا کرتے ہیں۔ مگر بڑی بیدلی اور عجلت سے چاہتے ہیں کہ ایک ہی دن میں اونکی دعا مثمر بہ ثمرات ہوجاوے حالانکہ یہہ امر سنت اللہ کے خلاف ہے اوس نے ہر کام کے لئے اوقات مقرر فرمائے ہیں اور جسقدر کام دنیا میں ہو رہے ہیں وہ تدریجی ہیں اگرچہ وہ قادر ہے کہ ایک طرفۃ العین میں جو چاہے سو کر دے اور ایک کن سے سب کچھہ ہوجاتا ہے مگر دنیا میں اوس نے اپنا یہی قانون رکھا ہے۔ اس لئے دعا کرتے وقت آدمی کو اوس کے نتیجہ کے ظاہر ہونے کے لئے گھبرانا نہیں چاہیئے۔ یہ بھی یاد رکھو دعا اپنی زبان میں بھی کر سکتے ہو۔ بلکہ چاہیئے کہ مسنون ادعیہ کے بعد اپنی زبان میں آدمی دعا کرے کیونکہ اس زبان میں وہ پورے طور پر اپنے خیالات اور حالات کا اظہار کر سکتا ہے اس زبان پر وہ قادر ہے۔ دعا نماز کا مغز اور روح ہے اور رسمی نماز جبتک اس میں روح نہو کچھہ نہیں اور روح کے پیدا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ گریہ و بکا اور خشوع و خضوع ہو اور یہ اوسوقت پیدا ہوتا ہے جب انسان اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی حالت کو بخوبی بیان کرے اور ایک اضطراب اور قلق اوس کے دل میں ہو۔ اور یہ بات اوسوقت تک حاصل نہیں ہوتی جب تک اپنی زبان میں انسان اپنے مطالب کو پیش نہ کرے۔ غرض دعا کے ساتھ صدق اور وفا کو طلب کرے اور پھر اللہ تعالیٰ کی محبت میں وفاداری کیساتھ فنا ہوکر کامل نیستی کی صورت اختیار کرے اس نیستی سے ایک ہستی پیدا ہوتی ہے۔ جس میں وہ اس بات کا حقدار ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے کہے کہ انت منی۔

اصل حقیقت انت منی کی تو یہ ہے اور عام طور پر ظاہر ہے کہ ہر ایک چیز اللہ تعالیٰ کے فضل اور کرم سے ہے۔ اب اس کے بعد ایک اور حصہ اس الہام کا ہے جو

وانا منک

ہے۔ پس اوس کی حقیقت سمجھنے کے واسطے یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ایسا انسان جو نیستی کے کامل درجہ پر پہنچکر ایک نئی زندگی اور حیات طیبہ حاصل کر چکا ہے اور جس کو خدا تعالیٰ نے مخاطب کرکے فرمایا ہے انت منی جو اوس کے قرب اور معرفت الٰہی کی حقیقت سے آشنا ہونے کی دلیل ہے۔ اور یہ انسان خدا تعالیٰ کی توحید اور اس کی عزت و عظمت اور جلال کے ظہور کا موجب ہوا کرتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی ہستی کا ایک بین اور زندہ ثبوت ہوتا ہے اس رنگ سے اور اس لحاظ سے گویا خدا تعالیٰ کا ظہور اس میں ہوکر ہوتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ کے ظہور کا ایک آئینہ ہوتا ہے اس حالت میں جب انکا وجود خدا نما آئینہ ہو اللہ تعالیٰ

اون کے لئے یہ کہتا ہے **وانا منک۔**

ایسا انسان جسکو انا منک کی آواز آتی ہے اسوقت دُنیا میں آتا ہے جب . . . خدا پرستی کا نام و نشان مٹ گیا ہوتا ہے۔ اسوقت بھی چونکہ دُنیا میں فسق و فجور بہت بڑھ گیا ہے اور خداشناسی اور خدارسی کی راہیں نظر نہیں آتی ہیں اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ کو قایم کیا ہے۔ اور **محض اپنے فضل و کرم سے اُس نے مجکو مبعوث کیا ہے۔ تا میں اون لوگوں کو جو اللہ تعالیٰ سے غافل اور بے خبر ہیں اس کی اطلاع دوں اور نہ صرف اطلاع بلکہ جو صدق اور صبر اور وفاداری کے ساتھ اس طرف آئیں انہیں خدا تعالیٰ کو دکھلا دوں۔** اس بنا پر اللہ تعالیٰ نے مجھے مخاطب کیا اور فرمایا **انت منی وانا منک**

اعتراض کرنے کو کیا ہے۔ جب طبیعت میں فساد اور ناپاکی ہو تو وہ نیکی کی طرف کب آنا پسند کرتی ہے بلکہ خلاف طبع سمجھکر اس سے نفرت پیدا ہوتی ہے۔ میرے اس الہام کی سچائی کا ثبوت ۔ اس پر اعتراض ہی ہیں اگر خدا تعالیٰ کا انکار اور دہریت بڑھی ہوئی نہ ہوتی تو کیوں اعتراض کیا جاتا میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اسوقت خدا تعالیٰ کا پاک اور خوش نما چہرہ دُنیا کو نظر نہ آتا تھا **اور وہ اب مجھ میں ہو کر نظر آئے گا۔ اور آرہا ہے۔** کیونکہ اس کی قدرتوں کے نمونے اور عجائبات قدرت میرے ہاتھ پر ظاہر ہو رہے ہیں جن کی آنکھیں کھلی ہیں وہ دیکھتے ہیں مگر جو اندھے ہیں وہ کیونکر دیکھ سکتے ہیں اللہ تعالیٰ اس امر کو محبوب رکھتا ہے کہ وہ شناخت کیا جاوے اور اوس کی شناخت کی یہی راہ ہے کہ **مجھے شناخت کرو** (ایڈیٹر۔

ولمعہ درک سہ آن خدائے کہ از و اہل جہاں بے خبر اند
بر من او جلوہ نمود است گر اہلے بپذیرد)

یہی وجہ ہے کہ میرا نام اس نے خلیفۃ اللہ رکھا ہے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ کنت کنزاً مخفیاً فاحببت ان اعرف فخلقت آدم اس میں آدم میرا نام رکھا ہے یہ حقیقت اس الہام کی ہے اب اسپر بھی کوئی اعتراض کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ خود اوس کو دکھا دے گا کہ وہ کہاں تک حق پر ہے +

ہمارے مقدمات

مقدمات کے متعلق اس سے زیادہ کوئی خبر قابل اشاعت نہیں کہ ۵ اکتوبر ۱۹۰۳ء جو مقدمہ سرقہ کے متعلق وکلاء فریقین کی تقریروں کے لئے مقرر تھی اس تاریخ پر بوجہ علالت طبع مجسٹریٹ صاحب بہادر کوئی کارروائی نہیں ہو سکی مقدمہ ملتوی ہو گیا +

ملفوظات میں سے بعض نکات

میری توجہ کسر صلیب کی طرف ہے۔

امریکہ سے جناب مفتی محمد صادق صاحب کے ذریعہ ایک ڈاکٹر کی بیوی نے اپنے کسی عارضہ کے لئے دعا کی درخواست کی تھی آپ نے فرمایا کہ اسکو جواب میں لکھا جاوے۔

کہ اس میں شک نہیں کہ دعاؤں کی قبولیت پر ہمارا ایمان ہے اور اللہ تعالیٰ نے اون کے قبول کرنے کا وعدہ بھی فرمایا ہے مگر دعاؤں کے اثر اور قبولیت کو توجہ کے ساتھ بہت بڑا تعلق ہے اور پھر حقوق کے لحاظ سے دعا کے لئے جوش پیدا ہوتا ہے اور خدا تعالیٰ کا حق سب پر غالب ہے۔ اس وقت دُنیا میں شرک پھیلا ہوا ہے اور ایک عاجز انسان کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک کیا گیا ہے اس لئے فطرتی طور پر ہماری توجہ اس طرف غالب ہو رہی ہے کہ دُنیا کو اس شرک سے نجات ملے اور اللہ تعالیٰ کی عظمت قایم ہو اسکے سوا دوسری طرف ہم توجہ کر ہی نہیں سکتے۔ اور یہ بات ہمارے مقاصد اور کام سے دور ہے کہ اُسکو چھوڑ کر دوسری طرف توجہ کریں۔ بلکہ اسمیں ایک قسم کی معصیت کا خطرہ ہوتا ہے۔

ہاں یہ میرا ایمان ہے کہ بیماروں یا مصیبت زدوں کے لئے توجہ کیجاوے تو اس کا اثر ضرور ہوتا ہے۔ بلکہ ایک وقت یہ امر بطور نشان کے بھی مخالفوں کے سامنے پیش کیا گیا اور کوئی مقابلہ میں نہ آیا۔ اسوقت میری ساری توجہ اسی ایک امر کی طرف ہو رہی ہے کہ یہ مخلوق پرستی دُور ہو اور صلیب ٹوٹ جاوے اسلئے ہر کام کی طرف اسوقت میں توجہ نہیں کرسکتا خدا نے مجھے اسی طرف متوجہ کر دیا ہے کہ یہ شرک جو پھیلا ہوا ہے اور حضرت عیسیٰ کو خدا بنایا گیا ہے اسکو نیست و نابود کر دیا جاوے۔ یہ جوش سمندر کی طرح میرے دل میں ہے اسی لئے ڈوئی کو لکہا ہے کہ وہ مقابلہ کے لئے نکلے۔ پس تم صبر کرو جب تک کہ ایک دعا کا فیصلہ ہو جاوے اس کے بعد ایسے امور کی طرف بھی اللہ تعالیٰ چاہے تو توجہ ہو سکتی ہے۔ لیکن دعا کرانے والے کے لئے یہ بھی ضرور ہے کہ وہ اپنی اصلاح کرے اور اللہ تعالیٰ سے صلح کرے اپنے گناہوں سے توبہ کرے پس جہاں تک ممکن ہو تم اپنے آپ کو درست کرو اور یہ یقیناً سمجھو کہ انسان کا پرستار کبھی فائدہ نہیں اوٹھا سکتا مسیح کی زندگی کے حالات پڑھو تو صاف معلوم ہوگا کہ وہ خدا نہیں ہے اس کو اپنی زندگی میں کسقدر کوفتیں اور کلفتیں اوٹھانی پڑیں اور دعا کی عدم قبولیت کا کیسا برا نمونہ اسکی زندگی میں دکھایا گیا ہے خصوصاً باغ والی دعا جو ایسے اضطراب کی دعا ہے وہ بھی قبول نہ ہوئی اور وہ پیالہ ٹل نہ سکا۔ پس ایسی حالت میں مقدم یہ ہے کہ تم اپنی حالت کو درست کرو اور انسان کی پرستش چھوڑ کر حقیقی خدا کی پرستش کرو۔" (۳۱- اگست ۱۹۰۳ء شام)

آسمانی نزول سے کیا مراد ہے۔

مسیح کے آسمانی نزول سے یہ مراد ہے کہ اس کے ساتھ آسمانی اسباب ہونگے اور اسکا تعلق سماوی علوم سے ہوگا۔ اور ایسا ہی فرشتوں کے کندھے پر ہاتھ رکھنے سے مراد ہے۔ یہ ایک اعلیٰ درجہ کا لطیفہ تھا جسکو کم فہم لوگوں نے ایک چھوٹی اور بھونڈی سی بات بنا لیا ہے جو صحیح نہیں فرمایا **دشمن کی دشمنی بھی ایک** وقعت رکھتی ہے۔ ہزاروں سنہدے فقیر پھرتے ہیں مگر کوئی اون کو نہیں پوچھتا اور نہ ان کا مقابلہ کرتا ہے۔ مگر ہمارے مقابلہ میں ہر قسم کے حیلے کئے جاتے ہیں اور ہر ایک پہلو سے کوشش کی جاتی ہے کہ ہمکو نقصان پہنچایا جاوے اور وہ اس مقابلہ کے لئے ہزاروں روپیہ بھی خرچ کر چکے ہیں۔ ان کی مخالفت بھی ان نشانات کا جو ظاہر ہو رہے ہیں ایک روک جاتی ہے۔

دارالامان ہفتہ

۱- اعلیٰ حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مع اہل بیت اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بخریت ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سپرد کئے ہوئے کام کی تبلیغ اور تکمیل میں شب و روز ساعی۔ اس ہفتہ کے آخری ایام میں آپ کی طبیعت کسیقدر ناساز رہی لیکن باایں ہمہ بنی نوع انسان کی بھلائی کیلئے اس حالت ناسازی طبع میں بھی آپکا قلم خدا تعالیٰ کے عظیم الشان نشانوں کے اظہار کے لئے چلتا رہا۔

۲- معلا مولوی عبدالکریم صاحب بھی تندرست ہیں حضرت حکیم الامتہ ہفتہ زیر اشاعت میں ہمارے محترم بھائی منشی محمد خان صاحب افسر بگھی خانہ کپورتھلہ کی علالت کیوجہ سے اون کے معالجہ کے لئے تشریف لے گئے اور مع الخیر واپس آ گئے۔

ترک اسلام کے جواب پر آپ کا رسالہ قریب الختم ہے اور اس اشو کے پہنچنے تک غالباً ختم ہو چکا ہوگا + اس کی اشاعت کے متعلق شیخ نور احمد صاحب جالندہری بھی دس جلد کے اخراجات دینے کے لئے طیار ہیں۔ ہمارے ناظرین کو بہت جلد اس رسالہ کی چار ہزار جلدوں کا سامان کر دینا چاہئے اگرچہ حکیم الامتہ کی طرف سے کوئی ایسی درخواست نہیں لیکن ہم چاہتے ہیں کہ قوم بہت جلد شائع کرے +

ایک عیسائی کے چند سوالوں کا جواب

از حضرت مسیح موعود علیہ السلام

گذشتہ اشاعت سے آگے +

میں سچ کہتا ہوں کہ کامل اور اولوالعزم آدمی کا مرنا بجز اُس حالت خاص کے کہ بہتوں کے بچاؤ کے لیے کسی معقول اور معروف طریق پر مرنا ہی پڑے قوم کے لیے اچھا نہیں بلکہ بڑی مصیبت اور ماتم کی جگہ ہے اور ایسا شخص جسکی ذات سے خلق اللہ کو طرح طرح کا فائدہ پہونچ رہا ہے اگر خودکشی کا ارادہ کرے تو وہ خدا تعالیٰ کا سخت گنہگار رہے اور اُس کا گناہ دوسرے ایسے مجرموں کی نسبت بہت زیادہ ہے پس ہر ایک ایسے کامل کے لیے لازم ہے کہ اپنے لیے جناب باریتعالیٰ سے درازی عمر مانگے تا وہ خلق اللہ کے لیے اُن سارے کاموں کو بخوبی انجام دیسکے جن کے لیے اُس کے دل میں جوش ڈالا گیا ہے ہاں شریر آدمی کا مرنا اُس کے لیے بہتر ہے تا شرارتوں کا ذخیرہ زیادہ نہ ہوتا جائے اور خلق اللہ اُسکے ہر روزہ کے فتنہ سے تباہ نہ ہو جائے۔ اور اگر یہ سوال کیا جائے کہ تمام پیغمبروں میں سے قوم کے بچاؤ کے لیے اور الٰہی جلال کے اظہار کی غرض سے معقول طریقوں کے ساتھ اور ضروری حالتوں کے وقت میں کس پیغمبر نے زیادہ تر معرض ہلاکت میں ڈالا اور قوم پر اپنے تئیں فدا کرنا چاہا آیا مسیح یا کسی اور نبی یا ہمارے سید و مولیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اس کا جواب جس جوش اور روشن دلائل اور آیات بینات اور تاریخی ثبوت سے میرے سینہ میں بھرا ہوا ہے میں افسوس کے ساتھ اسجگہ اُسکا لکھنا چھوڑ دیتا ہوں کہ وہ بہت طویل ہے یہ تھوڑا سا مضمون اُسکی برداشت نہیں کر سکتا انشاء اللہ القدیر اگر عمر نے وفا کی تو آئندہ ایک رسالہ مستقلہ اس بارے میں لکھوں گا لیکن بطور مختصر اسجگہ بشارت دیتا ہوں کہ وہ فرد کامل جو قوم پر اور تمام بنی نوع پر اپنے نفس کو فدا کرنے والا ہے وہ ہمارے نبی کریم ہیں یعنی سیدنا و مولانا و حیدنا و فریدنا احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ الرسول النبی الامی العربی القرشی صلے اللہ علیہ وسلم۔

اسجگہ سچے اور جھوٹے مذہب کی تفریق کے لیے وہ فرق جو زمین پر موجود ہے یعنی جو باتیں عقل اور کانشنس کے ذریعہ سے فیصلہ ہو سکتی ہیں کسی قدر لکھدیا ہے۔ لیکن جو فرق آسمان کے ذریعہ سے کھلتا ہے وہ بھی ایسا ضروری ہے کہ بجز اس کے حق اور باطل میں امتیاز بیّن نہیں ہو سکتا اور وہ یہ ہے کہ سچے مذہب کے کامل پیرو کے ساتھ خدا تعالیٰ کے ایک خاص تعلقات ہو جاتے ہیں اور وہ کامل پیرو اپنے نبی متبوع کا مظہر اور اُسکے حالات روحانی اور برکات باطنیہ کا ایک نمونہ ہو جاتا ہے۔ اور جسطرح بیٹے کے وجود درمیانی کی وجہ سے پوتا بھی بیٹا ہی کہلاتا ہے اسی طرح جو شخص زیر سایہ متابعت نبی پرورش یافتہ ہے اُسکے ساتھ بھی وہی لطف اور احسان ہوتا ہے جو نبی کے ساتھ ہوتا ہے اور جیسے نبی کو نشان دکھائے جاتے ہیں ایسا ہی اُسکی خاص طور پر عزت بڑھانے کے لیے اُسکو بھی نشان ملتے ہیں اور ایسے لوگ اس دین کی سچائی کے لیے جسکی تائید کے لیے وہ ظہور فرماتے ہیں زندہ نشان ہوتے ہیں خدا تعالیٰ آسمان سے اُنکی تائید کرتا ہے۔ اور بکثرت اُنکی دعائیں قبول فرماتا ہے اور قبولیت کی اطلاع بخشتا ہے اُن پر مصیبتیں بھی نازل ہوتی ہیں مگر اسلیے نازل نہیں ہوتیں کہ انھیں ہلاک کریں بلکہ اسلیے کہ تا آخر اُنکی خارق تائیدوں سے قدرت کے نشان ظاہر کیے جائیں وہ بے عزتی کے بعد پھر عزت پا لیتے ہیں اور مرنے کے بعد پھر زندہ ہو جایا کرتے ہیں تا خدا تعالیٰ کے خاص کام اُن میں ظاہر ہوں۔

اسجگہ یہ نکتہ یاد رکھنے کے لائق ہے کہ دعا کا قبول ہونا دو طور سے ہوتا ہے ایک بطور ابتلا اور ایک بطور اصطفا بطور ابتلا تو کبھی کبھی گنہگاروں اور نافرمانوں بلکہ کافروں کی دعا بھی قبول ہو جاتی ہے مگر ایسا قبول ہونا حقیقی قبولیت پر دلالت نہیں کرتا بلکہ از قبیل استدراج و امتحان ہوتا ہے لیکن جو بطور اصطفا دعا قبول ہوتی ہے اُسمیں یہ شرط ہے کہ دعا کرنے والا خدا تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں میں سے ہو اور چاروں طرف سے برگزیدگی کے انوار و آثار اُسمیں ظاہر ہوں کیونکہ خدا تعالیٰ حقیقی قبولیت کے طور پر نافرمانوں کی دعا ہرگز نہیں سنتا بلکہ انھیں کی سنتا ہے کہ جو اُسکی نظر میں راستباز اور اُسکے حکم پر چلنے والے ہیں سو ابتلا اور اصطفا کی قبولیت

حاشیہ۔ تازہ اخبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ تیرہ کروڑ ساٹھ ہزار پونڈ ہر سال سلطنت برطانیہ میں شراب نوشی میں خرچ ہوتا ہے (اور ایک نامہ نگار ایم اے کی تحریر ہے) کہ شراب کی بدولت لندن میں صدہا خودکشی کی وارداتیں ہو جاتی ہیں۔ اور خاص لندن میں شاید منجملہ تین لاکھ آبادی کے دس ہزار آدمی سے نوش نہ ہوں گے۔ ورنہ سب مرد عورت خوشی اور آزادی سے شراب پیتے اور پلاتے ہیں۔ اہل لندن کا کوئی ایسا جلسہ اور سوسائٹی اور محفل نہیں ہے کہ جس میں سب سے پہلے برانڈی اور شری اور لال شراب کا انتظام نہ کیا جاتا ہو۔ ہر ایک جلسہ کا جزو اعظم شراب کو قرار دیا جاتا ہے اور طرفہ یہ کہ لندن کے بڑے بڑے کشیش اور پادری صاحبان بھی باوجود دیندار کہلانے کے مے نوشی میں اول نمبر ہوتے ہیں جتنے جلسوں میں مجکو

بقیہ حاشیہ۔ بطفیل مسٹر گلیڈسٹن صاحب شامل ہونے کا اتفاق ہوا ہے اُن سب میں ضرور دو چار نوجوان پادری اور ریورنڈ بھی شامل ہوتے دیکھے لندن میں شراب نوشی کو کسی بڑی مد میں شامل نہیں سمجھا گیا اور یہاں تک شراب نوشی کی علانیہ گرم بازاری ہے کہ میں نے بچشم خود ہنگام سیر لندن اکثر انگریزوں کو بازار میں پھرتے دیکھا کہ منہ لگائے ہوئے ہیں اور ہاتھ میں شراب کی بوتل ہے۔ علی ہذا القیاس لندن میں عورتیں دیکھی جاتی ہیں کہ ہاتھ میں بوتل بیر پکڑی لڑکھڑاتی چلی جاتی ہیں۔ بیسیوں لوگ شراب سے مدہوش اور متوالے اچھے بھلے مانس مہذب بازار کی نالیوں میں گرے ہوئے دیکھے۔ شراب نوشی کے طفیل اور برکت سے لندن میں اسقدر خودکشی کی وارداتیں واقعہ ہوتی رہتی ہیں کہ ہر ایک سال

بقیہ حاشیہ۔ اُنکا ایک مہلک دبا پڑتا ہے۔ یکم فروری ۱۸۹۳ء رہبر ہند لاہور

اسی طرح ایک صاحب نے لندن کی عام زناکاری اور قریب ستر ستر ہزار کے ہر سال ولدالزنا پیدا ہونا ذکر کرکے وہ باتیں اُن لوگوں کی بے حیائی کی لکھی ہیں کہ جنکی تفصیل سے قلم رکتا ہے بعض نے یہ بھی لکھا ہے کہ یورپ کے اول درجے کے مہذب اور تعلیم یافتہ لوگوں کے اگر دس حصے کیے جائیں تو بلاشبہ نو حصے اُن میں سے ایسے ہوں گے جو مذہب کی پابندی اور خدا تعالیٰ کے اقرار اور جزا سزا کے اعتقاد سے فارغ ہو بیٹھے ہیں اور یہ مرض دہریت کا دن بدن یورپ میں بڑھتا جاتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ دولت برطانیہ کی کشادہ دلی نے اس کی ترقی سے کچھ بھی کراہت نہیں کی یہاں تک کہ بعض پکے دہریہ پارلیمنٹ کی کرسی پر بھی

ادعیہ میں مابہ الامتیاز یہ ہے کہ جو ابتلا کے طور پر دعا قبول ہوتی ہے اُس میں متقی اور خدا دوست ہونا شرط نہیں اور نہ اُسمیں یہ ضرورت ہے کہ خدا تعالیٰ دعا کو قبول کر کے بذریعہ اپنے مکالمہ خاص کے اُسکی قبولیت سے اطلاع بھی دیوے اور نہ وہ دعائیں ایسی اعلیٰ پایہ کی ہوتی ہیں جن کا قبول ہونا ایک امر عجیب اور خارق عادت متصور ہو سکے لیکن جو دعائیں اصطفا کی وجہ سے قبول ہوتی ہیں اُنمیں یہ نشان نمایاں ہوتے ہیں

(۱) اول یہ کہ دعا کرنے والا ایک متقی اور راستباز اور کامل فرد ہوتا ہے۔

(۲) دوسرے یہ کہ بذریعہ مکالمات الٰہیہ اُس دعا کی قبولیت سے اُسکو اطلاع دیجاتی ہے۔

(۳) تیسری یہ کہ اکثر وہ دعائیں جو قبول کی جاتی ہیں نہایت اعلیٰ درجہ کی اور پیچیدہ کاموں کے متعلق ہوتی ہیں جنکی قبولیت سے کھل جاتا ہے کہ یہ انسان کا کام اور تدبیر نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کا ایک خاص نمونہ قدرت ہے جو خاص بندوں پر ظاہر ہوتا ہے۔

(۴) چوتھی یہ کہ ابتلائی دعائیں تو کبھی کبھی شاذ نادر کے طور پر قبول ہوتی ہیں۔ لیکن اصطفائی دعائیں کثرت سے قبول ہوتی ہیں بسا اوقات صاحب اصطفائی دعا کا ایسی بڑی بڑی مشکلات میں پھنس جاتا ہے کہ اگر اور شخص اُن میں مبتلا ہو جاتا تو بجز خودکشی کے اور کوئی حیلہ اپنی جان بچانے کے لیے ہرگز اُسے نظر نہ آتا چنانچہ ایسا ہوتا بھی ہے کہ جب کبھی دنیا پرست لوگ جو خدا تعالیٰ سے مہجور و دور ہیں بعض بڑے بڑے ہموم و غموم و امراض و اسقام و بلیات لاینحل میں مبتلا ہو جاتے ہیں تو آخر وہ بباعث ضعف ایمان خدا تعالیٰ سے نا اُمید ہو کر کسی قسم کا زہر کھا لیتے ہیں یا کنوئیں میں گرتے ہیں یا بندوق وغیرہ سے خودکشی کر لیتے ہیں لیکن ایسے نازک وقتوں میں صاحب اصطفا کا بوجہ اپنی قوت ایمانی اور تعلق خاص کے خدا تعالیٰ کی طرف سے نہایت عجیب مدد عجیب مدد دیا جاتا ہے اور عنایت الٰہی ایک عجیب طور سے اُس کا ہاتھ پکڑ لیتی ہے یہانتک کہ ایک محرم راز کا دل بے اختیار بول اُٹھتا ہے کہ یہ شخص مؤید الٰہی ہے (۵) پانچویں یہ کہ صاحب اصطفائی دعا کا مورد عنایات الٰہیہ کا ہوتا ہے اور خدا تعالیٰ اُسکے تمام کاموں میں اُس کا متولی ہو جاتا ہے اور عشق الٰہی کا نور اور مقبولانہ کبریائی کی مستی اور روحانی لذت یابی اور تنعم کے آثار اُسکے چہرہ میں نمایاں ہوتے ہیں جیسا کہ اللہ جلشانہ فرماتا ہے

تَعْرِفُ فِي وُجُوهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيمِ ۔ اَلَا اِنَّ اَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۔ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ۔ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۔ اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۔ نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ۔ وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ ۔ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ۔ +

+ خبردار ہو یعنی یقیناً سمجھ کہ جو لوگ اللہ جلشانہ کے دوست ہیں یعنی جو لوگ خدا تعالیٰ سے سچی محبت رکھتے ہیں اور خدا تعالیٰ اُن سے محبت رکھتا ہے تو اُن کی یہ نشانیاں ہیں کہ نہ اُنپر خوف مستولی ہوتا ہے کہ کیا کھائیں گے یا کیا پئیں گے یا فلاں بلا سے کیونکر نجات ہوگی کیونکہ وہ تسلّی دیے جاتے ہیں اور نہ گذشتہ کے متعلق کوئی حزن و اندوہ انہیں ہوتا ہے کیونکہ وہ صبر دیے جاتے ہیں دوسری نشانی یہ ہے کہ اُنھیں (بذریعہ مکالمہ الٰہیہ و رویائے صالحہ) بشارتیں ملتی رہتی ہیں اس جہان میں بھی اور دوسرے جہان میں بھی خدا تعالیٰ کا اُنکی نسبت یہ عہد ہے جو ٹل نہیں سکتا اور یہی پایا وعدہ ہے جو انھیں ملا ہوا ہے یعنی مکالمہ الٰہیہ و رویائے صالحہ سے خدا تعالیٰ کے مخصوص بندوں کو جو اُسکے ولی ہیں ضرور حصہ ملتا ہے اور اُنکی ولایت کا بھاری نشان یہی ہے کہ مکالمات و مخاطبات الٰہیہ سے مشرف ہوں (یہی قانون قدرت اللہ جلشانہ کا ہے) کہ جو لوگ ارباب متفرقہ سے منہ پھیر کر اللہ جلشانہ کو اپنا رب سمجھ لیں اور کہیں کہ ہمارا تو ایک اللہ ہی رب ہے (یعنی اور کسی کی ربوبیت پر ہماری نظر نہیں) اور پھر آزمایشوں کے وقت میں مستقیم رہیں (کیسے ہی زلزلے آویں اور آندھیاں چلیں تاریکیاں پھیلیں اُن میں ذرہ تزلزل اور تغیر اور اضطراب پیدا نہ ہو پوری پوری استقامت پر رہیں) تو اُنپر فرشتے اُترتے ہیں (یعنی الہام یا رویائے صالحہ کے ذریعہ سے انھیں بشارتیں ملتی ہیں) کہ دنیا و آخرت میں ہم تمھارے دوست اور متولی اور متکفل ہیں اور آخرت میں جو کچھ تمھارے جی چاہیں گے وہ سب تمھیں ملے گا یعنی اگر دنیا میں کچھ مکروہات بھی پیش آویں تو کوئی اندیشہ کی بات نہیں کیونکہ آخرت میں تمام غم دور ہو جاویں گے اور سب مرادیں حاصل ہوں گی۔ اگر کوئی کہے کہ یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ آخرت میں جو کچھ انسان کا

بیٹھ گئے اور کچھ پروا نہیں کی گئی نامحرم لوگوں کا نوجوان عورتوں کا بوسہ لینا صرف جائز ہی نہیں بلکہ یورپ کی نئی تہذیب میں ایک مستحسن امر قرار دیا گیا ہے۔ کوئی دعویٰ سے نہیں کہہ سکتا کہ انگلستان میں کوئی ایسی عورت بھی ہے کہ جس کا عین جوانی کے دنوں میں کسی نامحرم جوان نے بوسہ نہ لیا ہو۔ دنیا پرستی اسقدر ہے کہ آر وپ الگزنڈر صاحب اپنی ایک چٹھی میں (جو میرے نام بھیجی ہے) لکھتے ہیں کہ تمام مہذب اور تعلیم یافتہ جو اس ملک میں پائے جاتے ہیں اُن میں سے ایک بھی میری نظر میں ایسا نہیں جسکی نگاہ آخرت کیطرف لگی ہوئی ہو بلکہ تمام لوگ سر سے پیر تک دنیا پرستی میں مبتلا نظر آتے ہیں اب ان تمام بیانات سے ظاہر ہے کہ مسیح کے قربان ہونے کی وہ تاثیریں جو پادری لوگ ہندوستان میں آکر سادہ لوحوں کو سناتے ہیں سراسر پادری صاحبوں کا افترا ہے اور اصل حقیقت یہی ہے کہ کفارہ کے مسئلہ کو قبول کر کے جسطرف عیسائیوں کی طبیعتوں نے پلٹا کھایا ہے وہ یہی ہے کہ شراب خواری بکثرت پھیل گئی خدا تعالیٰ کی عبادت سچے دل سے کرنا اور رو بحق ہونا یہ سب باتیں موقوف ہو گئیں ہاں انتظامی تہذیب یورپ میں بیشک پائی جاتی ہے یعنی باہم رضامندی کے برخلاف جو گناہ ہیں جیسے سرقہ اور قتل اور زنا بالجبر وغیرہ جنکے ارتکاب سے شاہی قوانین نے بوجہ مصالح ملکی روک دیا ہے ان کا انسداد بیشک ہے مگر ایسے گناہوں کے انسداد کی یہ وجہ نہیں کہ مسیح کے کفارہ کا اثر ہوا ہے بلکہ رعب قوانین اور سیاست کے دباؤ سے یہ اثر ڈالا ہوا ہے اگر یہ موانع درمیان نہ ہوں تو حضرات مسیحیاں سب کچھ کر گذریں اور پھر یہ جرائم بھی تو اور ملکوں کی طرح یورپ میں بھی ہوتے رہتے ہیں انسداد کلی تو نہیں

مسیح

عیسائی مشن ہندوستان میں کیوں ناکامیاب رہا

الہ آباد کے مشہور و معروف اخبار پایونیر میں اس مضمون پر ایک اینگلو انڈین کا مضمون شائع ہوا ہے ہم اس مضمون کو کسی دوسرے وقت انشاء اللہ پورا درج کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ یہ مضمون نگار عیسائی مشنریوں کی ناکامی کا باعث لکھتے ہوئے مشنریوں کے دعوی کی بڑے زور سے تردید کرتا ہے مشنری لوگ انجیل کی عدم قبولیت کا باعث عیسائی یورپین گوروں کی بے اعتدالیاں اور بعض سرکاری عہدہ داروں کا عیسائی اصولوں کے خلاف ہونا بتلاتے ہیں مگر مضمون نگار انکو غلط ٹھیراتا ہے اور کہتا ہے کہ مشنری لوگ جب انگلستان اور امریکہ سے کروڑ ہا روپیہ محض ہندوستان کو عیسائی بنانے کی غرض سے لیکر جب کوئی نتیجہ نہیں دکھلا سکتے تو پادری لوگ اس ناکامیابی کو دوسروں کے سر تھوپ دیتے ہیں حالانکہ یہ **ناکامی اور نامرادی ان کے مذہب کی کمزوری کا باعث ہے کہ ہندوستانی لوگ عیسائی بننے کی ضرورہ نہیں سمجھتے**

وہ یہ بھی ظاہر کرتا ہے کہ چونکہ ہندوستانی لوگ تعداد میں بے شمار اور تبدیلی کو پسند کرنے والے نہیں اور ساتھ ہی انکی رائے میں عیسائیوں کا معیار اخلاق ان کے معیار سے بڑھ کر نہیں اور نہ عیسائیوں کے مذہبی اصول ہندوستانیوں کے بڑے بڑے مذاہب سے اعلے ہیں اس لیئے ہندوستانی لوگ عیسائیت کی طرف بہت ہی کم رجوع ہوتے ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ اپنے مذہب کی کمزوری دوسروں کے سر تھوپنا آسان ہے لیکن اصلیت پر غور کرنا مشکل ہے + اس مضمون پر نامہ نگار مذکور نے ایک مبسوط آرٹیکل لکھا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے انفاس طیبہ کا اثر ہے کہ عیسائی لوگ عیسائی رہ کر خود تسلیم کرنے لگے ہیں کہ عیسائیت کی ناکامی اسکی اپنی کمزوری اور اصولوں کے نامکمل ہونے کی وجہ سے ہے **اور یہ کسر صلیب کے لیے اندرونی حربہ ہے**

انگلستان میں عیسائیت کو زوال

اخبار دوست ہند مطبوعہ ۱۴ اگست ۱۹۰۳ء میں مندرجہ ذیل خبر۔ واقعات اور رائے کے کالموں میں اس سرخی سے شائع ہوئی جو کہ خالی از دلچسپی نہ ہوگی۔ اسلیے ہم ناظرین کی آگاہی اور نورافشاں کے معزز ایڈیٹر سے جواب طلبی کے لیے بعینہ درج کرتے ہیں

"ڈیلی نیوز کی طرف سے ۱۸۸۶ء میں مردم شماری ہوئی تھی کہ کتنے لنڈن کے گرجا گھروں میں عادتاً جاتے ہیں۔ ۱۷ سال کے بعد امسال پھر مردم شماری کی گئی ہے نتیجہ مردم شماری کا پادریوں کی شان ہنس گھٹاتا ہے۔ ۱۷ سال کے اندر دو لاکھ کے قریب گرجا گھر اور نئے بنے مگر گرجا گھر جانیوالی آبادی میں ایک لاکھ ساٹھ ہزار کی کمی ہوئی۔ ۵ فیصدی تعداد میں کمی ہوئی ۵۰ لاکھ کی آبادی میں ہر کیتھیہ کو ۱۵ لاکھ سے زاید لوگ گرجا گھروں میں نہیں جاتے ہیں گھر کا تو یہ حال ہے اور پادری صاحبان تمام دنیا میں مارے مارے پھرتے ہیں" ناظرین مندرجہ بالا خبر کو پڑھکر خود فیصلہ کرلیں گے کہ اگر تمام مہذب قومیں یورپ کی نہیں تو کم از کم اچھی تعداد مسئلہ تثلیث وغیرہ سے شاکی ہو کر عیسائی دھرم کا تیاگ کر رہی ہے۔ بیشک اس بات کو تو ہم تسلیم کرنے کے لیے بے اختیار ہیں کہ آجکل یورپین قوموں کی فیاضی ضرب المثل ہو کر شہرہ آفاق ہو رہی ہے۔ لیکن کیا دراصل گرجا گھروں کی تعداد ہی سے اصلی ترقی کا شمار کیا جا سکتا ہے۔ میرے خیال میں جتنی مسجدیں اور مندر اور گرجا گھر زیادہ ہوتے جائیں ان سے اصلی ترقی کا اندازہ لگانا محض خام خیالی ہوگی۔ ابھی تھوڑے ہی دن گذرے ہیں کہ نورافشاں کے معزز ایڈیٹر صاحب نے نورافشاں مطبوعہ ۲ اگست کے ضمیمہ میں انگلستان کی بیبل سوسائٹی کی رپورٹ سے اس بات کے ثابت کرنیکی کوشش کی ہے کہ دراصل انگلستان میں عیسائی مذہب ترقی پر ہے جسکا کہ ترجمہ برای آگاہی ناظرین ہم درج کرتے ہیں تاکہ آپ صاحبان خود اندازہ لگا سکیں

"...... اس بات سے کہ سال گذشتہ میں مشنری کاموں کے لیے صرف انگلستان میں ہی ایک بڑی بھاری رقم ۰۰ ۱۶۶۶ ۳۸ روپے کی ہوم اور اسکے باہر مقاموں کیلئے دی گئی تھی یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ عیسیٰ کی بادشاہت دنیا میں کمی پر ہے۔ اور ایک واقعہ جو کہ برٹش اور فارن بائبل سوسائٹی کی گذشتہ سال کی رپورٹ سے دیا گیا ہے اس امر کو ظاہر کرتا ہے کہ صرف اسکی ایک سوسائٹی سے ان پوری بائبل کی جلدوں کی تعداد جو کہ جاری ہوئیں ۱۰ لاکھ ۷۰ ہزار تھی اور کل تعداد ۵۰ ۱۰ لاکھ جلدیں تھیں۔

اس خبر کو پڑھ کر ناظرین پر واضح ہو گیا ہوگا کہ وہ ترقی کس قسم کی شمار کرتے ہیں۔ میں صرف چند ایک طریقے بیان کرکے کہ کسطرح مشنری صاحبان بائبل کو بانٹتے ہیں آپ سے رخصت لونگا۔

(۱) قریباً کل مشن سکولوں میں سنڈے سکول ہوتے ہیں جہاں کہ لڑکوں کو انجیل پڑھا کر انکو بائبل انعام دی جاتی ہیں۔

(۲) تمام جماعتوں میں انجیل کا پڑھنا لازمی ہوتا ہے اور اسلیے لڑکے نیو ٹسٹیمنٹ خریدنے پر مجبور کیے جاتے ہیں۔ جس سے کہ خاصی تعداد بکجاتی ہے۔

(۳) ریلیجس ٹریکٹ سوسائٹیاں لڑکے جو کہ ٹریکٹ کامیاب ہوتے ہیں انکو بطور انعام بائبل بانٹتی ہیں ایف اے والونکو بھی اور انٹرنس والونکو کچھ پارٹ تقسیم ہوتے ہیں۔

(۴) گاہے گاہے انگریز لوگ انگلستان سے تقسیم کرنے کے لیے بھیجدیتے ہیں چنانچہ حال ہی میں گجرات مشن سکول میں تمام اُستادوں اور تمام طلبا کو تقسیم ہوئی ہیں۔

(۵) پادری صاحبان مفت بانٹتے ہیں اور عموماً دکاندار لیکر اُن میں اپنی دوکان کی چیزیں فروخت کرتے ہیں جس سے کہ بجائے فائدہ کے نقصان ہوتا ہے۔

(۶) جو نیا عیسائی ہوتا ہے اسکو کئی انجیلیں بخشی جاتی ہیں اور پادری صاحبان کہ جب کبھی تحفہ وغیرہ بھیجتے ہیں تو انہیں میں ٹسٹیمنٹ نذر کرتے ہیں۔

ان طریقوں سے اگر بائبل کی تعداد میں بڑھوتی بھی ہو جائے تو چنداں مضائقہ نہیں کیونکہ جو چیز مفت ملے اسکو کون انکار کرتا ہے۔ اسلیے بائبل کی جلدوں کے خرچ سے اپنی ترقی کے اندازہ لگانیوالونکو چاہیئے کہ ایسے فضول خرچ کو بند کرکے دیکھیں کہ کسقدر شائقین لوگ خرید کر پڑھتے ہیں اور باقی رہا روپے کا ذکر جس طرح عیسائی صاحبان اور ان کے دوسرے بہکے ہوئے بھائی آدمیوں کو پھنسانے کے لیئے کام کر رہے ہیں اسکے مقابلہ میں یہ رقم قلیل ہے۔ کئی قسم کے لوبھ اور لالچ کے لیے اس سے زیادہ روپیہ چاہیئے مفت اخبار جاری کرتے ہیں ہینڈ بل تقسیم کرتے ہیں اسقدر بات جتلانے کے بعد اب ہم بڑے ادب سے عیسائی اخبارات سے سوال کرتے ہیں کہ کیا دراصل یہ اصلی ترقی نہیں؟ کیا دراصل دوست ہند کا نوٹ عیسائیوں کی ترقی کا ایک ٹھیک اندازہ نہیں بتا رہا۔ اخیر میں میری یہی پرارتھنا ہے کہ دیانو پرماتما دیا کا ہاتھ بڑھا کر ان تمام گمراہ ہوئے ہوؤں کو اپنے فضل سے سب۔ راہ راست پر لا دیں تاکہ وہ سمجھ کے

اب جاننا چاہیے کہ محبوبیت اور قبولیت اور ولایت حقہ کا درجہ جس کے کسی قدر مختصر طور پر نشان بیان کر چکا ہوں یہ بجز اتباع آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ہرگز حاصل نہیں ہو سکتا

نقش چاہیے اُسکو ملے میں کہتا ہوں کہ یہ ہونا نہایت ضروری ہے اور اسی بات کا نام نجات ہے ورنہ اگر انسان نجات پاکر بعض چیزوں کو چاہتا رہا اور اُن کے غم میں کباب ہوتا اور جلتا رہا مگر وہ چیزیں اُسکو نہ ملیں تو پھر نجات کاہے کی ہوئی ایک قسم کا عذاب تو ساتھ ہی رہا۔ لہٰذا ضرور ہے کہ جنت یا بہشت یا مکتی خانہ یا سرگ جو نام اُس مقام کا رکھا جائے جو انتہائے سعادت پانے کا گھر ہے وہ ایسا گھر چاہیے کہ انسان کو من کل الوجوہ اُس میں مصفا خوشی حاصل ہو اور کوئی ظاہری یا باطنی رنج کی بات درمیان نہ ہو اور کسی ناکامی کی سوزش دل پر غالب نہ ہو۔ ہاں یہ سچ بات ہے کہ بہشت میں نالائق و نامناسب باتیں نہیں ہوں گی مگر مقدس دلوں میں اُن کی خواہش بھی پیدا نہ ہوگی بلکہ اُن مقدس اور مطہر دلوں میں جو شیطانی خیالات سے پاک کیے گئے ہیں انسان کی پاک فطرت اور خالق کی پاک مرضی کے موافق پاک خواہشیں پیدا ہوں گی تا انسان اپنی ظاہری اور باطنی اور بدنی اور روحانی سعادت کو پورے پورے طور پر پالیوے اور اپنے جمیع قویٰ کے کامل ظہور سے کامل انسان کہلاوے کیونکہ بہشت میں داخل کرنا انسانی نفس کے مٹا دینے کی غرض سے نہیں جیسا کہ ہمارے مخالف عیسائی اور آریہ خیال کرتے ہیں بلکہ اس غرض سے ہے کہ تا انسانی فطرۃ کے نقوش ظاہراً و باطناً بطور کامل چمکیں اور سب بیجا اعتدالیاں دور ہو کر ٹھیک ٹھیک وہ امور جلوہ نما ہو جائیں جو انسان کامل کے لیے بلحاظ ظاہری و باطنی خلقت اُسکی کے ضروری ہیں۔

اور پھر فرمایا کہ جب میرے مخصوص بندے (جو برگزیدہ ہیں) میرے بارے میں سوال کریں اور پوچھیں کہ کہاں ہیں تو اُنھیں معلوم ہو کہ میں بہت ہی قریب ہوں اپنے مخلص بندوں کی دعا سنتا ہوں جبھی کہ کوئی مخلص بندہ دعا کرتا ہے (خواہ دل سے یا زبان سے) سن لیتا ہوں (لیں اس سے قرب ظاہر ہے) مگر چاہیئے کہ وہ اپنی ایسی حالت بنا رکھیں جس سے میں اُنکی دعائیں سن لیا کروں۔ یعنی انسان اپنا حجاب آپ ہو جاتا ہے۔ جب پاک حالت کو چھوڑ کر دور جا پڑتا ہے تب خدا تعالےٰ بھی اُس سے دور ہو جاتا ہے

اور سچے متبع کے مقابل پر اگر کوئی عیسائی یا آریہ یا یہودی قبولیت کے آثار و انوار دکھلانا چاہیے تو یہ اُس کے لیے ہرگز ممکن نہ ہوگا۔ ایک نہایت صاف طریق امتحان کا یہ ہے کہ اگر ایک مسلمان صانع کے مقابل پر جو سچا مسلمان اور سچائی سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تابع ہو کوئی دوسرا شخص عیسائی وغیرہ معارضہ کے طور پر کھڑا ہو اور یہ کہے کہ جس قدر تجھ پر آسمان سے کوئی نشان ظاہر ہوگا یا جسقدر اسرار غیبیہ تجھ پر کھلیں گے یا جو کچھ قبولیت دعاؤں سے تجھے مدد دی جائے گی یا جس طور سے تیری عزت اور شرف کے اظہار کے لیے کوئی نمونہ قدرت ظاہر کیا جائے گا یا اگر انعامات خاصہ کا بطور پیشگوئی تجھے وعدہ دیا جائے گا یا اگر تیرے کسی موذی مخالف پر کسی تنبیہ کے نزول کی خبر دیجائیگی تو ان سب باتوں میں جو کچھ تجھ سے ظہور میں آ جائیگا اور جو کچھ تو دکھلائے گا وہ میں بھی دکھلاؤں گا تو ایسا معارضہ کسی مخالف سے ہرگز ممکن نہیں اور ہرگز مقابل پر نہیں آئیں گے کیونکہ اُن کے دل شہادت دے رہے ہیں کہ وہ کذاب ہیں اُنھیں اُس سچے خدا سے کچھ بھی تعلق نہیں کہ جو راستبازوں کا مددگار اور صدیقوں کا دوستدار ہے۔ جیسا کہ ہم پہلے بھی کسی قدر بیان کر چکے ہیں وھذا اٰخر کلامنا والحمد للّٰہ اولاً و اٰخراً و ظاھراً و باطناً ھو مولٰنا نعم المولےٰ ونعم الوکیل +

اور چاہیے کہ ایمان اپنا مجھ پر ثابت رکھیں (کیونکہ قوت ایمانی کی برکت سے دعا جلد قبول ہوتی ہے) اگر وہ ایسا کریں تو رشد حاصل کرلیں گے یعنی ہمیشہ خدائے عزوجل اُنکے ساتھ ہوگا اور کبھی عنایت و رہنمائی الٰہی اُن سے الگ نہیں ہوگی سو استجابت دعا بھی اولیاء اللہ کے لیے ایک بھاری نشان ہے فقد بر منہ

ضرورت

خاکسار نے ایک رسالہ جو شاید ۸۰ صفحہ کا ہو جائیگا لکھا ہے اور ۲۴ صفحہ تک چھپ چکا ہے رسالہ قابل دید ہے قیمت کم چھپائی اور لکھائی اور کاغذ عمدہ اس رسالہ میں دو باب ہیں اور چند فصلیں اول باب مسیح موسوی کی وفات میں اور دوسرا باب نزول مسیح محمدی کے بیان میں اب ایک بحث علماء احمدیہ کی اسماء کی ضرورت آ پڑی ہے سو بڑی مہربانی ہوگی جو علماء احمدیہ جنہوں نے باقاعدہ علوم کی تحصیل کی ہیں معہ اپنی تصانیف کے اسماء کے میرے پاس بھیجدیں اگر کوئی تصنیف ہو۔ خواہ وہ کوئی پہلی تصنیف ہو یا بعد از بیعت حضرت اقدس امام آخر الزمان علیہ السلام ہو تا کہ رسالہ جلد مکمل ہو

مذہبی دنیا پر سرسری نظر

رگوید کا ترجمہ اور آریہ سماج

ماسٹر چندولعل صاحب ایک پرانے عیسائی ہیں اُنھوں نے ٹریبون میں یہ خواہش ظاہر کی ہے کہ رگوید کا ترجمہ لفظی دیسی زبان میں کر دیا جاوے مگر پنڈت دیانند یا دوسرے بھاشیہ لکھنے والوں کی طرح رگوید کی تفسیر نہ کی جاوے +

ماسٹر صاحب کی اس اپیل پر ست دھرم پرچارک کے دل میں کھٹکا پیدا ہوا ہے اور خود ہی وہ کہتا ہے کہ اُن سے بابو صاحب کا مطلب گو عوام کی سمجھ میں نہ آوے تاہم میں سمجھ گیا ہوں اُنکی مراد شاید یہ ہے کہ بغیر تشریح کے ویدوں کا مطلب سمجھ میں نہ آوے گا اور ہر ایک کو یقین ہو جاوے گا کہ یہ بچوں کی بلبلاہٹ ہے"

ہر چند ماسٹر چندولال صاحب نے یہ منشا ظاہر نہیں کیا لیکن چونکہ ویدوں کی حقیقت اس حد تک ہے اسلیے منشی رام صاحب کو مصداق چور کی ڈاڑھی میں تنکا خود ہی یہ خطرہ پیدا ہوا ہے وہ اسکی اعانت اسطرح پر کرنا چاہتے ہیں کہ قصہ کہانی کی کتابوں کا محض لفظی ترجمہ کافی ہو سکتا ہے لیکن جس کتاب میں سائنس اور فلاسفی کے خزانے بند ہوں اسکے عام فہم کرنے کے لیے تفسیر کی ضرورت ہوا کرتی ہے" کیا خوب! ویدک فلاسفی اور سائنس اس سے بڑھ کر کیا ہوگی کہ ایک عورت جیتے جاگتے خاوند کی موجودگی میں اس کے نا قابل اولاد ہونے کے باعث دوسرے سے اولاد لے سکتی ہے۔ یا یہ کہ تناسخ کے چکر میں آکر محرمات ابدی کے سلسلہ کو بھی انسان توڑ سکتا ہے اور ہمیشہ کی نجات سے محروم ہے۔ وغیرہ وغیرہ اگر وید کا لفظی ترجمہ نہیں ہو سکتا تو اس سے معلوم ہوا کہ وہ اپنے الفاظ میں کوئی قوت اور جذب نہیں رکھتا بلکہ وہ ہماری تفسیر اور تشریح کا محتاج ہے اور ایک معما اور چیستان سے بڑھ کر نہیں ہے۔ حالانکہ مبدء فیض کا کلام عام فہم ہونا ضروری ہے جس میں ایک دہقان اور فلاسفر برابر تعلیم پا سکیں مگر یہ فخر صرف قرآن کریم کو ہے اور اسی نے کہا

لَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّکْرِ فَھَلْ مِنْ مُّدَّکِرٍ

کیا ہندوستان ۴۵ لاکھ روپیہ سالانہ مسیحی مذہب کی اشاعت پر صرف کرتا ہے؟

تعلیمی اور مذہبی معاملات میں گورنمنٹ کی آزاد پالیسی حکام کے اعلیٰ خیالات کا نقشہ پبلک کے روبرو پیش کر رہی ہے۔ ملک میں اسقدر امن کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ حکام اہل ملک کے مذہبی معاملات میں دست اندازی نہیں کرتے۔ جو فساد کبھی کبھی ہندوؤں اور مسلمانوں میں مذہب کے نام سے ہوتے ہیں اُن کی بنیاد بعض پرجوش حاکم خود ہوا کرتے ہیں۔ ۱۸۵۷ء کے غدر نے حکام کو مذہبی معاملات میں دست اندازی نہ کرنے کی تعلیم دی ہے۔ ملکہ معظمہ مرحومہ نے جو اشتہار ۱۸۵۸ء میں شائع کیا تھا اُسمیں مندرجہ ذیل فقرے موجود ہیں۔ جو کہ اُس خیال کی اچھی طرح شہادت دیتے ہیں۔ "جو لوگ ہمارے زیر فرمان حاکم ہیں اُن کو تاکیداً حکم دیتے ہیں کہ وہ ہماری رعایا میں سے کسی کے مذہبی خیالات اور عبادات میں دست اندازی کرنے سے باز رہیں اور اسکو ہماری بڑی خوشی کا موجب سمجھیں۔"

مذکورہ بالا فقرہ شاہی اعلان میں موجود ہونے ہوئے بھی کیا یہ تعجب کی بات نہیں ہے کہ ہندوستانی رعایا کو پادریوں کو جو کہ ہندوستان میں عیسائی مذہب کو پھیلاتے ہیں تنخواہ دینی پڑتی ہے اور جب وہ برطرف ہوتے ہیں انکو پنشن دینی پڑتی ہے؟ دوسرے الفاظ میں کیا یہ سخت ناانصافی نہیں ہے کہ ہندو مسلمان سکھ پارسی جین وغیرہ اُن اصلی درجہ کے پروہتیوں کے لیے ٹیکس ادا کرنے پر مجبور کیے جائیں جو کہ اُن کے مذہبی عقائد کے خلاف اصول پھیلاتے ہیں اور جن کے اصول ہندوستانیوں کے فائدہ میں اسقدر اختلاف رکھتے ہیں جس قدر کہ مسٹر دادا بھائی لارڈ جارج ہملٹن سے؟

اس سوال کا صرف ایک ہی جواب ہو سکتا ہے

ہندوستان میں بہت ہی کم آدمی موجود ہیں جو کہ اس روپیہ کی تعداد سے جو کہ عیسائی مذہب کی اشاعت کے لیے ہندوستان سے لیا جاتا ہے واقف ہوں۔ انڈین اکلیزیاسٹیکل سٹیلشمنٹ کی (ایک سرکاری ۱۸۱۴ء بنیاد پڑی تھی اُس وقت سے رعایائے ہندوستان برابر پادریوں کی تنخواہ کی ایک ایک پائی ادا کر رہی ہے۔

ہم ذیل میں نقشہ جس سے کہ مختلف احاطوں کے بشپوں کی تنخواہ تاریخ تقرر اور مقام ظاہر ہوگا درج کرتے ہیں۔

عہدہ	تاریخ تقرر	تنخواہ
بشپ کلکتہ	۱۸۱۴ء	۴۵ ہزار ۸ سو ۱۲ روپیہ
〃 مدراس	۱۸۳۵ء	۲ 〃 ایکسو ۳۱ 〃
〃 بمبئی	۱۸۳۷ء	ایضاً ایضاً
〃 کلمبو	۱۸۴۵ء	ایک ہزار روپیہ
〃 رنگون	۱۸۷۷ء	ایضاً ایضاً
〃 لاہور	۱۸۷۷ء	ایضاً ایضاً
〃 ٹراونکور	۱۸۷۹ء	ایضاً ایضاً
〃 چھوٹا ناگپور	۱۸۷۹ء	ایضاً ایضاً
〃 ناگپور	۱۸۸۹ء	ایضاً ایضاً
〃 لکھنؤ	۱۸۹۲ء	ایضاً ایضاً
〃 دہلی	۱۸۹۶ء	ایضاً ایضاً
〃 کوچین	۱۸۹۹ء	
ایک کیتھلک بشپ	۱۸۲۴ء	ایک ہزار تین سو روپیہ
بشپ پالمکوٹا	۱۸۹۶ء	ایک ہزار روپیہ

مندرجہ بالا فہرست میں صرف بشپ دکھلائے گئے ہیں اب اور عہدوں کے اخراجات بھی ملاحظہ فرمائیے۔

۱۰۔ ارکڈیکن فی کس ہمشاہرہ ۸ سو روپیہ کل — ۸ ہزار روپیہ
۴۔ 〃 〃 〃 — ۳ ہزار ۸ سو 〃
۲۳۔ چیلپین 〃 〃 ۸ 〃 — ۸ سو 〃
۲۵۔ 〃 (بغرض حصول تجربہ) فی کس ۴ سو روپیہ کل — ۱۰ ہزار 〃
۴۰۔ ادنیٰ چیلپین میدان جنگ میں فی کس ۵ سو روپیہ کل — ۲۰ ہزار 〃
۵۰۔ اعلیٰ چیلپین بغرض ہسپتال فی کس ۸ سو روپیہ کل — ۴۰ ہزار 〃
کرونل لسیٹشمنٹ ... ... ۱۴ 〃 〃
آفس ... ... 〃 〃
درستی گرجا ... ... ۵ 〃 〃
سفر خرچ ... ... ۴ ہزار روپیہ
اخراجات خاص ... ... ۲ 〃 〃
مختلف ... ... 〃 〃

اخراجات کی تفصیل یہاں پر ختم نہیں ہو جاتی۔ اسمیں ابھی پنشنیں اور دیگر سیکڑوں اخراجات شامل کرنے کے بعد معلوم ہوگا کہ کم رقم کم از کم ۴۵ لاکھ روپیہ کے قریب ہے۔

اب یہ معاملہ اچھی طرح سمجھ میں آسکتا ہے کہ عیسائی پادری ہندوؤں اور مسلمانوں کے مذاہب کے خلاف اصول وعظ کرتے ہیں لیکن تنخواہ پنشنیں وغیرہ کل اخراجات انھیں ہندوؤں اور مسلمانوں کے سر پڑتی ہیں جنکی مطلق ضرورت نہیں ہے۔ کیا کوئی شخص موجود ہے کہ جو دنیا میں اس عجیب انتظام کی نظیر پیش کر سکے؟ اگر معاملہ اس کے بالکل برعکس ہوتا تو عیسائی لوگ کیا خیال کرتے یعنی اگر انکو ہندو پجاری اور مسلمان ملاؤں کے لیے جو کہ ہندو و مسلمان ملازمین سرکار کو ایڈیشن (وعظ) کرنے کی غرض سے ملازم رکھے جاتے روپیہ دینا پڑتا؟

اصل معاملہ یہ ہے کہ متوسط درجہ کے انگریزوں کے لیے یہ دینی محکمہ بھی روٹی کمانے کا اچھا ذریعہ ہے۔ متوسط درجہ کے انگریزوں کی اولاد ہندوستان میں جسطرح سپاہی اور سویلین بنکر داخل ہوتے ہیں اسی طرح غریب ہندوستانیوں کی گاڑھی کمائی کے ذریعہ عیسائی پادری بھی بنائے جاتے ہیں۔ اب انھوں نے مثل دیگر محکموں کے ملازمین کے کم قیمت روپیہ کا عذر پیش کر کے ترقی تنخواہ کا غل مچانا شروع کر دیا ہے۔

ہندوستان میں اگر ایک گورے سپاہی کی تنخواہ بہت ہی زیادہ ہے تو ہمکو اُس کا معاوضہ کچھ نہ کچھ مل جاتا ہے کیونکہ وہ ملک کی بیرونی حملوں سے حفاظت کرتا ہے۔ اسی طرح اگر سویلین اور دیگر حکام شاہی تنخواہیں پاتے ہیں وے بھی کم و بیش ملک کی خدمت کرتے ہیں۔ لیکن ان پادریوں کا ہندوستان میں کیا کام ہے؟ جو لوگ دینی محکمہ سے تعلق رکھتے ہیں وہ اُن لوگوں کے لیے جو کہ ان کا بار برداشت کیے ہوئے ہیں ذرہ بھر بھی فائدہ مند نہیں ہے۔ یہی نہیں بلکہ اُن کے اصول اور رعایا کے اصولوں میں بھی قطبین کا فرق ہے۔ پھر کیا وہ ان گورے سپاہیوں اور سویلینوں کے لیے مفید ہیں جن کے نام سے کہ ظاہرا وہ رکھے جاتے ہیں؟

ہمارا تجربہ تو یہ ہے کہ اگرچہ ۱۸۱۴ء

سے کوئی ایکسلنس برابر سرمن سنتے چلے آرہے ہیں لیکن ہنوز انھوں نے کوئی اخلاقی یا مذہبی ترقی نہیں کی۔ بخلاف اسکے انکی حالت روز بروز بد سے بدتر ہی نظر آرہی ہے۔ فرجی فساد اس وقت بہ نسبت پچاس سال گذشتہ کے بہت زیادہ سنے جاتے ہیں پبلیو کے بارہ میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ انکو چرچ (گرجا) سے بہت ہی کم تعلق ہوتا ہے۔ غرب عیسیٰ اور اُسکے اصول ہندوستان میں بھی ایسے ہی بدنام ہیں جیسے کہ یورپ میں خدا کی ولدیت اور انسانوں کا شفیع ہونا جو کہ وہ سکھلاتا تھا اُسکے ہندوستان میں رہنے والے پیرووں کے لیے تمسخر سے زیادہ نہیں ہے ایک گورا پادری جو کہ ان اصولوں کا پرچار (وعظ) کرتا ہے ایک ہندوستانی عیسائی کو اپنے برابر ہرگز نہیں ملنے گا۔ اسطرح پر ۷۵ لاکھ روپیہ جو کہ دینی محکمہ کے نام سے صرف کیا جاتا ہے سمندر میں پھینک دینے سے زیادہ عمدہ طریقہ پر استعمال نہیں کیا جاتا ہے +

حضرت حکیم الامت کا وعظ

جلسۃ الوداع کی تقریب پر

گذشتہ اشاعت سے آگے

پھر دوسرا جزو ایمان کا جس سے تکمیل ہوتی ہے شفقت علی خلق اللہ کہلاتا ہے مخلوق کی ہمدردی اور نوع انسان کی بھلائی کے لیے اپنے مال سے کچھ خرچ کرے رنج میں راحت میں عسر میں یسر میں مصیبت میں خوشی میں ہر حال میں قدم آگے بڑھائے کسی حال میں اللہ تعالےٰ کی نافرمانی نہ ہو۔ اور یہ ساری باتیں اس سے پیدا ہوتی ہیں کہ صادقوں کا ساتھ دے۔ صادقوں کے ساتھ کے بغیر تقوی کی حقیقت کھلتی ہی نہیں دقائق تقوی کا پتہ ہی نہیں لگتا جب تک انسان صادقوں کی صحبت میں نہ رہے یہ ایک نہایت غلط خیال ہے جو انسان اپنے دل میں سمجھ لیتا ہے کہ میں نیکی کرتا ہوں مخلوق الٰہی پر شفقت بھی کرتا ہوں محب ملک اور قوم ہوں تہجد گذار ہوں اور یقین کے اعلیٰ مقام پر کھڑا ہوں مجھے کسی صادق کی صحبت میں رہنے کی کیا ضرورت ہے؟ اس قسم کا خیال نفس کا دھوکا ہے جو گمراہی کیطرف لے جاتا ہے یہ ایک قسم کا برہموازم ہے

اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَ تَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ

کیا تم قرآن کے بعض حصوں پر ایمان لاتے ہو اور بعض کا انکار کرتے ہو۔ یہ انکار کتاب اللہ نہیں تو کیا ہے؟ جب کہ

كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ

کی ہدایت کی گئی ہے پھر اس حکم کی ضرورت نہ سمجھنا اور عملی طور پر اسکو بیکار ٹھیرانا اس سے بڑھ کر کس قدر ظلم اور حماقت ہوگی؟ - اتقوا اللہ

جو لوگ ایسا کرتے ہیں کہ قرآن شریف کے بعض حصص کا انکار کرتے ہیں خواہ علمی طور پر خواہ عملی وہ یاد رکھیں ان کی پاداش اور سزا بہت خطرناک ہے۔

خِزْيٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا

اسی دنیا میں وہ ذلیل ہو جائیں گے اور اب دنیا کی تاریخ کو پڑھ لو اور انبیا علیہم السلام کے معاملات پر غور کرو کہ جن لوگوں نے انکا ساتھ نہیں دیا بلکہ انکار کیا اُن کا انجام کیا ہوا؟ کیا وہ اسی دنیا میں ذلیل اور خوار ہوئے ہیں یا نہیں؟ جہاں تک تاریخ پتہ دیسکتی ہے یا آثار الصنادید سے پتہ مل سکتا ہے وہاں تک صاف نظر آئے گا کہ خدا تعالےٰ کا یہ ارشاد صاف اور ثابت شدہ امر ہے۔

میں اس **معیت صادق** کو حصول نیکی اور حصول تقوی کے لیے ایک ضروری چیز سمجھتا ہوں بغیر اسکے حقیقی نیکی کو انسان سمجھ سکتا ہی نہیں اور رضاء الٰہی کے طریق اسکو معلوم ہی نہیں ہو سکتے ایک انسان اپنے جیسے انسان کی خواہ ... اسکی صحبت میں بھی رہے رضا مندی کے طریق کو بدون اسکی اطلاع اور تفہیم کے جب معلوم نہیں کرسکتا تو پھر اللہ تعالےٰ کی رضا کا علم اسکو کسطرح ہو سکتا ہے جب تک خود الہام الٰہی نہ ہو اور ہر شخص چونکہ ایسی استعداد اور قابلیت نہیں رکھتا اس لیے اللہ تعالےٰ نے ہمیشہ سے یہ قانون مقرر کیا ہے کہ وہ انبیا علیہم السلام کو بھیجتا ہے جو براہ راست مکالمہ الٰہی کا شرف حاصل کرتے ہیں اور پھر وہ نوع انسان کو ان امور سے اطلاع دیتے ہیں جو خدا تعالیٰ کی رضا کا ذریعہ ہوتے ہیں اور پھر ان آثار اور نتائج کو جو رضاء الٰہی کا ثمرہ کہلاتے ہیں وہ اپنے وجود میں دکھلاتے ہیں جس پر واقعی طور پر پتہ لگتا اور یقین بڑھتا ہے کہ ہاں یہی بات ہے جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے اور یہی حقیقی نیکی ہے اسی لیے میں نے بتایا ہے کہ نیکی کامل نیکی اس وقت ہوتی ہے جب وہ اللہ تعالےٰ کے فرمودہ کے موافق ہو اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق ہو۔

صادق کی صحبت اور راستبازوں کے ساتھ ہونے کی ضرورت کا مضمون بڑا وسیع مضمون ہے اور اسکے بہت سی پہلوؤں پر بحث کی جا سکتی ہے لیکن میں مختصر طور پر اس کے متعلق کہوں گا۔ قانون قدرت میں اس کے نظائر موجود ہیں خود انسانی جسم کی ساخت اور بناوٹ میں اسکے نمونے نظر آتے ہیں۔

قوموں کی عظمت و جبروت پر نظر کرو اور ان اسباب کی تحقیق کرو جو اسکی عظمت کا اصل باعث ہوتے ہیں انجام کار تمکو اس نتیجہ پر پہونچنا پڑے گا کہ وہ کسی راستباز کی معیت اور صحبت کا نتیجہ ہیں یہ امر الگ ہے کہ بعد میں اور اسباب بھی ان کے ساتھ مل گئے ہوں۔

میں ایک موٹی تمثیل کے ساتھ اس مضمون کو ذہن نشین کرتا ہوں پہاڑوں کیطرف نگاہ کرو۔ پہاڑ کا لفظ ہی انسان کے اندر ایک عظمت اور شوکت اسکے نام کی پیدا کرتا ہے۔ مگر اصل کیا ہے ذرات کا مجموعہ ہے اب اگر یہ ذرات پراگندہ اور منتشر حالت میں ہوتے تو کیا ہم انکا نام پہاڑ رکھ سکتے؟ ہرگز نہیں۔ یہی ذرات منتشر حالت میں بے شمار تعداد میں ٹیلوں میں موجود ہوتے ہیں کیا کوئی کہتا ہے کہ یہ پہاڑ ہیں؟ کبھی نہیں۔ پس اگر یہ ذرات حالت منتشر میں ہوتے تو ٹیلوں سے زیادہ ان کی شوکت اور وقعت نہ ہوتی۔ اور وہ مفاد اور منافع جو اس ہیئت مجموعی میں جو پہاڑ کی ہے دنیا کو پہونچتے ہیں نہ پہونچ سکتے۔ حالت اجتماعی میں پہاڑ وہ پھر

چشمے نکلتے ہیں دریا بہتے ہیں ندیوں نالوں کا سلسلہ جاری ہو سکتا ہے۔ عجیب عجیب قسم کے میوے قسم قسم کی لکڑیاں اور دوائیاں کے سامان پہاڑوں سے حاصل ہوتے ہیں یہانتک کہ بعض بعض مقامات پر بڑی بڑی گرانقدر کانیں بھی نکلتی ہیں غرض ہر قسم کی راحت اور آسایش اور تموّل کا سامان ایک طرح پر پہاڑوں سے حاصل ہوتا ہے۔ اور بالمقابل الفرادی حالت تہلوں کی پگھلو کر ریت اڑتی ہے نہ پیلوار ہو سکتی ہے نہ کوئی درخت ہی پیدا ہوتا ہے نہ کچھ اور غرض ہر طرح سے بربادی بخش اور مہیب نظارہ ہے اس زمانہ میں (جو علوم کا زمانہ کہلاتا ہے اور ہر قسم کی ایجادیں اور ترقیاں ہو رہی ہیں) ان علوم مروجہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اجزا کے تفرق سے علحدگی سکڑنا ہی اور توافق سے تقویت پیدا ہوتی ہے۔ یہ تو جمادات کا نظارہ ہے جو مینے دکھایا ہے اب نباتات کو لو۔ اس درخت کو دیکھو جو اس مسجد میں سامنے کھڑا ہے اسکی شاخیں جو اس کے ساتھ لگی ہوئی ہیں یہ کیسی سرسبز اور خوش نما ہیں۔ ان کی ہر حالت اور ہر صورت خوبصورت معلوم ہوتی ہے اس وقت جو غذا ان کو اس درخت کی جڑوں کے ذریعہ اور پھر اس کے بڑے تنے کے ذریعہ جن کے ساتھ ان کا پیوند ہے پہونچتی ہے وہ بہرحال حصہ رسدی سے پہونچتی ہے۔ لیکن باوجود اس کے بھی وہ شاداب اور سرسبز ہیں۔ اب ان میں سے ایک شاخ کو کاٹ لو۔ اور اسکو عین بہار کے موسم میں کاٹ لو جبکہ خشک درخت بھی کوئی نہ کوئی پتہ نکال لیتے ہیں اور ایک بڑے تالاب میں اس شاخ کو رکھ دو۔ اور نتیجہ کا انتظار کرو کیا ہوگا ؟ وہ شاخ مرجھا جائیگی۔ خشک ہو جائے گی آخر سڑ جائے گی۔ اور تھوڑی دیر پہلے درخت کے ساتھ رہ کر انسانی زندگی کے لیے ایک نفع رساں اور راحت بخش ہوا کا ذریعہ تھی۔ وہی شاخ اس سے الگ ہو کر **مضر صحت** مواد اور اسباب پیدا کرنے کا ذریعہ ہو گئی۔ باوجودیکہ اسے پہلے سے زیادہ پانی میں رکھا گیا مگر وہ اسکے لیے آب حیات کے بجائے زہر کا کام دے رہا ہے۔ اب اس کے ہرے بھرے رہنے اور مثمر ثمرات اور نفع رساں ہونے کی کیا توقع ہو سکتی ہے ؟ کوئی نہیں لیکن وہی شاخ جب درخت کے ساتھ اس کا پیوند تھا کیسے ثمرات لاتی اور پھل پھول لا کر انسان کے لیے حیوانات کے لیے مفید اور نافع ہوتی ہے + اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی بزرگ اور عظیم تنہ کے ساتھ کا پیوند ہی اس کے لیے مفید اور مثمر ثمرات ہونے کا باعث تھا اور وہ الگ ہو کر کبھی کوئی مفید شے نہیں ہو سکتی +

(باقی آئیندہ)

میں کیونکر فرقہ احمدیہ میں داخل ہوا

اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ

شاید اسکی جوابدہی پبلک میں میرے ذمہ ہو

قبل اس کے کہ میں ان وجوہات کو بیان کروں کہ جن کے ذریعے اس قادر حی لا یموت نے مجھے اپنے پاک اور بزرگ سلسلہ میں لے لیا اپنی سابقہ دنیوی و روحانی تعلیم کا نقشہ کھینچنا چاہتا ہوں تاکہ اہل روزگار اس خاکسار کی بے بضاعتی پر خیال فرما کر میری اغلاط انشا پردازی سے چشم پوشی فرماویں اور میری روحانی تعلیم کو محض قدرتی اور وہبی خیال کریں اور نیز اس امر پر مطلع ہوں کہ کسطرح قادر ذوالجلال نے بلا تحریک غیرے ایک ادنی آدمی کو حق کیطرف کھینچ لیا۔

میں ایک قریہ موضع **سڑک دودھلی ضلع سہارنپور** کا رہنے والا ہوں میرے والد مرحوم نے جو ایک دنیا دار آدمی تھے بعد ختم قرآن شریف حسب دستور قدیم مجھے ایک اوستاد اہل تشیع سے شہر سہارنپور میں زبان فارسی کی اور تحریر خط نستعلیق کی بلا قاعدہ ایک ادنی درجہ کی تعلیم دلائی اور علم حساب کسیقدر خود سکھلایا بعدازاں سہارنپور کی تحصیلی اسکول میں مجھکو داخل کیا گیا جہاں پر میرا نام فرضی طور پر لکھا گیا چونکہ اسمیں تمام مضامین کا امتحان زبان اردو میں دینا تھا اور فارسی کی قوت سے میں ہر مضمون کو جو زبان اردو میں ہوتے تھے سمجھ سکتا تھا۔ پس مینے کل مضامین ریاضی وتواریخ وجغرافیہ وعلم طبیعات وہندسہ خود بمدد فارسی ذہن نشین کیے استاد کی حاجت نہ ہوئی علم حساب کسور اعشاریہ تک بلا مدد کتاب صرف والد صاحب اور ایک اور شخص سے سیکھے بعدازاں حساب کے آیندہ دقیق مسائل بمدد کتاب حل کیے مینے حساب کو اسدرجہ تک حل کیا کہ جہانتک علم حساب کی کتب سہارنپور میں دستیاب ہو سکیں اگرچہ امتحان مڈل کلاس ورنیکولر میں سائنس اینڈ لٹریچر صوبہ میں اسکی ضرورت نہ تھی مگر طبیعت کی جولانی چین نہ دیتی تھی اسیطرح علم ہندسہ میں امتحان میں صرف تین مقالے اقلیدس کے شامل تھے مگر مینے اس علم کے کل مقالے جو دستیاب ہو سکتے ہیں مع نتائج حل کیے اور استاد سے بجز مقالہ اول کے دو شکلوں ۱ و ۴۷ کے کوئی شکل نہیں پڑھی صرف بنظر امداد زبان فارسی عبارت کتاب سمجھتا اور کتابی حل کو ذہن نشین کرتا مگر چونکہ علم ہندسہ میں ایسا ید طولی پیدا کیا کہ میری ہم جماعت طالب علموں نے میرا نام اقلیدس ثانی رکھا جبر مقابلہ کا علم ہماری تعلیم میں نہ تھا مگر مینے ٹوڈ ہنٹر صاحب کا ترجمہ الجبر شمس العلما مولوی ذکاء اللہ کا حل اخیر تک کیا۔ اور صرف دو سال داخلہ مدرسہ کے اندر امتحان دیکر مڈل میں درجہ اول کی سند حاصل کی اور ریاضی میں سب مضامین سے زیادہ نمبر پائے۔ بعد ازاں صرف چند مہینوں میں والد مرحوم نے مجھے امتحان پٹواری دے کر پاس کرایا اور پھر نوکری کرنے پر مجبور کیا پس میری تعلیم دنیوی اسقدر تھی جو بیان کی گئی اور اس دنیوی تعلیم کے سلسلہ میں دینیات سے مجھے کچھ مس نہ تھا میری خواہش تھی کہ مجھکو آیندہ اور کسی قسم کی تعلیم ملے مگر والد صاحب کو قرضداری نے مجبور کیا چنانچہ مینے نوکری اختیار کی شاید ناظرین خیال کریں کہ دنیوی تعلیم کی مشرح تصویر کیوں کھینچی گئی اس کا جواب یہ ہے کہ میں دکھلانا چاہتا ہوں کہ فطرت نے مجھے ایک عالی نظر عطا کی تھی حالانکہ میں دیکھتا ہوں کہ وہی مضمون ریاضی جو سب مضامین میں سخت ہے اور جسمیں ہمارے اکثر مسلمان بھائی بیٹھے رہتے ہیں اور جسکی فریاد ہماری دنیوی رفارمروں نے یونیورسٹیوں کے نتائج سے اخذ کر کے کر رکھی ہے اُس میں قدرت نے مجھے ممتاز کیا کیا قدرت کا یہ فعل میرے حق میں ایک قدرت نمائی فعل نہیں ہے کہ جسکا شکریہ میں ادا نہیں کر سکتا۔ فالحمد للہ علی ذالک۔

ایام ملازمت میں ایک امام مسجد کی تحریک پر نماز شروع کی مگر چونکہ مسائل نماز سے واقف نہ تھا پس بازار سے فقہ حنفی کے چیدہ رسالے مالابد منہ وغیرہ خرید کے اور اسکے مسائل

ذہن نشین کرنے کے بعد مجھکو شوق علم دین کیطرف ہوا جس میں بتدریج بڑے بڑے تراجم دینیات کو جو سہارنپور میں مل سکتے تھے مثل تفسیر قادری و مظاہر حق ترجمہ مشکوۃ و ترجمہ شرح وقایہ و ترجمہ تاریخ واقدی و ترجمہ شرح عقائد نسفی وغیرہ خرید کرکے دیکھتا رہا ان کتابوں نے میری معلومات دینی یا روحانی کو وسعت بخشی مگر چونکہ یہ تمام تالیفات مقلدانہ شخصی دماغوں کا نتیجہ تھیں اور نیز پچھلے زمانوں کے مطابق تھی انکی بعض مسائل اُس سائنس سے جو میں پڑھ چکا تھا مطابق نہ ہوسے اور علاوہ اسکے اختلافات کا ایک انبار موجود تھا اپنے پاس کوئی ایسا آلہ تھا کہ جس کے ذریعہ انکی جانچ کرنا اُدھر سائنس کے مسائل قطعی الثبوت پس یہ حالت ایک متزلزل حالت ہوئی از یں سو راندہ وازاں سو درماندہ نہ یہ کتابیں مجھے یہ تعلیم دیسکیں کہ طریق آخرت کے سالک کسطرح وہ عبادات ادا کرتے ہیں کہ جس سے منزل مقصود کو پہونچیں اتنا ہم میں سمجھ لسکے کہ میں اُسکو ایک قانون دینیات سے موسوم کروں کوئی روحانیت نہ ملی خدا کے فضل سے انھیں ایام میں ایک مبسوط کتاب احیاء علوم الدین کا ترجمہ مجھے ملا جس کے پڑھنے سے ایک کامل خوشی ہوئی اور عبادات کی فلاسفی و باطنی شرطیں اور نیز سچا علم اخلاق مجھے اُسکے ذریعہ سے حاصل ہوا میں سچ کہتا ہوں کہ سب تراجم سے زیادہ عزیز سینے لسے رکھا۔

چونکہ وقتی ضرورت کے مطابق سائنس کے حملوں سے بچانے کا وہ بھی تسکین بخش نہوئی لہذا مینے نئی روشنی والوں کی کتابیں دیکھنی شروع کی۔ اتفاق سے مجھکو مولوی نذیر احمد بجنوری حال مقیم دہلی کی سائر تصانیف ہاتھ لگ گئیں اور شکر ہے کہ سرسید کی تفسیر وغیرہ اُس موقعہ پہ مجھے نہ ملی ورنہ اُس جیسے گرداب ضلالت سے مجھ جیسے بے بضاعت کو جانبر ہونا دشوار تھا۔ مولوی صاحب موصوف نے رویاء صادقہ میں اچھے طور سے ثابت کیا ہے کہ مذہب اسلام بالکل عقل صحیح کے مطابق ہے اور قطعی طور سے فطرت سے مطابق ہے اور اُن غلط فہمیوں کا جو سرسید نے بعاو فرشتوں وجنت و دوزخ کی بابت تفسیر میں کی ہیں مجھ جیسوں کے واسطے کافی جواب دیا ہے اور بہت سے شبہات کو اُن کے ترجمہ قرآن نے میری خاطر سے محو کر دیا۔ البتہ اُن کے لیکچروں کی مداولت نے جو اکثر اُنھوں نے انجمن حمایت الاسلام لاہور و نیز ایجوکیشنل کانفرنس و مدرسہ طبیہ دہلی کے سالانہ جلسوں میں دیئے ہیں

مجھکو عالم اسباب دنیاوی کا زیادہ گرویدہ بنا دیا جس سے میری اس دینی حالت اور عبادت میں سُستی پیدا ہو گئی جواب مجھے حاصل ہوئی ہے جس کا عنقریب ذکر آئے گا اور نہ یہ ہوا بلکہ ایکہزار روپیہ میرے ذمہ قرض ہو گیا جس کے ادا کرنیکی بظاہر کوئی سبیل میسر نہ آئی پس ناچار مینے وہ طریق چھوڑ دیا۔ قدرت کا یہ فعل میرے حق میں گو سزا کے طور پر تھا لیکن میں خیال کرتا ہوں کہ من وجہ رحمت بھی تھا کہ مینے ہر ایک قسم کے بکھیڑوں سے آزاد ہو کر دارالامان کا راستہ لیا۔

ہاں جہاں پر مولوی نذیر احمد کے لیکچروں سے عالم اسباب کی طرف جھکا پھر اُس سے یہ بات بھی حاصل ہوئی کہ مقلدانہ خیالات سے محققانہ خیالات کا پابند ہو گیا اور مجدد زمانہ کی بعثت کی مجھے ضرورت محسوس ہوئی اور نیز مرزا حیرت کی جدید تصانیف پر جو انھوں نے محققانہ طریقہ پر ضرورۃ وقت کے مطابق کی ہے میری نظر حاوی ہو گئی غرضکہ مقلدانہ خیالات میری طبیعت سے یک لخت محو ہو گئے اور ان ظاہر بین علما کی جنکے خیالات سطحی ہیں میری نظر میں کچھ وقعت نہ رہی۔

اس قدر تمہید کے بعد اصل مطلب کیطرف رجوع کرتا ہوں جو مینے عنوان مضمون میں درج کیا ہے کہ میں کیوں فرقہ احمدی میں داخل ہو گیا یہ فقرہ بالکل مسٹر ویب الگزنڈر رسل ویب نو مسلم امریکہ کے اُس فقرہ کے مشابہ ہے جسکو اُنھوں نے اپنی کتاب موسومہ اسلام کا عنوان کیا ہے اور چونکہ مجھکو بھی اسلامی تعلیم اُسی طریقہ پر سکھلائی گئی جیسا کہ اُنھوں نے اپنی تعلیم مذہبی کا حال قلم بند کیا ہے اور نیز مجھے یہ بھی زبانی ایک شخص کے ظاہر ہوا ہے کہ وہ بھی حضرت اقدس کی تحریک اور تحریر سے اسلام میں آیا اور اب تک آپکا معتقد اور ایکطرح سے اس سلسلہ مبارکہ احمدیہ میں داخل ہے پس اب دو درجہ مشابہت کی ہو گئیں ہیں۔

میں اپنے بچپن کے زمانہ میں مردوں اور عورتوں سے سنا کرتا تھا کہ اب امام مہدی کا ظہور ہونیوالا ہے کیونکہ تیرھویں صدی ختم پر ہے بعد ازاں ایک نظم کی کتاب آثار محشر مجھے ملی کہ جس کے اندر صاف یہ نشان مع دیگر نشانوں کے درج تھا کہ مہدی کیوقت میں ماہ رمضان میں کسوف وخسوف ایک ہی ماہ میں ہوں گے۔ سو یہ واقعہ ۱۳۱۲ھ میں مینے اور اور بہت لوگوں نے دیکھا اور نماز کسوف

اور خسوف بھی پڑھی گئی سو اُسوقت یہ خیال پیدا ہوا کہ ضرور اب حضرت امام مہدی کا زمانہ ہے اور بہت قریب اُنکا ظہور ہونیوالا ہے اور غالباً عرصہ تین سال کا ہوا ہوگا کہ مجھکو ایک کتب فروش سے رسالہ تصدیق المثیل و نیز ایک ماہواری رسالہ الحق سیالکوٹ ہاتھ آیا اُس پرچہ میں کسوف وخسوف کا ماہ رمضان میں مقررہ تاریخوں پر ہونا اور حضرت اقدس کا خوشی منانا اور شکریہ سو آدمیوں کو کھانا کھلانا اور خیرات کرنا درج تھا اور دیگر مضامین بھی تھے اور شروع میں قرآن کریم کی پیشگوئی

الٓمٓ غلبت الروم فی ادنی الارض

الخ کی مفصل و مشرح تصویر کھینچی گئی ہے اور بعد ازاں حضرت اقدس کی کسی پیشگوئی کو اسپر منطبق کیا گیا ہے اگرچہ یہ مضامین حضرت اقدس کے قلم سے نکلے ہوئے نہ تھے مگر تاہم انہیں حق کی چمک ہویدا تھی اور کسوف و خسوف کا واقعہ اُسپر اور روشنی ڈالتا تھا مگر اُسکے ساتھ ہی ایک رسالہ کسیکا تکذیب المثیل مجھے ملا جس کے اندر وہی تحریف یا ظاہری معنی قرآن و حدیث کے لفظوں کے تھی مگر چونکہ میں علم عربی سے ناآشنا تھا اور کوئی کتاب حضرت اقدس کی مدلل مجھے نہ ملی لہذا خاموش ہو گیا۔

اکتوبر ۱۹۰۲ء میں جب شیخ زین الدین صاحب و حافظ فہیم الدین صاحب تاجران کتب سہارنپور چند رسالے حضرت اقدس کے دارالامان سے لے گئے انھیں سے تحفہ گولڑویہ مع اور تین چھوٹے رسالوں کے مجھے ملگیا جسکے اندر ایک کافی ذخیرہ حضرت اقدس کے دعوی کے ثبوت کا ہے اور نیز مخالفین کے شبہات کا بھی مختصراً کافی جواب ہے پس وہ شبہات مجھ سے دور ہو گئے مینے حضرت کی تصنیف میں وہ نور حق کی چمک پائی کہ جو بغیر تائید ربی ناممکن ہے۔ غرضکہ فوراً دیکھتے ہی بذریعہ عریضہ کے تصدیق کر لی مگر اُسی وقت سے دلکو اشتیاق وبیار نہ قرار ہو گیا مگر دنیوی امورات مانع رہے۔

۴ ستمبر ۱۹۰۲ء کو میں دارالامان کیطرف روانہ ہوا اور سارے راہ یہ دعا کرتا رہا کہ یا الٰہ العلمین ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعہ و ارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابہ چنانچہ بفضل ایزد منان ۵ ستمبر ۱۹۰۲ء کو دارالامان میں داخل ہوا راستہ میں قادیان کے دو مرد اور ایک عورت جنمیں سے ایک آریہ تھا بٹالہ سے یکہ میں میرے ساتھ سوار ہوے مینے اُن سے پوچھا کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب کا چال چلن قبل

حجۃ اللہ حضرت امام الملت کے مکتوبات

ایک شیعہ کے نام

بسم اللہ الرحمن الرحیم - نحمدہٗ و نصلی

مکرمی اخویم مولوی سید حسین صاحب۔
السلام علیکم و رحمتہ اللہ و برکاتہٗ آپکا عنایت نامہ مجھکو ملا تعجب ہے کہ جس حالت میں اس عاجز کے الہام کی نسبت شکوک و شبہات ہیں تو میرا الہام کیونکر آپ کیلئے تسلی بخش ہوگا یہ تمام دعوی بھی الہام ہی پر مبنی ہیں پھر جب آپنے لکھاہے کہ آپنے حد سے بڑھکر ایک بڑے پایہ پر قدم رکھا اور کتاب اللہ واحادیث کے صریح معنوں کو چھوڑدیا تو پھر اس حالت میں آپ کسی دوسرے الہام کو کب عزت کی نگاہ سے دیکھیں گے عزیز من نہ میں نے قرآن کریم کو چھوڑا اور نہ احادیث رسول صلعم کو لیکن جو لوگ قرآن اور حدیث میں غور نہ کریں ان کا علاج میں کیا کروں میں نے اپنی کتاب حمامۃ البشریٰ اور رسالہ اتمام الحجۃ اور نور الحق وغیرہ میں ان مضامین کو لبسط سے لکھاہے۔ پھر اگر کوئی نہ سمجھے تو اس کا علاج انسان کے ہاتھ میں نہیں ہیچ کے ڈہونڈنے والے فروع پر نظر نہیں مارتے بلکہ اصول کو دیکھتے ہیں۔ پھر جبکہ قرآن اور حدیث اور آثار صحابہ اور آئمہ دین کے صریح اقرار سے ثابت ہوگیا کہ حضرت عیسےٰ فوت ہوگئے تو آپ کس عالم میں مسیح کو آسمان سے اوتارنا چاہتے ہیں اگر آپ میرے پاس آویں یا میری کتابوں کو غور سے دیکھیں تو میں ہرگز باور نہیں کرتا کہ آپ اس بیہودہ اعتقاد پر ایک ساعت کے لئے بھی قایم رہ سکیں مگر انصاف شرط ہے اور امید رکھتا ہوں کہ آپ منصف مزاج ہونگے۔ صرف قلت معلومات آپکو مانع ہو رہی ہے۔ کیا عمدہ ہو کہ آپ ایک یا دو ہفتے کے لئے میرے پاس آجاویں تا آپ کی پوری تسلی ہو اور آپکا ایمان اس صدمہ سے بچ جاوے جو غلط فہمی کا لازمی نتیجہ ہوا کرتاہے۔ آپ نے قلم اوٹھاکر کئی باتیں ایسے طور سے لکھدیں جو تقویٰ سے بعید ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتاہے لاتقف مالیس لک بہ علم۔
افسوس آپ کو پیشگوئیوں کا حال معلوم نہیں وہ تو درحقیقت پوری ہوچکی ہیں مگر آپنے کتابیں نہیں دیکھی ہیں میں آپ پر یہ الزام نہیں لگاتا کہ آپ نے عمداً حق سے گریز کی ہے خدا تعالیٰ ہر مومن کو اس بیجا حرکت سے محفوظ رکھے مگر بیشک آپ پر یہ الزام ہے کہ آپنے باوجود بے خبری کے جلدی رائے ظاہر کردی مومن کی یہہ شان ہونی چاہیئے کہ وہ جلدی نہ کرے اور فدک کی بابت جو آپ کو گھبراہٹ ہے میں اسمیں تعجب ہی کرتا ہوں کہ یہہ گھبراہٹ کیوں ہے علماء کے اتفاق سے باغ فدک غنیمت کی اس قسم سے تھا جسکو فی کہتے ہیں چنانچہ علمائے شیعہ بھی اس کے قایل ہیں اور قرآن کریم کی نص صریح سے ثابت ہوتاہے کہ فی میں نہ ہبہ ہوسکتاہے اور نہ تقسیم ہوسکتی ہے۔ اس صورت میں اگر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فدک کا دعویٰ کیا تو حضرت فاطمہ رض کی غلطی ہے قرآن شریف فرماتاہے کہ فی ایک مشترک چیز ہے۔ جسمیں مہاجرین ابن السبیل اور ذوالقربےٰ وغیرہ سب داخل ہیں پھر وہ حضرت فاطمہ رض کو کیونکر دیا جاتا چنانچہ یہی سبب ہے کہ حضرت عمر رض کے خلافت کیوقت حضرت علی رض و حضرت عباس نے حضرت عمر رض کے سامنے پیش کیا تھا اور ہر ایک نے اپنے حق کا دعوےٰ کیا تو حضرت عمر رض نے ان کے حوالہ اس شرط سے کردیا کہ وہ اس کے متولی ہوکر وہ تمام حقوق ادا کریں جو قرآن شریف میں درج ہیں اور اونہوں نے تقسیم کی درخواست کی تو وہ نامنظور ہوئی۔ حضرت علی رض نے حضرت عمر رض کے سامنے ذکر کیا کہ باغ فدک آنحضرت صلعم نے حضرت فاطمہ رض کو ہبہ کردیا تھا مگر حضرت عباس رض نے اس بیان کی تکذیب کی اور اسکی صحت سے انکار کیا۔ غرض فی میں نہ تقسیم ہوتی ہے نہ ہبہ ہوتا ہے۔ قرآن شریف کے اگر کوئی مخالف حدیث ہو تو وہ ترک کرنے کے لائق ہے شیعوں کی معتبر کتاب کلینی میں لکھاہے اگر کوئی حدیث قرآن کے مخالف ہو تو وہ قبول کرنے کے لائق نہیں اور آپکی یہ کسقدر غلطی ہے کہ آپ خیال کرتے ہیں کہ سلیمان داؤد کا وارث ہوا۔ آپ کو معلوم نہیں کہ حضرت داؤد کے انیس بیٹے تھے پس اگر یہہ مال کے وارث ہیں تو سلیمان کی تخصیص سے معنے فاسد ہوتے ہیں اس لئے آیت کے معنے یہ ہیں کہ داؤد کی نبوت داؤد کی بادشاہی داؤد کا علم حضرت سلیمان کو ملا بھائیوں کو نہیں ملا پس یہہ آیت تو اہل سنت کے مفید ہے نہ شیعہ کے کیونکہ اس آیت سے صاف پایا جاتاہے کہ دوسرے بھائی ان چیزوں کے وارث نہیں ہوئے جن کا سلیمان وارث ہوا اسیطرح توریت سے ثابت ہوتاہے کہ موسیٰ اپنے باپ کا وارث نہ ہوا اور نہ موسیٰ کا بیٹا اسکا وارث ہوا۔ ایسا ہی انجیل سے ثابت ہے کہ حضرت مسیح جن کے چار بھائی اور تھے یعنی یعقوب وغیرہ یہی بھائی حضرت مریم کے وارث ہوئے اور حضرت مسیح نے صاف لفظوں میں وراثت سے دستبرداری ظاہر کی پھر دیکھئے کہ یہہ حدیث لانورث وماترکنا فھو صدقۃ جو حضرت ابوبکر نے سنائی ہے اسکی ہم مضمون کلینی میں ایک حدیث موجود ہے اور کلینی شیعوں میں وہ کتاب ہے جو اسکی شان میں لکھاہے کہ مہدی موعود صاحب الزمان نے اس کی تصدیق کردی ہے گویا صاحب کلینی نے یہ کتاب ان کو دکھلائی اور اونہوں نے اس کی صحت کی تصدیق کیا پھر جبکہ ایسی مقدس کتاب میں یہ لکھا ہوا ہے کہ جو حدیث قرآن کے مخالف ہو وہ ردی ہے اور نیز یہہ کہ وراثت دنیا کا مال نہیں ہوتی۔ یہ فیصلہ شیعوں کے اقرار سے ہوگیا باقی رہا یہ وہم کہ حضرت فاطمہ رض نے کیوں دعویٰ کیا اسکا جواب یہ ہے کہ حضرت فاطمہ رض کو فدک سے کچھ ملتا ہوگا اور شاید آنحضرت صلعم نے مجمل طور پر کچھہ فرمایا ہوگا سو بشریت سے حضرت فاطمہ رض کے اجتہاد میں غلطی ہوئی کہ اونہوں نے کہدیا کہ یہہ سب میرا مال ہے اور قابل تقسیم ہے علاوہ اس کے اس آثار کے لفظ محفوظ نہیں خدا جانے حضرت فاطمہ رض نے کیا کہا اور راوی نے کیا باور کیا۔ قرآن شریف مقدم ہے اور اگر حضرت فاطمہ رض جناب الصدیق رضی اللہ عنہ سے آزردہ ہوئیں تو کچھہ بات نہیں۔ جب وہ خود غلطی پر تھیں تو ان کی آزردگی کچھ چیز نہیں ہے۔ حضرت ابوبکر خلیفۃ اللہ تھے ان کا حکم خدا کا حکم تھا۔ والسلام۔ خاکسار غلام احمد۔

تفسیر القرآن بالقرآن

یہہ ایک بینظیر تفسیر ہے جسکو جناب ڈاکٹر عبدالحکیم خانصاحب ایم بی نے کمال محنت کیساتھ تصنیف فرماکر بغرض اصلاح حضرت مسیح آخرالزمان عم اور مولانا نورالدین صاحب کو نصف سے زیادہ سنادی تھی۔ مسیح الزمان عم نے وقتاً فوقتاً اسکی نسبت یہ ارشادات فرمائے۔ نہایت عمدہ ہے شیریں بیان ہے قرآنی نقات خوب بیان کئے ہیں۔ دلو نپر اثر کرنیوالی ہے حضرت مسیح الزمان اور مولانا نورالدین علیہما السلام بعض بعض جگہ اصلاح بھی کی تھی اب بفضل ربانی سے چھپکر طیار ہوچکی ہے۔ خریداران الحکم والبدر کو پارہ عم کی تفسیر مفت محض ۱ کے ٹکٹ آنے پر بطور نمونہ بھیجی جا سکتی ہے قیمت بلاجلد ۲ روپے پارہ دوم کی قیمت ۶ عم کے پارہ کی قیمت ۲ المشتہر خاکسار منیجر محمد خان الفنا منیجر مطبع عزیزی مقام تراوڑی ضلع کرنال پنجاب۔ تمام درخواستیں مشتہر کے نام تراوڑی آنی چاہئیں یہ تفسیر القرآن الحکم والی ہے۔

ایک خط

عنایت فرمائے بندہ جناب فیضماب ماسٹر نورالدین صاحب زاد عنایتہ

پس از سلام مسنون التماس ہے کہ کل بروز پنجشنبہ مورخہ ۶ - مارچ آپ سے جب اثنائے راہ میں ملاقات ہوئی آپ نے فرمایا کہ میں نے سُنا ہے کہ تم معجزات سے انکاری ہو میں نے اوسوقت بھی آپ کو یہی جواب دیا تھا کہ میں ہرگز معجزات انبیاء سے انکاری نہیں ہوں ہاں شرک سے مجھکو انکار ہے چونکہ وہ وقت تنگ تھا مجھکو موقع فرصت حاصل نہ تھا۔ بالاختصار میں نے تقریر بیان کی تھی سو مہربان من میں شکر اس امر کا کرتا ہوں کہ آپ ذی علم ہیں۔ اور فہیم ہیں بہت سے جہل مرکب مجہول مطلق لوگ مجھ سے الجھتے تھے اور متکبرانہ طور پر الجھتے تھے میں اپنے دل میں یہ کہتا تھا۔ کہ کیا یہ جہلا متکبرانہ الجھنے سے اونچے ہو سکتے ہیں کیا صرف زبان کی تیزیوں سے سچائی کو کاٹ سکتے ہیں۔ یہ لوگ اوس ذات سے نہیں ڈرتے جسکا غضب سب غضبوں سے بڑھ کر ہے مگر اس خیال سے کہ یہ لوگ مخاطب بنانے کے قابل نہیں ہیں ناحق کیوں میں اپنے عزیز وقت کو ضائع کروں اعراض کرتا تھا۔ اس مکالمہ میں مجھکو امید ہے کہ میری تحریر و تقریر کا کوئی مفاد حاصل ہوگا کیونکہ آپ ذی علم ہیں اور مخاطب صحیح ہیں۔ مہربان من میری اس تحریر کو آپ غور سے ملاحظہ فرماویں۔ اور کسی عالم کو بھی دکھالیں جسکو اپنے رائے میں آپ معتبر خیال کرتے ہوں اس تحریر میں وہ ہی اصول ہیں جو قرآن کریم نے معتبر ٹھہرائے ہیں۔ معجزہ کی حقیقت کا بھی بیان دلائل شافیہ سے کیا گیا ہے۔ اور یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ جو مرجاتا ہے پھر وہ دنیا میں نہیں آتا۔ اور یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ قرآن شریف میں احیاء موتیٰ سے کیا مراد ہے۔ فقط۔ اللہ تعالیٰ سورہ آل عمران میں فرماتا ہے کہ ھوالذی انزل علیک الکتاب منہ آیات محکمات ھن ام الکتٰب و اُخر متشابھات

اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ قرآن مجید میں آیات محکمات بھی ہیں اور متشابہات بھی ہیں یعنی محکمات۔ اور متشابہات میں مفسرین کا بڑا اختلاف ہے۔ بہت اقوال لکھے ہیں اس تحریر میں یہ عاجز وہ قول بیان کرتا ہے جو مختار اصولیین و مفسرین کا ہے اب غور ناظرین کو کام فرمائے گا۔ محکم سے مراد وہ آیت یا کلمہ ہے۔ جو بسبب تفسیر کرنے شواہد و نظائر قرآنی کے یا کسی اور قرائن قویہ اور دلائل بینیہ کی وجہ سے متعین المعنی ہو اور سوائے ایک معنے کے دوسرے معنے کا احتمال ناشی عن الدلیل اوسمیں نہ ہو اور متشابہ وہ ہے جو ذوالوجوہ ہو۔ اور متعین المعنے نہ ہو۔ بلکہ بعد غور و فکر کرنے کے اوس کے معنے

وہ لئے گئے ہوں جو محکمات کے موافق ہوں اور مخالف محکمات نہ ہوں۔ محکمات کو ام الکتٰب اس لئے فرمایا ہے کہ وہ اصول ہیں۔ اور متشابہات اون کی فروع ہیں۔ جنکا رجوع ہونا محکمات کی طرف ضروری ہے ورنہ محکمات ام الکتٰب نہ ہونگی۔ چونکہ اسمیں یہ ہی ستر اور بھید تھا کہ محکمات اصول ہیں۔ اسی لئے اونکو جناب باری نے ام الکتٰب فرمایا۔ پس یہ امر تو اس آیت سے ثابت و محقق ہو چکا کہ معنے متشابہات کے موافق محکمات کے لینا واجب اور ضروری ہے۔ اگر کوئی شخص یہ سوال کرے کہ خداوند کریم حکیم مطلق نے متشابہات کو فرقان حمید میں کیوں بیان فرمایا۔ تمام مسائل کو بطور محکمات کے کیوں نہیں بیان فرمایا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جیسے انسان بغیر استعمال قوائے ظاہری اور خوارج جسمانی کے مستحق اجر و ثواب نہیں ہوتا۔ اسی طرح بعض مسائل میں بغیر صرف کرنے قوائے علمیہ کے استحقاق ثواب حاصل نہیں ہو سکتا دیکھو اگر کوئی محسوسات و مشاہدات کے بارہ میں یہ کہے کہ میں آسمان پر ایمان لایا تو یہ ایمان لانا اوس کا موجب ثواب نہیں۔ اس لئے کہ اسمیں قوائے علمیہ اور طاقتہائے عقلیہ کا استعمال نہیں ہوا اسی واسطے اللہ تعالیٰ مومنین کے صفات میں ارشاد فرمایا ہے یؤمنون بالغیب اور نیز یہ بات اسمیں ہے کہ اگر کل مسائل بطور محکمات ہی کے بیان کئے جاتے تو جسقدر علوم حکیم مطلق نے پیدا فرمائے ہیں وہ سب ضائع ہو جاتے اور پھر علماء اور جہلاء میں فرق ہی کیا ہوتا۔ حالانکہ خداوند کریم رافع الدرجات فرماتا ہے یرفع اللہ الذین اٰمنوا منکم والذین اوتوا العلم درجات

پس کیا ہی خوب ہو کہ اس اصل قرآنی کے مطابق ہمارے مخالف لوگ فیصلہ چاہیں اور غور و فکر کے ساتھ سمجھیں کیونکہ یہ آیت بھی سورہ آل عمران میں ہے اور جو آیت میں نزاع واقعہ ہے وہ بھی سورہ آل عمران میں ہے اب کسی قدر بقیہ آیت بیان کرتا ہوں فاما الذین فی قلوبھم زیغ فیتبعون ما تشابہ منہ ابتغاء الفتنۃ وابتغاء تاویلہ وما یعلم تاویلہ الا اللہ والراسخون فی العلم یقولون اٰمنا بہ کل من عند ربنا وما یذکر الا اولوا الالباب

اس آیت سے ثابت ہے کہ اتباع متشابہ بنا بر ابتغاء فتنہ موجب زیغ ہے اور ابتغاء فتنہ اسی صورت میں ہے کہ جب تاویل متشابہ کی مخالف محکمات کیجاوے اور اپنے خیالی عقائد کے بموجب معنے متشابہ کے لئے جاویں جن لوگوں کا عمل درآمد اور دستور العمل ایسا ہوتا ہے اون کا نام اللہ تعالیٰ نے فی قلوبھم زیغ رکھا ہے یعنی کج طبع اور کج فہم اون کے دلوں میں کجرفتاری ہے اور دوسرا گروہ راسخون فی العلم کا ہے۔ یہ وہ گروہ ہے جو معنے متشابہ کو موافق محکمات کے لیتا ہے میں اسوقت اسمیں گفتگو نہیں کرنا چاہتا کہ الا اللہ پر وقف لازم ہے یا نہیں۔ مگر اسقدر لکھنا ضرور خیال کرتا

ہوں کہ اگر علم معنی متشابہات کا کسی کو نہ دیا جاتا تو راسخ فی العلم بھی کوئی نہ ہوتا۔ اور اولوالالباب بھی نہ ہوتا اس سے مفہوم ہوا کہ متشابہات کی ایسی تاویلات جو محکمات کے موافق ہونگی۔ ان تاویلات کا علم مقربین انسانوں کو بھی دیا جاتا ہے جس کے سبب سے وہ گروہ راسخون فی العلم اور اولوالالباب کے نام سے موسوم ہوئے ہیں اب میں گذارش پرداز ہوں کہ ہمارے مخالفوں کو اگر اس اصل قرآنی کے مطابق فیصلہ کرنا منظور ہے۔ تو بندہ بھی اسی طریق فیصلہ کو پسند کرتا ہے اور اسی فیصلہ کے مطابق۔ معنی آیات متنازعہ فیہا کے بیان کرتا ہے۔ اگر وہ سلیم الطبع۔ اور سعید الفطرت ہونگے تو تسلیم کرینگے اور جو لوگ ایمانی نور اور فراست ایمانیہ سے محروم ہیں وہ نہیں مانیں گے بلکہ رد و انکار پر کھڑے ہو جائیں گے اور فبای حدیث بعد اللہ و اٰیاتہ یؤمنون کا خلاف کرینگے۔

انی اخلق لکم من الطین کھیئۃ الطیر فانفخ فیہ فیکون طیرا باذن اللہ و ابرئ الاکمہ والابرص واحی الموتیٰ باذن اللہ

بعض جہل مرکب اور کجرفتار ان آیات سے یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ حضرت مسیح ابن مریم انواع و اقسام کے پرندے پیدا کیا کرتے تھے اور مردوں کو زندہ کیا کرتے تھے۔ واضح ہو کہ یہ آیات متشابہات میں سے ہیں اور ان کے یہ معنے کرنا کہ خدا تعالیٰ نے اپنے ارادہ سے مسیح کو صفت خالقیت میں شریک کر رکھا تھا اور نیز اپنے اذن سے صفت احیاء میں شریک بنا رکھا تھا۔ صریح الحاد ہے۔ اس لئے کہ اگر خدا تعالیٰ اپنی صفات خاصہ الوہیت بھی غیروں کو دے سکتا ہے تو اس سے اوس کی خدائی باطل ہوتی ہے۔ اور ان لوگوں کا یہ عذر پیش کرنا کہ ہم ایسا اعتقاد تو نہیں رکھتے کہ اپنی ذاتی طاقت سے حضرت عیسےٰ پرندوں کے خالق تھے بلکہ یہ طاقت قادر مطلق نے اپنے اذن سے اون کو دے رکھی ہے اور اپنی مرضی سے اون کو اپنی خالقیت کا حصہ دار بنایا تھا اور یہ اوسکو اختیار ہے کہ جسکو چاہے اپنا مثیل بنا دے وہ تو قادر مطلق ہے۔ ایسے عذرات بالکل مشرکانہ باتیں ہیں ایسے عذر کرنے والے سے ہم دریافت کرتے ہیں کہ خداوند کریم اپنے مارنے پر بھی قادر ہے یا نہیں۔ اگر نہیں تو قادر مطلق نہ رہا۔ اگر ہے تو موت باری ممتنع بالذات نہ رہی ان عقل کے اندھوں سے پوچھے کہ خاصہ کی تعریف تو یہ ہے یوجد فیہ لا یوجد فی غیرہ حالانکہ قرآن شریف میں خداوند تعالیٰ فرماتا ہے سورہ روم پارہ ۲۱ میں اللہ الذی خلقکم ثم رزقکم ثم یمیتکم ثم یحییکم ھل من شرکائکم من یفعل من ذالکم من شیء سبحانہ و تعالیٰ عما یشرکون۔

اللہ تعالیٰ وہ ہی ہے جس نے تمکو پیدا کیا۔ پھر تمکو روزی دی۔ پھر تمکو مارے گا۔ پھر تمہیں زندہ کریگا

کیا کوئی ہے تمہارے شریکوں میں سے ہے جو کر سکے ان کاموں میں سے ایک کو اور اسی طرح دسورہ مومنون پارہ ۱۸ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (وھو الذی یحیی و یمیت ولہ اختلاف اللیل والنھار - افلا تعقلون) اور وہ ہی جلاتا اور مارتا اور اسی کا کام ہے بدلنا رات اور دن کا سو کیا تم نہیں سمجھتے اتنی بات دیکھو یہہ آیات کیسی ظاہر ہیں کہ کیسا ہی کم فہم ہوگا وہ سمجھ جائیگا کہ خالقیت ورازقیت - احیاء - اماتۃ - تقلب لیل ونھار - یہ سب اوصاف مخصوصہ اور خاصہ الوہیت ہیں - مگر ہمارے مخالف بالکل نہیں سمجھتے ہیں - علاوہ بریں ہم اون سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا اب تم شناخت کر سکتے ہو کہ ان پرندوں میں کتنے پرندے ایسے ہیں جو خدا تعالیٰ کے مخلوق ہیں اور کتنے پرندے ... ایسے ہیں جو اون پرندوں کی نسل میں سے ہیں جنکو حضرت مسیح نے پیدا کیا تھا پھر ہمارے مخالف لوگوں کے پاس اس آیت کا کیا جواب ہے۔ (اجعلوا للہ شرکاء خلقوا کخلقہ فتشابہ الخلق علیھم قل اللہ خالق کل شیء وھو الواحد القھار) ترجمہ کیا اونہوں نے خدا تعالیٰ کے شریک ایسے صفات میں ٹھہرا رکھے ہیں کہ جیسے خدا تعالیٰ خالق ہے وہ بھی خالق ہیں پس اس دلیل سے اونہوں نے اونکو خدا مان لیا - اون کو کہدے (اے محمد صلعم) کہ ثابت شدہ یہ ہی امر ہے کہ اللہ تعالیٰ خالق ہر ایک چیز کا ہے اور وہی اکیلا ہر چیز پر غالب اور قاہر ہے اگر ایسی صورت میں خدا تعالیٰ کی صفات میں شریک ہونا جائز ہوگا گو وہ کسی اون کے حکم سے ہی سہی - اور نیز ایسے خالقوں کے سامنے فتشابہ الخلق علیھم کی مجبوری سے خالق حقیقی کی معرفت مشتبہ ہو جائیگی - پس جہل مرکب لوگوں کا یہ اعتقاد کہ پرندوں کی نوع میں سے کچھہ تو خدا تعالیٰ کی مخلوق ہیں اور کچھہ حضرت عیسےٰ کی سراسر مشرکانہ خیال ہے اور ایسا خیال رکھنے والا بلاشبہ دایرہ اسلام سے خارج ہے اور ان کا وہ عذر کہ ہم حضرت مسیح کو ذاتی طور سے خالق طیور نہیں مانتے بلکہ یہہ مانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہہ صفتیں اون کو عطا کر دی تھیں - اس کی بیخ کنی پورے طور سے پہلے میں کر آیا ہوں - کہ خلق اوصاف خاصہ الوہیت سے ہے اور خاصہ غیر میں نہیں پایا جاتا ہے علاوہ ازیں خدا کا وحدہ لاشریک ہونا باطل ہو جائیگا اور اگر اوصاف مخصوصہ خدائی عباد میں تقسیم ہو سکتے ہیں اور خدا تعالیٰ اونکو ایسی طاقت بخش سکتا ہے اور اون کی فطرت میں یہ طاقت خداوند تعالیٰ نے رکھی ہے - ایسی صورت میں مخلوق پرستوں کے کل مذاہب صحیح و درست ہو جائینگے - کیونکہ خدا تعالیٰ کسی بشر کو اپنے اذن سے اپنی طرح عالم الغیب بھی بنا سکتا ہے اور علم غیب کی بھی طاقت اوسمیں رکھ سکتا ہے جسقدر دنیا میں مخلوق پرست لوگ ہیں اون کا بھی یہ ہی قول ہے کہ ہمارے معبودوں کو خدا تعالیٰ نے خدائی کی طاقتیں دے رکھی ہیں - اب اعلیٰ و برتر وہ ہی ہے اور یہ صرف چھوٹے خدا ہیں تعجب ہے کہ یہہ لوگ یا رسول اللہ کہنا

شرک کا کلمہ سمجھ کر منع کرتے ہیں - لیکن حضرت مسیح کو خدائی کا حصہ دار بنا رہے ہیں - اگر ان لوگوں کا دراصل یہی اعتقاد ہے کہ خدائی ہی مخلوق میں تقسیم ہو سکتی ہے اور خدا تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اپنی صفت خالقیت و رازقیت وقادریت وغیرہ میں ہمیشہ کے لئے شریک کر دیتا ہے تو ناحق ان لوگوں نے کیوں اپنے بدعتی بھائیوں سے اسقدر جنگ و جدل شروع کر رکھی ہے وہ بیچارے بھی تو اپنے اولیا کو خدا نہیں مانتے صرف یہ ہی کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے اپنے اذن سے کچھہ کچھہ طاقتیں اونہیں دے رکھی ہیں اور اونہیں طاقتوں کی وجہ سے جو باذن الٰہی اونکو حاصل ہیں وہ کسی کو بیٹا دیتے ہیں اور کسیکو بیٹی اور ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں۔ نذریں نیازیں لیتے ہیں اور مرادیں دیتے ہیں - یہ کلام تو علی العموم سب اوصاف مخصوصہ باری کی نسبت تھا اب خاص احیی الموتے کی نسبت کلام کیا جاتا ہے۔

بعض نے اپنی رائے سے اسمیں کہدیا ہے اسرائیلیوں کی کتاب سے - اونہوں نے اخذ کرکے کہا ہے کہ مسیح نے جن مردوں کو زندہ کیا تھا اونہیں بعض بعض تو ایسے ہوئے کہ پھر بعد اس احیار کے اون کی اولاد ہوئی اور پھر دنیا میں اگر عرصے تک رہے ہے مسیح نے چار شخصوں کو زندہ کیا اونمیں سے ایک لعاذر جس کے اولاد وغیرہ ہوئی اور عرصے تک رہا سہا - چنانچہ عیسائی لوگ بھی یہہ کہتے ہیں کہ لعاذر کو مسیح نے زندہ کیا - ناظر تعبیر چہ یہ امر بخوبی ظاہر ہو گیا کہ یہہ روایت اسرائیلیوں کی کتابوں سے لی گئی ہے - حالانکہ ان قصص کا ثبوت نصوص مرکبہ محکمہ قرانیہ اور احادیث صحیحہ سے کچھہ بھی بیان نہیں کیا - باوجود اس کے کہ آیات محکمات قرانیہ اور احادیث صحیحہ مرفوعہ اس کے مخالف اور مباین ہیں - اب اون آیات محکمات فرقانیہ اور احادیث صحیحہ کو بنظر غور ملاحظہ فرمائیے - اور جو اشکال وہ دلایل پیش کرتا ہوں اون کو بامعان نظر معاینہ فرما دیں - ابھی تو مخالفین کی خیالی عقاید اور خیالی معنے کی اودھیڑ بور ہی ہے مذکورہ بالا آیات کے معنے جو راسخون فی العلم کے نزدیک ہیں - اون کو بعد میں بیان کرونگا - اوسوقت مخالفین کی کج فہمی بنصف النہار کی طرح ظاہر ہو جائیگی دیکھو ذیل آیات و احادیث کو - اور انصاف کرو کہ حقیقی موت کے بعد انسان زندہ ہو کر اس دنیا میں نہیں آسکتا - سورہ انبیار میں آیا ہے (وحرام علی قریۃ اھلکنا ھا انھم لا یرجعون) ترجمہ جس قریہ کے لوگوں کو ہم ہلاک کر چکے ہیں پھر اون کا لوٹنا پیچھے اپنے اوپر حرام کر لیا ہے - بعض نے اس کے یہہ معنے بیان کئے کہ ضروری ہے اہل قریہ جنکو ہم نے ہلاک کیا - چنانچہ معالم میں لکھا ہے (معناہ واجب علی اھل قریۃ اھلکنا ھم انھم لا یرجعون الی الدنیا) اور نیز اسی سورہ انبیار میں دوسری جگہ آیا ہے (وما جعلنا لبشر من قبلک الخلد افائن مت فھم

الخالدون) اور نیز سورہ یٰسین میں آیا ہے - (الم یروا کم اھلکنا قبلھم من القرون انھم الیھم لا یرجعون) ترجمہ کیا اون لوگوں نے نہیں دیکھا کہ اون سے پہلے بہت سے زمانہ کے لوگوں کو مار ڈالا ہے اور پھر دنیا میں وہ لوگ اون لوگوں کے یہاں واپس نہیں آئے۔

دیکھو یہ کلمہ کہ اون سے پہلے بھی بہت سے لوگوں کو مار ڈالا اور پھر وہ دنیا میں نہیں آئے - یہ دنیا میں استقرائی کے طور پر ایک استدلال لطیف ہے کیونکہ قیاس استقرائی جمیع اقسام میں سے استقراء کا مرتبہ ایسا عالیشان مرتبہ ہے کہ اگر یقینی اور قطعی مرتبہ سے اوس کو نظرانداز کر دیا جائے تو دین و دنیا کا تمام سلسلہ بگڑ جائے۔

اگر ہم غور سے دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ حصہ کثیر دنیا کا اور ازمنہ گزشتہ کے واقعات کا ثبوت اسی استقراء کے ذریعہ سے ہوا ہے - مثلاً ہم جا سوقت کہتے ہیں کہ انسان ٹہنہ سے کہاتا آنکھوں سے دیکھتا اور کانوں سے سنتا اور ناک سے سونگھتا اور زبان سے بولتا ہے - اگر کوئی شخص کوئی مقدس کتاب پیش کرے اور اوسمیں یہہ لکھا ہو کہ یہہ واقعات زمانہ گذشتہ کے متعلق نہیں ہیں بلکہ پہلے زمانہ میں انسان آنکھوں کے ساتھ کھایا کرتا تھا اور کان کے ذریعہ سے بولتا تھا اور ناک کے ذریعہ سے دیکھتا تھا یا مثلاً یہہ کہے کہ کسی زمانہ میں انسان کی آنکھیں دو نہیں ہوتی تھیں بلکہ مثل ہوئی تھیں دس تو سامنے ہوئی تھیں اور دس پشت پر لگی ہوئی تھیں - اب آپ سوچ سکتے ہیں کہ گو فرض کے طور پر ہم تسلیم بھی کر لیں کہ ایسی کتاب ایک مقدس کتاب ہے اور ان عجیب تحریروں کا لکھنے والا کوئی مقدس ہے مگر ہم اس یقینی نتیجہ سے کہاں اور کدہر گریز کر سکتے ہیں جو قیاس استقرائی سے پیدا ہوا ہے - میرے رائے میں ایسے بزرگ مفسر بھی بھولے بھالے اگر صرف دوا ایک بلکہ کروڑ سے بھی ان نتایج قطعیہ یقینیہ کو توڑنا چاہیں - تو ہرگز یہ نتایج نہیں ٹوٹ سکیں گے - ہم ان بزرگ مفسروں کی خاطر - کیونکر اون کے اون کلمات کو جو خلاف حقایق مشہودہ و محسوسہ کے ہیں مان سکتے ہیں مثلاً اگر کسی ڈاکٹر سے کوئی مقدس آدمی اس بات کا تذکرہ کرے کہ سم الفار ایسا زہر ہے کہ اگر دو دو سیر کے قدر بھی انسان کے بچوں کو کہلا یا جاوے تو کچھہ ہرج نہیں اور اسکا ثبوت یہہ دے کہ فلاں مقدس کتاب میں ایسا ہی لکھا ہے تو کیا وہ ڈاکٹر صاحب اس مقدس کتاب - یعنی تفسیر کا لحاظ کرکے ایسا امر کو چھوڑ دینگے - جو قیاس استقرائی سے ثابت ہو چکا ہے - اسی طرح سے یہاں خیال کرو کہ قبلھم من القرون کا لفظ اس طرف توجہ دلاتا ہے کہ جہانتک تمہاری نظر تاریخی سلسلہ کو دیکھنے کے لئے وفا کر سکتی ہے اور گذشتہ لوگوں کا حال معلوم کر سکتے ہو - خوب سوچو اور سمجھو کہیں یہ سلسلہ ٹوٹا بھی ہے - کیا تم کوئی ایسی نظیر پیش کر سکتے ہو کہ آج تک

آپ بیتی

گذشتہ اشاعت سے آگے

غرض انکا حضور کی طرف رجوع کرنا بڑی تقویت کا باعث ہوگیا اور ایک قلیل عرصہ میں ایک چھوٹی سی جماعت طیار ہوگئی ہے۔ اور شہر میں زور شور کے ساتھ اسکی شہرت ہونے لگی یہ وہ وقت تھا کہ ان مولویوں اور ملانوں کی اچھی طرح سے قلعی کھلنے لگی اور انکی اندرونی حالت کا پورا اظہار ہونے لگا جس کی وجہ سے حضور کیطرف کمال درجہ کا یقین بڑھتا گیا۔ یہاں تک کہ حضور کی خدمت میں خط لکھا گیا اور جسقدر لوگ اسوقت تک اس سلسلہ میں شریک ہوئے تھے ان سب کے دستخط لئے گئے بعد اس کے جو کچھ ان ملانوں کا حال دیکھا وہ احادیث کے موافق تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں پہلے سے بطور پیشگوئی بتا رکھی تھیں۔ عوام میں ایک خطرناک جوش ان کے دجل اور کذب سے پھیل گیا۔ اور اب یہاں کے مسلمانوں کے اسلام کا حال ایک نئے رنگ میں ظاہر ہونے لگا جس سے **ضرورت امام** پر میرا الیقین تھا گیا اور حضور کی زیارت کا شوق دن بدن بڑھنے لگا۔ اور اس فکر میں ہوا کہ کوئی اچھا رفیق مل جائے تو روانہ ہو آؤں۔ وہاں کے ایک مولوی جنسے زیادہ تعلق تھا اور جو بظاہر منافقانہ طریق پر ملتے جلتے بھی تھے مگر باطن میں پورا دشمن تھا جس سے میں ابتک ناواقف تھا اونکو ساتھ لانے کی صلاح ہوئی۔ وہ ترملکھیڑی کی جامع میں رہتے تھے۔ جہاں میں گاڑی پر سوار ہوگیا اور حاجی بادشاہ صاحب کے مکان پر جو وہ بھی اندرونی احاطہ مسجد ہی میں واقعہ ہے ملاقات ہوگئی اور مذکور بادشاہ صاحب وہاں کے ایک مشہور اور نامی تاجر ہیں ان مولویصاحب نے ہماری مخالفت اختیار کرنے کے بعد وہاں اپنے قدم جمانے شروع کر دئے۔ یہ بادشاہ صاحب بھی اگرچہ سخت مخالف تھے لیکن چونکہ قدیم سے ان کے بزرگوں کے ساتھ میرا کمال درجہ کا ارتباط تھا اس لئے بظاہر اون سے وہی سلوک قائم تھا اور ابتک بھی باقی ہے غرض وہاں ان مولویصاحب سے میں نے کہا کہ سب سے بہتر یہی بات ہے کہ تم میرا ساتھ دو اور میں آپکے ہر ایک قسم کے اخراجات کا کفیل اور ذمہ وار ہوں جو کچھ امتحان کرنا ہے وہاں جا کر کیا جاوے۔ اس میں بڑے بڑے فایدے ہیں روبرو جاکر جو چاہیں پوچھ سکتے ہیں اس سے خلق خدا کو بھی فایدہ پہنچیگا۔ کیونکہ آجکل جو طوفان بے تمیزی پھیل رہا ہے اسی سے خلق اللہ کو نجات ہوگی اور میں نے آپ کو اس لئے تجویز کیا ہے کہ بظاہر آپ کے مزاج میں حق پسندی ہے اور تمہارے طالب علمی کے تعلق سے میرا یہہ حسن ظن ہے پس آپ طیار ہو جائیں۔

جمعہ کے دن یہاں سے روانہ ہو جائیں گے مگر اون کو فریب منظور تھا۔ اون کو مخالفت میں اسوقت صریح فایدہ نظر آرہا تھا۔ غرض اونہوں نے انکار کر دیا اور میں واپس چلا آیا اور اسی خیال میں تھا کہ مولوی حسن علی صاحب مرحوم یاد آگئے اور وہ ان دنوں مدراس آنیوالے بھی تھے کیونکہ انجمن کی طرف سے سالانہ جلسہ کی دعوت آنکو ہوئی تھی اور اس انجمن کے دراصل بانی وہی تھے۔ لیکن اتفاق ایسا ہوا کہ بھاگلپور سے مولوی صاحب نکل چکے تھے اور یہاں دو مہینے کے لئے جلسہ ملتوی ہو گیا اس لئے مجھے یہ موقعہ خوب ہاتھ آیا۔ اور فی الفور میں نے بمبئی کی اپنی دوکان پر تار دی کہ مولوی صاحب کو ٹھہراؤ۔ اور میں آتا ہوں۔ یہ تار دیکر میں بنگلور گیا اور رات کو اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ میں ارادہ کر چکا ہوں اب تو عالم الغیب اور بہتر جانتا ہے میرے لئے جو بہتر ہے وہ مہیا کر۔ صبح کو میں حسب معمول ناشتہ کر کے گھر کے چبوترہ پر آکر بیٹھا کہ اسی وقت ڈاک والا آگیا اور اوس نے ایک چٹھی اور اوس کے ساتھ ایک رسالہ الحق دیا میں نے اس رسالہ کو کھولا تو میری نظر سب سے پہلے اس ہیڈنگ پر پڑی جو ایک "ہماری بشارت" سے موسوم تھا اور مضمون اس کا جھنڈے والے پیر صاحب کا واقعہ اور خلیفہ عبد اللطیف اور عبد اللہ عرب کا حضور اقدس میں حاضر ہونے کا تھا۔

غرض اوس کے بعد میرا عزم مصمم ہو گیا اور اسی روز شام کو مدراس اور دوسرے روز مدراس سے بمبئی روانہ ہو گیا اور مولوی حسن علی صاحب مرحوم سے ملاقات ہوئی اور چلنے کی بابت گفتگو ہوئی مولوی صاحب مرحوم نے حق مغفرت کرے جواب میں یہ فرمایا کہ میں آپکا ساتھ دینے کے لئے تو طیار ہوں مگر ایک شرط سے میں نے کہا وہ شرط فرمائے اونہوں نے کہا کہ اس سفر میں جبتک آپکا اور ہمارا ساتھ ہے آپ نماز کی پابندی ملحوظ خاطر رکھیں بس یہی پہلی شرط ہے جسکو میں نے شکریہ کے ساتھ قبول کیا۔ دوسرے روز علی گڈھ روانہ ہوگئے اور وہاں کے حالات پر غور کیا گیا تو یہ ایک دوسری دلیل ضرورت امام کے لئے ہاتھ آگئی یعنے دو نمونے دیکھے ایک تو اسٹریچی ہال جس میں یوروپین انداز وضع کا نقشہ تھا جو زبان حال سے کہہ رہا تھا کہ جو یہاں داخل ہوگا وہ ضرور ایک نہ ایک دن یوروپین انداز کا جنٹلمین ہو جائیگا اور دوسرا نمونہ مسجد کا دیکھا جس کی ظاہری صورت یہ تھی کہ ایک دو پھٹے پرانے بوریے اور دو چار ٹوٹے پھوٹے لوٹے گویا زبان حال سے اسکا یہ مضمون ادا ہو رہا تھا کہ جو میری طرف رکوع و سجود کے لئے مائل ہوگا اس کی بساط یہی بوریے اور پھوٹے ہوئے لوٹے کے آگے وہی یعنی اللہ ہی اللہ خیر صلّا غرض یہ دونوں نظارے بھی ایک عبرت لینے کے باعث میرے لئے ہوئی۔ پھر وہاں سے سیدھا قادیاں شریف کا ارادہ ہوا۔ ہمارے مولوی صاحب نے بہت کچھ فال قرآن میں دیکھے اور استخارہ بھی کئے غرض ہر ایک پہلو پر بھی اونکو جواب لاکے چلے چلے۔ غرض روانہ تو ہوگئے مگر مولوی صاحب کا شروع سے آخر تک یہی بیان رہا کہ مرزا صاحب بڑے نیک آدمی ہیں۔ مگر ان کا یہہ دعوے ان کی ظاہری وجاہت سے بہت کچھ بڑھا ہوا ہے۔

میں اس کے جواب میں کہتا تھا کہ اب جو کچھ ہے وہاں پہنچکر ہی ہوگا جب امرتسر پہنچے تو وہاں مولوی محمد حسین کا کوئی چیلا چمک گیا اور اوس نے مولوی صاحب کو بہت کچھ روکا اور بابو حکم الدین صاحب منافی کو بٹالہ تک ہمارا پیچھا چھوڑا اور بلائے بد کی طرح لگا رہا اور وہاں پہنچکر بھی مولویصاحب تو اون کو نرم نرم جواب دیتے رہے اور وہ زیادہ گستاخ ہوتا چلا یہاں تک کہ آخر مولویصاحب نے میرے پر حوالہ دیکر اپنی جان چھڑائی جب وہ میری طرف ہوا تو میری دو ہی جھڑکیوں سے گھبرا گیا اور پھر بیٹھ نہ سکا یعنے دفع ہو گیا غرض شب بھی وہاں گذاری اور صبح کو بٹالہ کی راہ لی اور جب وہاں پہنچے تو وہاں بھی ایک صدراہ ہوا مگر زیادہ جرأت نہ کر سکا اور ہم وہاں سے یکوں میں بیٹھکر روانہ ہوئے اور جوں جوں دارالامان سے نزدیک ہوتے گئے ویسے ہی دل پر ایک نیک اثر ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ دارالامان کا نظارہ نظر آنے لگا اور جامع مسجد مجھے تو ایک بقعۂ نور نظر آتی تھی اس سال بارش کثرت سے ہوئی تھی اس لئے پہنچنے میں دیر ہوئی جب یہاں پہنچے تو میری اپنی یہہ حالت تھی کہ ذوق اور محبت سے بھر گیا تھا اور عجیب و غریب لذت اپنے اندر محسوس کر رہا تھا غرض ہم قادیان پہنچے اور مولانا مولوی نورالدین صاحب کے مدرسہ اور مطب کے پاس یکے کھڑے ہوگئے اور ہم دونو اوترے غروب آفتاب کا وقت تھا مولوی حسن علی صاحب نے مولوی نورالدین صاحب سے مجھے تعارف کرایا۔ اور میں اون سے مصافحہ کر کے پاس بیٹھ گیا اتنے میں کسی نے آکر خبر دی کہ وہ نیا مکان جو طیار ہوا ہے اسمیں ان مسافروں کا اسباب بھیجدو۔ مولوی حسن علی صاحب اسباب کے ہمراہ اس مکان کو تشریف لے گئے اور میں نماز عصر پڑھکر مولوی نورالدین صاحب کی خدمت میں بیٹھا ہی تھا کہ ایک شخص نے آکر خبر دی کہ حضرت اس نئے مکان میں آکر تشریف فرما ہوئے ہیں۔ تو میں یہاں سے اوٹھا اور جلد اس مکان میں داخل ہوا اور میری نظر حضور کے **چہرہ مبارک** پر پڑی میں حلفاً گذارش کرتا ہوں کہ حضور کا سراپا اسوقت ایک نور مجسم مجھے نظر آیا اور میں آنکھ بند کر کے حضور کی دستبوسی کرنے لگا اور جوش محبت کے ساتھ میری آنکھوں سے آنسو نکل پڑے۔ اور حضور اوس کے بعد کمال مہربانی اور شفقت سے احوال پرسی فرماتے رہے اور میرا حال یہہ تھا کہ اندر ہی اندر مولوی حسن علی صاحب کو ملامت کرتا تھا کہ اونہوں نے حضور کی ظاہری وجاہت کیا بتلائی تھی اور یہاں کیا کچھ نظر آرہا ہے اور منتظر تھا کہ حضور یہاں سے تشریف لیجائیں تو ان کی خبر پورے طور سے لوں یہ میرا خیال ہو چکا اور حضور اقدس و اشرف بھی اوسی وقت اندر تشریف لے گئے اور جونہی میں مولوی حسن علی صاحب کی طرف متوجہ ہوا سا وہ ہونے بلند آواز سے اللہ اکبر کہا اور فرمایا کہ خدا کی قسم یہہ وہ مرزا نہیں جنکو کچھ برس پہلے میں نے دیکھا تھا یہ تو کوئی اور ہی وجود نظر آرہا ہے۔ غرض کہ ظاہری وجاہت میں بھی حضور کی بہت کچھ ترقی اونہوں نے بیان فرمائی اور اوسی وقت کہدیا کہ بے شک اب یہہ وہی نظر آرہے ہیں جسکا اونکو دعوے ہے۔ اور مجھے کہا

انوار احمدیہ پریس قادیان میں باہتمام شیخ یعقوب علی تراب احمدی ایڈیٹر و سپرنٹنڈنٹ مطبع چھپکر شائع ہوا

نمبر ۳۸ | مورخہ ۱۷ اکتوبر ۱۹۰۳ء مطابق ۲۵ رجب المرجب ۱۳۲۱ھ یوم شنبہ | جلد ۷

کلماتِ طیبہ حضرت امام الزمان سلطان الرحمٰن

بیعت کی غرض

[۲۹ ستمبر ۱۹۰۳ء کی شام کو بیعت لینے کے بعد حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی۔ ایڈیٹر]

ہر ایک شخص جو میرے ہاتھ پر بیعت کرتا ہے اوسکو سمجھ لینا چاہیئے کہ اسکی بیعت کی کیا غرض ہے؟ کیا وہ دنیا کے لیے بیعت کرتا ہے یا اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے؟ بعض ایسے بدقسمت انسان ہوتے ہیں کہ انکی بیعت کی غائت اور مقصود صرف دنیا ہوتی ہے ورنہ بیعت سے ان کے اندر کوئی تبدیلی پیدا نہیں ہوتی اور وہ حقیقی یقین اور معرفت کا نور جو حقیقی بیعت کے نتائج اور ثمرات ہیں انہیں پیدا نہیں ہوتا ان کے اعمال میں کوئی خوبی اور صفائی نہیں آتی نیکیوں میں ترقی نہیں کرتے گناہوں سے بچتے نہیں۔ ایسے لوگوں کو جو دنیا کو ہی اپنا اصل مقصود ٹھہراتے ہیں۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ

دنیا روزے چند آخر کار با خداوند

یہ چند روزہ دنیا تو ہر حال میں گذر جاوے گی خواہ خوبی پر گذرے خواہ فراخی میں مگر آخرۃ کا معاملہ بڑا سخت معاملہ ہے وہ ہمیشہ کا مقام ہے اور اس کا انقطاع نہیں ہے پس اگر اس مقام پر وہ اسی حالت میں گیا کہ خدا تعالیٰ سے اس نے صفائی کر لی تھی اور اللہ تعالےٰ کا خوف اس کے دل پر مستولی تھا اور وہ معصیت سے توبہ کر کے ہر ایک گناہ سے جسکو اللہ تعالےٰ نے گناہ کرکے پکارا ہے۔ بچتا رہا تو خدا کا فضل اس کی دستگیری کریگا اور وہ اس مقام پر ہوگا کہ خدا اس سے راضی ہوگا اور وہ اپنے رب سے راضی ہوگا اور اگر ایسا نہیں کیا بلکہ لاپروائی کے ساتھ اپنی زندگی بسر کی ہے تو پھر اسکا انجام خطرناک ہے۔

اس لئے بیعت کرتے وقت یہ فیصلہ کر لینا چاہیئے کہ بیعت کی کیا غرض ہے اور اس سے کیا فائدہ حاصل ہوگا۔ اگر محض دنیا کی خاطر ہے تو بے فائدہ ہے لیکن اگر دین کے لئے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ہے تو ایسی بیعت مبارک اور اپنی اصل غرض اور مقصد کو ساتھ رکھنے والی ہے جس سے ان فوائد اور منافع کی پوری امید کی جاتی ہے جو سچی بیعت سے حاصل ہوتے ہیں۔ ایسی بیعت سے انسان کو دو بڑے فائدے حاصل ہوتے ہیں ایک تو یہ کہ وہ اپنے گناہوں سے توبہ کرتا ہے اور حقیقی توبہ انسان کو خدا تعالےٰ کا محبوب بنا دیتی ہے اور اس سے پاکیزگی اور طہارت کی توفیق ملتی ہے۔ جیسے اللہ تعالےٰ کا وعدہ ہے کہ ان اللہ یحب التوابین ویحب المتطہرین۔

یعنے اللہ تعالےٰ کی توبہ کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے اور نیز ان لوگوں کو دوست رکھتا ہے جو گناہوں کی کشش سے پاک ہونے والے ہیں۔ توبہ حقیقت میں ایک ایسی شے ہے کہ جب وہ اپنے حقیقی لوازمات کے ساتھ کیجاوے تو اس کے ساتھ ہی انسان کے اندر ایک پاکیزگی کا بیج بویا جاتا ہے جو اسکو نیکیوں کا وارث بنا دیتا ہے۔ یہی باعث ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا ہے کہ گناہوں سے توبہ کرنیوالا ایسا ہوتا ہے کہ گویا اس نے کوئی گناہ نہیں کیا۔ یعنے توبہ سے پہلے کے گناہ اس کے معاف ہو جاتے ہیں۔ اوسوقت سے پہلے جو کچھ بھی اس کے حالات تھے اور جو بے جا حرکات اور بے اعتدالیاں اوس کے چال چلن میں پائی جاتی تھیں اللہ تعالےٰ اپنے فضل سے اون کو معاف کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک عہد صلح باندھا جاتا ہے اور نیا حساب شروع ہوتا ہے۔ پس اگر اوس نے خدا تعالےٰ کے حضور سچے دل سے توبہ کی ہے تو اسے چاہیئے کہ اب اپنے گناہوں کا نیا حساب نہ ڈالے اور پھر اپنے آپ کو گناہ کی

ناپاکی سے آلودہ نہ کرے بلکہ ہمیشہ استغفار اور دعاؤں کے ساتھ اپنی طہارت اور صفائی کی طرف متوجہ رہے اور خدا تعالیٰ کو راضی اور خوش کرنے کی فکر میں لگا رہے اور اپنی اس زندگی کے حالات پر نادم اور ترسان رہے جو توبہ کے زمانہ سے پہلے گذری ہے۔ انسان کی عمر کے کئی حصے ہوتے ہیں اور ہر ایک حصہ میں کئی قسم کے گناہ ہوتے ہیں۔ مثلاً ایک حصہ جوانی کا ہوتا ہے جس میں اس کے حسب حال جذبات کسل و غفلت ہوتی ہے۔ پھر دوسری عمر کا ایک حصہ ہوتا ہے جس میں دغا۔ فریب۔ ریاکاری اور مختلف قسم کے گناہ ہوتے ہیں۔ غرض عمر کا ہر ایک حصہ اپنے طرز کے گناہ رکھتا ہے۔

پس یہ خدا تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس نے توبہ کا دروازہ کھلا رکھا ہے اور وہ توبہ کرنے والے کے گناہ بخش دیتا ہے اور توبہ کے ذریعہ انسان پھر اپنے رب سے صلح کر سکتا ہے۔ دیکھو انسان پر جب کوئی جرم ثابت ہو جائے تو وہ قابل سزا ٹھہر جاتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے من یأت ربہ مجرماً فان لہ جہنم الآیۃ۔ یعنی جو اپنے رب کے حضور مجرم ہو کر آتا ہے اس کی سزا جہنم ہے وہاں نہ وہ جیتا ہے نہ مرتا ہے یہ ایک جرم کی سزا ہے۔ اور جو ہزاروں لاکھوں جرموں کا مرتکب ہو اس کا کیا حال ہوگا۔ لیکن اگر کوئی شخص عدالت میں پیش ہو اور بعد ثبوت اس پر فرد قرارداد جرم بھی لگ جاوے اور اس کے بعد عدالت اس کو چھوڑ دے تو کس قدر احسان عظیم اس حاکم کا ہوگا اب غور کرو کہ یہ توبہ وہی بریت ہے جو فرد قرارداد جرم کے بعد حاصل ہوتی ہے توبہ کرنے کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ پہلے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے۔

اس لئے انسان کو چاہیئے کہ وہ اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھے کہ کس قدر گناہوں میں وہ مبتلا تھا۔ اور ان کی سزا کس قدر اس کو ملنے والی تھی جو اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے معاف کر دی۔ پس تم نے جواب توبہ کی ہے چاہیئے کہ تم اس توبہ کی حقیقت سے واقف ہو کر ان تمام گناہوں سے بچو جن میں تم مبتلا تھے اور جن سے بچنے کا تم نے اقرار کیا ہے۔ ہر ایک گناہ خواہ وہ زبان کا ہو۔ یا آنکھ کا یا کان کا غرض ہر اعضاء کے جدا جدا گناہ ہیں ان سے بچتے رہو کیونکہ گناہ ایک زہر ہے جو انسان کو ہلاک کر دیتی ہے۔

گناہ کی زہر وقتاً فوقتاً جمع ہوتی رہتی ہے اور آخر اس مقدار اور حد تک پہنچ جاتی ہے۔ جہاں انسان ہلاک ہو جاتا ہے۔ پس بیعت کا پہلا فائدہ تو یہ ہے کہ یہ گناہ کی زہر کے لئے تریاق ہے اس کے اثر سے محفوظ رکھتی ہے اور گناہوں پر ایک خط نسخ پھیر دیتی ہے۔

دوسرا فائدہ اس توبہ سے یہ ہے کہ اس توبہ میں ایک قوت و استحکام ہوتا ہے۔ جو مامور من اللہ کے ہاتھ پر سچے دل سے کی جاتی ہے۔ انسان جب خود توبہ کرتا ہے تو وہ اکثر ٹوٹ جاتی ہے۔ بار بار توبہ کرتا اور بار بار توڑتا ہے۔ مگر مامور من اللہ کے ہاتھ پر جو توبہ کی جاتی ہے جب وہ سچے دل سے کرے گا تو چونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے ارادہ کے موافق ہوگی۔ وہ خدا خود اسے قوت دیگا اور آسمان سے ایک طاقت ایسی دی جاوے گی جس سے وہ اس پر قائم رہ سکے گا۔ اپنی توبہ اور مامور کے ہاتھ پر توبہ کرنے میں بھی فرق ہے۔ کہ پہلی کمزور ہوتی ہے اور دوسری مستحکم کیونکہ اس کے ساتھ مامور کی اپنی توجہ کشش اور دعائیں ہوتی ہیں جو توبہ کرنے والے کے عزم کو مضبوط کرتی ہیں۔ اور آسمانی قوت اسے پہنچاتے ہیں جس سے ایک پاک تبدیلی اس کے اندر شروع ہو جاتی ہے۔ اور نیکی کا بیج بویا جاتا ہے جو آخر ایک باروار درخت بن جاتا ہے۔

پس اگر صبر اور استقامت رکھو گے تو تھوڑے دنوں کے بعد دیکھو گے کہ تم پہلی حالت سے بہت آگے گذر گئے ہو۔

غرض

اس بیعت سے جو میرے ہاتھ پر کی جاتی ہے دو فائدے ہیں ایک تو یہ کہ گناہ بخشے جاتے ہیں اور انسان خدا تعالیٰ کے وعدہ کے موافق مغفرت کا مستحق ہوتا ہے دوسرے مامور کے سامنے توبہ کرنے سے طاقت ملتی ہے اور انسان شیطانی حملوں سے بچ جاتا ہے یاد رکھو اس سلسلہ میں داخل ہونے سے دنیا مقصود نہ ہو بلکہ خدا تعالیٰ کی رضاء مقصود ہو کیونکہ دنیا تو گذرنے کی جگہ ہے وہ تو کسی نہ کسی رنگ میں گذر جائے گی۔

شب تنور گذشت و شب سمور گذشت

دنیا اور اس کے اغراض اور مقاصد کو بالکل الگ رکھو اور ان کو دین کے ساتھ ہرگز نہ ملاؤ۔ کیونکہ دنیا فنا ہونے والی چیز ہے اور دین اور اس کے ثمرات باقی رہنے والے دنیا کی عمر بہت تھوڑی ہوتی ہے تم دیکھتے ہو کہ ہر آن اور ہر دم میں ہزاروں موتیں ہوتی ہیں مختلف قسم کی وبائیں اور امراض دنیا کا خاتمہ کر رہی ہیں کبھی ہیضہ تباہ کرتا ہے اب طاعون ہلاک کر رہی ہے۔ کسی کو کیا معلوم ہے کہ کون کب تک زندہ رہیگا جب موت کا پتہ نہیں کہ کس وقت آجاوے گی پھر کیسی غلطی اور بیہودگی ہے کہ اس سے غافل رہے۔ اسلئے ضروری ہے کہ آخرت کی فکر کرو جو آخرت کی فکر کرے گا اللہ تعالیٰ دنیا میں بھی اس پر رحم کرے گا۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ جب انسان مومن کامل بنتا ہے تو وہ اس کے اور اس کے غیر میں فرق رکھ دیتا ہے۔ اس لئے پہلے مومن بنو اور یہ اسی طرح ہو سکتا ہے کہ بیعت کی خالص اغراض کے ساتھ جو خدا ترسی اور تقویٰ پر مبنی ہیں دنیا کے اغراض کو ہرگز نہ ملاؤ۔ نمازوں کی پابندی کرو اور توبہ و استغفار میں مصروف رہو۔ نوع انسان کے حقوق کی حفاظت کرو اور کسی کو دکھ نہ دو۔ راستبازی اور پاکیزگی میں ترقی کرو تو اللہ تعالیٰ ہر قسم کا فضل کر دیگا۔ عورتوں کو بھی اپنے گھروں میں نصیحت کرو کہ وہ نماز کی پابندی کریں اور ان کو گلہ شکوہ اور غیبت سے روکو۔ پاکبازی اور راستبازی ان کو سکھاؤ۔ ہماری طرف سے صرف سمجھانا شرط ہے اس پر عملدرآمد کرنا تمہارا کام ہے۔

پانچوقت اپنی نمازوں میں دعاء کرو۔ اپنی زبان میں بھی دعا کرنی منع نہیں ہے۔ نماز کا مزا نہیں آتا ہے جب تک حضور نہ ہو اور حضور قلب نہیں ہوتا ہے جب تک عاجزی نہ ہو عاجزی جب پیدا ہوتی ہے جو یہ سمجھ آجاوے کہ کیا پڑھتا ہے۔ اس لئے اپنی زبان میں اپنے مطالب پیش کرنے کے لئے جوش اور اضطراب پیدا ہو سکتا ہے مگر اس سے یہ ہرگز نہیں سمجھنا چاہیئے کہ نماز کو اپنی زبان ہی میں پڑھو۔ نہیں میرا مطلب یہ ہے کہ مسنون ادعیہ اور اذکار کے بعد اپنی زبان میں بھی دعا کیا کرو۔ ورنہ نماز کے ان الفاظ میں خدا نے ایک برکت رکھی ہوئی ہے۔ نماز دعا ہی کا نام ہے اس لئے اس میں دعا کرو کہ وہ تم کو دنیا اور آخرت کی آفتوں سے بچاوے۔ اور خاتمہ بالخیر ہو۔ اپنی بیوی بچوں کے لئے بھی دعا کرو۔ نیک انسان بنو اور ہر قسم کی بدی سے بچتے رہو۔

یکم اکتوبر ۱۹۰۳ء

ہمارے مکرم مخدوم جناب ابوسعید عرب صاحب نے عرض کی کہ میں دو تین یوم کے بعد رنگون واپس جانیوالا ہوں حضور میرے لئے دعا فرماویں۔ فرمایا انشاء اللہ تعالیٰ دعا کرونگا۔

دنیا ایسے ہی تفرقہ کی جگہ ہے ہمیشہ موت کو یاد رکھو چند روزہ زندگی پر نازاں نہ ہونا چاہیے جو راستی پر ہو اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنیوالا ہو خدا اسکے ساتھ ہوتا ہے۔

۳۔ اکتوبر ۱۹۰۳ء

دربارِ شام

بے ثباتی دُنیا دنیا کی بے ثباتی پر مختلف ذکر ہوتا رہا اور سعدی علیہ الرحمۃ کے بعض اشعار مثل

جہاں اے برادر نماند بکس (؟) — طبع مخالف و سرکش — چند روزے بوند باہم خوش گر یکے ازیں چہار شد غالب — جانِ شیریں برآید از قالب

اور ۵ ورکتاب چنانکہ نتوان نسبت — گونشوا زحیات دنیا دست

وغیرہ پڑھتے رہے اس ذکر میں فرمایا

قاعدہ کی بات ہے کہ انسان کو جو چیز مضر ہوتی ہے ایک دو بار کے تجربہ اور مشاہدہ کے بعد اسکو چھوڑ دیتا ہے لیکن ہر روز موت کی وارداتیں ہوتی ہیں اور جنازے نکلتے ہیں مگر ان موتوں سے عبرت حاصل نہیں کرتا۔ حالانکہ اس سے بڑھ کر اور کون ناصح ہوسکتا ہے۔ اور کلکتہ یا لاہور یا دوسرے بڑے شہروں میں جو مردے مرتے ہیں سب کے سب ایک دروازہ سے نکلیں تو کیا ہیبت ناک نظارہ ہو۔

پھر بعض اوقات انسان ایسی خطرناک امراض میں مبتلا ہوتا ہے کہ کوئی تدبیر اور علاج کارگر نہیں ہوتا۔ اور کوئی پیش نہیں جاتی جیسے بعض مسلول اس قسم کے دیکھے ہیں کہ ایک ایک پیالہ پیپ کا ان کے اندر سے نکلتا تھا اور اوپر بھی اون کو خیال ہوتا ہے کہ وہ زندہ رہیں گے۔ ایک شخص میرے پاس آیا اوس کی یہی حالت تھی صرف ہڈیاں ہی ہڈیاں اوس کی رہ گئی تھیں۔ باوجود اس حالت کے بھی وہ سمجھتا تھا کہ میں زندہ رہونگا۔

اور ایسا ہی ایک دفعہ ایک شخص میرے پاس آیا اوس نے بیان کیا کہ میرے پیٹ میں ایک رسولی پیدا ہوگئی ہے اور وہ دن بدن بڑھتی جاتی ہے اور پاخانہ کی راہ کو بند کرتی جاتی ہے۔ وہ بیان کرتا تھا کہ میں جس ڈاکٹر کے پاس گیا ہوں تو اس نے یہی کہا ہے کہ اگر مجھے یہ بیماری ہوتی تو گولی مار کر خودکشی کر لیتے آخر وہ بیچارہ اسی مرض سے مر گیا۔

اصل یہ ہے کہ سب سے زیادہ سخت دلی انسان کی امید دل پر ہوتی ہے کہ اگر شام ہوئی ہے تو اون کو امید نہیں رہی کہ صبح تک زندہ رہیں گے۔ اونہوں نے ہمیشہ موت کو قریب سمجھا ہے۔

(باقی دارد)

حضرت حکیم الامۃ کے ارشادات

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا یہ قول مجھے بہت ہی پیارا معلوم ہوتا ہے کہ آسمان سے دو امان نازل ہوئے تھے ایک تو ان میں سے اوٹھ گیا یعنی رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود باجود دوسری امان قیامت تک باقی ہے اور وہ استغفار ہے پس استغفار کرتے رہا کرو کہ پچھلی برائیوں کے بد نتائج سے اللہ تعالےٰ محفوظ رکھے اور آئندہ بدیوں کی زہر کو دُور کرنے اور گناہوں سے بچائے

لوگ حیرت اور تعجب ظاہر کرتے ہیں کہ قرآن شریف بار بار قصص کیوں بیان کرتا ہے؟ مگر مجھکو ہمیشہ ایسے اعتراض پر تعجب ہوا ہے۔ میں نے اس سوال کو بہت سوچا ہے دُنیا میں کوئی ایسا مصقل نہیں ہے جو ایک ہی بار صیقل کر دے۔ جسمانی غذا بھی ایک ہی بار مستغنی نہیں کر دیتی ایک بار کھا کر پھر بھوک لگتی پیاس محسوس ہوتی ہے جب یہ نظارہ ہم اپنے جسم میں روزمرہ دیکھتے ہیں پھر روح کے لئے ایسا قانون پاکر ہمکو تعجب کیوں ہو؟ قصص قرآنی میں بہت سی اسرار ہیں منجملہ ان کے ایک یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء علیہم السلام کی صفات کے جامع تھے اسطرح پر قصص قرآنی ایک رنگ میں آپ کی پاک زندگی کے آنیوالے واقعات کی پیشگوئیاں ہیں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے ان تمام نبیوں کے ملک فتح کئے ہیں جن کا ذکر قرآن کریم میں ہے

خیالی ایمان انسان کا صرف خیالات ہی سے واسطہ ہی مگر جب تک عملی ایمان نہو خیالی ایمان کچھ معنے نہیں رکھتا۔ بات تب ہی بنتی ہے کہ انسان کرکے دکھلاوے

اسلام میں ایک یہ عظیم الشان خصوصیت ہے کہ وہ انسان کو غمگین ہونے نہیں دیتا مسلمان اگر مسلمان نہیں تو اوسکو کیا غم بلکہ وہ ہنس کھی۔

خشیۃ املاق کی وجہ سے اولاد کو قتل کرنا منع ہے لوگ کہتے ہیں کہ جان سے مار ڈالنا منع ہے مگر میرے نزدیک جو لوگ اپنی اولاد کو علوم دینیہ سے اس لئے محروم رکھتے ہیں کہ ان کے پاس روپیہ نہیں ہے وہ بھی قتل اولاد کرتے ہیں دُنیا کے علوم کی تحصیل پر ہزارہا روپیہ لگاتے ہیں اسلئے کہ تمکو کما کر کھلائیں۔ مگر علوم دینیہ کیلئے روپیہ نہیں ملتا۔ ناعاقبت اندیش اتنا نہیں سمجھتے کہ علوم دینیہ سے بے خبر رکھ کر اونکو ابدی جہنم کے لائق بنا دیا اور اون کی نیکی کی قوتوں کو کچل ڈالا

انسان کے نطفہ میں عادات و اخلاق و کمالات کا اثر ہوتا ہے والدین کے ایک ایک برس کی خیالات کا اثر اون کی اولاد پر ہوتا ہے جتنی بداخلاقیاں بچوں میں ہوتی ہیں وہ والدین کے اخلاق کا عکس اور اثر ہوتا ہے کبھی ہم نشینوں اور ملنے والوں کے خیالات کا اثر بھی والدین کے واسطے سے پڑتا ہے پس خود نیک بنو اخلاق فاضلہ حاصل کرو تا تمہاری اولاد نیک ہو الولد سر لابیہ میں یہی تمہید ہے اولاد والدین کے اخلاق اعمال عقائد کا مظہر ہوتی ہے

دارالامان کا ہفتہ

۱۔ اعلیٰ حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ۱۶۔ اکتوبر ۱۹۰۳ء ہی کو گورداسپور تشریف لیگئے۔

۲۔ حضرت مولنا مولوی عبد الکریم صاحب اور حضرت حکیم الامت صاحب خدا تعالےٰ کے فضل و کرم سے خیریت سے ہیں حضرت حکیم الامت عبد الحکیم (؟) میاں آدمیہ کے رسالہ کا جواب ختم کر چکے ہیں۔

۳۔ حضرت مولانا مولوی سید محمد احسن صاحب فاضل امروہی بھی دارالامان میں پہنچ گئے ہیں۔

۴۔ دارالامان میں بھی دوسرے شہروں کی طرح موسمی بخاروں کی عام شکایت ہے اور بخار بھی شدید ہیں کوئی گھر بچا ہوگا جہاں کوئی نہ کوئی بیمار ہوا ہو

۵۔ ۱۷۔ اکتوبر ۱۹۰۳ء سے تعلیم الاسلام کالج موسمی تعطیلات کے بعد کھل گیا ہے لڑکے گھروں سے آرہے ہیں

استفسار

۱۵۔ اکتوبر ۱۹۰۳ء — مکرمی جناب شیخ یعقوب علی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مورخہ ۲۱۔ اگست ۱۹۰۳ء کے پرچہ الحکم میں ۱۳ صفحہ کے تیسرے کالم سے بعنوان میرے دوسرے حنفی بھائی بھی غور کریں یہ کہ حضرت امام اعظم علیہ الرحمۃ بھی وفات مسیح کے قایل ہیں۔ اب مجھے آپ یا مضمون نگار صاحب اطلاع بخشیں کہ کس کتاب میں غور کیجاوے میں تو چاہتا تھا کہ اون فاضل اجل کی رائے حیات یا ممات مسیح کی نسبت دیکھوں۔ آپ براہ مہربانی تو ایسی ٹھیک مفصل طور پر اطلاع دیں میرا پتہ یہ ہے۔ شاہ عبد العزیز توپخانہ بازار چھاونی میانمیر ضلع لاہور

۱۶۔ اکتوبر اٹک کوہری۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی اخویم محترم شیخ یعقوب علی صاحب سلمہ۔ بعد السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ حضرت مولانا حکیم الامت سلمہ نے جو دہرمپال کے ترک اسلام کے جواب میں قلم اوٹھایا ہے بڑی خوشی ہوئی اللہ تعالے اپنے فضل وکرم سے سلامت رکھے حضرت حکیم الامت صاحب کو بامراد اور کامیاب فرماوے۔ آمین۔ خاکسار پچاس نسخہ کی لاگت عنقریب طلب بھیجدیگا۔ درخواست منظور فرماکر وسیع اشاعت کی جاوے۔ والسلام ... خاکسار محمد جان ... (؟)

صہ۔ مگر انبیاء علیہم السلام کی یہ حالت نہیں ہوتی بلکہ صبح ہوئی تو اون کو امید نہیں رہی کہ شام ہوگی اور

حضرت حجۃ اللہ امام الملت کے مکتوبات

بنام مولوی اصغر علی صاحب پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم +

از عاجز احقر عباد اللہ الاحد غلام احمد عافاہ اللہ و اید۔ بخدمت اخویم مولوی اصغر علی صاحب۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ بعد ہذا آپ کا عنایت نامہ مجھکو ملا آپ کی یہ صفت قابل تعریف ہے۔ جو آپ اس گروہ میں سے نہیں ہیں جو محض جا بجا نہ ہیں۔ اور تعصب کے رو سے ایک مسلمان کا نام کافر اور دجال اور بے ایمان بلا تکفر کہتے ہیں۔ اور معلوم ہوا کہ آپ کی تحریر اس غرض سے تھی کہ بعض مقامات حمامۃ البشریٰ میں صرفی یا نحوی یا عروضی غلطی ہے۔ اور نیز آپ کی دانست میں بعض مضامین یا فقرات یا اشعار اسکے چرائے گئے ہیں۔ سو عزیز من اس کے جواب میں یہ گذارش ہے کہ یہ عاجز نہ ادیب نہ شاعر اور نہ اپنے تئیں کچھ چیز سمجھتا ہے اور نہ اس شغل میں کوئی حصہ عمر کا بسر کیا ہے اور نہ ان عبارتوں اور اشعار کے لکھنے میں کوئی معتدبہ وقت وقت خرچ ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ یہ تحریریں معمولی خطوں کی طرح اپنی اوقات معمورہ میں سے ہر روز ایک دو گھنٹے نکالکر لکھی گئی ہیں اور ساتھ ساتھ کاپی نویس لکھتا گیا اور اگر کبھی اتفاقاً پورا دن ملا تو ایک ایک دن میں سو سو شعر طیار ہو گیا اور وہ بھی پورا دن نہیں کیونکہ اگر آپ اسجگہ آکر دیکھیں تو آپ کو معلوم ہو کہ دن رات کس قدر مشغولی ہے۔ خطوط کا یہ حال کہ کبھی تین سو کبھی چار سو کبھی پانچ سو ماہوار آ جاتا ہے اور بعض خطوط کا جواب رسالہ کی طرح لکھنا پڑتا ہے۔ مہمانداری کا یہ حال ہے کہ ایک جہان توجہ کر رہا ہے ایک قافلہ مہمانوں کا ہمیشہ رہتا ہے۔ اور عجیب عجیب صاحب کمال مدنی شامی مصری اور اطراف ہندوستان سے آتے ہیں۔ اور بباعث رعایت حق ضیف بہت حصہ وقت کا انکو دینا پڑتا ہے۔ عمر کا یہ حال ہے کہ پیرانہ سالی ہے۔ ضعیف الفطرت ہوں علاوہ اسکی دائم المریض اور ضعف دماغ کا یہ حال ہے کہ کتاب دیکھنے کا اب زمانہ نہیں جو کچھ خیال میں گذرا وہ لکھدیا یا لکھا دیا۔ دوران سر لاحق حال ہے ادنیٰ محنت سے گو فکر اور سوچ کی محنت ہو۔ مرض دوران دامنگیر ہو جاتا ہے عمر اخیر ہے۔ مرگ سر پر نظر اور نازک جو لوازم جوانی اور جیل ہیں کچھ تو ضعف اور پیرانہ سالی نے دور کر دیے تھے اور بقیہ ان کا اس معرفت نے دور کر دیا جو فیاض مطلق نے عطا فرمائی۔

اب ان حالات کے ساتھ آپ سوچ سکتے ہیں اگر کسی تالیف میں غلطی جو لازم بشریت ہے پائی جائے تو کیا بعید ہے بلکہ بعید تو یہ ہے کہ نہ پائی جائے بہت سے نیک دل اور پرہیزگار اس جگہ رہتے ہیں اور نوبت بنوبت اچھے علما اور ادیب آتے رہتے ہیں اور ایک قافلہ بزرگوں کا لازم غیر منفک کی طرح اسجگہ رہتا ہے انسے آپ دریافت کر سکتے ہیں کہ اس عاجز کی طرز تالیف کیا ہے اگر آپ دریافت کرینگے تو آپ پر بھی ثابت ہوگا کہ تالیفات ایک خارق عادات طور پر ہیں۔ میری عمر کا یہ تجربہ نہیں کہ کوئی انسان بجز خاص تائیدات الٰہی کے باوجود اس ضعف اور دامنگیر ہونے انواع و اقسام کے امراض کے اور باوجود اس کثرت شغل خطوط اور مہمانداری کے پھر یہ فرصت پا سکے کہ بہت سا حصہ نثر موزون کا جو بعض اوقات قریب قریب ایک جزو کے ہوتی ہے مع ان اشعار کے بعض اوقات سو سو بلکہ سو سے بھی زیادہ ہو گئے ہیں بتیس پہر میں لکھ دیے اگر آپکا کوئی تجربہ ہو تو میں آپ سے کوئی بحث کرنا نہیں چاہتا اور نہ میں اپنے نفس کو کوئی چیز سمجھتا ہوں۔

باوجود ان سب اسباب کے کبھی مجکو موقع نہیں ملتا کہ جو کچھ لکھا ہے سوچ کی نظر سے اسکو دیکھوں۔ پھر اگر اسطور کی تحریروں میں اگر کوئی صرفی یا نحوی غلطی رہ جائے تو بعید کیا ہے مجھے کب یہ دعویٰ ہے کہ یہ غیر ممکن ہے ان کم فرصتوں اور اسقدر جلدی میں جو کچھ قلم سے گذر جاتا ہے میں اسکو خدا تعالیٰ کی طرف سے سمجھتا ہوں ہاں اگر غلطی ہے تو میرے نفس کیوجہ سے پھر ان غلطیوں کے ساتھ سہو کا بھی شامل حال ہو جاتا ہے

پھر کب دعویٰ ہو سکتا ہے کہ یہ کتابیں صرفی یا نحوی غلطی سے پاک ہیں۔ لیکن باوجود اسکے میں کہتا ہوں اور زور سے کہتا ہوں کہ اس جلدی کے ساتھ جو کچھ نظم اور نثر عربی مخالفوں کے الزام و افحام کے لیے میرے منہ سے نکلتے تھے وہ میرے منہ سے نہیں بلکہ ایک اور ہستی ہے جو ایک جاہل نادان کو اندر ہی اندر مدد دیتی ہے اور بیشک وہ امر خارق عادت ہے اور کسی عدو دین اور عدو کا فیتن کو یہ توفیق ہرگز نہیں دی جائیگی کہ وہ بھی لوازم ارتجال اور اقتضاب کے ساتھ اسکو اخیر تک نباہ سکے

اور جو سرقہ کا خیال آپ نے کیا ہے آپ ناراض نہ ہوں یہ بھی صحیح نہیں۔ اس عاجز کی ایک عادت ہے شاید اسکو آپ نے سرقہ پر حمل کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ مضمون سوچتے وقت اگر سلسلہ تحریر میں جو روانگی کے ساتھ چلا جاتا ہے کوئی فقرہ یا بعض وقت کوئی مصرعہ کسی گذشتہ قائل کا دل میں گذر جائے اور مناسب موقعہ معلوم ہو تو وہ خدا تعالیٰ کیطرف سے سمجھا جاتا ہے اور اس کے لکھنے میں اگر محل پر چسپاں ہو کچھ بھی حرج نہیں دیکھا جاتا۔ کیونکہ بے تکلف ہماری راہ میں آ گیا اور عجیب تر یہ کہ اکثر اوقات مجھے بالکل احساس نہیں ہوتا اور دوسرا کہتا ہے کہ یہ مصرعہ یا فقرہ فلاں فقرہ یا فلاں مصرعہ سے بالکل مشابہ ہو گیا ہے بعض اوقات عجیب طور کے توارد سے تعجب کرتا ہوں جانتا ہوں کہ جلد باز اپنی جلد بازی اور سوء ظن سے اسپر اعتراض کرے گا مگر جانتا ہوں کہ میرا کیا گناہ ہو اگر کرے تو کرتا رہے۔ کلام فصیح اپنے کمال پر پہونچکر ایک نور بنجاتا ہے اور نور نور سے مشابہ ہوتا ہے۔ سرقہ کے لیے جوانی اور جیل کا زور بازو اور وسیع فرصتیں چاہییں وہ مجھے کہاں۔ اگر کوئی سرقہ کا خیال کرے تو کیا کرے جن لوازم کے ساتھ یہ تحریریں ظہور میں آئی ہیں اگر کوئی ان لوازم کے ساتھ تحریر کر کے دکھلا دے تو ایکدفعہ نہیں بلکہ ہزار دفعہ اسکو سرقہ کی اجازت دیسکتا ہوں۔

آپ سمجھ سکتے ہیں کہ مضمون خاص کی بحث میں سرقہ کا دروازہ بہت تنگ ہوتا ہے جو شخص اس کام پڑے وہ سمجھے گا کہ یہ الزام ایسے علمی مباحث میں کس قدر بیجا ہے۔

پھر یہ بات بھی آپ یاد رکھیں کہ صرفی نحوی غلطیاں نکالنے میں عجلت نہیں کرنی چاہیے کچھ تھوڑا عرصہ گذرا ہے کہ ایک مخالف مولوی نے اسی طرح میری تالیف میں غلطیاں نکالیں

دوسرے اہل علم اور مخلص ہیں نے وہی غلطیاں قرآن سے نکال کر انکی صحت کر دی ہے - ایک مخالف نے ایک شعر کے وزن میں بحث کی اسی وقت ایک ادیب عربی نے قدما میں سے ایک مسلم اور مشہور شاعر کا شعر پیش کیا - یہ خدا تعالے کا فضل ہے کہ ہماری جماعت کے ساتھ کئی ایک ادیب شامی مدنی اور اسی ملک کے ہندوستانی شامل ہیں نوبت بنوبت علماء اسجگہ رہتے ہیں - عزیز من صرف نحو کا میدان بڑا وسیع ہے صلوں میں دیکھو کہ کسقدر اختلاف ہے بعض اوقات ایک ایک لفظ کے تین تین چار چار صلے آجاتے ہیں جیسا کہ بارکک - بارک الله لك - بارك الله فيك - بارك الله عليك - الظر۔

بعض جگہ من کی جگہ عن اور عن کی جگہ من - اور فا کی جگہ با اور با کی جگہ فا اور نئے محاورہ میں بہت فرق آگیا ہے غرض یہ بڑا نازک امر ہے مجھے تعجب ہے کہ آپ کیوں ایسی پڑتے ہیں اور کیوں ایسا دعویٰ کرتے ہیں کہ میں صرفی نحوی غلطیاں ملک میں شائع کروں گا - عزیز من اگر کوئی واقعی غلطی ہوگی تو ہمیں کب انکار ہے - لیکن اگر بعض آپ کی قرار دادہ غلطیاں آخری تحقیقات سے غلطیاں ثابت نہ ہوئیں تو اس شتاب کاری کی کسکو ندامت ہوگی - نکتہ چینوں نے حریری کی بھی غلطیاں نکالیں بلکہ ان دنوں میں ایک خبیث طبع بیرونگی کے عیسائی نے قرآن کریم کی نکتہ چینی کی ہے - پھر جب کہ بد باطن معترض اعتراض کے وقت پر قرآن شریف سے بھی حیا نہیں کرتے اور اہل زبان کی نظم و نثر پر بھی حملے ہوئے تو پھر میں کیونکر کہیں کہ میں ان حملوں سے بچ سکتا ہوں - لیکن میں کہتا ہوں کہ یہ بات سچ ہے کہ نکتہ چینی آسان اور نکتہ آوری مشکل ہے - مجھے ایکبات یاد آئی ہے اور معلوم نہیں کہ کب کا واقعہ ہے کہ ہمارے ہاں کوئی معمار عمارت بنا رہا تھا اور ایک فضول گو جاہل اس کے سر پر کھڑا ہوا اور اسکی عمارت میں نکتہ چینی شروع کی کہ یہ طاق خراب ہے اور یہ شاہ نشین ٹیڑھا ہے معمار کاریگر اور حلیم تھا مگر غصہ آیا اور اٹھ کھڑا ہوا اور کہا کہ اگر تیری نکتہ چینی کی بنا کسی واقفیت پر ہے تو ذرا لگا کر مجھے بتلا ورنہ ایسی نکتہ چینی سے شرم کر جسکی بنا نادانی اور ناتجربہ کاری پر ہے - عزیز من دنیا میں بہت سے ایسے نکتہ چیں ہیں انکو اپنی لیاقت کا نہی پتہ لگتا ہے کہ جب مقابل پر کوئی کام کرنے لگیں - علمی معارف کو فصیح اور بلیغ اور رنگین کلام میں کما حقہ انجام دینا کوئی آسان بات نہیں ہاں نکتہ چینی کا کرنا بہت آسان بات ہے ایک گھما ریل پر سوار ریل کے موجد پر سو اعتراض کرلیتا ہے کہ اسکے کام میں یہ کسر رہ گئی ہے اور ان مشکلات کو نہیں سوچتا جو اسکو پیش آئیں اور جنمیں وہ کامیاب ہوا -

میں ایک دینی کام میں لگا ہوا ہوں اور میں ایک کمزور اور بوڑھا آدمی ہوں اور بہت کم وقت ہوگا کہ کسی کام میں میں مصروف ہوں اور آپ جوان ہیں اور علمی طاقت کا بُت بھی آپکے ساتھ ضرور ہوگا خدا تعالیٰ اسکو دور کرے اور آپ ناراض نہ ہوں بہت سے ایسے بُت ہیں جو انسان انکو شناخت نہیں کر سکتا اور سعید آدمی چاہتا ہے کہ وہ ٹوٹ جائیں تو اچھا ہو - لیکن اگر آپ کو خیال ہے کہ یہ کام انسانی عام طاقتوں کا ایک عام نتیجہ بلکہ اس سے بھی گرا ہوا ہے اور خدا تعالیٰ کی مدد ساتھ نہیں تو یہ ایک بیماری ہے جسکی جڑ نفسانی تکبر ہے اگر اس عاجز کے ہاتھ سے دور ہو جائے تو شاید مجھکو اس کا ثواب ہو اور شاید آپ ایسے ہو جائیں کہ ہماری دینی خدمات کے کام آئیں - لہذا میں آپ کی اس درخواست کو بسر و چشم قبول کرتا ہوں جو آپ نے اپنے خط کے اخیر لکھی ہے کہ میں مقابل رسالہ لکھنے کے لیے آیا ہوں بشرطیکہ باضابطہ اس امر کا فیصلہ ہو جائے کہ عربی انشا پردازی کے لحاظ سے جس جانب کا رسالہ بلحاظ اغلاط انقص ہوگا اسکو اپنے دعوی زباندانی یا کشف اسرار قرآنی سے آیندہ دست بردار ہونا ہوگا فقط یہ آپ کی درخواست منظور ہے مگر عبارت اس طرح کی چاہیے کہ جسجانب کا رسالہ جو دینی علمی مضامین پر مشتمل ہو بلحاظ اغلاط و بلحاظ دیگر لوازم بلاغت و عدم بلاغت مرتبہ صحت اور عمدگی سے گرا ہوا ہو ایسا شخص آیندہ دعوی زباندانی سے اور نیز دعوی کشف اسرار قرآنی سے دست بردار ہو اور چونکہ کشف اسرار قرآنی الہام کے ذریعہ سے ہے اسلیے میں یہ بھی قبول کرتا ہوں کہ اگر آپ کا بالمقابل رسالہ جو مضامین دینیہ پر مشتمل ہو بیان معارف میں باوجود امتزاج بلاغت و فصاحت اور رنگینی عبارت میرے رسالہ سے بڑھ جائے تو پھر اپنے الہام کے عدم صحت کا مجھے قائل ہونا پڑے گا مگر اس مقابلہ کے لیے میری کتابوں میں سے وہ کتاب چاہیے جسکی نسبت خدا تعالے کے الہام نے بے نظیری ظاہر کی ہے - سو میں آپکو اعلام دیتا ہوں کہ ان دنوں میں نے ایک کتاب تالیف کی ہے جس کا نام نور الحق ہے اور اسکے دو حصے ہیں ایک حصہ نصاریٰ کے رد میں اور دوسرا خسوف و کسوف کے بیان میں اور دو خواب اور ایک الہام سے مجھپر ظاہر ہوا ہے کہ دشمن اور مخالف اسکی نظیر بنانے سے عاجز رہے گا - اور اگرچہ بہت ہی تھوڑا کام ہے لیکن میں نے عیسائیوں کو اس کے مقابل بنانے کے لیے دو مہینے کی مہلت دیدی ہے - آپکے لیے تو صرف پندرہ دن کی مہلت کافی ہے لیکن اس لحاظ سے کہ آپ بار بار جھگڑا نہ کریں دو مہینے کی مہلت آپ کو بھی دیتا ہوں ایک مہینہ تالیف کے لیے اور ایک مہینہ شائع کرنے اور چھاپنے کے لیے اگر دو مہینے میں چھپکر شائع نہ ہو جائے تو معاہدہ فسخ ہوگا - اور الزام گریز آپ پر رہے گا مگر چاہیے کہ یہ کاغذ جانبین اور گواہوں کے دستخط سے کسی اخبار میں شائع ہو جائے - شرائط جس کی پابندی آپ پر لازم ہونگی وہ یہ ہیں -

(۱) دونوں حصے نور الحق جس قدر اجزا رکھتے ہیں اسی قدر اجزا آپ کی کتاب کے بھی ضرور ہوں گے -

(۲) جس قدر ہر دو حصے نور الحق میں اشعار ہیں اسی قدر آپکے رسالہ میں بھی اشعار چاہیئیں ہرگز اختیار نہیں ہوگا کہ اشعار اس سے کم ہوں

(۳) جو قصیدہ نونیہ ہو اس کے مقابل پر نونیہ و علی ہذا القیاس

(۴) ہر ایک بحر کے مقابل وہی بحر ہو اور ہماری کتاب کا ہر ایک فقرہ فقرہ مقفا ہوا ہے یا استعارات لطیفہ پر مشتمل ہوا یہ پابندی بھی آپ پر واجب ہوگی

(۵) جہاں قصائد میں التزام علمی مضامین یا کسی امر کے دلائل بیان کرنے کا التزام ہے وہی التزام آپ کی طرف سے ہوگا - اور جیسی کی سلسلہ بندی کہ نظم میں یا نثر میں جیسے بیان ہوا ہے وہی سلسلہ بندی انجام تک آپکا ذمہ ہوگی -

(۶) یہ ضروری ہوگا کہ آپ کا رسالہ فِیْ کُلِّ وَادٍ یَّہِیْمُوْنَ کا مصداق نہ ہو - از قسم ہزل نہ ہو - بلکہ جیسا کہ ہمارا رسالہ مباحث علمی پر مبنی ہو - اگر کسی جگہ آپکو کسی بیان میں ہم سے اتفاق ہو تو اتفاق ظاہر کریں اور معارف جدیدہ بیان کریں - اور اگر کسی جگہ اختلاف ہو تو ہمارے مباحث علمیہ کو رد کر کے دکھلائیں اور جیسے میرے اشعار ایک مضمون کے بیان کرنے میں مسلسل چلے جاتے ہیں یہی شرط ان میں ملحوظ رہے یا اپنے اشعار اشعار کی تعداد سے مطابق ہوں اور ہر شعر شعر کی تعداد سے مثلاً اگر میرے رسالہ میں دو سو شعر پایا جائے تو آپکے رسالہ میں بھی دو سو شعر ہونا ضروری ہوگا۔

(۷) آپ کا اختیار نہیں ہوگا کہ کوئی مضمون چھیڑیں بلکہ آپ کا رسالہ میرے رسالہ کی تصدیق

یا تکذیب پر مشتمل ہوگا

(۸) آپ کے لیے کسی اُس تاریخ سے دو مہینے کی مہلت ہوگی کہ جب فریقین کی تحریر کسی اخبار کے ذریعہ شائع ہو کر آپ کو رسالہ نور الحق ملجائے۔

(۹) اگر آپ دو ماہ میں بالمقابل رسالہ شائع نہ کر سکیں تو آپ کو یہ اقرار کرنا ہوگا کہ میں جس مقابلہ کے لیے اُٹھا تھا اُس میں میں نے شکست کھائی

(۱۰) بالمقابل دونوں رسالوں کے نقص اور کمال دیکھنے کے لیے منصف مقرر ہونگے اور کم سے کم اُن میں ایک آدمی ایسا ادیب ہوگا جو اہل زبان اور عرب کے کسی حصہ کا رہنے والا ہو۔ منصف یہ بھی دیکھیں گے کہ شوکت کلام اور متانت کلام اور پُر برکت اور مُوثر از مضمون اور حق اور راستی کی پابندی سے اور بھرلاغت سے بھرا ہوا کس کا مضمون ہے۔ اگر میری شرائط میں سے کوئی شرط بالمقابل رسالہ لکھنے کے لیے ہو۔ جو میرے رسالہ میں نہ ہو تو آپ وہ ساقط کرا سکتے ہیں

یہ شرائط ہیں جنکی پابندی آپ پر لازم ہوگی اگر آپ کو منظور ہوں تو ایک یا پانچ دن کے لیے قادیان میں آجائیں آپ کے آنے جانے کا خرچ میرے ذمہ ہوگا اگر چاہو تو پہلے بھیجدوں اسجگہ کاغذ معاہدہ آپ کے روبرو لکھا جائیگا اور پھر فریقین کے دستخط اور گواہوں کی شہادۃ سے شائع کرا دیا جاویگا اور اگر آپ کسی شرط کی برداشت نہ کر سکیں اور وجہ معقول پیش کریں تو اس شرط میں کسی قدر ترمیم کر دیجائے گی پھر لوگ دیکھ لیں گے کہ خدا تعالیٰ غالب آتا ہے یا آپ غالب آتے ہیں۔ میں اپنے آپکو کچھ لکھا پڑھا نہیں سمجھتا جو کچھ ہوگا خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوگا اگر میں اس بات میں جھوٹا ہوں کہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوں اور خدا تعالیٰ میرا مولیٰ ہے تو خدا تعالیٰ مجکو ذلیل کرے گا اور میری رسوائی ظاہر کرے گا لیکن اگر ایسا نہیں تو وہ رسوا ہوگا جو میرے مقابل پر آئے گا کیونکہ میں کچھ نہیں ہیں جو کچھ ہے خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے یہ کہاں انسان سے ہوسکتا ہے کہ باوجود صدہا مشغولیوں اور دائمی ضعف اور علالت کے اسکی تصنیف ایسی عجلت سے ہو۔

یہ بھی یاد رہے کہ میں نے افسوس کے ساتھ اس مقابلہ کو منظور کیا ہے میں اسوقت عیسائیوں کی طرف متوجہ ہوں۔ ایک وہ گروہ ہے جو صدق دل سے اپنے وطن چھوڑ کر میرے پاس آبیٹھے ہیں اور خدمت میں مشغول ہیں۔ کوئی کسی تالیف میں مشغول ہے کوئی خطوط نویسی میں مدد دیتا ہے اور کسی نے انگریزی خط لکھنے کا ذمہ لیا ہے اور کوئی عربوں کے خطوط کا عربی میں جواب دیتا ہے۔ اور چند روزہ زندگی کو ہیچ سمجھکر اللہ جل شانہ کی راہ میں فنا ہو رہے ہیں اسجگہ مگر غریبوں کی طرح نان و نمک پر گذارہ کر رہے ہیں میں دیکھتا ہوں کہ بعض انھیں میں بہت رقیق ہیں بات بات میں انکے آنسو جاری دیکھتا ہوں فاضل ہیں عالم ہیں ادیب ہیں خاکسار ہیں لیکن افسوس کہ آپکو بے بنیاد عمر کا فکر نہیں کیا اچھا ہوتا کہ محبت کے ساتھ دینی فکر میں مشغول ہوتے اور مددگاروں میں شامل ہوجاتے اور مجھے راحت پہونچاتے اور اسکا اجر راحت دیکھتے۔ مثلاً رسالہ نور الحق لاہور میں چھپ رہا ہے اور یہ کسی خود نمائی کی غرض سے نہیں بلکہ محض اُن پلید عیسائیوں کا مُنہ بند کرنے کے لیے ایک ہتھیار ہے جو قرآن شریف پر ٹھٹھا اور اس پاک کلام کی فصاحت پر حملہ کر رہے ہیں مگر میں قادیان میں ہوں اور لاہور میں چھپتا ہے لاہور میں کوئی آدمی ایسا نہیں کہ پروف کو بھی دیکھ سکے اور للہ محنت کرے اور اسمیں غور کرے اور کوئی غلطی ہو تو درست کر سکے آخر پروف میرے پاس آتا ہے اور بیمار طبع ہوں کوئی محنت کا کام مجھ سے نہیں ہوسکتا ادنیٰ توجہ سے درد سر شروع ہو جاتا ہے پھر غلطی رہنے کا احتمال ہوتا بعض ادیب دوست ہیں وہ بھی خدمات سے خالی نہیں اور ہمیشہ پاس نہیں رہ سکتے ایک عرب صاحب محض خط لکھنے کے لیے مقرر ہیں وہ دوسرا کام نہیں کر سکتے ان باتوں کے خیال سے دل بہت دُکھتا ہے مجھے اس کی کیا غرض کہ میں نفسانی دعویٰ کروں اور اگر کوئی اس عزت کو لینے والا ہو بسم اللہ اُسکو دیدوں مگر دینی غمخوار کم ہیں۔ اب نور الحق کے لیے پانچہزار روپے کا اشتہار شائع کر چکا ہوں اور چودہ سو اشتہار اردو میں شائع کر چکا ہوں جنمیں سے ایک آپ کی خدمت میں بھیجتا ہوں اور اب چودہ سو انگریزی میں چھپ رہا ہے۔ یہ تو میں نے اسلامی غیرت سے اپنی اس علیل طبیعت میں کیا اور نہایت سرسری نگاہ سے صرف چند روز میں اسکو تمام کیا اور میرے دوست جانتے ہیں کہ علاوہ اسکے کہ سو سو شعر گھنٹہ میں طیار ہوئے پھر اگر ایسے اسباب کے ساتھ احتمال غلطی نہ ہو تو غلطی کے لیے اور کون سے اسباب ہوا کرتے ہیں بعض وقت لکھتا ہوں تو آنکھوں کے آگے اندھیرا اُتر جاتا ہے اور یقین ہو جاتا ہے کہ غشی آگئی مگر ایسا قائمقام نہیں پاتا جو نگی مہیا کاموں کا متکفل ہو جائے۔ اگر آپ محبت کی راہ سے یہ خدمت اختیار کرتے جو رسالہ نور الحق کو ہی تدبر سے دیکھتے اور بطور خدمت کرتے اور غلطی پاتے تو اسکو درست کر دیتے اور عیسائی گروہ پر رعب ڈالنے کے لیے کوئی تقریظ لکھتے۔ نشست کا سامان نہیں اور جلدی سے یہ چند سطر کھینچدی ہیں اور یہ خط میں نے ایک ساعت فرصت نکالکر لکھا ہے مگر ہمیشہ مجھے اپنے ہاتھ سے لکھنے کی فرصت نہیں اور میں نے کوئی کلمہ سخت آپکو نہیں لکھا اور نہ کچھ رنج کیا اور نہ رنج کا مقام تھا۔ اکثر لوگ کا فر دجال بے ایمان کہتے ہیں بڑی بڑی گالیاں نکالتے ہیں انکی کچھ پروا نہیں کیونکہ یہ معاملہ خدا تعالیٰ سے ہے۔ آپ کا یہ فرمانا کہ میں نے کوئی نئی بات آپکی کتابوں میں نہیں دیکھی ورنہ میں اول المومنین میں ہوتا سخت رنج کا مقام تھا بات نے کی آرزو سے تو میں فارغ ہوں اور خدا تعالیٰ نے مدت سے ان خیالات سے میرا دل بھر دیا ہے میں نہیں چاہتا کہ لوگ مجکو تعظیم سے دیکھیں اور میری شان زیادہ ہو اور میری نسبت کسی کمال کا یقین کریں خدا تعالیٰ کے الہام کو صرف تبلیغ کیطور پر میں نے ہر ایک کو پہونچا دیا ہے مگر میں اپنی پرستش کروانی نہیں چاہتا۔ اگر آپ کے دل میں خدا تعالیٰ نیک بات ڈالدے تو آپ خطوط کا سلسلہ جاری رکھ سکتے ہیں ورنہ میں آپ کو تکلیف دینا نہیں چاہتا اگر آپ اپنے خیال بالمقابل تالیف کے فیصلہ کے لیے قادیان میں آ دیں تو اگر چہ ایسی باتوں سے میں دلی کراہت کرتا ہوں تاہم مجھے منظور ہے شاید آپ کے لیے اسمیں کچھ فائدہ ہو یہ فیصلہ ملاقات سے ہو سکتا ہے حضرت مولوی حکیم نور الدین صاحب اسی جگہ موجود ہیں کئی دن سے آپ کا خط پہونچا ہوا ہے مگر میں درد سے بیمار رہا طاقت نہیں تھی آج ذرا افاقہ ہوا تو خط لکھا ہے مگر ڈاک روانہ ہو چکی ہے شاید تیسرے دن آپ کو خط ملے گا۔

خاکسار میرزا غلام احمد از قادیان

۴ - اپریل ۱۸۹۴ء

مذہبی دنیا پر سرسری نظر

یہ وفاداری ہے یا حماقت۔ علاقہ مدراس میں ایک ہندو نے اپنے خاوند کی وفات سے تھوڑی دیر بعد دریا میں ڈوب کر خودکشی کر لی۔

تعجب ہے کہ متین اور سمجھدار اخبار اس واقعہ کی وفاداری اور سچی محبت کا نمونہ قرار دے رہے ہیں حالانکہ اس سے بڑھ کر کوئی حماقت اور اخلاقی کمزوری بیصبری کا نمونہ نہیں ہو سکتا۔ اصل یہ ہے کہ اخلاقی قوت اور استقلال اسوقت تک پیدا ہی نہیں ہو سکتا جبتک انسان اللہ تعالے کی پاک ذات پر سچا ایمان نہ لاوے جو بغیر اسلام کے پیدا نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا میں صرف یہی ایک مذہب ہے جو خودکشی سے روکتا ہے

اللّٰھم صل علی محمد و علی آل محمد و بارک و سلم

عفاک اللہ نکو گفتی سنجۂ ہند نے اس بیہودہ خبر پر جو اخبارات میں آنحضرت صلعم کے روضہ مبارک کے شق ہونے کے متعلق ہے ایک نوٹ لکھا ہے اور اس میں یہ فقرے قابل غور لکھے ہیں: "مسلمانوں کا یہ اعتقاد ہرگز نہیں کہ کوئی نبی یا ولی موت کے بعد زندہ ہو یا دنیا میں زندہ ہو سکتا ہے البتہ عیسائیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ عیسی مسیح ۴۰ روز کے بعد قبر سے زندہ اٹھے اور آسمان پر چلے گئے اور اب خدا کے داہنے ہاتھ بیٹھے ہوئے دنیا کا انتظام کر رہے ہیں اور آسمانی باپ کی بھیڑ و بکریوں کو جو اب بکر بھیڑیوں کی پھاڑنے والی کچلیوں بچا رہے ہیں اسلام تو ایک حکیمانہ مذہب ہے جو ایسی بت پرستیوں اور حماقتوں سے بمراحل دور ہے وغیرہ وغیرہ" سنجۂ ہند نے اس نوٹ سے دو باتوں کو ثابت کر دیا ہے۔ اول یہ کہ مُردے زندہ نہیں ہوتے اور اسطرح ضمناً مان لیا ہے کہ مسیح کے معجزات مردہ جلانے کے کچھ اور معنی رکھتے ہیں دوسرے یہ بھی تسلیم کر لیا کہ مسیح زندہ آسمان پر نہیں گئے۔ ہم سنجۂ کی اس رائے سے پورا اتفاق رکھتے ہیں۔ سچائی آخر سچائی ہے۔ اس نوٹ میں ایک اور فقرہ بھی قابل غور لکھا ہے اور وہ یہ ہے۔ ان حمقا کے نزدیک کوئی نبی اور ولی اور پیر مرتا ہی نہیں سب زندہ ہیں اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح کو زندہ ماننا بھی دانشمندی نہیں۔ مفصل پھر لکھیں گے۔

مذہبی آزادخیالی کی ترقی لنڈنی نامہ نگار اخبار ایڈوو وکیٹ رقمطراز ہے کہ حال ہی میں میری نظر سے ایک ایسا واقعہ گذرا ہے جو اس امر کو ثابت کرتا ہے کہ امریکہ میں کسی نہ کسی طرح اب وہ زمانہ جبکہ مذہبی معاملات میں خود رائی کی اجازت تھی گذرتا ہوا نظر آتا ہے۔ امریکہ کے قریب قریب تمام کالجوں میں یہ طریقہ رائج ہے کہ طلبا کو اپنی پولیٹیکل اور مذہبی عقائد تحریر کرنا پڑتے ہیں۔ پادری وکٹر وہیٹ سکنہ نیویارک بیان فرماتے ہیں کہ باڈون کالج کے اعلی درجوں کے طلبا نے باتفاق رائے ایک ایسا عقیدہ قائم کر لیا ہے جسپر تعلیم یافتہ اہل ہنود و اہل اسلام ضرور ظاہر کرینگے۔ اس درجہ میں ۶۰ طالب علم ہیں اور ہر ایک کے مذہبی عقائد جدا گانہ ہیں حتی کہ آزاد منش سے لیکر راسخ الاعتقاد تک ہیں۔ جب یہ طالب علم بی اے کے درجہ کی کتابیں پڑھ چکے جسمیں سائنس فلسفہ کافی طور پر ہوتا ہے تو پریسیڈنٹ صاحب ڈاکٹر ہانڈ نے جو ایک آزاد خیال پادری ہیں ہر ایک طالب علم سے کہا کہ اپنے اپنے مذہبی عقائد تحریر کریں۔ غرض ہر ایک طالب علم نے مختلف عقائد تحریر کر دیئے اور ڈاکٹر صاحب موصوف نے تمام طلبا کو اپنے پاس طلب کر کے ان نتائج پر بحث کی جو تمام تحریرات سے اخذ کیے تھے گو آپ نے ان تمام نتائج کے اخذ کرنے میں اور وقت بیان ذاتی الفاظ استعمال کیے تھے لیکن ہر ایک طالب علم کے خیال بجنسہ قائم رکھے تھے دو گھنٹے کی بحث ہونے کے بعد آخرکار تمام طلبا نے باتفاق رائے عقائد مندرجہ ذیل قائم کیے جو اخبار ڈیلی نیوز میں عوام کی اطلاع کے لیے درج کیے جاتے ہیں

عیسائیوں کے لیے مجموعہ عقائد

میں ایک خدا مانتا ہوں جو قدرت میں بحیثیت قانون۔ سائنس میں بحیثیت حقیقت۔ صنعت بحیثیت حسن۔ تاریخ میں بحیثیت انصاف سوسائٹی میں بحیثیت ہمدردی اور سب سے بڑھ کر حضرت عیسی میں بحیثیت ہمارے اعلے آئیڈیل کے حاضر و ناظر ہے میں انجیل کو اظہار مرضی خدا و ندبر تر معرفت انسان مانتا ہوں دعا کو میں اپنے تئیں خدا کی مرضی پر چھوڑتا اور گرجے کو ان لوگوں کی جائے صحبت مانتا ہوں جو دنیا میں خدا کی مرضی پر چلنے کی کوشش کرتے ہیں۔ میں پرستش کو کام کرنے کی محویت کا ایک اعلی درجہ۔ ایثار علی

النفس کو گمراہ کو راہ راست لانے کی اجرت سمجھتا ہوں۔ نجات کو خودغرضی سے کنارہ کشی کر کے دوسروں کی خدمت کرنا مانتا ہوں اور عدل کو یہ سمجھتا ہوں کہ یہ صریح واقعہ ہے کہ بمقابلہ ظالم۔ عیاش۔ کمینہ۔ مغرور اور باطل کے ہر وقت اور ہر مقام میں حلیم۔ فیاض سلیم۔ اور پاک باطن فوقیت رکھتا ہے۔

میں خیال کرتا ہوں کہ آپ کے ناظرین اس امر میں مجھ سے اتفاق کرینگے کہ اگر مذہب عیسوی ہمیشہ ان وسیع۔ نایاب اور آزاد الفاظ میں ظاہر کیا جائے تو انجیل مقدس کی تعلیم کا اصل منشا پادریوں کے خیالات کے مطابق بہت جلد آ سکتا ہے۔

اطلاع

موسمی بخار کی وجہ سے چھاپنے والا عملہ کچھ اسطرح بیمار ہوا ہے کہ کئی دنوں سے کارخانہ بالکل بند ہے جو اور بھی اخبار کی دیر سے اشاعت کا موجب ہو رہا ہے۔ ان قدرتی مجبوریوں کی وجہ سے ہم اپنے ناظرین سے التماس کرتے ہیں کہ اس توقف اور تعویق میں ہمیں معذور سمجھیں۔ محض اس لحاظ سے کہ اخبار کی بروقت اشاعت کا انتظام ہو جاوے۔

ہم ۱۷ر اکتوبر کے اخبار کو ۱۷ اور ۲۴ اکتوبر کے الحکم کا مجموعہ قرار دیتے ہیں اور ۲۴ اکتوبر کے الحکم ۲۴ اور ۳۱ کا نمبر سمجھا جاوے گا۔ اسطرح جسقدر کمی آخر سال تک اخبار کی رہ جاوے گی اُسے ہم کسی دوسری صورت میں انشاء اللہ پوری کر دینگے

مندرجہ بالا وجہ کی بنا پر تفسیر القرآن کے دوسرے پارہ کا بقیہ بھی ابھی مکمل نہیں ہوا۔

یاد دہانی

جن حضرات کے ذمہ مطبع کا کچھ بھی بقایا ہے وہ بہت جلد اپنا اپنا حساب بیباق فرما کر کارخانہ کی اعانت فرماویں۔ (ایڈیٹر)

الہام و رسالت

اس میں کچھ شک نہیں کہ عقل جو قدرت نے انسان کو عطا فرمائی ہے جسم میں وہ ایک ایسا چراغ روشن ہے جو اوس کو ہر ایک تاریکی اور ٹھوکر سے بچاتا اور بھلائی اور نیکی کی راہ دکھاتا ہے۔ عقل ہی سے انسان ہر طرح کی اصلاح اور تہذیب اور شائستگی حاصل کر سکتا ہے۔ جب عقل میں ذرا فرق آجائے تو آدمی پاگل ہو جاتا ہے۔ اپنے اور بیگانے میں تمیز نہیں کر سکتا نہ نیک و بد کو سمجھ سکتا ہے۔

لیکن جہاں اس عقل میں تمام خوبیاں اور سرتاپا نکوئیاں ہیں۔ وہاں اتنا نقص بھی لگا ہوا ہے کہ یہ خطاء سے محفوظ نہیں۔ کتنا ہی بڑا عقلمند حکیم اور فلاسفر کیوں نہ ہو کسی نہ کسی وقت وہ ضرور چوک جاتا ہے اور کوئی رائے ایسی دیتا ہے۔ جس کا نتیجہ نہائت برا اور خطرناک نکلتا ہے۔

عقل کے خطاء کرنے اور عدم استقلال کا نظارہ دیکھنا ہو تو یونان وغیرہ کے حکماء کے خیالات میں دیکھو۔ کسی نے پہلے ایک امر کی بابت کچھ خیال کیا مدت تک لوگ اوس کی بات کو کالوحی سمجھتے رہے۔ دوسرے نے اوس کے برخلاف رائے دی اور پہلے کا سارا تار و پود اُدھیڑ دیا پھر لوگوں نے اوس کو رہنما بنایا۔ بطلیموس نے آفتاب کو زمین کے گرد پھرایا اور زمین کو مرکز عالم ٹھہرایا۔ افلاطون اور ارسطو جیسے نامی حکماء تک اسی کے مقلد رہے اور سب کا یہی خیال تھا۔ کہ ہماری زمین ہی مرکز عالم ہے۔

بعد میں حکیم فیثاغورث نے بالکل اس کے برخلاف رائے دی اور نظام بطلیموس سے مخالفت کر کے آفتاب کو مرکز عالم ٹھہرایا اور زمین کو اوس کے گرد گھمایا اور ایسا دلائل سے مبرہن کیا کہ سب حیران رہ گئے۔ اہل یورپ اور تمام مہذب اقوام آج کل اسی حکیم کے پیرو ہیں۔

علم الہیات میں ان حکماء کا اور بھی باہم سخت اختلاف اور تضاد رہا۔ ارسطو جیسا فاضل حکیم انبیاء کی طرح روح کے حدوث ہی کا قائل تھا اس کے سارے پیرو بھی اسی بات کے قائل تھے سقراط کا قول تھا کہ ہماری حیات اللہ تعالیٰ کی حیات سے مغائر ہے۔ باری تعالیٰ کی حیات اس کی ذاتی ہے۔ اور ہماری حیات ذاتی نہیں اس لئے اوس پر فنا آتی ہے ان میں سے بعض حکماء روح کے قدیم اور غیر مخلوق ہونے کے بھی قائل ہوئے جو سراسر تعلیمات انبیاء اور صداقت کے برخلاف ہے۔ بعض حکماء نے یہ کہا کہ روح کچھ شئے ہی نہیں۔ صرف ترکیب بدنی کے ایک خاص انداز کا نتیجہ روح کہلاتا ہے۔ جو مرنے کے بعد فنا ہو جاتا ہے۔

لیکن ارسطو اور اوس کے اوستاد افلاطون کا یہ قول تھا کہ روح جسم سے جدا ہونے کے بعد اپنی اوس خاصیت کے ساتھ باقی اور قائم رہی ہے جو اوس کو جسم کے ملنے سے حاصل ہوئی افلاطون نے یہ بھی کہا۔ کہ نیک آدمی کی روح بدن سے جدا ہونے کے بعد روحانیوں میں جا ملتی ہے اور ابدی عیش حاصل ہو جاتا ہے اور بد آدمیوں کی روح بدن سے جدا ہونے کے بعد خبیث روحوں میں جا ملتی ہے اور ابدی عذاب میں مبتلا ہو جاتی ہے (ملل و نحل صفحہ ۳۳ و ۳۴ جلد ۲)

اس قول سے آریوں کا تناسخ باطل ہوا۔ اور شریعت کے موافق علیین اور سجین اور جنت و دوزخ کا ثبوت ہوا اور آریوں کا وہ کلیہ ٹوٹ گیا کہ جو ازلی نہیں وہ ابدی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ افلاطون نے روح کے عذاب و ثواب کو ابدی کہا اور روح کا حادث ہونا ارسطو کے قول سے منقول ہوا۔

کئی حکماء نے تناسخ کو مانا۔ اور اکثر حکماء نے اوسے باطل قرار دیا اور کہا کہ ہر ایک انسان کی روح اپنی خصوصیت کے ساتھ ایسی خصوصیت رکھتی ہے جو دوسرے کے ساتھ مشابہ نہیں ہو سکتی اور کوئی روح دوسرے جسم میں توالد و تناسل کے ذریعے سے داخل ہی نہیں ہو سکتی اسلئے کہ وہ جنین جس نے ایک عورت کے رحم میں جنم لیا ہے اس کا جسم اوس خاصیت اور تاثیر کا بنا ہے جو ماں باپ نے غذائیں کھائیں۔ اور ان غذاؤں کا خلاصہ اور ست جس خاصیت اور تاثیر کا نطفہ (بیج) اور حیض کا خون (جو) ہے اوسی کے موافق اوس جسم کی خاصیت اور تاثیر اور اوس کے آئندہ فطرتی اعمال و افعال ہونگے۔ پس اس جنین میں کوئی دوسری روح جو سابقہ جنم کے اعمال کی وجہ سے اور خاصیت اور تاثیر اور افعال و اعمال کی مقتضی ہے ہرگز ہرگز داخل ہی نہیں ہو سکتی۔ اور اس بیان سے تناسخ کا بطلان اظہر من الشمس ہے جیسا دو اور دو چار۔

تو غرض یہ ہے کہ حکماء اور فلاسفہ میں علم الہیات میں ہمیشہ سخت اختلاف رہا کسی نے سزا و جزا کو قیامت پر موقوف رکھا کسی نے تناسخ پر۔ کسی نے انسان کو گھاس پھوس اور اور حیوانوں کی طرح سمجھا۔ کسی نے ماہیت اشیاء کو وہمی سمجھا۔ ایسے اختلاف کی حالت میں ایک طالب حق کسی یقینی نتیجہ تک نہیں پہنچ سکتا۔ سوائے اس کے کہ اس کے لئے کوئی خدا کی طرف سے سچا معیار اور قول و فعل نہ ہو۔ یہی قول فیصل۔ وحی اور الہام ہے۔

فلاسفہ وقت کی بلند پروازی صرف منطق ریاضی اور طبعیات تک محدود تھی چونکہ منطق اور ریاضی اور طبعیات علوم یقینیہ میں سے ہیں۔ اس لئے .... عوام کو ضرور مغالطہ گذرتا ہے کہ شاید الہیات اور امور ما بعد الموت میں بھی ان کا استدلال ٹھیک ہو۔ لیکن یہ استدلال ہرگز صحیح نہیں۔ بلکہ الہیات حصہ انبیاء کا ہے۔ کیونکہ الہیات کے موضوعات علم الغیب میں داخل ہیں اور علم غیب خاصہ انبیاء کا ہے۔ دوسروں کو اوس پر اطلاع ممکن نہیں۔ وعنده مفاتح الغيب لا يعلمها الا هو عالم الغيب فلا يظهر على غيبه احدا الا من ارتضى من رسول اور اللہ ہی کے پاس غیب کی چابیاں ہیں۔ اوسے اللہ کے سوائے کوئی نہیں جانتا۔ وہی جاننے والا غیب کا ہے سو اوس کی غیب بات پر کوئی مطلع نہیں ہو سکتا مگر وہ رسولوں میں سے جس کو انتخاب کرے وہ مطلع ہو کر اوروں کو اطلاع دے سکتا ہے

فلاسفہ کی عقل صرف مشاہد محسوسات تک محدود تھی اوس سے بڑھ کر وحی و الہام کے اسرار غامضہ کے فہم و تفہیم کا دماغ نہ رکھتے تھے اور اپنی عقل ناقص کے مطابق رنگا رنگ کے توہمات و تسویلات باطلہ سے جہلاء وقت کا دل خوش کیا کرتے تھے اور اپنے تئیں فیلسوف وقت کہلاتے تھے اون کے دل الہی روشنی سے منور نہ تھے ہمیشہ ان فلاسفہ کے علم الہیات میں سخت اختلاف رہا

فلسفہ کی حقیقت اس سے زیادہ نہیں کہ وہ انسان کے خیالات طبعزاد کا تختہ مشق رہا ہے اور انسان خواہ کیسا ہی باکمال ہو وہ ہرگز سہو و خطاء سے مبرا نہیں۔ الانسان مرکب من السهو والنسيان مشہور مقولہ ہے علم الہی کے مقابلہ میں اوس کی کوئی حیثیت نہیں۔

فلسفہ حکماء ہمیشہ گرگٹ کی طرح رنگ بدلتا رہا کبھی ایک بات پر نہیں ٹھہرا۔ لیکن فلسفہ الہی ہمیشہ اور ہر زمانے میں ایک ہی وضع اور رنگ پر رہا۔ اس میں کبھی تغیر و اختلاف ہوا ہی نہیں۔ اور نہ ممکن ہے کیونکہ وہ بلاشبہ علم الہی ہے اور علم الہی میں اختلاف ممکن ہی نہیں فلن تجد لسنت الله تبديلا ولن تجد لسنت الله تحويلا۔ فطرت الله التي فطر الناس عليها لا تبديل لكلمات الله ذالك الدين القيم (پارہ [illegible])

قرآن کریم پر تدبّر کی کسقدر ضرورت ہے

۱ - جو شخص تذکرہ قرآنی اور آیات الٰہی سے مُنہ پھیرتا ہے - وہ بڑا ظالم اور خدا کا مجرم ہے اللہ تعالےٰ اوس کو دُنیا میں ذلیل خوار کرتا ہے اور آخرت میں بھی کرے گا - چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے کہ ومن اظلم ممن ذکر بایات ربہ ثم اعرض عنھا انا من المجرمین منتقمون اُس شخص سے زیادہ کون ظالم ہے جسکو اُس کے رب کی آیتوں سے یاد دہانی کرائی گئی - پھر اوسنے مُنہ پھیر لیا ہم تو ایسے مجرموں سے انتقام لینے والے ہیں ومن اعرض عن ذکری فان لہ معیشۃ ضنکا ونحشرہ یوم القیمۃ اعمیٰ "اور جسنے میرے ذکر سے مُنہ پھیرا پس تحقیق اُس کے واسطے گذران تنگ ہے اور قیامت کے دن ہم اوس کو اندھا اوٹھا دیں گے"۔ پس اے مسلمانون کیا تذکرہ قرآنی سے آپ اعراض کرتے رہوگے اور تا بکے - کیا اوس کی ابھی تک اشد ضرورت نہیں ہے کیا تذکرہ قرآنی سے اس اعراض کرنے کی حالت میں دنیاوی یا دینی فلاح کی امید رکھہ سکتے ہو - یہ آیات آپ کی نظروں میں سرسری اور لغو ہیں -

۲ - غفلت میں انسان اعمال کے نتائج سے عبرت حاصل نہیں کرسکتا بلکہ بے خبر بدمست اور بدکاری میں غرق رہتا ہے - چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے اقترب للناس حسابھم وھم فی غفلۃ معرضون لوگوں کے واسطے اونکا حساب قریب ہوگیا پر وہ غفلت میں مُنہ پھیرے ہوئے ہیں - یاویلنا قد کنا فی غفلۃ من ھذا بل کنا ظالمین - ہائے ہماری کمبختی کہ ہم تو حقیقت میں اس حال سے غفلت میں تھے بلکہ ظالم بنے رہے پس اے مسلمانوں کب تک غفلت کیش بیخبر اور بدمست بنے رہوگے اور اذکار قرآنی کی طرف رجوع نہ کروگے -

۳ - غفلت سے انسان حیوان لایعقل بنجاتا اور ایسی حالت کو پہنچ جاتا ہے کہ اوس کی اصلاح غیر ممکن ہوجاتی اور سمجھہ اور صلاحیت کے قوے مارے جاتے ہیں - بلکہ نصیحت کی بات اور ذکر الٰہی سے بدکتا اور متنفر رہتا ہے چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے کہ ارایت من اتخذ الٰہہ ھواہ افانت تکون علیہ وکیلا ام تحسب ان اکثرھم یسمعون او یعقلون ان ھم الا کالانعام بل ھم اضل سبیلا کیا تونے اُس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنالیا کیا تو اوس کی وکالت کرسکتا ہے - کیا تو گمان کرتا ہے کہ اکثر اون میں سے سننے یا سمجھتے ہیں - نہیں نہیں وہ تو چوپاؤں کے مشابہ ہیں بلکہ اون سے بھی زیادہ بے راہ فمالھم عن التذکرۃ معرضین کانھم حمر مستنفرۃ فرت من قسورۃ - پس اون کو کیا ہوا کہ تذکرۂ قرآنی سے مُنہ پھیر لیتے ہیں - گویا کہ وہ بھاگ جانیوالے گدھے ہیں کہ شیر سے بھاگ جاتے ہیں"۔ پس کب تک قرآنی اذکار سے دور اور متنفر ہوکر اللہ کریم کے ان قوانین سے بےخوف بےڈر رہوگے - کیا غفلت کی کوئی انتہا باقی ہے یا الفاظ ربانی میں کوئی مبالغہ یا لغو ہے جسکو سرسری سمجھتے رہوگے -

۴ - غفلت بدفہمی بے ایمانی دُنیا پرستی اور استغنا عن اللہ کا نتیجہ ہے جیساکہ قرآن مجید فرماتا ہے ام حسب الذین یعملون السیئات ان یسبقونا "کیا بدکاروں کا یہ گمان ہے کہ وہ ہم سبقت لے جائیں گے والذین کفروا عما انذروا معرضون مگر کفار کا تو یہ حال ہوتا ہے کہ تنبیہ اور نصیحت سے مُنہ پھیر لیتے ہیں - پس کہانتک غفلت کو اختیار کروگے اور اوس سے باہر آنے کی کوشش نہ کروگے

۵ - غفلت میں انسان کا دل غیر مستقل رہتا ہے - اور آخر کار دینی و دنیاوی خرابیوں کا باعث بنجاتا ہے چنانچہ قرآن کریم فرماتا ہے - ومن الناس من یعبد اللہ علیٰ حرف فان اصابہ خیر ان اطمأن بہ وان اصابتہ فتنۃ ن انقلب علیٰ وجھہ خسر الدنیا والاٰخرۃ ذالک ھو الخسران المبین "لوگوں میں سے ایک ایسا ہے کہ ایک کنارہ پر اللہ کی عبادت کرتا ہے - پس اگر بھلائی اوسکو پہنچے تو اوس سے مطمئن ہوجاتا ہے اور اگر کوئی فتنہ پہنچے تو جدھر سے آیا تھا اولٹا ادھر کو ہی لوٹ جاتا ہے دُنیا کا بھی خسارہ اور آخرت کا بھی یہی تو صریح بربادی ہے پس کیا اسواسطے غافل ہوکہ خسر الدنیا والاٰخرۃ میں پھنسے رہو کیا یہ الفاظ خداوندی سرسری ہیں اور قابل توجہ نہیں ہیں -

۶ - واہیات قصّے انسان کو نامعلوم طور پر ایسا بیدین بنا دیتے ہیں کہ وہ آیات الٰہی کو ہنسی سمجھنے لگتا ہے چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے ومن الناس من یشتری لھو الحدیث لیضل عن سبیل اللہ بغیر علم ویتخذھا ھزوا اولئک لھم عذاب مھین ○ اور لوگوں میں کوئی ایسا بھی ہے جو لہویات قصّے مول لیتا ہے تاکہ بے سمجھے بوجھے راہ خدا سے بہکاوے اور آیات الٰہی کی ہنسی بناوے ایسے لوگوں کے واسطے رسوا کرنیوالا عذاب ہے - پس کہاں تک واہیات قصوں اور ناولوں کے مشتاق اور قرآنی اذکار سے متنفر رہوگے - کیا بیہودہ قصوں کے رواج سے چاہتے ہو کہ آیات الٰہی کی ہنسی ہو اور راستبازی سے دُور جا پڑو - اور عذاب مہین میں گرفتار ہوجاؤ

۷ - جو لوگ آخرت کو بھلا دیتے ہیں وہ خود عذاب شدید کے مستحق اور دوسروں کی گمراہی کا موجب بنتے ہیں وہ شیطان کے بندہ اور شیطانی گروہ میں شامل اور دُنیا اور آخرت میں برباد ہونیوالے ہیں - چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے کہ ان الذین یضلون عن سبیل اللہ لھم عذاب شدید بما نسو یوم الحساب فویل للقاسیۃ قلوبھم من ذکر اللہ اولئک فی ضلال مبین ○ تحقیق جو لوگ اللہ کی راہ سے بہکانے والے ہیں اون کے واسطے عذاب شدید ہے کیونکہ اونہوں نے زمانہ حساب کو بھلا دیا اور اون لوگوں پر جن کے دل ذکر الٰہی کی طرف سے سخت ہوگئے یہ لوگ صریح گمراہی میں ہیں استحوذ علیھم الشیطان فانسٰھم ذکر اللہ اولئک حزب الشیطان الا ان حزب الشیطان ھم الخٰسرون شیطان نے اون پر قابو پالیا - پس اون کو اللہ کے ذکر سے غافل بنا دیا - یہی لوگ شیطانی گروہ ہیں - خبردار تحقیق شیطانی گروہ برباد ہونیوالا ہے ومن یعش عن ذکر الرحمٰن نقیض لہ شیطانا فھو لہ قرین جو شخص ذکر رحمٰن سے غافل ہوتا ہے ہم اوس پر شیطان کو قابض کردیتے ہیں پس وہ اوس کا ساتھی بن جاتا ہے - پس کیا غافل رہ کر دن رات یہی چاہتے ہو کہ شیطانی گروہ میں شامل ہوجاؤ لغو پسند کذاب مفتری اور بے ایمان بنے رہو اور حق و سعادت کے راستوں سے دُور جا پڑو -

۸ - غفلت سے بھولے ہوئے لوگ اٹکل بازیوں سے لعنت الٰہی کے نیچے آجاتے ہیں جیساکہ قرآن مجید فرماتا ہے قتل الخرٰصون الذین ھم فی غمرۃ ساھون اٹکل باز لوگ ہلاک ہوں جو غفلت میں بے خبر ہیں - پس کیا غفلت میں اٹکل بازیوں سے بے باک زندگی بسر کروگے

۹ - نصیحت اور یاددہانی مومنوں اور خدا ترسوں کے واسطے مفید ہے مگر جہنمیوں کے واسطے غیر مفید ہوتی ہے پس سعید متقی اور جنتی اور جہنمی کی یہی شناخت ہے کہ وہ نصیحت کو مانتا ہے یا نہیں - تنذیر سے عبرت زدہ ہوتا ہے یا نہیں اور ذکر الٰہی کو چاہتا ہے یا نہیں - چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے فذکر ان نفعت

الذکریٰ سیذکر من یخشیٰ و یتجنبھا الا شقی الذی یصلی النار الکبریٰ۔ پس تو نصیحت کر جہاں تک نصیحت مفید ہو جو خدا ترس ہے وہ نصیحت پذیر ہو جائے گا۔ مگر وہ بدبخت گریز کریگا جو بڑی آگ میں داخل ہونیوالا ہے و ذکّر فان الذکریٰ تنفع المومنین اور تو نصیحت کر کیونکہ تحقیق مومنوں کو نصیحت سودمند ہوتی ہے پس کیا نصیحت کی بات سنوگے یا اوس سے ضد اور نفرت رکھوگے کیا سعادت کی حجت اپنے نفس پر قایم کروگے یا شقاوت کی جنت کی یا جہنم کی نجات کی یا ہلاکت کی۔

۱۰- جب قساوت قلبی اور بدکاری انتہا درجہ کو پہنچ جاتی ہے۔ تب سنت اللہ یہ ہے کہ رحمت اور ہدایت کے سامان پیدا ہوا کرتے ہیں۔ جتنے سعید لوگ ہیں از سر نو زندہ ہو جاتے مگر بدبخت لوگ سرکشی اور مخالفت کی وجہ سے اور زیادہ برباد ہو جاتے ہیں اس کی حقیقت بعینہ ایسی ہے جیسے کہ خشک موسم کے بعد جبکہ زمین مردہ پڑ جاتی ہے بارش ضرور آتی اور صحیح تخموں اور جڑوں کو نشو و نما دیکر سرسبز کر دیتی ہے مگر گلے ہوئے تخم اور جلدی گل سڑ جاتے ہیں اب چونکہ غفلت کیوجہ سے قساوت قلبی اور بدکاری انتہا درجہ کو پہنچ چکی ہے اس لئے سنت اللہ کے مطابق رحمت و ہدایت کے سامان بھی پیدا ہو گئے ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے۔ الم یان للذین آمنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللہ وما نزل من الحق ولا یکونوا کالذین اوتوا الکتاب من قبل فطال علیھم الامد فقست قلوبھم وکثیر منھم فاسقون اعلموا ان اللہ یحیی الارض بعد موتھا قد بینا لکم الایات لعلکم تعقلون۔ کیا مسلمانوں کے واسطے وہ وقت نہیں آیا کہ ذکر خدا اور ذکر قرآن کے لئے اون کے دل گداز ہوں اور اون لوگوں کی طرح نہ ہو جائیں جنکو پہلے کتاب دی گئی تھی پھر اون پر ایک مدت مدید گذر گئی اور اون کے دل سخت ہو گئے اور اکثر اون میں سے فاسق ہو گئے۔ لوگو جانو کہ اللہ زمین کو اوس کے مرے پیچھے زندہ کیا کرتا ہے ہم نے آیتیں صاف صاف بیان کر دی ہیں تاکہ تم سمجھو پس کیا مسلمانوں کے واسطے ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ ذکر خدا اور ذکر قرآن کے واسطے اون کے دل گداز ہوں اور زیادہ غفلت سے روز بروز سیاہ باطن نہ ہوتے جائیں اور فاسقوں کی کثرت ہو جائے۔

۱۱- قرآن مجید انسان کے اندر ذکر و فکر کی قوتیں پیدا کرنی چاہتا اور خود سراسر وعظ و نصیحت ہے۔ سچے قصوں اور واقعی مثالوں سے انسان کو بیدار اور ہوشیار کرنا اور حیوانی زندگی کے علاوہ ایک روحانی زندگی بخشنی چاہتا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے۔ ان ھو الا ذکر للعالمین یہ تمام جہانوں کے واسطے نصیحت ہی نصیحت ہے۔ پھر فرماتا ہے ان ھو الا ذکریٰ للبشر یہ تو بشر کے واسطے نصیحت ہی نصیحت ہے۔ پس کیا اس نصیحت کو سننا اور سمجھنا نہیں چاہتے ہو۔ کیا سوائے پند و نصیحت کے اوس کا کوئی اور کام یا مقصود ہے۔

۱۲- عالم کا ہر ایک واقعہ نصیحتوں کی کتاب اور خود انسان کا نفس عبرتوں کا دفتر ہے۔ قرآن مجید اون تمام نصیحتوں اور عبرتوں کی یاد دہانی سے بھرا ہوا ہے پر لوگ کچھ نہیں سمجھتے۔ چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے وفی الارض آیات للموقنین وفی انفسکم افلا تبصرون زمین میں اہل یقین کے واسطے نشانات ہیں اور تمہارے نفسوں میں بھی کیا پس نہیں دیکھتے۔ پس کیا عالم کے واقعات اور اپنے نفس سے تمکو کچھ عبرت حاصل نہیں ہوئی کہ احکام خداوندی کی نافرمانی سے ظاہر میں کیا حال ہو گیا اور نفس کیسے خراب ہو گئے۔ تو پھر ابھی اذکار قرآنی سے متنفر ہی رہوگے۔

۱۳- اپنے نفس اور زمانہ کے حالات کو سوچنا اور خدا کا ذکر کرنا تزکیہ نفس اور ترقیات روحانی کے واسطے ضروری ہیں اس کے بغیر انسان حیوانوں سے بدتر ہو جاتا ہے چنانچہ قرآن کریم فرماتا ہے انّ شرّ الدّواب عند اللہ الصم البکم الذین لا یعقلون تحقیق اللہ کے نزدیک شریر ترین حیوانات وہ گونگے اور بہرے ہیں۔ جو اپنی عقلوں کو کام میں نہیں لاتے ویجعل الرجس علی الذین لا یعقلون اور اللہ شرک کی نجاست اون لوگوں پر ڈالتا ہے جو عقل کو کام میں نہیں لاتے۔ پھر تمام مسلمانوں کو حکم دیتا ہے فاذکرونی اذکرکم واشکروا لی ولا تکفرون۔ تم مجھ کو یاد کرو میں تمکو یاد کرونگا اور میرا شکر کرو اور کفر مت کرو پس کیا قرآن کا کبھی ذکر نہیں کروگے اور اوس میں فکر کرنا چھوڑ رکھوگے کیا شر الدواب کا خطاب جناب الٰہی سے لے کر ہی رہوگے۔

۱۴- یہ سخت نادانی اور بدفہمی ہے کہ بے علمی اور بے عقلی اور رسم پرستی کو کافی سمجھکر ترقی کے واسطے کوئی آرزو اور کوئی کوشش کی جاوے نہ اصل حقیقت کی طرف نظر ہو اور نہ نتائج کی طرف غور کیا جاوے۔ چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے ھل یستوی الاعمیٰ والبصیر افلا تتفکرون کیا اندھا اور سونکھا برابر ہو سکتے ہیں۔ کیا تم اتنا بھی نہیں سوچتے پس کیا یہی چاہتے ہو کہ قرآن کی طرف سے اندھے بے بصیرت رہو اور کبھی اوس کے نصائح پر غور و فکر نہ کرو اور نہ عبرت پکڑو اور جو اوس کے احکام کی یاد دہانی کرتا ہے اوس کی ایک نہ سنو۔

۱۵- بے سمجھے کا کام محض حیوانی فعل ہوتا ہے۔ اُس سے انسانی قلب کچھ روشنی حاصل نہیں کر سکتا قرآن مجید مثال کے طور پر فرماتا ہے ان الذین حملوا التورات ثم لم یحملوھا کمثل الحمار یحمل اسفارا۔ تحقیق جن لوگوں سے تورات اُٹھوائی گئی پھر اوسکو اونہوں نے نہیں اوٹھایا۔ وہ اُس گدھے کی مثال ہیں جو کتابیں اوٹھاتا ہو پس کیا یہودیوں کی طرح حمال الکتب بننا چاہتے ہو اور غور و فکر سے بھاگتے ہو کیا قرآن کریم سمجھنے کی چیز نہیں۔ کیا بلا سوچے سمجھے کوئی روحانی اور اخلاقی اصلاح ہو سکتی ہے کیا ایسا انسان جو قرآن کو پڑھے پر سمجھے نہیں وہ تورات والوں کی طرح کمثل الحمار یحمل اسفارا میں داخل نہ ہوگا۔

۱۶- ذکر الٰہی سے غافل ہونا شیطان کے پنجے میں پھنسنا ہے۔ پس جب غفلت طاری ہو یا بد صحبت سے بیہودہ باتوں میں لگجائے تو چاہئے کہ فوراً توبہ کرے اور غافلوں سے علیحدہ ہو کر اپنے رب کی طرف متوجہ ہو جائے یہی تقوے کی حقیقت اور یہی اوس کا اتمام ہے۔ چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے واما ینسینک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکریٰ مع القوم الظالمین ان الذین اتقوا اذا مسھم طائف من الشیطان تذکروا فاذا ھم مبصرون انما تنذر من اتبع الذکر وخشی الرحمٰن بالغیب فبشرہ بمغفرۃ واجر کریم اور اگر شیطان تجھکو غافل کر دے پس یاد آنے کے بعد بدعمل لوگوں کے ساتھ مت بیٹھ تحقیق متقی لوگ وہ ہیں کہ جب اون کو شیطانی وسوسہ مس کریں تو فوراً متنبہ ہو جائیں اور اوسی دم دیکھنے لگیں تو بھی تو اوسکو سمجھا سکتا ہے جو نصیحت پر چلے اور در پردہ رحمان سے ڈرتا رہے۔ پس ایسے شخص کو مغفرت اور اجر کریم کی خوشخبری سُنا پس کیا شیطان کے پنجے میں عمداً پھنسنا چاہتے ہو؟ پس کہاں تک ذکر الٰہی سے غافل بنے رہوگے؟ کیا قرآن کی طرف توجہ کرنا اور اوس کے تذکروں کو پڑھنا تمہارے دنیاوی شغلوں میں حارج ہوتا ہے۔

۱۷- مومن کو ایک روحانی عقل ہوتی ہے۔ جس سے ہر فعل کی حقیقت اور اوس کے انجام کو خوب دیکھتا ہے چنانچہ قرآن مجید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے فرماتا ہے علیٰ بصیرۃ انا ومن اتبعنی میں اور میرے تابعین ایک بصیرت کے راستہ پر ہیں کیا آپ کو بھی روحانی بصیرت حاصل ہے اور اگر نہیں تو پھر کیوں قرآنی اذکار سے اسقدر لاپرواہی اور غفلت و نفرت کرتے ہو (باقی آئندہ)

عہد میثاق

عہد میثاق کی آیات قرآن شریف میں اس موقعہ پر آئی ہیں جہاں اللہ تعالیٰ کفار کو تقلید آبائی اور کفر اور شرک سے منع کرتا ہے اور فرماتا ہے کہ ہر ایک شخص کی فطرت میں خدا کی ربوبیت اور الوہیت کا اقرار مودع ہے اور اپنے فطرت کے رُو سے ہر ایک شخص مکلف اور جواب دہ ہے کسی کو کسی شخص کی کفر و شرک میں تقلید نہیں کرنی چاہیئے نہ دوسرے کی تقلید کی وجہ سے کوئی شخص جواب دہی سے چھوٹ سکتا ہے نہ یہ کہہ سکتا ہے کہ میں رسم آبائی کی وجہ سے شرک و کفر میں گرفتار رہا۔ اس لئے معذور ہوں بلکہ ہر ایک شخص اپنی طرف سے خدا تعالیٰ کے حضور میں جواب دہ ہے اور ہر ایک انسان کی فطرت میں ربوبیت الٰہی کا نقش مرتسم ہے۔ ہر ایک شخص کی فطرت میں اپنے سے بالاتر طاقت کا اقرار مودع ہے۔ وہ بالاتر طاقت ایک ہی طاقت عظمےٰ ہے جس نے ساری دُنیا کو بنایا۔ سارا کارخانہ قدرت پھیلایا۔ ذرہ ذرہ اس کی ربوبیت کا مقر۔ بال بال اُس کی نعمت کا ممنون احسان ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے واذ اخذ ربك من بنی ادم من ظھورھم ذریتھم و اشھدھم علی انفسھم الست بربکم قالوا بلی۔ شھدنا ان تقولوا یوم القیمۃ انا کنا عن ھذا غافلین۔ او تقولوا انما اشرك اباءنا من قبل وکنا ذریۃ من بعدھم افتھلکنا بما فعل المبطلون وکذالك نفصل الایات ولعلھم یرجعون۔ ٥

(اور جب تیرے رب نے بنی آدمؑ کی پشتوں سے اون کی اولاد کو لیا اور اون کو اون کی جانوں پر گواہ بنایا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔ وہ بولے کیوں نہیں ہم شاہد و اقراری ہیں۔ (یہ ایک الہامی طرز بیان ہے خاص عام کے سمجھانے کے لئے۔ ارواح انسانی کی فطرت میں جو اس نے اقرار ربوبیت کا خاصہ ودیعت رکھا ہے اوسکو سوال کے پیرایہ میں بیان فرمایا۔)

ان تقولوا ایسا ہم نے اس لئے کیا یعنے اقرار ربوبیت کا خاصہ جو ارواح انسانی کی فطرت میں مودع ہے اس کی حقیقت تم کو اس لئے یاد دلائی گئی ہے کہ کہیں تم قیامت کے دن کہو نہ خیال کرو) کہ ہم اس خاصیت فطرت سے آگاہ نہ تھے۔

او تقولوا انما اشرك اباءنا۔ یا کہو کہ اس سے پہلے ہمارے باپ دادوں نے شرک کیا۔ اور ہم ان کے بعد کی اولاد تھے (تقلید رسمی کے طور پر یہ شرک ہم میں آگھسا اور موروثی طور پر اوسے مانتے چلے آئے) کیا تو پھر ہمیں اہل باطل کے افعال کے اوپر کے بناڑ لئے ہوئے عقاید پر جو ہم کو موروثی طور پر ملے نہ کہ آپ نکالے۔ ہلاک کرتا ہے۔

وکذالك نفصل الایات الخ۔ اور اسیطرح ہم حقائق فطرت کو کھول کھول کر بیان کرتے ہیں تاکہ لوگوں کو روح کا فطری خاصہ معلوم ہو جائے اور جان لیں کہ اپنے رب کے پہچاننے کے لئے اپنی عقل کافی۔ فطرت گواہ ہے۔ پھر تقلید جاہلانہ پر اڑا رہنا یا خدا کو چھوڑ کر بتوں وغیرہ کو معبود سمجھنا سخت درجہ کی حماقت اور ضلالت و سفاہت ہے۔

ولعلھم یرجعون اور تاکہ وہ تقلید آبائی سے منہ موڑ کر حقیقی رب۔ مربی اور محسن کی طرف متوجہ ہوں۔

ان آیات میں اللہ تعالےٰ نے روح کا فطری خاصہ (اقرار ربوبیت الٰہی) اور وہ تعلق جو ارواح انسانی کو خدا کے ساتھ ہے۔ ایسی خوبصورتی کے ساتھ عمدہ پیرایہ میں بیان فرمایا ہے کہ جس سے بڑھ کر کسی حکیم اور فلاسفر کی طاقت نہیں کہ بیان کر سکے۔ اس میں اللہ تعالےٰ نے روح کا حادث ہونا بھی بیان فرمایا ہے۔ اور روح کو جو تعلق اپنے رب کے ساتھ ہے اس کا بھی ذکر فرمایا۔ روح پر خدا تعالےٰ کی سچی حکومت کی وجہ بھی بیان فرمادے ایک طرح پر روح کی حقیقت بھی بیان فرمادی ہے اور روح کی فطرت میں اپنی ربوبیت کا اقرار جو ودیعت رکھا ہے اور جو اللہ تعالےٰ کے خالق و رب ارواح ہونے پر بدیہی شہادت ہے۔ اس کا بھی ذکر فرمایا۔

واذ اخذ ربك من بنی ادم من ظھورھم[1]۔ تیرے رب نے بنی آدم کی پشتوں سے اون کی اولاد کو لیا یہ بات ظاہر کردی کہ آدم کی روح علیحدہ ہے اس کی اولاد کی علیحدہ۔ اولاد کی اولاد کی ارواح علیحدہ۔ یہ نہیں کہ تناسخ کے طور پر آدم بنی آدم اولاد دینی آدم کی روحیں ایک ہی ہوں جو اداگون کے طور پر ہر قالب میں پہلی چلی جائیں بلکہ سب کی روحیں جداگانہ ہیں جو خدا تعالیٰ کی مخلوق اور اوس کی ربوبیت کا آثار ہیں

اذ اخذ ربك تیرے رب نے پس اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ارواح خدا تعالیٰ کی ربوبیت کے ماتحت کی نیچے ہیں اور ارواح کا وجود و بقا اور قیام اللہ کی ربوبیت اور اسی کے سہارے سے ہے اور ارواح انسانی اللہ تعالےٰ کے صفت ربوبیت کا ظہور ہیں۔ جو اس کے ارادہ اور حکم اور قدرت سے نقش ظہور پکڑ گئی ہیں اور خدا کی صفت ربوبیت کا ظل ہو کر خدا تعالیٰ کی طرح عالم صغیر میں متصرف و مدبر ہیں۔ مدرک جزئیات و کلیات و معقولات اور متصرف بالآلات خدا کی صفت ربوبیت کے مظہر اور اوسی کے رنگ سے رنگین ہیں جبھی تو بلاساختہ پکار اوٹھیں اور پکار رہی ہیں۔ کہ قالو بلیٰ۔ کیوں نہیں تو ضرور ضرور ہمارا رب ہے اور جبھی خدا تعالےٰ کا سچا تصرف اور قبضہ اور تسلط ان پر قائم ہوا اور اس کی حکومت ان پر جاری ہوئی

بقیہ حاشیہ کالم (۲)

کہ میں تمہارے اس اقرار پر سبع سموات اور سبع ارضین اور تمہارے باپ آدمؑ کو گواہ کرتا ہوں اور خوب سمجھ لو کہ میرے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں پس میرے ساتھ شریک نہ کرنا اور میں اس اقرار کے یاد دلانے پر تمہارے پاس انبیاء کو بھیجوں گا۔ اور کتابوں کو اتاروں گا۔

لیکن حدیث بھی نبوت کا ایک طرز بیان ہے جس میں فطرت انسانی میں اقرار ربوبیت کے مودع ہونے کو اس حسّی اور تمثیلی پیرایہ میں ظاہر فرمایا گیا ہے۔ جیسا کہ پر اللہ تعالےٰ نے قرآن شریف میں اور کئی جگہ تمثیلی پیرایہ میں بعض معارف کو بیان فرمایا ہے سورہ احزاب میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے انا عرضنا الامانۃ علی السموات والارض والجبال فابین ان یحملنا واشفقن منھا وحملھا الانسان انہ کان ظلوما جھولا۔ ہم نے امانت کو یعنے اس ذمہ واری کو جو انسان پر عاید ہے) آسمانوں پر اور زمین پر اور پہاڑوں پر پیش کیا۔ اور ان پر لادنا چاہا۔ تو اونھوں نے اس کے اوٹھانے سے انکار کیا۔ اس سے ڈر گئے اور انسان نے اس بوجھ کو اوٹھا لیا۔ یقیناً وہ بڑا ہی ظلوم جہول ہے اب دیکھیئے اللہ تعالےٰ نے اس پیرایہ میں ظاہر فرمایا ہے کہ وہ ڈیوٹی جو انسان کے متعلق ہے۔ پہاڑ زمین آسمانوں میں سے کسی فطرات میں اس کے اوٹھانے کی قابلیت نہیں تھی۔ صرف انسان ہی میں تھی مگر اس کو بآسانی سمجھانے کے لئے ایک تمثیلی پیرایہ میں ادا فرمایا ہے کہ جو فرائض و خدمات انسان سے متعلق ہیں وہ زمین آسمان اور پہاڑ وغیرہ ہر چیز کے سامنے پیش کئے گئے۔ مگر کوئی اس بار امانت کو اوٹھانے کے قابل نہ تھی صرف انسان ہی میں اس بوجھ کے اوٹھانے کی قابلیت تھی۔ اور وہی فطرتاً اس بار امانت کو

---

[1] اس میں کچھ شک نہیں کہ ایک حدیث میں اس طرح پر وارد ہوا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے عرفات کے مقام میں آدمؑ کی پشت سے تمام اولاد کو نکالا اور چیونٹیوں کی طرح اون کو پھیلا دیا اور پھر ان سے سامنے ہو کر کلام کیا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں وہ بولے کیوں نہیں۔ اس پر اللہ تعالےٰ نے فرمایا

حضرت حجۃ اللہ امام الملۃ کی مکتوبات

مخدومی مکرمی اخویم سلمہٗ۔ بعد سلام مسنون۔
مقلدین و غیر مقلدین کے بارہ میں جو آپنے خط لکھا تھا کہ اوسمیں کس فریق کی زیادتی ہے سو اس عاجز کی دانست میں مقلدین و غیر مقلدین کے عوام افراط و تفریط میں مبتلا ہو رہے ہیں اور اگر وہ صراط مستقیم کی طرف رجوع کریں تو حقیقت میں ایک ہی ہیں۔

دین اسلام کا مغز اور لب لباب توحید ہے۔ اسی توحید کے پھیلانے کی غرض سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خدا تعالیٰ کی طرف سے آئے اور قرآن شریف نازل ہوا۔ سو توحید شرک اس بات کا نام نہیں جو خدا تعالیٰ کو زبان سے واحدہ لاشریک کہیں۔ اور دوسری چیزوں کو خدا تعالیٰ کی طرح سمجھکر اون سے مرادیں مانگیں اور نہ توحید اس بات کا نام ہے کہ گو بظاہر تقدیری اور شرعی امور کا مبدا اُسی کو سمجہیں مگر اوس کی تقدیر اور تشریع میں دوسروں کا اسقدر دخل روا رکہیں کہ گویا وہ اوس کے بھائی بند ہیں مگر افسوس کہ عوام مقلدین (حنفی) ان دونوں قسم کی آفتوں میں مبتلا پائے جاتے ہیں۔ اُن کے عقائد میں بہت کچھہ شرک کی باتوں کو دخل ہے۔ اور اولیاء کی حیثیت کو اونہوں نے ایسا حد سے بڑہا دیا ہے کہ اربابا من دون اللہ تک نوبت پہنچگئی ہے۔ دوسری طرف امور تشریعی میں آئمہ مجتہدین کی حیثیت کو ایسا بڑہایا ہے کہ گویا وہ بھی ایک چھوٹے چھوٹے نبی مانے گئے ہیں۔ حالانکہ جیسا امور قضاء قدر میں وحدت ہے ایسا ہی تبلیغ احکام شریعت میں بھی وحدت ہے۔ مقلد لوگ تب ہی راستی پر آسکتے ہیں اور اوسی حالت میں انکا ایمان درست ہوسکتا ہے جب صاف صاف یہ اقرار کردیں کہ ہم آئمہ مجتہدین کی خطاء کو ہرگز تسلیم نہیں کرینگے۔ غضب کی بات ہے کہ غیر معصوم معصوم کی طرح مانا جائے۔ ہاں بیشک چاروں امام قابل تعظیم و شکر گذاری کے ہیں۔ اُن سے دنیا کو بہت فوائد پہنچے ہیں مگر اون کو ہمسر کے درجہ پر سمجہنا صفات نبوت اون میں قائم کرنا اگر کفر نہیں ہے تو قریب قریب اوس کے تو ضرور ہے۔ اگر آئمہ اربعہ سے خطاء ممکن نہ تھا تو پھر باہم اونمیں صدہا اختلاف کیوں پیدا ہوگئے اور اگر اون سے اپنے اجتہادات میں خطاء ہوئی تو پھر اون خطاؤں کو صواب کی طرح کیوں مانا جائے۔ یہ بری عادت مقلدین میں نہایت شدت سے پائی جاتی ہے ہر ایک بانت دار عالم پر واجب ہے کہ ایسا ہی انپر شدت توجہ سے حملہ کرے اور خدا تعالیٰ جلشانہٗ پر بھروسہ کرکے زید عمرو کی ملامت سے نہ ڈرے۔ اور وہ لوگ جو مواحدین کہلاتے ہیں اکثر عوام الناس اونمیں سے اولیاء کی حالت اور مقام کے منکر پائے جاتے ہیں۔ اونمیں خشکی بھری ہوئی ہے اور جن مراتب تک انسان بفضلہ تعالیٰ ہوسکتا ہے اوس سے وہ منکر ہیں بعض جاہل اون میں سے آئمہ مجتہدین رضی اللہ عنہم سے ہنسی بھی کرتے ہیں۔ سو ان حرکات بیجا سے وہ کافر نعمت ہیں اور طریق فکر و توحید حقیقی و ذوق و شوق و انس و محبت سے بالکل دور و مہجور پائے جاتے ہیں خدا تعالیٰ دونوں فریقوں کو توفیق راہ راست بخشے

۸۔ جون ۸۶ء

مکرمی السلام علیکم۔ عنایت نامہ پہنچا میری نسبت جو آنمکرم خودستائی و استکبار یا کسی بیجا ادعا کا ظن رکھتے ہیں اس ظن کی بنا صرف تخیر و بادو اشقیت پر ہے بہتوں نے نبیوں کی نسبت بھی ایسے ہی ظن کئے پھر جب کسی وقت صحبت میسر آئی تو جسکو حق کے ساتھ مناسبت تھی خدا تعالیٰ نے اوس کے وساوس دور کردئے۔ سو اگر آپ صحبت سے بھی دور ہیں اور ملاقات سے کنارہ تو پھر اس بیماری کا کیونکر علاج ہو۔ دعا بھی اُنہیں لوگوں کے حق میں قبول ہوتی ہے کہ جو اپنے تعصب اور سوء ظن کو کچھہ کم کرتے ہیں۔ جن لوگوں کو انکار میں غائت درجہ غلو تھا اون کو اولوالعزم رسولوں کی توجہ اور دعا بھی کچھہ سودمند نہوئی اور جو آپ اون سے وساوس کے دور کرنے کے لئے مجہے اپنے پاس بلاتے ہیں۔ میرے گمان میں اس آرزو کی بنیاد اخلاص پر نہیں کیونکہ جس حالت میں آپ میری ملاقات سے بھی کنارہ ہیں تو آپ کو میری ملاقات کچھہ فائدہ نہیں دیگی میرے نزدیک یہ بہتر ہے کہ آپ ایک رسالہ مستقلہ اپنی رائے اور خیال کی تائید میں چھپوا کر میرے پاس بھیجدیں مگر رسالہ ایسا ہونا چاہیئے جسمیں وہ سب دلائل مندرج ہوں جنپر تائید اپنے دعویٰ کے آپ زور دیتے ہیں۔ اس طور کی بحث سے پبلک کو بہت فائدہ ہوگا۔ اور ہر ایک منصف کو کافی رائے لگانے کا موقعہ مل سکتا ہے۔

آپ کی رائے میں قرآن شریف پہلی کتابوں کا اسطور سے متمم و مکمل ہے جو کچھہ پہلی تحریرات سے کچھہ زیادہ بیان کرنا قرین مصلحت تھا۔ صرف وہ امر نایدیا کسیقدر مفصل قرآن شریف نے بیان کردیا ہے۔ مگر دوسری ہزارہا صداقتیں کہ جو اچھی طرح پہلی کتابوں میں بیان ہوچکی تھیں وہ قرآن شریف میں پائی نہیں جاتیں کیونکہ خدا تعالیٰ نے بھی ارادہ کیا ہے کہ انکا اعادہ قرآن شریف ضروری نہیں ان کے لئے پہلی کتابوں کی تلاوت لازم پکڑنی چاہیئے ورنہ ایمان اور عمل اور علم ناقص رہیگا۔ اب ایک دانشمند سوچ سکتا ہے کہ اگر خدا تعالیٰ کا یہی ارادہ تھا۔ اور قرآن شریف درحقیقت ایک ناقص کتاب ہے۔ اور اوسکی تکمیل اس تمام مجموعہ کتب پر موقوف تھی کہ جو حضرت آدم سے لیکر تمام متفرق قوموں کے نبیوں پر نازل ہوتے رہے ہیں تو چاہیئے تھا کہ خدا تعالیٰ وہ تمام کتابیں روئے زمین کے مسلمانوں کے لئے میسر کردیتا یا قرآن شریف میں اون کے نام تبلادیتا مگر اوس نے تو بجز حضرت موسیٰ کی کتاب توریت اور حضرت داؤد کی کتاب زبور اور صحف ابراہیم اور انجیل کے اور کسی کتاب کا نام بھی تمہیں نہ تبلایا اور جن کتابوں کا نام تبلایا اوس کے ساتھ یہ دل توڑنے والی خبر دیدی کہ وہ تمام کتابیں محرف اور مبدل ہیں

غرض اگر آپ کا یہ دعویٰ صحیح ہے تو اول وہ دنیا کی تمام کتابیں آپ جمع کرکے ہمکو دکھلاویں۔ جن کے شمول و الحاق پر قرآن شریف کی تکمیل موقوف ہے اور اگر وہ نہوں تو پھر قرآن شریف ناقص رہ جاتا ہے میری دانست میں آپنے ایک ایسا فضول اور بے بنیاد دعویٰ اپنے ذمہ لے لیا ہے۔ جسکا ثبوت آپکے لئے محال اور ممتنع ہے۔ بینات قرآنی سے آپ کیوں بھاگتے ہیں کیا کبھی قرآن شریف کی تلاوت کا بھی اتفاق نہیں ہوا اللہ جلشانہٗ فرماتا ہے یتلوا صحفا مطھرۃ فیھا کتب قیمۃ۔ سو جس حالت میں اللہ جلشانہ آپ فرماتا ہے کہ تمام پاک صداقتیں جو پہلی کتابوں میں تھیں اس کتاب میں درج ہیں تو آپ ایسی جامع کتاب کو کیوں نظر تحقیر سے دیکھتے ہیں آپ کے لئے یہ طریقہ بہتر ہے کہ چند پاک صداقتیں کسی پہلی کتاب کی جو آپ کے گمان میں قرآن شریف میں نہیں پائی جاتیں اس عاجز کے سامنے پیش کریں پھر اگر یہ عاجز قرآن شریف سے وہ صداقتیں دکھلانے میں قاصر رہا تو آپکا دعوےٰ خود ثابت ہو جائیگا کہ ایسی ضروری اور پاک صداقتیں قرآن شریف میں نہ پائی گئیں ورنہ آپ کو اس غائت درجہ کی بے ادبی سے توبہ کرنی چاہیئے کہ جس کتاب کا نام جامع الکتب اور نور مبین رکہا ہے۔ آپ اس کتاب کو ناقص ٹھہراتے ہیں۔ آپ کو ابتک یہ بھی خبر نہیں کہ خود یہودیوں اور عیسائیوں وغیرہ اقوام کے اقرار سے ثابت ہے کہ پہلی کتابیں جو دنیا کے لوگوں پر نازل ہوئی تھیں کچھہ تو اونمیں سے تمام نابود ہوگئیں اور کچھہ تحریف کی گئیں اور کچھہ ناقص رہ گئیں۔ اور اب صحت و کاملیت و جامعیت دستیاب ہونا اُن کتابوں کا محال ہے۔ پس آپ قرآن شریف کی کاملیت کو محال پر موقوف رکھکر ایک زہرناک فتنہ میں لوگوں کو ڈالنا چاہتے ہیں۔ مگر یہ آپکے لئے ممکن نہ ہوگا اور عنقریب آپکو ندامت کے ساتھ۔ اس مفسدانہ اعتقاد سے رجوع کرنا پڑے گا زیادہ کیا لکھوں

والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

خاکسار میرزا غلام احمد
۲۸۔ اپریل ۸۸ء

ایک خط

(گذشتہ اشاعت سے آگے)

جس سے اُس کے برعکس ثابت ہوتا ہے۔ ابھی تھوڑی سی مدت اس خیالی عقیدہ کے اور باقی ہے اوس کو بھی دیکھ لیں سورہ مومنون میں آیا ہے حتیٰ اذا جاء احدھم الموت قال رب ارجعون لعلی اعمل صالحا فیما ترکت کلا انھا کلمۃ ھو قائلھا ومن ورائھم برزخ الی یوم یبعثون دیکھو اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو لوگ مر چکے ہیں۔ اونمیں اور دُنیا میں ایک پردہ ہے جس کی وجہ سے وہ قیامت تک دنیا کی طرف رجوع نہیں کرسکتے دیکھو تمہارے ہی پیران عظام میں سے شاہ عبدالقادر صاحب اوس کے ترجمہ میں لکھتے ہیں۔ اور اون کے پیچھے اٹکاؤ ہے جس دن تک اوٹھائے جائیں اے میرے مخالفو اگر تمکو کچھ خفیف سا شبہ ہو کہ یوم یبعثون سے کیا مراد ہے۔ تو ان آیات کو پڑھو ثم انکم بعد ذالک لمیتون ثم انکم یوم القیامت تبعثون۔ پھر آیکھ رات اگر تمکو یہ شبہ درپیش ہو کہ یہ آیت کافر کے حق میں ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ یہاں پر اپنی سنت مستمرہ عامہ کو بیان کرتا ہے۔ کچھ تخصیص کافر کی نہیں ہے۔ برزخ سب لوگوں کے لئے مقرر ہے۔ اگر اس بیان سے تسلی وتشفی نہیں ہوئی تو اس قانونی آیت کو پڑھ لو اللہ یتوفی الانفس حین موتھا والتی لم تمت فی منامھا فیمسک التی قضیٰ علیھا الموت ویرسل الاخریٰ الی اجل مسمّی سورہ زمر پارہ چوبیس۔ دیکھو اس آیت سے معلوم ہوا کہ جس پر موت کا حکم صادر ہوگیا اور وہ مرگیا اوس کی روح کو روک دیا جاتا ہے پھر وہ واپس نہیں آسکتا ہے اور اگر شک وشبہ ہو کہ یہ نہیں ثابت ہوا کہ خدا نے عہد اور وعدہ کرلیا ہے کہ مردے دوبارہ دُنیا میں نہیں لوٹائے جائیں گے۔ تو جواب اس کا یہ ہے کہ ہم آیت مذکورہ بالا وحرام علی قریۃ اھلکناھا انھم لا یرجعون کے بیان میں اس امر کو ثابت کرچکے ہیں۔ اگر کم فہم نہ سمجھے تو اوس کے مزید اطمینان کے لئے۔ احادیث ذیل بطریق اختصار مرقوم ہیں۔

(۱) امام احمد ابن حنبل اور عبداللہ ابن حمید اور ابویعلی اور طبرانی اپنی اپنی کتابوں میں جو اون کے نام سے موسوم ہیں اور حافظ سعید ابن منصور سنن سعید ابن منصور سنن سعید ابن منصور میں حدیث حدیث ذیل جابر ابن عبداللہ سے لائے ہیں دیکھو (کنز العمال جلد ۲ صفحہ ۲۸۱) یعنی جابر ابن عبداللہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے جابر کیا تجکو علم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے باپ کو زندہ کیا۔ اور اوس سے کہا کہ اے عبداللہ جو خواہش تجھے محبوب ترین ہو اوسکو میرے سامنے پیش کر۔ تو اوس نے کہا اے میرے مولا مجھے دُنیا کی طرف واپس کر تاکہ پھر میں ایکدفعہ قتل کیا جاؤں تب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ تو میرا قطعی حکم ہوچکا ہے کہ مونے دوبارہ دنیا میں نہیں بھیجے جاتے۔

(۲) حاکم اپنی کتاب مستدرک میں حضرت جابر سے یہ حدیث یوں بیان کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلعم نے جابر سے فرمایا کہ اے جابر اللہ تعالیٰ نے تیرے باپ کو زندہ کرکے اُس سے کلام کی اور کہا کہ کوئی خواہش ظاہر کر تو کہا ہوں کہ میری رُوح کو واپس کر اور مجھے ویسا بنا دے جیسا میں پہلے تھا اور مجھ اپنے نبی کے پاس واپس کردے تاکہ میں تیری راہ میں دوبارہ جہاد کروں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ تو عہد ہوچکا ہے کہ مردے دوبارہ دُنیا میں نہیں جاسکتے۔ اب جائے غور ہے جبکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مُردوں کا دوبارہ دنیا میں جانا میرے معاہدہ کے خلاف ہے۔ یہ نہیں ہوسکتا ہے۔ اگر اب بھی یہ مانا جائے کہ مسیح نے مردوں کو زندہ کیا اور وہ دوبارہ دُنیا میں آئے اور رہے سہے۔ اور پھر اونکی اولاد پیدا ہوئی تو یہ ایسی بات ہے کہ خدا تعالیٰ تو یہ فرماتا ہے کہ یہ امر مجھ سے کبھی نہیں ہوسکتا مگر ہمارے مخالفین کہتے ہیں کہ مسیح کرسکتے ہیں۔ آفرین اون کے ایمان فراست پر۔ اگر اب بھی کہو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے معاہدہ اور سنت مستمرہ عامہ کے خلاف مردوں کو دوبارہ دُنیا میں رہنے سہنے کے لئے بھیجا ہے تو یہ ایسی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے ان اللہ لا یخلف المیعاد ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلاً کہ میں اپنے معاہدہ اور سنت مستمرہ کے خلاف نہیں کرتا ہوں۔ کیونکہ اسمیں جھوٹ اور نقص علم یعنی جہل وغیرہ کا عیب خدا کی ذات پر عاید ہوتا ہے۔ اور خدا کی ذات سبوح وقدوس عالم الغیب والشہادۃ ہے اور من اصدق من اللہ قیلا ومن اصدق من اللہ حدیثا اوس کی شان ہے۔ وہ جھوٹا نہیں وہ قاصر الفہم جاہل نہیں۔ بہت عرصہ ہوا کہ ایک پیرجی صاحب نے یہ مسئلہ نکالا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے کبھی جھوٹ بولا نہیں اور نہ جھوٹ بولے گا۔ ہاں یہ عیب اوس کی ذات میں ممکن ہے معاذ اللہ من ذالک تم تو اے مخالفو اس پیرجی کے بھی اوستاد نکلے تم نے تو ان عقاید ومسائل سے یہ ثابت کردیا کہ ہاں خدا نے جھوٹ بولا ہے اور کذب اوس کے کلام میں واقعہ ہے اور اوس نے اپنی کم فہمی سے پہلے کچھ قانون مقرر کیا تھا۔ جب اوس کو اپنے اُس قانون کا نقصان اور اوس قانون کی خرابی بعد کو معلوم ہوئی اور ثابت ہوئی تو اُس نے اپنے اس قانون کو بدل دیا۔ پہلے سے اوس کو یہ خرابی معلوم نہ تھی وہ جاہل تھا۔ افسوس اے مخالفو تمہارے ایمان پر اور تمہارے فہم قرآن پر اسی بنا پر تم فہم قرآن کا دعوےٰ کرتے ہو اور اوس کے کلام میں اختلاف کثیر ثابت کرتے ہو حالانکہ خداوند کریم تمہاری فہم کا مخالف ہے۔ وہ فرماتا ہے کہ میرے کلام میں اختلاف نہیں ہے اور یہی دلیل ہے اوس کے الہٰی کلام ہونے کی ہے ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافاً کثیراً۔ حضرت عمر جیسے اصحابی اہل زبان جن کی مادری زبان عربی تھی وہ تو برسوں میں سورہ بقر کو رسول کریم سے سمجھیں اور تم یہ چاہتے ہو کہ بغیر پڑھے اور بغیر اوس کے کہ راسخین فی العلم سے اوس کو سیکھیں اور سمجھیں ہمکو قرآنی معارف میں دخل تام اور ملکہ حاصل ہوجائے۔ یہ کیا تمہاری ایمانی فراست ہے اور یہ کیا تمہاری قدر دانی قرآن کی ہے اب میں جابر والی روایت اور طریق سے بیان کرتا ہوں تاکہ تائید پورے طور سے ہوجائے۔

(۳) ابونعیم اصفہانی اپنی کتاب حلیہ ابونعیم میں حضرت عائشہ سے یہ حدیث روایت کرتے ہیں کنزل العمال جلد ۲ صفحہ ۲۸۱ اے جابر میں تمہیں عمدہ خبر سُناتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے باپ کو زندہ کرکے میرے سامنے بٹھا کر کہا کہ اے میرے بندے جو چاہے مجھ سے مانگ میں تجھے دونگا اوس نے کہا اے میرے رب میں نے تیری عبادت کا حق جیسے چاہئے تھا ادا نہیں کیا اس لئے میں تیرے حضور میں یہ خواہش کرتا ہوں کہ مجھے پھر دُنیا میں بھیج تاکہ میں تیرے نبی کے ساتھ ہو کر جہاد کروں اور تیرے ہی لئے پھر ایک دفعہ مارا جاؤں اس پر اللہ نے کہا یہ بات تو نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ یہ مجھ سے فیصلہ ہوچکا ہے کہ تو دُنیا میں واپس نہیں جاسکتا۔

(۴) شرح مواہب لدنیہ زرقانی جلد ۲ صفحہ ۶۳۔ (روی ابوبکر بن مردویۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال یا جابر الا اخبرک ما کلم اللہ تعالیٰ احداً قط الا من وراء الحجاب وانہ کلم اباک فقال سلنی اعطیک۔ قال اسئلک ان اردنی الی الدنیا فاقتل فیک ثانیۃ فقال الرب عزوجل انہ سبق منی انھم لا یرجعون الی الدنیا اور دیکھو حدیث جابر ابن عبداللہ کی۔ جو مشکوٰۃ شریف میں بھی مروی ہے۔ عن جابرؓ قال لقینی رسول اللہ صلعم فقال یا جابر مالی اراک منکسراً قلت استشھد لی وترک عیالا ودیناً قال افلا ابشرک لما لقی اللہ بہ اباک فکلمہ کفاحاً قال یا عبدی تمن علیّ اعطک۔ قال تحیینی فاقتل فیک ثانیۃ قال الرب تبارک وتعالیٰ انہ قد سبق منی انھم لا یرجعون رواہ الترمذی

م قلت بلی یا رسول اللہ قال ما کلم اللہ احدا قط الا من وراء حجاب واحیی اباک

اب ہمارے مخالفین ان احادیث سے خوب اپنی تسلی وتشفی کرلیں کہ ان احادیث سے واضح طور پر معلوم ہوگیا کہ مردے دُنیا میں دوبارہ نہیں بھیجے جاتے اور یہ بھی معلوم کرلیں کہ بعض جہل مرکب لوگوں کا یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ نے عالم برزخ میں مردوں سے کبھی مکالمہ نہیں کیا اور اون سے کبھی سوال

۳- یہ ثابت ہو کہ مردہ زندہ ہو کر پھر دنیا میں اپنے گھر واپس آیا ہو

۴- اگر کوئی نظیر ایسی ہو تو پیش کرو جب ہم جانیں کہ تم سچے ہو۔

جواب نہیں ہوا محض فضول ولغو خیال ہے کیونکہ اس حدیث میں سوال وجواب موجود ہے اور یہ سوال وجواب عالم برزخ ہیں ہی ہوا - اے حضرات منکرین عقل کی آنکھوں سے تعصب کا حجاب دُور کر کے حدیث کے الفاظ پر غور کرو کتاب مستدرک

الی قضیت انھم لا یرجعون - زرقانی - انہ سبق منی انھم لا یرجعون - ترمذی - قد سبق منی انھم لا یرجعون - حلیہ ابونعیم اصفہانی - انہ قد سلف منی انک الیھا لا مرجع - مسند امام احمد ابن حنبل الی قضیت انھم لا یرجعون -

امید ہے کہ اگر تم میں کچھ بھی ایمان ہے تو ضرور تمہاری دلی شوخی قلبی عداوت نشانہ سہام ہلاکت بنیگی - اور یہ تم خوب جان لو - کہ تمہارے شپرچشم ہونے سے چشمہ آفتاب پر کیا نقص عائد ہو سکتا ہے - یاالٰہی تیرا فرقان ہے کہ اک عالم ہے ✦ جو وہ سب اسمیں مہیا نکلا ✦ قصور اپنا ہی اندھوں کا وگرنہ وہ نور ✦ ایسا چمکا ہے کہ صد نیر بیضا نکلا ✦ زندگی ایسوں کی کیا خاک ہے اس دنیا میں ✦ جس کا اس نور کے ہوتے بھی دل اعمیٰ نکلا ✦ جلنے سے آگے ہی یہہ لوگ تو جل جاتے ہیں ✦ جن کی ہر بات فقط جھوٹ کا پتلا نکلا ✦

اصلی اور سچی بات تو یہی ہے کہ کہیں بھی ثابت نہیں ہوتا کہ مردے دوبارہ دُنیا میں آجایا کرتے ہیں جب ہم قرآن شریف پر ایک گہری نظر ڈالتے ہیں تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ خداوند کریم رب العالمین علام الغیوب ہادی حقیقی نے وہ امور جو انسانی ضروریات کیلئے ضروری تھے سب کے سب اپنے کلام پاک میں مشرح طور پر مذکور فرمائے ہیں یہانتک کہ قرآن کریم میں انسان کے مرنے کے وقت کی وصیت اور اوس کے مرنے کے بعد اُس کے ترکہ کی تقسیم کی پورے طور سے تشریح کیگئی ہے - اور نیز یہہ بیان کر دیا گیا ہے کہ اوس کی بیوی کب تک اوس کے مرنے کے بعد عدت میں رہے ... الحاصل موتے کے متعلق جسقدر تمدنی لحاظات سے انسان کیلئے ضروریات پیش آتے تھے - اون کے مسائل وہدایات کا - کافی وافی بیان موجود ہے لیکن اگر سنت اللہ میں مردوں کو کسی نبی یا ولی کی دعا سے بطور اعجاز یا کرامت زندہ ہونا مسلم الثبوت ومتعین الارادہ تھا جو جس موقعہ پر مال ومنال متوفی کی تقسیم میں الورثا اور اوس کی بیوہ کے نکاح کا ذکر کیا گیا ہے وہاں یہ بھی مسئلہ مذکور ہوتا..... کہ اگر کوئی مرا ہوا کسی بزرگ کی دعا سے زندہ ہو کر دُنیا میں واپس آجائے تو اوس کا تقسیم شدہ مال اسطرح واپس کیا جاوے اور اوس کی زوجہ جو بعد انقضائے عدت مقررہ کے کسی اور شخص سے نکاح کر چکی ہو تو اوس کو کسطرح پھر واپس ہونا چاہیئے یا نہیں ہونا چاہیئے - یہہ مسئلہ ایک پیچیدہ مسئلہ تھا - اللہ تعالیٰ اس مسئلہ کو بغیر فیصلہ کے کیونکر ترک کر سکتا تھا - کیا ہمارے مخالفین یہ خیال کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اسکا بیان کرنا بھول گیا - ماکان ربک نسیّا - خدا تو ہرگز نہیں بھولا کرتا یہ ہمارے مخالفوں کی نافہمی اور بے عقلی ہے کہ اونہوں نے خلاف قانون الٰہی کے محض اپنے وہم اور خیال سے یہ عقاید نکالے ہیں - ورنہ ازبس ضروری تھا کہ اس مسئلہ کو خداوند ہادی حقیقی قرآن شریف میں بیان فرماتا جبکہ اوس نے اوسکا ذرہ بھی ذکر نہیں کیا - تو پھر یہی تسلیم کرنا ضروری ہوا - کہ کوئی مردہ زندہ ہو کر دُنیا میں پھر واپس نہیں آتا - (۲) بفرض محال اس مسئلہ کو بوجہ نادر الوقوع ہونے کے عام قاعدہ کے ذیل میں اللہ تعالیٰ نے بیان نہیں کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منصبی فرض تھا کہ اس مسئلہ کو - مشرح ومفصل طور پر بیان فرماتے لیکن جہانتک احادیث صحیحہ کا مطالعہ کیا گیا تو کہیں بھی اس مسئلہ کا اشارہ تک نہیں ملا تو پھر کیونکر مان لیں کہ مردے زندہ ہو کر دُنیا میں آیا کرتے ہیں چونکہ آنحضرت تو افضل الرسل تھے اور تمام انبیا کی صفات کے جامع تھے - تو چاہیئے تھا کہ جیسے اور انبیار کی نسبت مردہ زندہ کرنے کا تذکرہ کیا جاتا ہے - ان سے بھی کوئی مردہ زندہ ہوتا..... اور جب وہ خود بنفس نفیس اس امر کے مشاہدہ کرنے والے اور دیکھنے والے ہوتے تو ضرور یہ قاعدہ بھی مقرر کرتے کہ جب کوئی آدمی مرجائے اور وہ مال اور اپنی عورتیں چھوڑ جاوے تو اوس کا تقسیم شدہ مال اور اوس کی عورتیں جو دوسرے شخص کے نکاح میں آئی ہیں کیونکر واپس ہوں لیکن دُنیا بھر کی کتب احادیث سے ایک حدیث بھی ایسی نہیں ملتی کہ جس میں اس مسئلہ کا بیان کیا گیا ہو لہذا ماننا پڑیگا کہ کوئی مردہ زندہ ہو کر دُنیا میں نہیں آتا یہ لوگوں نے جھوٹے قصے اور افسانے بنا رکھے ہیں جو یہودیوں اور عیسائیوں کی کتابوں سے لئے گئے ہیں - (۳) آثار صحابہ سے بھی کوئی تصدیق اس امر کی نہیں ہوتی حالانکہ بہت سے خوارق اون سے ظہور میں آئے اور نہ خلفائے اربعہ کو اس قسم کا کوئی مقدمہ پیش آیا کہ فلاں شخص مرگیا تھا اور اوس کے مرنے کے بعد اوس کے ورثا میں اوس کا متروکہ مال تقسیم ہو چکا اور اوسکی زوجہ عدت کے بعد فلاں شخص سے نکاح کر چکی مگر اب وہ دوبارہ زندہ ہو کر آگیا ہے اوس کے اور اوس کی عورت کے بارہ میں کیا کارروائی ہونی چاہیئے - جب ثبوت نہیں تو ضرور اے علمائے وقت اس بات کو تسلیم کر لو کہ مردوں کا زندہ ہو کر پھر دُنیا میں آنا ایک بے بنیاد بات ہے ورنہ حضرت عمر وغیرہ جیسے بزرگ متفنن ومنتظم ایسے اہم وضروری امر کیونکر فروگذاشت کرتے جس حالت میں کہ اونہوں نے صدہا ایسے انتظامات کئے جو زمانۂ سابق میں نہ تھے - (۴) علمائے حنفیہ نے جنہوں نے ہزارہا کتب فقہ بڑی بڑی ضخیم مجلدات میں لکھی ہیں اور جنہوں نے کوئی خفیف سے خفیف سا امر بھی نہیں چھوڑا حتی کہ پیشاب اور پاخانہ اور اون کے ایک ایک قطرہ پر بحث کی ہے تو کیا وجہ ہے کہ اونہوں نے اپنی کتابوں میں کسی کے زندہ ہو جانے کے بعد اور دُنیا میں لوٹ آنے کے بعد اونکی وراثت اور ازواج کے متعلق کوئی باب نہیں باندھا - جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اون بزرگان کے نزدیک بھی یہ ہی امر مسلم تھا کہ مردہ زندہ ہو کر دنیا میں واپس نہیں آسکتا - اگر اس کا کوئی بھی وقوعہ پیش آتا - اور واقع ہوتا تو کبھی بھی یہ بزرگ ایک لمحہ کے لئے نہ چوکتے خواہ یہ بات نادر ہی کیوں نہ ہوتی - لیکن جب اونہوں نے ایسا نہیں کیا تو ثابت ہوا کہ کوئی مردہ زندہ ہو کر اپنے گھر نہیں آیا کرتا -

(۵) اگر علمائے حنفیہ سے اس بارہ میں چوک ہو گئی تھی - یا اون کے اعتقاد میں مردہ زندہ ہو کر نہ آتے ہوں جسکی وجہ سے اونہوں نے اپنی کتابوں میں اس مسئلہ پر بحث نہیں کی لیکن علمائے مالکیہ جو حنفیہ کے مسائل میں بہت بڑا اختلاف کرتے ہیں - اس مسئلہ کو ضرور بیان فرماتے اور علمائے حنفیہ کو متہم کرتے کہ ایسے اہم اور ضروری مسئلہ کو اونہوں نے ترک کر دیا اگر ہم دیکھتے ہیں کہ علمائے مالکیہ نے کوئی ذکر نہیں کیا اور نہ کوئی باب اس کے متعلق باندھا جس سے صریح پایا جاتا ہے کہ مالکیوں کے نزدیک بھی مردے زندہ ہو کر نہیں آیا کرتے (۶) اگر علمائے مالکیہ بھی خواہ بروئے اعتقاد خواہ بوجہ سہو یا خطا اس مسئلہ میں ساکت رہے تو علمائے وفقہائے شافعیہ جنہوں نے ہر دو مذہب مذکورہ بالا کے مجتہدات کے خلاف بہت کچھہ بیان کیا ہے اور اونکے حلال کردہ کو حرام اور حرام کردہ کو حلال قرار دیا لیکن اس مسئلہ میں اونہوں نے بھی کوئی گفتگو نہیں کی اور نہ اپنی فقہ کی کتابوں میں کوئی باب اس کے متعلق وضع کیا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس مذہب کے نزدیک بھی مردے زندہ ہو کر نہیں آیا کرتے ورنہ ضرور اس مسئلہ پر خامہ فرسائی کرتے اور کوئی قطعی فیصلہ لکھتے - (۷) اگر یہہ بھی مان لیں کہ علمائے حنفیہ ومالکیہ وشافعیہ اس مسئلہ کو بھول گئے یا یہ کہ اعتقاداً وہ اوس کو جایز نہیں سمجھتے تھے تو فقہائے حنبلیہ تو ضرور اوسکو زیر بحث لاتے کیونکہ یہ فرقہ زیادہ تر اپنا دستور العمل حدیث کو قرار دیتا ہے - لیکن جہانتک تحقیقات کی گئی یہی ثابت ہوا کہ اس مسئلہ میں وہ بھی ساکت ہیں تو ایسی حالت میں بجز اس کے اور کیا تصور ہو سکتا ہے کہ اون کے نزدیک بھی کوئی مردہ زندہ ہو کر دُنیا میں واپس آنا جایز وممکن الوقوع ہوتا اور عادت الٰہیہ میں داخل ہوتا تو ضرور اس مسئلہ کے متعلق کوئی نہ کوئی فقیہ بحث کرتا (۸) اگر قرآن اور حدیث اور آئمہ مجتہدین واصحاب رسول اس بارہ میں خاموش تھے تو ایک غوث جنکو غوث الاعظم کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے اور جن کے نام سے ہزارہا مردوں کا زندہ کرنا منسوب کیا جاتا ہے یعنی حضرت سید عبدالقادر جیلانی جو واقعی ایک بہت بڑے کامل اولیاء اللہ سے ہیں وہ بقول عوام لوگوں کے خیال اور اعتقاد کے اس معاملہ میں صاحب تجربہ ہونے کے سبب ضرور ضرور اس مسئلہ پر بحث فرماتے کیونکہ اونہوں نے بھی چند کتابیں مسائل دینی پر لکھی ہیں اور ضرور اون کو اپنے زمانہ میں اس قسم کا مقدمہ پیش آیا ہوگا - کیونکہ جب اونہوں نے ہزارہا روحوں کو زنبیل ملک الموت سے نکال لیا اور بارہ برس کی غرق شدہ برات کو زندہ کیا تو اون کے پس ماندگان کو اون کی وراثت متعلق ضرور تنازعہ ہوا ہوگا اور اون کی عورتیں دوسرے خاوندوں سے اولاد بھی لے چکی ہونگی اور اون کے مال خورد برد بھی ہو گئے ہونگے تو ایسی حالت میں کیونکر ایک جم غفیر خاموش ہو گیا ہوگا - لیکن باوجود اسقدر شہرت کے ہمیں ایک نظیر بھی اون کی زندگی میں پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچتی ✦ کہ کبھی کسی نے ایسا مقدمہ اون کی خدمت میں یا ان کی جانشین کے خدمت میں پیش کیا ہو پس

آپ بیتی

گذشتہ اشاعت سے آگے

چونکہ میں نے اپنی بھی اُن سے غرض بتائی تھی کہ فقط اسلئے آپ کو ساتھ لیتا ہوں کہ موقع پر آپ مجھے نیک اور میرے مناسب مشورہ دینا پس اسی طرح اونہوں نے مجھے فی الفور کہدیا اور میری اندرونی حالت یہ تھی کہ اگر ایک نہیں ہزار دفعہ بھی اس کے خلاف اگر وہ مشورہ دیتے تو میں حلقہ بگوش ہوئے بغیر اس مُبارک آستانہ سے جدا نہوتا مگر الحمد للہ کہ فی الفور مولویصاحب نے مجھے میری دلی آرزو کے مطابق کہدیا لیکن انکا خاص ارادہ بالکل اس امر پر نہ تھا۔ اور ساون کے لئے سب ہمارے مدراسی بھائیوں کی یہ رائے تھی۔ اگر مولویصاحب کی مرضی بھی آجائے پھر بھی معلمت کو ہاتھ سے نہ چھوڑیں چونکہ اسوقت کی مخالفت بڑی سخت تھی اور مولویصاحب سے ابھی وہاں بہت کچھہ ہونا باقی تھی۔ اس لئے میں خود اسوقت اس امر کے مخالف تھا مگر مولوی صاحب پہلے ہی نظارہ میں زخمی ہوگئے تھے۔

اس لئے وہ بجائے خود بڑی تشویش میں پڑ گئے اور استخارہ پر استخارہ کرنے لگے اور یہی فرماتے تھے کہ مجھے کچھہ پتہ نہیں لگتا کہ میں کیا کروں تو اس کے جواب میں میں انکو وہی کہتا تھا جو تمام احباب کی رائے تھی جس کا میں نے اوپر ذکر کیا ہے۔ مگر وہ اون کے خلاف مرضی ہوتی تھی اور پھر استخارہ کی طرف جھک جاتے تھے اور مجھے بھی روک رکھا تھا۔ غرض چارشنبہ کے دن بعد نماز صبح اپنی عادت کے موافق چادر اوڑھ کر سو گئے اور چند منٹوں کے بعد جیسا کہ اونکی عادت تھی اوٹھے اور فرمایا کہ مجھے یہی جواب ملا ہے۔ کہ مولوی نورالدین صاحب کی مشورہ پر عمل کرو۔ غرض اوسی وقت حضرت مولانا مولویصاحب کو تشریف آوری کے لئے پیغام بھیجا اور حضرت مولانا نے اون کے اظہار کے بعد میری طرف مخاطب ہوکر فرمایا کہ آپ تو شاید بیعت کر چکے جواباً میں نے عرض کیا کہ مولویصاحب نے مجھے روک رکھا ہے اسکو سنکر مولانا نے فرمایا کاش تمنے مخاکرلی ہوتی تو ابتک اسکا کچھہ نہ کچھہ اثر بھی محسوس کر لیتے اور پھر مولویصاحب سے کہا کہ پوچھنے کیا ہو؟

درہر چہ باشی زود باش۔ غرض مولویصاحب کے مشورہ کے بعد یہی صلاح ٹھہری کہ کل شب جمعہ ہے اور ہم دونو بیعت ہوجاوینگے اور جمعہ پڑھکر شنبہ کو روانہ ہوجاوینگے کیونکہ حضور نے وہی دن روانگی کا مقرر فرمایا تھا اسکے بعد مولوی حسن علی صاحب کا یہہ حال تھا کہ بار بار فرماتے تھے کہ شب جمعہ تو کل ہے۔ اس سے ان کا مطلب یہ تھا کہ ابھی اس میں دیر ہے اور یہاں اتنی دیر کرنے کی برداشت نہیں ہے۔ غرض اسی روز شام کو یہ عاجز اور مولویصاحب بیعت سے مشرف ہوگئے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

اس کے بعد کوئی دو دن ہی ٹھہرنا ہوا اور حضور سے جدا ہوگئے پھرتے پھراتے کوئی ایک مہینے کے بعد مدراس پہونچے اور وہاں حضرت مولوی سلطان محمود صاحب نے بڑا ہی اہتمام فرمایا تھا سٹیشن سے سیدھا میلاپور لے گئے اور پرتکلف دعوت دی اور ساتھ ہی اس ناچیز کو ایک ایڈریس بھی دیا صدہا مخالف بھی اسوقت جمع تھے میں نے اس ایڈریس کے جواب میں کچھہ نہ کہا صرف اتنا ہی کہا کہ کل مولوی حسن علیصاحب تشریف لادینگے اور وہ مجھسے بدرجہا افضل بھی ہیں جو کچھہ ہمنے وہاں دیکھا اور پایا اسکو وہ خوب ادا کرینگے اور بعد جلسہ برخاست ہوگیا۔ اس کے بعد مخالفت کی آگ بہت تیز ہوگئی یہاں اب اسی سے غرض نہیں مگر یہ ظاہر کرنا ضروری تھا کہ قبل از بیعت میری حالت کیا ہوئی اور ضرورت امام کس حدتک محسوس ہونے لگی اور پھر حضرت امام کی صداقت پر زمینی اور آسمانی نشان کیا کیا ظاہر ہوئے۔ جنپر توجہ کرنے سے کیا نتائج پیدا ہورہے ہیں۔ غرض ان باتوں کا مختصر طور پر ذکر کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے سب سے اول اس امام الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت کرنیکے بعد اپنے اندر جو تبدیلی ہوئی اوس کو مختصر الفاظ میں لکھدینا کافی ہے۔ ابتدائی عمر کے زمانہ کے بعد زمانہ اوسط اور اوس کی بعد تا زمانہ بیعت جو کچھہ اپنی عملی حالت میں نے بتائی ہے اس کا ازالہ ہوتا چلا اور کوئی بیس اٹھ بیس برس کی ناگفتنی علتیں اور عادتیں جو اپنے اندر تھیں اور جنکی بابت کبھی کبھی خیال کرکے میں رو دیا کرتا تھا کہ رب ان بُرائیوں سے نجات کس طرح ہوگی اور مجھے یہ امر ناممکن معلوم ہوتا تھا اور فی الحقیقت اگر میں ہزار کوشش کرکے بھی جان چھوڑاتا تو پھر یہ امر ناممکن معلوم ہوتا تھا کہ میری صحت وغیرہ میں کچھہ فتور پیدا نہ ہوتا مگر حلفاً لکھتا ہوں کہ بعد بیعت وہ سب باتیں یکے بعد دیگرے ایسی دور ہوگئیں جیسا لاحول سے شیطان بھاگتا ہے اور مجھے کوئی تکلیف بھی محسوس نہیں ہوئی اور صحت کا یہ حال ہوگیا کہ گویا ان ارتکابوں کے وقت میں بیمار تھا اور اون کے ترک کے بعد تندرست ہوگیا۔ اور یہ صرف حضرت حجۃ اللہ امام ہمام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے انفاس طیبات کی طفیل نصیب ہوا۔

اور اب اپنے اندر وہ باتیں دیکھتا ہوں کہ بے اختیار ہوکر رب کریم ورحیم کا شکر کرتا ہوں اور ابتدائی زمانہ کو بھی اس کے مقابلہ میں ہیچ سمجھتا ہوں۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک اگرچہ میں ابتک اپنے آپ کو ایک گنہگار بشر سمجھتا ہوں اور اپنے اندر بہت سے عیوب محسوس کرتا ہوں مگر اس مولا کریم کی جناب میں قوی امید رکھتا ہوں کہ وہ اپنے اس حبیب کی جوتیوں کے صدقے میری مغفرت کر دیگا۔ اب دوسری بات یہ کہ ضرورت امام کس حدتک محسوس ہونے لگی اسکے بارے میں صرف اتنا لکھدینا کافی ہے اگر اسکا وجود جو کوئی بیس برس سے قائم ہے وہ نہ ہوتا تو یہ دُنیا غارت ہی ہوجاتی اور میرا کامل یقین ہے کہ اس کے مُبارک وجود کے طفیل جو سراسر رحمت الٰہی کا مظہر ہے یہ دُنیا قائم ہے اور بہت کچھہ برکات اور فیوض آئندہ اسکے وجود باجود سے اوسکو نصیب ہونے والے ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب وہ تمام باتیں عام طور پر ظاہر ہوجائیں گی۔ اگرچہ خاص طور پر اس کا مشاہدہ کرنے والے مشاہدہ بھی کرچکے ہیں والحمد للہ علیٰ ذالک۔

اب تیسری بات یہ کہ اس عالیجناب امام کی صداقت پر زمینی اور آسمانی نشان کیا کیا ظاہر ہوئے جوسکا جواب بھی ہے کہ اکثر وہ سب ظاہر ہوگئے ہیں جنکا حدیثوں میں ذکر ہوا ہے اور اکثر اکابران دین پر اس چودھویں صدی ہی میں اُس کے ظہور فرمانے کا زمانہ کشفاً اور الہاماً ظاہر ہوگیا ہے اور وہ اپنی اپنی تصنیفات میں اس کا ذکر بھی کرچکے ہیں اور ان سب باتوں کے مفصل تذکرہ کے لئے ہمارے امام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتابیں بھری پڑی ہیں خداتعالیٰ دنیا کو ان کتابوں کے دیکھنے کی توفیق نصیب کرے تو پھر کسی قسم کا شک باقی نہ رہے گا۔ اب رہی چوتھی بات کہ امام وقت کی طرف رجوع نہ کرنے کے باعث کس قسم کے آثار وقوع پذیر ہونے لگے ہیں۔ تو جواب میں یہی گذارش کافی ہے کہ عیاں راچہ بیان۔ آج کئی سال ہوئے جو قہر الٰہی کے آثار دُنیا میں ظاہر ہوگئے ہیں۔ مگر خاص طور پر ہند کا جو حال ہوا ہے وہ تو پوچھو ہی نہیں۔ ابتدا تو طاعون سے ہوئی ہے مگر بعد اس کے قہر الٰہی کی وہ مختلف صورتیں جو وقتاً فوقتاً معضوب قوموں پر عذاب کی صورت میں ظاہر ہوئے نظر آنے لگے ہیں اور وہ تمام عذاب جن کا قرآن شریف میں ذکر ہے کسی نہ کسی صورت میں آنے لگے ہیں۔

دیکھو وبار طاعون کا حملہ باری باری سے کس طرح ہوتا آیا ہے اور ہنوز روز اول ہی کا نمونہ نظر آتا ہے پھر قحط کو دیکھئے کہ اوس نے کسطرح ملک کو تباہ کیا اور یہ عمل مطالعہ اخبارات سے بخوبی کھل سکتا ہے۔ پھر زلزلوں کو دیکھئے کہ اونہوں نے دنیا کو کسطرح ہلا ڈالا ہے۔ اور بعض بعض مقامات پر خطرناک خسف الارض ہوا ہے اور رنگ سے لیکر دارجیلنگ تک ایک خطرناک زلزلہ آیا۔

باقی آیندہ
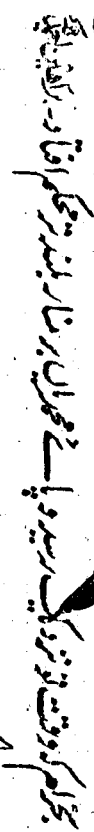
انوار احمدیہ پریس قادیان میں باہتمام شیخ یعقوب علی تراب احمدی کے چھپکر شائع ہوا۔

نمبر ۴۴-۴۵ | ۲۴ر نومبر و ۱۰ر دسمبر سنہ ۱۹۰۳ء | جلد ۷

تذکرۃ الشہادتین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

الحمد للہ و سلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

اس زمانہ میں اگرچہ آسمان کے نیچے طرح طرح کے ظلم ہو رہے ہیں۔ مگر جس ظلم کو ابھی میں ذیل میں بیان کروں گا۔ وہ ایک ایسا دردناک حادثہ ہے کہ دل کو ہلا دیتا ہے اور بدن پر لرزہ ڈالتا ہے +

اس امر کو باترتیب بیان کرنے کے لیے پہلے یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ جب خدا تعالیٰ نے زمانہ کی موجودہ حالت کو دیکھکر اور زمین کو طرح طرح کے فسق اور معصیت اور گمراہی سے بھرا ہوا پاکر مجھے تبلیغ حق اور اصلاح کے لیے مامور فرمایا۔ اور یہ زمانہ بھی ایسا تھا کہ اس دنیا کے لوگ تیرھویں صدی ہجری کو ختم کر کے چودھویں صدی کے سر پر پہنچ گئے تھے۔ تب میں نے اُس حکم کی پابندی سے عام لوگوں میں بذریعہ تحریری اشتہارات اور تقریروں کے یہ ندا کرنی شروع کی کہ اس صدی کے سر پر جو خدا کی طرف سے تجدید دین کے لیے آنے والا تھا وہ

میں ہی ہوں تا وہ ایمان جو زمین پر سے اُٹھ گیا ہے اُسکو دوبارہ قائم کروں اور خدا سے قوت پاکر اُسی کے ہاتھ کی کشش سے دنیا کو صلاح اور تقویٰ اور راستبازی کیطرف کھینچوں اور ان کی اعتقادی اور عملی غلطیوں کو دور کروں اور پھر جب اسپر چند سال گذرے تو بذریعہ وحی الٰہی میرے پر بتصریح کھولا گیا کہ وہ مسیح جو اس اُمت کے لیے ابتدا سے موعود تھا اور وہ آخری مہدی جو تنزل اسلام کے وقت اور گمراہی کے پھیلنے کے زمانہ میں براہ راست خدا سے ہدایت پانے والا اور اُس آسمانی مائدہ کو نئے سرے انسانوں کے آگے پیش کرنے والا تقدیر الٰہی میں مقرر کیا گیا تھا جس کی بشارت آج سے تیرہ سو برس پہلے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تھی وہ **میں ہی ہوں**۔ اور مکالمات الٰہیہ اور مخاطبات رحمانیہ اس صفائی اور تواتر سے اس بارے میں ہوئے کہ شک و شبہ کی جگہ نہ رہی ہر ایک **وحی** جو ہوتی تھی ایک فولادی میخ کی طرح دل میں دھنستی تھی اور یہ تمام مکالمات الٰہیہ ایسی عظیم الشان پیشگوئیوں سے بھرے ہوئے تھے کہ روز روشن کی طرح وہ پوری ہوتی تھیں۔ اور ان کے تواتر اور کثرت اور اعجازی طاقتوں کے کرشمہ نے مجھے اس بات کے اقرار کیلیے

مجبور کیا کہ یہ اُسی وحدہ لاشریک خدا کا کلام ہے جس کا کلام قرآن شریف ہے۔ اور میں اسجگہ توریت اور انجیل کا نام نہیں لیتا کیونکہ توریت اور انجیل تحریف کرنے والے ہاتھوں سے اسقدر محرف مبدل ہو چکی ہیں کہ اب ان کتابوں کو خدا کا کلام نہیں کہہ سکتے۔ غرض وہ خدا کی وحی جو میرے پر نازل ہوئی ایسی **یقینی اور قطعی** ہے کہ جس کے ذریعہ سے میں نے اپنے خدا کو پایا۔ اور وہ وحی نہ صرف آسمانی نشانوں کے ذریعہ مرتبہ حق الیقین تک پہونچی بلکہ ہر ایک حصہ اُس کا جب خدا تعالیٰ کے کلام قرآن شریف پر پیش کیا گیا تو اُس کے مطابق ثابت ہوا اور اُس کی تصدیق کے لیے بارش کی طرح نشان آسمانی برسے۔ اُنھیں دنوں میں رمضان کے مہینہ میں سورج اور چاند کا گرہن بھی ہوا جیسا کہ لکھا تھا۔ کہ اُس مہدی کے وقت میں ماہ رمضان میں سورج اور چاند کا گرہن ہوگا۔ اور اُنھیں ایام میں طاعون بھی کثرت سے پنجاب میں ہوئی۔ جیسا کہ قرآن شریف میں یہ خبر موجود ہے اور پہلے **نبیوں** نے بھی یہ خبر دی ہے کہ اُن دنوں میں بہت **مری پڑیگی** اور ایسا ہوگا کہ کوئی گاؤں اور شہر اُس مری سے باہر نہیں رہے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا اور ہو رہا ہے اور جبکہ اُسوقت کہ اس ملک میں طاعون کا نام و نشان نہ تھا قریباً بائیس برس طاعون کے پھوٹنے

پہلے مجھے اُس کے پیدا ہونے کی خبر دی۔ پھر اس
بارہ میں الہامات بارش کی طرح ہوئے اور بہ تکرار
ان فقرات کا مختلف پیرایوں میں ہوا چنانچہ
مندرجہ ذیل وحی میں اس طرح پر مجھے مخاطب کرکے
فرمایا۔
اتی امر اللہ فلا تستعجلوہ بشارۃ تلقاھا
النبیّون۔ ان اللہ مع الذین اتقوا والذین
ھم محسنون۔ انہ قوی عزیز۔ وانہ
غالب علی امرہ ولکن اکثر الناس
لا یعلمون۔ انما امرہ اذا اراد شیئا
ان یقول لہ کن فیکون۔ اتعجبون منی
وانا من المجرمین منتقمون۔ یقولون
ان ھذا الا قول البشر واعانہ علیہ
قوم اٰخرون۔ جاھل او مجنون۔ قل
ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم
اللہ۔ انا کفیناک المستھزئین۔ انی
مھین من اراد اھانتک۔ وانی معین
من اراد اعانتک۔ وانی لا یخاف
لدی المرسلون۔ اذا جاء نصر اللہ
والفتح وتمت کلمۃ ربک ھذا الذی
کنتم بہ تستعجلون۔ واذا قیل لھم
لا تفسدوا فی الارض قالوا انما نحن
مصلحون۔ الا انھم ھم المفسدون۔
وان یتخذونک الا ھزوا اھذا الذی
بعث اللہ۔ بل اتیناھم بالحق فھم للحق
کارھون۔ وسیعلم الذین ظلموا
ای منقلب ینقلبون۔ سبحانہ وتعالیٰ
عما یصفون۔ ویقولون لست مرسلا۔
قل عندی شہادۃ من اللہ فھل
انتم تؤمنون۔ انت وجیہ فی حضرتی
اخترتک لنفسی۔ اذا غضبت غضبت
وکلما احببت احببت۔ یحمدک

اللہ من عرشہ۔ یحمدک اللہ ویمشی
الیک۔ انت منی بمنزلۃ لا یعلمھا
الخلق۔ انت منی بمنزلۃ توحیدی
وتفریدی۔ انت من ماءنا وھم
من فشل۔ الحمد للہ الذی
جعلک المسیح ابن مریم۔ وعلمک ما
لم تعلم۔ قالوا انی لک ھذا قل
ھو اللہ عجیب لا راد لفضلہ۔ لا
یسئل عما یفعل وھم یسئلون۔
ان ربک فعال لما یرید۔ خلق
آدم فاکرمہ۔ اردت ان استخلف
فخلقت آدم۔ وقالوا اتجعل فیھا
من یفسد فیھا قال انی اعلم ما
لا تعلمون۔ یقولون ان ھذا الا اختلاق
قل اللہ ثم ذرھم فی خوضھم
یلعبون۔ وبالحق انزلناہ وبالحق
نزل۔ وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین
یا احمدی انت مرادی ومعی۔ سرک
سری۔ شانک عجیب واجرک
قریب۔ انی آثرتک واخترتک
یاتی علیک زمن کمثل زمن موسیٰ
ولا تخاطبنی فی الذین ظلموا انھم
مغرقون۔ ویمکرون ویمکر اللہ
واللہ خیر الماکرین۔ انہ کریم تمشی
امامک وعادی لک من عادی
وسوف یعطیک ربک فترضیٰ۔
انا نرث الارض ناکلھا من
اطرافھا۔ لتنذر قوما ما انذر
اباءھم ولتستبین سبیل المجرمین۔
قل انی امرت وانا اول المؤمنین

قل یوحی الیّ انما الٰھکم الٰہ واحد
والخیر کلہ فی القرآن لا یمسہ
الا المطھرون۔ فبای حدیث
بعدہ تؤمنون۔ یریدون ان لا
یتم امرک۔ وما کان اللہ لیترکک
حتی یمیز الخبیث من الطیب۔
ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ
ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ
وکان وعد اللہ مفعولا۔ ان
وعد اللہ اتیٰ۔ ورکل ورکیٰ۔
یعصمک اللہ من عدا۔ ویسطوا
بکل من سطا۔ حل غضبہ علی
الارض۔ ذلک بما عصوا وکانوا
یعتدون۔ الامراض تشاع و
النفوس تضاع۔ امر من السماء
امر من اللہ العزیز الاکرم
ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی
یغیروا ما بانفسھم۔ انہ اوی
القریۃ۔ لا عاصم الیوم الا اللہ۔
اصنع الفلک باعیننا ووحینا۔
انہ معک ومع اھلک۔ انی
احافظ کل من فی الدار۔ الا
الذین علوا من استکبار۔ واحافظک
خاصۃ۔ سلام قولا من رب
رحیم۔ سلام علیکم طبتم۔ و
امتازوا الیوم ایھا المجرمون۔
انی مع الرسول اقوم وافطر و
اصوم۔ والوم من یلوم۔ واعطیک
ما یدوم۔ واجعل لک انوار
القدوم۔ ولن ابرح الارض الی

الرّوسنت المعلوم۔ انّی اَنَا الصَّاعِقَۃ وَ اِنّی الرَّحْمٰنُ ذُوالُّلطْفِ وَ النَّدٰی

ترجمہ خدا کا امر آرہا ہے پس تم جلدی مت کرو یہ خوشخبری ہے جو قدیم سے نبیوں کو ملتی رہی ہے خدا اُن کے ساتھ ہے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں یعنی ادب اور حیا اور خوف الٰہی کی پابندی سے اُن باطنی راہوں کو بھی چھوڑتے ہیں جن میں معصیت اور نافرمانی کا گمان ہو سکتا ہے اور دلیری سے کوئی قدم نہیں اُٹھاتے بلکہ ڈرتے ڈرتے کسی فعل یا قول کے بجالانے کا قصد کرتے ہیں اور خدا اُن کے ساتھ ہے جو اُسکے ساتھ اخلاص اور اُسکے بندوں سے نیکی بجالاتے ہیں + وہ قوی اور غالب ہے وہ ہر ایک امر پر غالب ہے مگر اکثر لوگ نہیں جانتے جب وہ ایک بات کو چاہتا ہے تو کہتا ہے ہو پس وہ بات ہو جاتی ہے کیا تم مجھ سے بھاگ سکتے ہو اور ہم مجرموں سے انتقام لیں گے کہتے ہیں کہ یہ تو صرف انسان کا قول ہے اور ان باتوں میں دوسروں نے اس شخص کی مدد کی ہے یہ تو جاہل ہے یا مجنون ہے انکو کہدے کہ اگر تم خدا کو دوست رکھتے ہو تو آؤ میری پیروی کرو تا خدا بھی تمھیں دوست رکھے اور جو لوگ تجھ سے ٹھٹھا کرتے ہیں ہم اُنکے لیے کافی ہیں جب اُس شخص کی اہانت کروں گا جو تیری اہانت کے درپے ہے اور میں اُس شخص کی مدد کروں گا جو تیری مدد کرنا چاہتا ہے۔ میں ہوں جو میرے پاس ہوکر میرے رسول ڈرا نہیں کرتے جب خدا کی مدد اور فتح آئیگی اور تیرے رب کا کلمہ پورا ہو جائے گا تو کہا جائے گا کہ یہ وہی ہے جسکے بارے میں تم جلدی کرتے تھے۔ اور جب اُنکو کہا جاتا ہے کہ زمین پر فساد مت کرو تو کہتے ہیں کہ ہم تو اصلاح کرتے ہیں خبردار ہو کہ وہی مفسد ہیں اور تجھے انھوں نے ہنسی اور ٹھٹھے کی جگہ بنا رکھا ہے اور ٹھٹھا مار کر کہتے ہیں کہ کیا یہ وہی شخص ہے کہ جو خدا نے مبعوث فرمایا یہ لوگ انکی باتیں ہیں اور اصل بات یہ ہے کہ ہمنے ان کے سامنے حق پیش کیا ہیں وہ حق کے قبول کرنے سے کراہت کر رہے ہیں اور جن لوگوں نے ظلم کیا ہے وہ عنقریب جان لیں گے کہ وہ کس طرف پھیرے جائیں گے خدا ان تہمتوں سے پاک اور برتر ہے جو اُسپر لگا رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ تو خدا کی طرف سے بھیجا ہوا نہیں انکو کہدے کہ خدا کی میرے پاس گواہی موجود ہے پس کیا تم ایمان لاتے ہو۔ تو میری درگاہ میں وجیہ ہے میں نے اپنے لیے تجھے چن لیا جب تو کسی پر ناراض ہو تو میں اُسپر ناراض ہوتا ہوں اور ہر ایک چیز جس سے تو پیار کرتا ہے میں بھی اُس سے پیار کرتا ہوں خدا اپنے عرش سے تیری تعریف کرتا ہے

خدا تیری تعریف کرتا ہے اور تیری طرف چلا آتا ہے تو مجھ سے اُس مرتبہ پر ہے جسکو دنیا نہیں جانتی تو مجھسے ایسا ہے جیسا کہ میری توحید اور تفرید تو ہمارے پانی سے ہے اور وہ لوگ فشل سے۔ اُس خدا کو حمد ہے جس نے تجھے مسیح ابن مریم بنایا اور تجھکو وہ باتیں سکھلائیں جن کی تجھکو خبر نہ تھی لوگوں نے کہا کہ یہ مرتبہ تجھے کہاں سے اور کیونکر مل سکتا ہے انکو کہدے کہ میرا خدا عجیب ہے اُس کے فضل کو کوئی رد نہیں کر سکتا جو کام وہ کرتا ہے اُس سے پوچھا نہیں جاتا کہ ایسا کیوں کیا مگر لوگ اپنے اپنے کاموں سے پوچھے جاتے ہیں تیرا رب جو چاہتا ہے کرتا ہے اُس نے اس آدم کو پیدا کر کے اسکو بزرگی دی میں نے اس زمانہ میں ارادہ کیا کہ اپنا ایک خلیفہ زمین پر قائم کروں۔ پس میں نے اس آدم کو پیدا کیا اور لوگوں نے کہا کہ کیا تو ایسا شخص اپنا خلیفہ بناتا ہے جو زمین پر فساد کرتا ہے یعنی پھوٹ ڈالتا ہے تو خدا نے انھیں کہا کہ جن باتوں کا مجھے علم ہے تمھیں وہ باتیں معلوم نہیں۔ اور کہتے ہیں کہ یہ ایک بناوٹ ہے کہہ خدا ہے جس نے یہ سلسلہ قائم کیا پھر یہ کہکر انکو اپنے لہو و لعب میں چھوڑ دے اور ہمنے حق کے ساتھ اسکو اُتارا اور ضرورۃ حقہ کے موافق وہ اُترا اور ہمنے تجھے تمام دنیا کے لیے ایک عام رحمت کر کے بھیجا ہے۔ اے میرے احمد تو میری مراد ہے اور میرے ساتھ ہے تیرا بھید میرا بھید ہے تیری شان عجیب ہے اور اجر قریب ہے میں نے تجھے روشن کیا اور میں نے تجھے چنا تیرے پر ایک ایسا زمانہ آئے گا جیسا کہ موسیٰ پر زمانہ آیا تھا اور تو اُن لوگوں کے بارے میں میری جناب میں شفاعت مت کر جو ظالم ہیں کیونکہ وہ غرق کیے جائیں گے اور یہ لوگ مکر کرینگے۔ اور خدا بھی اُن سے مکر کرے گا اور خدا تعالیٰ بہتر مکر کرنے والا ہے وہ کریم ہے جو تیرے آگے آگے چلتا ہے اور اُسکو وہ اپنا دشمن قرار دیتا ہے جو تجھسے دشمنی کرتا ہے اور وہ عنقریب تجھے وہ چیزیں دے گا جن سے تو راضی ہو جائے گا ہم زمین کے وارث ہوں گے اور ہم اُسکو اُسکے طرفوں سے کھاتے جاتے ہیں تاکہ تو اُس قوم کو ڈراوے جن کے باپ دادے ڈرائے نہیں گئے اور تا کہ مجرموں کی راہ کھل جائے کہہ میں مامور ہوں اور میں سب سے پہلے مومن ہوں۔ کہہ میرے پر یہ وحی نازل ہوتی ہے کہ تمھارا خدا ایک خدا ہے اور تمام خیر قرآن میں ہے اسکے حقائق معارف تک وہی لوگ پہونچتے ہیں جو پاک کیے جاتے ہیں پس تم اُسکے بعد یعنی اُسکو چھوڑ کر کس حدیث پر ایمان لاؤ گے یہ لوگ ارادہ کرتے

ہیں کہ کچھ ایسی کوشش کریں کہ تیرا امر ناتمام رہ جائے لیکن خدا یہی چاہتا ہے کہ تیری بات کو کمال تک پہونچا وے۔ اور خدا ایسا نہیں ہے کہ قبل اسکے جو پاک اور پلید میں فرق کر کے دکھلاوے تجھے چھوڑ دے۔ خدا وہ خدا ہے جس نے اپنے رسول کو (یعنی اس عاجز کو) ہدایت اور دین حق دیکر اس غرض سے بھیجا ہے تا وہ اس دین کو تمام دینوں پر غالب کرے اور خدا کا وعدہ ایکدن ہونا ہی تھا خدا کا وعدہ آگیا اور ایک پیر اُس نے زمین پر مارا اور خلل کی اصلاح کی۔ خدا تجھے دشمنوں سے بچائے گا اور اُس شخص پر حملہ کرے گا کہ جو ظلم کی راہ سے تیرے پر حملہ کرے گا اُس کا غضب زمین پر اُترا آیا کیونکہ لوگوں نے معصیت پر کمر باندھی اور وہ حد سے گذر گئے۔ بیماریاں ملک میں پھیلائی جائیں گی اور طرح طرح کے اسباب سے جانیں تلف کی جائیں گی یہ امر آسمان پر قرار پا چکا ہے یہ اُس خدا کا امر ہے جو غالب اور بزرگ ہے جو کچھ قوم پر نازل ہوا خدا اُسکو نہیں بدلائے گا جبتک کہ وہ لوگ اپنے دلوں کی حالتیں نہ بدلالیں وہ اُس گاؤں کو جو قادیان ہے کسی قدر ابتلا کے بعد اپنی پناہ میں لے لے گا ✱ آج خدا کے سوا کوئی بچانے والا نہیں ہماری آنکھوں کے سامنے اور ہماری وحی سے کشتی بنا وہ قادر خدا تیرے ساتھ اور تیرے لوگوں کے ساتھ ہے میں ہر ایک کو جو تیرے گھر کے اندر ہے بچاؤں گا مگر وہ لوگ جو میرے مقابل پر تکبر سے اپنی تئیں نافرمان اور دنیا دار رکھتے ہیں یعنی پورے طور پر اطاعت نہیں کرتے اور خاص کر میری حفاظت تیرے شامل حال رہے گی۔ خدائے رحیم کیطرف سے سلامتی ہے تمپر سلامتی ہے تم پاک نفس ہو اور اے مجرمو آج تم الگ ہو جاؤ۔ میں اس رسول کے ساتھ کھڑا ہوں گا اور افطار کروں گا اور روزہ بھی رکھوں گا اور اُسکو ملامت کرونگا جو ملامت کرتا ہے اور تجھے وہ نعمت دونگا جو ہمیشہ رہیگی اور اپنی تجلی کے نور تجھمیں رکھ دوں گا اور میں اس زمین سے وقت مقدر تک علیحدہ نہیں ہونگا یعنی میری قہری تجلی میں فرق نہ آئے گا میں صاعقہ ہوں اور میں رحمان ہوں صاحب لطف اور بخشش

نوٹ ✱ اوی کا لفظ زبان عرب میں ایسے موقع پر استعمال ہوتا ہے کہ جب کسی شخصکو کسی قدر مصیبت یا ابتلا کے بعد اپنی پناہ میں لیا جائے اور کثر تمصائب اور تلف ہونے سے بچایا جائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ الم یجدک یتیما فاٰوٰی اسی طرح تمام قرآن شریف میں اٰوٰی اور اٰوینا کا لفظ ایسے ہی موقعوں پر استعمال ہوا ہے کہ جہاں کسی شخص یا کسی قوم کو کسی قدر تکلیف کے بعد پھر آرام دیا گیا۔ منہ

ذکر واقعۂ شہادتین

انھیں دنوں میں جب کہ متواتر یہ وحی خدا کی مجھ پر ہوئی اور نہایت زبردست اور قوی نشان ظاہر ہوئے اور میرا دعویٰ مسیح موعود ہونے کا دلائل کے ساتھ دنیا میں شائع ہوا۔ **خوست علاقہ حدود کابل** میں ایک بزرگ تک جن کا نام اخوند زادہ مولوی **عبد اللطیف** ہے کسی اتفاق سے میری کتابیں پہنچیں اور وہ تمام دلائل جو نقل اور عقل اور تائیدات سماوی سے میں نے اپنی کتابوں میں لکھے تھے وہ سب دلیلیں اُنکی نظر سے گذریں اور چونکہ وہ بزرگ نہایت پاک باطن اور اہل علم اور اہل فراست اور خداترس اور تقوے شعار تھے اسلیے ان کے دل پر ان دلائل کا قوی اثر ہوا اور انکو اس دعویٰ کی تصدیق میں کوئی وقت پیش نہ آئی۔ اور ان کے پاک کانشنس نے بلا توقف مان لیا کہ یہ شخص من جانب اللہ اور یہ دعوے صحیح ہے تب انھوں نے میری کتابوں کو نہایت محبت سے دیکھنا شروع کیا اور ان کی روح جو نہایت صاف اور مستعد تھی میری طرف کھینچی گئی یہاں تک کہ ان کے لیے بغیر ملاقات کے دور بیٹھے رہنا نہایت دشوار ہوگیا آخر اس زبردست کشش اور محبت اور اخلاص کا نتیجہ یہ ہوا کہ انھوں نے اس غرض سے کہ ریاست کابل سے اجازت حاصل ہو جائے حج کے لیے مصمم ارادہ کیا اور امیر کابل سے اس سفر کے لیے درخواست کی چونکہ وہ امیر کابل کی نظر میں ایک برگزیدہ عالم اور تمام علما کے سردار سمجھے جاتے تھے اس لیے نہ صرف انکو اجازت ہوئی بلکہ امداد کے طور پر کچھ روپیہ بھی دیا گیا۔ سو وہ اجازت حاصل کرکے قادیان پہونچے اور جب مجھ سے انکی ملاقات ہوئی تو قسم اُس خدا کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں نے اُن کو اپنی پیروی اور اپنے دعوے کی تصدیق میں ایسا فنا شدہ پایا کہ جس سے بڑھ کر انسان کے لیے ممکن نہیں اور جیسا کہ ایک شیشہ عطر سے بھرا ہوا ہوتا ہے ایسا ہی میں نے انکو اپنی محبت سے بھرا ہوا پایا اور جیسا کہ اُن کا چہرہ نورانی تھا ایسا ہی اُن کا دل مجھے نورانی معلوم ہوتا تھا اس بزرگ مرحوم میں نہایت قابل رشک یہ صفت تھی کہ درحقیقت وہ **دین کو دنیا پر مقدم** رکھتا تھا اور وہ درحقیقت اُن راستبازوں میں سے تھا جو خدا سے ڈر کر اپنے تقوی اور اطاعت الٰہی کو انتہا تک پہونچاتے ہیں۔ اور خدا کے خوش کرنے کے لیے اور اُسکی رضا حاصل کرنے کے لیے اپنی جان اور عزت اور مال کو ایک ناکارہ خس وخاشاک کی طرح اپنے ہاتھ سے چھوڑ دینے کو طیار ہوتے ہیں۔ اُسکی ایمانی قوت اسقدر بڑھی ہوئی تھی کہ اگر میں اُسکو ایک بڑے سے بڑے پہاڑ سے تشبیہ دوں تو میں ڈرتا ہوں کہ میری تشبیہ ناقص نہ ہو۔ اکثر لوگ باوجود بیعت کے اور باوجود میرے دعوے کی تصدیق کے پھر دنیا کو دین پر مقدم رکھنے کے زہریلے تخم سے بکلی نجات نہیں پاتے بلکہ کچھ ملونی اُن میں باقی رہ جاتی ہے اور ایک پوشیدہ بخل خواہ وہ جان کے متعلق ہو خواہ آبرو کے متعلق اور خواہ مال کے اور خواہ اخلاقی حالتوں کے متعلق ان کے ناتمام نفسوں میں پایا جاتا ہے اسی وجہ سے اُنکی نسبت ہمیشہ میری حالت یہ رہتی ہے کہ میں ہمیشہ کسی خدمت دینی کے پیش کرنے کے وقت ڈرتا رہتا ہوں کہ انکو ابتلا پیش نہ آوے اور اس خدمت کو اپنے پر ایک بوجھ سمجھکر اپنی بیعت کو الوداع نہ کہدیں لیکن میں کن **الفاظ** سے اس **بزرگ مرحوم** کی تعریف کروں جس نے اپنے مال اور آبرو اور جان کو میری پیروی میں یوں پھینکدیا کہ جسطرح کوئی ردی چیز پھینک دی جاتی ہے۔ اکثر لوگوں کو میں دیکھتا ہوں کہ انکا اول اور آخر برابر نہیں ہوتا اور ادنیٰ سی ٹھوکر یا شیطانی وسوسہ یا بد صحبت سے وہ گر جاتے ہیں مگر اس جوانمرد مرحوم کی اس استقامت کی تفصیل میں کن الفاظ سے بیان کروں کہ وہ نور یقین میں دمبدم ترقی کرتا گیا اور جب وہ میرے پاس پہونچا تو میں نے اُنسے دریافت کیا کہ کن دلائل سے آپ نے مجھے شناخت کیا تو انھوں نے فرمایا کہ سب سے پہلے قرآن ہے جس نے آپ کی طرف میری رہبری کی اور فرمایا کہ میں ایک ایسی طبیعت کا آدمی تھا کہ پہلے سے فیصلہ کرچکا تھا کہ یہ زمانہ جس میں ہم ہیں اس زمانہ کے اکثر مسلمان اسلامی روحانیت سے بہت دور جا پڑے ہیں۔ وہ اپنی زبانوں سے کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے مگر انکے دل مومن نہیں۔ اور ان کے اقوال اور افعال بدعت اور شرک اور انواع واقسام کی معصیت سے پُر ہیں۔ ایسا ہی بیرونی حملے بھی انتہا تک پہونچ گئے ہیں اور اکثر دل تاریک پردوں میں ایسے بحیثیں و حرکت ہیں کہ گویا مرگئے ہیں اور وہ دین اور وہ تقوی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لائے تھے جسکی تعلیم صحابہ رضی اللہ عنہم کو دی گئی تھی اور وہ صدق اور یقین اور ایمان جو اس پاک جماعت کو ملا تھا بلا شبہ اب وہ بباعث کثرت غفلت کے مفقود ہے اور شاذ و نادر حکم معدوم کا رکھتا ہے ایسا ہی میں دیکھ رہا تھا کہ اسلام ایک مردہ کی حالت میں ہو رہا ہے اور اب وہ وقت آگیا ہے کہ پردہ غیب سے کوئی منجانب اللہ مجدد دین پیدا ہو۔ بلکہ میں روز بروز اس اضطراب میں تھا کہ وقت تنگ ہوتا جاتا ہے انھیں دنوں میں یہ آواز میرے کانوں تک پہونچی کہ ایک شخص نے قادیان ملک پنجاب میں مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور میں بڑی کوشش سے چند کتابیں آپ کی تالیف کردہ بہم پہونچائیں اور انصاف کی نظر سے ان پر غور کرکے پھر قرآن کریم پر انکو عرض کیا تو قرآن شریف کو ان کے ہر ایک بیان کا مصدق پایا پس وہ بات جس نے پہلے پہل مجھے اس طرف حرکت دی وہ یہی ہے کہ میں نے دیکھا کہ ایکطرف تو قرآن شریف بیان کر رہا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے اور واپس نہیں آئیں گے اور دوسری طرف وہ موسوی سلسلہ کے مقابل پر اس اُمت کو وعدہ دیتا ہے کہ وہ اس اُمت کی مصیبت اور ضلالت کے دنوں میں اُن خلیفوں کے رنگ میں خلیفے بھیجتا رہے گا جو موسوی سلسلہ کے قائم اور بحال رکھنے کے لیے بھیجے گئے تھے سو چونکہ ان میں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک ایسے خلیفے تھے جو موسوی سلسلہ کے آخر میں پیدا ہوئے اور نیز وہ ایسے خلیفے تھے کہ جو لڑائی کے لیے مامور نہیں ہوئے تھے اس لیے خدا تعالیٰ کے کلام سے ضرور یہ سمجھا جاتا ہے کہ ان کے رنگ پر بھی اس اُمت میں آخری زمانہ میں کوئی پیدا ہو۔ اسی طرح سے بہت سے کلمات معرفت اور دانائی کے ان کے منہ سے میں نے سُنے جو بعض یاد رہے اور بعض بھول گئے اور وہ کئی مہینے تک میرے پاس رہے اور اس قدر انکو میری باتوں میں دلچسپی ہوئی کہ انھوں نے میری باتوں کو حج پر ترجیح دی اور کہا کہ میں اس علم کا محتاج ہوں جس سے ایمان قوی ہو اور علم عمل پر مقدم ہے۔ سو میں نے اُن کو مستعد پاکر جہاں تک میرے لیے ممکن تھا اپنے معارف اُن کے دل میں ڈالے اور اسطرح اُن کو سمجھایا کہ دیکھو یہ بات بہت صاف ہے کہ اللہ جل شانہ قرآن شریف میں فرماتا ہے اِنَّا اَرْسَلْنَا اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَا اَرْسَلْنَا اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا جسکے یہ معنے ہیں کہ ہمنے ایک رسول کو جو تم پر گواہ ہے یعنی اس بات کا گواہ کہ تم کیسی خراب حالت میں ہو تمہاری طرف موسیٰ رسول کی مانند بھیجا ہے جو فرعون کی طرف بھیجا گیا تھا سو اس آیت میں اللہ جل شانہ نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مثیل موسیٰ ٹھیرایا ہے۔ پھر سورہ نور میں سلسلہ خلافت محمدیہ کو سلسلہ خلافت موسویہ کا مثیل ٹھیرا دیا ہے سو کم سے کم تحقق مشابہت کے لیے

یہ ضروری ہے کہ دونوں سلسلوں کے اول اور آخر میں نمایاں مشابہت ہو یعنی یہ ضروری ہے کہ اس سلسلہ کے اول پر مثیل موسیٰ ہو اور اس سلسلہ کے آخر میں مثیل عیسیٰ ۔ اور ہمارے مخالف علما یہ تو مانتے ہیں کہ سلسلۂ ملت اسلامیہ مثیل موسیٰ سے شروع ہوا مگر وہ سراسر ہٹ دھرمی سے اس بات کو قبول نہیں کرتے کہ خاتمہ اس سلسلہ کا مثیل عیسیٰ پر ہوگا ۔ اور اس صورت میں وہ عمداً قرآن شریف کو چھوڑتے ہیں کیا یہ سچ نہیں ہے کہ قرآن شریف نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو مثیل موسیٰ قرار دیا ہے اور کیا یہ سچ نہیں ہے کہ قرآن شریف نے نہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مثیل موسیٰ قرار دیا بلکہ آیت کما استخلف الذین من قبلھم میں تمام سلسلہ خلافت محمدیہ کو سلسلہ خلافت موسویہ کا مثیل قرار دیدیا ہے ۔ پس اس صورت میں قطعاً وجوباً لازم آتا ہے کہ سلسلۂ خلافت اسلامیہ کے آخر میں ایک مثیل عیسیٰ پیدا ہو اور چونکہ اول و آخر کی مشابہت ثابت ہونے سے تمام سلسلہ کی مشابہت ثابت ہو جاتی ہے اس لیے خدا تعالیٰ نے پاک نبیوں کی کتابوں میں جا بجا انہیں دونوں مشابہتوں پر زور دیا ہے بلکہ اول اور آخر کے دشمنوں میں بھی مشابہت ثابت کی گئی ہے جیسا کہ ابوجہل کو فرعون سے مشابہت دی گئی ہے اور آخری مسیح کے مخالفین کو یہود مغضوب علیہم سے اور آیت کما استخلف الذین من قبلھم میں یہ بھی اشارہ کر دیا ہے کہ آخری خلیفہ اس اُمت کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایسے زمانہ میں آئے گا جو وہ زمانہ اپنی مدت میں اُس زمانہ کی مانند ہوگا جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد آئے تھے یعنی چودھویں صدی میں کیونکہ کما کا لفظ جس مشابہت کو چاہتا ہے اس میں زمانہ کی مشابہت بھی داخل ہے تمام فرقے یہود و نصاریٰ کے اس بات پر متفق ہیں کہ عیسیٰ بن مریم نے جس زمانہ میں دعویٰ نبوۃ کیا وہ زمانہ حضرت موسیٰ سے چودھویں صدی تھی اور عیسائیوں میں سے پروٹسٹنٹ مذہب والے خیال کرتے ہیں کہ پندرھویں صدی موسوی سے کچھ سال گذر چکے تھے جب حضرت عیسیٰ نے دعویٰ نبوۃ کیا اور پروٹسٹنٹ کا قول یہودیوں کے متفق علیہ قول کے مقابل پر کچھ چیز نہیں ۔ اور اگر اُس کی صحت بھی مان لیں تو اسقدر قلیل فرق سے مشابہت میں کچھ فرق نہیں آتا بلکہ مشابہت ایک قلیل فرق کو چاہتی ہے ۔ ایسا ہی قرآن شریف کی رو سے سلسلہ محمدیہ سلسلہ موسویہ سے ہر ایک نیکی اور بدی میں مشابہت رکھتا ہے اسی کی طرف ان آیتوں میں اشارہ ہے کہ ایک جگہ یہود کے حق میں لکھا ہے فینظر کیف تعملون ۔ دوسری جگہ مسلمانوں کے حق میں لکھا ہے لننظر کیف تعملون ۔ ان دونوں آیتوں کے یہ معنی ہیں کہ خدا تمہیں خلافت اور حکومت عطا کر کے پھر دیکھے گا کہ تم راستبازی پر قائم رہتے ہو یا نہیں ۔ ان آیتوں میں جو الفاظ یہود کے لیے استعمال کیے ہیں وہی مسلمانوں کے لیے یعنی ایک ہی آیت کے پیرایہ میں ان دونوں کو رکھا ہے پس ان آیتوں سے بڑھ کر اس بات کے لیے اور کونسا ثبوت ہو سکتا ہے کہ خدا نے بعض مسلمانوں کو یہود قرار دیدیا ہے اور صاف اشارہ کر دیا ہے کہ جن بدیوں کے یہود مرتکب ہوئے تھے یعنی علما اُن کے اس اُمت کے علما بھی انہیں بدیوں کے مرتکب ہونگے اور اسی مفہوم کی طرف آیت غیر المغضوب علیہم میں بھی اشارہ ہے کیونکہ اس آیت میں باتفاق کل مفسرین مغضوب علیہم سے مراد وہ یہود ہیں جن پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے انکار کی وجہ سے غضب نازل ہوا تھا اور احادیث صحیحہ میں مغضوب علیہم سے مراد وہ یہود ہیں جو مورد غضب الٰہی دنیا میں ہی ہوئے تھے اور قرآن شریف بھی گواہی دیتا ہے کہ یہود کو مغضوب علیہم ٹھہرانے کے لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان پر لعنت جاری ہوئی تھی ۔ پس یقینی اور قطعی طور پر مغضوب علیہم سے مراد وہ یہود ہیں جنہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی پر ہلاک کرنا چاہا تھا ۔ اب خدا تعالیٰ کا یہ دعا سکھلانا کہ خدایا ایسا کر کہ ہم وہی یہودی نہ بن جائیں جنہوں نے عیسیٰ کو قتل کرنا چاہا تھا صاف بتلا رہا ہے کہ اُمت محمدیہ میں بھی ایک عیسیٰ پیدا ہونے والا ہے ورنہ اس دعا کی کیا ضرورت تھی ۔ اور نیز جبکہ آیات مذکورہ بالا سے ثابت ہوتا ہے کہ کسی زمانہ میں بعض علماء مسلمان بالکل علماء یہود سے مشابہ ہو جائیں گے اور یہود بن جائیں گے پھر یہ کہنا کہ ان یہودیوں کی اصلاح کے لیے اسرائیلی عیسیٰ آسمان سے نازل ہوگا بالکل غیر معقول بات ہے کیونکہ اول تو باہر سے ایک نبی کے آنے سے مہر ختم نبوت ٹوٹتی ہے اور قرآن شریف صریح طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء ٹھہراتا ہے ۔ ماسوا اس کے قرآن شریف کی رو سے یہ اُمت خیر الامم کہلاتی ہے پس اس کی اس سے زیادہ بے عزتی اور کوئی نہیں ہو سکتی کہ یہود بننے کے لیے تو یہ اُمت ہو مگر عیسیٰ باہر سے آوے اگر یہ سچ ہے کہ کسی زمانہ میں اکثر علماء اس اُمت کے یہودی بن جائیں گے یعنی یہود خصلت ہو جائیں گے تو پھر یہ بھی سچ ہے کہ ان یہود کے درست کرنے کے لیے باہر سے عیسیٰ نہیں آئے گا بلکہ جیسا کہ بعض افراد کا نام یہود رکھا گیا ہے ایسا ہی اس کے مقابل پر ایک فرد کا نام عیسیٰ بھی رکھا جائے گا ۔ اس بات کا انکار نہیں ہو سکتا کہ قرآن اور حدیث دونوں نے بعض افراد اس اُمت کا نام یہود رکھا ہے جیسا کہ آیت غیر المغضوب علیہم سے بھی ظاہر ہے کیونکہ اگر بعض افراد اس اُمت کے یہودی بننے والے نہ ہوتے تو دعا مذکورہ بالا ہرگز نہ سکھائی جاتی ۔ جب سے دنیا میں خدا کی کتابیں آئی ہیں خدا تعالیٰ کا ان میں یہی محاورہ ہے کہ جب کسی قوم کو ایک بات سے منع کرتا ہے کہ مثلاً زنا نہ کرو یا چوری نہ کرو یا یہودی نہ بنو تو اس منع کے اندر یہ پیشگوئی مخفی ہوتی ہے کہ بعض ان میں سے ارتکاب ان جرائم کا کرینگے دنیا میں کوئی شخص ایسی نظیر پیش نہیں کر سکتا کہ ایک جماعت یا ایک قوم کو خدا تعالیٰ نے کسی ناکردنی کام سے منع کیا ہو اور پھر وہ سب کے سب اُس کام سے باز رہے ہوں ۔ بلکہ ضرور بعض اس کام کے مرتکب ہو جاتے ہیں ۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے توریت میں یہودیوں کو یہ حکم دیا کہ تم نے توریت کی تحریف نہ کرنا سو اس حکم کا نتیجہ یہ ہوا کہ بعض یہود نے توریت کی تحریف کی ۔ مگر قرآن شریف میں خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کو کہیں یہ حکم نہیں دیا کہ تم نے قرآن کی تحریف نہ کرنا بلکہ فرمایا کہ انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون ۔ یعنی ہم نے ہی قرآن شریف کو اُتارا اور ہم ہی اُسکی محافظت کرینگے اسی وجہ سے قرآن شریف تحریف سے محفوظ رہا ۔ غرض یہ قطعی اور یقینی اور مسلم سنت الٰہی ہے کہ جب خدا تعالیٰ کسی کتاب میں کسی قوم یا جماعت کو ایک بُرے کام سے منع کرتا ہے یا نیک کام کے لیے حکم فرماتا ہے تو اُس کے علم قدیم میں یہ ہوتا ہے کہ بعض لوگ اس کے حکم کی مخالفت بھی کرینگے پس خدا تعالیٰ کا سورہ فاتحہ میں یہ فرمانا کہ تم دعا کیا کرو کہ تم وہ یہودی نہ بنو جنہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو سولی دینا چاہا تھا جس سے دنیا میں ہی ان پر غضب الٰہی کی مار پڑی ۔ اس سے صاف سمجھا جاتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے علم میں یہ مقدر تھا کہ بعض افراد اس اُمت کے جو علماء اُمت کہلائیں گے اپنی شرارتوں اور تکذیب مسیح وقت کی وجہ سے یہودیوں کا جامہ پہن لیں گے ورنہ ایک لغو دعا کے سکھلانے کی کچھ ضرورت نہ تھی ۔ یہ تو ظاہر ہے کہ علماء اس اُمت کے اسطرح کے یہودی نہیں بن سکتے کہ وہ [illegible] ان میں سے بن جائیں اور پھر اس عیسیٰ بن مریم کو جو مدت سے اس دنیا سے گذر چکا ہے سولی دینا چاہیں کیونکہ اس زمانہ میں نہ وہ یہودی اس زمین پر موجود ہیں نہ وہ عیسیٰ موجود ہے پس ظاہر ہے کہ اس آیت میں ایک آئندہ واقعہ کی

طرف اشارہ ہے اور یہ بتلانا منظور ہے کہ اس اُمت میں عیسیٰ مسیح کے رنگ میں آخری زمانہ میں ایک شخص مبعوث ہوگا اور اس کے وقت کے بعض علماء اسلام اُن یہودی علماء کی طرح اُسکو دکھ دیں گے جو عیسیٰ علیہ السلام کو دکھ دیتے تھے اور اُنکی شان میں بدگوئی کریں گے بلکہ احادیث صحیحہ سے یہی سمجھا جاتا ہے کہ یہودی بننے کے یہ معنے ہیں کہ یہودیوں کی بداخلاق اور بدعادات علماء اسلام میں پیدا ہو جائیں گے اور گو بظاہر مسلمان کہلائیں گے مگر اُن کے دل مسخ ہو کر ان یہودیوں کے رنگ سے رنگین ہو جائیں گے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دکھ دیکر مورد غضب الٰہی ہوئے تھے ہیں جبکہ یہودی یہی بنیں گے جو مسلمان کہلاتے ہیں تو کیا یہ اس اُمت مرحومہ کی بعزتی نہیں کہ یہودی بننے کے لیے تو یہ مقرر کیے جائیں مگر مسیح جو ان یہودیوں کو درست کرے گا وہ باہر سے آئے گا یہ تو قرآن شریف کے منشا کے سراسر خلاف ہے قرآن شریف نے سلسلہ محمدیہ کو ہر ایک نیکی و بدی میں سلسلہ موسویہ کے مقابل رکھا ہے نہ صرف بدی میں ماسوا اس کے آیۃ غیر المغضوب علیھم کا صریح یہ منشا ہے کہ وہ لوگ یہودی اس لیے کہلائیں گے کہ خدا کے مامور کو جو اُن کی اصلاح کے لیے آئے گا بنظر تحقیر و انکار دیکھیں گے اور اسکی تکذیب کریں گے اور اُسکو قتل کرنا چاہیں گے اور اپنے قوی غضبیہ کو اُسکی مخالفت میں بھڑکائیں گے اس لیے عند آسمان پر مغضوب علیہم کہلائیں گے اُن یہودیوں کی مانند جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مکذب تھے جس تکذیب کا آخر کار نتیجہ یہ ہوا تھا کہ سخت طاعون یہود میں پڑی تھی اور بعد اس کے طیطوس رومی کے ہاتھ سے وہ نیست و نابود کیے گئے تھے پس آیت غیر المغضوب علیھم سے ظاہر ہے کہ دنیا میں ہی کوئی غضب اُن پر نازل ہوگا کیونکہ آخرت کے غضب میں تو ہر ایک شریک ہے اور آخرت کے لحاظ سے تمام کافر مغضوب علیہم ہیں پھر کیا وجہ کہ خدا تعالیٰ نے اس آیت میں خاص کر کے ان یہودیوں کا نام مغضوب علیہم رکھا جنہوں نے حضرت عیسیٰ کو سولی دینا چاہا تھا بلکہ اپنی دانست میں سولی دے چکے تھے۔ پس یاد رہے کہ ان یہودیوں کو مغضوب علیہم کی خصوصیت اس لیے دی گئی کہ دنیا میں ہی اُن پر غضب بھی نازل ہوا تھا اور اسی بنا پر سورہ فاتحہ میں اس اُمت کو یہ دعا سکھلائی گئی کہ خدایا ایسا کر کہ ہم یہودی بننے سے بچ جائیں یہ ایک پیشگوئی تھی جس کا یہ مطلب تھا جب اس اُمت کا مسیح مبعوث ہوگا تو اس کے مقابل پر وہ یہودی بھی پیدا ہو جائیں گے جن پر اسی دنیا میں خدا کا غضب نازل ہوگا۔ پس اس دعا کا یہ مطلب تھا

کہ یہ مقدر ہے کہ تم میں سے بھی ایک مسیح پیدا ہوگا اور اُس کے مقابل پر یہود پیدا ہوں گے جن پر دنیا میں ہی غضب نازل ہوگا سو تم دعا کرتے رہو کہ تم ایسے نہ بن جاؤ۔

یہ بات یاد رکھنے کے لائق ہے کہ یوں تو ہر ایک کافر قیامت میں مورد غضب الٰہی ہے لیکن اس جگہ مراد غضب سے دنیا کا غضب ہے جو مجرموں کے سزا دینے کے لیے دنیا میں ہی نازل ہوتا ہے اور وہ یہودی جنہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دکھ دیا تھا اور بموجب نص قرآن کریم اُنکی زبان پر لعنتی کہلائے تھے وہ وہی لوگ تھے جن پر دنیا میں ہی عذاب کی مار پڑی تھی یعنی اول سخت طاعون سے وہ ہلاک کیے گئے تھے اور پھر جو باقی رہ گئے تھے وہ طیطوس رومی کے ہاتھ سے سخت عذاب کے ساتھ ملک سے منتشر کیے گئے تھے پس غیر المغضوب علیھم میں یہی عظیم الشان پیشگوئی مخفی ہے کہ وہ لوگ جو مسلمانوں میں سے یہودی کہلائیں گے وہ بھی ایک مسیح کی تکذیب کریں گے جو اُس پہلے مسیح کے رنگ پر آئے گا یعنی نہ وہ جہاد کرے گا اور نہ تلوار اُٹھائے گا بلکہ پاک تعلیم اور آسمانی نشانوں کے ساتھ دین کو پھیلائے گا اور اس آخری مسیح کی تکذیب کے بعد بھی دنیا میں طاعون پھیلے گی اور وہ سب باتیں پوری ہوں گی جو ابتدا سے سب نبی کہتے چلے آئے ہیں۔ اور یہ وسوسہ کہ آخری زمانہ میں وہی مسیح ابن مریم دوبارہ دنیا میں آجائیگا یہ تو قرآن شریف کے منشا کے سراسر برخلاف ہے جو شخص قرآن شریف کو ایک تقویٰ اور ایمان اور انصاف اور تدبر کی نظر سے دیکھیگا اُس پر روز روشن کی طرح کھل جائے گا کہ خداوند کریم قادر نے اس اُمت محمدیہ کو موسوی اُمت کے بالکل مقابل پیدا کیا ہے اُنکی اچھی باتوں کے بالمقابل پر اچھی باتیں دی ہیں اور اُنکی بری باتوں کے مقابل پر بری باتیں اس اُمت میں بعض ایسے ہیں جو انبیاء بنی اسرائیل سے مشابہت رکھتے ہیں اور بعض ایسے ہیں جو مغضوب علیہم یہود سے مشابہت رکھتے ہیں اُنکی ایسی مثال ہے جیسے ایک گھر ہے جس میں عمدہ عمدہ آراستہ کمرے موجود ہیں جو عالی شان اور مہذب لوگوں کے بیٹھنے کی جگہ ہے اور جس کے بعض حصہ میں پاخانے بھی ہیں اور بدرو بھی اور گھر کے مالک نے چاہا کہ اس محل کے مقابل پر ایک اور محل بنا دے کہ تا جو جو سامان اس پہلے محل میں تھا اس میں بھی موجود ہو سو یہ دوسرا محل اسلام کا محل ہے اور پہلا محل موسوی سلسلہ کا محل تھا۔ یہ دوسرا محل پہلے محل کا کسی بات میں محتاج نہیں۔ قرآن شریف توریت کا محتاج نہیں اور یہ اُمت کسی اسرائیلی نبی کی محتاج نہیں۔ ہر ایک کامل جو اس اُمت کے لیے آتا ہے وہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض سے پرورش یافتہ ہے اور اُسکی وحی محمدی وحی کی ظل ہے۔ یہی ایک نکتہ ہے جو سمجھنے کے لائق ہے افسوس ہمارے مخالف حضرت عیسیٰ کو دوبارہ لاتے ہیں نہیں سمجھتے کہ مطلب تو یہ ہے کہ اسلام کو فخر مشابہت حاصل ہو نہ یہ ذلت کہ کوئی اسرائیلی نبی آوے تا اُمت اصلاح پاوے

علاوہ اس کے یہ نہایت بیہودہ خیال ہے کہ ایسی لغو اعتقاد پر زور دیا جاوے جسکی خدا کی کتاب میں کوئی نظیر نہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آسمان پر چڑھنے کی درخواست کی گئی جیسا قرآن شریف میں مذکور ہے مگر وہ یہ کہکر نامنظور کی گئی کہ قل سبحٰن ربی ھل کنت الا بشرا رسولا تو کیا عیسیٰ بشر نہ تھا کہ اُسکو بغیر درخواست کے آسمان پر چڑھایا گیا۔ پھر قرآن شریف سے تو صرف رفع الی اللہ ثابت ہے جو ایک روحانی امر ہے رفع الی السماء اور یہودیوں کا اعتراض تو یہ تھا کہ جو شخص لکڑی پر لٹکایا جائے اُس کا رفع روحانی دوسرے نبیوں کی طرح خدا تعالیٰ کی طرف نہیں ہوتا اور یہی اعتراض دفع کرنے کے لائق تھا پس قرآن شریف نے کہاں اس اعتراض کو دفع کیا ہے یعنی تمام اس نزاع کی بنیاد یہ تھی کہ یہودی کہتے تھے کہ عیسیٰ مصلوب ہو گیا ہے اور جو شخص مصلوب ہو اُس کا خدا تعالیٰ کی طرف رفع نہیں ہوتا اس لیے عیسیٰ کا اور نبیوں کی طرح خدا تعالیٰ کی طرف رفع روحانی نہیں ہوا لہذا وہ مومن نہیں ہے اور نہ نجات یافتہ ہے اور چونکہ قرآن اسبات کا ذمہ وار ہے کہ پہلے جھگڑوں کا تصفیہ فرماوے لہذا اُس نے یہ فیصلہ فرمایا کہ عیسیٰ کا بھی دوسرے نبیوں کی طرح رفع ہوا ہے خدا نے تو ایک جھگڑے کا فیصلہ کرنا تھا۔ پس اگر خدا تعالیٰ نے ان آیتوں میں یہ فیصلہ کیا تو پھر بتلاؤ کہ کس مقام میں یہ فیصلہ کیا۔ کیا نعوذ باللہ اسطرح کی بدفہمی خدا تعالیٰ کی طرف منسوب ہو سکتی ہے کہ جھگڑا تو یہود کیطرف سے روحانی رفع کا تھا اور خدا یہ کہے کہ عیسیٰ مع جسم دوسرے آسمان پر بیٹھا ہے۔ ظاہر ہے کہ نجات کے لیے مع جسم آسمان پر جانا شرط نہیں صرف روحانی رفع شرط ہے۔ پس اسجگہ اس جھگڑے کے فیصلہ کے لیے بیان کرنا تھا کہ نعوذ باللہ عیسیٰ لعنتی نہیں ہے بلکہ ضرور رفع روحانی اُسکو نصیب ہوا ہے ماسوا اس کے قرآن شریف میں جو رفع کے پہلے توفی کا لفظ لایا گیا ہے یہ صریح اسبات پر قرینہ ہے کہ یہ وہ رفع ہے جو ہر ایک مومن کو موت کے بعد نصیب ہوتا ہے اور توفی کے یہ معنی کرنا کہ زندہ آسمان پر حضرت عیسیٰ اُٹھائے گئے یہ بھی یہودیوں کی طرح قرآن شریف کی تحریف ہے قرآن شریف اور تمام حدیثوں میں توفی کا لفظ قبض روح کے بارہ میں استعمال پایا ہے کسی مقام میں ان

تقریر حضرت اقدس امام علیہ السلام

چو کارِ عمر نہ پیداست بارے آں اولے
کہ روزِ واقعہ پیش نگار خود باشید

حضرت امام ہمام علیہ الصلوٰۃ والسلام بوقت ظہر حسب معمول اندر سے مسجد مبارک میں تشریف لائے اور حسب ترتیب نشست بحکم مولوی برہان الدین صاحب جہلمی سے مخاطب ہو کر دریافت فرمایا کہ آپکے چہرہ پر آثار پژمردگی و پریشانی و حیرانی کیسے نظر آرہے ہیں؟

عرض کی کہ حضور! وجہ تو صرف یہی ہے کہ اب دوسرا کنارہ یعنی جہان ثانی نظر آرہا ہے کیونکہ بوجہ پیرانہ سالی اب عالم آخرۃ کا ہی خیال رہتا ہے گنتی ہی کے دن اب باقی سمجھنے چاہئیں مزید برآں عارضہ ضعف اور پھر اسکے سریع الوقوع ہونے پر شاہد ہے اور ضعف کا یہ باعث ہے کہ ابتدا میں کچھ مراقبہ نفی و اثبات کا کسیقدر شغل رکھا ہے جس سے یہ عارضہ ضعف لاحق حال ہو گیا ہے۔ یہ سنکر **حضرت اقدس** نے ایک معانی خیز اور پر معارف لب و لہجہ کے ساتھ فرمایا کہ جب یہ حالت ہے تب تو ضرور ہے کہ ان تمام عارضی تخیرات کو یکسو رکھکر ایک ہی آستانہ بارگاہ ایزدی پر نظر رکھنی چاہیے کیونکہ ہر ایک سعادت کیش و متلاشی حق روح کا یہی مامن اور ملجاء و ماوا ہے اور چونکہ یہ مسلم امر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے مقربین کے پاس رہنا گویا ایکطرح سے خود خدا تعالیٰ کے پاس رہنا ہوتا ہے۔ اس واسطے اب آپکو باقی ایام زندگی قادیان میں گذارنے چاہئیں اور یہاں آکر ڈیرہ لگا دینا چاہیے اور رہنا شہر بر کار رسید ہونا چاہیے۔ ؎ چو کار عمر نہ پیداست بارے ایں اولیٰ کہ روزِ واقعہ پیش نگار خود باشید

یہاں تو مقصود یک درگیر محکم گیر پر عمل کرنا ضروری و لازمی ہے ہر ایک کیلیے مناسب و واجب ہے کہ حسب استطاعت اپنی نفس کے ساتھ جہاد کرکے پوری سعی کرے تاکہ ٹھیک وقت پر سفر منزل محبوب حقیقی کے لیے طیاری کر سکے۔ بغیر جوش محبت کے اس راہ پر قدم مارنا بڑا مشکل ہے اور ساتھ ہی اسپر استقلال و استقامت ضروری ہے جب یہ امر حاصل ہو جاوے تو پھر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے جذب القلوب کا عمل بتدریج خود بخود شروع ہو جاویگا جس سے صادقین کی صحبت کی توفیق ملیگی اور اس سے صیقل نقش الٰہی سے زنگار آئینہ دل محو ہو کر تزکیہ نفس و تطہیر قلب نصیب ہوگا۔ مگر تلاش حق کا بیج بونا مقدم ہے جس سے صدق و صفا کا پر ثمر نخل پیدا ہوتا ہے اور محبت ذاتی ربانی کی آبپاشی سے نشو و نما پاتا ہے ؎ بمنزل جاناں رسد جان صوفی بکہ ہمہ دم در تلاش او دواں باشد

آپ اپنی پہلی حالت کو یاد کریں جبکہ آغاز سال ۱۸۸۶ء میں صرف حب رسول کا جوش آپکو کشاں کشاں یہاں لایا تھا اور آپ پا پیادہ افتاں و خیزاں اسقدر دور فاصلہ سے پہلے قادیان پہونچے تھے اور جب ہمکو یہاں نہ پایا تو اسی بیتابی و بیقراری کے جوش میں تنہا پوکر کے پیدل ہی ہمارے پاس ہوشیارپور جا پہونچے تھے اور جب وہاں سے واپس ہونے لگے تو اس وقت ہم سے جدا ہونا آپکو بڑا شاق گذرتا تھا اب تو ایسا وقت آگیا ہے کہ آپکو آگے ہی قدم مارنا چاہیے نہ یہ کہ الٹا تساہل و تغافل میں پڑیں اب تو زمانہ بزبان حال کہہ رہا ہے اور نشانات و علامات سماوی باواز دہل پکار رہی ہیں۔ ؎

چنیں زمانہ چنیں دور ایں چنیں برکات
تو بے نصیب روی وہ چہ ایں شقا باشد
فلک تربیت میں شد زبارش برکات
کجا است طالب حق تا یقین فزا باشد
بجز اسیر عشق رخش رہائی نیست
بدرد او ہمہ امراض را دوا باشد

غرضیکہ پوری مستعدی و ہمت سے استقلال دکھلاویں یہ آثار پژمردگی ہمیں بر محل معلوم نہیں ہوتے یہاں تو رہنا تو ایک قسم کا آستانہ ایزدی پر رہنا ہے اس حوض کوثر سے آب حیات ملتا ہے کہ جسکے پینے سے حیات جاودانی نصیب ہوتی ہے جسپر ابد الآباد تک موت ہرگز نہیں آسکتی۔ اچھی طرح کمربستہ ہو کر پوری استقلال سے اس صراط مستقیم کے راہ رو بنیں اور ہر قسم کی دنیوی رکاوٹوں اور نفسانی خواہشوں کی پرواہ نہ کرکے اللہ تعالیٰ کے صادق مامور کی پوری بیعت کریں تاکہ حکم کُونُوا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ کی فرمانبرداری کا سنہری تمغہ آپکو حاصل ہو۔ یاد رکھیں کہ راستی و صداقت کے فرزند ہمیشہ جاہ و جلال کے تاج زریں کے وارث ہوا کرتے ہیں اور راستبازی کے جانی دشمنوں کا جو انجام ہوا کرتا ہے وہ بھی پوشیدہ نہیں۔ ؎ بسوزد آنکہ بسوزد بقصد دردیار • بمیرد آنکہ گریزد ز ره از فنا باشد

معلوم نہیں کہ آپکو جہلم سے کیوں انس ہے حالانکہ اسکے اسم بمسمٰی کو خدمت کرنیکے بعد تو جہل ہی جہل رہ جاتا ہے بھلا فہم و ذکا کو جہل سے کیا نسبت؟

مولویصاحب نے عرض کی کہ حضور! واقعی یہ تو سچ ہی کہ جہلم بمعنی جہل من ہی ہے آخری میم نسبتی ہے فرمایا کہ جب یہ حال ہے تو ایسے جہل کو ترک کرنا چاہیے وہاں کی رہائش کو یہاں کی رہائش پر کسیطرح بھی ترجیح نہیں ہو سکتی پھر اس حالت میں کہ من اللہ کی صحبت نہایت ضروری کا بلکہ مغتنمات سے ہے خوش قسمت وہ جنکو یہ نعمت غیر مترقبہ نصیب ہو۔ جو شخص سب کچھ چھوڑ کر اسی جگہ آکر آباد نہیں ہوتا یا کم از کم ایسی تمنا دل میں نہیں رکھتا اسکی حالت کی نسبت مجھے بڑا اندیشہ ہے کہ مبادا وہ پاک کرنیوالے تعلقات میں ناقص نہ رہے۔ اپنے گھروں وطنوں اور املاک کو چھوڑ کر میری ہمسائیگی کیلیے قادیان میں بود و باش کرنا اصحاب الصفہ کا مصداق بننا ہے اور یہ تو ایک ابتدائی مرحلہ ہے ہر دو متعبدان خدا کو تو اگر اس میں بھی صدہا درجہ بڑھ کر دشواریوں و مصیبتوں کا سامنا ہوتا ہے وہ انکی پرواہ نہیں کرتے بلکہ وفور جذبہ عشق محبوب حقیقی سے آگے ہی قدم مارتے ہیں اور اپنا تمام دھن من تن اسی راہ میں صرف کر دینے کو عین اپنی سعادت و خوش قسمتی سمجھتے ہیں اور یہی انکا مقصود بالذات ہوتا ہے کہ دنیوی علائق کے جالوں کو توڑ کر اور اسکے پھندوں سے مخلصی پاکر اس جمیع محامد کی جامع ذات ستودہ صفات کی آستانہ سراپا برکت خیز پر پہونچنے کا شرف حاصل کریں۔ ؎

نیابد از رہ جاناں خود لسر خلاص
اگرچہ سیل مصیبت بزور ما باشد
براہ یار عزیز از بلا نہ پرہیزند
اگرچہ در رہ آں یار اژدہا باشد
بدولت دو جہاں سر فرو نمی آرند
بعشق یار دل عاشقاں دوتا باشد

میں پھر توجہ دلاتا ہوں کہ در حقیقت مول استقامت ہی ہے کلام مجید میں ہے اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا یعنی جو اللہ کیطرف آجاتے ہیں وہ صرف اسقدر کہی کافی نہیں سمجھتے بلکہ اس صراط مستقیم پر استقامت بھی دکھلاتے ہیں نتیجہ کیا ہوتا ہے کہ تطہیر و تنویر قلوب کی منزلیں طے کر لیتے ہیں اور بعد انشراح صدر کے جو اللہ کے فضل سے انکو حاصل ہوتا ہے اللہ انکو اپنی خاص نعمتوں سے متمتع فرماتا ہے محبت و ذوق الٰہی انکی غذا ہو جاتی ہے مکالمہ الٰہی۔ وحی۔ الہام و کشف وغیرہ انعامات الٰہی سے مشرف و بہرہ مند کیے جاتے ہیں درگاہ رب العزت سے طمانیت و سکینت انپر اترتی ہے۔ حزن و مایوسی انکے نزدیک نہیں پہنچتی۔ ہر وقت جذبہ محبت و ولولہ عشق الٰہی میں سرشار رہتے ہیں گویا لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ کے پورے مصداق ہو جاتے ہیں معاذ من قال ؎

کلید نہمہ دولت محبت است و وفا
خوشا کسیکہ چنیں دولتش عطا باشد

غرض استقامت بڑی چیز ہے۔ استقامت ہی کی بدولت تمام گروہ انبیاء ہمیشہ مظفر و منصور و بامراد ہوتا چلا آیا ہے ذات تقدس مآب باری تعالیٰ کے ساتھ ایک خالص ذاتی تعلق و گہرا پیوند قائم کرنا چاہیے جب یہ تعلق پورا قائم ہو جاوے پھر ہر ایک قسم کے خوف و خطر سے انسان محفوظ و مطمئن ہو جاتا ہے اور انشراح صدر کے بعد تمام بوجھ ہلکے ہو جاتے ہیں ایسا کیوں ہوتا ہے؟ صرف اسلیے کہ انکو ہر کہ در ایزدی یافت باز برنگشت شناخت پر حق الیقین ہو جاتا ہے اور اسکی پرثمر تاثیرات انکے لوح قلب پر منقش ہو جاتے ہیں اور انکے رگ و ریشہ میں سرایت کر گئی ہوتی ہیں اور بوجہ استیلائے محبت و نقش الٰہی و شہود عظمت و جلال ذات کبریائی انکے قلب سلیم کا ہی ورد ہو جاتا ہے۔ ؎

دلا زچنیں حکایت مکن نہ از روم
کہ دارم دلستانی اندریں بوم
چو روئے خوب او آید بیادم
فراموشم شود موجود و معدوم

آپ اپنے سارے جسم و جان روح و روان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے ہو جائیں پھر خدا تعالیٰ خود بخود تم سب کا حافظ و ناصر معین و کارساز ہو جاویگا۔ چاہیے کہ انسان کے تمام قویٰ آنکھ۔ کان۔ دل۔ دماغ۔ دست و پا جملہ متمسک باللہ ہو جاویں انمیں کسی قسم کا اختلاف نہ رہے یہی ہیں تمام کامیابیاں و نصرتیں ہیں یہی اصل مراقبہ ہے اسی سے حرارت قلبی و روحانیت پیدا ہوتی ہے اور اسی کی بدولت ایمان کامل نصیب ہوتا ہے۔

سب سے اول تو انسان کو اپنا مرض معلوم کرنا چاہیے تب تک مرض کی تشخیص نہ ہو علاج کیا ہو سکتا ہے؟ پہلی تو وہ حالت ہے جبکہ انسان نفس امارہ کے زیر حکم چلتا ہے اسوقت صرف محرکات بد یعنی شیطان ہی کی اسپر حکومت ہوتی ہے اور نہیں۔ دور افتادہ ہلاک ہونیوالی ناپاک روحوں کا اسپر قبضہ ہوتا ہے اس سے ذرا اوپر انسان ترقی کرتا ہے تو اسوقت اسکا اپنے نفس کے ساتھ ایک جہاد شروع ہو جاتا ہے اسکی ایسی حالت کا نام لوامہ ہے اسوقت اگرچہ محرکات بدی سے اسکو پوری مخلصی نہیں ہوتی

کہ اس قسم کا کوئی مقدمہ تاریخ سے ثابت نہیں تو ساتھ ہی اس کے یہ ماننا پڑا کہ سید عبدالقادر جیلانی ولی اللہ کی نسبت جسقدر احیاء موتیٰ کے متعلق قصے اور افسانے مشہور کئے جاتے ہیں یہ سب افترا اور بادہ گو لوگوں کی بناوٹیں ہیں۔ جو جاہل لوگوں کے سنانے اور اون کی جیبیں خالی کرنے کے لئے افترا کئے گئے ہیں ورنہ سید عبدالقادر جیلانی ولی اللہ جیسے بزرگ اور عالم کب ایسے فرودی مسلہ سے خاموشی اختیار کرتے۔ یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر کوئی مردہ زندہ نہیں ہو سکتا تو پھر ان قرآنی آیات مندرجہ ذیل جو تعداد میں پانچ ہیں کیا مراد ہے۔ (۱) واذ قال ابراہیم رب ارنی کیف تحی الموتے۔ قال اولم تومن۔ قال بلی ولکن لیطمئن قلبی قال فخذ اربعۃ من الطیر فصرھن الیک ثم اجعل علی کل جبل منھن جزءً ثم ادعھن یاتینک (۲) واذ قلتم یاموسیٰ لن نومن لک حتی نری اللہ جھرۃ فاخذتکم الصعقۃ وانتم تنظرون ثم بعثنکم من بعد موتکم لعلکم تشکرون۔ پارہ اول سورۃ بقر رکوع ۶- (۳) اوکالذی مر علی قریۃ وھی خاویۃ علی عروشھا قال انی یحی ھذہ اللہ بعد موتھا فاماتہ اللہ مائۃ عام ثم بعثہ قال کم لبثت قال لبثت یوما او بعض یوم .... یوم قال بل لبثت مائۃ عام فانظر الی طعامک و شرابک لم یتسنہ وانظر الی حمارک ولنجعلک اٰیۃ للناس وانظر الی العظام کیف ننشزھا ثم نکسوھا لحما۔ فلما تبین لہ قال اعلم ان اللہ علی کل شیء قدیر پارہ سوئم سورۃ البقر رکوع ۳۵ (۴) الم تر الی الذین خرجوا من دیارھم وھم الوف حذر الموت۔ فقال لھم اللہ موتوا ثم احیاھم ان اللہ لذو فضل علی الناس ولکن اکثر الناس لا یشکرون پارہ دوئم سورۃ البقر رکوع ۳۲۔ (۵) واذ قتلتم نفسا فادارءتم فیھا واللہ مخرج ما کنتم تکتمون۔ فقلنا اضربوہ ببعضھا کذالک یحی اللہ الموتی ویریکم اٰیاتہ لعلکم تعقلون۔ قرآن شریف میں یہ پانچ آیات ہیں جن سے لوگ استدلال پکڑتے ہیں کہ مردے زندہ ہو جایا کرتے ہیں مگر ہم دکھانا چاہتے ہیں کہ یہ خیال لوگوں کا بوجوہات ذیل غلط ہے۔ (اوّل) ہم قرآن کریم کے دیگر مقامات سے ثابت کر چکے ہیں کہ مردے زندہ ہو کر نہیں آیا کرتے چنانچہ آیت حرام علی قریۃ اھلکناھا انھم لا یرجعون۔ وغیرہ سے بخوبی ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ موتیٰ کو زندہ نہیں کیا کرتا اور اوس کی تائید میں کثیر التعداد احادیث بھی بیان کی گئی ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بڑے پیاروں کو اس امر کا وعدہ دیکر کہ انکو تمہاری خواہش کے مطابق دیا جائیگا مگر جب اونہوں نے دنیا میں واپس آنا چاہا تو قد سبق القول منی انھم لا یرجعون جواب دیکر کہا کہ یہ میرے معاہدہ کے خلاف ہے۔ یہ منظور نہیں ہو سکتا۔ جب قرآن کریم اور حدیث سے مردوں کے دوبارہ دنیا میں آنیکا انکار ثابت ہوتا ہے تو پھر کیونکر ان آیات میں موت کے وہ معنے ہو سکتے ہیں جو مخالفین لیتے ہیں۔

دوئم اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان اللہ لا یخلف المیعاد یعنی اللہ اپنے وعدہ کا خلاف نہیں کرتا۔ یہاں موکد طور سے وعدہ فرمایا ہے کہ میں نے مردوں کو دنیا میں دوبارہ زندہ کرنے کو حرام کر دیا ہے۔ جب قسمیہ طور سے وعدہ کر چکا ہے تو پھر کیونکر اپنے وعدہ کے خلاف مردوں کو زندہ کرتا ہے۔ سوئم اگر مان بھی لیں کہ عام طور سے مردہ زندہ کرنے کی عادت الٰہیہ نہیں مگر خاص خاص موقع پر معجزہ یا کرامت نمائی کے طور اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ کر دیا کرتا ہے۔ تو پھر اوس کا یہ قانون۔ بموجب آیت ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا یعنی اگر قرآن شریف خدا تعالیٰ کے سوا کسی اور کا کلام ہوتا۔ تو اوسمیں بڑا اختلاف پایا جاتا۔ ٹوٹا جاتا ہے اور سخت اختلاف پیدا ہوتا ہے۔ ایک جگہ تو یہ کہے کہ ہم ہرگز مردوں کو زندہ نہیں کرینگے اور دوسری جگہ کہدے کہ فلاں فلاں موقع مردے زندہ ہوئے ایسی حالت میں اللہ تعالیٰ کے پاک کلام پر کیا اعتبار رہ سکتا ہے بلکہ انسانی کلام سے بھی اون کا درجہ گر جاتا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ قدوس اور پاک ہے۔ اور سب نقصانات سے اوس کی باتیں سب پختہ اور پر حکمت ہیں اور اون میں ہرگز اختلاف نہیں۔ یہ انسان ضعیف البیان کی اپنی سمجھ کا گھاٹا ہے کہ وہ اپنی بے سمجھی سے ایسا خیال کر لیتا ہے ورنہ اللہ تعالیٰ کے محکم کلام میں کوئی بھی بات ایسی نہیں جو حرف گیری کے لائق ہو۔ لہٰذا اس اختلاف کے دور کرنے کیلئے قرآن شریف اور احادیث رسول کریم پر غور کیجائے تو واضح ہو جاتا ہے کہ لفظ موت کے معنے صرف وفات حقیقی کے نہیں بلکہ اور معانی بھی ہیں چنانچہ ذیل میں ہم اون کی فہرست دکھاتے ہیں (۱) موت بمعنے نوم جیسے الحمد للہ الذی احیانا بعد ما اماتنا والیہ النشور۔ یعنی اللہ کا شکر ہے کہ جس نے ہمیں بعد سلانے کے زندہ کیا۔ (۲) موت بمعنی سکون جیسے اہل عرب بولتے ہیں ماتت الریح یعنی ہوا ٹھہر گئی (۳) موت بمعنے فقدان قوت نامیہ جیسا کہ قرآن کریم میں آیا ہے یحی الارض بعد موتھا۔ (۴) موت بمعنے زوال قوت حسیہ جیسے۔ یالیتنی مت قبل ھذا یعنی کاش اس سے پہلے میں بے حس ہو جاتا۔ (۵) موت بمعنے زوال قوت عقلیہ۔ اور وہ جہل ہے جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے سورہ انعام میں اومن کان میتا فاحیینٰہ وجعلنا لہ نورا یمشی بہ فی الناس کمن مثلہ فی الظلمات لیس بخارج منھا۔ یعنی ایک شخص جو مردہ تھا ہمنے اوس کو زندہ کیا یعنی اوسکو ایک نور علم و نور عقل عطا کیا جس سے وہ لوگوں کے درمیان چلتا پھرتا ہے کیا وہ اوس جیسا ہو سکتا ہے جو اندھیروں میں ہے اور ان سے نکلنے والا نہیں۔ (۶) موت بمعنے حزن و خوف جیسے یاتیہ الموت من کل مکان۔ یعنی ہر مکان سے اوسکو خوف اور حزن طاری ہوتا ہے (۷) احوال شاقہ پر بھی موت کا اطلاق ہوتا ہے جیسے اول من مات ابلیس لانہ اول من عصی

الطاق

(۸) فقر پر بھی موت کو لاتے ہیں جیسے فقال اما تعلم ان فلانا مات فقیل لہ ... کیا تو نہیں جانتا جس کو فقیر کر دیا اوس کو میں نے مار دیا۔ (۹) ذلت پر بھی۔ (۱۰) سوال پر بھی (۱۱) بڑھاپے پر بھی اطلاق آتا ہے۔ (۱۲) معصیت کے واسطے بھی موت کا لفظ آتا ہے۔ (۱۳) جنون اور صرع پر اس کا اطلاق آتا ہے۔ دیکھو مجمع البحار جلد دوئم صفحہ ۳۲۲ و ۳۲۳

جبکہ لغت عرب سے موت کے متعدد معانی ہوئے اور نیز دیگر آیات قرآنیہ محکمہ سے ثابت ہو گیا کہ مردے ہوئے دوبارہ اس عالم میں زندہ نہیں ہو سکتے تو پھر ہمکو کیا ضرور ہے کہ ہم آیات متنازعہ فیہا میں موت کے وہ معنے لیں جس سے تغیر و تبدل آیات محکمات میں لازم آوے اور آیات محکمات کے ساتھ متعارض و متناقض ماننا پڑے۔ اب ہم آیات متنازعہ فیہا میں بحث کرتے ہیں اور ہر ایک آیت پر الگ الگ بحث کرتے ہیں۔ اوّل آیت یہ ہے واذ قال ابراہیم رب ارنی کیف تحی الموتی۔ قال اولم تومن قال بلی ولکن لیطمئن قلبی قال فخذ اربعۃ من الطیر فصرھن الیک ثم اجعل علی کل جبل منھن جزءًا ثم ادعھن یاتینک سعیا واعلم ان اللہ عزیز حکیم ○ ترجمہ جب ابراہیم علیہ السلام نے کہا اے میرے رب مجھے دکھا کہ تو کسطرح مردوں کو زندہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ نے بجواب اس کے فرمایا کہ کیا تو ایمان نہیں رکھتا کہا کہ ہاں ایمان رکھتا ہوں لیکن میں دل کا اطمینان چاہتا ہوں۔ فرمایا جناب باری نے کہ چار پرندے لو اور اونکو اپنے ساتھ ہلا لو پھر جب ہل جائیں تو ہر ایک کو انمیں سے ایک ایک پہاڑ پر بٹھا دو پھر ان کو بلاؤ وہ تمہاری طرف دوڑتے ہوئے آئینگے۔ پھر اوس وقت جان لیجیو کہ اللہ عزیز ہے یعنی سب پر بوجہ ربوبیت کاملہ اپنی کے غالب اور ممتاز ہے اور وہ حکمت والا ہے۔ اس آیت سے ظاہر ہے کہ حضرت ابراہیم جو ایک عظیم الشان نبی ہیں وہ عالم ارواح کے متعلق سوال کر کے اپنا اطمینان چاہتے ہیں اور خود عالم کون و فساد میں ہیں۔ اگر یہ اس کے معنے لیے جائیں کہ مردوں کا زندہ ہونا وہ آنکھوں سے دیکھنا چاہتے تھے تو یہ امر قرین قیاس اور نبی کی شان سے بعید ہے ایسا سوال کرنا کیونکر دنیا ایمان بالغیب کی جگہ ہے۔ ایسا سوال کرنا ایمان بالغیب کی حکمت کے منافی ہے اور نیز انبیاء اور اون کا عرفان اور یقین مکاشفات سے بڑھایا جاتا ہے۔ نہ کہ عام منکرین کی طرح خلاف فطرت نظاروں سے کہ برگ درختان سبز در نظر ہوشیار ہر ورق دفتریست معرفت کردگار۔ کیا انبیاء علیہم السلام عام ہوشیاروں سے بھی گئے گذرے ہوئے کہ موجودہ نظام عالم اور قوانین مستمرہ اونکے واسطے کافی ہدایت نہیں کیا ابراہیم جیسے نبی اہل دانش میں سے نہیں تھے اون کو قدرت الٰہی کا عالم نظارہ کافی رہبر نہ ہو